قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَاءٌ

ہادی برحق شافی مطلق کا احسان کہ نسخہ دافع زلل صوری رافع علل معنوی نافع مومنین

جلد اول

مذاق العارفین

ترجمہ

احیاء علوم الدین

مصنفہ

اکمل زمان افضل دوران عالم المعی فاضل لوذعی مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی ادامہ اللہ العلی القوی

مطبع نامی منشی نولکشور میں طبع ہوا

فدا حسین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی بنعمتہ تتم الصالحات والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد صفوۃ الموجودات وعلی آلہ وصحبہ الکافلین لاحیاء علوم الدین المشمرین للطاعات بعد حمد وصلوٰۃ کے بندۂ ضعیف محمد احسن صدیقی نانوتوی غفر اللہ لہ ولوالدیہ برادران دینی کی خدمت مین عرض کرتا ہے کہ اس ضعیف نے بغرض خیر خواہی اہل اسلام کے کتاب احیاء العلوم امام محمد غزالی کا ترجمہ زبان اردو سلیس مین کیا اور امور مفصلہ ذیل کی رعایت اس مین کی اول یہ کہ ترجمہ محاورہ اردو کے موافق ایسا کیا ہے کہ اول نظر مین یہ گمان نہین ہوتا کہ دوسری کتاب کا ترجمہ ہے بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا اردو ہی مین کتاب تالیف ہوئی ہے اسلیے پابندی ترجمہ لفظی کی نہین رہی بہت سی تقدیم وتاخیر الفاظ کی وقوع مین آئی کیونکہ مقصود مطالب کی تفہیم ہے نہ عبارت عربی کی تعلیم دوسرے یہ کہ مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب موصوف کی چار جلدین کرکے ہر جلد کو دس دس کتابون مین تقسیم کیا ہے اور ہر کتاب پر دیباچہ جدا لگایا ہے اور بعض جا دیباچہ مین فہرست اس کتاب کی بھی لکھ دی ہے مترجم نے رواج حال کی رو سے زبان اردو مین اس ڈھنگ کا باقی رکھنا مناسب نہ جانا اسلیے شروع جلد کے دیباچہ کے سوا اور دیباچون کو ترک کر دیا ہے اور ہر دیباچہ کی جگہ ایک رباعی مضمون لاحق کے مناسب لکھ دی ہے اور کتاب کو باب سے اور باب کو فصل سے بدل دیا ہے تیسرے یہ کہ مذہب مصنف مغفور کا شافعی تھا مسائل عبادات ومعاملات اپنے مذہب کے طور پر لکھے ہین مین نے صرف انکا ترجمہ کر دیا ہے مذہب حنفی کی تصریح نہین کی ناظرین اگر حنفی مذہب کے موافق کسی مسئلہ کو دریافت کرنا چاہین تو کتب متداولہ مذہب کی طرف رجوع فرمائین چوتھے یہ کہ اس کتاب مین ہر مضمون اس بسط وتفصیل کے ساتھ ہے کہ گویا کتاب خود اسکی شرح ہے اسلیے مین نے اپنی طرف سے کسی مضمون مین کچھ زیادتی نہین کی الا جہان جا بجا کچھ لکھا ہے تو اسی جگہ اشارہ بھی کر دیا ہے خواہ ف لکھ دی ہے یا لفظ یعنی کر کے اپنی عبارت پر خط جدائی بنا دیا ہے ہان فارسی یا اردو کا شعر مضمون سابق کے مناسب لکھ دینا یا ربط کلام یا نتیجہ عبارت مقدم کے لیے کسی جملہ کا کم وبیش ہونا اکثر ہوا ہے پانچوین یہ کہ ترجمہ جلدین اخیرین کا اول کیا گیا اس خیال سے کہ زیادہ کار آمد وہی مضامین ہین ایسا نہو کہ اگر زندگی وفا نہ کرے تو امر مہم ہی ہاتھ سے رہ جاے جب خداوند کریم کی عنایت سے آخر کی جلدین ہو چکین تو جلدین اولین کا ترجمہ کیا گیا یہانتک کہ دوسری جلد سب سے آخر مین ترجمہ ہوئی اس سبب ترجمہ مین لحاظ قافیہ بندی اور عبارت آرائی کا نہین کیا گیا کہ یہ طور کتب قصص وحکایات مین خوشنما ہے اور تہذیب اخلاق کے صحائف مین

تکلف ظاہری نازیبا علاوہ ازین اتنی بڑی کتاب مین اسکا التزام دشوار اور بے نظر غور قابل مخل مطلب فہمی اور زائد از کار ہے چھٹے یہ کہ آیات قرآنی کا ترجمہ شاہ عبدالقادر مرحوم کے ترجمہ سے لکھا گیا ہے الا ماشاء اللہ اور جن احادیث کی عبارت تیمن و تبرک کے لیے نقل کی ہے انکا ترجمہ حاشیہ پر لکھ دیا ہے ساتوین یہ کہ بعض ارباب علم کی صلاح یہ ہوئی کہ جو احادیث احیاء العلوم مین ہین انکا حوالہ بھی لکھا جائے کہ کس کتاب مین کیسی سند سے مذکور ہین اور مین نے بھی خیال کیا کہ کچھ اہل علم اسکی احادیث قابل اعتبار نہین جانتے اسلیے مین نے تخریجات عراقی سے ہر حدیث کے مخرج کا حوالہ حاشیہ پر لکھ دیا اور جسطرح عراقی نے صرف نام کتاب اور راوی اعلی کے ذکر پر اکتفا کیا تھا مین نے بھی اسکی تبعیت سے ویسا ہی کیا مثلاً اگر اسمین لکھا ہے مسلم من حدیث ابی ہریرۃ یا الترمذی فی الشمائل من حدیث علی۔ تو مین نے حاشیہ پر یون لکھا ہے مسلم بروایت ابی ہریرہ۔ ترمذی در شمائل بروایت علی مرتضیٰ۔ مگر افسوس کہ تخریجات عراقی ہر چند لکھی ہوئی سنہ ۹۲۱ ہجری کی تھی مگر اسقدر غلط نکلی کہ بعض احادیث کی سند بالکل فروگذاشت کردی۔ اور باب النکاح کی دوسری فصل سے اگلے باب کی تیسری فصل تک کی تخریج بالکل نہین لکھی اور دوسرا نسخہ ملا نہین کہ اسمین دیکھ لیا جاتا ایسی حدیثون مین سے جسقدر کا نشان مجکو روا دوی مین ملگیا مین نے لکھ دیا اور جن کا نشان جلد نہین ملا انکے لیے حاشیہ پر جگہ چھوڑ دی۔ اور عراقی نے ہر سند کے بعد اسکی کیفیت لکھی ہے کہ صحیح ہے یا ضعیف وغیرہ مین نے حاشیہ پر صحیح الاسناد کے بعد کچھ نہین لکھا ہان بعض جگہ کسی مصلحت خاص کے لیے سند صحیح یا جید لکھا ہے اور جہان کہین عراقی نے سند مین علت بیان کی ہے اسکو مین نے بعینہا نقل کردیا ہے تو جس تخریج کے بعد حاشیہ پر کوئی علت نہو اسکو ناظرین صحیح تصور فرمائین۔ اور جن احادیث کی سند مین عراقی نے کئی کئی طریق لکھے ہین بعضے صحیح اور بعضے معلل تو ایسی صورت مین مین نے صحیح طریق کو لکھا ہے معلل کو چھوڑ دیا ہے اور بعض جا کلمات حدیث کے اختلاف کو نقل کیا ہے تو اس جگہ مین نے بادنیٰ اختلاف لکھ دیا ہے غرضکہ حوالہ لکھنے مین عراقی نے بہت تفصیل و تطویل کی ہے مین نے اختصار کی راہ اختیار کی اور یہ بھی التزام کیا ہے کہ جس مخرج کے الفاظ ہون اسکا نام راوی اعلی کے نام کے پاس لکھا جائے اور ایک یہ کہ اگر حدیث اوپر کسی باب مین گزری ہے تو لفظ پیشتر وغیرہ لکھا ہے۔ اور اگر اسی باب مین ہو چکی ہے تو اوپر گذری لکھا ہے۔ اور عراقی نے اپنی کتاب کے دیباچہ مین لکھا ہے کہ مین نے اس بات کا التزام نہین کیا کہ حدیث کو مخرج نے بھی انھین الفاظ سے نقل کیا ہو جو احیاء العلوم مین ہین بلکہ اگر روایت بالمعنی ہوئی ہے تب بھی مین نے لکھ دیا ہے کہ فلان مخرج نے اسکو نقل کیا ہے۔ آٹھوین یہ کہ اس ترجمہ مین اشعار کا ترجمہ اشعار مین کیا ہے اور یہ التزام نہین کہ اشعار اردو ہی ہون بلکہ بعض جا فارسی بھی ہین جہان بندش فارسی کے الفاظ کی اچھی بن پڑی ہے اور یہ ترجمہ سب ایسی طرح لکھا ہے کہ نوبت مسودہ کی نہین ہوئی فکر اول ہی مین جو عبارت ذہن مین گذری قلم برداشتہ لکھ دی اور یہ ہی وجہ ہے جو اشعار کہ کتاب مین مکرر واقع ہوئے ہین انکا ترجمہ ہر جگہ مخالف ہوا ہے اور با اینہمہ مین اپنی کم استعدادی اور قلت بضاعت کا معترف ہوکر اقرار کرتا ہون کہ نہ مین ناظم ہون نہ نثار نہ مقرر نہ فصیح گفتار مگر اپنی جانفشانی اور سر دردی کی داد منصفون سے چاہتا ہون اور سہو و خطا سے اغماض اور اغلاط کی اصلاح کے لیے التماس کرتا ہون شعر ہوش گر بخطائے رسی وطعنہ مزن ÷ کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود ÷ اور نام اس ترجمہ کا بہ نظر تاریخ مذاق العارفین (۱۲۹۲) رکھا گیا۔ اب مین اللہ تعالیٰ سے امیدوار ہون کہ اسکو قبول فرماوے اور مجکو اور دوسرے طالبان آخرت کو اس سے دارین مین نفع عنایت فرماوے جیسے اسکی اصل سے اُسنے فائدہ مرحمت کیا اور جس جا مین نے مطلب نہ سمجھا ہو یا اور کسی قسم کی لغزش عمداً یا خطاءً ہوئی ہو اسکو اپنے فضل عمیم سے معاف فرماوے وہو حسبی ونعم الوکیل وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ بعض اقسام احادیث کے جو اس کتاب کے حاشیہ مین متفرق واقع ہین انکی تصریح کردی جاتی ہے کہ ناظرین کو دقت نہو

قسم حدیث	تعریف
صحیح	وہ حدیث ہے جسکی سند راوی سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو کوئی راوی چھوٹ نہ گیا ہو اور اُسکے

	سب راوی سچے اور یاد کے پکے ہون اور روایت کا خلاف اور پوشیدہ اسباب طعن کے نہ رکھتے ہون ؛
حسن	وہ حدیث ہے جسکے راویون مین کسی پر جھوٹ کی تہمت نہ ہوئی ہو نہ روایت کا خلاف ہوا اور وہی حدیث دوسری طرح سے مروی ہوا اسکا رتبہ صحیح کے رتبے سے کم ہے ؛
مرفوع	وہ ہے جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل یا تقریر یعنی مقرر رکھنا ہو ؛
متصل	وہ ہے جسکی سند برابر ملی ہو کوئی راوی چھوٹا نہو ؛
سند	وہ حدیث ہے جسکے راویون کے نام مذکور ہون ؛
مشہور	وہ حدیث ہے کہ خاص اہل حدیث کے نزدیک شائع ہو یعنی ہر زمانے مین بہت سے راویون نے روایت کیا ہو ؛
ضعیف	وہ حدیث ہے جسکے راویون مین سے کوئی دروغگو یا فاسق یا کسی اور طرح سے مطعون ہو ؛
موقوف	وہ قول و فعل ہے جو کسی صحابی سے روایت کیا جاوے ؛
مرسل	وہ حدیث ہے جو تابعی آنحضرت سے روایت کرے کہ آپ نے ایسا کہا یا ایسا کیا یعنی ذکر صحابی کا نہ کرے ؛
منقطع	وہ حدیث ہے جسکے اسناد برابر نہون شروع مین سے خواہ بیچ مین سے خواہ اوپر سے کوئی راوی چھوٹ گیا ہو مگر اکثر اُس روایت پر بولتے ہین جو تبع تابعی صحابی سے روایت کرے اور تابعی کا ذکر نہ کرے ؛
معضل	وہ حدیث ہے جسکی سند مین سے دو یا زیادہ راوی چھوٹے ہون ؛
مضطرب ...	وہ حدیث ہے جس مین روایت مختلف ہو کوئی کسی طرح روایت کرے کوئی دوسری طرح ؛
غریب	وہ حدیث صحیح ہے جسکی روایت مین کسی جگہ ایک راوی اکیلا ہوا اور اگر ہر زمانے مین اکیلا ہوگا تو وہ فرد کہلاتی ہے اور اگر راوی ہر جگہ دو ہون تو اسکو عزیز کہتے ہین ؛
متواتر	وہ حدیث ہے کہ اسکے راوی کثرت سے ہر زمانے مین ہون کہ اُنکا اتفاق جھوٹ پر عادۃً محال ہو ؛
منکر	اُس حدیث کو کہتے ہین جو کوئی ثقہ اور معتبر شخص لوگون کی روایت کے خلاف بیان کرے اسی کو شاذ بھی کہتے ہین ؛
معلق	اُس حدیث کو کہتے ہین جسکے اسناد کے شروع مین سے ایک یا زیادہ راوی چھوڑ دیئے جائین اور اس فعل کو تعلیق کہتے ہین ؛
تدلیس	حدیث مین اُس فعل کو کہتے ہین کہ راوی جس شخص سے روایت کرے اُس سے ملاقات کی ہو یا وہ اُسکا ہمعصر ہو مگر اُس سے اُس روایت کو سُنا نہو اور ایسی لفظون سے بیان کرے جس سے یہ وہم ہو کہ سُنا ہوا کہتا ہے ؛
معلل	وہ حدیث ہے کہ ظاہر مین تو عیوب سے پاک معلوم ہوتی ہو مگر اُسمین پوشیدہ سبب طعن کے پائے جاتے ہون ؛
مدرج	وہ ہے کہ حدیث مین کسی راوی کا کلام درج ہو جاوے اور یہ گمان ہو کہ یہ کلام بھی حدیث ہی ہے یا دو متن کہ دو اسناد دون سے مروی ہون انکو ایک اسناد سے روایت کیا جاوے ؛
موضوع	وہ حدیث ہے جو کسی نے خود بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا صحابہؓ کی طرف منسوب کر دی ہو ؛

حال مختصر مصنف قدس سرہ العزیز کا

لقب آپ کا امام حجۃ الاسلام زین الدین ہے اور کنیت ابو حامد اور نام محمد بن محمد اور وطن شریف غزالہ ہے طوس کے دیہات مین سے پیدایش آپ کی طوس مین سنہ چارسو پچاس ہجری مین ہوئی تحصیل علوم ابو حامد اسفرائی اور ابو محمد جوینی سے کی اور مذہب امام شافعیؒ

اصول اور فروع کے حافظ تھے ابتدا سے حال مین آپ طوس مین رہے پھر امام الحرمین ابو المعالی کے پاس بمقام نیشاپور مین تشریف لائے اور یہ کتاب احیاء العلوم ایک ہزار چھبیس دن مین تالیف کی اور اسکی تحسین و اتقان غایت درجہ کو کی اور ہر روز ایک ختم کرکے دعا مانگا کرتے کہ الٰہی جو اس کتاب کی عزت کرے اسکی تو عزت کرنا اور جو اسکی حقارت کرے اسکو تو حقیر فرمانا آپ کی تصنیفات کا مجموعہ چار سو جلدین ہین جن مین سے تفسیر یاقوت التاویل چالیس جلدون مین ہے اور کیمیاے سعادت اور وسیط اور وجیز اور خلاصہ اور مستصفی اور تہافۃ الفلاسفہ اور محک النظر اور معیار العلم اور مقاصد اور مضنون بہ علی غیر اہلہ اور المقصد الاسنی فی شرح اسماء اللہ الحسنی اور جواہر القرآن اور مشکوٰۃ الانوار اور منخول اور احیاء علوم وغیرہا ہین اور اگر آپ کی تالیف بجز اس کتاب احیاء العلوم کے اور نہوتی تب بھی آپ کے فضل و تقدم پر یہ ایک ہی دلیل کافی و وافی تھی سبحان اللہ عجب کتاب ہے کہ سلوک آخرت کے فن مین اس سے بڑھکر اور کامل تر نہ دیکھی نہ سُنی اگر اسکو غذاے روح کہیے تو بجا ہے یا نور بصر نام رکھیے تو زیبا آب زر سے صفحۂ قرطاس پر لکھنا اسکی کسر شان سے ہان سواد چشم سے سویداے دل پر نقش کرنا اسکے حال کے شایان ہے جزاہ اللہ المولف احسن الجزاء کہتے ہین کہ جب آپنے کتاب منخول تالیف کی اور اسکو اپنے استاد امام الحرمین کی خدمت مین لے گئے تو انھون نے فرمایا کہ تمنے مجکو زندہ ہی دفن کردیا یعنی تمھاری تصنیف کے سامنے میری مصنفات کی قدر جاتی رہی۔ بغداد کے مدرسہ نظامیہ مین کچھ دنون آپ نے درس دیا آپ کا درس ایسا مقبول عام ہوا کہ جب مدرسے سے مکان کو آتے تو پانسو فقیہ و مہتر یا تین پس و پیش آپ کے گرد ہوتے پھر آپ نے زہد اختیار کیا اور درس وغیرہ کو ترک کرکے حج کو تشریف لے گئے اور وہان سے بیت المقدس مین پہونچکر عبادت مین مشغول ہوتے پھر چند روز دمشق مین رہکر اپنے وطن مالوف طوس مین رونق افروز ہوتے اور آخر عمر تک اسی جگہ مقام فرمایا اور ایک مدرسہ اور ایک خانقاہ بنواکر اپنے اوقات کو تعلیم اور امور خیر مین تقسیم کیا یہانتک کہ دوشنبہ کے روز چودھوین جمادی الاخری سنہ پانسو پانچ ہجری مین پچپن برس کے ہوکر راہگراے علیین ہوے رضی اللہ عنہ

وارضاہ وجعل الجنۃ مثواہ فقط

قطعہ

پادشاہا تیرے دروازے پہ مین سائل ہون ‏— مدعا میرا تو کر فضل سے اپنے پورا
دے طبیعت کو مری زور قلم کو تیزی ‏— تا لکھون ترجمہ احیاے علوم دین کا

دیباچہ کا ترجمہ

اول مین خدا سے تعالی کی بہت سی تعریفین پیاپی کرتا ہون اگرچہ اُسکے حق جلال کے آگے تعریف کرنے والون کی تعریف ذلیل وحقیر ہی دوم درود اور سلام ایسی طرح بھیجتا ہون کہ سب پیغامبرون کو شامل ہو بہمراہی جناب سید المرسلین کے جنکا نام بشیر اور نذیر ہی سوم الله تعالی سے اس امر مین بہتری چاہتا ہون جسکے لیے میرا ارادہ علوم دینی کے زندہ کرنے مین ایک کتاب لکھنے کا ہوا چہارم تیرے تعجب دور کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہون ای ملامت گرین ملامت کرنے والے اور غافل منکرون کے زمرون مین زیادہ سرزنش اور انکار کرنے والے اسلیے کہ اب الله تعالی نے میری زبان سے سکوت کی گرہ اُٹھا دی اور گفتگو اور کلام کا ہار میرے گلے مین ڈال دیا مجکو وہ بات کہنی پڑی جسپر تو مواظبت کرتا ہی یعنی حق صریح سے آنکھین بند کرکے باطل کی نصرت اور جہل کی تعریف مین اصرار کرتا ہی اور اگر کوئی شخص خلق کی رسمون سے تھوڑا سا نکلنا چاہتا ہی یا رسم کی پابندی کو چھوڑ کر علم کے بموجب عمل کرنے پر راغب ہوتا ہی اس توقع سے کہ نفس کی صفائی اور قلب کی درستی جسکو الله تعالی نے عبادت مقرر کیا ہی حاصل ہو اور تمام عمر کے رائیگان جانے کی تلافی سے ناامید ہو کر اپنے بعضے گناہون ہی کا تدارک کرے اور اُن لوگون کے گروہ سے منحرف ہو جنکے حق مین صاحب شریعت جناب فخر المرسلین صلی الله علیہ وسلم فرماتے ہین اشد الناس عذابا یوم القیامۃ عالم لم ینفعہ الله سبحانہ بعلمہ تو تو اُس شخص پر شور اور فتنہ اُٹھاتا ہی اور مجکو یقین ہی کہ انکار پر تیرے اصرار کا باعث بجز اُس مرض کے نہین جو اکثر لوگون مین پھیل گیا ہی بلکہ عالمگیر ہو رہا ہی یعنی امر آخرت کی بزرگی کے ملاحظے سے قاصر ہین اور اس بات کو نہین جانتے کہ معاملہ خوفناک ہی اور مہم بڑی ہی آخرت سامنے چلی آتی ہی اور دنیا پشت پھیرے جاتی ہی اور موت قریب ہی اور سفر بعید توشہ تھوڑا ہی اور اندیشہ مزید راستہ بند اور مسدود ہی اور جو علم و عمل کہ خدا کی ذات کے سوا ہو وہ پرکھنے والے عاقل کے نزدیک مردود ہی اور راہ آخرت کا چلنا باوجود بہت سی مہلک چیزون کے سد راہ ہونے کے بدون راہ نما اور رفیق کے نہایت سخت اور

دشوار ہے کیونکہ اس راستے کے راہنما وہ عالم ہیں جو انبیا علیہم السلام کے وارث ہیں اُنسے دنیا خالی ہے بجز رسمی لوگون کے اور کوئی نہین
رہا اور اکثر پر اُنمین سے شیطان غالب ہے اور سرکشی نے اُنکو گمراہ کر رکھا ہے اور ہر ایک اُنمین سے اپنے سر دست کے فائدہ مین مصروف ہے
اسی وجہ سے یہ حال ہوا ہے کہ اکثر اچھی بات کو بُری اور بُری کو اچھی جانتے ہین یہانتک کہ علم دین پرانا ہو گیا اور ہدایت کے نشان روے
زمین پر مٹ گئے اور ان لوگون نے خلق کو یہ بات سوجھا دی کہ علم یا تو حکومت کا فتوی ہے جس سے حاکم کمینون کے جھگڑے فیصل
کرنے مین مدد لیتین یا بحث و مناظرہ کا علم ہے کہ فخر اور بڑائی کے چاہنے والے اُسکو اپنے غالب ہونے اور طرف ثانی کے ساکت کرنیکا
وسیلہ کرین یا علم وہ چکنی مقفے باتین ہین جنکو واعظ عوام کے پھسلانے کا ذریعہ ٹھہرا دین اسلیئے کہ اُنھون نے سوا ان تین قسمون کے
اور کوئی دام حرام کا اور جال دنیا کے مال کا نپایا۔ اور طریق آخرت اور وہ راستہ جسپر اگلے نیک بخت چلتے تھے اُنکا علم لوگون مین سے
تہ ہو گیا اُسکا نام تک نہ رہا حالانکہ اس علم کو خدا تعالے نے اپنی کتاب مجید مین فقہ اور حکمت اور علم اور روشنی اور نور اور ہدایت اور راہ یابی
تعبیر فرمایا ہے۔ اور چونکہ یہ امر دین مین رخنہ عظیم اور مصیبت عظیم ہے اسلیئے مین نے اس کتاب کے لکھنے مین مصروف ہونا نہایت ضروری جانا
تاکہ دین کے علوم زندہ ہون اور اگلے پیشواؤن کے راستے کھل جاوین اور وہ علوم جو انبیا علیہم السلام اور اکابر سلف رحمہم اللہ کے نزدیک
مفید ہین معلوم ہو جاوین اس کتاب کی بنا مین نے چار جلدون مین رکھی ہے۔ اول جلد مین عبادات ہین۔ دوم مین عادات یعنی معاملات اور
آداب ہین۔ سوم مین مہلکات یعنی وہ امور ہین جو بندے کو تباہ کرنے والے ہین۔ چہارم مین منجیات یعنی بندے کو نجات دینے والی چیزین ہین
اور ان سب سے پیشتر مین نے باب علم لکھا ہے اس نظر سے کہ وہ نہایت ضروری ہے اور اسکے مقدم کرنے سے یہ غرض ہے کہ اول وہ علم واضح
کر دون جسکی طلب ہر ایک شخص پر اللہ تعالی نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی عبادت مقرر کی چنانچہ آپ نے ارشاد
فرمایا ہے کہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم اس باب مین علم نافع کو مضر سے علیحدہ کر دونگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین نعوذ باللہ
من علم لاینفع اور زمانے کے لوگون کا راہ صواب سے پھرنا اور چمکتے سراب کو دیکھ کر دھوکا کھانا اور علوم مین سے مغز کو چھوڑ کر پوست پر قانع
ہونا بھی اس باب مین ثابت کرونگا۔ اب یہ جاننا چاہیئے کہ ہر جلد اس کتاب کی دس دس بابون پر مشتمل ہے یعنی **عبادات کی جلد مین**
دس باب ہین۔ باب علم باب عقائد کے قواعد کا باب طہارت کے اسرار کا۔ باب نماز کے اسرار کا۔ باب زکوۃ کے اسرار کا۔ باب روزہ کے
اسرار کا۔ باب حج کے اسرار کا۔ باب تلاوت قرآن کے آداب کا۔ باب ذکرون اور دعاؤن کا۔ باب وقتون مین وظیفہ کی ترتیب کا اور
عادات کی جلد مین دس باب ہین اول کھانے پینے کے آداب مین دوم نکاح کے آداب مین سوم کسب کے احکام مین چہارم
حلال اور حرام مین پنجم صحبت کے آداب اور اقسام خلق کے ساتھ معاملہ کرنے مین ششم گوشہ نشینی مین ہفتم آداب سفر مین ہشتم راگ کے سننے اور
حال مین نہم اچھی بات کے کہنے اور بری بات سے منع کرنے مین دہم زندگی کے آداب اور نبوت کے اخلاق مین اور **مہلکات کی**
جلد بھی متضمن ہے اوپر دس بابون کے پہلے مین بیان قلب کے عجائب کا ہے دوسرے مین ریاضت نفس کا تیسرے مین شہوت شکم
اور شرمگاہ کی آفتون کا چوتھے مین زبان کی آفتون کا پانچوین مین غصے اور کینے اور حسد کی آفتون کا چھٹے مین دنیا کی برائی کا ساتوین
مین مال اور بخل کی مذمت کا آٹھوین مین جاہ اور ریا کی برائی کا نوین مین تکبر اور خود پسندی کی مذمت کا دسوین مین مغالطہ کھانے کی برائی کا
اور **منجیات کی جلد مین** بھی دس باب ہین اول توبہ کا دوم صبر اور شکر کا سوم خوف اور توقع کا چوتھا فقر اور ترک دنیا کا پانچوان
توکل اور خدا تعالے کو ایک جاننے کا چھٹا محبت اور شوق اور انس اور رضا کا ساتوان نیت اور صدق اور اخلاص کا آٹھوان
مراقبہ اور محاسبہ یعنی نفس کی نگرانی اور حساب لینے کا نوان فکر کرنے کا دسوان موت کے یاد کرنے کا۔ جلد عبادات مین ہم عبادات
کے پوشیدہ آداب اور اُسکی سنتون کی باریکیان اور اُنکے معانی کے اسرار وہ لکھینگے جنکی طرف عمل کرنے والا عامل مضطر ہوتا ہے بلکہ

یعنی علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اس حدیث کو ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے ۱۲ صاحب ... اللہ پناہ مانگتے ہین اُس علم سے کہ نفع نکرے ۱۲ ابن ماجہ نے جابر سے روایت کیا ہے ۱۲

جو شخص اُنپر واقف نہو وہ آخرت کے علما مین سے نہین اور یہ وہ باتین ہین کہ فقہ کی کتابون مین اکثر متروک ہین کسی نے انکو نہین لکھا اور عادات کی جلد مین اُن معاملات کے اسرار لکھینگے جو خلق مین جاری ہین اور اُنکے طریقون کی باریکیان اور جہان جہان وہ جاری ہین اُن جگہون کے پوشیدہ ورع مذکور کرینگے اسلیے کہ یہ ایسی چیزین ہین کہ انکی حاجت ہر متدین کو ہوتی ہے - اور مہلکات کی جلد مین ہم وہ بُری عادتین لکھینگے جنکا دور کرنا نفس کو اُنسے پاک کرنا اور دل کو صاف کرنا قرآن مجید مین وارد ہے اور ان عادتون مین سے ہر ایک کی تعریف اور حقیقت بیان کرینگے پھر وہ سبب لکھینگے جس سے وہ عادت پیدا ہوتی ہے پھر وہ آفتین بیان کرینگے جو اُس عادت پر مترتب ہوتی ہین پھر اُس عادت کی علامتین پھر طریق علاج کا جسکے باعث اُس عادت سے آدمی نجات پاوے ذکر کرینگے اور ہر ایک امر کی دلیل آیتون اور حدیثون اور آثار سے لکھتے جاوینگے اور منجیات کی جلد مین ہر ایک عمدہ عادت اور ایسی خصلت جسمین رغبت ہو اور مقربون اور صدیقون کے عادات مین سے ہو اور جس سے بندہ پروردگار عالم کے نزدیک ہو ذکر کرینگے اور ہر ایک خصلت کی تعریف اور ماہیت اور سبب جس سے وہ حاصل ہو - اور ثمرہ جو اُس سے پیدا ہو اور علامت جس سے وہ جانی پڑے اور فضیلت جسکے باعث اُسکی طرف رغبت ہو مع دلائل شرعی اور عقلی کے جو اُسکے باب مین وارد ہین ذکر کرینگے - اور لوگون نے ان باتون مین سے بعض امور مین کتابین لکھی بھی ہین مگر یہ کتاب اُنکی تصانیف سے پانچ باتون مین علیحدہ ہے اول جس چیز کو اُنھون نے مجمل اور بے سمجھائے چھوڑا ہے اُسکو ہمنے کھول کر مفصل لکھا ہے دوم جن باتون کو اُنھون نے متفرق اور پریشان لکھا ہے اُسکو ہمنے ترتیب وار منتظم بیان کیا ہے سوم جن امور کو اُنھون نے طویل تقریر مین لکھا ہے اُسکو ہمنے مختصر طور پر منضبط کیا ہے چہارم جو امر مکرر اُنھون نے لکھے ہین اُنکو ہمنے حذف کیا ہے صرف مطلب ثابت رکھا ہے پانچوین ہمنے باریک باتون کی تحقیق کی ہے جنکا سمجھنا فہمون پر دشوار ہوا ہے اور اُنکے ذکر کے درپے کتابون مین کوئی نہین ہوا اس جہت سے کہ ہر چند سبھون نے ایک ہی طرح لکھا ہے مگر کچھ بعید نہین کہ ہر ایک سالک ایسے امر خفی پر مطلع ہو جاوے جس سے اُسکے ساتھ والے غافل رہین یا اُسپر آگاہ کرنے سے غفلت تو نہ کرے مگر کتابون مین اُسکو لکھنا بھول جاوے یا بھولے بھی نہین لیکن حقیقت واقعی لکھنے سے اسکو کوئی مانع ہو غرضکہ اس کتاب کے خواص یہ ہین اور معہذا یہ کتاب ان علوم پر مفصلاً حاوی ہے - اور ہمنے جو اس کتاب کی چار جلدین کی تو اُسکی دو وجہین ہین وجہ اول جو باعث اصلی ہے یہ ہے کہ یہ ترتیب تحقیق اور سمجھانے کے باب مین گویا کہ ضروری ہے اسلیے کہ جس علم سے آخرت کی طرف توجہ کیجاتی ہے اُسکی دو قسمین ہین ایک علم معاملہ دوم علم مکاشفہ اور علم مکاشفہ سے ہماری غرض وہ علم ہے کہ جس سے معلوم کے کھلجانے کی طلب کیجاسے - اور علم معاملہ سے وہ غرض ہے کہ معلوم کے کشف ہونے کے ساتھ اُسپر عمل کرنا مطلوب ہو اور اس کتاب مین مقصود صرف علم معاملہ ہے نہ مکاشفہ جسکو کتابون مین لکھنے کی اجازت نہین ہر چند غایت مقصود طالبون کا اور صدیقون کی تاک کا مقام علم مکاشفہ ہی ہے اور علم معاملہ اُسکا ذریعہ ہے مگر انبیا علیہم السلام نے خلق کے ساتھ صرف علم معاملہ ہی مین گفتگو کی ہے اور اسی کی طرف راہ بتایا علم مکاشفہ مین کچھ کلام نہین کیا مگر رمز و اشارہ کے ساتھ تمثیل و اجمال کے طور پر بایں وجہ کہ اُنکو معلوم تھا کہ خلق کی فہمین اُسکے ادراک اور برداشت سے قاصر ہین اور چونکہ علما ز انبیا علیہم السلام کے وارث ہین تو اُنکو بھی انبیا کی پیروی سے عدول کرنے کی صورت نہین - پھر علم معاملہ کی دو قسمین ہین ایک علم ظاہر یعنی اعضاے ظاہری کے اعمال کا علم دوسرا علم باطن یعنی دلون کے اعمال کا علم اور جو عمل کہ اعضا پر جاری ہوتے ہین وہ یا عبادت ہین یا عادت اور دل چونکہ حواس سے پردہ ہونے کے حکم مین ہین اُنپر جو عالم ملکوت سے اعمال وارد ہوتے ہین وہ یا اچھے ہین یا بُرے غرضکہ اس علم کی تقسیم دو حصون مین ضروری ہوئی یا ظاہر دوسرا باطن اور ظاہر جو متعلق اعضا سے ہے وہ منقسم ہوا عبادت اور عادت مین اور باطن جو دل کے احوال سے اور نفس کی عادتون سے متعلق ہے وہ بھی منقسم ہوا دو قسمون اچھی اور بُری مین تو سب چار قسمین ہوئین علم معاملہ مین کوئی بات ان قسمون سے باہر نہین ہوتی دوسری وجہ یہ ہے کہ مین نے طالب علمون کی

رغبت صادق اُس فقہ مین دیکھی جو ایسی لوگون سے کے نزدیک کہ خداے تعالی کا خوف نہین رکھتے ذریعہ فخر کا ہو سکتا ہی اور جاہ و منزلت
کو رغبت کی چیزون مین قوت مل سکتی ہی اور وہ فقہ بھی چار حصون پر مرتب ہی تو چونکہ محبوب چیز کے پیرایے مین دوسری چیزیں محبوب معلوم
ہوا کرتی ہین اسلیے مین نے بھی اس باب مین کوتاہی نہ کی کہ اس کتاب کی صورت فقہ کی شکل پر رہے تاکہ دلون کا میل اسطرف ہو اور یہی
وجہ بعض لوگون نے جو رئیسون کے دل کا میل طب کی طرف چاہا تو انھون نے اپنی کتاب کو ستارون کی تقویم کی صورت پر جدولون اور
رقمون مین لکھا اور اُسکا نام صحت کی تقویم رکھا اس نظر سے کہ رؤسا کو اس جنس کی طرف انس ہوا کرتا ہی تو بیشک اُنکی طبیعت کو یہ طرز مطالعہ
کتاب کی طرف کشش کرے گی اور ظاہر ہی کہ ایسا حیلہ کرنا جس سے دل اُس علم کی طرف کھچ آوین جسمین فائدہ زندگی جاوید کا ہی اُس حیلہ کی
نسبت کہ نہایت ضروری ہی جس سے رغبت طب کی طرف ہو جو صرف جسم کی تندرستی کو مفید ہی کیونکہ ثمرہ علم آخرت کا دلون اور روحون
کا علاج کرنا ہی ایسی طرح کہ اُس سے زندگی ابدالآباد پر پہونچ جاوین تو ایسے علم کو علم طب کہان پہونچ سکتا ہی جس سے جسمون کا علاج ہوتا ہی
اور وہ بالضرور تھوڑے ہی دنون مین جاتے آتے رہین گے۔ اب ہم اللہ تعالی سے توفیق اور رہنمائی کا سوال کرتے ہین کہ وہ کریم اور جواد
ہی اور بحسب مرقومہ بالا علم کا باب شروع کتاب مین لکھتے ہین۔۔

باب اول ۔ علم کے بیان مین اور اسمین سات فصلین ہین

رباعی گر زندگی ابد ہی تجکو منظور ٭ کر سعی تو علم دین مین حتی المقدور ٭ احمد کو اسی سے قاب قوسین ملا ٭ موسی پہ ہوا تھا اس سے ہی جلوۂ طور

فصل اول علم اور طلب علم اور تعلیم کی فضیلت اور اسکے دلائل نقلی اور عقلی کے ذکر مین اور اسمین چار بیان ہین بیان اول علم کی فضیلت مین

قرآن مجید سے اُسکے فضائل یہ ہین کہ اللہ تعالی فرماتا ہی شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو والملئکۃ و اولوا العلم قائما بالقسط تو دیکھو اللہ تعالی نے اپنی ذات پاک سے کیسے
شروع فرمایا اور دوسرے مرتبہ مین فرشتون کو ذکر فرمایا اور تیسرے مین علم والون کو اور شرف اور فضل اور بزرگی اور اصالت کو اتنا ہی کافی ہی۔ اور فرمایا یرفع اللہ الذین
آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ علما کے درجات ایماندارون کے اوپر سات سو درجے ہونگے کہ دو درجون کا فاصلہ
پانسو برس کی راہ ہوگی اور فرمایا قل ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون اور فرمایا انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اور قل کفی باللہ شہیدا بینی و بینکم و من عندہ
علم الکتاب اور فرمایا قال الذی عندہ علم من الکتاب انا آتیک بہ اسمین اس بات کی تنبیہ ہی کہ وہ تخت کے لانے پر بزور علم قادر ہوا اور فرمایا وقال الذین
اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن آمن وعمل صالحا اسمین بیان فرمایا کہ قدر آخرت کی بزرگی علم سے معلوم ہوتی ہی۔ اور فرمایا وتلک الامثال نضربہا
للناس وما یعقلہا الا العالمون اور فرمایا ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم اپنے حکم کو معاملات مین علما کے
اجتہاد پر راجع فرمایا اور اُنکے رتبے کو حکم الٰہی کے معلوم کرنے مین انبیا کے رتبے کے ساتھ ملایا اور اس آیت کی تفسیر مین یا بنی آدم قد انزلنا
علیکم لباسا یواری سوآتکم وریشا ولباس التقوی ذلک خیر بعضون نے کہا ہی کہ لباس سے مراد علم ہی اور ریش سے مراد یقین ہی اور لباس
تقوی سے مراد حیا ہی اور فرمایا اللہ جلشانہ نے ولقد جئناہم بکتاب فصلناہ علی علم اور فرمایا فلنقصن علیہم بعلم اور فرمایا بل ہو آیات بینات
فی صدور الذین اوتوا العلم اور فرمایا خلق الانسان علمہ البیان اسکو احسان جتلانے کی جگہہ مین مذکور فرمایا ہی اور اخبار مین یہ فضائل وارد ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین ویلہمہ رشدہ اور فرمایا کہ العلماء ورثۃ الانبیاء یعنی عالم انبیاء کے
وارث ہین اور ظاہر ہی کہ کوئی رتبہ نبوت کے درجے سے بڑھکر نہین اس سے معلوم ہوا کہ اس رتبے کی وراثت سے بڑھکر کوئی اور شرف بھی
نہین اور فرمایا کہ عالم کے واسطے زمین اور آسمانون مین جو چیز ہی مغفرت طلب کرتی ہی اس سے بڑھکر کونسا منصب ہوگا جس منصب والے

کے لیے آسمان و زمین کے فرشتے مغفرت چاہنے مین مشغول ہوں بس وہ تو اپنی نفس مین مشغول رہتا ہی اور فرشتے اُسکے لیے مغفرت چاہنے مین مشغول رہتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حکمت شریف کی بزرگی زیادہ کرتی ہی اور مملوک کو اتنا اونچا کرتی ہی کہ اُسکو بادشاہون کی جگہ مین بٹھلا دیتی ہی اس حدیث مین آپ نے علم کا نتیجہ دنیا مین ارشاد فرمادیا اور یہ ظاہر ہی کہ آخرت دنیا کی نسبت کہ بہتر اور پایدار ہوتی ہی اور فرمایا کہ خصلتان لا یکونان فی منافق حسن سمت و فقہ فی الدین اس حدیث مین بعض فقہاے وقت کا نفاق دیکھکر تمکو شک کرنا چاہیے اسلیے کہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فقہ سے وہ علم نہین جسکو تم فقہ خیال کرتے ہو بلکہ فقہ کے معنی آگے مذکور ہونگے اور ادنی درجہ فقیہ کا یہ ہی کہ اس بات کا یقین رکھتا ہو کہ آخرت دنیا سے بہتر ہی یہ بات جب فقیہ مین ٹھیک اور غالب ہو جاتی ہی تو اُسکو نفاق اور نمود بری کر دیتی ہی اور فرمایا کہ آدمیون مین سے بہتر اور ایماندار وہ عالم ہی کہ اگر لوگ اُسکے پاس حاجت لیجا دین تو اُنکو فائدہ دے اور اگر اُس سے بے پروائی کرین تو وہ اپنی نفس کو بے پرواکرے۔ اور فرمایا کہ ایمان ننگا ہی اور اُسکی پوشش تقوی ہی اور اُسکی آرایش حیا اور اُسکا ثمرہ علم ہی۔ اور فرمایا کہ لوگون مین سے درجہ نبوت کے قریب تر اہل علم اور اہل جہاد ہین اہل علم اسوجہ سے کہ انھون نے لوگون کو وہ باتین بتائین جو رسول لائے تھے اور اہل جہاد اسوجہ سے کہ انھون نے پیغمبرون کی لائی ہوئی شریعت پر اپنی تلوارون سے جہاد کیا۔ اور فرمایا کہ ایک قبیلے کا مرجانا ایک عالم کے مرنے کی نسبت کہ آسان تر ہی۔ اور فرمایا الناس معادن کمعادن الذہب والفضۃ فخیارہم فی الجاہلیۃ خیارہم فی الاسلام اذا فقہوا اور فرمایا کہ قیامت کے روز علما کی سیاہی شہیدون کے خون سے تولی جاویگی۔ اور فرمایا جو شخص میری امت پر چالیس حدیثین میری سنت کی یاد کرکے پہونچا دے تو مین اُسکا شفیع اور گواہ قیامت مین ہونگا۔ اور فرمایا کہ جو شخص میری امت مین سے چالیس حدیثین یاد کرلے وہ قیامت کو اللہ تعالی سے فقیہ او عالم ہوکر ملیگا۔ اور فرمایا جو شخص اللہ تعالی کے دین مین سمجھ پیدا کرے اللہ تعالی اُسکو رنج سے بچاوے اور اُسکو ایسی جگہ سے روزی پہونچا دے کہ جہان سے اُسکو گمان بھی نہو۔ اور فرمایا کہ خداے تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے ابراہیم مین علیم ہون اور ہر علم والے کو دوست رکھتا ہون۔ اور فرمایا کہ عالم زمین پر خداے تعالے کا امانت دار ہی۔ اور فرمایا کہ میری اُمت مین سے دو قسمین ایسی ہین کہ جب وہ درست ہون تو سب لوگ درست ہو جاوین اور اگر وہ بگڑ جاوین تو سب لوگ بگڑ جاوین ایک امیر یعنی حکام ہین دوسرے فقہا۔ اور فرمایا کہ جب میرے اوپر کوئی ایسا دن آوے جسمین مجکو وہ علم نہو جو مجکو خداے تعالی سے قریب کردے تو اُس روز کا آفتاب نکلنا مجکو نصیب نہو جیو۔ اور عبادت اور شہادت پر علم کو فضیلت دینے مین یون ارشاد فرمایا کہ فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنی رجل من اصحابی تو اب دیکھو کہ علم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث مین کیسا نبوت کے درجہ کے ساتھ کیا ہی اور جو عمل کہ علم سے خالی ہو اُسکے رتبہ کو کیسا کم فرمایا ہی حالانکہ عابد جس عبادت کو ہمیشہ کرتا ہی اُسکا علم تو رکھتا ہی ہی اگر اُسکا علم نہو تو عبادت نہوگی۔ اور فرمایا فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب اور فرمایا یشفع یوم القیامۃ ثلثۃ الانبیاء ثم العلماء ثم الشہداء اس حدیث سے نہایت بڑا رتبہ علم کا ثابت ہوتا ہی کہ نبوت کے بعد اور شہادت کے اوپر ہی باوجودیکہ شہادت کی فضیلت مین بہت کچھ وارد ہی۔ اور فرمایا کہ خداے تعالی کی عبادت کسی چیز سے بہتر نہین ہوتی جیسے دین کی سمجھ سے ہوتی ہی اور ایک دین کا سمجھنے والا شیطان پر ہزار عابدون سے سخت تر ہی اور ہر چیز کا ایک ستون ہی اور اس دین کا ستون فقہ ہی۔ اور فرمایا تمھارے دین مین سے بہتر وہ ہی جو سب سے آسان زیادہ ہو اور بہتر ین عبادت فقہ ہی۔ اور فرمایا کہ ایماندار عالم ایماندار عابد سے ستر درجے بڑھکر ہی۔ اور فرمایا کہ تم ایسے زمانے مین ہو جسمین فقیہ بہت ہین اور خطیب کم اور سائل قلیل ہین اور

دینے والے بہت اس زمانے میں عمل کرنا بہ نسبت علم کے بہتر ہے اور عنقریب لوگوں پر وہ وقت آویگا جسمیں فقیہ کم ہونگے اور خطیب زیادہ دینے والے
تھوڑے ہونگے اور مانگنے والے بہت اسمیں علم بہ نسبت عمل کے بہتر ہوگا ۔ اور فرمایا عالم اور عابد کے بیچ میں سو درجوں کا فرق ہے ہر دو درجوں
میں اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ ستر برس میں ایک گھوڑا تیز دوڑ کر قطع کرے ۔ اور صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اعمال میں سے کونسا افضل ہے آپ نے
فرمایا کہ علم خداے پاک کا لوگوں نے عرض کیا کہ ہم اعمال میں سے افضل پوچھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ علم خداے پاک کا لوگوں نے عرض کیا کہ ہم
عمل کو پوچھتے ہیں اور آپ علم ارشاد فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل کارآمد ہوتا ہے اور جہالت کے ساتھ بہت سا عمل بے سود ہے
اور فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالی بندوں کو اٹھا دیگا پھر علما کو اٹھا کر انسے ارشاد فرماویگا کہ اے گروہ علما میں نے جو تم میں اپنا علم رکھا تھا تو تمکو کچھ
جانکر ہی رکھا تھا اور میں نے تم میں اپنا علم اسلیے نہیں رکھا تھا کہ تمکو عذاب دوں جاؤ میں نے تمکو بخشدیا ۔ اللہ تعالی سے ہم بھی یہی مراد چاہتے ہیں
کہ ہمارا انجام بھی ایسا ہی کرے ۔ اور علم کے فضائل آثار یعنی صحابہ اور تابعین کے اقوال میں بھی بہت ہیں چنانچہ حضرت علی رض نے کمیل کو ارشاد
فرمایا کہ اے کمیل علم مال سے بہتر ہے علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی علم حاکم ہے اور مال محکوم علیہ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم خرچ کرنے سے
بڑھتا ہے اور یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہے کہ عالم افضل ہے روزہ دار شب بیدار جہاد کرنے والے سے اور جب عالم مرتا ہے تو اسلام میں ایسا رخنہ پڑجاتا ہے
کہ اسکو بجز اسکے نائب کے اور کوئی بند نہیں کرتا اور نیز آپ نے ایک قطعہ عربی میں فرمایا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ آدمی جتنے ہیں وہ صورت میں ہیں سب
ایک سے * باپ تو سب کا ہے آدم اور حوا سب کی ماں * ہو شرف پر اصل کے گر فخر انکو تو نہیں * اصل انکی کیا ہے پانی اور مٹی کے سوا * ہاں ہیں
پر عالموں کے ہے قباے فخر زیبت * کیونکہ خود دین راہ یاب اور دوسروں کے رہنما * حسن جس شے سے ہو حاصل ہے وہی انسان کی قدر * جاہلوں کو
پر عداوت عالموں سے ہے سدا * سیکھ ایسا علم جس سے ہو تو زندہ تا ابد * لوگ سب مردے ہیں پر عالم ہے زندہ دائما * اور ابو اسود فرماتے ہیں
کہ کوئی چیز علم سے بڑھکر عزت والی نہیں کہ بادشاہ لوگوں پر حاکم ہوتے ہیں اور علما بادشاہوں پر حاکم ہوتے ہیں ۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے
ہیں کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کو اختیار دیا گیا تھا کہ علم اور مال اور سلطنت میں سے جو چاہو پسند کرو انھوں نے علم کو پسند
پسند فرمایا تو مال اور حکومت علم کے ساتھ انکو عطا ہوئی ۔ اور حضرت ابن مبارک رح سے کسی نے پوچھا کہ آدمی کون ہیں انھوں نے فرمایا کہ
علما پھر پوچھا کہ بادشاہ کون ہیں فرمایا کہ زاہد پوچھا کہ کمینے کون ہیں فرمایا کہ جو لوگ اپنے دین کو بیچکر کھاتے ہیں غرضکہ عالم کے سوا اوروں کو آدمی
نہ کہا اسلیے کہ جو خاصہ کہ اس سے انسان چوپایوں سے تمیز ہوتی ہے وہ علم ہے اور انسان جبھی تک انسان کہلاویگا کہ جس بات سے اسکو شرف ہے وہ
اسمیں موجود ہو اور انسان کی شرافت نہ تو جسم کے زور کے باعث ہے اسلیے کہ زور میں اس سے اونٹ مثلا زیادہ ہے نہ بڑے جثہ ہونے کی جہت
کہ ہاتھی اس سے بہت بڑا نہ شجاعت کے سبب سے کہ درندے اس سے بھی زیادہ شجاع ہیں نہ کھانے کے لیے کہ بیل کا پیٹ اس سے
کہیں زیادہ ہے نہ صحبت کے سبب سے کہ ادنی چڑیا اس باب میں اس سے بہت بڑھکر ہے بلکہ اسکو شرافت ہے تو صرف علم کی رو سے ہے اور اسی علم
کے لیے وہ پیدا ہوا ہے ۔ اور بعض حکما کا قول ہے کہ ہمکو کوئی یہ بتاوے کہ جسکو علم نہ ملا اسکو اور کیا ملا اور جسکو علم ملا اس سے اور کیا باقی رہا ۔ اور
فتح موصلی کا قول ہے کہ جب مریض کو تین دن کھانا پانی دوا کچھ نہ دیا جاوے تو وہ کیا مر نہیں جاویگا لوگوں نے کہا بے شک مرجاویگا فرمایا کہ یہی
حال دل کا ہے جب اس سے تین دن علم اور حکمت کو روک دیا جاتا ہے تو مرجاتا ہے اور یہ قول انکا بجا ہے اسلیے کہ دل کی غذا علم اور حکمت ہے اور انھیں دونوں
سے اسکی زندگی ہے جس طرح کہ بدن کی غذا کھانا ہے اور جس شخص کو علم میسر نہیں تو اسکا دل بیمار ہے اور موت اسپر لازم مگر اس شخص کو اپنے دل کی
بیماری اور موت کی خبر نہیں ہوتی اسلیے کہ دنیا کی محبت اور اسکے کاروبار میں لگے رہنے سے اسکی حس جاتی رہتی ہے جیسے خوف اور نشے کے
غلبے میں زخم کا درد اسوقت معلوم نہیں ہوتا اگرچہ واقع میں درد ہوتا ہے لیکن جب موت دنیا کے بوجھ اور علاقے آدمی سے اتار دیتی ہے تب اپنے
دل کی موت کو جانتا ہے اور افسوس کرتا ہے اسوقت افسوس کچھ فائدہ نہیں کرتا جس طرح کہ خوف والے کا خوف یا متوالے کا نشہ دور

ع ابن ضعیف نزار ابن ... بسند ضعیف ... سے ترمذی ... الدرجات ... کذا ذکرہ ۱۲ ع ۲ ابن عبدالبر انس رض ... طبرانی ابوموسی بسند ضعیف ۱۲

ہو جاتا ہو تو اُسکو جہان جہان نشہ یا خوف کیحالت مین زخم لگا ہوتا ہو معلوم ہوتا ہو - ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہین اُس روز سے کہ حقیقت حال کھلے اسلیے کہ اب تو لوگ سوتے ہین جب مرینگے تب جاگینگے - اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ عالمون کی سیاہی اور شہیدون کا خون تولا جاویگا تو سیاہی زیادہ ٹھہریگی - اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ لوگو علم کو سیکھو پیشتر اس سے کہ علم اُٹھالیا جاوے اور اُسکا اُٹھانا یہ ہو کہ اُسکے روایت کرنے والے مرجاوین پس قسم ہو مجکو اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہو کہ جو لوگ راہ خدا مین مارے گئے اور شہید ہوئے وہ عالمون کی بزرگیان دیکھکر یہ چاہینگے کہ اللہ تعالی اُنکو عالم اُٹھاتا - اور عالم کوئی پیدا تو ہوتا ہی نہین بلکہ سیکھنے سے علم آتا ہو - اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ علم کا تذکرہ تھوڑی سی رات مین کرنا میرے نزدیک تمام رات جاگنے سے اچھا ہو - اور یہی مضمون حضرت ابوہریرہؓ اور امام احمد بن حنبلؒ سے مروی ہو - اور حضرت حسن بصری اس آیت کی تفسیر مین ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ فرماتے ہین کہ دنیا کے حسنہ سے مراد علم اور عبادت ہو اور آخرت کے حسنہ سے مراد جنت - اور بعض حکما سے کسی نے سوال کیا کہ کونسی چیز ذخیرہ کیجاوے جواب دیا کہ وہ چیز ذخیرہ کرنی چاہیے کہ جب تیری کشتی ڈوب جاوے تو وہ تیرے ساتھ تیرنے لگے یعنی علم ذخیرہ کرنے کے قابل ہو کہ جب کشتی بدن غرقاب موت ہو جاوے تو یہی ساتھ رہے - اور بعض حکما کا قول ہو کہ جو شخص حکمت کو اپنا لگام بناتا ہو لوگ اُسکو اپنا امام کرتے ہین اور جو شخص حکمت مین معروف ہوتا ہو اُسکو لوگ وقار اور عزت سے دیکھتے ہین اور امام شافعی رح کا قول ہو کہ علم کی شرافت ایک یہ ہو کہ اُسکو جس شخص کی طرف نسبت کرو گو کسی ادنی بات مین کہو مثلاً کہ یہ شخص فلان چیز کا علم رکھتا ہو تو وہ خوش ہوتا ہو اور جس شخص سے اُسکو اُٹھالو مثلاً کہو کہ فلان چیز کا اُسکو علم نہین تو وہ رنجیدہ ہوتا ہو - اور حضرت عمرؓ ارشاد فرماتے ہین کہ اے لوگو علم کے پیچھے پڑو کہ اللہ تعالی کے پاس ایک چادر محبت ہو جو شخص کوئی باب علم کا طالب ہوتا ہو اللہ تعالی وہ چادر اُسکو اُڑھاتا ہو پھر اگر وہ شخص کوئی گناہ کرتا ہو تو اللہ تعالی اپنی رضاجوئی اُس سے کرالیتا ہو پھر دوبارہ اگر خطا کا مرتکب ہوتا ہو تب بھی اُس سے رضاجوئی کا طالب ہوتا ہو تیسری بار بھی ایسا ہی معاملہ ہوتا ہو اور غرض اس ہر دفعہ کی رضاجوئی کرانے سے یہ ہوتی ہو کہ اُس سے وہ چادر نہ چھینے اگرچہ اُسکا گناہ بڑھتے بڑھتے موت تک پہونچ جاوے اور احنف رح کا قول ہو کہ علما ایسا معلوم ہوتا ہو کہ مالک بنجاوینگے - اور جس عزت کی مضبوطی علم سے نہو تو اُسکا انجام ذلت ہوتا ہو - اور سالم بن ابی جعد کہتے ہین کہ میرے آقا نے مجکو تین سو درم کو لیکر آزاد کر دیا تو مین نے سوچا کہ مین کونسا فن سیکھون آخر علم کو حرفہ بنایا ایک برس بھی مجکو نہ گذرا تھا کہ حاکم شہر میری ملاقات کو آیا اور مین نے اُسکو لوٹا دیا اور پاس نہ آنے دیا - اور زبیر ابن ابی بکر کہتے ہین کہ مجکو میرے باپ نے عراق مین خط لکھا کہ تو علم کے پیچھے پڑا اسلیے کہ اگر تو مفلس ہو جاویگا تو یہ تیرا مال ہوگا اور اگر تو غنی ہوگا تو اُس سے تیری زینت ہوگی - اور لقمانؑ نے جو اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اے لڑکے علما کے پاس بیٹھ اور اپنا زانو اُنکے زانو سے بھڑا اسلیے کہ اللہ تعالی نور حکمت سے دلون کو ایسا زندہ کرتا ہو جیسے زمین کو بھاری مینھ سے سرسبز کرتا ہو - اور بعض حکما فرماتے ہین کہ جب عالم مرجاتا ہو تو اُسپر مچھلیان پانی مین اور پرندہ ہوا مین روتے ہین اور گو وہ ظاہر مین اُسکا چہرہ نظر نہین پڑتا مگر اُسکی یاد دلون مین نہین بھولتی - اور زہری رح فرماتے ہین کہ علم نر ہو اور اُسکو مردون مین سے وہی پسند کرتے ہین جو مرد ہون ؛

بیان دوم طلب علم کی فضیلت مین

آیتین اس باب مین یہ ہین فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین اور فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور حدیثین یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من سلک طریقا یطلب فیہ علما سلک اللہ بہ طریقا الی الجنۃ اور فرمایا کہ فرشتے طالب العلم کے کام سے خوش ہو کر اپنے بازو اُسکے لیے بچھاتے ہین - اور فرمایا کہ اگر تو جاکر کوئی علم کا باب سیکھے تو اُس سے بہتر ہو کہ سو رکعتین نفل پڑھے - اور فرمایا کہ آدمی کو علم کا کوئی باب سیکھنا اُسکے حق مین دنیا اور ما فیہا سے بہتر ہو - اور فرمایا کہ علم کو طلب کرو اگرچہ چین مین ہو یعنی بہت دور ہو - اور فرمایا کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہو - اور فرمایا کہ علم وہ خزانہ ہو جسکی کنجیان سوال ہو پس علم کا سوال کرو کہ اسمین چار شخصون کو ثواب ملتا ہو اول سوال کرنے والے

دوسرے عالم کو تیسرے سننے والے کو چوتھے اسکو جو انسے محبت رکھتا ہو۔ اور فرمایا کہ جاہل کو نہ چاہیے کہ اپنی جہل پر خاموش ہو رہے
اور نہ عالم کو چاہیے کہ اپنے علم پر چپکا رہے یعنی جاہل کو رفع جہالت کے لیے سوال کرنا چاہیے اور عالم کو اسکا جواب دینا چاہیے۔ اور حضرت
ابو ذر کی حدیث میں ارشاد ہے کہ مجلس علم میں حاضر ہونا ہزار رکعتیں پڑھنی اور ہزار بیماروں کو عیادت کرنی اور ہزار جنازوں کی شرکت کرنے سے
بہتر ہے کسی نے عرض کیا کہ قرآن تلاوت سے بھی بہتر ہو آپ نے فرمایا کہ قرآن علم کے کب مفید ہے۔ اور فرمایا کہ جس شخص کو موت آوے
اور وہ اسلام کے زندہ کرنے کے لیے علم سیکھتا ہو تو اسکا اور انبیا کا درجہ جنت میں ایک ہوگا۔ اور آثار اس باب میں یہ ہیں کہ حضرت ابن عباس
فرماتے ہیں کہ جب میں طالب علم تھا تو ذلیل رہا اب جو مطلوب ہوا تو عزت دار ہوگیا اور اسی طرح ابن ابی ملیکہ نے کہا ہے کہ میں نے
حضرت ابن عباس کے مثل کوئی نہیں دیکھا اگر صورت کو دیکھو تو سب سے اچھی اور اگر گفتگو کرین تو سب سے فصیح اور فتوی دین تو سب سے زیادہ عالم معلوم ہو
اور ابن مبارک فرماتے ہیں کہ مجکو تعجب آتا ہے اوس شخص پر جو علم کی طلب نہ کرے اسکا نفس اسکو کسی بزرگی کی طرف کیسے بلاتا ہے اور بعض حکما نے
کہا ہے کہ مجکو جیسا دو شخصوں پر ترس آتا ہے ویسا کسی پر نہیں آتا ایک تو اسپر کہ علم کا طالب ہو اور سمجھتا نہیں اور ایک اسپر کہ علم کو سمجھتا ہو اور اسکی طلب
نہیں کرتا۔ اور حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک مسئلہ سیکھوں تو یہ میرے نزدیک تمام رات کی شب بیداری سے اچھا ہے۔ اور یہ بھی انھیں کا
قول ہے کہ عالم اور طالب علم خیر میں شریک ہیں اور دوسرے تمام آدمی بیکار ہیں کہ انمین کچھ بہتری نہیں اور نیز ان کا ارشاد ہے کہ یا عالم ہو یا طالب علم
یا سننے والا ان میں کے سوا چوتھا مت ہو ورنہ ہلاک ہو جاوے گا۔ اور عطا رح کا قول ہے کہ ایک مجلس علم کی لہو کی ستر مجلسوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ اور
حضرت عمر رض ارشاد فرماتے ہیں کہ ہزار شب بیدار روزہ دار عابدوں کا مرجانا ایسے عالم کی موت سے کم ہے جو خداے تعالی کے حلال اور حرام کا
ماہر ہو۔ اور امام شافعی رح کا قول ہے کہ علم کا طلب کرنا نفل سے افضل ہے۔ اور ابن عبد الحکم نے کہا ہے کہ میں امام مالک رح کے پاس سبق پڑھتا تھا
کہ ظہر کا وقت آگیا میں نے اپنی کتاب نماز پڑھنے کے لیے بند کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے فلان جس کے لیے تو اٹھا ہے وہ اس سے بہتر نہیں
جس میں تو تھا بشرطیکہ نیت درست ہو اور ابو درداء فرماتے ہیں کہ جس شخص کی یہ تجویز ہو کہ علم کا طلب کرنا جہاد نہیں تو وہ اپنی عقل و تجویز میں ناقص ہے

تیسرا بیان تعلیم کی فضیلت میں

آیتین اس باب میں یہ ہیں کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ولینذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون اس آیت میں انذار سے مراد تعلیم اور ارشاد ہے اور دوسری
جگہ فرمایا واذ اخذ الله ميثاق الذين اوتوا الكتب لتبيننه للناس ولا تكتمونه اس میں تعلیم کا واجب ہونا مذکور ہے اور فرمایا وان فريقا منهم ليكتمون
الحق وهم يعلمون اس میں علم کے چھپانے کی حرمت بیان فرمائی جیسے گواہی کے چھپانے کے لیے ارشاد فرمایا ہے ومن يكتمها فانه اثم قلبه
اور فرمایا ومن احسن قولا ممن دعا الى الله وعمل صالحا اور فرمایا ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة اور فرمایا ويعلمهم الكتب والحكمة اور حدیثین
تعلیم کی فضیلت کی بہت ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے کسی عالم کو جو علم دیا تو اس سے وہ عہد بھی
لے لیا ہے جو پیغمبروں سے لیا ہے کہ اسکو بیان کرینگے اور چھپاوینگے نہیں۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رض کو
یمن کیطرف روانہ فرمایا تو انکو یہ ارشاد فرمایا لان يهدي الله بك رجلا واحدا خير لك من الدنيا وما فيها اور فرمایا کہ جو شخص علم کا ایک باب اسلیے سیکھے
کہ اسکو لوگون کو سکھاوے تو اسکو ستر پیغمبرون صدیق کا ثواب دیا جاویگا۔ اور حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جو شخص
عالم ہو اور علم کے بموجب عمل کرے اور لوگون کو علم سکھا دے وہ آسمان و زمین کے ملکوت میں عظیم کہلاتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ارشاد فرماتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالی عبادت کرنے والون اور جہاد کرنے والون سے ارشاد فرماویگا کہ جنت میں جاؤ
عالم عرض کرینگے کہ الہی انھون نے ہمارے علم کے طفیل سے عبادت اور جہاد کیا ہے یعنی شایان اکرام ہم ہیں اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ
تم میرے نزدیک میرے بعض فرشتون کے مثل ہو تم شفاعت کرو تمھاری شفاعت منظور ہوگی پس وہ سفارش کرینگے پھر جنت میں

اس سے بہتر کسی بات سے بلایا اللہ کیطرف اور کیا نیک کام ... بلا اپنے رب کی راہ پر ... باتین پکی سمجھا کر اور نصیحت کر کر بھلی ... اور سکھاتا ہے انکو کتاب اور عقلمندی کی ... خداے تعالی ایک آدمی کو ہدایت کرے تیرے ہاتھ سے بہتر ہے دنیا اور اسکے درمیان کی چیزون سے ... اسکو احمد نے روایت کیا ہے اور بخاری اور مسلم میں سہل بن سعد سے روایت ہے کہ یہ قول آپ نے حضرت علی کو

واخل ہون گے اور یہ رتبہ اسی علم کا ہے جو تعلیم سے دوسرونکو پہونچے اس علم کا نہین جو فقط اسی شخص کے ساتھ رہے دوسرے کو نہ پہنچے
اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان اللہ عزوجل لا ینزع العلم انتزاعا من الناس بعد
ان یوتیھم ایاہ ولکن یذھب بذہاب العلماء فکلما ذہب عالم ذہب بما معہ من العلم حتی اذا لم یبق الا رؤسا جہالا ان سئلوا افتوا بغیر علم
فیضلون ویضلون اور فرمایا من علم علما فکتمہ الجمہ اللہ یوم القیامۃ بلجام من نار اور فرمایا خوب عطا اور عمدہ ہدیہ کلمہ حکمت ہے جسکو تو سنے اور یاد رکھے
پھر اسکو اپنے بھائی مسلمان کے پاس لیجاوے اور اسکو سکھلاوے تو ایک برس کی عبادت کے مساوی ہے۔ اور فرمایا الدنیا ملعونۃ ملعون
ما فیہا الا ذکر اللہ سبحانہ وما والاہ او معلما او متعلما۔ اور فرمایا ان اللہ سبحانہ وملئکتہ واہل سموتہ وارضہ حتی النملۃ فی جحرہا وحتی الحوت فی البحر
لیصلون علی معلم الناس الخیر۔ اور فرمایا مسلمان اپنے بھائی کو اس سے بڑھکر کوئی فائدہ نہین پہونچاتا کہ جو عمدہ بات اسنے سنی ہو وہ دوسرے
کو سنا وے۔ اور فرمایا ایماندار اگر ایک کلمہ خیر سنے اور سیکھکر اسکے بموجب عمل کرے تو اسکے حق مین ایک برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور ایک
روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے پھر آپ نے دو مجلسین دیکھین کہ ایک تو اللہ تعالی سے دعا مانگتے تھے اور اسکی طرف راغب تھے
اور دوسرے لوگون کو کچھ سکھلاتے تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجلس اول کے لوگ تو اللہ تعالی سے سوال کرتے ہین اگر وہ چاہے انکو
دے اور چاہے نہ دے مگر دوسری مجلس والے لوگون کو تعلیم کرتے ہین اور مجھکو بھی خدا نے تعلیم کرنے والا ہی بھیجا ہے پھر آپ دوسری مجلس والون
کیطرف پھرے اور انکے پاس بیٹھ گئے۔ اور فرمایا مثل ما بعثنی اللہ عزوجل بہ من الہدی والعلم کمثل الغیث الکثیر اصاب ارضا فکانت منہا
بقعۃ قبلت الماء فانبتت الکلاء والعشب الکثیر وکانت منہا بقعۃ امسکت الماء فنفع اللہ عزوجل بہا الناس فشربوا منہا وسقوا وزرعوا و
کانت منہا طائفۃ قیعان لا تمسک ماء ولا تنبت کلاء اس حدیث مین مثال اول ان لوگون کی ہے جنکو اپنے علم سے خود فائدہ ہوتا ہے اور
دوسرے ان لوگون کی جو دوسرون کو فائدہ پہونچاتے ہین اور تیسری مثال ایسے شخصون کی ہے جو دونون باتون سے محروم
ہین۔ اور فرمایا اذا مات ابن آدم انقطع عملہ الا من ثلث علم ینتفع بہ وصدقۃ جاریۃ وولد صالح یدعو لہ بالخیر۔
فرمایا الدال علی الخیر کفاعلہ اور فرمایا لا حسد الا فی اثنین رجل آتاہ اللہ عزوجل حکمۃ فہو یقضی بہا ویعلمہا الناس ورجل آتاہ اللہ
مالا فسلطہ علی ہلکتہ فی الخیر اور فرمایا کہ میرے نائبون پر خدا تعالی کی رحمت ہو لوگون نے عرض کیا کہ آپ کے نائب کون ہین آپنے فرمایا کہ
وہ لوگ ہین جو میرے طریق کو پسند کرتے ہین اور اسکو خدا تعالی کے بندون کو تعلیم کرتے ہین آور آثار تعلیم کی فضیلت کے یہ ہین کہ حضرت
عمرؓ فرماتے ہین کہ جو شخص کوئی حدیث بیان کرے اور اسپر عمل کرے تو اسکو ثواب ان لوگون کے برابر ملیگا جو وہی عمل کرینگے۔ اور حضرت
ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ جو شخص لوگون کو بہتر بات سکھاتا ہے اسکے لیے تمام چیزین سمندر مین کی مچھلیون تک استغفار کرتی ہین۔ اور بعض
علما کا قول ہے کہ عالم خدا تعالی اور اسکی مخلوق مین واسطہ پڑتا ہے سو دیکھو کہ کس طرح واسطہ پڑتا ہے۔ اور روایت ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ
عسقلان مین تشریف لائے اور کچھ دنون رہے ان سے کسی نے کچھ نہ پوچھا آپنے فرمایا کہ مجھکو سواری کرایہ کردو کہ اس شہر سے مین نکل جاؤن
یہ ایسا شہر ہے کہ اس مین علم مرجاویگا اور یہ اسی واسطے کہا کہ تعلیم کی بزرگی اور اسکی جہت سے علم کے باقی رہنے کی آپ کو حرص تھی۔ اور عطاؒ

[illegible]

فرماتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن مسیب کے پاس گیا وہ رو رہے تھے میں نے رونے کی وجہ پوچھی انھوں نے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ مجھسے کوئی کچھ پوچھتا نہیں۔ اور بعضوں کا قول ہے کہ علما زمانون کے چراغ ہیں ہر ایک اپنے وقت میں شمع ہوتا ہے کہ اس سے اسکے عہد کے لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں۔ اور حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگر علما نہوتے تو آدمی مثل چوپایون کے ہو جاتے یعنی علما لوگون کو تعلیم کی جہت سے حالت بہیمی سے نکالکر حد انسانیت پر پہونچا دیتے ہیں۔ اور عکرمہ یہ فرماتے ہیں کہ اس علم کا کچھ مول ہے کسی نے پوچھا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ وہ یہ ہے کہ اسکو ایسے کو سکھا دے جو اچھی طرح یاد کرے اور ضائع نکرے۔ اور یحیی ابن معاذ فرماتے ہیں کہ علماے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ماباپ سے زیادہ رحیم ہیں لوگون نے پوچھا کہ یہ کس طرح ہے انھون نے فرمایا کہ اسلیے کہ ماباپ تو لوگون کو دنیا کی آگ سے بچاتے ہیں اور علما آخرت کی آگ سے بچاتے ہیں۔ اور بعض کا قول ہے کہ ابتداے علم سکوت ہے پھر سننا پھر یاد کرنا پھر عمل کرنا پھر اسکو لوگون میں پھیلانا۔ اور بعض یون فرماتے ہیں کہ اپنا علم ایسے کو سکھاؤ جو اس سے جاہل ہو اور ایسے شخص سے سیکھو کہ جو چیز تمکو نہ آتی ہو اسکو وہ جانتا ہو جب ایسا کروگے تو جو کچھ نہ آتا ہوگا اسکو جان جاؤگے اور جو جانتے ہوگے وہ یاد رہیگا۔ اور حضرت معاذ بن جبل کا قول ہے اور میں نے اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی پایا کہ علم کو سیکھو اسلیے کہ اسکا سیکھنا خوف الٰہی ہے اور اسکی جستجو عبادت اور اسکا درس دینا تسبیح اور اسکی بحث کرنی جہاد اور جو شخص نہ جانتا ہو اسکو اسکی تعلیم کرنی خیرات اور جو اسکا اہل ہو اسپر اسکا خرچ کرنا قرب منزلت ہے یہی علم تنہائی میں انیس اور سفر میں جلیس اور خلوت میں گفتگو کرنے والا اور دین کا راہ نما اور حالت تونگری اور افلاس میں چراغ اور دوستون کے سامنے نائب اور اجنبی شخصون میں قریب کرنے والا اور دشمنون کے حق میں ہتھیار اور راہ جنت کا منار ہے اس علم کی بدولت اللہ تعالی کچھ لوگون کو بلند رتبہ عنایت فرماتا ہے کہ انکو امور خیر میں سردار پیشوا ہادی بناتا ہے انکی دیکھا دیکھی اورون کو خیر نصیب ہوتی ہے انکے قدمون پر لوگ چلتے ہیں اور انکے افعال کو تاکتے ہیں فرشتے انکی دوستی کے خواہان ہوتے ہیں اور اپنے بازوؤن سے انکو پونچھتے ہیں اور تمام خشک وتر انکے لیے بخشش چاہتے ہیں یہانتک کہ سمندر کی مچھلیان اور کیڑے اور خشکی کے درندے اور چوپایے اور آسمان اور انکے تارے سب دعاے مغفرت کرتے ہیں اسلیے کہ علم دل کی زندگی ہے اسکے باعث جہالت نہیں رہتی اور نور ہے کہ جسکے سامنے تاریکی جاتی رہتی ہے اس سے بدن کو قوت آتی ہے اور ضعف دور ہوتا ہے اسکے باعث بندہ نیک لوگون کے مراتب اور بلند درجے حاصل کرتا ہے علم میں فکر کرنا روزہ رکھنے کے برابر ہے اور اسکے درس میں مشغول رہنا شب بیداری کے مساوی ہے اور اسی کے باعث خداتعالی کی اطاعت اور توحید اور عبادت اور تمجید ہوتی ہے اسی سے ورع اور تقوی اور صلہ ارحام اور معرفت حلال اور حرام حاصل ہے علم امام ہے اور عمل اسکا تابع ہے نیک بختون ہی کے دل میں اسکی جگہ کی جاتی ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں ہم اللہ تعالی سے حسن توفیق کے خواہان ہیں ٭

چوتھا بیان دلائل عقلی کے ذکر میں ٭

اب دلائل عقلی اس باب میں سننی چاہئیں کہ غرض اس جا علم کی فضیلت اور نفاست کے معلوم کرنے سے ہے اور جب تک کہ خود فضیلت کو نہ سمجھو اور جو اس سے غرض ہے اسکو نہ معلوم کرو تو علم وغیرہ اشیا کی فضیلت کا جاننا ناممکن ہے جیسے کوئی یہ معلوم کیا چاہے کہ زید حکیم ہے یا نہیں اور اسکو ہنوز حکمت کے معنی اور اسکی حقیقت معلوم نہو تو بجز راہ بہکنے کے اور اسکو کیا حاصل ہوگا پس واضح ہو کہ فضیلت فضل سے نکلی ہے جسکے معنی زیادتی کے ہیں تو جب دو چیزین کسی بات میں شریک ہون اور ایک میں کوئی بات زیادہ ہو تو اسکو کہینگے کہ یہ دوسرے سے زیادہ اور افضل ہے لیکن زیادتی ایسی چیز میں ہونی چاہیے جو اس چیز کا کمال ہو مثلاً گھوڑے کو جو گدھے سے افضل کہتے ہیں تو اسی لیے ہے کہ گھوڑا بار برداری میں تو گدھے کا شریک ہے مگر کر و فر اور تگ و دو میں اور خوبصورتی میں اس سے بڑھکر ہے اگر کسی

گدھے کو بہت سا زیور پہنا دیں تو یہ نہ کہینگے کہ یہ افضل ہے کیونکہ یہ زیادتی صرف ظاہر کی ہے باطن کی نہیں نہ کمال میں اُسکو کچھ دخل ہے اور
جانوروں سے غرض اُنکے صفات اور امور باطنی ہیں نہ ظاہر کا جسم جب یہ معلوم کر چکے تو اب تمپر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ اگر علم کو اور اوصاف
کے لحاظ سے دیکھو تو اُس میں ایک طرح کا تفضل ہے جیسے گھوڑے کو بہ نسبت اور حیوانات کے فضیلت ہے بلکہ تیزی تگ و دو جو گھوڑے
میں ہے وہ مطلق فضیلت نہیں اضافی ہے اور علم کو بالذات اور مطلق فضیلت ہے خواہ کسی کی نسبت کر ہو یا نہو اسلیے کہ یہ خدا تعالیٰ کی
صفت کمال ہے اور اسی سے فرشتوں اور انبیا کا شرف ہے بلکہ گھوڑوں میں سے جسکو تمیز ہوتی ہے وہ احمق اور کم فہم سے اچھا ہوتا ہے
اس سے معلوم ہوا کہ علم کو فضیلت مطلق ہے خواہ کسی کی نسبت کر ہو یا نہو اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ نفیس چیز کی رغبت جو ہوتی ہے
اُسکی تین قسمیں ہیں ایک وہ کہ غیر کے لیے مطلوب ہو اور ایک وہ کہ بالذات مطلوب ہو اور ایک وہ کہ بالذات اور غیر کے لیے دونوں
طرح مطلوب ہو ان تینوں قسموں میں سے جو بالذات مطلوب ہوتی ہے وہ اول کی نسبت کر اشرف اور افضل ہے اور اول قسم یعنی جو
چیزیں غیر کے لیے مطلوب ہیں وہ روپیہ اشرفی ہیں کہ دونوں خود پتھر ہیں اُن خود سے کسی طرح کا فائدہ نہیں اگر بالفرض خداوند کریم آدمیوں
کی حاجتیں پوری کرنی اُنسے سہل نفرماتا تو اُنکا اور کنکروں کا ایک سا حال ہوتا اور مطلوب بالذات آخرت کی سعادت اور لذت دیدار
الٰہی ہے اور جو چیز کہ بالذات بھی اور غیر کے لیے بھی مطلوب ہوتی ہے اُسکی مثال بدن کی سلامتی ہے مثلاً پاؤں کی سلامتی اس جہت سے
بھی مطلوب ہے کہ بدن درست سلامت رہے اور اسلیے بھی مطلوب ہے کہ اُس سے چل کر اپنے مطالب اور حاجات پورے کریں اب
اس اعتبار سے اگر علم کو دیکھو تو اُسکو خود بھی لذیذ پاؤ گے اور وسیلہ آخرت اور سعادت اخروی اور قرب الٰہی کا ذریعہ بھی پاؤ گے کہ بدون
اُسکے خدا تعالیٰ کی طرف وصول نہیں ہوتا اور آدمی کے حق میں سب رتبوں میں بڑھکر سعادت ابدی ہے اور سب چیزوں میں
افضل وہ ہے جو سعادت ابدی کا وسیلہ ہو اور ظاہر ہے کہ اُسکا ملنا بدون علم و عمل کے ہرگز نہیں ہو سکتا اور عمل بھی بدون اسکے کہ کیفیت
عمل کا علم ہو نہیں ہو سکتا اس سے معلوم ہوا کہ دنیا اور آخرت میں سعادت کی اصل علم ہی ہے اسلیے ثابت ہوا کہ سب اعمال سے افضل
علم ہے اور کیوں نہو کہ فضیلت کسی چیز کی اُسکے نتیجہ سے بھی معلوم ہوا کرتی ہے اور یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ علم کا نتیجہ قرب الٰہی اور وصول
بمرتبۂ ملائکہ اور نزدیکی ملاء اعلیٰ کی ہے یہ امور تو آخرت میں ہونگے اور دنیا میں عزت اور وقار اور سلاطین پر حکم کرنا اور طبیعتوں میں عالم کی
قدر و منزلت کا لازم ہونا ہے یہانتک کہ ترکوں میں غبی اور عرب کے کم رتبہ لوگ اپنی طبیعتوں کو اس بات پر مخلوق پاتے ہیں کہ اپنے
بڑوں کی توقیر کیا کریں اسلیے کہ اُنکو تجربہ کرتے کرتے کچھ علم زیادہ ہو جاتا ہے بلکہ چوپایوں کو دیکھو تو وہ بھی اپنی طبیعت سے انسان کی
توقیر کرتے ہیں اسلیے کہ اُنکو اس بات کا شعور ہے کہ جو درجہ ہمکو ہے اُس سے کمال میں انسان بڑھا ہوا ہے یہ فضیلت علم کی مطلق ہے
پھر علوم مختلف ہیں چنانچہ اُنکا بیان عنقریب آویگا اور جیسے علوم میں اختلاف ہے اسی طرح اُنکے فضائل میں تفاوت ہے اور فضیلت
تعلیم اور تعلم کی بخوبی وجہ مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے اسلیے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ سب باتوں سے افضل علم ہے تو اُسکا سیکھنا افضل بات کا
حاصل کرنا ہوگا اور اُسکا سکھانا افضل امر کی تعلیم ہوگی اور اُسکی تقریر اسطرح ہے کہ خلق کے مقاصد دین اور دنیا میں آجاتے ہیں اور
دین کا انتظام بدون دنیا کے انتظام کے نہیں ہو سکتا کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور جو شخص دنیا کو آلۂ آخرت اور فرودگاہ جانے اُسکے
حق میں دنیا ذریعہ وصول الی اللہ کا ہے بشرطیکہ اُسکو اپنا وطن اور قرارگاہ نکر لے اور دنیا کا انتظام آدمیوں کے اعمال سے ہے اور آدمیوں
کے اعمال اور کاروبار تین قسموں میں منحصر ہیں۔ اول تو اصول ہیں کہ بدون اُنکے عالم کا قیام نہیں اور اصول چار چیزیں ہیں ایک
زراعت جسپر کھانا موقوف ہے دوم نوربافی لباس کے لیے سوم تعمیر رہنے کے واسطے چہارم سیاست آپس میں مانوس رہنے اور
اور اجتماع کے لیے اور اسباب معیشت میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لیے دوسرے وہ اعمال ہیں جو ان چاروں امور کو ۱۳

مہیا کرتے ہین اور اُنکے خادم کی طرح ہین مثلاً آہنگری کہ زراعت کی خادم خاصکر ہے اور دوسری صنعتون کے آلات بھی اس سے بنتے ہین اور وصنا اور کاتنا دونون ذربافی کے خادم ہین کہ سوت وغیرہ کا ہونا انپر موقوف ہے تیسرے وہ اعمال ہین کہ اصول کو پورا کرتے ہین اور انکو زینت دیدیتے ہین مثلاً پیسنا اور پکانا زراعت کے لیے اور دھونا اور سینا نوربافی کے لیے اور ان تین طرح کے اعمال کو عالم کے قیام مین ایسا ہی علاقہ ہے جیسے آدمی کے اجزا کو اُسکے تمام وجود کے قیام مین ہے یعنے آدمی کے اجزا بھی تین طرح کے ہین ایک اصول ہین جیسے دل اور جگر اور دماغ ہین دوسرے وہ اعضا ہین جو اصول کے خادم ہین جیسے معدہ اور رگین اور شریانین اور پٹھے اور نسین ہین تیسرے وہ اجزا ہین جو زینت کے لیے ہین مثلاً ناخن اور انگلیان اور بھوین اور بال وغیرہ ہین۔ اور ان صنعتون مین سے اشرف اور افضل اصول ہین اور اصول مین سے افضل سیاست ہے جسپر کہ مدار بس مانوس رہنے اور آپسمین اچھی طرح بسر کرنے کا ہے اور اسی لیے اس خدمت کے بجالانے والے کو وہ کمال ہونا چاہیئے جو اور صنعتون مین درکار نہین ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس خدمت والا اور صنعتون والون سے خدمت لیا کرتا ہے اور سب کو اپنا تابع جانتا ہے۔ اور خلق کی درستی کے لیے اور دنیا اور آخرت مین انکو راہ راست بتانے کے لیے سیاست کے چار مرتبے ہین۔ اول سیاست جو سب مین برتر ہے سیاست انبیا علیہم السلام کی ہے اور انکا حکم خاص اور عام سب پر ظاہر اور باطن ہر حال مین ہے دوسری سیاست خلفا اور ملوک اور سلاطین کی ہے اور انکا حکم بھی خاص اور عام سب پر ہے مگر صرف ظاہر پر ہے باطن پر نہین تیسری سیاست اُن علما کی ہے جو اللہ تعالی اور اسکے دین کے عالم ہین اور یہی علما انبیا کے وارث ہین انکا حکم صرف خاص لوگون کے باطن پر ہے عوام کی سمجھ کا اتنا رتبہ نہین جو انسے مستفید ہو اور نہ انکو یہ قوت کہ لوگون کے ظاہر پر کسی بات کے لازم کرنے خواہ روک دینے کا تصرف کرین چوتھی سیاست واعظون کی ہے انکا حکم صرف عوام کے باطنون پر ہے۔ اب ان سب سیاستون مین نبوت کے بعد اشرف اور افضل علم کی تعلیم اور لوگون کے نفس کو مہلک عادتون اور بری خصلتون سے بچانا اور عمدہ اخلاق اور سعادت کی طرف راہ بتلانا ہے۔ اور تعلیم سے مراد بھی یہی ہے اور تعلیم کو جو ہمنے اور اعمال کی نسبت کر افضل بتایا اسکی وجہ یہ ہے کہ کسی پیشہ کا شرف تین باتون سے جانا جاتا ہے یا تو اُس قوت کے لحاظ سے جو اس صنعت کے پہچاننے کا ذریعہ ہو مثلاً عقلی علوم لغوی علوم سے افضل ہین اسلیے کہ حکمت تو عقل سے معلوم ہوتی ہے اور لغت کان کے سننے سے اور عقل سننے کی نسبت کر افضل ہے تو جو چیز عقل سے معلوم ہوگی وہ بھی افضل ہوگی۔ یہ شرف باعتبار فائدے کے عام ہونے کے ہوتا ہے جیسے کھیتی بہ نسبت زرگری کے کہ ہے کہ اول کا فائدہ انسانون اور حیوانون کو عام ہے بخلاف زرگری کے کہ اُسکا فائدہ سب انسانون کے لیے نہین تیسرا شرف باعتبار محل کے ہوتا ہے جسمین اس پیشہ کا اثر ہو جیسے زرگری چمڑا پکانے کی نسبت کر افضل ہے اسلیے کہ زرگر تو سونے پر اپنا عمل کرتا ہے اور چمڑا پکانے والا مردار کی کھال پر کام کرتا ہے اب تعلیم جو دیکھتے ہین تو یہ تینون وجہین شرف کی اسمین موجود ہین اسلیے کہ علوم دینی یعنے سمجھنا طریق آخرت کا ظاہر ہے کہ عقل کی خوبی اور ذکا کی تیزی اور صفائی سے ہوتا ہے اور عقل تمام صفات انسانی سے اشرف ہے جیسا کہ اسکا بیان عنقریب آویگا اسلیے کہ عقل ہی کے باعث خداے تعالی کی امانت مقبول ہوتی ہے اور اسی کی بہت سے قرب الٰہی تک پہونچا جاتا ہے اور فائدہ کا عام ہونا تعلیم مین خود ظاہر ہے کہ مقام شبہہ نہین کیونکہ اسکا فائدہ اور ثمرہ سعادت آخرت ہے اور تعلیم کے محل کی شرافت مین بھی کچھ شک نہین کیونکہ تعلیم کرنے والا آدمی کے دلون اور نفسون پر تصرف کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ زمین پر موجود چیزون مین سب سے اشرف انسان کی جنس ہے اور انسان کے اجزا مین سے عمدہ اور اشرف انسان کا دل ہے اور تعلیم کرنیوالا دل کی تکمیل اور جلا دینے اور پاک کرنے اور اسکو قرب الٰہی تک پہونچانے مین مشغول رہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ علم کا تعلیم کرنا ایک طور سے تو اللہ تعالی کی عبادت ہے اور ایک طرح سے اسکی خلافت اور یہ خلافت اللہ تعالی کی نہایت بڑھکر ہے کیونکہ اللہ تعالی نے عالم کے دل پر وہ صفت جو اسکی صفات مین سے خاص تر ہے منکشف فرمائی تو گویا عالم کا دل خداے تعالی کے عمدہ خزینون کا خزانچی ہوا پھر اسکو اجازت ہے کہ جو اس چیز کا محتاج ملے اسکو یہ چیز دیدے پس اب غور کرو کہ اس سے زیادہ کونسا رتبہ ہوگا کہ آدمی اللہ تعالی اور اُسکی مخلوق مین واسطہ ہو کہ انکو خدا تعالی

کی نزدیکی اور جنت فردوس کی طرف راہ کھینچتا رہے دوسری فصل علم محمود اور مذموم کی قسمون اور حکمون کے بیان مین اور اسمین تین بیان ہین

بیان اول اس علم کا جو فرض عین ہے

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ علم کا طلب کرنا فرض ہے ہر مسلمان پر اور یہ بھی فرمایا کہ علم کو طلب کرو اگرچہ چین مین ہو پس جو علم کہ ہر انسان پر فرض عین ہے اسمین لوگون کا اختلاف ہے اور اس باب مین بیس سے زیادہ فرقے ہو گئے ہین ہم سب کی تفصیل نہین لکھتے مگر حاصل اختلاف یہ ہے کہ ہر فرقہ نے واجب ہونا اسی علم کا کہا ہے جسکے درپے وہ خود تھا مثلاً کلام کرنے والے کہتے ہین کہ اس علم سے غرض علم کلام ہے اسلیے کہ توحید اسی سے معلوم ہوتی ہے اور خدا تعالی کی ذات اور صفات کا علم اسی سے آتا ہے اور فقہا کہتے ہین کہ وہ علم فقہ اس جہت سے کہ اس سے عبادات اور حلال اور حرام اور معاملات مین سے جائز اور ناجائز معلوم ہوتے ہین اور علم فقہ سے انکی غرض وہ ہے جسکی طرف ہر ایک کو حاجت ہے نہ وہ معاملات جو کمتر واقع ہوتے ہین اور مفسر اور محدث فرماتے ہین کہ وہ علم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہے کہ انھین دونون سے اور تمام علوم آتے ہین اور اہل تصوف کہتے ہین کہ اس علم سے غرض ہمارا علم ہے پس انھین سے بعض یون کہتے ہین کہ بندہ کو اپنے حال کا اور خدا تعالی کے نزدیک اپنے مقام کا علم مراد ہے۔ اور بعض کا یہ قول ہے کہ وہ علم اخلاص کا اور نفس کی آفتون کا اور شیطان کے خطرون اور فرشتے کے الہام مین تمیز کرنے کا ہے اور بعض کا ارشاد ہے کہ وہ علم باطن ہے اور جنید خاص لوگون پر واجب ہے جو اسکے اہل ہین ان لوگون نے لفظ کے عموم کو بدل ڈالا اور اسکو خاص کر لیا۔ اور ابوطالب مکی فرماتے ہین کہ اس سے مراد وہ علم ہے جسکو وہ حدیث متضمن ہے جسمین مبانی اسلام کا مذکور ہے یعنی انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ الحدیث اسلیے کہ واجب یہی پانچون چیزین ہین اسی سلیے انکے عمل کی کیفیت اور واجب ہونے کی کیفیت کا علم بھی واجب ہونا چاہیے۔ اور جسپر امر مطالب کو یقین کرنا چاہیے اور شک نہ کرنا چاہیے وہ وہ ہے جسکو ہم ذکر کرتے ہین اور وہ یہ ہے کہ جیسا ہمنے اس باب کے مقدمہ مین بیان کیا ہے علم کی دو قسمین ہین اول علم معاملہ دوم علم مکاشفہ اور جو علم اس حدیث مین ہر مسلمان پر فرض مذکور ہوا ہے اس سے مراد علم معاملہ ہے اور جو معاملات کہ عاقل اور بالغ شخص کو انکا حکم ہوتا ہے وہ تین ہین ایک اعتقاد اور ایک کرنا اور ایک نکرنا اب اگر فرض کرو کہ کوئی عاقل آدمی احتلام سے یا عمر کی راہ سے دن کو چاشت کے وقت مثلاً بالغ ہو تو اول واجب اسپر یہ ہوگا کہ شہادت کے دونون کلمون کو سیکھے اور ان دونون کے معنی سمجھے یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سیکھنا اور انکے معنی کا سمجھنا واجب ہے یہ امر واجب نہین کہ اس باب مین بحث و تکرار کرے اور دلیلون کو لکھ کر انکا یقین کرے مگر اسی قدر کفایت کرتا ہے کہ ان کلمون کی تصدیق اور اعتقاد ایسی طرح کرے کہ اسمین شک کا خلجان اور نفس کا تردد نہ رہے اور اتنی بات بعض اوقات صرف تقلید اور سننے سے بغیر بحث اور دلیل کے حاصل ہو جایا کرتی ہے اور بحث و دلیل کے واجب نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے اجلافون سے صرف تصدیق اور اقرار بدون دلیل جاننے کے کفایت فرمائی غرضکہ اگر آدمی اسقدر جان لیگا تو واجب وقت ادا کر لیگا اور اسوقت جو علم کہ اسپر فرض عین تھا وہ کلمون کا سیکھنا اور ان دونون کو سمجھنا تھا اسوقت مین اسکے سوا اور کوئی چیز اسکو لازم نہ تھی اسوجہ سے کہ مثلاً اگر بعد ان دونون کلمون کی تصدیق کے مر جاوے تو بلا شبہہ خدا تعالی کا مطیع مریگا اور نا فرمان نہو گا اور دوسری چیزین ان کلمون کے جو اسپر واجب ہوتی ہین وہ عوارض کے باعث ہوتی ہین وہ ہر شخص کے حق مین ضروری نہین ان مین بعض آدمی جدا بھی ہو سکتے ہین اور یہ عوارض اور اسباب خواہ فعل مین ہوتے ہین خواہ ترک مین خواہ اعتقاد مین فعل کی مثال یہ ہے کہ مثلاً شخص مذکور چاشت کے وقت سے ظہر تک زندہ رہے تو ظہر کے وقت کے داخل ہونے سے ایک نیا واجب اسپر یہ ہوگا کہ طہارت اور نماز کے مسائل سیکھے پس اگر شخص مذکور وقت بلوغ مین تندرست ہو اور ایسا ہو کہ اگر زوال کے وقت تک کچھ نہ سیکھے اور بعد زوال کے سیکھنا شروع کرے تو عین وقت مین سب سیکھ کے عمل نکر سکیگا بلکہ اگر سیکھنے مین مشغول رہیگا تو وقت جاتا رہیگا تو ایسی صورت مین کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ ظاہر حال یہی ہے کہ یہ

شخص زندہ رہیگا اسلیے وقت سے پہلے ہی اُسکو سیکھنا واجب ہوا اور یہ بھی کہسکتے ہین کہ عمل کا واجب ہونا جو عمل کے لیے شرط ہے وہ عمل کے واجب ہونے کے بعد ہوا کرتا ہے نہ پہلے وقت سے اسپر سیکھنا واجب نہین اور اسی طرح باقی نمازون مین حال ہے پھر اگر وہ رمضان تک زندہ رہیگا تو رمضان کے سبب سے اُسپر روزہ کا سیکھنا ایک نیا واجب ہوگا یعنی یہ جاننا کہ روزہ کا وقت صبح صادق سے لیکر آفتاب کے ڈوبنے تک ہے اور روزہ مین واجب نیت ہے اور کھانے اور پینے اور صحبت سے بند رہنا اور یہ بات عید کے چاند دیکھنے خواہ دو گواہون کی گواہی گذرنے تک قائم رہتی ہے اسیطرح اگر اُسکے پاس مال ہوجاوے یا بالغ ہونے کے وقت ہی مال ہووے تو اُسکو مقدار واجب زکوٰۃ کا معلوم کرنا لازم ہوگا مگر اُسوقت لازم نہوگا بلکہ وقت اسلام سے ایک برس پورا ہونے پر لازم ہوگا اور اگر اُسکے پاس اونٹون کے سوا اور کچھ نہو تو صرف انھین کی زکوٰۃ کا سیکھنا بھی لازم ہوگا اسی طرح تمام اقسام مال مین تصور کرنا چاہیے جب اسپر حج کے مہینے آوین تو اُسپر حج کا علم اسی وقت جاننا ضروری نہین اسلیے کہ اُسکا ادا عمر بھر مین ہوتا ہے تو سیکھنا بھی فوراً واجب نہوگا ہان علماے اسلام کو چاہیے کہ اگر اُسکے پاس جمعیت بقدر زاد و راحلہ کے ہو تو اُسکو آگاہ کردین کہ حج اُس شخص پر عمر بھر مین فرض ہے جو مالک سامان سفر اور سواری کا ہو تاکہ شاید وہ اپنے نفس پر احتیاط ضروری جانکر جلدی ہی ادا کرے پس جسوقت وہ قصد حج کرے اُسوقت اُسکو حج کی کیفیت کا سیکھنا لازم ہوگا اور صرف اُسپر ارکان حج اور اُسکے واجبات کا سیکھنا واجب ہوگا نوافل کا سیکھنا واجب نہوگا اسلیے کہ جس چیز کا کرنا نفل ہے اُسکا سیکھنا بھی نفل ہے تو نفل کا سیکھنا فرض عین نہوگا رہی یہ بات کہ اصل حج کے واجب ہونے پر اُسکو اُسی وقت آگاہ کردینے سے سکوت کرنا حرام ہے اور متعلق فقہ سے ہے غرضکہ سب افعال جو فرض عین ہین اُنکا جاننا بتدریج اسی طرح ہے اور ترک فعل کا معلوم کرنا بھی جیسا جیسا حال پیش آتا جاویگا اُسی طرح واجب ہوگا یہ امر آدمی کے حال کے مناسب مختلف ہوا کرتا ہے مثلاً گونگے کو واجب نہین کہ جو کلام حرام ہے اُسکو معلوم کرے یا اندھے پر ضرور نہین کہ نظر ناجائز کے مسئلے سیکھے یا جنگل کے رہنے والے پر واجب نہین کہ جن مکانات مین بیٹھنا حرام ہے اُنکو معلوم کرے حاصل یہ کہ اگر معلوم ہو کہ ان اشیا کی ضرورت اس شخص کو نہ پڑیگی تو انکا سیکھنا اُسپر واجب نہین بلکہ جن امور مین وہ مبتلا ہے انکی تعلیم کردینا واجب ہے مثلاً اگر مسلمان ہونے کے وقت مین حریر پہنے ہو یا غصب کی زمین مین بیٹھا ہو یا غیر محرم کی طرف دیکھتا ہو تو اُسکو اطلاع ان امور کے ترک کی کردینی ضرور ہے اور جن امور کا ارتکاب نہو بلکہ عنقریب اُنمین مبتلا ہوا چاہتا ہو جیسے کھانے پینے کی چیزین ہین تو اُنکا تعلیم کردینا واجب ہے مثلاً اگر کسی شہر مین شراب کا پینا اور سور کے گوشت کا کھانا رائج ہو تو اُسکو انکا ترک سکھلانا اور آگاہ کردینا واجب ہے اور جن چیزون کا سیکھنا واجب ہے اُنکا سکھانا بھی واجب ہے اور اعتقادات اور دلون کے اعمال کا علم بھی موافق خطرون کے واجب ہے مثلاً اگر اُسکے دل مین ان مضمون مین شک پیدا ہو جنپر کہ دونون کلمے شہادت کے دلالت کرتے ہین تو اس صورت مین اُسکو ایسی چیز سیکھنی چاہیے جس سے وہ شک دور ہو جاوے پس اگر یہ شک اُسکو نہو اور مر جاوے اور اُسکو اس بات کا اعتقاد نہ ہوا ہو کہ خداے تعالی کا کلام پاک قدیم ہے اور وہ قابل رویت ہے اور اُسمین تبدیل کو گنجایش نہین اور سوا اُسکے اور باتین جو اعتقادات مین مذکور ہین کسی کی معتقد نہ ہوا ہو تو ایسا شخص سب کے نزدیک اسلام ہی پر مریگا لیکن یہ خطرے جو موجب اعتقاد دلون کے ہوتے ہین بعضے تو خود آدمی کی طبیعت سے اٹھتے ہین اور بعضے اپنے شہر والون کی گفتگو سننے سے دل مین آتے ہین پس اگر یہ شخص ایسے شہر مین ہو کہ اسمین گفتگو اور کلام بدعت کے شائع ہون تو چاہیے کہ اُسکو ابتداے بلوغ مین امر حق سکھلا کر بدعت سے محفوظ کر دیا جاوے تاکہ امر باطل پہلے نہ جم جاوے اسلیے کہ اگر امر باطل اُسکے ذہن مین آجاویگا تو اُسکا دور کرنا اُسکے دل سے واجب ہوگا اور بعض اوقات اُسکا دور کرنا دشوار پڑ جاتا ہے مثلاً اگر وہ سوداگر ہے اور اُس شہر مین معاملہ سود کا رائج ہو تو اُسپر سود سے بچنے کا سیکھنا واجب ہوگا تو جو علم فرض عین ہے اُسمین یہی امر حق ہے جو ہم نے لکھا یعنی عمل واجب کی کیفیت کا جاننا فرض عین ہے پس جو شخص کہ عمل واجب کو جان لیگا اور اُسکے واجب ہونے کے وقت کو معلوم کرلیگا تو وہ علم جو اُسپر فرض عین تھا اُسکو سیکھ لیگا اور صوفیون نے جو فرمایا ہے کہ اُس علم سے غرض شیطان کے

خطرون اور فرشتے کے الہام کے جاننے سے ہی تو وہ بھی حق ہی لیکن اُسی شخص کے حق مین جو اُسکا درپے ہوا اور چونکہ غالبًا انسان اسباب شر اور ریا اور حسد سے خالی نہین ہوتا اسلیے اُسکو لازم ہی کہ جلد سوم مہلکات مین سے وہ باتین معلوم کرے جنکی طرف اپنے نفس کو محتاج دیکھے اور یہ باتین کیسے واجب نہونگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ تین چیزین مہلک ہین بخل اطاعت کیا ہوا اور خواہش جسکی پیروی کی جاوے اور آدمی کو اپنے نفس کو بڑا جاننا ۔ اور ان باتون سے کوئی آدمی خالی نہین اور دل کے بُرے حالات مین سے جنکا ہم آگے ذکر کرینگے مثل کبر اور عجب اور اُنکے مثل کے وہ اُن تینون مہلکات کے تابع ہین اور اُنکا دور کرنا فرض عین ہی اور جب تک اُن مہلکات کی تعریف اور اسباب اور علامات کو نہ جان لیا جاوے اور اُنکے علاج کو نہ معلوم کر لیا جاوے تب تک اُنکا دور کرنا ممکن نہین اسلیے کہ جو شخص بدی کو نہین جانتا وہ اُسمین مبتلا ہو جاتا ہی اور علاج اسطرح ہی کہ ہر ایک سبب کے مخالف سے اُسکا مقابلہ کیا جاوے اور یہ امر بدون سبب اور مسبب کے جاننے کے ممکن نہین اور جلد سوم مہلکات مین جو کچھ ہمنے لکھا ہی وہ اکثر فرض عین ہین کہ سب لوگون نے بے فائدہ امور مین مشغول ہونے کی جہت سے اُنکو چھوڑ رکھا ہی اور اگر نو مسلم شخص کسی اور مذہب سے بدل کر آیا ہو تو اُسکو بہشت اور دوزخ اور مرنے کے بعد جینے اور قیامت پر ایمان جلدی سکھانا چاہیے تاکہ ان چیزون پر ایمان لاوے اور اُنکی تصدیق کرے یہ امر بھی دونون شہادت کے کلمون کا تتمہ ہی اسلیے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لا چکا تو اُسکے بعد یہ چاہیے کہ جو کچھ آپ نے پہونچایا ہو اُسکو سمجھے اور وہ یہ ہی کہ جو اطاعت کرے اللہ اور رسول کی اُسکو جنت ہی اور جو اُن دونون کی نافرمانی کرے اُسکو دوزخ ہی جب اس تدریج کو معلوم کر چکے تو اب جان لیا ہوگا کہ مذہب حق یہی ہی اور یہ بھی تحقیق ہو گیا ہوگا کہ ہر شخص پر اُسکے رات دن کے خیالات مین کچھ واقعات عبادتون اور معاملات کے نئے نئے لوازم سے آتے رہتے ہین اسی لیے جو عجیب بات اُسپر واقع ہو اُسکا پوچھنا اُسکو لازم ہی اور جس چیز کے واقع ہونے کی عنقریب توقع غالب ہو اُسکا سیکھنا جلد ضروری ہی پس جب یہ بات ظاہر ہو چکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد فیض بنیاد مین [2] طلب العلم فریضة علی کل مسلم اس علم معرفت سے اُس عمل کا علم مراد لیا ہی جسکا واجب ہونا مسلمانون پر مشہور ہی اور کوئی علم مراد نہین لیا تو اس سے صاف وجہ اس بات کی معلوم ہو گئی کہ عمل کے واجب ہونے کے وقت مین بتدریج علم واجب ہوتا جاویگا واللہ اعلم

[2] بزار و طبرانی و بیہقی نے روایت کیا بسند ضعیف ۔ ۔ ۔

دوسرا بیان اُس علم کا جو فرض کفایہ ہی

واضح ہو کہ جبتک علوم کے اقسام ذکر نکیے جاوینگے تب تک فرض اور غیر فرض مین تمیز نہوگی اور جس فرض کے ہم درپے بیان کے رہے ہین اُسکے اعتبار سے علوم کی دو قسمین ہین ایک شرعی دوسری غیر شرعی اور شرعی علوم سے ہم وہ علوم مراد لیتے ہین جو انبیا علیہم السلام سے حاصل ہوے ہون عقل اور تجربہ اور سننا اُنکی طرف ہدایت نکرتا ہو جیسے علم حساب مثلاً کہ عقل سے معلوم ہوتا ہی اور علم طب تجربہ سے اور علم لغت سننے سے اور جو علم کہ شرعی نہین اُنکی تین قسمین ہین ایک اچھے اور ایک بُرے اور ایک مباح اچھے اُنہین سے وہ علم ہین جنسے دنیا کے امور کی مصلحت وابستہ ہی جیسے طب اور حساب ہین اور ان اچھے علوم مین سے بعض فرض کفایہ ہین اور بعضے فقط بہتر ہین مگر فرض نہین فرض کفایہ وہ علوم ہین جنکی حاجت امور دنیا کے قائم رہنے مین پڑے جیسے طب ہی کہ بدنون کے تندرست رہنے کے لیے ضروری ہی اور جسطرح حساب کہ معاملات مین اور وصیتون اور ترکون کے تقسیم وغیرہ مین ضروری ہی اور یہ اسطرح کے علوم ہین کہ اگر شہر مین کوئی نہ جانتا ہو تو شہر والے نہایت دقت اُٹھاوین اور جب ایک بھی اُنکو جان جاوے تو کافی ہی اور دوسرے شخصون سے فرض ساقط ہو جاتا ہی اب اس بات مین تعجب مت کرنا کہ ہمنے طب اور حساب کو فرض کہدیا اسلیے کہ اس اعتبار سے تو اصل صنعتین بھی فرض کفایہ ہین مثلاً نوربافی اور کشتکاری اور سیاست بھی فرض کفایہ ہین بلکہ پچھنے لگانا اور سینا بھی ضروری ہی کہ اگر مثلاً کسی شہر مین خون لینے والا نہو تو جلد مرجاوین اور اپنی جانون کو ہلاک پر پیش کرینگی وقت اُٹھاوینگے اسلیے کہ جسنے بیماری بھیجی ہی اُسی نے دوا بھی اُتاری ہی اور اُسکے استعمال کا

طریق ہدایت فرمایا اور اسکے اسباب مقرر فرمائے پس ان اسباب کو بیکار چھوڑ کر آپ سے مر جانا درست نہین ۔ اور جو علوم کہ فرض نہین صرف بہتر
ہین وہ یہ ہین کہ مثلاً حساب کے دقائق اور طب کے حقائق مین مشغول ہونا وغیرہ کہ جنکی حاجت نہین پڑتی مگر جسقدر کی ضرورت پڑتی ہے
اُسمین قوت اور بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے ۔ اور غیر شرعی علوم مین سے برے ایسے ہین جیسے سحر اور طلسمات اور شعبدے اور بہت دکھنڈے
ہین ۔ انمین سے مباح یعنی جائز ایسے ہین جیسے اشعار جنمین کچھ نقصان نہو اور علم تاریخ اور جو اُسکے قائم مقام ہو ۔ اور علوم شرعی جنکا
بیان کرنا مقصود ہے وہ سب اچھے ہی ہین لیکن چونکہ کبھی دھوکا ہو جاتا ہے کہ انکو علوم شرعی جانتے ہین اور واقع مین برے ہوتے ہین
اسلیے انکی دو قسمین ہوتی ہین ایک اچھے اور ایک برے جو علوم اچھے ہین وہ کچھ تو اصل ہین اور کچھ فرع اور کچھ مقدمات اور کچھ تتمہ
اور تکملہ کے طور پر یعنی چار طرح کے ہین اول وہ جو اصول ہین اور وہ چار ہین ایک کتاب اللہ دوم سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سوم اجماع امت چہارم آثار صحابہ اور اجماع اس جہت سے اصل ہے کہ وہ سنت پر دلالت کرتا ہے مگر اُسکا درجہ سنت کے بعد ہے اور
اسی طرح آثار صحابہ کا حال ہے کہ وہ بھی سنت پر دلالت کرتے ہین اس لیے کہ صحابہؓ نے وحی کا مشاہدہ فرمایا اور احوال کے قرینون
سے انھون نے وہ باتین معلوم کین جنکا دیکھنا دوسرون سے غائب رہا جو باتین کہ قرینون سے معلوم ہوتی ہین اگر لکھی جاوین تو کیا
عجب ہے کہ تحریر مین گنجایش انکی نہو اور اسی وجہ سے علماے رح نے انکی پیروی کرنی اور انکے آثار کو تمسک گرداننا مصلحت جانا ہے
مگر یہ پیروی ایک شرط خاص سے بوجہ خاص ہے جسکا بیان کرنا اس جگہ مناسب نہین ۔ دوسری قسم علوم شرعی کے فروع ہین اور وہ
ایسے علوم ہین کہ ان چارون اصول سے مفہوم ہوتے ہین یہ نہین کہ مقتضاے الفاظ سے سمجھے جاتے ہون بلکہ معانی اور علتون
کی وجہ سے جنسے عقلا ان کو آگاہی ہو گئی اور انکی وجہ سے احکام کو وسعت ہو گئی حتی کہ لفظ ملفوظ سے اور باتین بھی سمجھ لین جنکے لیے وہ ملفوظ
نہ تھا مثلاً آپ کا ارشاد جو یہ ہے لا یقضی القاضی وہو غضبان اس سے یہ بھی سمجھا گیا کہ جس وقت قاضی کو پیشاب کا دباؤ ہو یا بھوک کا ہو یا کبھی
مرض سے دردناک ہو اُسوقت بھی حکم نہ دیوے ۔ اور یہ علم فروع دو طرح پر ہے ایک وہ کہ دنیا کی بہتری سے متعلق ہے اس علم کو فقہ
شامل ہے اور اسکے کفیل فقہا ہین اور وہ دنیا کے عالم ہین اور دوسرے وہ کہ جس سے آخرت کی بہتری علاقہ رکھتی ہے اور وہ دل کے
حالات اور اسکی اچھی یا بری عادات کا معلوم کرنا اور یہ کہ خداے تعالی کے نزدیک انمین سے کون بات پسند ہے اور کونسی ناپسند اور اس
کتاب کا نصف اخیر اسی علم کے بیان مین ہے ۔ اور جو بات کہ دل سے اعضا پر عبادات اور عادات مین ترشح ہوتی ہے اُسکا جاننا بھی اسی
علم مین داخل ہے اور وہ اس کتاب کے نصف اول مین مذکور ہے تیسری قسم علوم شرعی کے مقدمات ہین اور یہ وہ علوم ہین کہ علوم شرعی
کے لیے بمنزلہ آلات کے ہین مثلاً علم لغت اور علم نحو کہ دونون کلام مجید اور حدیث شریف کے لیے آلہ ہین حالانکہ لغت اور نحو خود علم شرعی
نہین مگر انمین خوض کرنا بوجہ شریعت کے لازم ہے اسلیے کہ شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام لغت عربی مین آئی ہے اور ہر ایک شریعت
کا حال اُسکی زبان سے ظاہر ہوتا ہے اس وجہ سے لغت عربی کا سیکھنا آلہ ٹھہریگا ۔ اور آلات مین علم کتابت بھی ہے مگر یہ علم ضروری نہین اس
وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے اگر فرض کیا جاوے کہ جتنی باتین سنی جاوین انکا یاد کر لینا ممکن ہے تو لکھنے کی کچھ حاجت
نہ رہے مگر چونکہ غالبا لوگ اس طرح کے نہین ہوتے اسلیے کتابت بھی سیکھنی ضروری ہے چوتھی قسم علوم شرعی کے متممات ہین اور وہ قرآن مجید
مین ہین اسلیے کہ متممات مین سے بعض تو متعلق الفاظ سے ہین جیسے قرارت اور حروف کے مخارج کا سیکھنا اور بعض متعلق معنی سے ہین
جیسے علم تفسیر کہ اُسکا مدار بھی نقل پر ہے صرف لغت اُسکو کافی نہین اور بعض متعلق قرآن کے احکام سے ہین جیسے ناسخ اور منسوخ اور
عام اور خاص کا جاننا اور انکا ایک دوسرے کے ساتھ مین استعمال معلوم کرنا ہے اور یہ وہ علم ہے جسکو اصول فقہ کہتے ہین اور اسمین
حدیث بھی شامل ہے اور حدیثون اور آثارون مین تتمہ یہ ہین کہ راویون کے نام اور نسب اور صحابہ کے اسما اور انکے صفات جاننا

نہ حکم کرے قاضی جس حالت مین کہ غضبناک ہو ۱۲ بخاری اور مسلم نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ۱۲

اور راویون کی راستی اور حالات کا معلوم کرنا ہو تاکہ حدیث ضعیف کو قوی سے جدا کیا جاوے اور راویون کی عمر کا حال معلوم کرنا بھی تتمہ ہو
کہ حدیث مرسل مسند سے علحدہ ہو جاوے غرض اسی طرح کے امور جو اس فن سے متعلق ہون وہ سب تتمون مین داخل ہین۔ یہ چارون
قسمین علوم شرعیہ کی ہین اور یہ سب اچھے ہین بلکہ فرض کفایہ مین سے ہین۔ اب اگر یہ کہو کہ تمنے فقہ کو علم دنیا مین اور فقہا کو دنیا کے
عالمون مین کیون شامل کیا تو اسکا جواب یہ ہو کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے نکالا اور انکی اولاد کو چنی ہوئی مٹی اور
اچھلتے پانی سے پیدا کیا کہ باپ کی پشتون مین سے ماں کے رحمون مین اور وہان سے دنیا مین نکالا اور دنیا سے قبر مین اور وہان سے
حساب کتاب کی پیشی مین پھر جنت یا دوزخ مین ڈالیگا غرض آدمیون کی ابتدا اور انتہا اور منزلین یہی ہین اور اللہ تعالی نے دنیا کو آخرت
کے لیے توشہ بنایا ہو کہ اسمین جو چیز قابل توشہ کرنے کے ہو اسکو توشہ کر لیا جاوے پس اگر انسان انصاف سے دنیا کو لیوین تو سب
جھگڑے مٹ جاوین اور فقہا بیکار رہ جاوین مگر وہ تو نفس کی خواہش سے اسکو لیتے ہین اسی لیے اسمین جھگڑے پیدا ہوتے ہین اور
اسی وجہ سے ایک سلطان کی حاجت ہوئی تاکہ وہ لوگون کو ڈانٹتے رکھے اور سلطان کو ایک قانون کی ضرورت ہو جس سے کہ خلق کو
ڈانٹتے پس فقیہ یعنی فقہ کا عالم قانون سیاست کا ماہر اور درصورت نزاع خلق کو برابر رکھنے کے طریق سے واقف ہوتا ہو غرض
کہ فقیہ سلطان کو وہ راہ بتاتا ہو جس سے کہ سلطان خلق کو ڈانٹے اور انکو پریشان نہونے دے تاکہ انکی راستی سے دنیا مین انکے کام منتظم
رہین ہان اسمین کچھ شبہہ نہین کہ فقہ دین سے بھی متعلق ہو لیکن متعلق خود دین سے نہین بلکہ بواسطہ دنیا کے ہو کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہو
اور دین بدون دنیا کے کامل نہین ہوتا اور سلطنت اور دین دونون جوڑوان بھی ایک ساتھ ہین تو دین اصل ہو اور سلطان اسکا نگاہبان
اور جس چیز کی جڑ نہین ہوتی وہ منہدم ہو جاتی ہو اور جس چیز کا نگاہبان کوئی نہین ہوتا وہ تلف ہو جاتی ہو اور سلطنت اور انتظام بدون
سلطان کے کامل نہین ہوتا اور جھگڑون کے فیصلہ کرنے مین انتظام فقہ سے ہوا کرتا ہو اور جس طرح کہ سلطنت سے خلق پر سیاست
کرنی علم دین اول درجہ کا نہین اگرچہ ان امور سے کہ دین پورا ہوتا ہو اسکی تکمیل پر یہ سلطنت مددگار ہوتی ہو اسی طرح اس سیاست کے
طریق کو جاننا یعنی علم فقہ بھی اول درجہ کا علم دین نہین مثلاً ظاہر ہو کہ حج بدون ایسے آدمی کے ساتھ لیے جو راہ مین بدوون سے بچاوے
پورا نہین ہوتا لیکن حج اور چیز ہو اور چلنا حج کی راہ مین دوسری چیز اور حفاظت کرنی راہ کی جس سے حج پورا ہوتا ہو وہ تیسری چیز ہو اور
جاننا طریق حفاظت اور اسکی تدبیرون اور قانون کا چوتھی چیز اور علم فقہ کا حاصل طریق سیاست اور حفاظت کا معلوم کرنا ہو اور اس
امر پر وہ روایت دلالت کرتی ہو جو اسناد کے ساتھ مروی ہو کہ آدمیون مین حکم نہ کرتے مگر تین شخص امیر یا مامور یا متکلف اس حدیث
مین امیر سے مراد امام ہو کہ اول امام ہی فتوی دیا کرتے تھے اور مامور اسکا نائب ہو اور متکلف وہ ہو جو نہ امام ہو اور نہ اسکا نائب
اور وہی شخص ہو جو اس عہدہ کو بدون حاجت اختیار کرلے۔ اور صحابہ کا دستور تھا کہ وہ حکم دینے یعنی فتوی دینے سے بہت
بچتے تھے یہان تک کہ ہر ایک ایک دوسرے پر ٹال دیا کرتا تھا مگر جب کوئی علم قرآن اور طریق آخرت کا حال پوچھتا تھا تو احتراز نہ فرماتے
اور بتا دیتے اور بعض روایات مین متکلف کی جگہ مرائی یعنی ریاکار آیا ہو اسلیے کہ جو شخص فتوی دینے کو اختیار کرتا ہو حالانکہ اس کام
کے لیے کچھ وہی معین نہین تو اسکا ارادہ بجز طلب جاہ اور مال کے اور کچھ معلوم نہین ہوتا۔ اب اگر یہ کہو کہ یہ تقریر تمھاری اگر درست
بھی ہو تو زخمون اور حدود اور قصاص کے احکام اور تاوانات اور جھگڑون کے فیصلہ کرنے مین بن سکتی ہو مگر جن امور پر کہ جلد اول
اور دوم اس کتاب کی شامل ہو یعنی عبادات مثل نماز اور روزہ کے اور عادات مثل بیان حرام اور حلال معاملات کے اسکو تمھاری
تقریر شامل نہین اور فقیہ ان امور مین بھی فتوی دیتا ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ واقع مین اعمال آخرت مین سے جن اعمال کا فقیہ ذکر
کیا کرتا ہو وہ زیادہ تر تین ہو سکتے ہین ایک اسلام دوم نماز اور زکوۃ سوم حلال اور حرام لیکن انکے باب مین بھی اگر فقیہ کے منتہائے

نظر کو سوچو تو جان لوگے کہ اسکی نظر دنیا کے حدود سے آخرت کی طرف تجاوز نہیں کرتی اور جب انھیں تینوں چیزوں میں یہ حال ہو تو اور
چیزوں میں تو صاف ظاہر ہے کہ وہ دنیا ہی کے امور میں مثلاً اسلام میں اگر فقیہ کچھ کہیگا تو یہ بیان کریگا کہ اسکا اسلام درست ہوا اور یہ
اسلام نا درست ہوا اور شرطیں مسلمان ہونے کی یہ ہیں مگر اس سب بیان میں اسکا التفات بجز زبان کے اور طرف نہوگا دل اسکی حکومت
سے باہر ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبان سیف اور سلطنت کو دل کی حکومت سے معزول فرما دیا ہے چنانچہ
جس شخص نے کہ اس آدمی کو مار ڈالا تھا جو زبان سے کلمہ اسلام کہہ چکا تھا اور یہ عذر آپکی خدمت میں کیا کہ مقتول نے تلوار کے خوف سے
کلمہ کہا تھا اسکو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہلا شققت عن قلبه یعنی تو نے اسکا کیا دل چیر کر معلوم کیا تھا کہ دل سے نہیں کہتا۔ بلکہ فقیہ اسلام
کی صحت کا حکم تلواروں کے سایہ تلے کرتا ہے باوجودیکہ جانتا ہے کہ تلوار سے اسکا شبہہ دور نہیں ہوا اور دل سے پردہ جہالت نہیں اٹھا
تاہم وہ تلوار والے پر حکم کرتا ہے یعنی تلوار مقتول کی گردن پر کھنچی ہو اور ہاتھ اسکے مال پر دراز ہو مگر زبان سے اس کلمہ کے کہنے سے بحکم فقیہ
وہ اپنی گردن اور مال کو بچا لیگا جبتک اسکی جان اور مال ہے اس کلمہ کی بدولت دنیا میں کوئی اسکا متعرض نہوگا اور اسی وجہ سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فاذا قالوها فقد عصموا منی دماءهم واموالهم
اس حدیث میں آپ نے اثر اس کلمہ زبانی کا صرف خون اور مال میں ارشاد کر دیا لیکن آخرت میں زبانی اقوال کام آتے نہیں بلکہ دلوں کے
انوار اور اسرار اور اخلاق مفید ہیں اور یہ امور فن فقہ میں سے نہیں اور اگر فقیہ انکا بیان کرے تو ایسا ہے جیسے علم کلام اور طب بیان کرے
اور اسکا بیان خارج از علم فقہ ہوگا۔ اسی طرح اگر نماز کوئی شخص ظاہر کی سب شرطوں سے ادا کرے اور تکبیر اولی کے سوا ساری نماز
شروع سے آخر تک غافل رہے اور بازار کے معاملات و داد و ستد کو سوچتا رہے تو فقیہ یہی حکم کریگا کہ نماز درست ہو گئی حالانکہ یہ نماز
آخرت میں کچھ بہت بکار آمد نہیں جیسے زبان سے کچھ صرف کلمہ کا ادا کر لینا اسلام کے باب میں روز جزا مفید نہوگا لیکن فقیہ اسلام کی
درستی کا فتوی دیگا اس معنی کر کہ جو کچھ اس شخص نے کیا ہے اس سے تعمیل صیغہ امر کی ہو گئی اور قتل اور تعزیر اس پر سے دور ہو گئی باقی رہا عاجزی
اور دل کا حاضر کرنا جو آخرت کا کام ہے اور جس سے ظاہری عمل مفید ہوتا ہے اسکے درپے فقیہ نہیں ہوا اور اگر بالفرض ہو تو علم فقہ سے علیحدہ
ہوگا اور زکوۃ کے باب میں بھی فقیہ کی نظر اسی صورت پر ہوتی ہے جس سے مطالبہ سلطان کا اسکے ذمہ سے ساقط ہو جاوے اگر کوئی
زکوۃ کے ادا کرنے سے انکار کرے اور بادشاہ اسکو بزور دستی لے لے تو اسپر یہ حکم ہوگا کہ یہ شخص بری الذمہ ہوا اسکے ذمہ زکوۃ نہیں۔ اور نقل
ہے کہ قاضی ابو یوسف آخر برس میں اپنا مال اپنی بی بی کو ہبہ کر دیا کرتے تھے اور اسکا مال اپنے نام اس سے ہبہ کرا لیتے تھے تاکہ زکوۃ ساقط
ہو جاوے یہ بات کسی نے حضرت ابو حنیفہ رح سے نقل کی آپ نے فرمایا کہ یہ امر انکی فقہ کی رو سے ہے اور درست فرمایا اسلیے کہ یہ حیلہ
صرف دنیا کی فقہ کا ہے اگر اسکا ضرر آخرت میں ہر گناہ سے بڑھکر ہو اور ایسے ہی علم ضرر کرنے والا کہلاتا ہے۔ اور حلال و حرام کا حال یہ ہے
کہ یہ صحیح ہے کہ حرام سے بچنا دین کی بات ہے مگر ورع یعنی حرام سے بچنے کے چار مرتبے ہیں اول وہ ہے جو گواہ کے عادل ہونے میں شرط ہے اور اگر
وہ نہو تو آدمی گواہی دینے اور قاضی ہونے اور حاکم ہونے کی لیاقت نہ رکھے اس طرح کا ورع تو صرف یہ ہے کہ ظاہر کے حرام سے بچا رہے
دوسرا ورع نیک بختوں کا ہے یعنی ان شبہات سے بچنا جن میں احتمالوں کی مساوات ہو جاوے اور جس دونوں کے پاس جاتے ہوں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دع ما یریبک الی ما لا یریبک اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ الاثم حزاز القلوب یعنی گناہ دلوں میں کھٹکنے والا
ہوتا ہے تیسرا درجہ ورع متقیوں کا ہے اور وہ خالص حلال کو اس وجہ سے چھوڑ دینا ہے کہ اس سے خوف حرام تک پہونچنے کا ہو چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لا یکون الرجل من المتقین حتی یدع ما لا بأس به مخافة مما به بأس اور اس ورع کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی
شخص لوگوں کے حالات بیان کرنے سے بچے اس خوف سے کہ کہیں غیبت تک نوبت نہ پہونچ جائے یا خواہش کی چیزوں کے کھانے سے پرہیز کرے

اس خوف سے کہ کہین سرور زیادہ ہو کر سرکشی نہو جاوے جس سے اور ممنوعات کا ارتکاب لازم آتا ہے چوتھا مرتبہ صدیقون کے ورع کا ہے اور وہ یہ ہے کہ خداے تعالی کے ماسوا سے منھ پھیرنا اس ڈر سے کہ کہین کوئی ساعت زندگی کی ایسی نہ کٹ جاوے کہ جسمین خداوندکریم کی نزدیکی زیادہ نہو گو یہ یقینا معلوم اور ثابت ہو کہ اسمین نوبت حرام تک نہ آویگی پس سواے درجہ اول کے سب درجے فقیہ کی نظر سے علیحدہ ہین اسکا التفات صرف گواہون اور قاضیون کے ورع پر اور ان امور پر ہے جو عادل ہونے کے مزاحم ہین اور ایسے ورع پر قائم رہنا اس بات کا منافی نہین کہ آخرت مین گناہ نہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وابصہ کو ارشاد فرمایا کہ تو اپنے دل سے فتوی لے اگرچہ لوگ تجکو فتوی دیدین اور پچھلے جملہ کو تین بار ارشاد فرمایا۔ فقیہ دل کے خلجانون کا حال بیان نہین کرتا نہ اُنکے ہونے ہوے عمل کی کیفیت کو بتاوے بلکہ صرف وہ چیزین ذکر کرتا ہے جنسے عدالت جاتی رہتی ہے حاصل اس سب کلام کا یہ ہوا کہ فقیہ کی تمام نظر اس دنیا سے وابستہ ہوتی ہے جس سے کہ طریق آخرت کی بہتری ہوا اور اگر دل کے صفات اور آخرت کے احکام کہتا ہے تو یہ ذکر اُسکے کلام مین بطفیل دوسرے ذکر کے آجاتا ہے جس طرح کہ طب اور حساب اور نحو اور علم کلام کا ذکر کبھی آجاتا ہے اور جس طرح کہ حکمت علم نحو اور شعر مین کبھی آجاتی ہے اور اسی وجہ سے حضرت سفیان ثوری جو علم ظاہر کے امام ہین فرمایا کرتے تھے کہ اس علم کی طلب زاد آخرت مین سے نہین ہے اور یہ بات درست ہے اس لیے کہ سب کا اتفاق ہے کہ علم مین شرف اسی سے ہے کہ اسکے موجب عمل کیا جاوے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ علم ظہار اور لعان اور سلم اور اجارہ اور صرف کا ہو اور جو کوئی ان امور کو اس لیے سیکھے کہ انکے لین دین سے اللہ تعالی کی طرف نزدیکی ہوگی تو وہ مجنون ہے طاعت دین مین عمل تو دل اور اعضا دونون سے ہوتا ہے اور اسی عمل کا علم شریف ہے اب اگر یہ کہو کہ تم نے فقہ اور طب کو برابر کیسے کر دیا کیونکہ طب بھی متعلق دنیا سے یعنی بدن کی صحت سے ہے اور اُسپر بھی دین کی درستی کا مدار ہے اور یہ برابری اجماع کے خلاف ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ان دونون مین برابری لازم نہین بلکہ دونون مین فرق ہے اس لیے کہ فقہ تین وجہون کے باعث طب سے اشرف ہے اول یہ کہ فقہ علم شرعی ہے یعنی نبوت سے حاصل ہوا ہے بخلاف طب کے کہ وہ علم شرعی نہین دوسرے یہ کہ آخرت کے طریق چلنے والون مین سے ایسا کوئی نہین جسکو فقہ کی حاجت نہو بیمار اور تندرست دونون اُسکی حاجت رکھتے ہین بخلاف طب کے کہ اُسکی حاجت بیمارون کو ہوتی ہے اور وہ کم ہوتے ہین تیسرے یہ کہ علم فقہ علم طریق آخرت کا ساتھی ہے اسلیے کہ اُسکا حاصل اعضا کے اعمال مین نظر کرنا اور اعضا کے اعمال کا منشا دلون کے صفات ہین کیونکہ اچھے اعمال اچھی عادتون سے صادر ہوتے ہین اور بُرے اعمال بُرے صفات سے اور اعضا کا دل سے لگا رہنا صاف ظاہر ہے اور صحت اور بیماری کا منشا مزاج اور خلطون کے صفات ہین جو بدن کے اوصاف مین سے ہین نہ دل کے صفات سے تو جب فقہ کو طب کی طرف اس نسبت کر دیکھا جاے تو فقہ کا شرف ظاہر ہوگا اور جب اُسکو علم طریق آخرت کی طرف نسبت کر کے دیکھا جاوے تو طریق آخرت اُس سے شریف معلوم ہوگا تیسرا بیان علم طریق آخرت کی تفصیل اجمالی کے ذکر مین جس سے اسکے سب عنوانون پر اشارہ ہو جاے گو سب تفصیلون کو ذکر کرنا ممکن نہین۔ واضح ہو کہ علم طریق آخرت کی دو قسمین ہین ایک علم مکاشفہ دوم علم معاملہ قسم اول کا نام علم باطن ہے اور وہ سب علوم کی انتہا اور نہایت غائی ہے چنانچہ بعض عارفون نے کہا ہے کہ جس شخص کو اس علم سے بہرہ نہو مجکو اُسکے خاتمہ کے بُرے ہونے کا خوف ہے اور ادنی بہرہ اس علم کا یہ ہے کہ اُسکی تصدیق کرے اور جو لوگ اُسکے اہل ہین اُنکے لیے اس علم کا ہونا مانے۔ اور ایک اور شخص نے کہا ہے کہ جسمین دو خصلتین ہون اُسکے لیے اس علم مین سے کوئی بات معلوم نہوگی وہ دونون خصلتین بدعت اور غرور ہین۔ اور بعضون کا قول ہے کہ جو شخص دنیا سے محبت رکھتا ہو یا خواہش نفس پر اصرار کرتا ہو اُسکو یہ علم حاصل نہوگا گو اور سب علمون کا محقق ہو جاوے اور ادنی عذاب اس علم کے منکر کا یہ ہے کہ اس علم مین سے اُسکو کچھ نہین ملتا حالانکہ یہ علم مکاشفہ صدیقون اور مقربون کا علم ہے اور وہ ایک نور ہوتا ہے کہ جب دل اپنی بُری صفتون سے پاک اور صاف ہوتا ہے اسوقت اُسمین ظاہر ہوتا ہے اور اس نور سے آدمی کو بہت سی باتین منکشف ہوتی ہین

[illegible] ۱۲

جنکا پہلے نام سنا کرتا تھا اور انکے لیے کچھ معنی مجمل و مبہم کرلیتا تھا معنی واضح معلوم ہوتے تھے اب اس نور کے باعث اُن سب کے معنی واضح ہو جاتے ہین یہانتک کہ اس وقت مین خداے پاک کی ذات کی معرفت حقیقی حاصل ہوتی ہو اور اُسکے صفات کاملہ دایمی کی اور اسکے افعال کی اور دنیا اور آخرت کے پیدا کرنے مین حکمت کی اور وجہ آخرت کو دنیا پر مرتب کرنے کی معرفت واقعی آجاتی ہو اور نبوت اور نبی کے معنی اور وحی اور ملائکہ اور شیاطین کے معنی اور انسانون سے شیطانون کی عداوت کی کیفیت اور نبیون کو فرشتون کے معلوم ہونے کی صورت اور اُنکے پاس وحی پہونچنے کی حقیقت اور آسمانون اور زمین کے ملکوت کی حالت اور دل کی معرفت اور اُسکے اندر فرشتون اور شیطانون کے لشکرون کے مقابلہ کی کیفیت اور فرشتے کے اثر اور شیطان کے خطرہ مین فرق کی شناخت اور آخرت اور جنت اور دوزخ اور عذاب قبر اور پل صراط اور میزان اور حساب کی پہچان اور اس آیت کریمہ کے معنی اقرأ کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا اور اس آیت کے معنی وان الدار الآخرة لهی الحیوان لو کانوا یعلمون اور خداے تعالی کی لقا اور اسکی ذات کریم کو دیکھنے کے معنی اور اس سے نزدیک ہونے اور اُسکے ہمسایہ مین جا اترنے کی غرض اور ملاء اعلی کی رفاقت اور ملائکہ کی نزدیکی سے سعادت حاصل ہونے کی مراد اور بہشت والون کے درجون مین جو اتنا فرق ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کو ایسے دیکھینگے جیسے چمکتا ستارہ آسمان مین معلوم ہوتا ہو اس فرق سے مقصود اور سوا اسکے اور باتین جنکی تفصیل طویل ہو اس نور کے سبب معلوم ہو جاتی ہین اور اس نور کے پہلے ان امور کے مضمون مین لوگ مختلف رستے ہین انکے اصول کی تصدیق تو کرتے ہین مگر اپنی غرض کے باب مین کچھ کا کچھ کہتے ہین بعضون کا اعتقاد یہ ہو کہ یہ ساری چیزین مثالین ہین اور اللہ تعالی نے جو چیزین اپنے نیک بندون کے لیے تیار کی ہین وہ ایسی ہین کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی نہ کسی آدمی کے دل پر گذری اور یہ کہ خلق کے لیے جنت مین سے بجز صفتون اور نامون کے اور کچھ نہین اور بعضون کا اعتقاد یہ ہو کہ انمین سے بعض باتین تو مثالین ہین اور بعض امور ایسے کہ جو حقیقت اُنکے لفظون سے سمجھ مین آتی ہو اُسی کے موافق ہین اور بعضون کی راے یہ ہو کہ انجام اور کمال خداے تعالی کی معرفت کا اُسکی معرفت سے عاجز ہونے کا اقرار کرنا ہو اور بعض شخص خداے تعالی کی معرفت مین بڑی بڑی باتون کا دعوی کرتے ہین اور بعضے یون کہتے ہین کہ خداے تعالی کی معرفت کی انتہا سب عام اعتقاد کی حد ہو یعنی خداے تعالی موجود جاننے والا قدرت والا سننے والا دیکھنے والا کلام کرنے والا ہو پس ہماری غرض علم مکاشفہ سے یہ ہو کہ ان امور پر سے پردہ شبہہ برطرف ہو جاوے اور صاف حق واضح ہو جاوے اس طرح کہ گویا آنکھ سے دیکھ لیوے اور شک کی گنجایش اُسکے بعد نہ رہے اور یہ امر انسان کے جوہر مین ہو سکتا ہو بشرطیکہ آئینہ دل پر دنیا کی خباثتون کے زنگ کی تہین نہ جم گئی ہون اور علم طریق آخرت سے ہماری غرض یہ ہو کہ آئینہ دل کی جلا کی کیفیت کا علم ان خباثتون سے جو اللہ تعالی سے اور اسکے صفات اور افعال کی معرفت سے روکتی ہین اور اسکی صفائی اور جلا کی تدبیر بجز اسکے نہین کہ شہوتون سے باز رہے اور انبیا علیہم السلام کا اقتدا اُنکی سب حالتون مین کرے اس تدبیر سے جسقدر دل صاف ہوتا جاویگا اور اسکے مقابل امر حق کا حصہ واقع ہوگا اُسی قدر اُسمین اُسکی حقیقتون کی جھلک واقع ہوگی اور اس جلا کی سبیل بجز ریاضت کے جسکی تفصیل اپنے موقع پر مذکور ہوگی اور بدون سیکھنے کے اور کچھ نہین اور یہ وہ علوم ہین کہ کتابون مین نہین لکھے جاتے اور جس شخص کو خداے تعالی یہ علم کچھ بھی عنایت کیا ہو وہ اُسکا ذکر دوسرون سے نہین کرتا صرف جو اُسکے اہل ہین انسے البتہ کہتا ہو اور وہ بھی اُسکے شریک مذاکرہ اور اسرار کے طور پر ہوتے ہین اور یہ وہی علم پوشیدہ ہو جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین مراد لیا ہو کہ بعض علم مثل ہیئت مکنون کے ہین کہ انکو سواے خدا کے عارفون کے اور کوئی نہین جانتا جب وہ اُسکو بولتے ہین تو بجز اللہ تعالی پر مغالطہ کھانے والون کے اور کوئی اس سے جاہل نہین رہتا پس جس عالم کو خداے تعالی نے اسمین سے علم دیا ہو اسکو حقیر مت جانو کیونکہ خداے تعالی نے اُسکو حقیر نہین کیا اسلیے کہ اُسکو علم مذکور عنایت فرمایا اور قسم دوم یعنی علم معاملہ وہ دل کے حالات کا معلوم کرنا ہو خواہ اچھے حالات

ہون جیسے صبر اور شکر اور خوف ورجا اور رضا اور زہد وتقوی اور قناعت اور سخاوت اور سب حالات مین خداتعالی کے احسان کو پہچاننا
اور لوگون سے نیک سلوک پیش آنا اور خداتعالی پر گمان اچھا رکھنا اور حسن خلق اور حسن معاشرت اور صدق اور اخلاص اور اُنکے مثل ہین پس اُنکی
حقیقتون اور تعریفون اور اُن اسباب کو جاننا جنسے یہ حاصل ہوتے ہین اور اُنکے ثمرون اور علامتون کو پہچاننا اور جو آئین سے ضعیف ہوا اُسکے قوی
ہوجانے کا علاج اور جو حال جاتا رہا ہوا اُسکے پیدا کرنے کا طریق معلوم کرنا علم آخرت مین سے ہے۔ خواہ دل کے بُرے حالات ہون جیسے مفلسی
کا خوف اور تقدیر پر خفا ہونا اور کینہ رکھنا اور حسد کرنی اور نفاق اور برتری کی طلب اور خواہش ثنا اور دنیا مین مزہ اڑانے کو زیادہ جینے کی محبت
اور کبر اور ریا اور غصہ اور شیخی اور عداوت اور بغض اور طمع اور بخل اور حرص اور تکبر اور اترانا اور توانگرون کی تعظیم کرنی اور فقیرون کی اہانت کا خواہان
ہونا اور فخر اور آپسمین ایک دوسرے پر بڑائی کسی امر مین کرنی اور حق بات سے تکبر کرنا اور بیفائدہ امر مین خوض کرنا اور زیادہ گفتگو کرنیکی محبت اور
[illegible] کی کوئی بات کہنی اور لوگون کے لیے بن سنور کر رہنا اور دین مین سستی کرنا اور اپنے نفس کو بڑا جاننا اور اُسکی برائیون سے غافل ہوکر لوگون
کی عیب چینی کرنی اور دل مین سے فکر کا دور ہونا اور خوف الٰہی کا اُسمین سے جاتا رہنا اور جب نفس کو ذلت پہونچے تو اُسکا بدلہ سختی سے لینا
اور حق بات کے انتقام مین ضعف ہونا اور باطن کی عداوت کے لیے ظاہر کے یار بنانے اور عذاب خدا سے بے خوف ہونا کہ جو کچھ اُسنے دیا ہی
کہین چھین نہ لے اور طاعت پر بھروسا کرنا اور مکر اور خیانت اور فریب اور توقع زیادہ جینے کی اور سخت دلی اور سخت کلامی اور دنیا سے خوش
رہنا اور اُسکی جدائی سے رنج کرنا اور مخلوق سے اُنس کرنا اور اُنکی علیحدگی سے وحشت کرنی اور ظلم کرنا اور ہلکا پن اور جلدی کرنی اور حیا اور رحم کا
کم ہونا اور جو ایسی چیزین ہون سب بری ہین یہ سب عادتین دل کے صفات مین سے سب برائیون کی اور اعمال بد کی جڑ ہین اور اُنکے مقابل
یعنی اچھی عادتین وہ طاعتون اور ثوابون کی اصل ہین غرض کہ ان صفات کی تعریفون اور حقیقتون اور سببون اور ثمرون اور علاجون کا معلوم
کرنا علم آخرت ہی اور علماء آخرت کے حکم کے رو سے علم فرض عین ہی پس جو شخص اُنسے منہ پھیر لیگا وہ آخرت مین قہر بادشاہ حقیقی سے ہلاک
ہوگا جس طرح کہ اعمال ظاہری سے روگردانی کرنے والا بادشاہان دنیا کی تلوار سے فقہاء دنیا کے فتوی کے بموجب ہلاک ہوتا ہی۔
حاصل یہ کہ فقہا کی نظر فرض عین چیزون مین دنیا کی بہتری کی نسبت کرہوتی ہی اور یہ علم جو ہمنے ذکر کیا آخرت کی بہتری کی نسبت کرہی اگر
کسی فقیہ سے ان باتون مین سے ایک بھی بات مثلاً توکل یا اخلاص کو پوچھو یا یہ سوال کرو کہ ریا سے بچنے کی کیا صورت ہی تو اس سوال
کے جواب مین توقف کریگا حالانکہ یہ بات خود اُسپر فرض عین ہی کہ اُسکے نہ معلوم کرنے مین آخرت مین اُسکی بربادی ہی اور اگر اُس سے لعان
اور ظہار اور گھوڑ دوڑ اور تیر اندازی کا مسئلہ دریافت کرو تو تمھارے سامنے اُنکے فروعات دقیق کے دفتر کے دفتر بیان کردیگا کہ قرنون تک
اُنمین سے کسی کی حاجت نہوا اور اگر حاجت بھی پڑے تو شہر اُنکے بتانے والے سے خالی نہوگا اور فقیہ مذکور کی محنت کو بیجا دیگا کہ رات
دن ان فروعات مین اور اُنکے یاد کرنے اور پڑھانے مین مشقت اُٹھاتا ہی۔ اور جو امر خاص اُسکے لیے ضروری ہی اور دین مین اہم ہی
اُس سے غافل ہی اور اگر اُسپر کوئی اس باب مین اعتراض کرتا ہی تو کہتا ہی کہ مین اس علم مین اسلیے مشغول ہوا ہون کہ یہ علم دین اور فرض کفایہ
ہی اس دھوکے مین آکر فقہ کو سمجھتا ہی اور دوسرون کو دھوکا دیتا ہی عاقل شخص جانتا ہی کہ اگر غرض اُسکی یہی ہوتی کہ فرض کفایہ مین حق الامر
ادا کرے تو فرض کفایہ پر فرض عین کو مقدم کرتا بلکہ فرض کفایہ تو اور چیزین بھی ہین اُنکو فقہ پر مقدم کرتا کیونکہ بعض شہر ایسے ہین کہ اُنمین
طبیب بجز کفار ذمی کے نہین اور جو احکام فقہی کہ متعلق طبیبون سے ہین اُنمین کفار کی شہادت مقبول نہین مگر باوجود اسکے طب کو نہین سیکھتا
اور علم فقہ خصوصاً مسائل خلافی اور لڑائی جھگڑے کے سیکھنے مین مبالغہ کرتے ہین حالانکہ شہر مین فقہا اس قسم کے جو فتوی دیتے ہین اور
مقدمات مین جواب لکھتے ہین بہت بھرے ہین۔ تو اب ہمکو کوئی یہ بتاوے کہ جب کچھ لوگ اس فرض کفایہ کی بجاآوری پر مستعد ہین تو
فقہاے دین کس طرح اُسکے سیکھنے کی اجازت دینگے اور طب کے لیے جو کوئی نہین جانتا چھوڑنے کا حکم کرینگے۔ اسکا سبب اسکے

ہوا اور کچھ نہین کہ طب پڑھنے کی جہت سے اوقاف اور وصیتون کا متولی ہونا اور یتیمون کے مال کا محافظ ہونا اور عہدہ
قضا اور حکومت کا ملنا اور ہمسرون پر اسکی جہت سے مقدم ہونا اور دشمنون پر غالب ہونا میسر نہین افسوس صد افسوس کہ بڑے عالمون کو
دھوکے سے دین مٹ گیا ہم اللہ تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ ہمکو اس مغالطے سے بچاوے جس سے اسکی خفگی اور شیطان کی ہنسی ہو
علماے ظاہرین سے جو اہل ورع تھے وہ علماے باطن اور صاحب دلون کی فضیلت کے مقر تھے مثلاً امام شافعی رح شیبان چرواہا
کے سامنے ایسے بیٹھتے جیسے لڑکا مکتب مین استاد کے سامنے بیٹھتا ہو اور انسے پوچھتے کہ فلان فلان امر مین ہم کیا کرین لوگ امام شافعی
سے کہتے کہ آپ جیسا شخص اس جنگلی آدمی سے پوچھتا ہو آپ فرماتے کہ جو ہمنے سیکھا ہو اسکی اس شخص کو توفیق ملی ہو اور امام احمد بن حنبل
اور یحیی ابن معین رح معروف کرخی رح کے پاس آیا جایا کرتے حالانکہ علم ظاہر مین وہ ان دونون کے پلے کے نہ تھے اور دونون انسے پوچھا
کرتے تھے کہ ہم کیسے کرین - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی جب پوچھا گیا کہ جب ہمکو ایسا امر پیش ہو کہ اسکو قرآن اور حدیث مین
نہ پاوین تو کس طرح کرین آپ نے فرمایا کہ نیکبختون سے سوال کرو اور اسکو انکے مشورہ پر منحصر کردو - اور اسی وجہ سے کہا گیا ہو کہ علماے
ظاہرین اور ملک کی زینت ہین اور علماے باطن آسمان اور ملکوت کی - اور جنید رح فرماتے ہین کہ مجھے ایک روز میرے مرشد سری رح
نے فرمایا کہ جب تم میرے پاس سے اٹھتے ہو کسکے پاس بیٹھتے ہو مین نے کہا کہ محاسبی رح کے پاس فرمایا کہ بہتر انکا علم و ادب اختیار کرنا
اور وہ جو کلام اور متکلمون کا خلاف اور رد کرتے ہین وہ مت سیکھنا پھر جب مین آپکے پاس سے اٹھا تو سنا کہ یہ فرمایا کہ تجھکو خدا عالم اور
حدیث والا صوفی کرے صوفی حدیث والا نہ کرے اس قول سے اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ جو شخص حدیث اور علم کو حاصل کرکے
صوفی بنتا ہو وہ فلاح پاتا ہو اور جو پہلے علم سے صوفی بنتا ہو - وہ اپنے نفس کو خطرہ مین ڈالتا ہو - اب اگر یہ کہو کہ تمنے علوم کے اقسام
مین کلام اور فلسفہ کو کیون نہین ذکر کیا اور انکے اچھا ہونے یا برا ہونے کا بیان کیون نہ کیا تو انکے لیے جان لو کہ جس قدر دلیلین مفید
علم کلام مین پائی جاتی ہین انکا حاصل قرآن اور حدیث مین موجود ہو اور جو امور ان دونون سے خارج ہین وہ یا تو برے جھگڑے ہین
جو بدعتون مین سے ہین چنانچہ عنقریب اسکا ذکر ہوگا یا فرقون کے خلافیات کی متعلق تقریرین لمبی چوڑی یا انکی تقریرون کے نقل کرنے
سے طول کلام ہو تو یہ سب باطل اور بیہودہ امر ہین جنکو طبع سلیم معیوب جانتی ہو اور گوش حق نیوش انکو اپنے اندر جگہ نہین دیتا اور بعضی باتین
اس قسم کی ہین کہ وہ دین سے متعلق نہین اور نہ انکا وجود قرن اول یعنی صحابہ رض کے وقت مین تھا اسوقت انمین خوض کرنا بدعت تھا مگر
اب اسکا حکم بدل گیا اسلیے کہ بدعتین اس طرح کی بہت ہو گئین جو قرآن اور حدیث کے مقتضا سے منحرف کردین اور کچھ لوگ ایسے ظاہر
ہو گئے جنہون نے بدعتون کے شبہات کو چکنا دیا اور انہین تقریرین بنائین اسلیے گو پہلے ان امور کے جوابات مین خوض کرنا منع تھا مگر
ضرورت کے باعث سے اب جائز بلکہ فرض کفایہ ہوگیا لیکن اسی قدر کہ اگر بدعتی اپنی بدعت کی طرف میل کرانے کا قصد کرے تو اسکا
مقابلہ ہو سکے اور اسکے لیے ایک حد معین ہو جسکو ہم فصل آیندہ یعنی تیسری فصل مین بیان کرینگے - اور فلسفہ کا حال یہ ہو کہ وہ ایک علم
نہین ہو بلکہ اسکے چار حصے ہین اول اقلیدس اور حساب اور یہ دونون جائز ہین جیسا کہ پہلے بیان ہوا اور بجز ایسے شخص کے کہ جسپر یہ خوف
ہو کہ انکے پڑھنے سے برے علمون کی طرف میل کر جاویگا اور شخص کو انسے منع نہ کیا جاویگا اور جسپر خوف ہو اسکو منع کیا جاوے اسلیے
کہ انکے ماہر جو انمین کثرت سے مہارت کرتے ہین وہ بدعتون کی طرف میل کر جاتے ہین تو ضعیف الایمان کو ان دونون سے بچانا چاہیے
جیسے چھوٹے بچے کو نہر کے کنارہ پر نہین کھڑا ہونے دیتے کہ کہین نہر مین نہ جا پڑے یا نو مسلم کو کفار کے میل جول رکھنے سے بچاتے ہین
کہ کہین انکی صحبت انمین اثر نہ کرجاوے بخلاف قوی کے کہ اسکو کچھ حرج نہین دوسرا حصہ فلسفہ کا منطق ہو جسمین دلیل کی کیفیت اور
شرطین اور حد کی وجہ اور شرطین مذکور ہوتی ہین اور یہ علم دونون باتین علم کلام مین داخل ہین تیسرا حصہ الٰہیات ہین یعنی ذات خدا

رح [illegible]

پاک اور اُسکے صفات کو بیان کرنا اور یہ بھی کلام مین داخل ہی فلسفیون نے اس باب مین کوئی علم نئے طور کا ایجاد نہین کیا بلکہ اُنکے مذہب جدا گانہ ہین کہ بعضے کفر ہین اور بعضے بدعت اور جسطرح کہ معتزلی ہو جانا ایک علم جدا نہین بلکہ کلام والون ہی مین سے کچھ لوگون نے بحث و دلیل کر کے مذہب باطل علیحدہ کر لیے ہین اسی طرح فلسفیون کا حال جانو۔ چوتھا حصہ طبیعیات ہین کہ بعض تو شریعت اور دین حق کے مخالف ہین وہ سرے سے علم نہین کہ اقسام علوم مین بیان کیے جاوین بلکہ جہل ہین اور بعض مین اجسام کی صفات اور خواص اور انکا تغیر اور تبدل اور ایک دوسرے سے بدل جانا مذکور ہوتا ہی انکا حال طب کے مشابہ ہی فرق یہ ہی کہ طبیب کی نظر خاص بدن انسان مین باعتبار مرض اور صحت کے ہوتی ہی۔ اور طبیعیات والون کی نظر سب اجسام مین باعتبار تغیر اور حرکت کے ہوتی ہی مگر طب کو طبیعیات پر فضیلت ہی یعنی طب کی طرف حاجت ہوتی ہی اور طبیعیات کی طرف کچھ حاجت نہین پڑتی۔ حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ علم کلام اُن چیزون مین سے ہی کہ جنکا سیکھنا فرض کفایہ ہی تاکہ عوام کے دلون کو بدعتیون کے خیالات سے امن ملے اور اس علم کا وجوب بدعتون کے پیدا ہونے سے واقع ہوا جیسے راہ حج مین عرب کے ظلم اور رہزنی کے باعث محافظ کی نگاہ کی ضرورت ہو گئی ہی اگر اہل عرب کے لوگ اپنی تعدی چھوڑ دین تو پھر راہ حج کی شرطون مین سے نگاہبانی محافظین کی نہوگی اسی طرح اگر بدعتی اپنی بک سے باز آوے تو پھر علم کلام کی بھی اس مقدار سے زیادہ حاجت نہ رہے جو زمانہ صحابہؓ مین تھی۔ پس کلام سیکھنے والے کو معلوم کرنا چاہیے کہ علم کلام کی حد دین مین یہانتک ہی اور متکلم کا درجہ دین مین ایسا ہی جیسے راہ حج مین محافظ کا تو اگر محافظ محافظت کے سوا اور کچھ نہ کرے تو وہ ظاہر ہی کہ حاجیون مین نہوگا بلکہ حج کے اعمال ادا کرنے سے حاجی ہوگا اسیطرح اگر متکلم صرف مناظرہ اور بدعتیون کی روک ہی مین مشغول رہیگا اور طریق آخرت طی نہ کریگا اور اپنے دل کی خبر گیری اور درستی مین مصروف نہوگا تو وہ کبھی دین کے عالمون مین سے ہرگز نہوگا اُسکے پاس بجز عقیدہ کے جسمین سب عوام شریک ہین اور کیا ہی اور عقیدہ اعمال ظاہری دل اور زبان سے متعلق ہی ہان عوام سے اسقدر تمیز اُسکو ہوگی کہ بدعتیون سے لڑ سکتا ہی اور عوام کی حفاظت کرتا ہی لیکن معرفت خدا تعالی کی اور اُسکے صفات اور افعال کی اور اُن امور کی جنکا بیان ہم نے علم مکاشفہ مین کیا ہی وہ علم کلام سے حاصل نہین ہوتی بلکہ کیا عجب ہی کہ یہ علم اُنکا حجاب اور مانع ہو اور اُن تک رسائی تو مجاہدہ سے ہی جسکو اللہ تعالی نے ہدایت کا مقدمہ قرار دیا ہی جیسا کہ ارشاد فرمایا والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین۔ اب اگر یہ کہو کہ تم نے متکلم کی تعریف بھی کہدی کہ عوام کے عقیدہ کو بدعتیون کے اُچکاوے سے محفوظ رکھے جیسے محافظ کا حال ہی کہ حاجیون کے کپڑے عرب کی لوٹ سے بچاتا ہی اور فقیہ کی تعریف یہ بیان کی کہ اُسکو وہ قانون یاد ہو جس سے بادشاہ ایک دوسرے کی تعدی کو روک سکے اور علم دین کی نسبت یہ دونون مرتبے کم ہین حالانکہ علماے امت جو اہل فضل مشہور ہین وہ فقہا اور اہل کلام ہین اور وہ لوگ خدا تعالی کے نزدیک افضل ہین تو تم اُنکے درجون کو کس طرح علم دین کی نسبت کر ایسے پست درجے مین ڈالے دیتے ہو تو اُسکا جواب یہ ہی کہ جو شخص حق کو آدمیون سے پہچانتا ہو وہ گمراہی کے جنگلون مین خاک چھانتا ہی تمکو چاہیے کہ اول حق کو جانو تب اُسکے اہل کو پہچانو بشرطیکہ طریق حق کے سالک ہو اور اگر تقلید پر قانع ہو اور جو درجے فضیلت کے لوگون مین مشہور ہین انھین پر تاک رکھتے ہو تو صحابہؓ کے حالات اور مراتب بلند سے غفلت نہ کرو جن لوگون کا ذکر تم نے کیا اُن سب کا اتفاق ہی کہ صحابہؓ سب سے بڑھکر ہین۔ اور دین مین کوئی اُنکی چال نہین چل سکتا نہ اُنکی گرد کو ہو سکے حالانکہ اُنکی فضیلت علم کلام اور علم فقہ سے نہ تھی بلکہ علم آخرت اور اُسکے طریق کے اختیار کرنے سے تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کو جو اورون پر فضیلت تھی تو زیادہ روزے رکھنے اور کثرت سے نماز پڑھنے اور بہت سی روایت کرنے سے نہ تھی نہ فتوی دینے اور علم کلام کی جہت سے بلکہ اُس چیز کی جہت سے تھی جو اُنکے سینے مین کبھی تھی چنانچہ اُنکی شہادت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے لیے فرمائی پس تم کو اُس راز کی جستجو مین حرص کرنی چاہیے کہ جو بہتر نفیس اور در مکنون وہی ہی اور جسکو اکثر لوگ متفق ہو کر چند اسباب کی جہت سے جنکی تفصیل طویل ہی بڑا جانتے

ہوتی اور تعظیم کرتے ہون اُنکو جانتے وہ اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد ہزارون صحابہ چھوڑے جو عالم باللہ تھے اُنکی تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اُنمین سے کوئی ایسا نہ تھا جو فن کلام سے اچھا واقف ہو اور سوا سے کچھ اوپر دس شخصون کے اور کسی نے اپنے آپکو فتوی دینے کے لیے مقرر نہ کیا حضرت ابن عمرؓ بھی صحابہ کبار مین سے تھے جب اُن سے کوئی فتوی پوچھتا تو فرماتے کہ فلان حاکم کے پاس جاؤ جنھنے اُن لوگون کے کام اپنے ذمے لے رکھے ہین اور اس سوال کو اُسکی گردن پر رکھو اس جواب مین یہ اشارہ تھا کہ مقدمات اور احکام مین فتوی دینا ولایت اور سلطنت کا تابع ہے اور جبکہ حضرت عمرؓ کی وفات ہوئی تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ علم کے نو حصے مر گئے لوگون نے اُنسے عرض کیا کہ آپ یہ قول کیون فرماتے ہین ہم مین تو بڑے بڑے صحابی موجود ہین اُنھون نے فرمایا کہ میری غرض علم فتوی اور حکم سے نہین میرا مقصود علم خداے تعالی کا ہے بھلا بتاؤ تو کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فن کلام وغیرہ مراد لی تھی اگر یہ مراد نہ تھی تو پھر کہو کیا ہوا جو کہ اس علم کی معرفت پر حرص نہین کرتے کہ حضرت عمرؓ کے مرنے سے اُسکے نو حصے مر گئے حالانکہ حضرت عمرؓ وہ تھے جنھون نے کلام اور جدل کا باب مسدود فرمایا اور جب صبیغ نے آپکے سامنے قرآن کی دو آیتون کے ایک دوسرے کے مخالف ہونے کے باب مین سوال پیش کیا تو آپنے اُسکو درے سے مارا اور ملنا چھوڑ دیا اور اُن لوگون کو فرمایا کہ اُسکو چھوڑ دین اور یہ جو تم کہتے ہو کہ علما مین سے مشہور فقہا اور اہل کلام ہین تو اُسکا جواب یہ ہے کہ جس چیز سے خداتعالی کے نزدیک فضیلت ہوتی ہے وہ اور چیز ہے اور جس سے لوگون مین شہرت ہوتی ہے وہ دوسری چیز ہے چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی شہرت تو خلافت کی جہت سے تھی اور فضیلت اُس سر کی جہت سے جو اُنکے دل مین منقش تھا اسی طرح حضرت عمرؓ کی شہرت سیاست کے سبب تھی اور فضیلت اس علم کی جہت سے جسکے نو حصے آپکی موت پر جاتے رہے اور اپنی حکومت مین جو قصد خداتعالی کی نزدیکی کا اور خلق پر عدل و شفقت کا کرتے تھے اُسکی جہت سے بزرگی تھی اور وہ ایک امر خفیہ آپکے دل کے اندر تھا آپکے اور افعال ظاہری جو تھے وہ تو اور لوگون سے بھی سرزد ہونے ممکن ہین جو جاہ اور شہرت اور نام کے طالب و راغب ہون غرضکہ شہرت ایسے امر مین ہوتی ہے جو مہلک ہو اور فضل ایسی بات مین ہوتا ہے جو خفیہ ہو کسی کو اُسپر اطلاع نہو اب فقہا اور اہل کلام مثل حکام اور قاضیون کے ہین اور کئی طرح کے ہین بعض تو ایسے ہین کہ اُنھون نے اپنے علم اور فتوی سے خداتعالی کا قصد کیا ہے اور اُسکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کو بچانا منظور ہے نمود اور شہرت اُنکو مطلوب نہین اُن لوگون سے اللہ تعالی راضی ہے اور اُنکی فضیلت خداتعالی کے نزدیک اس وجہ سے ہے کہ اُنھون نے عمل اپنے علم کے بموجب کیا اور اپنے فتوی اور دلیل سے اُسی کی ذات مراد لی اسلیے کہ ہر ایک علم عمل ہے کیونکہ علم بھی ایک فعل کسبی ہے اور ہر ایک عمل علم نہین ہے اور طبیب بھی اپنے علم سے خداے تعالی کے تقرب پر قادر ہے تو اُسکو بھی ثواب اُسی اعتبار سے ہوگا کہ اپنے علم سے خداتعالی کے لیے کام کرے اسی طرح اگر سلطان خلق کا معاملہ خدا کے واسطے کرے تو خداتعالی کے نزدیک پسندیدہ اور قابل ثواب ہوگا نہ اس جہت سے کہ وہ علم دین کا ذمہ دار ہے بلکہ اس سبب سے کہ اُسنے اُس کام کا ذمہ لیا ہے جس سے قصد خداتعالی کی نزدیکی کا رکھتا ہے اور جن چیزون سے کہ خداتعالی کی نزدیکی ہو سکتی ہے وہ تین قسم ہین ایک صرف علم وہ تو علم مکاشفہ ہے دوم صرف عمل جیسے بادشاہ کا عدل کرنا اور لوگون کو مجمع انتظام سے رکھنا سوم مرکب عمل اور علم سے اور وہ طریق آخرت کا علم ہے جو اس علم کا ہے وہ عالم اور عامل دونون ہے پس اب تم اپنے لیے تجویز کرلو کہ قیامت مین خداتعالی کے عالمون مین ہوگے یا عمل کرنے والون مین یا دونون حصون مین ہو کر ہر ایک کے ساتھ اپنا حصہ لگاؤگے یہ بات تمھارے حق مین زیادہ ضروری اور اہم ہے بہ نسبت محض شہرت کے تقلید کے جیسا کہ کسی کا شعر ہے جسکا ترجمہ یہ ہے شعر لو اُسے جو کچھ کہ دیکھو جو سنو وہ اُسکو چھوڑو ہے زحل کی کیا ضرورت شمس کہ ہو سامنے * علاوہ اسکے ہم یہان اگلے فقہا کا وہ حال لکھتے ہین جس سے تمکو معلوم ہو کہ جو لوگ اُنکے مذہب مین اپنے آپکو بتاتے ہین وہ اُنپر ظلم کرتے ہین اور قیامت کو اُنکے بڑے دشمن وہی ہونگے اسلیے کہ فقہاے سلف نے اپنے علم سے بجز رضاے پروردگار اور کچھ قصد نہین کیا اور اُنکے احوال سے علماے آخرت کی علامتین دیکھی گئی ہین چنانچہ اُنکا بیان علماے آخرت کی علامتون

کے ذکر مین آویگا کیونکہ وہ لوگ صرف علم فقہ ہی کے لیے نہ تھے بلکہ دلون کے علم مین مشغول تھے اور اُنکے نگران رہتے تھے اور اس علم مین جو انھون نے کچھ تصنیف نہین کیا اور اُسکی تدریس نہ کی تو اُسکی وجہ وہی تھی جو صحابہ کو فقہ کے باب مین تدریس اور تصنیف کی مانع تھی حالانکہ سب صحابہؓ علم فتوی مین جداگانہ فقیہ تھے اور وجہین مانع یقینا ہوتی ہین اُنکے ذکر کی کچھ حاجت نہین تم اب کچھ حالات اسلام کے فقہا کا ذکر کرتے ہین جس سے تم جان لوگے کہ جو کچھ ہمنے لکھا ہو وہ فقہاے سلف کے باب مین طعن نہین بلکہ وہ اُن لوگون پر طعن ہو جو انکی پیروی ظاہر کرتے ہین اور اُنکے مذہبون سے اپنے آپکو منسوب کرتے ہین حالانکہ وہ عمل مین اُنکے مخالف ہین۔ پس فقہاے سلف جو فقہ کے رئیس اور خلق کے پیشوا جنکے پیرو اکثر ہین وہ پانچ ہین امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری رح انمین سے ہر ایک عابد اور زاہد اور علوم آخرت کا ماہر اور دنیا مین خلق کی بہتری کا سمجھنے والا اور اپنی فقہ سے خدا تعالی کی رضا کا خواہان تھا تو یہ پانچ خصلتین ہین جن مین سے اس زمانے کے فقیہون نے صرف ایک خصلت مین آنکا اتباع کیا ہو یعنے فروعات مین تشدد اور مبالغہ کیونکہ کہ چار خصلتین باقی صرف آخرت ہی کے قابل ہین اور یہ ایک خصلت دنیا اور آخرت دونون کے لیے ہوسکتی ہو اگر اس سے آخرت کا ارادہ کیا تو دنیا کی بہتری کے لیے اُسپر حد تک پڑے ہین اور اس ایک خصلت کے سبب سے دعوی اُن امامون کی مشابہت کا کرتے ہین بھلا لوہار فرشتون کے مشابہ کیسے ہوسکتے ہین اب ہم اُن امامون کے حالات وہ بیان کرتے ہین جنسے وہ چارون خصلتین اُن مین معلوم ہون اور پانچون خصلت یعنی فقہ کی مہارت تو ظاہر ہے حضرت امام شافعی رح کے عابد ہونے پر یہ روایت دلالت کرتی ہو کہ آپ رات کے تین حصے کیا کرتے تھے ایک علم کے لیے دوم نماز کے لیے سوم سونیکے لیے۔ ربیع کہتے ہین کہ امام شافعی رمضان مین ساٹھ قرآن ختم کیا کرتے تھے اور سب نماز ہی مین ختم کیا کرتے تھے اور بویطی جو انکے شاگردون مین سے ہین رمضان مین ایک ختم ہر روز کیا کرتا تھا اور حسن کرابیسی کہتے ہین کہ مین امام شافعی رح کے ساتھ بہت دفعہ رات کو رہا ہون آپکا دستور تھا کہ مقدار سوم حصہ شب کی نماز پڑھا کرتے تھے مین نے آپکو دیکھا کہ پچاس آیتون سے زیادہ نہ پڑھتے تھے اور جب زیادہ کرتے تو سو آیتین پڑھتے تھے اور جب کسی آیت رحمت پر گذرتے تو اللہ تعالی سے اُسکی دعا اپنے لیے اور سب مسلمانون اور ایمانداروں کے لیے مانگتے تھے اور جب آیت عذاب پڑھتے تو اپنے آپکو اور مسلمانون کو اس سے نجات پانے کا سوال کرتے گویا رجا اور خوف دونون انکے لیے ایک ساتھ تھے اس روایت سے سمجھو کہ پچاس آیتون پر آپ کا اکتفا کرنا اسرار قرآنی کو سمجھنے اور اُنپر مطلع ہونے پر کیسی دلالت کرتا ہو اور خود آپکا ارشاد ہے کہ مین سولہ برس سے شکم سیر نہین ہوا اسلیے کہ شکم سیری بدن کو گران کرتی ہو اور دل کو سخت اور دانائی کو کھوتی ہو اور نیند لاتی ہو اور آدمی کو عبادات کم کرنے دیتی ہو تو اس قول سے آپکی حکمت کو دیکھنا چاہیے کہ شکم سیری کی آفتون کو ذکر کیا پھر عبادت مین کوشش کو بنیاد کرنا چاہیے کہ اُسکے واسطے شکم سیری ترک کر دیا اور ظاہر ہو کہ عبادتکی اصل کم کھانا ہے اور یہ بھی آپکا ارشاد ہو کہ مین نے اللہ کی قسم نہ سچی کھائی نہ جھوٹی اس قول سے خیال کرو کہ آپ حرمت اور توقیر خدا سے تعالی کی کتنی کرتے اور جلال خداوندی کا کسقدر علم رکھتے تھے۔ اور آپ سے کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا آپ چپ ہو رہے سائل نے کہا کہ آپ پر خدا تعالی کی رحمت ہو آپ جواب نہین دیتے فرمایا کہ جب تک مجھکو یہ نہ معلوم ہو کہ سکوت مین میری بہتری ہو یا جواب دینے مین تب تک سکوت مین کچھ جواب نہ دونگا اس روایت سے تامل کرو کہ آپ اپنی زبان کی نگاہداشت کتنی کرتے تھے حالانکہ فقہا پر سب اعضا سے زیادہ زبان مسلط ہو اور اُسکے ضبط اور قابو سے باہر اور اسی روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہو کہ آپ کا بولنا اور چپ رہنا فضیلت اور ثواب کے حاصل کرنیکے لیے ہوا کرتا تھا۔ اور احمد بن یحیی بن وزیر یہ روایت کرتے ہین کہ ایکبار آپ قندیلون کے بازار سے نکلے اور ہم آپکے پیچھے ہو لیے دیکھا تو ایک شخص کسی عالم سے الجھ رہا ہو اور اُسکو بیہودہ کہتا ہو آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اپنے کانون کو فحش کے سننے سے صاف کرو جیسے زبان کو فحش کہنے سے صاف کرتے ہو اسلیے کہ سننے والا کہنے والے کا شریک ہو اور کم عقل آدمی اپنے برتن مین جو سب سے زیادہ برا ہو

دیکھتا ہو اسکو چاہتا ہو کہ تمھارے منہ مین لوٹ دے اگر اسکا قول اسی پر لوٹا دیا جاوے یعنی اسکو کانون مین جگہ نہ دی جاوے تو اسکا نہ سننے والا نیکبخت ہوگا جیسے بولنے والا بدبخت ہوا - اور آپ کا ارشاد ہو کہ ایک حکیم نے دوسرے کو خط لکھا کہ تجکو خداتعالی نے علم دیا ہو اپنے علم کو گناہون کی تاریکی سے ظلمت نہ کر ورنہ جس روز کہ اہل علم اپنے علم کے نور مین چلینگے تو اندھیرے مین رہیگا - اور آپ کا زہد آپکی روایتون سے معلوم ہوتا ہو کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص دعوی کرے کہ میرے دل مین محبت دنیا کی اور محبت اسکے خالق کی ایک ساتھ ہو وہ جھوٹا ہو - اور حمیدی کہتے ہین کہ آپ ایکبار بعض حکام کے ساتھ یمن کو گئے اور وہان سے دس ہزار درم لیکر مکے کو پھرے مکہ منورہ کے باہر ایک گانون مین آپکے لیے خیمہ کر دیا گیا لوگ آپ سے ملنے آنے لگے آپ نے جبتک وہ سب مال تقسیم نہ کر دیا وہان سے نہ ہلے - اور ایک روز آپ حمام سے نکلے تو حمام والے کو بہت سا مال دے ڈالا - اور ایک دفعہ آپکا کوڑا ہاتھ سے گر پڑا ایک شخص نے اٹھا دیا اسکو آپ نے اسکے عوض مین پچاس اشرفیان دین اور سخاوت آپکی مشہور ہو بیان کرنے کی حاجت نہین اور زہد کی اصل سخاوت ہو اسلیے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہو اسکو روک رکھتا ہو اور جدا نہین کرتا اس صورت مین مال وہی جدا کریگا جسکی نظرون مین دنیا حقیر ہو اور یہی معنی زہد کے ہین - اور آپ کے زہد پر اور خداتعالی سے زیادہ خوف رکھنے پر اور اپنی ہمت کو آخرت مین مشغول رکھنے پر روایتین بھی دال ہین کہ سفیان بن عیینہ نے آپکے سامنے ایک حدیث رقت قلب کے بیان مین روایت کی آپکو غش آگیا لوگون نے سفیان سے کہا کہ آپ مر گئے انھون نے فرمایا کہ اگر مر گئے تو اپنے زمانے کے لوگون سے افضل مر گئے - اور عبداللہ بن محمد بلوی کہتے ہین کہ مین اور عمر بن نباتہ بیٹھے ہوے عابدون اور زاہدون کا ذکر کر رہے تھے عمر نے مجھسے کہا کہ مین نے پرہیزگار اور فصیح محمد بن ادریس شافعی رح سے کسی کو زیادہ نہین دیکھا کہ مین اور آپ اور حارث بن لبید صفا کی طرف گئے اور حارث صالح مری کا شاگرد تھا اسنے پڑھنا شروع کیا اور یہ شخص خوش آواز تھا جب یہ آیت پڑھی ہذا یوم لا ینطقون ولا یؤذن لہم فیعتذرون مین نے آپکو دیکھا کہ آپکا رنگ بدل گیا اور بدن پر بال اٹھ کھڑے ہوے اور زور سے تڑپ کر بیہوش ہو گئے جب آپکو ہوش آیا تو یون کہنا شروع کیا الہی مین تجھسے پناہ مانگتا ہون جھوٹون کے مقام اور غافلون کے اعراض سے الہی تیرے ہی لیے عارفون کے دل انکسار کرتے ہین اور تیرے ہی لیے مشتاقون کی گردنین جھکتی ہین الہی اپنی جود مجھکو عنایت کر اور مجھکو اپنے پردہ کرم مین چھپا اور اپنی ذات کے کرم کے طفیل سے میری تقصیر سے درگذر کر عبداللہ کہتے ہین کہ پھر وہان سے اٹھکر ہم سب چلے آئے جب مین بغداد مین پہونچا آپ ان دنون عراق مین تھے مین نہر کے کنارے نماز کے لیے وضو کرتا تھا ایک شخص میرے پاس گذرا اور کہا کہ بیٹا اپنا وضو اچھی طرح کر خداتعالی دنیا و آخرت مین تیرے ساتھ اچھی طرح پیش آویگا مین نے جو پھر کر دیکھا تو معلوم کیا کہ ایک بزرگ ہین جنکے پیچھے بہت لوگ ہین جلدی سے وضو کرکے انکے پیچھے ہوا میری طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تجھے کچھ کام ہو مین نے کہا کہ ہان یہ مطلب ہو کہ جو علم خداتعالی نے آپکو دیا ہو اسمین سے مجھکو بھی کچھ سکھلا دیجیے آپ نے فرمایا کہ جان رکھ کہ جو شخص اللہ تعالی کی تصدیق کرتا ہو وہ نجات پاتا ہو اور جو شخص اپنے دین کا خوف رکھتا ہو وہ تباہی سے بچا رہتا ہو اور جو شخص دنیا مین زہد کرتا ہو قیامت کو اللہ تعالی کے ثواب کو دیکھکر اسکی آنکھین ٹھنڈی ہونگی - اب اور کچھ زیادہ فرماؤن مین نے کہا بہتر آپ نے فرمایا کہ جس شخص مین تین خصلتین ہین اسنے اپنا ایمان پورا کر لیا ایک یہ کہ اچھی بات کا دوسرے کو حکم کرے اور آپ بھی آپ مانے دوم یہ کہ برائی سے اورون کو منع کرے اور پہلے آپ باز رہے سوم یہ کہ اللہ تعالی نے جو حدین مقرر کی ہین انکی نگہداشت کرے اور اسنے کسی طرف تجاوز نہ کرے - اب اور کچھ بتاؤن مین نے کہا بہتر فرمایا کہ دنیا مین زاہد رہ اور آخرت کا راغب ہو اور سب باتون مین خداتعالی کو سچا جان اس سے تو اور نجات پانے والون کے ساتھ مین نجات پاویگا یہ کہکر آپ تشریف لے گئے مین نے لوگون سے پوچھا کہ یہ کون ہین کہا کہ شافعی رح ہین اس روایت سے آپکے بیہوش ہو جانے کو سوچو پھر نصیحت فرمانے کو خیال کرو کہ اسمین سے آپکا زہد اور شدت خوف کتنا معلوم ہوتا ہو اور یہ خوف اور زہد بدون معرفت اللہ تعالی کے حاصل نہین ہوتا کہ خداتعالی خود فرماتا ہو

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء امام شافعی رح نے یہ خوف اور زہد فقہ کے سلم اور اجارہ اور چیزون سے حاصل نہین کیا تھا بلکہ آخرت کے علوم جو قرآن اور حدیث سے نکلے ہین اُنسے پیدا کیا تھا کیونکہ تمام اولین اور آخرین کی حکمتین قرآن و حدیث مین بھری ہین۔ اور دل کے اسرار اور علوم آخرت سے آپکا واقف ہونا اُن حکمتون سے تمکو معلوم ہوگا جو آپ سے منقول ہین مثلاً کسی نے آپ سے پوچھا کہ ریا کیا ہے آپ نے بلا تامل فرمایا کہ ریا ایک فتنہ ہے جسکو خواہش نفس نے علما کے دلون کے سامنے لا کھڑا کیا انھون نے اُسکی طرف اس وجہ سے کہ نفس بری بات اختیار کرتا ہے دیکھا اسلیے اُنکے عمل برباد ہوگئے۔ اور یہ آپ کا قول ہے کہ جب تمکو اپنے عمل مین عجب کا خوف ہو تو سوچو کہ تم کسکی رضا چاہتے ہو اور کس ثواب کے راغب اور کس عذاب سے ترسان اور کونسی عافیت کے شکرگزار اور کونسی مصیبت کو یاد کرتے ہو جب تم ان باتون مین سے ایک مین بھی فکر کروگے تو تمھارا عمل تمھاری نظرون مین حقیر ہو جاویگا عجب سے مامون رہیگا پس تامل کرو کہ آپنے کسطرح ریا کی حقیقت اور عجب کا علاج ذکر فرمایا اور یہ دونون دل کی بڑی آفتون مین سے ہین۔ اور یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کو محفوظ نہ رکھا اُسکے علم نے اُسکو فائدہ نہ دیا۔ اور فرمایا کہ جو شخص علم سے خدا تعالی کی اطاعت کرتا ہے وہ اُسکے راز کو سمجھتا ہے۔ اور فرمایا کہ ہر ایک آدمی کے لیے دوست اور دشمن ضرور ہوتے ہین جب یہ حال ہے تو تم انھین لوگون کے ساتھ رہو جو خدا تعالی کے اہل طاعت ہین۔ اور روایت ہے کہ عبد القاہر بن عبد العزیز ایک مرد نیکبخت پرہیزگار تھے وہ آپ سے پرہیزگاری کے باب مین مسائل پوچھا کرتے اور آپ اُنکے ورع کی جہت سے اُنکے پاس تشریف لیجایا کرتے تھے ایک روز انھون نے شافعی رح سے کہا کہ صبر اور امتحان اور تمکین مین سے کون چیز بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ تمکین انبیا کا درجہ ہے اور وہ بعد آزمایش کے ہوتا ہے پس جب امتحان ہوتا ہے تو صبر ہوتا ہے اور صبر کے بعد تمکین دیکھو خدا تعالی نے اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا پھر اُنکو وقار عنایت کیا۔ اور حضرت موسی اور حضرت ایوب علیہما السلام کا اول امتحان لیا پھر وقار عنایت فرمایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا اول امتحان لیا پھر اُنکو تمکین اور ملک عطا کیے اور تمکین سب درجون سے افضل ہے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وکذلک مکنا لیوسف فی الارض اور حضرت ایوب علیہ السلام کو بعد بہت بڑی آزمایش کے تمکین دی اور فرمایا وآتیناہ اہلہ ومثلہم معہم رحمۃ من عندنا وذکری للعابدین تو یہ جواب امام شافعی رح کا دلالت کرتا ہے کہ آپکو اسرار قرآنی پر خوب عبور تھا اور جو لوگ انبیا اور اولیا اللہ تعالی کی طرف کے سالک ہین اُنکے مقامات سے خوب واقف تھے اور یہ سب باتین آخرت کے علوم مین سے ہین۔ اور آپ سے کسی نے سوال کیا کہ آدمی عالم کب ہوتا ہے فرمایا کہ جس علم کو جانتا ہے اُسمین جب محقق ہو کر دوسرے علمون کے درپے ہوتا ہے اور جو بات اس سے رہگئی ہے اُسمین تامل کرتا ہے تو اُسوقت عالم ہوتا ہے چنانچہ جالینوس سے کسی نے پوچھا کہ تم ایک مرض کے لیے بہت سی دوائین مرکب لکھتے ہو اُسنے جواب دیا کہ مقصود ایک ہی دوا ہے دوسری اُسکے ساتھ اسلیے ہین کہ اُسکی تیزی کم ہو جاوے اسلیے کہ مفرد دوائین قاتل ہین پس اسطرح کی بہت سی باتین اور علوم آخرت مین آپکی معرفت الہی علو مرتبت پر دلالت کرتی ہین رہی یہ بات کہ آپ خاص فقہ سے اور اُسمین مناظرہ کرنے سے خدا تعالی کی رضا کے خواہان تھے اس امر پر یہ روایتین دال ہین کہ آپ نے فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ اس علم سے لوگ مستفید ہون اور اُسمین سے میری طرف کوئی چیز منسوب نہو تو دیکھو کہ آپکو علم کی آفت اور طلب شہرت کی برائی کتنی معلوم تھی اور اس باب مین خالص نیت خدا تعالی کی رضا جوئی کی کرکے شہرت کی طرف دل کی توجہ سے مبرا تھے اور آپ کا ارشاد ہے کہ مین نے کبھی کسی سے مناظرہ اس طور سے نہین کیا کہ یہ چاہا ہو کہ وہ خطا کرے۔ اور فرمایا کہ جب مین نے کسی سے گفتگو کی ہے تو یہ چاہا ہے کہ اُسکو توفیق راستی کی اور اعانت ملے اور اُسکے اوپر خدا تعالی کی حمایت اور حفاظت رہے اور جب مین نے کسی سے کلام کیا ہے تو یہ پروا نہین کی ہے کہ امر حق میری زبان خواہ اُسکی زبان سے نکلے۔ اور فرمایا کہ جب مین نے امر حق اور حجت کو کسی شخص پر پیش کیا اور اُسنے حق بات کو قبول کیا تو مین اُس سے ہیبت رکھتا ہون اور اُسکی محبت کا معتقد ہوتا ہون اور جو کوئی امر حق پر مجھسے تکرار کی

ستائیسویں ... رشتہ ... امریکہ ... جو ... ۱۲ ... اور اسطرح ... یوسف ... ۱۲ ... ۱۹۱۰ ... اور ... سے ... ۱۲

کرکے بحث توڑتا ہی تو وہ میری نظرون سے گرجاتا ہی اُس سے ملنا چھوڑ دیتا ہون - تو یہ علامات ہین جنسے معلوم ہوتا ہی آپکی غرض فقہ سے اور اسمین مناظرہ کرنے سے خداتعالی کی رضا جوئی تھی اب دیکھو کہ زمانہ حال کے لوگون نے آپ کا اتباع اِن پانچ باتون مین صرف ایک بات مین کس طرح کیا ہی اور پھر اُسمین بھی آپکے خلاف کرتے ہین اور اسی لیے ابو ثور رحمہ اللہ نے فرمایا ہی کہ نہ مین نے اور دیکھنے والون نے کوئی شخص شافعی رح کے مثل دیکھا ہی - اور احمد بن حنبل رح فرمایا کہ چالیس برس سے مین نے ایسی کوئی نماز نہین پڑھی جسکے بعد امام شافعی کے لیے دعا نہ مانگی ہو اس روایت سے دعا مانگنے والے کے انصاف کو اور جسکے لیے دعا کی اُسکے درجے کو خیال کرو اور اسپر اُس زمانے کے علما کے حالات کو مطابق کرو کہ اُنکے دلون مین آپس مین کتنا بغض اور عناد ہی تاکہ تمکو معلوم ہو کہ یہ لوگ جو دعوی سلف کی پیروی کا کرتے ہین اس دعوی مین قصور رکھتے ہین امام احمد رح کے زیادہ دعا مانگنے کی جہت سے اُنکے لڑکے نے اُنسے کہا کہ شافعی کون شخص تھے جنکے لیے تم اسقدر دعا مانگتے ہو اُنھون نے فرمایا کہ بیٹا شافعی رح دنیا کے حق مین مثل آفتاب کے تھے اور لوگون کے حق مین مثل تندرستی کے تو اب بتاؤ کہ ان باتون مین سے کوئی اُنکی نیابت کرتا ہی - اور امام احمد رح فرمایا کرتے کہ جو کوئی اپنے ہاتھ سے دوات چھوے اُسکی گردن پر شافعی کا احسان ہی - اور یحیی بن سعید پنبہ فروش کہتے ہین کہ مین نے چالیس برس سے جو نماز پڑھی اُسمین شافعی رح کے لیے دعا مانگی اسلیے کہ اللہ تعالی نے اُنکو علم عنایت فرمایا اور اسمین طریقہ راستی ہدایت کیا - اب ہم آپ کے حالات کو اسیقدر مختصر پر کفایت کرتے ہین اسلیے کہ سب حالات خارج از حد شمار ہین اور یہ مناقب جو ہمنے لکھے ہین اکثر اُس کتاب سے نقل کیے ہین جو نصر بن ابراہیم مقدسی رح نے مناقب شافعی رح مین لکھی ہی اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ بھی ان پانچون خصلتون کے ساتھ موصوف تھے چنانچہ اُنسے کسی نے کہا کہ ای مالک طلب علم مین آپ کیا فرماتے ہین اُنھون نے فرمایا کہ بہتر اور اچھا ہی بلکہ جو شخص صبح سے لیکر شام تک تمھارا ساتھ نہ چھوڑے اُسکا ساتھ تم بھی نہ چھوڑو اور آپ علم دین کی تعظیم مین بہت مبالغہ فرماتے یہانتک کہ جب حدیث بیان کیا چاہتے تو وضو کرتے اور اپنے فرش کے صدر مقام پر بیٹھتے اور ڈاڑھی مین کنگھی کرتے اور خوشبو لگاتے اور بیٹھنے مین وقار اور ہیبت کو ملحوظ رکھتے پھر حدیث ارشاد کرتے لوگون نے جو اس باب مین آپ سے کچھ کہا تو آپ نے فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی عظمت کرون - اور آپکا ارشاد ہی کہ علم ایک نور ہی اُسکو خداتعالی جہان چاہتا ہی وہان کردیتا ہی کثرت روایت سے نہین ہوتا اور یہ حرمت اور توقیر اس بات پر دال ہی کہ آپکو اللہ تعالی کے جلال کی معرفت نہایت قوی تھی - اور علم سے آپکی غرض خداتعالی کی رضا ہوتی آپ کے اس قول سے معلوم ہوتی ہی کہ فرمایا دین کے باب مین جدل کرنا کچھ بھی نہین اور اس امر پر امام شافعی رح کا قول بھی دلالت کرتا ہی کہ مین آپ کے پاس حاضر ہوا اُسوقت آپ سے اڑتالیس مسئلے پوچھے گئے تھے اُنمین سے بتیس کے جواب مین آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہین تو جسکو اپنے علم سے خداتعالی کے سوا اور کچھ غرض ہوتی ہی اُسکا نفس کبھی نہین مانتا کہ یون اقرار کرے کہ مین نہین جانتا اور اسی لیے امام شافعی رح نے فرمایا ہی کہ جب عالمون کا ذکر ہو تو امام مالک اُنمین نجم ثاقب ہین اور امام مالک سے بڑھکر میرے اوپر کسی کا احسان زیادہ نہین ہوا اور روایت ہی کہ ابو جعفر منصور نے آپکو منع کر دیا تھا کہ مکرہ کے طلاق کے باب مین حدیث مت بیان کرنا پھر ایک شخص کو خفیہ کہدیا کہ اُنسے اُس طلاق کا مسئلہ پوچھے جب اُس شخص نے دریافت کیا تو آپ نے سب لوگون کے سامنے کہدیا کہ جس شخص سے زبردستی طلاق کہلائی گئی ہو وہ طلاق نہین ہی ابو جعفر نے آپ کے کوڑے لگائے مگر آپ نے حدیث بیان کرنا ترک نہ کیا - اور امام مالک رح کا ارشاد ہی کہ جو شخص حدیث مین سچا ہوتا ہی اور جھوٹ نہین بولتا اُسکی عقل سے اُسکو نفع دیا جاتا ہی - اور بڑھاپے مین آفت اور فساد عقل طاری نہین ہوتا - اور دنیا مین آپ کا زہد اس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ امیر المومنین مہدی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کا کوئی مکان ہی آپ نے فرمایا کہ نہین لیکن اس باب مین مین تجھسے ایک حدیث بیان کرتا ہون کہ مین نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سے سُنا ہی کہ وہ فرماتے تھے کہ آدمی کا نسب اُسکا مکان ہی

اور ہارون رشید نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کا مکان ہے آپ نے فرمایا کہ نہیں پس رشید نے تین ہزار دینار آپ کو دیئے آپ نے انکو لیکر رکھ چھوڑا
خرچ نہ کیا جب رشید نے مدینہ منورہ سے چلنا چاہا تو آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کو بھی ہمارے ساتھ چلنا چاہیے اسلیے کہ مین نے
قصد کیا ہے کہ لوگون کو موطا کی ترغیب دون جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگون کو قرآن پر ترغیب دی تھی آپ نے جواب دیا کہ لوگون کو موطا کی
ترغیب دینے کی کوئی سبیل نہین اسلیے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد حضرت کے شہرون مین چلے گئے ہین اور حدیثین روایت
کی ہین اسی لیے ہر ایک شہر کے پاس علم حدیث موجود ہے اور آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اختلاف امتی رحمۃ باقی رہا تمھارے ساتھ چلنا تو وہ بھی
نہین ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین المدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون اور یہ بھی ارشاد ہے المدینۃ تنفی خبثھا کما ینفی الکیر خبث الحدید
اور یہ تمھارے دینار جون کے تون رکھے ہین چاہو سے لو چاہو چھوڑ جاؤ یعنی تم جو مجھے مدینہ چھوڑانا چاہتے ہو تو اسلیے کہ تمنے مجھپر احسان کیا ہے
پس مین دینار کو حضرت کے مدینہ طیبہ پر ترجیح نہین دیتا ہون غرض کہ دنیا مین آپ کے زہد کی یہ صورت تھی اور جب آپ کے علم اور شاگردون
کے کثرت سے شہرت ہونے کی جہت سے سب طرف سے مال آپ کے پاس آنے لگا آپ انکو امور خیر مین خرچ کر دیا کرتے آپ کی سخاوت سے آپکا
زہد اور دنیا کی محبت کی کمی معلوم ہوتی ہے اور زہد یون نہین ہوتا کہ آدمی کے پاس مال نہو بلکہ یہی صورت ہے کہ مال سے دل بے پروا ہو چنانچہ حضرت
سلیمان علیہ السلام اپنی سلطنت مین زہد کرتے تھے۔ اور اس روایت سے حضرت مالک رح کا دنیا کو حقیر جاننا اور بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی رح
سے نقل ہے کہ مین نے امام مالک کے دروازے پر ایک گلہ خراسان کے گھوڑون اور مصر کے خچرون کا ایسا دیکھا کہ اس سے عمدہ مین نے
نہین دیکھا تھا مین نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یہ کیا عمدہ ہین آپ نے فرمایا کہ اے ابو عبد اللہ یہ میری طرف سے تمکو تحفہ ہے مین نے
کہا کہ آپ ایک ان مین سے اپنی سواری کے لیے رہنے دیجیے آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالی سے شرم آتی ہے کہ جس زمین مین اسکا پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم ہو اس زمین کو سواری کے سم کا پامال کرون اس روایت سے خیال کرو کہ سخاوت آپ مین اسقدر تھی کہ سب گھوڑے خچر ایکبارگی
دے ڈالے اور پھر خاک پاک مدینہ طیبہ کی توقیر کا لحاظ کرو۔ اور آپ کی غرض علم سے خدا تعالی کی رضا ہونی اور دنیا کو حقیر جاننا آپ کی اس حکایت
سے ثابت ہے کہ فرماتے ہین کہ مین ہارون رشید کے پاس گیا رشید نے مجھے کہا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لایا کیجیے تاکہ ہمارے لڑکے آپ سے
موطا سنین مین نے کہا کہ خداے تعالی امیر کی ترقی کرے یہ علم تمھین لوگون سے نکلا ہے اگر تم اسکی عزت کرو گے تو عزیز ہوگا اور اگر ذلت کرو گے
تو ذلیل ہوگا علم کے پاس لوگ جایا کرتے ہین علم نہین آیا کرتا رشید نے کہا کہ آپ درست فرماتے ہین اور لڑکون کو حکم دیا کہ مسجد مین جاؤ تاکہ
اور لوگون کے ساتھ موطا سنو اور حضرت امام ابو حنیفہ کوفی رح بھی عابد اور زاہد اور خداے تعالی کے عارف اور اس سے ڈرنے والے
اور اپنے علم سے اسکی رضا کے خواہان تھے۔ آپ کی عبادت اس روایت سے معلوم ہوتی ہے جو ابن مبارک سے مروی ہے آپ صاحب مروت
تھے اور نماز بہت پڑھتے تھے اور حماد بن ابی سلیمان روایت کرتے ہین کہ آپ تمام شب عبادت کرتے تھے اور روایت یون ہے کہ آپ نصف شب
عبادت کیا کرتے تھے ایک روز آپ چلے جاتے تھے ایک شخص نے آپ کی طرف اشارہ کیا دوسرے نے کہا کہ یہ وہ ہین جو تمام شب عبادت
کرتے ہین اس روز کے بعد سے پھر امام صاحب نے تمام شب عبادت کرنی شروع کر دی اور فرمایا کہ مجھکو خدا تعالی سے شرم آتی ہے کہ اسکی عبادت
جتنی مین نہ کرتا ہون اسقدر لوگ مجھے بتاتے ہین۔ اور آپ کا زہد ان روایتون سے ثابت ہے کہ ربیع بن عاصم کہتے ہین کہ مجھکو یزید بن عمر و بن ہبیرہ
نے بھیجا مین حضرت امام ابو حنیفہ رح کو انکے سامنے لیگیا انھون نے چاہا کہ آپ بیت المال کے حاکم ہون آپ نے انکار کیا انھون نے آپ کے بیس کوڑے
مارے تو دیکھا حکومت سے کیسے انکار کیا اور مار کو برداشت فرمایا۔ اور حکم بن ہشام ثقفی سے کہا ہے کہ مجھے شام مین امام صاحب کے باب مین
ایک روایت کسی نے کی کہ آپ سب لوگون سے زیادہ امین تھے اور بادشاہ نے چاہا کہ آپکو اپنے خزانون کی کنجیان سپرد کر دے ورنہ آپکو
پٹوا دے تو آپ نے دنیا کا عذاب اختیار کیا اور خدا تعالی کے عذاب کی جرأت نہ کی۔ اور ابن مبارک کے سامنے جو آپ کا ذکر ہوا تو کہتے ہین

۱۲ یعنی میری امت کا اختلاف رحمت ہے ۱۲
یعنی مدینہ بہتر ہے انکے لیے اگر جانین ۱۲ یعنی مدینہ اپنے میل کو ایسا ہی نکال دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کا میل دور کرتی ہے ۱۲ بخاری ومسلم
بہتر کر دو دونو رکھنے ہون ۱۲ بخاری ومسلم بروایت سفیان

کہ انھوں نے فرمایا کہ تم ایسے شخص کا کیا ذکر کرتے ہو کہ جسپر تمام دنیا پیش کی گئی اور اُس سے گریز کی۔ اور محمد بن شجاع آپ کے بعض شاگردوں سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سے کسی نے کہا کہ آپ کے لیے امیر المومنین ابو جعفر منصور نے دس ہزار درم دینے کو کہا ہے آپ راضی نہوئے اور جب وہ دن ہوا جس میں توقع اس مال کے آنے کی تھی آپ نے صبح کی نماز پڑھی اور منھ لپیٹ لیا اور کسی سے کچھ کلام نہ کیا پھر حسن بن قحطبہ کا قاصد وہ مال لیکر آپ کے پاس آیا آپ اُس سے کچھ نہ بولے بعض حاضرین نے کہا کہ آپ ہم سے بھی ایک آدھ بات کبھی کرتے ہیں یعنی آپ کی عادت ایسی ہی ہے کہ کلام نہیں کرتے اس مال کو تم اس تھیلی میں ڈالکر گھر کے گوشے میں رکھدو پھر مدت کے بعد امام صاحب نے اپنے سب اثاث البیت کی وصیت کی اور اپنے لڑکے سے کہا کہ جب میں مر جاؤں اور مجھکو دفن کر چکو تو اس تھیلی کو حسن بن قحطبہ کے پاس لیجانا اور کہنا کہ یہ تمھاری وہ امانت ہے جو تمنے ابو حنیفہ کو سپرد کی تھی آپ کے صاحبزادے نے وصیت کے بموجب تعمیل کی حسن نے فرمایا کہ رحمت ہو خدا کی تیرے باپ پر اسلیے کہ وہ اپنے دین پر نہایت حریص تھے۔ اور روایت ہے کہ آپسے عہدۂ قضا کے لیے کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ میں اسکی لیاقت نہیں لوگوں نے پوچھا کہ کس وجہ سے آپ نے فرمایا کہ اگر میں سچا ہوں تب تو واقع میں اسکے لائق نہیں اور اگر اس قول میں جھوٹا ہوں تو جھوٹا شخص عہدۂ قضا کی لیاقت نہیں رکھتا۔ اور آپ کا طریق آخرت سے ماہر ہونا اور امور دینی کے راہ سے واقف ہونا اور خدا تعالی کا عارف ہونا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالی سے بہت ڈرتے تھے اور دنیا میں زاہد تھے چنانچہ ابن جریج رح نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھکو یہ خبر پہونچی ہے کہ یہ تمھارا کوفی نعمان بن ثابت خدا تعالی سے بہت ڈرتا ہے۔ اور شریک نخعی کہتے ہیں کہ امام اعظم رح سکوت بہت رکھتے اور ہمیشہ فکر میں مستغرق رہتے لوگوں سے کلام کم کرتے تو یہ امور صاف دلیل ہیں باطن کے علم اور دینی مہمات میں مشغول رہنے پر اس لیے کہ جسکو سکوت اور زہد عنایت ہوا اسکو علم کامل عطا ہوا یہ ہے مختصر بیان تینوں اماموں کے احوال کا۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل اور سفیان ثوری رح کا حال یہ ہے کہ انکے تابع بہ نسبت اُن تین اماموں کے کم ہیں اور سفیان ثوری کے تابع امام احمد رح کی نسبت کم بھی کم ہیں لیکن یہ دونوں ورع اور زہد میں زیادہ مشہور ہیں اور یہ ساری کتاب ان دونوں کے افعال اور اقوال سے بھری ہے اسلیے اس وقت کچھ ضرورت تفصیل کی نہیں۔ پس اب تم ان تینوں اماموں کی سیرتوں میں غور کرو اور سوچو کہ یہ حالات اور افعال اور اقوال دنیا سے اعراض کرنے کے اور خالص خدا کے لیے ہو رہنے کے بھلا علم فقہ کی فروعات یعنی سلم اور اجارہ اور ظہار اور ایلا اور لعان کے جاننے سے ہوتے ہیں یا یہ دوسرے ہی علم سے پیدا ہوتے ہیں جو فقہ سے اعلی اور اشرف ہے اور تامل کرو کہ جو لوگ انکی پیروی کا دعوی کرتے ہیں وہ سچے ہیں یا جھوٹے۔ تیسری فصل اُن علوم کے بیان میں جنکو لوگ اچھے علوم میں شمار کرتے ہیں اور واقع میں وہ علوم اچھے نہیں

اور اس فصل میں تین بیان ہیں

بیان اول اس بات کی وجہ میں کہ بعض علم برے کیوں ہوتے ہیں۔ شاید تم یہ اعتراض کرو کہ علم کے معنی تو یہ ہیں کہ کسی چیز کو جیسی وہ ہے اسی طرح پر جاننا اور علم خدا تعالی کے صفات میں سے بھی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز علم ہو کر مذموم اور بری ہو وے تو اسکا جواب یہ ہے کہ علم کی برائی خود علم ہونے کی جہت سے نہیں ہوتی بلکہ بندوں کے حق میں تین وجہوں میں سے کسی کے پائے جانے سے برا کہا جاتا ہے اول یہ کہ وہ علم خواہ عالم کے حق میں یا دوسرے کے حق میں انجام کو مضر ہوتا ہو جیسے علم سحر اور طلسمات کو برا کہتے ہیں حالانکہ علم سحر حق ہے اسلیے کہ قرآن اسکا شاہد ہے کہ سحر ایک سبب ہے جس سے خاوند بی بی میں جدائی ڈالنے کا ذریعہ کرتے ہیں اور صحیحین میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم پر جادو کسی نے کردیا تھا اور اسکے سبب سے آپ بیمار ہو گئے تھے یہانتک کہ جبرئیل علیہ السلام نے اسکی خبر آپ کو دی اور وہ جادو ایک کنوئیں کے اندر پتھر کے نیچے سے نکالا گیا اور جادو ایک علم کی قسم ہے کہ جواہر کے خواص اور ستاروں کے مطالعوں میں حسابی امور کے جاننے سے حاصل ہوتا ہے اس طرح کہ اُن جواہر سے ایک پتلی اُس شخص کی صورت پر بناتے ہیں جسپر جادو کرتے ہیں اور ایک خاص

وقت کے منتظر رہتے ہیں جب وہ وقت ستارے کے نکلنے کا آتا ہے تو اُس پتلی پر چند کلمات کفر اور فحش خلاف شرع بولتے ہیں اور اُسکے ذریعہ سے شیطانوں سے مدد چاہتے ہیں ان سب تدبیروں سے بحکم عادت جاریہ خدا تعالیٰ کے مسحور شخص میں عجیب حالات پیدا ہوتے ہیں اور معرفت ان اسباب کی اس اعتبار سے کہ معرفت ہے بُری نہیں مگر چونکہ بجز خلق کے ضرر کرنے کے اور بدی کا وسیلہ ہونے سے اور کسی بات کی انہیں لیاقت نہیں اس سبب سے اُنکے جاننے کو علم مذموم کہتے ہیں بلکہ اگر کوئی ظالم کسی ولی کے قتل کا درپے ہوا اور وہ اُس سے چھپکر کسی مضبوط جگہ میں جا چھپے تو ظالم اگر اُسکا حال پوچھے تو اُسکی جگہ بتانی نہ چاہیے اور جھوٹ اس موقع میں واجب ہے حالانکہ اُسکی جگہ کا ذکر کرنا بتانا ہے اور حقیقی حال کا جتا دینا لیکن بُرا اسی وجہ سے ہے کہ انجام کو مضر ہے دوم یہ کہ وہ علم غالبًا عالم کے حق میں مضر ہو مثلاً علم نجوم کہ وہ خود اپنی ذات سے بُرا نہیں کیونکہ وہ یا تو حساب کے متعلق ہے اور قرآن مجید میں صاف فرما دیا ہے کہ آفتاب اور چاند کی چال حساب سے ہے چنانچہ ارشاد فرمایا الشمس والقمر بحسبان اور فرمایا والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم یا احکام ہیں جنکا ماحصل سببوں سے واقعات کا بتانا ہے یہ ایسا ہے جیسے طبیب نبض سے بتا دیتا ہے کہ یہ مرض عنقریب پیدا ہوگا غرض کہ اسکا جاننا خلق میں خدا تعالیٰ کی عادت کا معلوم کرنا ہے مگر شرع نے اسکو بُرا کہا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تقدیر کا ذکر ہو تو چپ ہو جاؤ اور جب نجوم کا ذکر ہو تو چپ رہو اور جب میرے اصحاب کا ذکر ہو تو سکوت کرو اور فرمایا کہ میں اپنی اُمت پر تین باتوں سے ڈرتا ہوں ایک اماموں کا ظلم کرنا دوم نجوم کا معتقد ہونا سوم تقدیر کا نہ ماننا۔ اور حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا ہے کہ نجوم کو اسقدر سیکھو کہ اُس سے خشکی اور تری میں مقصود راہ ملے پھر رکے رہو اور اس سے منع کرنے کی تین وجہیں ہیں اول یہ کہ اکثر خلق کو یہ مضر ہوتا ہے یعنی جب یہ بات دل میں پڑتی ہے کہ حالات ستاروں کی چال کے بعد اسطرح ہوتے ہیں تو اُنکے دلوں میں یہی جمتا ہے کہ تاثیر کرنے والے ستارے ہی ہیں اور یہی معبود ہیں جو انتظام کرتے ہیں اسلیے کہ یہ اجسام شریف اور جواہر لطیف آسمان پر ہیں اور اُنکی عزت دل میں بڑھ جاتی ہے اور توجہ دلی اُنہیں کی طرف رہتی ہے خیر کی توقع اور شر سے بچاؤ اُنہیں کی جہت سے معلوم ہونے لگتی ہے اللہ پاک کا ذکر دل سے مٹ جاتا ہے اسلیے کہ ضعیف آدمی کی نظر ذریعوں تک ہی رہتی ہے اور پکا عالم البتہ واقف ہوتا ہے کہ چاند اور سورج اور ستارے سب خدا تعالیٰ کے امر کے مطیع ہیں ضعیف آدمی کو سورج کی جوت سورج نکلنے کے باعث دیکھتا ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے چیونٹی کہ بالفرض اسکو عقل ہو اور کاغذ پر موجود ہو اور دیکھ رہی ہو کہ قلم کی سیاہی سے کاغذ سیاہ ہوتا چلا جاتا ہے تو وہ یہی اعتقاد کریگی کہ لکھنا قلم ہی کا فعل ہے اسکی نظر قلم سے انگلیوں پر اور اُنسے ہاتھ پر اور ہاتھ سے ارادے پر اور ارادے سے کاتب پر جو ارادہ کر رہا ہے اور کاتب سے اُسکی قدرت اور ہاتھ کے بنانے والے پر ہرگز ترقی نہ کریگی غرض کہ خلق کی نظر اکثر قریب اور نیچے کے ذریعوں پر رہکر مسبب الاسباب تک ترقی سے باز رہتی ہے اسی لیے نجوم کے سیکھنے کی ممانعت کی گئی۔

دوسری وجہ ممانعت کی یہ ہے کہ نجوم کے احکام صرف اٹکلی ہیں ہر فرد خاص کے باب میں نہ یقینی معلوم ہوتے ہیں نہ ظنی تو اُسکے ذریعہ سے حکم کرنا جہالت پر حکم کرنا ہے اس صورت میں اُسکی بُرائی اُس اعتبار سے ہے کہ وہ جہل ہے علم ہونے کی جہت سے نہیں کیونکہ یہ تو معجزہ حضرت ادریس علیہ السلام کا ہے جیسا کہ مروی ہے اور یہ علم جاتا رہا اور مٹ گیا اور اگر منجم کی کوئی بات سچی بھی ہوتی ہے تو وہ اتفاقی ہے اسلیے کہ منجم بعض اوقات کسی سبب پر واقف ہوتا ہے اور مسبب اُسکے بعد بدون بہت سی شرطوں کے ہو جانے کے نہیں ہوتا اور اُن شرطوں پر واقف ہونا بہت سے آدمی کے اختیار میں نہیں پس اگر اتفاقًا خدا تعالیٰ باقی شرطوں کو بھی مقدر فرما دیتا ہے تب تو منجم کا قول درست ہو جاتا ہے اور اگر باقی سبب نہیں ہوتے تو اُسکا کہنا غلط ہوتا ہے اور اُسکا حال ایسا ہے جیسے کوئی شخص دیکھے کہ پہاڑوں پر سے بادل اُٹھ اُٹھکر جمع ہوتے ہیں اور چلتے پھرتے ہیں تو وہ اٹکل سے کہدے کہ آج مینہ برسیگا حالانکہ اکثر بعد ایسے ابر کے بھی آفتاب نکل آتا ہے اور ابر جاتا رہتا ہے اور کبھی مینہ بھی برستا ہے تو صرف ابر کا ہونا ہی مینہ کے آنے میں کافی نہیں جبتک اور اسباب کا علم نہو اسی طرح ملاح کا قیاس کرنا کہ

ف سورج اور چاند کو ایک ایک حساب ہے ...

ہوا

کشتی سلامت رہیگی یعنی ہمیشہ سے ہواؤن کا عادی ہو اسی پر اعتماد کر کے کہدیتا ہو حالانکہ اُن ہواؤن کے اور سبب خفیہ بھی ہین کہ اُنپر اُسکو اطلاع نہین اسی لیے کبھی تو اُسکا کہنا ٹھیک ہوتا ہو اور کبھی الٹکل غلط ہوتی ہو اور اسی وجہ سے قوی شخص کو بھی نجوم کی ممانعت ہوئی تیسری وجہ یہ ہو کہ اس علم سے کچھ فائدہ نہین اسلیے کہ ادنی مرتبہ یہ ہو کہ امر فضول مین خوض کرنا ہو جسکی حاجت نہین اور ایک امر بیفائدہ مین عمر سی چیز کو جو زیادہ نفیس سرمایۂ انسان کا تلف کرنا ہو اور یہ بات نہایت درجے کے نقصان کی ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص پر گذرے کہ لوگ اُسکے گرد جمع تھے آپ نے فرمایا کہ یہ کون ہو لوگون نے عرض کیا کہ یہ بڑا عالم ہو آپ نے فرمایا کس چیز کا عرض کیا کہ شعر کا اور عرب کے نسبون کا آپ نے فرمایا کہ یہ علم ہو کہ مفید نہین اور جہل ہو کہ مضر نہین اور فرمایا انما العلم آیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ اس سے ثابت ہوا کہ نجوم مین اور اُس جیسے علوم مین خوض کرنا خطر مین پڑنا اور جہالت مین بیفائدہ مصروف ہونا ہو اسلیے کہ جو کچھ تقدیر مین ہو وہ ہونا ہو اُس سے بچنا ممکن ہو بخلاف طب کے کہ اُسکی طرف ضرورت داعی ہو اور اُسکی اکثر دلیلین ایسی ہین جنپر اطلاع ہو جایا کرتی ہو اور بخلاف تعبیر کے کہ ہر چند وہ قیاسی ہو مگر نبوت کے حصون مین سے چھیالیسوان حصہ ہو اور اُسمین کچھ اندیشہ نہین تیسری وجہ یہ ہو کہ آدمی اگر ایسی بات مین خوض کیا کرتا ہو جسکا تحمل اُسکو نہین ہوتا تو وہ اُسکے حق مین مضر ہوتی ہو مثلاً باریک اور خفیہ علوم کا سیکھنا بہ نسبت ادنی اور ظاہر علمون کے جسطرح اسرار الٰہی مین بحث کرنی کہ حکما اور اہل کلام نے اُنپر اطلاع چاہی حالانکہ اُنکے حوصلے سے یہ اسرار زائد تھے اُنکی تاب اور اُنمین سے بعض کے طریقون پر اطلاع بجز انبیا اور اولیا کے اور کسی کو نہین ہو سکتی اسلیے اُنکی بحث سے لوگون کو روکنا اور جسقدر شرع مین وارد ہو اُسکا معتقد کرنا ضرور ہو کہ توفیق یافتہ شخص کے لیے اُسقدر کافی ہو اسلیے کہ اکثر ایسا ہوتا ہو کہ ایک آدمی علوم مین خوض کرتا ہو اور اُنسے ضرر پاتا ہو اگر وہ اُنمین خوض نہ کرتا تو اُسکا حال دین مین اُس سے اچھا ہوتا جو علوم مین خوض کرنے سے ہو گیا اور علم کا مضر ہونا بعض لوگون کے حق مین یقینی ہو اسمین انکار نہین ہو سکتا جیسے پرند کا گوشت اور لطیف حلوے شیر خوار بچے کو مضر ہین بلکہ بعض باتون آدمیون کو بعض باتون سے جاہل رہنا مفید پڑجاتا ہو چنانچہ مروی ہو کہ کسی شخص نے بی بی کے بانجھ ہونے کی شکایت طبیب سے کی طبیب نے اُس عورت کی نبض دیکھی اور کہا کہ تجھکو اب بچہ پیدا ہونے کی دوا کرنی ضرور نہین کیونکہ تیری نبض سے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ چالیس دن مین تو مر جاویگی عورت کو نہایت خوف معلوم ہوا اور زندگی تلخ ہو گئی اور اپنا مال سب تقسیم کر دیا اور وصیت کی اور دانہ پانی سب چھوڑ دیا یہان تک کہ مدت گذر گئی اور نہ مری اُسکا شوہر طبیب کے پاس آیا اور کہا کہ وہ تو نہین مری طبیب نے کہا کہ مجھے بھی یہ بات معلوم تھی اب تو اُس سے صحبت کر کہ تیرے اولاد اُس سے ہوگی اُسنے پوچھا کہ یہ کیسے کہا کہ مین نے اُس عورت کو موٹی دیکھی کہ چربی اُسکے بچہ دان کے منھ پر جم رہی ہو مین نے سمجھا کہ یہ بدون موت کے خوف کے دُبلی نہوگی اسلیے مین نے اُسکو موت سے ڈرا دیا تھا اب کہ وہ دُبلی ہو گئی تو بچہ جننے کی روک جو تھی جاتی رہی اس حکایت سے تمکو معلوم ہوگا کہ بعض علوم کے واقف ہونے مین خطرہ ہوتا ہو اور اسی سے تمکو معنی اس حدیث شریف کے معلوم ہو جاوینگے نعوذ باللہ من علم لا ینفع تو اس حکایت کا اعتبار کرو اور جن علوم کی مذمت شریعت نے کی ہو اور اُنسے منع فرمایا ہو اُنکا حال مت دریافت کرو اور صحابہ کی پیروی کو لازم کر لو اور اتباع سنت پر کفایت کرو کہ سلامتی اتباع مین ہو اور اشیا کی بحث و تحقیق مین خطرہ ہو اور اپنی راے اور عقل اور دلیل و برہان پر مت بھولو کہ ہم اشیا کی بحث اسلیے کرتے ہین کہ چیزین جون کی تون معلوم ہو جاوین اور علم مین فکر کرنے سے ضرر کیا ہو کیونکہ اس علم کا ضرر تمکو فائدہ سے زیادہ ہوگا اور اکثر چیزین جنپر تم واقف ہوتے ہو ایسی ہین کہ اُنپر تمھارا واقف ہونا اتنا ضرر کریگا کہ آخرت مین اگر خدا تعالی نے اپنی رحمت سے تدارک نفرمایا تو تمکو تباہ کر ڈالیگا۔ اور واضح ہو کہ جسطرح علاج کے اسرار کو طبیب حاذق جانا کرتا ہو اور نا واقف اُس علاج کو بعید سمجھتا ہو اسی طرح انبیا علیہم السلام دلون کے طبیب ہین اور آخرت کی زندگی کے اسباب سے واقف ہین اُنکے طرق پر اپنی عقل کو قاضی نکرنا چاہیے ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے دیکھو بعض دفعہ کسی شخص کی انگلی مین کوئی مرض ہوتا ہو تو اُسکی عقل اس بات کو چاہتی ہو کہ انگلی پر لیپ کرے مگر طبیب

حاذق اسکا علاج بعض اوقات یہ بتاتا ہی کہ دوسری طرف کے شانے پر لیپ کرو وہ اس بات کو نہایت بعید جانتا ہی اسلیے کہ اسکو پٹھون کے پھوٹنے کی کیفیت اور انکے نکلنے کی اور بدن پر لپٹنے کی معلوم نہین اور اسی طرح کا حال آخرت کی راہ کا اور شرع کی سنتون اور مستحبات کے دقایق کا ہی۔ اور شرع نے جو عقیدے لوگون کے عبادات کے مقرر کیے ہین انمین وہ اسرار اور لطیف باتین ہین کہ عقل کا حوصلہ نہین کہ انکو معلوم کر سکے جیسے کہ پتھرون کے خواص مین بعض عجیب باتین ہین کہ اہل فنون سے انکا علم پوشیدہ ہی مثلاً آج تک کسی کو یہ معلوم نہین ہوا کہ مقناطیس لوہے کو کیون کھینچتا ہی اور دواؤن اور پتھرون کی نسبت عجایب اور غرائب عقیدون مین اور ان عملون مین بہت زیادہ اور بڑھکر ہین جنسے دلون کی صفائی اور طہارت اور اصلاح ہوتی ہی اور خداتعالی کے قرب کی طرف ترقی اور اسکے فضل کے نفحات کی سیر نصیب ہوتی ہی اور جسطرح کہ دواؤن کے کل فائدون کے معلوم کرنے سے عقلین قاصر ہین باوجودیکہ تجربہ ہو سکتا ہی اسی طرح جو باتین کہ آخرت کی زندگی کے لیے مفید ہین انکے معلوم کرنے سے بھی عقلین عاجز ہین اور اسپر طرہ یہ ہی کہ انکا تجربہ بھی نہین ہو سکتا ہان تجربہ کی صورت ممکن تھی اگر بالفرض کچھ مردے دنیا مین آکر کہا کرتے کہ جو عمل مقبول اور خداتعالی کے قرب کے مفید ہین وہ یہ ہین اور جو اس سے دور کرتے ہین وہ یہ ہین اسی طرح عقائد کا حال کہدیا کرتے مگر اس طرح کے تجربے کی طمع نہین ہو سکتی اس صورت مین عقل کا نفع اسقدر تمکو بس ہی کہ وہ تمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا جاننے کی طرف ہدایت کرے اور آپکے اشارون کے منشا اور مورد سمجھا دے پس جب یہ صورت ہو جاوے تو اسکے بعد عقل کو معزول کردو کہ کچھ تصرف نہ کرے اور اتباع کو اپنے اوپر لازم کرو کیونکہ تمہاری سلامتی اتباع ہی سے ہوگی اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان من العلم جہلا وان من القول عیا اور ظاہر ہی کہ علم تو جہل نہین ہوا کرتا مگر اسکی تاثیر ضرر پہونچانے مین جہل کی طرح ہوتی ہی اور نیز ارشاد فرمایا کہ تھوڑی سی توفیق بہت سے علم سے بہتر ہی۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہی کہ درخت بہت سے ہین مگر سب بارآور نہین اور پھل بہت سے ہین مگر سب بہتر نہین اور علوم بہت سے ہین الا سب مفید نہین

دوسرا بیان ان علوم کے ذکر مین جنکے لفظ بدل گئے ہین۔ واضح ہو کہ برے علم جو شرعی علوم مین مل جل گئے اسکا سبب یہی ہی کہ لوگون نے عمدہ نامون کو اپنی فاسد غرضون کی جہت سے اور معنون مین بدل ڈالا ہی اور جو غرض ان الفاظ سے پہلے نیک بخت اور قرن اول کے لوگ لیا کرتے تھے اس سے ان الفاظ کو تحریف کرکے اور مقصود ٹھہرالیا ہی اور وہ پانچ لفظ ہین فقہ اور علم اور توحید اور تذکیر اور حکمت یہ الفاظ عمدہ ہین اور جو لوگ انکے ساتھ موصوف تھے وہ دین کے رکن ہوتے تھے مگر اب الفاظ برے معنون مین منقول ہوگئے ہین اسی لیے جو ان سے موصوف ہوتا ہی اسکی مذمت کرنے سے دلون کو نفرت ہوتی ہی کیونکہ یہ تو اول عمدہ لوگون پر بولے جاتے تھے مثلاً اول لفظ فقہ ہی اسمین لوگون نے خصوصیت لگانے کا تصرف کیا ہی نقل وتبدیل نہین کی یعنی فقہ کو اس معنی مین خاص کردیا کہ فتوون کے عجیب فروعات اور انکی علتون کے دقائق کو جاننا اور انمین بہت سی گفتگو کرنی اور جو اقوال انسے متعلق ہون انکو یاد کرنا فقہ کہلاتا ہی تو جو شخص ان باتون مین خوب غور کرتا ہو اور زیادہ مشغول ہو وہ بڑا فقیہ کہلاتا ہی حالانکہ پہلے زمانے مین لفظ فقہ کے یہ معنی نہ تھے بلکہ مطلق طریق آخرت اور نفسون کی آفتون کے دقائق اور مفسدات عملون کے جاننے اور دنیا کی حقارت کو خوب طرح حاوی ہونے اور لذات آخرت سے اچھی طرح واقف ہونے اور دل پر خوف چھائے رہنے کا نام فقہ تھا اور اسکی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہی لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم تو جس فقہ سے کہ ڈرانا اور خوف دلانا ہوتا ہی وہ یہی فقہ ہی جو ہم نے بیان کی نہ طلاق اور عتاق کے مسئلے اور لعان اور سلم اور اجارہ کے فروعات کہ انسے ڈرانا اور خوف دلانا کچھ بھی نہین بلکہ اگر ہمیشہ انھین کا ہو رہے تو دل کو سخت کرتے ہین اور خوف کو دل سے نکالتے ہین چنانچہ جو لوگ اب انھین کے درپے ہو رہے ہین انکا حال دیکھتے ہی ہو اور اللہ جل شانہ نے بھی ارشاد فرمایا ہی لہم قلوب لا یفقہون بہا اس سے ایمان کی باتین نہ سمجھنے سے مراد ہی نہ فتوون کے نہ سمجھنے سے غرض نہین۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ فقہ اور فہم ایک ہی معنی کے لیے دو لفظ

ح البیہقی علم جہل ہوا بعض قول کلام مین ایک ہونا اور سحر ہونا ہی ۱۲ ابو داؤد روایت بریدہ کی اسناد مین ایک راوی گمنام ہی ۱۲ ح اسکی اصل [illegible] صاحب قوت القلوب [illegible]

ہیں اور استعمال کی رو سے بیشتر اور حال میں انھیں معنون میں بولے جاتے تھے جو ہمنے لکھے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لانتم اشد رہبۃ فی صدورہم من اللہ ذلک بانہم قوم لا یفقہون یعنی خدا تعالیٰ سے لوگون کے کم ڈرنے اور خلق کا دبدبہ جاننے کو فقہ کی کمی کیطرف حوالہ فرمایا ہے تو تامل کرو کہ یہ بات فروعات فتاوی کی نہ یاد رکھنے کا ثمرہ ہے یا جن باتون کو ہمنے لکھا ہے انکے نہونے کا نتیجہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگون کو جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے فرمایا تھا علماء حکماء فقہاء یعنی یہ لوگ دانا اور حکیم اور فقیہ ہیں حالانکہ وہ لوگ فتاوی کے فروعات کو نہ جانتے تھے ۔ اور سعد بن ابراہیم زہری رح سے کسی نے پوچھا کہ مدینہ منورہ کے باشندون میں سے کون زیادہ فقیہ ہے انھون نے کہا کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے زیادہ خوف رکھتا ہے گویا انھون نے فقہ کے ثمرہ کو بتا دیا اور خوف خدا علم باطن کا ثمرہ ہے نہ فتوؤن اور مقدمات کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کیا میں تمکو پورا فقیہ نہ بتادون لوگون نے عرض کیا کہ ارشاد ہو آپنے فرمایا کہ پورا فقیہ وہ ہے کہ لوگون کو خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ کرے اور اسکے عذاب سے انکو بیخوف نہ کرے اور اسکے فیض سے انکو یاس نہ دلاوے اور قرآن کے سوا دوسری چیز کی رغبت میں قرآن کو ترک نہ کرے ۔ اور جب انس بن مالک رض نے اس حدیث کو بیان فرمایا کہ لان اقعد مع قوم یذکرون اللہ تعالیٰ من غدوۃ الی طلوع الشمس احب الی من ان اعتق اربع رقاب تو یزید رقاشی اور زیاد نمیری کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ ذکر کی مجلسین پیشتر ایسی نہ تھین جیسے یہ تمھاری مجلسین ہین کہ تم مین سے ایک قصہ کہتا ہے اور وعظ کہتا ہے اور خطبہ لوگون کے سامنے پڑھتا ہے اور حدیث بہم بیان کر دیتا ہے ہم تو یون کرتے تھے کہ بیٹھکر ایمان کو ذکر کرتے اور قرآن کو سمجھتے اور دین میں فہم لگاتے اور اللہ کی نعمتین اپنے اوپر شمار کرتے تو اس روایت میں حضرت انس رض نے قرآن کے سمجھنے اور نعمتون کے شمار کرنے کو دین کی سمجھ یعنی تفقہ فرمایا ۔ اور ایک حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ آدمی پورا فقیہ نہیں ہوتا یہانتک کہ خدا تعالیٰ کی ذات پاک میں لوگون کو اپنے اوپر ناخوش نہ کرلے اور قرآن کے لیے بہت سی وجہیں نہ اعتقاد کرے یہ روایت ابو درداء پر موقوف بھی مروی ہے اور اسمین اتنا جملہ اور ہے کہ پھر وہ اپنے نفس کی متوجہ ہو اور سب سے زیادہ اس سے ناخوش رہے اور فرقد سنجی نے حسن بصری رح سے کوئی بات پوچھی آپنے اسکا جواب دیا انھون نے کہا کہ فقہا آپکے خلاف کہتے ہیں حضرت حسن رح نے فرمایا کہ ای فرقد تو نے فقیہ اپنی آنکھ سے کہین دیکھا ہے فقیہ تو وہ ہے جو دنیا میں زاہد اور آخرت کا راغب اور اپنے دین میں بصیرت رکھنے والا اور اپنے رب کی عبادت پر مداومت رکھنے والا اور پرہیزگار اور اپنے نفس کو مسلمانون کی اغراض سے بچانے والا اور انکے مالون کی طرف رغبت نہ کرنے والا اور اہل اسلام کی جماعتون کا خیرخواہ ہو یہ ساری باتین آپنے فرمائین لیکن یہ نہ فرمایا کہ فروعات فتاوی کا حافظ ہو ۔ اور ہم یہ نہیں کہتے کہ لفظ فقہ احکام ظاہری کے فتاوی کو شامل نہ تھا بلکہ یہ کہتے ہیں کہ بطریق عموم یا تبعیت کے اسپر بھی بولا جاتا تھا اور اکثر سلف صالحین فقہ کو علم آخرت پر ہی بولا کرتے تھے اب جو اسکو خاص کر دیا ہے تو اس خصوصیت سے بعض لوگون کو دھوکا ہو گیا اور صرف فتاوی کے احکام ہی کے ہو رہے اور علم آخرت کو اور دلون کے احکام سے روگردانی کر لی اور اپنی اس تجویز پر طبیعت کی طرف سے ایک سہارا پایا کیونکہ علم باطن تو باریک ہے اور اسپر عمل کرنا مشکل اور اسکے باعث اور عہدون اور جاہ و مال کا ملنا دشوار ہے اسلیے شیطان نے اس فقہ ظاہری کی دلون میں جانے کا خوب ہی موقع پایا کہ وہ فقہ جو شرع میں عمدہ علم تھا اسکو خاص اس علم فتاوی کے لیے کر دیا دوسرا لفظ علم ہے کہ پیشتر خدا تعالیٰ کی معرفت اور اسکے آیات کے جاننے اور بندون میں اور مخلوقات میں اسکے افعال کو پہچاننے کے لیے بولتے تھے حتی کہ جب حضرت عمر رض کی وفات ہوئی تھی تو حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا تھا مات تسعۃ اعشار العلم اس علم کے نو دسوین حصے جاتے رہے آپنے علم کو معرفت کے لام سے معرف کیا پھر خود اسکی تفسیر کر دی کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس سے مراد ہے اس لفظ میں بھی لوگون نے خصوصیت کا تصرف کیا ہے یعنی اکثر یہ مشہور کر رکھا ہے کہ جو شخص طرف مقابل سے مسائل فقہیہ وغیرہ میں خوب مناظرہ کرے اور اسی بات میں مصروف رہے حقیقت میں عالم وہی ہے فضیلت کی پگڑی اسی کے سر ہے اور جو مناظرہ میں مہارت نہ رکھتا ہو یا اسمین پہلو تہی کرے انکو ضعیف جانتے اہل

یعنی البتہ تمہارا خوف زیادہ ہے انکے دلون میں اللہ سے اسکا سبب یہ ہے کہ وہ سمجھتے نہیں ۱۲ ... اللہ کا ذکر کرتے ہیں اس بات سے اچھا ہے کہ چار بردے آزاد کرون ۱۲ ابو داؤد بروایت انس رض ۵ ابن عبد البر بروایت شداد ابن اوس اور کہا کہ یہ بات ابو درداء پر موقوف ہونی ۱۲

اہل علم میں شمار نہیں کرتے حالانکہ علم کے یہی معنی پہلے نہ تھے یہ انھیں لوگون کا تصرف ہی بلکہ جو کچھ علم اور علما کی فضیلت میں وارد ہوا ہی
وہ انھیں علما کی صفت ہی جو خداتعالی اور اُسکے احکام اور افعال اور صفات کو جانتے ہون اب عالم اُسکو کہنے لگے کہ علم شرع سے
تو کچھ بھی نہ جانتا ہو صرف مسائل خلافی میں لڑنے جھگڑنے کا طریق یاد ہو اسی سے یکتا عالمون میں گنے جاتے ہیں گو تفسیر اور حدیث
اور مذہب وغیرہ کو خاک نہ جانتے ہون اور یہی امر بہت سے طالب علمون کے حق میں سبب مہلک ہو گیا ہی تیسرا لفظ توحید ہی جسکے
معنی اب یہ ٹھہرے ہین کہ فن کلام اور طریق جدل سے واقف ہونا اور طرف ثانی کی مخالف باتون پر حاوی ہونا اور ان باتون کے
باب مین بہت سے سوال بنا ڈالنے اور کثرت سے اعتراض نکالنے اور طرف ثانی کو الزام دینا یہانتک کہ اکثر حدیث فرقون نے ایسے
لوگون مین سے اپنا لقب اہل عدل و توحید ٹھہرایا ہی اور کلام والون کا نام توحید کے عالم رکھا ہی باوجودیکہ جو باتین خاص اس فن کی ہین انمین
سے کوئی بھی قرن اول مین نہ تھی بلکہ وہ لوگ اُس شخص پر جو جدل اور خصومت کا باب کھولتا تھا سخت انکار سے پیش آتے تھے اور جن
باتون پر کہ قرآن مجید شامل ہی یعنی دلیلین صاف صاف کہ ذہن اُنکے ماننے کو مبادرت کرتے ہین اور سنتے ہی قبول کرتے ہین انکو انمین
سے ہر ایک شخص جانتا تھا اور قرآن مجید کا علم پورا علم تھا اور اُنکے نزدیک توحید امر آخرت کو کہتے تھے جسکو اکثر کلام والے نہین سمجھتے اور اگر
سمجھتے ہین تو اُسپر عمل نہین کرتے اور وہ یہ ہی کہ سب کامون کا خداتعالی کی طرف سے اعتقاد کرے اس طرح کہ پھر توجہ اسباب اور ذریعہ
کی طرف نہ رہے یعنی خیر اور شر کو بجز خداوند کریم کے اور کسی طرف سے اعتقاد نہ کرے اور یہ توحید ایک بڑا مرتبہ ہی جسکا ایک ثمرہ توکل ہی جسکا
بیان باب توکل مین آویگا اور اسکا ایک ثمرہ خلق کی شکایت نہ کرنی اور اُن پر غصہ نہ کرنا اور خداتعالی کے حکم پر راضی رہنا اور سب کام اُسی
کے حوالہ کر دینے ہین اور اسی توحید کا ایک ثمرہ یہ تھا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق بیمار ہوے اور لوگون نے کہا ہم آپ کے لیے طبیب کو بلا دین
تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ طبیب ہی نے مجھے بیمار کیا ہی۔ اور ایک روایت یون ہی کہ جب آپ بیمار ہوے اور لوگون نے کہا کہ طبیب نے آپکے
مرض کے باب مین کیا کہا ہی تو آپ نے فرمایا کہ طبیب نے کہا ہی انی فعال لما ارید یعنی مین جو چاہتا ہون سو کرتا ہون۔ اور عنقریب باب توکل
اور توحید مین انشاءاللہ اسکے دلائل مذکور ہونگے۔ اور توحید ایک جوہر نفیس ہی اور اُسکے دو پوست ہین کہ ایک مغز سے بہ نسبت دوسرے کے
دور ہی لوگون نے لفظ توحید پوست کے لیے اور اس فن کے لیے جس سے پوست کی حفاظت ہو خاص کر دیا اور مغز کو بالکل چھوڑ دیا پس
توحید کا اول پوست تو یہ ہی کہ اپنی زبان سے کہو لا الہ الا اللہ اور یہ توحید وہ ہی جو تثلیث کے خلاف ہی جسکے قائل نصاری ہین مگر یہ توحید کبھی
منافق سے بھی سرزد ہوتی ہی جسکا باطن ظاہر کے خلاف ہوتا ہی۔ اور دوسرا پوست توحید کا یہ ہی کہ جو قول زبان سے کہا ہی دل مین اُسکے
مضمون کا خلاف اور انکار نہو بلکہ ظاہر قلب مین اُس مضمون کا اعتقاد اور تصدیق موجود ہو اور یہ توحید عوام کی ہی اور کلام والے اسی
توحید کو اہل بدعت سے بچاتے ہین جیسا پہلے گذرا۔ اور مغز توحید یہ ہی کہ سب امور کو خداتعالی کی طرف اس طرح اعتقاد کرے کہ بیچ کے
واسطون پر التفات نہ رہے اور اُسکی عبادت ایسی طرح کرے کہ اُس سے خاص اُسی کو معبود ٹھہراوے دوسرے کی عبادت نہ کرے اس
توحید سے جو خواہش نفس کے پیرو ہین وہ خارج ہین اسلیے کہ جو شخص اپنی خواہش کی اتباع کرتا ہو وہ اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیتا ہی
چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی افرایت من اتخذ الہہ ہواہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ بڑا
معبود جسکی پرستش زمین مین کیجاوے وہ خواہش نفس ہی اور واقع مین اگر کوئی تامل کرے تو جانے کہ بت پرست بت کی عبادت نہین
کرتا بلکہ اپنی خواہش نفس کی عبادت کرتا ہی اسلیے کہ اُسکا نفس اپنے باپ دادون کے دین طرف مائل ہی اور وہ اُسی میل کا اتباع کرتا ہی
اور نفس کا میل کرنا خوگرفتہ چیزون کی طرف انھین باتون مین سے ہی جنکو خواہش نفس کہتے ہین اور اس توحید سے خلق پر غصہ کرنا اور
اُنکی طرف التفات کرنا بھی خارج ہی اسلیے کہ جو شخص سب باتون کو خداتعالی کی طرف سے اعتقاد کریگا وہ دوسرے پر کیسے غصہ کریگا

غرض کہ پیشتر اس مقام کو توحید کہا کرتے تھے اور یہ مقام صدیقون کا ہے تو دیکھو کہ لوگون نے اسکو کس چیز کی طرف بدل ڈالا اور کون سے
پوست پر اکتفا کر لیا اور اسکو ہیچ اور فخر کے باب مین کیسے مسلک ٹھہرا لیا باوجودیکہ جو اصل تعریف کی بات تھی اس سے بالکل خالی ہے اور
اسکا حال ایسا ہی ہے جیسا کوئی صبح کو اٹھکر قبلہ رخ ہو کر کہے وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا کہ اگر اسکے دل کی توجہ خاص
خدا ے تعالی کی طرف نہوگی تو ہر روز اول ہی اول خدا ے تعالی سے جھوٹ بولا کریگا اسلیے کہ منہ سے مراد اگر ظاہر کا رخ ہے تو اسکا رخ تو
کعبے کی طرف ہے اور اسکو صرف اور جہتون سے پھیر کر کعبے کی طرف کیا ہے اور کعبہ آسمان و زمین بنانے والے کی طرف نہین کہ جو کعبہ
کی طرف متوجہ ہو جاوے وہ تو جہتون کے احاطے سے نرالا ہے اور اگر منہ سے مراد دل کی توجہ ہے جو مقصود عبادت ہے تو جس صورت مین
کہ دل دنیاوی حاجات اور اغراض مین مبتلا ہے اور مال اور جاہ کے جمع کرنے کے حیلے بنا رہا ہے اور بالکل اسی کی طرف متوجہ ہے اس صورت
مین یہ قول کیسے سچا ہوگا کہ مین نے اپنا منہ کیا اسی کی طرف جسنے آسمان و زمین بنائے یہ جملہ اصل حقیقت توحید سے خبر دیتا ہے واقع مین
توحید والا وہی ہے کہ سوا ے واحد حقیقی کے اور کسی کو نہ دیکھے اور اپنے دل کے رخ کو بجز اسکے اور طرف نہ پھیرے اور یہ توحید اس ارشاد کا
ماننا ہے کہ قل اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون اور اس سے مراد زبانی قول سے نہین اسلیے کہ زبان تو دل کے حال سے خبر دیتی ہے کبھی سچی
ہوتی ہے اور کبھی جھوٹی اور اللہ تعالی کے دیکھنے کی جگہ دل ہے جو توحید کا معدن اور منبع ہے چوتھا لفظ ذکر و تذکیر ہے جسکے باب مین اللہ تعالی
فرماتا ہے وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین اور ذکر کی مجلسون کی تعریف کے باب مین بہت سی حدیثین وارد ہین مثلاً ارشاد فرمایا اذا مررتم بریاض
الجنۃ فارتعوا قیل وما ریاض الجنۃ قال مجالس الذکر اور دوسری حدیث مین یہ ارشاد ہے ان اللہ تعالی ملائکۃ سیاحین فی الہواء سوی ملائکۃ الخلق
اذا راوا مجالس الذکر ینادی بعضہم بعضا الا ہلموا الی بغیتکم فیاتونہم ویحفون بہم ویستمعون الا فاذکروا اللہ وذکروا انفسکم اس ذکر و تذکیر کو لوگون
نے بدل کر ان باتون کا نام رکھدیا جنکو زمانہ حال کے واعظ مدام بیان کرتے ہین یعنی قصے اور اشعار اور شطحیات اور طامات حالانکہ قصے بدعت
ہین اور اکابر سلف نے قصہ گو کے پاس بیٹھنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ ابن ماجہ نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ قصے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے وقت مین نہ تھے نہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے وقت مین تھے یہانتک کہ فتنہ پیدا ہوا اور قصہ گو نکل کھڑے ہوے اور ابن عمرؓ
سے مروی ہے کہ ایکبار وہ مسجد سے نکلے اور فرمایا کہ مجکو قصہ گو ہی نے مسجد سے نکالا اگر وہ نہوتا تو مین نہ نکلتا اور وہ ضمرہ سے کہتے ہین کہ مین نے
سفیان ثوری رح سے کہا کہ ہم قصہ گو کی طرف اپنے منہ کرین انھون نے فرمایا کہ بدعتون کی طرف سے اپنی پیٹھ پھیر لیا کرو اور ابن عون
کہتے ہین کہ مین ابن سیرین کے پاس گیا اور عرض کیا کہ آج کچھ اچھا نہوا کہ امیر نے قصہ گوون کو قصہ کہنے سے منع کر دیا آپنے فرمایا کہ اسکو
بہتر توفیق ملی اور اعمش رح بصرہ کی جامع مسجد کے اندر تشریف لیگئے دیکھا کہ ایک شخص بیان کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ ہمسے اعمش نے روایت
کی کہ آپ حلقے کے اندر گھس گئے اور اپنی بغل کے بال اکھاڑنے لگے واعظ نے کہا کہ میان تمھین شرم نہین آتی اعمش نے فرمایا کہ مین کیون
شرم کرون مین تو امر مسنون کرتا ہون اور تو جھوٹا ہے کہ کہتا ہے اعمش نے ہمسے کہا ہے مین اعمش ہون مین نے تجسے نہین کہا اور احمد رح کا
ارشاد ہے کہ سب لوگون مین زیادہ جھوٹے قصہ گو اور بھیک مانگنے والے ہین اور حضرت علیؓ نے بصرہ کی جامع مسجد مین سے قصہ گو کو
نکلوا دیا اور جبکہ حضرت حسن بصری رح کا کلام سنا تو انکو نہ نکالا اسلیے کہ وہ علم آخرت اور موت کے یاد دلانے اور نفس کے عیوب اور آفتون
سے عمل پر متنبہ کرنے اور شیطانون کے وسوسے اور انسے بچنے کی تدبیر کے باب مین گفتگو کرتے تھے اور خدا ے تعالی کی نعمتون کا اور
انکی شکرگزاری سے بندہ کا قاصر ہونا ذکر کرتے تھے اور دنیا کی حقارت اور عیب اور ناپائداری اور بےوفائی اور آخرت کا خطرہ اور اسکے
احوال کا اندیشہ بتاتے تھے حاصل یہ کہ عمدہ تذکیر شرعی یہی ہے جسکے لیے اس حدیث مین ترغیب وارد ہے جو ابوذرؓ سے مروی ہے کہ مجلس
ذکر مین حاضر ہونا ہزار رکعت کے پڑھنے سے بہتر ہے اور مجلس علم مین آنا ہزار بیمارون کی عیادت سے اور ہزار جنازہ کے ساتھ ہونے

ذکر کی مجلسون کو دیکھتے ہین تو ایک دوسرے کو پکارتے ہین کہ چلو تمھارا مطلب یہان ہے پس ذکر والون کے پاس آکر انکو گھیر لیتے ہین اور ذکر سنتے ہین کہ اللہ کا ذکر کرو اور اپنے نفسون کو سمجھایا کرو ۱۲ بخاری کی دوسری روایت ابی ہریرہ کی سیاحین فی الہواء کی جگہ ہے اور مسلم مین لفظ سیارہ ہے اور زیادہ ہین یا حین فی الارض ۱۲ احیاء ۶۷ فصل اول مین گذر چکی ۱۲

اچھا ہے کسی نے پوچھا کہ یا حضرت قرآن مجید کی تلاوت سے بھی افضل ہے آپ نے فرمایا کہ قرآن کا پڑھنا بھی علم ہی سے مفید ہے اور عطاؒ کا قول ہے کہ ایک مجلس ذکر کی ستر لہو کی مجلسوں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔ ان چکنی باتیں بنانے والوں نے ان باتوں کو اپنے نفسوں کی صفائی کے لیے ٹھہرا لیا ہے اور اپنی خرافات کا نام تذکیر رکھ لیا ہے حالانکہ عمدہ ذکر کی راہ بھول کر قصوں میں مصروف ہیں جنمیں کمی اور بیشی اور اختلاف کو دخل ہے اور جو قصے کہ قرآن میں وارد ہیں اُنسے خارج اور زائد ہیں اسلیے کہ قصے بعضے ایسے ہیں جنکا سننا مفید ہوتا ہے اور بعضوں کا سننا مضر ہوتا ہے اگرچہ سچے ہوں اور جو شخص اس امر کو اپنے لیے اختیار کرتا ہے اُسپر سچ اور جھوٹ ملجاتا ہے اور مفید اور مضر میں اختلاط ہو جاتا ہے اسی وجہ سے اُس سے منع کیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ امام احمدؒ نے فرمایا کہ لوگوں کو سچے حالات بیان کرنے والے کی بڑی ضرورت ہے پس اگر قصہ کسی نبی کا انبیا علیہم السلام سے ہو اور وہ لوگوں کے دین کے متعلق ہو اور کہنے والا بھی سچا ہو تو ایسے قصے کے سننے میں تو ہمکو کچھ مضائقہ نہیں معلوم ہوتا مگر بیان کرنے والے کو چاہیے کہ جھوٹ سے احتراز کرے اور نیز اُن احوال کی حکایتوں سے جن میں لغزشوں اور سستیوں کا اشارہ پایا جاوے جنکے دریافت کرنے سے عوام کی فہم قاصر ہے اور ایسی لغزش نادر کو بھی ذکر نہ کرے جسکے پیچھے لغزش کرنیوالے کی بہت سی نیکیاں کی ہوں جنسے وہ لغزش چھپ گئی ہو اسلیے کہ عامی شخص اُس سے اپنی لغزش اور خطا پر تمسک کیا کرتا ہے اور اپنے واسطے عذر کی تمہید کرکے حجت یوں کیا کرتا ہے کہ فلاں مشائخ کے حال میں یوں بیان کرتے ہیں اور ہم سب گناہوں کے درپے رہتے ہیں اگر میں نے خطا کی تو کیا عجب ہے فلاں شخص جو ایسا بزرگ اور مجھسے افضل تھا اُسنے بھی یہ خطا کی تھی اور اس بات سے اسکو بدون جانے خدا تعالی پر جرأت ہو جاتی ہے پس ان دونوں امر سے اگر قصہ کو بچا رہے تو قصہ بیان کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور ان قیدوں کے ساتھ میں عمدہ قصے وہی رہینگے جنکو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ شامل ہیں۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ طاعتوں کے باب میں رغبت کی حکایتیں گھڑ لینی درست جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا قصد اُنسے خلق کو حق کی طرف بلانے کا ہے اور یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے اسلیے کہ سچ میں بہت گنجایش ہے وہ کیا تھوڑا ہے کہ جھوٹ کی حاجت ہو اور جو چیزیں کہ اللہ تعالی اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمائی ہیں اُنکے ہوتے ہوے وعظ میں نئی بات اختراع کی ضرورت نہیں اور کیسے ہو کہ قافیہ کا تکلف مکروہ ٹھہرا ہے اور بناوٹ میں شمار کیا گیا چنانچہ سعد بن ابی وقاص کے بیٹے عمر اُنکے پاس کسی کام کے لیے آئے تھے آپ نے سنا کہ مقفی عبارت سے حاجت بیان کرتے ہیں آپ نے کہا کہ اسی سے میں تجکو برا جانتا ہوں تیری حاجت کبھی ادا نہ کرونگا جب تک کہ تو یہ نہ کریگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ سے تین کلمے مقفی سنکے ارشاد فرمایا کہ اے ابن رواحہ اپنے آپ کو سجع سے دور رکھ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو سجع دو کلموں سے زیادہ ہو وہ داخل تکلف اور ممنوع تھا اور اسی جہت سے جب ایک شخص نے جنین کے خونبہا میں یہ الفاظ کہے کیف ندی من لا شرب ولا اکل ولا صاح ولا استہل ومثل ذلک یطل یعنی ہم ایسے کی دیت کیسے دیں جسنے نہ پیا نہ کھایا نہ چلایا اس جیسا تو معافی میں ہوتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ عرب کے سجع کے موافق سجع کرتا اور اشعار کا حال یہ ہے کہ وعظوں میں انکی کثرت بری ہے اللہ تعالے فرماتا ہے والشعراء یتبعہم الغاوون الم تر انہم فی کل واد یہیمون اور فرمایا وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ اور جن شعروں کی عادت واعظوں کو ہو رہی ہے انمیں سے اکثر وہی ہوتے ہیں جنمیں عشق کا وصف اور معشوق کی خوبصورتی اور وصال کی راحت اور جدائی کا درد مذکور ہوا اور مجلس وعظ میں عوام اور اجلاف ہی بھرے رہتے ہیں اور اُنکے باطن شہوات سے بھرے ہیں اور اُنکے دل بھی خوبصورتوں کی طرف التفات کرنے سے خالی نہیں ہوتے پس اشعار اُنکے دلوں میں سے اس چیز کو ابھارتے ہیں جو اُنمیں چھپی ہوتی ہے اسی سے شہوات کی آگ اُنمیں بھڑک اُٹھتی ہے اور چیختے ہیں اور حال کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ شعروں میں سے اکثر یا سب کا انجام ایک طرح کی خرابی ہوتی ہے اس نظر سے بجز اُن اشعار کے جنمیں نصیحت اور حکمت ہو اور وہ بھی دلیل اور انس والا سطے کے طور پر مذکور ہوں اور کسی قسم کا

ف یہ حدیث ان الفاظ خاص سے جو احیا میں مذکور ہیں نہیں ملی مگر حضرت عائشہؓ کا قول باسناد صحیح ابن سنی اور ابو نعیم اور اصفہانی روایت کیا ہے کہ آپ کا والسع ۱۲ ح مسلم ۱۲

شعر استعمال نہ کرنا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً اور اگر مجلس میں دین کے خواص جمع ہوں اور معلوم ہو کہ انکے دل اللہ تعالی کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور انکے ساتھ کوئی اور نہو تو ایسے لوگوں کے حق میں وہ شعر مضر نہیں کرتا جو ظاہر میں خلق کی طرف معلوم ہوتا ہو اسلیے کہ سننے والا جو کچھ سنتا ہے اُسکو اسی چیز پر ڈھال لیتا ہے جو اسکے دل پر غالب ہوتی ہے چنانچہ اسکی تحقیق باب السماع میں مذکور ہوگی اور اسی وجہ سے حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ دس آدمیوں میں وعظ کہا کرتے اور اگر زیادہ ہوتے تو کچھ نہ کہتے اور انکی مجالس میں کبھی پورے بیس آدمی نہوے اور ایکبار ابن سالم کے مکان کے دروازے پر کچھ لوگ جمع ہوے انمیں کسی نے کہا کہ آپ بیان فرمائیے آپکے یار موجود ہوں انھوں نے فرمایا کہ یہ میرے یار نہیں یہ تو مجلس کے لوگ ہیں میرے اصحاب خاص لوگ ہیں اور

شطح سے ہماری غرض کلام کی ان دو قسموں سے ہے جسکو بعض صوفیوں نے گڑھا ہے ایک تو عشق الہی میں اور وصال میں بڑے لمبے چوڑے دعوے جنکے بعد اعمال ظاہری کے کچھ حاجت نہ رہی یہانتک کہ بعض لوگ اتحاد کا دعوی کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حجاب اٹھ گیا اور دیدار کا مشاہدہ ہوتا ہے اور خطاب حضوری حاصل ہے اور کہتے ہیں کہ ہمکو یہ حکم ہوا اور ہمنے یہ کہا اور اس باب میں حسین بن منصور حلاج کی مشابہت کرتے ہیں جو اسی طرح کے چند کلمات کے بولنے سے سولی دیا گیا تھا اور اسکے انا الحق کہنے کو اور حضرت ابو یزید بسطامی کے قول کو سند لاتے ہیں یعنی آپ سے بھی منقول ہے کہ آپ نے سبحانی سبحانی کہا تھا اور یہ فن کلام کا ایسا ہے کہ جسکا ضرر عوام پر بہت ہوا ہے یہانتک کہ بعض کسانوں نے اپنا کام چھوڑ کر اسی طرح کے دعوے کرنے شروع کر دیے اسلیے کہ یہ کلام طبیعت کو اچھے معلوم ہوتے ہیں کہ اسمیں کچھ ظاہری عمل نہیں کرنا پڑتا نہ مقامات اور احوال کے لیے نفس کا تزکیہ کرنا پڑے تو پھر کم فہم اپنے لیے ایسا دعوی کیوں نہ کریں اور کلمات خبط اور مہمل کیوں نہ بکیں اور اگر کوئی انپر اس باب میں انکار کرے تو جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس انکار کا منشا علم اور مناظرہ ہے اور علم حجاب ہے اور مناظرہ نفس کا عمل ہے اور یہ بات جو ہمکو حاصل ہے بذریعہ مکاشفہ نور حق کے صرف باطن سے معلوم ہوا کرتی ہے غرض کہ اس طرح کے امور جہان میں پھیل گئے اور انکا ضرر عوام کو اتنا بڑھ گیا کہ اگر کوئی ان میں سے کوئی اسطرح کی کچھ بات کہے تو اسکا مار ڈالنا دس آدمیوں کے زندہ رکھنے کی نسبت کہ اچھا ہو اور حضرت بایزید سے جو قول منقول ہے اول تو اسکی صحت میں کلام ہے اور اگر بالفرض آپسے وہ الفاظ کسی نے سنے تو غالبًا بسبیل حکایت خدا تعالی کے ارشاد کو اپنے جی میں کہتے ہونگے جیسے مثلاً یہ آپ کہتے ہونگے اِنَّنِیْ اَنَا اللہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ تو اس سے یہ سمجھنا نہیں چاہیے تھا کہ وہ اپنا حال بیان کرتے ہیں بلکہ بطور حکایت ہی جاننا چاہیے تھا۔ دوسری قسم شطح کی وہ کلمات ہیں کہ سمجھ میں نہ آویں ظاہر کے تو اچھے ہوں اور انکے معانی ہولناک اور فائدہ کسی طرح کا انسے متعلق نہو اور یہ کلمات یا تو خود کہنے والے کے بھی سمجھ میں نہیں آتے بلکہ اپنی عقل کے خبط اور خیال کی پریشانی کے باعث کہتا ہے اور اس خبط کی وجہ یہ ہے کہ جو کلام اسکے کان میں پڑتا ہے اسکے معنی کم یاد کرتا ہے اور اکثر تو ایسا ہی ہے یا خود تو سمجھتا ہے لیکن انکو دوسروں کو نہیں سمجھا سکتا اور ایسی عبارت نہیں بنا سکتا جس سے اسکا مافی الضمیر معلوم ہو اس جہت سے کہ علم کی مہارت کم ہے اور طریق معانی کو الفاظ میں ادا کرنے کا نہیں سیکھتا اور اس طرح کے کلام سے کچھ فائدہ نہیں بجز اسکے کہ دلوں کو پریشان اور عقلوں اور ذہنوں کو حیران کرے یا اس سے وہ معنی سمجھے جاویں جو اس سے مقصود نہیں اور اس صورت میں ہر ایک شخص اسکو اپنی خواہش اور طبیعت کے موجب سمجھیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی تم میں سے کسی قوم سے ایسی حدیث بیان کریگا جسکو وہ نہ سمجھیں تو وہ انپر ایک بلا ہوگی اور فرمایا لوگوں سے وہ باتیں کرو جنکو وہ جانتے ہوں اور جنکو نہ جانتے ہوں انکا ذکر نہ کرو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالی اور اسکے رسول کی تکذیب ہو اور یہ ہدایت کلام کے باب میں ہے کہ کہنے والا تو اسکو سمجھتا ہو مگر سننے والے کی عقل اسکو نہ پہونچتی ہو کہ ایسے کلام کا کہنا جائز نہوگا اس سے معلوم ہوا ہے کہ جس کلام کو خود کہنے والا بھی نہ سمجھے اسکو کہنا کیسے درست ہوگا اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حکمت ایسے لوگوں کو

اخرجہ البخاری ۱۲ والنسائی بن کعب ۱۲ ... ابو نعیم روایت

مت سناؤ جو اُسکے لائق نہون ورنہ حکمت پر تمھاری زیادتی ہوگی اور جو اُسکے اہل ہون اُن سے حکمت کو مت روکو کہ انپر ظلم ہوگا اپنا حال تم
دل طبیب کی طرح کرو کہ جہان مرض دیکھے وہان دوا لگا دے اور ایک روایت مین یون ہی کہ جو شخص حکمت نا اہلون مین بیان کرے وہ
جاہل ہی اور جو حکمت کے اہل سے اُسکو روکے وہ ظلم کرتا ہی حکمت کا ایک حق ہی اور کچھ لوگ اُسکے اہل ہین پس ہر ایک اہل حق کو اُسکا حق دینا
چاہیے - اور طامات مین دو امور بھی داخل ہین جو ہمنے شطح مین ذکر کیے ہین اور ایک امر اُنکے علاوہ ہی کہ وہ خاص طامات مین ہی یعنی
شریعت کے ظاہر الفاظ سے جو مراد مفہوم ہوتی ہی اُسکو نہ لینا اور اُنسے امور باطنی ایسے نکالنے کہ ذہن مین اُنکا فائدہ نہ آتا ہو جیسے فرقہ باطنیہ
قرآن مجید مین تاویلین کرتے ہین تو یہ بھی حرام ہی اور اُسکا نقصان بہت زیادہ ہی اسلیے کہ جب الفاظ کے ظاہری معنی بدون دلیل نقلی شارع
کے اور بدون کسی حاجت و ضرورت عقلی کے چھوڑ دیے گئے تو اس سے الفاظ پر اعتماد جاتا رہیگا اور اس سے کلام خدا اور کلام رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کا نفع ساقط ہوگا کیونکہ جو کچھ لفظون سے سمجھا جاتا ہی اُسپر تو اعتماد نہ رہا اور باطن سب کا ایک طرح کا نہین ہوتا اُسمین جھگڑ
ایک دوسرے کے خلاف ہوا کرتے ہین اور مختلف طور پر الفاظ کو ڈھال سکتے ہین یہ امر بھی بڑے عام بدعتون مین سے ہی جنکا ضرر زیادہ
ہوتا ہی اور طامات والون کا مقصود ایک امر غریب نکالنا ہی اسلیے کہ غریب کی طرف نفس مائل ہوتا ہی اور اُس سے لذت پاتا ہی اس تدبیر
سے باطنیہ فرقہ نے ساری شریعت کو برباد کر دیا کہ ظاہر الفاظ کو تاویلین کرکے اپنی رائے کے موافق بنا لیا چنانچہ اُنکے مذہب کی
کتاب مستظہری مین جو اس فرقہ کے رد مین بنائی ہی لکھے ہین - اور طامات والون کی تاویل کرنے کی یہ مثال ہی کہ بعض اس آیت کے
معنی اذہب الی فرعون انہ طغی یون کہتے ہین کہ اس مین اشارہ دل کی طرف ہی اور فرعون سے مراد وہی ہی اور سرکش بھی ہر ایک انسان
پر وہی ہی اور وان الق عصاک کے معنی یہ کہتے ہین کہ بجز خدا تعالی کے جس چیز پر بھروسا اور اعتماد ہو اُسکو ڈالدینا چاہیے اور اس حدیث
مین کہ تسحروا فان فی السحور برکۃ یہ کہتے ہین کہ مراد سحر کے وقت استغفار سے ہی اور اسی طرح تاویلات کرتے ہین یہانتک کہ قرآن کو اول سے
آخر تک ظاہری معنی اور اس تفسیر سے جو حضرت ابن عباسؓ اور دوسرے علما سے منقول ہی بدل دیتے ہین اور ان تاویلون مین سے
بعض کا باطل ہونا تو یقینا معلوم ہو جاتا ہی مثلا فرعون سے دل کو مراد لینا اسلیے کہ فرعون ایک شخص محسوس تھا کہ اُسکا ہونا اور حضرت
موسٰی کا اُسکو اسلام کی طرف بلانا متواتر ہمکو پہنچا ہی اور جیسے ابوجہل اور ابولہب وغیرہا کافرون مین سے کہ موجود شخص تھے اور شیطانون
اور فرشتون مین سے نہ تھے جو حس سے معلوم نہین ہوتے تاکہ ان لفظون کو ڈھال لیا جاوے ایسا ہی حال سحر کے لفظ سے استغفار
مراد لینے کا ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانا اُسوقت نوش فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہلموا الی الغذاء المبارک یعنی اس برکت
والے کھانے کی طرف آؤ تو اس طرح کی تاویلین خبر متواتر اور حس سے باطل ٹھہرتی ہین اور بعضی تاویلین غلبہ ظن سے معلوم ہوتی ہین اور
وہ ایسے امور ہین کہ حواس یعنی دیکھنے وغیرہ سے متعلق نہون بہرحال یہ سب تاویلین حرام اور گمراہی اور لوگون کے دین کا خراب کرنا
ہین اور انمین سے کچھ بھی نہ صحابہؓ سے منقول ہوا نہ تابعین سے نہ حضرت حسن بصریؒ سے باوجودیکہ وہ خلق کو اسلام کی طرف بلاتے اور
اُنکو نصیحت کرنے کے عاشق تھے اور یہ جو حدیث مین ارشاد ہی من فسر القرآن برایہ فلیتبوء مقعدہ من النار اس کی مراد بھی کچھ اسی طرح
کی تاویل کرنے سے ہی یعنی آدمی کی غرض اور رائے ایک امر کے ثابت اور مقرر کرنے کی ہو اور اس غرض کے ثبوت کے لیے قرآن کو
شاہد بنالے اور اُسکے لفظون سے اپنی غرض نکالے بدون اسکے کہ کوئی دلالت لفظی لغت کی راہ سے یا دلالت نقلی موجود ہو - اور اس
حدیث سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ قرآن کی تفسیر استنباط اور فکر سے کرنی نہ چاہیے اسلیے کہ بہت سی آیتین ہین جنمین صحابہؓ اور مفسرین سے
پانچ اور چھ اور سات معنی منقول ہین اور معلوم ہی کہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہوئے نہین کیونکہ وہ معانی بعض اوقات
ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہین کہ جمع نہین ہو سکتے تو ضرور ہی کہ فہم کی خوبی اور طول فکر سے نکلے ہونگے اور اسی لیے آنحضرت

[illegible] فرعون کے [illegible] ۱۲ البخاری [illegible] مسلم [illegible] روایت [illegible] عباس [illegible] ترمذی [illegible] ابن عباس [illegible]

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباسؓ کو فرمایا تھا اللھم فقہہ فی الدین وعلمہ التاویل اور جو شخص طامات والوں میں کا اس جیسے تاویلات کو درست
کہتا ہے باوجودیکہ اُسے معلوم ہے کہ یہ معنی اُن لفظوں سے مقصود نہیں اور پھر کہتا ہے کہ میرا ارادہ ان سے لوگوں کو خدای تعالی کی طرف بلانے کا ہے
تو اُسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ایسے امر میں جو واقع میں حق ہو مگر شریعت میں اسکا ذکر نہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹی حدیث
بنا دے یا ہر ایک مسئلہ میں کہ حق سمجھے ایک حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے موضوع کر لے تو یہ امر ظلم اور گمراہی اور اس حدیث
شریف کے مضمون میں داخل ہوتا ہے من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار بلکہ الفاظ کی تاویل کرنی اس سے بھی بڑھکر ہے اسلیے کہ
اس سے تو الفاظ کا اعتبار ہی بیکار ہوتا ہے اور قرآن کے سمجھنے اور اس سے فائدہ لینے کے طریق کو بالکل برہم کرتا ہے اب تمکو معلوم ہوا کہ
شیطان نے لوگوں کے ارادہ کو اچھے علموں کی طرف سے کس طرح برے علموں کی طرف پھیر دیا اور یہ ساری باتیں علماء بد کے
نام بدلنے کی بدولت ہیں پس اگر تم اُنکا اتباع صرف شہرت کے اعتبار پر کروگے اور جو معانی کہ اول قرن میں معروف تھے انکی طرف
توجہ نہ کروگے تو تمہارا حال وہ ہوگا کہ حکمت کے سبب سے شرف کی طلب میں کسی نام کے حکیم کا اس زمانے میں اتباع کرو اور یہ خبر نہو
کہ حکمت پہلے کیا تھی اور اب کیا ہے پانچواں لفظ حکمت ہے کہ حکیم کا لفظ اب طبیب اور شاعر اور منجم پر بولتے ہیں بلکہ جو شخص سڑکوں پر
عوام کے ہاتھوں میں قرعہ ڈالتا ہے اُسکو بھی حکیم کہتے ہیں حالانکہ حکمت وہ ہے جسکی خدا نے تعالی تعریف بیان فرماتا ہے یؤتی الحکمۃ من یشاء
ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے باب میں فرمایا کہ حکمت کا ایک کلمہ اگر آدمی سیکھے تو اُسکے حق میں
دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے اب تامل کرو کہ پہلے حکمت کیا تھی اور بالفعل کس طرف منقول ہو گئی اور اسی پر باقی الفاظ کو قیاس کر لو اور علماء بد کے
دھوکے اور فریب میں نہ آؤ اسلیے کہ دین پر انکی خرابی بہ نسبت شیطانوں کے بڑھکر ہے کیونکہ شیطان انھیں کے ذریعہ سے لوگوں کے دلوں
میں سے دین کو نکال لیتے ہیں اور اسی وجہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ بدترین خلق کون ہیں تو آپ نے
انکار کیا اور فرمایا کہ الٰہی مغفرت کر یہاں تک کہ مکرر پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ علماء بد ہیں۔ پس اچھے اور برے علم کو تم جان چکے اور
یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ دونوں ایک دوسرے میں کس وجہ سے ملتبس ہو جاتے ہیں تو اب تمہیں اختیار ہے کہ اپنے نفس کی بھلائی چاہو تو سلف
کا اقتدا کرو اور اگر چاہ فریب میں گرا چاہو تو پچھلوں کی مشابہت اختیار کرو جتنے علوم کہ سلف کو پسند تھے وہ سب مٹ گئے اور جن پر کہ اب
لوگ اوندھے منہ گرتے ہیں وہ اکثر بدعت اور نو پیدا ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا بجا ہے کہ بدا الاسلام غریبا وسیعود غریبا کما
بدا فطوبی للغرباء فقیل ومن الغرباء قال الذین یصلحون ما افسدہ الناس من سنتی والذین یحیون ما اماتوہ من سنتی اور دوسری روایت
میں ہے کہ وہ لوگ اُس چیز پر تمسک رکھنے والے ہونگے جس پر تم آج متمسک ہو اور ایک اور حدیث ہے کہ غرباء کم بخت لوگ ہیں بہت سے
لوگوں میں اور خلق میں اُنسے بغض رکھنے والے بہت ہوتے ہیں بہ نسبت دوستی رکھنے والوں کے۔ اور یہ علوم اس طرح کے غریب ہو گئے
کہ جو کوئی انکا ذکر کرتا ہے اُسکے لوگ دشمن ہو جاتے ہیں اور اسی لیے سفیان ثوریؒ نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی عالم کے دوست بہت دیکھو تو
جان لو کہ وہ حق کو باطل کے ساتھ ملانے والا ہے اسواسطے کہ اگر حق ہی کہتا تو لوگ اس سے عداوت رکھتے تیسرا بیان
عمدہ علموں میں سے مقدار محمود کے ذکر میں۔ واضح ہو کہ علم اس اعتبار سے تین قسم پر ہے ایک تو وہ کہ اُسمیں سے تھوڑا اور بہت
برا ہی ہو دوم وہ کہ اُسکا قلیل اور کثیر اچھا ہو اور جسقدر بہت ہووے اسی قدر بہتر اور عمدہ ہے سوم وہ کہ اُسمیں سے بقدر کفایت تو
اچھا ہو اور مقدار کافی سے زائد قابل تعریف نہو اور یہ تینوں قسمیں مثل بدن کے حالات کے ہیں کہ ان میں سے بعض حالت خواہ تھوڑی
ہو یا بہت اچھی گنی جاتی ہے جیسے تندرستی اور خوبصورتی اور بعض حالات بری گنی جاتی ہے کم ہو یا زیادہ جیسے بدصورتی اور بدخلقی اور بعض
حالتیں ایسی ہیں کہ انمیں میانہ روی اچھی مقصود ہوتی ہے جیسے مال کا دینا کہ اسراف قابل تعریف نہیں گو وہ بھی خرچ کرنا ہے جیسے

ح بخاری و مسلم نے کسی نے پوچھا کہ غربا کون ہیں آپ نے فرمایا جو اصلاح کرتے ہیں میری سنت کی کہ اسکو لوگوں نے بگاڑ دیا ہوا اور جس سنت کو لوگوں نے فنا کر دیا ہوا اسکو قائم کرتے ہیں ۱۲ ترمذی بروایت عوف ۱۲
ح اسکی اصل نہیں ملی ۱۲
ح احمد بروایت عبداللہ بن عمر اور اسکے اسناد میں ایک راوی ابن لہیعہ ۱۲

شجاعت کہ تہور کی تعریف نہین اگرچہ وہ بھی شجاعت کی جنس ہے اسی طرح علم کا حال ہے اُسکی اول قسم جو تھوڑا ہو یا بہت بُرا ہی گنا جاتا
ایسا علم ہے کہ جسمین نہ دین کا فائدہ ہو نہ دنیا کا یا اُسکا نقصان بہ نسبت فائدہ کے زیادہ ہو جیسے علم سحر اور طلسمات اور نجوم مین کہ بعضون
مین تو کچھ فائدہ نہین اور عمر سی نفیس چیز جو عمدہ سرمایہ انسانی ہے اسمین صرف کرنی مفت برباد کرنی ہے اور نفیس چیزون کا برباد کرنا بُرا ہے اور
بعض ایسے ہین کہ بہ نسبت اُس فائدے کے جو اُس علم سے متصور ہوتا ہے یعنی دنیا دی حاجت کبھی کوئی نکل جاتی ہے اُنکا نقصان زیادہ ہوتا ہے
بلکہ وہ فائدہ بہ نسبت نقصان کے ہیچ معلوم ہوتا ہے۔ اور جو علم اس سرے سے اُس سرے تک اچھا ہی ہے وہ علم خدا تعالی کی معرفت اور اُسکے
صفات اور افعال کا اور خلق مین اُسکی عادت جاری کا اور دنیا پر آخرت کی ترجیح کی حکمت کا ہے اسلیے کہ یہی علم مطلوب بالذات اور وسیلہ
سعادت اخروی ہے اور اسمین جسقدر کوشش کیجاوے وہ مقدار واجب سے کم ہی ہوگی کیونکہ یہ دریا وہ ہے کہ جسکی تھاہ نہین معلوم ہوتی تمام گھومنے
والے اسکے کنارون پر ہی پھرتے ہین جتنا جس سے ہو سکتا ہے اتنی گردش کرتا ہے اسکے اندر بجز انبیا اور اولیا اور مضبوط عالمون کے اور کوئی نہین
جاتا وہ البتہ موافق اختلاف اپنے درجون اور قوتون کے جسقدر کہ تقدیر الہی نے اُنکے حق مین لکھدیا ہے اسمین غوص کرتے ہین یہ وہی علم
پوشیدہ ہے کہ کتابون مین لکھا نہین جاتا۔ اس علم پر تنبیہ ہو جانے کے لیے علم سیکھنا اور علماے آخرت کے حالات دیکھنے مفید ہوتے ہین یہ
تو ابتدا مین چاہیے اور انجام کے لیے اس علم پر مدد مجاہدہ اور ریاضت اور قلب کے صاف کرنے اور دنیا کے علاقون سے اُسکو خالی
کرنے اور دنیا مین انبیا اور اولیا کی مشابہت پیدا کرنے سے ملتی ہے جو کوئی اس علم کے لیے اسطرح سعی کریگا تو اُسکو جتنا اُسکے نصیب
مین ہے ملجاویگا بقدر کوشش نہین ملیگا ہان مجاہدہ کی حاجت اسمین ضرور ہے بدون مجاہدہ کچھ نہین ہوتا کہ ہدایت کی کنجی سوا اُسکے اور کوئی نہین
اور تیسری طرح کے علوم جو ایک مقدار خاص تک اچھے ہین وہ وہ ہین جنکو ہم فرض کفایہ مین لکھ آئے ہین کہ انمین ہر علم کے تین درجے
ہین ایک بقدر کفایت و حاجت وہ تو ادنی ہے اور ایک متوسط سے زائد کہ آخر عمر تک اُسکی انتہا نہو تو آدمی کو چاہیے کہ دو باتون مین سے
ایک اختیار کرے یا تو اپنے نفس کی فکر کرے یا جب اپنے نفس سے فارغ ہو جاوے تو دوسرے کی فکر کرے مگر ایسا ہرگز نہ کرے
کہ اپنے نفس کی اصلاح سے پیشتر دوسرے کی اصلاح مین مشغول ہو اب اگر تمکو اپنے نفس کا دھندا کرنا ہو تب تو اُسی علم مین مشغول ہو
جو تمپر فرض ہے بحسب اقتضاے حالات ہوتا جاوے اور جو اعمال ظاہر کے متعلق ہو مثلاً نماز اور روزہ اور طہارت لیکن بڑا ضروری
اور اہم جسکو سب لوگون نے چھوڑ رکھا ہے وہ دل کی صفتون کا علم ہے اور یہ کہ انمین سے کونسی اچھی ہے اور کونسی بُری اسواسطے کہ کوئی آدمی
ایسا نہین جو بُری صفتون سے بری ہو اور حرص اور حسد اور ریا اور کبر اور عجب وغیرہ اُسکے اندر نہون اور یہ صفات سب ہلاک کرنے والے
ہین اور اُنکو ویسے ہی چھوڑ دینا اور صرف اعمال ظاہری مین مشغول رہنا ایسا ہے کہ آدمی خارش یا پھوڑون کی تکلیف مین ظاہر بدن پر لیپ
کر لے اور اندر کا مواد فصد اور سینگی سے نکالنے مین سستی کرے۔ اور نام کے علما اور کٹھ ملا اعمال ظاہری ہی بتاتے ہین جیسے سڑکون کے
طبیب ظاہر بدن پر لیپ کرنے کو کہتے ہین اور آخرت کے علما بجز باطن کی صفائی اور دور کرنے مواد شر کے اسطرح کہ اُنکی جڑین اُکھاڑ
ڈالی جاوین اور کچھ نہین بتاتے اور اُنکی جڑین دل کے اندر ہین۔ اور اکثر لوگ جو اعمال ظاہری کے پابند ہین اور دلون کی صفائی نہین
کرتے اسکی وجہ یہ ہے کہ ظاہر اعضا کے اعمال آسان پڑتے ہین اور دل کے اعمال مشکل جیسے کوئی شخص کڑوی اور بدمزہ دوا پینے کو سخت
جانکر ظاہر بدن پر لیپ کر لیتا ہے اور اسی دردسری مین مبتلا رہتا ہے اور مواد بڑھتا جاتا ہے اور اسکے سبب سے اور روگ دونے ہوتے جاتے ہین
پس اگر تمکو قصد آخرت اور طلب نجات اور ہلاک ابدی سے گریز منظور ہے تو باطن کے روگون اور اُنکے علاج کے علم مین مشغول ہو جسکا بیان
ہمنے جلد ثالث مین اُسکی تفصیل کی ہے اسکے جاننے سے تم اُن عمدہ مقامات پر بالضرور پہونچ جاؤگے جو جلد چہارم مین مذکور ہین کیونکہ
دل جب بُری بات سے خالی ہوتا ہے تو اچھی بات سے بھرتا ہے اور زمین جب گھاس سے نولائی جاتی ہے تب اُسمین کھیتی اور چمن کی ابادی

ہوتی ہو اور جب تک تمکو اس فرض عین سے فراغت نہو تب تک فرض کفایہ مین مصروف نہو خصوص اُسوقت مین کہ کوئی دوسرا
اُسکو جانتا ہو اور تعمیل کرتا ہو اسلیے کہ جو شخص اپنی جان کو ہلاک کرے اسلیے کہ دوسرے کی اصلاح شاید ہو جاوے تو وہ بیوقوف ہے مثلاً
اگر سانپ اور بچھو کسی کے کپڑون مین گھسے ہوے ہون اور اُسکے قتل کے درپے ہون اور وہ ایک پنکھا ڈھونڈھتا پھرتا ہو جس سے
کہ دوسرے کی مکھی دور کرے اور وہ دوسرا ایسا ہو کہ اگر سانپ اور بچھو اول کو درد و رنج پہونچاوین تو وہ اُسکے کام نہ آوے اور نہ اُنکی مصیبت
سے چھڑاوے تو بھلا اُس سے بڑھکر کون احمق ہوگا کہ اپنی جان کی فکر تو نہ کرے دوسرے کے لیے بیفائدہ کاوش کرے۔ اور اگر تمکو اپنے
نفس کی صفائی سے فراغت ملے اور ظاہر اور باطن کے گناہ چھوڑنے پر قدرت ہو جاوے اور یہ امر ایک عادت دائمی کے طور پر تم مین
حاصل ہو جاوے اور ایسا ہونا کچھ بعید نہین تو اُسوقت البتہ فرض کفایہ مین مشغول ہونا چاہیے اور اُسمین ترتیب اور درجہ کا لحاظ رکھنا
چاہیے یعنی اول کلام مجید پھر حدیث شریف پھر علم تفسیر اور علوم قرآنی ناسخ اور منسوخ اور مفصول اور موصول اور محکم اور متشابہ پہچاننے
اور اسی طرح حدیث کے علوم سیکھنے چاہیین پھر اُنکے فروع مین مشغول ہونا یعنی علم فقہ کے مذہب معتبرہ جاننا چاہیے نہ خلاف کو پھر اصول
فقہ کو اور اسی طرح باقی اور علمون کو جہانتک کہ عمر مین گنجایش ہو اور وقت یاری دے مگر اپنی عمر کو ایک فن خاص مین مستغرق مت کرو مین
لحاظ سے کہ اسمین کمال پیدا کرو اسلیے کہ علوم بہت ہین اور عمر تھوڑی اور یہ علوم دوسرے مقصود کے لیے آلات اور مقدمات ہین خود
مطلوب بالذات نہین اور جو چیز کہ غیر کے لیے مطلوب ہوتی ہو اُسمین یہ نہین چاہیے کہ اصل مقصود بھلا دیا جاوے اور ذریعہ کی کثرت
کیجاوے۔ پس علم لغت مروج سے اسی قدر پیدا کرنا کہ جس سے کہ تم عربی زبان کو سمجھ سکو اور بول سکو اور جو لغت کم رائج ہون اُنمین سے اتنا قدر
جان لو کہ قرآن اور حدیث کے سب الفاظ پر وقوف ہو جاوے اس سے زیادہ مین خوض کرنا کچھ ضرور نہین اسی طرح نحو سے اُسی قدر پر
اکتفا کرو جو قرآن اور حدیث کے متعلق ہو اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ علم کے تین مراتب ہین ایک بقدر کفایت دوم متوسط سوم درجہ کمال تو ہم
حدیث اور تفسیر اور فقہ اور کلام مین اُن تینون مراتب کو بتائے دیتے ہین تاکہ اور علوم کو تم انھین پر قیاس کرلو پس علم تفسیر مین مقدار کفایت
یہ ہے کہ حجم قرآن کی دوگنی ہو جیسے علی واحدی نیشاپوری کی تفسیر ہے جسکا نام وجیز ہے اور متوسط درجہ یہ ہے کہ قرآن کے حجم سے تگنی ہو جیسے تفسیر
نیشاپوری جسکو وسیط کہتے ہین اور درجہ کمال اس سے زائد ہے جسکی کچھ حاجت نہین اور عمر بھر تک اُسکا انجام بھی نہین ہوتا۔ اور حدیث مین
مقدار کفایت یہ ہے کہ مضمون بخاری اور مسلم کا کسی شخص فاضل اور ماہرین حدیث کے واقف سے سمجھ لو اور راویون کے نام کا یاد کرنا ضرور نہین
اسلیے کہ یہ کام تم سے پہلے لوگ کر چکے ہین اور سب کچھ لکھ گئے ہین تمکو اتنا ہی چاہیے کہ اُنکی کتابون کو معتبر سمجھو اور یہ بھی تمپر لازم نہین کہ بخاری
اور مسلم کے الفاظ حدیث کو حفظ کرو بلکہ اس طرح تحصیل کرو کہ ضرورت کے وقت جس مسئلہ کی ضرورت تمکو پڑے آن مین سے نکال سکو
اور متوسط درجہ یہ ہے کہ جتنی کتابین حدیث کی صحیح ہین اُن سب کو صحیحین کے ساتھ پڑھ لو اور درجہ کمال یہ ہے کہ جو کچھ حدیثین منقول ہون
خواہ ضعیف ہون یا قوی اور صحیح ہون یا معلل سبکو پڑھو اور اسناد کے بہت سے طرق اور راویون کے حالات اور اُنکے نام
اور اوصاف معلوم کرو اور فقہ مین مقدار کفایت اسقدر ہے کہ جیسے مختصر مزنی رح کی ہے جسکو ہمنے خلاصۃ المختصر مین لکھا ہے اور متوسط وہ ہے جو مختصر کی
تین گنی ہو یعنی اتنی بڑی ہو جتنی بڑی ہماری کتاب فقہ کی وسیط ہے اور درجہ غایت اُسکو سمجھو جو ہمنے بسیط مین لکھا ہے اور بڑی بڑی کتابون کے
اور علم کلام کا مقصود صرف اتنا ہے کہ جو عقیدے اہل سنت نے سلف صالحین سے نقل کیے ہین وہ محفوظ رہین اور کچھ مطلب نہین
اور اگر ہے تو امور کے حقائق کا کشف ہو جانا بدون طریق کشف کے اُس سے کچھ غرض متعلق نہین ہان مقصود حفظ سنت کے لیے مقدار کافی
علم کلام کی ضرور ہونی چاہیے اور وہ ایک مختصر رسالہ عقائد سے ہو سکتی ہے جیسے کہ مضمون کو باب قواعد العقائد اس جلد کا حاوی ہے اور متوسط
درجہ کی مقدار یہ ہے کہ سو ورق کا رسالہ ہو جیسا کہ ہمنے کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد لکھی ہے اور حاجت علم کلام کی اس وجہ سے ہے کہ اس سے

بدعتی کا مناظرہ کیا جاوے اور اسکی بدعت کو ابتر کرکے عامی کے دل میں سے نکال دیا جاوے اور یہ بات صرف عوام ہی کے ساتھ میں کارآمد ہے بشرطیکہ انکو تعصب نہ بڑھ گیا ہو اور نہ بدعتی اگر تھوڑا سا بھی مناظرہ جان جاتا ہے تو کم ایسا ہوتا ہے کہ اسکو کلام مفید ہو کیونکہ اگر اسکو تقریر میں ساکت بھی کردو تب بھی اپنا مذہب نہ چھوڑیگا اور اپنے نفس کو ناقص سمجھکر فرض کریگا کہ اس بات کا جواب ضرور ہوگا مگر مجھکو نہیں آتا طرف ثانی مجکو مغالطہ دیتا ہے اور قوت مناظرہ سے حق کو مشتبہ کیے ڈالتا ہے اور عامی کا حال یہ ہوتا ہے کہ اگر ذرا سی تقریر میں حق سے منحرف ہو جاتا ہے تو اُسی قدر تقریر میں پھر درست ہو سکتا ہے بشرطیکہ تعصب نہ بڑھ گیا ہو اور اگر تعصب اور اپنی چاو کی بیچ پر آجاویگا تو پھر عامی سے بھی ناامیدی ہو جاتی ہے اسلیے کہ بیچ بیموقع کرنی نفسون میں عقیدون کو پختہ کر دیتی ہے اور یہ آفت بڑے علما میں ہے کہ حق کے لیے تعصب میں مبالغہ کرتے ہیں اور مخالفین کو بچشم حقارت دیکھتے ہیں اور اُسکا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ بھی مکافات اور مقابلہ پر آمادہ ہوتے ہیں اور باطل کی مدد زیادہ کرتے ہیں اور جس چیز کا انپر الزام لگایا جاتا ہے اسکو خوب مضبوطی سے تمسک کرتے ہیں اگر حضرات علما براہ مہر و رحمت اور خیر خواہی کے انکو خلوت میں نصیحت کر دیتے اور تعصب اور حقارت کے موقع سے قطع نظر کرتے تو غالبا کامیاب ہوتے لیکن چونکہ جاہ بدون لوگون کی پیروی کے راست نہیں ہوتا اور پیروی پر میل لوگون کا بدون تعصب اور طرف ثانی کے لعن و دشنام کے نہیں آتا اسلیے علما نے تعصب کو اپنی عادت اور حربہ ٹھہرا لیا ہے اور کہتے ہیں کہ ہم دین کی حفاظت کرتے ہیں اور مسلمانون کی طرف سے لڑتے ہیں اور واقع میں اس صورت سے خلق کی بربادی اور نفسون میں بدعت کا جمنا حاصل ہے سا اور امور خلافی جو ان پچھلے زمانون میں ایجاد ہوئے ہیں اور انمین وہ تحریرین اور تصنیفین اور مناظرے نکلے ہیں کہ ویسے کبھی زمانہ سلف میں نہ تھے تو انکے تم گرد بھی مت پھرنا اور انسے ایسی طرح بچنا جیسے زہر قاتل سے اسلیے کہ وہ مرض لاعلاج ہے وہی روگ ہے جسنے تمام فقیہون کو آپس کی حرص اور مباہات میں مبتلا کر دیا ہے چنانچہ عنقریب اُنکے آفات اور غوائل ہم بیان کرینگے۔ اور کبھی اس تقریر کو کوئی ویسا ہی عالم سنتا ہے تو کہتا ہے کہ جس شخص کو کوئی بات نہیں آتی وہ اُسکا دشمن ہوا کرتا ہے تو تم کو اس کہنے سے یہ گمان نہو کہ ہم بھی اس علم سے ناواقف ہیں بلکہ ہم نے تو اس فن میں ایک عمر تلف کی اور تصنیف اور تحقیق اور جدال اور بیان میں اول لوگون پر گوے سبقت لیگئے مگر پھر اللہ تعالی نے ہمکو راہ راست الہام کیا اور اس فن کے عیب پر مطلع فرمایا اب ہم اسکو ترک کرکے اپنے نفس کی فکر میں مشغول ہوے اس نظر سے تمکو نصیحت ہماری قبول کرنی چاہیے کہ تجربہ کار کا کہنا ٹھیک ہے اور اگر کوئی یون کہے کہ فتوی شریعت کا رکن ہے اور اُسکی علتین بدون علم خلاف کے معلوم نہیں ہوتین اسلیے اُنکا جاننا ضروری ہے تو اس قول سے تم مغالطہ میں نہ آنا کیونکہ مذہب کی علتین خود مذہب میں مذکور ہین اُنسے جو باتین زائد ہین وہ مفت کے جھگڑے ہین کہ قرن اول کے لوگ اور صحابہؓ اُنکو نہ جانتے تھے حالانکہ اورون کی نسبت کہ علم فتوی کو زیادہ جانتے تھے بلکہ یہ علتین قطع نظر اس سے کہ علم مذہب میں کچھ مفید نہیں فقہ کے مزہ کو خراب کرتی ہین اور ضرر پہونچاتی ہین اسلیے کہ جس شخص کے لیے مفتی کا فکر شاہد ہو جاتا ہے تو اگر مفتی کی طبیعت میں ذوق صحیح فقہ کا ہوتا ہو تو اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ اس سے جدل کی شرطون کے بموجب حکم کا اجرا نہین ہو سکتا اور جس شخص کی طبیعت جدل کی رسمون کی عادی ہوتی ہے اُسکا ذہن جدل کے مقتضیات کو مانتا ہے اور فقہ کے ذوق کے ماننے سے پہلو تہی کرتا ہے۔ اور اس فن میں وہی لوگ مشغول ہوتے ہین جنکو شہرت اور جاہ کی طلب ہوتی ہے اور بہانہ یہ کرتے ہین کہ ہم مذہب معتبر کی علتین تلاش کرتے ہین حالانکہ بعض اوقات ساری عمر گذر جاتی ہے اور انکی ہمت مذہب کے جاننے پر مصروف نہین ہوتی علتون ہی میں بسر ہو جاتی ہے اسلیے تمکو چاہیے کہ جن کے شیطانون سے بھی بچو اور انسانون کے شیطانون سے بھی احتراز کرو کہ ان لوگون نے بہکانے اور گمراہ کرنے میں شیطانین جن کو راحت دے دی ہے حاصل اس سب تقریر کا یہ ہے کہ تم جہان میں اپنے نفس کو خداے تعالی کے ساتھ اکیلا فرض کرلو اور جان لو کہ موت اور دو پیشی اور حساب اور بہشت اور دوزخ سامنے ہین پھر تامل کرو کہ ان سامنے کی چیزون میں کونسی بات تمکو بکار آمد ہے اسکو تو اختیار کرو اور باقی کو

سو اسکو ترک کر دو والسلام ۔ بعض مشائخ نے کسی عالم کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ جن علوم سے تم جھگڑا کیا کرتے تھے اور انکے باب میں مناظرے برسوں کیا کرتے تھے انکا احوال کہو عالم نے اپنی ہتھیلی پھیلا کر اسمیں پھونک ماری اور کہا سب خاک کی طرح اڑ گئے مجھکو صرف دو رکعتیں کام آئیں جو رات کو میں نے ادا کیں صرف وہی میری بچیں ۔ اور حدیث شریف میں ارشاد ہوا ما ضل قوم بعد ہدی کانوا علیہ الا اوتوا الجدل ثم قرء ما ضربوہ لک الا جدلا بل ہم قوم خصمون اور ایک حدیث میں اس آیت کے معنوں میں فاما الذین فی قلوبہم زیغ ارشاد ہوا ہم اہل الجدل الذین عناہم اللہ تعالی بقولہ فاحذرہم ان یفتنوک اور بعض اکابر کا قول ہے کہ آخر زمانے میں کچھ لوگ ہونگے کہ عمل کا دروازہ انپر بند کر دیا جاویگا اور جدل کا دروازہ انکے لیے کھول دیا جاویگا اور بعض احادیث میں وارد ہے کہ تم ایسے زمانے میں ہو کہ اسمیں عمل کا الہام ہوا ہے اور عنقریب ایک قوم ایسی ہوگی کہ انکے دلوں میں جدل ڈالا جاویگا ۔ اور حدیث مشہور میں وارد ہوا ابغض الخلق الی اللہ تعالی الالد الخصم ایک روایت میں یوں ہے کہ جس قوم کو گفتگو ملی وہ عمل سے روک دی گئی ۔ اور عفی بن [illegible] اصمعی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے خلیل بن احمد کو انکی وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور کہا کہ ہمکو خلیل سے زیادہ کوئی عاقل نہیں ملا کہ اس سے کچھ پوچھیں خلیل نے فرمایا کہ جس بات میں ہم مصروف تھے اسکا حال کچھ نہ معلوم کیا ہاں سوا ان کلمات کے اور کوئی چیز مفید نہ ہوئی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ۔ چوتھی فصل

اس ذکر میں کہ علم خلاف پر خلق کے متوجہ ہونے کا کیا سبب ہوا اور مناظرہ کی آفتوں کی تفصیل اور انکے جائز ہونے کی شرطوں میں ۔ اس فصل میں یہ بیان ہے کہ علم خلاف پر لوگوں کے متوجہ ہونے کے ذکر میں واضح ہو کہ ابتداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے متکفل خلفاء راشدین ہوئے وہ ائمہ لوگ عالم باللہ تھے اور انکے احکام کے فقیہ تھے اور مقدمات کے فتاوی کے اجرا میں جیسے ان لوگوں کو فقیہوں سے مدد لینے کی بہت ہی کم حاجت ہوتی تھی نہ ایسے معاملات میں کہ جن میں مشورہ سے گریز نہ تھا اسی کی فرصت تھی اسی لیے علماء علم آخرت ہی کے ہو رہے تھے اور کچھ شغل نہ رکھتے تھے اور فتاوے اور خلق کے احکام دنیاوی کو ایک دوسرے پر ٹالتے تھے اور بہمہ ہمت متوجہ الی اللہ تھے چنانچہ انکی سیرتوں سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جبکہ نوبت خلافت ان لوگوں کو پہونچی کہ بغیر استحقاق خلافت اور بدون رسوخ علم فتاوے اور احکام کے حاکم ہو گئے تو انکو ناچار فقہا سے مدد لینی اور سب حالوں میں انکو ساتھ رکھنے کی ضرورت پڑی تاکہ حکم جاری کریں انسے فتوی طلب کریں اور اسوقت علماء تابعین میں سے وہ لوگ باقی تھے جو اول طرز کے عادی اور دین خالص کے ملازم تھے اور علماء سلف کے قدم بقدم چلتے تھے اسلیے انکا یہ حال تھا کہ اگر حکام انکو بلاتے تھے تو وہ بھاگ جاتے تھے اور اعراض کرتے تھے لہذا حکام کو انکی طلب میں اصرار کرنا پڑا کہ عہدہ قضا اور حکومات دیویں اسوقت کے لوگوں نے علماء کی عزت دیکھی کہ علماء اور امام اور والی سب انکی طرف متوجہ ہیں اور یہ انکو قبول نہیں کرتے تو علم کے حاصل کرنے پر متوجہ ہوئے تاکہ حاکموں کی طرف سے عزت اور جاہ حاصل کریں اسی لیے علم فتاوے پر جھک پڑے اور اپنے آپکو حاکموں کے سامنے پیش کیا اور انسے تعارف بہم پہونچا کر عہدے اور انعام [illegible] اور بعض تو کچھ نہ کچھ محروم رہے اور بعض مراد کو پہونچے جو مراد کو پہونچے وہ بھی طلب کی ذلت اور بے وقعتی سے نہ بچے غرض کہ فقہا جو مطلوب بنا کرتے تھے اب طالب ہو گئے اور سلاطین کو اپنے پیچھے لگاتے تھے اور عزت سے تھے اب [illegible] آپ ذلیل ہو گئے مگر وہی علماء دین الہی ہیں جنکو توفیق عنایت ہوئی وہ ہر وقت میں اس ذلت سے بچے رہے [illegible] اس زمانے میں اکثر جاہلوں کی [illegible] مقدمات کی علم پرستی اسلیے کہ عہدوں اور حکومتوں میں اسی کی بڑی ضرورت تھی پھر انکے بعد بعض رؤسا اور امراء ایسے ہوئے کہ انہوں نے عقائد کے قواعد میں لوگوں کی گفتگو سنی اور اسباب میں دلائل سننے کا انکو شوق ہوا جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ ان امراء کو رغبت علم کلام کے مناظرہ اور جھگڑے کی ہے تو اسی کا چرچا شروع کر دیا اور اسمیں بہت سی تصنیفات کیں اور طریق جھگڑے کے نکالے اور طرف ثانی کے اقوال پر اعتراضات کے ڈھنگ ایجاد کیے اور یہ خیال کیا کہ ہم دین الہی کی طرف سے

بری باتون کا دفع کرنا اور سنت کی طرف سے لڑنا اور بدعت کا استیصال کرنا منظور ہو جیسا اُس سے پیشتر کے فقہا کہتے تھے کہ ہماری غرض دین کے فتاوے کا اچھی طرح جاننا اور مسلمانون کے احکام کا متکفل ہونا ہے اور اُسمین خلق خدا پر شفقت اور اُنکی خیر خواہی مد نظر ہے پھر کچھ مدت بعد بعض روسا ایسے ہوے کہ اُنکو علم کلام مین خوض کرنا اچھا نہ معلوم ہوا اس جہت سے کہ اُسمین مناظرہ کا باب مفتوح ہونے سے بڑے بڑے تعصبات اور خصومات پیدا ہوے جنسے نوبت کشت وخون اور شہرون کی بربادی کی پہونچی مگر اُنکو فقہ مین مناظرہ ہونے کا اور خاص امام شافعی اور امام اعظم رحمہ کے مذہبون مین اولی کے معلوم کرنے ذوق ہوا اسلیے لوگون نے علم کلام اور دوسرے فنون کو ترک کر دیا اور خاص ان دونون اماموں کے مسائل خلافی کی طرف میل کیا جو خلاف کہ امام مالک اور احمد اور سفیان ثوری وغیرہم کے ساتھ ہے اسمین سہولت برتی اور اپنے خیال خام مین یہ سمجھا کہ ہماری غرض شریعت کی باریک باتون کا نکالنا اور مذہب کی علتون کا ثابت کرنا اور فتاوے کے اصول کی بنا ڈالنی ہے اور اس بات مین بہت سی تصانیف لکھین اور طرح طرح کے جھگڑے اُنمین درج کیے اور اب تک اُسی پر چلے جاتے ہین نہین معلوم کہ ہمارے بعد کن باتون مین خداے تعالی نے کیا مقدر کر رکھا ہے غرض کہ باعث خلافیات پر جھکنے کا اور مناظرون پر مائل ہونے کا یہی تھا اور کچھ نہ تھا اگر اہل دنیا والون کے نفس کسی اور امام کے ساتھ خلاف معلوم کرنے کے راغب ہو جاوین یا کسی اور علم کی طرف شائق ہون تو علما بھی اُنکے ساتھ ہی جھکینگے اور اس بہانے سے باز نہ آوینگے کہ جس علم مین ہم مشغول ہین یہ علم دین ہے اور ہمکو مطلب سواے خداے تعالی کے اور کچھ نہین

دوسرا بیان اس بات کی غلطی مین کہ یہ مناظرے صحابہ کے مشورون اور اکابر سلف کی تقریرون کے مشابہ ہین۔ جاننا چاہیے کہ علما کبھی لوگون کو یہ مغالطہ دیتے ہین کہ ہماری غرض ان مناظرون سے حق بات پر بحث کرنا ہے تاکہ حق کھل جاوے اسلیے کہ امر حق مطلوب ہے اور فکر کرنے مین ایک دوسرے کی مدد کرنی اور بہت سی رایون کا متفق ہو جانا مفید ہے اور صحابہ کی عادت بھی اپنے مشورون مین اسی طرح کی تھی مثلاً دادا کے ساتھ مین بھائیون کے محروم ہونے کی صورت اور شراب خواری کی سزا مین اور جب امام چوک جاوے تو اُسپر تاوان کے واجب ہونے مین جیسا اُس مسئلہ مین کہ کسی عورت نے باعث خوف حضرت عمر کے اپنا بچہ گرا دیا تھا اور اسی مسائل فرائض وغیرہ مین اُنکے مشورے مشہور ہین اور جو خلاف کہ شافعی اور احمد اور محمد اور مالک اور ابو یوسف وغیرہم رحمہم اللہ سے منقول ہے وہ اسی بات کا مؤید ہے اور ہم تمکو اس مغالطہ کی تہ بتا دیتے ہین اور وہ یہ ہے کہ طلب حق پر ایک دوسرے کی مدد چاہنی البتہ دین کی بات ہے مگر اُسکے لیے کئی شرطین اور علامتین ہین اول یہ کہ جب یہ مناظرہ فرض کفایہ ہے تو جو شخص کہ فرض عین سے فراغت نہ کر چکے اُسکو اُسمین مشغول ہونا نہ چاہیے اور جس شخص پر فرض عین ہے اور وہ فرض کفایہ مین مصروف ہو جاوے اور کہے کہ میری غرض طلب حق ہے تو وہ جھوٹا ہے اور اُسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی خود تو نماز ترک کر بیٹھے اور کپڑون کے پیدا کرنے اور سینے مین کوشش کرتا پھرے اور کہے کہ میری غرض اس سے یہ ہے کہ جو شخص ننگے بدن نماز پڑھے اور کپڑا نہ میسر ہو اُسکا ستر عورت کردون کیونکہ یہ بات کبھی ہو بھی جاتی ہے اسکا واقع ہونا ممکن ہے جیسا فقیہ کہتا ہے کہ جو امور کہ اُنسے خلاف مین بحث ہوتی ہے اُنکا واقع ہونا ممکن ہے گو کم ہوتے ہون۔ اور جو لوگ مناظرہ مین مشغول رہتے ہین وہ ایسی باتون کو چھوڑے ہوے ہین جو بالاتفاق فرض عین ہین اور اگر کوئی ودیعت کو فوراً ادا کرنا چاہے اور کھڑا ہو کر نماز کی نیت باندھ لے جو سب ثوابون سے عمدہ ہے اور کسی شرط وغیرہ کا لحاظ نہ کرے تو ظاہر ہے کہ اس نماز سے وہ نافرمان خداے تعالی کا ہوگا اس سے یہ معلوم ہوا کہ آدمی کے مطیع ہونے مین یہی امر کافی نہین کہ وہ کوئی فعل طاعت کی جنس کا کرتا ہو جب تک کہ اُسمین وقت اور شرط اور ترتیب کا لحاظ نہ کرے دوسرے یہ کہ مناظرہ کی نسبت کوئی دوسرا فرض کفایہ اہم نہ دیکھے اگر اُسکی نسبت اور فرض کفایہ اہم اُسکو معلوم ہوا اور پھر مناظرہ مین مشغول ہوگا تو نافرمان ہوگا اور اُسکی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص ایک جماعت کو دیکھے کہ پیاس کے مارے مرے جاتے ہین اور لوگون نے اُنکو چھوڑ دیا ہے خبر گیری نہین کرتے اور اُسکو اُنکے جلانے کی یعنی پانی پلانے کی قدرت ہے تو آپ پانی نہ پلاوے پچھنے لگانے سیکھے اور کہے کہ اسلیے سیکھتا ہون کہ یہ فرض کفایہ ہے اگر شہر مین اسکا جاننے والا نہ رہیگا تو لوگ ہلاک ہو جاوینگے اور کوئی اُن سے

سکے کہ شہر مین تو سینگی لگانے والے بہت ہین اسیقدر کافی ہین تو جواب دیتا ہو کہ اس بات سے اس فعل کا فرض کفایہ ہونا تو نہین گیا غرض کہ جو شخص ایسا کرے اور جو کام کہ نہایت ضرور ہو اسکو نہ کرے یعنی پیاسے مسلمانون کی خبر نہ لے اسکا حال اس شخص جیسا ہو کہ مناظرہ مین فرض کفایہ جانکر مصروف رہے اور شہر مین جن فرضون کفایہ کو کوئی نہین کرتا انہین متوجہ ہی نہ کرے مثلاً فتوی ہی ہو کہ اسکے لیے بہت لوگ ہین اور فروض کفایہ ہر ایک شہر مین کچھ نہ کچھ چھوٹے ہوے ہین کہ انکی طرف فقہا توجہ کبھی نہین کرتے مثلاً اسے نزدیک طب ہی ہو کہ اکثر شہرون مین مسلمان طبیب نہین جنکی گواہی شرعاً امور طبیہ مین درست ہو اور فقہا مین سے کوئی طب کی رغبت نہین کرتا اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہو اکثر مناظرہ کرنے والا مجلس مناظرہ مین دیکھتا ہو کہ حریر کا لباس ہو یا فرش بچھا ہو اسکو چپکا دیکھا کرتا ہو اور ایسے مسئلہ مین مناظرہ کرتا ہو کہ وہ کبھی واقع نہوا ہو اگر ہو بھی تو اسکے بتانے والے بہت سے ہون پھر یہ کہتا ہو کہ مین فرض کفایہ مین مشغول ہونے سے خدا تعالی کا قرب چاہتا ہون اور حضرت انس سے روایت ہو کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کب ترک ہو جاوینگے آپ نے فرمایا کہ جبکہ تم سے بہتر لوگون مین مداہنت پیدا ہوگی اور بدترون مین بیحیائی اور چھوٹون مین سلطنت چلی آئیگی اور رذیلون مین فقہ تقسیم ہوگی۔ تیسری یہ ہو کہ مناظرہ کرنے والا مجتہد ہو کہ اپنی رائے سے فتوی دے نہ مذہب امام شافعی اور امام اعظم وغیرہ پر مقید ہو کر فتوی دے یہانتک کہ اگر اسکو حق امام ابو حنیفہ کے مذہب سے معلوم ہوا تو امام شافعی کی تجویز کو ترک کرے اور جو کچھ امر حق معلوم ہوا ہو اسی کے بموجب فتوی دیوے جس طرح کہ صحابہ اور امام کیا کرتے تھے اور جس شخص کو کہ اجتہاد کا رتبہ نہین جیسا کہ حال سب زمانہ بھر کا ہو اور جب اس سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا ہو تو اپنے امام کا قول نقل کرکے حکم دیتا ہو اور اگر اپنے امام کے مذہب مین کچھ ضعف معلوم ہوتا ہو تو اس مذہب کا چھوڑنا اسکو جائز نہین تو ایسے شخص کو مناظرہ سے کیا فائدہ ہو مذہب تو اسکو معلوم ہی ہو اسکے سوا اور مذہب پر فتوی دینے کا اسکو اختیار نہین اور جو بات اسکو مشکل پڑے تو اسکے جواب مین یہ کہنا لازم ہو کہ شاید ہمارے امام کے یہان اسکا کچھ جواب ہوگا ہمکو اجتہاد مین اتنا رسوخ نہین کہ اصل شرع مین سے بات نکالین۔ اور اگر ایسے مسائل مین مباحثہ کرتا کہ جنین اسکے امام سے دو صورتین یا دو قول ہین تو البتہ مناسب تھا کیونکہ وہ مثلاً اکثر ایک روایت کے بموجب حکم دے دیتا ہو تو بحث سے یہ فائدہ ہوگا کہ جونسی روایت قوی ہوگی وہ معلوم ہو جاویگی حالانکہ ایسے مسائل مین کبھی مناظرے نہین ہوتے بلکہ جس مسئلہ مین امام سے دو وجہین یا قول مروی ہون اسکو چھوڑ دیتے ہین اور ایسا مسئلہ تلاش کیا جاتا ہو جسمین قطعاً دوسرے امام کا خلاف ہو۔ چوتھی یہ کہ مناظرہ ایسی صورتون مین کرے جو ہو چکی ہون یا عنقریب ہونے کو ہون اسلیے کہ صحابہ نے انکے سوا واقعات مین مشورہ فرمایا ہو جو ہوتے ہین یا جو اکثر ہوا کرتے ہین جیسے فرائض کے مسائل مگر مناظرہ کرنے والون کو نہ دیکھوگے کہ جن مسائل مین لوگ اکثر مبتلا ہوتے ہین اور فتوی کی حاجت ہو انکی تحقیق کا اہتمام کبھی کرتے ہون بلکہ ایسے ہی مسائل کو ڈھونڈتے ہین جنمین گنجایش بحث کرنے کی کسی صورت سے نکل آوے اور اکثر ایسا ہوتا ہو کہ جو بات اکثر واقع ہوتی ہو اسکو چھوڑ دیتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ مسئلہ حدیث کے متعلق ہو یا مختصر ہو کچھ طویل مسئلہ نہین ہین تعجب کی بات ہو کہ مقصود تو امر حق دریافت کرنا ہو اور پھر مسئلہ کو یہ کہکر چھوڑ دین کہ متعلق بہ حدیث ہو اسکے بابین امر حق حدیثون سے دریافت ہوتا ہو یا اس وجہ سے ترک کرین کہ مسئلہ طویل نہین کہ اسمین کلام کو طول دیا جاوے حالانکہ امر حق مین مقصود یہی ہوتا ہو کہ کلام مختصر کرکے جلد مطلب پر پہنچ جاوین یہ نہین کہ تقریر کو طول دیا جاوے پانچوین یہ کہ خلوت اور تنہائی مین مناظرہ کرنا اچھا معلوم ہوتا ہو بہ نسبت محفلون اور امرا اور حکام کے سامنے ہونے کے اسلیے کہ خلوت مین ہمت مجتمع اور ذہن اور فکر صاف رہتے ہین اور حق کو جلد سمجھتے ہین اور لوگون کے سامنے ہونے کے لوازم آکھڑے ہوتے ہین اور ہر دو کو فریقین مین سے یہی حرص ہوتی ہو کہ مین ہی بہتر ہون اسکی پروا نہین کہ حق پر ہون یا باطل پر اور تمکو معلوم ہو کہ اب مناظرہ کرنے والے محفلون اور مجمعون مین بحث کرنے کے زیادہ حریص ہین اور ایک شخص دوسرے کے ساتھ مدتون رہتا ہو مگر تنہائی مین کچھ تقریر نہین کرتا اگر ایک کچھ پوچھتا ہو تو دوسرا جواب نہین دیتا اور اگر کوئی رئیس وہان ہو یا مجمع ہو تو پھر کوئی دقیقہ باقی نہین رکھتا تاکہ کلام مین منفرد وہی ہووے

یہ امر حق کی طلب میں ایسا سائل ہو جیسے کوئی کھوئی ہوئی چیز کو ڈھونڈھتا ہو کہ اس بات کی تمیز نہ کرے کہ دوسرے ہاتھوں سے ملے یا دوسرے کے اور بحث کرنے میں طرف ثانی کو اپنا مددگار جانے مقابل اور خصم نہ سمجھے اگر وہ اسکی غلطی پر آگاہ کر دے یا حق بات بتا دے تو اسکا شکر گزار اور ممنون ہووے جسطرح کہ گم شدہ چیز کی تلاش میں اگر ایک رستہ چلتا ہو اور دوسرا شخص اسکو وہ چیز دوسری سڑک پر بتا دے تو یہ شخص دوسرے کا مشکور ہوتا ہے اسکی برائی نہیں کرتا اور اس سے خوش ہوتا ہے اسکو برا نہیں جانتا اور صحابہؓ کے مشوروں کا بھی حال ویسا ہی تھا یہاں تک کہ ایک عورت نے حضرت عمرؓ کو عین خطبہ میں مجمع کے سامنے ٹوکا اور حق پر آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ عورت نے ٹھیک کہا اور مرد نے غلطی کی۔ اور ایک شخص نے حضرت علیؓ سے کچھ پوچھا آپ نے جواب دیا اسنے کہا کہ یا امیر المومنین یہ مسئلہ اس طرح نہیں ایسے ہی ہے آپنے فرمایا کہ تو درست کہتا ہے میں نے خطا کی اور ہر علم والے سے بڑھکر دوسرا علم والا ہے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت ابو موسی اشعریؓ کو وہ بات جتا دی جو انسے فوت ہو گئی تھی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تک یہ عالم تم میں ہے تب تک مجھسے کچھ نہ پوچھا کرو اور وہ حال اس طرح ہے کہ کسی نے حضرت ابو موسی سے یہ پوچھا کہ ایک شخص نے خدا کی راہ میں جہاد کیا اور مارا گیا اسکا حال کیا ہے آپنے فرمایا کہ وہ جنت میں ہے اور اسوقت آپ کوفہ کے حاکم تھے حضرت ابن مسعودؓ نے سائل سے فرمایا کہ امیر سے دوبارہ پوچھ شاید وہ تمہارا سوال نہیں سمجھے دوبارہ وہی سوال کیا آپنے پھر وہی جواب دیا حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر وہ مارا گیا اور حق کو پہونچا تب جنتی ہے حضرت ابو موسی نے فرمایا کہ حق یہی ہے جو آپ نے فرمایا اور واقع میں جو طالب حق ہو اسکو یونہی انصاف کرنا چاہیے اگر اسطرح کی بات آج کل کسی ادنی فقیہ کے سامنے کوئی ذکر کرتا تو وہ نہ مانتا اور بعید جانتا اور کہتا کہ مسئلہ مذکورہ میں حق کو پہونچنے کی قید کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ یہ تو ہر ایک کو معلوم ہے غرض کہ اپنے زمانے کے مناظرین کو دیکھو کہ اگر امر حق طرف مقابل کی زبان سے ظاہر ہوتا ہے تو انکا چہرہ کیسا سیاہ پڑ جاتا ہے اور کیونکر شرمندہ ہو جاتا ہے اور کس قدر اس حق کے انکار میں کوشش کرتے ہیں اور جو شخص انکو الزام دیتا ہے اسکی برائی عمر بھر کرتے رہتے ہیں اور پھر شرم نہیں کرتے کہ مناظرے میں اپنے آپکو صحابہ کے مشابہ جانتے ہیں ساتویں یہ کہ مناظرہ کا شریک اگر ایک دلیل سے دوسری کی طرف آیا یا ایک اعتراض سے دوسرے پر بدلنا چاہے تو اسکو روکنا نہ چاہیے اسلیئے کہ سلف کے مناظرے سب ایسے ہی ہوتے تھے انکے کلام سے یہ جھگڑے کے ذاتی جواب نکلے ہیں خارج نکلے مثلاً اس کہنے سے کیا حاصل کہ اس بات کا ذکر تجھپر لازم نہیں اور یہ امر تمھاری پہلی تقریر کے خلاف ہے اسلیئے نہیں مانا جاویگا کیونکہ امر حق کی طرف رجوع کرنا تو ہمیشہ باطل کے خلاف ہوتا ہے مگر حق کا قبول کرنا واجب ہے اور اب مناظرہ کی مجلسوں کو دیکھتے ہو کہ سب ایک دوسرے کی بات کاٹتے اور لڑائی جھگڑے میں بسر ہو جاتی ہیں مثلاً ایک شخص اپنے گمان میں کسی اصل کی ایک علت ٹھہرا کر استدلال کرتا ہے تو دوسرا اس سے کہتا ہے کہ اسکی کیا دلیل ہے کہ اصل میں حکم اسی علت سے ادا ہو تو وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اگر تمکو کوئی اور علت واضح تر اور بہتر معلوم ہوئی ہو تو اسکو ذکر کرو کہ میں بھی اسمیں تامل کروں تو معترض اصرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جو علت تیرے ذکر کی اسکے سوا اور باتیں اور میں انکو جانتا ہوں مگر کہونگا نہیں اسلیئے کہ مجھکو اسکا کہنا ضروری نہیں اور استدلال کرنے والا کہے جاتا ہے کہ جس امر کو تم علت بتاتے ہو اسکو ظاہر کرو اور معترض یہی اصرار کرتا ہے کہ مجھپر تو کہنا لازم نہیں اور اسی طرح کے سوالوں وغیرہ سے مناظروں کی مجلسوں میں شور و غوغا رہتا ہے اور معترض بیچارہ کو یہ معلوم نہیں کہ اسکا یہ کہنا کہ میں جانتا ہوں اور علت حکم کو بیان نہیں کرتا اسلیئے کہ میرے ذمہ یہ بیان کرنا ضروری نہیں شریعت پر جھوٹ بولتا ہے اسلیئے کہ اگر واقع میں حکم کی علت کو نہیں جانتا اور طرف اپنے مقابل شخص کے عاجز کرنے کو دعوی جاننے کا کرتا ہے تب تو وہ فاسق اور جھوٹا اور خدا تعالی کا نافرمان اور مستحق اسکی خفگی کا ہے کہ جو بات اسکو نہیں آتی اسکے جاننے کا دعوی کرتا ہے اور اگر اپنے دعوی میں سچا ہے تب بھی فاسق ہے اسلیئے کہ جو امر شرعی اسکو معلوم ہے اسکو چھپاتا ہے حالانکہ اسکا بھائی مسلمان اس سے پوچھ رہا ہے تاکہ اسمیں سمجھکر تامل کرے اگر وہ علت قوی ہو تو خود بھی اسکو اختیار کرے اور اگر ضعیف ہو تو اسکا ضعف ثابت کرکے معترض کو جہل کی تاریکی سے

علم کی روشنی مین پہونچا وے - اور یہ امر باتفاق ثابت ہو کہ آدمی علوم دین مین سے جو کچھ جانتا ہو اگر کوئی اُس سے پوچھے تو سوال کے بعد اُسکو بتانا اور ظاہر کرنا واجب اور لازم ہوا کرتا ہو پھر معترض جو یہ کہتا ہو کہ مجکو اُسکا بیان کرنا لازم نہین اس سے یہ غرض ہو کہ اس طریق جدل مین جو حسب خواہش اور رغبت حیلہ جوئی اور تقریر لڑانے کے ایجاد کیا ہو اس شریعت مین لازم نہین ورنہ شرع محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مین تو اُسپر بیان کرنا لازم ہو اسلیے کہ بیان نہ کرنے سے یا جھوٹا ٹھہرتا ہو یا فاسق - اب صحابہؓ کے مشورون اور علماے سلف کی تقریرون کو دیکھو کہ اُنہین کہین اس طرح کی بات سنی ہو اور کبھی اُنہین سے کسی نے ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف جانے سے منع کیا ہو اور قیاس سے قول صحابی کی طرف اور حدیث سے آیت کی طرف میل کرنے سے روکا ہو بلکہ اُنکے تو سب مناظرے اسی طرح کے ہوتے تھے کہ جو اُنکے دل مین گذرا بجنسہ اسی طرح ذکر کر دیا اور پھر اُسمین سب نے تامل کیا آٹھوین یہ کہ مناظرہ ایسے شخص سے کرے جس سے کہ توقع فائدہ اُٹھانے کی ہو اور جو کہ علم مین مشغول ہو اور اب غالباً یہ رواج ہو کہ مناظرہ کرنے والے بڑے بڑے علما سے مناظرہ کرتے ہوے ڈرتے ہین کہ امر حق اُنکی زبان سے نہ نکل جاوے اور ہماری قلعی کھل جاوے اور جو لوگ اپنے آپ سے علم مین کم ہین اُنکے ساتھ مناظرہ کرنے کے راغب ہین کہ اُنکے سامنے باطل کو رواج دین - یہ شرطین ہین مناظرہ کی اور اُنکے سوا اور شرطین باریک بہت سی ہین مگر تمکو ان آٹھ شرطون ہی سے مناظرہ کرنے والے کا حال معلوم ہو جاویگا کہ خداے تعالی کے واسطے مناظرہ کرتا ہو یا کسی اور سبب کے لیے اور حاصل اسکا یہ ہو کہ جو شخص شیطان سے تو مناظرہ نہ کرے کہ وہ اُسکے دل پر چھا رہا ہی اور سب مین بڑا دشمن اور ہمیشہ ہلاک کا خواہان ہو اور دوسرے شخص سے اُن مسائل اختلافی مین مناظرہ کرے کہ اُنمین اجتہاد کرنے والا یا مصیب ہی ہو یا ثواب مین مصیب کا شریک ہو تو وہ شیطان کا کھلونا اور اخلاص والون کے لیے عبرت ہو اور اسی سے شیطان نے اُس سے راضی ہو کر اُسکو اُن آفات کے گرداب مین غوطہ دیا جنکی شمار اور تفصیل بعون اللہ وحسن توفیقہ ہم آگے لکھتے ہین

تیسرا بیان مناظرہ کی آفتون اور اُن مہلک عادتون کے ذکر مین جو مناظرہ سے پیدا ہوتے ہین - واضح ہو کہ جو مناظرہ اس غرض کے لیے ہو کہ اپنا غالب ہونا اور دوسرے کا ساکت کرنا اور اپنے فضل اور شرف کا اظہار اور لوگون مین اپنی فصاحت اور خوش تقریری اور فخر کو دکھلانا اور لوگون کے دلون کو اپنی طرف مائل کرنا اُس سے منظور ہو تو ایسا مناظرہ جتنی عادتین کہ خداے تعالی کے نزدیک مذموم اور اُسکے دشمن یعنی شیطان کے نزدیک اچھی ہین سب کا منبع ہوتا ہو اور باطن کی برائیون سے یعنی کبر اور حسد اور عجب اور حرص اور تزکیہ نفس اور محبت جاہ وغیرہ کو اس مناظرے سے وہ نسبت ہو جو ظاہر کی خرابیون مثل زنا اور گالی اور قتل اور چوری وغیرہ کو شراب پینے سے ہو اور جس طرح کہ کسی شخص کو شراب پینے اور ان ساری خرابیون کے کرنے مین اختیار دیا جاوے تو وہ شراب پینے کو ادنی جانکر جرأت کر بیٹھے اور پھر نشہ کی حالت مین اس سے باقی خرابیان بھی سرزد ہون اسی طرح جس کے دل مین محبت دوسرے کی ساکت کرنی اور اپنے غلبہ اور مناظرہ کی اور جاہ و فخر کی طلب غالب ہوتی ہو تو یہ باتین اُسکو اس امر کی مقتضی ہوتی ہین کہ سب طرح کے خباثتین اُسکے دل مین مخفی ہون اور سب عادات بد بیجا اُس مین آدین اور ان عادات بد کی مذمت حدیثون اور آیتون سے جلد ثالث مین ہم بیان کرینگے مگر یہان صرف اُن عادات کو کلیۃً بیان کرتے ہین جو مناظرے سے اُبھرتی ہین پس ایک اُنمین سے حسد ہو جسکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب اور مناظرہ کرنے والا حسد سے خالی نہین ہوتا اسلیے کہ وہ کبھی غالب ہوتا ہو اور کبھی مغلوب اور بعض اوقات اُسکے کلام کی تعریف ہوتی ہو اور بعض اوقات غیر کے کلام کی توجب تک دنیا مین ایک بھی ایسا شخص ہوگا جو قوت علمی اور مناظرے مین معروف ہو یا مناظرہ کرنے والے کے گمان مین اُسکا مناظرہ اور کلام اُس سے بہتر اور قوی ہو تو بالضرور اُسکی حسد کریگا اور خداے تعالی کی نعمت کو اُس سے دور ہونا چاہیگا اور یہ پسند کریگا کہ لوگون کے دل اُس سے پھر کر میری طرف ہو جاوین اور حسد ایک جلتی آگ ہو جو اُسمین مبتلا ہوتا ہو وہ دنیا مین عذاب الیم مین رہتا ہو اور آخرت کا عذاب سخت اور زیادہ تر ہو اور اسلیے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہو کہ علم کو جہان سے پاؤ حاصل کرو اور فقہا کے اقوال جو ایک دوسرے پر ہین اُنکو مت مانو

اس حدیث کو ابن ماجہ نے انس سے اور ابو داؤد نے ابوہریرہ سے روایت کیا ۱۲

کہ وہ لوگ ریوڑون کے بکرون کی طرح لڑتے رہتے ہین اور ایک لوگون پر تکبر کرنا ہو جسکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ جو شخص تکبر کرتا ہو اللہ تعالی اسکو پست کرتا ہو اور جو شخص فروتنی کرتا ہو اللہ اسکو بلند کرتا ہو اور حدیث قدسی مین یون ارشاد ہو کہ العظمۃ ازاری والکبریاء ردائی فمن نازعنی واحدا فیہما قصمتہ اور مناظرہ کرنے والے اپنے اقران اور ہمسرون پر تکبر کرنے اور برائی ڈھونڈھنے اور اپنی لیاقت سے بڑھکر جگہ پانے سے خالی نہین رہتے یہانتک کہ جو مقام صدر مکان کے قریب یا دور ہوتا ہو یا بلندی خواہ پستی مین اسکی رغبت کیجاتی ہو اسمین بیٹھنے کے لیے لڑمرتے ہین اور راستہ کی تنگی کی صورت مین پہلے جانے پر کشت و خون کرتے ہین اور بعض اوقات انمین سے جو نادان و فریبی اور مکار ہوتا ہو وہ یہ بہانہ کرتا ہو کہ ہمکو عزت علم کی حفاظت منظور ہو اور ایماندار کو اپنے نفس کو ذلیل بنانا بھی شرعا ممنوع ہو پس اس بہانے سے تواضع کو جسکی صفت اللہ تعالی نے اور اسکے تمام انبیاء نے فرمائی ہو ذلت بتاتا ہو اور تکبر کو جو خدا تعالی کے نزدیک برا ہو دین کی عزت سے تعبیر کرتا ہو تاکہ لفظون کو بدل کر خلق خدا کو گمراہ کرے جیسے علم و حکمت کے الفاظ کو بدل کر اور معنی کر لیے اور ایک کینہ ہو کہ مناظرہ کرنے والا کم اس سے خالی ہوتا ہو حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ایماندار کینہ ور نہین ہوا کرتا اور کینہ کی برائی مین بہت کچھ مروی ہو مگر کسی مناظرہ والے کو ایسا نہ پاؤگے کہ جب وہ کسی شخص کو دیکھے کہ میرے کلام مین توقف کرتا ہو اور اچھی طرح نہین سنتا اور طرف ثانی کے کلام پر سر ہلاتا ہو تو نہ گھبرا اور اس شخص سے دل مین کینہ نہ رکھے غایت ضبط اگر کریگا تو یہ کہ دل مین نفاق رکھیگا الا کبھی نہ کبھی ظاہر مین بھی غالبا اسکا اثر آجاویگا اور چونکہ سب سننے والون کا اتفاق ایک شخص خاص کے کلام کی ترجیح دینے پر ممکن نہین کہ سب حالات مین اسی کے اعتراض اور جواب کو اچھا بتاکرین اسلیے ضرور ہوا کہ مناظرہ والے کے کلام کو نہ ماننے والا بھی مجلس مین ضرور ہو اور یہی وجہ اسکے نفاق و عداوت کی ہوتی ہو یعنی جہان طرف ثانی کی طرف سے کوئی ادنی سبب ہوا جسکے باعث سے کسی نے مناظرہ والے کے کلام کی طرف کم توجہی کی تو اسکے دل مین اسکی طرف سے عمر بھر کو کینہ جم جاتا ہو اور ایک غیبت ہو جسکو اللہ تعالی نے مردار کھانے سے تشبیہ دی ہو اور مناظرہ کرنے والا مردار ہی کھانے کا عادی رہتا ہو کہ ہمیشہ اپنی طرف مقابل کے کلام نقل کرکے اسکی برائی کیا کرتا ہو۔ اور نہایت احتیاط اسکی یہ ہو کہ جس بات کو اسکی نقل کرے سچ سچ بیان کردے جھوٹ نہ کہے اور اسمین بھی یہ ہوگا کہ اسکی ایسی باتین بیان کریگا جس سے اسکی گفتگو مین قصور اور اسکا ہارجانا اور فضیلت مین بٹہ لگنا پایا جاوے اور ظاہر ہو کہ اس طرح کا ذکر داخل غیبت ہو اور اگر جھوٹ بولیگا تو بہتان اسکے ذمہ لگاویگا جو غیبت سے بھی زائد ہو۔ اسی طرح مناظرہ والے سے یہ بھی نہین ہوسکتا کہ جو شخص اسکے کلام سے روگردانی کرے اور اسکے طرف مقابل کے کلام سننے اور اسکی طرف متوجہ ہو تو یہ اسکی ہتک کے درپے نہو اور اسکو جاہل اور احمق اور کم فہم نہ کہے اور ایک تزکیۂ نفس ہو جسکے لیے اللہ تعالی فرماتا ہو فلا تزکوا انفسکم ہو اعلم بمن اتقی اور کسی حکیم سے سوال کیا گیا کہ برا سچ کونسا ہو اسنے کہا کہ اپنے نفس کی تعریف کرنی اور مناظرہ کرنے والا اپنے نفس کی تعریف قوت اور غلبہ مین اور ہمسرون پر فضل کی رو سے مقدم ہونے مین کیا ہی کرتا ہو بلکہ درمیان مین مناظرہ کے کہہ اٹھتا ہو کہ مین ایسا نہین کہ اس جیسی باتین مجھپر مخفی رہین اور یہ باتین میری ناخنون مین بھری ہین مین اصول اور احادیث مین طاق ہون اور سوا اسکے اسی طرح کی باتین کبھی تو شیخی کے طور پر اور کبھی اپنے کلام کے رواج دینے کی ضرورت سے کہا کرتا ہو اور ظاہر ہو کہ شیخی اور لاف مارنی شرعا اور عقلا ممنوع ہین اور ایک عیب جوئی اور بھید کا ٹٹولنا ہو جسکے لیے اللہ تعالی فرماتا ہو ولا تجسسوا یعنی بھید مت ٹٹولو اور مناظرہ کرنے والا اپنے ہمسرون کی لغزشین اور طرف مقابل کے عیب ڈھونڈھتا رہتا ہو یہانتک کہ جب کسی مناظرہ کرنے والے کو اپنے شہر مین آیا ہوا سنتا ہو تو ایسے شخص کی تلاش کرتا ہو جو اسکے اندرونی حالات بتادے اور اسکی سب برائیان پوچھ پوچھکر کہلاتا ہو تاکہ انکو اپنے لیے ذخیرہ کر رکھے اور وقت ضرورت اسکو فضیحت اور شرمندہ کرے حتی کہ اسکے لڑکپن کے حالات اور بدن کے عیب بھی دریافت کرتا ہو کہ شاید کوئی لغزش یا عیب مثل گنج وغیرہ کے دریافت ہوجاوے پھر مناظرہ کے وقت اگر اسکی طرف سے ذرا سا غلبہ بھی معلوم ہوتا ہو تو خود اگر ضبط رہتا ہو تو اس عیب کو کنایۃ اس سے کہتا ہو

اور اس امر کو اور لوگ بھی پسند کرتے ہیں اور خود مناظرہ والا اس بات کو ایک لطیف سبب جانتا ہے اور اگر خود جھگڑالو ہوتا ہے تو کھلا کھلی اور علانیہ
اس عیب کے جتانے سے نہیں رکتا چنانچہ ایک قوم کا حال اسی طرح کا سنا گیا ہے جو بڑے معتبر مناظرہ کرنے والوں میں ہیں۔ اور ایک لوگوں کی
برائی سے خوش ہونا اور انکی خوشی پر رنج کرنا ہے اور جو شخص کہ اپنے بھائی مسلمان کے لیے وہ بات نچاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے تو وہ ایماندارو
کے اخلاق سے بالکل دور ہے تو جو شخص کہ فضل کے جتانے سے فخر کا طالب ہے اسکو بالضرور وہ بات اچھی معلوم ہوگی جو اسکے ہمسروں اور فضل
کے شریکوں کو بری لگے اور انمیں عداوت ایسی ہی ہوگی جیسے سوتوں میں ہوا کرتی ہے تو جس طرح ایک سوت دور سے دوسری کو دیکھکر کانپ
اٹھتی ہے اور زرد پڑ جاتی ہے اس طرح مناظرہ کرنے والا جب دوسرے کو دیکھتا ہے اسکا رنگ بدل جاتا ہے اور فکر میں پریشانی آجاتی ہے گویا بھوت
سامنے آگیا یا کوئی درندہ بلا کو مقابل ہوا پس ان لوگوں میں وہ الفت و راحت کہاں ہے جو علما سے دین میں ملاقات کے وقت ہوا کرتی ہے اور
جسطرح کا بھائی چارہ اور آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنی اور رنج و راحت میں شریک رہنا انسے مروی ہے وہ ان میں کہاں ہے حتی کہ امام شافعی
فرماتے ہیں کہ فضل اور عقل والوں میں علم ایک قرابت قریبہ ہے اب ہمکو نہیں معلوم کہ جن لوگوں میں کہ علم ایک عداوت قطعی ہوگیا ہے وہ لوگ
امام شافعی کے مذہب کی اقتدا کا کیسے دعوی کرتے ہیں بھلا کہیں ہوسکتا ہے کہ باوجود مباہات اور غلبہ کے طلب کے آپس میں انس ثابت ہو یہ ہرگز نہیں
ہوگا۔ اور اس مناظرے کی برائی تمکو اتنی ہی کافی ہے کہ تم سے مومنوں کی عادتیں چھوڑا کر منافقوں کی عادتیں تمہارے ساتھ کردے اور ایک نفاق ہے
جسکی برائی کی دلیلیں لکھنے کی کچھ حاجت ہی نہیں اور مناظرہ والوں کو یہ بھی کرنا پڑتا ہے مثلا جب طرف ثانی یا انکے دوستوں اور پیروں سے ملتے ہیں
تو ناچار زبان سے انکی دوستی کا اظہار کرتے ہیں اور شوق جتاتے ہیں اور انکے رتبے کے قائل ہوتے ہیں حالانکہ کہنے والا اور مخاطب اور
جو کوئی غیر انکی باتیں سنتا ہے سب جانتے ہیں کہ یہ سب جھوٹ اور مکر اور نفاق اور بدکاری ہے کہ ظاہر میں زبان سے تو دوست ہیں اور دل سے
دشمن خداے تعالی ایسی عادت سے پناہ دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب آدمی علم سیکھیں اور اسپر عمل کرنا چھوڑ دیں
اور زبان سے دوست بنیں اور دلوں سے ایک دوسرے کے دشمن ہوں اور قرابتوں کو قطع کریں تو اسوقت میں اللہ تعالی انپر لعنت
کرتا ہے پس بہرا کر دیتا ہے انکو اور انکی بینائی کھو دیتا ہے روایت کیا اسکو حسن نے۔ اور اس حال کے تجربہ ہو جانے سے معلوم ہوا کہ یہ مضمون صحیح
اور ایک حق بات سے برائی رکھنی اور اس سے نفرت کرنی اور اسمیں لڑنے کی حرص کرنی ہے یہانتک کہ مناظرہ کرنے والے کے نزدیک سب سے
بڑی بات یہ ہے کہ طرف ثانی کی زبان سے امر حق ظاہر ہو اور جب ایسا ہوتا ہے تو اسکے انکار اور نہ ماننے کے لیے اپنی طاقت کے موافق مستعد ہوجاتا ہے
اور جتنا کہ اس سے ہوسکتا ہے اسکے دفع کے لیے مکر و فریب و حیلہ کرتا ہے یہانتک کہ امر حق میں جھگڑنا اسکی عادت جبلی ہوجاتی ہے کہ کوئی کلام جب ان
کان میں پڑے اسی وقت طبیعت میں سے اسپر اعتراض کرنے کی سوجھی ہوئے ہوتے ہیں امر قرآن مجید کی دلیلوں میں اور شریعت کی لفظوں
میں بھی اسکے دلپر غالب ہو جاتا ہے اور ایک کا مقابلہ دوسرے سے کرتا ہے اور جھگڑنا ایسا برا ہے کہ باطل کے مقابلہ میں بھی اس سے نہی آئی ہے اسلیے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق سے باطل پر جھگڑا نہ کرنے کو ارشاد فرمایا چنانچہ ایک حدیث میں یوں فرمایا من ترک المراء وہو مبطل بنی اللہ
لہ بیتا فی اعلی الجنۃ اور اللہ تعالی نے خود اپنی ذات پر جھوٹ کا افترا کرنے کو اور امر حق کے جھٹلانے کو برابر فرمایا چنانچہ فرمایا ومن اظلم ممن افتری
علی اللہ کذبا او کذب بالحق لما جاءہ اور فرمایا فمن اظلم ممن کذب علی اللہ وکذب بالصدق اذ جاءہ اور ایک ریا اور خلق کو دکھلانا اور انکے دلوں کے
پھیرنے میں کوشش کرنی ہے اور ریا وہ مرض لا علاج ہے جس سے سب میں بڑا کبیرہ گناہ سرزد ہوتا ہے چنانچہ اسکا بیان باب الریا میں آویگا اور مناظرہ
کا مقصود صرف خلق میں نمود ہوتی ہے اپنی تعریف میں انکی زبان کا گویا ہونا ہے۔ تو یہ سب باطن کی برائیاں دس ہوئیں جو سب خرابیوں کی جڑ ہیں
اور جو خرابیاں کہ غیر وضعدار دلوں میں ہوجایا کرتی ہیں وہ اسکے علاوہ بہت مثلا اس طرح جھگڑنا کہ نوبت ہاتھا پائی اور دھول دھپے اور لاتوں
گھونسے اور کپڑے پھاڑنے اور داڑھی پکڑنے اور ماں باپ اور استاد کو برا کہنے اور صریح گالی دینے کی پہونچے اس طرح کے لوگ

زمرہ انسانیت سے خارج ہین جو لوگ کہ عاقل اور بزرگ ہین انہین یہ دسون خصلتین ضرور ہوتی ہین ہان بعض اوقات کوئی مناظرے والا ان عادتون مین سے بعض سے بچ بھی رہتا ہے بشرطیکہ اسکا مقابل بظاہر اس سے کم رتبہ ہو یا بہت بڑھکر ہو یا اسکے شہر سے اور اسباب معیشت سے دور رہتا ہو اور جو مناظرہ والے کہ ہمسر اور پاس پاس رہنے والے اور درجے مین مساوی ہون وہ ان دسون سے نہین خالی ہوتے پھر ان دس خصلتون سے دس اور پاجی حرکات متفرع ہوتی ہین جنکی تفصیل ایک ایک کی ہم طول سمجھکر قلم انداز کرتے ہین مثلاً ناک چڑھانی اور غصہ کرنا اور دشمنی اور طمع اور جاہ و مال کی طلب کی محبت جو غلبہ اور مباہات واسطے کو ہوتی ہے اور خوش ہونا اور اترانا اور توانگرون اور حکام کی تعظیم اور انکے پاس آنا جانا اور انکے مال حرام مین سے لینا اور گھوڑون اور سواریون اور ممنوع لباس سے زینت کرنا اور فخر و تکبر سے لوگون کو حقیر جاننا اور بیفائدہ امور مین خوض کرنا اور کلام بہت کرنے اور دل مین سے خوف و رجا کا جاتا رہنا اور اسپر غفلت کا چھا جانا اس درجہ تک کہ انمین سے نماز پڑھنے والے کو یہ معلوم نہو کہ کتنی پڑھی اور کیا پڑھتا ہے اور کس سے مناجات کرتا ہے اور اپنے دل سے خشوع کی خبر تک نہو باوجودیکہ عمر بھر ان علوم مین جو بارے جو مناظرہ پر مدد ہون یہانتک کہ عبارت کا اچھا بولنا اور لفظ مقفی کہنا اور نادر باتون کا یاد کرنا وغیرہ امور بے شمار ہین مصروف رہتا ہے حالانکہ آخرت مین یہ کچھ کام نہ آوینگے۔ اور مناظرہ کرنے والے مناظرہ مین موافق اپنے درجون کے مختلف ہوتے ہین اور انکے درجات بہت سے ہین اور جو شخص کہ انمین سے بڑا دیندار اور زیادہ عاقل ہوتا ہے انمین بھی ان اخلاق کے مواد مجتمع رہتے ہین اور غایت اسکی یہ ہے کہ نفس پر مجاہدہ کرکے انکو پوشیدہ رکھتا ہو۔ اور یہ رذیل عادتین اس شخص کے ساتھ بھی رہتی ہین جو وعظ و نصیحت مین مشغول رہتا ہے بشرطیکہ اسکا ارادہ وعظ سے لوگون مین مقبول ہونا اور جاہ و ثروت و عزت کا حاصل کرنا ہو۔ اگر کوئی شخص علم مذہب اور فتاوی مین لگا رہے اور اسکی غرض یہ ہو کہ عہدہ قضا اور وقفون کی تولیت ملے اور ہمسرون پر فوقیت ہو تو اسکو بھی یہ عادتین لازم ہونگی۔ حاصل یہ کہ یہ عادتین ایسے شخص کے ساتھ ہونگی جو علم سے سوائے آخرت کے ثواب آلہی کے غیر چیز کا طالب ہو اور ایسے علم کے ساتھ بھی ہونگی جو عالم کو ویسا ہی نہ رکھے بلکہ ہمیشہ کو ہلاک کردے یا زندہ جاوید بنا دے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (ح۱) کہ قیامت کو سخت تر عذاب آدمیون مین اس عالم کو ہوگا کہ اللہ تعالی اسکو اسکے علم سے نفع نہ دے تو دیکھو کہ علم نے کو نفع نہ دیا مگر نقصان کیا اور کاش اس سے اورون کے برابر ہی عذاب ہوکر نجات ملجاوے مگر یہ کہان ہو سکتا ہے کہ علم کا خطر بہت بڑا ہے اور اسکا طالب ملک دائم اور دولت قدیم کا طالب ہے تو ضرور ہے کہ یا سلطنت ہی ملے یا ہلاک ہی ہو وے کہ طالب علم کا حال مثل اس شخص کے ہے جو دنیا مین سلطنت کا خواہان ہو کہ اگر اتفاق سے سلطنت نہ ملے تو یہ توقع نہین کہ ادنی شخصون کی طرح بچا رہے بلکہ بڑی بڑی رسوائیان ہونی ضرور ہین اب اگر یہ کہو کہ مناظرہ کی اجازت دینے مین یہ فائدہ ہے کہ لوگون کو طلب علم کی رغبت ہوتی ہے اسلیے کہ اگر ریاست کی محبت نہو تو علم ہی مٹ جاوے اس شوق مین پڑھتے تو ہین تو واقع مین یہ تمھارا کہنا ایک طرح سے درست تو ہے مگر مفید نہین اسلیے کہ اگر لڑکون کو گیند بلا اور چڑیون سے کھیل کا وعدہ نہ کیا جاوے تو انکے مکتب کی رغبت نہین ہوتی اس سے یہ نہین نکلتا کہ انمین رغبت کرنی اچھی ہے اسی طرح اگر محبت ریاست نہو تو علم مٹ جاوے یہ جملہ اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ جو شخص ریاست کا طالب ہو وہ نجات کا پانے والا ہے بلکہ وہ تو ان لوگون مین سے ہے جنکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین ان اللہ (ح۲) لیؤید ہذا الدین باقوام لا خلاق لہم اور دوسری جا ارشاد ہے ان اللہ (ح۳) لیؤید ہذا الدین بالرجل الفاجر اس سے معلوم ہوا کہ طالب ریاست خود تو ہلاک ہونے والون مین ہے مگر کبھی اسکے باعث سے دوسرے کی بہتری ہو جاتی ہے جس صورت مین کہ وہ دوسرون کو ترک دنیا کی طرف بلاتا ہو اور یہ ایسے رئیسون مین ہوتا ہے جنکا ظاہر حال بظاہر مثل علمائے سلف کے ظاہر حال کے ہوتا ہے مگر باطن مین جاہ کا قصد پوشیدہ رکھتے ہین انکی مثال شمع کیسی ہے کہ خود تو جلتی ہے اور دوسرے اس سے روشنی پاتے ہین یعنی دوسرون کی بہتری انکے ہلاک ہونے سے ہوا کرتی ہے لیکن اگر کوئی رئیس دنیا کی طلب کی رغبت دلاوے تو اسکو آتش سوزان کی طرح جانو جو آپ جلتی ہے اور دوسرون کو پھونکتی ہے

غرض

ح ۱ دیباچہ مین گزری ۱۲ ح ۲ - اللہ تعالی اس دین کو ایسے لوگون سے تائید کرتا ہے جنکو دین مین بہرہ نہو ۱۲ نسائی بروایت انس ۱۲ ح ۳ - اللہ تعالی اس دین کی تائید بدکار آدمی سے کرتا ہے ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ رض

غرض کہ علما تین طرح کے ہین یا تو وہ کہ آپ بھی ہلاک ہون اور دوسرون کو بھی ہلاک کرین وہ تو ایسے ہین جو علانیہ طلب دنیا کی تصریح کرتے ہین اور
اسکی طرف متوجہ ہین یا وہ کہ خود بھی سعید ہین اور دوسرون کو سعید کرتے ہین وہ ایسے علما ہین کہ خلق کو ظاہر اور باطن دونون مین خدا تعالی کی
طرف بلاتے ہین یا وہ کہ خود ہلاک ہونے والے ہین اور دوسرون کو سعید کرتے ہین وہ ایسے عالم ہین کہ آخرت کی طرف بلاتے ہین اور بظاہر
مین دنیا کے تارک ہین مگر دل مین یہی مقصود ہے کہ لوگون مین مقبول ہون اور جاہ قائم ہو۔ اب تم اپنے حال مین غور کرو کہ تم کونسی قسم سے ہو
اور وہ کونسا شخص ہے جسکے لیے تم تیاری مین لگے ہو اور یہ ہرگز مت گمان کرنا کہ خدا تعالی علم و عمل مین سے ایسے کو قبول کریگا جو اسکی ذات
پاک کے لیے خالص نہو اور انشاء اللہ ہم باب الریا بلکہ تمام جلد ثالث مین وہ بیان کرینگے جس سے شک و شبہ اس بات مین کچھ نہ رہیگا پانچوین فصل
طالب علم اور معلم کے آداب کے ذکر مین اور اسمین دو بیان ہین بیان اول طالب علم کے آداب مین ہر چند طالب علم کے آداب بہت ہین
مگر وہ سب دس آداب مین آجاتے ہین ادب اول یہ ہے کہ اپنے نفس کو رذیل عادات اور بری صفات سے پاک کرے اسلیے کہ علم دل کی
عبادت اور باطن کی درستی اور اسکا نزدیک ہونا خدا تعالی سے ہے اور جس طرح نماز کہ وظیفہ اعضاے ظاہری ہے بدون طہارت ظاہر کے
حدث اور نجاست سے درست نہین ہوتی اسی طرح عبادت باطن یعنی علم کے باعث دل کی عبادت بھی بدون برے اخلاق اور نجس صفات
سے پاک ہونے کے درست نہین ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین بنی الدین علی النظافۃ یعنی دین ستھرائی پر بنی ہوا ہے تو ستھرائی
ظاہر و باطن دونون کی چاہیے اللہ تعالی فرماتا ہے انما المشرکون نجس یعنی مشرک ناپاک ہین اسمین عقلون کو اس بات کی آگاہی ہے کہ طہارت اور
نجاست ظاہری پر موقوف نہین جو آنکھ سے سوجھے بلکہ مشرک بعض اوقات کپڑے بھی صاف پہنے ہوتا ہے اور نہایا ہوا ہوتا ہے مگر باطن اسکا پلید
ہی ہوتا ہے اور نجاست اسکو کہتے ہین جس سے احتراز کیا جاوے اور علیحدگی مطلوب ہو اور صفات باطن کی نجاستین احتراز کیے جانے کے
لیے زیادہ اہم ہین اسلیے کہ وہ سردست تو پلید ہی ہین اور انجام کو مہلک ہین اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاتدخل
الملائکۃ بیتا فیہ کلب اور قلب انسان کا وہ گھر ہے جسمین فرشتون کا گذر اور اترا اور مقام ہوتا ہے اور بری صفتین مثل غضب اور شہوت اور کینہ
اور حسد اور کبر اور عجب وغیرہ کے بھونکتے کتے ہین تو جب دل مین یہ کتے بھرے ہونگے تو پھر فرشتون کا گذر اسمین کہان ہوگا اور نور علم
جو خدا تعالی دل مین پہونچاتا ہے وہ صرف فرشتون کے ذریعہ سے پہونچاتا ہے چنانچہ خود فرماتا ہے وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من
وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء اور اسی طرح علوم کی رحمت جو دلون پر پہنچتی ہے اسکے کفیل بھی وہ فرشتے ہوتے ہین جو ان علوم پر
مقرر ہین اور فرشتے پاک اور صاف اور صفات مذمومہ سے بری ہین تو وہ پاک ہی جگہ دیکھتے ہین اور جو اللہ تعالی کی رحمت کے خزانے انکے
پاس ہین انکو پاک ہی دل مین بھرتے ہین ــ اور ہم یہ نہین کہتے کہ حدیث مذکور مین بیت سے مراد دل ہے اور کلب غضب اور صفات مذمومہ
ہین تاکہ فرقہ باطنیہ پر اعتراض کرین کہ جس امر سے ہمکو مانع ہو وہی خود کرتے ہو بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ اس حدیث سے تنبیہ اس مطلب کی
پائی جاتی ہے ظاہر الفاظون کو بدل کر باطن کے معنی لینے اور بات ہے اور ظاہری معنی قائم رکھکر باطنی معنون کی طرف اس سے تنبیہ پائی
جانی اور بات ہے یہ دوسری شق عبرت حاصل کرنے کی ہے اور علما اور نیک بندون کا طریق یہی ہے اسلیے کہ عبرت اسی کو کہتے ہین کہ جو چیز دوسر
کو کہی جاوے اس سے اسی پر کفایت نہ کرے بلکہ خود نصیحت حاصل کرے مثلا اگر کوئی عاقل غیر پر مصیبت دیکھے تو وہ اپنے لیے اسکو عبرت
کر لیتا ہے کہ ہم بھی ہدف مصیبت ہین اور دنیا مین انقلاب ہوتا ہی رہتا ہے تو دوسرے کا حال دیکھکر اپنے نفس کی طرف خیال کرنا اور نفس سے اصل
اصل دنیا کو سمجھنا ایک طرح عبرت ہے اسی طرح اس سبب سے جو خلق کا بنایا ہوتا ہے تم بھی دل کی طرف خیال کرو جو خداے تعالی کے گھرون
مین سے ایک مکان ہے اور کتے کے سبب سے جسکی مذمت صفت کے سبب سے یعنی درندگی اور نجاست سے ہوئی ہے نہ صورت کی جہت سے
رہ جاسکی کو دھیان کرو جو درندگی ہے۔ اور جان لو کہ جس دل مین غضب اور دنیا کی حرص اور اسپر لپٹا جھگڑنا اور مال پر حریص ہونا اور لوگونکی

ہتک کرنا بھرا ہو وہ دل باطن میں کالب ہو اور ظاہر میں قلب اور نور عقل باطن کو دیکھا کرتا ہو ظاہر کا لحاظ نہیں کرتا اور اس جہان میں معانی پر صورتیں غالب ہیں اور معانی اُنکے اندر ہیں اور آخرت میں صورتوں کے معانی کارآمد ہونگے اور معانی غالب رہینگے اسی لیے ہر شخص کا حشر اسکی معنوی صورت پر ہوگا مثلاً جو شخص لوگوں کی ہتک عزت کرتا ہوگا وہ اس کتے کی شکل پر اٹھیگا جو شکار پر چھوٹا ہوا اور جو شخص کہ لوگوں کے مال کا حریص ہوگا وہ ظالم بھیڑیے کی صورت پر اور تکبر کرنے والا چیتے کی صورت پر اور ریاست کا طالب شیر کی صورت پر اُٹھیگا اور اس امر پر اخبار وارد ہیں اور صاحبان بصیرت و بصارت کے نزدیک عبرت اسپر شاہد ہے پس اگر کوئی کہے بہت سے طالب علم اخلاق بد رکھتے ہیں اور انھوں نے علوم حاصل کیے ہیں تو اسکا جواب یہ ہو کہ یہ کبھی نہیں ہوسکتا جو شخص اخلاق بد رکھتا ہو اسکو علم حقیقی جو آخرت میں کارآمد موجب سعادت ابدی ہو کبھی نہ آویگا وہ اس سے بمراحل دور ہو اسلیے کہ اس علم کے آغاز ہی میں یہ ہو کہ طالب کو یہ بات معلوم ہوجائے کہ گناہ زہر قاتل اور ہلاک کرنے والے ہیں۔ اور تمنے کبھی کسی کو دیکھا ہو کہ زہر کھا لیوے باوجودیکہ جانتا ہو کہ یہ زہر قاتل ہو جس علم کو تمنے سنا ہو وہ رسمی لوگوں کی ایک بات ہو کہ کبھی اپنی زبان پر اسکو چکنا دیتے ہیں اور کبھی اپنے دلوں میں اسکو بار بار کہتے ہیں اسکو علم میں کچھ دخل نہیں حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ علم کثرت روایت سے نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک نور ہو کہ دل میں ڈالا جاتا ہے۔ اور بعض اکابر کا قول ہو کہ علم صرف قول الٰہی ہو اسلیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء گویا ان صاحب نے علم کے ثمرات میں جو خاص ثمرہ تھا اسکی طرف اشارہ کردیا اور اسی جہت سے بعض محققوں نے اس جملہ کے معنی کہ تعلمنا العلم لغیر اللہ فابی العلم ان یکون الا للہ یعنی ہمنے غیر خدا کے واسطے علم سیکھا مگر علم نے انکار کیا بجز اسکے کہ خدا کے لیے ہو اسطرح کہتے ہیں کہ علم ہمکو نہ آیا اور اسکی حقیقت ہمپر نہ کھلی صرف ظاہری الفاظ و عبارت حاصل ہوئی۔ اب اگر کہو کہ ہم تو بہت سے علماے محققین اور فقہا کو دیکھتے ہیں کہ فروع و اصول میں فائق اور بڑے ماہروں میں شمار کیے جاتے ہیں مگر اُنکے اخلاق بُرے ہیں اُنسے وہ پاک و صاف نہیں ہوسے تو اسکا جواب یہ ہو کہ جب تم علوم کے مراتب اور علم آخرت کو جان لوگے تو تمکو ظاہر ہوگا کہ جس علم میں یہ علما مشغول ہیں وہ علم ہونے کی جہت سے کم مفید ہو اسکا فائدہ صرف اس جہت سے ہوتا ہو کہ اسکی طلب اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور مقصود اس سے خداے تعالیٰ کا قرب ہو چنانچہ اس بات کی طرف ہم اشارہ کرچکے ہیں اور عنقریب اس باب میں زیادہ بیان اور توضیح کیجاویگی انشاء اللہ تعالیٰ دوسرا ادب یہ ہو کہ طالب علم دنیا کے شغل کے علاقے کم کردے اور اپنے اقارب اور وطن سے دوری اختیار کرے اسلیے کہ علاقے سب حارج اور مانع ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کے اندر دو دل نہیں بنائے تو جب فکر بٹا رہیگا حقیقتوں کے دریافت سے قصور کریگا اور اسی لیے کسی نے کہا ہو کہ علم تجکو اپنا تھوڑا حصہ نہ دیگا جبتک تو اسکو اپنا سب دل و جان حوالہ نہ کرے اور جب تو ایسا کرے گا تو تھوڑا حصہ جو تجکو علم دیگا اس سے تجکو خطر ہو معلوم نہیں کہ نافع ہو یا نہو اور جو فکر کہ بہت کاموں میں بٹا رہتا ہو اسکا حال نالے کا سا ہو جس کا پانی پھیل گیا ہو کہ کچھ تو زمین پی جاتی ہو اور کچھ ہوا اسکو اڑا دیتی ہو تو اسمیں اتنا نہیں رہتا کہ اکٹھا ہو کر کھیتی میں پہونچے تیسرا ادب یہ ہو کہ علم پر تکبر نہ کرے اور نہ استاد پر حکومت بلکہ اپنے معاملے کو ہر حال میں بالکل اُسکے اختیار پر چھوڑ دے اور اسکی نصیحت کو ایسا مانے جیسے جاہل بیمار طبیب مشفق و حاذق کی مانتا ہو اور چاہیے کہ استاد سے انکسار کے ساتھ پیش آوے اور اسکی خدمت سے ثواب و شرف کا طالب ہو۔ شعبی روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت نے ایک جنازے کی نماز پڑھی پھر انکا خچر قریب کردیا گیا کہ اسپر سوار ہوں حضرت ابن عباسؓ تشریف لائے اور اسکی رکاب تھام لی زید بن ثابت نے فرمایا کہ اے چچازاد بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ رکاب چھوڑ دیں آپ نے فرمایا کہ ہمکو یونہی حکم ہو کہ علما اور بڑے لوگوں سے اسی طرح پیش آویں انھوں نے آپکے ہاتھ پر بوسہ دیا اور کہا کہ ہمکو بھی یہی حکم ہو کہ اپنے پیغمبر کے اہل بیت کے ساتھ اسی طرح کریں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایماندار کی عادت میں نہیں کہ خوشامد کرے الا علم کی طلب میں پس طالب علم کو چاہیے

[illegible]

کہ علم پر تکبر کرے مثلاً اگر علم پر اسطرح بھی ہو سکتا ہو کہ اسی سے پڑھینگے جو معروف و مشہور عالم ہو دوسرے سے پڑھنے میں کبنا دے یہ امر عین
حماقت ہو اسلیے کہ علم نجات اور سعادت کا سبب ہو تو جو شخص کسی درندہ ضرر پہونچانے والے سے مفر اور گریز کا طالب ہو وہ اس بات میں
فرق نہ کریگا کہ اسکو گریز کی تدبیر کوئی مشہور آدمی بتادے یا گمنام اور ظاہر ہو کہ درندہاے آتش کا نقصان خدا تعالی کو نجانے والوں پر بنسبت
ہر ایک درندہ کے ضرر کے نہایت سخت ہوگا اور حکمت ایماندار کی گم ہوئی چیز ہو جہاں ملجاوے اسکو غنیمت جانے اور جو کوئی اسے اس تک
پہونچاوے اسکا احسان مانے خواہ کوئی ہو اور اسی لیے کسی نے شعر کہا ہی جسکا ترجمہ یہ ہو شعر علم کو اہل تکبر سے تنفر ہی مدام + جیسے رکھتی ہی
مکانون سے عداوت سیلاب غرض کہ علم بدون انکسار اور کان لگانے کے نہیں آتا اللہ تعالی فرماتا ہی ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب
او القی السمع وھو شہید اور دل والا ہونے سے یہ غرض ہو کہ علم کی قابلیت اور سمجھنے کی استعداد رکھتا ہو پھر سمجھنے پر قادر ہونا ہی کافی نہیں جبتک
کہ کان حضور دل سے نہ لگاوے تاکہ جو کچھ کان میں ڈالا جاوے اسکو اچھی طرح سنکر انکسار اور شکر اور خوشی اور منت کے ساتھ قبول کر لے
استاد کے سامنے شاگرد کو ایسا رہنا چاہیے جیسے نرم زمین جسپر بہت سا مینھ برسے اور وہ سب پی جاوے کہ جب استاد کوئی سا طریق تعلیم کا
اسکو بتاوے اسکی پیروی کرے اپنی راے کو دخل نہ دے اسلیے کہ مرشد اگر خطا پر بھی ہوگا تو وہ خطا خود شاگرد کے صواب سے اسکے حق میں
زیادہ مفید ہو کیونکہ تجربہ سے ایسی باتیں باریک معلوم ہوتی ہیں جنکے سننے سے تعجب آتا ہو مگر انکا فائدہ بہت ہوتا ہو مثلاً بہت سے بیمار گرم مزاج
ہوتے ہیں کہ طبیب انکا علاج بعض اوقات میں گرم دواؤں سے کرتا ہو تاکہ حرارت اتنی قوی ہو جاوے کہ علاج کا صدمہ اٹھا سکے تو جس
شخص کو فن علاج میں وقوف نہیں اسکو اس علاج سے تعجب ہوتا ہو اور اللہ تعالی نے حضرت خضر اور حضرت موسی علیہما السلام کے قصہ سے تنبیہ فرما دی کہ حضرت خضر نے فرمایا
انک لن تستطیع معی صبرا وکیف تصبر علی ما لم تحط بہ خبرا پھر شرط کرلی کہ چپ رہنا اور جبتک میں کسی چیز کو خود نہ بتاؤں کچھ مت پوچھنا چنانچہ فرمایا فان اتبعتنی فلا تسالنی عن شی
حتی احدث لک منہ ذکرا پھر حضرت موسی علیہ السلام نے صبر نہ کیا اور بار بار انکو ٹوکتے رہے یہانتک کہ یہی دونوں میں جدائی کا باعث ہوا حاصل یہ کہ
جو شاگرد اپنے استاد کی راے کے سامنے اپنی راے اور اختیار باقی رکھیگا تو وہ اپنی حاجت سے محروم رہیگا اب اگر یہ کہو کہ اللہ تعالی
نے فرمایا ہی فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون اس سے تو پوچھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ واقع میں پوچھنا درست ہی لیکن
جن چیزون کے پوچھنے کی اجازت استاد دے وہی پوچھے اسلیے کہ ایسی بات پوچھنی جسکی سمجھ کا رتبہ تمکو حاصل نہیں بری ہی اور یہی وجہ تھی
کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسی علیہ السلام کو پوچھنے سے منع فرما دیا تھا غرضکہ وقت سے پیشتر سوال نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ
استاد کو خوب معلوم ہو کہ تمکو کس چیز کی حاجت ہی اور وہ کس وقت بتانی چاہیے اور ہر مقام میں درجات کے مراتب سے جبتک کہ بتانے کا وقت
نہیں آتا تب تک پوچھنے کا وقت بھی نہیں آتا اور حضرت علی نے ارشاد فرمایا ہی کہ عالم کا حق یہ ہی کہ اس سے سوال بہت مت کرو اور جواب میں
اسکو طرف مت دو اور جب وہ تھک جاوے تو اصرار نہ کرو اور جب اٹھے تو اسکا کپڑا مت پکڑو اور اسکے بھید کو ظاہر نہ کرو اور نہ اسکے پاس کسی کی
غیبت کرو اور نہ اسکی لغزش کی تلاش کرو اور اگر وہ لغزش کرے تو اسکا عذر قبول کرو اور اسکی عزت و توقیر خدا کے واسطے اپنے اوپر لازم سمجھو
جبتک کہ وہ خدا تعالی کے حکم کی حفاظت کرے اور اسکے آگے مت بیٹھو اور اگر اسکو کوئی حاجت ہو تو سب لوگون سے پیشتر اسکے لیے [illegible]
چوتھا ادب یہ ہی کہ طالب علم ابتدا سے امر میں لوگون کے اختلاف کے سننے سے احتراز کرے خواہ علم دنیا کا طالب ہو خواہ علم آخرت کا اسلیے کہ
اختلافون کے سننے سے مبتدی کی عقل متحیر اور ذہن پریشان اور راے سست ہو جاتی ہی اور ادراک اور اطلاع سے یاس ہو جاتا ہی بلکہ یون
چاہیے کہ اول ایک عمدہ طریقہ جو استاد کے نزدیک پسندیدہ ہو اسکا اتقان کرلے پھر اسکے بعد اور مذہبون اور انکے شبہات کو سنے اور اگر اسکا استاد
ایک راے کے اختیار کرنے میں مستقل نہ ہو اور اسکی عادت یہ ہو کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں جاتا رہتا ہو اور انکے اقوال کو نقل کرتا ہو تو ایسے
استاد سے بچنا چاہیے اسلیے کہ ایسا شخص ہدایت کم کرتا ہو اور گمراہ زیادہ کرتا ہو [illegible] اندھون کو راہ دکھانے کے لائق کب ہو اور اسطرح کا

صبر کر لگا دیگا ایک چیز جسکی [illegible] پارہ ۱۴ [illegible] پارہ ۱۶ [illegible]

شخص ہنوز وادی حیرت اور تیہ نابینائی میں ہے او خویشتن گم ست کرا رہبری کند۔ اور مبتدی کو شبہات سے منع کرنا ایسا ہی ہے جیسے نو مسلم کو کفار کے ملنے سے اور منتہی کو اختلافوں میں نظر کرنے کی ترغیب ایسی ہے جیسے قوی الایمان کو کفار کے ملنے کی اسلیئے کہ ہر کارے و ہر مردے اسی وجہ سے نامرد کو نہیں کہا کرتے کہ کفار پر حملہ کر بلکہ شجاع آدمی کو اس کام کے لیے بلاتے ہیں۔ اور بعض ضعیفوں نے اس دقیقہ سے غافل ہو کر یہ گمان کر لیا کہ جو مساہلات قوی لوگوں سے منقول ہیں انہیں اقتدا کرنا درست ہے یہ نہ جانا کہ زبردستوں کے معاملات کمزوروں کے معاملوں سے علیحدہ ہیں۔ اور اس باب میں بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے مجھکو ابتدا میں دیکھا وہ تو صدیق ہو گیا اور جسنے انتہا میں دیکھا وہ زندیق (کافر) ہوا اسلیئے کہ انتہا میں اعمال باطن پر جا ٹھہرتے ہیں اور ظاہر کے اعضا بجز فرائض کے اور حرکات سے ساکن ہو جاتے ہیں تو دیکھنے والوں کو یہی سوجھتا ہے کہ یہ امر سستی اور کسل اور بیکار رہنا ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ تو دل کی نگرانی عین حضوری کے اندر اور مدام ذکر کا ملازم رہنا ہے جو سب اعمال سے بہتر ہے اور ضعیف آدمی جو قوی کے ظاہر حال کو دیکھکر جانتا ہے کہ یہ لغزش ہے اور خود ویسا کرتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص ایک پانی کے کوزے میں تھوڑی سی نجاست ڈالے۔ اور اسکا عذر یہ کرے کہ سمندر میں تو اسکی ہزار گنی نجاست ڈالتے ہیں اور وہ کوزہ سے کہیں بڑا ہے تو جو بات سمندر کو درست ہو وہ کوزہ کو بطریق اولے ہونی چاہیے اور اس بیچارہ کو یہ معلوم نہیں کہ سمندر اپنی قوت کے باعث نجاست کو پانی بنا لیتا ہے اور سمندر کے غلبہ سے نجاست بھی اسی طرح کی ہو جاتی ہے اور تھوڑی نجاست کوزے پر غالب ہوتی ہے وہ کوزہ کو اپنی طرح کر دیتی ہے۔ اور اسی طرح کی دلیل کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ بات درست کی گئی جو غیروں کے لیے نہ ہوئی مثلاً آپ کے لیے نو بیبیاں مباح ہوئیں اس لیے کہ آپ میں اتنی قوت تھی کہ انکے باعث عورتوں میں عدل فرماتے گو کتنی ہی بہت ہوں اور دوسرا شخص تھوڑی پر بھی عدل نہیں کر سکتا بلکہ انکے درمیان کا نقصان خود اس تک بڑھ آویگا کہ انکی رضامندی کی طلب میں نوبت خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی پہنچیگی بھلا جو شخص فرشتوں کو لہاروں پر قیاس کرے کہیں اسکو فلاح ہوگی پانچواں ادب یہ ہے کہ طالب علم عمدہ علوم میں سے کوئی فن اور کوئی قسم بدون دیکھے نہ چھوڑے۔ اور اس طرح پر دیکھے کہ اسکے مقصود اور علت غائی سے مطلع ہو جاوے پھر اگر زندگی وفا کرے تو اسمیں کمال پیدا کرنے کا طالب ہو ورنہ جو اہم ہو اسمیں مشغول ہو کر اسکو تو کامل کرے اور باقی علوم میں سے تھوڑا تھوڑا حاصل کرے کیونکہ علوم ایک دوسرے کے مددگار اور آپس میں وابستہ ہیں اور سردست جو اسکو نہیں سیکھتے تو عداوت کی جہت سے ہے کہ جو چیز آدمی کو نہیں آتی اسکا دشمن ہوا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے واذ لم یہتدوا بہ فسیقولون ہذا افک قدیم اور کسی کا شعر ہے شعر مزہ جس کا ہو مرض سے کڑوا ٭ شیریں پانی کو وہ جانے کڑوا ٭ غرض کہ عمدہ علوم اپنے مدارج کے موافق یا تو بندہ کو خدا تعالیٰ کی راہ کا سالک کرتے ہیں یا سلوک میں کسی قسم کی اعانت کرتے ہیں اور مقصود سے دوری اور نزدیکی میں ہر ایک علم کا ایک مقام خاص ٹھہرا ہوا ہے جو لوگ ان علوم سے آگاہ ہیں وہ ایسے ہیں جیسے جہاد میں گھاٹیوں اور گھاتوں کے محافظ ہوتے ہیں اور ہر ایک کے لیے انمیں سے ایک مرتبہ ہے اور اپنے درجے کے موافق آخرت میں ہر ایک کو ثواب ہے بشرطیکہ اس علم سے خدا تعالیٰ کی رضا مقصود ہو چھٹا ادب یہ ہے کہ علم کے فنون سے کسی فن کو دفعۃً اختیار نہ کرے بلکہ ترتیب کا لحاظ رکھے اور جو اہم ہو اس سے شروع کرے اس وجہ سے کہ عمر تو اکثر سب علوم کے لیے کافی نہیں ہوا کرتی اس نظر سے احتیاط کی بات یہ ہے کہ ہر چیز میں سے عمدہ حاصل کرے اور اسمیں سے تھوڑی سی پر قانع ہو اور تھوڑے سے علم کے باعث جتنی قوت ہوتی ہو وہ سب اس علم کے پورا کرنے میں صرف کرے جو اشرف علوم ہے یعنی علم آخرت کی دونوں قسموں معاملہ اور مکاشفہ میں کہ علت غائی علم معاملہ کی مکاشفہ ہے اور مکاشفہ کا انجام خدا تعالیٰ کی معرفت ہے اور ہماری غرض علم مکاشفہ سے وہ اعتقاد نہیں جسکو عوام باپ دادا سے سنتے آئے ہوں یا زبانی یاد کر لیا ہو اور نہ طریق کلام مراد ہے کہ طرف ثانی کے مقابلہ میں جھگڑتا ہی رہے وہ تدریج کرتے کہ ... غایت کلام جاننے والے کی اتنی ہی ہے بلکہ علم مکاشفہ سے ہماری غرض ایک قسم کا یقین ہے جو اس نور کا نتیجہ ہوتا ہے جسکو خدا تعالیٰ

علیہ بخاری و مسلم عن انس ابن عباسؓ وارد ہوا کہ آپ کے پاس نو بیبیاں تھیں

بندے کے دل مین ڈالدیتا ہی جب کہ وہ اپنے باطن کو مجاہدہ کرکے خباثتون سے پاک کرلیتا ہی یہانتک کہ ہوتے ہوتے حضرت ابوبکرؓ کے ایمان کے مرتبے تک پہونچ جاتا ہی جسکی شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح فرمائی کہ اگر ابوبکر کا ایمان تمام عالم کے ایمان سے تولا جاوے تو وہی بھاری رہیگا - ہمارے نزدیک یہ نہین معلوم ہوتا کہ جس بات کا معتقد عامی ہی اور جسکو متکلم بناتا ہی کہ وہ بھی عامی سے صرف کلام کی صنعت مین بڑھکر ہی اور اسی وجہ سے اسکے فن کا نام کلام ہوا ہی وہ بات حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو نہ آتی تھی اور حضرت ابوبکرؓ اس مین ان سے فائق تھے بلکہ انکی افضلیت کی بات عامی اور متکلم کے عقائد کے سوا تھی یعنی اس بھید کے سبب انکو فضل تھا جو انکے سینے مین ڈالا گیا تھا اور تعجب اس شخص سے ہی کہ اس جیسے اقوال صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے پھر اسکے موافق جو کچھ سنے اسکو حقارت کرے اور کہے کہ یہ صوفیون کی بیہودہ باتین ہین اور کچھ سمجھ مین نہین آتین اس باب مین آدمی کو تامل کرنا چاہیے کہ اسی جگہ راس المال جاتا رہتا ہی - حاصل یہ کہ تمکو اس بھید کی معرفت کا حریص ہونا چاہیے جو فقہا اور متکلمین کے حوصلہ اور سرمایہ سے خارج ہی اور تمکو اسکا راستہ بجز اسکے نہ ملیگا کہ اسکے طلب کے حریص ہو - خلاصہ یہ کہ سب علوم مین اشرف اور سب کی علت غائی خدا تعالی کی معرفت ہی اور وہ ایک دریا ہی جسکی تھاہ معلوم نہین ہوتی اس باب مین سب آدمیون سے بڑھکر انبیا کا درجہ ہی پھر اولیا کا پھر جو انکے متصل ہون - اور ایک روایت ہی کہ پہلے حکیمون مین سے دو حکیمون کی تصویر کسی مسجد مین نظر پڑی ایک کے ہاتھ مین ایک پرچہ ہی جسمین یہ لکھا ہی کہ اگر تم ہر ایک چیز کو درست کرلو تو یہ نجانو کہ ایک چیز کو بھی درست کیا ہی جبتک کہ خدا تعالی کو نہ پہچانو اور یہ نہ جانو کہ مسبب الاسباب اور چیزون کا ایجاد کرنے والا وہی ہی اور دوسرے کے ہاتھ کے پرچے مین یہ ہی کہ خدا تعالی کی معرفت سے پہلے مین پانی پیتا تھا اور پیاسا رہتا تھا یہانتک کہ جب اسکو پہچانا تو بدون پیے ہی پیاس بجھ گئی ساتوان ادب یہ ہی کہ کسی فن مین قدم نہ رکھے جبتک کہ اس سے پیشتر کے فن کو پورا نہ کرلے اسلیے کہ علوم ایک ترتیب ضروری سے مرتب ہین اور ایک علم دوسرے کا راستہ ہی توفیق یافتہ وہی ہی جو اس ترتیب اور درجات کا لحاظ رکھے اللہ تعالی فرماتا ہی الذین اتیناہم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ یعنی ایک فن سے آگے نہین بڑھتے جبتک کہ علم و عمل کے رو سے اسکو پختہ نہ کرلین اور چاہیے کہ جس علم کا قصد کرے اسمین نیت اس سے اوپر کے علم پر ترقی کرنے کی ہو اور اگر کسی علم مین لوگون کا اختلاف واقع ہو یا کہ ایک شخص اس مین خطا کرین یا اپنے علم کے بموجب عمل نہ کرین تو چاہیے کہ ان وجہون سے اس علم کو نکما نہ کہدے جیسے بعض لوگ معقولات اور فقہیات نہین دیکھتے اور کہتے ہین کہ اگر انکی کچھ اصل ہوتی تو جو لوگ انکے ماہر ہین انکو ملتی اور کتاب معیار العلم مین ہم اس شبہ کا جواب لکھ چکے ہین اور بعض لوگ طبیب کی خطا دیکھکر طب کو نکما سمجھتے ہین اور ایک نجومی کی باتین اتفاقا سچ نکلنے سے کچھ لوگ اسکی درستی کے معتقد ہوتے ہین اور کچھ لوگ دوسرے نجومی کی خطا معلوم کرکے اسکو بیکار بتاتے ہین حالانکہ سب غلطی پر ہین بلکہ یون چاہیے کہ چیز کو فی نفسہ جان لین کہ کیسی ہی ہر شخص کسی علم مین اتنا تبحر نہین رکھتا کہ اسکی سب جزئیات سے واقف ہو اور اسی لیے حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا ہی کہ حق کو مردون سے مت پہچانو بلکہ حق کو معلوم کرلو پھر حق والون کو خود جان جاؤگے
آٹھوان ادب یہ ہی کہ اس سبب کو معلوم کرے جس سے علوم کا شرف حاصل ہوتا ہی اور شرف دو چیزون کے باعث سے ہوتا ہی اول ثمرہ کے شرف سے دوم دلیل کی پختگی اور قوت سے مثلا علم دین اور علم طب کو جو دیکھتے ہین تو اول کا ثمرہ زندگی ابدی ہی اور دوسرے کا ثمرہ زندگانی فانی اسی جہت سے علم دین اشرف ہوگا کہ اسکا ثمرہ اشرف ہی اور علم حساب اور علم نجوم کو اگر دیکھو تو حساب کی دلیلین پختہ اور قوی ہین اسکو علم نجوم پر شرف ہی اور اگر حساب کو علم طب کے لحاظ سے دیکھین تو اس صورت مین ثمرہ کے اعتبار سے شرف ہی اور حساب کو دلیلون کی رو سے اور ثمرہ کا لحاظ کرنا بہ نسبت دلیلون کے بہتر ہی اسلیے طب حساب سے اشرف ہی اگرچہ علم طب اکثر تخمین اور قیاس سے ہی اور اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ سب علوم سے اشرف علم خدا تعالی اور اسکے فرشتون اور کتابون اور رسولون کا اور وہ علم ہی جو ان علوم تک

[illegible] کتاب ... ۱۲۶ کا

پہونچنے کا ذریعہ ہو تو اب تمکو بجز اس علم کے اور علم کی طرف رغبت اور حرص نہ کرنی چاہیے نوان ادب یہ ہے کہ طالب علم کا قصد علم سے
سردست تو یہ ہو کہ اپنے باطن کو آراستہ اور فضیلت سے مزین کرے اور انجام کو یہ ہو کہ خداے تعالی کا قرب اور فرشتوں اور مقربان ملاء اعلی
کی ہمسایگی حاصل ہو اور علم سے غرض ریاست اور مال و جاہ اور بیوقوفوں سے جھگڑنے اور ہمسروں پر فخر کرنے کی نہو اور جس شخص کی نیت
علم سے قرب الہی ہو تو بالضرور وہ ایسے علم کو طلب کرے جو اسکے مقصود سے بہت قریب ہو یعنی علم آخرت کا طالب ہو اور باوجود اسکے اسکو نہ
چاہیے کہ علم فتاوے اور علم نحو اور علم لغت جو متعلق کتاب اور سنت کے ہیں اور سوا انکے اور علوم کو جنکا ذکر ہمنے مقدمات اور متممات میں
کیا ہے اور وہ فرض کفایہ علموں کے اقسام میں ہیں انکو حقارت کی آنکھ سے دیکھے۔ اور ہمنے جو علم آخرت کی تعریف میں بہت سا مبالغہ کیا ہے
اس سے تم یہ مت سمجھنا کہ یہ علوم برے ہیں اسلیے کہ جو لوگ ان علموں کے عالم ہیں انکا حال مثل اُن لوگوں کے ہے جو گھاٹیوں کی محافظت
اور اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کرتے ہیں یعنی اُن میں سے بعض لوگ تو لڑتے ہیں اور بعض لوگ مدد کرتے ہیں اور کچھ انکو پانی پلاتے ہیں اور کچھ
سواریوں کی حفاظت اور خدمت کرتے ہیں اور انمیں سے کوئی شخص ثواب سے خالی نہیں بشرطیکہ اسکی نیت خداے تعالی کے بول بالا
کرنے سے ہو یہ نہو کہ لوٹ ملیگی اسی طرح علما کا حال ہے اللہ تعالی فرماتا ہے یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات اور فرمایا ہم درجات
عند اللہ یعنی وہ کئی درجے ہیں اللہ کے نزدیک۔ غرض کہ اہل علوم کی فضیلت اعتباری اور اضافی ہے کہ کسی کی نسبت اعلی ہیں اور کسی کے
لحاظ سے ادنی یہ نہیں کہ بذات خود حقیر ہوں مثلاً اگر صرافوں کو بادشاہوں کی نسبت کم رتبہ کہا جاوے تو اس سے یہ نہ معلوم ہوگا کہ اگر جاروب
کشوں کی نسبت کرکے انکو قیاس کریں تب بھی حقیر ہوں گے پس یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ جو علم اعلی رتبہ سے کم ہو وہ بیقدر ہے بلکہ یوں جاننا چاہیے
کہ سب سے اعلی رتبہ انبیا کا ہے پھر اولیا کا پھر اُن علما کا جو علم میں مضبوط ہیں پھر نیک بندوں کا موافق انکے درجات کے حاصل یہ کہ جو ذرہ
برابر خیر کریگا اسکا ثواب اسکو ملیگا اور جو شخص علم سے خداے تعالی کی رضا قصد کریگا خواہ کوئی سا علم ہو تو وہ علم اسکو مفید ہوگا اور بالضرور اسکا رتبہ
بلند کریگا دسواں ادب یہ ہے کہ علم کی نسبت اصلی مقصود کی طرف معلوم کرے تاکہ جو مقصود سے قریب ہو اسکو بعید پر ترجیح دے اور جو علم
مہم ہو اسکو اختیار کرے اور معنی مہم کے یہ ہیں کہ جو تمکو فکر میں ڈالے اور ظاہر ہے کہ دنیا اور آخرت میں تمکو بجز تمہارے حال کے اور کوئی چیز فکر میں نہیں
ڈالتی اور چونکہ تمسے نہیں ہوسکتا کہ دنیا کے مزوں اور آخرت کی راحتوں کو اکٹھا لے سکو چنانچہ قرآن مجید میں اس امر کا ذکر آچکا ہے اور نور بصیرت بھی
اسکا شاہد ہے جو بمنزلہ آنکھ سے دیکھنے کے ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ اہم وہی ہے جو ابد الآباد تک رہے اور اس صورت میں دنیا ایک منزل ہو جاویگی
اور بدن سواری اور اعمال مقصود کی طرف کو چلنا۔ اور مقصود بجز دیدار الہی کے اور کچھ نہیں کہ تمام لذت و راحت اسمیں ہے گو اس جہان میں اسکی
قدر کم لوگ جانتے ہیں اور علوم کو اگر خداے تعالی کی ملاقات اور اسکی ذات پاک کی دیدار کی نسبت کر دیکھو تو تین قسم کے ہیں اور دیدار سے وہ غرض ہے
جسکے طالب انبیا تھے اور وہی اسکو سمجھتے تھے وہ دیدار مراد نہیں جو عوام اور کلام والوں کے ذہن میں آتا ہے ان قسموں کو تم ایک مثال سے سمجھ لو
وہ یہ ہے کہ اگر کسی غلام سے کہا جاوے کہ اگر تو حج کریگا اور اعمال کو کامل طور پر بجا لاویگا تو تو آزاد بھی ہو جاویگا اور سلطنت بھی ملیگی اور اگر تو حج
کا راستہ شروع کر دیگا اور اسکی تیاری کریگا اور راہ میں کوئی مانع پیش آویگا تو تو آزاد تو ہو جاویگا اور بندہ غلامی سے رہائی پاویگا مگر سلطنت کی سعادت
سے مشرف نہوگا تو غلام مذکور کو تین طرح کے کام پیش آوینگے اول سامان سفر کرنا یعنی اونٹ خریدنا اور مشک سینی اور غلہ وغیرہ مول لینا دوم
وطن سے جدا ہو کر کعبہ کو منزل بمنزل چلنا سوم اعمال حج میں مشغول ہونا اور ایک ایک رکن کو بترتیب ادا کرنا ان تینوں حالتوں سے اور
احرام اور طواف رخصت سے فارغ ہو کر غلام مذکور مستحق آزادی اور سلطنت کا ہوگا اور ہر حال میں بھی غلام مذکور کے بہت سے مراتب ہیں جیسے
شروع سامان سے اسکے آخر تک اور آغاز سفر سے اسکے تمام ہونے تک اور ابتداے ارکان حج سے اسکے انجام تک بہت سے درجات ہیں اب
ظاہر ہے کہ جو شخص ابھی زاد اور سواری کی تیاری میں ہو یا چلنا شروع کر دیا ہو وہ سعادت سے اتنا قریب نہوگا جتنا وہ شخص ہوگا جسنے ارکان حج

شروع کر دے کیونکہ وہ دو حالات کو طے کر چکا ہی اور نہایت قریب پہونچ گیا ہی۔ جب یہ مثال معلوم ہو چکی تو اب علوم کی بھی تین قسمین ہین ایک تو وہ علوم ہین کہ بمنزلہ سامان سفر کے خریدنے کے ہین اور وہ علم طب اور فقہ اور جو علوم کہ دنیا مین بدن کی مصلحتون سے متعلق ہون ہین اور ایک قسم بمنزلہ جنگل کے چلنے اور گھاٹیون کے طے کرنے کے ہین اور وہ صفات کی کدورتون سے بدن کا پاک کرنا اور ان اونچی گھاٹیون پر چڑھنا ہی جنسے سوائے توفیق یافتہ لوگون کے اگلے پچھلے سب عاجز ہین تو یہ امور راہ کے چلنے مین داخل ہین اور انکے علم حاصل کرنا ایسا ہی جیسے راہ کی طرفون اور منزلون کا جان لینا اور جس طرح کہ صرف منزلون اور جنگل کی راہون کا جان لینا بدون انکے طے کرنے کے کافی نہین اسی طرح تہذیب اخلاق کا جان لینا کفایت نہین کرتا جبتک کہ تہذیب نہ کرے گو عادتون کی تہذیب بدون علم کے نہین ہو سکتی اور تیسری قسم وہ ہی جو بمنزلہ نفس حج اور اسکے ارکان کے ہی اور وہ خدا تعالی اور اسکے فرشتون اور صفات اور افعال کا علم اور ان باتون کا علم ہی جو علم مکاشفہ کے معانی مین ہم لکھ آئے ہین اس قسم کے بعد رہائی اور سعادت ملا کرتی ہی رہائی یعنی سلامتی تو ہر سالک طریق کو نصیب ہوتی ہی بشرطیکہ اسکی غرض مقصد حق ہو اور سعادت کو پہونچنا بجز خدا تعالی کے عارفون کے اور کسی کو نہین ملتا اور یہی لوگ مقرب ہوتے ہین اور انھین پر خدا تعالی کے ہمسایہ مین رحمت و راحت و ریحان و جنت نعیم کا انعام ہوتا ہی اور جو لوگ کمال کے مرتبہ سے ادھر رہ گئے ہین انکو نجات اور سلامتی حاصل ہوتی ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنۃ نعیم واما ان کان من اصحاب الیمین فسلام لک من اصحاب الیمین اور جو لوگ کہ متوجہ مقصد نہوے اور اسکی طرف حرکت نہ کی یا حرکت تو کی مگر بغرض فرمان برداری اور بندگی کے نہ کی بلکہ کسی دنیاوی غرض کے لیے کی تو وہ لوگ اصحاب شمال اور گمراہون مین انکے لیے فنزل من حمیم وتصلیۃ جحیم ہی اور جان لینا چاہیے کہ مضبوط علما کے نزدیک یہ امر حق الیقین ہی یعنی انھون نے انکو اپنے باطن کے مشاہدہ سے دریافت کرلیا ہی جو آنکھون کے مشاہدہ کی نسبت کر قوی تر اور ظاہر تر ہی صرف سننے کی پیروی کی حد سے ترقی کر گئے ہین اور انکا حال ایسا ہی جیسا کوئی شخص کوئی خبر سنے اور اسکو سچ جانے پھر آنکھ سے دیکھ لے اور یقین کرے اور دوسرون کا حال ایسا ہی کہ خبر کی تصدیق اعتقاد وایمان کی خوبی کی جہت سے کر لے مگر آنکھون سے دیکھنا نصیب نہوا ہو۔ غرضکہ سعادت علم مکاشفہ کے بعد ہی اور علم مکاشفہ علم معاملہ کے بعد ہی یعنی طریق آخرت کے چلنے اور صفات کی گھاٹیون کے طے کرنے کے بعد ہوتا ہی اور صفات مذمومہ کو مٹانے کی راہ چلنی صفات کے جاننے اور طریق علاج اور چلنے کی کیفیت معلوم کرنے کے بعد ہی اور یہ امر بدن کی سلامتی اور اسباب تندرستی کی موافقت کے جاننے پر منحصر ہی اور بدن کی سلامتی اجتماع اور ایک دوسرے کی مدد کرنے سے جس سے کہ پوشاک اور غذا اور سکونت ملا کرتی ہی وہ سلاطان کے متعلق ہی اور اسکا قاعدہ لوگون کو عدل و سیاست کے طور پر منتظم رکھنے کا فقیہ کے سپرد رہتا ہی اور صحت کے اسباب طبیب کے سپرد ہین۔ اور جس شخص نے کہ کہا ہی کہ علم دو ہین علم بدن اور علم دین اور اس سے اشارہ فقہ کا کیا ہی تو اسنے علوم مروجہ ظاہری کو مراد لیا ہی علوم باطنی کا ارادہ نہین کیا۔ اب ہم اس بات کی وجہ لکھتے ہین کہ ہمنے علم طب اور فقہ کو بمنزلہ تیاری زاد و راحلہ کے کیون کہا ہی تو معلوم کرنا چاہیے کہ خدا تعالی کے قرب کے حاصل کرنے کو اسکی طرف چلنے والا دل ہی بدن نہین اور ہماری غرض دل سے وہ گوشت نہین جو آنکھ سے سوجھا کرتا ہی بلکہ وہ ایک لطیفہ اور بھید ہی خدا تعالی کے لطیفون اور بھیدون مین سے جو حواس سے نہین معلوم ہوتا اور کبھی اسکو روح کہا کرتے ہین اور بعض اوقات نفس مطمئنہ بولتے ہین اور شرع اسکو دل سے تعبیر فرماتی ہی اسلیے کہ دل اس بھید کی اول سواری ہی اسی کے ذریعہ سے تمام بدن اسکی سواری اور آلہ بن رہا ہی اور اس بھید کا حال بخوبی علم مکاشفہ سے معلوم ہوتا ہی اور وہ راز قابل افشا نہین بلکہ اسکے ذکر کرنے کی اجازت نہین اور غایت اجازت اسمین یہ ہی کہ اسقدر کہدین کہ وہ ایک جوہر نفیس اور گوہر عزیز ہی کہ ان اجسام محسوس کی نسبت کر اشرف ہی اور ایک امر الٰہی ہی چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہی ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی اور کل مخلوقات خدا تعالی کی طرف منسوب ہین مگر اسکی نسبت تمام اعضاء بدن کی نسبت سے اشرف ہی کیونکہ خلق اور امر دونون اسی کے ہین اور امر خلق کی نسبت کر اشرف ہی اور یہ جوہر نفیس جو خدا تعالی کی امانت کا اٹھانے والا ہی اور اس رتبہ مین آسمانون

اور زمین اور پہاڑون سے مقدم ہی کہ وہ اُس بار کے اُٹھانے سے ڈر کر انکار کر گئے عالم امر سے ہی اور اس بیان سے تم اسکے قدیم ہونے کا اشارہ
مت سمجھنا اسلیے کہ جو شخص روح کے قدیم ہونے کا قائل ہی وہ جاہل اور مغالطہ کھانے والا ہی اُسکو وقوف نہین کہ کیا کہتا ہی۔ اب ہم عنان بیان کو
اس فن سے روکتے ہین کہ جس بات کے ہم درپے ہین اُس سے یہ فن خارج ہی مقصود یہ ہی کہ یہ لطیفہ اپنے رب کی طرف سعی کرنے والا ہوتا ہی
اسلیے کہ وہ امر رب سے ہی تو خدا تعالیٰ ہی اسکا مصدر ہی اور اُسی کی طرف اُسکا رجوع اور بدن اُس لطیفہ کی سواری ہی جسپر سوار ہو کر اُسیکے ذریعہ
سے چلتا ہی تو بدن خدا تعالیٰ کی راہ مین دل کے لیے ایسا ہی جیسے بدن کے لیے راہ حج مین اونٹنی ہوتی ہی یا مشک جسمین پانی بھرا رہتا ہی اور
بدن کو اُسکی حاجت ہوتی ہی غرضکہ جو علم کہ اُسکا مقصود بدن کی مصلحت ہی وہ سواری کی مصلحتون مین داخل ہی اب ظاہر ہو کہ طب سے
بھی بدن کی بہتری مقصود ہی اسلیے کہ بدن کی صحت کی نگاہداشت کے لیے کہین اُسکی ضرورت پڑتی ہی اور اگر انسان بالفرض اکیلا ہوتا تو
طب کی حاجت اُسکو ہوتی اور فقہ اور طب مین یہی فرق ہی کہ اگر انسان بالفرض اکیلا ہوتا تو کیا عجب تھا کہ فقہ کی ضرورت نہ پڑتی لیکن اُسکی
پیدایش اسطرح ہوتی ہی کہ تنہا نہین زندہ رہ سکتا کیونکہ سب کام اکیلے سے نہو سکینگے کہ کھانے کے لیے جوتنا بونا پیسنا پکانا اور لباس اور سکونت
کا حاصل کرنا اور ان سب چیزون کے آلات تیار کرنے ایک شخص کسطرح کرے تو اس نظر سے دوسرون مین ملنا اور اُن سے مدد چاہنی ضرور
ہوئی اور جب آدمی ملے اور اُنکی خواہشین اُبھرین تو شہوت کے اسباب کو اُنھون نے کھینچا تانی کی اور آپس مین نزاع اور قتال کرنے لگے اور
اُن لڑائی جھگڑون سے برباد ہونے لگے اور سبب ہلاکی کا یہی نزاع و مخالفت ظاہری ہوئی جیسے اندر کی خلطون کے بگاڑ سے بربادی آگئی
اور طب سے جو نزاع اور فساد کی خلطون مین ہو جاتا ہی اُسکا بچاؤ کیا جاتا ہی اور سیاست اور عدل سے ظاہر کے فساد کو دور کر کے اعتدال خواہشون
مین کر دیا جاتا ہی اور خلطون کے معتدل رکھنے کا طریق معلوم کرنا طب ہی اور معاملات مین لوگون کے احوال کو معتدل رکھنے کا طور جاننا فقہ ہی
اور یہ دونون بدن کی حفاظت کے لیے ہین جو دل کی سواری ہی پس جو شخص صرف علم فقہ اور طب کا ہو رہے اور اپنے نفس پر مجاہدہ نہ کرے
وہ ایسا ہی کہ صرف اونٹنی لیکر اُسکو گھاس دانہ دیوے اور مشک لیکر اُسکو تیار کرے اور راہ حج مین قدم نہ رکھے اور جو شخص کہ عمر بھر اُن کلمات کے
دقیقون مین پڑا رہے جو فقہ کی بحثون اور مناظرون مین آتے ہین وہ ایسا ہی کہ عمر بھر اُسپی وسیلون مین ڈوبا رہے جیسے حج کے لیے مشک مضبوط
اسلیے اور ایسے فقیہون کو اصلاح قلب یعنی ذریعہ علم مکاشفہ کے طریق پر چلنے والون سے وہ نسبت ہی جو مشک کی درستی مین رہنے والون
کو راہ حج چلنے والون سے یا اُسکے ارکان کے بجا لانے والون سے ہی پس اس بات کو اول تامل کرو اور اُس شخص کی نصیحت قبول کرو جو تم سے
اُسکی مزدوری نہین چاہتا اور اکثر اسی امر مین رہا ہی اور تمکو یہ بات بدون بہت سی سخت محنت کے حاصل نہوگی عوام اور خواص سے علیحدہ ہونے
کے لیے جراءت کامل کرنی پڑیگی اور صرف اپنی خواہش کے بموجب اُنکی پیروی کرنے سے باز آنا ہوگا طالب علم کے لیے اتنے ہی ادب کافی
معلوم ہوتے ہین دوسرا بیان اُستاد کے آداب کے ذکر مین جاننا چاہیے کہ علم کے باب مین آدمی کے چار حال ہین جیسے مال کے حاصل
کرنے مین ہوتے ہین مثلاً مال والا اول تو مال پیدا کرتا ہی اُسوقت کمانے والا کہلاتا ہی دوم اپنی کمائی کو جمع کرتا ہی تو تونگر ہو جاتا ہی کہ حاجت
دوسرے سے مانگنے کی نہین رکھتا سوم اُس مال کو خود اپنی ذات پر خرچ کرتا ہی تو اُس سے منتفع اور متمتع ہوتا ہی چہارم اُسکو دوسرون کو دیتا ہی
اس صورت مین سخی اور اہل فضل کہا جاتا ہی اور یہ پچھلی حالت مین حالتون سے اشرف ہی اسی طرح علم کا حال ہی وہ بھی مال کی طرح تحصیل
کیا جاتا ہی اور چار حالتین اُسکی بھی ہین ایک طلب کا زمانہ اور ایک حاصل کیے ہوئے پر ایسا عبور ہونا کہ حاجت سوال کی نہ رہے اور ایک
جس بات کو حاصل کیا ہی اُسمین فکر کر کے اُس سے مستفید ہونا اور ایک دوسرے کو اُس سے فائدہ پہونچانا اور یہ حال سب مین اشرف ہی
اسلیے کہ جو شخص علم تحصیل کرے اور عمل کرے اور لوگون کو علم سکھا دے تو ایسے ہی شخص کو آسمان و زمین کے ملکوت مین عظیم کہا کرتے ہین کہ اُسکا
حال آفتاب کی طرح ہی کہ دوسرون کو روشنی دیتا ہی اور آپ بھی روشن ہی یا مشک جیسا ہی کہ دوسرون کو معطر کرتا ہی اور خود بھی خوشبودار ہی اور

جو شخص دوسرون کو بتاتا ہو آپ علم کے بموجب عمل نہین کرتا اُسکا حال دفتر کا سا ہو کہ دوسرے کو اُس سے فائدہ ہوتا ہو اور وہ خود علم سے خالی ہو یا سان کا سا ہو کہ لوہے کو تیز کر دیتی ہو اور خود نہین کاٹتی یا سوئی کا سا ہو کہ غیرون کے لیے لباس تیار کرتی ہو اور خود ننگی رہتی ہو یا چراغ کی بتی ہو کہ اورونکو روشنی دیتی ہو اور اپنے آپ جلتی ہو چنانچہ کسی شعر ہو۔ شعر۔ بے عمل عالم ہو فتیلہ شمع ✱ خود جلے اور ہو اُس سے روشن جمع اور جب آدمی تعلیم مین مشغول ہوا تو ایک بڑا کام اور نہایت درجہ کا خطرا اپنے ذمے لیا اس لیے اُسکے آداب و قواعد کو یاد کرنا چاہیے ادب اول یہ ہو کہ شاگردون پر شفقت کرے اور انکو اپنے بیٹون کے برابر جانے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین انما انا لکم مثل الوالد لولدہ یعنی آخرت کی آگ سے شاگردون کو بچانے کا قصد کرے اور یہ بات ماباپ کی اپنے بچے کو دنیا کی آگ سے بچانے کی نسبت کہ اہم ہو اور اسی لیے استاد کا حق ماباپ کے حق سے بڑھکر ہو اسلیے کہ باپ اُسکی زندگی اور وجود فانی کا سبب ہو اور استاد زندگانی باقی کا باعث ہو اگر استاد نہوتا تو جو چیز باپ سے حاصل ہوئی تھی وہ ہلاک دائمی کی طرف پہونچاتی استاد ہی کی بدولت زندگانی اخروی ہمیشہ کو ہوتی ہو مگر استاد سے ہماری مراد علوم آخرت کا سکھانے والا یا دنیا کے علوم آخرت کی نیت سے بتانے والا ہو نہ دنیا کے ارادہ سے اسلیے کہ تعلیم کرنا دنیا کے ارادے سے تو خود بھی تباہ ہوتا ہو اور دوسرے کو تباہ کرتا ہو ایسی تعلیم سے خدا پناہ دے۔ اور جسطرح کہ ایک شخص کے بیٹون کا دستور ہو کہ آپس مین پیار و محبت سے رہتے ہین اور مقاصد پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہین اُسی طرح ایک استاد کے شاگردون مین دوستی اور یاری ہونی چاہیے اور اگر انکا مقصود آخرت ہوتی ہو تب تو ایسے ہی ہوتے ہین اور اگر دنیا مراد ہوتی ہو تو آپس مین حسد اور بغض ہوتا ہو اسلیے کہ علما اور آخرت کے لوگ خدا تعالی کی طرف سفر کرنے والے اور دنیا سے اُسکی طرف گذر جانے والے ہین اور دنیا کے برس اور مہینے اس راہ کی منزلین ہین اور جو مسافر شہرون کو جاتے ہین راہ مین انکو رفیق کا ملنا دوستی اور یاری کا سبب ہو جاتا ہو اور جب جنت اعلی کا سفر ہو تو اُسکے راستے مین رفیق کے ساتھ محبت کیسے نہوگی اور سعادت اخروی مین تنگی نہین ہو کہ ایک کو ملجاویگی تو دوسرا نپاویگا تو اسی جہت سے آخرت کے لوگون مین نزاع اور حسد نہین ہوتا بخلاف دنیا کی سعادات کے کہ اُنمین گنجایش نہین اسی لیے ہمیشہ اُنکے باب مین لڑائی جھگڑے رہتے ہین۔ اور جو لوگ کہ علوم سے طلب ریاست کی طرف مائل ہین وہ اللہ تعالی کے اس قول سے خارج ہین کہ انما المؤمنون اخوۃ اور اس آیت کے مضمون مین داخل الاخلاء یومئذ بعضہم لبعض عدو الا المتقین دوسرا ادب یہ ہو کہ تعلیم کے باب مین صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کرے یعنی علم سکھانے پر نہ مزدوری طلب کرے نہ اور کسی طرح کے بدلے کی نیت ہو نہ شکر کا خواہان ہو بلکہ صرف خدا تعالی کے واسطے اور اُسکے قرب کے طلب کے لیے سکھا دے اور یہ نجانے کہ شاگردون پر میرا احسان ہوتا ہو بلکہ اُنکا احسان بھی ہونا اور یہ تصور کرنا لازم ہو کہ فضل مجکو انہین کے سبب سے ہوا ہو کہ انھون نے اپنے دلون کی تہذیب کی اور میرے حوالے کیے کہ مین اُنمین علوم کو بو کر خدا تعالی کا قرب حاصل کرون جیسے کوئی شخص تمکو اپنی زمین عاریت دے دے تاکہ تم اپنے واسطے اُسمین کھیتی کرو تو ظاہر ہو کہ زمین والے کے فائدے کی نسبت کرانیوالے کو فائدہ زیادہ ہوگا پس جب استاد کو تعلیم مین شاگرد کی نسبت کر ثواب خدا تعالی کے نزدیک زیادہ ہوتا ہو تو پھر شاگرد پر احسان رکھنے کے کیا معنی اگر شاگرد نہوتا تو استاد کو یہ ثواب کہان سے ملتا اسی لیے بجز خدا تعالی کے ثواب اور بدلا اور کسی سے نہ مانگنا چاہیے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہو قل لا اسئلکم علیہ اجرا اسلیے کہ مال اور دنیا کی چیزین بدن کی خادم ہین اور بدن نفس کی سواری ہو اور مخدوم علم ہو کہ اسی کی جہت سے نفس کا شرف ہو تو جو شخص علم کے بدلے مین مال طلب کرے اُسکی مثال ایسی ہو کہ کسی کی جوتی مین نجاست لگ گئی ہو اور وہ اُسکو صاف کرنے کے لیے اپنے منھ سے رگڑلے تو ظاہر ہو کہ اس مین مخدوم کو خادم کر دیگا اور خادم کو مخدوم اور یہ کمال درجہ کا انقلاب ہو اور اسی طرح کا شخص قیامت مین مجرمون کے ساتھ اپنا سر اونچا کیے خدا تعالی کے سامنے کھڑا ہوگا۔ حاصل یہ کہ فضل اور منت استاد کو ہو اب دیکھو کہ جو لوگ کہتے ہین کہ ہمارا مقصد

لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے ... جیسا بیٹا باپ ... سوجھائی کا یہن ۱۲ دوست ہیں دوسرے دن دشمن ہوسنگے مگر جو پرہیزگار ہیں ۱۲ ۴۷ ... کہدو میں نہین مانگتا ...

خدا سے تعالیٰ کی طرف نزدیک ہونے کا ہے انکی نوبت علم فقہ اور کلام میں اور انکی تدریس میں کہانتک پہونچی ہے کہ مال اور جاہ خرچ کرتے ہیں اور طرح طرح کی ذلتیں سلاطین کی خدمت میں جاگیریں لینے کے لیے اٹھاتے ہیں اور اگر اس بات کو وہ ترک کردیں انکو کوئی نہ پوچھے اور نہ انکے پاس کوئی جاوے پھر استپر یہ ہے کہ استاد شاگرد سے بھی توقع رکھتا ہے کہ میری ہر آڑی میں کام آوے اور میرے خیر خواہ کی مدد کرے اور بدخواہ سے عداوت رکھے اور ضروریات دنیاوی میں گدھے کی طرح ادا کرے اور جب سب حاجات میں فرمان بردار بنا رہے اور اگر اس امر میں ذرا بھی قصور کرے تو پھر استاد ہی اسکے دلی دشمن ہیں پس اسطرح کا عالم نہایت دنی اور خسیس ہے جو اپنے لیے پھر یہ پسند کرے اور اسپر خوش ہو اور اس قول سے شرم نہ کرے کہ میری غرض پڑھانے سے علم کا پھیلانا ہے تاکہ اسکی نزدیکی اور اسکے دین کی مدد ہو غرضکہ نشانیوں اور علامات کو دیکھو تاکہ تمکو مغالطہ میں پڑنے کے اقسام معلوم ہوجاویں تیسرا ادب یہ ہے کہ شاگرد کی نصیحت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے مثلاً اس طور کہ اگر وہ قابلیت سے پہلے کسی رتبہ کا درپے ہو یا علم ظاہر تحصیل کرنے سے پیشتر علم باطن اور مخفی میں مشغول ہونا چاہے تو اسکو منع کرے پھر اسکو تنبیہ کردے کہ علوم کی طلب قرب الٰہی کے لیے کرے نہ ریاست کی طلب اور فخر کرنے کے لیے اور اس امر کی برائی اسکے دل میں جسقدر ممکن ہو اول ہی جما دے اس لیے کہ عالم فاجر کی اصلاح کم ہوتی ہے اور خرابی زیادہ پس اگر استاد اپنے شاگرد کے باطن سے یہ معلوم کرے کہ یہ شخص دنیا ہی کے لیے علم کا طالب ہے تو جس علم کی طلب ہو اسکو دریافت کرے اگر وہ علم فقہ میں جھگڑا کرنے کا اور کلام میں اور مقدمات کے فتاوے واحکام میں مناظرہ کرنے کا ہو تو شاگرد کو ان سے باز رکھے اور منع کردے کہ یہ علوم آخرت کے علم نہیں اور نہ ان علوم میں سے ہیں جنکے باب میں کسی بزرگ کا قول ہے کہ ہمنے علم کو غیر خدا کے لیے سیکھا اگر علم نے انکار کیا کہ بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی کے لیے ہو اور اس طرح کے علوم علم تفسیر اور حدیث اور علم آخرت جسمیں سلف کے لوگ مشغول رہتے تھے اور اخلاق نفس کو پہچاننا اور انکی تہذیب کی کیفیت معلوم کرنی ہے پس اگر طالب علم ان علوم کو دنیا کی غرض سے سیکھے تو استاد مزاحم نہو اسلیے کہ طالب علم وعظ کی طمع اور لوگوں کی پیروی کرنے کی لالچ سے اسپر مستعد ہوتا ہے اور بعض اوقات اثناے تحصیل میں انجام سے آگاہ ہو جاتا ہے اسلیے کہ انمیں وہ علوم ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے خوف دلاویں اور دنیا کو نظروں میں حقیر اور آخرت کو بڑی کردیں اور اس سے توقع پڑتی ہے کہ انجام کو طلب مذکور راہ راست پر آجاوے اور جن امور کی نصیحت دوسروں کو کرے ان سے خود بھی نصیحت مانے۔ اور لوگوں میں مقبول ہونے اور جاہ پیدا کرنے کی محبت علم کی تحصیل میں ایسی ہے جیسے پرندوں کے شکار کے جال کے گرد دانہ ڈالدیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ امر اپنے بندوں کے ساتھ ملحوظ فرمایا ہے کہ شہوت کو پیدا کیا تاکہ خلق کی نسل اسکے ذریعہ سے باقی رہے اور محبت جاہ کو بھی اسی لیے پیدا کیا ہے کہ سبب علوم کے قائم رہنے کا ہو اور یہ بات نہیں علوم مذکور میں ہو سکتی ہے مگر محض خلافی مسائل اور کلام کے جھگڑے اور انکے فروعات عجیبہ کو معلوم کرنا یہ ایسے ہیں کہ اگر آدمی انھیں کا ہو رہے اور دوسرے علوم سے اعراض کرے تو دل کی سختی اور خدا تعالیٰ سے غافل رہنا اور گمراہی میں پڑا رہنا اور جاہ کا طالب ہونا انسے بڑھتا ہے اور کچھ فائدہ نہیں مگر جسکو کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بچا لے یا ان باتوں کے ساتھ اور کوئی علم دینی ملا لے تو البتہ فائدہ ہو سکتا ہے اور تجربہ اور مشاہدہ کی طرح اسپر کوئی دلیل نہیں پس دیکھکر عبرت کرو اور چشم بصیرت کھولو تاکہ انکی تحقیق بندوں اور شہروں میں تمکو معلوم ہو اور اللہ سے مدد درکار ہے ایک بار حضرت سفیان ثوری کو کسی نے ملول دیکھا اور باعث ملال کا پوچھا فرمایا کہ ہم دنیاداروں کے لیے تجارت گاہ بن گئے کہ علم کے لیے انمیں سے کوئی ہمارے پیچھے پڑتا ہے یہانتک کہ جب سیکھ لیتا ہے تو قاضی یا عامل یا خانساماں کردیا جاتا ہے چوتھا ادب جو تعلیم کے باب میں عمدہ اور باریک ہے وہ یہ ہے کہ شاگرد کو اخلاق بد سے جہانتک ہو سکے کنایہ اور پیار کی راہ سے منع کرے تصریح اور توبیخ کے ساتھ نہ جھڑکے اسلیے کہ تصریح ہیبت کا حجاب دور کرتی ہے اور خلاف کرنے پر جرأت کا باعث اور اصرار پر حریص ہونے کا موجب ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کل استادوں کے استاد ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر آدمی کو

بیٹنگیاں توڑنے سے منع کر دیا جاوے تو انکو ضرور بچوڑین اور کہین کہ ہمکو جو اس سے منع کیا ہو تو ضرور انمین کوئی بات ہو اور اس امر پر قصہ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کا جنکو درخت کے پاس جانے سے منع کر دیا گیا تھا ایک خوب شاہد ہو ہمنے جو اس قصہ کو تمکو یاد دلایا تو اسلیے نہین ہو کہ تم کہانی سے جان لو بلکہ اسلیے کہ اُس سے عبرت کے طور پر خبردار ہو جاؤ۔ اور ایک وجہ تصریح نہ کرنے کی یہ بھی ہو کہ جو نفوس اچھے اور ذہن تیز ہوتے ہین وہ کنایہ کہنے مین بھی اُسکے معانی نکال لیتے ہین اور مقصود کو سمجھ جانے کی خوشی اُسکے بموجب عمل کرنے کی رغبت دلاتی ہو تاکہ دوسرون کو معلوم ہو کہ یہ بات انکی دانائی سے مخفی نہ رہی **پانچوان ادب** یہ ہو کہ استاد جس علم کو سکھاتا ہو اُسکو چاہیے کہ شاگرد کے دل مین اُس علم کے اوپر کے علوم کی برائی نہ ڈالے جیسے لغت پڑھانے والے کی عادت ہوتی ہو کہ علم فقہ کو برا کہا کرتا ہو اور فقہ سکھانے والے کی عادت ہو کہ علم حدیث اور تفسیر کی برائی بیان کرتا ہو کہ یہ علوم صرف نقلی اور سننے کے متعلق اور بڑھیوں کے لیے زیبا ہین عقل کو انمین دخل نہین اور کلام والا فقہ سے نفرت کرتا ہو اور کہتا ہو کہ علم فقہ ایک فرع ہو جسمین عورتون کے حیض کا بیان ہو وہ کلام کو کہان پہونچ سکتا ہو جسمین ذکر صفت رحمان ہو تو استادون مین یہ عادتین بری ہین انسے پرہیز کرنا چاہیے بلکہ جو استاد ایک علم کی تعلیم کا کفیل ہو اُسکو چاہیے کہ شاگرد پر دوسرے علم کے سیکھنے کی راہ بھی نکالدے اور اگر کئی علم کا کفیل ہو تو انمین ترتیب کا لحاظ رکھے کہ شاگرد ایک رتبہ سے دوسرے پر ترقی کرتا جاوے **چھٹا ادب** یہ ہو کہ شاگرد کے سامنے بیان کرنے مین صرف اُسکی سمجھ پر کفایت کرے ایسی بات اُس سے نہ کہے جس تک اُسکی عقل نہ پہونچے تاکہ وہ اُس سے نفرت نہ کرنے لگے یا اُسکی عقل خبط نہو اور اس ادب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے کہ آپ نے فرمایا ہو کہ ہم انبیا کے گروہ ہین ہمکو یہ حکم ہو کہ لوگون کو اُنکے مرتبون مین رکھین اور اُنکی عقلون کے بموجب اُنسے گفتگو کرین۔ تو استاد کو بھی چاہیے کہ شاگرد کے سامنے حقیقت کسی امر کی اُسوقت ظاہر کرے کہ اُسکو معلوم ہو جاوے کہ شاگرد اُسکو بھی طرح سمجھ جاویگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کسی قوم کے سامنے ایسی بات کہتا ہو کہ جسکو انکی سمجھ نہین پہونچتی تو انمین سے کچھ لوگون پر فتنہ ہو جاتا ہو ۔ اور حضرت علیؓ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس مین بہت سے علوم ہین بشرطیکہ اُنکے سمجھنے والے ہون یعنی ہین انکو اسلیے اظہار نہین کرتا کہ اُن علوم کا کوئی متحمل نہین اور آپ نے سچ فرمایا کہ نیک بندون کے دل بھیدون کی قبرین ہین اس سے معلوم ہوا کہ عالم کو نہ چاہیے کہ جو کچھ جانتا ہو اُسکو ہر کسی سے کہدے اور یہ اُس صورت مین ہو کہ طالب علم اُسکو سمجھتا ہو مگر اُس سے فائدہ لینے کا اہل نہو اور جس صورت مین کہ سمجھتا ہی نہو تب تو بطریق اولی ذکر کرنا اُسکے آگے نہ چاہیے اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ جواہر کو سورون کی گردن مین مت ڈالو کہ حکمت جوہرون سے بہتر ہو اور جو شخص اُسکو برا جانتا ہو وہ سورون سے بدتر ہو اور اسی جہت سے کسی بزرگ نے کہا ہو کہ ہر شخص کو اُسکی عقل کے پیمانے کے بموجب ناپو اور اُسکی سمجھ کی ترازو کے بموجب اُسکے لیے سخن سنج ہو تاکہ تم اُس سے بچے رہو اور وہ تمسے نفع پاوے ورنہ وہ تنگی حوصلہ کے سبب نہ مانیگا اور کسی شخص نے ایک عالم سے کوئی بات پوچھی اُسنے جواب نہ دیا سایل نے کہا کہ تمنے سنا نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جو شخص علم مفید کو چھپاویگا روز قیامت مین اُسکے منہ مین آگ کی لگام دیا جاویگا عالم نے جواب دیا کہ لگام کو رہنے دو اور چلدو اگر کوئی سمجھنے والا آویگا اور اُس سے مین چھپاؤنگا تو وہ مجھکو لگام دے لیگا اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہو ولا تؤتوا السفہاء اموالکم اسمین بھی یہی تنبیہ ہو کہ علم جس شخص کو خراب کر دے اور ضرر پہونچاوے اُسکو اُس سے باز رکھنا بہتر ہو اور غیر مستحق کو چیز کے دینے مین بہ نسبت مستحق کے نہ دینے کے کچھ ظلم کم نہین بلکہ دونون مین ظلم برابر ہو چنانچہ کسی نے قطعہ کہا ہو جسکا ترجمہ یہ ہو

قطعہ

سلک گوہر کو کرکے مین چرواہون مین نثار ۔ تنگ مین کیون ہون گر مجھے راعی کہین ہزار ۔ چرواہون کو ہو جہل سے کب جوہرون کی قدر ۔ دانستہ انکو کیسے بناؤن گدھون کا ہار ۔ لا کر فضل سے خدا کریم و لطیف کے ۔ علم و ہنر کا اہل کوئی ہووے آشکار ۔ تب قفل اس خزانے کا کھولون برا ...

ح ابن ماجہ بروایت ابوسعید بسند ضعیف ۱۲

ورنہ چھپا دین اسکو مین جون ورثا ہو اور جو تعلیم جو کوئی کرے نااہل کو ہو بیا دہ گر اہل کو سکھا دے نہ کچھ ہو ستم شعار ۔ ساتوان ادب یہ ہو کہ جب شاگرد کا حال معلوم ہو جاوے کہ کم سمجھ ہو تو اُستاد کو چاہیے کہ اُسکو موٹی بات جو اُسکے لائق ہو بتاوے اور اُس سے یہ نہ کہے کہ اسمین کوئی دقیق بات بھی ہو جو ہمنے تجکو نہین بتائی کیونکہ اس کہنے سے شاگرد کی رغبت اُس موٹی بات مین پھیکی پڑجاویگی اور اُسکے دل کو پراگندگی ہو گی اور یہ وہم کریگا کہ مجکو بتانے سے دریغ کرتے ہین کیونکہ اپنے گمان مین ہر کوئی یہی سمجھتا ہو کہ مین ہر ایک علم دقیق کا قابل ہون اور ہر شخص خدا تعالی سے اس بات پر راضی ہو کہ میری عقل کامل بنائی اور بڑا احمق اور کم عقل وہ ہو جو اپنی عقل کے کامل ہونے سے زیادہ خوش ہو اس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ عوام مین سے اگر کوئی شخص شرع کا پابند ہو اور جو عقیدے کہ سلف سے منقول ہین بلا تشبیہ اور بدون کسی تاویل کے اُسکے دل مین جمے ہون اور باوجود اسکے اُسکا باطن بھی اچھا ہو اور اُسکی عقل کو اس سے زیادہ کا تحمل نہو تو ایسے شخص کے اعتقاد کو پریشان نہ کرنا چاہیے بلکہ اسکو اُسکے کام مین مشغول رہنے دینا چاہیے اسلیے کہ اگر اُسکے سامنے ظاہر کے تاویلات ذکر کیے جاوین تو عوام کی بلندی سے نکل جاویگا اور خواص مین داخل ہونا اسکو میسر نہوگا تو جو آڑ اُسمین اور گناہون مین تھی وہ دور ہو جاویگی پھر پورا شیطان سرکش بن کر اپنے آپ کو اور غیرون کو ہلاک کریگا پس عوام کے سامنے باریک علمون کی حقیقتین بیان ہی نہ کرنی چاہییں بلکہ اُنکو تو صرف عبادات اور جن کامون مین وہ ہون اُنمین ایمانداری کی تعلیم کرنی مناسب ہو اور قرآن کے مضمون کے بموجب جنت کی رغبت اور دوزخ کے خوف سے اُنکے دلون کو پر کرنا چاہیے اور کسی شبہہ کی تحریک اُنکے سامنے نہ کیجاوے کہ اکثر شبہہ اُنکے دل مین اٹک رہتا ہو اور اُسکا نکلنا دشوار ہو جاتا ہو اور اسی وجہ سے ہلاک اور تباہ ہو جاتے ہین حاصل یہ کہ عوام کے لیے باب بحث مفتوح نہ کرنا چاہیے ورنہ اُنکو اُنکے کام سے کھو دینا ہو جنپر کہ مدار خلق کے قائم رہنے اور خواص کی زندگی جاوید کا ہو آٹھوان ادب یہ ہو کہ استاد اپنے علم کے بموجب عمل کرتا ہو ایسا نہو کہ کہے کچھ اور کرے کچھ اسلیے کہ علم تو دل کی آنکھ سے معلوم ہوتا ہو اور عمل ظاہر کی آنکھ سے اور ظاہر بین لوگ بہت سے ہین تو اگر عمل علم کے خلاف کریگا تو ہدایت نہوگی اور جو شخص خود ایک کام کو کرے اور دوسرون کو کہے کہ اسکو نہ کرو کہ زہر قاتل ہو تو لوگ اس سے تمسخر کرینگے اور تہمت لگاوینگے اور اُس کام کے کرنے کے زیادہ حریص ہونگے اور کہینگے کہ اگر یہ کام اچھا اور مزہ دار نہوتا تو استاد جی کیون اختیار کرتے اور استاد کو اگر شاگرد کے لحاظ سے دیکھو تو ایسا ہو جیسا نقشکاری کی نسبت گارا اور لکڑی سایہ کے لحاظ سے تو جس چیز مین خود نقش نہوگا وہ گارے مین کیسے نقش کر دیگی اور لکڑی اگر خود سیدھی نہوگی تو اُسکا سایہ کیسے سیدھا ہوگا اسی لیے کسی نے اس مضمون مین شعر کہا ہو شعر منع مت کر اُس خطا سے جس مین تو مشغول ہو یہ بڑا ہی عیب ہو اور از نا معقول ہو ۔ اور اللہ تعالی فرماتا ہو اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم اور یہین وجہ گناہون کا وبال عالم پر بہ نسبت جاہل کے زیادہ ہوتا ہو اس جہت سے کہ عالم کے مبتلا ہونے سے ایک عالم مبتلا ہو جاتا ہو اور لوگ اُسکی پیروی کرتے ہین اور جو شخص کہ کوئی طریق بد نکالتا ہو تو اُسپر اُسکا گناہ اور جو کوئی اس طریق پر چلے اُسکا گناہ ہوتا ہو اور اسی جہت سے حضرت علیؓ نے فرمایا ہو کہ دو شخصون نے میری کمر توڑی ایک تو اُس عالم نے کہ اپنی عزت کھو دی ہو اور علانیہ مرتکب گناہ ہو دوسرے اُس جاہل نے کہ نماز پڑھ رہا ہو اسلیے کہ جاہل اپنے زاہد بننے سے لوگون کو دھوکا دیتا ہو اور عالم اپنے گناہ کا خطا سے مغالطہ دیتا ہو واللہ اعلم چھٹی فصل علم کی آفتون اور علماے آخرت اور علماے بد کی علامتون کے بیان مین ۔ علم اور علما کے فضائل مین جو کچھ وارد ہوا ہو اُسکو تو ہم بیان کر چکے ہین اور علماے بد کے باب مین بہت سخت وعید آئی ہین جنسے معلوم ہوتا ہو کہ قیامت مین عذاب زیادہ تر سخت اور لوگون کی نسبت کے انھین پر ہوگا اسلیے جاننا اُن علامتون کا جو علماے آخرت اور علماے دنیا کو علیحدہ کر دین بہت ضرور ہوا اور ہماری غرض علماے دنیا سے علماے بد ہین جنکی غرض علم سے دنیا مین چین اُڑانا اور اہل دنیا کے نزدیک جاہ و منزلت کا ذریعہ ہو جانا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کو سب لوگون کی نسبت کے سخت تر عذاب اُس عالم پر ہوگا کہ اللہ تعالی نے اُسکو اُسکے علم سے نفع نہ دیا ہو اور فرمایا آدمی عالم نہین ہوتا جبتک کہ اپنے علم پر عامل نہو اور فرمایا العلم علمان علم علی اللسان فذلک حجۃ اللہ تعالی علی ابن آدم و علم

مسلم کی حاکم
کرنے ہو دو کون
کو بیک کام کا
اور طیور سے تو
ہلاکو ۱۲ صحیح جیا
بن گوزی ۱۲
کلح ابن حبان
روایت ابو دادا
وتر فدا و علی
علم دو ہین ایک
علم زبان
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

علی القلب وذالک العلم النافع اور فرمایا کہ آخر زمانے مین عابد جاہل ہونگے اور علما فاسق اور فرمایا علم کو اس غرض سے مت سیکھو کہ اُس سے
علما کے ساتھ فخر کرو اور بیوقوفون سے بحث کرو اور لوگون کے منھ اپنی طرف پھیرو اور جو کوئی ایسا کریگا تو وہ دوزخ مین جاویگا۔ اور فرمایا جو
شخص اپنے پاس کے علم کو چھپاوے اسکو خدا تعالی آگ کا لگام دیگا۔ اور فرمایا البتہ مین دجال کی نسبت کہ غیر دجال سے تمپر زیادہ خوف
کرتا ہون کسی نے عرض کیا وہ کیا ہی آپ نے فرمایا کہ گمراہ کرنے والے امامون سے ڈرتا ہون۔ اور فرمایا جو شخص علم مین زیادہ ہوا اور ہدایت
مین زیادہ نہوا وہ اللہ تعالی سے دوری مین زیادہ ہوگا۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ کب تک آخر شب مین چلنے والون کے لیے تم
راستہ صاف کروگے اور خود حیرت والون کے ساتھ کھڑے رہوگے غرضکہ یہ اخبار اور انکے سوا اور بھی اس بات پر دلالت کرتے ہین
کہ علم کا خطر بڑا ہی اسلیے کہ عالم یا تو ہلاک ابد کا متعرض ہوتا ہی یا سعادت جاوید کا اور علم مین خوض کرنے سے اگر سعادت نہ پاویگا تو سلامت
رہنے سے بھی محروم رہیگا اور آثار بھی اس باب مین بہت ہین حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ مجکو اس امت پر زیادہ تر خوف منافق علم والے
کا ہی لوگون نے عرض کیا کہ منافق کسطرح علیم ہوسکتا ہی فرمایا کہ زبان کا علیم ہوا اور دل اور عمل کے لحاظ سے جاہل۔ اور حضرت حسن بصریؒ
کا قول ہی کہ تو اُن لوگون مین نہو کہ علما اور ظرافت کو شکل علما اور حکما کے رکھتے ہون اور عمل مین بیوقوفون کے برابر ہون۔ اور ایک آدمی نے
حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا کہ مین علم سیکھنا چاہتا ہون مگر یہ ڈر ہی کہ کہین اسکو ضائع نہ کرون آپنے فرمایا کہ علم کو ضائع کرنے کے لیے تمہارا
چھوڑ بیٹھنا ہی کافی ہی۔ اور ابراہیم بن عتبہ سے کسی نے کہا کہ لوگون مین سب سے زیادہ ندامت کس کو ہوتی ہی آپنے فرمایا کہ دنیا مین
تو اسکو ہوتی ہی جو ایسے شخص پر احسان کرے کہ اسکا مشکور نہو اور موت کے وقت اس عالم کو ہوگی جسنے عمل مین کوتاہی کی ہو۔ اور خلیل
بن احمد نے کہا ہی کہ آدمی چار ہین ایک وہ کہ واقع مین جانتا ہی اور جانتا ہی کہ مین جانتا ہون تو وہ شخص عالم ہی اسکا اتباع کرو اور ایک
وہ کہ جانتا ہی اور یہ نہین جانتا کہ جانتا ہون تو وہ سونے والا ہی اور اسکو ہشیار کرو اور ایک وہ کہ نہین جانتا اور جانتا ہی کہ نہین جانتا ایسا
شخص ہدایت کے قابل ہی اسکو ہدایت کرو اور ایک وہ کہ نہین جانتا اور یہ بھی نہین جانتا کہ نہین جانتا تو وہ جاہل ہی اسکو ترک کرو۔ اور
حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہین کہ علم عمل کو پکارتا ہی اگر عمل نے ہان کہا تو خیر ورنہ علم رخصت ہوتا ہی۔ اور ابن مبارکؒ فرماتے ہین کہ
آدمی جبتک طلب علم مین رہتا ہی تب تک عالم ہوتا ہی اور جب یہ گمان کرتا ہی کہ مین جان چکا تب جاہل ہوجاتا ہی۔ اور فضیل بن عیاضؒ
فرماتے ہین کہ مجکو تین شخصون پر ترس آتا ہی ایک وہ شخص کہ اپنی قوم مین عزت رکھتا تھا اور ذلیل ہوگیا اور ایک وہ کہ قوم مین تونگر
تھا اور مفلس ہوگیا اور ایک وہ عالم جس سے دنیا بازی کرتی ہو اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ علما کا عذاب دل کا مرجانا ہی اور دل
کی موت یہ ہی کہ آخرت کے عمل سے دنیا کی طلب ہو اور پھر ایک قطعہ پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہی قطعہ عجب ہی اُس سے جو دیکر ہدایت لیوے
گمراہی ٭ جو دین کو دیکے دنیا لے تو ہی زائد عجب اُس سے ٭ و دلے اُن دونون سے زائد تعجب اُس سے ہی مجکو ٭ کہ بدلے غیر کی دنیا کے
اپنے دین کو بیچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ان العالم لیعذب عذابا یطیف به اهل النار استعظاما لشدة عذابه
اس مین مراد عالم بدکار سے ہی اور اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ یون فرماتے تھے یوتی بالعالم
یوم القیامة فیلقی فی النار فتندلق اقتابه فیدور بها کما یدور الحمار بالرحی فیطوف به اهل النار فیقولون مالک فیقول کنت آمر بالخیر ولا آتیه وانهی
عن الشر وآتیه اور معصیت کے سبب سے عالم کے عذاب کے مضاعف ہونے کی وجہ یہ ہی کہ اُسنے دانستہ نافرمانی کی اور اسی لیے خدا تعالی نے
فرمایا ہی ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار یعنے منافق دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقے مین رہینگے اسلیے کہ انھون نے
علم کے بعد انکار کیا ہی اور اسی وجہ سے اللہ تعالی نے یہودیون کو نصاری سے بدتر فرمایا باوجودیکہ انھون نے خدا تعالی کو ثالث ثلثہ
یعنی تیسرا تین مین کا نہین کہا مگر چونکہ انھون نے علم کے بعد انکار کیا چنانچہ خود فرماتا ہی یعرفونه کما یعرفون ابناءهم اسکو جانتے ہین جیسا اپنے

بیٹون کو جانتے ہین اور دوسری جا ارشاد ہی فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین اسلیے جیسے ٹھہرے اور بلعام بن باعورا کے قصے
مین ارشاد ہی واتل علیہم نبأ الذی آتیناہ آیاتنا فانسلخ منہا فاتبعہ الشیطان فکان من الغاوین ولو شئنا لرفعناہ بہا ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ہواہ
فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث یہی حال عالم بدکار کا ہی بلعام کو بھی کتاب اللہ ملی تھی مگر وہ شہوات مین جم گیا اسلیے کتے کے
ساتھ تشبیہ دیا گیا کہ برابر ہی اسکو حکمت ملی یا نہ ملی وہ شہوات کی طرف ہانپتا ہی اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ علماے بد کی مثال ایسی
ہی جیسے کوئی پتھر نہر کے منھ پر رکھ دیا جاوے کہ وہ نہ خود پانی پیوے نہ پانی کو بہنے دے کہ کھیتی مین جاوے اور علماے بد کی مثال ایسی ہی جیسے پاخانون
مین سکے پختہ نالے کہ باہر گچ ہی اور اندر بدبو یا قبر جیسے ہین کہ اوپر سے آباد ہین اور اندر مردون کی ہڈیان ہین پس ان اخبار اور آثار سے یہ معلوم
ہوتا ہی کہ جو عالم دنیا دارون مین سے ہی وہ جاہل کی نسبت کہ بھی رذیل حال اور سخت عذاب مین ہوگا اور جو لوگ فلاح کو پہونچنے والے اور مقرب
ہین وہ آخرت کے عالم ہین اور انکی بہت سی علامتین ہین ایک یہ کہ اپنے علم کی جہت سے دنیا کی طلب نہ کرے اسلیے کہ کمتر درجہ عالم کا یہ ہی
کہ دنیا کی حقارت اور خست اور کدورت اور ناپائداری اور آخرت کی بزرگی اور پائداری اور اسکی نعمتون کی صفائی اور اسکی سلطنت کی بڑائی معلوم
کرے اور جان لے کہ دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی ضد اور مثل دو سوتون کے ہین کہ جب ایک کو راضی کرے تو دوسری ناخوش ہو اور ترازو کے
دو پلون کی طرح ہین کہ جتنا ایک جھکے اٹھتا ہی دوسرا اٹھے یا مشرق و مغرب جیسے ہین کہ جتنا ایک سے پاس ہوتا ہی دوسرے سے دور ہو یا دو
پیالون کی طرح ہین جن مین سے ایک بھرا ہی اور ایک خالی تو جسقدر بھرے ہوے مین سے خالی مین انڈیلے پھر تو ڈالے گے وہ اتنا ہی بھرا ہوا
خالی ہوگا اور جو شخص کہ دنیا کی حقارت اور اسکی کدورت اور اسکے نوش کا نیش کے ساتھ ملا ہونا نہین جانتا اور نہ یہ جانے کہ جو لذت دنیا دیتی ہی وہ اپنا
سے خلش ہوتی ہی وہ بھی کچھ مدت بعد گذر ہی جاتی ہی تو ایسا شخص عقل مین فساد رکھتا ہی اسلیے کہ دیکھنا اور تجربہ سے امر مذکور ثابت ہی تو جس
شخص کو عقل ہی نہو وہ علما مین سے کسطرح ہوگا اور جو شخص کہ امر آخرت کی بزرگی اور پائداری کو نہین جانتا وہ کافر مسلوب الایمان ہی تو جس کا
ایمان ہی نہین وہ عالم کیسے ہوگا اور جو شخص دنیا اور آخرت کا ضد ہونا نہین جانتا اور یہ کہ ان دونون کو جمع کرنا ایک طمع بے سود ہی تو وہ سب
انبیا کی شریعتون سے ناواقف ہی وہ قرآن مجید کا اول سے آخر تک منکر ہی تو ایسا شخص بھی علما مین شمار نہین ہوسکتا اور جو شخص ان سب باتون
کو جان کر آخرت کو دنیا پر اختیار نہ کرے تو وہ شیطان کا قیدی ہی کہ اسکی شہوت نے اسکو تباہ کر دیا اور بدبختی اسپر غالب آگئی تو جن لوگون کے یہ درجے
ہون وہ علما کے زمرہ مین کیسے متصور ہوسکتے ہین اور حضرت داؤد علیہ السلام کی روایات مین اللہ تعالی کا ارشاد اس طرح مروی ہی کہ عالم جسوقت
اپنی شہوت کو اختیار کرتا ہی تو ادنی بات اسکے ساتھ مین یہ کرتا ہون کہ اسکو اپنی مناجات کے مزہ سے محروم کر دیتا ہون اے داؤد میری کیفیت ایسے
عالم سے مت پوچھنا جسکو دنیا نے متوالا کر دیا ہو ورنہ وہ تمکو میری محبت کی راہ سے روک دیگا اس قسم کے لوگ میرے بندون کے حق مین
راہزن ہین اے داؤد جب تو کوئی میرا طالب دیکھے تو اسکا خادم بن اے داؤد جو شخص کسی بندے بھاگے ہوے کو میری طرف ہٹا لاتا ہی مین
اسکو بڑا ہوشیار خبردار لکھتا ہون اور جسکو ایسا لکھ لیتا ہون اسکو کبھی عذاب نہین اور اسی جہت سے حضرت حسن بصری نے فرمایا ہی کہ علما کی
سزا دل کا مرجانا ہی اور دل کی موت عمل آخرت کے عوض مین دنیا کا طلب کرنا ہی اور یحیی بن معاذ رازی فرماتے ہین کہ جب علم اور حکمت سے
دنیا طلب کیجاتی ہی تو انکی رونق جاتی رہتی ہی اور سعید بن مسیب نے فرمایا ہی کہ جب تم عالم کو دیکھو کہ وہ بادشاہ کا اقبال کرتا ہی تو وہ چور ہی اور حضرت
عمر رضی نے فرمایا ہی کہ جب تم عالم دنیا کا خواہان دیکھو تو تم اسکو دین مین متہم جانو اسلیے کہ خواہشمند کسی چیز کا اپنی خواہش کی چیز ہی مین گھسا رہتا ہی
اور مالک دینار کا قول ہی کہ مین نے بعض پہلی کتابون مین پڑھا ہی کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی کہ عالم جب دنیا کی محبت کرتا ہی تو سب سے ادنی امر
مین اسکے ساتھ یہ کرتا ہون کہ اپنی مناجات کی حلاوت اسکے دل مین سے نکال لیتا ہون اور ایک شخص نے اپنے بھائی کو لکھا کہ تمکو علم
عنایت ہوا ہی اپنے علم کے نور کو گناہون کے اندھیرے سے مت بجھانا ورنہ جس روز اہل علم اپنے علم کے اجالے مین چلینگے تو تاریکی

سو جب پہونچا انکو جو پہچان رکھا تھا اس سے منکر ہوئے سو لعنت ہی اللہ کی منکرون پر ۱۲ ع ۲

اور سنا انکو احوال اس شخص کا کہ ہم نے اسکو دی تھین اپنی آیتین پھر انکو چھوڑ نکلا پھر پیچھے لگا اسکے شیطان

لوگون کا دستور ہی کہ پاخانہ پانون مین پہنے پھرتے ہین ۱۲

مین رہیگا۔ اور یحیی ابن معاذ رازیؒ علماے دنیا کو یون کہا کرتے تھے کہ علم والو تمہارے محل قیصر کے سے ہین اور مکانات کسریٰ کے سے اور کپڑے بہت ٹیپ ٹاپ کے اور موزے جالوت کی طرح کے اور سواریان قارون کی سی اور برتن فرعون کے سے اور گناہ جاہل کی طرح کے اور مذہب شیطان کے تو شریعت محمدی کہان ہی کسی کا شعر ہی شعر گرز نگرگ سے راعی بچاتے ہین گلہ ؛ وسلے جو خود وہی بن جادین گرگ تب کیا ہو۔ اور کسی دوسرے نے کہا ہی شعر نمکین کلام بولے اگر کچھ ہوا اسکو یاد ؛ مصلح نمک کا کیا ہی پڑے اسمین جب فساد اور کسی شخص نے ایک عارف سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک جس شخص کو گناہون سے راحت ہوتی ہی کیا وہ خدا تعالی کو نہین پہچانتا انھون نے فرمایا کہ مین تو اس باب مین شک نہین کرتا کہ جسکے نزدیک دنیا بہ نسبت آخرت کے ترجیح رکھتی ہی وہ بھی خداے تعالی کو پہچانتا حالانکہ یہ شخص بہ نسبت پہلے شخص کے بہت کم ہی۔ اور یہ مت گمان کرنا کہ مال کا ترک کرنا علماے آخرت مین ملنے کے لیے کافی ہی اسلیے کہ جاہ کا ضرر مال سے زیادہ ہی۔ اور اسی وجہ سے بشرؒ نے کہا ہی کہ لفظ حدثنا جو روایت حدیث کے لیے کہا جاتا ہی دنیا کے دروازون مین سے ایک دروازہ ہی جب تم کسی کو حدثنا کہتے ہوے سنو تو وہ یہ کہتا ہی کہ مجکو جگہ دو۔ اور انھین بزرگ نے کچھ اوپر دس بیسے کتابون کے دفن کردیے تھے اور کہتے تھے کہ مجکو خواہش ہی کہ حدیث بیان کرون اگر یہ خواہش جاتی رہے تو حدیث بیان کرون اور انھین کا اور کسی دوسرے بزرگ کا قول ہی کہ جب تمکو خواہش ہو کہ حدیث کہو تب خاموش ہو رہو اور جب خواہش نہو تب بیان کرو۔ اور اسکی وجہ یہ ہی کہ تعلیم اور ارشاد کا منصب ملنے سے جاہ کی لذت تمام دنیاوی لذتون سے بڑھکر ہی تو جو اپنی خواہش کو اس باب مین مانیگا وہ دنیادارون مین سے ہوگا اور اسی لیے سفیان ثوریؒ نے فرمایا ہی کہ حدیث کا فتنہ مال اور اہل اور اولاد کے فتنہ سے بڑھکر ہی اور کیونکر اسکا فتنہ قابل خوف نہو کہ سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد خداوندی ہوا ولولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیہم شیئا قلیلا اور سہل تستریؒ فرماتے ہین کہ علم سب دنیا ہی اسمین سے آخرت صرف اسپر عمل کرنا ہی اور عمل بالکل گرد ہی سواے اخلاص کے اور یہ بھی انھین کا ارشاد ہی کہ آدمی عالمون کے سوا سب مردے ہین اور عالم عاملون کے سوا سب متوالے ہین اور عامل اخلاص والون کے سوا سب مغالطہ مین پڑے ہین اور اخلاص والون کو یہ ڈر ہی کہ انکا انجام کیا ہوگا۔ اور ابو سلیمان دارانی نے فرمایا ہی کہ جب آدمی حدیث کو طلب کرے یا نکاح کرے یا طلب معاش کے لیے سفر کرے تو وہ دنیا کا مائل ہو چکا اسمین انکی غرض طلب حدیث سے اونچی سند مین طلب کرنی یا ایسی حدیث کی طلب سے آخرت مین حاجت نہو۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ جس شخص کی رفتار اپنی آخرت کی طرف ہو اور وہ دنیا کی راہ کی طرف متوجہ ہو تو وہ اہل علم کیونکر ہوگا اور جو شخص کلام کا طالب اسلیے ہو کہ اس سے امتحان کرے نہ اس غرض سے کہ اسپر عمل کرے تو وہ اہل علم کیسے ہوگا۔ اور حسان بن صالح بصریؒ کہتے ہین کہ مین نے بہت سے اکابر اساتذہ سے ملاقات کی وہ سب اللہ سے پناہ مانگتے تھے بدکار عالم حدیث سے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من طلب علما مما یبتغی بہ وجہ اللہ تعالی لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیمۃ اور اللہ تعالی نے علماے بد کا وصف یہ فرمایا کہ علم کے باعث دنیا کھاتے ہین اور علماے آخرت کی صفت فروتنی اور زہد سے فرمائی چنانچہ دنیا کے عالمون کے باب مین یہ ارشاد فرمایا واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ فنبذوہ وراء ظہورہم واشتروا بہ ثمنا قلیلا اور علماے آخرت کی شان مین یہ فرمایا وان من اہل الکتاب لمن یؤمن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیہم خاشعین للہ لا یشترون بایات اللہ ثمنا قلیلا اولئک لہم اجرہم عند ربہم اور بعض اکابر سلف نے فرمایا ہی کہ علما انبیا کے پیچھے ہین اٹھین گے اور قاضیون کا حشر سلاطین کے زمرہ مین ہوگا اور جس فقیہ کا قصد اپنے علم سے دنیا کی طلب ہو وہ بھی قاضیون کے حکم مین ہی۔ اور ابو درداؓ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ اللہ تعالی نے بعض انبیا کو وحی بھیجی کہ تو ان لوگون سے جو دین کے سوا اور چیز کے لیے فقیہ بنتے ہین اور عمل نہ کرنے کے لیے علم سیکھتے ہین اور آخرت کے عمل سے دنیا کو طلب کرتے ہین لوگون کی نظرون مین بکریون کی کھال پہنتے ہین اور انکے دل بھیڑیون کے سے ہین زبان انکی شہد سے میٹھی اور دل ایلوے سے زیادہ کڑوے ہین مجکو فریب دیتے ہین اور مجھی سے ٹھٹھول کرتے ہین

ح یعنی جس شخص [illegible] طالب [illegible] علم آخرت کا [illegible] ہین سے [illegible] ۱۲

ح یعنی طالب سے اسکی غرض یہ ہو کہ دنیا کا کچھ مال بچاوے تو وہ جنت کی بو نپاویگا ۱۲ ابوداؤد اور ابن ماجہ ۱۲

ح ابن عبد البر باسناد ضعیف ۱۲

یہ بات کہوے کہ مین اُنکے لیے ایسا فتنہ برپا کرونگا جس سے حلیم بھی حیران رہ جاوے۔ اور ضحاک حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِس امت کے عالم دو شخص ہین ایک وہ کہ اللہ تعالی نے اُسکو علم دیا اور اُسنے اُسکو لوگون مین خرچ کیا
اور اُسپر کچھ مال کی حرص نہ کی اور نہ اُس سے تھوڑا سا مول لیا تو ایسے شخص پر اوپر کے پرندا اور سمندر کی مچھلیان اور زمین کے چوپائے اور کرام کاتبین
سب رحمت بھیجتے ہین اور وہ قیامت مین خدا تعالی کے پاس سید اور شریف ہوکر آویگا یہانتک کہ رسولون کے ہمراہ ہوگا اور ایک وہ کہ اللہ تعالی
نے اُسکو علم دیا مگر اُسنے اللہ تعالی کے بندون سے اُسپر بخل کیا اور مال کی طمع کی اور اُسکے عوض مین تھوڑا سا مول لیا تو ایسا شخص قیامت کو
آگ کا لگام دیا ہوا آویگا اور ایک پکارنیوالا خلق کے سامنے پکاریگا کہ یہ فلان ہے فلان کا بیٹا اُسکو اللہ تعالی نے دنیا مین علم دیا مگر اُسنے علم پر بخل
کیا اور اُسکے بندون کو نہ سکھایا اور طمع کا دامن پھیلایا اور علم کے عوض تھوڑا سا مول لیا اُسکو عذاب رہیگا یہانتک کہ سب آدمیون کے حساب
سے فراغت ہوجاوے۔ اور اس سے بھی سخت یہ روایت ہے کہ ایک شخص حضرت موسی علیہ السلام کی خدمت کیا کرتا تھا لوگون مین
اُسنے کہنا شروع کیا کہ مجھسے موسی صفی اللہ نے ایسا کہا اور موسی نجی اللہ نے یون فرمایا اور موسی کلیم اللہ نے یون ارشاد کیا یہانتک کہ اُسکے
پاس بہت سا مال ہوگیا جب حضرت موسی علیہ السلام نے اُسکو نہ دیکھا تو اُسکا حال پوچھنا شروع کیا مگر کہین اُسکا سراغ نہ ملا یہانتک کہ ایک
روز ایک شخص آپکی خدمت مین ایک سور کے گلے مین سیاہ رسی ڈالے ہوئے لایا اور عرض کیا کہ آپ فلان شخص کو جانتے ہین آپنے
فرمایا کہ ہان اُسنے کہا کہ یہ سور وہی شخص ہے حضرت موسی علیہ السلام نے جناب الہی مین عرض کیا کہ الہی تو اُسکو اصلی صورت پر کردے تاکہ مین
اس سے پوچھون کہ کس بات سے اس نوبت کو پہونچا اللہ تعالی نے اُنپر وحی بھیجی کہ اگر تم اُن صفات سے مجکو یاد کروگے جو آدم سے لیکر آج
تک کے انبیا اور اولیا نے مجکو اُن صفات سے پکارا ہے تب بھی مین اس بات کو نہ مانونگا لیکن جس سبب سے مین نے اُسکی صورت مسخ کی
ہے وہ بتائے دیتا ہون کہ یہ شخص دین کے بدلے مین دنیا طلب کیا کرتا تھا۔ اور اس سے بھی سخت تر روایت وہ ہے جو معاذ بن جبلؓ سے
مروی ہے موقوفًا اور ایک روایت مین مرفوعًا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کی مصیبت یہ ہے کہ بولنا اُسکے نزدیک سننے سے
اچھا ہو حالانکہ تقریر مین زینت اور زیادتی ہوجاتی ہے اور صاحب تقریر خطا سے مامون نہین اور خاموشی مین سلامتی اور علم ہے اور علما مین
ایک وہ ہے کہ اپنے علم کو جمع کر رکھتا ہے یہ نہین چاہتا کہ وہ دوسرے کے پاس بھی موجود ہو تو وہ شخص دوزخ کے اول طبقے مین ہوگا! ور ایک
وہ ہے کہ اپنے علم مین بادشاہ کی طرح ہو کہ اگر اُسپر کچھ اعتراض کیا جاوے یا اُسکے حق مین کچھ سستی کیجاوے تو آگ بگولا ہوجاوے یہ شخص
دوزخ کے دوسرے طبقے مین رہیگا اور ایک وہ ہے کہ اپنے علم اور عمدہ حدیثون کو خاص شرفا اور دولت والون کے لیے کر دیتا ہے اور جنکو اُنکی
حاجت ہوتی ہے اُنکو اہل نہین جانتا یہ شخص دوزخ کے تیسرے طبقے مین رہیگا اور ایک وہ ہے کہ اپنے آپکو فتوی کے لیے ٹھہرا لیتا ہے اور سخت حکم
کر دیتا ہے حالانکہ اللہ تعالی تکلف والون سے بغض رکھتا ہے یہ شخص دوزخ کے چوتھے طبقے مین ہوگا اور ایک وہ عالم ہے کہ یہودیون اور نصاری
کی بولیان بولتا ہے تاکہ اپنے علم کو زیادہ کرے ایسا شخص پانچوین طبقے مین ہوگا اور ایک وہ عالم ہے کہ اپنے علم کو لوگون مین بلندی اور یادگار
اور مروت ٹھہراتا ہے وہ چھٹے طبقے مین رہیگا اور ایک وہ ہے کہ کبر اور عجب کو خفیف جانتا ہے اگر وعظ کہتا ہے تو درشتی کرتا ہے اور اگر اُسکو کوئی نصیحت کرتا ہے
تو ناک چڑھاتا ہے ایسا شخص دوزخ کے ساتوین طبقے مین ہوگا اور تجکو چاہیے کہ علم مین خاموشی اختیار کرے تاکہ شیطان پر غالب ہو اور بیہودہ
کسی عجیب بات کے خندہ ہرگز نہ کر اور نہ بدون حاجت کے اپنی جگہ سے ہل اور ایک دوسری حدیث مین ہے کہ اِنَّ العبد لینشر لہ من الثناء
مابین المشرق والمغرب ومایزن عند اللہ جناح بعوضۃ اور روایت ہے کہ حضرت حسن بصریؒ مجلس وعظ سے اُٹھے ایک خراسان کے شخص
نے ایک گٹھری جسمین پانچ ہزار درم اور دس تھان باریک کپڑے کے آپکی نذر کیے اور عرض کیا کہ درم تو خرچ کے لیے ہین اور کپڑا پہننے کو
آپنے فرمایا کہ خدا تعالی تمکو عافیت سے رکھے یہ خرچ اور تھان اُٹھالو اپنے ہی پاس رہنے دو ہمکو اُسکی حاجت نہین جو شخص میرے

مجلس مین بیٹھے اور اس جیسی نذر قبول کرے وہ جس روز اللہ تعالی کے سامنے جاویگا تو دین سے بے بہرہ جاویگا۔ اور جابرؓ سے موقوفاً اور مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک عالم کے پاس مت بیٹھو بلکہ اس عالم کے پاس بیٹھو کہ پانچ امور سے دوسرے پانچ چیزون کی طرف بلاوے اول شک سے یقین کی جانب دوم ریا سے اخلاص کی طرف سوم دنیا کی خواہش سے زہد کی طرف چہارم کبر سے تواضع کی جانب پنجم عداوت سے خیر خواہی کی طرف اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے فخرج علی قومہ فی زینتہ قال الذین یریدون الحیوۃ الدنیا یالیت لنا مثل ما اوتی قارون انہ لذو حظ عظیم وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن امن وعمل صالحا ولا یلقہا الا الصابرون اس آیت مین اہل علم کی صفت دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے اور اختیار کرنے کی فرمائی اور ایک علامت آخرت کے علما کی یہ ہے کہ اسکا فعل قول کے خلاف نہو بلکہ کوئی چیز کہنے کو جبھی کہے جب اول اسکا خود عامل ہولے اللہ تعالی فرماتا ہے اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم اور فرمایا کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون اور حضرت شعیب علیہ السلام کے قصہ مین ارشاد فرمایا وما ارید ان اخالفکم الی ما انہاکم عنہ اور فرمایا واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ اور دوسری جا واتقوا اللہ واعلموا اور بعض جا واتقوا اللہ واسمعوا اور اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ ای مریم کے بیٹے تو اپنے نفس کو نصیحت کر اگر وہ نصیحت پذیر ہو جاوے تب لوگون کو نصیحت کر ورنہ مجھسے حیا کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مررت لیلۃ اسری بی باقوام کان تقرض شفاہہم بمقاریض من نار فقلت من انتم فقالوا کنا نامر بالخیر ولا ناتیہ وننہی عن الشر ولا ناتیہ اور فرمایا کہ میری امت کی بربادی عالم بدکار اور عابد جاہل ہے اور سب بدون مین کے بڑے علما سے بد ہین اور سب اچھون سے اچھے علما سے بہتر ہین۔ اور اوزاعی کہتے ہین کہ نصاری کے مقبرون نے جناب الہی مین شکایت کی کہ کفار کے مردون کی بدبو ہم کو بہت ستاتی ہے اللہ تعالی نے انکو حکم بھیجا کہ علما سے بد کے پیٹ مین زیادہ بدبو ہے اس بدبو سے جو تمہارے اندر ہے۔ اور فضیل ابن عیاض فرماتے ہین کہ مین نے ایسا سنا ہے کہ قیامت مین بت پرستون سے پیشتر علما سے بد کا حساب ہوگا۔ اور ابو درداؓ نے فرمایا ہے کہ جو شخص نہین جانتا اسکو تو ایک دفعہ ہلاکی ہے اور جو جانتا ہے اور عمل نہین کرتا اسکے لیے سات بار خرابی ہے۔ اور شعبیؒ نے فرمایا ہے کچھ لوگ جنت کے دوزخ کے بعض لوگون کو دیکھکر کہینگے کہ تم دوزخ مین کس لیے گئے ہمکو تو خدا سے تعالی نے تمہاری تعلیم اور تادیب کے طفیل سے جنت مین داخل کیا وہ کہینگے کہ ہم اورون کو خیر کا حکم کرتے تھے خود نیک کام نہ کرتے تھے۔ اور حاتم اصمؒ نے فرمایا ہے کہ قیامت مین اس عالم سے زیادہ حسرت اور کسی کو نہوگی جسنے لوگون کو سکھایا اور لوگون نے اسپر عمل کیا اور خود اسنے عمل نہ کیا تو لوگ تو اسکے سبب سے اپنے مقصد کو پہنچ گئے اور وہ خود تباہ ہو گیا اور مالک بن دینارؒ نے فرمایا ہے کہ عالم جب اپنے علم کے بموجب عمل نہین کرتا تو اسکی نصیحت دلون پر ایسی رپٹ جاتی ہے جیسے قطرہ پتھر پر سے ڈھل جاتا ہے اور پھر آپ نے ایک قطعہ پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ کرتے ہو ناصحو لوگون کو نصیحت تو مگر ٭ عیب ان مین جو بتاتے ہو وہ خود کرتے ہو ٭ کیا ہوا جہد اگر انکے لیے پند مین کی ٭ معصیت کرنے سے جس وقت نہین ڈرتے ہو ٭ دنیا اور مائل دنیا کو برا کہتے ہو لیکن ٭ اسپہ سب لوگون سے زائد تو تمہین مرتے ہو ٭ اور کسی دوسرے کا شعر ہے شعر منع کرتے ہو جس فعل سے تم ٭ ننگ ہے تمکو گر کرو اسکو ٭ اور ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہین کہ مکہ معظمہ مین میرا گذر ایک پتھر پر ہوا جسپر یہ لکھا تھا کہ مجھکو الٹ کر عبرت حاصل کر مین نے اسکو پلٹا تو اسپر یہ لکھا تھا کہ تو جو کچھ جانتا ہے اسپر تو عمل کرتا ہی نہین پس ایسی چیز کا علم کیسے طلب کرتا ہے جو تجکو معلوم نہین۔ اور ابن سماکؒ نے فرمایا ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہین کہ خدا کی یاد دلاتے ہین اور خود اسکو بھولے ہین اور بہت ایسے ہین کہ اللہ سے ڈراتے ہین اور خود اسپر دلیر ہین اور بہت اللہ تعالی سے نزدیک کرنے والے ہین کہ خود اس سے دور ہین اور بہت اسکی طرف اورون کو بلاتے ہین اور خود اس سے بھاگے ہین اور بہت ایسے ہین کہ اللہ تعالی کی کتاب کو پڑھتے ہین اور اسکی آیات سے علیحدہ ہین۔ اور ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہین کہ ہمنے اپنے کلام کو فصیح کیا تو اسمین غلطی نہ کی مگر اعمال مین غلطی کی تو اسکو درست نہ کیا۔ اور اوزاعیؒ

[illegible]

[illegible]

فرماتے ہین کہ جب خوش تقریری کو دخل ہوتا ہو تو خشوع جاتا رہتا ہو۔ اور مکحول عبدالرحمن بن غنم سے روای ہین کہ انھون نے فرمایا کہ مجھسے دس صحابیون
نے یہ حدیث بیان کی کہ ہم علم کا چرچا مسجد قبا مین کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ جسقدر چاہو
سیکھ لو اللہ تعالی تمکو ثواب ہرگز نہ دیگا جبتک کہ عمل نہ کروگے اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ جو شخص علم سیکھتا ہو اور اسپر عمل نہین کرتا
اسکی مثال ایسی ہو جیسے کوئی عورت خفیہ زنا کرے اور اسکو حمل رہجاوے اور جب حمل ظاہر ہو تو رسوا ہو اسی طرح جو شخص اپنے علم کے بموجب عمل
نہین کرتا اللہ تعالی اسکو قیامت کے دن مجمع مین فضیحت کریگا اور حضرت معاذ رض کا قول ہو کہ عالم کی لغزش سے ڈرو اسلیے کہ لوگون مین اسکی قدر
بڑی ہوتی ہو اسکی لغزش مین لوگ اسکی پیروی کرتے ہین۔ اور حضرت عمر رض نے فرمایا ہو کہ جب عالم لغزش کرتا ہو تو اسکی لغزش سے ایک عالم لغزش مین ہوجاتا ہو
اور یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہو کہ تین باتین ہین جنسے دنیا کے لوگ برباد ہو جاتے ہین ایک انمین سے عالم کی لغزش ہو اور حضرت ابن مسعود رض نے
فرمایا ہو کہ لوگون پر ایک وقت ایسا آویگا کہ دل کی شیرینی کھاری ہو جاویگی اور عالم کو اسوقت مین علم سے فائدہ نہ ہوگا اور نہ طالب علم کو کچھ نفع ہوگا
انکے علما کے دل مثل زمین شورہ کے ہونگے کہ اسپر پانی کے قطرے گرتے ہین اور ذرا شیرینی انمین نہین معلوم ہوتی اور یہ حال اسوقت ہوگا کہ علما کا
دل دنیا کی محبت کی طرف اور آخرت پر اسکو ترجیح دینے کی طرف مائل ہونگے اسوقت اللہ تعالی دلون مین سے حکمت کے چشمے نکال لیگا اور
ہدایت کی شمعون کو گل کر دیگا جب انکے عالمون سے تم ملوگے تو زبان سے کہینگے کہ ہم خدا تعالی سے ڈرتے ہین مگر بدکاری انکے عمل مین ظاہر
ہوگی زبان کی بڑی ارزانی ہوگی اور دل کی نہایت گرانی قسم ہو اس ذات کی جسکے سوا اور کوئی معبود نہین کہ یہ امر اسلیے ہوگا کہ استادون نے غیر دین
کے لیے سکھایا اور شاگردون نے بغیر دین کے واسطے سیکھا۔ اور توریت اور انجیل مین لکھا ہو کہ جس چیز کو تم نہین جانتے اسکا علم طلب مت کرو
جبتک کہ جسقدر تمکو معلوم ہو اسپر عمل نہ کر لو۔ اور حذیفہ فرماتے ہین کہ تم ایسے زمانے مین ہو کہ اگر کوئی اپنے علم کے دسوین حصے کو بھی چھوڑ دے
تو ہلاک ہو جاوے اور عنقریب ایک ایسا وقت آویگا کہ اگر کوئی انمین اپنے علم کے دسوین حصے پر بھی عمل کریگا تو نجات پاویگا اور یہ بات جھوٹون
کی کثرت کے باعث ہوگی اور جان لو کہ عالم کی مثال قاضی کی طرح ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو القضاة ثلثة قاض قضی بالحق
وہو یعلم فذلک فی الجنة وقاض قضی بالجور وہو یعلم او لا یعلم فہما فی النار اور کعب نے فرمایا ہو کہ آخر زمانے مین ایسے عالم ہونگے کہ لوگون کو دنیا مین
زہد کرنے کو کہینگے اور آپ نہ کرینگے اور لوگون کو ڈراوینگے اور آپ نہ ڈرینگے اور حاکمون کے پاس آنے سے اورون کو منع کرینگے اور خود انکے
پاس جاوینگے اور دنیا کو آخرت پر اختیار کرینگے اور اپنی زبان کی بدولت کھاوینگے تو امیرون کو اپنے پاس بٹھاوینگے نہ فقیرون کو علم پر ایسا اترینگے
جیسے عورتین مردون پر اتراتی ہین جب کوئی انکا ہم نشین دوسرے کے پاس جا بیٹھیگا تو وہ اسپر غصہ ہونگے یہ لوگ متکبر اور اللہ تعالی کے دشمن
ہونگے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان تم پر کبھی علم ہی کے ذریعہ سے غالب ہو جاویگا لوگون نے عرض کیا کہ یہ کیسے
ہوگا آپ نے فرمایا کہ یون کہیگا کہ علم سیکھو اور جبتک سیکھ نہ چکو تب تک عمل مت کرو پس آدمی علم مین مصروف رہتا ہو اور عمل مین سستی و تعلل کرتا
یہانتک کہ مر جاتا ہو اور کچھ عمل نہین کرتا۔ اور سری سقطی رح فرماتے ہین کہ ایک شخص جو طالب علم ظاہر کا حریص تھا اسنے عبادت کے لیے عزلت
اختیار کی مین نے اس سے وجہ عزلت کی پوچھی اسنے کہا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ کوئی یون کہتا ہو کہ خدا تجھے کھو دے علم کو کبتک
کھوویگا مین نے جواب دیا کہ مین تو اسکو یاد کرتا ہون اسنے کہا کہ اسکا یاد کرنا یہ ہو کہ اسکے بموجب عمل کرے اسلیے مین نے تحصیل علم کو ترک کرکے
عمل کی طرف توجہ کی۔ اور حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا ہو کہ علم کثرت روایت سے نہین ہوتا بلکہ علم خوف خدا ہو۔ اور حضرت حسن بصری رح نے
فرمایا کہ جتنا چاہو علم سیکھ لو خدا تعالی ثواب ہرگز نہ دیگا جبتک کہ عمل نہ کروگے اسلیے کہ بیوقوفون کا مقصود علم سے روایت کرنا ہو اور علما کی
کی غرض رعایت اور پاسداری ہو۔ اور مالک رح کا ارشاد ہو کہ علم کا تحصیل کرنا اور اسکا پھیلانا دونون اچھے ہین بشرطیکہ نیت درست ہو لیکن
جو چیز تجھے صبح سے شام تک تمہارے ساتھ رہے اسپر دوسری چیز کو اختیار مت کرو۔ اور حضرت ابن مسعود رض کا قول ہو کہ قرآن اسلیے

نازل ہوا ہو کہ اسپر عمل کرے نہ یہ کہ اسکے پڑھنے پڑھانے کو عمل ٹھہرا لیا اور مقصود یہ ہے کہ جیسے کوئی اسکی بیماری کی طرف سے ... اگر ...
بعض لوگ ... عالم پر عمل نہین کرتا اسکی مثال ایسی ہے جیسے بیمار کہ دوا کی صفت بیان کرے ... اور ... کے نام ...
بیان کرے اور اسکو وہ کھانے نہ پائے اور ایسے ہی جیسے شخص کے باب مین یہ قول اللہ تعالی کا ہے وذکرنا الویل مما تصفون اور ... شریعت مین ...
چیزون سے جو اپنی امت پر ڈرتا ہون ان مین سے عالم کی لغزش ہے اور قرآن مین منافق کا جھگڑا اور ایک علامت علماء آخرت کی یہ ہو کہ انکی
توجہ ایسے علم کی تحصیل کی طرف ہو جو آخرت مین کام آوے اور طاعت مین رغبت دلاوے اور ان علوم سے اجتناب کرے جنکا فائدہ کم ہو اور ...
اور ... جنکا ... بہت ہو اسلیے کہ جو شخص اعمال کے علم سے روگردان ہو کر ... کے فن مین مشغول ہوا اسکی مثال ایسی ہو کہ کسی بیمار کو ...
روگ ہو اور وہ کسی طبیب حاذق سے ملے اور وقت بھی تنگ ہو کہ وہ شاید جلد چلا جاوے اور ایسے وقت مین وہ طبیب مذکور سے دوا کی خاصیت
اور طب کی عجیب باتین پوچھنے لگے اور جس ضرورت مین خود گرفتار ہو اسکا دریافت نکرے تو اسکی حماقت مین کیا شک ہو اور ایک روایت مین ہو
کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھکو کچھ علم کی عجیب باتین سکھلائیے آپ نے فرمایا کہ تو نے اصل
اصل علم مین کیا کیا ہو اسنے عرض کیا کہ اصل علم کیا ہو آپ نے فرمایا کہ تو نے اللہ تعالی کو پہچانا اسنے کہا کہ ہان آپنے فرمایا کہ تو نے اسکے حق مین کیا کیا
اسنے عرض کیا کہ جو کچھ مین آپ نے فرمایا کہ تو نے موت کو پہچانا عرض کیا کہ ہان آپنے فرمایا کہ اسکی تیاری کیا کی کہا کہ کچھ نہین آپ نے فرمایا کہ تو
جا اور پہلے ان امور مین پختہ ہو تب آکر علم کے غرائب بھی بتا دینگے بلکہ سیکھنا اس جنس کا ہونا چاہیے جیسے شقیق بلخی کے شاگرد حاتم اصم کی
کہ مروی ہو کہ ایک روز شقیق نے حاتم سے پوچھا کہ تم کتنے دنون سے میرے ساتھ ہو انھون نے کہا تینتیس برس سے شقیق نے فرمایا کہ اس عرصہ
مین تم نے مجھسے کیا سیکھا حاتم نے کہا کہ آٹھ مسئلے انھون نے فرمایا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون میری اوقات تمھارے اوپر ضائع ہو گئی کہ تم نے صرف
آٹھ مسئلے سیکھے حاتم نے کہا کہ استاد زیادہ مین نے نہین سیکھے اور جھوٹ بولنے کو مین ناپسند کرتا ہون انھون نے فرمایا کہ اچھا بتاؤ کہ وہ آٹھ
مسئلے کیا ہین کہ مین بھی سنون حاتم نے کہا کہ اول یہ ہو کہ مین نے خلق کو دیکھا تو معلوم کیا کہ ہر ایک شخص کا ایک محبوب ہوتا ہو اور جبتک وہ اپنے
محبوب کے ساتھ رہتا ہو جب قبر مین پہنچ جاتا ہو تو اپنے محبوب سے جدا ہو جاتا ہو اسلیے مین نے اپنا محبوب نیکیون کو ٹھہرا لیا کہ جب قبر مین
جاؤنگا تو میرا محبوب بھی میرے ساتھ رہیگا شقیق نے فرمایا کہ تم نے بہت اچھا سیکھا اب باقی سات باتین کہو انھون نے کہا کہ دوسرا مسئلہ یہ ہو
کہ مین نے اللہ تعالی کے اس ارشاد مین تامل کیا واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی اور سمجھا کہ خداے تعالی
کا فرمانا درست ہو اسلیے اپنے نفس پر خواہش کے دور کرنے کی محنت ڈالی یہانتک کہ وہ خدا تعالی کی اطاعت پر جم گیا تیسرا یہ ہو کہ اس دنیا کو جو
دیکھا تو یہ پایا کہ جس شخص کے پاس کوئی چیز قدر و قیمت کی ہو اسکو اٹھا کر رکھ چھوڑتا ہو اور حفاظت کرتا ہو پھر اللہ تعالی کے قول کو دیکھا تو فرمایا ہو
ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق تو جو کچھ قدر و قیمت کی چیز میرے ہاتھ لگی اسکو مین نے خدا تعالی کی طرف کو پھیر دی تاکہ اسکے پاس موجود رہے چوتھا
یہ کہ لوگون کو جو دیکھا تو ہر ایک کا میلان مال اور حسب اور نسب اور شرافت کی طرف پایا اور ان امور مین جو غور کیا تو ہیچ معلوم ہوئے پھر اللہ تعالی کے
ارشاد کو سوچا کہ فرمایا ہو ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اسلیے مین نے تقوی اختیار کیا کہ خدا تعالی کے نزدیک کریم اور بزرگ ہو جاؤن پانچوان یہ ہو کہ لوگون
کو دیکھا کہ آپس مین ایک دوسرے پر گمان بد کرتے ہین اور برا کہتے ہین اور اسکی وجہ حسد ہو پھر اللہ تعالی کے قول کو ملاحظہ کیا تو یہ پایا نحن قسمنا
بینہم معیشتہم فی الحیوۃ الدنیا اسلیے مین نے حسد کو چھوڑ کر خلق سے کنارہ کیا اور جان لیا کہ قسمت اللہ پاک کے یہان سے ہو اسلیے خلق کی عداوت
چھوڑ دی چھٹا یہ کہ لوگون کو دیکھا کہ ایک دوسرے سے سرکشی اور کشت و خون کرتے ہین اور اللہ تعالی کے قول کی طرف رجوع کیا تو فرمایا ہو ان
الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا اس بنا پر مین نے صرف اسی اکیلے کو اپنا دشمن ٹھہرا لیا اور اسی بات پر کوشش کی کہ اس سے بچا رہون
اسلیے کہ اللہ تعالی نے اسکی عداوت کی گواہی فرمائی ہو اسی جہت سے اسکے سوا مین نے اور مخلوق کی عداوت چھوڑ دی ساتوان یہ کہ لوگون کو

دیکھا کہ ہر ایک پارۂ نان کے خواہان اور اسکے باب مین اپنے نفس کو ذلیل کرتے ہین اور ایسے امور مین قدم دھرتے ہین کہ انکو جائز نہون اور اللہ تعالی کے ارشاد پر غور کیا تو فرمایا ہی وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا مین نے بھی سمجھا کہ مین خدا تعالی کے ان حیوانون مین سے ہون جنکا رزق اسکے اوپر ہی اسلیے مین ان باتون مین مشغول ہوا جو اللہ تعالی کے حقوق مجھپر ہین اور میرا رزق جو خدا تعالی کے ذمہ ہی اسکی طلب ترک کر دی آٹھوان یہ کہ مین نے خلق کو دیکھا تو سب کو کسی چیز پر بھروسا کرتے پایا کوئی اپنی زمین پر بھروسا رکھتا ہی کوئی تجارت پر کوئی حرفے پر اور کوئی اپنے بدن کی تندرستی پر غرضکہ ہر ایک مخلوق کو اپنے طرح کی مخلوق پر بھروسا پایا اور خدا تعالی کے قول کی طرف جو رجوع کیا تو یہ ارشاد پایا ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ اسلیے مین نے خدا تعالی پر توکل کیا کہ وہی مجھے کافی ہی شقیق بلخیؒ نے فرمایا کہ اے حاتم خدا تعالی تمکو توفیق دے مین نے جو توریت اور انجیل اور زبور اور قرآن کے علوم پر نظر کی تو ان سب کی اصل انھین آٹھ مسئلون کو پایا وہ سب انھین آجاتے ہین جو کوئی ان آٹھون پر عمل کرے وہ گویا چارون آسمانی کتابون کا عامل ہو حاصل یہ کہ اس طرحکے علم کے ادراک اور سمجھنے کا قصد علماے آخرت ہی کرتے ہین اور علماے دنیا تو ان امور مین مشغول ہوتے ہین جنسے مال اور جاہ کی پیدا ہو اور ان علوم کو چھوڑ دیتے ہین جنکے لیے خدا تعالی نے تمام انبیا علیہم السلام کو بھیجا ہی اور ضحاک رح کہتے ہین کہ مین نے اکابر کو ایسا پایا کہ ایک دوسرے سے بجز ورع کے اور کچھ نہ سیکھتے تھے اور آج بجز کلام کے اور کچھ نہین سیکھتے اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہی کہ کھانے اور پینے مین آسایش کی طرف اور لباس مین فراوانی اور مکان اور اسباب مین زینت کی طرف مائل نہو بلکہ ان سب امور مین میانہ روی اختیار کرے اور اس باب مین سلف کے اکابر کی مشابہت پیدا کرے اور سب امور مذکورہ مین مقدار قلیل پر گذر کرے جسقدر کہ ان چیزون کی طرف خواہش کی قلت ہوگی اسی قدر اللہ تعالی کا قرب بڑھیگا اور علماے آخرت کے مرتبے کی طرف ترقی کریگا اور یہ روایت اسکی شاہد ہی جو ابی عبد اللہ خواص کہ حاتم اصمؒ کے شاگرد ہین روایت کرتے ہین کہ مین حاتم کے ساتھ رے مین گیا ہمارا قافلہ تین سو بیس آدمیون کا تھا حج کے ارادے سے نکلے سب کمل پوش تھے کسی کے پاس توشہ دان اور کھانا نہ تھا ہم ایک شخص سوداگر کے یہان اترے جو بہت مقدور نہ رکھتا تھا مگر فقیر دوست تھا اسنے اس شب ہماری ضیافت کی جب صبح ہوئی تو اسنے حاتم سے کہا کہ آپکو کچھ ضرورت ہو تو فرما دیجیے کہ مین ایک فقیہ کی عیادت کو جانا چاہتا ہون انھون فرمایا کہ مریض کی بیمار پرسی مین ثواب ہی اور فقیہ کو دیکھنا عبادت ہی مین بھی تمھارے ساتھ چلتا ہون اور وہ فقیہ جو بیمار تھا محمد بن مقاتل رے کا قاضی تھا جب ہم دروازے پر پہونچے تو دروازہ کرسی دار بہت اچھا تھا حاتم متفکر رہ گئے کہ عالم کا دروازہ ایسا ہی پھر جب اجازت کے بعد اندر گئے تو دیکھا کہ مکان وسیع خوبصورت فرش اور پردے کا ہی حاتم اور بھی متحیر ہوے پھر اس مقام پر گئے جہان قاضی تھا وہان فرش نرم بچھا ہوا اور اسپر قاضی لیٹا ہوا تھا اور سر کے پاس ایک غلام پنکھا لیے کھڑا تھا پس تاجر قاضی کے سرہانے کی طرف بیٹھا اور حال پوچھا اور حاتم کھڑے رہے قاضی نے انکو بیٹھنے کے لیے اشارہ کیا فرمایا کہ مین بیٹھنے کا نہین پوچھا کہ تمکو کچھ حاجت ہی کہا کہ ہان پوچھا کہ کیا ہی فرمایا کہ ایک مسئلہ پوچھنا ہی کہا کہ دریافت کرو فرمایا کہ تم اٹھکر بیٹھ جاؤ تو پوچھون قاضی اٹھ بیٹھا حاتم نے کہا کہ تم نے علم کس سے سیکھا ہی کہا معتبر علما سے جنھون نے میرے سامنے حدیث بیان کی کہا انھون نے کس سے کہا کہ اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ صحابہؓ نے کس سے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ نے کس سے کہا کہ جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ جبرئیل نے کس سے کہا کہ اللہ تعالی سے فرمایا کہ جو علم خداے تعالی کے یہان سے جبرئیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچایا اور آپ نے صحابہؓ کو اور انھون نے علما معتبر کو اور علما نے تمکو اسمین تمنے کہین یہ بھی سنا ہی کہ جس شخص کے گھر مین کرسی ہو اور وسعت زیادہ ہو اسکا مرتبہ خدا تعالی کے نزدیک بڑا ہوتا ہی قاضی نے کہا کہ نہین حاتم نے پوچھا کہ پھر کیسے سنا ہی کہا کہ یون سنا ہی کہ جو شخص دنیا مین زہد کرے اور آخرت کی خواہش کرے اور مساکین سے محبت رکھے اور آخرت کے لیے سامان مقدم کرلے تو اسکا مرتبہ خدا تعالی کے نزدیک ہوگا حاتم نے فرمایا کہ پھر تمنے کسکا اقتدا کیا ہی آیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے اصحابؓ اور صلحا رحمہم اللہ کا اقتدا کیا ہی یا فرعون اور نمرود کی پیروی کی ہی جنھون نے اول گچ اور اینٹ سے عمارت

بنائی تھی ای علماء سے بدتھین حیوان کو جاہل آدمی جو دنیا پر لڑتے ہین اور اُسکے حریص ہین دیکھ کر کہتے ہین کہ عالم اس حال پر ہین تو ہم اُنسے کیا بدتر حال بھی نہون یہ کہکر حاتم اُسکے پاس سے چلے آئے ابن مقاتل کی بیماری اور زیادہ ہو گئی اور رے کے لوگون کو معلوم ہوا کہ حاتم مین اور قاضی مین یہ گفتگو ہوئی اسلیے اُنسے کہا کہ قزوین مین طنافسی اُس قاضی کی نسبت کر بھی بہت زیادہ ہین حاتم اُسکے پاس قصداً گئے اور اندر جاکر کہا کہ مین ایک عجمی شخص ہون مین یہ چاہتا ہون کہ تم مجکو میرے دین کا آغاز اور مفتاح نماز یعنی وضو سکھلاو طنافسی نے کہا کہ بہت بہتر غلام سے کہا کہ ایک برتن مین پانی لے آؤ وہ پانی لے آیا طنافسی نے بیٹھ کر وضو کیا اور تین تین بار اعضا دھوئے پھر کہا کہ اس طرح وضو کرتے ہین حاتم نے کہا کہ آپ کھڑے رہین تاکہ تمھارے سامنے وضو کرون اور جو بات مجھے منظور ہے وہ پختہ ہو جاوے طنافسی کھڑے رہے اور حاتم وضو کرنے کو بیٹھے اور وضو مین اپنے ہاتھ چار چار مرتبہ دھوئے طنافسی نے کہا کہ یا صاحب تمنے اسراف کیا حاتم نے کہا کہ کس بات مین کہا کہ تمنے اپنے ہاتھ چار بار دھوئے حاتم نے فرمایا کہ سبحان اللہ مین نے ایک چلو پانی مین اسراف کیا تم نے ان سب ناز و نعم کے جمع کرنے مین اسراف نہین کیا طنافسی نے جان لیا کہ اُنکو وضو سیکھنے کی غرض نہ تھی بلکہ یہی امر جتانا منظور تھا سنکر گھر مین چلے گئے اور چالیس روز تک لوگون کے سامنے نہ ہوے پھر جب حاتم بغداد مین گئے تو بغداد والے اُنکے پاس آئے اور کہا کہ ای ابو عبدالرحمن تم ایک عجمی شخص ہو اور رک رک کر بات کہتے ہو مگر جو کوئی تمسے تقریر کرتا ہی تم اسکو زک دیتے ہو فرمایا کہ میرے پاس تین خصلتین ہین جنسے مین اپنے طرف ثانی پر ور رہتا ہون اول یہ کہ جب طرف ثانی امر راست کہتا ہی تو مین خوش ہوتا ہون اور جب وہ خطا کرتا ہی تو رنج کرتا ہون اور اپنے نفس کو قابو مین رکھتا ہون کہ طرف ثانی پر جہالت نہ کرے یہ خبر حضرت امام احمد بن حنبل کو پہونچی اُنھون نے فرمایا کہ سبحان اللہ وہ بڑے عاقل شخص ہین چلو ہمکو بھی اُنکے پاس لے چلو جب یہ مجمع حاتم کے پاس آیا تو امام احمد نے اُن سے پوچھا کہ ای ابو عبدالرحمن سلامتی کس بات مین ہی حاتم نے فرمایا کہ ای ابو عبداللہ جبتک تم مین چار خصلتین نہونگی تب تک دنیا سے سلامت نہ رہوگے اول یہ کہ لوگ اگر جہالت کرین تو تم درگذر کرو دوسری اپنی جہل کو اُنسے روکو تیسری اپنی چیز اُنکو دو چوتھی اُنکی چیز سے مایوس ہو جب ایسے ہو جاوگے تو سلامت رہوگے پھر حاتم مدینہ منورہ کو گئے وہان کے لوگ آپکے استقبال کو آئے آپنے پوچھا کہ یہ کونسا مدینہ ہی لوگون نے کہا کہ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی آپنے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محل کہان ہی کہ مین بھی اُسمین نماز پڑھون لوگون نے کہا کہ آپ کا تو کوئی محل نہ تھا آپ کا تو گھر بہت پست تھا حاتم نے کہا کہ آپ کے اصحاب کے محل ہی بتادو اُنھون نے کہا کہ اُنکے محل نہ تھے اُنکے تو گھر زمین سے لگے تھے حاتم نے کہا کہ لوگو یہ شہر فرعون کا ہی لوگون نے اُنکو گرفتار کیا اور سلطان کے پاس لیگئے اور کہا کہ یہ عجمی کہتا ہی کہ یہ مدینہ فرعون کا ہی حاکم نے کہا کہ کس لیے ایسا کہتا ہی حاتم نے کہا کہ جلدی نہ کرو مین ایک آدمی عجمی مسافر ہون جب شہر مین آیا تو لوگون سے پوچھا کہ یہ کسکا مدینہ ہی اُنھون نے جواب دیا کہ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی مین نے کہا کہ آپ کا محل کہان ہی اور سب ماجرا حرف بحرف کہکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یون فرماتا ہی لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اب مین یہ پوچھتا ہون کہ تمنے کسکا اتباع کیا ہی آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی یا فرعون کا جسنے اول اینٹ اور گچ سے عمارت بنائی حاکم نے لاجواب ہو کر اُنکو رہا کر دیا تو حاتم اصم کی یہ حکایتین تھی اور اکابر سلف کی عادت زہد اور زینت کے ترک کرنے مین اپنے مقام مین اور بھی مذکور ہوگی جو اس مدعا پر شاہد ہی۔ اور تحقیق یہ ہی کہ امر مباح زینت کرنا حرام تو نہین لیکن اسمین گھسا رہنا موجب اس سے انس کا ہو جاتا ہی یہانتک کہ اسکا ترک کرنا دشوار ہو جاتا ہی اور ہمیشہ زینت مین پڑا رہنا بدون ایسے سامان کے ممکن نہین ہوتا کہ اکثر اسکی رعایت کرنے سے مداہنت اور خلق کی طرفداری اور اُنکی نمایش وغیرہ امور ممنوعہ کا ارتکاب لازم آتا ہی اور احتیاط اسی مین ہی کہ اس سے اجتناب کیا جاوے اسلیے کہ جو دنیا مین گھستا ہی یقیناً اُس سے سلامت نہین نکلتا اور اگر باوجود دنیا مین مصروف رہنے کے سلامتی ہو جایا کرتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترک دنیا مین کبھی مبالغہ نہ فرماتے یہانتک کہ مروی ہی نزع القمیص المعلم اور نزع خاتم الذہب فی اثناء الخطبۃ اور اسکے سوا اور امور جنکا بیان عنقریب آویگا ترک دنیا مین آپسے مروی ہین۔ اور کہتے ہین کہ یحیی ابن

نکال ڈالی ۱۲ بخاری و مسلم کی روایت ابن عمر رض ۱۲

یزید نوفلی نے حضرت مالک بن انس کو ایک خط لکھا اسطرح بسم اللہ الرحمن الرحیم وصلی اللہ علی رسولہ محمد فی الاولین والآخرین یحیی بن یزید کی
طرف سے مالک بن انس کو بعد حمد وصلوٰۃ کے معلوم ہو کہ مین نے سنا ہی کہ تم باریک کپڑے پہنتے ہو اور پتلی چپاتیان کہاتے ہو اور نرم بچھونے پر
بیٹھتے ہو اور اپنے دروازہ پر دربان مقرر کرتے ہو حالانکہ تم مجلس علم مین بیٹھے ہو تمہارے پاس راہ دور دراز سے لوگ سوار ہو کر آتے ہین اور تمکو اپنا پیشوا
کر رکھا ہی اور تمہارے کہنے سے راضی ہین تو تمکو خوف خدا چاہیے اور تواضع اور انکسار کو اپنے اوپر لازم سمجھنا چاہیے تمکو مین نے یہ خط نصیحت کے
طور پر لکھا ہی اور اسکی خبر خدا تعالیٰ کے اور کسی کو نہین والسلام حضرت مالک بن انس رض نے اس خط کا جواب یہ لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم وصلی اللہ
علی محمد وآلہ وصحبہ وسلم مالک بن انس کی طرف سے یحیی بن یزید کو ہو کہ خدا تعالیٰ کا سلام تیرے ہو آپ کا خط پہونچا اور شفقت اور ادب مین نصیحت کے
موقع پر لگا خدا تعالیٰ تمکو تقوی سے متمتع کرے اور اس نصیحت کے عوض مین جزاے خیر دیوے اور مین بھی اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتا ہون کہ گناہون
سے بچنے اور اسکی طاعت بجالانے کی طاقت بدون اسکی مدد کے نہین ہی باقی یہ جو آپ نے لکھا کہ مین باریک کپڑے پہنتا ہون اور پتلی چپاتی کہاتا
ہون اور نرم فرش پر بیٹھتا ہون اور دربان رکھتا ہون سو واقع مین ایسا کرتا ہون اور خدا تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہون مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہی قل من
حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق اور مین یہ جانتا ہون کہ اسکا ترک کرنا بہ نسبت کرنے کے بہتر ہی اور تم اپنی خط وکتابت سے
ہمکو فراموش مت کرنا ہم بھی خط وکتابت آپ سے نہ چھوڑینگے والسلام اب امام مالک صاحب کے اقرار کو دیکھو کہ کہہ دیا کہ اس امر کا نہ کرنا ارتکاب
کی نسبت کر اچھا ہی اور یہ بھی حکم کیا کہ یہ امر مباح ہی اور واقع مین دونون باتون مین سچ ارشاد فرمایا اور امام مالک جیسا مرتبے والا اس جیسی نصیحت
مین اگر انصاف اور اعتراف اپنے نفس پر گوارا کرے تو اسکا نفس مباح کی حدود کو معلوم کرنے پر بھی قادر ہوگا تاکہ امور مباح کو کرنے سے مداہنت
اور ریا اور مکروہات مین مبتلا ہونے سے محفوظ رہے مگر دوسرے شخص کو یہ حوصلہ نہین کہ مباح کی حد پر قائم رہے اسلیے مباح سے لذت حاصل
کرنے مین بہت خوف ہی اور خوف الٰہی سے یہ امر بہت دور ہی اور علماے آخرت کی خاصیت خوف الٰہی ہی اور خوف خدا مقتضی اسی کا ہی کہ خطر کی
جگہ سے دوری اختیار کرے اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہی کہ حکام سے دور رہے اور جبتک انسے علیحدگی کی صورت ممکن ہو کبھی انکے
پاس نہ جاوے بلکہ انکے ملنے سے احتراز کرے گو وہ خود انکے پاس آوین اسلیے کہ دنیا شیرین اور سبز ہی اور اسکی باگ حکام کے قبضے مین ہی اور جو
شخص حکام سے ملتا ہی اسکو کچھ نہ کچھ تکلف انکی رضا جوئی اور دلداری مین کرنا پڑتا ہی باوجودیکہ وہ ظالم ہوتے ہین اور ہر دیندار کو انسے رکنا اور
انکے ظلم کو اظہار کرکے انکو دلتنگ کرنا اور انکے حرکات کی برائی بیان کرنی واجب ہی اور جو انکے پاس جاویگا وہ یا تو انکی زینت کی طرف توجہ
کریگا اور اپنے اوپر خدا تعالیٰ کی نعمت کو حقیر جانیگا یا انپر انکار کرنے سے خاموش رہیگا تو مداہنت مین مبتلا ہوگا یا اپنے کلام کو تکلف انکی
مرضیون کے موافق انکے افعال کو درست کرنے کے لیے ادا کریگا اور یہ صریح جھوٹ ہوگا یا اس بات کی طمع ہوگی کہ انکی دنیا مین سے کچھ ملے اور یہ
حرام ہی اور باب حلال و حرام مین مذکور ہوگا کہ حکام کے مالون مین کسکا لینا جائز ہی اور کسکا ناجائز خواہ راتب ہو یا انعام و جاگیر وغیرہ۔ حاصل یہ کہ
انسے ملنا تمام خرابیون کی کلید ہی اور علماے آخرت کا طریق احتیاط کا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من بدا جفا ومن اتبع الصید
غفل ومن اتی السلطان افتتن اور فرمایا سیکون علیکم امراء تعرفون منہم وتنکرون فمن انکر فقد بری ومن کرہ فقد سلم ولکن من رضی وتابع ابعدہ اللہ
تعالیٰ قیل افلا نقاتلہم قال صلی اللہ علیہ وسلم لا ما صلوا اور سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جہنم مین ایک جنگل ہی جس مین وہی عالم رہینگے جو بادشاہون
کی زیارت اور ملاقات کو جاتے ہین۔ اور حذیفہ رض نے ارشاد فرمایا ہی کہ اپنے آپ کو فتنہ کی جگہون سے بچاؤ لوگون نے پوچھا کہ وہ کونسی جگہین ہین
فرمایا امیرون کے دروازے کہ جب کوئی تم مین سے امیر کے پاس جاتا ہی تو جھوٹ پر اسکی تصدیق کرتا ہی اور اسکی شان مین وہ بات کہتا ہی جو اسکے اندر
واقع مین نہین ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ علما خدا تعالیٰ کے بندون پر رسولون کے امین ہین جبتک کہ سلاطین سے میل جول
نہ کرین اور جب ایسا کرین تو انھون نے رسولون کی خیانت کی ان سے ڈرو اور الگ ہو جاؤ روایت کیا اسکو انس رض نے اور اعمش رض سے کسی

کہا کہ تمنے علم کو زندہ کر دیا اس جہت سے کہ آپ سے بہت لوگ سیکھتے ہین فرمایا کہ ذرا صبر کرو جتنے سیکھتے ہین اُنمین سے ایک تہائی تو پختہ ہونے سے پیشتر ہی مرجاتے ہین اور ایک تہائی سلاطین کے دروازون پر جا جمتے ہین وہ لوگ سب خلق سے بُرے ہین رہے تہائی اُنہین سے کمترین لوگون کو فلاح ہوتی ہے۔ اور اسی وجہ سے سعید بن المسیب نے فرمایا کہ جب تم عالم کو دیکھو کہ امرا کو گھیرتا ہے تو اوس سے احتراز کرو کہ وہ چور ہے۔ اور اوزاعی فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے نزدیک کوئی چیز اُس عالم سے زیادہ بُری نہین جو حاکم کے پاس جاوے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ بدترین علما وہ ہین جو امیرون کے پاس جاتے ہین اور بہترین حکام وہ ہین جو علما کے پاس آتے ہین۔ اور مکحول دمشقی کہتے ہین کہ جو شخص قرآن سیکھے اور دین مین تفقہ پیدا کرے پھر خوشامد اور طمع کی جہت سے سلطان کی صحبت اختیار کرے تو وہ بقدر اپنے قدمون کے دوزخ کی آگ مین گھستا ہے۔ اور سمنون کہتے ہین کہ عالم کے حق مین کیا ہی برا ہے کہ کوئی مجلس مین آوے اور عالم کو نہ پاوے اور جب اُسکا حال پوچھے تو یہ کہین کہ وہ حاکم کے یہان ہے اور انھون نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مین سنتا تھا کہ قول بزرگون کا ہے کہ جب عالم کو دیکھو کہ دنیا سے محبت رکھتا ہے تو اُسکو تم اپنے دین مین متہم جانو یہانتک کہ اس مضمون کا مین نے تجربہ کر لیا یعنے جب مین حاکم کے یہان گیا اور وہان سے نکلنے کے بعد اپنے نفس کا محاسبہ لیا تو معلوم ہوا کہ اُسکو بہت دوری ہو گئی حالانکہ جس ڈھنگ سے مین حاکم سے ملتا ہون اُسکو تم دیکھتے اور جانتے ہو کہ سختی اور درشتی رکھتا ہون اور اکثر اُسکی خواہش کی مخالفت کرتا ہون اور یہی چاہتا ہون کہ اُس تک جانے کی نوبت ہی نہ پہونچے اور باوجود اسکے مین اُس سے کچھ لیتا نہین نہ اُسکے گھر کا پانی پیون پھر فرمایا کہ اب ہمارے زمانے کے علما بنی اسرائیل کے علما سے بھی بدتر ہین کہ بادشاہون کو جائز امور بتاتے ہین اور جو اُنکی مرضی کے موافق ہون ایسی باتین سناتے ہین اور اگر اُنکو وہ اُمور سکھاوین جو اُنپر واجب ہین اور جنمین اُنکی نجات ہے تو حاکم اُنسے نفرت کرین اور اپنے پاس اُنکا آنا بُرا سمجھین اور یہ امر اللہ تعالی کے نزدیک اُنکی نجات کا باعث ہے۔ اور حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ ان لوگون مین جو تمسے پہلے تھے ایک بزرگ تھے جو اسلام مین بڑھے ہوے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یافتہ تھے عبد اللہ بن مبارک کہتے ہین کہ ان بزرگ سے سعد بن ابی وقاص مراد ہین حسن فرماتے ہین کہ وہ سلاطین کے پاس نہ جاتے تھے اور اُنسے نفرت کرتے تھے اُنکے بیٹون نے اُنسے کہا کہ جو لوگ کہ اسلام کی زیادتی اور صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین تمھارے برابر نہین وہ بادشاہون کے پاس جاتے ہین اگر آپ بھی جاوین بہتر ہو اُنھون نے فرمایا کہ بیٹو دنیا مُردار ہے اور کچھ لوگون نے اُسکو گھیر رکھا ہے بخدا مین حتی الوسع اُنکا شریک نہونگا اُنھون نے کہا تو تم لاغری مین مرجاؤ گے فرمایا کہ مین ایمان کے ساتھ لاغری مین مرجانا اس سے اچھا جانتا ہون کہ نفاق کے ساتھ موٹا ہو کر مرون حسن فرماتے ہین کہ بخدا آپ نے اُنکو ہرا دیا اور خوب حجت نکالی اسلیے کہ جان لیا کہ مٹی گوشت اور فربہی کو کھاویگی اور ایمان کو نہ کھاویگی اور اسمین اشارہ ہے کہ بادشاہ کے پاس جانے سے آدمی نفاق سے یقیناً نہین بچتا جو ایمان کی ضد ہے اور حضرت ابوذر غفاری نے سلمہ سے فرمایا کہ اے سلمہ بادشاہون کے دروازون پر مت جائیو اسلیے کہ تمکو اُنکی دنیا مین سے جبھی کچھ ملیگا کہ جب تمھارے دین مین سے وہ اُس سے بہتر لے لینگے۔ اور علما کے لیے یہ امر ایک بڑا فتنہ ہے اور شیطان کا ایک سخت ذریعہ علما پر ہے خصوصاً ایسے عالم پر جسکی آواز اچھی اور کلام شیرین ہو اسلیے کہ شیطان ہمیشہ اُسکو یہی سوجھاتا ہے کہ سلاطین کے پاس جانے اور اُنکو نصیحت کرنے سے وہ لوگ ظلم سے باز رہینگے اور شریعت کے احکام اُنمین جاری اور قائم ہو جاوینگے اور ہوتے ہوتے یہ خیال دل مین ڈال دیتا ہے کہ تمھارا اُنکے پاس جانا دین مین داخل ہے پھر جب اُنکے پاس جاتا ہے تو یہ نہین ہو سکتا کہ کلام مین نرمی اور مداہنت نہ کرے اور اُنکی تعریف اور خوشامد کی نہ لے اور ان باتون مین دین کی خرابی ہے۔ اور اکابر سلف یون کہا کرتے تھے کہ علما جب جان لیتے تھے تو عمل کرتے تھے اور عامل ہونے پر مشغول ہوتے تھے اور شاغل ہونے کے بعد گمنام ہوتے تھے اور گمنام ہونے کے پیچھے اُنکی طلب ہوتی تھی اور طلب پر بھاگا کرتے تھے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ نے حضرت حسن بصری کو خط لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے یہ التماس ہے کہ آپ مجکو ایسے لوگ بتا دو جن جنسے مین خدا تعالی کے امر مین مدد لیا کرون آپنے جواب مین یہ لکھا کہ اہل دین تو تمھارے پاس آنے کے نہین اور دنیا دالون

رواہ ابن ماجہ
رواہ ابو داؤد
رواہ ابن حبان
رواہ الطبرانی مرفوعاً بسند ضعیف
رواہ ابن عدی
۱۲

سے تکو غرض نہین تاہم تم اشراف اپنے ساتھ رکھو کہ وہ لوگ اپنے شرف کو آلودگی خیانت سے محفوظ رکھتے ہین - یہ حال عمر بن عبد العزیز کو لکھا چو اپنے زمانہ مین سب سے زیادہ زاہد تھے تو جب اہل دین کو ایسے حاکم کے پاس سے بھی گریز کرنا شرط ہو تو دوسرے حاکم کی طلب اور اس سے میل جول رکھنا کیسے ٹھیک ہوگا اور سلف کے علما مثل حسن بصری اور سفیان ثوری اور ابن مبارک اور فضیل بن عیاض اور ابراہیم بن ادہم اور یوسف بن اسباط دنیا کے علما یعنی مکہ اور شام وغیرہ کے عالمون مین دو عیب بتایا کرتے تھے یا دنیا کا مائل ہونا یا سلاطین سے ملنا اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہو کہ فتوی دینے مین جلدی نہ کرے بلکہ جبتک اس سے بچے رہنے کی سبیل معلوم ہو تب تک توقف اور احتراز ہی کرے پس اگر ایسا مسئلہ کوئی پوچھے جسکو قرآن یا قطعی حدیث یا اجماع یا قیاس ظاہر سے یقینا جانتا ہو تب تو حکم تبلادے اور اگر ایسا مسئلہ کو پوچھے جسمین شک ہو تو کہدے کہ مجھے معلوم نہین اور اگر ایسا مسئلہ پوچھے جسکا حکم غالبا اپنے اجتہاد اور تخمین سے اسکو صحیح معلوم ہو تو اس مین احتیاط کرے اور دوسرے پر حوالہ کردے کہ اس سے پوچھ لو اگر دوسرا ٹھیک بتا سکتا ہو احتیاط کا مرتبہ یہی ہی اسلیے کہ اجتہاد کا خطرہ اپنی گردن پر رکھنا بہت بڑا ہی اور حدیث مین وارد ہی العلم ثلثہ کتاب ناطق وسنۃ قائمۃ ولا ادری شعبی کہتے ہین کہ لا ادری نصف علم ہوا اور جو شخص ایسے موقع مین کہ نہ جانتا ہو خدا ے تعالی کے واسطے چپ رہ جاوے تو اسکا اس شخص سے ثواب کم نہوگا جو راست راست جواب بتادے اسلیے کہ نہ جاننے کا اقرار کرنا نفس پر نہایت سخت ہی غرض کہ عادت اصحاب رض اور اکابر کی اسطرح تھی حضرت ابن عمر کا دستور تھا کہ جب کوئی فتوی پوچھتا تو فرماتے کہ اس حاکم کے پاس جاؤ جو لوگون کے امر کا کفیل بن رہا ہی اور اس مسئلہ کو اسکی گردن پر رکھ دو - اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ جو شخص لوگون کو ہر ایک مسئلہ مین فتوی دے وہ بیشک مجنون ہی اور فرمایا کہ علم کی سپر لا ادری ہی اگر آدمی اسکو چوک جاوے تو پھر اسکی خیر نہین - اور ابراہیم بن ادہم فرماتے ہین کہ شیطان پر اس عالم سے زیادہ سخت کوئی نہین جو علم ہی سے بولے اور علم ہی کے ساتھ سکوت کرے شیطان کہتا ہی کہ اس شخص کو دیکھو کہ اسکے بولنے سے اسکا چپکا رہنا مجھ پر بہت بھاری ہی - اور بعض اکابر نے ابدال کی صفت کی ہی کہ انکی غذا فاقہ ہی اور کلام ضرورت یعنی جبتک انسے کوئی کچھ نہ پوچھے تب تک نہین بولتے اور جب کوئی کچھ پوچھتا ہی اور ایسا شخص دیکھتے ہین کہ وہ بتادیگا تو چپ رہتے ہین اور اگر مجبور ہی ہوتے ہین تو خود جواب دیتے ہین اور یہ لوگ سوال سے پہلے بولنے کو تقریر کی خفیہ خواہش مین شمار کیا کرتے تھے - اور حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن عباس رض ایک شخص پر گذرے کہ وہ لوگون کے سامنے کچھ تقریر کر رہا تھا ارشاد فرمایا کہ یہ یون کہتا ہی کہ مجھے جان لو - اور بعض اکابر کا قول ہی کہ عالم وہ ہی کہ جب کسی مسئلہ کو اس سے دریافت کیا جاوے تو اسے یہ معلوم ہو کہ گویا میری ڈاڑھ نکالی جاتی ہی - اور حضرت ابن عمر رض فرمایا کرتے کہ تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ ہمکو پل بناؤ اور اسپر دوزخ کی طرف عبور کرو - اور ابو حفص نیشاپوری فرماتے ہین کہ عالم وہ ہی کہ سوال کے وقت اس بات سے ڈرے کہ قیامت کو کہین یہ پوچھ نہو کہ کہان سے جواب دیا تھا - اور ابراہیم تیمی سے اگر کوئی مسئلہ پوچھتا تو روتے اور فرماتے کہ تکو کوئی دوسرا نہ ملا کہ مجھ پر چڑھائی کی - اور ابو العالیہ اور ابراہیم نخعی اور ابراہیم ادہم اور سفیان ثوری رحمہم اللہ دو یا تین شخصون کے سامنے کچھ بیان کیا کرتے اور جب لوگ زیادہ ہو جاتے تو رک جاتے

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ما ادری اعزیر نبی ام لا وما ادری اتبع ملعون ام لا وما ادری ذو القرنین نبی ام لا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ سب جگہون مین بہتر کون سی ہی اور بدتر کون سی آپ نے فرمایا کہ مجکو معلوم نہین یہانتک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے آپنے انسے دریافت کیا انھون نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہین حتی کہ خدا تعالی نے انکو جتایا کہ سب جگہون مین بہتر مسجدین ہین اور سب مین بدتر بازار ہین - اور حضرت ابن عمر رض سے اگر کوئی دس مسئلے پوچھتا تھا تو آپ ایک کا جواب دیتے تھے اور نو کے جواب مین سکوت کرتے تھے - اور حضرت ابن عباس رض نو کا جواب دیتے تھے اور ایک کے جواب سے خاموش رہتے تھے اور فقہا ے سلف مین ایسے لوگ بہت تھے جو یہ کہدیتے تھے کہ مین نہین جانتا اور جانتا ہون کہنے والے کم تھے سفیان ثوری اور مالک بن انس اور احمد بن حنبل اور فضیل بن عیاض اور بشر بن حارث سب ایسے ہی تھے کہ لا ادری اکثر کہتے تھے اور عبد الرحمن بن ابی لیلی کہتے ہین کہ مین نے اس مسجد مین ایک سو بیس صحابہ رض دیکھے

علم تین ہین کتاب ناطق سنت جاری لا ادری نصف علم

وہ سب ایسے ہی پلے کہ جب کسی سے کوئی فتویٰ پوچھا جاتا یا حدیث پوچھی جاتی تو یہی چاہتا کہ کوئی دوسرا بھائی اس سوال سے ہمین بچا دے۔ اور ایک روایت انسے یون ہی کہ جب کوئی سوال انمین سے کسی پر پیش ہوتا تو وہ اسکو دوسرے کے پاس بھیجتے اور وہ تیسرے کے پاس یہانتک کہ ہوتے ہوتے پھر اول کے پاس آجاتا۔ اور مروی ہی کہ اصحاب صفہ مین کسی کے پاس ایک سری بکری کی بطور ہدیہ آئی اور وہ سب اسوقت بہت عسرت سے بسر کرتے تھے انھون نے دوسرے کو ہدیہ کر دی اور دوسرے نے تیسرے کو اسی طرح رفتہ رفتہ پھر اول صحابی کے پاس آگئی۔ تو اب تامل کرو کہ فی زماننا علما کا معاملہ کیسا الٹا ہوگیا کہ جس چیز سے پہلے لوگ بھاگتے تھے وہ اب مطلوب ہوگئی اور جو مطلوب تھی اس سے نفرت کرنے لگے اور فتوی دینے کی کفالت سے بچنے کی خوبی اس حدیث سے بھی معلوم ہوتی ہی جو بعض اکابر نے مرفوع بیان کی ہی کہ لوگون کو فتوی نہ دین مگر تین آدمی امیر یا مامور یا متکلف۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ صحابہؓ چار چیزون کو ایک دوسرے پر ٹالا کرتے تھے اول امامت دوم وصیت سوم امانت چہارم فتویٰ۔ اور بعض یہ فرماتے ہین کہ جسکو علم کم ہوتا تھا وہ تو جلد فتوی دینے کو تیار ہوجاتا تھا اور جو زیادہ پرہیزگار ہوتا تھا وہ فتوی کو سب سے زیادہ دوسرے پر ٹالتا تھا اور صحابہؓ اور تابعین کا شغل پانچ چیزون مین تھا قرآن کی تلاوت مسجدون کی آبادی اللہ تعالی کا ذکر اچھی بات کا امر کرنا بری بات سے منع کرنا اور اسکی وجہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا کل کلام ابن آدم علیہ لا لہ الا ثلثۃ امر بمعروف او نہی عن منکر او ذکر اللہ تعالی اور اللہ تعالی فرماتا ہی لاخیر فی کثیر من نجوٰہم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس الآیۃ اور بعض علما نے کسی کو اجتہاد کرنے والون اور فتوی دینے والون مین سے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تم جو فتوی دیا کرتے تھے اور قیاس کیا کرتے تھے اسکا کیا حال پایا انسنے ناک چڑھائی اور منہ پھیر لیا اور کہا کہ ہمنے اسکو کچھ نہ پایا اور اسکا انجام ہمکو اچھا نہ معلوم ہوا۔ اور ابن حصین کہتے ہین کہ عالم ایسے سوال کا جواب کہدیتے ہین کہ اگر وہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوتا تو اسکے لیے تمام اہل بدر کو جمع کرتے۔ غرضکہ سکوت کرنا ہمیشہ سے اہل علم کا قاعدہ رہا ہی بدون ضرورت ہرگز نہ کہتے تھے۔ اور حدیث شریف مین ہی کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ خاموشی اور زہد اسکو عنایت ہوا ہی تو اس سے قریب ہو کہ اسکو حکمت تعلیم کیجاتی ہی۔ اور بعض اکابر کہتے ہین کہ عالم دو ہین ایک عوام کا عالم وہ تو مفتی ہی یہ لوگ بادشاہون کے مصاحب ہوتے ہین اور ایک خواص کا عالم وہ توحید اور دل کے اعمال کا عالم ہی ایسے لوگ متفرق اور تنہا رہتے ہین۔ اور اول مشہور تھا کہ امام احمد بن حنبل مثل دجلہ کے ہین کہ ہر شخص اسمین سے چلو بھر لیتا ہی اور بشر بن حارث مثل بیٹھے کنوئین اوپر سے ڈھکے ہوے کے ہین کہ اسپر ایک ایک ہی شخص قصد کرتا ہی اور پہلے یون کہا کرتے تھے کہ فلان شخص عالم ہی اور فلان متکلم اور فلان کلام مین زیادہ دستگاہ ہی اور فلان علم مین زیادہ ہی۔ اور ابو سلیمان فرماتے ہین کہ کلام کی نسبت معرفت سکوت سے زیادہ قریب ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ جب علم بہت ہوتا ہی تو کلام کم ہو جاتا ہی اور جب کلام زیادہ ہوتا ہی تو علم کم ہو جاتا ہی۔ اور حضرت سلمان فارسیؓ کو حضرت ابو درداءؓ نے ایک خط لکھا اور ان دونون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی چارہ کر دیا تھا چنانچہ بخاری مین اونچی یہ سے مضمون ... کا مطلب یہ تھا کہ بھائی مین نے سنا ہی کہ تمکو لوگون نے طبیب بنا کر بٹھایا ہی اور مریضون کا علاج کرتے ہو مگر سوچ لو اگر واقع مین تم طبیب ہو تب تو بولنا کہ تمہاری گفتگو شفا ہی اور اگر تکلف سے طبیب ہو گئے ہو تو بھائی خدا سے ڈرو مسلمان کو جان سے مت مارو بعد اس خط کے حضرت ابو درداءؓ سے کوئی دوا پوچھتا تو توقف کیا کرتے۔ اور حضرت انسؓ سے جب کوئی سوال کرتا تو فرماتے کہ ہمارے آقا امام حسن علیہ السلام سے پوچھو اور حضرت ابن عباسؓ سے اگر کوئی سوال کرتا تو فرماتے کہ جابر ابن زید سے پوچھو اور حضرت ابن عمر فرماتے کہ سعید بن مسیب سے دریافت کرو۔ اور نقل ہی کہ ایک صحابی نے حضرت حسن بصریؒ کے سامنے بیس حدیثین بیان کین کسی نے انکی تفسیر پوچھی انھون نے فرمایا کہ مین نے جو روایت کی ہے اسکے سوا اور کچھ نہین جانتا پس حضرت حسن بصریؒ نے ایک ایک حدیث کی تفسیر جدا جدا فرمائی لوگون کو انکی تفسیر اور یادداشت کی خوبی سے تعجب ہوا صحابی نے ایک مٹھی کنکرون کی اٹھا کر انپر ... اور کہا کہ تم مجھسے علمی بات پوچھتے ہو حالانکہ یہ عالم تمہارے درمیان موجود ہی اور ... علامتین علماے آخرت کی یہ ہی کہ علم ... دنیا کی تنگی ... آخرت ... چلنے کا زیادہ اہتمام ...

ام حبیبہ ... ۱۲ ... روایت ابی ... صفحہ ۱۲

سے ان امور کی حقیقت معلوم کرنے کی امید صحیح اور سچی کرے اسلیے کہ مجاہدہ سے مشاہدہ اور دل کے علوم کی باریکیان پیدا ہوتی ہین اور پھر انسے دل مین حکمت کے چشمے پھوٹتے ہین اور کتابین اور تعلیم اس باب مین کافی نہین بلکہ اگر آدمی مجاہدہ کرے اور دل کا نگران رہے اور اعمال ظاہری اور باطنی بجالاوے اور اللہ تعالی کے سامنے خلوت مین حضور دل اور فکر صاف سے بیٹھے اور اسکے ماسوا سے اسی کی طرف منقطع ہو جاوے تب حکمت بے حد و حساب اسکے دل پر مفتوح ہو کہ کلید السلام اور منبع کشف یہی امور ہین اسلیے کہ بہت سے طالب علم ایسے ہین کہ بہت دنون تک سیکھتے رہے مگر جسقدر سنا تھا اس سے ایک لفظ بھی آگے نہ بڑھے اور بہت ایسے ہین کہ ضروری علم پر کفایت کرکے عمل پر اور دل کی نگرانی پر جھکے تو اللہ تعالی نے لطیف حکمتین اُنکے سینے ایسی کھولدین جن مین عاقلون کی عقل متحیر ہو جاوے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص عمل کرے بموجب اسکے جو اُسنے سیکھا دیتا ہے اسکو اللہ تعالی علم اس چیز کا کہ اُسنے نہین سیکھی۔ اور بعض پہلی کتابون مین وارد ہے کہ اے بنی اسرائیل یہ مت کہو کہ علم آسمان مین ہے اسکو زمین پر کون اتاریگا یا علم زمین کی تہون مین ہے اسکو اوپر کون چڑھا وے یا علم سمندر پار ہے اسکو پار کرکے کون لاوے علم تو تمہارے دلون مین رکھا ہوا ہے تم میرے سامنے روحانیون کے سے آداب برتو اور صدیقون کے اخلاق اختیار کرو مین تمہارے دلون مین وہ علم ظاہر کردونگا کہ تمکو ڈھانپ لے۔ اور سہل بن عبد اللہ تستری فرماتے ہین کہ علما اور عابد اور زاہد سب دنیا سے گئے اور اُنکے دل مقفل رہے بجز صدیقون اور شہیدون کے دلون کے اور کسی کے دل نہ کھلے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو آخر تک۔ اور اگر اہل دل کے دل کا اور اُسکے نور باطن سے علم ظاہر پر حاکم اور غالب نہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد نہ فرماتے کہ اپنے دل سے فتوی لے گو اور لوگ حکم دین اور فتوی لگا دین اور ایک حدیث قدسی مین یون ارشاد فرمایا لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ آخر حدیث تک اسلیے کہ بہت سے باریک معنی قرآن مجید کے اسرار کے ایسے شخص کے دل مین آجاتے ہین جو صرف ذکر اور فکر مین لگا رہتا ہے اور وہ معنی تفسیرون مین کہین نہین ہوتے اور نہ بڑے بڑے مفسرون کو معلوم ہون اُسی شخص کو معلوم ہوتے ہین جو بارادہ معرفت اپنے دل کا نگران رہے اور اگر یہ معنی مفسرین کے سامنے پیش کیے جاوین تو وہ بھی انکو اچھا بتاوین اور جان لین کہ یہ پرتو صاف دلون اور خدا تعالی کے الطاف کا ہے کہ اسکی طرف ہمتون کے متوجہ کرنے سے حاصل ہوا اور یہی حال مکاشفہ کے علمون اور معاملہ کے علوم کے اسرار اور دلون کے خطرون کی باریکیون کا ہے کیونکہ اُنمین سے ہر ایک علم ایسا دریا ہے جسکی تھاہ نہین معلوم ہوتی ہر ایک طالب اپنی قسمت کے موافق اور جسقدر حسن عمل کی توفیق اُسکو ملتی ہے اُسی قدر اُسمین غوطہ لگاتا ہے اور آفتین علما کی صفت مین حضرت علی نے ایک بڑی حدیث مین ارشاد فرمایا ہے کہ آدمیون کے دل ظروف ہین اُن سب مین بہتر وہ ہین جنکے اندر خیر زیادہ ہو اور آدمی تین قسم ہین ایک عالم ربانی دوم بطور نجات کے سیکھنے والے سوم بے وقوف کمینے کہ ہر باطل پر چلانے والے کے تابع ہو جاوین جدھر کا جھوکا چلے ادھر ہی کو پھر جاوین ان لوگون نے نہ علم کے نور سے روشنی حاصل کی اور نہ کسی مضبوط چیز کا سہارا لیا علم مال سے بہتر ہے علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی حفاظت کرتا ہے علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال اس سے کم ہوتا ہے اور علم کی محبت ایک دین قابل اختیار ہے جس سے زندگی مین طاعت کمائی جاتی ہے اور مرنے کے بعد ذکر خیر علم حاکم ہے اور مال محکوم اور مال کا فائدہ اُسکے جاتے رہنے سے دور ہو جاتا ہے جو لوگ کہ مالدار تھے اور اُنکے جیتے جی مر گئے اور علما زندہ رہین گے جبتک کہ زمانہ باقی ہے پھر آپ نے ایک لمبا سانس لیا اور اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہان علم بہت ہے بشرطیکہ اُسکے یاد کرنے والے مجکو ملین بلکہ مین تو طالب ملتا ہون نہین پاتا یا تو ایسا پاتا ہون کہ دین کے آلہ کو دنیا کی طلب مین استعمال کرتا ہے اور اللہ تعالی کی نعمتون سے اُسکے اولیا پر تکبر کرتا ہے اور اُسکی حجت سے اُسکی مخلوق پر بڑائی کرتا ہے یا ایسا پاتا ہون کہ اہل حق کا مطیع و منقاد تو ہے مگر اول ہی شبہ سے اُسکے دل مین شک جم جاتا ہے آگاہ رہو کہ باطن کے بوجھ تو یہ رکھتا ہے نہ وہ بلکہ لذات کے حریص اور طلب شہوات کے بندے اور خدمتگار ہین یا مال کے جمع کرنے اور رکھ چھوڑنے کے فریفتہ اور اپنی خواہش کے فرمان بردار نہایت

قریب مشابہت اُن دونون کو چرنے والے چوپایون سے ہی الٰہی جب علم کے یاد کرنے والے مرجاوینگے تو کب علم یون جاتا رہیگا نہین بلکہ
زمین ایسے لوگون سے خالی نہوگی جو اللہ تعالیٰ کی حجت اُسی کے واسطے قائم کرین یا تو ظاہر اور علانیہ ہونگے یا چھپے ہوے مغلوب تاکہ اللہ تعالیٰ
کی حجتین اور دلیلین بیکار نہ رہین اور یہ لوگ کتنے ہین اور کہان ہین یہ لوگ شمار مین کم اور قدر مین اعظم ہین اُنکے وجود ظاہر مین مفقود اور اُنکی
تصویرین دلون مین موجود ہین اللہ تعالیٰ اُنکے سبب سے اپنی حجتون کی حفاظت کرتا ہی تاکہ وے اُن حجتون کو اپنے جیسے لوگون کے
حوالہ کرین اور اُنکے دلون مین اُنکو بووین علم نے اُنکو حقیقت امر پر پہونچا دیا تو یقین کی روح سے جا ملے اور جس بات کو دولتمند مشکل جانتے تھے
اُسکو اُنھون نے سہل پایا اور جس امر سے غافلون کو وحشت تھی اُس سے اُنھون نے دل بہلایا دنیا مین ایسے بدنون سے جنکی روحین محل
اعلیٰ سے وابستہ رہین یہ لوگ خداے تعالیٰ کی مخلوقون مین سے اُسکے اولیا اور امین ہین اور اُسکے دین کی طرف بلانے والے اور اُسکی زمین
کے سلاطین پھر آپ روے اور فرمایا کہ مجکو اُنکے دیدار کا بہت بڑا اشتیاق ہی پس یہ مضمون جو آپ نے آخر کو ذکر فرمایا علماے آخرت کا وصف
ہی اور یہ وہی علم ہی جو اکثر عمل سے اور کثرت مجاہدہ سے حاصل ہوتا ہی اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہی کہ یقین کے قوی کرنے
مین اُسکی توجہ بہت ہو اسلیے کہ یقین دین کا راس المال ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ الیقین الایمان کلہ یعنے یقین ایمان
کامل ہی تو علم یقین کا سیکھنا ضروری ہوا یعنے اُسکی ابتدا سیکھے پھر دل کو اُسکا طریق خود ظاہر ہوجاویگا اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ یقین کو سیکھو اُسکے معنے یہ ہین کہ یقین والون کے پاس بیٹھو اور اُنسے علم یقین کو سنو اور اُنکی پیروی پر مداومت کرو تاکہ تمھارا یقین
قوی ہوجاوے جیسا اُنکا قوی ہوگیا اسلیے کہ تھوڑا سا یقین بہت سے عمل سے بہتر ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بیان کیا گیا
کہ آدمی کا یقین اچھا ہی اور گناہ بہت کرتا ہی اور ایک شخص عبادت مین محنت کرتا ہی اور یقین کم ہی تو آپ نے فرمایا کہ کوئی آدمی ایسا نہین جو گناہ
نہ رکھتا ہو لیکن جسکی سرشت عقل ہی اور عادت یقین اُسکو گناہ ضرر نہین کرتے اسلیے کہ جب گناہ کرتا ہی تو توبہ اور استغفار کرتا ہی اور پشیمان
ہوتا ہی اسلیے گناہون کا کفارہ ہوجاتا ہی اور کچھ زیادتی بچ جاتی ہی جس سے وہ جنت مین جاتا ہی اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جو چیز تمکو کم دی گئی وہ یقین اور عزیمت صبر ہی اور جسکو ان دونون مین سے بہرہ ملا اُسکو پروا نہین اگر شب بیداری اور دن کے روزے
اُسکو نہ ملین اور لقمان نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت کی ہی اُسمین یہ بھی ہی کہ بیٹا عمل کی استطاعت بدون یقین کے نہین ہوتی اور آدمی اُتنا ہی
کرتا ہی جتنا اُسکو یقین ہوتا ہی اور عامل کا یقین جبتک کم نہین ہوتا ہی تب تک وہ عمل مین کوتاہی نہین کرتا اور یحیی بن معاذ فرماتے ہین کہ توحید
کا ایک نور ہی اور شرک کی آگ ہی تو شرک کی آگ سے جتنی نیکیان مشرکون کی جلتی ہین اُس سے زیادہ توحید کے نور سے موحدون کی برائیان جھلک
جاتی ہین اور نور سے مراد اُنکی یقین ہی اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین چند جا موقنین کے ذکر سے اشارہ فرمایا ہی کہ یقین خیرات اور سعادت
کا ذریعہ ہی اب اگر یہ کہو کہ یقین کے معنے کیا ہین اور اُسکے قوی اور ضعیف ہونے سے کیا مراد ہی تاکہ اول اُسکو سمجھ لین پھر اُسکی طلب مین
مشغول ہون کیونکہ جبتک اُسکی صورت سمجھ مین نہ آویگی اُسکی طلب ممکن نہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ یقین ایک لفظ مشترک ہی دو فریق اُسکو دو معنی
مین استعمال کرتے ہین اول اصطلاح مناظرہ والے اور اہل کلام کی ہی کہ شک کے نہونے کو یقین کہتے ہین اسلیے کہ نفس جو کسی چیز کی
تصدیق کرتا ہی اُسکے چار مقامات ہین ایک یہ کہ تصدیق اور تکذیب برابر ہون اُسکو شک کہتے ہین مثلاً اگر تم سے کسی خاص شخص کی نسبت
دریافت کیا جاوے کہ خدا تعالیٰ اُسکو عذاب کریگا یا نہین اور اُسکا حال تمکو معلوم نہین تو تمھارا نفس اثبات اور نفی مین سے کسی طرف
میل نہ کریگا اور کچھ حکم نہ لگا سکیگا بلکہ دونون باتین تمھارے نزدیک ہوسکتی ہین برابر ہونگی تو اسکو شک کہتے ہین دوسرے یہ کہ تمھارا
نفس دونون باتون مین سے ایک طرف کو مائل ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ دوسری بھی ہوسکتی ہی مگر اُسکا ہوسکنا ایسا ہو کہ وہ اول کی
ترجیح کا مانع نہین مثلاً جس شخص کو تم نیکبخت اور متقی جانتے ہو اگر اُسکا حال تمسے پوچھا جاوے کہ یہ اگر اسی حالت پر مرجاوے تو عذاب ہوگا یا نہین

اصل نہین ... اسی طرح روایت کیا ہی ... اور نہ کوئی چیز لوگون مین ... ۱۲

تو تمہارا دل اُنکے عذاب نہ ہونے پر زیادہ مائل ہوگا بہ نسبت عذاب ہونے کے اسلیے کہ نیکبختی کی علامتیں ظاہر ہین اور باوجود اسکے تم اسکے باطن
مین کوئی امر عذاب کے ہونیکا موجب تجویز کرسکتے ہو تو یہ تجویز اول میل کے ساتھ ہی مگر اُسکی ترجیح کی مانع نہین اس حالت کا نام ظن ہی تیسری یہ
کہ نفس کسی چیز کی تصدیق کی طرف اس طرح مائل ہو کہ وہ تصدیق نفس پر چھا جاوے اور اُسکا خلاف دل مین نہ گذرے اور اگر گذرے تو نفس اسکے
قبول کرنے سے انکار کرے مگر یہ تصدیق معرفت واقعی کے ساتھ نہو یعنے اگر اس حال والا اس امر مین خوب تامل کرے اور شک ڈالے اور تجویز کو
سنے تو اُسکے نفس مین گنجایش اس شبہہ کے ممکن ہونے کی ہو جاوے اس حال کو اعتقاد قریب یقین کے کہتے ہین جیسے عوام کا اعتقاد تمام امور
شرعیہ مین ہی کہ صرف سننے کی جہت سے اُنکے دلون مین جم گیا ہی یہانتک کہ ہر فرقہ اپنے مذہب کے صحیح ہونے کا اعتقاد کرتا ہی اور اپنے امام اور
پیشوا کو جانتا ہی کہ وہی ٹھیک کہتے ہین اور اگر کوئی اُنکے سامنے بیان کرے کہ تمہارے امام سے خطا بھی ہوسکتی ہی تو اس بات کو قبول نہ کرینگے چوتھی
تصدیق اور معرفت حقیقی ہی جو دلیل سے حاصل ہوتی ہی کہ جسمین نہ خود شک ہو نہ دوسرے کا شک مین ڈالنا متصور ہو تو جب اسمین شک کا ہونا
اور ہوسکنا دونون منع ہو وین وہ اہل مناظرہ اور کلام کے نزدیک یقین کہلاتا ہی اور اسکی مثال یہ ہی کہ مثلاً اگر کسی عاقل سے کہا جاوے کہ عالم مین کوئی چیز
موجود ایسی بھی ہی جو قدیم ہو تو وہ بالبداہت یعنی فوراً اسکی تصدیق نہین کرسکتا اسلیے کہ قدیم محسوس چیز نہین نہ آفتاب اور چاند جیسے ہی کہ اُسکے وجود
کی تصدیق آنکھ کی حس سے ہوتی ہی اور کسی چیز قدیم ازلی کا جاننا بدیہی اور اولی نہین کہ بلا تامل کہدیا جاوے جیسے یون جاننا کہ دو زیادہ ہین ایک سے
بلکہ ایسا بھی نہین جیسا اس جملہ کو جاننا کہ کسی حادث کا وجود بدون سبب کے محال ہی کہ اس جملہ کا علم بھی بدیہی ہی کچھ تامل کا محتاج نہین اس سے
معلوم ہوا کہ عقل کی طبیعت کا اقتضا یہ ہی کہ قدیم کے وجود کی تصدیق بلا ہچکچاہٹ کے فوراً کرنے مین توقف کرے پھر اسمین بعض لوگ تو ایسے ہین کہ
اس بات کو سنکر ایسی تصدیق پکی کرتے ہین کہ اسی پر چلے جاتے ہین تو اس قسم کی تصدیق تو اعتقاد ہی اور یہ سب عوام کا حال ہی اور بعض لوگ ایسے
ہین کہ وہ قدیم کے وجود کو دلیل سے تصدیق کرتے ہین مثلاً یون کہا جاوے کہ اگر کوئی قدیم موجود نہو تو سب موجودات حادث رہینگے اور جب سب
حادث ہونگے تو یا کل بلا سبب حادث ہونگے یا ایک بلا سبب حادث ہوگا اور یہ محال ہی تو جس بات سے محال لازم آوے وہ خود محال ہی اس
دلیل سے عقل مین کسی قدیم کے موجود ہونے کی تصدیق یقیناً لازم آویگی اسلیے کہ موجودات تین قسم ہوسکتے ہین یا کل قدیم ہون یا کل حادث
یا بعض قدیم ہون اور بعض حادث اگر سب قدیم ہون تو مطلب حاصل ہی اسلیے کہ قدیم کا وجود ثابت ہوگیا اور اگر کل حادث ہون تو محال ہی کیونکہ
اس سے بدون سبب کے حادث کا وجود لازم آتا ہی تو تیسری قسم خواہ اول قسم ثابت ہوگی اور یہی مطلوب ہی اور جو علم کہ اس طرح پر حاصل ہوتا ہی
وہ ان لوگون کے نزدیک یقین کہلاتا ہی خواہ دلیل سے ہو جیسا ہمنے ذکر کیا خواہ حس سے یا عقل کی سرشت سے جیسے حادث کے بدون سبب
محال ہونے کا علم ہی یا تواتر سننے سے جیسے مکہ کے موجود ہونے کا علم ہی یا تجربہ سے جیسے اس بات کا جاننا کہ پکی ہوئی سقمونیا دست آور
ہی غرضکہ اہل مناظرہ کے نزدیک یقین کے واسطے یہ شرط ہی کہ اسمین شک نہو تو جس علم مین شک نہوگا وہ اُنکے نزدیک یقین کہلاویگا اور اس
اصطلاح کے بموجب یقین کو قوی اور ضعیف نہین کہ سکتے اسلیے کہ شک کے نہونے مین کچھ فرق قوت وضعف کا نہین کہ اُسکے بموجب
یقین مین بھی قوت وضعف ہو دوسری اصطلاح فقیہون اور اہل تصوف اور اکثر علما کی ہی اس اصطلاح کے بموجب یقین وہ ہی کہ اُسمین
لحاظ ہونے اور شک کا نہ کیا جاوے بلکہ اُسکا دل پر استیلا اور غلبہ دیکھا جاوے تاکہ یون کہ سکین کہ فلان شخص کا یقین موت پر ضعیف ہی
باوجودیکہ موت مین وہ شک نہین رکھتا اور کہ فلان شخص کا یقین روزی کے پہونچنے پر قوی ہی حالانکہ ہوسکتا ہی کہ بعض اوقات اسکو روزی
نہ ملے حاصل یہ کہ جب نفس کسی چیز کی تصدیق کیطرف مائل ہو اور وہ تصدیق دل پر اس طرح غالب اور مستولی ہو جاوے
کہ نفس مین تصرف اور غلبہ اسی کا ہو اور اسی کی جہت سے رغبت اچھی چیز کی اور اجتناب بری چیز سے [illegible] ہو تو اس حالت کو
یقین کہتے ہین اسمین ظاہر ہی کہ موت کے باب مین سب لوگون کو پہلی اصطلاح کے بموجب یقین ہی [illegible]

کسی کو نہین مگر وہ دوسری اصطلاح کے بموجب یقین سا کو نہین ہو اسلیے کہ بعض لوگ ایسے ہین کہ وہ موت کی طرف کبھی دہیان ہی نہین کرتے
اور نہ اسکی تیاری کرین گویا انکو اسکا یقین نہین اور بعضون کے دل پر یہ یقین ایسا چہایا ہوا ہو کہ اپنی تمام ہمت کو اسی کی تیاری مین مستغرق کر رکھا ہو
اور دوسری چیز کی اسمین گنجائش ہی نہین رکھی تو اس جیسی حالت کو یقین کا قوی ہونا بولتے ہین اور اسی جہت سے بعضون نے کہا ہو کہ جس
یقین مین شک نہو اور وہ مشابہ ہو جاوے ایسے شک کے جسمین یقین نہو موت کے سوا دوسرا مجھے معلوم نہین ہوتا اور اس اصطلاح کے
بموجب یقین کی صفت قوت اور ضعف کے ساتھہ ہو سکتی ہو اور ہمنے جو علامت علماے آخرت کی یہ لکھی کہ انکی توجہ یقین کے پختہ اور
قوی کرنے کی طرف ہو تو ہماری غرض اس یقین سے ہو جو دونون اصطلاحون کے موافق ہو یعنے اول تو شک کا دور ہونا پہر نفس پر یقین کا
مسلط ہونا اسطرح کہ غلبہ اور حکم نفس پر اور تصرف اسکے اندر یقین ہی کا ہو جاوے اور جب تم یہ معلوم کر چکے تو اب تمکو اس قول کی غرض معلوم
ہو جاویگی کہ یقین تین قسمون پر منقسم ہوتا ہو اول اسکا قوی اور ضعیف ہونا دوم زیادہ اور کم ہونا سوم پوشیدہ اور ظاہر ہونا یعنی قوی اور ضعیف
ہونا بموجب دوسری اصطلاح کے ہو کہ دل پر استیلا اور غلبہ اسکا کیسا ہو اور قوت اور ضعف مین یقین کے معانی کے درجے بے انتہا ہین اور موت
کی تیاری مین خلق کی کمی اُنکے یقین کے معنون کے فرق کے بموجب مختلف ہو اور یقین کی پوشیدگی اور ظہور مین بھی انکار نہین ہو سکتا نہ تو اصطلاح
دوم کے بموجب اور نہ اول اصطلاح کے موافق مثلاً تمکو جو تصدیق مکہ اور فدک کے موجود ہونے کی ہو اور حضرت موسی اور یوشع علیہما السلام کے
وجود کا یقین ہو باوجودیکہ تمکو ان دونون تصدیقون مین شک نہین اسی لیے کہ منشا دونون کا خبر متواتر ہو مگر اول تصدیق کو تم اپنے دل مین زیادہ روشن
اور ظاہر پاتے ہو بہ نسبت دوسری کے اسی لیے کہ سبب اول مین قوی تر ہو یعنی بہت سے مخبرون کا ہونا اسی طرح مناظرہ کرنے والا پوشیدگی
اور ظہور کا فرق اپنی نظریات مین دیکھتا ہو جو دلیلون سے معلوم ہوتے ہین کیونکہ جو بات ایک دلیل سے واضح ہو گی وہ اتنی ظاہر نہ ہو گی جو بہت سی
دلیلون سے واضح ہو گی باوجودیکہ شک کے نہ ہونے مین دونون برابر ہین اور اس فرق کو کبھی اہل کلام انکار کرتے ہین جو علم کو کتابون اور سننے
سے حاصل کرتے ہین اور اپنے نفس کے ادراک پر غور نہین کرتے کہ ہر حال مین تفاوت رہتا ہو اور یقین کی کمی اور زیادتی متعلقات کی
کمی بیشی سے ہوتی ہو جیسے کہتے ہین کہ فلان شخص اس سے علم مین زیادہ ہو یعنے اسکی معلومات زیادہ ہین اور اسی وجہ سے کبھی عالم تمام
شرع کی باتون پر یقین قوی رکھتا ہو اور کبھی بعض باتون مین قوی الیقین ہوا کرتا ہو اب اگر یہ کہو کہ ہمنے یقین کی قوت اور ضعف اور قلت
اور کثرت اور پوشیدگی اور ظہور کے معنے بموجب اصطلاح اول یعنے نفی شک کے اور بموجب اصطلاح ثانی یعنے دل پر استیلا ہونے کے
تو سمجھ لیے مگر متعلقات یقین کے معنے کیا ہین اور یقین کے محل کون سے ہین اور کن چیزون مین یقین مطلوب ہوتا ہو کہ ہمکو جبتک یہ معلوم
نہو کہ یقین کو کسی چیزون مین مطلوب ہوتا ہو تو ہم اسکی طلب کیسے کر سکینگے تو اسکا جواب یہ ہو کہ یقین کی محل وہ چیزین ہین جو انبیا علیہم
السلام اول سے آخر تک لاے ہین اسلیے کہ یقین ایک معرفت مخصوص کا نام ہو اور اسکے متعلق وہ معلومات ہین جنکو شریعتین لائی ہین تو اس
سے معلوم ہوتا ہو کہ اسکے شمار کرنے کی ہوس نہین ہو سکتی مگر ہم انمین سے بعض بتاے دیتے ہین جو یقین کے محلون کی اصل ہین مثلاً انمین
سے ایک توحید ہو یعنے تمام اشیا کو مسبب الاسباب سے سمجھنا اور درمیانی وسیلون پر التفات نہ کرنا بلکہ وسیلون کو انکا فرمان بردار سمجھنا اور
انکا اثر کچھہ نہ جاننا تو جو شخص ان امور کی تصدیق کریگا وہ موحد ہو گا پہر اگر تصدیق کے ساتھہ دل مین سے شک بھی دور ہو جاویگا تو پہلی
اصطلاح کے بموجب موقن ہو گا اور اگر ایمان کے ساتھہ تصدیق اس طرح غالب ہو جاویگی کہ دنیاوی چیزون پر غصہ ہونا اور انسے راضی ہونا
اور انکا مشکور ہونا دل سے دور ہو جاوے اور انکو اپنے دل مین ایسا سمجھے جیسے قلم اور ہاتھہ انعام کے فرمان لکھنے والے کی نسبت کہ
کہ وہ قلم اور ہاتھہ کا مشکور ہوا اور نہ انپر غصہ کرے بلکہ انکو آلہ اور مسخر محض کا جانا کرتا ہو تو اس صورت مین دوسری اصطلاح کے موافق اہل یقین
ہوگا اور یہ یقین پہلے یقین سے اشرف ہو اور یہی یقین کا ثمرہ اور فائدہ اور روح ہو اور جب آدمی کے نزدیک یہ ثابت ہو جاوے کہ آفتاب اور چاند اور ستارے

اور جمادات اور نباتات اور حیوانات اور تمام مخلوق خدا تعالیٰ کے امر کی اس طرح مسخر ہیں جیسے قلم کاتب کے ہاتھ میں اور قدرت ازلی ہی سب کی مصدر ہے تو اسکے دل پر توکل اور رضا اور تسلیم کا غلبہ مستولی ہو جاویگا اور غضب اور کینہ اور حسد اور بدخلقی سے بری اور پاک ہو جاویگا ایک محل یقین کا تو یہ ہوا دوسرا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق کی کفالت فرمائی ہے اس آیت میں وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقہا اسپر اعتماد اور یقین کرے کہ یہ رزق ضرور پہونچیگا اور جو کچھ میری قسمت میں ہے وہ میرے پاس بھیج دیا جاویگا اور جب یہ بات دل پر غالب ہو جاویگی تو طلب رزق شرعی طور پر کریگا اور جو چیز اس سے فوت ہو جاویگی اسپر افسوس نہ کریگا نہ حرص و طمع کا دامن دراز کریگا اور اس یقین سے بھی کچھ طاعات اور عمدہ اخلاق ظاہر ہونگے تیسرا یہ کہ دل پر مضمون اس آیت کا غالب ہو فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرة شرا یرہ یعنی ثواب اور عذاب کا یقین ہو یہانتک کہ یہ سمجھے کہ طاعات کو ثواب سے ایسی نسبت ہے جیسے روٹی کو ہے پیٹ بھرنے سے اور گناہوں کو عذاب سے وہ علاقہ ہے جیسے زہروں اور سانپوں کو ہے ہلاک کرنے سے تو جیسے شکم سیری کے لیے روٹی حاصل کرنے کا حریص ہوتا ہے اور تھوڑی بہت کتنی ہی ہو اسکی حفاظت کیا کرتا ہے اسی طرح طاعتوں کا حریص ہو اور تھوڑی بہت سب کو بجالانے کا مشتاق ہو اور جس طرح زہر قلیل اور کثیر سے اجتناب کرتا ہے اسی طرح گناہوں ادنیٰ اور اعلیٰ اور تھوڑے بہت سے اجتناب کرے اس امر میں یقین بموجب اصطلاح اول کے تو اکثر ایمانداروں کو ہوتا ہے مگر اصطلاح ثانی کے موافق خاص مقرب شخصوں کو ہوا کرتا ہے اور اس یقین کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے حرکات اور سکنات اور خطروں کو دیکھتا رہتا ہے اور تقوی میں اور ہر قسم کی برائی سے بچنے میں مبالغہ کرتا ہے اور جسقدر یہ یقین غالب ہوگا اسی قدر گناہوں سے احتراز اور طاعات کے لیے تیاری زیادہ ہوگی چوتھے یہ کہ یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہر حال میں مجھپر مطلع ہے اور میرے دل کے وسوسوں اور خفیہ خطروں اور فکروں کو دیکھتا ہے اس بات کا یقین بموجب اصطلاح اول کے تو ہر ایماندار کو ہوتا ہے یعنی کسی کو اس امر میں شک نہیں مگر دوسری اصطلاح کے بموجب اسکا یقین کمیاب ہے اور وہی مقصود ہے البتہ صدیقوں کو اس مرتبے کا یقین ہوا کرتا ہے اور اس یقین کا ثمرہ یہ ہے کہ انسان تنہائی میں بھی اپنے سب کاموں میں ادب سے رہتا ہے جیسے کوئی شخص کسی بڑے بادشاہ کی نظروں کے سامنے بیٹھا ہو کہ ہر وقت گردن جھکائے اپنے سب اعمال میں ادب کا لحاظ رکھتا ہے اور ایسی حرکت سے جو مخالف ادب کے ہو احتراز کیا کرتا ہے اسی طرح جب یہ معلوم کرلے کہ اللہ تعالیٰ میرے باطن پر ایسا مطلع ہے جیسا خلق کے لوگ ظاہر پر مطلع ہوتے ہیں تو ظاہر کے اعمال اور باطن کی فکر میں یکسان رہنا چاہیے بلکہ باطن کی آبادی اور صفائی اور زینت اور پاکی میں جو خدا تعالیٰ کی نظر میں ہے اور بھی زیادہ مبالغہ کرنا چاہیے بہ نسبت ظاہر کے بناؤ کے جو لوگوں کے لیے کرتے ہیں اور یہ مقام یقین کا حیا اور خوف اور انکسار اور ذلت اور مسکنت اور خشوع اور بکثرت اخلاق عمدہ کا مورث ہوا کرتا ہے اور یہ اخلاق بڑی بڑی طاعتوں کے موجب ہوتے ہیں ۔ حاصل یہ ہے کہ ان امور میں سے کسی امر میں یقین کا حال مثل درخت کے ہے اور یہ اخلاق دل میں مثل شاخوں کے ہیں جو اس درخت سے نکلے ہوں اور اعمال اور طاعات جو اخلاق سے صادر ہوتے ہیں وہ بمنزلہ پھلوں اور کلیوں کے ہیں کہ شاخوں سے نکلتی ہیں غرضکہ یقین اصل اور اساس ہے اور اسکے محل اور مقام بہ نسبت مقامات مذکورہ بالا کے بہت زیادہ ہیں چنانچہ عنقریب جلد چہارم منجیات میں انشاء اللہ انکا بیان ہوگا یہاں لفظ کے معنے سمجھانے کے لیے اسی قدر کافی ہے اور ایک علامت علماء آخرت کی یہ ہے کہ غمگین انکسار کے ساتھ سر جھکائے خاموش رہے صورت اور لباس اور سیرت اور حرکت اور سکون اور گفتگو اور خاموشی سب میں خوف کا اثر ظاہر ہو جب انکی صورت کوئی دیکھے تو خدا یاد آوے اور ظاہر حال ہی انکے عمل کی دلیل ہو جاوے اور مضمون صورت میں حالش مپرس کا مصداق ہو علماء آخرت کی فروتنی اور ذلت اور مسکینیت انکے بشرے ہی سے معلوم ہو جاتی ہے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو کوئی لباس اس سے بہتر نہیں پہنایا کہ وقار کے ساتھ فروتنی ہو یہ لباس انبیاء علیہم السلام کا ہے اور نیک بخت صدیقوں اور علما کی علامت ہے اور گفتگو بنا

مثلاً کوئی لیٹن پاؤں پھیلانے والا نہیں [illegible]

کرنی اور خوش تقریری میں پڑا رہنا اور ہنسی میں ڈوبا رہنا اور حرکت اور کلام میں تیزی کرنی یہ سب علامتیں شقی اور خدا تعالیٰ کے عذاب عظیم
اور شدت غضب سے بیخوف اور غافل رہنے کی ہیں اور اُن دنیا داروں کا طریق ہے جو اللہ تعالیٰ کو بھولے ہیں علماے باللہ کا یہ طور نہیں ہے
اسلیے کہ عالم بموجب قول سہیل تستری کے تین ہیں ایک وہ کہ خداے تعالیٰ سے اور اسکے امر سے واقف ہیں مگر اسکے ایام سے ناواقف
یہ وہ لوگ ہیں کہ حلال اور حرام کے باب میں حکم کرتے ہیں اس طرح کا علم خوف خدا کا مورث نہیں ہوتا اور ایک وہ کہ خدا کو جانتے ہیں اور
اسکے امر اور ایام کو نہیں جانتے یہ لوگ عوام ایماندار ہیں اور ایک وہ کہ خداے تعالیٰ کو بھی جانتے ہیں اور اسکے امر اور ایام سے بھی واقف
ہیں یہ لوگ صدیق ہیں اور خوف اور فروتنی صرف انھیں پر غالب ہوتی ہے ایام سے اُنکی مراد اقسام عقوبات پوشیدہ اور باطنی نعمتیں جنکو اللہ
تعالیٰ پہلے اور پچھلے فرقوں پر رحمت فرماتا ہے پس جس شخص کا علم اُن چیزوں پر محیط ہوگا اسکو خوف بھی بڑا ہوگا اور فروتنی بھی ظاہر ہوگی
اور حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ علم کو سیکھو اور علم کے لیے وقار اور حلم کو سیکھو اور جس شخص سے سیکھتے ہو اسکے لیے تواضع کرو اور جو شخص تم سے
سیکھے اسکو چاہیے کہ تمسے فروتنی کرے اور علماے جابر مت بنو کہ تمھارا علم جہل کی برابر بھی نہو۔ اور کسی نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی
بندہ کو علم دیتا ہے تو اسکو علم کے ساتھ حلم اور فروتنی اور خوش خلقی اور نرمی بھی دیتا ہے علم سفید اسی کا نام ہے اور کسی بزرگ کا ارشاد ہے کہ جس
شخص کو اللہ تعالیٰ علم اور زہد اور تواضع اور خلق حسن عنایت فرماوے تو وہ متقیوں کا امام ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ بعض لوگ میری
امت میں سے بہتر ایسے ہیں کہ ظاہر میں تو خدا تعالیٰ کی رحمت کے وسیع ہونے سے ہنستے ہیں اور خفیہ اُسکے عذاب کے خوف سے روتے
ہیں اُنکے بدن زمین میں ہیں اور دل آسمان میں اُنکی جانیں دنیا میں ہیں اور عقلیں عقبیٰ میں وقار کے ساتھ چلتے ہیں اور وسیلے سے
تقرب اللہ تعالیٰ کا کرتے ہیں یعنی جس امر کو باعث تقرب جانتے ہیں اسکو بجا لاتے ہیں۔ اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ حلم علم
کا وزیر ہے اور نرمی اسکا باپ ہے اور تواضع اسکا لباس۔ اور بشر بن حارث کہتے ہیں کہ جو شخص علم سے ریاست کا طالب ہو تو اللہ تعالیٰ کا
تقرب اس سے عداوت رکھتا ہے اسلیے کہ وہ آسمان اور زمین میں مبغوض ہے۔ اور بنی اسرائیل کی حکایات میں مروی ہے کہ ایک حکیم نے تین سو
ساٹھ کتابیں حکمت میں لکھیں یہاں تک کہ حکیم نامی ہوا اللہ تعالیٰ نے اُنکے نبی پر وحی بھیجی کہ فلاں شخص سے کہدو کہ تو نے اپنی کتب سے
زمین بھر دی اور اُنمیں سے کسی چیز سے تو نے میری نیت نہیں کی اور میں تیری ایک سے کچھ نہیں قبول کرتا جب اُس حکیم کو خبر ہوئی تو
نادم ہوا اور وہ بات ترک کی اور عوام میں ملگیا اور بازاروں میں پھرا اور بنی اسرائیل کے ساتھ کھانا پینا اختیار کیا اور اپنے جی میں فروتنی
کی پھر اللہ تعالیٰ نے اُنکے نبی پر وحی بھیجی کہ اُس سے کہدو کہ اب تجھکو توفیق میری رضامندی کی ملی۔ اور اوزاعیؒ بلال بن سعد کا حال بیان
کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ تم میں سے کوئی اگر شحنہ کے سپاہی کو دیکھتا ہے تو خدا تعالیٰ سے اُس سے پناہ مانگتا ہے اور اگر علماے دنیا کو
دیکھتا ہے جو اپنی عادتیں بناے رکھتے ہیں اور ریاست کے شائق ہیں تو اُنکو برا نہیں سمجھتا حالانکہ سپاہی کی نسبت کر زیادہ مستحق نفرت اور
دشمنی کے یہ لوگ ہیں۔ اور مروی ہے کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اعمال میں سے افضل کونسا ہے آپ نے فرمایا کہ
محرمات سے بچنا اور ہمیشہ خدا کی یاد میں رطب اللسان رہنا پھر کسی نے سوال کیا کہ یاروں میں سے کونسا اچھا ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ عمدہ
ہے کہ جب تم ذکر خدا کرو تو تمھاری مدد کرے اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو بھول جاؤ تو تمھیں یاد دلاوے پھر پوچھا کہ ساتھیوں میں برا کونسا ہے آپ نے
فرمایا کہ سب میں برا وہ ساتھی ہے کہ جب تم خدا کو بھول جاؤ تو وہ یاد نہ دلاوے اور جب اسکا ذکر کرو تو مدد نہ کرے پھر پوچھا کہ لوگوں میں سے زیادہ
عالم کونسا ہے آپ نے فرمایا کہ جو خداے تعالیٰ سے زیادہ خوف رکھتا ہو پوچھا کہ آپ ہمکو ہم میں سے بہتر لوگ ارشاد فرماویں کہ ہم اُنکے
پاس بیٹھا کریں آپ نے فرمایا کہ ایسے لوگ وہ ہیں کہ جب اُنپر نظر پڑے خدا یاد آوے پوچھا کہ سب لوگوں میں برے کونسے ہیں آپ نے فرمایا
کہ الٰہی میں تجھسے مغفرت چاہتا ہوں (یہ کلمہ اُنکے شر سے پناہ میں رہنے کے لیے ارشاد فرمایا) لوگوں نے کہا یہ عرض کیا کہ آپ ہمکو بتلا دیجیے

ح حاکم بیہقی ابن عیاض ابن ماجہ بیہقی نے ضعیف سند سے روایت کیا ع ان خاص لفظوں سے جو احیا میں ہیں نہیں ملی مگر طبرانی اور ابن السنی اور دارمی نے اسکے مضامین اور الفاظ میں بیان کیے ہیں ۱۲

آپ نے فرمایا کہ وہ علما ہین جب بگڑ جاوین۔ اور ایک حدیث مین آپ نے ارشاد فرمایا ہی کہ قیامت کے دن سب لوگون سے زیادہ امن اسکو ہوگا جو دنیا مین فکر زیادہ کرتا تھا اور سب مین زیادہ آخرت مین وہ ہنسے گا جو دنیا مین سب سے زیادہ رویا ہوگا اور سب سے زیادہ خوش وہ ہوگا جو دنیا مین بہت دنون رنج مین رہا ہوگا۔ اور حضرت علیؓ نے اپنے ایک خطبے مین ارشاد فرمایا ہی کہ میرا ذمہ ہی اور مین اس بات کا ضامن ہونگا کہ کسی قوم کی زراعت عمل کو تقوی کے ہوتے ہوئے زردی اور تباہی کا نقصان نہین اور نہ کسی کام کی جڑ کو ہدایت کے ہوتے خشکی کا زیان اور لوگون مین سے جاہل تر وہ ہی جو خوف خدا کی قدر نہ جانے اور اللہ تعالی کے نزدیک سب سے برا وہ شخص ہی کہ جو علم کو ہر جگہ سے جمع کرکے فتنہ کی تاریکیون مین چھپا پایا ہے ایسے ویسے اور رذیل لوگون نے اسکا نام عالم رکھ دیا اور وہ علم مین ایک دن بھی سلامت نہ چیا صبح کو اٹھتے ہی وہ چیز بہت سی لی جسمین سے تھوڑی ہی بہ نسبت بہت کے اچھی ہی یہان تک کہ جب مڑے پانی سے سیراب ہو جاتا ہی اور بے فائدہ امور کی کثرت کرتا ہی تو لوگون کے واسطے مفتی بن بیٹھتا ہی کہ جو امر غیر پر مشتبہ ہی اسکو اس سے خلاص کرے اور جب کوئی مبہم بات اسکے سامنے پیش ہوتی ہی تو اسکے لیے اپنی تجویز سے ایک لغو قیاس بنا لیتا ہی تو وہ شخص شبہون کی تاریکی سے مکڑی کے سے جالے مین ہی یہ نہین جانتا کہ مین چوک گیا یا ٹھیک کیا بہت سی جہالتون کا مرتکب اور بے سمجھے عقلی تکے مارتا ہی جس چیز کو نہین جانتا اسکا عذر نہین کرتا کہ بچ جاوے اور نہ علم کو دانتون سے مضبوط پکڑے کہ غنیمت پاوے خون ناحق اسکے ہاتھون روتے ہین اور اسکے حکم سے زنا حلال ہوتے ہین بخدا کہ جو سوال اسپر پیش ہوا نہ اسکے جواب کی قدرت اسکو حاصل ہی اور نہ جو امر کہ اسکو تفویض ہوا اسکے وہ قابل ہی لوگ ہین کہ عذاب اور عقاب کے مستحق ہوے اور زندگی بھر نوحہ اور گریہ کے لائق۔ اور یہ بھی آپ کا ارشاد ہی کہ جب تم علم کو سنو تو خاموش رہو اور اسکو ہزلیات مین مت ملاؤ ورنہ دل مین اسکی تاثیر نہوگی۔ اور بعض سلف کا قول ہی کہ عالم جب ایک دفعہ ہنستا ہی تو ایک لقمہ علم کا منہہ سے نکال ڈالتا ہی اور بعضون نے یہ کہا ہی کہ استاد مین اگر تین باتین ہون تو انکے سبب سے شاگرد پر پوری نعمت ہوگی اول صبر کرنا دوم تواضع سوم خوش خلقی اور جب شاگرد مین تین امر ہون تو انسے استاد پر نعمت کامل ہو جاتی ہی ایک عقل دوسرے ادب تیسرے اچھی سمجھ۔ حاصل یہ کہ جو اخلاق کلام اللہ مین مذکور ہین علماے آخرت انسے خالی نہین ہوتے وہ لوگ قرآن مجید کو عمل کے واسطے سیکھتے ہین صرف پڑھنے پڑھانے کے واسطے نہین سیکھتے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہین کہ ہماری عمر گذری کہ یہی دیکھا کئے کہ اصحاب کو قرآن مجید سے پیشتر ایمان عطا ہوا تھا اور جب سورت نازل ہوتی تھی تو ہم اسکے حلال اور حرام اور امر اور نہی کو جان لیتے تھے اور سورت مین جس جگہ توقف چاہیے وہ مقام معلوم کر لیتے تھے اور اب مین ایسے لوگون کو دیکھتا ہون کہ انکو ایمان سے پیشتر قرآن ملتا ہی اور وہ الحمد سے لیکر آخر قرآن تک پڑھ جاتے ہین یہ نہین جانتے کہ اسمین حکم کیا ہی اور منع کس امر سے ہی اور کس جگہ توقف کرنا چاہیے اسکو سڑے چھوہارون کی طرح بکھیرتے چلے جاتے ہین۔ اور ایک روایت مین اسی کے قریب وارد ہی کہ ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید سے پیشتر ایمان عنایت ہوا تھا اور عنقریب تمہارے بعد کچھ لوگ آوینگے کہ انکو ایمان سے پہلے قرآن ملیگا کہ وہ اسکے الفاظ وحروف کو تو درست کرینگے اور اسکے حدود یعنی امر ونہی کو ضائع کرینگے اور کہینگے کہ ہمنے پڑھا ہی ہمسے زیادہ پڑھنے والا کون ہی اور ہمنے جانا ہمسے زیادہ جاننے والا کون ہی انکا حصہ قرآن سے اسی قدر ہی اور بعض روایت مین یہ بھی آیا ہی کہ یہ لوگ اس امت کے برے ہین۔ اور بعض کا قول ہی کہ پانچ اخلاق ہین جو علماے آخرت کی علامت ہین اور وہ قرآن مجید کی پانچ آیتون سے سمجھے جاتے ہین اول خوف دوم خشوع سوم فروتنی چہارم حسن خلق پنجم آخرت کو دنیا پر اختیار کرنا جو سب کی اصل ہی خوف تو اس آیت سے مفہوم ہوتا ہی انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اور خشوع اس آیت سے خاشعین للہ لا یشترون بآیات اللہ ثمنا قلیلا اور فروتنی اس سے واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین اور حسن خلق اس سے فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم اور زہد اس سے وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن آمن وعمل صالحا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۱

یہ آیت پڑھی افمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام تو کسی نے عرض کیا کہ اس شرح سے کیا مراد ہو آپ نے فرمایا کہ نور جسوقت دل مین
ڈالا جاتا ہو اُسکے لیے سینہ کھل جاتا ہو عرض کیا کہ اُسکی کوئی پہچان بھی ہو آپ نے فرمایا کہ ہان دنیا سے علیحدہ رہنا اور دار پایدار کی طرف
رجوع کرنا اور موت کے آنے سے پیشتر اُسکی تیاری کرنی اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہو کہ اکثر گفتگو علم و اعمال کی کرے اور جو
چیزین کہ عمل کو فاسد کرتی ہین اور دلون کو پریشان کرتی ہین اور وسواس کو ابھارتی ہین اور شر کو اُٹھا کھڑا کرتی ہین اُنکے حال سے بحث کرے
کیونکہ دین کی اصل شر سے بچنا ہو اور اسی لیے کسی نے کہا ہو قطعہ بدی کے علم سے ہمکو بدی نہین منظور ۔ ولے بچے رہین اُس سے یہی ہو
اپنی مراد کہ شر کے حال سے جو آدمی نہین آگاہ ۔ بعید کیا ہو کہ وہ شر مین پڑکے ہو برباد ۔ اور ایک وجہ یہ ہو کہ اعمال جو فعلی ہین وہ آسان ہین اُن
سب مین اعلی یہ ہو کہ زبان و دل سے اللہ تعالی کے ذکر کی مداومت کرے لیکن اسکی خوبی جب ہو کہ جو چیز اعمال کی مفسد اور دل کی پریشان کرنے والی
ہو اُسکو پہچانے اور اُسکی شاخین اور فروعات بہت سی ہین اور طریق آخرت کے چلنے مین اکثر اُنکی طرف ضرورت ہوتی ہو اور سب اُنمین مبتلا
ہوتے ہین اسلیے اُنکا پہچاننا ضروری ہو باقی رہے علماے دنیا تو وہ حکومات اور مقدمات کے نادر تفریعات سیکھا کرتے ہین اور اُنھین کے
درپے رہتے ہین اور ایسی صورتون کے گڑھنے مین محنت اُٹھاتے ہین کہ قرنون تک کبھی واقع نہون اور اگر ہون تو اُنکے لیے نہون بلکہ غیرون کے
لیے ہون اور اُنکے واقع ہونے کی صورت مین بھی اُنکے بتانے والے بہت سے ہون اور جو چیزین کہ ان علما کے ساتھ ہردم ہین اور رات اور
دن مین اُنکے خطرون اور وسوسون اور اعمال مین لگی رہتی ہین اُنکو چھوڑ بیٹھے ہین اور جو شخص کہ اپنی ضرورت لازم ہر وقت ہونے والی
کو ترک کرے اور دوسرے کی ایسی مہم اختیار کرے کہ جو کمتر ہوتی ہو اور غرض اس سے خلق کے تقرب اور مقبول ہونے کو خدا تعالی کے تقرب
اور قبول پر اختیار کرتا ہو اور یہ لالچ ہو کہ اُسکے دنیادار مجکو فاضل محقق اور عالم مدقق کہین تو اُسکے برابر سعادت سے دور اور کوئی نہوگا اور اسکا بدلہ
خدا تعالی کی طرف سے یہ ہو کہ نہ تو دنیا مین خلق کے نزدیک مقبول ہوکر منتفع ہون نہ آخرت مین خدا تعالی کے یہان بلکہ زمانے کے مصائب سے
زندگی تلخ گذرے پھر قیامت مین مفلس تہی دست جاوین اور علماے آخرت کے نفع اور مقربون کی فلاح کو دیکھ کر پچھتاوین یہ بڑا بھاری ٹوٹا ہو
حضرت حسن بصریؒ لوگون کی نسبت کر کلام کرنے مین زیادہ تر مشابہ انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کے تھے اور سیرت اور طریق مین اصحاب
رضی اللہ عنہم کے زیادہ تر قریب اورون سے تھے اُنکے ان دونون امرون مین سب کا اتفاق ہو اور اُنکا وعظ اکثر دلون کے خطرون اور
اعمال کی خرابیون اور نفسون کے وسوسون اور نفس کی خواہشون مین سے خفیہ اور دقیق کے باب مین ہوا کرتا تھا کسی نے اُنسے یہ بھی پوچھا
کہ آپ ایسی تقریر فرماتے ہین کہ جو ہم اورون سے نہین سنتے آپ نے یہ تقریر کس سے سیکھی فرمایا کہ حذیفہ بن الیمان ؓ سے اور حضرت حذیفہ بن الیمان
سے کسی نے پوچھا کہ آپ وہ گفتگو کرتے ہین کہ آپ کے سوا اصحابہ مین اور کسی سے ہم نہین سنتے آپنے یہ کہان سے سیکھی فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے مجکو اس تقریر سے خاص فرمادیا ہو لوگ تو آپ سے خیر کا حال پوچھا کرتے تھے اور مین آپ سے بدی کا حال پوچھتا تھا اس ڈر سے
کہ کہین اُسمین مبتلا نہو جاؤن اور یہ مین نے جان لیا تھا کہ خیر میرے پاس نہ آویگی اور ایک روایت مین یہ ہو کہ مین نے جان لیا کہ جو شر کو نہین پہچانتا
وہ خیر کو بھی نہین جانتا اور ایک مین اسطرح ہو کہ آپنے فرمایا کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کرتے تھے کہ جو شخص ایسا ایسا کام کرے
اُسکو کیا ثواب ہو یعنی اعمال اور اُنکے فضائل کا حال پوچھتے تھے اور مین پوچھا کرتا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلان فلان اعمال کو کونسی
چیز فاسد کر دیتی ہو جب آپنے مجکو دیکھا کہ عمل کی آفتون ہی کا حال پوچھتا ہون تو مجکو خاص یہی علم تعلیم فرمایا اور حضرت حذیفہ منافقون
کے جاننے مین بھی مخصوص تھے علم نفاق اور اُسکے اسباب اور فتنہ کی باریکیون کے جاننے مین یکتا تھے حضرت عمرؓ اور عثمانؓ اور بڑے بڑے
صحابیؓ اُنسے اعمال عام اور خاص فتنون کا پوچھا کرتے اور لوگ اُنسے منافقون کا حال پوچھتے تو جتنے باقی رہے تھے اُنکے شمار بتلا دیتے
نام نہ بتاتے اور حضرت عمرؓ اُنسے اپنا حال پوچھا کرتے کہ مجھ مین تو کوئی نفاق کی بات نہین پاتے وہ آپ کو بری اور صاف فرمادیتے اور

[illegible] ۱۲
یہ روایت بخاری و مسلم مین بروایت مختصر طور پر آئی ہو ۱۲

جب حضرت عمرؓ کسی جنازے کی نماز پڑھنے کو بلائے جاتے تو آپ دیکھتے اگر حضرت حذیفہؓ کو جنازے کے ساتھ شریک اور موجود پاتے تب تو نماز پڑھتے اور اگر وہ وہان نہوتے تو نماز نہ پڑھتے اور حضرت حذیفہ کا نام صاحب السر یعنی رازدار تھا غرضکہ دل کے مقامات اور احوال پر توجہ رکھنی علامات آخرت کا قاعدہ ہی اسلیے کہ قرب الٰہی کی طرف سعی کرنے والا دل ہی ہی اور اب یہ فن کمیاب اور پرانا ہوگیا اور اگر کوئی عالم اس فن مین کسی چیز کے درپے ہوتا ہی تو لوگون کو عجیب معلوم ہوتا ہی اور بعید جانتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ صرف واعظون کا دھوکا ہی تحقیق کہان ہی تحقیق صرف جھگڑے کی باتون مین سمجھتے ہین واقع مین کسی نے سچ کہا ہی قطعہ طریقے ہین بہت سے پر رہ حق ہی جدا گانہ ٭ جو سالک اس طریقے کے ہین وہ بھی ہوتے ہین یکتا ٭ نہ انکو کوئی جانے اور نہ کوئی انکے مطلب کو ٭ مزے مین وہ غرض چلتے ہین اس مقصود کا رستا ٭ بیچ مین جون سے مطلب کو اس سے لوگ ہین غافل ٭ کہ اکثر خلق راہ حق سے غفلت مین ہی سرتاپا ٭ بالجملہ اکثر لوگ ایسی ہی چیز کی طرف راغب ہین جو سہل تر اور انکی طبیعت کے موافق ہو اسلیے کہ حق تلخ ہی اور اسپر آگاہ ہونا مشکل ہی اور اسکا دریافت کرنا نہایت سخت ہی اور اسکا طریق دقیق ہی خصوصًا دل کے صفات کو معلوم کرنا اور اسکو برے اخلاق سے پاک کرنا کہ یہ تو ہمیشہ کی جان کندنی ہی اور جو شخص اسکے درپے ہوتا ہی وہ ایسا ہی جیسے دوا پینے والا کہ دوا کی تلخی پر بامید شفاے آیندہ صبر کرتا ہی یا ایسا ہی کہ گویا عمر بھر روزے رکھتا ہی کہ وہ بھی سختیون کی برداشت اسلیے کرتا ہی کہ مرنے پر اسکی عید ہو جاوے پس ایسے طریق کی رغبت کس طرح بہت ہو سکتی ہی اور اسی وجہ سے مشہور ہی کہ بصرے مین ایک سو بیس واعظ تھے جو نصیحت و پند کیا کرتے تھے مگر علم یقین اور دلون کے حالات اور باطن کے صفات پر کوئی سواے تین شخصون کے گفتگو نہ کرتا تھا اور سہل تستری اور صبیحی اور عبدالرحیم تھے اور اورون کے وعظ مین اتنے لوگ ہوتے تھے کہ شمار سے زائد ہون اور ان تین کے وعظ مین بہت کم ہوتے تھے کبھی ایسا ہوتا ہوگا کہ دس سے زیادہ ہوتے ہون اسلیے کہ نفیس اور عمدہ چیز کے اہل خاص ہی لوگ ہوتے ہین اور جو چیز عوام کو دیجاتی ہی وہ سہل ہوتی ہی اسکے خواستگار بہت ہو جاتے ہین اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہی کہ اپنے علوم مین اعتماد اپنی بصیرت اور دل کی صفائی کے ادراک پر کرے کتابون اور صحیفون پر نہ کرے اور نہ اس چیز پر جو دوسرے سے سنے تقلید کے لیے صرف صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم ہین جس بات کا آپ نے امر فرمایا اور جسکو کہا کہ اسمین آپ ہی کی تقلید کرے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تقلید بھی اس جہت سے کرے کہ انکا کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا پھر جب پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آپکے اقوال اور افعال کے قبول کرنے مین بجا لاوے تو چاہیے کہ انکے اسرار کے سمجھنے کا حریص ہو اسلیے کہ پیروی فعل اسی لیے کرتا ہی کہ صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو کیا ہی اور آپ کا کرنا ضرور ہی کہ کسی راز کے باعث ہوگا اسی لیے چاہیے کہ اعمال اور اقوال کے اسرار کے باب مین خوب تلاش کرے کیونکہ اگر جو کچھ سنیگا اسکو یاد کریگا تو علم کا ظرف ہو جاویگا عالم نہوگا اور اسی لیے پہلے زمانے مین اس قسم کے آدمی کو کہا کرتے تھے کہ فلان شخص علم کے ظروف مین سے ہی اور عالم نہ کہتے تھے پس جس حال مین کہ علم والا یاد کرلے اور فعل کی حکمت اور اسرار سے ناواقف ہو تو اسکو عالم نہ کہینگے اور جسکے دل سے پردہ اٹھ گیا ہو اور نور ہدایت سے منور ہو گیا ہو وہ بذات خود متبوع اور پیشوا ہو جاتا ہی اسکو نہ چاہیے کہ دوسرے کی تقلید کرے اور اسی لیے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہی کہ سواے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی ایسا شخص نہین ہی کہ اسکی ساری باتین مان لیجاوین بعض مان لیجاتی ہین اور بعض نہین مانی جاتین اور حضرت ابن عباس نے فقہ حضرت زید بن ثابتؓ سے سیکھی تھی اور قرأت حضرت ابی بن کعبؓ کو سنائی تھی پھر ان دونون علمون مین دونون استادون کا اختلاف کیا اور بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ جو کچھ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہونچا ہی اسکو تو ہم بسر و چشم مانتے ہین اور جو صحابہؓ سے پہونچا ہی اسمین سے بعض کو اختیار کرتے ہین اور بعض پر عمل نہین کرتے اور جو تابعین سے پہونچا ہی تو وہ بھی آدمی ہین اور ہم بھی آدمی اور صحابہ کو فضیلت اس وجہ سے ہی کہ انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے قرائن کو دیکھا اور جو باتین کہ قرائن سے معلوم ہوتین

اسپر انکا دل متعلق ہوا اور اسی تعلق سے ٹھیک صواب پر رہے اور مشاہدہ قرینون کا ایسا ہی کہ روایت اور الفاظ مین داخل نہین ہوتا بلکہ انپر نور
نبوت کا فیضان اتنا تھا کہ اکثر خطا سے محفوظ رہین۔ اور جبکہ غیر سے سنی ہوئی بات پر اعتماد کرنا ناپسند تقلید ہے تو کتابون اور تصنیفون پر اعتماد
کرنا تو زیادہ بعید ہی بلکہ کتابین اور تصنیفین نئی چیزین ہین کہ زمانہ صحابہؓ اور کسی قدر تابعین کے شروع زمانے مین کوئی کتاب یا تصنیف نہ تھی
ہجرت کے ایک سو بیس برس پیچھے تمام صحابہؓ اور کچھ تابعین کی وفات کے بعد مثل وفات سعید بن مسیبؓ اور حسن بصریؒ اور دوسرے عمدہ تابعین
کے تالیف ہوئین بلکہ اول کے لوگ حدیث کی کتابون کا لکھنا اور تصنیف کرنا برا جانتے تھے اس غرض سے کہ لوگ ان کتابون کے باعث ذکر یاد اور
قرآن کا پڑھنا اور سمجھنا کہین نہ چھوڑ بیٹھین اور کہتے تھے کہ جیسے ہم یاد کیا کرتے تھے ویسے تم بھی یاد کرو اور اسی سبب سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور کچھ
اور صحابہؓ نے قرآن مجید کا مصحف مین جمع کرنا مناسب نہ سمجھا اور فرمایا کہ ہم کس طرح ایسی بات کرین جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین کیا
اور اس بات سے ڈرے کہ لوگ کہین لکھے ہوئے قرآن پر بھروسا کر کے اسکی تلاوت نہ چھوڑ دین اور یہ کہا کہ قرآن کو ایسا ہی رہنے دو کہ ایک
دوسرے سے سیکھ پڑھ لیا کرے تاکہ انکا شغل اور مقصود و نیا رہے یہانتک کہ حضرت عمرؓ اور باقی اصحابؓ نے قرآن کے لکھنے کو کہا اس خوف
سے کہ لوگ سستی اور کسل نہ کر جاوین یا یہ کہ اگر پڑھنے مین کسی کلمہ یا متشابہات کے خلاف ہو تو کوئی اصل ایسی نہ ملے جس سے اس خلاف
کو دور کرین پس حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دل بھی اس بات کے لیے کھل گیا اور قرآن مجید کو ایک مصحف مین جمع کیا اور امام احمد بن حنبل امام مالک
پر موطا بنانے مین انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جو بات صحابہؓ نے نہین کی اسکو تم پیدا مت کرو۔ اور کہتے ہین کہ سب سے اول کتاب
جو اسلام مین بنی وہ ابن جریجؒ کی کتاب ہی جس مین آثار اور تفسیرین جو مجاہد اور عطا اور شاگردان حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہین مندرج
ہین یہ کتاب مکہ معظمہ مین تصنیف ہوئی اسکے بعد معمر بن راشد صنعانی کی کتاب متضمن سنن ماثورہ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام یمن مین
تیار ہوئی پھر امام مالکؒ کی موطا مدینہ مین پھر سفیان ثوریؒ کی جامع تالیف ہوئی پھر چوتھے قرن مین کلام کی تصنیفات ایجاد ہوئین اور
جنگ و جدل اور مقالات بیہودہ مین خوض کثرت سے ہونے لگا اور لوگون کو اسطرف رغبت ہوئی اور قصون اور وعظ گوئی کا شوق
ہوا تو اسوقت سے علم یقین کم ہونے لگا اور بعد کو تو یہ حال ہوا کہ دلون کا علم اور نفس کے صفات کا حال دریافت کرنا اور شیطان کے
فریبون کا معلوم کرنا ایک عجیب بات ہو گئی اور سب لوگون نے اسطرف سے منہ پھیر لیا صرف چند لوگ رہ گئے جنکو ان علوم کا شوق ہوا
اب عالم وہی کہلاتا ہی جو مناظرہ کرنے والا اور کلام والا ہو یا وعظ مین قصون کو خوب چکنے الفاظ سے اور مقفی عبارتون سے بیان کرے اور
اسکی وجہ یہ ہی کہ انکے سننے والے عوام ہوتے ہین انکو یہ تمیز نہین کہ علم واقع مین کونسا ہی اور غیر واقع کونسا اور صحابہؓ کی سنت اور علوم انکو
معلوم نہین تاکہ اسکی نسبت سے دیکھ لین کہ اب کے عالم انکے بالکل مخالف ہین اسی جہت سے جسکو کچھ کہتے سنا عالم کہدیا اور اسی طرح
پچھلے بھی اگلون کی پیروی کرتے آئے اور علم آخرت تہ ہو گیا اور بجز چند خواص کے اور لوگون مین علم اور کلام مین کا فرق بھی اٹھ گیا البتہ
خواص سے اگر کوئی پوچھتا کہ فلان زیادہ علم رکھتا ہی یا فلان تو وہ کہدیتے تھے کہ فلان علم مین زیادہ ہوا اور دوسرا کلام مین غرض کہ علم تیا
اور کلام پر قدرت ہونے پر انکو تمیز تھی جب اگلے زمانے مین دین ایسا سست ہو گیا تو اب اس زمانے کا کیا حال پوچھتے ہو کہ نوبت
اس حد تک پہونچی ہی کہ اگر کوئی کلام وغیرہ سے انکار کرے تو دیوانہ کہلاتا ہی اسی لیے بہتر یہ ہی کہ آدمی اپنے نفس کے فکر مین لگے اور جسپر
ہو رہے اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہی کہ بدعتون سے اور نو ایجاد چیزون سے بہت بچے گو اسپر تمام عوام نے اتفاق کر لیا ہو
جو چیز صحابہؓ کے بعد نئی ہوئی ہو اسپر لوگون کے اتفاق کر لینے سے مغالطہ نہ کھاوے بلکہ صحابہؓ کے حالات اور سیرت اور اعمال کی تحقیق
حریص ہو اور یہ دریافت کرے کہ انکی ہمت اکثر کن باتون مین مصروف تھی آیا درس دینے اور تصنیف کرنے اور مناظرہ کرنے اور قاضی
اور حاکم ہونے اور وقفون کے متولی اور یتیمون اور وصیتون کے مال کے امین بننے اور سلاطین سے ملنے اور انسے اچھی

طرح صحبت رکھتے ہیں وہ لوگ مصروف تھے یا خوف اور اندوہ اور فکر اور مجاہدہ اور ظاہر و باطن کے مراقبہ اور چھوٹے بڑے گناہوں کے بچنے اور نفس کی خفیہ خواہشوں کے معلوم کرنے اور شیطان کے حیلوں کو دریافت کرنے وغیرہ علوم باطن میں مشغول تھے اور یہ بات قطعًا جان لو کہ زمانے کے لوگوں میں سے زیادہ عالم اور حق سے قریب تر وہ ہے جو صحابہؓ کے زیادہ مشابہ ہوا اور اکابر سلف کے طریق سے واقف تر اسلیے کہ دین انھیں لوگوں سے لیا گیا ہے اور اسی لیے حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ ہم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو اس دین کا زیادہ تابع ہوا اور یہ آپ نے اسوقت ارشاد فرمایا تھا کہ کسی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آپ نے فلان شخص کا خلاف کیا۔ غرضکہ اگر تم زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہو تو اس بات کی پرواہ نہ کرو کہ اپنے زمانے کے لوگوں کی مخالفت ہے کیونکہ لوگوں نے اپنی طبیعتوں کی خواہش کی جہت سے ایک قیاس ٹھہرا لیا اور انکا نفس اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ اقرار کریں کہ ہماری رائے جنت سے محروم ہونے کی موجب ہے تو اسی بات کے مدعی ہوے کہ جنت کی سبیل بجز اس رائے کے اور کوئی نہیں اور اسی جہت سے حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ اسلام میں دو نئے شخص پیدا ہو گئے ایک تو وہ کہ جسکی رائے خراب ہے وہ کہنے لگا کہ جنت اسی کے لیے ہے جسکی رائے میری رائے جیسی ہو دوسرے وہ دولتمند کہ دنیا پرست ہے اسی کے لیے ناخوش ہوتا ہے اور اسی کے واسطے راضی اور اسی کی طلب کرتا ہے پس تم ان دونوں کو ترک کرو اور جہنم میں جانے دو اور اگر کوئی شخص اس دنیا میں ایسا ہو کہ ادھر تو تونگر اسکو اپنی دنیا کی طرف بلاتا ہو اور ادھر بدعتی اپنی رائے فاسد کی طرف اور اس شخص کو خدا تعالی نے دونوں سے محفوظ رکھا ہو اور وہ سلف صالح کا مشتاق ہو کہ انکے افعال کو پوچھتا ہو اور انکے آثار کا اقتدا کرکے اجر عظیم کا خواہاں ہو تو تم بھی ویسے ہی ہو جاؤ اور حضرت ابن مسعودؓ سے یہ روایت موقوف اور مرفوع دونوں طرح آئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ دو ہی باتیں ہیں ایک کلام دوسری سیرت تو کلام میں سے عمدہ تو خدا تعالی کا کلام ہے اور سیرت میں سے بہتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے آگاہ رہو کہ اپنے آپ کو نئے امور سے دور رکھو کہ سب امور سے بدتر نئے امور ہیں اور جو نئی بات ہے وہ بدعت ہے اور جو بدعت ہے وہ گمراہی ہے خبردار رہو کہ اپنی عمر کو زیادہ سست سمجھو ورنہ تمہارے دل سخت ہو جاوینگے یہ جان رکھو کہ جو چیز آنے والی ہے وہ نزدیک ہے دور وہی ہے جو آتی نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا کہ خوشحالی ہے اسکو جس نے اپنے عیب دیکھکر دوسرے لوگوں کے عیب سے پہلو تہی کی اور جو مال کہ بدون معصیت کمایا اسمیں سے خرچ کیا اور فقہ اور حکمت والوں سے میل کیا اور لغزش اور معصیت کے لوگوں سے احتراز خوشحالی ہے اسکو جو اپنے جی میں ذلیل بنا اور اسکی عادت اچھی ہوئی اور باطن درست ہوا اور لوگوں کو اسکی ایذا نہ پہونچی خوشحالی ہے اسکو جسنے اپنے علم کے بموجب عمل کیا اور جو کچھ مال اسکے پاس بچا وہ دے ڈالا اور جو بات کہ زائد از حاجت ہوئی اسکو زبان سے نہ نکالا طریق سنت اسپر محیط رہا اور اسنے اس سے بدعت کی طرف تجاوز نہ کیا۔ اور حضرت ابن مسعودؓ کہا کرتے تھے کہ آخر زمانے میں سیرت کا بہتر ہونا بہت سے عمل کی نسبت کر اچھا ہوگا اور فرمایا کہ تم لوگ ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سے بہتر اب وہ ہے جو امور خیر میں جلدی کرتا ہے اور عنقریب تمہارے بعد ایک ایسا وقت آویگا کہ اسمیں بہتر وہ ہوگا جو ثابت قدم رہے اور کام کی بجا آوری میں توقف کرے اسلیے کہ شبہات بہت سے ہونگے۔ اور یہ بات آپ نے سچ فرمائی اسلیے کہ اسوقت میں اگر کوئی شخص توقف نہ کرے اور جن امور میں سب مبتلا ہیں انہیں انکی موافقت کرے۔ اور انھیں کی سی باتوں میں خوض کرے تو جیسے وہ تباہ ہوے ایسا وہ بھی تباہ ہو جاوے۔ اور حضرت حذیفہؓ نے اس سے بھی عجیب تر بات فرمائی ہے کہ تم لوگوں کی نیکی اسوقت میں پہلے زمانے کی برائی ہے اور جسکو تم اب برائی جانتے ہو وہ پہلے وقت میں بھلائی تھی اور تم جبھی تک خیر سے رہوگے جبتک کہ حق کو پہچانوگے اور تمہارے عالم امر حق نہ چھپا دینگے۔ اور واقع میں آپ نے درست فرمایا کہ اس زمانہ کی اکثر بھلائیاں ایسی ہیں کہ صحابہؓ کے وقت میں انپر انکار ہوتا تھا مثلاً آج کل بھلائی سمجھے جاتے ہیں مسجدوں کی زینت اور آراستگی کرتے ہیں اور اسکی عمارت کے باریک کاموں میں بڑے مال لگاتے ہیں اور عمدہ عمدہ

ابن ماجہ [illegible] سند ضعیف

فرش بچھاتے ہین حالانکہ پہلے مسجد مین بوریون کا بچھانا بھی بدعت گنا جاتا تھا اور کہتے ہین کہ یہ فرش وغیرہ حجاج بن یوسف کا ایجاد ہی اکابر سلف تو مسجد کی مٹی پر بہت کم فرش بچھاتے تھے یہی حال مناظرہ اور جدل کی دقیق باتون مین مشغول ہونے کا ہی کہ اسکو بھی اس زمانے کے لوگ بہت برا سمجھتے ہین اور کہتے ہین کہ بڑے ثواب کی بات ہی حالانکہ سلف مین یہ امر برا تصور ہوتا تھا اور اسی مین داخل ہی قرآن اور اذان مین راگ کی سی آواز کرنی اور صفائی مین مبالغہ کرنا اور طہارت مین وسوسہ کرنا اور کپڑون کی نجاست دور کے سبب سے فرض کر لینی مگر کھانون کے حلال اور حرام مین تساہل برتتے ہین جو سب سے اول باب ہی اور اسکے سوا بہت سی باتین ہین اور حضرت ابن مسعودؓ نے سچ فرمایا ہی کہ آج تم ایسے زمانے مین ہو جس مین خواہش نفس علم کے تابع ہی اور تم پر ایک زمانہ ایسا آویگا کہ اسمین علم خواہش نفس کا تابع ہوگا اور امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے کہ لوگون نے سنت کو چھوڑ کر غرائب باتون پر توجہ کی انہین علم نہایت کم ہی خدا مدد کرے اور مالک بن انسؓ فرماتے ہین کہ زمانہ گذشتہ مین لوگ وہ امور نہین پوچھتے تھے جو آج پوچھتے ہین اور نہ علما حرام اور حلال کو بیان کرتے تھے مین نے انکو دیکھا کہ یہ کہا کرتے تھے کہ مستحب ہی اور مکروہ ہی اس سے یہ غرض ہی کہ ان لوگون کی نظر کراہت اور استحباب کے دقائق مین ہوا کرتی تھی حرام سے تو ظاہر ہی کہ بچا ہی کرتے تھے۔ اور ہشام بن عروہ کہا کرتے تھے کہ علما سے آج وہ باتین پوچھو جو انھون نے اپنے جی سے تراشی ہین اسلیے کہ انکا جواب انھون نے بنا رکھا ہی بلکہ انسے سنت کا طریق پوچھو کہ اسکو جانتے ہی نہین۔ اور ابو سلیمان دارانی کہا کرتے تھے کہ جس شخص کے دل مین کوئی امر خیر الہام کیا جاوے تو اسکو چاہیے کہ اسپر عمل نہ کرے جبتک کہ اسکا ہونا آثار سے نہ سن لے اگر آثار مین اس امر کا وجود پایا جاتا ہو تو خدا تعالی کا شکر کرے کہ جو بات اسکے دل مین پڑی وہ آثار کے مطابق ہوئی اور یہ بات آپ نے اسلیے فرمائی کہ اب جو رائین نئی نئی بہت سی ہو گئی ہین انکو سنکر آدمی کبھی دل مین جما لیتا ہی اور اس سے بعض اوقات دل کی صفائی مین فرق آجاتا ہی اور اسکے باعث سے امر باطل کو حق خیال کرنے لگتا ہی اسلیے احتیاط ضرور ہوا کہ جو امر دل مین پڑے اسکی اثبتی آثار کی تائید سے کر لے۔ اور اسی وجہ سے جب نماز عید مین مروان نے عیدگاہ کے قریب منبر بنوایا تو حضرت ابو سعید خدریؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ ای مروان یہ کیا بدعت ہی مروان نے کہا کہ یہ بدعت نہین بلکہ یہ بہتر ہی اس سے کہ تم جانتے ہو آدمی بہت ہو گئے ہین اسلیے مین نے چاہا کہ آواز سب کو پہونچے آپ نے فرمایا کہ جو مین جانتا ہون اس سے بہتر تم کبھی نہ کروگے اور بخدا کہ مین آج تیرے پیچھے نماز نہ پڑھونگا۔ اور حضرت ابو سعیدؓ نے منبر کو اسلیے برا جانا اور مروان پر اعتراض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے خطبہ اور استسقا کی دعا مین کمان یا لاٹھی پر سہارا دے لیا کرتے تھے منبر پر نہ پڑھتے تھے اور ایک حدیث مشہور مین آیا ہی کہ من احدث فی دیننا ما لیس منہ فہو رد۔ ایک دوسری حدیث مین آیا ہی کہ جو شخص دھوکا دے میری امت کو اسپر لعنت ہی خدا تعالی اور فرشتون اور کل آدمیون کی کسی نے عرض کیا کہ آپ کی امت کا دھوکا دینا کیا ہی آپ نے فرمایا کہ یہ ہی کہ ایک بدعت پیدا کرے اور لوگون کو اسپر ترغیب دے اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہی کہ خدا تعالی کا ایک فرشتہ ہی کہ ہر روز یون پکارتا ہی کہ جو کوئی خلاف کرے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اسکو شفاعت آپ کی نصیب نہوگی۔ اور جو شخص بدعت خلاف سنت ایجاد کرے دین مین خطا وار ہوتا ہی اسکی نسبت دوسرے گناہگار سے ایسی ہی جیسے کسی بادشاہ کی سلطنت الٹ دینے والے کو ہی اس آدمی کی طرف جو صرف کسی خدمت خاص مین بادشاہ کے کہنے کے خلاف کرے اور یہ تقصیر بادشاہ کبھی معاف بھی کر دیتا ہی مگر سلطنت کے درہم برہم کرنے کا قصور معاف نہین کرتا۔ اور بعض اکابر سلف نے ارشاد فرمایا کہ جس بات مین سلف نے گفتگو کی ہی اس سے سکوت کرنا ظلم ہی اور جس بات مین انھون نے سکوت کیا ہی اسمین گفتگو کرنی تکلف ہی۔ اور کسی دوسرے نے کہا ہی کہ امر حق گران ہی جو شخص اس سے بڑھتا ہی وہ ظالم ہی اور جو اسمین کمی کرتا ہی وہ عاجز ہی اور جو اسپر توقف کرتا ہی وہ کفایت کرتا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی لازم پکڑو طریق اوسط کو جسکی طرف آگے جانے والا لوٹ آوے اور پیچھے چلنے والا اسکو جا ملے

اور حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ گمراہی والون کے دلون مین اسکی بھی حلاوت معلوم ہوتی ہی اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی وذر الذین اتخذوا دینہم لعبا ولہوا اور فرمایا الحسن نے مین لہ سو ہی عملہ فراہ حسنا تو جو چیز کہ بعد صحابہ کے پیدا ہوئی اور مقدار ضرورت اور حاجت سے زائد ہی وہ لہو ولعب مین داخل ہی ابلیس علیہ اللعن کی حکایت کرتے ہین کہ زمانہ صحابہ مین اسنے اپنا لشکر ان لوگون مین متفرق کر دیا وہ سب اسکے پاس بہت تھکے ماندے پھر آئے اسنے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہی کہا کہ ہمنے صحابہ جیسے لوگ نہین دیکھے کسی بات مین ہمارا داو انپر نہین چلتا ہمکو تھکا مارا ابلیس نے کہا کہ واقع مین تم انپر قدرت نہ پاوگے اسلیے کہ وہ اپنے نبی کی صحبت مین رہے ہین اور کلام اللہ کے اترنے کو دیکھا ہی مگر عنقریب انکے بعد کچھ لوگ ہونگے کہ انسے تمھاری غرض نکلیگی جب تابعین کا زمانہ ہوا تو پھر شیطانون کو پھیلایا اور وہ بدستور شکستہ حال واپس آئے اور کہا کہ ہمنے انسے عجیب تر لوگ دیکھے ہی نہین اگر کہین ہمارا داو چل گیا اور کچھ گناہ کرا پائے تو جب شام ہونے لگتی ہی وہ اپنے رب سے مغفرت چاہتے ہین اللہ تعالی انکی برائیون کو نیکیون سے بدل دیتا ہی ابلیس نے کہا کہ تمکو ان سے کچھ نہ ملیگا اسلیے کہ انکی توحید درست ہی اور اپنے نبی کی سنت کے اتباع مین چست ہین مگر بعد کو ایک قوم ہوگی کہ انسے تمھاری آنکھین ٹھنڈی ہونگی اور تم انسے خوب کھیلوگے اور خواہش نفس کی باگون سے انکو جدھر چاہو گے کھینچ لوگے اگر وہ استغفار پڑھینگے اور طلب مغفرت کرینگے تو انکو معاف نہ کیا جائیگا اور توبہ کرنے کے نہین کہ خدا تعالی انکی برائیون کو بھلائیون سے بدل دے راوی کہتا ہی کہ جب اول قرنون کے بعد لوگ ہوئے تو ابلیس نے انمین بدعتین پھیلا دین اور انکو انکی نظرون مین اچھا کر دیا اسی لیے انھون نے بدعتون کو حلال جانا اور انکو دین ٹھہرا لیا کہ نہ انسے استغفار کرتے ہین نہ توبہ انپر دشمن غالب ہوگئے ہین جدھر چاہتے ہین ادھر کھینچتے ہین اب اگر یہ کہو کہ ابلیس تو سوجھتا نہین نہ کسی سے باتین کرتا ہی تو اس حکایت بیان کرنے والے نے کیسے جانا کہ ابلیس نے یون کہا تھا تو اسکا جواب یہ ہی کہ اہل دل کو جو ملکوت کے حال اور اسرار معلوم ہوتے ہین تو کبھی تو الہام کے طور پر معلوم ہوتے ہین کہ دل مین بطور خطرہ کے پڑ جاتے ہین ایسی طرح کہ انکو خبر نہین اور کبھی بطور سچے خواب کے اور کبھی جاگتے مین مثالون کے دیکھنے سے معانی ظاہر ہو جاتے ہین جیسے خواب مین ہوا کرتا ہی اور جاگتے مین معلوم ہو جانا اسرار کا نبوت کے عالی درجون مین سے ہی جیسے سچی خواب چھیالیسوان حصہ نبوت کا ہوتی ہی اور خبردار تم یہ علم پڑھکر ایسا نہ کرنا کہ جو چیز تمھاری عقل ناقص کی حد سے باہر ہو اسکو انکار کرنے لگو کہ اس مین بڑے بڑے ماہر تباہ ہوگئے جنکو دعوی تھا کہ ہم علوم معقول سب جانتے ہین جو علم نقلی کہ اولیا اللہ کی ان جیسی باتون کے انکار کی طرف بلاوے اس سے جہالت ہی بہتر ہی اور جو شخص ان باتون کا انکار اولیاء اللہ کے لیے کرتا ہی اسکو انبیا علیہم السلام کا بھی انکار کرنا پڑتا ہی اور دین سے بالکل باہر ہو جاتا ہی بعض عارفون نے فرمایا ہی کہ ابدال جو اطراف زمین مین چلے گئے اور عوام کی نظرون سے چھپ گئے اسکی وجہ یہ ہی کہ انکو اس زمانے کے علما کے دیکھنے کی تاب نہین اسلیے کہ علما انکے نزدیک خدا تعالی کو نہین جانتے حالانکہ اپنے گمان مین اور جاہلون کے عقیدہ مین عالم ہین سہیل تستری فرماتے ہین کہ بڑی معصیت ہی جہالت سے جاہل رہنا اور عوام کی طرف نظر کرنی اور اہل غفلت کے کلام سننے اور جو عالم کہ دنیا مین گھسا ہوا ہو اسکا قول سننا نہ چاہیے بلکہ جو کچھ کہے اسمین اسکو متہم جاننا چاہیے اسلیے کہ ہر آدمی کا دستور ہی کہ اپنی محبوب چیز مین گھسا رہتا ہی اور جو چیز محبوب کے موافق نہین ہوتی اسکو دفع کیا کرتا ہی اور اسی لیے اللہ تعالی فرماتا ہی ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ہواہ وکان امرہ فرطا اور عوام گناہگار ان لوگون کی نسبت کہ سمجھے ہین جو دین کے طریق سے ناواقف ہین اور اپنے آپکو علما سے جانتے ہین اسلیے کہ عامی گناہگار اپنی تقصیر اور خطا کا اقرار کرکے استغفار اور توبہ کرتا ہی اور یہ جاہل جو اپنے آپکو عالم خیال کرتا ہی وہ انھین علوم مین مشغول رہتا ہی جو دنیا کے وسیلے ہون اور طریق دین کے چلنے سے غافل رہ کر نہ توبہ کرتا ہی اور نہ استغفار بلکہ مرتے دم تک اسی اپنی دھن مین لگا رہتا ہی۔ اور چونکہ بجز ان لوگون کے جنکو خدا بچاوے اکثر لوگون پر یہی حال غالب ہی اور انکی درستی کی طمع نہین رہی تو اہل دین محتاط آدمی کے لیے اسلم طریق یہی ہی کہ انسے علیحدہ ہوکر گوشہ مین بیٹھ رہے چنانچہ اسکا ذکر باب عزلت مین انشاء اللہ تعالی آویگا۔

ستا ۱۱ اور پھوڑدیا جنھون نے بہر زا اپنا دین کھیل اور تماشا ۱۲

اور اسی وجہ سے یوسف بن اسباط نے حذیفہ مرعشی کو لکھا تھا کہ تم میرے باب میں کیا خیال کرتے ہو میں تو ایسا رہ گیا کہ کوئی میرے ساتھ خدا تعالیٰ کے
کی یاد کرنے والا نہیں جو ملتا ہے تو اسکے ساتھ ذکر کرنا گناہ اور معصیت ہی ہوتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ذکر کا اہل کوئی نہیں ملتا اور یہ انھوں نے درست
فرمایا اسلیے کہ لوگوں سے ملنا غیبت کرنے اور سننے سے خالی نہیں یا بری بات کو دیکھکر چپ رہنا پڑتا ہے اور بہتر حال آدمی کا یہ ہے کہ علم سکھاوے
یا سیکھے اور اگر تامل کرے تو جان لے کہ سیکھنے والے کی غرض یہی ہے کہ علم کو ذریعہ طلب دنیا اور وسیلہ شر بناوے تو ظاہر ہے کہ استاد اس باب میں
اسکا معین اور مددگار اور اسباب شر کا تیار کرنے والا ہوگا جیسے وہ شخص کہ تلوار رہزنوں کے ہاتھ بیچے اور علم بھی مثل تلوار کے ہے اسمیں خیر کی لیاقت
ایسی ہے جیسے تلوار میں جہاد کی ہے اسی وجہ سے تلوار کو ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا کہ اسکے حال کے قرینوں سے معلوم ہوتا ہو کہ رہزنی کے لیے چاہتا ہے
جائز نہیں۔ غرض کہ یہاں تک علماے آخرت کی علامتیں بارہ ہوئیں انمیں سے ہر ایک میں کچھ کچھ اخلاق علماے سلف کے موجود ہیں تو
تمکو دو شخصوں میں سے ایک ہونا چاہیے یا تو ان صفات کے ساتھ متصف ہو جاؤ یا اپنی تقصیر کے مقر ہو کر ان صفات کے قائل رہو کہ خبردار ان
دو کے سوا تیسرے مت ہونا ورنہ تمھارے دل میں شبہہ پڑجاویگا کہ دنیا کے ذریعہ کو دین کہنے لگوگے اور جھوٹوں کی سیرت کو علماے راسخین
کی عادت قرار دوگے اور اپنے جہل اور انکار کے باعث ہلاک ہونے والوں کی جماعت میں ملجاؤ گے جنکے بچنے کی امید نہیں ہم اللہ تعالیٰ سے
شیطان کے فریبوں سے پناہ مانگتے ہیں کہ انھیں میں سب ہلاک ہوے اور اسی سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمکو ان لوگوں میں سے کر دے
جنکو دنیا کی زندگی اور ابلیس مکار دھوکا اور مغالطہ نہ دے

ساتویں فصل عقل کے بیان میں اور اسکی بزرگی اور حقیقت اور اقسام کے ذکر میں

اور اسمیں تین بیان ہیں **بیان اول** عقل کی بزرگی کے ذکر میں۔ واضح ہو کہ عقل کا شرف ان اشیا میں سے ہے جنکے بیان کرنے کے لیے
حاجت تکلف کی نہیں خصوص ایسے حال میں کہ اول علم کا شرف معلوم ہوگیا اور یہ جانتے ہیں کہ عقل علم کا منبع اور مطلع اور اصل ہے علم عقل کی
نسبت کرلگا ہو تو جو چیز دنیا اور آخرت کی سعادت کا وسیلہ ہو وہ اشرف کیسے نہوگی اور اسمیں کیسے شک ہوگا کہ چوپایہ باوجود اپنی تمیز کے کم ہونیکے
عقل سے دبتا ہے یہانتک کہ چوپایوں میں جو بدن میں سب سے بڑا ہوا اور ضرر میں اور رعب میں زیادہ وہ بھی جب انسان کی صورت دیکھتا ہے تو اس
سے دبتا ہے اور خوف کھاتا ہے اسلیے کہ اسکو اتنا شعور ہے کہ انسان مجھپر غالب ہو جاویگا کیونکہ تدابیر اور حیلوں کے معلوم کرنے میں مخصوص ہے اور اسی لیے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بوڑھا اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی امت میں۔ اور یہ بات اسکے مال کی کثرت اور جثہ کے بڑے
ہونے اور طاقت کے زیادہ ہونے سے نہیں ہوتی بلکہ تجربہ کے زیادہ ہونے سے ہے جو عقل کا ثمرہ ہے اور اسی وجہ سے ترکوں اور کردوں اور عرب
کے اجلاف اور تمام خلق کے جہال کو دیکھتے ہو کہ باوجودیکہ چوپایوں کے مرتبہ سے قریب ہی ہوتے ہیں مگر اپنی سرشت سے بوڑھوں کی توقیر کرتے
ہیں اور اسی جہت سے جب بعضے معاندوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنا چاہا جب انکی نظر آپ کے چہرہ مبارک پر پڑی اور وہ روشنی مرتبہ
چشم بصیرت ہوتی تو تھرا گئے اور نور نبوت آپ کے عارض تاباں کا انکی نظروں میں جھلکنے لگا گویہ نور عقل کی طرح آپ کی ذات مجمع کمالات میں
پوشیدہ تھا غرض کہ عقل کا شرف تو بدیہہ معلوم ہوتا ہے مگر ہمارا مقصد یہ ہے کہ جو آیات اور حدیثیں اسکے شرف کے باب میں آئی ہوں انکو ذکر کریں اللہ
تعالیٰ نے عقل کا نام نور فرمایا ہے اس آیت میں اللہ نور السموات والارض اور جو علم کہ عقل سے حاصل ہوتا ہے اسکو روح اور وحی اور حیات سے
تعبیر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا اور فرمایا اومن کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس اور جہاں کہیں نور
اور تاریکی کا ذکر فرمایا ہے وہاں مراد علم اور جہل سے ہے جیسا اس آیت میں یخرجہم من الظلمات الی النور اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
کہ اے لوگو اپنے خدا کو سمجھو اور آپسمیں ایک دوسرے کو نصیحت عقل کی کرو اس سے جس بات کا تمکو حکم ہوا ہے اور جس سے منع کیے گئے ہو جان
لوگے اور جان لو کہ عقل تمکو تمھارے رب کے پاس بزرگی دیگی اور جان لو کہ عاقل وہ ہے جو اطاعت اللہ تعالیٰ کی کرے اگرچہ صورت میں برا اور
قدر میں حقیر اور مرتبہ میں کم اور شکستہ حال ہو اور جاہل وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرے گو صورت کا اچھا اور قدر کا بڑا اور مرتبہ کا شریف اور خوشحال

اور فصیح و گویا ہو جو شخص خدا تعالی کی نافرمانی کرے اسکی نسبت کر سوار اور بندر زیادہ عاقل ہین اور دنیادار اگر تمھاری تعظیم کرین تو اسکے مغالطہ مین ست آو ورنہ خسارہ والون مین سے ہوجاؤ گے ساور فرمایا کہ سب سے پہلے خدا تعالی نے عقل کو پیدا کیا اور اسکو فرمایا کہ سامنے ہو وہ سامنے ہوئی پھر فرمایا کہ پشت پھیر اسنے پشت پھیری پھر اللہ تعالی نے فرمایا کہ قسم ہے اپنی عزت اور بزرگی کی کہ مین نے کوئی مخلوق تجھسے زیادہ اپنے نزدیک اکرم نہین پیدا کی مین تجھی سے لونگا اور تجھی سے دونگا اور تیرے ہی سبب سے ثواب دونگا اور تیرے ہی سبب سے عذاب کرونگا اب اگر کوئی یون کہے کہ عقل اگر عرض ہے تو اجسام سے پہلے کیسے پیدا ہوئی اور اگر جوہر ہے تو جوہر کیسے ہو سکتا ہے کہ اپنی ذات سے قائم ہو اور کسی مکان مین نہو تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ عقل کی پیدایش علم مکاشفہ مین سے ہے اسکا ذکر کرنا علم معاملہ مین مناسب نہین اور ہماری غرض علوم معاملہ کے ذکر سے ہے ساور حضرت انس رض سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کی تعریف بیان کی گئی یہانتک کہ لوگون نے مبالغہ کیا آپ نے لوگون سے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کی عقل کیسی ہے انھون نے عرض کیا کہ ہم عبادت اور اقسام خیرات مین اس شخص کی محنت آپکی خدمت مین ذکر کرتے ہین اور آپ اسکی عقل کا حال دریافت فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ احمق آدمی اپنی جہالت کے باعث بدکار کی بدکاری سے زیادہ کر لیتا ہے اور فردا ے قیامت مین خدا تعالی سے قریب ہونے کے درجات موافق عقلون ہی کے بلند دیے جاوینگے اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی کمائی مین عقل کی زیادتی کے برابر کوئی چیز نہین یہ عقل کی زیادتی اسکو ہدایت کی طرف رہنما ہوتی ہے اور ہلاکی سے باز رکھتی ہے اور آدمی کا نہ ایمان پورا ہو نہ دین راست و درست ہو جب تک کہ اسکی عقل پوری نہو اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہے ان الرجل یدرک بحسن خلقہ درجۃ الصائم القائم ولا یتم لرجل حسن خلقہ حتی یتم لہ عقلہ فعند ذلک تم ایمانہ واطاع ربہ وعصی عدوہ ابلیس اور حضرت ابو سعید خدری رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک تکیہ ہے اور ایماندار کا سہارا عقل ہے تو اسکی عبادت اسکی عقل ہی کے بموجب ہوگی کیا تمنے سنا نہین کہ بدکار دوزخ مین یون کہینگے لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر اور حضرت عمر رض سے مروی ہے کہ انھون نے تمیم داری سے پوچھا کہ تم مین سرداری کیا چیز ہے کہا کہ عقل آپ نے فرمایا کہ تمنے درست کہا مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی سوال کیا تھا جیسا تمسے کیا اور آپ نے بھی یہی جواب دیا جو تمنے دیا اور پھر ارشاد فرمایا کہ مین نے جبریل علیہ السلام سے سوال کیا کہ سرداری کیا چیز ہے جبریل نے کہا کہ عقل ہے ساور براء بن عازب رض سے مروی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگون نے کثرت سے سوال کیے تو آپ نے فرمایا کہ اے لوگو ہر چیز کی ایک سواری ہے اور مرد کی سواری عقل ہے اور تم مین دلیل اور حجت مین بہتر وہ ہے جو عقل مین بڑھکر ہو۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد سے مراجعت فرمائی تو لوگون کو کہتے سنا کہ فلان شخص فلان سے زیادہ بہادر ہے اور فلان شخص سفر آزمودہ تر ہے جیسا کہ فلان سفر آزمودہ اور تجربہ کار ہے اور دوسری اسی طرح کی باتین کہتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان باتون کا علم تمکو نہین لوگون نے عرض کیا کہ یہ کس طرح ہے آپ نے فرمایا کہ ان لوگون نے قتال اسقدر کیا جسقدر اللہ تعالی نے انکو عقل عنایت کی تھی اور انکی جیت اور نیت بھی انکی عقلون کے بموجب ہوئی پس انمین سے جو کوئی پہونچا وہ مقامات مختلف پر پہونچا جب قیامت کا دن ہوگا تو اپنی نیتون اور عقلون کے بموجب مراتب پاوینگے۔ اور براء بن عازب رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتون نے خداے پاک کی طاعت مین کوشش اور اجتہاد عقل سے کیا اور ایماندارون نے آدمیون مین سے کوشش اپنی عقلون کے موافق کی تو جو شخص خدا تعالی کی طاعت زیادہ کرتا ہے وہی عقل مین بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ لوگون کو فضیلت دنیا مین کون سی چیز سے ہے آپ نے فرمایا کہ عقل سے مین نے عرض کیا کہ آخرت مین کس چیز سے ہے آپ نے فرمایا کہ عقل سے مین نے عرض کیا کہ اپنے اعمال کے عوض انکو جزا نہوگی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ انھون نے عمل بھی اتنا ہی کیا ہوگا جتنی اللہ تعالی نے انکو عقل دی ہوگی تو جتنی عقل ملی اُتنے ہی عمل ہونگے اور جسقدر عمل

کیا ہوگا اسکی جزا ہوگی۔ اور حضرت ابن عباس رضی سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شی کا ایک لازمہ اور سامان ہی اور ایماندار کا سامان اور آلہ عقل ہی اور ہر ایک چیز کی ایک سواری ہی اور مرد کی سواری عقل ہی اور چیز کا رکن ہی اور دین کا رکن عقل ہی اور ہر ایک قوم کی ایک غایت ہی اور بندون کی غایت عقل ہی اور ہر ایک قوم کا ایک نگہبان ہی اور عابدین کا نگہبان عقل ہی اور ہر سوداگر کی ایک بضاعت ہوتی ہی اور اجتہاد کرنے والون کی بضاعت عقل ہی اور ہر اہل بیت کے لیے ایک منتظم ہی اور صدیقین کے گھر کا منتظم عقل ہی اور ہر اجاڑ کی ایک آبادی ہی اور آخرت کی آبادی عقل ہی اور ہر آدمی کے لیے ایک پیچھے رہنے والا ہوتا ہی جسکی طرف وہ منسوب ہوتا ہی اور اسکے باعث ذکر کیا جاتا ہی اور صدیقون کا پیچھے رہنے والا جسکی طرف کہ وہ منسوب ہون اور جسکے باعث ذکر کیے جاوین عقل ہی اور ہر سفر کے لیے ایک بڑا خیمہ ہوتا ہی اور ایمانداروں کا خیمہ عقل ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر کو ارشاد فرمایا کہ ایمان والون مین سب سے زیادہ محبوب خدا تعالی کے نزدیک وہ ہی جو اللہ تعالی کی طاعت مین قائم ہو اور اسکے بندون کی خیرخواہی کرے اور اسکی عقل پوری ہو اور اپنے نفس کو نصیحت کرے اور بینا ہو کر موجب عقل کے زندگی بھر عمل کرے اور فلاح و نجات کو پہونچے اور فرمایا کہ تم مین سے عقل مین کامل تر وہ ہی جو اللہ تعالی سے زیادہ خوف رکھتا ہو اور جس چیز کا اسکو حکم ہوا ہو اور جس سے منع کیا گیا ہو اسمین اسکی نظر سب سے اچھی ہو اگرچہ تطوع مین تم سے کمتر ہو۔ دوسرا بیان عقل کی حقیقت اور اسکی قسمون کے ذکر مین۔ جاننا چاہیے کہ عقل کی تعریف مین اور اسکی حقیقت کے باب مین لوگون نے اختلاف کیا ہی اور اکثرون نے اس بات کا دھیان نہین رکھا کہ یہ لفظ مختلف معنون پر بولا جاتا ہی اور یہی بات انکے مختلف ہونے کی وجہ ہوئی اور اس باب مین حق ظاہر یہ ہی کہ لفظ عقل مشترک ہی اور چار معنون پر بولا جاتا ہی جیسا لفظ عین چند معنون پر بولا جاتا ہی اور ایسا ہی لفظ ہو تو یون نہ چاہیے کہ سب اقسام کی ایک تعریف تلاش کیجاوے بلکہ ہر ایک قسم کا حال جداگانہ کھولنا چاہیے اول عقل سے مراد وہ وصف ہی جسکے باعث انسان سب چوپایون سے ممتاز ہی یعنی جسکے باعث علوم نظری کے قبول کرنے اور خفیہ صناعات فکری کے سوچنے کی اسکو استعداد ہوتی ہی اور یہی معنی ہین جو حارث بن اسد محاسبی نے مراد لیے ہین چنانچہ عقل کی تعریف مین انھون نے کہا ہی کہ وہ ایک قوت ہی کہ جس سے آدمی علوم نظریہ کے ادراک کے لیے مستعد ہوتا ہی اور گویا کہ وہ ایک نور ہی جو دل مین ڈالا جاتا ہی جسکے باعث آدمی ادراک کے قابل ہو جاتا ہی اور جس شخص نے کہ اس تعریف کا انکار کیا اور عقل کو صرف بدیہی علم کے جاننے پر منحصر رکھا اسنے انصاف نہین کیا اسلیے کہ جو شخص علوم سے غافل ہو یا سوتا ہو ان دونون کو عاقل کہتے ہین باوجودیکہ علوم اسکو اسوقت نہین ہوتے مگر صرف اس قوت کے موجود ہونے سے عاقل کہلاتے ہین اور جس طرح کہ زندگی ایک قوت ہی کہ جس سے جسم حرکات اختیاری اور ارادی پر مستعد ہو جاتا ہی اور حسی چیزین ادراک کرتا ہی اسی طرح قوت عقل بھی ایسی ہی کہ جس سے بعض حیوانات علوم نظری کے قابل ہو جاتے ہین اور بالفرض انسان اور گدھے کی قوت طبیعی اور محسوس چیزون کے ادراک کرنے مین برابر کرنا جائز ہو اور یون کہا جاوے کہ ان دونون مین کچھ فرق نہین بجز اسکے کہ اللہ تعالی اپنی عادت جاری کے بموجب انسان مین علوم پیدا کر دیتا ہی اور گدھے اور چارپایون مین انکو پیدا نہین کرتا تو یہ بھی جائز ہو سکتا کہ گدھے مین اور جمادات مین زندگی کے باب مین برابر کر دی جاوے اور کہا جاوے کہ ان دونون مین اور کچھ فرق نہین بجز اسکے کہ خدا تعالی گدھے مین خاص حرکتین بموجب اپنی عادت جاری کے پیدا کر دیتا ہی کیونکہ اگر کوئی گدھا مردہ بے حس فرض کر لیا جاوے تو واجب ہوگا کہ جو حرکت اس سے معلوم ہوتی ہی اسکو یون کہا جاوے کہ اللہ تعالی اس حرکت کو اسمین جس ترتیب سے کہ مشاہدہ ہوتی ہی پیدا کرنے پر قادر ہی اور جب کہ یہ کہنا واجب ہی کہ گدھے اور جمادات کی حرکات مین یہی فرق ہوگا کہ گدھے مین ایک قوت خاص ہی جسکو حیات کہتے ہین اسی طرح انسان کو چوپایہ سے ممتاز ہونے مین کہنا چاہیے کہ انسان علوم نظری کے ادراک کرنے مین ایک قوت رکھتا ہی جسکو عقل کہتے ہین اور عقل مثل آئینہ کی ہی جو دوسری چیزون سے اس بات مین ممتاز ہی کہ صورتون اور رنگون کی نقل کر دیتا ہی اور ان صورتون اور چیزون کا انعکاس

قولہ حارث بن اسد محاسبی [illegible] در سنہ [illegible] ۲۴۳

ہوتا ایک صفت خاص کی جہت سے ہے جو جدا کہلاتی ہے اسی طرح آنکھ بھی بینائی سے ان صفات اور حالات مین علیحدہ ہے جنسے اسکو لیاقت دیکھنے کی ہوتی ہے اور اس قوت کو علوم کی طرف وہ نسبت ہے جیسے آنکھ کو ہے نگاہ کی طرف اور قرآن و شریعت کو اس قوت کی طرف علوم کے واضح ہونے مین وہ علاقہ ہے جیسے آفتاب کی روشنی کو نور نگاہ سے ہے پس اس قوت کو اسی طرح سمجھنا چاہیے دوم عقل سے مراد وہ علوم ہین جو تمیزدار لڑکے کی ذات مین ہوا کرتے ہین یعنی جائز چیزون کے جائز ہونے اور محال چیزون کے محال ہونے کا علم مثلاً اس بات کا علم کہ دو زیادہ ہین ایک سے اور ایک شخص کا ایک ہی وقت مین دو جگہ رہنا ممکن نہین اور یہ معنی وہ ہین کہ بعض اہل کلام نے عقل کی تعریف مین مراد لیے ہین چنانچہ کہا ہے کہ عقل بعض بدیہی علوم ہین جیسے جائز چیزون کے ہوسکنے کا علم اور محال باتون کے محال ہونے کا علم ہے اور یہ معنی بھی فی نفسہ درست ہین اسلیے کہ یہ علوم موجود ہین اور انکو عقل کہنا بھی ظاہر ہے مگر خرابی اس مین ہے کہ اس قوت مذکورۂ بالا کا انکار کیا جاوے اور کہا جاوے کہ بجز ان علوم بدیہی کے عقل اور کچھ نہین سوم عقل اُن علوم کو کہتے ہین جو حالات روزمرہ کے دیکھنے سے اور انکے تجربون سے حاصل ہوتے ہین کیونکہ جو شخص تجربون مین مشاق اور طریقون سے واقف ہو جاتا ہے اسکو رسم کے بموجب عاقل کہا کرتے ہین اور جو تجربہ وغیرہ سے متصف نہین ہوتا اسکو جاہل اور غبی اور ناتجربہ کار کہا کرتے ہین غرض کہ علوم تجربیہ کی بھی ایک جداگانہ قسم علوم کی ہے جسکو عقل کہا کرتے ہین چہارم عقل اسکو کہتے ہین کہ اس قوت طبعی کی طاقت اتنی ہو جاوے کہ امور کے انجاموں کو جاننے لگے اور جو خواہش کہ سردست کی لذت کی خواہان ہے اسکو اکھاڑ دے اور دبا رکھے جب یہ قوت آدمی مین آجاتی ہے تو اس قوت والے کو عاقل کہتے ہین اس اعتبار سے کہ وہ امور پر اقدام اور جرات اس طرح کرتا ہے جس طرح کہ انجاموں کا فکر مقتضی ہے یہ نہین کہ بموجب سردست کی خواہش کے مرتکب ہو جاوے اور یہ قسم ہے انسان کے خواص مین سے کہ انسان اور حیوانون سے علیحدہ ہے حاصل یہ کہ اول معنی عقل کے تو سب کی جڑ اور بنیاد اور منبع ہے اور دوسری اول کی فرع اور اس سے قریب ہے اور تیسری اول اور دوم کی فرع ہین اسلیے کہ قوت طبعی اور علوم بدیہی سے تجربون کا علم حاصل ہوتا ہے اور چوتھی معنی ثمرۂ آخری اور علت غائی ہے پہلی اول کی دو دونون عقلین تو سرشتی ہین اور اخیر کی دونون کسب سے حاصل ہوتی ہین اور اسی سبب سے حضرت علیؓ نے فرمایا ہے قطعہ

دو ہین عقلین میرے نزدیک اے پسر ÷ ایک طبعی ایک سمعی یاد کر ÷ فائدہ سمعی سے کچھ ہوتا نہین ÷ جب نہو طبعی کا دل مین کچھ اثر ÷ جیسے سورج سے نہین کچھ منفعت ÷ گر نہووے آنکھ مین نور نظر ÷

اور اول مراد ہے اس قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین اللہ تعالی نے کوئی مخلوق اپنے نزدیک بزرگ تر عقل سے نہین پیدا کی اور چوتھی قسم مراد ہے اس حدیث شریف مین کہ جب آدمی اقسام نیکی اور اعمال صالحہ سے تقرب حاصل کرین تو تو اپنی عقل سے تقرب حاصل کر اور یہی مراد ہے اس ارشاد مین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو درداؓ کو فرمایا کہ تو عقل مین زیادہ ہوتا کہ اپنے رب سے قرب مین زیادہ ہو جاوے انھون نے عرض کیا کہ فدا ہون آپ پر میرے ماں اور باپ مجھے یہ کیسے بن آویگا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے محارم سے اجتناب کر اور اسکے فرائض ادا کر تو عاقل ہو جاویگا اور اعمال مین سے نیک کو کیا کر تو اس دنیا مین تیری بڑائی اور کرامت بڑھیگی اور انکی جہت سے اپنے رب کریم کا قرب اور عزت تجکو حاصل ہوگی اور سعید بن مسیبؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر اور ابی بن کعب اور ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون مین سے زیادہ عالم کون ہے آپ نے فرمایا کہ عاقل عرض کیا کہ سب مین عابد زیادہ کون ہے آپ نے فرمایا کہ عاقل پھر عرض کیا کہ سب مین افضل کون ہے آپ نے فرمایا کہ عاقل انھون نے عرض کیا کہ عاقل وہی نہین جو مروت کامل رکھتا ہو اور ظاہر مین فصیح ہو اور سخاوت کا بھی اور منزلت مین بڑا آپ نے فرمایا کہ یہ سب باتین تو دنیا کی زندگی کی چیزین ہین اور خدا تعالی کے نزدیک متقیون کے لیے آخرت بہتر ہے عاقل وہ ہے جو متقی ہو اگرچہ دنیا مین خسیس اور ذلیل ہو اور ایک اور حدیث مین ارشاد ہے کہ عاقل وہی ہے جو اللہ تعالی پر ایمان لاوے اور اسکے رسولون کی تصدیق کرے اور اسکی طاعت بجا لاوے اور تحقیق ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لفظ عقل اصل لغت مین اور استعمال مین اسی قوت جبلی کے لیے موضوع تھا اور علوم پر جو استعمال ہوا تو مجاز

اسی جہت سے کہ علوم اُس قوت کے ثمرات ہین جیسے چیز کی تعریف اُسکے ثمرہ سے کر دیا کرتے ہین مثلاً کہدیتے ہین کہ علم خوف خدا ہی اور عالم
وہی ہی جو خدا تعالی سے ڈرے اس لیے کہ خوف خدا علم کا ثمرہ ہی اسی طرح لفظ عقل کو اگر اُسکے کسی ثمرہ پر بولدین تو یہ بھی مجاز کی طرح پر ہوگا
مگر ہمکو مقصود لغت کی بحث سے نہین بلکہ یہ مطلب ہی کہ عقل کی یہ چارون قسمین موجود ہین اور لفظ عقل ان سب پر بولا جاتا ہی اور ان چارون مین سے
بجز اول قسم کے اور کسی کے وجود مین اختلاف نہین اور صحیح یہی ہی کہ وہ بھی موجود بلکہ سبکی اصل ہی اور یہ علوم سب کے سب اُس قوت سرشتی مین آئے
ہوے ہین لیکن ظاہر جب ہوتے ہین کہ کوئی سبب ایسا ہو جو انکو موجود کر دے یہان تک کہ یہ علوم ایسے تو نہین ہین جو اس قوت پر باہر سے
آتے ہون تو ضرور ہی کہ اسمین چھپے ہوے ہون اور پھر کسی وجہ سے ظاہر ہو جاوین اور اُنکی مثال ایسی ہی جیسے پانی کہ کنوان کھودنے سے نکل
آتا ہی اور جمع ہو کر محسوس ہو جاتا ہی یہ نہین کہ باہر سے اسمین کوئی چیز اُسکے لیے ڈالی جاتی ہو اسی طرح بادام مین تیل اور گلاب کے پھول مین گلاب
رہتی ہی اور اسی بناپر اللہ تعالی نے فرمایا ہی واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم واشہدہم علی انفسہم الست بربکم قالوا بلی اس آیت مین
مراد اقرار وحدانیت سے نفسون کا اقرار ہی نہ زبانون کا کیونکہ زبانی اقرار کے اعتبار سے تو کوئی مقر ہی اور کوئی منکر اور ایسا ہی حال ہی اس ارشاد
خداوندی مین ولئن سالتہم من خلقہم لیقولن اللہ یعنی اگر اُنکے احوال کا اعتبار کیا جاوے تو اُنکے نفس اور باطن اُسکے شاہد ہونگے اور فرمایا فطرۃ اللہ
التی فطر الناس علیہا یعنی ہر آدمی کی سرشت اسی بات پر ہوئی ہی کہ خدا عزوجل پر ایمان لاوے بلکہ چیزون کو اُنکی ماہیت کے بموجب پہچانے
یعنی سرشت انسانی گویا کہ اس معرفت کے متضمن ہی اسلیے کہ اسمین لیاقت اسکے ادراک کی بہت قریب ہی پھر چونکہ سرشت کے اعتبار سے
ایمان نفسون مین گڑا ہوا ہی اسی لیے لوگون کی دو قسمین ہوئین ایک وہ جنہنے روگردانی کی اور اپنی سرشت کی چیز کو بھول گیا تو وہ کافر ہین اور ایک
وہ جنہنے اپنے خیال کو دوڑایا اور اسکو یاد آگیا جیسے کوئی گواہ بدا جاتا ہی اور کسی غفلت کی وجہ سے اس امر کو بھول جاتا ہی پھر یاد آجاتا ہی اور اسی
وجہ سے اللہ تعالی نے یاد دہانی کے لفظ بہت جا ارشاد فرمائے جیسے لعلہم یتذکرون اور ولیتذکر اولوا الالباب اور واذکروا نعمۃ اللہ علیکم ومیثاقہ
الذی واثقکم اور ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر اور اس قسم کا نام تذکر رکھنا بعید نہین کہ تذکر دو قسم ہی ایک یہ کہ صورت دل مین حاضر ہوا اور
وجود کے بعد جاتی رہی ہو اسکو یاد کرے اور دوسری یہ کہ وہ صورت سرشت سے آدمی مین آئی ہوئی ہو اسکو یاد کرے اور یہ حقیقتین اُس شخص کے
سامنے جو نور عقل سے دیکھتا ہی ظاہر ہین اور جسکا مایہ تقلید اور سننے پر ہو نہ کشف اور دیکھنے پر اُسپر البتہ یہ باتین ثقیل ہین اور اسی واسطے اُسکو دیکھے
ہو کہ ان جیسی آیتون مین خبط مین پڑتا ہی اور تذکر کے معنون اور نفوس کے اقرار کی تاویل مین طرح طرح کے تکلف کرتا ہی اور احادیث اور آیات
مین اُسکے خیال مین بہت سے اختلافات معلوم ہونے لگتے ہین اور کبھی یہ امر اتنا اُسپر غالب ہوتا ہی کہ اُنکو بچشم حقارت دیکھتا اور انکے بے معنی
اور لغو ہونے کا معتقد ہو جاتا ہی ایسے شخص کی مثال ایسی ہی جیسے کوئی اندھا کسی گھر مین جاوے اور برتن جو اسمین ترتیب رکھے ہون اُنپر گر
پڑے اور کہے کہ یہ برتن راہ مین سے کیون نہین علیحدہ کیے جاتے اور اپنے موقع پر کیون نہین رکھے جاتے تو اُس سے یہ کہا جاوے کہ برتن
تو سب اپنے ٹھکانے مین مگر نظر کا خلل ہی یہی حال نظر باطنی کا ہی کہ اُسکے نقصان کے باعث آیات اور احادیث مین اختلاف اور اُنمین کجی
حالانکہ اُنمین اختلاف کچھ نہین اپنی عقل کا قصور ہی بلکہ نظر باطن کا نقصان بہ نسبت آنکھ کے نقصان کے زیادہ اور بڑا ہی اسلیے کہ نفس مثل سوار
کے ہی اور بدن مثل گھوڑے کے ہی اور ظاہر ہی کہ سوار کا اندھا ہونا بہ نسبت گھوڑے کے اندھے ہونے کے زیادہ مضر ہی اور باطن کی بصیرت
کو ظاہر کی بصارت سے مشابہت کے لیے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ما کذب الفؤاد ما رای اور فرمایا وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات
والارض اور اُسکی ضد کو نابینائی فرمائی چنانچہ ارشاد فرمایا فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور اور فرمایا ومن کان فی ہذہ
اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی واضل سبیلا اور یہ امور جو انبیا علیہم السلام کو ظاہر ہوے تھے وہ بعض تو چشم ظاہر کے سبب سے تھا اور بعضے چشم دل
سے معلوم ہوتے تھے مگر سبکا نام دیکھنا ہی فرمایا ۔ حاصل یہ کہ جسکی چشم بصیرت کھلی نہو گی اُسکو دین کا بجز پوست اور مثالون کے اور کچھ

اور جب نکالا تیرے رب نے آدم کے بیٹون کی پیٹھ مین سے اُنکی اولاد کو اور اقرار کروایا اُنسے اُنکی جانون پر کیا مین نہین ہون رب تمہارا بولے کیون نہین [illegible] ۱۲

کرین عقل والے ۱۲ اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر اور عہد اُسکا جو ٹھہرایا تھا ۱۲ اور ہمنے آسان کیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا ۱۲ جھوٹ نہ کہا دل نے جو دیکھا ۱۲ اور اسی طرح ہم دکھلانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان و زمین کی ۱۲ سو کچھ آنکھین اندھی نہین ہوتین پر اندھے ہوتے ہین دل جو سینون مین ہین ۱۲ اور جو کوئی رہا اس جہان مین اندھا سو پچھلے جہان مین

نہ آویگا اُسکے مغز اور حقیقت کو نہ پہونچیگا۔ یہ بیان واقعی ان الفاظ کا ہوا جنپر لفظ عقل بولا جاتا ہی تیسرا بیان لوگون مین عقل کے کم زیادہ ہونے
کے ذکر مین عقل کے کم زیادہ ہونے کے باب مین بھی لوگون نے اختلاف کیا ہی مگر جن لوگون کو علم کم ہی انکی تقریر کے نقل کرنے سے کیا فائدہ
اہم اور مناسب یہ ہی کہ جو امر حق صحیح ہو اُسکے بیان کرنے کی طرف متوجہ ہون۔ تو اس باب مین حق صریح یہ ہی کہ کمی زیادتی عقل کی سب قسمون
مین سواے قسم دوم کے ہوسکتی ہی یعنی علم بدیہی جائز چیزون کے ہوسکنے اور محالات کے ممتنع ہونے کا ایسا ہی کہ اسمین کمی بیشی نہین مثلاً جو
یہ جانیگا کہ دو ایک سے زیادہ ہین وہ یہ بھی جانیگا کہ ایک جسم کا دو جگہ مین ہونا محال ہی اور ایک ہی چیز کا قدیم اور حادث ہونا نہین ہوسکتا اسیطرح
اور مثالین اور وہ امور ہین جنکو محقق طور پر بیدون شک کے معلوم کرے مگر تین قسمون باقی مین کمی بیشی ہوتی ہی جیسے چوتھی قسم یعنی قوت کا اس درجہ پر
زیادہ ہونا کہ شہوات کو اکھاڑ دے اسمین ظاہر ہی کہ لوگ متفاوت ہوتے ہین بلکہ اس باب مین صرف ایک شخص کے حالات مین بھی کمی بیشی ہوا
کرتی ہی اور یہ تفاوت کبھی تو شہوت کے تفاوت کی جہت سے ہوا کرتا ہی کیونکہ عاقل کبھی بعض شہوات کے چھوڑنے پر قادر ہوتا ہی اور بعض
پر نہین ہوتا گو انکا ترک کرنا کچھ امر محال نہین مثلاً جوان آدمی زنا کے ترک سے عاجز ہوتا ہی اور جب بڑا ہو جاتا ہی اور اسکی عقل پوری ہو جاتی ہی
تب اسکے چھوڑنے پر قادر ہوتا ہی اور شہوت نمود اور ریاست کے بڑے ہونے سے قوت مین بڑھتی جاتی ہی نہ ضعف مین اور کمی بیشی اس
قسم کی کبھی اس وجہ سے ہوتی ہی کہ شہوت کا ضرر جس علم سے معلوم ہوتا ہی اُسمین تفاوت ہوتا ہی اور اسی وجہ سے بعض مضر کھانون سے
طبیب تو پرہیز کرنے پر قادر ہوتا ہی اور دوسرا شخص جو عقل مین طبیب کے برابر ہوتا ہی اس سے نہین ہوسکتا کہ پرہیز کرے گو اُسکو فی الجملہ
اعتقاد ہوتا ہی کہ اس کھانے مین ضرر ہی مگر چونکہ طبیب کا علم کامل ہی اس وجہ سے اُسکا خوف بھی زیادہ ہوتا ہی تو اس صورت مین خوف
شہوت کے اکھاڑنے مین عقل کا سپاہی اور سامان ہوجاتا ہی اسی طرح جاہل کی نسبت کر عالم گناہون کے چھوڑنے پر زیادہ قدرت رکھتا ہی
کیونکہ معاصی کے ضرر کو خوب جانتا ہی اور ہماری غرض عالم سے عالم حقیقی ہی نہ جبہ باز اور گپون سے مقصود نہین پس اگر تفاوت شہوت کی
جہت سے ہی تب تو عقل کے تفاوت کی طرف رجوع نہ کریگا اور اگر علم کی جہت سے ہوگا تو ہم اس قسم کے علم کو بھی عقل کہہ چکے ہین اس جہت
سے کہ یہ علم قوت طبیعی کی طاقت کو بڑھاتا ہی تو گویا اس علم کا تفاوت بعینہ عقل کا تفاوت ہوا اور کبھی یہ تفاوت صرف عقل کی قوت مین
تفاوت ہونے کی جہت سے ہوتا ہی مثلاً جب وہ قوت قوی ہوگی تو ظاہر ہی کہ شہوت کا قلع و قمع بھی بہت کریگی تیسری قسم جو علم تجربون
کا ہی اسمین بھی لوگ کم و بیش ہوتے ہین بعضے جلد باتون کو پا جاتے ہین اور انکی رائے اکثر ٹھیک ہی ہوتی ہی اور بعضے ایسے نہین ہوتے پس
اس قسم مین تفاوت کا انکار نہین ہوسکتا کہ ظاہری تفاوت یا تو اختلاف طبیعت کے باعث ہوگا یا مواظبت کے تفاوت کی وجہ سے
اور قسم اول جو اصل ہی یعنی قوت طبیعی تو اُسکے متفاوت ہونے مین انکار کو راہ نہین کیونکہ اُسکا حال مثل ایک نور کے ہی جو نفس پر چمکتا ہی
اور اسکا طلوع اور ابتدا سے تمیز کے وقت ہوتا ہی پھر ہمیشہ بڑھتا اور زیادہ ہوتا رہتا ہی یہانتک کہ آہستہ آہستہ قریب چالیس برس کی
عمر کے کامل ہوجاتا ہی اور اسکی مثال ایسی ہی جیسے صبح کی روشنی کہ ابتدا مین ایسی خفیہ ہوتی ہی کہ اُسکا معلوم کرنا مشکل پڑتا ہی پھر بتدریج بڑھتی
جاتی ہی یہانتک کہ آفتاب کے نکلنے پر پوری ہوجاتی ہی اور فرق کمی بیشی کا نور بصیرت مین مثل آنکھ کے نور کے ہی کہ چندھے اور تیز بینائی والے مین
فرق معلوم ہوتا ہی بلکہ خداتعالی کی عادت اپنی مخلوق مین اسی طرح جاری ہی کہ ایجاد بتدریج ہوتا ہی یہانتک کہ قوت شہوت لڑکے مین بالغ ہونے
وقت یکبارگی نہین ظاہر ہوتی بلکہ تھوڑی تھوڑی ظاہر ہوتی ہی اسی طرح سب قوتون اور صفتون کا حال جاننا چاہیے پس جو شخص کہ اس
قوت طبیعی مین کمی بیشی کا منکر ہو وہ گویا دائرہ عقل سے خارج ہی اور جو شخص یہ سمجھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل ایسی ہی تھی جیسے
کسی قصباتی یا گنوار کی ہوتی ہی تو وہ شخص خود گنوارون سے کمتر ہی اس قوت مین کمی بیشی کا انکار کیسے ہوسکتا ہی اگر اسمین تفاوت نہوتا تو علوم
کے سمجھنے مین لوگ متفاوت کیون ہوتے اور ایسے کیون ہوتے کہ کوئی تو کم ذہن ہی کہ بہت سا سمجھانے اور استاد کے تھکا دینے سے ۱۹

سمجھے اور کوئی ذہن تیز ہو کہ ادنی رمز و اشارہ مین سمجھ جاوے اور کوئی ایسا کامل ہو کہ خود اسکے نفس سے امور کے حقائق جوش مارتے ہون سکھنے کی نوبت نہ پہونچے جیسا اللہ تعالی نے فرمایا ہے یکاد زیتہا یضیء ولو لم تمسسہ نار نور علی نور اور یہ لوگ کاملین انبیا علیہم السلام ہین کہ انکو وہ باریک باتین خود انکے دلون مین بدون سیکھنے اور کسی سے سننے کے کھل جاتی ہین اسکو الہام سے تعبیر کیا کرتے ہین اور اسی جیسی بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد مین بیان فرمایا کہ روح القدس نے میرے دل مین ڈالدیا ہے کہ جسکو تم چاہو دوست بنا لو اس سے تمکو جدا ہونا ہوگا اور جتنا چاہو جیو لو تم مرنے والے ہو اور جو عمل چاہو کرو اسکی جزا تمکو ہوگی۔ اور فرشتون کا نبیون کو اس طرح خبر دینا وحی سے علیحدہ ہے اس لیے کہ وحی مین کان سے آواز کا سننا اور آنکھ سے فرشتے کا دیکھنا ہوتا ہے اور الہام مین یہ بات نہین اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمایا کہ دل مین ڈال دیا اور لفظون سے ارشاد نہین فرمایا اور وحی کے درجات بہت سے ہین اور انمین غوض کرنا علم معاملہ کے مناسب نہین بلکہ علم مکاشفہ سے متعلق ہے اور تم یہ گمان مت کرنا کہ وحی کے درجات کا معلوم کر لینا وحی کے رتبے کا مقتضی ہوتا ہے اسلیے کہ کسی چیز کا جاننا اور چیز ہے اور اسکا پا جانا اور چیز مثلاً کچھ بعید نہین کہ کوئی طبیب بیمار صحت کے درجات سے واقف ہو اور عالم بدکار عدل ہو سکے درجات جانتا ہو حالانکہ طبیب مین صحت اور عالم مذکور مین عدالت کا وجود نہین اسی طرح جو شخص کہ نبوت اور ولایت کو جان لے وہ ضرور نہین کہ نبی اور ولی ہو جاوے یا جو تقوی اور ورع کو پہچانے تو وہ متقی ہو وے اور آدمیون مین سے بعض کا ایسا ہونا کہ خود اپنے نفس سے متنبہ ہو کر سمجھ لے اور بعض بدون تنبیہ اور تعلیم کے نہ سمجھین اور بعض کو تنبیہ اور تعلیم بھی کارگر نہو اسکی مثال ایسی ہے جیسے زمین ہوتی ہے کہ اسکی بھی تین قسمین ہین ایک تو وہ ہے جسمین پانی جمع ہوتا ہے اور روز بڑھتا ہے اور خود چشمہ اسمین سے بہنے لگتا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جسمین حاجت کنوان کھودنے کی ہوتی ہے اور پانی بدون کھودنے کے نہین نکلتا اور تیسری وہ قسم ہے کہ اسمین کھودنے سے بھی پانی نہین نکلتا خشک ہی رہتی ہے اور اس تقسیم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ زمین کے جوہر اپنی صفتون مین مختلف ہوتے ہین اسی طرح حال نفسون کا قوت عقل کے مختلف ہونے مین ہے اور عقل کی کمی بیشی پر دلیل نقلی وہ روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رض سے مروی ہے کہ انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے ایک حدیث طویل فرمائی اور اسکے آخر مین عرش کی عظمت کو مذکور فرمایا اور یہ کہ فرشتون نے خدا تعالی سے عرض کیا الٰہی تو نے کوئی چیز عرش سے بھی بڑی پیدا کی ہے ارشاد فرمایا کہ ہان عقل عرش سے بڑی ہے عرض کیا کہ اسکی مقدار کتنی ہے حکم ہوا کہ اسپر تمہارا علم محیط نہو گا تمکو بالو کے شمار کا علم ہے عرض کیا کہ نہین اللہ تعالی نے فرمایا کہ مین نے عقل کو بھی موافق شمار ریگ کے مختلف پیدا کیا ہے کہ بعضے لوگون کو ایک رتی ملی ہے اور بعضون کو دو اور کسی کو تین اور کسی کو چار رتی پھر اور کوئی ایسا ہے جسکو ایک فرق کی مقدار یعنی قریب آٹھ سیر کے عنایت ہوتی اور بعض کو ایک وسق یعنی اونٹ کے لادنے کے برابر اور کسی کو اس سے بھی زائد مرحمت ہوئی اب اگر یہ کہو کہ جب عقل کا یہ حال ہے تو صوفی عقل کو اور معقول کو کیون برا کہتے ہین تو اسکی وجہ یہ ہے کہ لوگون نے لفظ عقل اور معقول کو اصلی معنی چھوڑ کر مجادلہ اور مناظرہ کے واسطے نقل کر لیا ہے جسکو فن کلام کہتے ہین کہ اب معقول یہی رہ گیا ہے کہ جھگڑنا اور طرف ثانی کا الزام دینا ہو سکے تو صوفیون سے یہ تو ہو نہ سکا کہ لوگون سے یہ تقریر کرتے کہ تمنے اس علم کو غلطی سے معقول ٹھہرا لیا ہے اسلیے کہ یہ بات تو لوگون کے دل مین جم گئی ہے اور زبان پر رائج تو صوفیون کے غلط بتانے سے انکے دلون سے کب مٹ سکتی تھی اس لیے انھون نے عقل اور معقول کی مذمت کی جسکو کہ لوگ عقل اور معقول کہتے ہین ورنہ نور بصیرت باطنی جس سے کہ اللہ تعالی کو پہچانا جاتا ہے اور اسکے رسولون کی تصدیق کی جاتی ہے اسکی مذمت کیسے متصور ہو سکتی ہے اسکی تعریف تو خدا تعالی نے خود فرمائی ہے اگر اسی کی مذمت کیجاویگی تو تعریف کونسی چیز کی ہوگی کیونکہ اگر شرع قابل تعریف ہے تو اسکی درستی کا علم کونسی چیز سے ہے اگر اسی بری عقل سے ہے جسکا اعتبار نہین تو شریعت بھی بری ٹھہرتی ہے اور اگر کوئی کہے کہ شریعت کی صحت کا علم چشم یقین اور نور ایمان سے

[illegible]

معلوم ہوتا ہو تو ان قول پر لحاظ کرنا چاہیے اسلیے کہ ہماری غرض جو کچھ عقل سے ہو وہی عین الیقین اور نور ایمان سے ہو یعنی وہ صفت باطنی جس سے کہ آدمی چوپایون سے ممتاز ہوتا ہو یہانتک کہ اسی کے باعث امور کی حقیقتین معلوم کرتا ہو اور اکثر اسطرح کے خبط ان لوگون کی جہالت سے اٹھتے ہین جو حقیقتون کو الفاظ سے طلب کرتے ہین اور چونکہ الفاظ مین لوگون کی اصطلاحین خبط ہو رہی ہین اسلیے وہ بھی خبط کرتے ہین عقل کے بیان مین اسقدر کلام کافی معلوم ہوتا ہو واللہ اعلم باب العلم خدا تعالی کی عنایت سے پورا ہوا اسکے بعد دوسرا باب قواعد عقائد کا مذکور ہوتا ہو انشاء اللہ تعالی والحمد للہ اولا و آخرا وصلی اللہ علی سیدنا محمد و علی کل عبد مصطفی من اہل الارض والسماء

دوسرا باب عقائد کے قاعدون مین اور اسمین چار فصلین ہین

رباعی اسلام زبانی سے برآمد نہین کار ٭ صحت پہ عقائد کے ہو ایمان کا مدار ٭ تاثیر دوا کی ہوتی ہو پینے سے ٭ کب نام طبیب سے ہو دکھ اچھا بیمار

فصل اول بیان مین عقیدۂ اہل سنت کے درباب دو جملون کلمۂ طیبہ یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے جنکی گواہی دینی اسلام کے پانچون رکنون مین سے ایک رکن ہو جاننا چاہیے کہ اول جملہ اس کلمۂ طیبہ کا توحید پر متضمن ہو اور دوسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اسلیے دونون کی تفصیل جدا جدا لکھتے ہین پہلا جملہ توحید پر مشتمل ہو اسمین دس باتین چاہیین **اول وحدانیت** یعنی یہ جاننا کہ خدا تعالی اپنی ذات مین اکیلا ہو کوئی اسکا شریک نہین یکتا ہو کوئی اس جیسا نہین صمد ہو کوئی اسکا مقابل نہین نرالا ہو کوئی اسکے جوڑ کا نہین قدیم اور ازلی ہو جسکا اول اور ابتدا نہین ہمیشہ کو قائم ابدی ہو جسکا آخر اور انتہا نہین قیوم ہو کہ اسکو انقطاع نہین اور دائم ہو جسکو کبھی فنا نہین بزرگی کی صفتون سے موصوف ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہیگا زمانون اور مدتون کے گذرنے اور طی ہو جانے سے اسکو نہین کہسکتے کہ ہو چکا بلکہ وہی سب سے اول اور وہی سب سے پیچھے اور وہی ظاہر اور وہی باطن ہو **دوم تنزیہ** یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا تعالی نہ جسم صورتدار ہو نہ جوہر محدود اور ذی مقدار منقسم ہوسکنے مین اجسام کا مشابہ نہین نہ خود جوہر ہو نہ اسمین کوئی جوہر حلول کیے ہوئے ہو اور نہ وہ عرض ہو نہ اسمین کوئی عرض حلول کیے ہوئے بلکہ نہ وہ کسی موجود کے مشابہ ہو نہ اسکے کوئی موجود مانند نہ اسکے جوڑ کا کوئی نہ وہ کسی کے جوڑ کا نہ وہ کسی مقدار مین محدود ہوا اور نہ اطراف و جہات اسکو محیط ہون اور نہ آسمان و زمین اسکو گھیر سکین اور یہ کہ وہ عرش پر اس طرح ہو جس طرح کہ اسنے خود فرمایا اور جس اعتبار سے کہ اسنے قصد کیا ہو یعنی عرش کو چھونے اور اسپر جمنے اور جگہ پکڑنے اور اسمین حلول کرنے اور دوسری جگہ ٹلنے سے پاک ہو عرش اسکو نہین اٹھاتا بلکہ عرش اور حاملین عرش سب کو اسکی لطف قدرت اٹھائے ہوے ہو اور سب اسکے قبضۂ قدرت مین دبے ہوے ہین اور وہ عرش اور آسمان اور حدود زمین تک کی سب چیزون کے اوپر ہو اور اسکی فوقیت اس طرح کی ہو کہ اس سے اسکو نہ عرش سے قرب ہوا اور نہ زمین سے دوری بلکہ عرش اور آسمان کے نزدیک ہونے اور زمین اور خاک سے دور ہونے سے اسکے مراتب بلند ہین اور باوجود اسکے وہ ہر موجود چیز سے قریب ہو اور بندے کی رگ گردن سے بھی قریب تر ہو اور سب چیزون کے پاس موجود کیونکہ اسکی نزدیکی اجسام کے نزدیک ہونے کے مشابہ نہین جسطرح کہ اسکی ذات اجسام کی ذات سے مشابہ نہین اور یہ کہ وہ کسی چیز مین حلول نہین کرتا اور نہ اسمین کوئی چیز حلول کرے اس بات سے برتر ہو کہ اسکا محیط کوئی مکان ہو جیسے اس بات سے پاک ہو کہ کوئی وقت اسکو گھیر سکے بلکہ وہ مکان اور زمان کے بننے سے پیشتر موجود تھا اور وہ اب بھی ویسا ہی ہو جیسا پہلے تھا اور یہ کہ وہ اپنی مخلوق سے اپنی صفات جدا ہو نہ اسکی ذات مین اسکے سوا دوسرا اور نہ کسی دوسرے مین اسکی ذات اور یہ کہ وہ بدلنے اور انتقال سے مقدس ہو نہ حوادث اسمین حلول کرین نہ عوارض اسپر نزول بلکہ وہ اپنی بزرگی صفات مین فنا اور زوال سے ہمیشہ منزہ رہتا ہو اور اپنی صفات کمال مین کسی زیادتی کی اسکو حاجت نہین جس سے اسکا کمال پورا ہوا اور یہ کہ عقلون کے سبب سے اسکا وجود بذات خود معلوم ہو اور اسکا انعام اور احسان

اچھے لوگون پر جنت مین یہ ہو کہ اپنی دولت دیدار اور لذت رویت کو پورا کرنے کے لیے اپنی ذات کو آنکھون سے دکھادیگا سوم زندگی اور قدرت یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ اللہ تعالی زندہ اور قادر ہی اور جبار اور قاہر نہ اُسکو ماندگی عارض ہو نہ قصور اور نہ غفلت ہو نہ خواب نہ اُسے اونگھ آوے نہ موت وہی ہی ملک اور ملکوت والا اور عزت و جبروت کا مالک سلطنت اور قہر اور خلق اور امر سب اسیکا ہی آسمان اُسکے دہنے ہاتھ مین لپٹے ہین اور مخلوقات سب اُسکی مٹھی مین وہ سب پیدا کرنے اور اختراع مین وہ یکتا ہی اور ایجاد اور ابداع مین وہی یکتا خلق کو اور اُنکے اعمال کو پیدا کیا اور اُنکے رزق اور موت کا اندازہ مقرر فرمایا کوئی قدرت کی چیز اُسکے قبضے سے جدا نہین اور نہ اُسکی قدرت سے کامون کے تغیرات علیحدہ نہ اُسکی قدرت کی چیزون کا احصا ہو سکتا ہی نہ اُسکے معلومات کی انتہا چہارم علم یعنے یہ جاننا کہ خدا تعالی سب معلومات کو جانتا ہی زمین کی تہون سے لیکر آسمانون کے اوپر تک جو کچھ ہوتا ہی سب پر محیط ہی اُسکے علم سے ایک ذرہ بھر بھی آسمان اور زمین مین چھپا نہین بلکہ کالی رات مین سخت پتھر پر چیونٹی کے رینگنے کو اور ہوا کے بیچ مین ذرہ کے چلنے کو جانتا ہی چھپی اور کھلی بات کو معلوم کر لیتا ہی اور دلون کے وسوسون اور خطرون کے حرکات اور باطن کے پوشیدہ اسرار پر مطلع ہوتا ہی اُسکا علم قدیم ازلی ہی جس سے وہ ازل الآزال مین موصوف رہا ہی ایسا علم نہین کہ اُسکی ذات مین حلول اور انتقال سے نیا پیدا ہوا ہو پنجم ارادہ یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ خدا تعالی نے کائنات کو ارادے سے بنایا اور نو پیدا چیزون کا انتظام وہی کرتا ہی کہ ملک اور ملکوت مین جو کچھ تھوڑا یا بہت چھوٹا یا بڑا خیر یا شر نفع یا ضرر ایمان یا کفر معرفت یا جہالت کامیابی یا محرومی یا زیادتی یا کمی طاعت یا معصیت ہوتی ہی وہ سب اُسکے حکم اور تقدیر اور حکمت اور خواہش سے ہوتی ہی کہ جس چیز کو چاہا وہ ہوئی اور جسکو نہ چاہا وہ نہوئی کوئی پلک کا جھپکنا یا خطرہ کا گمان آنا اُسکی خواہش سے باہر نہین بلکہ وہی مبدی ہی اور وہی معید ہی جو چاہتا ہی وہ کرتا ہی کوئی اُسکے حکم کا رد کرنے والا نہین اور نہ کوئی اُسکی قضا کا پیچھے ہٹانے والا اور نہ بجز اُسکی توفیق و رحمت کے بندہ کو اُسکی نافرمانی سے کوئی مفر کی صورت اور نہ سوا اُسکی خواہش اور ارادہ کے اُسکو اُسکی طاعت کی طاقت اگر سب انسان اور جن اور فرشتے اور شیطان متفق ہو کر عالم مین کسی ذرہ کو بدون اُسکے ارادے اور خواہش کے حرکت یا سکون دیا چاہین تو یہ اُنسے کبھی نہو سکیگا اُسکا ارادہ تمام اور صفتون کے ساتھ اُسکی ذات سے قائم ہی اور وہ ہمیشہ سے ان اوصاف کے ساتھ متصف رہا چیزون کے ہونے کو جن وقتون مین کہ مقرر فرمایا ارادہ ازل مین کیا تو جیسا ارادہ کیا اسی طرح اپنے اپنے وقت مین بدون کسی طرح کے تقدم اور تاخر کے موجود ہوئین بلکہ اُسکے علم کے موافق اور ارادے کے مطابق بدون کسی طرح کے تبدل اور تغیر کے واقع ہوئین امور کا انتظام اس طرح فرمایا کہ اُسمین نہ فکرون کی ترتیب کی نوبت ہوئی نہ کچھ دیر کا انتظار اسی وجہ سے کوئی شان اُسکو دوسری شان سے غافل نہین کرتا ششم سننا اور دیکھنا یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ اللہ تعالی سمیع اور بصیر ہی سنتا دیکھتا ہی کوئی سننے کی چیز کیسی ہی خفیہ ہو اور دیکھنے کی چیز کیسی ہی باریک ہو اُسکے سننے اور دیکھنے سے بچ نہین رہتی نہ دوری اُسکے سننے کی مانع ہو نہ تاریکی اُسکے دیکھنے کی مزاحم دیکھتا ہی مگر حدقہ چشم اور پلک سے منزہ ہی اور سنتا ہی مگر کانون اور اُنکے سوراخ سے مبرا ہی جیسے علم مین دل سے اور پکڑنے مین عضو سے اور پیدا کرنے مین آلہ سے پاک ہی اسلیے کہ جیسے اُسکی ذات پاک مخلوق کی ذات کی طرح نہین اسی طرح اُسکی صفتین بھی مخلوق کی صفات کے مشابہ نہین ہفتم کلام یعنی یہ جاننا کہ اللہ تعالی کلام کرنے والا ہی اور اپنے کلام ازلی قدیم سے جو اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہی امر اور نہی اور وعدہ وعید فرمایا ہی اُسکا کلام خلق کے کلام کے مشابہ نہین کہ ہوا کے اندر سے یا اجرام کے صدمے سے آواز ہوتی ہی یا زبان کی حرکت اور ہونٹھون کی مطابقت سے حرف پیدا ہون ان سب سے جداگانہ ہی اور قرآن اور توریت اور انجیل اور زبور اُسکی کتابین ہین کہ اُسکے انبیا علیہم السلام پر اُتری ہین اور قرآن مجید کی تلاوت زبانون سے ہوتی ہی اور اوراق پر لکھا جاتا ہی اور دلون مین حفظ کیا جاتا ہی اور باوجود اسکے وہ قدیم ہی اور خدا تعالی کی ذات پاک کے ساتھ قائم اُس سے جدا نہین ہو سکتا کہ علیحدہ ہو کر اوراق مین منتقل ہو جاوے اور حضرت موسی علیہ السلام نے خدا تعالی کے کلام بدون آواز اور حروف کے سنے جسطرح کہ ابرار آخرت مین اللہ تعالی کی ذات کو بدون جوہر اور عرض کے دیکھینگے اور جبکہ اللہ تعالی ان صفات سے موصوف

تو وہ زندہ اور عالم اور قادر اور مرید اور سمیع اور بصیر اور متکلم صرف اپنی ذات سے نہیں بلکہ حیات اور قدرت اور سمع اور بصر اور کلام سے ہی ہے ہشتم
افعال یعنی یہ اعتقاد رکھنا کہ جو چیز سوا اسکے موجود ہے وہ اسی کے فعل سے حادث اور اسی کے عدل سے فیضیاب ہوا اور سب اچھی طرح
اور اکمل اور اتم اور اعدل طور پر اسکا ظہور ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں حکیم اور اپنے احکام مین عادل ہے اسکے عدل کو بندون کے
عدل پر قیاس نہین کر سکتے اسلیے کہ بندے سے ظلم متصور ہو سکتا ہے بایں طور کہ غیر کے ملک مین تصرف کرے اور خدا تعالیٰ سے ظلم متصور
نہین ہو سکتا کیونکہ اسکو غیر کی ملک ملتی ہی نہین کہ اسمین اسکا تصرف ظلم کہلاوے غرض کہ جو کچھ اسکے سوا ہے انسان اور جن اور فرشتہ
اور شیطان اور آسمان و زمین اور حیوان اور سبزہ اور جماد اور جوہر اور عرض اور مدرک اور محسوس وہ سب حادث ہین اسنے اپنی قدرت
سے اسکو عدم سے اختراع کیا اور پردہ نیستی سے نکالکر ہست فرمایا کیونکہ ازل مین وہ اکیلا موجود تھا دوسرا کوئی اسکے ساتھ نہ تھا بعد اسکے
اپنی قدرت کے ظاہر کرنے اور ارادۂ سابق کے متحقق کرنے کے لیے خلق کو پیدا کیا یہ نہین کہ اسکو خلق کی طرف کچھ حاجت اور ضرورت
ہو پیدا کرنے اور اختراع کرنے اور تکلیف مین صرف فضل کرتا ہے نہ یہ کہ اسپر یہ امور واجب ہون اور انعام اور اصلاح مین صرف جود فرماتا ہے
نہ اس طور سے کہ اسکے ذمہ لازم ہو پس فضل اور احسان اور نعمت اور منت سب اسی کے لیے سزاوار ہے اسلیے کہ وہ اس بات پر قادر
تھا کہ اپنے بندون پر طرح طرح کے عذاب ڈال دیتا اور انکو اقسام مصائب اور آلام مین مبتلا کر دیتا اور یہ امور اس سے عدل کے طور
پر ہی ہوتے قبیح نہ ہوتے نہ ظلم اور اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندون کو طاعتون پر اپنے کرم اور وعدہ کے بموجب ثواب عنایت فرماتا ہے
بندے کے استحقاق کی جہت سے اور اپنے اوپر لازم ہونے کے سبب سے نہین دیتا اسلیے کہ اسپر کسی کے لیے کوئی فعل واجب
نہین اور نہ اس سے ظلم متصور ہو سکے اور نہ کسی کا اسپر کوئی حق واجب اور اسکا حق طاعتون مین خلق پر واجب ہے اسی نے اپنے انبیا
علیہم السلام کی زبانون سے واجب کیا ہے صرف عقل کی رو سے واجب نہین کیا بلکہ رسولون کو بھیجا اور انکا سچ ظاہر معجزون سے
ثابت کیا تو انھون نے اسکے حکم اور نہی اور وعدہ اور وعید کو خلق مین پہونچایا اسلیے خلق پر رسولون کو سچا جاننا اور جو احکام وہ لاتے
ہین انکا ماننا واجب ہوا اب دوسرے جملہ کے معنی یعنی رسولون کی گواہی دینے کو سنو کہ یہ اعتقاد کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی امی
قریشی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عرب اور عجم اور جن اور انسانون کی طرف رسول کرکے بھیجا اور انکی شریعت سے تمام شریعتون کو
منسوخ کیا بجز انکے جنکو انمین سے برقرار رکھا اور آپ کو تمام انبیا پر فضیلت دی اور آپ کو آدمیون کا سردار بنایا اور لا الہ الا اللہ کی توحید پر
گواہی دینے کو ایمان کامل نہین مانا جبتک کہ اسمین رسول کی شہادت یعنی محمد رسول اللہ نہ ملایا جاوے اور جس بات کی خبر آپ نے
دنیا اور آخرت کے امور مین سے دی ہے خلق پر لازم کر دیا کہ آپ کو اسمین سچا جانین اور کسی بندے کا ایمان قبول نہین فرماتا جبتک کہ
وہ مرنے کے بعد کے حالات کی جنکی خبر آپ نے دی ہے ایمان نہ لاوے ان حالات مین سے اول منکر اور نکیر کا سوال ہے یہ دونون
وہ شخص ہولناک مہیب صورت ہین کہ بندے کو قبر مین روح اور جسم کے ساتھ سیدھا بٹھلاتے ہین اور اس سے توحید اور رسالت کا
حال دریافت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے اور وہ دونون قبر کے امتحان لینے والے
ہین اور مرنے کے بعد اول آزمایش انکا سوال ہوتا ہے اور قبر کے عذاب پر ایمان لاوے کہ وہ بیشک ہے اور حکمت اور عدل کے ساتھ
روح اور جسم دونون پر جسطرح خدا تعالیٰ کی مرضی ہوگی ہوگا اور میزان پر ایمان لانا چاہیے کہ اسکے دو پلے اور ایک زبانہ بیچ مین پکڑ کر
اٹھانے کا ہوگا اور اسکے پلے اتنے بڑے بڑے ہونگے جتنے آسمان و زمین کے طبقات ہین اسمین اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اعمال تولے
جاوینگے اور باٹ اس روز ذرہ اور رائی بھر کے ہونگے تاکہ عدل خوب کامل ہو اور نیکیون کے صحیفے اچھی صورت مین نور کے پلے
مین ڈالے جاوینگے اور جسقدر ان نیکیون کے درجے خدا تعالیٰ کے نزدیک ہونگے اسی قدر انسے ترازو اللہ کے فضل و کرم سے

بھاری ہوگئی اور بدیون کے صحیفے بری صورت مین اندھیرے پلے مین ڈالے جاوینگے اور اللہ تعالی کے عدل کے باعث ترازو اُنسے ہلکی ہوجاوینگی اور پل صراط پر ایمان لانا چاہیے کہ دوزخ کی پشت پر ایک پل تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک بنا ہوا ہے جسپر سب کا گذر ہوگا خدای تعالی کے حکم سے کافرون کے پانون اُسپر پھسلینگے اور دوزخ مین گرجاوینگے اور ایمان والون کے پانون اللہ تعالی کی عنایت سے اُسپر جمینگے اور وہ دار القرار کو پہونچا دیے جاوینگے اور حوض پر ایمان لانا چاہیے جسپر ایماندارون کا گذر ہوگا یہ حوض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے مومن اسکا پانی جنت مین داخل ہونے سے پیشتر اور پل صراط سے اترنے کے بعد پیوینگے جو کوئی اُسمین سے ایک گھونٹ پانی پیویگا وہ بعد کو کبھی پیاسا نہوگا اُسکا عرض ایک مہینے کی راہ ہے اُسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور اُسکے گرد آبخورے بحساب شمار آسمان کے تارون کے ہین اور اُسمین دو پرنالے جنت کے چشمہ کوثر سے گرتے ہین اور حساب پر ایمان لانا چاہیے کہ لوگ حساب کے باب مین مختلف ہونگے بعضون سے تو حساب مین باریکی کیجاویگی بعضون سے چشم پوشی اور کچھ ایسے ہونگے کہ وہ بے حساب جنت مین داخل ہونگے اور وہ لوگ مقرب اللہ تعالی کے ہونگے اور اللہ تعالی نبیون مین جس سے چاہیگا سوال کریگا کہ تمنے مضمون رسالت کا پہونچا دیا اور کافرون مین سے جس سے چاہیگا رسولون کے جھٹلانے کی بازپرس کریگا اور بدعتیون سے سنت کا حال اور مسلمانون سے اعمال کا سوال کریگا اور یہ ایمان لانا چاہیے کہ اہل توحید سزا کے بعد دوزخ سے نکلینگے یہان تک کہ خدا تعالی کے فضل سے جہنم مین کوئی موحد نرہیگا اس معلوم ہوا کہ موحد ہمیشہ دوزخ مین نرہیگا اور شفاعت پر ایمان لانا چاہیے کہ اول انبیا کرینگے پھر علما پھر شہدا پھر اور سب مسلمان اور ہر ایک کی جتنی عزت اور منزلت اللہ تعالی کے نزدیک ہوگی اسی قدر اسکی سفارش منظور ہوگی اور جو ایماندار ایسے رہینگے کہ انکی سفارش کسی نے نکی ہوگی انکو اللہ تعالی اپنے فضل سے دوزخ سے نکالیگا پس دوزخ مین کوئی ایماندار ہمیشہ نرہیگا بلکہ جسکے دل مین ذرہ بھر ایمان ہوگا وہ بھی اُسمین سے باہر ہوگا اور یہ اعتقاد کرے کہ صحابہ افضل ہین اور انکی ترتیب افضلیت مین اسطرح ہے کہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب لوگون مین افضل حضرت ابوبکر ہین اُنکے بعد حضرت عمر اُنکے بعد حضرت عثمان اُنکے بعد حضرت علی اور صحابہ سے اچھا گمان رکھے اور انکی تعریف کرے جیسے اللہ تعالی اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سب کی تعریف فرمائی ہے اور یہ سب امور ایسے ہین کہ احادیث مین مذکور ہین اور آثار اُن پر شاہد ہین جو شخص اُن امور پر یقین سے معتقد ہوگا وہ اہل حق اور سنت جماعت والون مین ہوگا اور گمراہی اور بدعت والون کی جماعت سے علیحدہ رہیگا ہم اپنے لیے اور تمام مسلمانون کے واسطے خدا تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ کمال یقین عنایت فرماوے اور دین پر اپنی رحمت کاملہ سے ثابت رکھے کہ وہ ارحم الراحمین ہے وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

دوسری فصل اس بات کی وجہ کے بیان مین کہ ارشاد مین تدریج اور اعتقاد کے درجون مین ترتیب چاہیے

جاننا چاہیے کہ جو کچھ ہمنے فصل اول مین لکھا ہے وہ لڑکون کو ابتدا سے سن تمیز مین سکھانا چاہیے تاکہ اُسکو یاد کرلین پھر بڑا ہونے پر اُنکو اُسکے معنی تھوڑے تھوڑے کھلتے جاوینگے غرض کہ لڑکون کی اول تو یاد کرلینا ہے پھر سمجھنا پھر اعتقاد اور یقین اور اسکا تصدیق کرنا اور یہ بات لڑکون مین بدون دلیل کے آجاتی ہے کیونکہ اللہ تعالی کا فضل انسان کے دل پر یہ ہے کہ ابتدا بچپنے مین اُسکو ایمان کی طرف بلا حجت اور برہان کے کھول دیا ہے اور اُسکا انکار نہین ہوسکتا اسلیے کہ سب عوام کے عقیدون کا آغاز صرف تلقین اور تعلیم محض ہے ہان جو اعتقاد کہ صرف تقلید سے حاصل ہوتا ہے وہ ابتدا مین کسی قدر ضعف سے خالی نہین ہوتا یعنی اگر اُسکے دل مین اعتقاد مذکور کا خلاف ڈال دیا جاوے تو اعتقاد سابق دور ہوسکتا ہے اگر اُسکے اس اعتقاد کو لڑکون کے اور عامی کے دل مین خوب تقویت کر دینی چاہیے تاکہ پختہ ہو جاوے اور جنبش نکرے اور اعتقاد کی تقویت کا طریق یہ نہین کہ فن جدل اور کلام کو جانے بلکہ اُسکی راہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اور اُسکی تفسیر اور حدیث پڑھنے اور اُسکے معانی سمجھنے مین مشغول ہو اور عبادت روزمرہ کی بجا لاوے اس سے اُسکو قرآن مجید کی دلیلین اور حجتین اُسکے

ح بخاری و مسلم باختلاف الفاظ روایت ابی ہریرہ رض
ابن ماجہ روایت انس رض
ح بخاری و مسلم روایت ابن عمر رض
بخاری روایت ابو سعید
روایت انس
ح بخاری روایت ابن مسعود
ح ابن ماجہ روایت عائشہ
ح بخاری و مسلم روایت ابی ہریرہ
ح ابن ماجہ روایت عثمان بن عفان رض
ح بخاری روایت ابن عمر
ترمذی روایت عبد اللہ بن مغفل

کان میں پہونچینگی اور حدیث میں اُنکے شاہد دیکھیگا اور عبادات کے انوار سے منور ہوگا اور نیکبختون کے مشاہدے اور انکی ہمنشینی سے متاثر ہوکر اللہ تعالی کے حضور میں انکی فروتنی اور مسکنت اور انکے ڈرنے کو دیکھیگا تو یہ سب امور اس بات کے باعث ہونگے کہ اسکا اعتقاد روز بروز مضبوط ہوتا جاوے پس اول لڑکپن میں ان عقیدون کا سکھلا دینا بمنزلہ سینے میں بیج ڈالنے کے ہے اور یہ لوازم اسکے لیے مثل پانی دینے اور نولانے کے ہین تاکہ پیڑ بڑھکر زور پکڑ جاوے اور ایک شجرۂ طیبہ ہو جسکی جڑ جمی رہے اور شاخ آسمان میں پہونچے اور چاہیے کہ لڑکون کے کان جدل اور کلام سے نہایت درجہ کو بچائے جاوین اسلیے کہ جھگڑے سے اتنی بات دل میں بیٹھتی نہین جتنی اُکھڑ جاتی ہے اُس سے بناؤ کم ہے اور بگاڑ زیادہ بلکہ لڑکون کے عقیدون کو جدل سے تقویت کرنے کی مثال ایسی ہے کہ کوئی ہتوڑا لیکر درخت کی جڑ میں مارا کرے کہ میری غرض یہ ہے کہ اسکی جڑ مضبوط ہو اور موٹائی پکڑے حالانکہ ہتوڑا بعید نہین کہ اجزا کو متفرق کرکے درخت کو بگاڑ دے اور اکثر یونہی ہوتا ہے اسکے سوا مشاہدہ کے سامنے کچھ بیان کی ضرورت نہین مصرع شنیدہ کے بود مانند دیدہ + جو لوگ کہ عوام میں سے نیکبخت اور پرہیزگار ہین اُنکے عقیدون کو کلام والون اور جدل کے ماہرون کے عقائد سے مقابلہ کرکے دیکھو معلوم ہوگا کہ عوام کے عقیدے تو اونچے پہاڑ کی طرح جمے ہوئے ہین کہ کسی آفت اور بجلی سے نہین ہل سکتے اور کلام والے جو اپنے عقیدون کی حفاظت فن جدل سے کرتے رہتے ہین اُنکے عقیدے ایسے ہین کہ جیسے کوئی ڈورا ہوا میں لٹکا دیا جاوے کہ ہوا سے کبھی تو ادھر جھک جاتا ہے کبھی ادھر جھک جاتا ہے کیونکہ جو کوئی ان میں سے اعتقاد کی دلیل سنتا ہے اسکا تقلید ہی کی راہ سے اتنا ہے جیسے خود اعتقاد کو تقلید کے طور پر حاصل کرتا ہے یعنی دلیل کے سیکھنے اور مدلول کے سیکھنے میں کچھ فرق نہین ہے دونون میں تقلید ہوتی ہے تو دلیل کا سیکھنا اور بات ہے اور نظر کا مستقل ہونا اور چیز ہے جو اس سے بہت دور ہے پھر لڑکے کا انکار اگر اس عقیدے سے ہوا تو اگر وہ دنیا کمانے میں مشغول ہوجاویگا تب اسکو سوا سے اس عقیدہ کے اور کچھ واضح نہوگا مگر اہل حق کا سا اعتقاد کے رکھنے کی جہت سے آخرت میں سلامت رہیگا اسلیے کہ شرع نے عرب کے اجلاف کو اتنا ہی حکم دیا ہے کہ ظاہر عقائد کے موجب اپنی تصدیق پکی کرلین اور بحث اور تفتیش اور دلیلون کو بتکلف بنانے کا حکم ہرگز نہین کیا اور اگر شخص مذکور طریق آخرت کے چلنے والون میں سے ہونا چاہیگا اور توفیق اسکی رفیق ہوگی یہانتک کہ عمل میں مشغول ہو کر تقوی کے پیچھے پڑیگا اور نفس کو خواہش سے باز رکھکر ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہوگا تو اسکے لیے ہدایت کے دروازے کھل جاوینگے اور ایک نور الہی سے جو مجاہدہ کے سبب اسکے دل میں پڑیگا ان عقیدون کی حقیقتین واضح ہوجاوینگی کیونکہ مجاہدہ سے اس نور کے دل میں ڈالنے کا خدا تعالی نے وعدہ فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین اور یہ نور ایک جوہر نفیس ہے کہ صدیقون اور مقربون کے ایمان کی غایت وہی ہے اور جو راز کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں ڈالا گیا اور اسکی جہت سے آپ تمام خلق سے افضل ہوئے وہ بھی اسی نور کی طرف اشارہ ہے اور اس راز کے کھلنے بلکہ سب اسرار کے معلوم ہونے کے بہت سے درجات ہین جتنا کوئی مجاہدہ کریگا اور اپنے باطن کو بسبقدر صاف اور غیر اللہ سے پاک رکھیگا اور نور یقین سے روشنی حاصل کریگا اسی قدر اسرار بھی کھلینگے اور اسکو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے طب اور فقہ اور دوسرے علوم کے اسرار میں کہ لوگ موافق اپنی محنت کے اور بلحاظ اپنی ذکا اور دانائی ہوشیاری کے مختلف ہوا کرتے ہین تو جسطرح پر یہ درجات علم کے بے انتہا ہین اسی طرح درجات اسرار بھی غیر منحصر ہین مسئلہ جدل اور کلام سیکھنا نجوم کی طرح برا ہے یا مباح خواہ مستحب ہے جواب اس مسئلے مین دونون طرفون کو بہت سا مبالغہ اور اسراف ہے یعنی بعض تو یہ کہتے ہین کہ اسکا سیکھنا بدعت اور حرام ہے اور بندہ شرک کے سوا کوئی سا گناہ کرکے مرے اس سے بہتر ہے کہ خدا تعالی کے سامنے علم کلام کے ساتھ جاوے اور بعض کہتے ہین کہ اسکا سیکھنا واجب اور فرض کفایہ یا فرض عین ہے اور یہ سب اعمال سے بہتر اور ثواب کی چیزون میں عمدہ ہے اسلیے کہ اسکا سیکھنا علم توحید کا تحقیق کرنا اور خدا تعالی کے دین کی طرف سے لڑنا ہے اور امام شافعی اور مالک اور احمد رحمہ اللہ اور سفیان ثوری اور سب اہل حدیث سلف کے اسکی حرمت کے قائل ہین ابو عبد الاعلی کہتے ہین کہ جس روز امام شافعی رضی اللہ عنہ نے حفص فرد سے مناظرہ

کیا کرتا جو کہ معتزلہ مین سے علم کلام کا ماہر تھا مین نے سنا کہ امام صاحب فرماتے تھے کہ اگر بندہ شرک کے سوا ہر ایک گناہ کے ساتھ خدا تعالی سے ملے اس سے بہتر ہے کہ کچھ بھی علم کلام کے ساتھ اسکے سامنے جاوے اور مین نے حفص کی بھی ایک کلام سنی جسکو مین نقل نہین کر سکتا اور یہ بھی امام شافعیؒ فرماتے ہین کہ مین اہل کلام کی ایک ایسی بات پر مطلع ہوا ہون کہ مجکو کبھی اسکا گمان نہ تھا اور اگر بندہ خدا تعالی کے تمام منہیات مین سواے شرک کے مبتلا ہو اسکے حق مین اس سے بہتر ہے کہ علم کلام مین نظر کرے - اور کرابیسی روایت کرتے ہین کہ امام شافعیؒ سے کسی نے کوئی مسئلہ علم کلام کا پوچھا تو آپ نے غصہ ہو کر فرمایا کہ اسکا حال حفص فرد اور اسکے ساتھیون سے پوچھنا چاہیے خدا تعالی انکو رسوا کرے - اور جب امام شافعیؒ بیمار ہوے تو حفص فرد انکے پاس گیا آپ نے پوچھا کہ کون ہے اسنے کہا مین ہون حفص فرد آپ نے فرمایا کہ خدا تیری حفاظت اور نگہبانی نہ کرے یہانتک کہ جس امر مین تو مبتلا ہے اس سے توبہ نہ کرے اور یہ بھی آپکا ارشاد ہے کہ اگر آدمیون کو معلوم ہو جاوے کہ علم کلام مین کتنی بدعتین ہین تو اس سے ایسا بھاگین جیسے شیر سے بھاگتے ہین - اور فرمایا کہ جب تم کسی کو یہ کہتے سنو کہ اسم خواہ مسمی ہے یا مسمی کا غیر ہے تو جان لو کہ وہ کلام والون مین سے ہے اور اسکا کوئی دین نہین زعفرانی کہتے ہین کہ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ اہل کلام کے باب مین میری تجویز یہ ہے کہ انکے جوتین لگوا کر تمام قبیلون مین پھرایا جاوے اور منادی کیجاوے کہ یہ سزا ہے اسکی جو کتاب اللہ اور حدیث کو چھوڑ کر علم کلام مین مشغول ہو - اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہین کہ اہل کلام کو فلاح کبھی نہو گی اور جو شخص کلام کو دیکھے اسکو ایسا کم پاؤ گے کہ اسکے دل مین نقصان نہو اور کلام کی برائی مین آپ نے یہانتک مبالغہ کیا کہ حارث محاسبی سے باوجود انکے زہد اور پرہیزگاری کے ملنا چھوڑ دیا اس وجہ سے کہ انھون نے ایک کتاب بدعتیون کے رد مین لکھی تھی اور فرمایا کہ کمبخت پہلے تو تو انکی بدعت نقل کرتا ہے تب اسکا جواب لکھتا ہے تو گویا لوگون کو اپنی تصنیف سے رغبت دلاتا ہے کہ بدعت کو دیکھین اور ان شبہون کا مطالعہ کرین پھر یہی امر انکو راے اور بحث کا سبب ہو جاوے - اور یہ بھی امام احمدؒ کا قول ہے کہ علماے کلام بیدین ہین - اور امام مالکؒ فرماتے ہین کہ بھلا اگر کلام والے کے مقابل ایسا شخص آوے جو اس سے زیادہ لڑاکا ہو تو ہر روز ایک نیا دین اپنے لیے ایجاد کیا کریگا اس سے یہ غرض ہے کہ لڑنے والون کی کلام ایک دوسرے کی ضد ہوا کرتی ہے تو جو غالب ہوگا دوسرے کو اسی کی راہ اختیار کرنی پڑیگی - اور یہ بھی آپ نے فرمایا کہ بدعت اور ہوا والون کی گواہی درست نہین اور بعض آپکے شاگرد کہتے ہین کہ اہل اہوا سے آپکی غرض اہل کلام ہین خواہ کسی مذہب پر ہون - اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص علم کی طلب کلام سے کرتا ہے وہ بیدین ہو جاتا ہے - اور حسنؒ کا ارشاد ہے کہ اہل ہوا سے نہ جدل کرو اور نہ انکے پاس بیٹھو اور نہ انکا قول سنو - اور سلف کے سب اہل حدیث کا کلام کی برائی پر اتفاق ہوا اور جتنی تاکیدین شدید انھون نے اس باب مین فرمائی ہین وہ خارج از شمار ہین اور کہا ہے کہ صحابہؓ نے باوجود حقائق کے زیادہ واقف ہونے اور دوسرون کی نسبت کہ الفاظ کی ترتیب مین فصیح تر ہونے کے کلام سے سکوت کیا اسکی وجہ یہی تھی کہ وہ لوگ جو کچھ خرابی اس سے پیدا ہوتی ہے اس سے واقف تھے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا ہلک المتنطعون یعنی ہلاک ہوے وہ لوگ کہ بحث اور کلام مین زیادہ خوض کرتے ہین اور اہل حدیث یہ حجت بھی پیش کرتے ہین کہ اگر علم کلام دین سے ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکا امر ضرور ہی فرما دیتے اور اسکا طریق سکھلا دیتے اور اسکے عالمون کی تعریف کرتے کیونکہ صحابہؓ کو استنجا تک تو تعلیم فرمایا اور فرائض کے یاد کرنے کا ارشاد کیا اور انکی تعریف کی اور تقدیر مین کلام کرنے کو منع فرمایا اور یہ ارشاد کیا کہ تقدیر کے باب مین خاموش رہو اور اسی پر صحابہؓ بھی ہمیشہ رہے پس استاد پر زیادتی کرنی سرکشی اور ظلم ہے اور صحابہ ظاہر ہے کہ پیشوا اور استاد ہین اور ہم پیرو اور شاگرد ہین - اور دوسرا فرقہ جو علم کلام کو اچھا جانتا ہے وہ یہ دلیل کرتے ہین کہ اگر علم کلام مین یہ خرابی ہے کہ اسمین جوہر اور عرض اور دوسری اصطلاحین نادر جو صحابہ کے عہد مین نہ تھین موجود ہین تو کچھ سہل بات ہے اسلیے کہ ہر ایک علم مین اسکے سمجھانے کے لیے اصطلاحین نئی نئی ہین مثلا حدیث اور تفسیر اور فقہ مین بہت اصطلاحین اس قسم کی ہین کہ اگر انکو صحابہؓ

ابن ماجہ بروایت ابی امامہ ۱۲

پیش کرتے تو وہ انکو نہ سمجھتے جیسے قیاس کی اصطلاحین نقض اور کسر اور ترکیب اور تعدیہ اور فساد وضع ہین غرض کہ الفاظ کا بنانا مقصود
صحیح پر دلالت کرنے کے لیے ایسا ہی جیسا ایک نئی صورت کا برتن بنا کر مباح چیزین استعمال کرین اسمین کچھ خرابی نہین اور اگر علم کلام
مین خرابی لفظون کے اعتبار سے نہین غرض اور مضمون کے اعتبار سے ہی تو ہماری غرض اس سے صرف یہ ہی کہ عالم کے حادث ہونے کی
اور خدا سے تعالی کی وحدانیت اور صفات کی دلیل پہچانین جس طرح پر کہ وہ شرع مین ثابت ہون پس خدا سے تعالی کو
دلیل کے ساتھ پہچاننا حرام کہان سے ہوا اور اگر علم کلام مین یہ خرابی ہی کہ اسکا انجام شور و شغب اور تعصب اور عداوت
اور کینہ ہی تو یہ بیشک حرام ہی اس سے بچنا واجب ہی جیسے کہ علم حدیث اور تفسیر اور فقہ کے جاننے سے بعض لوگون کو کبر اور عجب
اور خود داری اور طلب ریاست ہو جاتی ہی کہ انکی بھی حرمت مین کچھ شک نہین اور انسے احتراز کرنا واجب مگر علم سے منع کرنا نہ چاہیے
اس خیال سے کہ انجام کو یہ خرابی اس سے ہوگی اور دلیل کا ذکر کرنا اور اسکا طلب کرنا اور اسکے حال سے بحث کرنی ممنوع کیسے ہو سکتی
ہی کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی قل ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین اور فرمایا لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ اور فرمایا قل ہل عندکم
من علم فتخرجوہ لنا اور فرمایا ان عندکم من سلطان بہذا یعنی اسکی کچھ حجت اور برہان بھی ہی اور فرمایا قل فللہ الحجۃ البالغۃ اور فرمایا الم تر الی الذی
حاج ابراہیم فی ربہ ان اتاہ اللہ الملک یہانتک کہ فرمایا فبہت الذی کفر اس آیت مین اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کا حجت کرنا اور
جدل کرنا اور دشمن کو ساکت کر دینا تعریف کے طور پر ارشاد فرمایا اور فرمایا وتلک حجتنا آتیناہا ابراہیم علی قومہ اور فرمایا قالوا یا نوح قد جادلتنا
فاکثرت جدالنا اور فرعون کے قصے مین ارشاد فرمایا وما رب العالمین یہانتک کہ کہا اولو جئتک بشیء مبین غرض یہ کہ قرآن مجید اول سے
آخر تک کفار کے ساتھ حجتین ہین چنانچہ عمدہ دلیل متکلمون کی توحید مین یہ آیت ہی لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا اور نبوت کے باب مین یہ آیت
ہی وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ اور حشر مین اٹھنے کے باب مین یہ آیت ہی قل یحییہا الذی انشأہا اول مرۃ اور سوا اسکے
اور آیتین اور دلیلین ہین اور ہمیشہ سب رسول صلوات اللہ علیہم منکرون سے لڑتے اور جھگڑتے جدال و حجت کرتے آئے ہین اللہ تعالی
فرماتا ہی وجادلہم بالتی ہی احسن اور صحابہ بھی منکرون سے حجت اور جدال کیا کرتے تھے مگر حاجت کے وقت کرتے تھے اور انکے وقت
مین حاجت کم تھی اور سب سے اول بدعتیون سے حضرت علی نے مجادلہ کا ڈھنگ ڈالا کہ حضرت ابن عباس کو خارجیون سے بحث کرنے کو
بھیجا اور انھون نے انسے یہ تقریر کی کہ تم اپنے امام کی عقوبت کے خواہان کیون ہوا انھون نے جواب دیا کہ اس وجہ سے کہ انسے قتال کیا
اور قیدی اور غنیمت ہمکو نہین دی حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ امر کفار کی لڑائی مین ہوتا ہی بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر حضرت عائشہ جمل کے
روز کی لڑائی مین قید ہو جاتین اور وہ تم مین سے کسی کے حصے مین پڑتین تو کیا تم انسے وہی معاملہ رکھتے جو اپنی لونڈیون سے کرتے ہو حالانکہ
وہ نص قرآنی کی رو سے تمھاری ماہین خارجیون نے جواب مین عرض کیا کہ یہ کبھی نہوتا غرض کہ اس مجادلے سے وہ ہزار آدمی آپکی
اطاعت مین آگئے اور مروی ہی کہ حضرت حسن نے ایک شخص تقدیر کے منکر سے مناظرہ کیا اور وہ اپنے مذہب سے تائب ہوا اور حضرت
علی نے ایک قدریہ سے مناظرہ کیا اور حضرت عبد اللہ بن مسعود نے یزید بن عمیرہ سے ایمان کے باب مین مناظرہ کیا اور اسمین یہ فرمایا کہ اگر
تم یہ کہو کہ مین ایماندار ہون تو یہ ضرور ہی کہ کہو کہ مین بہشتی ہون یزید بن عمیرہ نے کہا کہ اے صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپکی
خطا ہی ایمان تو اسی کا نام ہی کہ ہم اللہ پر اور اسکے فرشتون اور کتابون اور رسولون پر اور مرنے کے بعد اٹھنے اور وزن اعمال پر ایمان لاوین

اور نماز اور روزہ اور زکوٰۃ کو بجا لاوین اور ہمارے کچھ گناہ ہین اگر ہمکو یقین ہو کہ وہ بخشدیے جاینگے تب البتہ ہم کہینگے کہ ہم اہل جنت مین سے ہین اور انھین گناہون کی وجہ سے ہم کہتے ہین کہ ایماندار ہین مگر یہ نہین کہتے کہ اہل جنت مین سے ہین حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ واقع مین تمنے درست کہا بخدا مجھ سے خطا ہوئی۔ اب رہا یہ کہ صحابہ اسمین خوض کم کرتے تھے بہت مصروف نہوتے تھے اور تھوڑی تقریر کرتے تھے زیادہ نہوتی تھی اور وہ بھی حاجت کے وقت بلا تصنیف و تدریس کرتے تھے اسکو کوئی فن نہین مقرر کیا تھا تو اسکے لیے ہم کہینگے کہ صحابہ کا اسمین کم مصروف ہونا تو اسوجہ سے تھا کہ حاجت کم تھی کیونکہ اس زمانہ مین بدعت کم ظاہر ہوئی تھی اور تقریر کے مختصر ہونے کی وجہ یہ تھی کہ تقریر طرف ثانی کے ساکت کرنے اور اسکے قائل ہونے اور شبہہ کے دور ہونے اور امر حق کے واضح ہونے کے لیے ہوا کرتی ہے پس اگر طرف ثانی کا اعتراض یا اسکا اصرار زیادہ ہوگا تو ضرور ہے کہ اسکا الزام بھی لنبا چوڑا ہوگا صحابہؓ بعد تقریر کے شروع فرمانے کے کسی ترازو یا پیمانہ سے اسکی مقدار مقرر نہین کرتے تھے کہ اس سے زیادہ نہ ہوگی اور تدریس اور تصنیف کے جو درپے نہوتے تو اپنی عادت کی جہت نہوتے چنانچہ فقہ اور تفسیر اور حدیث مین بھی تدریس اور تصنیف نہین فرمائی تو اگر فقہ مین تصنیف کرنا اور نادر صورتون کا بنانا جو کمتر واقع ہون درست ہے باین لحاظ کہ اگر اسطرح کی صورت ہو جاوے تو مسئلہ کام آوے یا صرف جودت طبع اور تیزی ذہن طالبون کی منظور ہو تو ہم بھی مجادلہ کے باریکیون کو بہین لحاظ ترتیب دیتے ہین کہ شاید شبہہ کے ابھرنے اور بدعتی کے جوش و خروش کرنے کے وقت کارآمد ہون یا ذہن طالبون کا تیز ہو جاوے کہ وقت پر فوراً بے تامل جواب دے سکین ترک نہین جیسے لڑائی کے لیے ہتھیار بنا رکھتے ہین کہ موقع سے پہلے بیکار ہوتے ہین مگر وقت پر کام آتے ہین۔ یہ دونون طرف کی تقریرین ہین اور ہمارے نزدیک اگر مختار اور تحقیق پوچھو تو یہ ہے کہ ہر حال مین مطلق کلام کو برا کہنا یا ہر حال مین اسکی تعریف کرنی دونون بیجا ہین بلکہ اس باب مین تفصیل ہونی چاہیے اسکے لیے اول یہ معلوم کرنا چاہیے کہ حرمت دو قسم ہے ایک وہ کہ کوئی چیز اپنی ذات سے حرام ہو جیسے شراب اور مردار ہے اور اپنی ذات سے حرام ہونے سے ہماری غرض یہ ہے کہ اسکے حرام ہونے کی علت خود اسکے اندر کوئی وصف ہو جیسے شراب مین نشہ کرنا اور مردار مین موت ہے پس اسطرح کی چیز کو جب ہمسے کوئی پوچھیگا تو ہم یہی کہینگے کہ مطلقاً حرام ہے اسکا دھیان نکرینگے کہ اضطرار کے وقت مردار مباح ہو جاتا ہے یا گلے مین لقمہ اٹک جاوے اور اسکے اترنے کے لیے سواے شراب کے اور کوئی چیز بہنے والی نہو تو شراب اس غرض کے لیے مباح ہے اور ایک وہ ہے کہ غیر کی جہت سے حرام ہو جیسے کوئی مسلمان بیع کر چکا اسپر خیار کے وقت مین بیع کرنی یا اذان جمعہ کے وقت بیع کرنی یا مٹی کا کھانا کہ اسکی حرمت اسوجہ سے ہے کہ اسمین ضرر ہے اور جو چیز ایسی ہے اسکی دو نوع ہین ایک تو وہ کہ اسکی تھوڑی اور بہت دونون مضر ہون تو اسکو بھی مطلق یہ کہا جاویگا کہ حرام ہے جیسے مثلاً زہر کہ تھوڑا اور بہت اسمین سے قاتل ہے اور ایک نوع وہ ہے کہ کثرت کے وقت مضر ہوتی ہے جیسے شہد کہ اگر گرم مزاج والا کثرت سے کھاوے تو مضر ہے یا جیسے مٹی کا کھانا کہ اسکی کثرت مضر ہے تو ایسی چیز پر مباح ہونے کا اطلاق کیا جاویگا غرض کہ شراب پر حرمت کا اطلاق اور شہد پر حلت کا بولنا باعتبار غالب احوال کے ہے پس اگر کوئی ایسی چیز ہو کہ جسمین حالات ایک دوسرے کے مخالف ہون تو اسکے حکم مین بہتر اور التباس سے دور تر یہ ہے کہ تفصیل وار بیان کیا جاوے اب ہم علم کلام کو جو دیکھتے ہین تو اسمین نفع بھی پاتے ہین اور ضرر بھی اسلیے کہتے ہین کہ علم کلام اپنے نفع کے اعتبار سے نفع کے موقع مین حلال ہے یا مستحب یا واجب جس طرح کا حال مقتضی ہو اور اپنے ضرر کے رو سے ضرر کے محل مین حرام ہے ضرر علم کلام کا یہ ہے کہ شبہون کو ابھارتا ہے اور عقیدون کو ہلا کر یقین اور پختگی سے انکو دور کر دیتا ہے یہ بات علم کلام کے شروع مین ہو جاتی ہے اور دلیل سے پھر پختگی پھر آنے مین شک ہے اور اس باب مین لوگ مختلف ہوتے ہین کہ بعضے دلیل کے بعد درست ہو جاتے ہین بعضے درست نہین ہوتے یہ ضرر تو اسکا امر حق کے اعتقاد مین ہے اور ایک ضرر اسمین اور ہے کہ بدعتیون کا اعتقاد بدعت پر جم جاتا ہے اور دلون مین ایسی طرح ٹھہرتا ہے کہ اسی کے لوازم ظہور مین آتے ہین اور اسپر اصرار کے زیادہ حریص ہو جاتے ہین

مگر یہ ضرر اسی تعصب کی وجہ سے ہوتا ہی جو جدل کے باعث ہیجان مین آتا ہی اور اسی واسطے تم دیکھتے ہو کہ عامی بدعتی کا اعتقاد نرمی سے بہت جلد زائل ہو سکتا ہی لیکن جس صورت مین کہ اُسکا نشو و نما ایسے شہر مین ہو جس مین جدل و تعصب ہو تب تو اگر اگلے پچھلے سب اُسپر متفق ہو کر آوین تب بھی اُسکے سینے سے بدعت نہ نکال سکینگے بلکہ خواہش نفس اور تعصب اور بغض جدل کرنے والون اور فرقہ مخالف کی خصومت اُسکے دل پر ایسی غالب ہوتی ہی کہ حق بات کے ادراک سے اُسکو باز رکھتی ہی یہانتک کہ اگر اُس سے کہا جاوے کہ تمکو یہ منظور ہی یا نہین کہ اللہ تعالے تمہارے سامنے سے پردہ دور کر دے اور تم آنکھون سے دیکھ لو کہ امر حق طرف ثانی کی طرف ہی تو وہ اس امر کو اس نظر سے برا جانیگا کہ اس سے طرف ثانی کو خوشی ہوگی اور یہ بڑا روگ اور مرض ہی جو شہرون اور بندون مین پھیل گیا ہی اور یہ ایک قسم کا فساد ہی جسکو جدل کرنے والون نے تعصب کی جہت سے برپا کیا ہی پس یہ تو علم کلام کا ضرر ہی اور فائدہ اس علم کا یہی گمان مین آتا ہی کہ حقیقتون کا منکشف ہونا اور انکی ماہیت اصلی کا پہچاننا ہی لیکن واقعی یہ ہی کہ کلام مین یہ مطلب سترگ نہین غالبا کشف حقیقت اور معرفت ماہیت کی نسبت کہ خبط مین ڈالنا اور گمراہی زیادہ ہوتی ہی اور اس بات کو اگر تمہارے سامنے کوئی محدث یا حشوی کہے گا تب تو تم اپنے دل مین یہ کہو گے کہ چونکہ یہ اس علم سے ناواقف ہین اور آدمی جس چیز کو نہین جانتا اُس کا دشمن ہوا کرتا ہی اس لیے برا کہتے ہین لیکن اُسکو ہم سے سنو کہ ہمنے اس علم کا خوب امتحان کیا اور اُسکے اقصی غایت تک پہونچے اور جو علم اس سے مناسبت رکھتے تھے اُن مین بھی خوب مہارت پیدا کی مگر بعد کو یہی پایا کہ اس علم کے ذریعہ معرفت حقائق کی راہ مسدود ہی اور اسی وجہ سے اس علم سے ہمکو نفرت ہوگئی ہان اسمین کچھ شک نہین کہ بعض امور کے انکشاف اور وضوح سے علم کلام خالی نہین مگر یہ بات بہت کم ہی اور ایسے امور ظاہرین ہوتی ہی کہ فن کلام مین غور نہ کرنے سے بھی غالبا وہ سمجھ مین آجاوین تو اس نفع کا تو کچھ اعتبار نہین بلکہ علم کلام کا نفع صرف ایک بات ہی یعنی جس عقیدہ کو ہمنے بیان کیا ہی اس علم کے ذریعہ سے اُسکی حفاظت عوام پر متصور ہی اور بدعتیون کے شک و شبہہ ڈالنے اور جدل کرنے سے بچاؤ اُنکا ہو سکتا ہی اسلیے کہ عامی آدمی ضعیف ہوتا ہی بدعتی کا جدل اُسکو گھبرا لیتا ہی پس وہ بیچارہ کلام کی جہت سے اُسکا مقابلہ کر سکتا ہی گویا مقابلہ فاسد بات کا فاسد بات سے ہی مگر پھر بھی اُسکے اعتراض کو ہٹا دیتا ہی اور آدمیون کے واسطے وہی عقیدہ عبادت شمار کیا جاتا ہی جسکو ہم لکھ چکے ہین اسلیے کہ وہ شریعت مین وارد ہی بدین لحاظ کہ اسمین خوبی اُنکے دین و دنیا کی ہی اور سلف صالح نے اسی پر اجماع کیا ہی اور علما کے لیے اُسکی حفاظت عوام کے حق مین بدعتیون کے دھوکون سے کرنی داخل عبادت ہی جیسے سلاطین کے واسطے اُنکے مالون کو ظالمون اور غاصبون کی لوٹ کھسوٹ سے بچانا امر ثواب ہی اور جب اس علم کا فائدہ اور ضرر معلوم ہو چکا تو علما کو چاہیے کہ جیسے طبیب حاذق دواے پر خطر کو استعمال کرتے ہین اور بدون اُسکے محل اور حاجت کے استعمال نہین کرتے اسی طرح علم کلام کو بھی بوقت حاجت اور بقدر حاجت استعمال کرین اور اسکی تفصیل یہ ہی کہ عوام جو اپنے پیشون اور حرفون مین مشغول ہین اُنکو واجب ہی کہ جو عقیدے اُنھون نے سیکھے ہین اُنھین پر چھوڑ دیے جاوین بشرطیکہ عقائد حق طور پر ہون جیسے ہمنے لکھے ہین اسلیے کہ ایسے لوگون کو کلام کا سکھلانا اُنکے حق مین ضرر محض ہی کیونکہ اکثر اُنکو شک اکھیڑ دیتا ہی اور اعتقاد جنبش کرتا جاتا ہی اور بعد کو اُسکا برپا رہنا اصلاح سے ممکن نہین ہوتا اور جو عامی کہ معتقد بدعت کا ہی اُسکو امر حق کی طرف نرمی کے طور پر کلام لطیف سے بلانا چاہیے اور ایسی گفتگو اُسکے آگے کرنی چاہیے جس سے نفس کو قناعت اور دل مین تاثیر ہو اور دلائل قرآن مجید اور حدیث کے ڈھنگ کے قریب ہو اور کسی قدر اُسمین نصیحت اور تخویف بھی ملی ہوئی ہو تعصب کی راہ سے سمجھانا نہ چاہیے کیونکہ اُسکے حق مین جدل کی نسبت کہ نرمی اور نصیحت ہی زیادہ کارآمد ہی اسلیے کہ عامی جب متکلمون کی شرط کے بموجب جدل سنیگا تو اُسکو یہ اعتقاد ہوگا کہ یہ ایک فن مناظرہ کا ہی جسکو طرف ثانی نے سیکھا ہی تاکہ بتدریج لوگون کو اپنے اعتقاد کی طرف کھینچ لے اور اگر جواب سے عاجز ہوگا تو فرض کر لیگا کہ میرے مذہب والے بھی اسکا دفعیہ کر سکتے ہونگے پس ایسے آدمی کے ساتھ اور اول کے ساتھ جدل حرام ہی اور اسی طرح

اس شخص کے ساتھ کہ شک مین پڑ گیا ہو اسلیے کہ شک کا دور کرنا نرمی اور وعظ اور ان دلیلون سے چاہیے جو فہم سے قریب اور مقبول اور کلام کے مشکلات سے بعید ہون اور جدل کو غایت درجہ تک پہونچا دینا صرف ایک جگہ مین مفید ہے اور وہ یہ صورت ہے کہ کسی عامی نے ایک قسم کا جدل سنکر مثلاً بدعت کا اعتقاد کر لیا ہو تو اس جدل کا مقابلہ اسی جیسے جدل سے کیا جاوے تاکہ عامی مذکور اعتقاد حق کی طرف پھر آوے اور یہ ایسے شخص کے حق مین ہوگا جسکا حال یہ معلوم ہو کہ وعظ اور عام تخویفات پر قانع نہو کر مجادلے سے انس رکھتا ہے اسلیے کہ اسکی نوبت ایسی حالت پر آگئی ہے کہ بدون جدل کے علاج کے اور تدبیر اسکو مفید نہوگی تو ایسے کو جدل بتانا مضائقہ نہین اور یہ امر ان شہرون مین ہے کہ بدعت کم ہو اور مذہب انمین مختلف نہون تو ایسے شہرون مین اول انھین اعتقادات کے بیان پر اکتفا کرنی چاہیے جو ہمنے ذکر کیے ہین اور دلیلون کے درپے ہونا نہ چاہیے اور شبہہ پڑنے کا منتظر رہنا چاہیے جب کوئی شبہہ واقع ہو تو بقدر حاجت اسکا ذکر دینا چاہیے اور اگر بدعت پھیلی ہوئی ہو اور خوف ہو کہ کہین لڑکے فریب مین نہ آجاوین تو ایسے وقت مین اسقدر دلائل جو ہمنے اپنے رسالہ قدسیہ مین بیان کیے ہین لڑکون کو سکھا دینے کا مضائقہ نہین کہ اسکے سبب سے بدعتون کے مجادلون کی تاثیر سے بچے رہین اور یہ مقدار دلائل کی مختصر ہے اور چونکہ وہ رسالہ بھی مختصر ہے اسلیے ہمنے انکو اس مین درج کیا ہے پس اگر مبتدی صاحب ذکا ہو اور اپنی طبیعت کی تیزی سے سوال کی جگہ پر واقف ہو جاوے یا اسکے دل مین شبہہ اٹھ کھڑا ہو تو ایک پر خطر روگ پیدا ہوا اب جائز ہوا کہ اس مقدار تک ترقی کی جاوے جسکو ہمنے اقتصاد فی الاعتقاد مین مذکور کیا ہے اور وہ بقدر چھ سات جزون کے ہوگی اسمین قواعد عقائد کے اور مباحث متکلمین وغیرہ کے سوا اور طرف نظر نہین پس اگر یہ کتاب اسکو کافی ہو تب تو استاد اور کچھ اس فن مین اسکو نہ سکھا دے اور اگر اسپر وہ قانع نہو تو روگ پرانا ہو گیا اور مرض بڑھ گیا اب استاد کو حتی الوسع اسکے ساتھ نرمی برتنی چاہیے اور انتظار کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی اپنے حکم سے کوئی تنبیہ کرکے اسپر امر حق کو واضح کر دیتا ہے یا وہ شک پر اور شبہہ پر اصرار کرکے کردنی خویش آمدنی پیش کا مصداق بنا چاہتا ہے کیونکہ جسقدر مضمون کو کتاب اقتصاد خواہ اور اسی جیسی تصنیفات شامل ہے اسقدر سے توقع ہے کہ مفید ہو باقی بعضا مین جو علم کلام مین ہین اور دائرہ نفع سے خارج وہ دو قسم ہین ایک تو وہ کہ قواعد کے عقائد کے سوا اور امور ہون جیسے اعتمادات یعنی اسباب و علل اور ادراکات یعنی علوم و قوتون اور اکوان یعنی موجودات کے حال سے بحث کرنی اور اس بات مین خوض کرنا کہ آیا رویت کے مخالف کا نام منع ہے یا ضد یا نفی سب غیر مرئی چیزون کے لیے ہر ایک ہی منع ہے یا جتنی چیزین کہ انکی رویت ممکن ہے انکے لیے موافق انکے شمار کے منع ثابت ہے جیسے عنصریات کی بحث ہوتی ہے اور سوا انکے اور اسی طرح کی واہیات گمراہ کرنے والی ہین اور دوسری قسم یہ ہے کہ عین انھین قواعد عقائد کی دلیلون مین بہت سی تقریر اور زیادہ سوال جواب کیے جاوین اسطرح پر بھی تقریر کو غایت درجہ پر پہونچانا ایسے شخص کے حق مین جو اس قدر پر قانع نہو گمراہی اور جہالت کے سوا اور کچھ فائدہ نہین کرتا اسلیے کہ بہت سے کلام اسطرح کے ہین کہ طول دینے اور بڑھانے سے اسمین وقت ہو جاتی ہے اور اگر کوئی یون کہے کہ ادراکات اور اعتمادات کی حکمتون کے حالات بیان کرنے سے دلون کے تیز ہو جانے کا فائدہ ہے اور دل دین کا آلہ ہے جیسے تلوار جہاد کا آلہ ہے تو دل کے تیز کرنے مین کچھ مضائقہ نہین تو یہ قول اسکا ایسا ہوگا جیسے یون کہے کہ شطرنج کا کھیلنا دل کی تیزی کے لیے ہے تو وہ کھیل بھی دین مین سے ہے غرض کہ اس طرح کا حیلہ ایک خیال خام ہے شریعت کے جتنے علوم ہین انکے سبب سے دل کو تیزی ہوتی ہے اور انھین سے کسی مین کسی طرح کے ضرر کا خوف نہین ۔ اس تقریر سے تمکو علم کلام مین سے جسقدر مکروہ ہے اور جسقدر بدعی ہے معلوم ہو گئی اور وہ حال بھی دریافت ہو گیا جسمین کہ مذمت اور تعریف کلام کی ہوتی ہے اور جسکو وہ مفید ہے اور جسکو مضر ہے انکی تفصیل بھی واضح ہو گئی ۔ اب اگر یہ کہو کہ اسکا تو تم اقرار کر چکے کہ بدعتیون کے دفع کرنے کے لیے علم کلام کی طرف حاجت ہے اور اس زمانے مین بدعتین بہت ہو گئین اور یہ مصیبت عام ہو گئی اور اسکی حاجت نہایت قوی ہے تو ضرور ہے کہ اس علم کا جاننا فرض

کفایہ ہو جیسے اموال کی حفاظت اور عہدہ قضا اور تولیت وغیرہ کا بجالانا ہی اور جبتک کہ علما اس علم کے پھیلانے اور تدریس اور بحث مین مشغول نہونگے تو وہ باقی کیسے رہیگا اور اگر بالفرض اُسکو ترک کردیا جاوے تو ظاہر ہی کہ نابود ہو جاویگا اور صرف طبیعتون مین اتنا ماسکہ نہین کہ بدعتیون کے شبہہ کا حل کردیا کرین جبتک کہ اس فن کو نہ سیکھین اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اس فن کی تدریس اور بحث اسی مانند فرض کفایہ ہی بخلاف زمانہ صحابہؓ کے کہ اس وقت مین اس علم کی طرف حاجت نہ تھی پس اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ واقع مین ہر ایک شہر مین اس علم کا جاننے والا جدا گانہ چاہیے کہ جو بدعتی اس شہر کے شبہہ کرین وہ انکو جواب دیا کرے اور یہ بات بدون تعلیم کے ہمیشہ قائم نہ رہیگی لیکن ہماری غرض یہ ہی کہ اس علم کا علی العموم سبکو سکھانا اچھا نہین جیسے فقہ اور تفسیر کی تحصیل ہوتی ہی کیونکہ فقہ اور تفسیر تو بمنزلہ غذا کے ہین اور کلام مثل دوا کے ہی غذا کے ضرر کا خوف نہین کیا جاتا اور دوا کا ضرر خوف کے قابل ہی چنانچہ ہم اُسکے ضرر کے اقسام کو بیان کرچکے ہین پس جو شخص اس علم کا عالم ہو اُسکو چاہیے کہ جس شخص مین تین خصلتین پاوے خاص اُسی کو یہ علم سکھاوے اول یہ کہ سیکھنے والا علم ہی کی تحصیل کے لیے ہو اور اسی کا حریص ہو اسلیے کہ اگر طالب پیشہ ور ہوگا اور اپنے کام مین لگ جاویگا تو یہ شغل اُسکو علم کی تکمیل اور شبہات کے دور کرنے کا نافع ہوگا جب کبھی اسکو شکوک پیش آوین دوسرے یہ کہ صاحب ذکا اور فطنت اور فصاحت ہو اسلیے کہ غبی آدمی کو اسکے سمجھنے سے فائدہ نہوگا اور بے ڈھنگے تقریر کرنے والے کی حجت کچھ مفید نہین ہوتی اسلیے اسکے حق مین کلام کے ضرر کا خوف ہی اور فائدہ کی توقع نہین تیسرے یہ کہ اُسکی طبیعت مین صلاحیت اور دیانت اور تقوی ہو اور شہوتین اُسپر غالب نہون اسلیے کہ بدکار آدمی ادنی شبہہ سے دین سے علیحدہ ہو جاتا ہی اور جو اگر کہ اُسمین اور اُسکی لذتون مین ہوتی ہی وہ اس شبہہ سے رفع ہو جاتی ہی تو اُسکو یہ خواہش نہین ہوتی کہ شبہہ کو دور کیجیے بلکہ شبہہ کو غنیمت جانتا ہی کہ دین کی تکلیفات کی برداشت سے رہائی ملی تو ایسے آدمی جسقدر خرابی ظہور مین آتی ہی وہ اصلاح کی نسبت کہین زیادہ ہوتی اور جب تم ان قسمون کو معلوم کرچکے تو تمکو واضح ہوا ہوگا کہ علم کلام مین حجت عمدہ وہی ہی جو قرآن کی حجتون کی جنس سے ہو یعنی کلمات نرم اور دلون مین تاثیر کرنے والے اور نفسون کو قانع کرنے والے اُسمین بولے جاوین ایسی تقسیمات اور دقیق باتون کو اُسمین دخل نہ دیا جاوے جنکو اکثر آدمی نہ سمجھین اور اگر سمجھین تو یہ اعتقاد کرین کہ یہ اس مقرر کا ایک شعبدہ اور ہنر ہی جسکو لوگون کے دھوکا دینے کے لیے سیکھا ہی اور اگر کوئی اسی جیسا ہنر والا اسکے مقابلہ مین ہو تو اُسکو زیادتی کچھ بھی نہو اور یہ بھی تمنے معلوم کرلیا ہوگا کہ امام شافعیؒ اور دوسرے اکابر سلف نے جو اس علم مین خوض کرنے اور اسی کے ہو رہنے سے منع فرمایا ہی تو اسکی وجہ وہی تھی کہ اُسمین وہ نقصانات پائے جاتے ہین جنپر ہم اشارہ کرآئے ہین اور حضرت ابن عباسؓ سے جو خارجیون کے ساتھ اور حضرت علیؓ سے تقدیر وغیرہ کے باب مین مناظرے منقول ہین وہ کلام صاف اور ظاہر اور حاجت کے وقت مین تھے اور اس طرح کا مناظرہ ہر حال مین بہتر ہی ہان ہر ایک زمانہ مین حاجت کی کمی بیشی مین اختلاف ہوا کرتا ہی تو کچھ بعید نہین کہ اُسکی وجہ سے حکم بھی ہر زمانہ مین مختلف ہو۔ پھر جو عقیدہ خلق کے لیے عبادت مقرر ہوا ہی اُسکا حکم اور اُسکی طرف سے جھگڑنے اور اُسکے بچانے کا طور یہ ہی جو اوپر ذکر کیا مگر شبہہ کا دور کرنا اور حقیقتون کا واضح ہونا اور اشیا کو جون کی تون معلوم کرنا اور اس عقیدہ حق کے الفاظ سے جو امور سمجھے جاتے ہین اُنکے اسرار کو معلوم کرنا بجز اُسکے میسر نہین ہوسکتا کہ مجاہدہ کرے اور شہوات کو جڑ سے اُکھاڑے اور بالکل خدا تعالی کی طرف متوجہ ہو اور جدل کے شائبہ سے اپنی فکر کو صاف کرکے اُسپر مداومت کرے اور یہ بات اللہ تعالی کی رحمت ہی جو شخص اُسکے درپے ہو اُسکو جتنا نصیب مین ہوتا ہی موافق درپے ہونے کے اور موافق استعداد و محل کے اور بموجب دل کی پاکی کے عنایت ہوتی ہی اور یہ وہ سمندر ہی جسکی نہ تھاہ معلوم ہوسکے نہ کنارہ پر پہونچا جاوے مسئلہ اگر کہو کہ تمھاری اس تقریر سے یہ بات پائی جاتی ہی کہ ان علوم کے معانی ظاہر ہین اور اسرار ہین یا وہ بعض انمین صاف ہین کہ اول ہی معلوم ہو جاتے ہین اور بعض پوشیدہ ہین کہ مجاہدہ اور ریاضت اور طلب کامل اور فکر صاف اور

باطن کو مطلوب کے سوا ہر ایک دنیاوی شغل سے خالی رکھنے سے واضح ہوتے ہیں اور یہ بات عجیب نہیں کہ شریعت کے مخالف ہوا اسلیے کہ
شریعت کا ظاہر اور باطن وہ نہیں اُسکا تو ظاہر اور باطن ایک ہی ہو تو اُسکا جواب یہ ہو کہ ان علوم کا دو قسم ہونا یعنی پوشیدہ اور ظاہر ہونا ایسا ہو
کہ کوئی عاقل اُسکا انکار نہ کریگا اسکا انکار وہی لوگ کم ہمت کرتے ہیں جنھوں نے لڑکپن میں کوئی چیز سیکھی اور اُسی پر جم گئے اور بلندی کی جانب
اور علما اور اولیا کے درجات پر ترقی نہ کی ورنہ علوم کا منقسم ہونا دو قسموں مذکور پر شرع کی دلیلوں سے ظاہر ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں ان للقرآن ظاہرا وباطنا وحدا ومطلعا اور حضرت علیؓ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہاں علوم بہت سے ہیں کاش کہ
اُنکو یاد کرنے والے مجھے ملیں ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیا کو حکم ہو کہ لوگوں سے انکی عقلوں کے موافق کلام کریں
اور فرمایا کہ جسنے کسی قوم سے ایسی حدیث بیان کی جسکو انکی عقل نہ پہونچی تو وہ اُنکے لیے فتنہ ہو اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہو وتلک الامثال نضربہا للناس
وما یعقلہا الا العالمون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض علم مثل ڈھکی چیزوں کے ہو کہ اُنکو بجز خدا تعالیٰ کے جاننے والوں کے
اور کوئی نہیں جانتا آخر حدیث تک چنانچہ باب العلم میں ہم اُسکو لکھ آئے ہیں اور فرمایا لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا اب کوئی
پتا دے کہ اگر یہ امر راز نہ تھا تو لوگوں کے ادراک کے قصور کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے آپ اُسکے بتانے سے کیوں رک رہے اور صحابہؓ پر
اُسکا افشا کیوں نہ فرمایا اسمیں تو کچھ شک ہی نہیں کہ اگر آپ اُنسے ذکر فرماتے تو وہ اُسکی تصدیق ضرور کرتے ۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے اس
آیت کے باب میں ارشاد فرمایا اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلہن یتنزل الامر بینہن کہ اگر میں اُسکی تفسیر کردوں تو تم مجھکو سنگسار
کردو اور ایک روایت میں یہ ہو کہ تم مجھکو کافر بتاؤ ۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو علم کے ظرف
یعنی محل یاد کیے ہیں ایک تو میں نے لوگوں میں منتشر کر دیا اور اگر دوسرے کو منتشر کروں تو میرے یہ گلے کی نری کٹ جاوے ۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکرؓ تم پر روزوں اور نماز کی زیادتی سے افضل نہیں ہوا بلکہ ایک راز کی وجہ سے جو اُسکے سینے میں ڈالا گیا ہو
اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ یہ راز دین کے قواعد کے متعلق تھا اُنسے خارج نہ تھا اور جو بات کہ قواعد دین میں سے ہوتی ہو وہ اپنے ظاہر ہونے کے اعتبار
سے دوسری چیز کی نسبت کر پوشیدہ نہیں ہوتی ہو ۔ اور سہیل تستریؒ فرماتے ہیں کہ عالم کے لیے تین علم ہوتے ہیں ایک علم ظاہر جسکو وہ ظاہر
والوں کو دیتا ہو اور ایک علم باطن کہ اُسکا مقدور نہیں کہ سوائے اُسکے اہل کے اور کسی کے سامنے اُسکو ظاہر کرے اور ایک وہ علم جو اُسکے
اور خدا تعالیٰ کے درمیان ہو اُسکو کسی کے سامنے ظاہر نہیں کرتا اور بعض عارفوں نے ارشاد فرمایا ہو کہ ربوبیت کا راز کھولنا کفر ہو اور
بعضوں نے فرمایا ہو کہ ربوبیت کا ایک راز ہو اگر وہ ظاہر ہو جاوے تو نبوت بیکار ہو جاوے اور نبوت کا ایک راز ہو کہ اگر عیاں ہو تو علم نکما
ہو جاوے اور خدا تعالیٰ کے جاننے والوں کا ایک راز ہو کہ اگر وہ اُسکو افشا کریں تو احکام بیکار ہو جاویں اس شخص نے اگر اپنے قول سے نبوت
کا بیکار ہونا ضعیفوں کے حق میں بوجہ اُنکے قصور فہم کے مراد نہیں لیا تو جو کچھ کہا ہو وہ ٹھیک نہیں بلکہ صحیح یہ ہو کہ اسمیں کچھ نقص نہیں اور
کامل وہی ہو جسکا نور معرفت نور ورع کو گل نہ کرے اور ورع کا مدار کہ نبوت ہو مستلزم اگر پوچھو کہ ان آیات اور اخبار میں تاویلیں ہوا کرتی ہیں
تو ظاہر اور باطن کے اختلاف کی کیفیت کو بتانا چاہیے اسلیے کہ اگر باطن ظاہر کے خلاف ہو تب تو شریعت بیکار ہوئی جاتی ہو اور یہ اُن
لوگوں کا قول ہو جو کہتے ہیں کہ حقیقت خلاف شریعت کے ہو حالانکہ یہ قول کفر ہو اسلیے کہ شریعت ظاہر سے مراد ہو اور حقیقت باطن سے
پھر اگر باطن مخالف ظاہر کے نہیں تو باطن اور ظاہر دونوں ایک ہی ہیں اس سے تقسیم نہ رہیگی اور شریعت کا کوئی راز ایسا نہ ٹھہریگا جسکا
افشا نہ کیا جاوے ۔ پس اسکا جواب یہ ہو کہ یہ سوال ایک بڑے امر کی سلسلہ جنبانی کرتا ہو اور علوم مکاشفہ میں سے لے ڈالتا ہو اور علم معاملہ جو
ہمارا مقصود ہو اور ان باتوں میں ہمکو وہی بیان کرنا منظور ہو اُس سے باہر کیے دیتا ہو کیونکہ جو عقائد ہمنے ذکر کیے ہیں وہ دلوں کے
اعمال سے متعلق ہیں اور ہمکو یہی حکم ہو کہ اُنکو قبول کرکے دل کو اُنکی تصدیق پر پکا کر دیں اس بات کا امر نہیں کہ کسی ذریعے سے اُنکی

سمجھنے والون کے خواہان ہون اس بات کا حکم عام خلق کو نہین ہوا اور اگر عقائد اعمال مین سے ہوتے تو ہم انکو اس کتاب مین درج نہ کرتے اور اگر ظاہر دل کے متعلق ہوتے اسکے باطن سے متعلق ہوتے تو اس کتاب کے نصف اول مین نہ لکھتے کیونکہ حقیقت کا کھلنا دل کے باطن اور سیر کی صفت ہے مگر چونکہ ظاہر اور باطن کے خلاف ہونے کے باب مین تقریر کی نوبت آگئی اسلیے اس مشکل کے حل کرنے کے لیے کچھ مختصر تقریر کی ضرورت ہوئی پس جو شخص یہ کہتا ہے کہ حقیقت شریعت کے خلاف ہے یا باطن ظاہر کی نقیض ہے تو وہ ایمان کی نسبت کفر سے قریب ہے اصل یہ ہے کہ جو اسرار کہ صرف مقربون کو معلوم ہین اور انکے علم مین اکثر لوگ مقربون کے شریک نہین اور مقربون کو انکا افشا سے منع کر دیا گیا ہے وہ پانچ قسمین ہین قسم اول یہ ہے کہ وہ چیز بذات خود دقیق ہو جسکے سمجھنے سے اکثر فہم عاجز ہوتے ہون تو اسکے ادراک کے لیے خواص لوگ مخصوص ہوتے ہین اور ان پر لازم ہے کہ اسکا افشا ایسے لوگو پر نکرین جو اسکے اہل نہون ورنہ اسکا افشا ہونا انکے حق مین فتنہ ہوگا اس نظر سے انکے فہم اسکے معلوم کرنے سے قاصر ہین اور اسی قسم سے ہے راز روح کا مخفی رکھنا اور اسکے بیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باز رہنا اسلیے کہ روح کی حقیقت ان اشیا مین سے ہے کہ فہم اسکے ادراک سے عاجز ہین اور وہم اسکے تصور ماہیت سے قاصر اور یہ مت گمان کرنا کہ یہ حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی واضح نہ تھی کیونکہ جو شخص روح کو نہ جانے گا وہ گویا اپنے نفس سے واقف نہوگا اور جو اپنے نفس کو نجانے گا وہ اپنے رب کو کس طرح پہچانے گا اور یہ بھی بعید نہین کہ روح کی حقیقت بعض اولیا اور علما کو معلوم ہو جاوے گو وہ انبیا نہون مگر چونکہ شریعت کے آداب کے پابند ہوتے ہین اسلیے جس سے شرع نے سکوت کیا ہے اس سے وہ بھی سکوت کرتے ہین بلکہ خداے تعالی کی صفات مین بعض تو اس طرح کے ہین کہ عوام کی سمجھ ان کے ادراک سے قاصر ہوتی ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انمین سے صرف ظاہر کو ذکر کر دیا مثلاً علم و قدرت وغیرہ کو ایسی طرح بیان فرمایا کہ خلق نے اپنے علم و قدرت کے ساتھ انکی مشابہت وہم کر کے سمجھ لیا کیونکہ ان مین جو اوصاف مسمی بعلم و قدرت تھے انھون نے ایک قسم کے قیاس سے انکے علم و قدرت کو وہم کر لیا اور اگر خداے تعالی کے صفات مین سے ایسے ذکر کیے جاوین جنکا مناسب اور مشابہ خلق مین نہ پایا جاوین تو اسکو نہ سمجھینگے بلکہ جماع کی لذت کو اگر لڑکے اور نامرد کے سامنے ذکر کیا جاوے تو وہ دونون اسکو کھانے کی چیز کی مناسبت سے سمجھینگے اور اس طرح کی سمجھ اصلی طور پر نہوگی اور جتنا فرق کہ کھانے اور جماع کی لذت مین ہے اس سے کہین زیادہ تفاوت خلق کے علم و قدرت اور خداے تعالی کے علم و قدرت مین ہے حاصل یہ کہ انسان بجز اپنے نفس اور اپنے ایسے صفات کے جو اسکو اسوقت حاصل ہین اور چیز کا ادراک نہین کرتا یا کوئی صفت جسکو پہلے حاصل تھی اسکے قیاس سے دوسری چیز کو سمجھتا ہے پھر کبھی اسبابکو مانتا ہے کہ میری صفت اور دوسری صفت مین شرف اور کمال کی رو سے فرق ہے مثلاً آدمی کی طاقت مین صرف اتنی ہی بات ہے کہ خداے تعالی کے لیے وہ باتین ثابت کرے جو کہ اسمین خود مین موجود ہین یعنے فعل اور علم اور قدرت اور ارادہ وغیرہ اور اس بات کی تصدیق کرے کہ اسکے یہ صفات کامل تر اور اشرف ہین غرضکہ انسان کی بڑی دوڑ یہی ہے کہ اپنے صفات کے گرد پھرا کرے اور جس بزرگی اور جلال کے ساتھ خداے تعالی خاص ہے اس تک رسائی نہو اور اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک اسکے یہ معنی نہین کہ جو کچھ مین نے معلوم کیا ہے اسکے بیان کرنے سے عاجز ہون بلکہ یہ مراد ہے کہ کنہ جلال کے ادراک سے قصور کا مقر ہون۔ اور اسی لیے کسی عارف نے کہا ہے کہ حقیقت کے ساتھ خداے تعالی کو بجز اسکی ذات پاک کے اور کسی نے نہین پہچانا۔ اور حضرت صدیق اکبر رض نے ارشاد فرمایا کہ شکر ہے اس خدا کا جسنے خلق کے واسطے اپنی معرفت کی سبیل سواے معرفت سے عاجز رہنے کے اور کچھ نہین مقرر کی۔ اب ہم عنان قلم کی باگ اس طرف سے روک کر غرض کی طرف متوجہ ہوتے ہین کہ پوشیدہ امور مین سے ایک قسم وہ ہے جسکے ادراک سے فہم عاجز ہون اور اس قسم مین روح اور بعض اللہ تعالی کی صفتین داخل ہین اور غالبا اسی جیسی بات کی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین ان للہ سبحانہ سبعین حجابا من نور لو کشفہا لاحرقت سبحات وجہہ کل من ادرکہ بصرہ دوسری قسم پوشیدہ امور مین سے جنکے ذکر سے انبیا اور صدیقین باز رہتے ہین وہ باتین ہین کہ بذات خود سمجھ مین آتی ہین

اور فہم اُنکے ادراک سے قاصر نہین مگر اُسکا ذکر کرنا اکثر سننے والون کو ضرر کرتا ہو اور انبیا اور صدیقین کو مضر نہین راز تقدیر جسکے افشا سے نہی کی گئی ہو وہ اسی قسم مین داخل ہو اور یہ کچھ بعید نہین کہ بعض حقیقتون کا ذکر کرنا بعض خلق کو مضر ہو جیسے آفتاب کی روشنی شپرون کے حق مین مضر ہوتی ہو یا گلاب کی بو گبریلے کو ضرر کرتی ہو دیکھو اگر ہم کہین کہ کفر اور زنا اور گناہ اور بدی سب خدا تعالی کے حکم اور ارادہ اور خواہش سے ہو تو یہ بات فی نفسہ درست ہو مگر اسکا سننا بعض لوگون کو مضر ہوا یعنی انکو اس بات سے یہ وہم ہوا کہ یہ امر کم عقلی پر دلالت کرتا ہو اور حکمت کے خلاف اور بری بات پر راضی ہونا اور ظلم اس سے نکلتا ہو اور ابن راوندی اور دوسرے مردود اسی جیسے وہم سے ملحد ہو گئے۔ اور راز تقدیر اگر افشا کیا جاوے تو اکثر لوگون کو خداے تعالی کے عاجز ہونے کا وہم ہو جاوے کیونکہ جس بات سے کہ یہ وہم اُن کا دور ہو اسکے سمجھنے سے اُنکے فہم قاصر ہین۔ اور اگر کوئی شخص یون کہے کہ قیامت کی مدت اتنی ہو اور وہ بعد ہزار برس کے یا زیادہ خواہ کم کے ہو گی تو یہ مضمون سمجھ مین آتا ہو مگر اُسکا ذکر بندون کی مصلحت اور ضرر کے خوف سے نہین کیا گیا کہ شاید اگر مدت بہت ہوتی اور نفسون نے عذاب مین دیر بھی تو کچھ پروا نکرینگے اور اگر خداے تعالی کے علم مین قریب ہوتی اور ذکر کر دیے جاتے تو خوف زیادہ ہوتا اور آدمی اعمال سے رو گردان ہو جاتے اور دنیا خراب ہوتی تو یہ تقریر اگر وجہ پکڑ جاوے اور درست ہو تو دوسری قسم کی ایک مثال ہو سکتی ہو تیسری قسم وہ ہو کہ اگر اُسکا صریح ذکر کیا جاوے تو سمجھ مین آوے اور اسمین کوئی ضرر بھی نہو مگر اُسکا ذکر بطور استعارہ اور اشارہ کے کیا جاتا ہو تاکہ اُسکا اثر سننے والے کے دل مین زیادہ ہو اور مصلحت اسمین یہی ہو کہ اس بات کا اثر زیادہ ہو مثلاً اگر کوئی کہے کہ مین نے فلان شخص کو دیکھا کہ خوکون کی گردن مین موتیون کا ہار ڈالتا ہو تو اُسنے اس قول مین اشارہ کیا کہ علم اور حکمت نا اہلون کو سکھاتا ہو پس سننے والا کبھی اُسکے ظاہری معنی سمجھیگا اور محقق جب دیکھیگا اور جانیگا کہ اس شخص کے پاس نہ موتی تھے اور نہ اُسکے مسکن مین خوک ہو تو وہ راز باطن کو سمجھ جاویگا اور اس باب مین آدمی مختلف ہوتے ہین اور اسی طرح کا مضمون اس قطعہ مین کسی شاعر نے کہا ہو: قطعہ خیاط اور اُسکے مقابل سفید باف ٭ دونون یہ کام کرتے ہین بالاے آسمان ٭ بنتا ہو ایک خرقہ مدبر کو دائما ٭ سیتا ہو دوسرا ہے جامۂ مقبل کو جاودان ٭ اس قطعہ مین شاعر نے سبب آسمانی کو اقبال اور ادبار کے باب مین دو شخصون کا رنگ سے تعبیر کیا ہو۔ غرضکہ اس قسم کا مآل یہ ہو کہ معنی کو اُس صورت مین بیان کرین کہ خود وہی معنی اُسمین پائے جاوین یا اسطرح کے ہون اور اُسی قسم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ مسجد رینٹ سے ایسی سکڑتی ہو جیسے کھال آگ پر سکڑتی ہو اور تمکو معلوم ہو کہ مسجد کا صحن ظاہر مین رینٹ سے نہین سکڑتا بلکہ یہ معنی ہین کہ مسجد کی روح بزرگ اور قابل تعظیم ہو اور اُسمین رینٹ کا ڈالنا اُسکی حقارت کرنی ہو اور مسجدیت کے خلاف ہو جیسے آگ کھال کے اجزا کے خلاف ہو اور اسی طرح یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اما یخشی الذی یرفع راسہ قبل الامام ان یحول اللہ راسہ راس حمار اور یہ امر ظاہر مین تو نہ کبھی ہوا اور نہو گا مضمون کی راہ سے ہوا کرتا ہو یعنی گدھے کا سا سر رنگ اور شکل مین نہین ہوتا بلکہ خاصیت مین یعنی بیوقوفی اور کم ذہنی مین ہو جاتا ہو کہ جو شخص اپنا سر امام سے پہلے اُٹھاتا تو بیوقوفی اور احمقاپن مین اُسکا سر گدھے کا سا ہو گیا اور یہی مقصود ہو صورت مقصود نہین وہ تو مضمون کا سانچا ہوتی ہو اور اُسکی بیوقوفی کی وجہ یہ ہو کہ امام کا اقتدا بھی کرتا ہو اور اس سے آگے بھی بڑھتا ہو تو نہایت حمق ہو کہ دو باتین جو ایک دوسرے کے خلاف ہین اُنکو جمع کرتا ہو۔ اور اس راز کا خلاف ظاہر ہونا یا تو دلیل عقلی سے معلوم ہوتا ہو یا دلیل شرعی سے عقلی تو اس طرح ہو کہ حقیقی معنی پر اُسکا محمل کرنا ممکن نہو جیسے اس حدیث شریف مین قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن کیونکہ اگر بالفرض ہم مومنون کے دلون کو تلاش کرین تو اُنمین انگلیان نہونگی اس سے جانا گیا کہ انگلیون سے اشارہ قدرت سے ہو جو انگلیون کا سر اور روح مخفی ہو اور قدرت سے انگلیون کے ساتھ اس وجہ سے کنایہ فرمایا کہ اقتدار تام کے سمجھانے مین اُسکو بڑا اثر ہو جیسے کہتے ہین کہ یہ چیز یا آدمی یا کام ہماری چٹکی مین ہو۔ اور اسی قبیل سے ہو قدرت سے کنایہ کرنا اس آیت مین انما قولنا لشیء اذا اردناہ ان نقول لہ کن فیکون کہ اسمین ظاہر معنی نہین ہو سکتے کیونکہ

بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲
مسلم بروایت ابن عمر ۱۲

اللہ تعالی کا ارشاد کن چیز کے خطاب کے لیے اگر اُسکے وجود سے پہلے ہو تو محال ہو اسلیے کہ معدوم چیز خطاب نہیں سمجھتی اور اگر بعد وجود کے ہو
تو اُسکو پیدا کرنے کی حاجت نہیں مگر چونکہ اسطرح کا کنایہ نہایت درجہ کے اقتدار کے سمجھانے میں بہت اثر رکھتا ہو اسلیے اس کنایہ کی طرف
رجوع فرمایا اور دلیل شرعی اسطرح ہو کہ ظاہری معنوں پر اُسکا محمول کرنا ممکن ہو مگر شریعت میں مروی ہو کہ اس سے ظاہر کے سوا اور معنی
مراد لیے گئے ہیں جیسے اس آیت کی تفسیر میں انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرها فاحتمل السیل زبدا رابیا الآیۃ کہ یہاں پانی سے مراد
قرآن ہو اور ندی نالوں سے دل ہیں کہ بعضوں نے بہت سی قرآن کی برداشت کی اور بعضوں نے کم کی اور بعضوں نے بالکل نہ کی اور جھاگ سے مثال
کفر اور نفاق کی فرمائی کہ اگرچہ وہ ظاہر اور پانی کے اوپر ہوتا ہو مگر اُسکو قیام نہیں اور ہدایت جو لوگوں کے کار آمد اور مفید ہو وہ ٹھہرتی ہو اور اس قسم
میں بعضوں نے اتنا غوطہ لگایا کہ جو امور آخرت میں وارد ہوے ہیں یعنی میزان اور پل صراط وغیرہ کو بھی تاویل کر لیا حالانکہ اُنکے معنی بدلنے بدعت
ہیں کیونکہ شریعت سے بطریق روایت وہ معنی پہونچے نہیں اور ظاہر کے موجب اُنکا ہونا محال نہیں تو ظاہر پر اُنکا محمول کرنا واجب ہو چوتھی
قسم یہ ہو کہ آدمی اول ایک چیز کو مجمل معلوم کرے پھر اُسکو مفصلاً تحقیق اور ذوق کے ساتھ ادراک کرے اسطرح کہ وہ شے اُسکا حال اور کیفیت لازم
ہو جاوے تو ان دونوں علموں میں فرق ہوگا اور اول تو مثل پوست کے ہوگا اور دوسرا مثل مغز کے اور اول مثل ظاہر کے ہوگا اور دوسرا مثل باطن
کے مثلاً کسی انسان کو اندھیرے میں یا فاصلہ سے ایک وجود دکھائی دیوے تو اُسکو اسوقت کسی قدر علم ہوگا مگر جب اُسکو نزدیک سے یا اندھیرے
کے دور ہونے کے بعد دیکھیگا تو پہلے علم میں اور اس علم میں فرق پاویگا لیکن یہ دوسرا علم اول کی ضد نہوگا بلکہ اُسکا کامل کرنے والا ہوگا اسی طرح
علم اور ایمان اور تصدیق کے حال کو سمجھنا چاہیے مثلاً آدمی کبھی عشق اور مرض اور موت کے وجود کی تصدیق کرتا ہو مگر جب آپ ہی مبتلا ہوتا ہو تب
اُنکا علم پہلے کی نسبت کر زیادہ متحقق ہوتا ہو بلکہ انسان کے حالات شہوت اور عشق اور دوسری چیزوں میں تین طرح کے جدا جدا ہیں اور انکا
ادراک مختلف ہو اول تو اُس حال کو واقع ہونے سے پیشتر معلوم کرنا دوم واقع ہونے کے وقت اُسکی تصدیق کرنی سوم بعد اُسکے گزر جانے کے
ادراک کرنا مثلاً بھوک کا ادراک اگر بعد جاتے رہنے کے کرو تو وہ اس ادراک کے علیحدہ ہوگا جو زوال گرسنگی سے پیشتر تھا پس یہی حال علوم دینی
کا ہو کہ بعض علوم ذوق ہو کر کامل ہو جاتے ہیں اور پہلے کی نسبت کر مثل باطن کے ہو جاتے ہیں مثلاً اگر بیمار آدمی کو تندرستی کا علم ہوا اور تندرست کو
بھی ہو تو دونوں کے علم میں بہت فرق ہو غرض کہ ان چاروں قسموں کی اشیا میں خلق کم و بیش ہوتی ہو اور انمیں سے کسی میں باطن ظاہر کے خلاف
نہیں بلکہ اُسکا متمم اور مکمل ہو جیسے مغز پوست کا مکمل ہوتا ہو پانچویں قسم یہ ہو کہ زبان حال کو زبان قال سے تعبیر کیا جاوے پس کم فہم آدمی ظاہر ہی
واقف ہو کر اُسکو بولنا اعتقاد کر لیتا ہو اور جو شخص حقیقتوں کا بینا ہوتا ہو وہ اُسکے راز کو معلوم کر لیتا ہو مثلاً اگر یوں کہیں کہ دیوار نے میخ سے کہا کہ
تو مجھکو کیوں چیرے ڈالتی ہو میخ نے جواب دیا کہ اُس سے پوچھ جو مجھکو ٹھوکتا ہو جو پتھر میرے سر پر لگتا ہو وہ مجھکو میری راہ سے پر نہیں چھوڑتا تو یہ مثال ہو
زبان قال سے زبان حال کو تعبیر کرنے کی اور اسی قبیل سے ہو مضمون اس آیت کا ثم استوی الی السماء وهی دخان فقال لها وللارض ائتیا
طوعا او کرها قالتا اتینا طائعین پس کم فہم آدمی اسکے سمجھنے میں آسمان و زمین کے لیے زندگی اور عقل اور خطاب کا سمجھنا اور خطاب کو آواز اور
حرفوں سے ہونا کہ جسکو وہ دونوں سنیں اور پھر آواز و حروف سے کہیں کہ ہم آئے اپنی خوشی سے فرض کر لیتا ہو اور دانا آدمی جانتا ہو کہ یہ زبان
حال ہو اور اس سے یہ جتلانا منظور ہو کہ وہ دونوں مسخر اور حکم کے تابع ہیں اور اُسکی طرف اُنکو بے اختیار آنا پڑتا ہو اور اسی طرح ہو مضمون اس آیت کا
وان من شیء الا یسبح بحمده کہ غبی آدمی کو اسمیں ضرورت پڑتی ہو کہ جمادات کے لیے زندگی اور عقل اور آواز اور حروف سے بولنا فرض کرے تاکہ وہ سبحان اللہ
اپنی بولی میں کہیں اور اُنکی تسبیح ثابت ہو اور اہل بصیرت جانتے ہیں کہ اس سے مراد زبان کی گفتگو نہیں بلکہ اپنے وجود سے زبان حال سے گویا
اور اُسکی تسبیح اور تقدیس اور واحدانیت کی ثنا ہو جیسے کسی کا شعر ہو شعر ہر گیاہی کہ از زمین روید ٭ وحده لا شریک له گوید یا جیسے یوں کہتے ہیں
کہ ہر کسی کی صنعت اپنے صانع کی حسن تدبیر اور کمال علم پر شاہد ہو اسکے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ زبان سے کہتی ہو کہ میں گواہ ہوں بلکہ اپنی ذات اور

اتارا آسمان سے پانی پھر بہے نالے اپنے اپنے موافق پھر اوپر لایا وہ نالا جھاگ پھولا ہوا [illegible]

حال سے اسکی شہادت مراد ہوتی ہے اسی طرح جتنی چیزین ہین وہ اپنی ذات سے ایجاد کرنے والے کی محتاج ہین جو انکو پیدا کر کے باقی رکھے
اور انکے اوصاف کو قائم رکھے اور ہر حال مین انکو بدلتا رہے تو وہ اپنی حاجت کی جہت سے اپنے خالق کی پاکی پر شاہد ہین اور انکی شہادت اہل
بصیرت کو معلوم ہوتی ہے نہ ان لوگون کو جو ظاہر پر جمے ہوے ہین اور اسی وجہ سے اللہ تعالی نے فرمایا ولکن لا تفقہون تسبیحہم اور جنکے فہم مین
قصور ہے وہ تو بالکل ہی نہین سمجھتے مگر مقربان اور علماے راسخ اپنی اپنی عقل اور بصیرت کے موافق سمجھتے ہین اسکی ماہیت اور کمال کو وہ بھی نہین
سمجھتے اسلیے کہ ہر چیز مین اللہ تعالی کی تقدیس اور تسبیح پر بہت سی شہادتین ہین شعر ہزار نکتۂ باریکتر زمو اینجاست ❊ نہ ہر کہ مو بتراشد قلندری
داند ❊ تعداد ان شہادتون کی علم معاملہ مین بیان کرنی زیبا نہین حاصل یہ کہ یہ فن بھی ان چیزون مین سے ہے جنکے علم مین اصحاب ظواہر اور ارباب
بصائر مختلف ہین اور جنسے باطن کا جدا ہونا ظاہر سے پایا جاتا ہے اور اس مقام مین صاحبان مقامات کو زیادتی اور میانہ روی ہے تو بعضے زیادتی کی
طرف بیان تک ڈھلے کہ سب الفاظ ظاہر یا اکثر کو بدل ڈالا حتی کہ آخرت مین جو امور ہونگے انکو بھی کہتے ہین کہ زبان حال سے ہونگے مثلا اللہ
تعالی کا ارشاد ولکن اللہ یختم و تشہد ارجلہم بما کانوا یکسبون اور یہ ارشاد وقالوا لجلودہم لم شہدتم علینا قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شیء اور اسی طرح
سب خطاب جو منکر نکیر سے ہونگے اور میزان اور پل صراط اور حساب مین اور دوزخیون کے اور جنتیون کے مناظرے اور دوزخیون کا انسے استدعا
کرنا کہ پانی یا جو کچھ تمکو خداے تعالی نے دیا ہے ہمکو دو ان سبکو زبان حال ہی سے کہتے ہین۔ اور دوسرون نے یہ مبالغہ کیا کہ تاویل کو بالکل اڑا دیا
انھین مین سے امام احمد بن حنبل ہین یہان تک کہ اللہ تعالی کے ارشاد کن فیکون مین بھی تاویل کو منع کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ خطاب حرف
اور آواز سے اللہ تعالی کی جانب سے ہر لحظہ موافق شمار ہونے والی چیزون کے ہوتا رہتا ہے حتی کہ مین نے انکے بعض شاگردون سے سنا ہے
کہ آپ نے بجز تین جگہ کے اور جگہ سے تاویل اڑادی ہے اور وہ تین جگہ یہ ہین اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد الحجر الاسود یمین اللہ فی ارضہ
دوم یہ حدیث قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن تیسری یہ حدیث انی لاجد نفس الرحمن من جانب الیمن انکے سوا اورون مین تاویل نہین
کرتے اور تاویل کے دور کرنے کی طرف اصحاب ظواہر نے بھی میل کیا ہے اور امام احمد پر گمان یہی ہوتا ہے کہ وہ قطعا جانتے ہونگے کہ استوا سے
مراد اسپر ٹھہرنا نہین اور نہ نزول سے غرض نقل مکانی ہے مگر تاویل کے دور کرنے کے لیے انھون نے تاویل سے منع فرمایا کہ خلق کی بہتری کی رعایت
اسمین ہے کیونکہ اگر باب تاویل مفتوح ہو تو کام ہاتھ سے نکل جاے اور ابتری کا سنبھالنا مشکل پڑے اور میانہ روی کی حد سے تجاوز کر جاوے اسلیے
کہ میانہ روی کی حد کا کوئی ضابطہ مقرر نہین کہ اس تک بس کیجاوے پس ایسی صورت مین تاویل سے منع کرنے کا مضائقہ نہین اور سلف کی سیرت
بھی اسی کی شاہد ہے کہ وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ ان امور کو جس طرح آئے ہین اسی طرح رہنے دو یہان تک کہ جب حضرت امام مالک سے کسی نے
استوا کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ استوا کے معنی تو معلوم ہی ہین اور کیفیت مجہول ہے اور ایمان اسپر واجب ہے اور اسکا حال پوچھنا بدعت ہے اور
بعض لوگون نے میانہ روی کی طرف میل کیا ہے اور جو امور کہ صفات الہی سے متعلق ہین انہین تاویل کو دخل دیا ہے اور جو باتین آخرت سے متعلق ہین
انکو ظاہر لفظون کے بموجب چھوڑ کر تاویل سے منع کیا ہے یہ لوگ تابعین ابو الحسن اشعری کے ہین اور معتزلون نے یہ زیادتی کی کہ خداے تعالی کی صفات
مین سے رویت کی تاویل کی اور اسکے سمیع اور بصیر ہونے مین تاویل کی اور معراج مین تاویل کرکے کہا کہ جسم سے نہین ہوئی اور عذاب قبر اور میزان
اور پل صراط اور تمام احکام آخرت مین تاویل کر ڈالی لیکن جسمون کے اٹھنے اور حشر ہونے کے اور جنت اور دوزخ کے مقر ہین کہ جنت مین کھانے
اور پینے کی اور سونگھنے کی چیزین اور نکاح اور جمیع محسوس لذتین موجود ہین اور دوزخ کا جسم محسوس ہے اور کھالون کا جلاتا ہے اور چربیون کا پگھلاتا ہے
اور ان لوگون نے جو ترقی اس درجہ تک کی تو فلسفہ والے اسسے بھی بڑھ گئے انھون نے جتنی باتین آخرت مین ہونگی سب کے معنی بدل دیے
اور اس بات کے قائل ہوے کہ رنج اور لذتین صرف عقلی اور روحانی ہونگی جسمون کا حشر نہوگا صرف نفس ہی باقی رہینگے اور انپر عذاب یا راحت
اس قسم کے ہونگے کہ حواس سے انکا ادراک نہو اور یہ سب فرقے اعتدال سے بڑھے ہوے ہین امر حق اور میانہ روی کی حد تو یہ ہے کہ بالکل تاویل

حجر اسود زمین پر اللہ کا دہنا ہاتھ ہے زمین مین ۱۲ مسلم بروایت عبد اللہ بن عمرو سب مومنون کا دل دو انگلیون کے درمیان ہے خداے تعالی کی انگلیون سے ۱۲ مسلم بروایت ابن عمر ۱۲ ... مین پاتا ہون ... رحمن کی ... طرف سے ۱۲ ... اسکو ان الفاظ سے بیان کیا ہے

اتنا کھل جاوے جیسے یہ فرقے مذکور ہوئے اور نہ اتنا تنگ ہو جیسے حنبلی فرقہ ہو مگر یہ حد بہت باریک ہو کہ اسپر بجز توفیق یافتہ لوگون کے جو امور کو نور الٰہی سے دیکھتے ہین صرف سننے سے نہین ادراک کرتے اور کوئی واقف نہین اور ان لوگون کو جب امور کے اسرار بموجب اصل حقیقت کے واضح ہو جاتے ہین تب یہ الفاظ وارد ہ کو دیکھتے ہین اور اس وقت اگر الفاظ کو مطابق اس امر کے پایا جو نور یقین سے انھون نے مشاہدہ کیا ہے تب تو انکو ویسا ہی ثابت رکھتے ہین اور اگر خلاف پایا تو اُسکی تاویل کرتے ہین لیکن جو شخص کہ ان اُمور کی معرفت صرف سننے سے حاصل کرتا ہو اُسکا قدم اس مین نہین جمتا اور نہ اُسکے ٹھہرنے کی کوئی جگہ معین ہو پس ایسے شخص کے لیے مناسب تر امام احمد کا مقام ہے اب چونکہ ان اُمور مین میانہ روی کی حد کو خوب واضح کرنا علم مکاشفہ مین داخل ہوا اور اُسکا بیان بہت طویل لہذا ہم اُسمین خوض نہین کرتے اور غرض اس جا یہ تھی کہ ظاہر کی باطن سے موافقت اور مخالفت کا بیان کیا جاوے سو ان پانچون قسمون سے بہت سی باتین واضح ہو گئین — اور جو عقیدہ کہ ہم فصل اول مین لکھ آئے ہین وہ ہماری دانست مین جمہور عوام کے لیے کافی معلوم ہوتا ہے کہ اول درجہ مین انکو بجز ان باتون کے معتقد ہونے کے اور کسی چیز کا حکم نہین ہوتا مگر جس صورت مین کہ بدعت کے شائع ہونے سے اس عقیدے کی ابتری کا خوف ہو اس وقت دوسرے درجہ مین ایسے عقیدے کی طرف ترقی کرنی پڑتی ہے جس مین مختصر اور روشن دلیلین بدون تعمق کے موجود ہون نظر برین ہم اس باب مین وہ روشن دلیلین لکھتے ہین اور اس بیان پر اکتفا کرتے ہین جو ہمنے قدس والون کو لکھا ہوا اور اُسکا نام رسالۂ قدسیہ در قواعد عقائد رکھا ہے اس رسالہ کو اس باب کی فصل تیسری مین بعینہا نقل کرتے ہین **تیسری فصل** عقیدے کی روشن دلیلون کے بیان مین

یعنے رسالۂ قدسیہ کے ذکر مین اور اُسکا ترجمہ مع دیباچہ کیا گیا تاکہ علیحدہ کلی ہوسکے

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

سزاوار حمد وہ ذات ہے جس نے جماعت اہل سنت کو انوار یقین سے ممتاز کیا اور اہل حق کو دین کے رکنون کی راہ بتانے کے لیے سرفراز فرمایا اور کجون کی کجی اور ملحدون کی گمراہی سے انکو بچا کر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا نصیب کی اور آپ کے صحابۂ اکرم رضی اللہ عنہم کی پیروی کی توفیق دی اور سلف صالحین کے اعمال واقوال کا اتباع اُنپر ایسا آسان کر دیا کہ انھون نے عقلون کے مقتضیات مین سے حبل متین پر تمسک کیا اور پہلے لوگون کی سیرت وعقائد مین صاف راستہ جو کہ انکا اختیار کیا عقلون کے نتیجون اور شرع منقول کے مقدمات کو قبول کرنے مین ایک ساتھ کرکے جان لیا کہ جس کلمۂ طیبہ کا کہنا ہمارے لیے عبادت ٹھہرا ہے یعنے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صرف زبان سے اُسکی کہانی سے سینہ مین کچھ فائدہ اور ثمرہ مترتب نہین جبتک کہ اُنکے وہ اصول جنپر اس کلمہ کے جملون کا مدار ہے نہ جان لیے جاوین — اور پہچان گئے کہ یہ دونون جملے باوجود اپنے اختصار کے چار باتون کو متضمن ہین اول خدا تعالیٰ کی ذات کا اثبات دوم اُسکی صفات کا سوم اُسکے افعال کا چہارم اُسکے رسولون کی تصدیق کا اور اسی سے معلوم کر لیا کہ ایمان کی بنا چار رکنون پر ہے اور ہر ایک رکن کا مدار دس اصلون پر ہے **رکن اول** خدا تعالیٰ کی ذات اور وحدانیت کی معرفت مین اور اُسکا مدار دس اصلون پر ہے یعنی یہ جاننا کہ وہ موجود ہے ازلی ہے ابدی ہے جوہر نہین جسم نہین عرض نہین کسی جہت سے مخصوص نہین کسی مکان پر ٹھہرا ہوا نہین بلکہ اپنے عرش پر چڑھا ہوا ہے آخرت مین اُسکا دیدار ہوگا اکیلا ہے بدون شریک اور مثل کے **پہلی اصل** خدا تعالیٰ کے موجود ہونے کی پہچان مین اسباب مین عمدہ طریقہ وہ ہے جسکی ہدایت قرآن مجید فرماتا ہے اسلیے کہ بعد اللہ تعالیٰ کے بیان سے بڑھکر اور کوئی بیان نہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الم نجعل الارض مہادا والجبال اوتادا وخلقناکم ازواجا وجعلنا نومکم سباتا وجعلنا اللیل لباسا وجعلنا النہار معاشا وبنینا فوقکم سبعا شدادا وجعلنا سراجا وہاجا وانزلنا من المعصرات ماء ثجاجا لنخرج بہ حبا ونباتا وجنات الفافا اور دوسری جا ارشاد ہے ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتہا وبث فیہا من کل دابۃ وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض لایات لقوم یعقلون اور دوسری جا ارشاد ہے الم تروا

کیف خلق اللہ سبع سموات طباقا وجعل القمر فیہن نورا وجعل الشمس سراجا واللہ انبتکم من الارض نباتا ثم یعیدکم فیہا ویخرجکم اخراجا اور ارشاد فرمایا
افرایتم ما تمنون ءانتم تخلقونہ ام نحن الخالقون یہانتک کہ فرمایا نحن جعلناہا تذکرۃ ومتاعا للمقوین پس ظاہر ہے کہ جسکو ادنی شعور بھی ہو وہ اگر ان آیتوں
کے مضمون میں ادنی تامل کرے اور آسمان وزمین کے عجائب مخلوقات الہی میں اپنی نظر کو گردش دے اور حیوانات اور نباتات کی پیدائش
اور کو دیکھے تو جان لیگا کہ اس امر عجیب اور ترتیب محکم کا کوئی بنانے والا ضرور ہے جو اسکو منتظم اور محکم رکھتا ہے اور وقتا فوقتا انکو مقدر کرتا ہے
بلکہ غالبا انکے نفوس کی اصل پیدائش اسبات کی شاہد ہے کہ وہ بالکل اسکی تدبیر کے نیچے دبے ہوئے ہیں اور اسکی تدبیر سے ... اسلیے ...
اسی لیے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا افی اللہ شک فاطر السموات والارض اور اسی جہت سے انبیا علیہم السلام کو بھیجا کہ خلق کو توحید
کی طرف بلاویں تاکہ مخلوق یہ کلمہ کہیں لا الہ الا اللہ اور انکو یہ کہنے کا حکم نہ ہوا کہ ہمارا ایک معبود ہے اور عالم کا کوئی معبود ہے کیونکہ یہ بات تو شروع پیدائش
سے انکی عقلوں کی سرشت میں موجود تھی اور اسی جہت سے اللہ تعالی نے فرمایا ولئن سالتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ اور
فرمایا فاقم وجہک للدین حنیفا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم غرضکہ خدا تعالی کے موجود ہونے کے
بیان میں انسان کی سرشت اور قرآن مجید کی دلیلیں اتنی ہیں کہ حاجت دلیل کے ذکر کرنے کی نہیں مگر ہم تاکید کے طور پر علما سے نظر کی
کی تقلید کرکے اسکی دلیل بھی عقلی لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ بدیہی بات ہے کہ حادث چیز اپنے پیدا ہونے میں کسی سبب کی محتاج ضرور ہوتی ہے
جو اسکو حادث کردے اور عالم بھی حادث ہے تو ضرور ہے کہ وہ بھی اپنے حدوث میں کسی سبب کا محتاج ہو اب ہمارا یہ قول کہ حادث اپنے
حدوث میں کسی سبب کا محتاج ہوتا ہے یہ صاف بات ہے کیونکہ جو حادث ہے وہ کسی وقت سے خصوصیت رکھتا ہے کہ عقل میں اسوقت سے
اسکا پہلے اور پیچھے ہونا بھی جائز ہے پس اسوقت خاص کے ساتھ اسکا مخصوص ہونا اور اس سے پہلے اور پیچھے وقت سے مخصوص نہ ہونا
ظاہر ہے کسی سبب سے ہوگا اور ہمارا یہ کہنا کہ عالم حادث ہے اسکی برہان یہ ہے کہ اجسام حرکت اور سکون سے خالی نہیں اور حرکت اور سکون
دونوں حادث چیزیں ہیں اور جو چیز کہ حادث چیزوں سے خالی نہو وہ بھی حادث ہے پس عالم حادث ہے اس برہان میں تین دعوی ہیں
اول یہ کہ اجسام حرکت اور سکون سے خالی نہیں یہ بات بدیہی ہے اور اسمیں فکر وتامل کی حاجت نہیں اسلیے کہ اگر کوئی شخص کسی جسم کو ایسا سمجھے
کہ نہ متحرک ہو نہ ساکن تو وہ پابند جہالت اور خارج از عقل ودانست ہے دوم یہ کہ حرکت وسکون دونوں حادث ہیں اسکی دلیل یہ ہے کہ دونوں ایک
دوسرے کے بعد آتے ہیں اور ایک کا وجود دوسرے کے بعد ہوتا ہے اور یہ بات سب جسموں میں مشاہدہ ہوتی ہے اسلیے کہ جو ساکن ہے اسپر عقل
حکم کرتی ہے کہ حرکت کرسکتا ہے اور جو متحرک ہے اسکا ساکن ہونا عقل میں ممکن ہے تو جو حالت اس وقت ان دونوں میں سے جسم پر طاری ہوگی وہ
تو طاری ہونے کی جہت سے حادث ہوگی اور اس سے پہلے حالت بسبب عدم کے حادث ٹھہرے گی اسلیے کہ اگر وہ حادث نہو قدیم
ہو تو اسکا عدم محال ہوگا چنانچہ اسکا بیان خدا تعالی کے بقا کے اثبات میں عنقریب آویگا سوم یہ کہ جو چیز حوادث سے خالی نہوگی وہ
حادث ہوگی اور اسکی دلیل یہ ہے کہ اگر ایسا نہو تو ہر حادث کے پیشتر بہت سے حوادث ہونگے جنکا شروع نہوگا اور اگر یہ حوادث سب
منقطع نہوں گے تو یہ حادث اب موجود ہے اسکے وجود کی نوبت نہ پہونچی ہوگی اور جس چیز کی نہایت نہو اس کا منقطع ہونا محال ہے اور ایک
وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض آسمان کے دورے ایسے ہوں کہ انکی انتہا نہو تو ضرور ہے کہ انکی شمار یا جفت ہوگی یا طاق یا جفت اور طاق دونوں
یا نہ جفت نہ طاق اور دو صورتیں آخر کی محال ہیں اسلیے کہ اجتماع نفی اور اثبات کا ہو جاتا ہے کیونکہ جفت کے ثابت کرنے میں طاق کی نفی ہوتی ہے
اور اسکے نفی کرنے میں طاق کا اثبات ہے اور صرف جفت بھی نہیں ہوسکتی کیونکہ جفت ایک کے زیادہ ہونے سے طاق ہوجاتی ہے تو بے انتہا
چیز ایک کی زیادتی سے کیسے بدل سکتی ہے اور طاق بھی نہیں ہوسکتی کیونکہ طاق ایک کی زیادتی سے جفت ہوجاتا ہے تو جسکے اعداد کی انتہا نہیں
وہ ایک کی زیادتی سے کس طرح بدل جاویگا اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ نہ طاق ہو نہ جفت کیونکہ اسکے لیے انتہا ہے اس سے نتیجہ نکلا کہ عالم جو

حوادث سے خالی نہین وہ بھی حادث ہو اور جب اُسکا حادث ہونا ثابت ہوا تو اُسکا اپنے حادث کرنے والے کی طرف محتاج ہونا بداہۃً معلوم ہوتا ہو **دوسری اصل** یہ جاننا کہ اللہ تعالی قدیم ازلی ہو جسکے وجود کی ابتدا نہین بلکہ ہر ایک چیز سے پہلے اور ہر زندہ اور مردہ سے پیشتر وہی ہو اور اُسکی برہان یہ ہو کہ اگر اللہ تعالی قدیم نہو حادث ہو تو وہ بھی کسی حادث کرنے والے کا محتاج ہوگا اور وہ دوسرا تیسرے کا یہانتک کہ یہ تسلسل بے نہایت ہو جاوے اور جو شئی متسلسل ہوتی ہو وہ حاصل نہین ہوتی یا یہ کہ ایک ایسے محدث پر نوبت پہونچے کہ وہ قدیم اور سب سے اول ہو اور اُسی سے ہماری غرض ہو اُسی کا نام ہمنے عالم کا بنانے والا اور حادث کرنے والا اور ظاہر کرنے والا اور خالق اور موجد رکھا ہو **تیسری اصل** یہ جاننا کہ خدا تعالی باوجود ازلی ہونے کے ابدی بھی ہو کہ اُسکے وجود کا انجام نہین بلکہ وہی اول ہو اور وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اسلیے کہ جبکا قدیم ہونا ثابت ہوگیا اُس کا معدوم ہونا محال ہو اور اُسکی دلیل یہ ہو کہ وہ اگر معدوم ہو تو دو حال سے خالی نہین یا خود بخود معدوم ہو یا کسی معدوم کرنے والے کے مقابل کے باعث سے معدوم ہو پہلی صورت باطل ہو کیونکہ اگر جس شئی کا دوام متصور ہو اُسکا معدوم ہونا اپنے آپ جائز ہو تو یہ بھی جائز ہوگا کہ کوئی چیز خود بخود موجود بھی ہو جایا کرے اسلیے کہ جیسے وجود کا حادث ہونا سبب کا محتاج ہو اسی طرح عدم کا طاری ہونا بھی سبب کا محتاج ہو اور یہ بھی نہین ہو سکتا کہ کسی معدوم کرنے والے مقابل کی جہت سے اُسکا وجود معدوم ہو اسلیے کہ یہ مقابل اگر قدیم ہو تو اُسکے ہوتے ہوے وجود کیسے ہوا اور پہلی دونون اصلون سے وجود کا ہونا اور اُسکا قدیم ہونا ثابت ہو چکا تو جس صورت مین کہ مقابل ساتھ تھا وجود کیسے ہو سکتا ہو اور اگر مقابل حادث ہو تب بھی باطل ہو اسلیے کہ وجود اس حادث کا اُسی قدیم کے باعث سے ہو تو یہ نہین ہو سکتا کہ حادث تو قدیم کے مقابلے مین پڑکر اُسکے وجود کو قطع کردے اور قدیم اُسکی ضد مین اُسکے وجود کو دفع بھی نہ کرسے حالانکہ دفع کرنا بہ نسبت قطع کے آسان ہو اور قدیم بہ نسبت حادث کے قوی تر اور اولی ہو **چوتھی اصل** یہ جاننا کہ خدا تعالی جوہر کسی جگہ مین گھرا ہوا نہین بلکہ وہ مکان وحیز کی مناسبت سے پاک و برتر ہو اور اُسکی برہان یہ ہو کہ ہر ایک جوہر ایک جگہ مین گھرا ہوا وہ اُس جگہ سے خصوصیت رکھتا ہو اور ضرور ہو کہ اُسمین یا ٹھہرا ہوا ہوگا یا اُسمین سے حرکت کرتا ہوگا غرض کہ حرکت خواہ سکون سے خالی نہوگا اور یہ دونون چیزین حادث ہین اور جو چیز حوادث سے خالی نہو وہ حادث ہوتی ہو اور اگر کوئی جوہر مکان مین گھرا ہوا قدیم متصور ہو سکے تو عالم کے جوہرون کا قدیم ہونا بھی متصور ہو سکیگا اور اگر خدا تعالی کو کوئی شخص جوہر کہے اور مکان مین گھرا ہوا نہ کہے تو لفظ کے اعتبار سے خطا وار ہوگا معنون کی راہ سے نہوگا **پانچوین اصل** یہ جاننا کہ خدا تعالی جسم مرکب جوہرون سے نہین اسلیے کہ جسم اُسی کو کہتے ہین جو جوہرون سے مرکب ہو اور جبکہ اسکا جوہر ہونا اور مکان خاص مین متحیز ہونا باطل ٹھہرا تو اُسکا جسم ہونا بھی باطل ہوا کیونکہ ہر ایک جسم ایک حیز کے ساتھ مخصوص ہو اور جدے جدے جوہرون سے مرکب ہو اور اُسکا خالی ہونا علیحدہ ہونے اور جمع ہونے اور حرکت اور سکون اور صورت اور مقدار سے محال ہو اور یہ سب علامتین حادث ہونے کی ہین اور اگر یہ درست ہو جاوے کہ عالم کا بنانے والا جسم ہو تو یہ بھی ہو سکتا ہو کہ آفتاب یا ماہتاب یا اقسام جسم مین سے کسی اور چیز کے خدا ہونے کا اعتقاد کرلینا پھر اگر کوئی گستاخ خدا تعالی کو جسم بناوے اور جوہرون سے مرکب ہونے کا ارادہ نکرے تو یہ اُسکی اصطلاح لفظون مین غلط ہوگی مگر جسمیت کی نفی اُس سے بھی باقی جاوے گی **چھٹی اصل** یہ جاننا کہ اللہ تعالی عرض نہین کہ کسی جسم سے قائم ہو یا کسی محل مین حلول کیے ہو اسلیے کہ جسم تو سب یقیناً حادث ہین اور اُنکا حادث کرنے والا اُن سے پیشتر موجود ہوگا پس خدا تعالی کسی جسم مین کیسے حلول کر سکتا ہو وہ تو ازل مین سب سے پہلے تنہا موجود تھا اور اُسکے ساتھ کوئی دوسرا نہ تھا پھر اجسام اور اعراض کو اپنے بعد پیدا فرمایا اور ایک وجہ یہ ہو کہ خدا تعالی علم اور قدرت اور ارادہ اور پیدا کرنے کے ساتھ موصوف ہو چنانچہ اسکا بیان آگے آتا ہو اور یہ اوصاف اعراض پر محال ہین بلکہ یہ اوصاف اُسی موجود کے لیے سمجھ مین آتے ہین جو خود بخود قائم اور اپنی ذات سے مستقل ہو اور ان چھون اصول سے یہ حاصل ہوا کہ اللہ تعالی موجود اور اپنے آپ قائم ہو نہ جوہر ہو نہ جسم اور نہ عرض اور عالم سب کا سب جوہر اور عرض اور جسم ہو اس سے ثابت ہوا کہ خدا تعالی کسی کے مشابہ نہین اور نہ کوئی اُسکے مشابہ بلکہ وہ زندہ اور قیوم

کہ اسکے مانند کوئی چیز نہین اور کہین خالق مخلوق کے مشابہ ہو سکتا ہی یا قادر مقدور کے یا مصور تصویر کے مانند ہو سکتا ہی اور اجسام اور اعراض سب اسکی پیدائش اور صنعت مین سے ہین تو انکو یہ کہنا کہ اسکے مثل اور مشابہ ہین محال ہی **ساتوین اصل** یہ جاننا کہ اللہ تعالی کی ذات طرفون کی خصوصیت سے پاک ہی اسلیے کہ طرفین چھ ہین یا اوپر یا نیچے یا داہنے یا بائین یا آگے یا پیچھے اور یہ سب طرفین خدا تعالی ہی نے بذریعہ انسان کے پیدا کرنے کے پیدا فرمائی ہین اسلیے کہ اللہ تعالی نے انسان کی دو طرفین ایسی بنائین کہ ایک زمین پر ٹکے اسکو پانون کہتے ہین اور دوسری اسکے مقابل جسکا نام سر ہی پس لفظ اوپر اس جہت کے لیے بنا جو سر کی طرف ہی اور نیچے اسکا نام ہوا جو پانون کی طرف ہو یہانتک کہ چیونٹی اگر چھت مین الٹی ہو کر چلے تو اسکے حق مین گردون کی جانب نیچے ہو جاویگی گو ہماری نسبت کر وہ اوپر کہلاتی ہی اور انسان کے لیے دو ہاتھ خدا تعالی نے بنائے کہ اکثر انمین سے ایک بہ نسبت دوسرے کے قوی تر ہوتا ہی تو جو قوی تر تھا اسکے لیے داہنا نام ہوا اور اسکے مقابل کا نام بایان رکھا گیا اور جو جہت کہ اول کی طرف پڑی اسکا نام داہنی اور بائین کی طرف والی کا نام بائین ہوا اور نیز اسکے لیے دو جانب بنائے کہ ایک طرف سے دیکھتا ہی اور اس طرف کو چلتا ہی تو جس طرف کو چلتا ہی اسکا نام آگے ہوا اور اسکے مقابل کا نام پیچھے ٹھہرا پس یہ چھون جہتین انسان کے پیدا ہونے سے پیدا ہوئین اگر انسان بالفرض اس وضع پر نہ پیدا ہوتا بلکہ گول شکل گیند کے ہوتا تو ان جہتون کا وجود بھی نہوتا پس خدا تعالی ازل مین کسی جہت سے خاص کس طرح ہو سکتا ہی کہ جہتین تو حادث ہین اور نہ اب کسی طرح کسی جہت سے خاص ہو کہ انسان کی پیدائش کے وقت تو خاص کسی سمت سے نہ تھا اور وہ منزہ ہی اس بات سے کہ اسکے لیے اوپر ہو کیونکہ وہ اس بات سے برتر ہی کہ اسکا سر ہو اور اوپر اسی جہت کو کہتے ہین جو سر کی جانب ہو اسی طرح اسکے لیے نیچے بھی نہین کیونکہ نیچے اس سمت کا نام ہی جو پانون کی جانب ہو اور خدا تعالی پانون سے مبرا ہی اور یہ سب باتین عقل کے نزدیک محال ہین اور ایک وجہ یہ ہی کہ اگر خدا تعالی کسی جہت سے مختص ہو تو یون عقل مین آتا ہی کہ یا جواہر کی طرح اپنے حیز سے خصوصیت رکھے یا اعراض کی طرح جواہر سے مخصوص ہو اور چونکہ اسکا جوہر اور عرض ہونا دونون محال ہو چکے تو اسکا مختص ہونا جہت سے بھی محال ہی اور اگر جہت کے معنی سوا ان دونون معنون کے کچھ اور لیے جاوین تو وہ لفظ کے اعتبار سے غلط ہونگے گو معنی درست رہتے ہون - اور ایک وجہ یہ ہی کہ اگر خدا تعالی عالم کے اوپر ہو تو اسکے محاذی ہوگا اور کسی جسم کا محاذی یا اسکے برابر ہوتا ہی یا اس سے چھوٹا یا بڑا اور یہ تینون امر ایسے ہین کہ انسے مقدار کی ضرورت خدا تعالی کے لیے ماننی پڑیگی حالانکہ اسکی ذات اس سے بری ہی - اب باقی رہا یہ کہ دعا کے وقت ہاتھ آسمان کی طرف کیون اٹھاتے ہین تو اسکی وجہ یہ ہی کہ دعا کا قبلہ وہی سمت ہی اور اسمین یہ بھی اشارہ ہی کہ جس سے دعا کی طلب ہی اسمین صفت جلال اور کبریائی ہی اسلیے کہ بلندی کی جہت مجد اور برتری پر دال ہی اور اللہ تعالی قہر اور بزرگی اور غلبہ کی جہت سے ہر ایک موجود کے اوپر ہی **آٹھوین اصل** یہ جاننا کہ اللہ تعالی عرش پر مستوی ہی ان معنون سے جو اسنے استوا سے مراد لیے ہین یعنی وہ معنی کہ اسکی کبریائی کے مخالف نہین اور نہ اسمین حدوث اور فنا کی علامتون کو دخل ہی اور وہی معنی آسمان پر مستوی ہونے سے مقصود ہین اس آیت مین ثم استوی الی السماء وہی دخان اور وہ معنی صرف قہر اور غلبہ کی جہت سے ہو سکتے ہین جیسے اس شعر مین کسی شاعر کے شعر اب بشر استوی ہوا مالک عراق پر بے تلوار کی خون کی ہوئی احتیاج اسے ۱۲ اور اہل حق کو مجبوری اس تاویل کی طرف رجوع کرنا پڑا جسطرح اہل باطل کو اس آیت کی تاویل کرنی پڑی وهو معکم اینما کنتم یعنی وہ تمھارے ساتھ ہی جہان تم رہو کہ سب نے اسکے معنی یہی کہے ہین کہ ساتھ ہونے سے غرض احاطہ اور علم ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن قدرت اور قہر پر محمول کیا ہی اور الحجر الاسود یمین اللہ فی ارضہ کو بزرگی اور تعظیم پر محمول کیا اسلیے کہ اگر انکو ظاہر الفاظ کے بموجب رہنے دیا جاوے تو محال لازم آتا ہی اسی طرح اگر استوا کو ٹھہرنے اور جگہ پکڑنے کے معنون مین رکھا جاوے تو لازم آویگا کہ جو جگہ پکڑے وہ جسم ہو اور عرش سے لگا ہوا ہو یا تو اسکے برابر ہو خواہ اس سے چھوٹا یا بڑا ہو اور یہ محال ہی تو جس بات سے محال لازم آوے وہ خود محال ہی **نوین اصل** یہ کہ خدا تعالی باوجود صورت اور مقدار سے

یعنی پھر چڑھا آسمان کی طرف اور وہ دھوان تھا ۱۲ [illegible] مومن کا دل خدا تعالی کی دو انگلیون مین سے ۱۲ حجر اسود خدا تعالی کا داہنا ہاتھ ہی زمین مین ۱۲ دونون [illegible] ۱۲

منزہ ہونے اور جہات واطراف سے مقدس ہونے کے دار آخرت میں آنکھوں سے دکھائی دیگا اسلیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ اور دنیا میں نہیں دکھائی دیتا اس ارشاد خداوندی کے سچ ہونے کی جہت سے لاتدرکہ الابصار وہو یدرک الابصار اور اس وجہ سے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جواب میں خود ارشاد فرمایا لن ترانی تو مجکو ہرگز نہ دیکھ سکیگا اب ہمکو کوئی یہ بتاوے کہ جو صفت اللہ تعالیٰ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم نہوئی اسکو معتزلی کیسے پہچان گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجود دیدار کے محال ہونے کے کسطرح دیدار کا سوال کیا غالبًا تو یہی معلوم ہوتا ہی کہ جس بات سے انبیا صلوات اللہ علیہم جاہل رہے اس سے اہل بدعت گمراہ کنندہ ناتراش بطریق اولیٰ جاہل رہیں اور آیت رویت کو جو آخرت میں ظاہر پر محمول کیا گیا اسکی وجہ یہ ہی کہ اس سے محال لازم نہیں آتا اسلیے کہ دیکھنا ایک قسم کا علم اور کشف ہی فرق یہ ہی کہ علم کی نسبت کر کامل اور واضح تر ہی پس جبکہ یہ درست ہوا کہ خدا تعالیٰ سے علم متعلق ہوا اور وہ کسی طرف میں نہو تو یہ بھی ہو سکتا ہی کہ رویت اسکے متعلق ہو جس صورت میں کہ وہ کسی جہت میں نہوا اور جیسے یہ درست ہی کہ اللہ تعالیٰ خلق کو دیکھتا ہی اور انکے مقابل نہیں تو یہ بھی درست ہوگا کہ خلق اسکو دیکھے اور مقابلہ نہو اور جسطرح اسکا جاننا بدون کیفیت اور صورت کے ہو سکتا ہی اسی طرح اسکا دیکھنا بھی بے کیفیت وصورت کے ممکن ہی دسوین اصل یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ واحد لاشریک اور یکتا بدون مثل اور بے ہیم کے ہی پیدا کرنے اور ابداع میں تنہا ہی اور ایجاد و اختراع میں اکیلا نہ اسکا کوئی مثل کہ اسکے مشابہ یا مساوی ہوا اور نہ اسکا کوئی مقابل کہ اس سے نزاع کرے یا اسکے منافی ہوا اور اس بات کی برہان یہ ارشاد خداوندی ہی لوکان فیہما الہۃ الا اللہ لفسدتا اسکی تقریر یہ ہی کہ اگر دو خدا ہوں اور انمیں سے ایک کوئی کام کرنا چاہیے تو دوسرا اگر اسکی موافقت پر مجبور ہی تو ٹھہرا ہی کہ دوسرا عاجز اور دبا ہوا ہوگا خدائے قادر نہوگا اور اگر دوسرا اول کے دفع کرنے اور مخالفت پر قادر ہی تو دوسرا قوی اور غالب ہوگا اور اول ضعیف اور قاصر ٹھہریگا خدائے قادر نرہیگا دوسرا رکن اللہ تعالیٰ کے صفات کی معرفت میں اور اسکا مدار دس اصلوں پر ہی پہلی اصل یہ جاننا کہ خدا تعالیٰ قادر ہی اور اپنے اس ارشاد میں سچا ہی وہو علی کل شیء قدیر اور اسکی وجہ یہ ہی کہ عالم اپنی صنعت میں محکم اور اپنی پیدائش میں مرتب اور منتظم ہی پس اگر کوئی شخص ایک کپڑا حریر کا عمدہ بنا ہوا اور نقش و نگار سے بخوبی آراستہ دیکھے پھر یہ وہم کرے کہ اسکو کسی مردہ نے بنا ہوگا جو کچھ نہ کر سکے یا کسی آدمی نے تیار کیا ہوگا جسکو قدرت نہو تو وہ شخص دائرۂ عقل سے خارج اور زمرۂ حمقا اور جاہلوں میں داخل ہوگا اسی طرح خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے عالم دیکھکر اسکی قدرت کا انکار نہیں ہو سکتا دوسری اصل یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ تمام موجودات کا عالم اور سب مخلوقات پر محیط ہی کوئی ذرہ آسمان و زمین میں اسکے علم سے غائب نہیں اپنے اس ارشاد میں سچا ہی وہو بکل شیء علیم اور اسکے سچ جاننے کی طرف اس ارشاد سے ہدایت فرماتا ہی الا یعلم من خلق وہو اللطیف الخبیر اسمیں یہ ہدایت فرمائی کہ پیدا کرنے سے علم پر استدلال کرو اس طرح کہ خلقت کی لطافت اور صنعت کی ترتیب اور نزاکت ادنیٰ چیزوں میں بھی اس بات پر بلا شبہہ دال ہی کہ اسکا صانع ترتیب اور نظام کی کیفیت کو خوب جانتا ہی پس جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مذکور فرمایا ہی وہی ہدایت اور تعریف کے باب میں منتہا ہی تیسری اصل یہ جاننا کہ خدا تعالیٰ زندہ ہی اسلیے کہ جسکا علم اور قدرت ثابت ہی اسکی حیات ضروری ثابت ہوگی اور اگر قدرت والا عالم تدبیر کرنے والا ایسا تصور ہو سکے جو زندہ نہو تب تو حیوانات کی زندگی میں بھی انکی حرکات و سکنات کے وقت شک ہو سکتا ہی بلکہ اہل حرفہ اور صنعت والے اور شہروں اور جنگلوں میں پھرنے والے اور تاجر اطراف زمین کے مسافر جتنے ہیں سبکی زندگی میں شک ہو سکتا ہی اور یہ امر درجۂ جہالت و گمراہی میں پڑتا ہی چوتھی اصل یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال کا ارادہ کرنے والا ہی یعنی جو موجود ہی وہ اسی کی مرضی پر تکیہ رکھتا ہی اور اسی کے ارادے سے صادر ہی اور اسی نے اول پیدا کیا اور وہی دوبارہ پیدا کریگا اور جو چاہتا ہی وہ کرتا ہی اور خدا تعالیٰ کے صاحب ارادہ ہونے کی وجہ یہ ہی کہ جو فعل اس سے صادر ہوتا ہی ہو سکتا ہی کہ اسکی ضد بھی اس سے صادر ہوا اور جو فعل کہ ضد نہیں رکھتا ممکن ہی کہ تقدیم و تاخیر سے صادر ہو اور قدرت دونوں ضدوں اور دونوں وقتوں سے ایک ہی سی مناسبت رکھتی ہی تو ضرور ہی کہ ایک ارادہ ہو جو قدرت کو دونوں امروں میں سے

ایک کی طرف پھیر لاوے۔ اور اگر کوئی کہے کہ علم کے ہوتے ہوے ضرورت ارادے کی نہین اور چیز موجود جو اپنے وقت مین پائی گئی اسکی وجہ یہ ہو کہ اُس وقت مین اُسکے موجود ہونے کا علم پہلے سے ہی تو ہم کہینگے کہ اس طرح تو قدرت کی حاجت بھی علم کے سامنے نہین کہ کہہ سکتے ہین کہ چیز بدون قدرت موجود ہو گئی کیونکہ پہلے سے اُسکے موجود ہونے کا علم اُس وقت مین تھا **پانچوین اصل** یہ جاننا کہ خدا تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہی نہ اُسکے دیکھنے سے دلون کے وسوسے اور فکر و وہم کے خفیہ امور غائب ہون اور نہ اُسکے سُننے سے چیونٹی سیاہ کی چال سخت پتھر پر شب تاریک مین بھی رہے اور اللہ تعالیٰ سمیع اور بصیر کیسے نہو گا کہ سننا اور دیکھنا وصف کمال ہی کچھ نقصان کی بات نہین تو یہ کیسے ہو سکتا ہی کہ اُسکی مخلوق اُسکی نسبت کر کامل تر ہو اور مصنوع چیز صانع سے بڑھکر اور حصہ کا اعتدال کہان رہیگا جبکہ نقصان خالق کے حصے مین رہے اور کمال مخلوق کی بانٹ مین ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حجت اپنے باپ سے کیسے درست ہوگی یعنی اُنکا باپ جہل کی راہ سے بتون کو پوجتا تھا آپ نے اُس سے کہا لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا تو اگر یہی بات آپ کے معبود برحق مین ہو جاوے تو آپ کی حجت باطل اور دلیل ساقط ہو جاوے اور یہ ارشاد خداوندی سبحانہ کُٹھہرے وتلک حجتنا آتیناہا ابراہیم علی قومہ اور جس طرح کہ خداوند کریم کا فاعل ہونا بدون اعضا کے اور عالم ہونا بدون دل اور دماغ کے سمجھا گیا ہی اسی طرح اُسکا بینا ہونا بدون آنکھ کے ڈھیلے کے اور شنوا ہونا بدون کانون کے سمجھنا چاہیے کہ دونون امرون مین کچھ فرق نہین **چھٹی اصل** یہ کہ اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہی اور اُسکا کلام ایک صفت اُسکی ذات سے قائم نہ وہ آواز ہی اور نہ حرف بلکہ اُسکے کلام کسی اور کے کلام کے مشابہ نہین جیسے اُسکا وجود دوسرے کے وجود کے مثل نہین اور حقیقت مین کلام وہی ہی جو نفس کا کلام ہو حروف اور آواز تو صرف بتانے کے لیے ہین جیسے حرکات اور اشارون سے بعض اوقات سمجھا دیا کرتے ہین اور نہ معلوم کہ یہ امر بعض غبی شخصون پر کیسے مشتبہ ہو گیا حالانکہ جاہل شعرا پر بھی یہ مشتبہ نہین چنانچہ انہین سے کسی کا شعر ہی کہ ہی وجود کلام دل مین فقط ہے اور زبان بن گئی ہی اُسکی دلیل اور جس شخص کی عقل و دانش اُسکو اس بات کے کہنے سے نہ روکے کہ میری زبان تو حادث ہی مگر جو اُسمین میری قدرت حادثہ کے سبب سے کلام پیدا ہوتا ہی وہ قدیم ہی تو اُسکی عقل سے تو اپنی طمع کو توڑ دے اور اُسکے ساتھ خطاب کرنے سے اپنی زبان بند کر اور جو شخص یہ نہ سمجھے کہ قدیم اُسکو کہتے ہین جسکے پہلے دوسری چیز نہو اور بسم اللہ مین جو سین ہی اُس سے پہلے ب ہی اسلیے سین ہرگز قدیم نہو گا تو ایسے شخص کی طرف دھیان کرنے سے اپنے دل کو پاک کر کیونکہ بعض بندون کو ان مطالب سے دور رکھنے مین خدا تعالیٰ کی کوئی حکمت ہی جسکو وہ گمراہ کرے اُسکو کوئی ہدایت نہین کر سکتا۔ اور جو شخص اس بات کو بعید جانتا ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا مین ایسا کلام سُنا ہی جسمین آواز و حروف نہون تو اُسکو اس امر کا بھی انکار کرنا چاہیے کہ آخرت مین ایک موجود کو دیکھے جو نہ جسم ہی نہ رنگ ہی اور اگر یہ بات سمجھتا ہی کہ جو چیز رنگ اور جسم اور مقدار اور کیفیت سے مبرا ہی اُسکو دیکھیگا حالانکہ اب تک ویسی چیز کوئی دیکھی نہین تو سُننے کے حاسہ مین بھی وہی سمجھنا چاہیے جو دیکھنے کے باب مین سمجھا ہی اور اگر یہ سمجھ لیا ہی کہ خدا تعالیٰ کو ایک علم ہی کہ وہی سب موجودات کا علم ہی تو اُسکی ذات کے لیے ایک صفت کلام کی بھی سمجھنی چاہیے کہ جتنی باتین عبارتون سے سمجھنے مین آتی ہین وہ اُسکا کلام ہی۔ اور اگر یہ عقل مین آگیا ہی کہ ساتون آسمان اور زمین اور بہشت اور دوزخ ایک چھوٹے سے پرچے پر لکھے جاتے ہین اور دل مین سے ذرہ بھر جگہ مین یاد رہتے ہین اور یہ سب اشیا آنکھ کے ڈھیلے کے تل مین سوجھتے ہین مگر آسمان اور زمین اور بہشت اور دوزخ کی ذات آنکھ کے تل اور دل اور پرچے مین نہین آجاتی اسی طرح یہ بھی عقل مین لانا چاہیے کہ کلام ربانی زبانون سے پڑھا جاتا ہی دلون مین محفوظ ہوتا ہی مصاحف مین لکھا جاتا ہی لیکن کلام کی ذات ان چیزون مین حلول نہین کرتی اسلیے کہ اگر لکھنے سے کلام کے ورق مین کلام کی ذات حلول کر جاوے تو خدا تعالیٰ کا نام لکھنے سے ورق مین اُسکی ذات بھی حلول کر جاوے اور آگ کا نام لکھنے سے کاغذ مین آگ کی ذات آجاوے اور کاغذ کو جلا دے **ساتوین اصل** یہ کہ جو کلام خدا تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہی وہ قدیم ہی اور اسی طرح اُسکے سب صفات ہین کیونکہ خدا تعالیٰ کا حوادث کے لیے محل ہونا محال ہی کہ حوادث

دی ابراہیم کو اسکی قوم کے مقابل ۱۲

بدلتے رہتے ہین بلکہ خدا تعالی کے صفات مین قدیم ہونے کا وصف وہی واجب ہی جو اُسکی ذات کے لیے واجب ہی تاکہ اُسپر تغیرات نہ آوین اور اُنمین حوادث نہ سماوین بلکہ وہ ہمیشہ سے ازل مین عمدہ صفات کے ساتھ موصوف رہا ہی اور اسی طرح ابد مین رہیگا اور حالات کے تغیر سے منزہ ہی پہلے کہ جو چیز محل حوادث ہوگی وہ حادث سے نہ بچیگی اور جو چیز حوادث سے نہ بچے وہ حادث ہی اجسام پر جو وصف حادث ہونے کا ثابت ہی وہ اسی جہت سے ہی کہ اُنپر تغیر آتا ہی اور اوصاف کے بدلنے کو قبول کرتے رہتے ہین تو اب خالق تغیر کے قبول کرنے مین اجسام کا شریک کیسے ہو جاویگا اور اسپر یہ متفرع ہوا کہ اللہ تعالی کا کلام قدیم اور اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہی اور حادث صرف آوازین ہین جو کلام موصوف پر دلالت کرتی ہین - اور جس طرح کہ یہ سمجھ مین آتا ہی کہ لڑکے کے پیدا ہونے کے پیشتر تحصیل علم کے لیے امر کرنا اُسکے باپ کے ساتھ قائم ہوتا ہی یہانتک کہ جب لڑکا پیدا ہوتا ہی اور اُسکو عقل آتی ہی اور جو امر کہ باپ کے دل مین ہی اُسکے متعلق علم خدا تعالی اُسمین پیدا کر دیتا ہی تو وہ اُس امر کا مامور ہو جاتا ہی جو اُسکے باپ کی ذات کے ساتھ قائم ہی اور جبتک کہ لڑکا اُسکو جان نہ لیگا تب تک اس امر کا وجود قائم رہیگا اسی طرح یہ سمجھنا چاہیے کہ جس حکم پر کہ ارشاد خداوندی دال ہی فاخلع نعلیک (جوتیان اُتار) وہ اللہ تعالی کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہی اور حضرت موسی علیہ السلام کو اُسکا خطاب بعد آپ کے وجود کے ہوا یعنی جسوقت کہ اللہ تعالی نے آپ مین اُس حکم کی معرفت پیدا کی اور کلام قدیم کے سننے کے لیے کان بنا دیے **آٹھوین اصل** یہ کہ خدا تعالی کا علم قدیم ہی یعنی وہ ہمیشہ سے اپنی ذات اور صفات کو اور جو کچھ مخلوقات مین حادث ہوتا ہی سب کو ازل سے جانتا ہی اور جب کبھی مخلوقات حادث ہوتے ہین تو خدا تعالی کو اُنکا علم نیا پیدا نہین ہوتا بلکہ یہ سب حوادث علم ازلی سے اُسکے سامنے منکشف ہین مثلاً اگر ہمکو زید کے آنے کا علم آفتاب کے نکلنے کے وقت پیدا ہوا اور جب تک کہ آفتاب نکلے تب تک یہ علم بالفرض نیا رہے تو اُسوقت مین زید کا آنا ہمکو اُسی علم سے معلوم ہوگا کوئی نیا علم اُسکے لیے نہوگا پس اللہ تعالی کے علم کو قدیم ہونا بھی اسی طرح سمجھنا چاہیے **نوین اصل** یہ کہ ارادۂ الٰہی قدیم ہی اور حوادث کے پیدا کرنے کے لیے اُنکے اوقات مخصوصہ اور مناسبہ مین موافق علم سابق کے ازل مین متعلق ہو گیا ہی اس لیے کہ اگر اُسکا ارادہ حادث ہو تو وہ حوادث کا محل ٹھہرتا ہی اور اگر اُسکا ارادہ اُسکی ذات کے سوا دوسرے مین حادث ہوا تو وہ ارادہ کرنے والا نہوگا جیسے اگر حرکت تمھاری ذات مین نہو تو تم متحرک نہ کہلاؤگے اور جس طرح چاہو مانو دونون صورتون مین ارادہ کے حدوث کے واسطے دوسرے کی ضرورت ہوگی اور دوسرے کے لیے تیسرے کی یہانتک کہ نوبت تسلسل بے نہایت پہونچے جو محال ہی اسلیے اُسکے ارادہ کا حادث ہونا بھی محال ہی اور اگر یہ ممکن کہا جاوے کہ ارادے کا حادث ہونا بدون دوسرے ارادے کے ہی تو یہ بھی ہو سکیگا کہ عالم کا حادث ہونا بدون ارادے کے ہو **دسوین اصل** یہ جاننا کہ اللہ تعالی عالم ہی علم سے اور زندہ ہی حیات سے قادر ہی قدرت سے مرید ہی ارادے سے متکلم ہی کلام سے سمیع ہی سننے سے بینا ہی دیکھنے سے اور یہ اوصاف اُسکے اُن قدیم صفتون سے ہین اور جو شخص یون کہے کہ عالم ہی بدون علم کے تو گویا یون کہتا ہی کہ غنی ہی بدون مال کے یا علم ہی بدون عالم کے یا عالم ہی بدون معلوم کے اسلیے کہ علم اور معلوم اور عالم ایک دوسرے کے لازم ہین جیسے قتل اور مقتول اور قاتل تو جس طرح قاتل بدون قتل اور مقتول کے نہین متصور ہو سکتا اور نہ مقتول بدون قاتل اور قتل کے اسی طرح عالم بدون علم کے بھی ممکن نہین اور نہ علم بدون معلوم کے اور نہ معلوم بدون عالم کے بلکہ یہ تینون عقل مین متلازم ہین ایک دوسرے سے جدا نہین ہوتے تو جو شخص عالم کو علم سے علیحدہ ہونا تجویز کرتا ہی اُسکو چاہیے کہ عالم کو معلوم سے بھی جدا ہونا اور علم کو عالم سے علیحدہ ہونا تجویز کرے کیونکہ ان تینون مین کچھ فرق نہین ہے ایک ہی سی ہین **تیسرا رکن** اللہ تعالی کے افعال کی معرفت مین اور اُسکا مدار بھی دس اصلون پر ہی

پہلی اصل یہ جاننا کہ عالم مین جو حادث ہی وہ اُسی کا فعل اور مخلوق اور اختراع ہی اُسکے سوا نہ کوئی خالق اور نہ کوئی ایجاد کرنے والا خلق کو بنایا اور پیدا کیا اور بندونکی قدرت اور حرکت کو ایجاد فرمایا پس بندون کے جتنے افعال ہین وہ سب اُسکے پیدا کیے ہوئے ہین اور اُسکی قدرت سے وابستہ ہین اور اُسکی تصدیق اس آیت مین ہی اللہ خالق کل شیء اور اسمین واللہ خلقکم وما تعملون اور اسمین واسروا قولکم او اجہروا

ت سورۂ طٰہٰ ای جوتیان ت ۱۲ اللہ تاسنے والا ت ۲۳ زمر ت ۳۷ اور اللہ نے بنایا تمکو اور جو کچھ تم کرتے ہو ۱۲ ت ملک اور تم چپکے سے بات کہو یا پکار کے وہ جانتا ہی جیون کے بھید

بہ انہ علیم بذات الصدور الا یعلم من خلق وہو اللطیف الخبیر بندون کو حکم کیا کہ اپنے اقوال اور افعال اور اسرار اور دل کی بات چھپنے مین یکسان ہین اسلیے کہ وہ اُنکے افعال کے منشا سے واقف ہے اور اپنے علم پر پیدا کرنے سے استدلال فرمایا اور وہ بندے کے فعلون کا خالق کیسے نہوگا کہ اُسکی قدرت کامل ہے اُسمین کسی طرح کا قصور نہین اور اُسکی قدرت بندون کی بدنون کی حرکتون سے متعلق ہے اور حرکتین ایک سی ہین اور قدرت کا متعلق ہونا سب سے برابر ہے تو کیا وجہ ہے کہ بعض حرکتون سے متعلق ہو اور بعض سے نہو یا کیسے ہو سکتا ہے کہ حیوان اختراع مین مستقل ہو حالانکہ مکڑی اور شہد کی مکھی اور تمام حیوانات سے وہ لطیف کام صادر ہوتے ہین کہ جنمین عاقلون کی عقل دنگ ہو تو وہ کیسے مخترع ٹھہرسکا اور خدا وند مخترع نہو انکو تو اپنے کامون کی تفصیل خبر بھی نہین انکو مخترع کہنا ایسا ہے قیاس ہے کہ انکو جانتے سب ذلیل ہین اور ملکوت مین مخترع وہی ہے جو زمین و آسمانون کا جبار ہے دوسری اصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا مخترع ہونا بندون کی حرکات کو اس بات کا موجب نہین ہے کہ وہ حرکات بندے کے تحت قدرت اکتساب کے طور پر نہ رہین بلکہ اللہ تعالیٰ نے قدرت اور مقدور دونون کو پیدا کیا اور اختیار اور مختار دونون کو بنایا قدرت بندہ کا ایک وصف ہے اور خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے اُسکا کسب نہین اور حرکت بھی خدا تعالیٰ نے پیدا کی اور بندہ کی صفت اور کسب ہوئی وہ بندہ کی ایک وصف مسمی بقدرت کے قابو مین پیدا ہوئی ہے تو چونکہ حرکت دوسری صفت کی طرف منسوب ہے جسکو قدرت کہتے ہین اس وجہ سے باعتبار اس نسبت کے اُسکو کسب کہتے ہین اور یہ حرکت بندہ کی جبر محض نہین ہو سکتی اسلیے کہ بندہ لازمی طور پر حرکت اختیاری اور لرزہ کی حرکت مین فرق جانتا ہے اور یہ حرکت بندہ کی پیدا کی ہوئی کیسے ہو سکتی ہے کہ اُسکو تو اپنی حرکتون کسب سے کہ کیا ہو اُنکے اجزا کی تفصیل اور شمار کا علم بھی نہین اور جب یہ دونون باطل ہوئین تو ایک صورت درمیانی اعتقاد کی رہ گئی کہ حرکتین اختراع کی رو سے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے قابو مین ہین اور ایک دوسرے علاقے کے اعتبار سے جسکو اکتساب کہتے ہین بندہ کی قدرت کے اختیار مین ہین اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جس قدرت کو چیز پر قدرت کا تعلق ہو وہ فقط اختراع ہی کی جہت سے ہو دیکھو ازل مین خدا تعالیٰ کی قدرت عالم سے متعلق تھی اور اختراع اُس سے حاصل نہ تھا اور اختراع کے وقت بھی قدرت عالم سے متعلق ہے مگر اُس وقت اور قسم کا تعلق ہے غرض کہ قدرت کے متعلق ہونے سے یہ خصوصیت نہین ہے کہ مقدور چیز اُس سے حاصل بھی ہو جاوے تیسری اصل یہ ہے کہ بندے کا فعل اگرچہ بندے کا کسب ہے لیکن یہ نہین کہ خدا تعالیٰ کے ارادے سے باہر ہو جاوے اس سے یہ نکلتا ہے کہ ملک اور ملکوت مین جو کچھ ہوتا ہے خواہ پلک جھپکنا ہو یا دل کا التفات یا خیر ہو یا شر نفع ہو یا ضرر اسلام ہو یا کفر معرفت ہو یا انکار فوز ہو یا خسران گمراہی ہو یا ہدایت طاعت ہو یا معصیت شرک ہو یا ایمان سب اُسکی قضا و قدر سے ہوتا ہے اور اُسکے ارادے اور خواہش سے ظہور مین آتا ہے نہ کوئی اُسکی قضا کو ٹالنے والا اور نہ اُسکے حکم کو پیچھے ہٹانے والا جسکو چاہے گمراہ کرے اور جسکو چاہے ہدایت کرے جو کچھ وہ کرتا ہے اُس سے باز پرس نہین اور بندون سے باز پرس ہوگی اور بندون کے فعلون کا اُسکی مشیت سے ہونا دلیل نقلی رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ تمام امت اس جملہ کو باتفاق کہتی ہے کہ ما شاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان لو یشاء اللہ لہدی الناس جمیعا اور فرمایا ولو شئنا لاتینا کل نفس ہداہا اور اُسکے لیے دلیل عقلی بھی ہے وہ یہ ہے کہ اگر معاصی اور قصوروں کو خدا تعالیٰ برا جانتا ہے اور اُنکا ارادہ نہین کرتا وہ اُسکے دشمن ابلیس لعین کے ارادے سے ہوتے ہین اور باوجودیکہ وہ دشمن خدا ہے اُسکے ارادے کے موافق زیادہ چیزین ہوتی ہین اور خدا تعالیٰ کے ارادے کے موافق کم ہوتی ہین تو اب کہو یہ بات کہ مسلمان آدمی خدا تعالیٰ کی سلطنت کو ایسے رتبے مین کسطرح گھٹا دیگا کہ اگر اُس رتبے پر کسی گانون کے رئیس کو اتار دیا جاوے تو وہ بھی اُس ریاست سے نفرت کرے یعنی اُس گانون مین اگر کوئی اُسکا دشمن ہو اور اُسکے ارادے کے موجب زیادہ کام ہوتا ہو اور رئیس کے ارادے کے موافق بہت کم ہوتے ہون تو وہ رئیس ریاست کو ذلت سمجھیگا اور اُس ریاست سے دست بردار ہوگا اور چونکہ خلق مین اکثر نافرمانی ہوتی رہتی ہے اور یہ سب کچھ جو معتزلہ کہتے ہین کہ خدا تعالیٰ کے ارادے کے خلاف ہوتی ہے تو یہ اس بات پر دال ہے کہ خدا تعالیٰ ضعیف اور عاجز ہے حالانکہ خدا تعالیٰ بہت بلند ہے

کہ بندون کے افعال خدائے تعالی کے پیدا کیے ہوئے ہین تو یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ سب اُسکے ارادے کے بموجب ہین اب اگر کوئی کہے کہ جس فعل کو خدائے تعالی چاہتا ہو اُس سے منع کیسے فرماتا ہو اور جسکا ارادہ نہین کرتا اُسکا حکم کیسے کرتا ہو تو اُسکا جواب یہ ہو کہ امر اور ہو اور ارادہ دوسری چیز ہو مثلاً اگر کوئی آقا اپنے غلام کو مارے اور حاکم وقت آقا پر عتاب کرے اور وہ عذر کرے کہ اس غلام نے میرا کہنا نہ مانا تھا اور بادشاہ اُسکو کہے کہ تو جھوٹ کہتا ہو اور وہ اپنے سچ بولنے کو ثابت کرنے کے لیے یہ چاہے کہ کوئی ایسی بات غلام سے کہوں جو بادشاہ کے سامنے نہ کرے اور غلام کو امر کرے کہ اس سواری پر بادشاہ کے سامنے زین باندھ دے تو اس آقا کا یہ امر ایسا ہو جسکی تعمیل اُسکو منظور نہین اور اگر یہ امر نہ کرتا تو بادشاہ کے سامنے اُسکا عذر ٹھیک نہ تھا اور اگر غلام سے تعمیل کا ارادہ ہو تو اپنے نفس کے قتل کا ارادہ کرنا پڑے اور یہ ہو نہین سکتا چوتھی اصل یہ کہ اللہ تعالی پیدا کرنے اور اختراع کرنے اور بندون کو حکم کرنے مین فضل اور احسان کرنے والا ہو اور اُسپر واجب نہ تھے اور فرقۂ معتزلہ کہتے ہین کہ یہ باتین خدا تعالی پر واجب ہین اسوجہ سے کہ اُسمین بندون کی بہتری ہو اور اُنکا قول محال ہو اسلیے کہ واجب کرنے والا اور حکم اور منع کرنے والا تو وہ ہو وہ کیسے ایجاب اور لزوم کا ہدف ہو سکتا ہو اور واجب سے دو معنی مقصود ہوتے ہین اول تو ایسا فعل کہ جسکے چھوڑنے سے آیندہ کو یا بالفعل نقصان ہو مثلاً کہین کہ بندہ پر خدائے تعالی کی اطاعت واجب ہو یعنی اُسکے ترک سے آیندہ کو آخرت مین اُسپر عذاب ہوگا یا کہین کہ پیاسے پر پانی کا پینا واجب ہو کہ اُسکے ترک سے انجام کو مر جاویگا دوسرے ایسا فعل جسکے نہونے سے محال لازم آوے مثلاً کہین کہ معلوم کا وجود واجب ہو یعنی اگر معلوم نہو تو محال لازم آویگا وہ یہ ہو کہ علم جہل ہو جاویگا اب اگر معتزلون کی یہ مراد ہو کہ اللہ تعالی پر پیدا کرنا باعتبار اول معنی کے واجب ہو تب تو گویا خدا تعالی کو معاذ اللہ ضرر کا نشانہ بناتے ہین اور اگر پیدا کرنا اُسپر دوسرے معنون کی رو سے کہتے ہین تو ہم بھی تسلیم کرتے ہین کیونکہ علم ازلی جب خدا تعالی مین ہو تو اُسکے لیے معلوم کا وجود ضرور چاہیے اور اگر واجب کے کوئی تیسرے معنی لیے ہین تو وہ ہم سمجھتے نہین اور یہ جو کہتے ہین کہ بندون کی بہتری کے لیے واجب ہو یہ کلام فاسد ہو اسلیے کہ جب اللہ تعالی بندون کی بہتری کو ترک کر دے اور اس سے اُسکو کچھ ضرر نہ پہونچے تو پھر اُسکے حق مین وجوب کے کچھ معنی نہونگے علاوہ ازین بندون کی بہتری تو اسمین ہو کہ اُنکو جنت مین پیدا کر دیتا اس بات کی طرف کونسا عاقل طمع کرتا کہ دار المصائب مین اُسکو پیدا کرے اور ہدف تیر معاصی بنا دے پھر عذاب کے خطرے اور حساب کے خوف سے ڈراوے پانچوین اصل یہ ہو کہ خدائے تعالی کو جائز ہو کہ بندون کو ایسی بات کا حکم کرے جسکی طاقت اُنکو نہو اسمین بھی معتزلی خلاف کرتے ہین اور ہم یہ کہتے ہین کہ اگر یہ امر جائز نہو تو پھر اُسکے دور کرنے کا سوال محال ہو حالانکہ سوال کرنا خدا تعالی کے ارشاد سے ثابت ہو ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ اور ایک وجہ یہ ہو کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ ابو جہل آپ کی تصدیق نہ کریگا پھر ابو جہل کو یہ حکم کیا کہ سب اقوال مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرے حالانکہ ایک قول آپ کا یہ بھی تھا کہ ابو جہل تصدیق نہ کریگا تو یہ کیسے ہو سکتا ہو کہ اس قول کو تصدیق کرے کہ تصدیق نہ کریگا اسکی تصدیق تو امر محال ہو چھٹی اصل یہ کہ خدائے تعالی کو درست ہو کہ اپنی مخلوق کو بدون کسی جرم سابق اور ثواب آیندہ کے درد و عذاب پہونچاوے اسمین معتزلیون کا خلاف ہو اور ہماری دلیل یہ ہو کہ وہ اپنی ملک مین تصرف کرتا ہو اُسکا تصرف اُسکی ملک سے تجاوز نہین کرتا اور ظلم اُسکو کہتے ہین کہ دوسرے کی ملک مین بدون اُسکی اجازت کے تصرف کرے اور اللہ تعالی پر ظلم محال ہو کیونکہ اُسکے سامنے دوسرے کی ملک نہین ہو کہ اُسمین تصرف کرنے سے ظلم ہو اور اسکا وجود ہی اُسکے درست ہونے کی دلیل ہو یعنی دیکھتے ہین کہ جانورون کا ذبح کرنا اور آدمیون کا اُنکو انواع تکلیف پہونچانا ظاہر ہو کہ اُنکو دیا جاتا ہو حالانکہ اُنسے کوئی قصور پہلے سرزد نہین ہوا پس اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالی جانورون کو زندہ کریگا اور جسقدر اُنھون نے تکلیفین پہنچی ہونگی اُنکا بدلہ اُنکو عنایت کریگا اور رعایت اللہ تعالی پر واجب ہو تو ہم کہتے ہین کہ جو کوئی یہ کہتا ہو کہ اللہ تعالی پر زندہ کرنا ہر ایک

چھوٹی یا بالغ شدہ اور چھوٹے مرے ہوئے کا واجب ہو تاکہ انکو انکی تکلیفون کا ثواب دے تو وہ شخص دائرۂ شریعت اور عقل دونون سے خارج ہو اسلیے کہ ہم اس سے یہ پوچھتے ہین کہ اللہ تعالیٰ پر حشر اور ثواب کے دینے واجب ہونے سے کیا مراد ہی اگر یہ ہی کہ اسکے ترک سے اسکو ضرر ہوگا تب تو محال ہی اور اگر واجب کے کوئی اور معنی ہین تو ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ وہ معنی غیر مفہوم ہین اس سے معلوم ہوا کہ جو معنی واجب کے ہین اُنسے یہ قول خارج ہی **ساتوین اصل** یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون کے ساتھ جو چاہتا ہی وہ کرتا ہی اُسپر یہ واجب نہین کہ جو بندون کے حق مین زیادہ مناسب ہو اُسی کی رعایت کرے اسلیے کہ ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ خداے تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہین بلکہ اُسکے حق مین وجوب سمجھ مین نہین آتا اسلیے کہ جو کچھ وہ کرتا ہی اُس سے پوچھ نہین ہو سکتی مخلوق سے بازپرس ہوتی ہی اور ہمکو کوئی بتا دے کہ معتزلی جو یہ کہتا ہی کہ مناسب تر فضل کا کرنا بندون کے حق مین خداے تعالیٰ پر واجب ہی وہ اس مسئلہ مفروضہ مین کیا جواب دیگا کہ اگر آخرت مین ایک مردہ لڑکے اور ایک بالغ مردہ کے درمیان مین مناظرہ ہو اور دونون مسلمان مرے ہون تو اللہ تعالیٰ بالغ کے درجے بڑھا دیگا اور لڑکے پر اُسکو فضیلت دیگا اسلیے کہ بالغ نے طاعت الٰہی مین بعد بلوغ کے محنت اٹھائی اور ایسا کرنا معتزلی کے قول کے بموجب خداے تعالیٰ پر واجب ہی پس اس صورت مین اگر وہ لڑکا کہے کہ الٰہی تو نے اسکا مرتبہ کیون زیادہ کیا تو اللہ تعالیٰ فرما دیگا اسلیے کہ یہ بالغ ہوا اور طاعت مین محنت کی پھر لڑکا یہ کہیگا کہ الٰہی تو نے مجھکو لڑکپن مین مار دیا تھا تیرے اوپر واجب تو یہ تھا کہ میری زندگی باقی رکھتا تاکہ مین بالغ ہو جاتا اور طاعت مین کوشش کرتا تو نے عدل اس بات مین نہ کیا کہ اُسکی عمر زیادہ کی اور میری نہ کی اسمین میرا قصور نہین پھر کس وجہ سے اسکو فضیلت دی اللہ تعالیٰ فرما دیگا اسلیے کہ مجھے معلوم تھا کہ اگر تو بالغ ہوتا تو شرک یا معصیت کرتا تو تیرے حق مین مناسب یہی تھا کہ لڑکپن مین مر جاوے یہ عذر خداے تعالیٰ کی طرف سے معتزلی بیان کرتے ہین اب اسپر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ جب اللہ تعالیٰ لڑکے کے سوال مین ارشاد اس طرح کریگا تو اُس وقت دوزخ کے طبقات مین سے کافر پکار اٹھینگے اور کہینگے کہ الٰہی یہ تو تجھے معلوم ہی تھا کہ ہم بڑے ہوکر شرک کرینگے تو تو نے ہمکو لڑکپن ہی مین کیون نہ مار ڈالا ہم تو اس مسلمان لڑکے کے درجے سے کمتر پر بھی راضی تھے تو اسکا جواب کیا دیا جاویگا اب اس صورت مین یقین کرنا واجب ہی کہ خداوند کریم کے معاملات جلال کی جہت سے ایسے نہین کہ معتزلون کی میزان مین انکی گنجایش ہو پس اگر یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ بندون کے حق مین بہتر تر فضل کی رعایت پر قادر بیشک ہی پھر ان پر اسباب عذاب کو مسلط کر دینا قبیح ہی حکمت سے بعید تو اسکا جواب یہ ہی کہ قبیح کے معنی یہ ہین کہ چیز غرض کے موافق نہو یہانتک کہ ایک ہی چیز ایک شخص کے حق مین قبیح ہوتی ہی اور دوسرے شخص کے حق مین بشرطیکہ اُسکی غرض کے موافق پڑے اچھی ہوتی ہی مثلاً کسی کا مارا جانا اسکے اقربا قبیح جانتے ہین اور اسکے دشمن اچھا سمجھتے ہین تو اگر تمہاری غرض قبیح سے یہ ہی کہ یہ امر خداے تعالیٰ کی غرض کے موافق نہین تب تو محال ہی اسلیے کہ اسکو کوئی غرض نہین اسی لیے منسوب کیا جاوے اس سے قبیح متصور نہین جیسے کہ ظلم اس سے متصور نہین یعنی ملک غیر مین اسکا تصرف کرنا ہو نہین سکتا اسلیے ظلم بھی اس سے محال ہی اور اگر قبیح سے یہ غرض ہی کہ جو اورون کی غرض کے موافق نہو تو اسکو خداے تعالیٰ پر محال کیون کہتے ہو یہ تو صرف ایک تمنا ہی اسکے خلاف پر وہی صورت شاہد ہی جو ہمنے دوزخیون کے مناظرہ کی فرض کی ہی علاوہ ازین حکیم کے معنی یہ ہین کہ چیزون کی حقیقتون سے آگاہ اور اُنکے افعال کو اپنے ارادے کے موافق مضبوط کرنے پر قادر ہو اور اسمین یہ بات نہین پائی جاتی کہ مناسب تر کی رعایت کرنی حکیم پر واجب ہو اور ہم جو حکیم جو رعایت مناسب تر کی کرتے ہین وہ صرف اپنے نفس کے لحاظ سے کرتے ہین کہ دنیا مین اسکے باعث تعریف حاصل ہو اور آخرت مین ثواب یا اسکی جہت سے کوئی آفت اپنے اوپر سے دفع کرین اور یہ باتین اللہ تعالیٰ پر محال ہین اسلیے اصلح کی رعایت کا اُسپر واجب ہونا بھی محال ہی **آٹھوین اصل** یہ ہی کہ خداے تعالیٰ کی معرفت اور طاعت اسکے واجب کرنے اور اسکی شریعت کی جہت سے واجب ہی عقل کی جہت سے واجب نہین معتزلی اسمین بھی خلاف کرتے ہین اور ہم یہ کہتے ہین کہ اگر عقل خداے تعالیٰ کی طاعت کو واجب

کرے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو بیفائدہ واجب کریگی اور یہ محال ہے اسلیے کہ عقل لغو کی موجب نہیں ہوتی یا کسی فائدہ کے لیے واجب کریگی اور فائدہ یا تو معبود کا ہوگا اور یہ بھی خداے تعالی کے حق میں محال ہے کہ وہ سب فائدوں اور غرضوں سے پاک ہے بلکہ کفر اور ایمان اور طاعت اور عصیان اسکے حق میں دونوں برابر ہیں خواہ بندے کا فائدہ ہوگا اور یہ بھی محال ہے اسلیے کہ بالفعل بندے کی کوئی غرض اس سے متعلق نہیں بلکہ طاعت پر جو محنت کرتا ہے اور اپنے شہوات سے اسکے باعث باز رہتا ہے اسکا انجام بجز ثواب اور عقاب کے اور کچھ نہیں اور یہ کہاں سے جان لیا کہ خداے تعالی معرفت اور طاعت پر ثواب ہی عنایت کریگا عذاب نہ کریگا اسکے نزدیک تو طاعت اور معصیت برابر ہیں کیونکہ اسکو دونوں میں سے کسی کی طرف میل نہیں اور نہ انمیں سے کسی کو اسکے ساتھ خصوصیت ہے بلکہ اسکی تمیز شریعت ہی سے معلوم ہوتی ہے اور جسنے اس امر کو خلق کے اوپر قیاس کیا کہ مخلوق کی شکرگزاری سے مخلوق خوش اور محظوظ ہوتی ہے اور ناشکری سے ناخوش ہوتی ہے تو اسی طرح خالق کا حال ہے کہ طاعت سے اسکو راحت ہوتی ہے اور معصیت سے نہیں ہوتی تو یہ اس شخص کی خطا ہے اگر کوئی یوں کہے کہ جب طاعت اور معرفت کا وجوب بجز شریعت کے اور کسی چیز سے نہ رہا اور شریعت جبتک آدمی جانتا نہیں ہوتی ہے جب تک کہ مکلف اسمین نظر نہ کرے تو اگر مکلف شخص پیغمبر سے یہ تقریر کرے کہ عقل مجھپر نظر کو واجب نہیں کرتی اور نہ شریعت بدون نظر کرنے کے مجھپر تاثیر کرے اور میں خود نظر پر جرأت نہیں کرتا تو چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکا جواب کچھ نہ دے سکیں تو ہم کہتے ہیں کہ یہ اس شخص کا کہنا ایسا ہے جیسا زید عمرو سے کہے اور وہ کسی جگہ میں کھڑا ہو کہ تیرے پیچھے ایک درندہ بلا کا ہے اگر تو یہاں سے نہ ہٹیگا تو وہ تجھے مار ڈالیگا اور اگر تو اپنے پیچھے منہ پھیر کر دیکھیگا تو میرا سچ کہنا تجھے معلوم ہو جاویگا اسکے جواب میں عمرو کہے کہ تیرا سچ جبتک میں نظر کرکے دیکھوں مجھے ثابت نہوگا اور جبتک مجھے تیرا سچ نہ ثابت ہو جاوے نہ مڑنا اور دیکھنا کیا ضرور ہے تو ظاہر ہے کہ اس قول سے عمرو کی حماقت پائی جاویگی اور خود نشانہ شیر بلا ہوگا زید کا اسمین کیا ضرر ہوگا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمھارے پیچھے موت ہے اور اسکے اس طرف درندہ بلا کا اور دہکتی آگ ہے اگر تم اسسے اپنی تدبیر بچاو کی نہ کرلو گے تو تمکو وہ تباہ کر دینگی اور میرا سچ تمکو میرے معجزوں کے دیکھنے سے معلوم ہو جاویگا پس جو شخص معجزوں کی طرف ملتفت ہوکر اپنا بچاو کرلیگا وہ بچ جاویگا اور جسنے التفات نہ کیا اور خطا ہی پر مصر رہا وہ تباہ اور خراب ہوگا اور اگر سارے آدمی ہلاک ہو جاویں تو اسمین مجھپر کچھ ضرر نہیں میرا ذمہ تو صرف صاف صاف کہدینے کا ہے غرض کہ شریعت موت کے بعد بلا کو درندوں کے ہونے کو بتاتی ہے اور عقل شریعت کے کلام کو سمجھنا اور جاننے کا فائدہ دیتی ہے اور جو باتیں شرع کے قول کے موجب کہ آئندہ کو ہونگی انکا امکان جتاتی اور طبیعت ضرر سے بچے رہنے پر ابھارتی ہے اور واجب ہونے کے معنی یہی ہیں کہ اسکے ترک کرنے سے ضرر ہو اور شریعت کو جو واجب کرنیوالا کہتے ہیں اس سے یہ مراد ہے کہ شریعت اس ضرر کو بتاتی ہے جسکی توقع آئندہ کو ہے کیونکہ عقل تو اس بات کی ہدایت نہیں کرتی کہ شہوات کی پیروی کرنے سے موت کے بعد ضرر کا نشانہ بننا پڑیگا پس یہ معنی ہیں شرع اور عقل کے اور واجب کے باب میں انکی تاثیر کے اور اگر بالفرض ایسا نہ ہوتا کہ ترک پر عذاب کا خوف ہوتا تو وجوب بھی ثابت نہوتا اسلیے کہ واجب تو اسی کو کہتے ہیں جسکے ترک کرنے سے آخرت میں کوئی ضرر پہنچے نویں اصل یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام کا بھیجنا محال نہیں اسمین فرقہ براہمہ کا خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ رسولوں کے بھیجنے میں کچھ فائدہ نہیں عقل کے ہوتے انکی کچھ حاجت نہیں اور ہم یہ کہتے ہیں کہ عقل سے وہ کام نہیں معلوم ہوتے جو آخرت میں نجات کے موجب ہوں جیسے کہ عقل سے وہ دوائیں جو صحت کی مفید ہوں معلوم نہیں ہوتیں تو مخلوق کو انبیا کی ایسی ہی حاجت ہے جیسے انکو طبیب کی حاجت ہو فرق اتنا ہے کہ طبیب کا قول تجربہ سے سچا مانا جاتا ہے اور نبی کا معجزہ سے دسویں اصل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور پہلی شریعتوں یعنی یہود و نصاری اور مجوسیوں کی باتوں کا ناسخ کیا اور ظاہر معجزات اور غالب کرامات سے آپ کی تائید فرمائی جیسے چاند کا شق ہونا اور کنکروں کا تسبیح پڑھنا اور چوپایہ کا بولنا اور انگلیوں کے بیچ میں سے پانی کا بہنا اور آپ کے ظاہر معجزات میں سے کہ تمام

[illegible]

عرب پر اسکے باعث آپ کو فوق ہوا قرآن مجید ہے کہ باوجودیکہ اہل عرب فصاحت و بلاغت مین دم بھرتے تھے اُسکے مقابلے پر قادر نہوئے اسلیے
کہ جو کچھ عمدگی اور ترتیب کی خوبی اور عبارت کی درستی اُسمین ہے آدمی کی طاقت نہین کہ اُسکو جمع کر سکے اور باتون مین سب مین مزاحمت کی کہ گرفتار
کرنا اور لوٹ لینا اور قتل کا ارادہ کرنا اور وطن سے نکال دینا سب کچھ کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انکا یہ سب حال فرمادیا مگر قرآن کے مثل نہ لاسکے
باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناخواندہ تھے اور کتابون سے مس نہ تھا علاوہ ازین کلام مجید مین پہلے لوگون کی خبرین اور بہت سے
اُمور مین غیب کے حالات بیان کرتے ہین جنکا سچ آخر کو معلوم ہوا جیسے یہ آیت ہے لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ آمنین محلقین رؤسکم ومقصرین
اور یہ آیت الم غلبت الروم فی ادنی الارض وہم من بعد غلبہم سیغلبون فی بضع سنین اور معجزہ جو رسول کے سچ ہونے پر دلالت کرتا ہے اسکی وجہ یہ ہے
کہ جو فعل کہ آدمی اُس سے عاجز ہون وہ بجز خداے تعالیٰ کے فعل کے دوسرے کا نہوگا تو جب اسطرح کا فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] کے
ساتھ متصل ہوگا تو اُسکے یہ معنی ہونگے کہ گویا خداے تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ رسول سچ کہتا ہے اور اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کے حضور مین
کھڑا ہو اور اُسکی رعیت کے سامنے دعوی کرتا ہو کہ مین اس بادشاہ کا ایلچی ہون تو اگر یہ شخص بادشاہ سے کہے کہ اگر مین اس دعوی مین سچا
ہون تو آپ اپنے تخت پر تین بار خلاف عادت اُٹھیے اور بیٹھیے اور بادشاہ اُسکے کہنے سے ویسا ہی کرے تو جو لوگ وہان موجود ہونگے اُنکو قطعی
یہ معلوم ہو جاویگا کہ بادشاہ نے گویا یہ کہدیا کہ ایلچی سچ کہتا ہے تیسرا رکن سنی ہوئی چیزون کے بیان مین اور جن اُمور کی آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے خبر دی ہے انکو سچ جاننے مین اور اسکا مدار دس اصلون پر ہے پہلی اصل یہ کہ حشر اور نشر ہوگا کہ شریعت مین اسکی خبر آچکی ہے اور اسکا سچ
جاننا واجب ہے اسلیے کہ اسکا وجود عقل مین ممکن ہے اور معنی اسکے یہ ہین کہ بعد فنا کے دوبارہ موجود ہونا اور یہ امر خداے تعالیٰ کی قدرت مین داخل ہے
جیسے اُسنے اول پیدا کیا چنانچہ خود فرماتا ہے قال من یحیی العظام وہی رمیم قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ اسمین ابتدا مین پیدا کرنے سے دوبارہ پیدا
کرنے پر استدلال فرمایا اور دوسری جا ارشاد ہے ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ اور دوبارہ پیدا کرنا دوسری ابتدا ہے پس وہ مثل ابتداے اول کے ممکن ہے
دوسری اصل منکر نکیر کا سوال احادیث صحیح مین آچکا ہے تو اسکی تصدیق بھی واجب ہے اسلیے کہ عقل کے رو سے وہ ممکن ہے کیونکہ اُس سے
یہی لازم آتا ہے کہ زندگی دوبارہ کسی ایسی جز مین آجاوے جس سے خطاب سمجھا جاوے اور یہ امر بذات خود ممکن ہے اور اُسپر یہ اعتراض نہین ہوسکتا
کہ میت کے اجزا تو ساکن رہتے ہین اور ہمکو منکر نکیر کا سوال سنائی نہین دیتا کیونکہ سوتا آدمی بھی ظاہر مین ساکن ہوتا ہے مگر اندر سے رنج اور اذیتین ایسی
پاتا ہے کہ جاگنے کے بعد بھی انکا اثر پاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام کا کلام سنتے تھے اور انکو دیکھتے تھے اور اُسکے
لوگ نہ سنتے تھے اور نہ دیکھتے تھے اور نہ اُنکے علم مین سے کوئی چیز معلوم کرسکتے تھے الا ماشاء اللہ غرض کہ اُن لوگون کے لیے سننا اور دیکھنا
کا پیدا نہین کیا گیا تھا اسلیے حضرت جبرئیل کو نہ دیکھا تیسری اصل عذاب قبر شریعت سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے النار یعرضون علیہا غدوا
وعشیا و یوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف کے نیکیون سے مشہور چلا آتا ہے کہ وہ
عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے اور قبر کا عذاب ممکن ہے تو اسکی تصدیق کرنی واجب ہے اور میت کے اجزا کا درندون کے پیٹ مین اور پرندون
کے پوٹون مین بٹ جانا عذاب قبر کی تصدیق کا مانع نہین اسلیے کہ عذاب کا درد تو حیوان مین سے خاص اجزا کو معلوم ہوا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُنہین
قدرت ہے کہ ادراک اُن اجزا مین پھر سے پیدا کردے چوتھی اصل میزان ہے جسکے باب مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ
اور دوسری جا ارشاد ہے فمن ثقلت موازینہ فاولئک ہم المفلحون ومن خفت موازینہ فاولئک الذین خسروا انفسہم فی جہنم خالدون اور اسکی

دلیل یہ ہی کہ خدا سے تعالی کے نزدیک جتنا عملون کا رتبہ ہوتا ہی اسی کے موافق نامۂ اعمال میں وزن پیدا کر دیتا ہی اس سے بندون کے اعمال کی مقدارین بندون کو معلوم ہو جاوینگی تاکہ اُنپر یہ بات کھلجاوے کہ اگر عذاب کریگا تو عدل ہوا اور اگر ثواب دیگا تو عفو اور فضل ہی **پانچوین اصل**

پل صراط یعنی دوزخ کی پشت پر بنا ہوا ہی کہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہی اللہ تعالی فرماتا ہی فاہدوھم الی صراط الجحیم وقفوھم انھم مسئولون اور اس پل کا ہونا ممکن ہی اسلیے اُسکا سچ جاننا بھی واجب اور وجہ ممکن ہونے کی یہ ہی کہ جو شخص اس بات پر قادر ہی کہ پرند کو ہوا مین اُڑاتا ہی وہ اس بات پر بھی قادر ہی کہ آدمی کو اُس پل سے اوپر چلاوے **چھٹی اصل** یہ کہ جنت اور دوزخ اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی ہین اللہ تعالی فرماتا ہی وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السموات والارض اعدت للمتقین لفظ اعدت سے معلوم ہوتا ہی کہ جنت مخلوق ہی اسی لیے اُسکو باعتبار ظاہر الفاظ کے رہنے دینا واجب ہی کیونکہ کوئی محال اُسمین نہین اور اگر کوئی یہ کہے کہ روز جزا سے پہلے ان دونون کے پیدا کرنے مین کچھ فائدہ نہین تو اُسکا جواب یہ ہی کہ جو کچھ خدا سے تعالی کرتا ہی اُس سے اُسکی بازپرس نہین اور ون سے پوچھ ہوگی **ساتوین اصل** یہ کہ امام برحق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابو بکر ہین پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نص قطعی کسی امام پر نہین فرمائی اسلیے کہ اگر بالفرض ایسا ہوتا تو اولی یہ تھا کہ ظاہر تر ہوتا جو کوئی حاکم یا امیر آپ نے شہرون مین مقرر فرمایا وہ چھپا نہین رہا یہ تو اُسکی نسبت کر زیادہ ظاہر ہونا چاہیے تھا یہ کیسے چھپا رہا اور اگر ظاہر ہو گیا تھا تو پھر کیسے مٹ گیا کہ ہم تک وہ حال نہ پہونچا حاصل یہ کہ حضرت ابو بکر صدیق لوگون کے پسند کرنے اور بیعت کی جہت سے امام ہوے اور اگر بالفرض کہا جاوے کہ نص دوسرے کے لیے تھی تو کل صحابہؓ کو کہنا ہی کہ انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاف کیا اور اجماع کا خلاف کیا اور یہ بات ایسی ہی کہ رافضیون کے سوا اور کسی سے اسپر جرات نہین ہوئی اہل سنت کا اعتقاد یہ ہی کہ سب صحابہ کو اچھا کہین اور جس طرح کہ خدا سے تعالی اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی تعریف کی اُسی طرح اُنکی تعریف کرین۔ اور جو نزاع کہ حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ مین ہوا اُسکی بنا اجتہاد پر تھی یہ نہین کہ امامت کے باب مین حضرت معاویہ کی طرف سے ہوا ہو بلکہ حضرت علیؓ نے یہ گمان کیا کہ حضرت عثمان غنیؓ کے قاتلون کو سپرد کر دینے کا انجام یہ ہوگا کہ امامت کا معاملہ ابھی درہم و برہم ہو جاویگا باین لحاظ کہ اُنکے قبائل بہت ہین اور لشکر مین ملے جلے ہین اسلیے اُنکے سپرد کرنے مین تاخیر کو اچھا جانا اور حضرت امیر معاویہ نے یہ سمجھا کہ باوجود اتنے بڑے قصور کے اُنکے باب مین تاخیر کرنی اماموں کے اوپر اُنکو اُبھارنا ہی اور کشت و خون ناحق کے درپے ہونا۔ اور بڑے بڑے علما کا قول ہی کہ ہر مجتہد مصیب ہی اور بعضے یہ کہتے ہین کہ صواب کو پہونچنے والا ایک ہی ہوتا ہی اور یہ کسی اہل علم کی تجویز نہین ہی کہ حضرت علیؓ کو کہا ہو کہ خطا پر تھے **آٹھوین اصل** یہ کہ صحابہؓ کا فضل اس ترتیب سے ہی جس طرح پر کہ خلافت ہوئی اسلیے کہ فضل واقع مین وہ ہی جو اللہ تعالی کے نزدیک ہوا اور یہ امر ایسا ہی کہ بجز رسول اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی اُسپر مطلع نہین ہوتا اور ان سب کی تعریف مین آیات اور احادیث بہت سی وارد ہین اور فضل کے دقائق اور اُسکی ترتیب کو وہی لوگ جانتے ہین جو وحی اور قرآن مجید کے اُترنے کو دیکھتے تھے اور قرائن حال سے فضل کے دقائق معلوم کرتے تھے پس اگر وہ لوگ بزرگی کو اس ترتیب کے ساتھ نہ سمجھے ہوتے تو خلافت کو اس طرح ترتیب نہ دیتے اسلیے کہ وہ لوگ ایسے تھے کہ اللہ تعالی کے باب مین نہ ملامت گرون کے طعن سے ڈرتے تھے اور نہ اُنکو امر حق سے کوئی مانع باز رکھتا تھا **نوین اصل** یہ کہ امامت کی شرطین بعد اسلام اور بلوغ اور عقل اور آزادی کے پانچ ہین مرد ہونا اور ورع اور علم اور کفایت اور قریشی ہونا اس جہت سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الائمۃ من قریش یعنی امام قریش مین سے ہوتے ہین اور جب بہت سے لوگ ایسے ہون جنمین یہ پانچون صفتین موجود ہون تو امام وہ ہوگا جسکے لیے بیعت اکثر خلق کی ہو جاوے اور جو اکثر لوگون کا خلاف کرے وہ باغی ہی اُسکو حق کے انقیاد کی طرف پھیرنا واجب ہی **دسوین اصل** یہ کہ جو شخص امامت کا کفیل ہوا اگر اُسمین ورع اور علم کا وجود دشوار ہوا اور اُسکے معزول کر دینے سے ایسا فتنہ برپا ہوتا ہو جسکی تاب

لوگون کو نہو تو ہم یہی کہینگے کہ اُسکی امامت درست ہی اسواسطے کہ اگر اُسکو معزول کردیا جاوے تو دو حال سے خالی نہین یا دوسرا اُسکی جگہہ پر ہو
یا بالکل امامت خالی رہے اگر پہلی صورت ہوگی یعنی اُسکی جگہہ دوسرا مقرر کیا جاویگا تب تو جتنا ضرر مسلمانون کو فتنہ برپا ہونے سے ہوگا وہ
اُس نقصان کی نسبت کر زیادہ ہوگا جو امام مذکور مین شروط امامت کے ناقص ہونے کی جہت سے اُنکو ہوگا کیونکہ شروط مذکورہ صرف زیادتی
مصلحت کے لیے ٹھہرائی گئی ہین تو زیادتی مصلحت کے نہونے کے خوف سے اصل مصلحت کو دور کرنا خوب نہین جیسے کوئی ایک محل بناوے
اور شہر کو گراوے اور اگر دوسری صورت ہو یعنی شہر امام سے خالی رہین تو سب مقدمات بگڑ جاوینگے یہ کسی طرح ہو نہین سکتا اسلیے ضرور اول ہی
صورت قائم رہیگی علاوہ ازین ہم حکم دیتے ہین کہ باغیون کا حکم اُنکے شہرون مین درست ہی اس نظر سے کہ انکو حاجت ہوتی ہی تو حاجت اور ضرورت
کے ہوتے ہوے امامت کیسے درست نہوگی غرض کہ یہ چارون رکن جو چالیس اصول پر مشتمل ہین یہ عقائد کے قواعد ہین جو کوئی اُنکا معتقد ہوگا
وہ اہل سنت وجماعت کے موافق اور بدعت کے فرقہ سے علیحدہ ہوگا ہم اللہ تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ وہ اپنی توفیق سے ہمکو راستی پر رکھے اور
اپنے جود اور احسان وفضل سے راہ حق کی طرف ہمکو ہدایت کرے وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم **چوتھی فصل**
ایمان اور اسلام مین اور ان دونون مین جو کچھ اتصال اور جدائی ہی اور جو کمی بیشی ان دونون پر طاری ہوا کرتی ہی اور سلف کے لوگ جو انشاء اللہ
ان دونون کے باب مین کہتے تھے اُسکی وجہ کے ذکر مین اور اس فصل مین تین مسئلے **اول** اس باب مین لوگون کا اختلاف ہی کہ اسلام ایمان
ہی ہی یا دوسری چیز ہی اور اگر دوسری چیز ہی تو اُس سے جدا پایا جاتا ہی یا اُسی کے ساتھ متعلق اور لازم رہتا ہی پس بعض تو یہ کہتے ہین کہ دونون
ایک ہی ہین اور بعض کا قول ہی کہ دو چیزین ہین آپس مین ملتی نہین جدا جدا ہین اور بعضے یہ کہتے ہین کہ دو ہین مگر ایک دوسرے سے وابستہ ہین
اور ابو طالب مکی نے اس باب مین ایک بہت بڑی تقریر نہایت بیہودی لکھی ہی اب ہم حق صریح کو بیان کرتے ہین بدون اس بات کے کہ ایسی تقریر
نقل کرین جسمین کچھہ فائدہ نہو۔ واضح ہو کہ اس باب مین تین بحثین ہین اول اس باب مین کہ لغت مین دونون لفظون کے معنی کیا ہین دوم شریعت
کے بولنے مین ان دونون سے کیا مراد ہی سوم ان دونون کا حکم دنیا اور آخرت مین کیا ہی غرض کہ اول بحث لغوی ہی اور دوسری تفسیری اور
تیسری فقہی شرعی **بحث اول** معنی لغوی کے بیان مین اسمین حق یہ ہی کہ ایمان تصدیق کو کہتے ہین اللہ تعالی فرماتا ہی وما انت بمؤمن لنا
مومن سے مراد مصدق یعنی تصدیق کرنے والے سے ہی اور اسلام کے معنی فرمانبرداری کو ماننے اور سرکشی اور انکار اور عناد کو چھوڑنے کے ہین
اور تصدیق کا ایک محل خاص ہی یعنی وہ دل سے ہوتی ہی اور زبان اُسکی ترجمان یعنی بیان کرنے والی ہی اور ماننا عام ہی دل اور زبان اور اعضا
سب سے ہوتا ہی کیونکہ جو تصدیق دل سے ہی وہ تسلیم اور ترک انکار ہی اسی طرح زبان سے اقرار کرنا اور طاعت اور انقیاد اعضا سے کرنا ہی حاصل
یہ ہی کہ لغت کے اعتبار سے اسلام عام ہی اور ایمان خاص اور اسلام کے اجزا مین سے اشرف کا نام ایمان ہی اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک تصدیق
تسلیم ہی اور یہ نہین کہ ہر تسلیم تصدیق ہو **بحث دوم** اطلاق شرعی کے ذکر مین اور اس باب مین حق یہ ہی کہ شریعت مین ان دونون کا استعمال
تینون طور پر آیا ہی یعنی دونون کے ایک معنی ہون یا جدا جدا ہون یا ایک کے معنون مین دوسرے کے معنی داخل ہون دونون کے ہم معنی ہونیکی
مثال یہ ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی فاخرجنا من کان فیہا من المؤمنین فما وجدنا فیہا غیر بیت من المسلمین اور یہ امر باتفاق ثابت ہی کہ ایک ہی گھر تھا
اُسی کے لیے مومنین اور مسلمین ارشاد فرمایا اور فرمایا یا قوم ان کنتم آمنتم باللہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی
کہ بنی الاسلام علی خمس اور ایک بار جو آپ سے ایمان کا حال پوچھا تو اُسکے جواب مین بھی یہی پانچون رکن ارشاد فرماتے اس سے معلوم ہوا کہ ایمان
اور اسلام دونون ایک ہی ہین اور دونون کے جدا جدا ہونے کی مثال یہ آیت ہی قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا یعنی یہ کہو کہ ہمنے
ظاہر مین انقیاد قبول کیا اور اس جگہہ ایمان سے مراد فقط دل کی تصدیق ہی اور اسلام سے غرض زبانی خواہ اعضا کی ظاہری فرمانبرداری ہی
اور حضرت جبریل علیہ السلام کی حدیث مین کہ جب انھون نے آپ سے ایمان کا حال پوچھا تو فرمایا کہ ایمان لانا اللہ پر اور اُسکے فرشتون اور کتابون

اور رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور مرنے کے بعد اٹھنے پر اور حساب پر خیر و شر کو اسی کی طرف سے جاننے پر ایمان ہے پھر پوچھا کہ اسلام کیا چیز ہے تو جواب میں پانچ خصلتیں مذکور فرمائیں یعنی اسلام کو بیان فرمایا کہ قول اور عمل سے تسلیم کرنے کو کہتے ہیں۔ اور سعد بن ابی وقاص کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو کچھ عطا کیا اور دوسرے کو وہ نہ دیا تو حضرت سعد نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ نے اس شخص کو چھوڑ دیا حالانکہ وہ مومن ہے آپ نے فرمایا کہ مومن ہے یا مسلم پھر دوبارہ انھوں نے وہی عرض کیا آپ نے دوبارہ وہی جواب دیا اور ایک کے معنی دوسرے میں داخل ہونے کی مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ اعمال میں سے کونسا افضل ہے آپ نے فرمایا کہ اسلام پھر سائل نے عرض کیا کہ اسلام کونسا افضل ہے آپ نے فرمایا کہ ایمان اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں مختلف بھی ہیں اور ایک دوسرے میں داخل بھی اور یہ امر لغت کے رو سے استعمالوں میں سب سے اچھا ہے اسلیے کہ ایمان اعمال میں سے ایک عمل ہے جو سب اعمال سے افضل ہے اور اسلام تسلیم کا نام ہے خواہ دل سے ہو یا زبان سے یا اعضا سے اور ان سب میں بہتر وہ تسلیم ہے جو دل سے ہو اور یہ دل کی تسلیم وہی تصدیق ہے جسکو ایمان کہتے ہیں اور ان دونوں کا استعمال جداگانہ طور پر خواہ تداخل یا ترادف کے طور پر بمجاز فی اللغۃ کے طرق سے خارج نہیں مثلاً جداگانہ طور پر اس طرح ہے کہ ایمان کو فقط دل کی تصدیق کا نام کہیں تو یہ لغت کے موافق ہوگا اور اسلام کو تسلیم ظاہری ٹھہرادیں یہ بھی لغت کے موافق ہے اسلیے کہ تسلیم اگر تسلیم کی بعض جگہوں سے بھی ہوگی تو اسکو بھی تسلیم ہی کہینگے یہ تو شرط نہیں کہ جہاں جہاں معنی کا پایا جانا ممکن ہو لفظ سے وہ سب حاصل ہی ہوں جیسے مثلاً اگر کوئی شخص دوسرے کو اپنے بدن کے کسی ٹکڑے سے چھووے تو چھونے والا کہلاویگا گو سب بدن چھونے میں شامل نہیں۔ اسی طرح لفظ اسلام کو صرف ظاہر کی تسلیم پر بولنا جسوقت کہ باطن کی تسلیم نہو لغت کے مطابق ہے اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا قول ہے قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سعد کی حدیث میں کہ یا مسلم ہے اسلیے کہ آپ نے مومن کو مسلم پر ترجیح دی اور ہماری غرض دونوں کے معنوں کے جدا ہونے سے یہی ہے کہ ایک دوسرے سے بڑھکر ہے اور تداخل کے طور پر بھی لغت کے موافق ہوگا یعنی اسلام کو یہ ٹھہرالیں کہ دل اور قول اور عمل سب سے تصدیق کا نام ہے اور ایمان کو کہیں کہ بعض تصدیق کا نام ہے جو اسلام میں داخل ہے یعنی صرف دل کی تصدیق اور ہماری غرض تداخل سے یہی ہے اور ایمان کو خاص کر دینا اور اسلام کو عام کر دینا لغت کے موافق ہے اور اسی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ہے کہ جب سائل نے عرض کیا کہ کونسا اسلام افضل ہے تو آپ نے ایمان فرمایا یعنی آپ نے ایمان کو خاص کر کے اسلام میں داخل کر دیا اور لفظ ترادف کے استعمال کی مثال یہ ہے کہ اسلام کے معنی تسلیم کے لیے جاویں جو دل اور ظاہر دونوں سے ہو کیونکہ تسلیم ہر حال عام ہے اور ایمان کے معنی بھی یہی کر دیے جاویں اس صورت میں صرف اتنا تصرف ہوگا کہ ایمان میں جو خصوصیت دل کے تسلیم کی تھی اسکو عام کر دیا جاویگا اور ظاہر کی تسلیم کو بھی ایمان میں داخل کیا جاویگا اور یہ تصرف درست ہے اسلیے کہ ظاہر کی تسلیم قول اور عمل سے باطن کی تصدیق کا ثمرہ اور نتیجہ ہوتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ درخت بولتے ہیں اور تسامح کے طور پر اس سے درخت مع پھل مراد ہوتا ہے تو اسی تصرف سے ایمان ہم معنی اسلام کا اور اسکے مطابق ہو جاویگا نہ اس سے زیادہ ہوگا نہ کم اور اسی بنا پر ارشاد خداوندی ہے فما وجدنا فیہا غیر بیت من المسلمین تیسری بحث حکم شرعی کے ذکر میں۔ اسلام اور ایمان کے دو حکم ہیں ایک دنیاوی دوسرے اخروی حکم اخروی یہ ہے کہ آگ دوزخ سے نکالنا اور اسمیں ہمیشہ رہنے کا مانع ہونا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یخرج من النار من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من الایمان اور اس باب میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ یہ حکم کس چیز پر مترتب ہوتا ہے یعنی وہ ایمان کونسا ہے جسکا نتیجہ آگ دوزخ سے نکلنا ہے پس بعض کا قول تو یہ ہے کہ صرف یقین کرنے کا نام ہے اور کچھ یہ کہتے ہیں کہ دل سے یقین کرنا اور زبان سے اقرار کرنا ہے اور بعض تیسری بات اور بڑھاتے ہیں یعنی اعضا سے عمل کرنا اور ہم اس باب میں اصل مطلب کو واضح کرتے ہیں کہ واقع میں یہ ہے کہ جو کوئی ان تینوں باتوں کا جامع ہوگا تو اسمیں خلاف کسی کا نہیں کہ بیشک اسکا ٹھکانا

ا بخاری و مسلم ۱۲

جنت میں ہوگا یہ تو ایک درجہ ہوا دوسرا درجہ یہ ہے کہ دو باتیں پائی جاویں اور کچھ تیسری بھی ہو یعنی دل سے یقین کرنا اور زبان سے کہنا اور کچھ عمل پائے جاویں مگر اُس شخص نے ایک یا زیادہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب بھی کیا ہو تو اس صورت میں معتزلی یہ کہتے ہیں کہ وہ شخص ایمان سے خارج ہوگا مگر کفر میں داخل نہیں ہوا بلکہ اُسکا نام فاسق ہے اور یہ ایک درجہ ہے ایمان اور کفر کے درمیان میں اور ایسا شخص دوزخ میں ہمیشہ رہیگا اور یہ قول باطل ہے چنانچہ عنقریب اُسکا ہم بیان کرینگے تیسرا درجہ یہ ہے کہ دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار پایا جاوے اور اعضا سے اعمال نہوں ایسے شخص کے حکم میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے ابوطالب مکی کا قول یہ ہے کہ عمل کرنا جزو ایمان ہے اور ایمان بدون عمل کے پورا نہیں ہوتا اور اسپر اجماع کا دعوی ایسی دلیلوں سے کیا ہے جن سے اُنکے مطلب کا خلاف معلوم ہوتا ہے جیسے مثلاً دلیل میں یہ آیت نقل کی ہے الذین آمنوا وعملوا الصالحات کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمل ایمان کے سوا اور چیز ہے ایمان میں داخل نہیں ورنہ عمل حکم معاد میں ہوگا اور تعجب یہ ہے کہ اس قول پر اجماع کا دعوی کرتے ہیں اور باوجود اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو نقل کرتے ہیں کہ کسی شخص کو کافر نہ کہا جاوے مگر اُس صورت میں کہ جس چیز کا اقرار کر چکا ہے اُسکا منکر ہوا اور فرقہ معتزلہ جو کبیرہ گناہوں کے سبب دوزخ میں ہمیشہ رہنے کے قائل ہیں اُنکے قول کا انکار کرتے ہیں حالانکہ جو اُنکے قول کا قائل ہے وہ بعینہ معتزلوں کے مذہب کا قائل ہوگا کیونکہ ہم اُس سے یہ کہینگے کہ جو شخص اپنے دل سے تصدیق کرے اور زبان سے شہادت ادا کرے اور اُسی وقت مرجاوے تو وہ جنت میں جاویگا یا نہیں اُسکے جواب میں اور یہی قسم کہیگا کہ ہاں جنت میں جاویگا تو اس صورت میں ایمان بدون عمل کے کہنا پڑیگا اب ہم کچھ زیادہ کرکے پوچھینگے کہ وہی شخص اگر بالفرض اتنا زندہ رہے کہ اُسپر ایک نماز کا وقت آجاوے اور وہ اُسکو ترک کرے اور مرجاوے یا زنا کرے اور مرجاوے تو وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیگا یا نہیں اگر وہ جواب دے کہ رہیگا تب تو معتزلوں کا ہی مطلب ہوا اور اگر کہے گا کہ نہیں تو اس بات کی تصریح ہے کہ عمل جزو ایمان نہیں اور نہ ایمان کے وجود میں شرط ہے اور نہ اُسکے باعث جنت کا استحقاق ہے اور اگر یہ کہے کہ میری غرض یہ ہے کہ وہ شخص بہت مدت تک جیوے اور نماز نہ پڑھے اور نہ اور کوئی عمل شرعی بجالاوے تو ہم یہ کہینگے کہ اُس مدت کو معین کرو اور طاعتوں کے شمار بتلاؤ جنکے چھوڑنے سے ایمان جاتا رہتا ہے اور کبیروں کی گنتی کیا ہے جنکے ارتکاب سے ایمان باطل ہوتا ہے اور یہ بات ایسی ہے کہ اسکی مقدار نہیں معین ہوسکتی اور نہ کبھی کوئی اس طرف گیا چوتھا درجہ یہ ہے کہ دل کی تصدیق پائی جاوے اور ہنوز نوبت زبان سے اقرار اور عمل میں مصروف ہونے کی نہ پہونچی ہو کہ مرجاوے تو اسکا جواب یہ کہیگا کہ اپنے اور خداے تعالی کے نزدیک ایمان سے مرا حالانکہ اس مسئلے میں اختلاف ہے اور جو شخص کہ ایمان کے پورا ہونے میں قول زبانی کی شرط کرتا ہے اُسکو یہ کہنا ہوگا کہ یہ شخص ایمان سے پہلے مرا اور یہ قول فاسد ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ سے نکلیگا وہ شخص جسکے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا اور اس شخص کا دل تو ایمان سے لبالب تھا یہ کیسے دوزخ میں ہمیشہ رہیگا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی حدیث میں ایمان کی شرط بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ اللہ تعالی اور اُسکے فرشتوں اور کتابوں اور روز آخرت کی تصدیق کرے جیسے پہلے بیان ہوا پانچواں درجہ یہ ہے کہ دل سے تصدیق کرے اور عمر میں اتنی مہلت بھی ملے کہ شہادت کے دونوں کلمے کہہ لے اور اُنکا واجب ہونا معلوم کرلے مگر اُنکو زبان سے ادا نہ کرے تو یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ اُسکا ادا نکرنا ایسا ہے جیسے نماز کے پڑھنے سے باز رہنا اور باوجود اسکے ہم کہینگے کہ وہ شخص مومن ہے اور دوزخ میں مدام نہ رہیگا اسلیے کہ ایمان صرف دل کی تصدیق ہے اور زبان اس اعتقاد دلی کا ترجمان ہے تو ضرور ہے کہ زبان کے ادا سے پیشتر بھی ایمان کامل موجود ہو تاکہ اُسکو زبان ادا کرے اور یہی ظاہر ہے اسلیے کہ بجز معانی کی پیروی کے اور کوئی سند نہیں اور لغت کے رو سے یہ ہے کہ ایمان دل کی تصدیق کو کہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوزخ سے وہ شخص نکل جاوے گا جسکے دل میں ذرہ بھر ایمان ہے اور اگر آدمی واجب امر کے کہہ لینے سے سکوت کرے تو دل میں سے ایمان نہیں جاتا جیسے فعل واجب کے ترک کرنے سے نیست نہیں ہوتا اور بعضے یہ کہتے ہیں کہ زبان سے کہنا بھی ایمان کا

ف اعم [illegible] ایمان [illegible] [illegible] روایت ابی سعید بسند ضعیف ۱۲

جزو ہوا اسلیے کہ شہادت کے دونون کلمے دل کے حال سے خبر نہین دیتے بلکہ وہ دوسرے معاملہ کا انشا اور ابتدا اور التزام ہین اور اول قول ظاہر تر ہی اور اس قول مین فرقہ مرجیہ نے یہان تک مبالغہ کیا ہو کہ یہ شخص کبھی آگ مین نہ جاوے گا انکا یہ قول ہو کہ مومن اگرچہ نافرمانی کرے مگر دوزخ مین نجاوے گا اور ہم انکے قول کو بھی عنقریب باطل کرینگے چھٹا درجہ یہ ہو کہ زبان سے کہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ مگر دل مین اسکی تصدیق نکرے تو ہمکو اسبات مین شک نہین کہ ایسا شخص آخرت کے حکم مین کافرون مین سے ہوگا اور ہمیشہ دوزخ مین رہیگا اور اسمین بھی شک نہین کہ دنیا کے احکام مین جو متعلق اماموں اور حکام کے ہین وہ مسلمانون سے ہوگا اسواسطے کہ اسکے دل پر تو خبر ہو ہی نہین سکتی ہم پر یہی لازم ہو کہ جو کچھ اسنے زبان سے کہا اسکو یہ خیال کرین کہ یہ قول اسکے دل کے حال پر مطابق ہو لیکن ایک تیسرے امر مین ہمکو شک ہو کہ اسکے اور خدا تعالی کے درمیان کے معاملہ مین حکم دنیا وی اسپر کیا ہونا چاہیے مثلاً اسی حال مین اگر کوئی اسکا رشتہ دار مسلمان مرجاوے اور اسکے بعد وہ دل سے تصدیق ایمان کی کرے پھر فتوی پوچھے کہ جب میرا رشتہ دار مرا تھا مجکو ایمان یعنی دل کی تصدیق نہ تھی مگر ظاہر اسلام کی جہت سے اسکی میراث مجھے مل گئی اور اب وہ میرے پاس ہو تو وہ اس معاملہ مین جو مجھ مین اور خدا تعالی مین ہو مجھپر حلال ہو یا نہین یا اسی پہلی حالت مین کسی مسلمان عورت سے اسنے نکاح کر لیا تھا اور پھر دل سے تصدیق کی تو اب اسپر نکاح کا دوبارہ کرنا لازم ہو یا نہین یہ حکم محل تردد ہو اسمین یہ بھی ہو سکتا ہو کہ کہا جاوے کہ دنیا کے احکام زبانی قول سے ظاہر اور باطن دونون مین وابستہ ہین اور یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ قول زبانی سے غیر شخص کے حق مین وابستہ ہین اسلیے کہ اسکا باطن غیر پر ظاہر نہین اور خود اسکو تو اپنے باطن کا حال ظاہر ہو کہ اسکے اور خدا تعالی کے درمیان کیا معاملہ ہو اور ظاہر تر یہی ہو کہ اسکو وہ میراث ناجائز ہوا اور نکاح کا پھر سے کرنا لازم آوے واللہ اعلم اور اسی لیے حضرت حذیفہؓ اگر منافقین مین سے کوئی مرتا تھا تو اسکے جنازے پر حاضر نہوتے تھے اور حضرت عمرؓ بھی اسکی رعایت کرتے تھے کہ جس جنازہ پر وہ نجاتے تھے آپ بھی تشریف نہیجاتے تھے اور نماز دنیا مین ایک فعل ظاہر ہو اگرچہ عبادات مین سے ہو اور حرام سے بچنا بھی ان امور مین سے ہو جو خدا تعالی کے لیے واجب ہین جیسے نماز ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ اور یہ تقریر ہماری اس قول کے خلاف نہین کہ ارث اسلام کا حکم ہو اور وہ بھی تسلیم ہو بلکہ تسلیم تام وہ ہو جو ظاہر اور باطن دونون کو شامل ہو اور یہ مبحثین فقہی اور ظنی ہین کہ ظاہر اور عام الفاظ اور قیاسون پر مبنی ہین تو جو شخص علوم مین قاصر ہو وہ یہ سمجھے کہ اسبات مین غرض یقین سے ہو اور عادت یہ ہو گئی ہو کہ ایسی چیز کو فن کلام مین ذکر کرتے ہین جس مین حکم قطعی مطلوب ہوتا ہو تو جو شخص علوم مین عادتون اور رسمون کی طرف نظر کرتا ہو اسکو فلاح نہین ہوتی اب اگر یہ کہو کہ معتزلون اور مرجیون کے شبہہ پڑنے کی کیا وجہ ہو اور انکے قول کے باطل ہونے کی کیا دلیل ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ وجہ انکے شبہون کی عام آیتین قرآن مجید کی ہین چنانچہ مرجیہ کہتے ہین کہ ایماندار آگ مین نہ جاوے گا گو سب طرح کے گناہ کرے اسلیے کہ اللہ تعالی فرماتا ہو فمن یؤمن بربہ فلا یخاف بخسا ولا رہقا اور فرمایا والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون الآیۃ اور فرمایا کلما القی فیہا فوج سالہم خزنتہا الم یاتکم نذیر قالوا بلی قد جاءنا نذیر فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شیٔ اسمین لفظ کلما القی فیہا کا عام ہو تو یہ چاہیے کہ جو دوزخ مین ڈالا جاوے وہ تکذیب کرنے والا ہو اور فرمایا لا یصلاہا الا الاشقی الذی کذب وتولی اس آیت مین حصر اور اثبات اور نفی تینون موجود ہین سیئات یہ معلوم ہوتا ہو کہ بجز اشقیا اور مکذبین کے اور کوئی آگ مین نجاویگا اور فرمایا من جاء بالحسنۃ فلہ خیر منہا وہم من فزع یومئذ آمنون اور سب حسنات کی جڑ ایمان ہو تو ایمان والے کو خوف کیسے ہوگا اور فرمایا واللہ یحب المحسنین اور فرمایا انا لا نضیع اجر من احسن عملا یہ انکی دلیل ہو مگر ان آیتون سے انکا مطلب حاصل نہین ہوتا اسلیے کہ ان آیتون مین جہان ذکر ایمان کا ہو اس سے ایمان مع عمل مراد ہو چنانچہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ لفظ ایمان سے کبھی اسلام بھی مراد لیا کرتے ہین یعنی موافقت دل اور قول اور عمل کی اور ایمان مین جو ہم یہ تاویل کرتے ہین اسکی دلیل یہ ہو کہ بہت سی خبرین درباب گنہگارون کے عذاب اور مقدار عذاب کے وارد ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ دوزخ سے نکالا جاویگا وہ شخص جسکے

دل مین ذرہ بھر ایمان ہوگا اس سے بھی ایمان والے کا دوزخ مین جانا ثابت ہی کیونکہ اگر دوزخ مین نجاویگا تو باہر کیسے نکلیگا اور قرآن سے ثبوت
اس طرح ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء اسمین جو مغفرت کو اپنی مشیت سے مستثنیٰ فرمایا تو
اس سے مجرمون کا کئی قسم ہونا صاف ظاہر ہی اور دوسری جا ارشاد ہی ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدین فیہا اور جو لوگ کہ اس
آیت مین کفر کی خصوصیت لگاتے ہین کہ یہ کافرون کا حال ہی تو یہ انکی زبردستی ہی آیت مین کوئی قرینہ اسکا نہین اور فرمایا الا ان الظالمین فی
عذاب مقیم اور فرمایا ومن جاء بالسیئۃ فکبت وجوہہم فی النار غرض کہ جیسی عام آیتین انھون نے نقل کی ہین انکے مقابلے مین یہ آیتین
عام عذاب مجرمون پر دلالت کرتی ہین اور تخصیص اور تاویل کرنے کیلیے دونون جانبون کو ضرورت ہی اسلیے کہ اخبار مین صاف مذکور ہی
کہ عاصیون کو عذاب ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد وان منکم الا واردہا بھی گویا صریح ہی اسباب مین کہ آگ مین سب کو جانا ضرور ہی کیونکہ کوئی مومن
گناہ کے مرتکب ہونے سے خالی نہین اور یہ جو ارشاد ہی لا یصلاہا الا الاشقی الذی کذب وتولی اس سے مراد ایک خاص جماعت ہی یا لفظ اشقی
سے بھی کوئی شخص معین مراد لیا ہی اور کلما القی فیہا فوج سالہم خزنتہا مین فوج سے مراد کافرون کی فوج ہی اور عام آیتون کا خاص کرنا کچھ دقت
کی بات نہین۔ اور اس آیت کے باعث ابو الحسن اشعری اور کچھ اہل کلام عام الفاظ کا انکار ہی کر بیٹھے اور کہنے لگے کہ اس طرح کے الفاظ مین
توقف کرنا چاہیے جبتک کہ کوئی قرینہ ظاہر ہو جس سے انکے معنی معلوم ہون۔ اور معتزلون کو شبہہ ان آیتون سے پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اہتدی اور فرمایا والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصالحات اور فرمایا وان منکم الا
واردہا کان علی ربک حتما مقضیا پھر یہ ارشاد کیا ثم ننجی الذین اتقوا اور فرمایا ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم اور جو آیتین اس طرح کی ہین
کہ خدا تعالیٰ نے انمین عمل صالح کو ایمان کے ساتھ مذکور فرمایا ہی اور فرمایا ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالدا فیہا ان آیتون سے معتزلی
حجت پکڑتے ہین مگر یہ آیتین بھی ایسی عام ہین کہ انمین خصوصیت لگی ہوئی ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء یہ بات
کو چاہتی ہی کہ شرک کے سوا اور گناہون مین اسکی مشیت باقی رہی اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ دوزخ سے نکلیگا وہ
شخص جسکے دل مین ذرہ بھر ایمان ہوا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد انا لا نضیع اجر من احسن عملا اور یہ فرمایا ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین اسی بات پر دلالت
کرتی ہین کہ اللہ تعالیٰ ایک معصیت کی جہت سے اصل ایمان اور سب طاعتون کا ثواب تلف نہین فرماویگا اور یہ جو فرمایا ہی کہ ومن یقتل
مومنا متعمدا اس سے مراد یہ ہی کہ مقتول کو جان بوجھکر ایمان ہی کی جہت سے مار ڈالے اور اس آیت کے نازل ہونے کا سبب بھی ایسا ہی
تھا اب اگر کہو کہ تمھاری تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ مذہب مختار یہ ہی کہ ایمان بدون عمل کے بھی ہوتا ہی حالانکہ اکابر سلف کا قول یون مشہور ہی کہ ایمان
دل کی تصدیق اور قول زبانی اور عمل کا نام ہی تو اس قول سے کیا غرض ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ عمل کو ایمان مین شمار کرنا کچھ بعید نہین کیونکہ عمل
ایمان کا تمام کرنے والا اور پورا کرنے والا ہی جیسے کہتے ہین کہ سر اور دونون ہاتھ ملکر انسان ہوتا ہی اور ظاہر ہی کہ اگر سر نہو تو انسان بھی نہین ہوتا
لیکن ہاتھ کٹا ہونے سے انسانیت سے خارج نہین ہوتا اسی طرح کہسکتے ہین کہ تسبیحات اور تکبیرین نماز مین سے ہین اگرچہ نماز انکے نہونے
سے باطل نہین ہوتی تو ایمان مین دل کی تصدیق بمنزلہ آدمی کے سر کے ہین کہ اگر وہ نہو تو ایمان بھی نہوا اور دوسرے اعمال مثل آدمی کے
ہاتھ پاؤن کے ہین کہ بعض کو بعض پر فضیلت ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا ہی لا یزنی الزانی حین یزنی وہو مومن
تو صحابہ نے اس حدیث سے معتزلون کا مذہب اعتقاد نہین کیا کہ زنا کے باعث آدمی ایمان سے باہر ہو جاوے بلکہ اسکے معنے یہ ہین
کہ واقع مین اسکا ایمان کامل اور تمام نہین جیسے ہاتھ پاؤن کٹے ہوے کو کہتے ہین کہ یہ آدمی نہین یعنے اسمین کمال انسانی نہین یہ غرض
نہین کہ ہاتھ پاؤن کے جانے سے ماہیت انسانی بھی نہین رہی دوسرا مسئلہ اگر یہ کہو کہ سلف کا اتفاق ہی اسبات پر کہ ایمان طاعت
کے سبب سے زیادہ ہوتا ہی اور معصیت کی جہت سے کم ہوتا ہی پس اگر ایمان دل کی تصدیق ہی کا نام ہو تو اسمین کمی بیشی کیسے ہو سکتی ہی

تو اسکا جواب یہ ہے کہ درحقیقت سلف کے لوگ سچے گواہ ہین اور اُنکے قول سے منحرف ہونا کسیکو نہین چاہیے جو کچھ اُنھون نے فرمایا ہے بیشک درست ہے مگر اُسکے سمجھنے مین تامل چاہیے کہ اُنکے قول سے پایا جاتا ہے کہ عمل ایمان کا جزو نہین نہ اُسکے وجود کا رکن بلکہ ایک زائد چیز ہے جس سے ایمان بڑھجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ چیز اپنی ذات سے تو بڑھتی ہی نہین بلکہ زوائد سے بڑھا کرتی ہے پس یہ نہین کہ سکتے کہ انسان اپنے سر سے بڑھجاتا ہے بلکہ یون کہتے ہین کہ ڈاڑھی اور موٹاپے سے زیادہ ہوتا ہے اسی طرح نہین کہ سکتے کہ نماز رکوع اور سجدے سے زیادہ ہو جاتی بلکہ وہ سنتون اور مستحبات کے باعث بڑھا کرتی ہے پس سلف کے قول مین تصریح ہے کہ ایمان کا ایک وجود ہے پھر وجود کے بعد اُسکا حال کمی بیشی مین مختلف ہوا کرتا ہے اب اگر یہ کہو کہ اعتراض تو ابھی قائم ہے یعنی تصدیق کسطرح زیادہ اور کم ہو سکتی ہے وہ تو ایک حالت کا نام ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ جب ہم مداہنت کو ترک کرین اور شوریون کے شور کی پروا نہ کرین اور پردے تحقیق کے منہ پر سے اٹھا ڈالین تو یہ شبہہ بھی برطرف ہو جاویگا اسی واسطے ہم کہتے ہین کہ لفظ ایمان مشترک ہے اُسکا استعمال تین طریقون پر ہے طریق اول یہ ہے کہ اُسکا اطلاق اُس تصدیق پر کیا جاتا ہے جو بطور اعتقاد اور تقلید کے ہو بے کشف کے طور پر اور سینے کے کھلنے سے نہو اس طرح کا ایمان عوام کا بلکہ بجز خواص کے تمام خلق کا ہے اور یہ اعتقاد دل پر ایک گرہ ہوتی ہے کہ کبھی کڑی ہو جاتی اور کبھی ڈھیلی جیسے ڈورے پر گرہ ہوا کرتی ہے اور اس بات کو یون بیان جانو کہ یہودیون اور نصرانیون اور بدعتیون کے حالات کو دیکھکر عبرت حاصل کرو کہ انمین جنکے عقیدے سخت ہین وہ اسطرح کے ہین کہ اگر ڈرانے اور دھمکانے یا وعظ و نصیحت یا برہان و حجت سے اُنکو اس عقیدے سے نکالنا چاہو تو کبھی ممکن نہین کہ وہ نکل سکین اور بعض اسطرح کے ہین کہ ادنی گفتگو سے شک مین پڑجاتے ہین اور اُنکو اُنکے عقیدے سے نکال دینا ذرا سے پھسلانے یا دھمکانے سے ممکن ہو باوجودیکہ اُنکو پہلے عقیدے مین شک نہین ہوتا جیسے اول قسم کے لوگون کو نہین ہے لیکن دونون قسمون کے لوگون مین پختگی کے باب مین فرق ہوتا ہے اور یہ بات اعتقاد امر حق مین بھی موجود ہے اور عمل کرنا اس پختگی کے بڑھانے مین اور زیادہ کرنے مین تاثیر کرتا ہے جیسے پانی دینا درختون کے بڑھنے مین تاثیر کرتا ہے اور اسی واسطے اللہ تعالی فرماتا ہے فزادھم ایمانا یعنی زیادہ کیا اُنکا ایمان اور دوسری جا ارشاد ہے لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اخبار مرویہ مین ارشاد فرمایا ہے الایمان یزید وینقص اور یہ کمی بیشی دل مین طاعتون کی تاثیر سے ہوتی ہے اور اسکو وہی شخص معلوم کرتا ہے جو اپنے حالات کو دو وقتون مین دیکھے یعنی ایک تو اُسوقت کہ عبادت مین مصروف ہو اور حضور دل سے خاص عبادت ہی کا ہو رہے دوم اُسوقت کہ عبادت نہ کرتا ہو تو جو حال کہ اُسکے ایمانی عقائد کا دوسرے وقت مین ہوگا اُسمین اور پہلے وقت کے حال مین فرق معلوم کرلیگا کہ حالت اول کا عقیدہ ایسا ہوگا کہ اگر اُسمین کوئی شخص شک ڈالنا چاہے تو اُسکے قابو مین نہ آویگا بلکہ جو شخص یتیم کے اوپر رحم کرنے کا معتقد ہے جب اپنے اعتقاد کے موافق عمل کریگا اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر کر اُسکے ساتھ لطف سے پیش آویگا اُس وقت اپنے باطن مین رحم کرنے کو مضبوط اور دوبالا پاویگا اسی طرح تواضع کا معتقد جب تواضع کا عمل کریگا اور دوسرے کے سامنے فروتنی کریگا تو عمل کی جہت سے اپنے دل مین زیادتی تواضع کی معلوم کریگا اور یہی حال سب دل کے صفات کا ہے کہ جب اعضا پر اُنکے باعث اعمال صادر ہوتے ہین تو اعمال کا اثر اُن صفات پر پہونچتا ہے اور اُنکو مضبوط اور زیادہ کر دیتا ہے اور اسکا بیان جلد سوم مہلکات اور چہارم منجیات مین اُس مقام پر کیا جاویگا جہان کہ ظاہر سے باطن کے متعلق ہونے کی وجہ اور عقائد اور دلون سے اعمال کے وابستہ ہونے کی دلیل مذکور ہوگی اسلیے کہ یہ امر عالم ملکوت کا عالم ملک کے متعلق ہونے کی جنس سے ہے اور ملک سے ہماری غرض یہ عالم ظاہر ہے جو حواس سے معلوم ہوتا ہے اور ملکوت سے وہ عالم مراد ہے جو نور بصیرت سے سوجھتا ہے اور دل عالم ملکوت مین سے ہے اور اعضا اور اُنکے اعمال عالم ملک سے ہین اور ان دونون عالمون مین اس درجہ کا باریک علاقہ ہے کہ بعض لوگون نے یہی گمان کیا ہے کہ دونون ایک ہین اور دوسرے لوگون نے یہ ظن کیا ہے کہ عالم بجز عالم شہادت یعنی ان اجسام محسوسہ کے اور کوئی نہین اور جس شخص نے کہ دونون عالمون کو معلوم کیا اور اُنکے جدا جدا ہونے اور پھر آپسمین ایک دوسرے سے وابستہ ہونے کو دیکھا تو اُنکو کہا ہے اس قطعہ مین بیان کیا قطعہ رقت سے آبگینہ

دل میں ہو اشتباہ ؂ دونوں نے ایک طرح کی پائی ہو آب و تاب ؂ گویا کہ صرف مے ہی نہیں جام کا وجود ؂ یا یہ کہ کوئی پیالہ ہی تھا نہیں شراب

اب ہم اصل مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں اسلئے کہ یہ جملہ معترضہ علم معاملہ سے خارج ہے مگر علم مکاشفہ اور معاملہ میں بھی اتصال اور ارتباط ہے اسی واسطے تم دیکھتے ہو کہ علم مکاشفہ ہر دم علم معاملہ کی طرف جھکتا ہے بشرطیکہ تکلفات کے ساتھ اسکو نہ روکو غرض کہ ایمان کو اگر اس اطلاق بموجب جب دیکھیں تو طاعت کی جہت سے اسمیں زیادتی ہو جانے کی یہ صورت ہوتی ہے جو مذکور ہوئی اور اسی بنا پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ ایمان ایک سفید نشان ظاہر ہوتا ہے پس جب آدمی نیک عمل کرتا ہے تو وہ نشان بڑھتا جاتا ہے یہانتک کہ تمام دل سفید ہو جاتا ہے اور نفاق ایک سیاہ نقطہ شروع میں ہوتا ہے مگر جب آدمی برے اعمال کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ زیادہ ہوتا ہے یہانتک کہ دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے پھر اسپر مہر لگجاتی ہے اور یہ آیت آپ نے پڑھی کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون **دوسرا اطلاق** یہ ہے کہ ایمان سے تصدیق دل اور عمل دونوں مراد ہوں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الایمان بضع وسبعون بابا اور فرمایا کہ نہیں زنا کرتا ہے زانی جب زنا کرے اس حال میں کہ وہ ایماندار ہو اور جس صورت میں کہ لفظ ایمان کے مضمون میں عمل بھی داخل ہو تو ظاہر ہے کہ اعمال سے اسمیں کمی بیشی ضروری ہوگی اور یہ بات کہ اسکی تاثیر اس ایمان میں بھی ہوتی ہے کہ نہیں جسکو صرف تصدیق کہتے ہیں اسمیں اختلاف ہے اور ہم اشارہ کر چکے کہ اسمیں بھی تاثیر ہوتی ہے **تیسرا اطلاق** یہ ہے کہ ایمان سے غرض وہ تصدیق یقینی ہو جو کشف اور سینہ کے کھلنے اور نور بصیرت کے مشاہدہ کے طور پر ہو یہ قسم اور قسموں کی نسبت کہ زیادتی اور کمی کے قبول سے دور تر ہے تاہم ہمارا قول یہ ہے کہ جو امر یقینی کہ اسمیں شک نہ ہو اسمیں بھی نفس کا اطمینان مختلف ہوا کرتا ہے مثلاً ایک بات یہ ہے کہ دو زیادہ ہیں ایک سے اور دوسری یہ ہے کہ عالم بنایا ہوا اور حادث ہے پھر چند ان دونوں میں سے کسی میں شک نہیں مگر جیسا اطمینان پہلے پر ہے ویسا دوسرے پر نہیں بلکہ تمام یقینی امور واضح ہونے میں اور نفس کے انپر اطمینان کرنے میں مختلف ہوا کرتے ہیں اور ہمنے اس مضمون کو باب العلم کی اس فصل میں لکھا ہے جسمیں علماے آخرت کی علامتیں مذکور کی ہیں اسی لیے اب دوبارہ لکھنے کی حاجت نہیں اور سب اطلاقوں میں ظاہر ہوا کہ جو کچھ سلف والوں نے ایمان کے زائد اور کم ہونے کو کہا ہے وہ درست ہے اور کیسے درست نہو کہ اخبار میں وارد ہو چکا کہ دوزخ سے نکلیگا وہ شخص کہ اسکے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو اور بعض احادیث میں دینار بھر کی قید ہے تو اگر دل کی تصدیق میں فرق نہو تو ان مقداروں کے مختلف ہونے کے کیا معنی ہیں **چوتھا مسئلہ** اس بات کی وجہ کیا ہے کہ سلف سے منقول ہے کہ ہم مومن ہیں انشاء اللہ لفظ انشاء اللہ تو شک کے واسطے ہے اور ایمان میں شک کرنا کفر ہے اور سلف کے سب لوگ ایمان کے جواب میں یقینی کے الفاظ بولنے سے باز رہتے تھے اور احتراز کرتے تھے چنانچہ سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ جو شخص یوں کہے کہ میں خدا تعالیٰ کے نزدیک مومن ہوں تو وہ جھوٹا ہے اور جو کوئی یہ کہے کہ میں حقیقت میں مومن ہوں تو اسکا یہ کہنا بدعت ہے اسمیں یہ شبہہ ہوتا ہے کہ جو شخص واقع میں مومن ہے وہ جھوٹا کیسے ہوگا کیونکہ جو واقع میں مومن ہے تو خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی مومن ہوگا جیسے کوئی لمبا یا پڑھا واقع میں ہو اور اپنے اس وصف کو جانے تو وہ خدا کے نزدیک بھی ویسا ہی ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص خوش یا غمزدہ یا سننے والا یا بینا ہو اسکا حال ہے اور اگر کسی آدمی سے پوچھا جاوے کہ تم جاندار ہو تو اسکے جواب میں اگر وہ کہے کہ میں جاندار ہوں انشاء اللہ تو یہ جواب بے موقع ہوگا اور حضرت سفیان ثوری رحمہ سے جب پوچھا گیا کہ ایمان کے جواب میں کیا کہنا چاہیے تو فرمایا کہ یوں کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ ہمپر اتارا گیا تو اس جواب میں اور یہ کہنے میں کہ ہم مومن ہیں فرق کیا ہے اور امام حضرت حسن بصری سے کسی نے پوچھا کہ آپ مومن ہیں فرمایا کہ انشاء اللہ سائل نے عرض کیا کہ ابو سعید آپ ایمان میں ایسا لفظ شک کا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر میں ہاں کہدوں تو کہیں خدا تعالیٰ یہ فرماوے کہ اے حسن تو جھوٹ کہتا ہے اور پھر مجھپر عذاب کا حکم ثابت ہو جاوے اور حضرت حسن یہ فرمایا کرتے تھے کہ کونسی بات مجھکو خوف کرتی ہے اس امر سے کہ خداے تعالیٰ کو جو امر ناخوش ہو اسکو مجھمیں دیکھ کے مجھے برا جانے اور کہدے کہ چلا جا میں تیرا عمل قبول نہیں کرتا تو میں بےفائدہ [illegible]

۱ سورۂ مطففین ... بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲ ... بخاری و مسلم بروایت ابو سعید ۱۲

عمل کرتا ہون۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم نے فرمایا ہے کہ جب تمسے کوئی کہے کہ تم مومن ہو تو کہو لا آلہ الا اللہ اور ایک روایت مین فرمایا کہ
کہو ہمکو ایمان مین شک نہین اور تیرا سوال کرنا ہمسے بدعت ہے۔ اور علقمہ سے کسی نے پوچھا کہ تم مومن ہو جواب دیا کہ توقع رکھتا ہون انشاء
اللہ تعالی اور سفیان ثوری نے فرمایا ہے کہ ہم اللہ پر اور اسکے فرشتون اور کتابون اور رسولون پر ایمان رکھتے ہین اور یہ نہین جانتے
کہ خدا تعالی کے نزدیک ہم کون ہین تو یہ لوگ جو استثنا کیا کرتے تھے اسکی وجہ کیا ہے پس اسکا جواب یہ ہے کہ ان لوگون کا انشاء اللہ کہنا
درست ہے اور اسکی چار وجہین ہین دو صورتون مین تو انشاء اللہ متعلق شک سے ہے مگر یہ شک اصل ایمان مین نہین ہوتا بلکہ ایمان کے
خاتمے اور پورا ہونے مین ہوتا ہے اور دو وجہین ایسی ہین کہ انشاء اللہ شک سے متعلق نہین پہلی وجہ جسمین شک سے تعلق نہین ہے
کہ یقین سے احتراز اس جہت سے کیا جاوے کہ اسمین خوف تزکیہ نفس اور اپنے منہ میان مٹھو بننے کا ہے اور اسکی برائی شریعت مین وارد
ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے فلا تزکوا انفسکم اور فرمایا الم تر الی الذین یزکون انفسہم پھر فرمایا انظر کیف یفترون علی اللہ الکذب اور کسی حکیم
سے پوچھا گیا کہ برا سچ کونسا ہے کہا کہ آدمی کا خود اپنے نفس کو تعریف کرنا اور از انجا کہ ایمان بزرگی کے صفات مین سے سب سے برتر ہے اور
اسکو یقین کے ساتھ کہنا اپنی مطلق بڑائی کرنی ہے اسلیے انشاء اللہ کہنا گویا اس بڑائی کو کم کرنا ہے جیسے کسی انسان سے کہین کہ تم طبیب یا فقیہ
یا مفسر ہو تو وہ جواب مین کہے کہ ہان انشاء اللہ تو اسکی یہ غرض نہین کہ اظہار شک کرے بلکہ اپنے نفس کو پست کرنے کے لیے انشاء اللہ
کہتا ہے اسلیے کہ یہ لفظ خبر کی سستی کے لیے ہے اور چونکہ تزکیہ نفس بھی ایک لازم ہے خبر کے لوازم سے تو گویا اسکے ضعیف کرنے کے لیے بدل دیا
اور جب اس لفظ کی تاویل یہ ٹھہری تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی سے کوئی برا وصف پوچھا جاوے مثلا یہ کہ تم چور ہو یا نہین تو اسمین انشاء اللہ
نہین کہنا چاہیے دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کلمہ کے ذکر کرنے سے خداے تعالی کا نام ہر حال مین لینا اور ہر کام کو اسکی خواہش پیرد
کرنا ہے چنانچہ اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی قاعدہ تعلیم فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلک غدا الا ان
یشاء اللہ پھر اسی پر اکتفا نہین فرمایا کہ حوالہ مشیت انھین امور مین کیا جاوے جن مین شک ہو بلکہ ارشاد فرمایا لتدخلن المسجد الحرام انشاء
اللہ آمنین محلقین رؤسکم ومقصرین لا تخافون حالانکہ اللہ تعالی عالم تھا کہ یہ لوگ بیشک داخل ہونگے اور ہماری مشیت اس امر کے لیے ہو چکی
ہے مگر مقصود یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ طریق تعلیم فرماوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی قاعدہ اختیار کیا کہ جس
چیز کی آپ خبر دیتے خواہ وہ یقینی ہو یا مشکوک سب مین انشاء اللہ کہتے یہان تک کہ جب قبرستان مین جاتے تو فرماتے کہ تمپر سلام ہو اے اہل دیار
اور ہم انشاء اللہ تمسے ملینگے حالانکہ انسے ملنے مین کچھ شک نہین لیکن ادب اسی بات کو چاہتا ہے کہ اللہ تعالی کا نام لیوین اور امور کو اس سے
وابستہ کرین اور اس لفظ مین سے یہ بات نکلتی ہے کیونکہ عرف مین اسکا استعمال رغبت اور تمنا کے اظہار مین ہو گیا ہے مثلا اگر تمسے کہا جاوے
کہ فلان شخص جلد مریگا اور تم جواب مین کہو کہ انشاء اللہ تو یہ سمجھا جاویگا کہ تمکو رغبت اسکے موت کی ہے یہ نہین پایا جاویگا کہ تم اسکی موت مین
شک کرتے ہو اور اگر یہ کہا جاوے کہ فلان کا مرض جلد دور ہو جاویگا اور تندرست ہو جاویگا اور تم کہو کہ انشاء اللہ تب بھی تمھاری رغبت
اسکے شفا پانے مین مفہوم ہوگی غرض کہ لفظ مذکور شک کے معنون سے رغبت کے معنون مین معدول ہو گیا ہے یا ذکر اللہ کے زبان پر آنیکے
لیے مستعمل ہو گیا ہے کوئی سا امر ہو اس سے استثنا درست ہوگا تیسری وجہ کا مدار شک پر ہے اور اسکے معنی یہ ہین کہ مین واقع مین مومن ہون
انشاء اللہ اسلیے کہ اللہ تعالی نے چند لوگون کو خاص کرکے ارشاد فرمایا اولئک ہم المومنون حقا یعنی حقیقت مین وہی لوگ مومن ہین اس آیت کی
جہت سے مومنون کی دو قسمون ہو گئین اور اس صورت مین انشاء اللہ کا شک اصل ایمان کی طرف راجع نہین بلکہ ایمان کے کامل ہونے کی
طرف راجع ہے اور ہر ایماندار اپنے ایمان کے پورا ہونے مین شک رکھتا ہے اور یہ شک کرنا کفر نہین کیونکہ کمال ایمان مین شک کا ہونا دو وجہ سے
برحق ہے اول یہ کہ نفاق ایمان کے کمال کو دور کر دیتا ہے اور نفاق ایک پوشیدہ امر ہے معلوم نہین ہو سکتا کہ اس سے برات حاصل ہوئی یا نہین

دوسری یہ کہ ایمان طاعتوں کی وجہ سے کامل ہوا کرتا ہے اور کمال کے طور پر طاعتوں کا ہونا معلوم نہیں ہوتا اور عمل سے ایمان کا کامل ہونا اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاہدوا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ اولئک ہم الصادقون تو شک اس حق میں ہوتا ہے اسی طرح فرمایا ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملائکۃ والکتاب والنبیین اس آیت میں بیس صفت مومنین کے بیان فرماکے مثلاً پورا کرنا عہد کا اور سختیوں پر صبر کرنا وغیرہ پھر ارشاد فرمایا اولئک الذین صدقوا اور فرمایا یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات اور فرمایا لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل الآیہ اور فرمایا ہم درجات عند اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الایمان عریان ولباسہ التقوی الحدیث اور فرمایا الایمان بضع وسبعون بابا ادناہا اماطۃ الاذی عن الطریق تو ان آیات واخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کا کمال اعمال سے وابستہ ہے اور نفاق اور شرک خفی کی برات پر اسکے کمال کا متعلق ہونا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں ہیں جس شخص میں وہ ہوویں وہ نرا منافق ہے اگرچہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور کہے کہ میں مومن ہوں جب بات کہے جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے پورا نہ کرے اور جب امانت سپرد کیا جاوے خیانت کرے اور جب کسی سے جھگڑے تو بیہودہ بکے اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ جب عہد کرے تو فریب دے اور حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث میں ہے کہ دل چار ہیں ایک دل صاف جسمیں چراغ روشن ہو وہ مومن کا دل ہے اور ایک دل دو رخا جسمیں ایمان اور نفاق ہو ایمان کی مثال اسمیں ساگ کی سی ہے جسکو شیریں پانی بڑھاتا ہے اور نفاق کی مثال اسمیں ایسی ہے جیسے زخم کہ اسکو پیپ اور ریم بڑھاوے تو جونسا مادہ غالب ہوگا اسکو اسی کا حکم دیا جاویگا — اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جو مادہ غالب ہوگا وہی اسکو لیجاویگا اور فرمایا کہ اکثر اس امت کے منافق قاری ہیں اور ایک حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ میری امت میں شرک چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ ہے جو سخت پتھر پر رینگے اور حضرت حذیفہؓ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں آدمی ایک بات کہتا تھا جسکے باعث مرنے تک منافق ہو جاتا تھا اور میں تمسے وہی کلمہ دن میں دس دفعہ سنتا ہوں اور بعض علما کا قول ہے کہ لوگوں میں نفاق سے قریب تر وہ ہے جو یہ سمجھے کہ میں نفاق سے بری ہوں اور حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ منافق آج اسقدر سے زیادہ ہیں جتنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھے اور وہ اسوقت اپنے نفاق کو پوشیدہ رکھتے تھے مگر اب کے لوگ اسکو ظاہر کرتے ہیں اور یہ نفاق ایمان کے سچے اور کامل ہونے کے مخالف ہے اور وہ پوشیدہ ہے اور اس سے دور تر وہی ہے جو اس سے خوف کرتا ہوا اور قریب تر وہ ہے جو یہ سمجھے کہ میں اس سے بری ہوں چنانچہ حضرت حسن بصریؒ سے کسی نے پوچھا کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اب نفاق نہیں رہا آپ نے فرمایا کہ بھائی اگر منافق مرجاویں تو راستوں میں تمکو وحشت ہونے لگے یعنی منافق اس کثرت سے ہیں کہ اگر سب مرجاویں تو راستوں میں کوئی چلنے والا نہ رہے اور وحشت معلوم ہونے لگے اور یہ بھی حسنؒ یا کسی اور کا قول ہے کہ اگر منافقوں کی دمیں نکل آویں تو ہم سے نہو سکے کہ زمین پر پاؤں دھر سکیں یعنی تمام زمین انکی دموں سے چھپ جاوے کہ انکی کثرت بہت ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کسی شخص کو سنا کہ حجاج کو کنایۃً کچھ کہتا تھا آپ نے فرمایا کہ بھلا اگر حجاج ہوتا اور یہ تیری گفتگو سنتا تب بھی تو اسکا ذکر اس طرح کرتا اسنے عرض کیا کہ نہیں آپنے فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسکو نفاق تصور کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں دو زبان والا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو آخرت میں منافقین کے زمرہ میں کر دیتا ہے اور فرمایا کہ شر الناس ذو الوجہین الذی یاتی ہؤلاء بوجہ ویاتی ہؤلاء

ف ۱ ایمان والے وہ ہیں جو یقین لاوے اللہ اور اسکے رسول پر پھر شبہہ نہ لاوے اور پچھلے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے ۱۲ ف ۲ لیکن نیکی وہ ہے جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور نبیوں ۱۲ ف ۳ وہی لوگ ہیں جو سچے ہوئے ۱۲ ف ۴ اللہ اونچے کرے ان کے جو ایمان رکھتے ہیں تم میں اور علم والے درجے ۱۲ ف ۵ برابر نہیں تم میں جس نے خرچ کیا فتح سے پہلے اور لڑا ۱۲ ف ۶ ان لوگوں کے درجے ہیں اللہ کے یہاں ۱۲ ف ۷ ایمان ننگا ہے اور اسکی پوشش تقوی ہے ۱۲ حاکم بروایت ...

[illegible] بسند ضعیف ۱۲ ف ۱۳ احمد باسناد مجہول ۱۲ ف ۱۴ بخاری مگر اسمیں زیادہ کے عوض بڑے ہیں یعنی منافق آج بڑے ہیں بہ نسبت عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۲ ف ۱۵ احمد طبرانی نے روایت کیا ہے طبرانی کی روایت میں ذکر حجاج کا نہیں ۱۲ ف ۱۶ بخاری نے کتاب الادب میں اور ابو داؤد نے بروایت عمار بن یاسر روایت کیا ہے ۱۲ ف ۱۷ بدترین لوگوں میں وہ دو رخا ہے کہ انکے پاس اور رخ سے آوے اور انکے پاس اور رخ سے ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

پوچھا اور حضرت حسن بصریؒ سے کسی نے کہا کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نفاق سے نہیں ڈرتے آپ نے فرمایا کہ بخدا اگر مجھکو یہ معلوم ہو جاوے کہ میں نفاق سے بری ہوں تو میرے نزدیک سونے کے ٹیلوں سے یہ بات محبوب تر ہی اور یہ بھی آپ کا قول ہی زبان کا دل سے مختلف ہونا اور باطن کا ظاہر سے اور مدخل کا مخرج سے جدا ہونا نفاق میں سے ہی اور ایک شخص نے حضرت حذیفہؓ سے عرض کیا کہ میں خدا کا خوف کرتا ہوں اس بات سے کہ منافق ہوں آپ نے فرمایا کہ اگر تو منافق ہوتا تو نفاق سے نہ ڈرتا منافق نفاق سے بے خوف ہوا کرتا ہی اور ابن ابی ملیکہ نے کہا ہی کہ میں نے ایک سو تیس صحابہؓ کو اور ایک روایت میں ڈیڑھ سو صحابہ کو پایا ہی کہ سب نفاق سے ڈرتے تھے۔ اور مروی ہی کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند اصحاب میں تشریف رکھتے تھے اصحابؓ نے ایک شخص کا ذکر کیا اور اسکی بہت سی ثنا کی اسی اثنا میں وہ شخص اُن پر نمود ہوا کہ چہرے سے وضو کا پانی بچا ہوا ٹپکتا تھا اور اپنا جوتا ہاتھ میں لٹکائے تھا اور پیشانی پر سجدہ کا گٹھا تھا لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی شخص ہی جسکی ہم نے تعریف کی آپ نے فرمایا کہ مجکو اسکے چہرے پر نشان شیطان کی جھپیٹ کا معلوم ہوتا ہی پس جب وہ شخص پاس آیا اور سلام کر کے لوگوں میں بیٹھ گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو ارشاد فرمایا کہ میں تجکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ جب تو نے ان لوگوں کو دیکھا تھا تو تیرے دل میں یہ بھی گذرا تھا کہ نہیں کہ انمیں سے کوئی مجھسے بہتر نہیں اُسنے عرض کیا کہ بیشک گذرا تھا۔ اور آپ نے اپنی دعا میں یہ الفاظ فرمائے اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْتَغْفِرُکَ لِمَا عَلِمْتُ وَلِمَا لَمْ اَعْلَمْ کسی نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کیا ڈرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں کس طرح بے خوف ہو جاؤں کہ دل تو اللہ تعالی کی دو انگلیوں میں ہی جس طرح چاہتا ہی انکو پھیر دیتا ہی اور اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہی وَبَدَا لَھُمْ مِنَ اللّٰہِ مَا لَمْ یَکُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ اسکی تفسیر میں یوں کہا گیا ہی کہ لوگ عمل کرینگے اور انکو نیکیاں سمجھینگے اور قیامت میں وہ اعمال بدی کے پلے میں ہونگے۔ اور سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی کسی باغ میں جاوے جسمیں سب طرح کے درخت ہوں اور انپر سب پرند ہوں اور تمام پرند اُسمیں سے اس آدمی سے ایک زبان میں گفتگو کریں اور کہیں کہ اے خدا کے ولی سلام اور اسکا دل اس بات پر مطمئن ہو تو وہ انکے ہاتھوں میں گرفتار ہوگا۔ حاصل یہ کہ ان اخبار و آثار سے تمکو معلوم ہوگا کہ نفاق کی باریکیوں اور شرک خفی کی جہت سے معاملہ پر خطر ہی اور اس سے بے خوف رہنے کی کوئی صورت نہیں یہانتک کہ حضرت عمرؓ حضرت حذیفہؓ سے اپنے نفس کا حال پوچھا کرتے کہ کہیں میرا ذکر تو منافقین میں نہیں ہوا۔ اور ابو سلیمان دارانی کہتے ہیں کہ میں نے بعض امرا سے ایک بات سنی چاہا کہ اُسکا انکار کروں مگر یہ خوف ہوا کہ کہیں میرے قتل کا حکم نہ دیوے اور مجکو موت کا تو خوف نہ تھا بلکہ اس بات کا خوف تھا کہ جان نکلنے کے وقت دل پر یہ امر پیش ہو جاوے کہ خلق کی نظروں میں اچھا ہوں اسلیے میں انکار سے باز رہا۔ اور اس قسم کا نفاق اصل ایمان کے خلاف نہیں ہوتا بلکہ اُسکی راستی اور کمال و صفائی کے مخالف ہوتا ہی کیونکہ نفاق دو قسم کا ہی ایک تو وہ کہ دین سے خارج کر کے کافروں میں ملا دیتا ہی اور جو لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہینگے اُنکے زمرہ میں داخل کر دیتا ہی اور دوسرا وہ ہی کہ اسکے مرتکب کو ایک مدت کے لیے دوزخ تک پہنچاتا ہی یا علیین کے درجات اور صدیقوں کے رتبہ سے کم کر دیتا ہی اس قسم میں شک ہوا کرتا ہی اسی کے لیے انشاء اللہ کہنا مستحسن ہی اور اس قسم کے نفاق کی اصل ظاہر و باطن میں تفاوت کا ہونا اور خدا تعالی کے عذاب سے نڈر ہونا اور عجب اور دوسرے امور ہیں جنسے بجز صدیقوں کے اور کوئی بچا نہیں ہی دوسری وجہ یہ بھی شک پر مبنی ہی اور وہ خاتمہ کے خوف کے باعث ہی کہ آدمی کو معلوم نہیں کہ موت کے وقت ایمان سلامت رہیگا کہ نہیں اگر خدانخواستہ خاتمہ کفر پر ہوا تو پہلا ایمان نکما گیا اسلیے کہ وہ تو انجام کے سلامت رہنے پر موقوف تھا جیسے روزہ دار سے دوپہر کو پوچھیں کہ تیرا روزہ درست ہی اور وہ یقینًا کہے کہ ہاں میں روزہ دار ہوں اور دن کچھ میں افطار کرے تو پہلا قول اُسکا جھوٹا ہو جاویگا اسلیے کہ روزے کی صحت آفتاب کے غروب ہونے تک پورا ہونے پر موقوف ہی گو سارا دن بھی روزے کا وقت ہی اسی طرح عمر کے سب ایام ایمان کے درستی کی مدت میں مگر اُسکی صحت اور کمال خاتمہ کے وقت پر موقوف ہی کہ مومن کے ساتھ وہی ایمان رہتا ہی اور خاتمہ کے حال میں شک ہی اور نہایت

رواہ احمد و بزار و دارقطنی
بروایت انس ۱۲
ع اللہم انی میں تجھسے مغفرت چاہتا ہوں اس چیز کی کہ میں نے جانی اور اسکی کہ میں نے نہ جانی ۱۲
ع اور ظاہر ہوا انکے لیے اللہ کی طرف سے وہ جو وہ گمان نہ کرتے تھے

خوفناک ہی اور اسی جہت سے بہت سے خوف کرنے والے روتے رہتے ہین کیونکہ خاتمہ پہلے مقدمہ اور خواہش ازلی کا ثمرہ ہی اور خواہش ازلی جبھی ظاہر ہوتی ہی کہ جیسا وہ چیز جس پر حکم ہو چکا ہی ظاہر ہوا آدمیون مین سے کسیکو اسپر اطلاع نہین غرضکہ خاتمہ کا خوف مثل سابقہ ازلی کے ہی اور اکثر ایسا ہوتا ہی کہ حال سے وہ چیز ظاہر ہوتی کہ مشیت سابقہ اسکے خلاف ہو اس صورت مین کون جان سکتا ہی کہ مین انکمین لوگون مین سے ہون جنپر کاتب ازل خوبی لکھ چکا ہی اور بعضے مفسرون نے وجاءت سکرۃ الموت بالحق کی تفسیر مین یہ کہا ہی کہ حق سے مراد سابقہ ازلی ہی یعنی موت کے وقت اسکا ظہور ہو جاویگا اور بعض اکابر سلف کہتے ہین کہ اعمال مین سے صرف خاتمے کے اعمال تولے جاوینگے اور حضرت ابو درداء اللہ کی قسم کھا کر کہا کرتے کہ جو کوئی اپنے ایمان کے چھن جانے سے نڈر ہوگا اسکا ایمان چھن جاویگا اور بعض کا قول ہی کہ گناہون مین بعض گناہ ایسے ہین کہ انکی سزا خاتمہ کا برا ہونا ہی خدا تعالی سے ہم اس گناہ سے پناہ مانگتے ہین اور بعضے کہتے ہین کہ ولایت اور کرامت کا جھوٹا دعوی کرنے کی سزا ہی کہ خاتمہ برا ہو اور بعض عارف فرماتے ہین کہ اگر بالفرض مجھکو مکان کے دروازے پر شہید ہونا ملتا ہوا اور حجرہ کے دروازے پر صرف توحید پر مرنا حاصل ہو تو مین حجرہ کے دروازے پر توحید پر مرنا اختیار کرون اسلیے کہ مجھے کیا معلوم ہی کہ صحن کو طے کر کے مکان کے دروازے تک جانے مین میرے دل کی توحید مین کیا تبدیل ہو جاویگی اور بعضون نے کہا ہی کہ اگر مین کسی شخص کو پچاس برس تک موحد جانون پھر میرے اور اسکے بیچ مین ستون حائل ہو جاوے اور وہ مرجاوے تو مین یہ نکہون گا کہ وہ توحید پر مرا اسلیے کہ اتنے عرصہ مین اسکے دل کا حال معلوم نہین کہ ویسا ہی رہا ہو اور ایک حدیث مین آیا ہی کہ جو شخص کہے کہ مین مومن ہون وہ کافر ہی اور جو کہے کہ مین عالم ہون وہ جاہل ہی اور اس آیت کی تفسیر مین وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا بعضون کا قول ہی کہ صدق اس شخص کے لیے ہی کہ ایمان پر مرا ہو اور عدل اسکے واسطے جو شرک پر مرا ہو اور اللہ تعالی فرماتا ہی وللہ عاقبۃ الامور یعنی انجام کامون کا خدا کے لیے ہی تو جب شک اس درجہ کو ہی پس انشاء اللہ کا کہنا واجب ہی کیونکہ ایمان اسکو کہتے ہین کہ مفید جنت کا ہو جیسے روزہ اسکو کہتے ہین کہ بری الذمہ کر دے اور جو روزہ قبل غروب کے ٹوٹ جاوے وہ بری الذمہ نہین کرتا اسی لیے روزہ بھی نہ کہلاویگا ایسا ہی حال ایمان کا ہی بلکہ اس بناپر تو اگر گذشتہ روزے کا حال کوئی پوچھے کہ تمنے کل روزہ رکھا تھا تو اسکے جواب مین کہنا چاہیے کہ ہان انشاء اللہ اسلیے کہ روزہ حقیقی وہ ہی جو مقبول ہو اور مقبول کو سواے خدا تعالی کے کوئی اور نہین جانتا اور اسی جہت سے انشاء اللہ کہنا ہر ایک عمل خیر مین اچھا ہی اور اس سے شک اس عمل کے مقبول ہونے مین ہوگا کیونکہ جب عمل کی سب ظاہر شرطین پائی جاوین تو کچھ اسباب پوشیدہ جنکو سواے خدا تعالی کے اور کوئی نہین جانتا اس عمل کے قبول کے مانع ہوا کرتے ہین اس نظر سے اسمین شک کرنا اچھا ہی غرضکہ ایمان کے جواب مین انشاء اللہ کہنے کی یہ وجہین ہین اور یہ انتہی بحمد اللہ تعالی ذکرہ وصلی اللہ علی محمد وآلہ وعلی کل عبد مصطفی

تیسرا باب طہارت کے اسرار کے بیان مین

رباعی باطن کی طہارت سے ملک ہو انسان ✿ ایمان کا کمال منحصر اسپر جان ✿ گر تجکو تردد ہو تو سن قول نبی ✿ فرماتے ہین الطہور شطر الایمان ✿ واضح ہو کہ طہارت کے فضائل ان احادیث و آیات سے ثابت ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین بنی الدین علی النظافۃ اور فرمایا مفتاح الصلوۃ الطہور اور اللہ تعالی فرماتا ہی فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی الطہور نصف الایمان اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطہرکم پس اہل بصیرت نے ان روایات سے دریافت کیا کہ سب سے زیادہ امر اہم باطن کا طاہر کرنا ہی اسلیے کہ یہ بعید معلوم ہوتا ہی کہ الطہور نصف الایمان سے یہ غرض ہو کہ آدمی اپنے ظاہر کو تو پانی بہا کر صاف و شستہ کرلے اور باطن پلیدیون اور نجاستون سے آلودہ رہے یہ ہرگز مقصود نہین بلکہ غرض یہ ہی کہ طہارت کی چار قسمین ہین اور ہر قسم مین جتنا کام پڑتا ہی طہارت اسکا نصف ہی اور چارون قسمین یہ ہین اول ظاہر بدن وغیرہ کو حدث اور نجاست اور فضلات

سے پاک کرنا دوم اعضا کو گناہوں اور خطاؤں سے پاک کرنا سوم دل کو اخلاق بد اور خصائل ناپسندیدہ سے پاک کرنا چہارم باطن کو خدا تعالے کے ماسوا چیزوں سے پاک کرنا یہ چوتھی قسم مخصوص انبیا علیہم السلام اور صدیقوں سے ہے اب ہر ایک قسم کا نصف عمل ہونا اسطرح ہے کہ چوتھی قسم میں علت غائی یہ ہے کہ آدمی کو خداے تعالی کی جلال و عظمت منکشف ہو جاوے اور حقیقت میں معرفت الٰہی باطن میں کبھی حلول نہ کریگی جبتک کہ خدا تعالے کے سوا اور چیزیں اسمیں سے نکل نہ جاوینگی اور اسی واسطے اللہ تعالی نے فرمایا ہے قل اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون اسواسطے کہ وہ دونوں ایک دل میں جمع نہیں ہوتیں اور کسی آدمی کے اندر خداے تعالی نے دو دل نہیں بنائے کہ ایک میں معرفت الٰہی ہو اور دوسرے میں غیر اللہ ہو پس دل میں سے غیر اللہ کو پاک کرنا اور معرفت الٰہی کا آنا دو امر ہوے جن میں سے نصف باطن کا پاک کرنا ہے اسی طرح تیسری قسم میں علت غائی یہ ہے کہ دل اخلاق حمیدہ اور عقائد شرعی سے معمور ہو جاوے اور ظاہر ہے کہ دل انکے ساتھ متصف نہ ہوگا جبتک کہ انکے مقابل کے اخلاق بد اور عقائد فاسدہ سے پاک نہو پس یہاں بھی دو باتیں ہوئیں جن میں سے نصف دل کا پاک کرنا ہوا جو دوسری بات کے لیے شرط ہے اسی طرح اعضا کا مناہی سے پاک کرنا ایک بات ہے اور انکا طاعات سے معمور کرنا دوسری بات تو اعضا کا پاک کرنا نصف ہوا اس عمل کا جو اعضا سے ہونا چاہیے اور علی ہذا القیاس ظاہر کی پاکی کو سمجھنا چاہیے پس طہارت کو نصف ایمان کہنا اس اعتبار سے ہے جو اوپر مذکور ہوا غرضکہ ایمان کے یہ مقامات ہیں اور ہر مقام کا ایک درجہ ہے اور بندہ اوپر کے درجے کو ہرگز نہیں پہونچتا جبتک کہ نیچے کے درجے کو طے نہ کر لے مثلاً باطن کو اخلاق ذمیمہ سے پاک کرنے اور صفات محمودہ سے معمور کرنے پر نہ پہونچیگا جبتک کہ دل کی طہارت اخلاق مذموم سے نہ کر لیگا اور اچھی عادتوں سے اسکو معمور نہ کر لیگا اور جو شخص کہ اعضا کو مناہی سے پاک کر کے طاعت میں انکو مصروف نہ کر چکیگا وہ دل کی طہارت کو نہ پہونچیگا اور جسقدر کہ مقصود عزیز اور شریف ہوتا ہے اسی قدر اسکا طریق اور مسلک مشکل اور طویل ہوتا ہے اور اسمیں گھاٹیاں بہت ہوتی ہیں نظر بریں تمکو یہ خیال کرنا نہ چاہیے کہ یہ باتیں آرزو سے حاصل ہو جاتی ہیں اور بدون کوشش سہل الحصول ہوتی ہیں ہاں جس شخص کی چشم دل ان درجات کے دیکھنے سے اندھی ہوتی ہیں وہ طہارت صرف ظاہر کی طہارت کو سمجھتا ہے جو بہ نسبت اور اقسام کے ایسی ہے جیسے اوپر کا پوست مغز کی نسبت کر ہوتا ہے اور اسی کو مقصود سمجھکر اسمیں خوب غور کرتا ہے اور اسکے طریقوں میں نہایت مبالغہ کرتا ہے اور اپنے تمام اوقات استنجا اور کپڑوں کے دھونے اور ظاہر کی ستھرائی میں اور بہت سے بہتے پانی کی تلاش میں صرف کرتا ہے اس جہت سے کہ اپنے وسوسے اور فساد عقل سے یہی خیال کرتا ہے کہ طہارت مقصود اور شریف یہی ظاہر کی طہارت ہے اسکو اول لوگون کی سیرت معلوم نہیں کہ وہ لوگ اپنی تمام ہمت اور فکر دل کے پاک کرنے میں مشغول رکھتے تھے اور طہارت ظاہری کے باب میں مسامحت فرماتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے باوجود اپنے علو شان کے ایک نصرانی عورت کی گھلیا سے وضو کیا تھا اور وہ لوگ کھانے کے بعد چربی وغیرہ کے دور کرنے کے لیے ہاتھ نہ دھوتے تھے بلکہ انگلیوں کو تلووں سے پونچھ لیا کرتے تھے اور اشنان اور بیسن کو بدعت نو ایجاد میں سے جانتے تھے مسجدوں میں نماز زمین پر بدون فرش کے پڑھتے اور راہوں میں پیادہ چلتے اور جو شخص اپنے لیٹنے میں زمین پر کچھ نہ بچھاتا کہ خاک پر لیٹ رہتا وہ اکابر میں سے ہوتا تھا اور استنجا میں ڈھیلوں پر اکتفا کیا کرتے تھے اور حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے اہل صفہ کا قول ہے کہ ہم گوشت بھنا ہوا کھاتے اور تکبیر نماز کی ہو جاتی تو ہم انگلیوں کو کنکروں میں ڈالکر مٹی سے مل دیتے اور نماز میں شامل ہو جاتے اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم اشنان کو نجانتے تھے ہمارے رومال ہمارے پاؤں کے تلوے ہوتے تھے کہ جب کچھ چکنائی کھاتے تو تلووں سے ہاتھ پونچھ لیتے اور کہتے ہیں کہ بعد زمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار چیزیں اول ایجاد ہوئیں ایک چھلنی دوسری اشنان تیسری دسترخوان چوتھی پیٹ بھر کر کھانا پس ان لوگوں کی توجہ بالکل باطن کی نظافت پر تھی یہانتک کہ بعض کا قول ہے کہ نماز جوتوں سمیت پڑھنا افضل ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نعلین مبارک جب اتاری تھی کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپکو خبر دی تھی کہ انمیں نجاست لگی ہے اور لوگوں نے جو اپنی جوتیاں اتاریں تو آپ نے انکو ارشاد فرمایا کہ تمنے اپنی جوتیاں کیوں اتار ڈالیں

ترکہا اللہ پھر چھوڑ دو ان کو اپنی بکبک میں کھیلا کریں ۱۲ مترجم

اخرجہ ابن ماجہ بروایت عبد اللہ بن الحارث اور بروایت ابو ہریرہ مجکو نہیں ملی ۱۲

اخرجہ ابن ماجہ

اور نہی جوتیان اُتارنے کو بُرا جانتے اور کہتے کہ مین یہ چاہتا ہون کہ کوئی محتاج اگر انکی جوتیان اُٹھا لیجاوے۔ غرضکہ ان امور ظاہری مین پہلے
لوگ اس طرح تساہل کرتے تھے بلکہ راستے کی کیچڑ مین ننگے پاؤن چلتے اور اُسپر بیٹھ جاتے اور مسجدون مین زمین پر نماز پڑھتے اور روٹی جو اور گیہونکی
کہاتے حالانکہ ان کو جانور پاؤن سے کھوندا کرتے ہین اور پیشاب کرتے ہین اور اُونٹ اور گھوڑون کے پسینے سے احتراز نہین کرتے تھے باوجود
یہ اکثر نجاستون مین لوٹا کرتے ہین اور انمین سے کسی کے حال مین نہین لکھا کہ نجاسات کی باریکیون مین سوال کرتا ہو وہ تو اس طرح انمین
سستی کیا کرتے تھے اور اب وہ نوبت آگئی کہ رعونت کا نام ستھرائی رکھا ہی اور کہتے ہین کہ یہ دین کی بنا ہی اور اکثر اوقات اپنے ظاہر کی بنیاد مین
رہتے ہین جیسے مشاطہ دلہن کو سنوارا کرتی ہی حالانکہ انکے باطن کبر اور عجب اور جہالت اور ریا اور نفاق کی آلودگیون سے بھرے ہین اُسکو بُرا
نہین جانتے اور نہ اُس سے تعجب کرین اور اگر کوئی شخص استنجا کرنے مین صرف ڈھیلون پر اکتفا کرے یا زمین پر ننگے پاؤن چلے یا مسجد کے
بوریون پر بدون مصلے بچھائے نماز پڑھے یا فرش پر بدون چمڑے کی چپلیون کے چلے یا کسی بڑھیا کے برتن سے یا کسی بے تکلف آدمی کے
برتن سے وضو کرے تو اُسپر قیامت برپا کرین اور سخت انکار سے پیش آوین اور اُسکا لقب ناپاک ٹھہرا دین اور اپنی ذات سے اسکو نکال دین
اور اُسکے ساتھ کھانا پینا ملنا چھوڑ دین سبحان اللہ انکسار اور شکستہ حالی کو جو جزو ایمان ہی ناپاکی کہتے ہین اور رعونت کو ستھرائی بولتے ہین تو دیکھو
کہ اسوقت مین کیسی بُری بات اچھی ہوگئی ہی اور اچھی بُری اور دین کی رسم کیسی جاتی رہی جیسے اُسکی ماہیت اور علم جاتا رہا۔ پس اگر تم کہو کہ یہ
عادتین جو صوفیون نے اپنی صورتون اور نظافت کے باب مین ایجاد کی ہین تم کیا انکو ممنوع اور بُرا کہتے ہو تو اُسکا جواب یہ ہی کہ بے تفصیل کیے
مطلق بُرا ہم نہین کہہ سکتے بلکہ ہمارا قول یہ ہی کہ ستھرائی اور تکلف اور برتنون اور آلات کا تیار کرانا اور چپلیون کا استعمال کرنا اور انگی غبار کے دور
کرنے کے لیے اوڑھنی اور سوا اسکے اور سامان کو اگر بلا کسی قید کے لحاظ کرین تو یہ چیزین بذات خود مباح معلوم ہوتی ہین مگر بعض اوقات انمین
احوال اور نیتون کے شامل ہونے سے اچھی باتون مین ہو سکتی ہین اور بُری مین بھی ہو سکتی ہین۔ اُنکے مباح ہونے کی وجہ تو ظاہر ہی کہ
جو شخص یہ باتین کرتا ہی وہ اپنے مال اور بدن اور کپڑون مین تصرف کرتا ہی اور یہ تصرف اُسکو مباح ہی بشرطیکہ اُس مین مال کا تلف کرنا اور
اسراف نہو اور ان چیزون کے بُرا ہو جانے کی صورت یہ ہی کہ انکو دین کی اصل ٹھہرا لیجاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد
فرمایا ہی بنی الدین علی النظافۃ اسکی تفسیر انھین امور کو سمجھین یہانتک کہ اگر کوئی شخص انمین پہلے لوگون کی طرح تساہل کرے تو اُسپر اعتراض
کرین یا یہ صورت ہی کہ ان اُمور سے غرض ظاہر کی زینت اور خلق کی نظرون مین اچھا معلوم ہوتا ہو تو اس صورت مین یہ امور داخل ریا کے
ممنوع ہونگے پس ان دو لحاظون سے یہ باتین بُری ہو سکتی ہین اور اچھی ہونے کا یہ طور ہی کہ اُنسے غرض بہتری ہو نہ زینت اور جو انکو ترک
کرے اُسپر اعتراض نہ کیا جاوے اور نہ اُنکے باعث اول وقت کی نماز مین تاخیر واقع ہو اور نہ انمین مصروف ہونے سے کوئی عمل اُنسے بہتر یا
تربیت علم وغیرہ چھوٹنے پاوے پس اگر ان سب باتون سے متصف ہون تو انکو مباح کہہ سکتے ہین اور یہ بھی ممکن ہی کہ نیت کی جہت سے ثواب
بھی حاصل ہو لیکن اس قسم کے امور مین ثواب انھین لوگون کو ہوتا ہی جو بالفرض اگر طہارت مین مصروف نہون تو سونے مین یا زٹل قافیون
مین مشغول ہون تو ایسے لوگون کا طہارت کے دھندے مین لگا رہنا بہتر ہی اسلیے کہ اس سے اور کچھ نہو گا تو یہ ضرور ہوگا کہ ذکر الٰہی اور عبادت
کی یاد نئے سرے سے ہوگی اسی لیے اگر یہ امور اسراف اور بُرائی کی طرف میل نہ کر جاوین تو کاہل وجودون کے حق مین بہتر ہین مگر علم و عمل والون کو
چاہیے کہ وہ اپنی اوقات اُن امور مین حاجت کی مقدار پر صرف کرین اور زائد از حاجت اُنکے حق مین اچھا نہین بلکہ جو ہر نفیس اپنی عمر کا جس سے
اور عمدہ فوائد لے سکتے ہین رایگان کرنا ہی اور اس بات سے تعجب نکرنا چاہیے کہ ایک ہی شے ایک لوگون کے حق مین اچھی ہو دوسرون کے
حق مین بُری کیون ہوئی اسلیے کہ ایسا ہوا کرتا ہی نیکون کی خوبیان مقربون کے حق مین بُرائیان ہوتی ہین۔ اور بیکار آدمی کو نہ چاہیے کہ صوفیون
پر نظافت کے باب مین اعتراض کرے اور خود اُسکا پابند نہو اور دعوی کرے کہ مین صحابہ کی مشابہت کرتا ہون اسلیے کہ انکی مشابہت تو اس

طرح اسی باب مین اور کلا ذکر ہی ۱۲

بات مین ہوتی ہو کہ بجز امر اہم کے اور کسی بات کی فرصت نہو چنانچہ داؤد طائی سے کسی نے کہا کہ تم اپنی ڈاڑھی مین کنگھی کیون نہین کرتے انھون نے جواب دیا کہ بیکار فرصت اس کام کی کہان یہ امر تو بیکاری سے متعلق ہو اسی وجہ سے عالم اور عاقل کو ہماری دانست مین مناسب نہین کہ وضو یا کپڑے دھونے ہوئے کپڑون مین وہم کرے کہ اسنے دھونے مین کمی کی ہوگی اور خود انکے دھونے مین اوقات ضائع کرے کیونکہ پہلے قرن کے لوگ تو کئی ہوئی پوستینون سے نماز پڑھ لیا کرتے تھے حالانکہ دھوے ہوے اور پکے ہوے مین طہارت اور نجاست کے باب مین بہت فرق ہو بلکہ انکا دستور تھا کہ نجاست کو جب آنکھ سے دیکھتے تو اس سے اجتناب کرتے یہ نہین کہ باریک باتین شبہون کی نجاست مین نکالا کرتے ہون ہان ریا کی اور ظلم کی باریکیان سوچتے تھے یہانتک کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے اپنے ایک ساتھی کے ایک مکان کے اونچے دروازے پر گذرنے پر رفیق کو ارشاد فرمایا کہ تو اونچا محل مت بنا اسلیے کہ اگر آدمی اس مکان کو نہ دیکھتے تو اسکا مالک کبھی اتنا اسراف نہ کرتا اس سے یہ نکلا کہ دیکھنے والا مسرف کو اسکے اسراف پر معین ہوتا ہو غرضکہ اپنے ذہن کو ہمہ تن اسطرح کی دقائق کے نکالنے مین لگاتے تھے نجاستون کے وہم اور وسوسون مین نہ کھپاتے تھے پس اگر کوئی عالم کسی عامی کو پاوے کہ وہ اسکے کپڑے دھونے مین احتیاط کے ساتھ متکفل ہو تو بہتر بات ہو اسلیے کہ سستی کی نسبت کرنا تو بہتر ہو اور عامی مذکور کو یہ فائدہ بھی ہو کہ اسکا نفس امارہ ایک مباح کام مین لگا ہوا ہو اتنی ہی دیر معاصی سے باز رہیگا کیونکہ نفس اگر کسی کام مین مصروف نہین ہوتا تو آدمی کو اپنے دھندے مین لگا لیتا ہو اور جبکہ عامی مذکور اس کپڑے دھونے سے عالم کا تقرب چاہتا ہو تو یہ امر اسکے نزدیک سب امور ثواب کی نسبت کر افضل ہو اسلیے کہ عالم کا وقت اس جیسے کامون کے متکفل ہونے سے اشرف ہو تو عامی کے متکفل ہو جانے سے عالم وقت محفوظ رہیگا اور عامی کے لیے اشرف وقت یہ ہو کہ ایسے ہی کامون مین مصروف ہو تو اسمین سب طرف سے خیر و برکت ہوگی اور اس مثال سے اور عادون کی نظیرون کو اور انکے فضائل کی ترتیب کو اور ایک دوسرے پر انکے مقدم ہونے کو سمجھ لینا چاہیے اسلیے کہ عمر کی گھڑیون کو افضل بات مین صرف کرنے کے لیے خوب حساب کرنا اس سے اہم ہو کہ تمام دنیاوی امور مین تنگی کیجاوے اور جب تم اس مقدمے کو جان چکے اور ظاہر ہو گیا کہ طہارت کے چار مرتبے ہین تو اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ہم اس باب مین صرف ایک قسم کی نظافت کو ذکر کرتے ہین یعنے ظاہری طہارت کو اسلیے کہ ہم اس کتاب کے اول حصے مین جان بوجھ کر بجز ظاہر باتون کے اور کچھ نہین لکھتے پس ہم کہتے ہین کہ طہارت ظاہری تین قسم ہو اول نجاست ظاہری سے پاک ہونا دوم نجاست حکمی سے پاک ہونا جسکو حدث کہتے ہین سوم بدن کے فضلون سے پاک ہونا اور فضلات بدن سے طہارت یا کاٹنے یا استرے سے یا نورا لگانے وغیرہ سے ہوتی ہو

قسم اول نجاست ظاہری سے پاک ہونے کے ذکر مین

اسمین تین باتون کا دیکھنا ہو ایک جس چیز کو دور کرین اور ایک جس چیز سے دور کرین اور ایک طریق دور کرنے کا

بیان اول ان اشیا کا ذکر جو دور کی جاتی ہین۔ دور کرنے کی چیزین نجاستین ہین اور اعیان تین طرح کے ہین اول جمادات یعنے جن مین زندگی نہین دوم حیوان سوم اجزاے حیوان انمین سے جمادات کا یہ حال ہو کہ سواے شراب کے اور کل نشہ آور چیزون کے سب پاک ہین اور حیوانات سواے کتے اور سور کے اور جو چیز ان دونون سے پیدا ہو انکے سوا سب پاک ہین اور حیوان جب مرجاوین تو سواے پانچ حیوانون کے سب نجس ہین اور وہ پانچ یہ ہین آدمی اور مچھلی اور ٹیڑی اور سیب کا کیڑا اور اسمین داخل ہو وہ کیڑا جو کھانے یا سرکہ وغیرہ مین پڑ جاتا ہو پانچوان وہ جانور جسمین بہتا ہوا خون نہین جیسے مکھی اور گبریلا وغیرہ کہ اسطرح کی چیزین اگر پانی مین گر جاوین تو پانی اس سے نجس نہوگا۔ اور حیوانات کے اجزا دو طرح کے ہین اول وہ کہ حیوان سے علیحدہ ہو گئے ہون انکا حکم مردہ کا سا ہو مگر بال علیحدہ ہونے سے ناپاک نہین ہوتا اور ہڈی ناپاک ہو جاتی ہو دوسرے وہ رطوبتین جو حیوان کے اندر سے نکلتی ہین انمین سے جو اسطرح کی ہین کہ تبدیل نہین ہوتین اور انکے ٹھہرنے کی جا مقرر نہین وہ پاک ہین جیسے آنسو اور پسینا اور لعاب اور رینٹ اور جن چیزون کا ٹھکانا اندر ہو اور وہ تبدیل ہوتی ہین وہ نجس ہین بجز اس چیز کے جو حیوان کی اصل ہو مثلا منی اور انڈے کہ پاک ہین اور خون اور پیپ اور پاخانہ اور پیشاب تمام حیوانات کا نجس ہو اور ان نجاسات مین سے تھوڑی ہون یا بہت معاف کچھ نہین سواے پانچ چیزون ۸

سے اول ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد اگر کچھ اثر نجاست کا رہ جاوے تو وہ معاف ہی بشرطیکہ نکلنے کی جگہ سے نہ پھیلا وے دوسرے راستون
کیچڑ اور گوبر کا غبار راہ مین معاف ہی باوجودیکہ نجاست کا یقین ہو مگر اسقدر معاف ہی کہ اس سے بچنا دشوار ہو یعنی جس پر یہ حال گزرے اُسکو
کوئی یہ نہ کہے کہ اُسنے خود لتھیڑا ہی یا پھسلا گر پڑا ہی تیسری وہ نجاست کہ موزون کے تلے مین لگ جاتی ہی اس جہت سے کہ راہون مین ضرور پڑی
رہتی ہی تو وہ بھی معاف ہی رگڑنے کے بعد کیونکہ اُسکے دور کرنے مین حرج ہی چوتھی پسوون کا خون تھوڑا ہو یا بہت لیکن اگر عادت کی حد سے
گزر جاوے تو البتہ معاف نہین خواہ تمہارے کپڑے مین ہو یا غیر کے کپڑے مین ہو اور تمنے اُسکو پہن لیا ہو پانچوین پھنسیون کا خون اور جو کچھ
اُسمین سے پیپ اور کچلہو بہے معاف ہی حضرت ابن عمرؓ نے اپنے مہاسے کو رگڑ دیا اُسمین سے خون نکلا آپ نے اُسکو نہ دھویا اور نماز پڑھ لی
اور اُسی کے حکم مین ہین وہ رطوبات جو ناسورون سے نکلتی ہین یا فصد کے بعد خون کا ٹپکا رہتا ہی یہ بھی معاف ہین لیکن جو اسور کم واقع ہون
جیسے زخم لگنا وغیرہ تو اُسکا حکم خون استحاضہ سے ملا دیا جاویگا ان پھنسیون کا سا حال نہوگا جنسے انسان اکثر خالی نہین رہتا اور شریعت مین جو ان
پانچون نجاستون سے چشم پوشی کی گئی اس سے تمکو معلوم ہوا ہوگا کہ طہارت کا معاملہ سہولت پر مبنی ہی اور جو کچھ اس باب مین نیا ایجاد ہوا ہی وہ صرف
وسوسہ ہی اُسکی کچھ اصل نہین دوسرا بیان ان چیزون کے ذکر مین جنسے نجاست دور کی جاوے وہ دو طرح کی ہین یا جامد ہین یا بہتی ہوئی
جامد چیز استنجا کا ڈھیلا ہی یہ خشک کرنے سے پاک کر دیتا ہی اور اسمین شرط یہ ہی کہ سخت ہو اور پاک ہو اور نجاست کو چوستا ہو اور حرمت نہ رکھتا ہو اور نہ
بہتی چیزون مین سے سواے پانی کے اور کسی چیز سے نجاست دور نہین ہوتی اور پانی بھی سب دور نہین کرتے بلکہ نجاست کا دور کرنے والا وہ
پانی ہی جو پاک ہو اور کسی بے حاجت چیز کے ملنے سے اسمین تغیر فاحش نہو گیا ہو اگر پانی مین کوئی نجاست مل جاوے جس سے اُسکا مزا یا رنگ یا بو
بدلجاوے تو وہ پانی پاک نہین رہتا اور اگر نجاست کے پڑنے سے ان تینون وصفون مین سے کوئی نہ بدلے اور پانی مقدار مین قریب ڈھائی سو مشکون کے
یا سوا چھ سو تول مین ہو تو وہ نجس نہوگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا اور اگر اس مقدار سے کم ہوگا
تو امام شافعیؒ کے نزدیک نجس ہو جاویگا یہ حال ٹھہرے ہوے پانی کا ہی لیکن بہتا پانی اگر نجاست سے بدل جاوے تو جتنا بدلا ہوا ہو وہ ناپاک ہی
اُس سے اوپر اور نیچے کا ناپاک نہین اسلیے کہ پانی کے بہاو سب جدی جدی ہین اور اسی طرح اگر بہتی نجاست پانی کے بہاو مین چلے تو جس
جگہ وہ پانی مین پڑی ہی وہ نجس ہی اور جو اُسکے داہنے بائین پانی ہی وہ نجس ہی بشرطیکہ پانی قلتین سے کم ہو اور اگر پانی کی چال نہ جاسکتی چال سے
قوی تر ہو تو نجاست کے اوپر کی جانب کا پانی پاک ہی اور نیچے کی جانب کا نجس ہی گو دور ہو اور بہت ہو لیکن جس صورت مین کہ کسی حوض مین بمقدار
قلتین کے پانی جمع ہو جاویگا تو نجس نہ رہیگا اور نجس پانی اگر دو قلون کے برابر اکٹھا ہو جاوے تو وہ پاک ہو جاتا ہی اور پھر جدا کرنے سے ناپاک
دوبارہ نہین ہوتا یہ مذہب امام شافعی کا ہی اور مجھکو یون اچھا معلوم ہوتا تھا کہ امام شافعی کا مذہب پانی کے باب مین امام مالک کے مذہب کے
موافق ہوتا یعنے پانی اگرچہ تھوڑا ہو بدون تینون وصفون مین سے ایک کے بدلنے کے امام مالک کے نزدیک نجس نہین ہوتا تو امام شافعیؒ کا مذہب
بھی یہی ہوتا تو خوب تھا اسواسطے کہ ضرورت تو پڑتی ہی اور قلتین کی قید لگانے سے وسوسے اٹھتے ہین اور اسی جہت سے لوگون پر یہ شرط
گران ہی اور واقع مین بھی یہ قید مشقت کا سبب ہی جو کوئی اُسکا تجربہ کریگا اور سوچے اُسکو کیفیت معلوم ہوتی ہی اور اسمین کچھ شبہ نہین کہ اگر
قلتین کی شرط لگی ہوتی تو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ مین بطریق اولے طہارت دشوار ہوتی اسلیے کہ ان دونون جگہون مین نہ بہتے پانی کی کثرت ہی
نہ ٹھہرے کی اور اول زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آخر زمانہ صحابہ تک کوئی واقعہ طہارت کے باب مین منقول نہین اور نہ کوئی
سوال نجاستون سے پانی کے بچانے کی کیفیت کے دریافت کرنے مین پایا جاتا ہی اور ان لوگون کے پانی کے برتنون پر لڑکون اور لونڈیون اور
ایسے لوگون کا تصرف رہتا تھا جو نجاستون سے احتراز نہین کرتے اور حضرت عمرؓ نے اس پانی سے وضو کیا جو نصرانی عورت کے گھڑے مین
تھا اس سے تو صاف یہی معلوم ہوتا ہی کہ آپنے بجز عدم تغیر پانی کے اور کسی شرط پر اعتماد نہین کیا ورنہ نصرانی عورت اور اُسکے برتن کا نجس

[illegible] بانی کی نجاست دور ہو ۱۲

ہونا ایسا ہی کہ ظن غالب سے یا ادنیٰ تامل معلوم ہوتا ہی۔ پس امام شافعی کے مذہب پر مشکل سے قائم ہونا اور بہتیرے قرون میں اس امر کا استفسار نہونا ایک دلیل ہی جس سے پانی میں قلتین کی شرط لگانی زائد معلوم ہوتی ہی۔ اور حضرت عمرؓ کا فعل دوسری دلیل ہی اور تیسری دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کے لیے برتن جھکا دیا تھا۔ اور اسوقت کے لوگ بلی سے برتنوں کو ڈھانپتے نہ تھے حالانکہ دیکھتے تھے کہ بلی چوہا کھاتی ہی اور انکے شہروں میں حوض نہ تھے کہ جن میں سے بلیاں پانی پیتی ہوں نہ کنووں میں اترکر پیتی تھیں بلکہ انکے برتنوں ہی میں سے پانی پیا کرتی تھین اور چوتھی دلیل یہ ہی کہ امام شافعیؒ نے تصریح فرمائی ہی کہ جس پانی سے نجاست دھوئی جاوے اسکا دھوون پاک ہی بشرطیکہ اسکا کوئی وصف نہ بدلے اور اگر بدل جاوے تو دھوون ناپاک ہی پس پانی کی نجاست پر ڈالنے میں اور نجاست کے پانی میں گرنے میں کونسا فرق ہی اور بعض جو یہ کہتے ہیں کہ پانی کے گرنے کی قوت نجاست کو دفع کرتی ہی تو اگر وہ نجاست پانی سے نہیں ملتی تو پھر اسکے کیا معنی کہ نجاست دور ہو جاتی ہی اور اگر یہ کہو کہ حاجت کے سبب ایسا ہوتا ہی تو حاجت تو اسکی طرف بھی ہی کہ سوائے تغیر اوصاف کے اور قید پانی کے نجاست میں نہ لگائی جاوے اور اسمیں کیا فرق ہوا کہ جس طاس میں نجس کپڑا ہوا اسمیں پانی ڈالدیا یا جس طشت میں پانی ہو اسمیں ناپاک کپڑا ڈالدیا کپڑوں اور برتنوں کے دھونے میں دونوں طرح کی عادت ہی۔ پانچوین دلیل یہ ہی کہ وہ لوگ تھوڑے پانی بہتے ہوئے کے کناروں پر استنجا کیا کرتے تھے اور امام شافعیؒ کے مذہب میں باتفاق ثابت ہی کہ جب بہتے پانی میں پیشاب پڑ جاوے اور وہ متغیر نہووے تو اس سے وضو کرنا درست ہی گو پانی تھوڑا ہو تو پھر بہتے اور ساکن میں فرق کیا اور اب کوئی یہ بتاوے کہ متغیر ہونے پر حوالہ کرنا بہتر ہی یا بہنے کے سبب سے پانی کی قوت پر حوالہ کرنا اچھا ہی پھر اس قوت کی حد کیا ہی آیا جو پانی کہ حمام کی ٹونٹیوں میں سے نکلتے ہیں انپر یہ قاعدہ جاری ہی کہ نہیں اگر نہیں جاری تو فرق بتانا چاہیے اور اگر جاری ہی تو ناپاکی ان پانیوں میں پڑ جاوے اور جو برتنوں میں سے بدن پر بہنے کی جگہ پڑ جاوے دونوں میں فرق کیا ہی آخر یہ بھی پانی بہتا ہی علاوہ ازین پیشاب بہتے پانی میں بہ نسبت بستہ نجاست کے خوب ملجاتا ہی تو جب یہ حکم دیدیا کہ جو پانی بستہ نجاست پر کو گذرے وہ نجس ہی یہانتک کہ ایک ایسے حوض میں جمع ہو کہ اسکی مقدار قلتین ہو تو بستہ نجاست اور بہتی نجاست میں کیا فرق ہی پانی تو ایک ہی ہی اور ملجانا بہ نسبت اوپر کے گذرنے کے زیادہ ہی تو کیا وجہ کہ پیشاب ملنے سے وضو درست ہوا اور بستہ بھی نجاست پر گذرنے سے ناجائز ہی چھٹی دلیل یہ ہی کہ قلتین پانی میں اگر آدھ سیر پیشاب پڑ جاوے اور وہ پانی علیحدہ کیا جاوے تو جو پیالہ اس میں سے بھرا جاویگا وہ پاک ہوگا اور یہ ظاہر ہی کہ اسمیں کچھ قطرے پیشاب کے ضرور ہونگے گو تھوڑے ہوں پس اب یہ بتاؤ کہ پانی کی طہارت کی علت متغیر نہونے کو کہنا اچھا ہی یا کثرت کی قوت کو بتانا بہتر ہی حالانکہ کثرت تو پیالہ میں علیحدہ کرنے سے جاتی رہی اور اجزاے نجاست اسمیں موجود ہیں ساتوین دلیل یہ ہی کہ گذشتہ زمانوں میں حماموں میں پہلے پہلے آدمی وضو کیا کرتے تھے اور اپنے ہاتھ اور برتن ان حوضوں میں باوجود پانی کے تھوڑا ہونے کے ڈالدیتے تھے گو یہ معلوم تھا کہ ان میں ناپاک اور پاک سب طرح کے ہاتھ پڑتے ہیں۔ تو یہ دلیلیں مع شہادت حاجت دل میں اسباب کو قوت دیتی ہیں کہ پہلے لوگ متغیر نہونے کو دیکھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر اعتماد رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کو پاک پیدا کیا ہی اسکو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی بجز اسکے کہ اسکے مزہ یا رنگ یا بو کو بدل دے۔ اور یہ بات پانی میں واقع میں ہی یعنی ہر بہنے والی چیز کی سرشت ہی کہ جو چیز اسمیں پڑے اسکو اپنی صفت پر بنالے اور وہ چیز اس سے مغلوب ہو جیسے نمک کی کان میں کتا گر پڑے تو وہ بھی نمک ہو جاتا ہی اور اسکی طہارت کا حکم لگتا ہی اس سبب سے کہ اس میں سے کتے ہونیکا وصف جاتا رہا نمک ہو گیا اسی طرح اگر تھوڑا سا سرکہ یا دودھ پانی میں گرجاویگا تو اسکی صفت سے متصف ہو جاویگا اور اسی کی خاصیت اختیار کریگا مگر جس صورت میں کہ بہت اور غالب ہو تب پانی نہوگا اور اسکا غلبہ مزہ یا رنگ یا بو کے غالب ہونے سے ہوتا ہی تو یہ اوصاف کا متغیر ہونا جانچ کی چیز ہی اور شریعت نے نجاست کے دور کرنے کے لیے پانی میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہی اور مناسب ہی کہ اسپر اعتماد کیا جاوے تاکہ تنگی دفع ہو اور علت پانی کے پاک ہونے کی کھل جاوے کہ دوسری چیز پر غالب ہوتا ہی تاکہ اسکو پاک کردے جیسا کہ قلتین سے زیادہ ہونے کی صورت میں یہی حال ہی اور نجاست کے

دھوون اور بہتے پانی اور بلی کے لیے برتن جھکا دینے مین یہی صورت ہو اور یہ سست خیال کرنا کہ یہ صورت معاف ہونے کی ہو کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ہتھی
کے اثر اور پیدون کے خون کی طرح ہوتا کہ جو پانی اس سے لگتا وہ ناپاک ہوتا حالانکہ دھوون ناپاک نہین ہوتا نہ تھوڑا پانی بلی کے منھ ڈالنے سے ناپاک
ہوتا ہو۔ اور یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ لایحمل خبثا یعنی نجاست کو نہین اٹھاتا تو یہ لفظ اپنی ذات سے مبہم ہو کیونکہ جب متغیر ہوتا ہو
تب تو نجاست کو اٹھاتا ہو اور اگر یہ کہو کہ اس سے مراد یہ ہو کہ جب متغیر نہین ہوتا اسوقت نجاست کو نہین برداشت کرتا تو ممکن ہو کہ یہ کہین کہ اس سے مراد
یہ ہو کہ وہ پانی اکثر اوقات مین معتاد نجاستون سے متغیر نہین ہوتا تو یہ بات قلتین سے کم مین بھی متمسک ہو مگر کسترین اسکی رعایت نہ کرنی ان دلیلون سے
جو ہمنے لکھی ہین ممکن ہو اور لایحمل خبثا کے ظاہر الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ حمل یعنی برداشت کی نفی ہو جیسے یہ سمجھتے ہین کہ نجاست کو
اپنی صفت پر بدل لیتا ہو جیسے یہ کہتے ہین کہ کان نمک کتے وغیرہ کو برداشت نہین کرتی یعنی اسمین غیر چیزین ویسی ہو جاتی ہین اور ان معنون کے
لینے کی وجہ یہ ہو کہ لوگ تھوڑے پانیون مین استنجا کیا کرتے ہین اور اپنے نجس برتن اسمین ڈبویا کرتے ہین پھر تردد کیا کرتے ہین کہ یہ پانی اسقدر
متغیر ہو گیا یا نہین تو جب مقدار قلتین کے پانی ہوگا معلوم ہو جاویگا کہ ان معتاد نجاستون سے متغیر نہین ہوتا پس اگر یہ کہو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ نجاست کو برداشت نہین کرتا اور جب نجاست زیادہ ہوگی تب تو برداشت کرتا ہو تو یہ سوال الٹا
تمھین پر پڑیگا کہ جب نجاست زیادہ ہوگی تب اسکی برداشت حکم کی رو سے بھی کریگا جیسے دیکھنے مین کرتا ہو پس دونون مضمون
مین معتاد نجاستون کی خصوصیت لگانی ضرور ہو۔ حاصل یہ کہ نجاستون کے معاملہ مین ہمارا میل آسانی برتنے کی طرف ہو اس وجہ
سے کہ پہلے لوگون کی سیرت ہمنے اسی طرح پائی اور وسواس کی جڑ اکھاڑنی منظور ہو اور اسی وجہ سے ان مسئلون مین اگر کہین خلاف واقع
ہوا ہو تو ہمنے طہارت کا حکم دیا ہو تیسرا بیان نجاست کے دور کرنے کی کیفیت مین۔ نجاست اگر غیر مرئی ہو یعنی اس کا جسم سوجھائی نہ دیتا ہو تو
اسپر جہان جہان پڑی ہو پانی کا بہا دینا کافی ہو اور اگر نجاست جسم دار ہو تو اسکے جسم کا دور کرنا ضروری ہو اور جبتک مزہ اسکا باقی رہیگا تب تک معلوم
ہوگا کہ اسکا جسم باقی ہو اور یہی حال رنگ کے باقی رہنے کا ہو لیکن جس صورت مین کہ رنگ چمٹ جاوے اور رگڑنے اور ملنے سے نہ جاوے تو وہ
معاف ہو اور بو کا باقی رہنا نجاست کے باقی رہنے پر دال ہو اور معاف نہین لیکن اگر کوئی چیز نہایت تیز بو کی ہو کہ اسکا دور کرنا مشکل ہو تو اسوقت
ملنا اور چند مرتبے پے در پے نچوڑنا رگڑنے کے قائم مقام ہو اور وسواس کے دور کرنے کی یہ تدبیر ہو کہ یون سمجھنا چاہیے کہ چیزین یقینا پاک پیدا ہوئی ہین
تو جسپر نجاست نہ دکھائی دیتی ہو اور نہ یقینا معلوم ہو کہ نجس ہو تو اس سے نماز پڑھ لے اور اس بات کی ضرورت نہین کہ نجاستون کی مقدار مقرر
کرنے کے لیے استنباط کیے جاوین دوسری قسم حدث کی طہارت کے بیان مین۔ اور اس طہارت مین وضو اور غسل اور تیمم داخل ہین اور
ان سب سے مقدم استنجا ہو ہم ان سب کی کیفیت بترتیب مع آداب و سنت لکھتے ہین اور شروع مین وضو کے سبب کو یعنی قضاے حاجت
کو لکھتے ہین بعون اللہ تعالی بیان اول پاخانہ پھرنے کے آداب۔ اسمین اتنی باتین ملحوظ رکھنی چاہیین کہ دیکھنے والون کی نظر سے جنگل مین
دور جاوے اور کسی چیز کی آڑ اگر ہو سکے تو کر لے اور جبتک بیٹھنے کے مقام پر نہ پہونچ جاوے تب تک اپنی برہنگی نہ کھولے اور سورج اور چاند کی
طرف منھ کر کے نہ بیٹھے اور نہ قبلہ کی طرف منھ کرے نہ پیٹھ پھیرے مگر جس صورت مین کہ مکان مین پاخانہ ہو تو مضائقہ نہین اور اس صورت مین بھی
مستحب یہی ہو کہ قبلہ سے پھر کر بیٹھے اور جنگل مین اگر اپنی سواری کی یا دامن کی آڑ کر لے تو جائز ہو اور آدمیون کی باتین کرنے کی جگہ مین بیٹھنے سے
اجتناب کرے اور ٹھہرے ہوے پانی مین اور پھل دار درخت کے نیچے اور سوراخ کے اندر پیشاب نہ کرے اور جو جگہ نہایت سخت ہو اور ہوا کے
رخ پیشاب نہ کرے تاکہ چھینٹون سے بچا رہے اور بیٹھنے مین بائین پاؤن پر زور دے لے اور اگر مکانات کے پاخانون مین جاوے تو اندر جانے مین
بایان پاؤن اول رکھے اور باہر نکلتے وقت داہنا اول نکالے اور کھڑا ہو کر پیشاب نہ کرے حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ جو کوئی تمسے یہ بیان کرے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے تھے تو اسکے قول کو سچا نہ جانو۔ اور حضرت عمر سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

رواہ الترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان بسند ضعیف ۱۷

مجھکو کھڑے ہوئے پیشاب کرتے دیکھکر فرمایا کہ اے عمر کھڑا ہو کر پیشاب نکر اور اس باب میں اجازت مروی ہو کہ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اور میں آپ کے لیے وضو کا پانی لایا آپ نے وضو کر کے اپنے دونوں موزوں پر مسح کیا۔ اور نہانے کی جگہ میں پیشاب نہ کرے کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اکثر وسواس اسی سے ہوتا ہو۔ اور ابن مبارک فرماتے ہیں کہ اگر پانی بہتا ہوا ہو تو اسمیں پیشاب کرنے کا مضائقہ نہیں اور پاخانے میں اپنے ساتھ کوئی ایسی چیز نہ لیجاوے جسپر نام خدا کا یا اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو اور پاخانہ میں ننگے سر نجاوے اور پاخانے میں جانے کے وقت کہے بسم اللہ اعوذ باللہ من الرجس النجس الخبیث المخبث الشیطان الرجیم یعنی شروع کرتا ہوں اللہ کا نام پناہ مانگتا ہوں اللہ سے ناپاک پلید خبیث مخبث شیطان مردود سے اور نکلتے وقت کہے الحمد للہ الذی اذہب عنی ما یوذینی وابقی علی ما ینفعنی یعنی شکر ہو خدا کا کہ اسنے مجھ میں سے وہ چیز دور کی جو مجھے ایذا دے اور وہ چیز باقی رکھی جو میرے کام آوے مگر یہ دعائیں پاخانے کے باہر کہے اور استنجا کے ڈھیلے پیشتر سے پہلے گن لے اور جہاں پاخانہ پھرے اس جگہ پانی سے طہارت نہ کرے اور پیشاب کے بعد کھنکھارے اور تین دفعہ آلۂ تناسل کو سونت دے اور اسکے نیچے کی جانب ہاتھ پھیر دے اور اس باب میں زیادہ فکر نہ کرے ورنہ وسوسے میں گرفتار ہوگا اور کام مشکل پڑ جاویگا اور اگر بعد کو کچھ تری معلوم ہو تو یہ سمجھے کہ پانی کا اثر ہو اور اگر یہ امر اسکو ایذا دیتا ہو تو اس مقام پر پانی چھڑک لے تاکہ نفس میں خوب جم جاوے کہ پانی کا اثر ہو قطرہ نہیں اور وسوسہ کرنے سے اپنے اوپر شیطان کو مسلط نہ کرے۔ اور حدیث شریف میں یہ فعل مروی ہو یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی چھڑکا ہو اور پہلے لوگوں میں جو استنجا میں جلد فراغت کرتا تھا وہ زیادہ فقیہ ہوتا تھا تو جو شخص اسمیں وسوسہ کرے معلوم ہوگا کہ اسکو سمجھ کم ہو۔ اور حضرت سلمانؓ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو سب چیزیں تعلیم فرمائیں یہانتک کہ پاخانہ پھرنا تعلیم فرمایا اور حکم دیا کہ ہڈی سے اور لید سے استنجا نہ کریں اور منع فرمایا اس بات سے کہ پیشاب یا پاخانہ میں قبلہ رخ بیٹھیں۔ اور ایک بدوی نے جھگڑے کے وقت کسی صحابی سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم کو پاخانہ پھرنا بھی اچھی طرح نہیں آتا انھوں نے فرمایا کہ کیوں نہیں میں تو اس سے خوب ماہر ہوں راستے سے دور جاتا ہوں اور ڈھیلے گن لیتا ہوں جھنڈی کی طرف منھ کرتا ہوں اور ہوا کی طرف پشت پھیرتا ہوں پنجوں پر زور دیتا ہوں اور سرین اوپر کو رکھتا ہوں۔ اور جائز ہو کہ آدمی دوسرے شخص کے قریب اس سے آڑ کر کے پیشاب کرلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجودیکہ بہت حیادار تھے لوگوں کی تعلیم کے لیے ایسا کیا ہو اب استنجا کی کیفیت معلوم کرو کہ بعد پاخانہ سے فارغ ہونے کے تین ڈھیلوں سے اپنے مقام کو صاف کرے اگر صاف ہو جاوے تو خیر ورنہ چوتھا ڈھیلا لے اور اسی طرح اگر حاجت جانے تو پانچواں استعمال کرے اسواسطے کہ پاک کرنا واجب ہو اور عدد طاق مستحب ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو من استجمر فلیوتر یعنی جو ڈھیلے استعمال کرے چاہیے کہ طاق لیوے اور ڈھیلے کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے کر اپنے مقام پاخانہ کے اگلے کنارے پر نجاست سے اسطرف رکھے اور پیچھے کو پونچھتا ہوا اور ڈھیلے کو پھیرتا ہوا لیجاوے پھر دوسرا ڈھیلا لیوے اور اسکو پیچھے کی طرف رکھکر آگے کو اسی طرح لاوے اور تیسرا لیکر مقعد کے گرد گھماوے اور اگر گھمانا دشوار ہو اور آگے سے پیچھے تک پونچھ لیا ہو تو کافی ہو پھر ایک بڑا سا ڈھیلا اپنے داہنے ہاتھ میں لے اور ذکر کو بائیں ہاتھ میں اور ڈھیلے سے اسکو پونچھے اور بائیں ہاتھ کو حرکت دے یعنی اس سے تین بار تین جگہ میں پونچھ دے یا تین ڈھیلوں میں یا تین جگہ ایک دیوار میں پونچھے یہانتک کہ پونچھنے کی جگہ میں پیشاب کی تری معلوم نہو اگر یہ بات دو دفعہ ہو جاوے تو تیسرا طاق کرنے کے لیے استعمال کرے اور جس صورت میں کہ صرف ڈھیلے پر کفایت کرنی منظور ہو تو تری کا موقوف کرنا واجب ہو اور اگر چار ڈھیلوں میں صاف ہو تو پانچواں طاق کرنے کے واسطے لیوے پھر اس جگہ سے ہٹے اور دوسری جگہ پانی سے آہستہ ملے اسطرح کہ داہنے ہاتھ سے پانی مقام نجاست پر ڈالے اور بائیں سے ملے یہانتک کہ اثر نجاست چھونے سے معلوم نہو اور اسمیں زیادہ مبالغہ نہ کرے کہ اندر تک دھووے اسلیے کہ یہ وسواس کا گھر ہو اور واضح ہو کہ جہاں پانی نہیں پہونچتا وہ مقام اندر کہلاتا ہو اور اس جگہ کے فضلات پر نجاست کا حکم نہیں لگتا جبتک کہ

۱۲ بخاری و مسلم مع اصحاب سنن روایت عبداللہ بن مغفل ۱۲ منہ ابوداؤد و نسائی بروایت سفیان بن الحکم ۱۲ منہ

باہر نہ نکلین اور جو مقام ظاہر ہوا اور اُسپر حکم نجاست کا ہو جاتا ہو تو اُسکے پاک ہونے کی حد یہ ہو کہ پانی اُس جگہ پہونچ جاوے اور نجاست دور
کر دے زیادہ وسواس کی کوئی بات نہین اور جب استنجا سے فراغت پاوے تو یون کہے اللھم طھر قلبی من النفاق وحصن فرجی من الفواحش
یعنی الٰہی میرے دل کو نفاق سے پاک کر اور میرے مقام شرم کو زنا سے محفوظ رکھ پھر اپنا ہاتھ دیوار سے یا زمین سے بو کے دور کرنے کے لیے
رگڑ ڈالے اگر وہ کچی ہو اور پانی اور ڈھیلون کا دونون کا استعمال کرنا مستحب ہو چنانچہ مروی ہو کہ جب یہ آیت اُتری فیہ رجال یحبون ان یتطھروا
واللہ یحب المتطھرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا والون کو ارشاد فرمایا کہ وہ کون سی طہارت ہو جسپر خداے تعالی نے تمھاری تعریف
کی انھون نے عرض کیا کہ ہم استنجا مین ڈھیلے اور پانی دونون استعمال کرتے ہین دوسرا بیان وضو کی کیفیت کے ذکر مین۔ جب
استنجا سے فارغ ہو چکے تو وضو مین مشغول ہو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ایسا نہین دیکھا کہ قضاے حاجت کے بعد آپ نے وضو
نہ کیا ہو اور وضو مین شروع مسواک سے کرے کہ اُسکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ تمھارے منھ قرآن کے راستے ہین پس
انکو مسواک سے اچھا کر دو پس چاہیے کہ مسواک کرنے کے وقت نیت کرے کہ اپنا منھ نماز کے اندر قرآن کی قرات اور ذکر اللہ کے لیے پاک کرتا ہون
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسواک کے بعد کی نماز بدون مسواک کی پچھتر نمازون سے بہتر ہوتی ہو۔ اور فرمایا لولا ان اشق علی امتی
لامرتھم بالسواک عند کل صلوۃ اور فرمایا کہ یہ کیا بات ہو کہ تم میرے پاس زرد دانتون سے آتے ہو مسواک کیا کرو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
رات کو کئی مرتبہ مسواک کیا کرتے تھے۔ اور حضرت ابن عباس رض سے مروی ہو کہ انھون نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہمکو مسواک
کا حکم کیا کرتے تھے یہانتک کہ ہمنے گمان کیا کہ آپ پر اسکے باب مین عنقریب کوئی آیت اُتریگی۔ اور ایک حدیث مین ارشاد ہو کہ لازم پکڑو مسواک
کرنے کو کہ وہ منھ کو پاک کرتی ہو اور باعث خوشنودی اللہ تعالی کی ہو۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہو کہ مسواک حافظہ بڑھاتی ہو اور بلغم
دور کرتی ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مسواک کو کانون پر رکھکر چلا کرتے تھے اور کیفیت اُسکی یہ ہو کہ مسواک پیلو کی یا اور درختون
کے شاخ کی کرے جو دانت کی زردی دور کر دے اور مسوک عرض اور طول دونون جانب مین کرے یعنی ڈاڑھون کی جانب مین بھی پھراوے
اور مسوڑھون کی جانب مین بھی اور اگر ایک ہی طرف پر کفایت کرے تو عرض مین کرے اور مسواک ہر نماز اور ہر وضو کے وقت کرے گو وضو
کے بعد نماز نہ پڑھے اور جب سونے یا بہت دیر تک بند رہنے یا بو دار چیز کھانے سے منھ کی بو بری ہو گئی ہو اسوقت مسواک کرے پھر مسواک
سے فارغ ہونے کے بعد وضو کے لیے قبلہ رخ بیٹھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جو بسم اللہ نہ کہے اسکا
وضو نہین ہوتا یعنی بدون بسم اللہ کے کامل نہین ہوتا اور اُسوقت کہے اعوذ بک من ھمزات الشیاطین واعوذ بک رب ان یحضرون پھر اپنے ہاتھ
برتن مین ڈالنے سے پہلے پہونچون تک تین بار دھووے اور کہے اللھم انی اسألک الیمن والبرکۃ واعوذ بک من الشوم والھلکۃ یعنی الٰہی مین
تجھسے سوال کرتا ہون یمن اور برکت کا اور نحوست اور تباہی سے تجھسے پناہ مانگتا ہون پھر حدث کے دور کرنے اور نماز کے مباح ہو جانے کی
نیت کرے اور منھ دھونے تک یہ نیت باقی رکھے اگر منھ دھونے کے وقت بھول جاویگا تو وضو نہوگا پھر چلو مین منھ کے لیے پانی لیوے
اور اُس سے تین کلیان کرے اور غرارہ کرے اور اگر روزہ دار ہو تو غرارہ نہ کرے کلیان ہی کر لے اور کہے اللھم اعنی علی تلاوۃ کتابک وکثرۃ
الذکر لک یعنی الٰہی اپنی کتاب کے پڑھنے اور اپنے ذکر کے زیادہ کرنے پر میری مدد کر پھر ناک کے لیے چلو بھرے اور تین دفعہ ناک مین پانی دے
اور سانس سے پانی کو نتھنون مین چڑھاوے اور جو کچھ نتھنون مین ہو اُسکو سنک ڈالے اور ناک مین پانی دینے کے وقت یہ دعا کہے اللھم
ارحنی رائحۃ الجنۃ وانت عنی راض یعنی الٰہی تو مجکو جنت کی خوشبو سونگھا اس حال مین کہ تو مجھسے خوش ہو اور ناک سنکنے کے وقت کہے اللھم
انی اعوذ بک من روائح النار ومن سوء الدار الٰہی مین تجھسے پناہ مانگتا ہون دوزخ کی بدبوؤن سے اور بُرے گھر سے یہ دعا ناک مین پانی پہونچانے
مناسب ہو اور یہ ناک سے کوئی چیز دور کرنے کے مناسب ہو پھر چلو اپنے منھ کے لیے لیوے اور اُسکو جہان سے کہ پیشانی پھیلنی شروع ہوتی

[illegible]

وہان سے لیکر جہان تک ٹھوڑی سامنے معلوم ہوتی ہو اُسکی انتہا تک طول مین اور ایک کان سے لیکر دوسرے تک عرض مین دھووے اور منھ کی حدمین پیشانی کے دونون گوشے جو بالون کے اندر چلے جاتے ہین داخل نہین بلکہ وہ سر مین شامل ہین اور دونون کن پٹیون کے اوپر بھی پانی پہونچانا چاہیے اور یہ وہ جگہ ہو کہ عورتون کو وہان سے بال ہٹانے کی عادت ہوتی ہو یا اگر ایک ڈورے کا ایک سرا کان کے سر پر رکھین اور دوسرا پیشانی کے گوشہ پر تو اس ڈورے کے نیچے کی طرف جو منھ کی جانب پڑے اُسکو تر کرنا چاہیے اور چار بالون یعنی بھوون اور مونچھون اور زلفون اور پلکون کی جڑون مین پانی پہونچانا چاہیے کیونکہ یہ چیزین اکثر تھوڑی ہی ہوتی ہین اور ڈاڑھی اگر ہلکی ہو تو اُسکی جڑمین بھی پانی پہونچانا چاہیے اور ہلکی کی علامت یہ ہو کہ چہرے کی کھال اُسمین نظر آتی ہو اور اگر ڈاڑھی گھنی ہو تو اُسکی جڑمین پہونچانا ضرور نہین اور وہ بال جو نیچے کے ہونٹھ اور ٹھوڑی کے درمیان ہوتے ہین جنکو بچی کہتے ہین اُنکا حکم ہلکی اور گھنی ہونے مین ڈاڑھی کا سا ہو پھر یہ دھونا تین دفعہ کرے اور ڈاڑھی جو لٹکی ہوتی ہو اُسکے اوپر اوپر پانی بہاوے اور آنکھ کے کویون اور ریل اور سرمہ کے اکٹھے ہونے کی جگہین انگلی سے صاف کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہو اور توقع کرے کہ اس فعل سے آنکھون کا قصور باہر ہو جاویگا اور اسی طرح سب اعضا کے دھونے مین توقع کرے کہ اُنکی خطائین دور ہونگی اور منھ دھونے کے وقت کہے اللھم بیض وجھی بنورک یوم تبیض وجوہ اولیائک ولا تسود وجھی بظلماتک یوم تسود وجوہ اعدائک الٰہی میرے منھ کو اپنے نور سے سفید کر جس روز کہ تیرے دوستون کا منھ سفید ہوا اور میرے منھ کو اپنی تاریکیون سے سیاہ مت کر جس روز کہ تیرے دشمنون کے چہرہ سیاہ ہون۔ اور منھ دھونے مین گھنی ڈاڑھی مین خلال کرے کہ مستحب ہو پھر اسکے بعد اپنے دونون ہاتھ کہنیون تک تین بار دھووے اور انگوٹھی کو ہلاوے اور پانی کہنیون سے آگے تک پہونچا وے کیونکہ قیامت کو وضو کرنے والون کے ہاتھ پاؤن اور چہرہ وضو کے نشان کے باعث روشن ہونگے تو جتنی دور پانی پہونچیگا اتنا ہی عضو اُس روز منور ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو من استطاع ان یطیل غرتہ فلیفعل اور ایک روایت مین یہ ہو کہ تبلغ الحلیۃ من المؤمن حیث یبلغ الوضوء اور پہلے دہنا ہاتھ دھووے اور کہے اللھم اعطنی کتابی بیمینی وحاسبنی حسابا یسیرا الٰہی میرا نامۂ اعمال میرے دہنے ہاتھ مین دینا اور مجھسے حساب ہلکا کرنا اور بائین ہاتھ کو دھونے مین کہے اللھم انی اعوذبک ان تعطینی کتابی بشمالی او من وراء ظہری الٰہی مین تجھسے پناہ مانگتا ہون اس سے کہ تو میرا نامۂ اعمال میرے بائین ہاتھ مین دے یا پشت کی جانب سے پھر اپنے سارے سر کا مسح کرے اس طرح کہ دونون ہاتھون کو تر کرکے دونون کی انگلیون کے سرملائے اور انکو پیشانی کے پاس سر پر رکھے اور گدی کی طرف کو لیجاوے اور وہان سے پھر آگے کی طرف کو کھینچے یہ ایک مسح ہوا اسی طرح تین بار کرے اور کہے اللھم غشنی برحمتک وانزل علی من برکاتک واظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظلک الٰہی مجکو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور مجھپر اپنی برکتین نازل کر اور اپنے عرش کے تلے سایہ دے اُس روز کہ بجز تیرے سایہ کے اور سایہ نہوگا پھر اپنے دونون کانون کا مسح اندر اور باہر نئے پانی سے کرے اس طرح کہ دونون انگشت شہادت کو کانون کے دونون سوراخون مین داخل کرے اور دونون انگوٹھون کو کانون کے باہر کی جانب گھماوے پھر کانون پر دونون ہتھیلیان پوشی کے لیے رکھ دے اور یہ مسح بھی تین بار کرے اور یہ کہے اللھم اجعلنی من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اللھم اسمعنی منادی الجنۃ مع الابرار الٰہی مجکو اُن لوگون مین سے کر کہ قول کو سنین اور اُسمین سے بہتر کا اتباع کرین الٰہی مجکو جنت کے منادی کی آواز نیک بندون کے ساتھ مین سنا پھر اپنی گردن کا مسح نئے پانی سے کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ گردن کا مسح کرنا قیامت کے دن کے طوق سے بچاتا ہو اور مسح گردن مین یہ کہے اللھم فک رقبتی من النار واعوذبک من السلاسل والاغلال الٰہی میری گردن کو دوزخ سے آزاد کر اور مین زنجیرون اور طوقون سے تجھسے پناہ مانگتا ہون پھر اپنا دہنا پاؤن دھووے اور بائین ہاتھ سے پاؤن کی انگلیون کو نیچے کی جانب سے خلال کرے اور دہنے پاؤن کی چھنگلیا سے شروع کرکے بائین کی چھنگلیا پر خلال ختم کرے اور دہنے پاؤن کو دھونے مین یہ کہے اللھم ثبت قدمی علی الصراط المستقیم

یوم تزل الاقدام فی النار الٰہی میرا پاؤں سیدھے راستے پر جما دے جس روز کہ پاؤں دوزخ میں پھسلیں اور بائیں پاؤں کے دھوتے وقت کہے اللھم انی اعوذ بک ان تزل قدمی علی الصراط یوم تزل اقدام المنافقین فی النار یعنی تجھ سے پناہ مانگتا ہوں پل صراط پر اپنا پاؤں پھسلنے سے جس روز کہ منافقوں کے پاؤں دوزخ میں پھسلینگے اور پانی کو اپنی نصف ساق تک اونچا کرے جب فارغ ہو تو منہ آسمان کی طرف اٹھاوے اور کہے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ سبحانک اللھم و بحمدک لا الٰہ الا انت عملت سوءا و ظلمت نفسی استغفرک اللھم و اتوب الیک فاغفر لی و تب علی انک انت التواب الرحیم اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین واجعلنی من عبادک الصالحین واجعلنی عبدا صبورا شکورا واجعلنی اذکرک ذکرا کثیرا و اسبحک بکرۃ و اصیلا کہتے ہیں کہ جو شخص بعد وضو کے یہ دعا پڑھے تو اسکے وضو پر مہر کیجاتی ہے اور عرش کے نیچے اسکو پہونچایا جاتا ہے اور وہاں وہ خدا تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس کرتی رہتی ہے اور اسکا ثواب قیامت تک اس شخص کے لیے لکھا جاتا ہے اور وضو میں چند باتیں مکروہ ہیں اول تین مرتبہ سے زیادہ دھونا اور پانی کو فضول بہانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار اعضا دھوئے اور فرمایا کہ جسنے زیادہ مرتبے دھوئے تو اسنے ظلم کیا اور برا کیا اور فرمایا کہ عنقریب اس امت میں سے ایک قوم ہوگی جو دعا اور وضو میں حد سے تجاوز کریگی اور کہتے ہیں کہ طہارت میں آدمی کا پانی پر حریص ہونا اسکے علم کی سستی کی علامت ہے اور ابراہیم بن ادہم فرماتے ہیں کہ یوں کہتے ہیں کہ اول جو شروع وسواس کا ہوتا ہے تو پاک کرنے کی جہت سے ہوتا ہے اور حضرت حسن کا قول ہے کہ ایک شیطان وضو کے اندر آدمی پر ہنسا کرتا ہے جسکو ولہان کہتے ہیں دوسرے ہاتھوں کا جھٹکنا کہ پانی دور جا پڑے تیسرے وضو کے اندر بولنا چوتھے منہ پر پانی کو طمانچہ کی طرح مارنا اور بعض لوگوں نے پانی کو بدن پر سے خشک کرنا بھی مکروہ لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ پانی میزان اعمال میں تولا کیا جاویگا اسلیے اسکا خشک کرنا مکروہ ہے یہ قول سعید بن مسیب اور زہری کا ہے لیکن حضرت معاذ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ مبارک کو اپنے کپڑے کے کنارے سے پونچھا تھا اور حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خشک کرنے کا کپڑا رہتا تھا مگر اس روایت میں طعن کیا گیا ہے اور مکروہ ہے کانسے کے برتن سے وضو کرنا اور اس پانی سے جو دھوپ میں گرم ہو گیا ہو اور اسکی کراہت طب کی رو سے ہے اور حضرت ابن عمر اور ابوہریرہ سے کانسے کے برتنوں کی کراہت مروی ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ شعبہ کے لیے کانسے کے برتن میں پانی آیا تو انھوں نے اس سے وضو کرنے کا انکار کیا اور اس امر کا مکروہ ہونا حضرت ابن عمر اور ابوہریرہ سے نقل فرمایا۔ اور جبکہ آدمی وضو سے فارغ ہو کر نماز پر متوجہ ہو تو چاہیے کہ اپنے دل میں سوچے کہ میرا ظاہر پاک ہو گیا جسکو خلق دیکھتی ہے تو بڑی شرم کی بات ہے کہ بدون دل کے پاک کرنے کے خدا تعالیٰ سے مناجات کروں کہ دل اسکے دیکھنے کا مقام ہے اور یہ دھیان رکھے کہ توبہ سے دل کو پاک کرنا اور اخلاق بد سے خالی ہونا اور عمدہ اخلاق کا عادی ہونا بہت بہتر ہے اور جو شخص کہ صرف ظاہر کے پاک کرنے پر اکتفا کرتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ کسی بادشاہ کو اپنے گھر میں بلاوے اور گھر کو خس و خاشاک سے آلودہ چھوڑ کر باہر کے دروازے پر گچ اور چونا پھروا دے تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص مستحق غضب سلطانی ہوگا

وضو کی فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من توضأ فاحسن الوضوء و صلی رکعتین لم یحدث فیھما نفسہ من الدنیا خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ اور دوسری روایت میں لم یسہ فیھما غفر لہ ما تقدم من ذنبہ اور ایک حدیث میں اسطرح ارشاد فرمایا الا انبئکم بما یکفر اللہ بہ الخطایا و یرفع بہ الدرجات اسباغ الوضوء فی المکارہ و نقل الاقدام الی المساجد و انتظار الصلوۃ

بعد الصلوٰۃ فذلکم الرباط اور اس کلمہ کے اخیر یعنے فذالکم الرباط کو تین بار ارشاد فرمایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور ایک ایک بار اعضا کو دھویا اور فرمایا کہ یہ وضو ہی کہ اللہ تعالی بدون اسکے نماز قبول نہیں کرتا اور دو دو بار اعضا کو دھویا اور فرمایا کہ جو شخص وضو کرے اور دو دو بار اعضا دھووے اللہ تعالی اسکو ثواب دو بار عنایت فرماویگا اور تین تین بار اعضا دھونے اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہی اور مجھسے پیشتر کے انبیا اور اللہ تعالی کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا اور فرمایا کہ جو شخص وضو کرنے مین خدا سے تعالی کو یاد کرے اللہ تعالی اسکا سب جسم پاک کردیتا ہی اور جو شخص ذکر اللہ کا نہ کرے اسکا جسم صرف اسی قدر پاک ہوگا جہان پانی لگیگا۔ اور فرمایا من توضا علی طہر کتب اللہ بہ عشر حسنات اور فرمایا الوضوء علی الوضوء نور علی نور ان دونون روایتون سے نئے وضو کرنے کی ترغیب معلوم ہوتی ہی۔ اور فرمایا کہ جب بندہ مسلمان وضو کرتا ہی اور کلی کرتا ہی تو خطائین اسکے منہ سے نکل جاتی ہین اور جب ناک صاف کرتا ہی تو اسکی ناک سے گناہ باہر ہوتے ہین اور جب منہ دھوتا ہی تو چہرے سے خطائین دور ہوتی ہین یہانتک کہ پلکون کے بالون کے نیچے سے نکل جاتی ہین اور جب ہاتھ دھوتا ہی تو ہاتھون سے قصور دور ہوتے ہین حتی کہ ناخنون کے تلے سے نکل جاتے ہین اور جب اپنے سر کا مسح کرتا ہی تو سر سے خطائین کانون تک کی نکل جاتی ہین اور جب پانون دھوتا ہی تو دونون پانون کی خطائین ناخنون تک کے نیچے سے دور ہوجاتی ہین پھر اسکا مسجد کی طرف چلنا اور نماز پڑھنی دونون زائد بچتی ہین۔ اور مروی ہی کہ وضو والا مثل صائم کے ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے پھر اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھا کرکے اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ تو اسکے لیے جنت کے دروازے کھل جاتے ہین کہ جس دروازے مین سے چاہے اسکے اندر جاوے۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا ہی کہ عمدہ وضو تجھسے شیطان کو دور کردیگا۔ اور مجاہدؒ فرماتے ہین کہ جس شخص سے ہوسکے وہ یہ کرے کہ جب سووے تو باطہارت اور ذاکر اور استغفار پڑھتا ہوا سووے کیونکہ روحین اسی حال پر اٹھینگی جسپر قبض ہونگی تیسرا بیان غسل کے بیان مین۔ اسکی کیفیت یہ ہی کہ برتن کو اپنے دہنی جانب رکھے پھر بسم اللہ کہکر اپنے ہاتھ تین بار دھووے پھر استنجا کرے جیسا ہمنے اوپر لکھا ہی اور بدن پر اگر نجاست ہو اسکو دور کرے پھر نماز کی طرح وضو کرے جیسے مذکور ہوا مگر پاؤن اسوقت نہ دھووے نہانے کے بعد دھووے کیونکہ انکو دھوکر زمین پر رکھنا پانی کا ضائع کرنا ہی پھر وضو کے بعد تین بار اپنے دہنے شانے پر پہنچنے تک پانی ڈالے پھر بائین طرف پر تین بار پھر سر پر تین بار پھر اپنا بدن آگے اور پیچھے سے ملے اور سر اور داڑھی کے بالون مین خلال کرے اور گھنی ہون یا تھوڑی انکی جڑون مین پانی پہونچاوے اور عورت کو مینڈھیون کا کھولنا ضرور نہین مگر اس صورت مین کہ جانے کہ پانی بالون کے اندر نہ پہونچیگا اور بدن کی سلوٹون کی خبر لے کہ پانی سب مین پہونچ جاوے اور نہانے کے بیچ مین اپنے آلہ تناسل کو ہاتھ نہ لگاوے اور اگر ہاتھ لگاوے تو وضو پھر سے کرے اور اگر وضو غسل سے پہلے کرلیا ہی تو غسل کے بعد دوبارہ وضو نہ کرے۔ غرض کہ وضو اور غسل کا طریق یہ ہی جو ہمنے اسکو اسقدر لکھا ہی کہ طریق آخرت کے سالک کے لیے جسقدر اسکا جاننا اور کرنا ضروری ہی اور اسکے سوا اور مسائل کہ بعض احوال مین انکی ضرورت پڑتی ہی انکے لیے فقہ کی کتابون کی طرف رجوع کرنا چاہیے غسل مین جو ہمنے یہ باتین لکھی ہین انمین سے دو باتین واجب ہین ایک نیت کرنا دوسرے تمام بدن کو دھونا اور وضو مین اتنی چیزین واجب ہین نیت منہ کا دھونا دونون ہاتھون کا کہنیون تک دھونا اور سر کا مسح اسقدر کرنا کہ جسکو مسح کہسکین اور دونون پاؤن کا ٹخنون تک دھونا اور ترتیب یعنی پہلے منہ دھونا پھر ہاتھ دھونے پھر مسح کرنا پھر پاؤن دھونے۔ اور پے درپے دھونا واجب نہین۔ اور چار قسم کے غسل واجب ہین اول منی کے نکلنے سے دوم عورت و مرد کی شرمگاہین ملنے سے سوم حیض کے بعد چہارم نفاس کے بعد اور انکے سوا اور غسل سنت ہین جیسے دونون عیدون کا نہانا اور جمعے کے روز اور احرام کے لیے اور عرفات یا مزدلفہ مین ٹھہرنے کے لیے اور مکے مین داخل ہونے کے واسطے اور ایام تشریق کے تین دن کا نہانا اور ایک قول کے بموجب طواف وداع کے لیے غسل کرنا اور کافر کے مسلمان ہونے کے وقت بشرطیکہ ناپاک نہو اور مجنون کے ہوش مین آنے کے وقت اور میت کو غسل دینے کے بعد نہلانے والے کا غسل کرنا

یہ سب غسل مستحب ہین **چوتھا بیان تیمم کے ذکر مین** - جب شخص کو پانی کا استعمال دشوار ہو کہ دور ہونے کی جہت سے نہ ملتا ہو یا اُس تک کسی وجہ سے نہین پہونچ سکتا مثلاً درندہ کے خوف سے یا دشمن کے ڈر سے یا پانی موجود ہو مگر اپنے یا اپنے ساتھی کی پیاس کے لیے ہو یا دوسر کی ملک ہو کہ وہ نرخ معمولی سے زیادہ دام کو بیچتا ہو یا اُسکے بدن پر کوئی زخم خواہ مرض ہو کہ پانی کے استعمال سے عضو کے بیکار ہونے یا شدت کے دُبلا ہو جانے کا خوف ہو تو اس شخص کو چاہیے کہ جب نماز فرض کا وقت اُسپر آوے اُسوقت زمین پاک کا قصد کرے جسپر خاک پاک خالص اور نرم ہو کہ اُسمین غبار اُٹھتا ہو اُس زمین پر اپنے دونون ہاتھون کی انگلیان جوڑکر ایک دو ہتڑ مارے اور اُنکو اپنے تمام چہرے پر ایکبار پھیر اوسے اور اُسوقت نماز کے مباح ہونے کی نیت کر لے اور غبار کو بالون کے نیچے پہونچانے کی دقت نہ اُٹھاوے خواہ بال تھوڑے ہون یا بہت مگر اس بات مین کوشش کرے کہ چہرے کے تمام ظاہر پر غبار پہونچ جاوے اور یہ ایک ضرب سے ہو جاویگا کیونکہ چہرے کا عرض دو ہتھیلیون سے زائد نہین اور ظن غالب کی رو سے تمام چہرے پر غبار کا پہونچ جانا کافی ہی پھر اپنی انگوٹھی نکالے اور دوسری ضرب انگلیان کھلی رکھکر لگاوے پھر دہنی کی چارون انگلیان جوڑکر بائین کی چارون انگلیون پر رکھے اسطرح کہ بائین انگلیون کے اندر طرف ہو اور دہنے کی پشت کی جانب اور دونون انگوٹھے علیحدہ ہون اور ایک ہاتھ کی پورین دوسرے کی انگشت شہادت کے عرض سے باہر نہونے پاوین پھر بائین کی چارون انگلیون کو دہنے ہاتھ کی پشت کی جانب کہنی تک سرکاتا ہوا لیجاوے کہ ہتھیلی شامل نہو جب کہنی پر پہونچ جاوے تو ہتھیلی بائین کی دہنے کے اندر کی طرف پر پلٹ کر اوپر کی طرف سرکاتا ہوا پہونچے تک چلا آوے اور بائین انگوٹھے کے اندر کی طرف دہنے انگوٹھے کے باہر کی جانب پر پھیر دے پھر اسی طرح دہنے ہاتھ سے بائین پر عمل کرے کہ چار انگلیان اول انگلیون سے لیکر کہنی تک لیجاوے اور وہان سے ہتھیلی اندر کی طرف پلٹ کر پہونچے تک لے آوے اور انگوٹھے کو انگوٹھے پر پھیر دے پھر اپنی دو ہتھیلیان ایک دوسرے سے ملے اور انگلیون کے درمیان خلال کرے اور غرض اس تکلف سے یہ ہی کہ ایک ضرب مین کہنیون تک پورا ہاتھ غبار کا پھر جاوے پس اگر یہ بات دشوار ہو تو کچھ مضائقہ نہین کہ دو ضربون اور زیادہ سے پورا کرلے اور اگر اس تیمم سے فرض پڑھ لیے ہون تو نفل کا اختیار ہی جتنی چاہے اُس سے پڑھ لے لیکن اگر دو فرضون کو ایک ساتھ پڑھنے تو چاہیے کہ دوسرے فرض کے لیے تیمم دوبارہ کرے اسی طرح ہر فرض کے لیے ایک تیمم جدا گانہ کرے **تیسری قسم** فضلات ظاہری سے پاک ہونے کے بیان مین اور فضلات دو نوع پر ہین اول میل دوم اجزا اسلیے دو بیانون مین اسکو لکھا جاتا ہی **بیان اول میل** اور رطوبتین جو آدمی مین ہوتی ہین آٹھ ہین اول جو سر کے بالون مین میل اور جوئین ہو جاتی ہین اُنکی صفائی دھونے اور کنگھی کرنے اور تیل ڈالنے سے مستحب ہی تاکہ بالون کا الجھاو اور چہرے کا وحشی پن دور ہو آنحضرت[17] صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اپنے بالون مین تیل ڈالتے اور کنگھی کرتے اور فرماتے[2] کہ کبھی کبھی تیل ڈالا کرو اور آپ نے فرمایا کہ جس کسی کے بال ہون چاہیے کہ اُنکی خدمت کرے یعنی اُنکو میلون سے بچاوے اور آپکی[3] خدمت مین ایک شخص آیا کہ اُسکی داڑھی کے بال پراگندہ تھے آپ نے فرمایا کہ کیا اُسکے پاس تیل نہ تھا جس سے بالون کو درست کر لیتا پھر فرمایا کہ تم مین سے کوئی آتا ہی جیسے شیطان ہو دوم وہ میل کہ کان کے پیچون مین جمع ہو جاتا ہی اُسمین سے جو اوپر ہوتا ہی وہ مسح سے دور ہو جاتا ہی اور جو سوراخون کے اندر ہوتا ہی اُسکے لیے چاہیے کہ حمام سے باہر آنے کے وقت نرمی کے ساتھ اُسکو صاف کرے اور اگر زیادہ ایسا کریگا تو وہ قوت سامعہ کو مضر ہی سوم وہ رطوبت جو ناک مین جمع ہو کر جم جاتی ہی اور نتھنون مین چمٹ جاتی ہی وہ ناک مین پانی دینے اور سنکنے سے جاتی رہتی ہی چہارم وہ میل کہ دانتون پر اور زبان کے کنارون پر جمع ہوتا ہی وہ کلی اور مسواک سے دور ہو جاتا ہی اور ان دونون کا حال ہم ذکر کر چکے ہین پنجم جو میل اور جوئین داڑھی مین جمع ہو جاتی ہین جس صورت مین کہ اُسکی خدمت نہ کی جاوے تو اُسکا دور کرنا دھونے اور کنگھی کرنے سے مستحب ہی اور حدیث مشہور مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر اور حضر مین کنگھی اور دانتا دری اور آئینہ کبھی نہ چھوڑتے تھے ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے اور یہ عرب والون کا دستور ہی کہ یہ چیزین ساتھ رکھتے ہین

ح ترمذی نے شمائل مین روایت کیا اور اسکی سند ضعیف ہی ... روایت کیا ... کی ... صحیح ... روایت ... سند ... ضعیف ... ۱۸

ح ابوداؤد بروایت ابوہریرہ اور اسکی سند قوی نہین ہی ۱۲

ح ۱۲ ابوداؤد نسائی بروایت جابر رضہ

ح ۵ طبرانی بروایت عائشہ رضہ بسند ضعیف ۱۲

اور ایک حدیث غریب میں ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دن میں دوبار اپنی داڑھی میں کنگھی کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی تھی اور حضرت ابوبکرؓ کی داڑھی بھی ایسی ہی تھی اور حضرت عثمانؓ کی داڑھی لمبی اور پتلی تھی اور حضرت علیؓ کی داڑھی خوب چوڑی تھی کہ دونون شانے گھیر لیے تھے اور ایک حدیث اس سے بھی زیادہ غریب میں ہو کہ حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر جمع ہوے آپ انکے پاس جانے کو ہوے مین نے دیکھا کہ آپ نے پانی کے مٹکے مین جھانک کر اپنے بال سر اور ریش مبارک کے درست کیے مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ یہ کام کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہان اللہ تعالی اپنے بندے سے اس بات کو محبوب جانتا ہو کہ جب اپنے بھائیون کے پاس جاوے تو بن سنور کے جاوے۔ جاہل آدمی اس سے کبھی یہ گمان کرتا ہو کہ یہ امر لوگون کے لیے زینت کرنے کی محبت ہو اور آپ کے اخلاق کو غیرون پر قیاس کرتا ہو اور فرشتون کو لوہارون سے تشبیہ دیتا ہو حالانکہ یہ بات نہین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دعوت تھا اور یہ امر آپ کے لوازم مین سے تھا کہ لوگون کے دلون مین اپنے بڑا کرنے کے واسطے سعی فرماوین تاکہ انکے نفس آپ کو حقیر نہ جانین اور اپنی صورت انکی نظرون مین اچھی بناوین تاکہ انکی آنکھون تلے چھوٹے نہ معلوم ہون اور وہ لوگ آپ کے پاس سے بھڑک نہ جاوین اور نہ منافقون کو کوئی موقع انکے بہکانے کا ہاتھ لگے۔ اور یہ بات ہر ایک عالم کے لیے واجب ہو کہ جو خلق کو خدا تعالی کی طرف بلانے کے درپے ہو کہ اپنے ظاہر حال مین اس بات کا لحاظ رکھے کہ کوئی امر ایسا نہو جس سے لوگ اس سے نفرت کرین اور ان باتون مین نیت کا اعتبار ہو کیونکہ یہ امور بھی بذات خود وہ محل ہین جو صفت و سے اوصاف حاصل کرتے ہین غرض اس نیت سے زینت کرنا اچھا ہو اور اگر بالون کی پراگندگی اس لیے باقی رکھے کہ لوگ جانین کہ یہ شخص زاہد ہو اور نفس کی پروا نہین کرتا تو ممنوع ہو اور اگر بالون کی نسبت دوسرے اہم احکام مین مصروف ہو کر انکی درستی نہ کرے تو اچھا ہو اور یہ حالات باطنی ہین جو بندے کے اور اللہ تعالی کے درمیان ہین عاقل آدمی انکو خوب جانتا ہو کسی حال مین اسکو ایک صورت کا دوسرے پر شبہ نہین پڑتا۔ اور بہت سے جاہل ایسے ہین کہ وہ ان امور کو کرتے ہین اور انکی توجہ خلق ہی کی طرف ہوتی ہو اور خود بھی مغالطہ مین ہوتے ہین اور دوسرون کو بھی دھوکا دیتے ہین اور جانتے ہین کہ ہمارا قصد بہتر ہو مثلاً بہت سے عالم دیکھوگے کہ عمدہ لباس پہنتے ہین اور کہتے ہین کہ ہمارا قصد بدعتیون اور جدل کرنے والون کو ذلیل کرنا اور خداے تعالی کا تقرب حاصل کرنا ہو اور یہ بات اس روز کھلیگی جب روز باطن کا امتحان لیا جاویگا اور قبرون مین سے مردے اٹھائے جاوینگے اور سینون کے اندر کی باتین علانیہ ہونگی اس روز خالص ڈھلا ہوا سونا کھوٹے سے علیحدہ ہو جاویگا ہم اللہ تعالی سے اس بڑی ہنسی کے دن کی رسوائی سے پناہ مانگتے ہین ہشتم میل جو انگلیون کے اوپر سلوٹون مین جمع ہوتا ہو عرب کے لوگ ان میلون کو بہت نہ دھوتے تھے اسوجہ سے کہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ نہ دھوتے تھے اسی جہت سے ان سلوٹون مین میل رہ جاتا تھا اور یہین بلحاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو ان مقامات کے دھونے کے لیے ارشاد فرمایا نہم انگلیون کے پورون کے صاف کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کو ارشاد فرمایا یعنی جو میل کہ انگلیون کے سرون پر اور ناخنون کے نیچے ہو اسکو دور کرین اسلیے کہ ہر وقت ناخنون کا ترا شنا تو ہو نہین سکتا اسلیے انمین میل جمع ہو جاتا ہو اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخنون کے کاٹنے اور بغل اور زیر ناف کے بالون کے دور کرنے کے لیے چالیس دن کی مدت مقرر فرمادی اور ناخنون کے نیچے کے میل کے صاف کرنے کا حکم دیا اور ایک روایت مین ہو کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آنے مین دیر ہوئی جب حضرت جبریل علیہ السلام آئے تو آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ ہم کیسے اترین کہ تم نہ اپنی انگلیون کے بیچ کے جوڑ دھوتے ہو نہ پورون کو صاف کرتے ہو نہ زردی دانت کے لیے مسواک کرتے ہو اپنی امت کو ارشاد فرمائیے کہ وہ یہ امور بجا لاوین اور بعضون نے اس آیت کی تفسیر مین فلا تقل لہما اف یہ فرمایا ہو کہ اف ناخن کے میل کو کہتے ہین اور تف کان کے میل کو اور معنی یہ ہین کہ ماباپ کو انکے ناخن کے میل کا عیب مت لگاؤ اور بعض نے یون کہا ہو کہ انکو اتنی ایذا بھی مت دو جتنی ناخن کے نیچے میل ہونے سے ہوتی ہو دہم وہ میل جو تمام بدن پر پسینے اور راستہ

کے غبار سے جم جاتا ہے اسکو حمام میں نہانے سے دور کرے اور حمام میں نہانے کا کچھ مضائقہ نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ملک
شام کے حماموں میں گئے ہیں اور بعضوں نے فرمایا ہے کہ حمام اچھا گھر ہے کہ بدن کو پاک کرتا ہے اور آگ کو یاد دلاتا ہے یہ قول حضرت ابو درداء
اور ابو ایوب انصاری سے مروی ہے اور بعضوں نے یہ فرمایا ہے کہ حمام بری جگہ ہے کہ برہنگی کو ظاہر کرتا ہے اور حیا کو دور کرتا ہے اس قول سے اسکی
برائی معلوم ہوتی جیسے پہلے قول سے فائدہ مفہوم ہوتا تھا اور اسکے فائدے کی طلب کرنی در صورت محفوظ رہنے اسکی آفت سے کچھ
مضائقہ نہیں اسلیے جو باتیں کہ حمام کرنے والے کو چاہییں خواہ سنت ہوں یا واجب وہ ہم لکھے دیتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ حمام
کرنے والے پر دو امر تو اپنی برہنگی کے باب میں واجب ہیں اور دو باتیں دوسرے شخص کی برہنگی کے باب میں واجب ہیں جو دو باتیں
کہ خاص اپنی برہنگی میں واجب ہیں انہیں سے اول یہ ہے کہ اسکو دوسروں کی نگاہ سے محفوظ رکھے دوسری یہ کہ دوسرے کے چھونے سے اسکو
بچاوے اس سے یہ لازم کہ اس جگہ میل دور کرنا اور ملنا اپنے آپ کرے حمامی کو منع کردے کہ ران کو اور ناف سے لیکر پیڑو کو ہاتھ نہ لگاوے ہر چند
سوا مقام شرم کے اور جگہ پر ہاتھ لگانا میل کے دور کرنے کے لیے اباحت کا احتمال رکھتا ہے لیکن قیاس یہی چاہتا ہے کہ حرام ہو اس جہت سے
کہ دونوں شرمگاہوں کو ہاتھ لگانا حرمت کے باب میں انکے دیکھنے میں ملا دیا گیا ہے تو باقی برہنگی کا بھی یہی حال ہونا چاہیے جنپر نگاہ کرنا
حرام ہے انکا ہاتھ لگانا بھی حرام ہونا چاہیے اور غیر شخص کی برہنگی کے باب میں دو امر واجب ہیں اول تو اپنی نظر اسپر نہ ڈالے دوم اسکو
اسکے کھولنے سے منع کرے اسلیے کہ بری بات سے منع کرنا واجب ہے اور اسکے ذمہ صرف ذکر کر دینا ہے یہ تو نہیں کہ دوسرے کا قبول کرنا بھی ہو اور
ذکر کرنے کا وجوب اسکے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا مگر اس صورت میں کہ خوف پٹنے یا گالی یا اور کسی بات کا ہو جو فی نفسہ حرام ہو ایسی صورت
میں اسپر واجب نہیں کہ بری بات کو ذکر کرکے دوسرے کو مرتکب دوسرے حرام کا کرے ہاں نہ ذکر کرنے کی یہ وجہ کہنی کہ میں جانتا ہوں کہ ذکر کرنا
مفید نہو گا اور اسپر کوئی عمل نہ کریگا پوچ ہے یہ عذر نمانا جاویگا بلکہ ذکر کرنا ضرور چاہیے اسلیے کہ کہنے کا اثر دلپر ہوا ہی کرتا ہے اور جب گناہ ہونے کا عیب
لگایا جاتا ہے تو دل میں اس سے احتراز کرنا آیا کرتا ہے اور اس سے اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ سننے والے کی نگاہ میں اس گناہ کو برا کر دیتا ہے اور اپنے نفس
کو اس سے علیحدہ رکھنے پر آمادہ کرتا ہے اسلیے ذکر کرنے کو چھوڑنا جائز نہیں اور انھیں جیسی باتوں کی وجہ سے احتیاط اسمیں ہے کہ حمام میں آجکل کے
زمانے میں داخل نہو کہ برہنگیاں ضرور کھلی رہتی ہیں خصوص ناف کے نیچے سے پیڑو کا کھلانا کہ لوگ اسکو برہنگی نہیں جانتے حالانکہ شرع نے
اس مقام کو برہنگی میں لاحق فرمایا اور اسکو گویا حد اور احاطہ برہنگی کا ٹھہرایا اور اسی نظر سے مستحب یہ ہے کہ حمام میں تنہا جاوے اور بشر فرماتے
کہ اگر کسی شخص کے پاس صرف ایک درم ہو اور وہ حمامی کو اس غرض سے دیدے کہ وہ حمام کو صرف اسکے لیے خالی کردے تو میں اس
شخص کو اس بات میں ملامت نہ کرونگا اور حضرت ابن عمر کو لوگوں نے حمام میں دیکھا کہ منہ اپنا دیوار کی طرف کیے ہے اور آنکھوں پر پٹی باندھ لی
اور بعض کا قول ہے کہ حمام میں جانیکا مضائقہ نہیں مگر دو چادریں لے ایک کی لنگی کرے اور ایک کو سر پر ڈال لے آنکھوں کے سامنے گھونگھٹ سا
ہو جاوے۔ اور حمام میں نہانے کے مستحبات یہ ہیں اول نیت کرنا یعنی دنیا کے لیے اور صرف اپنی خواہش نفس کے واسطے داخل نہو بلکہ
یہ قصد کرے کہ نماز کے واسطے جو صفائی چاہیے اسکے لیے نہاتا ہوں دوسرے حمامی کو اجرت حمام میں جانے سے پیشتر دیدے اسلیے کہ جو کچھ اس سے
کام لیگا وہ مجہول ہے اور یہی حال حمامی کا ہے کہ جو کچھ اسکو ملنے کی توقع ہے وہ معلوم نہیں تو پیشتر دینے میں ایک طرف سے جہالت دور ہو جائیگی
اور نفس کو آسایش ملیگی تیسرے داخل ہونے کے وقت بایاں پاؤں اول رکھے اور وہ دعا پڑھے جو پاخانہ جانے کے باب میں مذکور ہوئی
چوتھے تخلیہ کے وقت حمام میں جاوے یا بتکلف حمام کو خالی کرا دے کیونکہ اگر بالفرض حمام میں بجز دینداروں اور محتاط شخصوں کے اور
کوئی نہو تب بھی انکے ننگے بدنوں کو دیکھنے میں ایک طرح کی شرم کی کوتاہی ہے اور ننگے بدنوں کو دیکھکر برہنگیوں کا دھیان دل میں گذرتا ہے
علاوہ ازیں لنگی باندھنے وغیرہ حرکات میں انسان برہنگی کھلنے سے خالی نہیں رہتا تو برہنگی پر نگاہ دفعتہ پڑ جاتی ہے اور اسی وجہ سے حضرت

ابن عمرؓ نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی تھی پانچویں حمام میں گھسنے کے وقت دونوں پاؤں دھووے چھٹے گرم حمام میں جانے کی جلدی نہ کرے یہاں تک کہ اول درجے میں پسینا نہ آجاوے ساتویں پانی بہت نہ ڈالے بلکہ قدر حاجت پر اکتفا کرے اسواسطے قرینۂ حال کے رو سے اسی قدر کی اجازت اسکو ہی اور زیادتی کا حال اگر حامی کو معلوم ہو تو برا جانے خصوصاً گرم پانی کہ بدون پیسے اور محنت کے نہیں ہوتا آٹھویں حمام کی گرمی سے دوزخ کی حرارت یاد کرے اور اپنے آپ کو گرم درجے میں محبوس فرض کرکے جہنم کو اُسپر قیاس کرے کہ وہ درجہ جہنم کے بہت مشابہ ہی کہ نیچے آگ ہوگی اور اوپر اندھیرا معاذ اللہ منہا بلکہ عاقل آخرت کی یاد سے کسی لحظہ غافل نہیں ہوتا کیونکہ وہی اُسکا مقام اور ٹھکانا ہی تو جو کچھ وہ آگ یا پانی وغیرہ دیکھتا ہی اُس سے عبرت اور نصیحت حاصل کرتا ہی اسلیے کہ ہر شخص اپنے حوصلے کے موافق ہی دیکھا کرتا ہی مثلاً اگر بزاز اور بڑھئی اور معمار اور جولاہا کسی مکان آباد میں جاویں کہ اسمیں فرش لگا ہوا ہو تو دیکھوگے کہ بزاز کی نظر فرش پر پڑیگی اور اُسکی قیمت سوچیگا اور جولاہا کپڑوں کو دیکھکر اُنکی بناوٹ میں غور کریگا اور بڑھئی چھتوں میں نظر کرکے اُنکی ترکیب اور ساخت میں غور کریگا اور معمار کی نگاہ دیواروں پر ہوگی اُنکی مضبوطی اور سیدھے ہونے کو سوچیگا یہی حال طریق آخرت کے سالک کا ہی کہ جب کوئی چیز دیکھتا ہی اُسکو نصیحت اور یاد آخرت ہوتی ہی بلکہ جس چیز کو دیکھتا ہی اللہ تعالیٰ اُسکے لیے عبرت کا طریق کھول دیتا ہی مثلاً اگر سیاہی کو دیکھتا ہی تو لحد کا اندھیرا یاد کرتا ہی اور اگر سانپ کو دیکھتا ہی تو جہنم کے سانپ یاد کرتا ہی اور اگر بری صورت اُسکی نظر پڑتی ہی تو منکر اور نکیر کو اور دوزخ کے فرشتوں کو یاد کرتا ہی اور اگر خوفناک آواز سنتا ہی تو نفخۂ صور کو یاد کرتا ہی اور اگر کوئی بہتر چیز دیکھتا ہی تو جنت کی نعمت یاد کرتا ہی اور بازار میں یا گھر میں کوئی بات رد یا قبول کی سنتا ہی تو اُس سے اپنا انجام حساب کے بعد یاد کرتا ہی کہ رد ہوگا یا قبول اور عاقل کے دلپر اس امر کا چھایا رہنا نہایت مناسب ہی کیونکہ دنیا کے کاروبار ہی عاقل کو اس فکر سے روکتے ہیں اور اگر دنیا کے ٹھہرنے کی مدت کو آخرت میں ٹھہرنے کے زمانے سے مقابلہ کرے تو دنیا کے علائق کو ہیچ اور ہیچ جانے بشرطیکہ ان لوگوں میں سے نہو جنکے دل غافل اور چشم باطن نابینا ہیں نویں حمام میں جانے کے وقت سلام نہ کرے اور کوئی سلام کرے تو اُسکا جواب لفظ سلام سے نہ دیوے بلکہ اگر کوئی دوسرا شخص جواب دیدے تب تو چپکا ہی رہے اور اگر بولنا ہی پڑے تو عافاک اللہ کہے اور حمام کے اندر کسی شخص سے مصافحہ کرنا اور اسکو ابتدا ہی میں عافاک اللہ کہنا کچھ مضائقہ نہیں پھر اُسکے اندر زیادہ گفتگو نہ کرے اور نہ آواز سے قرآن پڑھے ہاں اعوذ باللہ من الشیطان الرحیم کہنے کا مضائقہ نہیں دسویں حمام میں عشا اور مغرب کے درمیان اور آفتاب کے ڈوبنے کے قریب نہ جاوے اسلیے کہ یہ وقت شیطانوں کے پھیلنے کا ہی اور اُسکا مضائقہ نہیں کہ دوسرا شخص بدن ملے چنانچہ یوسف بن اسباط رحمہ سے منقول ہی کہ انھوں نے وصیت کی کہ مجکو فلاں شخص جو آپکے شاگردوں میں سے تھا غسل دیوے اور فرمایا کہ اُسنے میرا بدن حمام میں ایکبار ملا تھا میں یہ چاہتا ہوں کہ اُسکے عوض میں کوئی ایسا کام اُس سے لوں جس سے وہ خوش ہو تو یہ تجویز میں نے کی ہی اس سے وہ خوش ہوگا اور اس بات کے جائز ہونے پر یہ روایت بھی دلالت کرتی ہی جو بعض صحابہؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی سفر میں ایک مقام میں اترے اور اپنے پیٹ کے بل لیٹے اور ایک غلام حبشی آپکی پشت مبارک کو دباتا تھا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہ کیا ہی آپ نے فرمایا کہ مجکو اونٹنی نے گرا دیا اسلیے کمر دبواتا ہوں گیارھویں جب حمام سے فارغ ہو تو اللہ عز وجل کا شکر اس نعمت پر کرے اسلیے کہ مروی ہی کہ جاڑے میں گرم پانی وہ نعمت ہی جس سے سوال کیا جاویگا اور حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہی کہ حمام اُن نعمتوں میں سے جنکو لوگوں نے ایجاد کیا ہی یہ فضیلت شرع کی رو سے ہی اور طب کی جہت سے یہ ہی کہتے ہیں کہ نورہ کے استعمال کے بعد حمام کرنا جذام سے محفوظ رکھتا ہی اور بعضوں نے کہا ہی کہ ہر مہینے میں ایکبار نورہ کا استعمال کرنا حرارت کو بجھاتا ہی اور رنگ کو صاف کرتا ہی اور قوت باہ کو بڑھاتا ہی اور بعض اطبا کا قول ہی کہ جاڑے میں حمام کے اندر کھڑے ہوکر ایکبار پیشاب کرنا دوا کے پینے سے زیادہ نافع ہوتا ہی اور کسی کا یہ قول ہی کہ گرمیوں میں حمام کے بعد سو رہنا دوا پینے کے برابر ہی اور حمام سے نکلنے کے بعد سرد پانی سے دونوں پاؤں کا دھونا نقرس سے بچاتا ہی اور نکلنے کے وقت سر پر ٹھنڈا پانی ڈالنا برا ہی اور ایسا ہی ٹھنڈا پانی پینا اچھا نہیں یہ حکم مردوں کا ہی اور عورتوں کے باب

ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ مرد کو جائز نہین کہ اپنی بی بی کو حمام مین جانے دے درصورتیکہ گھر مین غسلخانہ موجود ہو۔ اور مشہور یہ ہی کہ مردون کو حمام مین بدون تہمد کے جانا حرام ہی اور عورت کو حمام کرنا بدون نفاس یا مرض کے حرام ہی اور حضرت عائشہؓ نے ایک بیماری کی جہت سے حمام کیا تھا پس اگر عورت کسی ضرورت سے حمام مین جاوے تو پوری چادر پہنکر جاوے اور اسکے خاوند کو مکروہ ہی کہ حمام کرنے کی اجرت اسکو دیوے ورنہ بری بات پر اسکا مددگار ٹھہریگا دوسرا بیان بدن کے اُن زوائد اجزا کے ذکر مین جنکا دور کرنا چاہیے۔ ایسے اجزا آٹھ ہین اول سر کے بال ہین تو جو شخص صفائی کا قصد کرے اسکو اُنکا منڈوا ڈالنا مضائقہ نہین اور جو شخص اُن مین تیل ڈالے اور کنگھی کرے اسکو رہنے دینے مین کچھ حرج نہین لیکن اسطرح کا رکھنا کہ کہین ہون اور کہین نہین جیسے چوٹیان اور پٹے اور گردے تو یہ درست نہین یہ وضع شہدون اور بے باکون کی ہی اور بیڈھیون کا چھوڑنا شریفون کے طور پر بھی نہ چاہیے کہ یہ انکی علامت ہو گئی ہی اور یہ شخص اگر شریف یعنی علوی نہوگا تو ایسا فعل کرنا دھوکا دینے مین شامل ہوگا دوسرے موچھون کے بال جنکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ قصوا الشوارب واعفوا اللحی اور بعض روایات مین جزوا الشوارب اور حفوا الشوارب آیا ہی قص اور جز کے معنی تو تراشنے کے ہین اور حف کے معنی یہ ہین کہ ہونٹھون کے گرد انکو کرو یہ لفظ مشتق حاف سے ہی جسکے معنی گرد کے ہین اور اسی سے یہ آیت ہی وتری الملائکۃ حافین من حول العرش اور ایک روایت مین احفوا آیا ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ جڑ سے اوڑانا مقصود ہی اور حفوا سے معلوم ہوتا ہی کہ اس سے کمتر تراشنی چاہیے کیونکہ احفا مبالغہ کے لیے مستعمل ہی اللہ تعالی فرماتا ہی ان یسئلکموھا فیحفکم تبخلوا یعنی سوال مین تمپر نہایت مبالغہ کرے۔ اور مونڈنا موچھون کا کسی حدیث مین وارد نہین ہوا اور احفا یعنی کترانا قریب منڈانے کے صحابہؓ سے منقول ہی بعض تابعین نے کسی شخص کو دیکھا کہ اپنی موچھون کو جڑ سے کترایا ہی فرمایا کہ تو نے مجکو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد دلایا۔ اور مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہین کہ مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میری موچھین بڑھی ہوئی ہین فرمایا کہ یہان آؤ اور پاس بلاکر میری موچھین مسواک پر دھر کر کاٹ دین اور موچھون کے اطراف کے بالون کا رکھنا مضائقہ نہین حضرت عمرؓ وغیرہم نے ایسا کیا ہی اور ایک وجہ یہ ہی کہ یہ بال منھ کو نہین ڈھانپتے اور نہ اُن مین کھانے کی چربی رہے کیونکہ وہان تک پہونچتی ہی نہین اور واعفوا اللحی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اسکے یہی معنی کہ داڑھیون کو بڑھاؤ اور حدیث مین ہی کہ یہود اپنی موچھین بڑھاتے ہین اور داڑھیان کتراتے ہین تو تم اُنکے خلاف کرو اور بعض علما نے مونڈانے کو مکروہ اور بدعت فرمایا ہی تیسرے بغلون کے بال انکو چالیس دن مین ایکبار اکھاڑ ڈالنا مستحب ہی اور یہ بات اس شخص پر سہل ہی جو ابتدا مین اکھاڑنے کا عادی ہو گیا ہو لیکن جسکو منڈانے کی عادت ہو اسکو منڈانا کافی ہی کہ اکھاڑنے مین درد ہوتا ہی اور مقصود اُنکا صاف کرنا اور اُنکے درمیان میل کو اکٹھا نہونے دینا ہی یہ مونڈنے سے بھی ہو سکتا ہی چوتھے موے زیر ناف انکا دور کرنا بھی مونڈنے خواہ نورہ کے استعمال سے مستحب ہی اور چاہیے کہ چالیس دن سے زیادہ نہ گذرنے پاوین۔ پانچوین ناخنون کا تراشنا مستحب ہی اسلیے کہ جب بڑھجاتے ہین تو انکی صورت بری ہو جاتی ہی اور اُن مین میل اکٹھا ہو جاتا ہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ اپنے ناخن تراشو اسلیے کہ جو اُن مین سے بڑھجاتا ہی اُسپر شیطان بیٹھتا ہی اور اگر ناخن کے نیچے میل ہو تو وضو کی صحت کا مانع نہین ہوتا یا تو اس جہت سے کہ پانی کے پہونچنے کا مانع نہین ہوتا یا یہ کہ حاجت کے سبب سے اسمین آسانی کر دی گئی ہی خصوصاً مردون کے ناخنون مین اور اُن میلون مین کہ عرب اور دیہاتیون کی انگلیون کی پشت اور پاؤن کی پشت پر جمع ہو جاتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے لوگون کو ناخن تراشنے کے لیے ارشاد فرماتے تھے اور اُن مین جو میل جمع ہوجاتے تھے اسکو برا بتاتے تھے مگر یہ نہین فرماتے تھے کہ نماز اپنی پھر سے پڑھو اور اگر آپ اسکا بھی حکم فرما دیتے تو یہ فائدہ ہوتا کہ تاکید اور زجر اس امر مین زیادہ ہو جاتی اور مین نے کتابون مین ناخنون کے تراشنے مین ترتیب کے باب مین کوئی خبر مروی نہین دیکھی مگر سنا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخن اسطرح ترشوائے کہ دہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرکے دہنے انگوٹھے پر ختم کیے انگشت شہادت سے چھنگلیا تک تراش کر بائین ہاتھ مین چھنگلیا کے پہلے تراشے پھر ترتیب انگوٹھے تک چلے آئے اور سب سے پیچھے دہنے انگوٹھے کو ترشوایا

اور جب ہم نے اس ترتیب کو سوچا تو ہمارے دل میں وہ بات گذری جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت اس باب میں صحیح ہو کیونکہ ایسی بات ابتدا میں بدون نور نبوت کے نہیں معلوم ہوتی عالم صاحب بصیرت کی بڑی دوڑ یہ ہے کہ جب آپکے سامنے فعل کی نقل کیا جاوے تو اس فعل میں سے وہ استنباط کر سکتا ہے ابتدا میں نہیں سوجھتی اب ہمکو جو بات سوجھی ہو وہ یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں کے ناخنوں کو تو تراشنا ضروری ہے اور ہاتھ بہ نسبت پاؤں کے اشرف ہوتا اسلیے اول ہاتھ سے شروع کیا پھر داہنا بہ نسبت بائیں کے اشرف ہے اسلیے داہنے ہاتھ سے شروع کیا پھر داہنے ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہیں اور انمیں اشرف انگشت شہادت ہے کہ شہادت کے دونوں کلموں میں اسی سے اشارہ ہوتا ہے اور دوں سے نہیں ہوتا اسواسطے اسکا تراشنا اول ہوا اسکے بعد اسکا ہونا چاہیے جو اسکے داہنی طرف ہو کیونکہ شرع پاک کرنے وغیرہ کے گردش داہنی طرف کو مستحب بتاتی ہے اب اگر ہاتھ کی پشت زمین پر رکھی جاوے تو انگشت شہادت کے داہنی طرف انگوٹھا ہوتا ہے اور اگر ہتھیلی کی طرف سے رکھو تو بیچ کی انگلی داہنی پڑتی ہے اور ہاتھ کو اگر اپنی سرشت پر چھوڑ دو تو ہتھیلی زمین کی طرف مائل ہوگی کیونکہ داہنے ہاتھ کی حرکت بائیں طرف کو ہے اور یہ حرکات اکثر تھی پوری ہوتی ہے کہ ہاتھ کی پشت اوپر رہے اسلیے جو امر طبیعت کی خواہش کے بموجب ہو اسی کی رعایت کرنی اور بیچ کی انگلی جو شہادت کی انگلی سے کہ ٹھہری علی ہذا القیاس چھنگلیا تک پھر اگر ایک ہتھیلی کو دوسری پر رکھ لیا جاوے تو دونوں انگلیاں گویا ایک دائرے کے حلقہ میں ہو جاوینگی تو دائرے کی ترتیب یہ چاہتی ہے کہ انگشت شہادت کے داہنی طرف کو چل کر پھر اسی پر آجاویں اس حساب سے بائیں میں اول چھنگلیا پڑیگی اور آخر کو انگوٹھا ہوگا اسیواسطے داہنا انگوٹھا بچ رہا اسی پر آخر تراشنے کو تمام کرنا چاہیے اور ہتھیلی کو دوسرے پر رکھا ہوا اسلیے فرض کر لیا کہ ساری انگلیاں مثل حلقہ کے شخصوں کے ہو جاویں تاکہ انکی ترتیب ظاہر ہو اور یہ فرض کرنا اس بات کے فرض کرنے سے بہتر ہے کہ داہنے کی ہتھیلی بائیں کی پشت پر رکھیں یا ایک کی پشت کو دوسرے کی پشت پر رکھیں اسلیے کہ ان دونوں صورتوں کو طبیعت مقتضی نہیں ہے اور پاؤں کی انگلیوں کے ناخن تراشنے میں اگر کوئی روایت ثابت نہو تو ہمارے نزدیک بہتر یہ ہے کہ داہنے پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کرے اور بائیں کی چھنگلیا پر ختم کرے جیسے وضو میں خلال کرتے ہیں کیونکہ جو وجہیں ہاتھ کے باب میں ہمنے لکھی ہیں وہ پاؤں میں نہیں ہیں اسلیے کہ پاؤں میں کوئی شہادت کی انگلی نہیں بلکہ پاؤں کی دونوں انگلیاں ایک قطار میں زمین پر رکھی ہوئی ہیں تو داہنی طرف سے شروع کرنا چاہیے اور انکو حلقہ کی صورت میں آکر دور حلقہ کا داہنی طرف سے کیا جاوے اور اگر ایک تلوے کو دوسرے پر رکھ کر حلقہ کریں تو طبیعت اور سرشت انکو نہیں مانتی اور یہ ترتیب کی باریکیاں نور نبوت سے دم کے دم میں معلوم ہو جاتی ہیں دشواری صرف ہم لوگوں پر ہے اور اگر بالفرض ہمسے ابتدا کوئی ترتیب کو پوچھے تو کیا عجب ہے کہ دھیان میں بھی نہ آوے مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہمارے سامنے ترتیب وار مذکور ہو تب البتہ ہمسے اس علت کا نکال لینا بعید نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ملاحظہ فرمائی ہو اسلیے کہ آپ کے فعل میں حکم کی شہادت اور علت پر تنبیہ ہوا کرتی ہے تو اسکے باعث استنباط کرنا بہت دشوار نہیں اور یہ مت گمان کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال آپ کی سب حرکات میں میزان اور قانون اور ترتیب سے خارج ہوں بلکہ جتنے امور اختیاری کہ جن میں سے دو قسموں یا زیادہ میں کرنے والا تردد کیا کرتا ہو ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور یہ نہ تھا کہ کسی کام پر اتفاقاً اقدام کرتے بلکہ جب کوئی بات مقتضی اقدام اور تقدیم کی ملاحظہ فرما لیتے تھے اسوقت اسپر اقدام کرتے تھے اسلیے کہ اپنے کاموں کو بے ٹھکانے کرنا جس طرح پر اتفاق سے ہو جاویں چوپایوں کی خصلت ہے اور عمدہ علتوں کی میزان میں انکو تولا ہوا رکھنا اولیاء اللہ کی خصلت ہے اور انسان کی حرکتیں اور خطرے جسقدر ضبط سے قریب تر اور حمل ہونے سے بعید تر ہونگے اسی قدر اسکا رتبہ انبیاء اور اولیاء سے قریب تر ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا قرب اسکے بعد ظاہر تر اسلیے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوگا حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ سے قریب ہیں تو وہ خداے تعالیٰ سے بھی قریب ہوگا کیونکہ قریب کا قریب دوسرے کی نسبت کر قریب ہوتا ہے ہم خداے تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ ہمارے حرکات

دسکنات کی باگ خواہش نفس کے ذریعہ سے شیطان کے ہاتھ میں ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرکات کا ضبط آپ کے سرسے انگے
پر ہی قیاس کرلو کہ آپ اپنی داہنی آنکھ میں تین سلائیان ڈالتے تھے اور بائین میں دو اور داہنی آنکھ سے شروع کرتے تھے کہ وہ شرافت رکھتی ہے
اور دونوں آنکھوں میں کم وبیش کی وجہ یہ تھی کہ عدد طاق ہو کہ طاق کو جفت پر فضیلت ہے اسلیے کہ اللہ تعالی طاق ہے اور طاق ہی آپکو
پسند ہے بندے کا فعل بھی خدا تعالی کے اوصاف میں سے کسی وصف کی مناسبت سے خالی نہونا چاہیے اور بعینہ جہت
استنجا کے ڈھیلوں میں عدد طاق مستحب ہوا اور باوجودیکہ تین سلائیان بھی طاق تھیں مگر ان پر اکتفا نہ کیا اسلیے کہ اس صورت میں بائین
آنکھ میں ایک سلائی پڑتی اور ایک دفعہ کے ڈالنے میں سرمہ پلکوں کی جڑوں میں پورا نہیں پہونچتا اور داہنی میں ایک زیادہ اسلیے ڈالی کہ
طاق کو فضیلت ہے اور داہنی بھی افضل ہے اسلیے افضل ہی فضیلت کی مستحق زیادہ ہے اور اگر یہ کہو کہ بائین آنکھ میں دو پر اکتفا کیوں کیا وہ تو جفت
ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اکتفا ضرورت کی جہت سے ہے کیونکہ اگر ہر ایک میں عدد طاق کی رعایت ملحوظ رہتی تو سب عدد جفت ہو جاتے
کیونکہ طاق اور طاق ملکر جفت ہو جاتا ہے اسلیے طاق کی رعایت تمام سرمہ لگانے میں کر لینا افضل ہے بہتر ہے بہ نسبت ہر آنکھ میں رعایت
طاق رکھنے کے اور اس باب میں ایک اور صورت بھی ہے یعنی ہر آنکھ میں تین بار لگادے جیسے وضو میں اعضا کو تین تین بار دھوتے ہیں
اور یہ فعل بھی حدیث صحیح میں آچکا ہے یہ بھی بہتر ہے اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حرکات میں رعایتوں کو ہم لکھنا چاہیں تو بات
طول ہو جاوے اسلیے جو بات کہی اسپر بدون سننے ہوے کو قیاس کرلو۔ جاننا چاہیے کہ عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث بھی ہوتا ہے
کہ سب شریعت کی علتوں پر مطلع ہو جاوے یہانتک کہ اسمین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف فرق نبوت کے درجہ کا رہ جاوے
اور یہی درجہ وارث اور مورث میں فرق کا ہے اسلیے کہ مورث وہ ہے جسنے مال کو وارث کے لیے حاصل کیا اور خود اپنی کمائی سے پیدا کیا اور
اسپر قادر ہوا اور وارث وہ ہے جسنے نہ کمایا نہ قادر پایا بلکہ مورث کے پاس سے اسکے پاس چلا آیا اور پیچھے اسکا ہوا اب اسنے اس سے حاصل
کیا تو اس طرح کی باتیں باوجودیکہ غیر مطالب اسرار کی نسبت کہ بہت سہل ہیں پھر بھی ابتدا انکا دریافت کرنا اور حکمتوں کا بتانا انبیا علیہم السلام
سے اور وں سے نہیں ہو سکتا اور انبیا کی تنبیہ کرنے کے بعد انکو استنباط بھی کوئی نہیں کرسکتا بجز ان علما کے جو وارث انبیا علیہم السلام کے
ہیں۔ چھٹے اور ساتویں ناف اور سر ذکر کی کھال کا دور کرنا ان میں سے ناف پیدا ہونے کے وقت دور کی جاتی ہے اور ختنہ لڑکوں کا باب
میں یہودیوں کی عادت ہے کہ پیدائش کے ساتویں روز کر دیتے ہیں اس باب میں انکی مخالفت کرنی اور اکلی داشت لگانے تک تاخیر کرنی بہتر
ہے اور خطرے سے دور تر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ختنہ کرنے مردوں کے لیے سنت ہے اور عورتوں کے لیے عزت۔ اور چاہیے
کہ عورتوں کے ختنہ کرنے میں مبالغہ نہ کیا جاوے ام عطیہ جو ختنہ کیا کرتی تھیں انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ام عطیہ
ذرا سی بو سونگھا دے اور زیادہ مت کاٹ کہ اسقدر سے چہرہ کی آب زیادہ ہوگی اور خاوند کو اچھی معلوم ہوگی اس حدیث میں آپ کے لفظوں
کی کنایہ کی خوبی معلوم کرو کہ تھوڑا کاٹنے کو بو سونگھانے سے تعبیر فرمایا اور دنیا کی مصلحت جو کچھ اس سے تھی اسکو ارشاد فرمایا کہ چہرہ کی رونق
اور خون اس سے زیادہ ہوتا ہے اور خاوند کو ہم بستر ہونا اچھا معلوم ہوتا ہے اور تامل کرو کہ نور نبوت کی پہونچ آخرت کی مصلحتوں پر تھی جو کہ نبوت
کے مقاصد میں سے اہم تو وہی مصلحتیں ہیں جس حال میں کہ دنیا کی مصلحتیں ایسے ادنے معاملہ میں آپ کو ظاہر ہوگئیں کہ اگر اس سے غفلت
واقع ہو تو ضرر کا خوف ہے باوجودیکہ آپ امی تھے پس پاک ہے وہ ذات جسنے آپ کو لوگوں کی رحمت کے لیے بھیجا تاکہ اپنے مبعوث ہونے
کی برکت سے انکے لیے دنیا اور دین کی مصلحتیں جمع فرماویں صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین آٹھویں داڑھی کا بڑھانا اور اسکو سب
سے پیچھے اسلیے ذکر کیا تاکہ اسکے باب میں جو سنتیں اور بدعتیں ہیں انکو بھی ملا دیں کیونکہ یہی موقع انکے ذکر کا خوب ہے لوگوں نے اس
باب میں اختلاف کیا ہے کہ داڑھی اگر لمبی ہو جاوے تو کیا کرنا چاہیے بعض کا قول ہے کہ اگر مقدار مشت چھوڑ کر باقی کو کتر دے تو کچھ مضائقہ

نہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اور بہت سے تابعین نے ایسا کیا ہے اور شعبی اور ابن سیرین نے اسکو اچھا جانا ہے اور حسن اور قتادہؓ نے اسکو مکروہ فرمایا ہے اور کہا ہے کہ اسکو لٹکی رہنے دینا مستحب ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ڈاڑھی بڑھاؤ اور کترانا پیچھے سے کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ نوبت داڑھی کے کترنے اور سب طرف سے گول کرنے کی نہ پہونچے کیونکہ زیادہ ایسا کرنا بھی پیدا ایش کو برا کرتا ہے اور غیبت کرنے والوں کی زبان اسپر کھلتی ہے کہ فلان لمبی ڈاڑھی والا ہے تو اس نیت سے کہ ان دونوں باتوں سے محفوظ رہے کترانے کا مضائقہ نہیں نخعی کہتے ہیں کہ مجھے تعجب آتا ہے کہ جو شخص عاقل لمبی داڑھی رکھتا ہے وہ اسمین سے کیون نہیں چھانٹتا دو داڑھیوں کے درمیان میں اسکو کیون کرتا ہے ہر چیز میں توسط کا درجہ اچھا ہوتا ہے اور اسی واسطے کہا گیا ہے کہ جب داڑھی لمبی ہو جاتی ہے تو عقل رخصت ہوتی ہے اور داڑھی کے مکروہات دس ہیں اور بعض کی نسبت کہ بعض زیادہ مکروہ ہیں اول سیاہی سے خضاب کرنا اس سے منع وارد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہارے جوانوں میں سے بہتر وہ ہے جو بوڑھوں کی صورت بناوے اور بوڑھوں میں سے بدتر وہ ہے جو جوانوں کی صورت بناتے ہیں بوڑھوں کی صورت بنانے سے غرض یہ ہے کہ وقار اور شائستگی میں بوڑھوں کی طرح ہو یہ نہیں کہ بال سفید کر لے اور جوانوں کی صورت بنانے سے مراد سیاہی سے خضاب کرنے سے ہے اور فرمایا کہ وہ خضاب دوزخیوں کا ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ سیاہی سے خضاب کرنا کافروں کا خضاب ہے اور ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے عہد میں نکاح کیا اور وہ سیاہ خضاب کرتا تھا جب کھونٹیاں نکل آئیں تو بوڑھاپا کھل گیا عورت کے خویش و اقارب نے یہ مقدمہ حضور میں حضرت عمرؓ کے پیش کیا آپ نے نکاح فسخ کر دیا اور اسکو خوب پیٹا اور فرمایا کہ تو نے ان لوگوں کو جوانی سے فریب دیا اور بوڑھاپے کو چھپایا ۔ اور کہتے ہیں کہ اول جس شخص نے خضاب سیاہ کیا فرعون ملعون تھا اور حضرت ابن عباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ ہونگے جو سیاہ خضاب کبوتروں کے پوٹوں کی صورت کا کرینگے وہ جنت کی بو نہ پاوینگے دوسرا خضاب زردی و سرخی سے کرنا یہ خضاب لڑائی میں کافروں پر بوڑھاپا چھپانے کو درست ہے اور اگر اس نیت سے نہو بلکہ دینداروں کی صورت بنانے کو ہو حالانکہ خود ویسا نہو تو برا ہے اور اس خضاب کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زردی اسلام والوں کا خضاب ہے اور سرخی ایمانداروں کا اور پہلے لوگ مہندی سے سرخی کے لیے خضاب کرتے تھے اور خلوق اور کتم کو زردی کے لیے لگاتے تھے اور بعض علما نے جہاد کے لیے سیاہ خضاب بھی کیا ہے اور جس صورت میں کہ آدمی کی نیت درست ہو اور خواہش نفس اور شہوت کی پابندی نہو تو سیاہ کا بھی مضائقہ نہیں تیسرے اگندھک سے بالوں کو سفید کرنا اسلیے کہ جلدی سے عمر زیادہ معلوم ہو اور لوگ عزت کریں اور گواہی مقبول ہو اور استادوں سے روایت کرنے کو سچ جانیں اور جوانوں سے فوقیت حاصل ہو اور علم زیادہ معلوم ہو اس خیال سے کہ عمر میں زیادہ ہونا بزرگی زیادہ کرتا ہے حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ جاہل کو عمر کا زیادہ ہونا جہل ہی زیادہ کرتا ہے کیونکہ علم ثمرہ عقل کا ہے اور وہ سرشتی ہے بوڑھا ہونا اسمین تاثیر نہیں کرتا اور جس شخص کی سرشت حمق ہو اسکو زیادہ دن گذرنے سے بجز حماقت کی زیادتی کے اور کیا ہوتا ہے اکابر سلف کا دستور اس قول کے موجب تھا

شعر کودکے کو بہ عقل پیر بود * نزد اہل خرد کبیر بود *

یعنی بوڑھے لوگ علم کی جہت سے جوانوں کو آگے کرتے تھے حضرت عمرؓ حضرت ابن عباسؓ کو بڑے بڑے صحابہ پر مقدم کرتے تھے حالانکہ عمر میں حضرت ابن عباس چھوٹے تھے اور انسے پوچھا کرتے تھے اوروں سے نہ پوچھتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے علم اپنے بندے کو جوانی ہی میں دیا ہے اور سب بہتری جوانی ہی میں ہے پھر آپ نے یہ آیتیں پڑھیں قالوا سمعنا فتی یذکرهم یقال له ابراهیم اور انهم فتیة آمنوا بربهم وزدناهم هدی اور وآتيناه الحكم صبيا اور حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی حالانکہ آپ کے سر اور داڑھی میں بیس بال سفید نہ تھے لوگوں نے انسے پوچھا کہ ابا حمزہ اسکی وجہ کیا ہے آپ کی عمر زیادہ تھی آپ نے فرمایا کہ خدا تعالی نے آنکو بوڑھاپے کا عیب نہ لگایا لوگوں نے کہا کہ کیا بوڑھاپا برا ہے انھوں نے فرمایا کہ تم سب اسکو برا جانتے ہو اور کہتے ہیں کہ یحیی بن اکثم اکیس برس کے تھے کہ قاضی ہو گئے انکو کسی شخص نے مجلس میں کہا

چھوڑا اور اسکی غرض یہی تھی کہ چھوٹی عمر ہونے کی جہت سے یہ شرماوینگے پوچھا کہ قاضی صاحب کی خدا مدد کرے عمر کیا ہے فرمایا کہ عتاب ابن اسید کے برابر ہوں جسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کا حاکم اور قاضی مقرر فرمایا تھا وہ شخص اس بات کو سنکر لاجواب ہوگیا اور امام مالک سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ تمکو داڑھی دھوکا نہ دے کیونکہ داڑھی تو بکرے کے بھی ہوتی ہے - اور ابو عمرو بن علا کہتے ہیں کہ جب تم کسیکو دیکھو کہ لمبا قد اور چھوٹا سر اور چوڑی داڑھی ہے تو جان لو کہ بیوقوف ہے اگرچہ امیہ بن عبد الشمس ہی ہو - اور ایوب سختیانی کا قول ہے کہ میں نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ ایک لڑکے کے پیچھے جاتا ہے اور اس سے علم سیکھتا ہے اور حضرت امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ جس شخص کے پاس علم تجھ سے پیشتر آوے وہ اس علم میں تیرا امام ہے اگرچہ عمر میں تجھ سے چھوٹا ہو اور ابو عمرو بن علا سے کسی نے پوچھا کہ بوڑھے کو بھلا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کسی سے علم سیکھے فرمایا کہ اگر جہل اسکو برا معلوم ہوتا ہے تو سیکھنا اچھا معلوم ہوگا - اور یحییٰ بن معین نے امام احمد حنبل کو دیکھا کہ امام شافعی کے خچر کے پیچھے جاتے ہیں کہا کہ اے ابو عبد اللہ تم نے سفیان ثوری کی حدیثوں کو باوجود انکی بزرگی کے ترک کیا اور اس لڑکے کے خچر کے پیچھے جاتے ہو اور اسنے حدیث سنی ہو امام احمد نے جواب دیا کہ اگر تم اسکے علم کی قدر سمجھو تو دوسری طرف سے پکڑ لو میں نے اگر سفیان ثوری کا علم انکی بزرگی کی جہت سے نہ پایا تو نیچے کے رستے میں اتر نے سے قول کیا اس جوان کی عقل تو ایسی ہے اگر یہ ہاتھ سے جاتا رہیگا تو مجھکو نہ اوپر سے نہ نیچے سے ملیگی چوتھی داڑھی کے سفید بالوں کا اکھاڑنا تو یہ بھی برا ہے اور اسی سے حدیث میں ممانعت آئی ہے آپ نے فرمایا ہے کہ سفیدی مومن کا نور ہے اور اسکا حال سیاہ خضاب کا سا ہے اسکی علت اوپر بیان ہوئی اور سفیدی نور خدا ہے اس سے اعراض کرنا نور سے منہ پھیرنا ہے پانچویں داڑھی کو کل کو یا کسی قدر کو لنوا دینا ہوس کے طور پر چھوٹا ہونا سو یہ بھی مکروہ اور صورت کو بگاڑنا ہے اور بچی کے دونوں طرف کے بال اکھاڑنے بدعت ہیں ایک شخص جو یہ بال اکھاڑا کرتا تھا حضرت عمر بن عبد العزیز کی عدالت میں آیا آپ نے اسکی گواہی قبول نہ فرمائی - اور حضرت عمر اور ابن ابی لیلیٰ قاضی مدینہ منورہ نے اس شخص کی گواہی قبول نہ فرمائی جو اپنی داڑھی کو اکھاڑا کرتا تھا - اور شروع میں داڑھی کا اکھاڑنا اس نظر سے کہ لڑکے بنے رہیں نہایت بری بات ہے اسلیے کہ داڑھی مردوں کی زیبائش ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے یوں قسم کھاتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جسنے بنی آدم کو داڑھیوں سے زینت دی اور یہ پیدائش کی تمامی ہے اور اسی سے مردوں کو عورتوں سے تمیز کرتے ہیں اور ایک تاویل غریب میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد یزید فی الخلق ما یشاء میں زیادتی سے غرض داڑھی ہی ہے - اور احنف بن قیس کے داڑھی نہ تھی انکے شاگرد کہتے تھے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اگر داڑھی ملے تو بیس ہزار کو بھی لیکر احنف کے لیے خرید دیں - اور شریح قاضی نے کہا ہے کہ اگر میری داڑھی دس ہزار کو بکنے لگے تو لے لوں - اور داڑھی بری کیسے ہو سکتی ہے اسلیے باعث تو آدمی کی تعظیم ہوتی ہے اور علم و وقار کی نظر سے لوگ اسکو دیکھتے ہیں اور مجلسوں میں اونچا بٹھاتے ہیں اور لوگ اسکی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور جماعت میں امام بناتے ہیں اور آبرو محفوظ رہتی ہے کیونکہ جو گالی دیتا ہے تو طرف ثانی کے اگر داڑھی ہوتی ہو تو پہلے اسی پر چوٹ کرتا ہے کہ تھوک ہے اس داڑھی پر - اور کہتے ہیں کہ جنت کے لوگ سب بے ریش ہونگے بجز حضرت ہارون برادر حضرت موسیٰ علیہما السلام کے انکی داڑھی ناف تک ہوگی یہ انکی خصوصیت اور فضیلت کی جہت سے ہے چھٹی داڑھی کو ایسی طرح کترنا کہ نہیں سی معلوم ہو اس نظر سے کہ عورتوں کو اچھی معلوم ہو خواہ بناوٹ پائی جاوے - کعب کا قول ہے کہ آخر زمانے میں کچھ قوم ہونگی کہ اپنی داڑھیوں کو کبوتروں کی دُموں کی طرح پرکتر بنینگے یعنی گول کرینگے اور اپنی جوتیوں سے دبانیوں کی سی آواز نکالینگے ان لوگوں کو دین سے کچھ بہرہ نہیں ساتویں داڑھی میں کچھ بڑھا لینا یعنی دونوں رخساروں پر جو بال کنپٹیوں کے ہوتے ہیں اور واقع میں وہ سر کے ہیں انکو داڑھی میں شمار کرنا اور جبڑے کی ہڈی سے نیچا کرکے نصف رخسار تک نوبت پہونچانی یہ بھی مکروہ ہے کہ نیکیوں کی صورت سے مخالف ہے آٹھویں داڑھی میں لوگوں کے واسطے کنگھی کرنی بشر تو کہتے ہیں کہ داڑھی میں دو عیب ہیں لوگوں کی خاطر کنگھی کرنی اور زہد جتلانے کو انکو چھوڑنا کہ اٹوکرے

[illegible] ترمذی و نسائی روایۃ عمرو بن شعیب [illegible] پیدائش میں [illegible] ۱۲

اور دسوین داڑھی کی سیاہی خواہ سفیدی کو عُجب کی نگاہ سے دیکھنا اور یہ بُرائی تمام اجزاے بدن مین ہو سکتی ہی بلکہ سب افعال اور اخلاق مین عجب کرنا بُرا ہی چنانچہ اسکا بیان عنقریب آویگا۔ غرض کہ زینت اور نظافت کے اقسام مین سے ہکو اسی قدر بیان کرنا منظور تھا اور تین حدیثون سے جسم کے اندر بارہ چیزین مسنون پائی گئی ہین پانچ انمین سے سر مین ہین مانگ نکالنا کلی کرنی ناک مین پانی دینا مونچھونکا کترنا مسواک کرنی اور تین ہاتھ اور پانون مین ہین یعنی ناخن تراشنا اور آوپر کی سلوٹین انگلیون کی اور پنچے کے جوڑون کو صاف کرنا اور چار جسم مین ہین یعنی بغل کے بال اکھاڑنے اور موے زیر ناف مونڈنے اور ختنہ کرنے اور پانی سے استنجا کرنا یہ سب امور احادیث مین وارد ہین اور چونکہ غرض اس کتاب مین طہارت ظاہری سے شروع ہونے سے ہی نہ باطن کے پاک کرنے سے اسی لیے مناسب ہی کہ ہم اسی قدر پر اکتفا کرین اور اسکو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ باطن کے فضلے اور میل جنکو پاک کرنا واجب ہی وہ زائد از حد شمار ہین اور انکی تفصیل انشاء اللہ جلد چہارم مین عنقریب مذکور ہوگی اور بتایا جاویگا کہ انکے دور کرنے کی تدبیر اور دل کو انسے پاک کرنے کا طریق کیا ہی۔ خدا کی عنایت سے باب اسرار طہارت پورا ہوا اور اسکے بعد اسرار نماز کا ذکر ہوتا ہی والحمد للہ اولاً و آخراً و صلی اللہ علی محمد و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم

چوتھا باب نماز کے اسرار کے بیان مین - رباعی مفتاح بہشت کہتے ہین ہی وہ نماز ۔ اخلاص و خشوع سے جو ہو وہ نماز ۔ اسرار صلوۃ پہ نظر کر احسن ۔ تا دل پہ ترے ہو درِ تقا ہو باز ۔ جاننا چاہیے کہ نماز دین کا رکن اور یقین کا تمسک اور ثواب کی چیزون کی اصل اور طاعتون مین عمدہ ہی اور ہمنے اپنی فقہی کتابون بسیط اور وسیط اور وجیز مین اسکے فروع و اصول کو خوب بسط و تفصیل کے ساتھ لکھا ہی اور بہت سی تفریعات نادر اور عجیب و غریب مسائل انمین درج کیے ہین کہ وقت حاجت مفتی کے واسطے ذخیرہ ہون کہ کام کے وقت انکی طرف رجوع کرے اور مدد لے اور اب ہم اس باب مین صرف وہ باتین لکھتے ہین کہ طریق آخرت کے ارادہ کرنے والے کے لیے ضروری ہین یعنی نماز کے اعمال ظاہری اور اسرار باطنی زیب تحریر کرتے ہین اور اسکے خفیہ معانی کے دقائق کو واضح کرتے ہین اور خشوع اور اخلاص اور نیت کے معنی شرح وار بیان کرتے ہین کہ ان امور کو فن فقہ مین لکھنے کی عادت نہین اور اس باب کو سات فصلون پر منقسم کرتے ہین فصل اول نماز اور سجدہ اور جماعت اور اذان وغیرہ کی فضیلت مین مشتمل سات بیانون پر بیان اول اذان کی فضیلت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے دن تین آدمی مشک سیاہ کے ٹیلون پر ہونگے کہ انکو خوف حساب ہوگا نہ اور کسی طرح کی دہشت یہان تک کہ اس حال سے فراغت کیجاویگی جو لوگون مین ہوگا ایک تو وہ شخص جسنے خدا تعالی کی رضا جوئی کے لیے قرآن مجید پڑھا ہوگا اور لوگون کی امامت کی ہوگی اور وہ اس سے خوش رہے ہونگے اور ایک وہ شخص جسنے مسجد مین خداے تعالی کی مرضی کی طلب مین اذان دی ہوگی اور لوگون کو خداے تعالی کی طرف بلایا ہوگا اور ایک وہ شخص کہ دنیا مین غلامی مین مبتلا ہوگیا ہو اور اس بات نے اسکو آخرت کے عمل سے نہ روکا ہو اور فرمایا لا یسمع صوت المؤذن جن ولا انس ولا شیء الا شہد لہ یوم القیمۃ اور فرمایا کہ اللہ تعالی کا ہاتھ موذن کے سر پر رہتا ہی یہان تک کہ اپنی اذان سے فارغ ہو۔ اور بعض مفسرون نے کہا ہی کہ آیت ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا موذنون کے باب مین اتری ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما یقول المؤذن اور یہ امر اچھا اور مستحب ہی کہ جو موذن کہے وہی آپ بھی کہتا جاوے مگر جب وہ حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کہے تو سننے والا کہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور جب وہ کہے قد قامت الصلوۃ تو کہے اقامہا اللہ وادامہا ما دامت السموات والارض اور فجر کی اذان مین جب کہے الصلوۃ خیر من النوم تو کہے صدقت وبررت اور جب اذان کہہ چکے تو یہ دعا پڑھے اللہم رب ہذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ آت محمدا

الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ وابعثہ مقاما المحمود الذی وعدتہ انک لا تخلف المیعاد اور سعید بن مسیب رضہ فرماتے ہین کہ جو شخص جنگل مین نماز پڑھے تو ایک فرشتہ اسکے دہنے سے نماز پڑھتا ہے اور ایک بائین جانب پس اگر اذان اور تکبیر کہتا ہے تو اسکے پیچھے پہاڑ ون کے برابر فرشتے نماز پڑھتے ہین **دوسرا بیان فرض نماز کی فضیلت مین** اللہ تعالی فرماتا ہے ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خمس صلوات کتبھن اللہ علی العباد فمن جاء بھن ولم یضیع منھن شیئا استخفافا بحقھن کان لہ عند اللہ عھدان یدخلہ الجنۃ ومن لم یات بھن فلیس لہ عند اللہ عھد ان شاء عذبہ وان شاء ادخلہ الجنۃ اور فرمایا کہ پانچون نمازون کی مثال ایسی ہے جیسے بہت شیرین پانی کی نہر تم مین سے کسی کے دروازے پر ہو اور وہ اسمین دن بھر مین پانچ بار نہاتا ہو تو یہ پانچ بار نہانا تمھاری دانست مین اسپر کچھ میل چھوڑیگا لوگون نے عرض کیا کہ کچھ نہ چھوڑیگا آپ نے فرمایا کہ تو پانچون نمازین گناہون کو ایسا ہی دور کرتی ہین جیسے پانی میل کو دور کرتا ہے اور ایک حدیث مین فرمایا ان الصلوات کفارۃ لما بینھن ما اجتنبت الکبائر اور فرمایا کہ ہم مین اور منافقون مین فرق عشا اور صبح کا حاضر ہونا ہے کہ منافق ان دونون مین نہین آسکتے اور فرمایا جو شخص اللہ سے ملے اور وہ نماز کا تلف کرنے والا ہو تو اللہ تعالی اسکی نیکیون مین سے کسی کا اعتبار نہ کریگا اور فرمایا کہ نماز دین کا رکن ہے جسنے اسکو ترک کیا اسنے دین کو مسمار کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ اعمال سے کونسا افضل ہے آپ نے فرمایا کہ وقت پر نماز پڑھنی اور فرمایا کہ جو شخص نماز پنجگانہ کی حفاظت کرے کہ وضو کامل سے عین وقت پر ادا کرے تو وہ نماز قیامت کو اسکے لیے نور اور برہان ہوگی اور جو کوئی اسکو تلف کریگا اسکا حشر فرعون اور ہامان کے ساتھ ہوگا اور فرمایا کہ نماز جنت کی کنجی ہے اور فرمایا کہ خدا تعالی نے توحید کے بعد اپنی مخلوق پر نماز سے محبوب تر کوئی چیز نہین فرض کی اور اگر نماز سے محبوب تر خدا تعالی کے نزدیک کوئی اور چیز ہوتی تو فرشتون کے لیے اسکو عبادت مقرر فرماتا حالانکہ انمین نماز کے افعال لیتا ہے کہ کوئی انمین سے رکوع کرنے والا ہے اور کوئی سجدہ کرنے والا اور کوئی کھڑا ہے کوئی بیٹھا اور فرمایا کہ جس شخص نے نماز کو جانکر چھوڑا وہ کافر ہوگیا مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ وہ شخص کفر کے قریب ہوگیا کہ اسکے تمسک کی چیز ڈھیلی ہوگئی اور سہارا گرگیا جیسے کوئی شخص شہر کے قریب پہونچتا ہے تو کہا کرتے ہین کہ شہر مین آگیا اور پہونچ گیا اور ایک حدیث مین آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے نماز جانکر چھوڑی اس سے ذمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بری ہوگیا اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے پھر نماز کا قصد کرکے گھر سے نکلے تو جب تک نماز کی نیت کریگا اسوقت تک اپنی نماز ہی مین رہیگا اور ایک قدم پر اسکو نیکی لکھی جاویگی اور دوسرے پر ایک بدی مٹادی جاویگی پس اگر تم مین سے کوئی تکبیر سنے تو دوڑنا چاہیے کیونکہ بڑا ثواب اسی کو ہوگا جسکا گھر دور ہوگا لوگون نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے فرمایا کہ قدمون کی کثرت کی جہت سے ثواب کی کثرت ہے اور مروی ہے کہ قیامت مین جو آدمی کے اعمال دیکھے جاوینگے ان مین سب سے اول نماز ہوگی وہ اگر پوری پائی جاویگی تو اسکے سارے عمل مقبول ہونگے اور اگر اسمین نقصان ہوگا تو تمام عمل اسکے نامنظور ہونگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ کو ارشاد فرمایا کہ اے ابو ہریرہ اپنے گھر والون کو نماز پڑھنے کا حکم کر خدا تعالی تجکو روزی ایسی جگہ سے پہونچاویگا کہ تو سمجھتا نہو اور بعض علما کا قول ہے کہ نمازی کا حال مثل سوداگر کے ہے کہ جب تک اسکو سرمایہ حاصل نہین ہوتا نفع نہین ملتا اسی طرح نماز کی نفلین مقبول نہین ہوتین جبتک کہ فرض کو ادا نہین کرلیتا اور حضرت ابو بکر جب نماز کا وقت آتا تو فرماتے کہ اٹھو جو آگ تم نے بھڑکائی ہے اسکو بجھاؤ یعنے نماز کو اپنے گناہون کا کفارہ کرو **تیسرا بیان** ارکان کے پورا کرنے کی

فضیلت میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نماز فرض کی مثال مانند ترازو کے ہے جو پورا دیگا پورا لیگا۔ اور یزید رقاشی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز برابر تھی گویا تلی ہوئی ہوتی تھی سب ارکان پورے ایک طرح ادا فرماتے تھے۔ اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو شخص میری امت میں سے نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں ان دونوں کا رکوع اور سجدہ ایک ہی ہے مگر دونوں کی نمازوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس میں آپ نے خشوع کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالی قیامت کے دن اس بندے کیطرف نہ دیکھیگا جو رکوع اور سجدہ کے درمیان میں اپنی پشت سیدھی نہیں کرتا۔ اور فرمایا کہ جو شخص نماز میں اپنا منھ پھیرتا ہے کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ خدا تعالی اسکے منھ کو گدھے کے منھ سے بدل دے۔ اور فرمایا کہ جس شخص نے نماز کو اسکے وقت پر پڑھا اور اسکے لیے وضو اچھی طرح کی اور اسکا رکوع اور سجدہ اور خشوع پورا کیا تو وہ نماز روشن ہوکر اوپر چڑھتی ہے اور کہتی ہے کہ خدا تعالی تیری حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی اور جس نے نماز کو بے وقت پڑھا اور وضو پوری نکی اور نہ اسکے رکوع اور سجدہ اور خشوع کو کامل طور پر ادا کیا تو یہ نماز سیاہ رنگ ہوکر اوپر جاتی ہے اور کہتی ہے کہ خدا تعالی تجھکو ضائع کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا یہانتک کہ جب وہاں پہنچتی ہے جہاں خدا کی مرضی ہو تو وہ کپڑے کی طرح لپیٹی جاتی ہے اور اس شخص کے منھ پر ماری جاتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں چوری میں سب سے برا وہ ہے جو اپنی نماز میں سے چورا دے۔ اور حضرت ابن مسعود اور سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ نماز ایک پیمانہ ہے جو پورا دیگا پورا پاویگا اور جو اسمیں کمی کریگا تو اسکو معلوم ہی ہے کہ اللہ تعالی نے پیمانے کے کم کرنے والے کے باب میں کیا کہا ہے۔

چوتھا بیان جماعت کی فضیلت میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلوٰۃ الجمیع تفضل صلوٰۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ۔ اور حضرت ابو ہریرہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو بعض نمازوں میں نہ پایا تو فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کسی شخص کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم کروں اور خود ان لوگوں کو تلاش کروں جو نماز میں نہیں آتے اور انکے گھر پھونک دوں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز سے بیٹھ رہتے ہیں پھر حکم کروں کہ لکڑیوں کے گٹھوں سے انکے گھر پھونک دیے جاویں اور اگر ان میں سے کسی کو یہ معلوم ہو کہ مجکو پر گوشت ہڈی یا دو پائے بکری کے ملینگے تو نماز عشا میں ضرور آوے۔ اور حضرت عثمان مرفوعا فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز عشا میں حاضر ہوا وہ گویا آدھی رات شب بیدار رہا اور جو صبح کی نماز میں آیا وہ گویا ایک رات شب بیدار ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص جماعت میں نماز پڑھتا ہے تو اسکا سینہ عبادت سے بھر جاتا ہے اور سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ بیس برس سے میرا یہ حال ہے کہ جب موذن نے اذان دی ہے تو میں مسجد ہی میں ہوا ہوں۔ اور محمد بن واسع نے فرمایا کہ میں دنیا سے صرف تین چیزیں چاہتا ہوں اول بھائی کہ جب میں کج ہوں مجھے سیدھا کر دے دوسری قدر قوت حلال کہ خالی از تبعہ ہو تیسری نماز باجماعت کہ اسکی بھول مجھے معاف کر دی جاوے اور اسکی بزرگی میرے لیے لکھ دیجاوے۔ اور روایت ہے کہ حضرت ابو عبیدہ نے ایکبار کچھ لوگوں کو نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ اسوقت شیطان میرے ساتھ لگا رہا یہانتک کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ مجکو اوروں پر بڑائی ہے ایسا ہرگز امامت کبھی نکروں گا۔ اور حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ جو آدمی علما کے پاس آمد و رفت نرکھتا ہو اسکے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ اور نخعی فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کی امامت بدون علم کے کرتا ہے وہ ایسا ہے کہ سمندر کے پانی کو ناپتا ہو کہ اسکی کمی اور بیشی کو کچھ نہیں جانتا۔ اور حاتم اصم کا قول ہے کہ ایکبار جماعت کی نماز فوت ہوئی تو ابو اسحاق بخاری نے صرف میری تعزیت کی اور اگر میرا لڑکا مرجاتا تو دس ہزار آدمی سے زیادہ تعزیت کرتے کیونکہ دین کی مصیبت لوگوں کے نزدیک دنیا کی مصیبت سے آسان ہے۔ اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اذان سنی اور نماز کو حاضر نہ ہوا تو اسنے بہتری کا قصد نہ کیا نہ اس سے کچھ بھلائی مقصود ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا ہے کہ آدمی کے کانوں میں رانگ پگلا کر بھر دیا جاوے تو اس سے بہتر ہے کہ اذان سنے اور نماز کو نہ آوے۔ اور مروی ہے کہ میمون بن مہران مسجد میں آئے کسی نے ان سے کہا کہ لوگ تو نماز پڑھکر چلے گئے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون اس جماعت کی نماز کی فضیلت مجکو

عراق کی حکومت کی نسبت کہ زیادہ پسند ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من صلی اربعین یوما الصلوات فی جماعۃ لا تفوتہ فیہا تکبیرۃ الاحرام کتب اللہ لہ برائتین براءۃ من النفاق وبراءۃ من النار۔ اور کہتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو کچھ لوگ اپنے اٹھینگے کہ انکے چہرے روشن ستارے کی طرح چمکتے ہونگے فرشتے انسے کہینگے کہ تمہارے اعمال کیا تھے وہ کہینگے کہ جب ہم اذان سنا کرتے تھے تو طہارت کو اٹھ کھڑے ہوتے تھے پھر دوسرا کام ہمکو حارج نہوتا تھا پھر ایک جماعت اٹھے گی کہ انکے منہ چاند جیسے ہونگے وہ فرشتوں کے سوال کے بعد یہ کہینگے کہ ہم وقت سے پہلے وضو کیا کرتے تھے پھر کچھ لوگ اپنے اٹھینگے کہ انکے چہرے آفتاب کی طرح چمکتے ہونگے وہ یہ کہینگے کہ ہم اذان مسجد ہی میں سنا کرتے تھے۔ اور روایت ہے کہ اکابر سلف سے اگر تکبیر اولی فوت ہو جاتی تھی تو تین دن اپنے نفسوں پر تعزیت کرتے اور اگر جماعت فوت ہوتی تھی تو سات روز۔ **پانچواں بیان سجدے کی فضیلت میں**۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما تقرب العبد الی اللہ بشیء افضل من سجود خفی اور فرمایا ما من مسلم یسجد للہ سجدۃ الا رفعہ اللہ بہا درجۃ وحط عنہ بہا سیئۃ۔ اور مروی ہے کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اللہ سے دعا فرمائے کہ مجھکو آپ کی شفاعت والوں میں سے کرے اور جنت میں آپ کی رفاقت نصیب کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو کثرت سجدہ سے میری مدد کر۔ اور مروی ہے کہ بندہ زیادہ تر قریب اللہ تعالی سے اسوقت ہوتا ہے کہ سجدہ کرنے والا ہو اور یہی مراد ہے اس ارشاد خداوندی میں واسجد واقترب اور اللہ تعالی فرماتا ہے سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود اس آیت میں اثر سجدہ سے بعضوں نے یہ مراد لی ہے کہ سجدہ کے وقت جو چہرہ پر خاک لگ جاتی ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ نور خشوع ہے جو باطن سے ظاہر پر چمکتا ہے اور یہ قول اصح ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے غرض وہ روشنی ہے کہ وضو کے نشان کی جہت سے قیامت کو چہرے پر ہوگی۔ اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی سجدہ کی آیت پڑھتا ہے اور سجدہ کرتا ہے تو شیطان علیحدہ ہو کر روتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے مصیبت انکو سجدے کا حکم ہوا انہوں نے سجدہ کیا تو انکو جنت ہوئی اور مجھکو سجدے کا حکم ہوا اور میں نے نہ مانا تو مجھکو دوزخ ملی۔ اور علی بن عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ ہر روز ہزار سجدے کیا کرتے تھے۔ اور لوگ اسی جہت سے انکو سجاد کہتے تھے اور مروی ہے کہ عمر بن عبد العزیز بجز مٹی کے اور کسی چیز پر سجدہ نہ کرتے تھے اور یوسف بن اسباط کہا کرتے تھے کہ اے گروہ جوانان مرض سے پیشتر تندرستی کیطرف سبقت کرو کہ میں بجز اس شخص کے اور کسی پر حسد نہیں کرتا جو اپنا رکوع اور سجدہ پورا کرتا ہے اور مجھ میں اور رکوع سجدہ کرنے میں اب مرض حائل ہو گیا ہے۔ اور سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ میں دنیا کی کسی چیز پر رنج نہیں کرتا بجز سجدہ کے۔ اور عقبہ بن مسلم نے کہا ہے کہ کوئی خصلت بندہ میں اللہ تعالی کے نزدیک اس سے محبوب تر نہیں کہ بندہ خدا سے تعالی کے ملنے کو پسند کرے اور کوئی ساعت ایسی نہیں جسمیں بندے کو قرب الہی زیادہ ہو بجز سجدہ کرنے کی ساعت کے اور حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا ہے کہ بندہ زیادہ تر قریب خدا سے تعالی سے سجدے کے وقت ہوتا ہے پس سجدہ میں زیادہ دعا کیا کرو۔ **چھٹا بیان خشوع یعنے فروتنی کی فضیلت میں**۔ اللہ تعالی فرماتا ہے واقم الصلوۃ لذکری اور فرمایا ولا تکن من الغافلین اور فرمایا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون اس میں سکاری سے بعضوں نے یہ مراد لی ہے کہ کثرت غم سے متوالی ہوں اور بعضوں نے کہا کہ دنیا کی محبت سے مست ہوں۔ اور وہبؒ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے ظاہر معنی ہیں کہ نشے سے مست ہو غرض کہ اس میں تنبیہ ہے دنیا کے نشے پر کیونکہ علت کو بیان فرما دیا ہے کہ جب تک تم جانو کہ کیا کہتے ہو اور بہت سے نمازی ایسے ہوتے ہیں کہ نشا نہیں پیتے ہوئے ہیں مگر انکو نہیں خبر ہوتی کہ نماز میں کیا کہہ رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من

[illegible]

[illegible]

رکعتین لم یحدث نفسہ فیہما بشیء من الدنیا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ اور فرمایا کہ انما الصلوۃ تمسکن وتواضع وتضرع وتباوس وتنادم وترفع یدیک فیقول اللہم اللہم فمن لم یفعل فہی خداج - اور اللہ تعالیٰ سے بعض پہلی کتابوں میں یوں مروی ہے کہ یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں ہر ایک نمازی کی نماز مقبول نہیں کرتا بلکہ اس شخص کی نماز قبول کرتا ہوں جو میری عظمت کے سامنے فروتنی کرے اور میرے بندوں پر تکبر نہ کرے اور بھوکے فقیر کو کھانا میری رضا کے لیے کھلاوے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز کا فرض ہونا اور حج اور طواف کا حکم ہونا اور دوسرے ارکان کا مقرر ہونا صرف ذکر الٰہی کے برپا کرنے کے لیے ہے پس اگر تیرے دل میں جو مقصود ہے اسکی یاد نہوا اور عظمت اور ہیبت مطلوب نہیں تیرا دل خالی ہو تو تیرے ذکر کی قیمت کچھ نہیں - اور جس شخص کو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی اسکو ارشاد فرمایا کہ اذا صلیت فصل صلوۃ مودع یعنی اپنے نفس اور خواہش اور عمر کو رخصت کرکے اپنے مولیٰ کی طرف چلے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملاقیہ اور فرمایا واتقوا اللہ واعلموا انکم ملاقوہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اسکی نماز فحش اور برائی سے منع نہ کرے تو وہ خدا تعالیٰ سے دور ہی ہوتا جاویگا - اور نماز تو خدا تعالیٰ سے مناجات کرنے کا نام ہے تو غفلت کے ساتھ کیسے ہو جاویگی - اور بکر بن عبداللہ کا قول ہے کہ اے ابن آدم اگر تو اپنے آقا کے پاس بدون اسکی اجازت کے جانا چاہے اور بدون کسی میانی واسطے کے اس سے گفتگو کرنی چاہے تو ہو سکتا ہے لوگوں نے کہا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہا کہ وضو کامل کرکے محراب میں جا کھڑے ہو کہ اپنے آقا کے سامنے بدون اجازت چلے جاؤ گے پھر اس سے بدون ذریعہ درمیانی باتیں کرو - اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمسے باتیں کیا کرتے تھے اور ہم آپ سے کچھ کہتے تھے مگر جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو آپ گویا ہمکو نہ جانتے تھے اور ہم آپ کو نہ پہچانتے تھے اسقدر خدا تعالیٰ کی عظمت میں مشغول ہوتے تھے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا ینظر اللہ الی صلوۃ لا یحضر الرجل فیہا قلبہ مع بدنہ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب نماز کو کھڑے ہوتے تو انکے دل کی آواز اضطراب دو میل کے فاصلے پر سنائی دیتی تھی - اور سعید تنوخی جب نماز پڑھتے تو انکے آنسو رخساروں پر سے داڑھی پر گرنے سے نہ تھمتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں اپنی داڑھی سے کھیلتا ہے فرمایا کہ اگر اسکا دل خشوع کرتا تو اسکے اعضا بھی خشوع کرتے - اور روایت ہے کہ حضرت حسن بصری نے ایک شخص کو دیکھا کہ کنکروں سے کھیل رہا ہے اور کہتا ہے کہ الٰہی میرا نکاح حور عین سے کردے - آپ نے فرمایا کہ تو اچھا توشہ نہیں رکھتا کہ منگنی حور عین سے چاہتا ہے اور کنکروں سے کھیلتا ہے - اور خلف بن ایوب سے کسی نے کہا کہ کیا نماز میں تمکو مکھی نہیں ستاتی کہ تم اسکو ہٹا دو فرمایا کہ میں اپنے نفس کو ایسی چیز کا عادی نہیں کرتا کہ میری نماز کو فاسد کردے سائل نے کہا کہ تمکو صبر کیسے ہوتا ہے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ فاسق بادشاہی کوڑوں کے نیچے صبر کرتے ہیں تاکہ لوگ کہیں کہ بڑے صابر ہیں اور اس بات کا آپس میں فخر کرتے ہیں اور میں تو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا رہتا ہوں تو کیا اسکی مکھی سے جنبش کروں - اور مسلم بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ نماز کا ارادہ کرتے تھے تو اپنے گھر والوں سے کہتے کہ تم آپس میں باتیں کرو اب میں تمہاری گفتگو نہیں سنونگا اور ایک روز وہ بصرے کی جامع مسجد میں نماز پڑھتے تھے کہ مسجد کی ایک طرف گرگئی اسکے لیے لوگ جمع ہوئے مگر انکو نماز سے فارغ ہونے تک کچھ بھی معلوم نہوا - اور حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا دستور تھا کہ جب وقت نماز کا آتا تو آپ کانپتے اور چہرے کا رنگ بدل جاتا لوگ آپ سے پوچھتے کہ یا امیر المؤمنین آپکا کیا حال ہے فرماتے کہ اس امانت کا وقت آیا جسکو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی اور انکے اٹھانے سے سب نے انکار کیا اور انسانوں نے اسکو اٹھایا - اور حضرت امام زین العابدینؓ سے مروی ہے کہ جب وضو کرتے تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا آپ کے اہل خانہ نے پوچھا کہ وضو کے وقت آپ کی یہ کیا عادت ہے آپ نے فرمایا کہ تم جانتی نہیں کہ میں کس شخص کے سامنے کھڑا ہوا چاہتا ہوں - اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی مناجات میں کہا کہ الٰہی تیرے گھر میں یعنی جنت میں کون رہیگا اور تو کس شخص کی نماز قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے

اتکو وحی بھیجی کہ اے داؤد جو شخص میری عظمت کے سامنے فروتنی کرتا ہے اور اپنا دن میری یاد مین کاٹتا ہے اور اپنے نفس کو میرے سبب شہوات سے روکتا ہے
بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے اور مسافر کو جگہ دیتا ہے اور مصیبت زدہ پر ترس کھاتا ہے وہی ہے جو میرے گھر مین رہیگا اور اُسی کی مین نماز قبول کرتا ہون اسی شخص کا نور
آسمانون مین مثل آفتاب کے چمکتا ہے اگر وہ مجکو پکارتا ہے تو مین جواب دیتا ہون اور جو مجھسے مانگتا ہے مین اُسکو عطا کرتا ہون جہل کی مین اسکے لیے علم کر دیتا ہون اور غفلت کی
اُسکے لیے ذکر اور اندھیرے کو اُجالا کر دیتا ہون اُسکی مثال لوگون مین ایسی ہے جیسے جنت فردوس اور بہشتون مین ہے کہ نہ اُسکی نہرین خشک ہوتی ہین نہ میوے بگڑتے ہین
اور حاتم اصم کے حال مین کہتے ہین کہ اُنسے کسی نے اُنکی نماز کا حال دریافت کیا فرمایا کہ جب نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو مین وضو کامل کرکے اُس جگہ آتا ہون جہان
نماز پڑھنے کا ارادہ ہو وہان اگر بیٹھتا ہون یہان تک کہ میرے اعضا سب مطمئن ہو جاوین پھر مین نماز کو کھڑا ہوتا ہون اور کعبے کو اپنے ابروکے سامنے اور پل
صراط کو اپنے قدم کے تلے اور جنت کو داہنی طرف اور دوزخ کو بائین طرف اور ملک الموت کو پشت کے پیچھے کرتا ہون اور اس نماز کو سب سے
پچھلی نماز جانتا ہون پھر خوف و رجا کے ساتھ کھڑا ہوا اللہ اکبر آواز سے کہتا ہون اور قرارت اچھی طرح پڑھتا ہون اور رکوع تواضع کے ساتھ
اور سجدہ خشوع کے ساتھ کرتا ہون اور بائین سُرین پر بیٹھکر بائین پانوّن کو بچھا لیتا ہون اور داہنے پانوّن کے انگوٹھے کو کھڑا رکھتا ہون اور ساری
نماز مین اخلاص کا اتباع کرتا ہون پھر مین نہین جانتا کہ وہ مجھسے قبول ہوئی یا نہین اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ متوسط دو رکعتین تفکر کے
ساتھ ایک رات کی شب بیداری سے بہتر ہین جسمین دل غافل ہو

ساتوان بیان مسجد اور نماز کی جگہ کی فضیلت مین

اللہ تعالی فرماتا ہے
انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من بنی للہ مسجدا ولو کمفحص قطاۃ بنی اللہ لہ قصرا فی الجنۃ
اور فرمایا من الف المسجد الفہ اللہ تعالی اور فرمایا اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس اور فرمایا کہ مسجد کے ہمسایہ کی نماز بجز مسجد کے
اندر پڑھنے کے نہین ہوتی۔ اور فرمایا کہ فرشتے تم سے ایک پر رحمت بھیجتے رہتے ہین جب تک کہ وہ اپنی نماز پڑھنے کی جگہ مین رہتا ہے فرشتے کہتے ہین
کہ الٰہی اس شخص پر رحمت بھیج الٰہی اسپر مہر کر الٰہی اُسکو بخشدے بشرطیکہ نماز ی بے وضو نہو جاوے یا مسجد سے باہر جاوے۔ اور فرمایا کہ آخر زمانے
مین میری اُمت مین سے کچھ لوگ آوینگے کہ مسجدون مین آکر حلقہ بنا کر بیٹھینگے اُنکا ذکر دنیا اور دنیا کی محبت ہوگی تم اُنکے پاس مت بیٹھنا کہ اللہ تعالی کو
اُنسے کچھ مطلب نہین۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے اپنی بعض کتابون مین فرمایا ہے کہ میری زمین مین میرے گھر مسجدین ہین اور میری زیارت کرنے والے
اُسکے اندر وہ ہین جو اُنکو آباد رکھنے والے ہین پس خوشحالی ہے اُس بندے پر کہ اپنے گھر سے پاک و صاف ہو کر میرے گھر مین میری زیارت کو آوے
اور گھر والے پر حق ہے کہ اپنے یہان آنے والے کا اکرام کرے۔ اور فرمایا کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے تو اُسکے ایمان کی گواہی دو۔ اور
حضرت سعید بن مسیب رض نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد مین بیٹھے وہ اپنے رب کے ساتھ ہمنشینی کرتا ہے تو اُسکے حق مین نہایت مناسب ہے کہ بجز خیر کے
اور کچھ نہ کہے۔ اور کسی قول تابعی یا حدیث مین مروی ہے کہ مسجد مین بات کرنی نیکیون کو ایسا کھاتی ہے جیسے چوپائے گھاس کو کھاتے ہین اور نخعی
فرماتے ہین کہ اکابر سلف کا اعتقاد یہ تھا کہ اندھیری رات مین مسجد کو جانا جنت کا موجب ہے۔ اور حضرت انس بن مالک رض فرماتے ہین کہ جو شخص مسجد مین
چراغ جلا دے تو جبتک اُسکی روشنی مسجد مین رہتی ہے تب تک اُس شخص کے لیے فرشتے اور عرش کے اُٹھانے والے استغفار طلب کرتے ہین
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو زمین مین سے اُسکی نماز پڑھنے کی جگہ اور آسمان مین سے اُسکے عمل کے چڑھنے کی
جگہ اُسپر روتی ہین اور اسکی تصدیق کے لیے یہ آیت پڑھی فما بکت علیہم السماء والارض وما کانوا منظرین اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ زمین
اُس شخص پر چالیس روز روتی ہے۔ اور عطاء خراسانی نے کہا ہے کہ جو آدمی کسی جگہ پر زمین سے سجدہ کرتا ہے تو وہ ٹکڑا زمین کا قیامت کو اُسکی شہادت
دیگا اور جس دن وہ مریگا اُسپر روئیگا۔ اور انس بن مالک رض نے فرمایا ہے کہ جس زمین کے ٹکڑے پر خدا تعالی کا ذکر نماز سے خواہ یاد سے ہوتا ہے
وہ ٹکڑا اپنے گرد کے ٹکڑون پر فخر کرتا ہے اور ذکر الٰہی کی بشارت انتہا سے ساتوین درجہ زمین تک پہونچاتا ہے اور جو بندہ کہ کھڑا ہوکر نماز پڑھتا ہے
اُسکے لیے زمین آراستہ ہوتی ہے۔ اور کہتے ہین کہ جس منزل مین لوگ اُترتے ہین صبح کو وہ منزل یا اُنپر رحمت بھیجتی ہے یا لعنت کرتی ہے دوسری

نماز کے اعمال ظاہری کی کیفیت اور تکبیر شروع اور اس سے پہلے کے احوال کے ذکر مین - جب نمازی وضو سے اور بدن اور مکان اور کپڑے
کی نجاست کے پاک کرنے سے فارغ ہوا اور ستر برہنگی کا ناف سے لیکر زانو تک کر چکے تو چاہیے کہ قبلہ رخ دونون پانون مین کچھ فاصلہ دیکر کھڑا ہو دونون
پانون کو آپس مین نہ ملاوے اسطرح کھڑا ہونا آدمی کی فقہ اور سمجھ پر دلالت کرتا ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مین صفد اور صفن سے
منع فرمایا ہے صفد تو اسکو کہتے ہین کہ دونون پانون ایک ساتھ جوڑ لے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مقرنین فی الاصفاد اور صفن یہ ہے کہ ایک پانون پر زور
دیکر دوسرے کو خمیدہ کر لے جیسا اس آیت مین ہے الصافنات الجیاد یہ صورت تو دونون پانون مین قیام کے وقت قابل لحاظ ہوا اور دونون زانو
اور کمر مین یہ لحاظ چاہیے کہ سیدھے قائم رہین اور سر کو چاہیے سیدھا رہنے دے خواہ گردن جھکا لے اور گردن جھکانا فروتنی کے قریب تر ہے اور
نظر کو نیچا رکھنا ہوا اور چاہیے کہ نظر جا نماز پر رہے جسپر نماز پڑھتا ہے اور اگر جا نماز نہو دیوار کے قریب کھڑا ہو یا اپنے اطراف مین لکیر کھینچ لے کہ نگاہ کی
مسافت اس سے بھی کم ہو جاتی ہے اور فکر کو پراگندہ نہین ہونے دیتی اگر جا نماز کے کنارون یا لکیر کی حدون سے نگاہ باہر نکلے تو اسکو روکنا چاہیے
اور اس قیام کو اسی طرح رکوع تک رکھنا چاہیے کہ کسی طرف دھیان نہو یہ قاعدہ قیام کا ہے جب قیام قبلہ رخ سیدھا کر لے اور ہاتھ پانون بھی سب
برابر ہون اسوقت قل اعوذ برب الناس شیطان سے محفوظ رہنے کے لیے پڑھے پھر تکبیر کہے اور اگر کسی مقتدی کے آجانے کی توقع ہو تو اول
اذان کہے پھر نیت کو حاضر کرے یعنی مثلاً ظہر مین دل کے اندر نیت کرے اور کہے کہ مین ظہر کے فرض اللہ کے لیے ادا کرتا ہون اسمین ادا کے
لفظ سے تو قضا سے تمیز ہو جاویگی اور فرض کے کہنے سے نفل سے علیحدگی ہو گی اور ظہر کہنے سے عصر وغیرہ سے فرق ہو جاویگا اور چاہیے کہ
ان الفاظ کے معانی دل مین موجود رہین کہ نیت اسی کو کہتے ہین الفاظ تو صرف یاد دلانے والے اور اسکے دل مین موجود ہونے کے اسباب
ہین اور یہ کوشش کرے کہ یہ نیت تکبیر کے آخر تک قائم رہے کہ غائب نہونے پاوے جب دل مین یہ بات موجود ہو جاوے تو اپنے دونون ہاتھ
دونون شانون تک اٹھاوے اس طرح کہ دونون ہتھیلیان مقابل دونون شانون کے ہون اور دونون انگوٹھے مقابل کانون کی لو کے
اور انگلیون کے سر مقابل دونون کانون کے ہون تاکہ اس باب مین جتنی احادیث وارد ہین سب کا جامع ہو اور دونون ہتھیلیون کو قبلہ رخ
کرے اور انگلیون کو کھلا رکھے یعنی نہ بند کرے نہ پھیلانے مین تکلف کرے بلکہ انکو انکی طبیعت پر چھوڑ دے اسلیے کہ آثار مین انکا پھیلانا اور ملا
رکھنا منقول ہے اور یہ صورت دونون کے درمیان ہے اس جہت سے یہی اولی ہے اور جبکہ ہاتھ اپنے ٹھکانے پر ٹھہر جاوین تب نیت کا دل مین
حاضر کرنا اور اللہ اکبر کہنا اور ہاتھون کو جھکانا شروع کرے اور اللہ اکبر پورا کرکے دونون کو ناف کے اوپر اور چھاتی کے نیچے باندھے اسطرح کہ
دہنا ہاتھ اوپر ہو اور بایان نیچے تاکہ دہنے کو فضیلت ہو کہ بائین کے اوپر رہے اور دہنے ہاتھ کی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی بائین ہاتھ
کے ساعد پر پھیلا دے اور انگوٹھے اور چھنگلیا سے بائین کے پہونچے کو پکڑ لے اور اللہ اکبر کہنا روایتون مین ہاتھ اٹھانے کے ساتھ بھی آیا ہے
جسوقت کہ وہ اٹھکر ٹھہر جاوین اسوقت بھی آیا ہے اور انکو باندھنے کے لیے جھکانے کے ساتھ بھی وارد ہے اور ان کل صورتون مین کچھ حرج نہین
لیکن جھکانے کے وقت مین اللہ اکبر کہنا میرے نزدیک لائق تر ہے اسلیے کہ یہ کلمہ عقد کا ہے اور ایک ہاتھ کا دوسرے پر رکھنا اس عقد کی صورت ہے
اور یہ صورت ہاتھون کو جھکانے سے شروع ہوتی ہے اور انکے باندھنے تک پوری ہوتی ہے اور شروع اللہ اکبر کا الف ہے اور تمامی رے تو مناسب
یہ ہے کہ فعل اور عقد مین مطابقت کا لحاظ کیا جاوے باقی رہا ہاتھون کا اٹھانا وہ اس شروع کا مقدمہ ہے اس سے اسقدر مناسبت نہین جتنی
جھکانے کی صورت سے ہے پھر اللہ اکبر کہنے مین اپنے ہاتھ بہت آگے نہ بڑھاوے اور نہ شانون کے پیچھے انکو لیجاوے اور نہ دہنے بائین
جھٹکے جبکہ اللہ اکبر کہہ چکے بلکہ انکو آہستہ اور نرمی سے نیچے لٹکا دے پھر نئے سر سے دہنا ہاتھ بائین پر ہاتھ کو لٹکانے کے بعد رکھ لے اور بعض
روایتون مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر کہنے کے بعد اپنے ہاتھ لٹکا دیتے تھے اور جب قرات کا ارادہ کرتے تھے تو دہنے
ہاتھ کو بائین پر رکھ لیتے تھے تو یہ حدیث اگر صحیح ہو تو جو ہمنے ذکر کیا ہے اس سے یہ بہتر ہے - اور چاہیے کہ اللہ اکبر کی ہ کو تھوڑا سا پیش دے

ایسا کرے کہ ہ کے بعد وادی معلوم ہوتی ہیں کو بہت بڑھانے سے واو پیدا ہو جاتی ہے اور اکبر کی ب کے بعد الف نہ کہے کہ اکبار کہنا پایا جاوے اور
اکبر کی ر کو جزم کرے اسپر پیش نہ پڑھے یہ صورت اللہ اکبر کہنے اور اسکے ساتھ کے اعمال کی ہے قراءت پھر شروع کی دعا پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ
اللہ اکبر کے بعد یون ملا کر پڑھے اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من
المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اسکے بعد کہے سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک
اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک تاکہ جتنے متفرق امور اخبار مین وارد ہین سب جمع ہو جاوین اور اگر امام کے پیچھے ہو اور امام اتنا لمبا سکتہ نہ کرے
کہ جسمین نمازی الحمد پڑھ لے تو اسی قدر دعا پر کفایت کرے اور اگر اکیلا ہو یا امام کے پیچھے مہلت پاوے تو بعد دعا کے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
کہکر سورۃ فاتحہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرے اور سب تشدیدون اور حرفون کو پورا پڑھے اور کوشش کرے کہ ضاد و ظا مین ملنے نہ پاوے
اور الحمد کے آخر مین آمین کہے پر کھینچ کر کہے اور آمین کو ولا الضالین مین نہ ملاوے اور نماز صبح اور مغرب اور عشا مین قراءت پکار کر پڑھے بشرطیکہ مقتدی
نہو اور آمین پکار کر کہے پھر ایک سورت یا مقدار تین آیتون خواہ زیادہ کے پڑھے اور سورت کے آخر کو رکوع کے اللہ اکبر مین نہ ملاوے بلکہ دونون
مین فاصلہ بمقدار سبحان اللہ کہنے کا رکھے اور صبح کی نماز مین طوال مفصل پڑھے اور مغرب مین قصار مفصل اور ظہر اور عصر اور عشا مین والسماء
ذات البروج اور اسکے مثل اور سورتین پڑھے اور صبح کی نماز مین سفر کی حالت مین قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھے اور فجر کی سنتون اور
دوگانہ طواف اور دوگانہ تحیت مین بھی یہی دونون پڑھے اور قراءت کی انتہا تک کھڑا رہے اور ہاتھ اسی طرح باندھے رہے جیسا اوپر ہمنے بیان
کیا ہے رکوع اور اسکے لواحق پھر رکوع کرے اور اسمین کئی باتون کا خیال کرے یعنی رکوع کے لیے اللہ اکبر کہے اور اس تکبیر کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھاوے
اور تکبیر کو اتنا بڑھاوے کہ رکوع مین پہونچنے تک تمام ہو اور اپنی ہتھیلیاں رکوع کے اندر دونون زانو پر رکھے اور انگلیاں پھیلی ہوئی پنڈلی کے طول
کیجانب قبلہ رخ ہون اور اپنے گھٹنون کو سیدھا رکھے انکو ٹیڑھا نہ کرے اور اپنی کمر کو برابر پھیلاوے اور گردن اور سر اور پیٹھ ایک سطح جیسے ہون
کہ نہ سر نیچا ہو نہ اونچا اور اپنی کہنیون کو دونون پہلو سے علیحدہ رکھے اور عورت اپنی کہنیاں پہلو سے ملی رکھے اور رکوع مین تین بار سبحان ربی العظیم
کہے اور تین بار سے زیادہ سات اور دس بار تک بہتر ہے بشرطیکہ امام نہو پھر رکوع سے قیام کی طرف اٹھے اور دونون ہاتھ شانون تک اٹھاوے
اور کہے سمع اللہ لمن حمدہ اور سیدھا مطمئن کھڑا ہو اور کہے ربنا لک الحمد ملاء السموات وملاء الارض وملاء ما شئت من شیء بعد اور اس قیام کو بجز صلوۃ التسبیح
کے اور نمازون مین طول نہ دے اور صبح کے وقت دوسری رکعت مین سجدہ سے پیشتر دعائے قنوت ان الفاظ سے پڑھے جو احادیث مین مروی ہیں
سجدہ پھر تکبیر کہتا ہوا سجدے کو جھکے اور اپنے گھٹنے زمین پر رکھے اور پیشانی اور ہتھیلیاں کھلی ہوئی زمین پر رکھے اور جھکنے کے وقت اللہ اکبر کہے
اور بدون رکوع کے اور جگہ ہاتھ شانون تک نہ اٹھاوے اور چاہیے کہ سب سے پہلے اپنے زانو زمین پر رکھے اسکے بعد دونون ہاتھ اور آخر کو منہ
اور سجدہ مین ناک بھی زمین پر رکھے اور کہنیون کو پہلو سے علیحدہ رکھے اور عورت ایسا نہ کرے اور پاؤن کی انگلیاں پھیلی رکھے اور عورت یہ نہ کرے
اور سجدے مین پیٹ کو رانون سے الگ رکھے اور رانین جدی جدی ہون اور عورت پیٹ کو رانون سے اور رانون کو آپس مین ملی ہوئی رکھے
اور ہاتھون کو شانون کے مقابل زمین پر رکھے اور ہاتھون کی انگلیون کو پھیلاوے نہین بلکہ آپس مین انگوٹھے کے ملاوے اور اگر انگوٹھے کو
نہ ملاوے تو کچھ مضائقہ نہین اور اپنے ہاتھ زمین پر نہ بچھاوے جیسے کتا بچھاتا ہے بلکہ کہنیاں ابھری رکھے کہنیاں زمین پر لگانے سے نہی وارد ہے
اور سجدہ مین تین بار سبحان ربی الاعلی کہے اور اگر زیادہ دفعہ کہے تو بہتر ہے مگر جس صورت مین کہ امام ہو تین بار سے زیادہ نہ کہے پھر سجدے سے
اٹھکر اطمینان سے بیٹھ جاوے یعنی اپنا سر تکبیر کہتا ہوا اٹھاوے اور بائین پاؤن پر بیٹھکر دہنے قدم کو کھڑا رکھے اور اپنے دونون ہاتھ رانون
پر رکھے اور انگلیاں کھلی رکھے انکے ملانے مین تکلف نہ کرے نہ پھیلانے مین مبالغہ کرے اور اس جلسے مین کہے رب اغفرلی وارحمنی وارزقنی واہدنی

واجبرنی وعافنی واعف عنی اور اس جلسہ کو بجز صلوٰۃ التسبیح کے اور نمازمین بہت نہ بڑھاوے پھر پہلے سجدے کی طرح دوسرا سجدہ کرے اور اسکے
بعد تھوڑا سا جلسہ استراحت کرے اور یہ جلسہ استراحت ہر رکعت کے بعد جسمین التحیات نہ ہو ہوتا ہو پھر ہاتھ کا سہارا زمین پر دیکر اُٹھ کھڑا ہو مگر اُٹھنے
مین کوئی پانون آگے نہ بڑھاوے اور تکبیر کو اتنا بڑھاوے کہ بیٹھنے کے درمیان سے کھڑے ہونے کے درمیان تک جاوی ہو جاوے یعنی اللہ کی
ہ تو برابر بیٹھنے تک مین ادا ہو اور اکبر کا کاف زمین پر سہارا دینے وقت نکلے اور را اسوقت پوری ہو کر آدا ادا کھڑا ہو جاوے اور شروع اللہ اکبر
کہنا اسوقت سے کرے کہ جب بیٹھنے کے لیے نصف اُٹھ چکا ہو تاکہ سارا اللہ اکبر اس حالت تبدیل مین ہو جاوے قیام اور سجدہ اُس سے دونون
خالی رہین اور یہ صورت تعظیم سے قریب تر ہو اور دوسری رکعت مثل اول کے ہو اسکے شروع مین اعوذ دوبارہ پڑھے تشہد پھر دوسری رکعت
کے بعد اول تشہد پڑھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی آل پر درود بھیجے اور التحیات پڑھنے مین اُسی طرح بیٹھے جیسا دو سجدون کے
بیچ مین بیٹھا تھا یعنی بائین پانون پر بیٹھے اور دہنے کو کھڑا رکھے اور دہنے ہاتھ کو دہنی ران پر رکھے اور اسکی انگلیان سوا انگشت شہادت کے
بند کر لے اور انگوٹھے کے کھلا رکھنے کا بھی کچھ مضائقہ نہین اور صرف دہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے الا اللہ کہنے کے وقت اشارہ کرے
نہ لا الہ الا اللہ کہنے کے وقت اور اخیر کی التحیات مین بعد درود شریف کے دعاے ماثور کو پورا پڑھے اور اخیر تشہد کا طریق مثل اول تشہد کے ہو مگر
اتنا فرق ہو کہ اسمین بائین چوتڑ پر بیٹھے کیونکہ اب اسکا ارادہ اُٹھنے کا نہین بلکہ ٹھہرا ہوا ہو اور اپنے بائین پانون کو نیچے سے دہنی طرف نکال دے
اور دہنے کو کھڑا رہنے دے اور اگر دشوار ہو تو پانون کے انگوٹھے کا سر قبلہ رخ رکھے پھر ان سب افعال کے بعد دہنی طرف کو منھ پھیر کر کہے
السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور منھ اتنا پھیرے کہ جو شخص اسکے پیچھے دہنی طرف نماز پڑھتا ہو وہ اسکا دہنا رخسارہ دیکھ لے پھر بائین طرف منھ پھیر کر
اسی طرح دوسرا سلام کہے اور سلام پھیرنے مین نیت نماز سے باہر ہونے کی کرے اور اول سلام مین اپنے داہنے ہاتھ کے فرشتون اور
مسلمانون کی نیت کرے اور اسیطرح دوسرے سلام مین نیت کرے اور سلام کو تخفیف کے ساتھ کہے بہت کھینچے نہین کہ سنت اسیطرح ہو
یہ صورت اکیلے شخص کی نماز کی ہوتی اور امام اللہ اکبر پکار کر کہے اور اکیلا اُس قدر آواز سے کہے کہ اپنے آپ سن لے اور امامت کی نیت کر لے کہ
ثواب ملے اگر نیت نہ کریگا اور مقتدی اُسکے پیچھے اقتدا کی نیت سے نماز پڑھ لینگے تو انکی نماز درست ہو جاویگی اور جماعت کا ثواب سب کو ملیگا اور
امام شروع نماز کی دعا اور اعوذ باللہ آہستہ سے پڑھے جیسا اکیلا پڑھتا ہو اور الحمد اور سورہ دونون رکعتون مین صبح کی اور دو پہلی رکعتون مین
مغرب اور عشا کی پکار کر پڑھے اور ایسا ہی حال تنہا پڑھنے والے کا ہو اور جن نمازون مین قراءت پکار کر پڑھتے ہین انہین امام آمین پکار کر
کہے اور مقتدی بھی امام کے ساتھ ہی پکار کر آمین کہین اُس سے پیچھے نہ کہین اور امام الحمد کے بعد کسی قدر خاموش رہے تاکہ سانس درست
ہو جاوے اور مقتدی اس حالت خاموشی مین سورۂ فاتحہ پڑھ لین تاکہ امام جسوقت قراءت پڑھے اسوقت اُسکی قراءت سنین اور مقتدی جہری
نمازون مین سورہ نہ پڑھے مگر جس صورت مین کہ آواز امام کی نہ سنتا ہو تو کچھ مضائقہ نہین اور امام رکوع سے سر اُٹھانے مین سمع اللہ لمن حمدہ
پکار کر کہے اور مقتدی بھی یہی کہے اور امام رکوع اور سجدہ کی تسبیحین تین سے زیادہ نہ کہے اور نہ اول کی التحیات مین اللھم صل علی محمد وعلی آل
محمد کہنے کے بعد کچھ اور زیادہ کرے اور پچھلی دو رکعتون مین صرف الحمد پر کفایت کرے اور لوگون پر اُسکو طول نہ دے اور اخیر کی تشہد مین التحیات
اور درود کے بعد دعا اتنی نہ پڑھے کہ ان دونون چیزون سے زیادہ ہو جاوے اور امام اپنے سلام مین جسطرح قوم کی نیت کرتا ہو مقتدی اپنے
سلام مین اُسکے جواب کی نیت کرے اور امام سلام کے بعد اسقدر توقف کرے کہ لوگ سلام سے فارغ ہو جاوین پھر لوگون کی
طرف اپنا منھ پھیرے اور اگر مردون کی صف کے پیچھے عورتین بھی پڑھتی ہون تب بہتر یہ ہو کہ قبلہ رخ رہے تاکہ عورتین سامنے
نہ پڑین اور جب تک امام نہ اُٹھے مقتدیون مین سے کوئی نہ اُٹھے امام جدھر سے چاہے پھرے خواہ دہنے ہاتھ کو خواہ بائین کو اور
میرے نزدیک دہنے طرف کو پھرنا پسند ہو اور امام صبح کی قنوت مین خاص اپنے لیے دعا نہ مانگے بلکہ اللھم اہدنا کہے بجاے اہدنی کے اور

قنوت کو پکار کر پڑھے اور مقتدی آمین کہین اور اپنے ہاتھ سینے کے مقابل اُٹھاوین اور دعا کے ختم پر دونون ہاتھون کو منھ پر پھیر لین کہ اسمین ایک حدیث وارد ہو رہی قیاس یہ چاہتا ہو کہ ہاتھ نہ اُٹھائے جاوین جیسے التحیات کے بعد دعا مین نہین اُٹھاتے تنبیہات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مین بہت سی باتون سے منع فرمایا ہو اول دونون پانون کو جوڑ کر کھڑا ہونا دوم ایک پانون پر زور دیکر دوسرے کو گھوڑے کی طرح ترچھا کرنا سوم اقعا اسکے معنی لغت مین یہ ہین کہ دونون چوتڑون پر بیٹھکر دونون زانو کھڑے کر دے اور دونون ہاتھون کو زمین پر رکھدے جس طرح کتا بیٹھتا ہو اور حدیث والون کے نزدیک اقعا اس بیٹھک کو کہتے ہین کہ بجز زانو اور پانون کی انگلیون کے اور کوئی عضو زمین سے نہ لگا ہوا ہو چہارم سدل محدثین کا مذہب یہ ہو کہ سدل اسکو کہتے ہین کہ اپنی چادر وغیرہ مین لپیٹ کر ہاتھ اندر کر لے اور رکوع اور سجدہ اسی طرح کرے ہاتھ باہر نہ نکالے یہ فعل یہودیون کا تھا کہ اپنی نماز مین کرتے تھے اسلیے انکی مشابہت سے منع فرمایا اور کرتہ وغیرہ کا بھی یہی حکم ہو یعنی رکوع اور سجدہ کرتے کے اندر ہاتھ کیے ہوے کرنا نہ چاہیے اور سدل کے معنی بعض یہ کہتے ہین کہ چادر کو بیچ سے سر پر رکھ لے اور اسکے دونون پلے دہنے بائین طرف لٹکا دے بدون آنچل مارنے کے مگر اول معنی سدل کے بہتر ہین پنجم کف اسکی صورت یہ ہو کہ جب سجدہ کرنا چاہے اپنا کپڑا پیچھے سے یا آگے سے اُٹھا لے اور کف بالون مین بھی ہوتا ہو یعنی چٹلا باندھکر نماز پڑھے اور یہ منع مردون کے لیے ہو اور حدیث شریف مین ہو امرت ان اسجد علی سبعۃ اعضاء ولا اکف شعرا ولا ثوبا اور امام احمدؒ نے تہمد کو کرتے کے اوپر باندھنا مکروہ فرمایا ہو اور اسکو کف مین داخل سمجھا ہو ششم کولون پر ہاتھ رکھنا ہفتم قیام مین کولون پر اسطرح ہاتھ رکھنا کہ بازو بدن سے علیحدہ رہین ہشتم مواصلت یعنی وصل کرنا ایک بات کا دوسری سے اور اس سے نہی امام کے حق مین دو چیزون سے ہو ایک یہ کہ قرارت اللہ اکبر کہتے ہی شروع کر دے اور دوسرے یہ کہ رکوع کی تکبیر قرارت کے ختم ہوتے ہی کہے اور دو سے مقتدی کو ہو ایک شروع کی تکبیر امام کی تکبیر مین ملا دینی دوم سلام امام کے سلام کے ساتھ ملانا اور ایک بات دونون مین مشترک ہو کہ فرض کے اول سلام کو دوم کے ساتھ ملانا بلکہ دونون کو جدا جدا کہے نہم دباؤ کے ساتھ نماز پڑھنی اور دباؤ پیشاب کا ہو یا پاخانہ کا دونون سے منع وارد ہو دہم تنگ موزہ پہنکر نماز پڑھنی اس طرح کی باتین خشوع کو مانع ہین اور اسی کے حکم مین ہو بھوک اور پیاس کے ساتھ نماز ادا کرنی اور بھوک کے ساتھ نماز سے نہی اس حدیث سے سمجھی جاتی ہو کہ آپ نے فرمایا جب رات کا کھانا آجاوے اور نماز کی تکبیر ہو تو شروع کرو کھانا مگر اس صورت مین کہ نماز کا وقت تنگ ہو یا آدمی دل سے مطمئن ہو اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا لا یدخل احدکم الصلوۃ وہو مقطب ولا یصلین احدکم وہو غضبان اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ جس نماز مین دل حاضر نہو وہ عذاب کی طرف جلد پہونچاتی ہو اور ایک حدیث مین وارد ہو کہ سات چیزین نماز کے اندر شیطان کی طرف سے ہین نکسیر اور نیند اور وسوسہ اور جمائی اور خارش اور ادھر ادھر دیکھنا اور کسی چیز سے کھیلنا اور بعضون نے بھول اور شک کو آمین اور زیادہ کیا ہو اور بعض اکابر سلف کا قول ہو کہ نماز کے اندر چار چیزین ظلم ہین ادھر ادھر دیکھنا اور منھ پونچھنا اور کنکرون کو برابر کرنا اور راستہ پر نماز پڑھنا کہ چلنے والے سامنے کو گذرین یازدہم انگلیون کو ایک دوسری مین ڈالنا یا چٹکانا دوازدہم منھ کو چھپانا سیزدہم ایک ہتھیلی کو دوسری پر رکھکر رکوع مین اپنی رانون کے اندر دے لینا اور بعض صحابہؓ نے فرمایا ہو کہ ہم پہلے ایسا کیا کرتے تھے پھر اس سے ہمکو منع کر دیا گیا چہاردہم سجدہ کے وقت زمین پر پھونک مارنی یا ہاتھون سے کنکرون کو برابر کرنا کیونکہ ان افعال کی کچھ حاجت نہین پانزدہم ایک قدم کو اُٹھا کر ران پر رکھ لینا شانزدہم قیام مین دیوار سے تکیہ لگانا پس اگر اس طرح تکیہ لگاوے کہ اگر سہارے کی چیز نکال لیجاوے تو گر پڑے تو ظاہر یہ ہو کہ نماز باطل رہیگی واللہ اعلم فرائض اور سنتون کی تمیز جو افعال کہ ہم اوپر لکھ چکے ہین اسمین فرض بھی ہین اور سنتین اور مستحبات اور اولی چیزین بھی ہین تاکہ طریق آخرت کا چلنے والا ان سب کی رعایت کرے اب سب کو ہم جدا جدا کہے دیتے ہین کہ ان اعمال مین سے بارہ باتین

فرض ہین اول نیت دوسری اللہ اکبر کہنا تیسری کھڑا ہونا چوتھی الحمد پڑھنا پانچوین رکوع مین جھکنا اسطرح کہ ہتھیلیان زانو پر اطمینان کے ساتھ
لگ جاوین چھٹی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا ساتوین اطمینان کے ساتھ سجدہ کرنا اور اسمین ہاتھون کا زمین پر رکھنا واجب نہین آٹھوین سجدہ سے
سر اٹھا کر سیدھا بیٹھنا نوین دوسرا قعدہ دسوین اخیر تشہد پڑھنا گیارھوین اخیر تشہد مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا بارھوین اول
سلام پھیرنا اور نماز سے باہر آنے کی نیت واجب نہین۔ اور جو باتین کہ ان بارہ کے سوا ہین وہ واجب نہین بلکہ سنتین اور مستحبات ہین افعال
مین چار باتین سنت ہین اول تکبیر احرام مین ہاتھون کا اٹھانا دوم رکوع کی تکبیر مین سوم قومہ کی تکبیر مین انکا اٹھانا چہارم تشہد اول کے لیے بیٹھنا
باقی اور باتین جیسے انگلیون کو پھیلانا اور رفع یدین کی حد وغیرہ یہ باتین رفع یدین کی تابع ہین اور سرین پر بیٹھنا اور پاؤن کا بچھانا جلسہ کے تابع ہین
اور سر جھکانا اور التفات نہ کرنا قیام کے تابع ہی اور صورت کو اچھا کرنے اور جلسہ استراحت کو ہمنے افعال کی سنتون مین شمار نہین کیا اسلیے کہ
یہ دونون گویا سجدہ سے قیام کے لیے اُٹھنے کی خوبی مین داخل ہین خود اپنی ذات سے مقصود نہین اور اسی وجہ سے انکا ذکر بھی جداگانہ نہین
کیا گیا۔ اور ذکر مین سنتین یہ ہین اول شروع کی دعا دوم اعوذ باللہ پڑھنا سوم آمین کہنا کہ سنت موکدہ ہی چہارم قرارت سورت کی پنجم ایک رکن سے
دوسرے مین جانے کے لیے اللہ اکبر کہنا ششم رکوع اور سجدہ مین تسبیحین کہنی اور قومہ مین سمع اللہ لمن حمدہ کہنا ہفتم اول التحیات اور اسمین
درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھنا ہشتم دعا پچھلے تشہد کے آخر مین نہم دوسرا سلام پھیرنا اور ان چیزون کو اگرچہ ہمنے سنت مین داخل کرکے
لکھا ہی مگر انکے درجات جدا جدا ہین کیونکہ انہین سے چار چیزین ایسی ہین کہ انکا تدارک سجدہ سہو سے ہوتا ہی۔ اور افعال کی سنتون مین صرف
ایک ہی کا جبر سجدہ سہو سے ہوتا ہی یعنی پہلا جلسہ اول تشہد کے واسطے اسلیے کہ وہ جلسہ نماز کے انتظام کی ترتیب مین تاثیر رکھتا ہی کہ دیکھنے والے
اس سے یہ معلوم کر لیتے ہین کہ دو رکعتین ہین یا زاید بخلاف رفع یدین کے کہ اسکو انتظام کے تبدیل مین کچھ اثر نہین اسی لیے اسکو بعض اور جز
تعبیر کیا گیا اور بعضون کا قول یہ ہی کہ اجزا کا جبر سجدہ سہو سے کیا جاتا ہی مگر ذکرون مین سے تین ذکرون کے اور کوئی سجدہ سہو کا مقتضی نہین اور
وہ تینون قنوت اور پہلا تشہد اور اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ہی بخلاف تکبیرون رکوع وسجدہ اور انکی تسبیحات کے اور قومہ اور
جلسہ کے ذکر کے اسلیے کہ رکوع اور سجدہ کی صورت ہی ایسی ہی کہ عادت کے خلاف ہی تو اگر ان دونون مین چپ رہیگا تب بھی مقصود عبادت انکی
صورت سے ظاہر ہی اس سے معلوم ہوا کہ انکے درمیان مین ذکر کا نہونا عبادت کی ہیئت کو نہین بدلتا اور پہلے التحیات کے لیے بیٹھنا ایک فعل
عادت کا ہی اسکو جو نماز مین بڑھایا ہی تو صرف تشہد کے لیے زیادہ کیا ہی اگر تشہد اسمین نہوگا تو ظاہر ہی کہ صورت عبادت مٹ رہیگی اور دعاے استفتاح
اور سورہ کا چھوڑنا بھی صورت عبادت کے بدلنے مین موثر نہین کیونکہ قیام اگرچہ فعل عادت کے مطابق ہی مگر الحمد کے اسمین پڑھنے سے عادت
سے علیحدہ ہو گیا اسی طرح اخیر تشہد مین کی دعا اور قنوت کا جبر سجدہ سہو سے کرنا بعید معلوم ہوتا ہی مگر صبح کی نماز مین قیام کا طول اسی قنوت کے
سبب سے شروع ہوا ہی تو اسکا حال ایسا ہوا جیسے جلسہ استراحت کہ وہ بھی بڑھانے اور التحیات اسمین پڑھنے سے پہلے تشہد کے لیے جلسہ
ہو گیا ہی یہین اگر قنوت نہ پڑھا جاوے تو قیام لمبا عادت کے موافق رہ جاویگا جسمین کوئی ذکر واجب نہین اور یہ لیے قیام کی قید اسلیے لگادی
کہ صبح کے سوا اور نماز مین اسمین داخل نہون اور ذکر واجب سے خالی ہونے کی قید اسلیے ہی کہ نماز کے اندر اصل قیام سے احتراز ہو جاوے
اب اگر یہ کہو کہ سنتون کا فرق فرضون سے تو سمجھ مین آتا ہی کہ فرض اسکو کہتے ہین جسکے جانے رہنے سے نماز کی درستی بھی جاتی رہے اور
سنت کے جانے سے صحت فوت نہین ہوتی یا یہ کہ فرض کے چھوڑنے پر عذاب ہوتا ہی اور سنت پر نہین ہوتا مگر سنتون کے آپسمین جدا جدا ہو
اور کم وزیادہ ہونے سے کیا مراد ہی سب سنتون کا امر استحباب کے طور پر ہی اور کسی کے ترک سے عذاب نہین ہی اور کرنے پر سب کے ثواب ہوتا ہی
تو پھر فرق کیا ہوا پس اسکا جواب یہ ہی کہ اگر ثواب اور عذاب اور استحباب مین سب سنتین مشترک ہین تو اس سے انکین فرق دور نہوگا اور ہم اس
بات کو ایک مثال سے واضح کیے دیتے ہین وہ یہ ہی کہ انسان کو جو موجود اور کامل کہتے ہین تو وہ دو وجہ سے کہتے ہین ایک امر باطن کی جہت

دوم اعضاے ظاہر کی جہت سے امر باطن تو حیات و روح ہو اور ظاہر کے اعضا معلوم ہی ہین اور ان اعضا مین سے بعض تو ایسے ہین کہ انکے نہونے سے انسان نیست ہوجاتا ہو جیسے دل اور جگر اور دماغ اور دوسرے اعضا جنکے عدم سے حیات جاتی رہتی ہو اور بعض اعضا ایسے ہین کہ انکے نہونے سے زندگی تو نہین جاتی مگر زندگی کے مقصود فوت ہوجاتے ہین جیسے آنکھ اور ہاتھ اور پانون اور بعض اعضا ایسے ہین کہ انسے نہ زندگی فوت ہو نہ اسکے مقاصد مگر انکے نہونے سے خوبصورتی جاتی رہتی ہو جیسے بھوین اور داڑھی اور پلکین اور رنگ کی خوبی اور بعض ایسے ہین کہ انسے اصل خوبصورتی نہین جاتی مگر کمال خوبی کا جاتا رہتا ہو جیسے بھوون کا خمدار ہونا اور داڑھی اور پلکون کا سیاہ ہونا اور اعضا کا متناسب ہونا اور رنگ کا سرخ و سفید ہونا غرض کہ یہ درجات جدا جدا ہین اسی طرح عبادت بھی ایک صورت ہو کہ شریعت نے اسکو بنایا ہو اور اس صورت کا حاصل کرنا ہمارے لیے عبادت مقرر ہوا ہو اس صورت کی روح اور حیات باطنی تو خشوع اور نیت اور دل کا حاضر ہونا اور اخلاص ہو جیسا کہ آگے لکھا جاویگا اب اس جگہ اسکے اجزاے ظاہری کا ذکر کرتے ہین پس رکوع اور سجدہ اور قیام اور دوسرے فرائض بمنزلہ دل اور سر اور جگر کے ہین کہ انکے نہونے سے نماز نہین ہوتی اور سنتین جو ہمنے لکھی ہین یعنی رفع یدین اور شروع کی دعا اور تشہد اول یہ بمنزلہ دونون ہاتھون اور آنکھون اور پانون کے ہین کہ انکے نہونے سے صحت تو نہین جاتی جیسے ان اعضا کے نہونے سے زندگی نہین جاتی بلکہ آدمی بری صورت کا ہوجاتا ہو لوگون کو اس سے نفرت ہوتی ہو اسی طرح جو شخص نماز مین اسی قدر پر اکتفا کرے کہ نماز درست ہوجاوے اور سنتون کو بجا نہ لاوے تو اسکی مثال ایسی ہو جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کے پاس ایک غلام تحفہ بھیجے کہ زندہ تو ہو مگر ہاتھ پانون کٹے ہون - اور مستحبات جو سنتون سے کم درجہ کے ہین وہ بمنزلہ حسن کے لوازم کے ہین جیسے بھوین اور داڑھی اور پلکین اور رنگ کی خوبی بدن مین ہین - اور لطائف آداب یعنی ذکر وغیرہ جو ان سنتون مین ہین وہ حسن کی تکمیل ہین جیسے ابرو کا خمدار ہونا اور داڑھی کا گول ہونا وغیرہ ہین - حاصل یہ کہ نماز تیرے پاس ایک ذریعہ قرب اور تحفہ ہو جس سے تو حضرت شاہنشاہ حقیقی کی جناب مین تقرب چاہتا ہو جیسے کوئی شخص بادشاہ دنیا کی قربت کی طلب کے لیے غلام اسکی بارگاہ مین تحفہ بھیجتا ہو اور یہ تیرا تحفہ اسد عزوجل کے حضور مین پیش ہوکر بڑی پیشی کے دن پھر تجھے ملیگا اب تجھے اختیار ہو چاہے اسکی صورت اچھی بنا خواہ بری اگر اچھی بناویگا تو اپنے واسطے اور بری بناویگا تو اپنے واسطے - اور تجھکو یہ نہ چاہیے کہ فقہ کی مہارت مین سے اسی پر بس کرے کہ فرض اور سنت کے درمیان فرق معلوم کرلے اور سنت کو سمجھ لے کہ اسکا نہ کرنا جائز ہو اور اس خیال سے اسکو چھوڑ دے کیونکہ اگر ایسا کریگا تو اسکی مثال ایسی ہوگی جیسے کوئی طبیب کہے کہ آنکھ پھوڑ دینے سے آدمی کا وجود نہین جاتا مگر اس آدمی کو اگر کوئی شخص ہدیہ کے طور پر بادشاہ کے یہان پیش کرکے متوقع تقرب کا ہو تو یہ بات تو آنکھ کے جانے سے جاتی رہی یہی حال سنتون اور مستحبات کے فوت ہونے کا سمجھنا چاہیے کہ جو نماز کہ آدمی اسکا رکوع اور سجدہ پورا نہ کریگا تو اسکی اول دشمن وہی ہوگی اور کہیگی کہ خداے تعالی تجھے برباد کرے جیسا تو نے مجھے برباد کیا چنانچہ نماز کے ارکان پورا کرنے کے باب مین ہم احادیث لکھ آئے ہین انکو دیکھو تاکہ ان باتون کی وقعت تمکو معلوم ہو ۔

تیسری فصل نماز کے اندر باطنی شرطون کے ذکر مین جو دل سے متعلق ہین اس فصل مین ہم اول نماز کا وابستہ ہونا خشوع اور حضور دل کے ساتھ ذکر کرینگے پھر امور باطنی جنسے نماز کامل ہوتی ہو اور انکے حدود اور اسباب اور تدبیرات کو لکھینگے پھر ان امور کی تفصیل کرینگے جو ہر رکن مین نماز کے رکنون مین سے موجود ہونے چاہیین تاکہ نماز توشہ آخرت ہوجاوے نظر برین اس فصل مین چار بیان ہین بیان اول خشوع اور حضور دل کے شرط ہونے مین واضح ہو کہ اس بات کی دلیلین بہت ہین نماز کے اندر خشوع اور حضور دل شرط ہو چنانچہ ایک دلیل یہ ارشاد خداوندی ہو اقم الصلوۃ لذکری الفاظ امر سے بظاہر وجوب سمجھا جاتا ہو یعنی حضور دل کا ہونا واجب ہو اور غفلت ذکر کی ضد ہو تو جو شخص اپنی ساری نماز مین غافل رہے وہ نماز کا برپا رکھنے والا خداے تعالی کی یاد پر کیسے ہوگا اور ایک جا ارشاد فرمایا ولا تکن من الغافلین اسمین نہی کا صیغہ ہو جو بظاہر غفلت کی حرمت پر دلالت کرتا ہو اور فرمایا حتی تعلموا ما تقولون اسمین نشہ والے کو نماز سے منع کرنے کی علت ہو اور یہ علت اس شخص کو بھی

[illegible] ۱۲۹۶

عام ہے جو غافل اور وسوسون مین مستغرق اور دنیاوی فکرون مین ڈوبا ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[1] انما الصلوۃ تمسکن وتواضع اس حدیث مین الصلوۃ پر الف ولام کے داخل ہونے اور کلمہ انما سے شروع ہونے سے جو تحقیق مابعد اور محو غیر کے لیے آتا ہے حصر ثابت ہے یعنی نماز وہی ہے جسمین مسکنت اور تواضع ہو چنانچہ فقہا نے انما الشفعۃ فیما لم یقسم سے بھی حصر اور اثبات اور نفی سمجھا ہے اور[2] فرمایا کہ جس شخص کو اسکی نماز برائی اور فحش سے باز نہ رکھے تو وہ نماز اسکو خدا تعالی سے دوری ہی بڑھادیگی اور ظاہر ہے کہ غافل کی نماز فحش اور برائی سے مانع نہیں۔ اور[3] فرمایا کہ بہت کھڑے ہونے والے ایسے ہین کہ انکی نماز سے انکو حصہ صرف رنج و مشقت ہی ہے ان سے بجز غافلون کے اور کوئی لوگ مراد نہیں۔ اور[4] فرمایا کہ بندہ کے لیے اسکی نماز مین سے اتنی قدر ہے جسقدر کو وہ سمجھے اور اس باب مین تحقیق یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا اپنے رب سے مناجات کرتا ہے چنانچہ حدیث مین یہ مضمون آگیا ہے اور جو کلام غفلت کے ساتھ ہوگی وہ یقیناً مناجات نہوگی۔ اور اسکا بیان یہ ہے کہ زکوۃ سے اگر بالفرض آدمی غافل ہو جاوے تو وہ بذات خود شہوت کے مخالف اور نفس پر سخت ہے اسی طرح روزہ قوتون کو دبانے والا اور اس خواہش نفس کا توڑنے والا ہے جو دشمن خدا ابلیس کا آلہ ہے تو کچھ بعید نہیں کہ روزہ سے اگر غفلت بھی ہو تا ہم اسکا مقصود حاصل ہو جاوے اور یہی حال حج کا ہے کہ اسکے افعال شاق اور سخت ہین اور انمین اتنی محنت ہے کہ جیسے امتحان حاصل ہو جاتا ہے خواہ افعال کے ساتھ دل حاضر ہو یا نہو لیکن نماز مین بجز ذکر اور قرارت اور رکوع اور سجدہ اور قیام اور قعود کے اور کچھ نہین اب دیکھنا چاہیے کہ ذکر جو خدا تعالی کے ساتھ مناجات کرتا ہے اس سے خطاب اور یہ کلام مقصود ہے یا فقط حروف و آواز کا نکالنا زبان کے اعمال کے امتحان کے طور پر منظور ہے جیسے معدہ اور شرمگاہ کا امتحان روزہ مین روکنے سے کیا جاتا ہے اور بدن کا امتحان حج کی مشقتین اٹھانے سے اور دل کا امتحان زکوۃ نکالنے اور مال محبوب کو جدا کرنے کی مشقت سے ہوتا ہے اور اسمین کسی طرح کا شبہہ نہین ذکر سے یہ مقصود ہو کہ زبان سے حروف و آواز کا امتحان ہو باطل ہے اسلیے کہ غافل پر زبان سے زبان کا ہلانا نہایت سہل ہے پس عمل ہونے کے اعتبار سے ذکر مین کچھ امتحان نہین بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ ذکر نطق ہے اور نطق اسی صورت مین ہوگا کہ مافی الضمیر کو ظاہر کرے اور مافی الضمیر کو ظاہر کرنا بدون حضور دل کے حاصل نہین ہوتا مثلاً اگر دل غافل ہے اور اہدنا الصراط المستقیم زبان سے جاری کیا تو اس سے کیا سوال ہوگا پس جس صورت مین ذکر سے فروتنی اور دعا کا ہونا مقصود نہو تو غفلت کے ساتھ زبان ہلانے مین کونسی دقت پڑیگی خصوصاً عادت پڑنے کے بعد تو کچھ بھی دشواری نہوگی بلکہ مین یہ کہتا ہون کہ اگر کوئی آدمی قسم کھاوے اور کہے کہ مین فلان شخص کا شکر کرونگا اور اسکی تعریف کرونگا اور اس سے ایک حاجت کا سوال کرونگا پھر یہ باتین جنپر قسم کھائی ہے خواب مین اسکی زبان پر جاری ہو جاوین تو وہ اپنی قسم مین سچا نہوگا اور اگر بالفرض یہ الفاظ اسکی زبان پر اندھیرے مین جاری ہون اور وہ شخص بھی موجود ہو مگر کہنے والے کو اسکا ہونا معلوم نہوا اور نہ اسکو دیکھتا ہو تب بھی قسم مین سچا نہوگا اسلیے کہ اسکی کلام اس شخص سے نہین ہوگی اور نہ اپنے دل کی بات اسکے ساتھ کریگا جبتک کہ وہ اسکے دل مین حاضر نہوگا ہان اگر اسی طرح دن کی روشنی مین یہ کلمات اسکی زبان پر جاری ہون مگر یہ شخص کسی فکر مین ڈوبا ہوا ہونے کی جہت سے ان کلمات سے غافل ہوا اور اسکا ارادہ ان کلمات کے بولنے کے وقت اس شخص کے خطاب کرنے کا نہو تب بھی اپنی قسم مین سچا نہوگا۔ اور اسمین شک نہین کہ قرارت اور ذکر سے مقصود خدا تعالی کی حمد و ثنا اور اسکے سامنے تضرع اور دعا ہے اور جس سے خطاب چاہیے وہ ذات پاک اللہ جل جلالہ کی ہے تو جس صورت مین کہ حجاب غفلت اسکے دل پر پڑا ہوا ہوگا اور اپنے مخاطب کو نہ دیکھتا ہوگا نہ اسکے سامنے ہوگا تو ضرور ہے کہ مخاطب سے غافل ہوگا اور عادت کی وجہ سے اسکی زبان چلتی ہوگی پس ظاہر ہے کہ ایسا شخص نماز کے مقصود یعنی دل کی جلا اور ذکر الہی کی تجدید اور عقد ایمان کی پختہ ہونے سے بہت دور ہوگا یہ حکم قرارت اور ذکر کا ہے غرض کہ نطق مین اس خاصیت کے انکار کرنے کی اور اسکو فعل سے جدا کر دینے کی کوئی سبیل نہین۔ اور رکوع اور سجدہ سے یقیناً تعظیم مقصود ہے اور اگر یہ بات درست ہو کہ آدمی اپنے فعل سے خدا تعالی کی تعظیم اس سے غافل ہو کر کرتا ہو تو بھی

[1] ح ترمذی بروایت فضل ابن عباس ۱۲ [2] ... [3] ح اسکی تخریج پہلی فصل مین گذری ۱۲ [4] ح نسائی و ابن ماجہ بروایت ...

درست ہوگا کہ وہ اپنے فعل سے کسی بت کی تعظیم کرے جو اُسکے سامنے رکھا ہوا ور وہ اُس بت سے غافل ہو یا کسی دیوار کی تعظیم کرے جو اُسکے سامنے ہی اور اُسکو اُس سے غفلت ہو۔ اور جب رکوع اور سجدۂ تعظیمی سے خالی ہون تو صرف پشت اور سر کی حرکت رہ گئی اور اُسمین کچھ اتنی دشواری نہین جس سے امتحان مقصود ہو یا اُسکو دین کا رکن کیا جاوے اور کفر اور اسلام کا فرق قرار دیا جاوے اور حج اور تمام عبادتون سے مقدم کیا جاوے اور خاص اسی کے چھوڑنے سے قتل واجب ہو اور ہمکو معلوم نہین ہوتا کہ یہ تمام عظمت نماز کے اندر صرف اُسکے اعمال ظاہری کی جہت سے ہو ہان اگر مناجات کا مقصود اسپر زائد کیا جاوے تو یہ ایسا امر ہو کہ روزہ اور زکوٰۃ اور حج وغیرہ سے بڑھکر ہو بلکہ اُضحیہ اور قربانی جو خدا تعالی نے نقصان مال کا مجاہدۂ نفس کے لیے مقرر فرمایا ہو اور اُسکے باب مین ارشاد ہو لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن یناله التقوی منکم اسمین تقوی سے وہ صفت مراد ہو جو دل پر ایسی غالب ہو کر اُسکو امتثال امر کی موجب ہووے اور وہی مطلوب ہو تو نماز مین وہ کیسے نہوگی اُسکے افعال سے تو کچھ غرض ہی نہین تو معنی کے رو سے یہ روایتین حضور دل کے شرط ہونے پر دال ہین۔ اب اگر یہ کہو کہ تمنے جو حضور دل کو نماز کی صحت مین شرط کر دیا اور بدون اُسکے نماز کے باطل ہونے کا حکم دیا تو اُسمین تمنے سب فقہا کے خلاف کیا کہ انھون نے حضور دل کو صرف اللہ اکبر کہنے کے وقت شرط کیا ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ باب العلم مین پہلے گذر چکا ہی کہ فقہا باطن مین تصرف نہین کرتے اور نہ دل کو چیر کر باطن کا احوال جانین اور نہ طریق آخرت مین تصرف کرین بلکہ ظاہر دین کے احکام کو اعضا کے ظاہر اعمال پر بنا کرتے ہین اور ظاہر اعمال قتل کے ساقط ہونے اور سلطان کے یہان کی سزا سے محفوظ رہنے کو کافی ہین رہی یہ بات کہ یہ اعمال آخرت مین کار آمد ہون تو یہ امر فقہ کے حدود سے باہر ہو علاوہ ازین بدون حضور دل کے اعمال کے کامل ہو جانے پر اجماع کا دعوی نہین ہو سکتا دیکھو بشر بن حارث سے منقول ہو اُس روایت مین کہ ابو طالب مکی نے سفیان ثوری سے روایت کی ہو کہ انھون نے فرمایا کہ جو شخص خشوع نہ کرے اُسکی نماز فاسد ہو اور ایک روایت حضرت حسن بصری سے مروی ہو کہ جس نماز مین دل حاضر نہو وہ عذاب کی طرف جلد جاتی ہو اور حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہو کہ جو شخص نماز مین ہو اور قصداً پہچانے کہ اُسکے داہنے اور بائین کون ہو تو اُسکی نماز نہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انھون نے روایت کی ہو کہ آپ نے فرمایا کہ بندہ نماز پڑھتا ہو اور اُسمین سے اُسکے لیے چھٹا حصہ اور دسوان حصہ بھی نہین لکھا جاتا صرف اُسقدر لکھا جاتا ہو جسقدر کو اُسمین سے سمجھتا ہو۔ اور یہ امر اگر کسی امام سے منقول ہوتا تو مذہب ٹھہرالیا جاتا تو اب اسپر تمسک کیسے نہ کیا جاوے۔ اور عبد الواحد بن زید نے فرمایا ہو کہ علما کا اتفاق ہو اس بات پر کہ بندے کو اُسکی نماز مین سے اُسی قدر ملیگا جسقدر کو اُسنے اُسمین سے سمجھا ہو انھون نے حضور دل پر اجماع ہی ٹھہرا دیا اور اس قسم کی باتین جو پرہیزگار فقہا اور علماے آخرت سے منقول ہین وہ خارج از حد شمار ہین اور حق یہی ہو کہ شرعی دلیلون کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اخبار اور آثار سے ظاہر ایہی معلوم ہوتا ہو کہ حضور دل شرط ہو لیکن فتوی کا مقام احکام ظاہری مین خلق کے قصور کے موافق ٹھہرالیا جاتا ہو اس لحاظ سے ممکن نہین کہ آدمیون پر تمام نماز مین دل کا حاضر ہونا شرط کر دیا جاوے اسلیے کہ اس سے بجز نہایت تھوڑے لوگون کے تمام آدمی عاجز ہین اور جبکہ تمام نماز مین شرط کرنا ممکن نہوا تو چار ناچار اُسکو ایسی طرح شرط کرنا پڑا کہ ایک ہی لحظہ کو لفظ حضور دل اسپر صادق آوے اور سب لحظون کی نسبت کہ اللہ اکبر کہنے کا لحظہ اس شرط کے لیے انسب تھا اسلیے حکم دینے مین اُسی قدر حضور دل پر اکتفا کیا اور باوجود اسکے ہمکو توقع ہو کہ جو شخص اپنی ساری نماز مین غافل رہے اُسکا حال اُس شخص کا سا نہوگا جو بالکل نماز ہی نہ پڑھے اسلیے کہ غافل نے کچھ تو فعل پر ظاہر مین اقدام کیا اور دل کو ایک لحظہ حاضر کیا اور یہ کیسے نہوگا حالانکہ جو شخص بے وضو بھولے سے نماز پڑھ لے تو اُسکی نماز خدا تعالی کے نزدیک باطل ہو مگر اُسکو کسی قدر ثواب موافق اُسکے فعل اور عذر کے ہوگا لیکن اس توقع کے ساتھ یہ بھی خوف لگا ہوا ہو کہ کہین غافل کا حال تارک نماز کی نسبت کہ برا نہو کیونکہ جو شخص خدمت کو حاضر ہوکر حضور مین سستی کرے اور کلام غافلون اور حقارت کرنے والون کے ... اُسکا حال اُس ...

لیکن اسکو پہونچتا ہو تمھارے دل کا اوپر ۱۲ ابو داؤد اور نسائی ۱۲

شخص کی نسبت کہ برا ہوگا جو خدمت ہی نہ کرے اور جبکہ اسباب خوف و رجا کے ایک دوسرے کے مقابل ہوے اور معاملہ فی نفسہ خطرناک
ہی تو اب تمکو اُسکے بعد احتیاط کرنے خواہ سستی برتنے مین اختیار ہی اور باوجود اسکے فقہا جو نماز کی درستی کا حکم غفلت کے ہوتے ہوے دیتے ہین
اُسکے خلاف حکم نہین دے سکتے اسلیے کہ مفتی کو تو یہ حکم بمجبوری دینا ہی پڑتا ہی جیسے پہلے مذکور ہوا اور جو شخص کہ نماز کے بھید سے واقف ہو
اُسکو معلوم ہو جاوے کہ غفلت نماز کو مضر ہی مگر چونکہ ہم باب قواعد العقائد مین علم باطن اور ظاہر کے فرق کے بیان مین لکھ آئے ہین
کہ اسرار شریعت مین سے جو منکشف ہوتے ہین انکی تصریح کا مانع ایک یہ ہی کہ خلق اُنکے فہم سے قاصر ہو لہذا ہم اس بحث سے اسی قدر پر
اکتفا کرتے ہین کہ اسقدر بھی طالب آخرت کے لیے کافی ہی اور جو شخص جدل کرنے والا غوغائی ہی اُس سے ہم اب کلام کرنا نہین چاہتے
اور حاصل اس تقریر کا یہ ہی کہ حضور دل نماز کی روح ہی اور کم سے کم مقدار جس سے کہ یہ روح باقی رہے اللہ اکبر کہنے کے وقت حضور دل
کا ہونا ہی اور اسقدر سے اگر کم ہوگا تو هلاکت بتاہی ہی اور جسقدر اس سے زیادہ حضور دل ہوگا اُسی قدر روح نماز کے اجزا مین پھیلیگی اور
جو زندہ ایسا ہو کہ اُسکو حرکت نہو وہ مردہ کے قریب ہی پس جو شخص اپنی ساری نماز مین غافل رہے صرف اللہ اکبر کہنے کے وقت حضور
دل ہو اُسکی نماز ایسے ہی زندہ کی مثل ہی جسمین حرکت نہو اللہ تعالی سے ہم سوال کرتے ہین کہ غفلت کے دور کرنے اور حضور دل میسر ہونے مین
ہماری اچھی طرح مدد فرماوے دوسرا بیان اُن امور باطنی کا جنسے نماز کی زندگی پوری ہوتی ہی واضح ہو کہ ان امور کے لیے بہت سے الفاظ
ہین مگر چھ لفظ اُن سبکو جمع کرتے ہین جنکی تفصیل مع اسباب اور علاج کے ہم آگے لکھتے ہین اُنمین سے اول حضور دل ہی اور اس سے
ہماری یہ غرض ہی کہ جس کام کو آدمی کر رہا ہی اور جس کلام کو بول رہا ہی اُسکے سوا دوسری چیزون سے دل فارغ ہو یعنی دل کو فعل اور قول
دونون کا علم ہو اور ان دونون کے سوا اور کسی چیز مین فکر جولانی نہ کرتا ہو اور جب کہ آدمی کا فکر جس کام مین وہ لگا ہوا ہی اُس سے دوسری
طرف نہ جاوے اور اُس کام کی یاد دل مین ہو اور اُسکی کسی چیز سے غفلت نہو تو حضور دل حاصل ہی دوسری بات فہم ہی یعنی کلام کے معنی کو
سمجھنا اور یہ حضور دل کے سوا دوسری بات ہی اسلیے کہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ دل لفظون کے ساتھ حاضر ہوتا ہی اُنکے معنون کے ساتھ حاضر
نہین ہوتا تو ہمارا مقصود فہم سے دل مین معنی لفظ کا علم ہونا ہی اور اس مقام مین لوگ مختلف ہوتے ہین کیونکہ معانی قرآن اور تسبیحات کے سمجھنے مین
سب لوگ یکسان نہین ہوتے اور بہت سے لطیف معانی ایسے ہوتے ہین کہ نمازی عین نماز مین انکو سمجھ لیتا ہی حالانکہ وہ اُسکے دل مین
پہلے کبھی نہ گذرے تھے اور اسی وجہ سے نماز فحش اور برائی سے منع کرتی ہی یعنی ایسی باتین سمجھاتی ہی کہ وہ برائی سے خواہ مخواہ مانع ہون تیسری
بات تعظیم ہی جو حضور دل اور فہم کے علاوہ ہی کیونکہ آدمی اپنے غلام سے کوئی کلام کرتا ہی اور دل بھی اُسکا حاضر ہوتا ہی اور معنی اپنے کلام کے
سمجھتا ہی مگر غلام کی تعظیم نہین کرتا اس سے معلوم ہوا کہ تعظیم حضور دل اور فہم سے بڑھکر ہی چوتھی ہیبت یہ تعظیم سے بھی بڑھکر ہی بلکہ ہیبت اُس
خوف کو کہتے ہین جسکا منشا تعظیم ہو کیونکہ جسکو بالکل خوف نہو اُسکو ہیبت زدہ نہین کہتے اور بچھو سے اور غلام کی بدخلقی اور دوسری اسی
جیسی ادنی چیزون سے ڈرنے کو ہیبت نہین کہتے بلکہ بڑے بادشاہ سے خوف کرنے کو ہیبت کہتے ہین غرض کہ ہیبت وہی خوف ہی
جو اجلال اور تعظیم کی جہت سے پیدا ہو پانچوین رجا اسمین کچھ شک نہین کہ رجا اُن پہلی باتون کے علاوہ ہی بہت ایسے لوگ ہین کہ کسی بادشاہ
کی تعظیم کرتے ہین اور اُسکے دبدبہ سے ڈرتے ہین مگر اُسسے توقع کچھ نہین رکھتے اور بندے کو چاہیے کہ اپنی نماز سے خداتعالی کے ثواب کی
توقع رکھے جیسے کہ گناہ سے اُسکے عذاب کا خوف کرتا ہی چھٹی حیا ہی اُن پانچون سے علیحدہ ہی کیونکہ اسکا منشا اپنی خطا پر واقف ہونا اور اپنے
قصور کا وہم گذرنا ہی تو تعظیم اور خوف اور رجا ایسے ہو سکتے ہین جنمین حیا نہو یعنی اگر تقصیر کا وہم اور گناہ کے ارتکاب کا خیال نہو تو ظاہر ہی کہ حیا
نہوگی غرض کہ ان چھ باتون سے نماز کی روح پوری ہوتی ہی اب اُنکے اسباب کو جدا جدا سنو کہ حضور دل کا سبب ہمت ہوتی ہی اسلیے کہ
آدمی کا دل اُسکی ہمت کا تابع ہوتا ہی اور ہمت اُسسے متعلق ہی جسکے معنی فکر کے ہین تو جو بات آدمی کو فکر مین ڈالتی ہی اُسی مین دل حاضر ہوتا

اور یہ بات آدمی کی سرشت میں ہی کہ ذکر والے کام میں خواہ مخواہ حاضر رہتا ہی اور نماز میں اگر دل حاضر نہو تو بیکار نہ رہیگا بلکہ دنیا کے امور میں سے
جس بات میں آدمی کی ہمت یعنی فکر مصروف ہوگی اسی میں دل موجود ہوگا پس نماز میں دل کے حاضر کرنے کا کوئی حیلہ اور علاج نہیں بجز اسکے
کہ ہمت کو نماز کی طرف پھیرا جاوے اور ہمت نماز کی طرف نہ پھریگی جب تک یہ ظاہر نہو جاوے کہ غرض مطلوب اسی سے متعلق ہی یعنی اس بات کا
یقین اور تصدیق کرنا کہ آخرت بہتر اور پایدار اور غرض مطلوب ہی اور نماز اس مطلوب کے حصول کا ذریعہ ہی پس جب اس بات کو دنیا اور اسکے
مہمات کے حقیر جاننے کے ساتھ ملاؤ تو ان دونوں کے مجموعہ سے نماز میں حضور دل حاصل ہوگا۔ اور جب تم کسی حاکم کے پاس جاتے ہو جو تمہارا
نہ نفع کر سکے نہ ضرر تو اسوقت اسی حاجت کی بات سوچنے سے دل حاضر ہو جاتا ہی تو اگر شاہنشاہ حقیقی کی مناجات کے وقت جسکے قبضہ قدرت
میں ملک اور ملکوت اور نفع اور نقصان ہی تمہارا دل حاضر نہوتا ہو تو اسکا سبب بجز اپنے ایمان کے ضعیف ہونے کے اور کچھ مت گمان
کرنا اور اس صورت میں تم اپنے ایمان کے قوی کرنے میں کوشش کرنی چاہیے اور اسکا طریق کامل طور پر دوسری جگہ بیان کیا جاویگا۔ اور
فہم کا سبب بعد حضور دل کے فکر کا دائم رکھنا اور ذہن کو معنی کے ادراک کی طرف پھیرنا ہے اور اسکی تدبیر وہی ہی جو دل کے حاضر ہونے کی
ہی اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی ہو کہ فکر پر متوجہ ہونا اور جو وسوسے کہ مشغول کردیں انکے دور کرنے کے لیے مستعد رہنا چاہیے اور اس قسم کے وسوسوں کے
دفع کرنے کا علاج یہ ہی کہ انکا مواد سبب قطع کرے یعنی جن چیزوں کی طرف کہ وسوسے دوڑتے ہوں انمیں سے کوئی اپنے پاس نہ رکھے اور جب تک
یہ مواد نہ دور ہوگا تب تک وسوسے نہ چلے جاوینگے کیونکہ جو شخص کسی چیز کو چاہتا ہی اسکا ذکر بہت کرتا ہی اسلیے محبوب چیز کا ذکر یقیناً دل پر ہجوم کرتا ہی
اور اسی وجہ سے دیکھتے ہو کہ جو شخص غیر اللہ سے محبت رکھتا ہی اسکی کوئی نماز وسوسوں سے صاف نہیں ہوتی۔ اور تعظیم دو چیزوں کے جاننے
کے سبب سے دل میں پیدا ہوتی ہی اول خداے تعالی کے جلال و عظمت کا پہچاننا جو اصل ایمان ہی کیونکہ جو شخص معتقد اسکی عظمت کا نہو گا اسکا
نفس اسکی عظمت کے سامنے نہ دبیگا دوم نفس کی حقارت اور خست کو پہچاننا اور اسکو بندہ مسخر مملوک سمجھنا ان دونوں باتوں کے جاننے سے
فروتنی اور انکسار اور اللہ تعالی کے لیے خشوع کرنا پیدا ہوتا ہے جسکو تعظیم کہتے ہیں اور جبتک کہ نفس کی حقارت کی معرفت خداے تعالی کے جلال کی
معرفت سے نہیں ملتی تب تک تعظیم اور خشوع کی حالت منتظم نہیں ہوتی کیونکہ جو شخص غیر سے مستغنی اور اپنے نفس پر مامون ہو ہو سکتا ہی کہ وہ
دوسرے کی صفت جانے لیکن خشوع اسکو نہو اس وجہ سے کہ دوسری بات یعنی نفس کی حقارت اور اسکا محتاج ہونا اسکے علم کا ضمیمہ نہیں ہوا
اور ہیبت اور خوف نفس کی حالت ہی کہ خداے تعالی کی قدرت اور سطوت اور اسکی خواہش کے نافذ ہونے اور کم پروا کرنے کو جاننے سے پیدا
ہوتی ہی یعنی یوں سمجھنے سے کہ اگر خداے تعالی اگلوں پچھلوں کو سب کو ہلاک کر دے تو اسکے ملک میں سے ایک ذرہ کم نہوگا اور اسکے
ساتھ ہی وہ باتیں دیکھے جو انبیا اور اولیا پر مصیبتیں اور طرح طرح کی بلائیں آتی ہیں باوجودیکہ انکے دور کرنے پر قادر ہیں اور زمین کے سلاطین کا حال
اسکے خلاف معلوم ہوتا ہی غرض کہ جتنا اللہ تعالی کا علم آدمی کو زائد ہوگا اتنا ہی خوف اور ہیبت زیادہ ہوگی اور جلد چہارم منجیات میں عنقریب باب
خوف میں اسکے سبب مذکور ہونگے۔ اور رجا کا سبب یہ ہی کہ آدمی خداے تعالی کے لطف و کرم اور انعام عمیم اور صنعت کے لطائف کو پہچانے
اور نماز کے باعث جو اسنے جنت کا وعدہ فرمایا ہی اس وعدہ کو سچا جانے پس جب وعدہ پر یقین اور اسکے لطف کی معرفت حاصل ہوگی تو ان
دونوں کے مجموعہ سے بیشک رجا پیدا ہوگی۔ اور حیا اس طرح پیدا ہوتی ہی کہ عبادت میں اپنے آپ کو قصوروار سمجھے اور جانے کہ خداے تعالی کا
جتنا بڑا حق ہی اسکی بجا آوری سے میں عاجز ہوں اور اس بات کو اپنے نفس کے عیب اور اسکی آفتوں کے پہچاننے اور اسکی قلت اخلاص اور خبث
باطن اور سب افعال میں سر دست کے فائدہ پر راغب ہونے کو خیال کرنے سے قوت دے اور اسکے ساتھ ہی یہ جانے کہ خداے تعالی کا
جلال کونسی عظمت کا مقتضی ہی اور یہ کہ وہ باطن پر اور دل کے وسوسوں پر خواہ کتنے ہی باریک و خفیہ ہوں مطلع ہی حاصل یہ کہ جب یہ معرفتیں
حاصل ہونگی تو یقیناً ایک حالت پیدا ہوگی جسکو حیا کہتے ہیں۔ ان چھ صفت کے سبب یہی جو مذکور ہوے پس جس صفت کا طلب کرنا

منظور ہو اسکی تدبیر یہی ہی کہ اسکے سبب کو پیدا کرنا چاہیے کیونکہ سبب کے معلوم کرنے سے علاج خود معلوم ہو جاتا ہی۔ اور ان سب سببونکا رابطہ ایمان و یقین ہی یعنی یہی معرفتین جنکا ہمنے اوپر ذکر کیا ہی یقینی ہو جاوین کہ انمین کسی طرح شک نہ رہے اور دل پر غالب ہو جاوین اور یقین کے معنی شک نہ رہنے اور دل پر مسلط ہونیکے باب العلم مین ہم لکھ چکے ہین اور جسقدر یقین ہوتا ہی اُسی قدر دل خشوع کرتا ہی اور اسی جہت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمسے باتین کرتے تھے اور ہم اُنسے باتین کرتے تھے مگر جب نماز کا وقت آجاتا تو گویا وہ نہ ہمکو جانتے اور نہ ہم اُنکو جانتے۔ اور روایت ہی کہ خداے تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے موسی جب تو مجکو ذکر کرے تو ایسی طرح ذکر کر کہ اپنے اعضا کو جھاڑ اور میرے ذکر کے وقت خشوع اور اطمینان سے رہ اور جب میرا ذکر کرے تب اپنی زبان اپنے دل کے پیچھے کر لے اور جب میرے سامنے کھڑا ہو تو ذلیل بندے کی طرح کھڑا ہو اور مجھسے مناجات زبان صادق اور دل خائف کے ساتھ کر۔ اور مروی ہی کہ اللہ تعالی نے اُن پر وحی بھیجی کہ اپنی امت کے گنہگاروں سے کہدے کہ میرا ذکر نہ کرین کہ مین نے اپنے نفس پر قسم وے لی ہی کہ جو کوئی میرا ذکر کریگا تو مین اُسکا ذکر کرونگا پس اگر وہ میرا ذکر کرینگے تو مین اُنکا ذکر لعنت کے ساتھ کرونگا۔ یہ حال گنہگار کا ہے جو غافل نہ ہو اور اگر غفلت اور معصیت دونون جمع ہو جاوین تب کیا حال ہوگا۔ اور ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ اُنکے مختلف ہونے سے آدمیون کی کئی قسمین ہو گئین بعضے تو ایسے غافل ہین کہ نماز سب پڑھتے ہین مگر دل کا حضور ایک لحظہ کو نہین ہوتا اور بعض ایسے ہوتے ہین کہ نماز پوری پڑھتے ہین اور ایک لحظہ کو بھی دل غائب نہین ہوتا بلکہ بعض وقت اسی طرح فکر کو نماز مین لگاتے ہین کہ اُنکے سامنے کوئی حال گذر جاوے اُنکو خبر ہی نہین ہوتی اسی وجہ سے مسلم بن یسار کو مسجد کے ستون گرنے اور اُسکے لیے لوگون کے جمع ہونے کی کچھ خبر نہین ہوئی اور بعض اکابر مدت تک جماعت مین حاضر ہوے مگر کبھی نہ پہچانا کہ داہنے پر کون ہی اور بائین پر کون اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کے جوش کی آواز دو میل کے فاصلے پر سنائی دیتی تھی اور کچھ لوگ ایسے تھے کہ نماز کے وقت اُنکے چہرے زرد ہو جاتے تھے اور شانے تھراتے تھے اور یہ امور ہونے کچھ بعید نہین اسلیے کہ اُنسے دو چند دنیا داروں کے افکار اور بادشاہان زمین کے خوف سے مشاہدہ ہوتے ہین حالانکہ یہ عاجز اور ضعیف ہین اور جو کچھ اُنسے ملتا ہی وہ بھی حقیر و خفیف یہانتک کہ کوئی شخص بادشاہ یا وزیر کے پاس جا کر کسی مقدمے مین بات کرتا ہی اور چلا آتا ہی اُس سے اگر پوچھا جاوے کہ بادشاہ کے گرد کون لوگ تھے اور اُسکا لباس کیا تھا تو ہرگز نہ بتلا سکیگا کیونکہ اپنے دھندے کی فکر مین ڈوبے رہنے سے اُسکو اتنی مہلت کہان تھی کہ اُسکے لباس یا گرد کے لوگون کو دیکھے۔ اور چونکہ ہر شخص کو اپنے اعمال مین مختلف حصے ملینگے تو نماز مین ہر ایک کا حصہ اسی قدر ہوگا جتنا خوف اور خشوع اور تعظیم اُسنے کی ہوگی کیونکہ اللہ تعالی کے دیکھنے کی جگہ دل ہین ظاہر کے حرکات نہین اور اسی لیے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہی کہ آدمی قیامت کو اُسی جیسی صورت پر اُٹھینگے جو اُنکی شکل نماز مین ہوگی یعنی اطمینان اور سکون اور نماز مین لذت کا پانا جسقدر رہوگا اُسی قدر قیامت مین یہ چیزین اُسکو حاصل ہونگی اور واقع مین انھون نے درست کہا کیونکہ آدمی کا حشر اُسی بات پر ہوگا جسپر مریگا اور مریگا اُس حال پر جسپر کہ زندہ رہا ہی اور اس بات مین اُسکے دل کے حال کی رعایت کیجاویگی جسم ظاہری کے حال کا لحاظ نہ ہوگا اسلیے کہ دلون کے صفات ہی سے دار آخرت مین صورتین ڈھالی جاوینگی اور نجات اُسی کو ہوگی جو اللہ تعالی کے پاس دل سالم لیکر جاویگا خدا ہمکو بھی توفیق اپنے لطف و کرم سے عنایت فرماوے تتمیم ایمان اُس تدبیر کے ذکر مین جو حضور دل مین مفید پڑے۔ واضح ہو کہ مومن کے لیے ضرور ہی کہ خداے تعالی کی تعظیم کرنے والا اور اُس سے ڈرنے والا اور توقع رکھنے والا اور اپنی تقصیر سے نادم ہو یعنی ایمان کے بعد ان احوال سے جدا نہو اگرچہ اُنکی قوت موافق اُسکے یقین کی قوت کے ہوگی پس نماز مین ان حالات کا نہونا اسی جہت سے ہوگا کہ فکر پراگندہ ہو اور دھیان بٹے اور دل مناجات مین حاضر نہو اور نماز سے غافل ہو اور نماز سے غفلت اُنھین وسوسون کے باعث ہوتی ہی جو دل پر وارد ہو کر اُسکو مشغول کر دیتے ہین اس صورت مین حضور دل کی تدبیر یہی ہی کہ اُن وسوسون کو دور کیا جاوے اور چیز جبھی دور ہوتی ہی جب اُسکا سبب دور ہو تو انھی اطرکے سبب

[illegible]

معلوم کرنا چاہیے کہ اُسکے وارد ہونے کا سبب یا تو امر خارجی ہوتا ہے یا کوئی امر ذاتی پوشیدہ ہوتا ہے امر خارجی وہ چیزیں ہیں کہ کان اور آنکھ میں پڑتی ہیں یہ بھی بعض اوقات فکر کو اُچاٹ کردیتی ہیں یہانتک کہ فکر اُن اشیا کے درپے ہو کر اُنمیں تصرف کرتا ہے اور اُنسے اور اشیا کی طرف کھنچ جاتا ہے اور اسی طرح اور سلسلہ بندھ جاتا ہے کہ اول بینائی فکر کا سبب ہوے پھر یہ فکر دوسری فکر کا سبب ہوا اور علی ہذا القیاس اور جس شخص کا رتبہ قوی اور ہمت عالی ہو اُسکے حواس کے سامنے کچھ گذرنا اُسکو غافل نہیں کرتا مگر ضعیف شخص کا فکر ضرور پراگندہ ہوجاتا ہے اور اسکا علاج یہ ہے کہ ان اسباب کو قطع کرے اسطرح کہ آنکھیں بند کرے یا اندھیرے مکان میں نماز پڑھے یا اپنے سامنے کوئی ایسی چیز نہ رکھے جسمیں حواس مشغول ہوں اور نماز کے وقت دیوار کے قریب رہے تاکہ مسافت دیکھنے کی پھیلنے نہ پاوے اور رستوں پر اور نقش و نگار کی جگہ میں اور رنگین فرشوں پر نماز پڑھنے سے احتراز کرے اور اسی وجہ سے عابد لوگ ایک چھوٹے سے حجرہ تاریک میں نماز پڑھتے تھے کہ صرف سجدہ کی گنجایش ہو سکے تاکہ فکر مجتمع رہے اور قوی شخص مسجدوں میں حاضر ہو کر اپنی آنکھیں نیچی کر لیتے تھے اور نظر کو سجدے کے مقام سے آگے نہ بڑھاتے تھے اور نماز کا کمال اسیمیں سمجھتے تھے کہ اس بات کو نہ جانیں کہ داہنے پر کون ہے اور بائیں پر کون۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سجدہ کی جگہ میں نہ تلوار چھوڑتے تھے نہ کلام مجید اور اگر کچھ لکھا پاتے تو اُسکو مٹا دیتے۔ اور اسباب باطنی وسوسوں کے سخت تر ہیں اسلیے کہ جس شخص کی فکر دنیا کے معاملات میں پھیل جاتے ہیں اُسکا فکر ایک فن میں منحصر نہیں رہتا بلکہ ہمیشہ ایک جانب سے دوسری کی طرف اُترتا رہتا ہے اور آنکھوں کا نیچا کرنا اسکو کافی نہیں ہوتا اسلیے کہ جو بات دل میں پہلے سے پڑگئی ہے وہی شغل کو کافی ہے تو باطنی وسوسے دور کرنے کا طریق یہ ہے کہ نفس کو زبردستی اس بات پر لاوے کہ جو کچھ نماز میں پڑھے اُسکو سمجھے اور اُسیمیں لگا رہے دوسری چیز میں مشغول نہو اور اس امر پر اُسکو اعانت ہوگی اگر اُسکی تیاری نیت باندھنے سے پہلے کرے اس طرح کہ از سر نو نفس کو آخرت کی یاد دلاوے اور مناجات کا موقف اور اللہ تعالی کے سامنے کھڑا ہونے کا خطر اور ہیبت کے بعد کے احوال اُسکے سامنے پیش کرے اور دل کو نیت سے پیشتر سب فکر کی چیزوں سے خالی کرے اور کوئی شغل ایسا نہ چھوڑے جسکی طرف دل التفات کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن ابی شیبہ کو ارشاد فرمایا کہ انی نسیت ان اقول لک ان تخمر القدر الذی فی البیت فانہ لاینبغی ان یکون فی البیت شیء یشغل الناس عن صلوتھم غرض کہ فکروں کے ساکن کرنے کا یہ طور ہے اور اگر اس تدبیر سے فکروں کا اُبھار ساکن نہو تو نجات کی سبیل بجز مسہل کے اور کوئی نہیں جو کہ مرض کے مادہ کو رگوں کی جڑ میں سے نکال پھینکے اور وہ مسہل یہ ہے کہ جو اُمور شغل میں ڈالتے اور حضور دل سے پھیرنے والے ہیں اُنکو دیکھے اور اسمیں شک نہیں کہ وہ اسکے مہمات ہی ہونگے اور وہ بھی صرف شہوات کی جہت سے مہمات ہو گئے ہونگے تو اپنے نفس کو سزا دے کہ اُن شہوات سے اجتناب کرے اور ان علاقوں کو قطع کردے اسلیے کہ جو چیز آدمی کو اسکی نماز سے روکے وہ اُسکے دین کی ضد اور اُسکے دشمن ابلیس کا لشکر ہے تو اُسکا روک رکھنا بہ نسبت دور کرنے کے زیادہ مضر ہے اس سے نجات جبھی ہے کہ جب اسکو علیحدہ کردے چنانچہ مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابو جہم ایک چادر سیاہ جسکے دو پلو لائے اور اُسکو آپ نے پہن کر نماز پڑھی تو بعد نماز کے اُسکو اُتار ڈالا اور فرمایا کہ اسکو ابوجہم کے پاس لیجاؤ کہ اسنے مجکو اب میری نماز سے غافل کردیا اور ابوجہم کی سادی چادر لادو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جوتی میں نیا تسمہ لگانے کے لیے حکم فرمایا اور نماز میں اسکی طرف دیکھا اس جہت سے کہ نیا تھا تو حکم دیا کہ اسکو نکالکر پرانا تسمہ پھر ڈالدو۔ اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوڑا پہنا اور وہ آپکو اچھا معلوم ہوا تو آپ نے سجدہ کیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کے سامنے تواضع اور فروتنی کی تاکہ مجھسے بغض نکرے پھر اسکو باہر لیگئے اور جو سائل اول ملا اُسکو حوالہ کردیا پھر حضرت علی رض کو حکم کیا کہ ایک جوڑا نرم چمڑے کا پرانا میرے لیے خرید دو اُنکو آپ نے اپنے پاؤں سے مشرف فرمایا اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرمت سے پیشتر سونے کی انگوٹھی ہاتھ میں پہنے منبر پر تھے اُسکو نکالکر پھینک دی اور فرمایا کہ اسنے مجھے مشغول کردیا کبھی اسکو دیکھتا ہوں کبھی تمکو۔ اور مروی ہے کہ حضرت ابو طلحہ رض نے اپنے باغ میں نماز پڑھی اسکے درختوں میں ایک جانور اُڑا وے رنگ کا اور جانے کو ڈھونڈتا تھا اُنکو وہ پرند اچھا معلوم ہوا اور گھڑی بھر تک اُسکو دیکھا کیے اور یہ یاد نرہا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible]

ابو الفردوس ۱۲

ح ابو عبید اللہ در زوائد فقر از روایت عائشہ رض بسند ضعیف ۱۲

ح نسائی بروایت ابن عباس رض مگر اسمیں سونے چاندی کی کچھ قید نہیں مطلق انگوٹھی کا ذکر ہے ۱۲

ح مالک نے عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کیا ہے ۱۲

کی خدمت مبارک میں ذکر کیا کہ آج یہ فتنہ مجھ پر گذرا اور عرض کیا کہ اب وہ باغ صدقہ ہے جہاں چاہیے وہاں اسکو صرف فرمایئے اور ایک کسی اور شخص کا ذکر ہے کہ اپنے باغ میں نماز پڑھی اور اسکے خرما کے درخت پھلوں کے بارے جھکے پڑتے تھے اسکو جو دیکھا تو اچھے معلوم ہوے اور یہ بھول گیا کہ کتنی نماز پڑھی ہے یہ ماجرا حضرت عثمان غنی رض سے ذکر کیا اور عرض کیا کہ وہ باغ صدقہ ہے اسکو اللہ تعالی کی راہ میں صرف کیجیے حضرت عثمان رض نے اسکو پچاس ہزار کو بیچا۔ اکابر سلف فکر کی جڑ کاٹنے کو اور نماز کے نقصان کے کفارہ کے لیے یہ تدبیریں کرتے تھے اور اس وقت میں علت کے مادے کو جڑ سے اکھاڑنے کی تدبیر یہی ہے اسکے سوا دوسری بات مفید نہوگی کیونکہ جو بات ہمنے لکھی ہے کہ نفس کو نرمی سے ساکن کرنا چاہیے اور ذکر کے سمجھنے پر لانا چاہیے تو وہ ضعیف شہوتوں اور ان فکروں میں کار آمد ہے جو دل کے اطراف ہی کو گھیرے ہوں مگر شہوت قوی جو زور آور ہو اسمیں ساکن کرنا مفید نہیں بلکہ وہ تمکو کھینچے گی اور تم اسکو کھینچتے رہو گے پھر وہی غالب رہیگی اور ساری نماز اسی کشاکش میں گذریگی اور اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص درخت کے نیچے بیٹھکر یہ چاہے کہ میرا فکر صاف ہو اور اسپر کی چڑیاں بول بول کر اسکی فکر کو منتشر کرتی ہوں اور وہ ایک لکڑی کو ہاتھ میں لیکر انکو اڑا دے اور پھر اپنی فکر میں مشغول ہو اور چڑیاں پھر پھر غل کرنے لگیں پھر یہ لکڑی سے بہکانے لگے اور کوئی اس سے کہے کہ یہ چال جو تم چلے ہو کبھی پوری نہوگی اگر تم اس سے چھٹی چاہتے ہو تو درخت کو اکھاڑ ڈالو یہی حال شہوات کے درخت کا ہے کہ جب اسکی شاخیں پھیل جاتی ہیں تو اسپر فکر اسی طرح دوڑتے ہیں جیسے چڑیاں درخت پر دوڑتی ہیں یا مکھی غلاظت پر اور انکے دفع کرنے میں کام بڑھتا ہے کیونکہ مکھی کو جب ٹالو پھر چلی آتی ہے یہی حال وسوسوں کا ہے اور شہوتیں بہت سی ہیں اور بندہ انسے بہت کم خالی ہوتا ہے اور ان سب کی جڑ ایک چیز یعنی دنیا کی محبت ہے ہر ایک برائی کی جڑ اور ہر نقصان کی بنیاد اور ہر ایک فساد کا منبع ہے اور جس شخص کا باطن دنیا کی محبت پر مشتمل ہو اور اسکی کسی چیز کی طرف رغبت کرے نہ اس غرض سے کہ اسکو توشہ آخرت بناوے یا آخرت پر اس سے مدد چاہے تو اسکو طمع نہ کرنی چاہیے کہ نماز میں لذت مناجات کبھی اسکو صاف حاصل ہو لیکن تاہم اسکو مجاہدہ کا چھوڑنا نہ چاہیے اور جس طرح ہوسکے دل کو نماز کی طرف پھیرے اور اسباب فکر میں ڈالنے والوں کی کمی کرے غرض یہ دوا تلخ ہے اور اسکی تلخی کی جہت طبیعتیں اسکو بد مزہ جانتی ہیں اور روگ پرانا اور درد لا علاج ہو گیا یہاں تک کہ اکابر نے قصد کیا کہ دو رکعتیں ایسی پڑھیں جنمیں دنیا کے امور کو اپنے دل میں نہ لاویں تو یہ انسے نہو سکا جب ان لوگوں کو اس طرح کا دوگانہ میسر نہوا تو ہم جیسوں کو اسکی طمع نہیں ہو سکتی اور کاش ہمکو نماز میں سے آدھی خواہ تہائی وسواس سے خالی ملجاوے تو ہمیں لوگوں میں سے ہو جاویں جنہوں نے نیک اعمال برے اعمال سے ملا جلا دیا۔ حاصل یہ کہ دنیا کی فکر اور آخرت کی ہمت دل میں ایسی ہے جیسے تیل سے بھرے پیالے میں پانی ڈالو کہ جسقدر پانی پیالے میں جاویگا اسی قدر یقینا تیل نکل جاویگا یہ نہوگا کہ دونوں جمع ہو جاویں

چوتھا بیان ان امور کی تفصیل میں جنکا دل میں حاضر ہونا نماز کے ہر ایک رکن اور شرط وغیرہ میں ضرور ہے۔ اگر تمکو آخرت منظور ہے تو تمپر پہلے لازم یہ ہے کہ جو تنبیہات کہ نماز کی شرطوں اور رکنوں میں ہم لکھتے ہیں انسے غافل نہو۔ نماز کی شرطیں اور جو امور اس سے پیشتر ہوتے ہیں وہ یہ ہیں اذان اور طہارت اور برہنگی کا ڈھانپنا اور قبلہ کی طرف متوجہ ہونا اور سیدھا کھڑا ہونا اور نیت کرنی پس جب مؤذن کی اذان سنو تو اپنے دل میں قیامت کے پکار کی دہشت حاضر کرو اور اذان کو سنتے ہی اپنے ظاہر اور باطن سے اسکی اجابت کے لیے مستعد ہو اور جلدی کرو کیونکہ جو لوگ مؤذن کی اذان کے لیے جلدی کرینگے وہ قیامت کے روز لطف کے ساتھ پکارے جاوینگے اور اذان پر اپنے دل کا جائزہ لو اگر اسکو خوشی اور فرحت سے بھرا پاؤ اور جلد چلنے کی رغبت سے پر ہو تو جان لو کہ روز جزا میں تمکو بشارت اور فلاح پانے کی آواز آویگی اور اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ارحنا یا بلال یعنی نماز سے اور اسکی اذان دینے سے ہمکو راحت پہنچا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں تھی۔ اور طہارت کا حال یہ ہے کہ جب تم نماز کی جگہ کو پاک کرلو جو تمہارا ظرف بعید ہے پھر کپڑوں کو پاک کرو جو تمہارا غلاف قریب ہے پھر اپنا بدن پاک کرو جو تمہارا چھلکا ہے تو دیکھو کہ پوست کا تو یہ حال ہے تو اپنے مغز اور ذات یعنی دل کی طہارت سے غافل نہو اسکی طہارت کے لیے توبہ میں اور خطاؤں پر نادم ہونے میں کوشش کرو اور آئندہ قصد مصمم ان قصوروں کے نہ کرنے کا کر لو دل کی طہارت ان امور

ضرور کر لو کہ یہ تمہارے معبود کے دیکھنے کی جگہ ہی۔ اور ستر عورت سے یہ سمجھو کہ اسکے معنی یہ ہین کہ بدن کے برے مقامات لوگون کی نظر سے
چھپا لیے جاوین کہ ظاہر بدن پر لوگون کی نگاہ پڑتی ہی تو پھر کیا بات ہی کہ باطن کی خرابیان جنپر بجز پروردگار کے اور کوئی مطلع نہین ہوتا چھپائی
نہ جاوین پس اُن سب عیبون کو اپنے دل مین حاضر کرو اور نفس سے اُنکے چھپانے کی درخواست کرو اور یہ بات دل مین ٹھان لو کہ خداے تعالی کی
نظر سے وہ عیب اور کوئی سی چیز چھپ نہین سکتی مگر انپر نادم ہونا اور اللہ تعالی سے حیا اور خوف کرنا اُنکا کفارہ ہوجاتا ہی تو اُن عیبون کے دل مین
حاضر کرنے سے تمکو یہ فائدہ ہوگا کہ تمہارے دل مین خوف اور حیا جہان جہان چھپے ہونگے ابھر کھڑے ہونگے اسوقت تمہارا نفس دب جاوے گا
اور خجالت دل پر چھا جاوے گی اور خداے تعالی کے سامنے ایسے کھڑے ہونگے جیسے غلام گنہگار بدکردار بھاگا ہوا اپنے کردار سے پشیمان ہوکر
اپنے آقا کے سامنے سر جھکائے شرمندہ خوف زدہ کھڑا ہوتا ہی۔ اور قبلہ رخ ہونے کے یہ معنی ہین کہ اپنے ظاہر چہرے کو سب طرف سے پھیر کر
خداے تعالی کے خانہ کعبہ کی طرف کرلو پھر کیا تم سمجھتے ہو کہ دل کا پھیرنا تمام معاملات سے خدای تعالی کے امر کی طرف مطلوب نہین ہی ہرگز
مت سمجھنا بلکہ یون سمجھو کہ اسکے سوا اور کوئی مقصود نہین یہ ظاہر کے اعمال سب باطن کی تحریک کے واسطے اور اعضا کو ضبط سے رکھنے اور انکو
ایک طرف مین ساکن کرنے کے لیے ہین تاکہ یہ اعضا دل پر بغاوت نہ کرین کیونکہ اگر دل پر بغاوت کرینگے اور اپنے حرکات مین اور اپنے اپنے جہات
کی طرف التفات مین ظلم کرینگے تو دل کو بھی اپنے پیچھے لگا کر خدا کی طرف سے اُسکو پھیر دینگے اس صورت مین چاہیے کہ تمہارے بدن کی توجہ کے
ساتھ ہی دل کی توجہ بھی ہو یعنی جس طرح پر کہ چہرہ خانہ کعبہ کی طرف بجز اس بات کے نہین ہو سکتا کہ اُسکو اور سب طرفون سے پھیر لیا جاوے
اسی طرح دل بھی خداے تعالی کیطرف نہین پھرتا جبتک اُسکو ماسواے خالی نہ کر لیا جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جب بندہ
نماز کو کھڑا ہوا اور اُسکی خواہش اور منہہ اور دل خداے تعالی کیطرف ہون تو وہ نماز سے ایسا فارغ ہوگا جیسے جس روز کہ اُسکی مان نے اُسکو
جنا تھا۔ اور سیدھا کھڑا ہونے سے یہ غرض ہی کہ اپنے بدن اور دل سے خداے تعالی کے سامنے خدمت کو کھڑے ہو اس صورت مین چاہیے
کہ سر جو تمہارے اعضا مین سب سے اونچا ہی پست اور جھکا ہوا اور منکسر ہو اور سر کی اونچائی دور کرنے سے یہ تنبیہ ہو کہ دلپر فروتنی اور ذلت لازم رہے
اور اسوقت کے کھڑے ہونے سے اُس روز کا کھڑا ہونا یاد کرو کہ خداے تعالی کے سامنے کھڑے ہو کر سوال کیا جاویگا اور اب یہ سمجھو کہ تم اللہ تعالی
کے سامنے کھڑے ہو اور وہ تمکو دیکھ رہا ہی اسی لیے اگر تمسے اُسکی کنہ جلال کا دریافت کرنا نہو سکے تو اُسکے سامنے اسی طرح کھڑے ہو جیسے
دنیا کے کسی بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہو بلکہ تمام نماز کے قیام مین یہ فرض کرلو کہ تمکو کوئی تمہارے گھر کا بہت نیک آدمی خوب دیکھ رہا ہی
یا جسکو تم اپنی نیکبختی جتلایا چاہتے ہو وہ تمہاری طرف نظر کرتا ہی کیونکہ اگر کوئی ایسا آدمی دیکھتا ہی تو اسوقت تمہارے ہاتھ پانون ساکن اور
اعضا ڈھیلے اور اجزا مسکنت کے ساتھ رہتے ہین اس ڈر سے کہ کہین وہ بندہ جو حقیقت مین عاجز ہی تمکو یہ نہ کہے کہ فروتنی کم کرتے ہو پس جب بندہ
مسکین کے ہوتے تم اپنے نفس کا یہ حال معلوم کرو تو اُسپر عتاب کرو اور کہو کہ تو دعوی خداے تعالی کی معرفت اور محبت کا کرتا ہی تجھے اُسکے
سامنے جرات کرنے سے شرم نہین آتی حالانکہ اُسکے ایک ادنی بندے کی توقیر کرتا ہی اور لوگون سے خوف کرتا ہی خدا سے نہین ڈرتا جس سے ڈرنا
زیبا ہی اور یہی وجہ ہی جب حضرت ابوہریرہ رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ اللہ تعالی سے حیا کسطرح ہوتی ہی
تو آپ نے فرمایا کہ اس سے اسطرح حیا کرو جیسے اپنے گھر کے کسی نیکبخت شخص سے حیا کرتے ہو۔ اور نیت مین یہ بات دل مین پکی کرنی چاہیے
کہ اللہ تعالی نے جو حکم نماز کا کیا اُسکو ہم نے مانا اور اُسکے پورا پڑھنے اور اُسکے نواقض اور مفسدات سے باز رہنے پر اور ان سب امور کو خاص خدای تعالی
کی رضا کے لیے کرنے پر عزم کرنا چاہیے اس غرض کہ توقع اُسکے ثواب کی اور خوف اُسکے عذاب کا اور طلب اُسکی نزدیکی کی ملحوظ خاطر رہے اور اس
باب مین اُسکا احسان اپنی گردن کا طوق جانے کہ باوجود ہماری بے ادبی اور کثرت سے گنہگار رہنے کے ہمکو اجازت اپنی مناجات کی دی اور
اپنے دل مین اُسکی مناجات کی بڑی قدر جانے اور دیکھے کہ مین کس سے مناجات کرتا ہون اور کسطرح مناجات کرتا ہون ایسی صورت مین چاہیے

ابن ابی شیبہ ... روایت کیا ... قریب بمضمون روایت کیا ۱۲ ... بروایت سعید بن یزید مرسلا ۱۲

تو یہی کہ تمہاری پیشانی عرق پشیمانی میں غرق ہوا اور ہیبت سے شانے تھراویں اور خوف کے مارے رنگ زرد پڑجاوے۔ اور اللہ اکبر کہنے میں جب زبان کو ان الفاظ سے گویا کرو تو چاہیے کہ تمہارا دل اس قول کو جھوٹا نہ کرے یعنی اگر دل میں کوئی چیز خداے تعالی سے بڑی جانتے ہوگے تو اللہ تعالی گواہی دیگا کہ تم جھوٹے ہو اگرچہ قول تمہارا سچا ہو جیسے سورۂ منافقون میں منافقون کی بابت کہنے کو ارشاد فرمایا کہ اللہ شاہد ہے کہ منافق جھوٹے ہیں یعنی دل سے اقرار رسالت نہیں کرتے صرف زبان سے کہتے ہیں کہ تم رسول ہو پس اگر خداے تعالی کے امر کی نسبت کہ تمہاری خواہش نفس تم پر غالب ہوگی اور تم بہ نسبت خداے تعالی کے اسکی اطاعت زیادہ کرتے ہوگے تو گویا تمنے اپنا معبود اسی کو ٹھہرا لیا اور اسی کو بڑا جانا تو کیا عجب ہے کہ تمہارا اللہ اکبر کہنا صرف ایک کلمہ زبانی ہی ہو اس وجہ سے کہ دل میں تو اسکی موافقت ہی نہیں اور اس امر کا خوف نہایت بڑا ہے بشرطیکہ توبہ اور استغفار اور اللہ تعالی کے لطف و کرم اور عفو پر حسن ظن نہو اور شروع کی دعا میں اول تم یہ کہتے ہو کہ وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض یعنی میں نے اپنا منہ کیا اسکی طرف جسنے بنائے آسمان و زمین اسمین مراد منہ سے ظاہر کا منہ نہیں اسلیے کہ ظاہر چہرہ کو تو تم قبلہ کی طرف کیے ہو اور خداے تعالی اس بات سے پاک ہے کہ کوئی جہت اسکو گھیر سکے تو بدن کی توجہ اسکی طرف نہیں ہوسکتی ہاں دل کا منہ ہے جسکو تم خالق ارض و سما کی طرف کرسکتے ہو پس تامل کرو کہ چہرہ دل گھر اور بازار کی مہمات میں اور اپنی شہوات کی طرف مائل ہے یا خالق ارض و سموات کی طرف متوجہ ہے اور خبردار ایسا نکرنا کہ اپنی مناجات کے شروع ہی میں جھوٹ اور بناوٹ کو دخل دو اور اللہ تعالی کی طرف رو سے دل اسوقت پھرتا ہے کہ اسکو اسکے غیر کیطرف سے پھیر لو تو اب تمکو کوشش کرنی چاہیے کہ دل کی توجہ خداے تعالی ہی کی طرف ہو اور اگر یہ بات ساری نماز میں میسر نہو تو جسوقت یہ کلمہ زبان پر ہو اسوقت تو قول سچا ہو اور جب زبان سے کہو حنیفا مسلما یعنی ایک طرفہ مسلمان ہوکر تو اپنے دل میں یہ سوچنا چاہیے کہ مسلمان وہ ہے جسکے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان بچے رہیں پس اگر تم ایسے نہیں ہو تو اس قول میں جھوٹے ہو تو اس بات کے لیے آئندہ ہی زمانے میں کوشش کرو اور جو احوال پہلے گذرے ہوں انپر ندامت کرو اور جب یہ کہو وما انا من المشرکین یعنی میں شرک کرنیوالوں میں سے نہیں ہوں تو اپنے دل میں شرک خفی کو تامل کرو اسلیے کہ یہ آیت فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا اس شخص کے باب میں اتری ہے جو اپنی عبادت سے رضاے خدا اور لوگون کی تعریف چاہتا ہو پس اس شرک سے بہت احتراز چاہیے اور جس صورت میں کہ تمنے زبان سے تو کہا کہ میں مشرک نہیں اور اس شرک سے برات نہیں کی تو اپنے دل میں شرمندہ ہونا چاہیے کہ شرک تھوڑی اور بہت سبھی کو کہتے ہیں۔ اور جب کہو محیای ومماتی للہ یعنی میرا جینا اور مرنا اللہ کے واسطے ہے تو یہ جانو کہ یہ حال اس غلام کا ہے کہ اپنے نفس کے حق میں مفقود ہو اور آقا کے حق میں موجود ہو اور یہ کلمہ جب ایسے شخص سے صادر ہو کہ اسکی رضا اور غضب اور اٹھنا بیٹھنا اور زندگی کی رغبت اور موت کی دہشت دنیا کے کامون کے لیے ہوں تو ظاہر ہے کہ یہ کلمہ کہنا اسکے حال کے مناسب نہیں۔ اور جب یہ کہو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے تو یہ جانو کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اور تاک لگائے ہوئے ہے کہ کسی طرح تمہارے دل کو خداے تعالی کیطرف سے پھیر دے کیونکہ اسکو تمہاری مناجات پر اور خداے تعالی کے لیے سجدہ کرنے پر حسد ہے کہ اسکو ایک سجدہ کے چھوڑنے سے طوق لعنت گلے میں پڑا اور مردود ابدی ہوا اور یہ سمجھو کہ تم جو شیطان سے پناہ مانگتے ہو تو یہ جب ٹھیک ہو کہ جو چیز شیطان کو محبوب ہو اسکو ترک کرو اور اسکے بدلے میں خداے تعالی کی محبوب چیز اختیار کرو یہ نہیں کہ صرف زبان سے پناہ کا مانگنا کافی ہو مثلا اگر کسی شخص پر درندہ خواہ دشمن مارنے کے ارادے سے آوے اور وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے اور زبان سے کہے کہ میں تجھسے اس مضبوط قلعے کی پناہ چاہتا ہوں تو یہ کہنا اسکو کیا کام آویگا بلکہ پناہ جبھی ہوگی کہ اپنی جگہ چھوڑکر گڑھی میں چلا جاوے اسی طرح جو شخص اپنی شہوات کا تابع ہے جو شیطان کو محبوب اور رحمن کو ناپسند ہیں تو اسکو زبان سے اعوذ باللہ کہنا مفید نہوگا بلکہ اس زبانی قول کے ساتھ خداے تعالی کے قلعہ میں پناہ لینے کا بھی ارادہ کرے اور اسکا قلعہ لا الہ الا اللہ ہے چنانچہ ایک حدیث قدسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو خبر دی ہے کہ خداے تعالی فرماتا ہے کہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو شخص میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے مامون ہوا اور اس

قلعہ مین پناہ لینے والا وہ شخص ہی جسکا معبود سواے خداے تعالی کے اور کوئی نہو لیکن جس شخص نے کہ اپنا معبود اپنی خواہش نفس کو بنا رکھا ہو تو وہ شیطان کے میدان مین ہی نہ خداے تعالی کے قلعہ مین۔ اور معلوم کرنا چاہیے کہ شیطان کا ایک فریب یہ بھی ہے کہ آدمی کو نماز کے اندر آخرت کی فکر مین اور خیرات کے کامون کے سوچنے مین لگا دیتا ہی تاکہ جو کچھ نماز مین پڑھے اُسکے سمجھنے سے باز رہے تو یاد رکھو کہ جو چیز تمکو معنی قرارت کے سمجھنے کی مانع ہو وہ وسواس ہی اسلیے کہ زبان کا ہلانا تو مقصود وہی نہین بلکہ مقصود معانی ہین اور قرارت کے باب مین آدمی تین طرح کے ہین ایک وہ کہ اُسکی زبان متحرک ہی اور دل غافل اور ایک وہ کہ زبان ہلتی ہی اور دل زبان کی پیروی کرتا ہی اور اُسکے الفاظ کو ایسی طرح سمجھتا اور سنتا ہی کہ گویا دوسرے شخص سے اُسکو سنتا ہی یہ درجہ اصحاب یمین کا ہی اور ایک شخص وہ ہی کہ اُسکا دل اول معانی کی طرف دوڑتا ہی پھر دل کی زبان تابع ہو کر اُن معانی کو ترجمہ کرتی ہی اور بہت فرق ہی اس بات مین کہ زبان دل کی ترجمان ہو یا دل کی معلم سو مقرب لوگون کی زبان دل کی ترجمان اور اُسکی تابع ہوتی ہی اور دل اسکا تابع نہین ہوتا۔ اور قرارت کے ترجمے کی تفصیل یہ ہی کہ جب تم کہو بسم اللہ الرحمن الرحیم یعنی شروع کرتا ہون اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور رحم والا ہی تو اس سے یہ نیت کرو کہ اللہ تعالی کے کلام پاک کے شروع کرنے کے لیے اس سے تبرک چاہتا ہون اور یہ سمجھو کہ اسکے معنی یہ ہین کہ سب امور اللہ سے ہین اور اسم سے غرض اس جگہ مسمی ہی اور جب یہ کام اللہ کے ہوے تو الحمد للہ رب العالمین بھی ٹھیک ہوا کہ اسکے معنی ہین کہ شکر خدا کا ہی جو پروردگار ہی سب جہانون کا کیونکہ نعمتین سب اللہ تعالی کی طرف سے ہین اور جو شخص کہ کسی نعمت کو غیر اللہ کی جانب سے جانتا ہی یا اپنے شکر سے غیر اللہ کا قصد کرتا ہی اور اسکو اللہ تعالی کے حکم کا مسخر نہین سمجھتا تو اسکو بسم اللہ اور الحمد للہ کہنے مین اسی قدر نقصان ہوگا جسقدر کہ وہ غیر اللہ کی طرف التفات رکھتا ہوگا اور جب تم کہو الرحمن الرحیم تو اپنے دل مین اُسکے تمام انواع لطف کو حاضر کرلو تاکہ تمکو اُسکی رحمت کا حال کھلے اور اُس سے تمھاری امید ابھرے پھر مالک یوم الدین کہنے سے اپنے دل مین سے اُسکی تعظیم اور خوف کو ابھارو عظمت تو اس جہت سے کہ ملک بجز اُسکے اور کسیکا نہین اور خوف اس جہت سے کہ اُسکے معنی یہ ہین کہ وہ مالک ہی روز جزا اور حساب کا پس اس دن کے ہول سے ڈرنا چاہیے پھر ایاک نعبد یعنی تجھی کو عبادت کرتے ہین کے کہنے سے اخلاص از سر نو کرو اور طاقت اور قوت سے عاجزی اور برارت اس قول سے ہی کرو وایاک نستعین یعنی تجھی سے مدد چاہتے ہین اور خوف دل مین ٹھان لو کہ ہمکو بدون اُسکی اعانت کے طاعت میسر نہین ہوئی اور اُسکا بڑا احسان ہی کہ اپنی طاعت کی توفیق دی اور عبادت کی خدمت ہمسے لی اور ہمکو اپنی مناجات کا اہل بنایا اگر بالفرض ہمکو توفیق سے محروم رکھتا تو ہم بھی شیطان لعین کے ساتھ مین راندۂ درگاہ ہوتے پھر جب اعوذ باللہ اور بسم اللہ اور الحمد للہ اور مطلق اعانت کی حاجت ظاہر کرنے سے فارغ ہو چکے تو اب اپنے سوال کو معین کرو اور اُس سے وہی چیز مانگو جو تمھاری حاجتون مین سب سے زیادہ مہم ہو اور یہ کہو اہدنا الصراط المستقیم دکھا ہمکو راہ سیدھی جو ہمکو تیرے پاس پہونچاوے اور تیری مرضیات تک لیجاوے اور اسکی شرح اور تفصیل اور تاکید زیادہ کرنے کو کہو صراط الذین انعمت علیہم یعنی اُن لوگون کا راستہ جنپر تو نے نعمت ہدایت کا افاضہ فرمایا اور وہ انبیا اور صدیقین اور شہدا و صالحین ہین غیر المغضوب علیہم ولا الضالین نہ اُن لوگون کی راہ جنپر غصہ ہوا یا بھٹکنے والے ہین اور وہ کافر یہود اور نصاری اور صابئین ہین پھر اُس درخواست کے قبول ہونے کی طلب کرو اور کہو کہ آمین یعنی ایسا ہی کر جب تم الحمد کو اس طرح پڑھوگے تو عجب نہین کہ تم اُن لوگون مین سے ہو جنکے باب مین اللہ تعالی ایک حدیث قدسی مین جسکی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہی فرمایا ہی کہ مین نے نماز کو اپنے آپ مین اور اپنے بندے مین دو حصون آدھا کرلی ہی آدھی میری ہی اور آدھی میرے بندے کی اور میرے بندے کو وہ ملیگا جو اُسنے مانگا ہی بندہ کہتا ہی الحمد للہ رب العالمین تو اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرے بندے نے میری حمد اور تعریف کی اور سمع اللہ لمن حمدہ کہنے سے غرض یہی ہی آخر حدیث تک یعنی اسکے معنی یہ ہین کہ سنا اللہ نے اُسکا قول جسنے اُسکی تعریف کی۔ پس اگر تمکو نماز مین کوئی اور بات نہوتی بجز اسکے کہ خداے تعالی نے باوجود اپنی عظمت و جلال کے تمکو یاد کیا تو یہی کافی اور غنیمت تھا اور جس صورت مین کہ تمکو ثواب اور زیادتی کی توقع اُس سے ہو تو پھر کیا کہنا ہی۔ اور اسی طرح جو سورت تم پڑھو اُسکے معنی کو سمجھو چنانچہ باب تلاوت قرآن مین اُسکا ذکر آویگا حاصل کہ

کہ قرارت کے پڑھنے مین تمکو اسکے امر اور نہی اور وعدہ اور وعید اور نصیحت اور انبیا کی خبرین بتلانی اور احسانات کے ذکر کرنے مین غفلت کرنی چاہیے
اور ان مین سے ہر ایک بات کا ایک حق ہی مثلاً وعدہ کا حق رجا ہی اور وعید کا حق خوف ہی اور امر و نہی کا حق عزم مصمم اسکی تعمیل کا ہی اور نصیحت کا حق اس سے نصیحت
حاصل کرنا ہی اور احسان کے ذکر کرنے کا حق اسکا شکر کرنا ہی اور پہلیون کی خبرین دینے کا حق عبرت پکڑنا ہی ان حقوق کو مقرب لوگ پہچانتے ہین
اور وہی یہ حقوق ادا کرتے ہین چنانچہ زرارہ بن ابی اوفی نماز مین جب اس قول خداوندی پر پہونچے فاذا نقر فی الناقور یعنی جب پھونکا جاویگا
صور مین تو پچھاڑ کھا کر گرے اور مر گئے۔ اور ابراہیم نخعی جب اذا السماء انشقت کو سنتے یعنی یہ ہین کہ جب پھٹ جاوے آسمان تو اتنا بیقرار
ہوتے کہ انکے سارے جوڑ تھرلتے۔ اور عبد اللہ بن واقد کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابن عمر رض کو دیکھا کہ نماز ایسی صورت سے پڑھتے تھے جیسا
کوئی غمزدہ ہوتا ہی اور آدمی کو شایان یہی ہی کہ اسکا دل اپنے آقا کے وعدہ اور وعید سے سوختہ ہو جاوے کیونکہ وہ بندہ گنہگار اور ذلیل سامنے جبار
قہار کے ہی اور یہ باتین درجات کے فہم کے موجب ہوا کرتی ہین اور فہم اسقدر ہوتا ہی جسقدر علم اور دل کی صفائی زیادہ ہوتی ہی اور اسکے درجات
کی کچھ انتہا نہین اور نمازدلون کی کنجی ہی انہین الفاظ کے اسرار واضح ہوتے ہین۔ یہ ہی قرارت کا حق اور ذکر اور تسبیحون کا حق بھی یہی ہی پھر قرارت مین
سورت کا لحاظ کرو یعنی حروف کو اچھی طرح ادا کرو اور جلد جلد نہ پڑھو کیونکہ آہستہ پڑھنے سے سمجھنے مین آسانی ہوتی ہی اور رحمت اور عذاب کی آیتون کو اور
وعدہ اور وعید اور تحمید اور تمجید کی آیتون کو جدا جدا لہجون مین پڑھو ابراہیم نخعی جب اس جیسی آیت پڑھتے ما اتخذ اللہ من ولد وما کان معہ من الہ تو اپنی
آواز پست کر دیتے جیسے کسی کو اس بات سے شرم آوے کہ خدائے تعالی کا ذکر ان اوصاف سے کرے جو لائق اسکی جناب پاک کے نہون۔ اور مروی ہی
کہ قرآن والے کو قیامت کے دن کہا جاویگا کہ پڑھ اور ترقی کر اور اچھی طرح پڑھ جیسے تو دنیا مین اچھی طرح پڑھا کرتا تھا۔ اور ساری قرارت مین کھڑے رہنے
سے اشارہ ہی کہ دل اللہ تعالی کے ساتھ حضور کی صفت پر ایک ہی طرح قائم رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالی نمازی کی طرف متوجہ
رہتا ہی جبتک کہ نمازی اور طرف دھیان نہ کرے۔ اور جس طرح کہ سر اور آنکھ کی حفاظت اور طرف دیکھنے سے واجب ہی اسی طرح باطن کی حفاظت نماز
کے سوا اور طرف دھیان کرنے سے واجب ہی پس جس صورت مین کہ دل اور طرف متوجہ ہو تو اسکو یاد دلاؤ کہ خدائے تعالی تیرے حال پر مطلع ہی
اور مناجات کرنے والے کو حالت مناجات مین اس ذات سے غفلت کرنی جس سے مناجات کرتا ہی اسکے پاس و بار جانے کو بہت بری ہی۔ اور اپنے
دل پر خشوع کو لازم کرو کیونکہ ظاہر و باطن کے اور طرف دھیان کرنے سے نجات خشوع ہی کا نتیجہ ہی جب باطن خشوع کریگا تو ظاہر بھی فروتنی کریگا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے مین اپنی داڑھی سے کھیل کرتے دیکھکر فرمایا کہ اگر اسکا دل خشوع کرتا تو اسکے اعضا بھی خشوع کرتے
اسلیے کہ رعیت کا حال حاکم کی طرح کا ہوتا ہی اور اسی وجہ سے دعا مین یہ وارد ہوا ہی کہ الہی راعی اور رعیت دونون کو درست کر اور راعی دل ہی
اور اعضا رعیت ہین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز مین میخ کی طرح ہوتے تھے اور ابن زبیر رض لکڑی کی طرح اور بعض اکابر رکوع مین ایسے
ہوتے تھے کہ انپر چڑیان پتھر سا جانکر بیٹھ جاتی تھین۔ اور یہ سب باتین دنیا مین بادشاہون کے سامنے باقتضائے طبیعت ہو جاتی ہین تو شہنشاہ
حقیقی کے سامنے جن لوگون کو اسکا حال معلوم ہی کیسے نہونگی اور جو شخص غیر اللہ کے سامنے تو خشوع پیٹ بھر کر کرے اور خدائے تعالی کے سامنے
اسکے ہاتھ پاؤن ہلتے جلتے رہین تو وہ خدائے تعالی کے جلال کی معرفت مین قاصر ہی اور نہین جانتا کہ اللہ تعالی میرے دل اور وسوسہ پر آگاہ ہی
حضرت عکرمہ نے اس آیت کی تفسیر مین الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین فرمایا ہی کہ قیام اور رکوع اور سجدہ اور جلسہ کے وقت مین
دیکھتا ہی اور رکوع اور سجدہ مین یہ چاہیے کہ انکے ادا کرنے کے وقت نئے سر سے خدائے تعالی کی بزرگی کو یاد کرو پھر نئی نیت اور اتباع سنت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدائے تعالی کے عذاب سے اسکے عفو کی پناہ مانگتے ہوئے اپنے دونون ہاتھ اٹھاؤ اور از سر نو اسکے سامنے
ذلت اور تواضع رکوع سے ادا کرو اور اپنے دل کے نرم کرنے اور از سر نو خشوع کرنے مین کوشش کرو اور اپنی ذلت اور اپنے معبود کی عزت کو خیال کرو
اور دل مین اس بات کے ہونے پر زبان سے مدد لو یعنی زبان سے سبحان ربی العظیم پکارو یہ بہت بڑا ہو کہ اسکی عظمت تمہارے اقرار سے

ثابت ہوا اور ان کلمات کو مکرر کہو تا کہ دل مین اس عظمت کی تاکید ہو پھر اپنا سر رکوع سے اٹھاؤ اور یہ توقع کرو کہ وہ رحم کرنیوالا ہے اور اپنے اس دل کی توقع کی تاکید ان لفظون سے کرو سمع اللہ لمن حمدہ یعنی جو شکر اللہ تعالی کا کرتا ہی اللہ تعالی اُسکی سنتا ہی پھر اُسکے بعد شکر بیان کرو کہ اُس سے زیادتی نعمت کی ہوتی ہی اور یہ کہو ربنا لک الحمد اور حمد کی کثرت کے لیے یہ الفاظ کہو ملأ السموات والارض یعنی ای رب ہمارے تجھکو شکر ہی بمقدار آسمانون اور زمین کے پر سے کے پھر سجدہ کے واسطے جھکو کہ یہ سب مین زیادہ درجہ کی ذلت ہی یعنی اپنا منہ جو سب اعضا کی نسبت عزیز تر ہی اُسکو سب چیزون مین ذلیل تر یعنی مٹی پر رکھو اور اگر یہ بات تمسے ہو سکے کہ زمین پر سجدہ کرو اور زمین مین اور چہرے مین کوئی حائل نہو تو ایسا ہی کرو کیونکہ اس صورت سے فروتنی بہت حاصل ہوتی ہی اور ذلت خوب معلوم ہوتی ہی اور جب تم اپنے آپ کو ذلت کی جگہ مین رکھ چکے تو جانو کہ تمنے اپنے نفس کو جہان کا تھا وہان رکھدیا اور فرع کو اصل تک پہونچادیا اور تمھاری اصل پیدایش مٹی ہی سے ہوئی اور اُسی کی طرف دوبارہ جاؤ گے اس وقت اپنے دل پر خداے تعالی کی عظمت از سر نو کرو اور کہو سبحان ربی الاعلی اور اُسکو مکرر کہو کہ دل مین کی عظمت کی تاکید کرو کہ ایک دفعہ کے کہنے کا اثر ضعیف ہوتا ہی پس جب تمھارا دل نرم ہوا اور یہ بات تمکو معلوم ہو جاوے تو خداے تعالی کی رحمت کی توقع کرو کہ اُسکی رحمت ضعف اور ذلت ہی کیطرف جھپٹتی ہی تکبر اور شیخی پر نہین دوڑتی اب اپنے سر کو اللہ اکبر کہتے ہوے اٹھاؤ اور اپنی حاجت ان الفاظ سے مانگو رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم یا جو دعا تمکو منظور ہو طلب کرو پھر تواضع کو دوبارہ سجدہ کرنے سے پختہ کرو اور اسی طرح دوسرا سجدہ کرو۔ اور جب تشہد کے لیے بیٹھو تو ادب سے بیٹھو اور تصریح کرو کہ جتنی چیزین تقرب کی ہین خواہ صلوات ہون یا طیبات یعنی اخلاق ظاہرہ وہ سب اللہ کے لیے ہین اور اسی طرح ملک خدا کے لیے ہی اور یہی معنی التحیات کے ہین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کو اپنے دل مین حاضر کرو اور کہو السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور اپنا دل مین سچی آرزو کرو کہ یہ سلام آنکو پہونچیگا اور تمکو اسکا جواب تمھارے سلام کی نسبت کامل عنایت فرماوینگے پھر تم اپنے اوپر اور اللہ تعالی کے نیک بخت بندون پر سلام کہو اور یہ توقع کرو کہ خداے تعالی تمکو اس سلام کے جواب مین بقدر شمار نیک بندون کے پورے سلام مرحمت فرماویگا پھر خداے تعالی کی وحدانیت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر شہادت کرو اور خداے تعالی کے عہد کو شہادت کے دونون جملے پڑھکر نیا کرو پھر اپنی نماز کے آخر مین جو دعا حدیث مین آئی ہو تواضع اور خشوع اور مسکنت اور عاجزی اور قبول ہونے کی سچی توقع کے ساتھ پڑھو اور اپنی دعا مین اپنے ماں باپ اور سب ایماندارون کو شریک کرو اور سلام کے وقت نیت کرو کہ فرشتون اور حاضرین پر سلام کہتا ہون اور سلام سے نماز کے پورا ہونے کی نیت کرلو اور خداے تعالی کے شکر کا دل مین خیال کرو کہ تمکو اس طاعت کے پورا کرنے کی توفیق دے اور یہ سمجھو کہ تم اپنی اس نماز کو رخصت کرتے ہو اور شاید پھر تمھاری زندگی نہو کہ پھر ایسی نماز پڑھو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو وصیت کی تھی فرمایا تھا کہ نماز رخصت کرنے والے کی سی پڑھ۔ پھر اپنے دل مین نماز مین قصور کرنے کا خوف اور شرم کرو اور اس بات سے ڈرو کہ کہین نماز نامقبول نہو اور کسی گناہ ظاہر یا باطن کی جہت سے بری ٹھہر کر منہ پر نہ ماری جاوے اور اسکے ساتھ ہی یہ توقع رکھو کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اسکو قبول فرمائیگا یحیی بن وثاب جب نماز پڑھ لیتے تو کسی قدر ٹھہرتے اور اُنکے چہرے سے آثار بیحالی اور غم کے معلوم ہوتے تھے۔ اور ابراہیم نخعی بعد نماز کے ایک گھنٹہ ٹھہرے رہتے گویا بیمار ہین یہ صورت ان نمازگزارون کی ہوتی ہی جو خشوع کرتے ہین اور نماز کی نگہداشت اور مداومت کرتے ہین اور جتنی انکو بندگی مین مقدور و طاقت ہوتی ہی اُسکے موافق اللہ تعالی کی مناجات مین مصروف ہوتے ہین پس آدمی کو چاہیے کہ جو نماز پڑھے اُسمین انہین باتون کا پابند رہے اور جسقدر اُسکو ان مین سے حاصل ہو اُس سے خوش ہونا چاہیے اور جو حاصل نہوا حسرت کرنی زیبا ہی اور اُسکے علاج مین کوشش کرنی لازم اور غافلون کی نماز تو مقام خطر ہی ہان اگر اللہ تعالی اپنی رحمت کرے تو کیون نہین کہ اُسکی رحمت وسیع اور کرم عام ہی ہم اللہ سے سوال کرتے ہین کہ ہمکو اپنی رحمت مین ڈھانپ لے اور اپنی مغفرت سے ہماری پردہ پوشی کرے کہ ہمکو بجز اس بات کے کہ اُسکی طاعت کی بجا آوری سے عاجز ہیکا اقرار کرین اور کوئی وسیلہ نہین۔ اور جان لو کہ نماز کو آفات سے پاک کرنا اور صرف خدا کی ذات کے لیے اُسکو خالص کرنا اور مع شروط باطنی مذکورہ بالا

سلام
ادب کی تفسیر
سلام اور خدا
کی رحمت اور
اسکی برکتین
جون ۱۲
صحیح اسکی شرح
پہلی فصل
مین گذری

یعنی خشوع اور تعظیم اور حیا کے ساتھ اسکو پڑھنا دلون مین انوار کے حاصل ہونے کا سبب ہو اور یہ انوار علوم مکاشفہ کے لیے کنجیان ہوتے ہین پس اولیاء اللہ
جو آسمان اور زمین کے ملکوت اور ربوبیت کے اسرار کو مکاشفہ سے معلوم کرتے ہین تو وہ بھی نماز ہی کے اندر خصوصًا سجدہ کی حالت مین معلوم کرتے
ہین کیونکہ سجدہ کے باعث بندہ اپنے پروردگار سے قریب ہو جاتا ہی اور اسی لیے اللہ تعالی نے فرمایا واسجد واقترب یعنی سجدہ کر اور قرب حاصل کر
اور ہر ایک نمازی کو نماز مین مکاشفہ اتنی قدر ہوتا ہی جس قدر کہ وہ دنیا کی کدورتون سے صاف ہوتا ہی اور یہ بات قوت اور ضعف اور قلت اور کثرت اور
ظہور اور خفا مین مختلف ہوا کرتی ہی یہانتک کہ بعضون کو چیز بعینہ منکشف ہوتی ہی اور بعضون کو اسکی صورت مثالی معلوم ہوتی ہی جیسے بعضون کو دنیا
مردار کی صورت مین معلوم ہوئی اور شیطان کو کتے کی طرح اسپر چھائی دھرے دیکھا کہ اسکی طرف بلا رہا ہی اور مکاشفہ کا اختلاف کشف کی چیز مین بھی
ہوتا ہی مثلا بعضون کو خدا تعالی کے صفات اور جلال منکشف ہوتے ہین اور بعضون کو اسکے افعال اور بعض کو علوم معاملہ کی باریکیان - اور ان
باتون کے معین کرنے کے لیے ہر وقت مین اتنے اسباب پوشیدہ ہوتے ہین جنکی انتہا نہین اور سب مین زیادہ سخت ان اسباب مین فکر دلی کی مناسبت
ہو کہ وہ جب کسی معین چیز مین مصروف رہتا ہی تو وہی چیز منکشف ہونے کے واسطے اولی ہوتی ہی - اور چونکہ یہ باتین جلا کیے ہوے آئینون مین بھی
پرتو افگن ہوتی ہین اور آئینے سے زنگ خوردہ ہین اور اسی وجہ سے انپر عکس ہدایت نہین پڑتا نہ اس جہت سے کہ منعم حقیقی کی جہت سے بخل ہو
بلکہ اس جہت سے کہ ہدایت کے گرنے کے مقام پر میل کی تہین جم رہی ہین اسلیے زبانین ان مکاشفہ کی باتون کے انکار پر دوڑ پڑین کیونکہ یہ اکثر طبیعت کی
سرشت مین ہی کہ جو چیز موجود نہین اسکا انکار کرنے لگے اگر بالفرض پیٹ کے بچے کو عقل ہوتی تو وہ ہوا کے اندر انسان کے وجود کے امکان کا انکار
کرتا اور اگر دودھ پیتے لڑکے کو تمیز ہوتی تو وہ ان امور کا انکار کرتا جو عاقل لوگون کو آسمانون اور زمین کے ملکوت اور اسرار معلوم ہوتے ہین اور یہی حال
انسان کا ہی کہ جس حال مین ہوتا ہی اسکے بعد کے احوال کا گویا منکر ہوتا ہی اور جو شخص ولایت کے حال کا منکر ہو اسپر یہ لازم آویگا کہ نبوت کے حال کا
منکر ہو حالانکہ خلق کی پیدایش بہت سے حالات مین ہوئی ہی پس آدمی کو نہین چاہیے کہ جو درجہ اپنے درجہ کے بعد ہو اسکا انکار کر بیٹھے - ہان از انجا
کہ ان لوگون نے اپنی بحث کو جدل اور پراگندہ مباحثے سے تلاش کیا اور غیر اللہ سے دل کو صاف کر کے طلب نہ کیا اسی واسطے اس سے محروم رہے اسوجہ
سے اسکا انکار کیا - اور جو شخص مکاشفہ والون مین سے نہو تو اس سے کمتر تو نہ ہونا چاہیے کہ غیب پر ایمان اور تصدیق ہی رکھے جب تک کہ تجربے سے
خود مشاہدہ کرے کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ جب بندہ نماز مین کھڑا ہوتا ہی تو اللہ تعالی اپنے اور اسکے درمیان مین سے پردہ اٹھا دیتا ہی اور اسکو
اپنے منہ کے سامنے کر لیتا ہی اور فرشتے اسکے مونڈھے سے لیکر ہوا تک کھڑے ہوتے ہین اسکی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے ہین اور اسکی دعا پر آمین کہتے ہین
اور نمازی پر آسمان کے جو سے لیکر اسکے سر کی مانگ تک نیکی برستی ہی اور ایک پکارنے والا پکارتا ہی کہ اگر یہ مناجات کرنے والا جانتا کہ کس شخص سے
مناجات کرتا ہون تو ادھر ادھر متوجہ نہوتا اور یہ کہ آسمان کے دروازے نمازیون کے لیے کھل جاتے ہین اور یہ کہ اللہ تعالی اپنے فرشتون پر نمازی کے
صدق سے فخر کرتا ہی پس کھلنا آسمان کے دروازون کا اور روبرو ہونا خدا تعالی کا نمازی سے اسی کشف سے اشارہ ہے جسکو ہمنے ذکر کیا ہی -
اور توریت مین لکھا ہی کہ ای ابن آدم اس بات سے عاجز نہو کہ تو میرے سامنے روتا ہوا نماز پڑھتا کھڑا ہو کہ مین وہ اللہ ہون کہ تیرے دل سے نزدیک
ہوا اور تو نے غیب سے میرا نور دیکھا راوی کہتا ہی کہ ہم جانا کرتے تھے کہ رقت اور بکا اور فتوح جو نمازی اپنے دل مین پاتا ہی وہ اسی جہت سے ہی
کہ اللہ تعالی دل سے قریب ہو جاتا ہی - اور چونکہ یہ قرب مکان کی جہت سے نہین کہ اس سے خدا تعالی بری ہی تو ضرور ہی کہ ہدایت اور رحمت اور پردہ
دور کرنے کے اعتبار سے قرب مراد ہوگا - اور کہتے ہین کہ بندہ جب نماز پڑھتا ہی تو اس سے دس صفین فرشتون کی تعجب کرتی ہین جنمین کی ہر ایک
صف دس ہزار کی ہوتی ہی اور اللہ تعالی اس بندہ سے ایک لاکھ فرشتون پر فخر کرتا ہی اور یہ اس وجہ سے کہ آدمی کے لیے نماز مین قیام اور قعود اور
رکوع اور سجدہ ایک ساتھ ہین حالانکہ اللہ تعالی نے ان چیزون کو چالیس ہزار فرشتون پر بانٹ رکھا ہی کہ کھڑے ہونے والے قیامت تک رکوع
نہ کرینگے اور سجدہ والے سر نہ اٹھاوینگے اور یہی حال ہی رکوع اور قعود کرنے والون کا اور ایک وجہ یہ ہی کہ اللہ تعالی نے جو قرب اور رتبہ

فرشتون کو عنایت فرمایا ہی وہ ایک ہی طرح پہ مدام رہتا ہی نہ زیادہ ہو نہ کم چنانچہ خود انکا قول کلام مجید مین نقل فرمایا وما منا الا لہ مقام معلوم اور
انسان کا حال اس باب مین فرشتون کا سا نہین یہ ایک درجے سے دوسرے پر ترقی کرتا رہتا ہی کیونکہ ہمیشہ تقرب الی اللہ کرتا ہی اور زیادتی حاصل
کرتا ہی اور زیادتی کا باب فرشتون کے لیے مسدود ہی انمین ہر ایک کا وہی رتبہ ہی جسپر وہ کھڑا ہی اور وہی عبادت ہی جسمین وہ مشغول ہی نہ اس
رتبہ سے بڑہے نہ عبادت مین قصور کرے چنانچہ خداے تعالی خود فرماتا ہی لا یستکبرون عن عبادتہ ولا یستحسرون یسبحون اللیل والنہار لا یفترون
اور زیادتی کے درجات کی کنجی نماز مین ہی اللہ تعالی فرماتا ہی قد افلح المومنون الذین ہم فی صلاتہم خاشعون یعنی لوگون کا وصف ایمان کے بعد ایک نماز مخصوص سے
فرمایا جو خشوع کے ساتھ مقرون ہو پھر ان فلاح پانیوالون کے اوصاف کو نماز ہی پر ختم فرمایا جیسا کہ ارشاد ہی والذین ہم علی صلوتہم یحافظون پھر ان صفات کا
ثمرہ کے بیان مین ارشاد فرمایا اولئک ہم الوارثون الذین یرثون الفردوس ہم فیہا خالدون اول وصف فلاح سے فرمایا اور آخر مین فردوس کی وراثت
سے اور ہمکو معلوم نہین ہوتا کہ زبان کے لپلپ کرنے کو باوجود دل کی غفلت کے اس درجہ کی فضیلت ہو اور یہی وجہ ہے ان لوگون کے مقابلون کے
باب مین اللہ تعالی نے فرمایا ما سلککم فی سقر قالوا لم نک من المصلین غرض کہ نمازی ہی فردوس کے وارث اور وہی اللہ تعالی کے نور کے مشاہدہ کرنے والے اور اسکے قرب
وجوار سے تمتع پانے والے ہین خداے تعالی ہمکو بھی انہین سے کرے اور ایسے لوگون کے عذاب سے ہمکو بچاوے جنکی باتین اچھی اور فعل برے ہون
وہ کریم ومنان اور قدیم الاحسان ہی اب ہم کچھ حکایتین اور اخبار خشوع کرنے والون کی نماز کی لکھتے ہین حکایات خاشعین واضح ہو کہ خشوع
ایمان کا ثمرہ اور یقین کا نتیجہ ہی کہ خداے تعالی کے جلال وعظمت سے حاصل ہوتا ہی اور جسکو خشوع نصیب ہوتا ہی وہ نماز مین اور غیر نماز مین خشوع
کیا کرتا ہی یہان تک کہ تنہائی مین اور پاخانہ مین بھی فروتنی کرتا ہی کیونکہ خشوع کا موجب اس بات کو جاننا ہی کہ خداے تعالی بندے کے حال پر مطلع ہی
اور اسکی عظمت کو اور اپنی تقصیر کو پہچاننا انھین مین معرفتون سے خشوع پیدا ہوتا ہی اور یہ معرفتین نماز سے خصوصیت نہین رکھتین اور ہمین بہت بعض
اکابر سے مروی ہی کہ انھون نے خداے تعالی سے شرم کے مارے اور خشوع کی جہت سے چالیس برس تک اپنا سر آسمان کیطرف نہین اٹھایا اور
ربیع بن خثیم اتنا آنکھون کو تلے رکھتے اور سر جھکائے رکھتے کہ بعض لوگ خیال کرتے کہ یہ اندھے ہین حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر مین بیس برس تک
جایا آیا کرتے جب ابن مسعود کی لونڈی انکو دیکھتی تو آپ سے کہتی کہ آپکا اندھا دوست آیا حضرت ابن مسعود اس قول کو سنکر تبسم فرماتے اور جب دروازے پر دستک
دیتے تو لونڈی نکل کر انکو گردن جھکائے آنکھین بند کیے دیکھتی اور حضرت ابن مسعود رض جب انکو دیکھتے تو فرماتے وبشر المخبتین یعنی خوشخبری سنا فروتنی
کرنے والون کو اور کہتے کہ بخدا اگر تمکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو بہت خوش ہوتے اور ایک روایت مین ہی کہ تمکو محبوب جانتے اور ایک روز
حضرت ابن مسعود کے ساتھ لوہارون مین گئے جب بھٹیون کو دھونکتے اور آگ کو لپٹ مارتے دیکھا تو چیخ مار کر بیہوش گر پڑے حضرت ابن مسعود رض
انکے سر کے پاس نماز کے وقت تک بیٹھے انکو ہوش نہ آیا ناچار انکو اپنی پشت پر اٹھا کر اپنے گھر لے آئے اور وہ اسی طرح بیہوش رہے یہانتک
کہ دوسرے روز اسی وقت کے قریب جسمین بیہوش ہوے تھے ہوش آیا اور پانچ نمازین انکی قضا ہوگئین اور حضرت ابن مسعود رض انکے سرہانے
کہتے تھے کہ بخدا خوف اسے کہتے ہین۔ اور ربیع رح کہا کرتے کہ مین نے کوئی نماز ایسی نہین پڑھی کہ اسمین مجھکو اور کوئی فکر ہوئی ہو بجز اسکے کہ مین کیا
کہتا ہون اور مجھسے کیا کہا جاویگا۔ اور عامر بن عبد اللہ نماز کے اندر خشوع والون مین تھے جب نماز پڑھتے تو انکی لڑکی دف بجاتی اور عورتین گھر مین
جو کچھ چاہتین باتین کرتین مگر وہ نہ سنتے اور نہ کچھ سمجھتے اور ایک روز کسی نے انسے کہا کہ نماز کے اندر تمہارا نفس کوئی بات کرتا ہی فرمایا
کہ ہان اپنا کھڑا ہونا خداے تعالی کے سامنے اور وہان سے دو مکانون مین سے ایک کیطرف پھرنا دل مین گذرتا ہی کسی نے انسے کہا کہ بھلا جو دنیا کی
باتین ہمکو دل مین گذرتی ہین انمین سے بھی تم کچھ اپنے دل مین پاتے ہو فرمایا کہ اگر مجھمین گو برچھیان ادھر کی ادھر نکل جاوین تو یہ مجھے محبوب
تر ہی اس سے کہ نماز مین وہ امور معلوم کرون جو تم پاتے ہو اور کہا کرتے کہ اگر پردہ اٹھا لیا جاوے تو مین یقین مین کچھ زیادہ نہون۔ اور مسلم بن
یسار بھی ایسے ہی لوگون مین تھے سنا ہی کہ نماز پڑھنے مین مسجد کا ستون گر پڑا اور انکو خبر نہوئی۔ اور بعض اکابر کا عضو کچھ سڑ گیا تھا اسمین ضرورت

اسکے کاٹنے کی ہوئی مگر اُنسے برداشت نہوسکا کسی نے کہا کہ نماز کے اندر جو کچھ ان پر گذر جاوے اُنکو خبر نہین ہوتی پس نماز مین وعضو جدا کیا گیا۔ اور بعض اکابر کا قول ہی کہ نماز آخرت مین سے ہی تو جب تم اُسمین داخل ہوے دنیا سے باہر ہوے۔ اور کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ نماز کے اندر تمھارا دل کوئی بات دنیا کی بھی کرتا ہی یا نہین اُنھون نے جواب دیا کہ نہ نماز مین کرتا ہی نہ بغیر نماز مین۔ اور بعض اکابر سے کسی نے سوال کیا کہ آپ نماز مین کسی چیز کو یاد کرتے ہین انھون نے کہا کہ بھلا نماز سے بہتر میرے نزدیک کوئی چیز ہی کہ مین اُسکو نماز مین یاد کرون۔ اور حضرت ابودرداء رض فرمایا کرتے کہ آدمی کی سمجھ مین سے ہی یہ بات کہ نماز مین داخل ہونے سے پیشتر اپنی حاجت کرلے تاکہ نماز مین فارغ دل ہوکر داخل ہو۔ اور بعض اکابر وسواس کے ڈر کے مارے نماز مین تخفیف کیا کرتے یعنی جلد پڑھ لیتے۔ اور مروی ہی کہ عمار بن یاسر نے ایک نماز پڑھی اور تخفیف کے ساتھ ادا کی کسی نے اُنسے کہا کہ آپ نے تخفیف کی فرمایا کہ تمنے دیکھا مین نے نماز کی حدود مین سے تو کچھ نہین کم کیا لوگون نے کہا کہ نہین فرمایا کہ مین نے شیطان کے سہو کی جلدی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بندہ نماز پڑھتا ہی اور اُسمین سے اُسکے لیے نہ آدھی لکھی جاتی ہی نہ تہائی نہ چوتھائی نہ پانچوان حصہ نہ چھٹا نہ دسوان اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کے لیے اُسکی نماز مین سے اتنی قدر لکھا جاتا ہی جسقدر کہ وہ سمجھتا ہی اور مروی ہی کہ حضرت طلحہ رض اور زبیر رض اور کچھ دوسرے صحابی رضی اللہ عنہم سب لوگون سے زیادہ مختصر نماز پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ اسقدر جلدی سے ہم شیطان کے وسوسے آگے نکل جاتے ہین۔ اور مروی ہی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا کہ آدمی کے دونون رخسارے اسلام مین سفید ہوجاتے ہین حالانکہ خدا تعالے کے لیے ایک نماز بھی پوری نہین پڑھی لوگون نے پوچھا کہ یہ کیسے آپ نے فرمایا کہ نماز کے خشوع اور تواضع کو تمام نہین کرتا اور اللہ تعالی کی طرف خوب متوجہ نہین ہوتا اسلیے کہ کوئی نماز پوری نہوئی۔ اور ابو العالیہ رح سے کسی نے الذین ہم عن صلاتہم ساہون کا حال پوچھا فرمایا کہ وہ لوگ مراد ہین کہ اپنی نماز سے غفلت کرتے ہین یہ نہین جانتے کہ کتنی رکعتون کے بعد فارغ ہونگے جفت کے خواہ طاق کے۔ اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے وہ شخص مراد ہی کہ نماز کے وقت کو بھولا رہے یہان تک کہ وہ گذر بھی جاوے۔ اور بعضون نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ شخص ہی کہ اگر نماز اول وقت مین پڑھی تو خوش نہوا اور اگر وقت اول سے تاخیر کردی تو غم نہ کیا یعنی نہ اول وقت پڑھنے کو ثواب جانے نہ تاخیر کو گناہ۔ اور جاننا چاہیے کہ کبھی نماز کا بعض حصہ شمار مین آتا ہی اور لکھا جاتا ہی اور بعض داخل نماز اور کتابت مین نہین ہوتا چنانچہ اس بات پر اخبار دلالت کرتے ہین اگرچہ فقہ والے یہی کہتے ہین کہ صحت کے باب مین نماز کے اجزا نہین ہوتے مگر اُسکا صاحب اجزا ہونا ایک اور بات سے ہی جو اوپر ہمنے لکھی ہی اور یہ بات حدیثون سے بھی معلوم ہوتی ہی مثلاً فرضون کے نقصان کا جبر نفلون سے ہونا وارد ہی حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ فرائض کے سبب سے بندہ مجھسے نجات پا گیا اور نوافل سے میری طرف نزدیک ہوگیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرا بندہ مجھسے نجات نپاویگا مگر بصورت ادا کرنے اُن امور کے جو مین نے اُسپر فرض کیے ہین۔ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز پڑھی اور اُسکی قرارت مین ایک آیت چھوڑدی جب آپ نماز سے فارغ ہوے پوچھا کہ مین نے کیا پڑھا سب لوگ خاموش رہے حضرت ابی بن کعب رض سے پوچھا اُنھون نے عرض کیا کہ آپ نے فلان سورت پڑھی اور اُسمین فلان آیت نہین پڑھی ہمکو معلوم نہین کہ وہ منسوخ ہوگئی یا اُٹھائی گئی آپ نے فرمایا کہ اے ابی تو اُسکے لیے ہی پھر اورون کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ لوگون کا کیا حال ہی کہ اپنی نماز مین حاضر ہوتے ہین اور صفون کو پوری کرتے ہین اور اُنکا نبی سامنے ہوتا ہی اُنکو خبر نہین کہ اُنکے رب کی کتاب مین سے اُنپر کیا پڑھتا ہی سن لو کہ بنی اسرائیل نے ایسا ہی کیا تھا اللہ تعالی نے اُنکے نبی پر وحی بھیجی اپنی قوم سے کہدو کہ تم اپنے بدن میرے سامنے کرتے ہو اور اپنے الفاظ مجھکو دیتے ہو اور دلون سے مجھسے غائب ہوتے ہو جس بات کیطرف تم مائل ہو وہ باطل ہی۔ اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ امام کی قرارت سننی اور سمجھنی اپنے آپ سورہ پڑھنے کے قائم مقام ہی۔ اور بعض اکابر نے کہا ہی کہ آدمی سجدہ کرتا ہی اور اپنے نزدیک یہ جانتا ہی کہ اس سے خدا تعالی کا تقرب جانتا ہی حالانکہ اگر اس سجدہ کی حالت کے اُسکے گناہ سارے شہر پر بانٹ دیے جاوین تو سب لوگ ہلاک ہوجاوین لوگون نے کہا کہ یہ کیسے

کہا کہ وہ تو خدا کے سامنے سجدہ کرتا ہو اور اسکا دل خواہش نفس کی طرف مائل ہوتا ہو اور امر باطن کا جو اسپر چھپا ہوا رہتا ہو مشاہدہ کرتا ہو ۔ غرض کہ حکایات گزشتہ سے سنت خاشعین کی معلوم ہوئی اور یہ حکایات اور اخبار جو بیان ہوئے اس بات پر دال ہین کہ نماز کے اندر اصل خشوع اور دل کا حاضر ہونا ہو اور صرف حرکات غفلت کے ساتھ آخرت مین مفید کم پڑینگے خدا ے تعالی ہمکو بھی اپنے لطف و احسان سے توفیق عنایت فرماوے

چوتھی فصل امامت کے ذکر مین ۔ جاننا چاہیے کہ امام پر کچھ اعمال نماز سے پیشتر اور کچھ قرارت کے اندر اور کچھ ارکان نماز مین اور بعض سلام کے بعد ہین اسی جہت سے اس فصل کو چار قسمون مین لکھا جاتا ہے **قسم اول نماز کے پیشتر کے امور مین** نماز سے پہلے چھ کام امام پر ہین اول یہ کہ جو قوم اپنے آپ کو پسند کرے اسکی امامت نہ کرے اور اگر بعض ناپسند کرین اور بعض پسند کرین تو اعتبار اکثر کا ہوگا جو بہت ہون لیکن جس صورت مین کہ کمتر نیک بخت اور دیندار ہون تو کمتر ہی کا اعتبار کرنا بہتر ہے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ تین شخصون کی نماز انکے سر کے اوپر نہین اٹھتی ایک غلام بھاگا ہوا دوسرے وہ عورت کہ اسکا خاوند اس سے ناراض ہو تیسرے امام ان لوگون کا جو اسکی امامت سے ناخوش ہون ۔ اور جیسے آگے بڑھنا لوگون کی ناخوشی کے ساتھ ممنوع ہے اسی طرح اس صورت مین بھی نہ چاہیے کہ مقتدیون مین کوئی اس سے زیادہ فقیہ اور قاری ہو ہان اگر وہ امامت نہ کرے تو آگے بڑھنا مضائقہ نہین اور اگر ان امور مین سے کوئی نہو تو جب لوگ آگے بڑھنے کو کہین بڑھ جاوے بشرطیکہ اپنے نفس مین شروط امامت کی بجا آوری معلوم کرے اور اس صورت مین مکروہ ہے کہ ایک دوسرے کو امامت کے واسطے کہین کیونکہ کہتے ہین کہ کچھ لوگون نے تکبیر ہونے کے بعد امامت کو ایک دوسرے پر ٹالا تو وہ زمین مین دھنسا دیے گئے اور صحابہ رضی سے جو امامت کا ایک دوسرے پر ٹالنا مروی ہے تو سبب اسکا یہ تھا کہ وہ اوروں کو ترجیح دیتے تھے جو امامت کے لائق ہوتا تھا یا اپنے نفس پر سہو کا خوف اور لوگون کی نماز کے تاوان کا ڈر رکھتے تھے کہ امام مقتدیون کی نماز کے کفیل ہوتے ہین اور اسی سبب سے ان لوگون مین سے جو شخص امامت کا عادی نہ تھا اسکا دل مقتدیون سے شرمندگی کی وجہ سے مشغول ہو جاتا تھا اور اخلاص نماز مین جاتا رہتا تھا خصوصاً قرارت کو پکار کے پڑھنے کی صورت مین غرض کہ ان لوگون مین سے جو امامت سے گریز کرتا تھا تو اسکا سبب ایسی چیزون کا ہونا تھا دوم یہ کہ اگر آدمی کو اذان اور امامت مین اختیار دیا جاوے تو چاہیے کہ امامت اختیار کرے کیونکہ ہر ایک مین فضیلت ہے دونون کا اکٹھا کرنا مکروہ ہے بلکہ امام اور ہونا چاہیے اور موذن دوسرا اور جمع کرنا اسکا دشوار ہے تو امامت بہتر ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اذان بہتر ہے چنانچہ اسکی فضیلت ہم ذکر کر چکے ہین اور فضیلت کی وجہ سے اذان کو بہتر کہتے ہین اور ایک وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے کہ الامام ضامن والموذن موتمن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امامت مین ضمانت کا خطرہ ہے ۔ اور فرمایا الامام امیر فاذا رکع فارکعوا واذا سجد فاسجدوا اور حدیث مین بھی ہے کہ اگر امام نماز کو پورا کریگا تو ثواب اسکو اور مقتدیون کو ہوگا اور اگر ناقص کریگا تو وبال اسی پر ہوگا نہ مقتدیون پر اور اسی سبب سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہم ارشد الائمۃ واغفر للموذنین تو مغفرت کی طلب کرنی چاہیے کیونکہ رشد کی طلب بھی مغفرت ہی کے لیے ہوتی ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ جو شخص ایک مسجد مین سات برس امامت کرے اسکے لیے جنت واجب ہے اور جو شخص چالیس برس اذان دے جنت مین بے حساب داخل کیا جاویگا اور یہی وجہ صحابہ سے منقول ہے کہ وہ امامت کو ایک دوسرے پر ٹالا کرتے تھے ۔ اور صحیح یہ ہے کہ امامت افضل ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض اور انکے بعد اور ائمہ نے اسپر مداومت کی اور یہ ٹھیک ہے کہ اسمین ضمان کا خطرہ ہے مگر فضیلت بھی خطرہ ہی کے ساتھ ہوتی ہے جیسے رتبہ امیر اور خلیفہ ہونے کا فضل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ صاحب سلطنت عادل کا ایک دن ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ امر خالی خطرہ سے نہین اور امامت کے افضل ہونے کی جہت سے واجب ہے کہ افضل اور فقیہ تر امام ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تمہارے امام تمہارے شفیع ہونگے یا یون فرمایا کہ تمہاری طرف سے خدا ے تعالی کے پاس جانے والے ہین پس اگر تم اپنی نماز کو صاف کیا چاہو تو جو تم مین بہتر ہو اسکو آگے کیا کرو ۔ اور بعض سلف کا قول ہے کہ انبیا کے بعد علما سے افضل کوئی نہین اور علما کے بعد نماز پڑھانے والے امامون سے زیادہ کوئی نہین کیونکہ یہ تینون فریق خدا ے تعالی اور اسکی خلق مین واسطے ہین انبیا اپنی نبوت کے باعث اور علما

[illegible]

عام ۱۲ [illegible] راہ راست کہا اماموں کو اور مغفرت کر اذان دینے والون کو ۱۲ [illegible] حدیث مقدم الامام ضامن الخ کا بیان اوپر گذری ۱۲ ق ح ترمذی بروایت ابن عباس اور کہا کہ حدیث غریب ہے ۱۲ [illegible] طبرانی بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ ۱۲ ق ح دارقطنی و بیہقی بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ بسند ضعیف ۱۲

علم کی جہت سے اور امام دین کے رکن یعنی نماز کے باعث سے۔ اور اسی حجت سے صحابہ رضؓ نے حضرت ابوبکر رضؓ کو خلافت پر مقدم ہونے میں دلیل کی تھی یعنی یہ کہا کہ نماز دین کا رکن ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو ہمارے دین کے لیے پسند کیا اسی کو ہم نے اپنی دنیا کے لیے پسند کیا اور صحابہ رضؓ نے حضرت بلال رضؓ کو خلافت کے لیے نہ پسند کیا اور یہ حجت نہ کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اذان کے لیے پسند کیا تھا اور اذان افضل ہے تو انکو بھی افضل سمجھیں۔ اور یہ جو مروی ہے کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھکو کوئی ایسا عمل ارشاد فرمایئے جس سے میں جنت میں داخل ہوں آپ نے فرمایا کہ موذن ہو جا اُسنے کہا کہ مجھکو طاقت نہیں آپ نے فرمایا کہ امام ہو جا اُسنے کہا کہ مجھسے نہیں ہو سکتا آپ نے فرمایا کہ تو امام کے پیچھے نماز پڑھا کر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو شاید یہ گمان ہو کہ امامت پر یہ راضی نہو گا کیونکہ اذان تو اُسکے اختیار میں ہے اور امامت دوسروں کے کرنے اور آگے بڑھانے سے ہوتی ہے اسلیے اول موذن ہونے کو فرمایا پھر یہ خیال ہوا کہ شاید یہ امامت پر قادر ہو جاوے اسلیے اسکا ذکر بعد کو فرمایا سوم یہ کہ امام نماز کے اوقات کو ملحوظ رکھے اور نماز اول وقت میں دلوا دے تاکہ خداے تعالیٰ کی رضامندی ملے کیونکہ اول وقت کی فضیلت آخر وقت پر ایسی ہے جیسے آخرت کی فضیلت دنیا پر ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور حدیث میں ہے کہ بندہ نماز آخر وقت میں نماز پڑھتا ہے اور یہ نماز اس سے فوت نہیں ہوتی مگر اُسکا جو اول وقت اُس سے فوت ہو گیا وہ اُسکے حق میں دنیا اور مافیہا سے بہتر تھا۔ اور جماعت کی کثرت انتظار میں نماز کو دیر کر کے ادا کرنا چاہیے بلکہ اول وقت کی فضیلت حاصل کرنے کی مبادرت کرنی چاہیے اور لمبی سورت پڑھنی کہ یہ کثرت جماعت کی نسبت کر افضل ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اکابر سلف جب دو آدمی آجاتے تھے تو جماعت کے لیے تیسرے کا انتظار نہ کرتے تھے اور جنازے میں جب چار جمع ہو جاتے تھے تو پانچویں کا انتظار نہ کرتے تھے اور ایک بار سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز فجر میں طہارت کے باعث دیر ہوئی تو آپ کا انتظار نہ کیا گیا اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے امام کر دیا انھوں نے نماز پڑھائی یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رکعت نہ ملی آپ اسکو پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے راوی کہتے ہیں کہ ہمکو اس بات سے خوف ہوا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمنے اچھا کیا اسی طرح کیا کرو۔ اور ایکبار ظہر کی نماز میں آپ کو دیر ہو گئی تو لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگ نماز میں تھے آپ حضرت ابوبکر رضؓ کے برابر کھڑے ہو گئے۔ اور امام پر موذن کا انتظار نہیں بلکہ موذن کو انتظار امام کا تکبیر کہنے کے لیے چاہیے اور جب امام آجاوے تو پھر اور کسی کا انتظار نہ کرے چہارم یہ کہ امامت اخلاص کے ساتھ کرے اور نماز کی سب شرطوں میں خداے تعالیٰ کی امانت ادا کرے اخلاص کی صورت یہ ہے کہ امامت پر اُجرت نہ لے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن ابی العاص ثقفی کو امیر مقرر فرمایا اور ارشاد کیا کہ موذن ایسے کو کرنا جو اذان پر اُجرت نہ لے۔ اور اذان نماز کا ذریعہ ہے جب اُسپر اجرت نہ لینے کو فرمایا تو نماز پر بطریق اولیٰ نہ لینی چاہیے پس اگر مسجد کی آمدنی جو امام کے لیے وقف ہو اُسمیں سے امام اپنا رزق لے یا بادشاہ کے یہاں سے یا لوگوں میں سے کسی سے کچھ پاوے تو یہ لینا حرام تو نہیں مگر مکروہ ہے اور فرائض کی امامت پر لینا بہ نسبت تراویح کی امامت کے زیادہ تر مکروہ ہے اور یہ مزدوری اپنی حاضر باشی اور مسجد کی چیزوں کی نگرانی کی سمجھے نہ نفس نماز پڑھانے کی۔ اور امانت یہ ہے کہ باطن میں فسق اور کبیرہ گناہوں اور صغیرہ پر اصرار سے طاہر ہو کہ امامت کے شایان لوگ ان امور سے حتی الوسع بچنا چاہیے کیونکہ وہ لوگوں کی سفارشی اور اُنکی طرف سے بولنے والا ہے تو چاہیے کہ اُنمیں سے بہتر ہو اور یہی حال طہارت ظاہر کا ہے کہ بے وضو ہونے اور ناپاکی سے طاہر ہو کہ ان اُمور پر بجز اُسکے اور کسی کو خبر نہیں پس اگر نماز کے اندر بے وضو ہونا یاد آوے یا وضو ٹوٹ جاوے تو یہ نہ چاہیے کہ شرم کرے بلکہ جو شخص اُسکے پاس کھڑا ہوا ہے اُسکا ہاتھ پکڑ کر اُسکو خلیفہ کر دے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اثناے نماز میں ناپاکی یاد ہوئی تو آپ نے خلیفہ کر دیا اور غسل کر کے پھر نماز میں آملے۔ اور سفیان ثوری نے فرمایا ہے کہ ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھ لو مگر پانچ شخصوں کے پیچھے نہ پڑھو ایک تو ہمیشہ شراب پینے والا دوسرا فاسق معلن تیسرا جو ماں باپ کا نافرمان ہو چوتھا بدعتی پانچواں بھاگا ہوا غلام پنجم یہ کہ نیت نہ باندھے جبتک کہ صفیں برابر نہ ہو جاویں اور اپنے داہنے اور بائیں دیکھ لے اگر کچھ صفوں میں خلل دیکھے تو برابر کرنے کو کہدے کہتے ہیں کہ اکابر سلف مونڈھوں کو برابر

اور ٹخنون کو ایک دوسرے کے ٹخنون سے ملا رکھتے تھے اور اللہ اکبر نہ کہے جب تک کہ موذن تکبیر سے فارغ نہو لے اور موذن اذان کے بعد تکبیر کے لیے اتنا ٹھہرے کہ لوگ نماز کی طیاری اسوقت مین کرسکین چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ موذن اذان اور تکبیر کے درمیان اتنا ٹھہرے کہ کھانیوالا اپنے کھانے سے فراغت ہوجاوے اور بول و براز والا اپنی حاجت سے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ آپ نے بول و براز و باد کی ضرورت مین نماز سے منع فرمایا ہی اور طعام شب کو عشا سے پہلے کھا لینے کو ارشاد کیا تاکہ دل فارغ ہوجاوے شاید یہ کہ تکبیر تحریمہ اور تمام تکبیرون کو پکار کر کہے اور مقتدی اپنی آواز اتنی ہی نکالے کہ اپنے آپ سن لے اور اپنی تکبیر امام کی تکبیر سے پیچھے کہے یعنی جب وہ اللہ اکبر کہلے تو آپ شروع کرے اور پہلا پڑھنے والا امامت کی نیت کرکے کھڑا ہو تاکہ ثواب ملے اور اگر نیت امامت کی نہ کی اور لوگون نے اسکی اقتدا کی نیت کرلی تو نماز اسکی اور لوگون کی درست ہوگی اور مقتدیون کو جماعت کا ثواب بھی ملیگا مگر اسکو امامت کا ثواب نہ ملیگا قسم دوم قرات کے اعمال کے ذکر مین قرات مین امام کو تین امور محوظ رہین اول یہ کہ شروع کی دعا اور اعوذ اکیلے شخص کی طرح آہستہ پڑھے اور الحمد اور سورت کو فجر کی تمام نمازون اور مغرب اور عشا کی دو پہلی رکعتون مین پکار کر پڑھے اسی طرح اکیلا پڑھے اور جہری نماز مین آمین پکار کر کہے اور مقتدی بھی آمین پکار کر کہے اور اپنی آمین امام کی آمین کے ساتھ ہی کہے اس کے پیچھے نہ کہے اور بسم اللہ کو آواز سے پڑھے اس باب مین حدیثین دونون صورت سے آئی ہین مگر امام شافعی رحمہ اللہ نے جہر بسم اللہ کو اختیار فرمایا ہی دوسرے یہ کہ قیام کی حالت مین امام تین توقف کرے سمرہ بن جندب اور عمران بن حصین رضی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہی اول سکتہ اللہ اکبر کہنے کے بعد یہ سکتہ سب مین بڑا ہو اسقدر کہ مقتدی اتنے مین الحمد پڑھ لین اور یہ سکتہ اسوقت کرے جب شروع کی دعا پڑھے اور وقت ہی اسلیے کہ اگر سکتہ نہ کریگا تو مقتدیون کو سننا قرآن کا فوت ہوجاویگا تو جسقدر انکی نماز مین نقصان ہوگا اسکا وبال امام کے ذمہ ہوگا اور اگر امام سکتہ کرے اور مقتدی اسمین الحمد نہ پڑھین اور کسی چیز مین مشغول ہون تو یہ قصور انکے ذمہ رہیگا نہ امام پر دوسرا سکتہ الحمد سے فارغ ہونے کے بعد کرے تاکہ مقتدیون کو اگر الحمد رہ گئی ہو تو اس سکتہ مین پوری کرلین اور یہ سکتہ پہلے سکتہ سے آدھا کرے تیسرا سکتہ سورت پڑھنے کے بعد رکوع سے پہلے کرے یہ سب سے کم ہو اتنا ہو کہ قرات رکوع کی تکبیر سے علیحدہ ہوجاوے کہ قرات کو تکبیر مین ملانے سے نہی وارد ہی اور مقتدی امام کے پیچھے بجز الحمد کے اور کچھ نہ پڑھے پس اگر امام سکتہ نہ کرے تو مقتدی اسکے ساتھ ساتھ الحمد پڑھتا جاوے اور اسمین قصور کرنے والا امام ہوگا کہ مہلت نہ دی اور اگر جہری نماز مین مقتدی فاصلہ کی وجہ سے امام کی آواز نہ سنے یا ایسی نماز ہو جسمین قرات آہستہ پڑھی جاتی ہی تو مقتدی کو سورت پڑھنے مین کچھ مضائقہ نہین تیسرے یہ کہ صبح مین دو سورتین مثانی مین سے پڑھے جنمین سو آیتون سے کم ہون کیونکہ فجر کی نماز مین قرات کو بڑھانا اور اندھیرے مین پڑھنا سنت ہی اور اگر پڑھتے پڑھتے خوب اجالا ہوجاوے تو کچھ ضرر نہین۔ اور دوسری رکعت مین اگر سورتون کا آخر مقدار تیس یا بیس آیتون کے پڑھے یہانتک کہ سورت ختم ہوجاوے تو کچھ مضائقہ نہین کیونکہ سورت کا آخر اکثر کانون مین مکرر نہین پڑتا تو اسکا پڑھنا وعظ کی رو سے اچھا ہوگا اور زیادہ فکر کا موجب ہوگا اور بعض علما نے جو کراہت ایک حصہ کے پڑھنے کی لکھی ہی تو وہ یہ صورت ہی کہ کسی سورت کا اول پڑھکر چھوڑ دے حالانکہ حدیث مین یہ صورت بھی آئی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قدر سورۂ یونس پڑھی اور جب موسی علیہ السلام اور فرعون کا ذکر آیا تو رکوع کردیا اور ایک روایت مین آیا ہی کہ آپ نے صبح کی نماز مین سورۂ بقرہ کی ایک آیت قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا الآیہ کو ایک رکعت مین اور دوسری مین ربنا آمنا بما انزلت الآیہ پڑھی اور بلال رض کو سنا کہ کہین کہین سے پڑھتے ہوئے تھے آپ نے وجہ پوچھی عرض کیا کہ مین عمدہ کو عمدہ سے ملاتا ہون آپ نے فرمایا کہ خوب کیا۔ اور ظہر مین طوال مفصل تیس آیتون تک اور عصر مین اسکا نصف اور مغرب مین مفصل کی آخر کی آیتین یا آخر سورتین پڑھے اور آخر نماز مغرب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی اسمین سورۂ مرسلات پڑھی تھی اور پھر وفات شریف تک نماز نہین پڑھی۔ حاصل یہ کہ مختصر پڑھنا بہتر ہی خصوصا جس صورت مین کہ جماعت بہت ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب مین ارشاد فرمایا ہی کہ جب تم مین کوئی لوگون کو نماز پڑھاوے تو قرات مختصر کرے کہ ان مین کمزور اور بوڑھے اور کام والے ہوتے ہین اور جب اپنا آپ پڑھے تو جتنی چاہے لمبی قرات کرے۔ اور حضرت معاذ بن جبل ایک قوم کو عشا پڑھایا کرتے تھے اسمین سورۂ بقرہ پڑھی ایک آدمی نماز سے نکل گیا اور علیحدہ نماز

پڑھی لوگون نے کہا کہ یہ شخص منافق ہوگیا اس بزرگ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین شکایت کی آپ نے حضرت معاذ رض کو جھڑکا اور فرمایا
لوگون کو مصیبت مین ڈالتے ہو اور دین سے نکالا چاہتے ہو سبح اسم ربک الاعلی اور والسماء والطارق اور والشمس وضحٰہا پڑھا کرو قسم سوم ارکان
کے اعمال کے بیان مین اور وہ تین ہین اول یہ کہ رکوع اور سجدہ ہلکا کرے اور انکی تسبیحات تین سے زیادہ نہ کہے چنانچہ حضرت انس رض سے مروی ہی کہ مین نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ اور کسی کی نماز نہین دیکھی کہ ہلکی بھی ہو اور ارکان سب پورے ہون اور یہ بھی مروی ہی کہ حضرت انس بن مالک رض
نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے پیچھے نماز پڑھی اور اسوقت مین وہ مدینہ منورہ کے حاکم تھے تو آپ نے فرمایا کہ مین نے اس جوان کی نماز سے زیادہ
اور کسی کی نماز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ نہین پایا راوی کہتا ہی کہ ہم حضرت عمر بن عبد العزیز کے پیچھے دس دس بار تسبیح کیا کرتے تھے
اور ایک روایت مجمل طور پر آئی ہی کہ صحابہ رض نے فرمایا ہی کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے رکوع اور سجدہ مین دس دس بار تسبیح کہا کرتے تھے
اور یہ صورت اچھی ہی مگر جب جماعت بہت ہو تو تین بار کہنا بہت بہتر ہی لیکن اگر جماعت [illegible] اچھی ہی ہو [illegible] مضائقہ نہین ان
روایات مین جمع کرنے کی یہ صورت ہی اور امام کو چاہیے کہ جب رکوع سے اٹھے سمع اللہ لمن حمدہ کہے دوسرے یہ کہ مقتدی کو امام پر
سبقت کرنی نہ چاہیے بلکہ رکوع اور سجدہ مین اس سے پیچھے رہے اور جبتک کہ امام کا سر زمین پر نہ پہونچ جاوے تب تک سجدہ کے لیے نہ جھکے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا صحابہ رض اسی طرح کرتے تھے اور رکوع کے لیے نہ جھکے جبتک امام رکوع مین اچھی طرح نہ آجاوے اور بعض کا قول یہ ہی
کہ آدمی تین قسم پر نماز سے فارغ ہوتے ہین ایک تو پچیس نمازون کا ثواب لیکر نکلتے ہین یہ وہ لوگ ہین کہ تکبیر اور رکوع امام کے بعد کرتے ہین اور کچھ لوگ ایک ہی
نماز کا ثواب پاتے ہین یہ وہ لوگ ہین کہ امام کے ساتھ ساتھ اعمال کرتے ہین اور کچھ وہ ہین کہ انکو نماز کچھ نہین ملتی یہ وہ ہین کہ امام سے آگے عمل کرتے ہین
اور اس مسئلہ مین اختلاف ہی کہ کوئی شخص جماعت مین پیچھے آیا جس وقت کہ امام رکوع مین ہو تو امام کو رکوع بڑھا دینا چاہیے تاکہ وہ شخص بھی جماعت کے ثواب مین شریک
ہوجاوے اور یہ رکعت فوت نہو اور غالبا نیت اگر درست ہو تو اس امر مین کچھ مضائقہ نہین بشرطیکہ بہت سا فرق نہو کہ سب مقتدی گھبرا جاوین کیونکہ رکوع
بڑھانے مین حاضرین کے حق کی رعایت ضروری ہی تو اسقدر بڑھاوے جو انپر ناگوار نہ گذرے تیسرے یہ کہ دعا سے تشہد اتنی نہ پڑھاوے کہ خود تشہد سے
بڑھ جاوے تاکہ بہت طول نہو جاوے اور دعا مین اپنے نفس کو خاص نہ کرے بلکہ جمع کا صیغہ کہے یعنی اللہم اغفرلنا کی جگہ لی نہ کہے کیونکہ امام کو اپنے نفس کا
خاص کرنا مکروہ ہی اور تشہد مین ان پانچون کلمات سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور ہین پناہ مانگنے کا مضائقہ نہین اور یون کہے کہ نعوذ بک من
عذاب جہنم وعذاب القبر ونعوذ بک من فتنۃ المحیا والممات ومن فتنۃ المسیح الدجال واذا اردت بقوم فتنۃ فاقبضنا الیک غیر مفتونین اور بعضون نے کہا ہی
کہ دجال کا نام مسیح اسلیے ہوا کہ وہ زمین کو طول مین ناپیگا اس صورت مین مسیح مساحت سے نکلا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ مسیح مسح سے ہی یعنی پونچھنے
اور مٹانے کے اور چونکہ اسکی ایک آنکھ مٹی ہوئی ہوگی اس جہت سے مسیح کہلایا قسم چہارم اعمال سلام پھیرنے کے وقت کے اور وہ بھی تین ہین
اول یہ کہ دونون سلامون سے نیت کرے کہ قوم پر اور فرشتون پر سلام کرتا ہون دوسرے یہ کہ فرضون کے بعد اس جگہ سے اٹھ کھڑا ہو اور نفل
دوسری جگہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض نے ایسا ہی کیا ہی اور اگر اسکے پیچھے عورتین ہون تو کھڑا نہ ہو جبتک کہ
عورتین چلی جاوین [illegible] اور روایات مشہور مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام کے بعد صرف اسقدر بیٹھتے تھے کہ یہ کلمات کہہ لیتے اللہم انت السلام
ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام تیسرے یہ کہ سلام کے بعد پھر کر اپنا منہ لوگون کی طرف کرلے اور امام جبتک پھر نہ بیٹھے مقتدی کو کھڑا ہونا
مکروہ ہی چنانچہ مروی ہی کہ حضرت طلحہ اور زبیر رض نے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی تو دونون صاحبون نے امام سے کہا کہ تمھاری نماز بہت خوب اور کامل تھی مگر
ایک بات رہ گئی کہ تمنے جب سلام پھیرا تو مقتدیون کی طرف کو پھر کر نہ بیٹھے پھر لوگون سے فرمایا کہ تمھاری نماز بہت بہتر ہی مگر تم امام کے پھر بیٹھنے کے پیشتر
ہی چل دیے پھر امام جدھر چاہے دہنے یا بائین ہو جاوے اور دہنی طرف بہتر ہی یہ قواعد اور سب نمازون کے ہین اور صبح کی نماز مین قنوت زیادہ کیا جاتا
یعنی امام کہے اللہم اہدنا اور اہدنی نہ کہے اور مقتدی آمین کہے اور جب امام یہ کہے انک تقضی ولا یقضی علیک تو اسوقت مقتدی کو آمین کہنا زیبا نہین

ری و مسلم ۱۲
اور دارقطنی
نے
[illegible]

کیونکہ یہ دعا نہیں ہے صرف تعریف ہے تو امام کے ساتھ خود بھی وہی کلمات کہتا جاوے یا کہے بلے وانا علی ذلک من الشاہدین یا کہے صدقت وبررت یا اور ایسے ہی جیسے کلمات کہے اور قنوت میں رفع یدین کرنے کے لیے ایک حدیث مروی ہے اور جب حدیث صحیح ہوگئی تو رفع یدین کرنا مستحب ہے اگرچہ آخر تشہد کی دعا کے خلاف ہے کہ اس دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے بلکہ کہنے بیٹھنے پر اعتماد ہے - اور ان دونوں میں ایک فرق بھی ہے وہ یہ ہے کہ تشہد میں ہاتھوں کیلیے ایک وضع معمولی ہے کہ ایک ہیئت خاص پر رانوں کے اوپر رکھ لیا جاتا ہے اور قنوت میں انکے واسطے کوئی وظیفہ نہیں تو کچھ بعید نہیں کہ قنوت میں انکا وظیفہ رفع یدین ہی ہو کیونکہ ہاتھوں کا اٹھانا دعا کے لیے مناسب ہے واللہ اعلم اما بعد آداب سب کہ جو بیان ہوئے اللہ تعالی انکی بجا آوری کی توفیق عنایت فرماوے

پانچویں فصل جمعہ کی فضیلت اور آداب و سنت اور شرطوں کے بیان میں اور اسمیں پانچ بیان ہیں **بیان اول جمعہ کی فضیلت میں** - جاننا چاہیے کہ جمعہ کا روز ایک روز عظیم ہے جس سے اللہ تعالی نے اسلام کو عظمت دی اور مسلمانوں کو خاص فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع اس آیت میں امور دنیا میں مشغول ہونے کو اور ان امور کو جو جمعہ میں جانے سے مانع ہوں حرام فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ عز وجل فرض علیکم الجمعۃ فی یومی ہذا فی مقامی ہذا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا من ترک الجمعۃ ثلثا من غیر عذر طبع اللہ علی قلبہ اور دوسری روایت میں یوں ہے کہ جو کوئی بلا عذر تین جمعہ چھوڑ دے تو اس نے اسلام کو اپنی پشت کے پیچھے پھینک دیا - اور ایک شخص حضرت ابن عباس رض کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک شخص کا حال پوچھا کہ وہ مر گیا ہے اور جمعہ اور جماعت میں حاضر نہیں ہوتا تھا آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے وہ شخص ایک مہینے تک برابر آپ کے پاس آکر یہی پوچھا کیا اور آپ کہتے رہے کہ وہ دوزخی ہے اور حدیث میں ہے کہ یہود و نصاری کو جمعہ کا روز دیا گیا انھوں نے اسمیں اختلاف کیا اسلیے انکو اس سے پھیر دیا گیا اور ہمکو خدا تعالی نے اسکی ہدایت کر دی اور اس امت کے واسطے اسکو پیچھے ظاہر کیا اور اسکو انکی عید بنایا پس اس امت کے لوگ جمعہ کو پانے میں سب سے اول ہیں اور یہود و نصاری انکے تابع ہیں - اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور انکے ہاتھ میں ایک آئینہ روشن تھا کہا کہ یہ جمعہ ہے اللہ تعالی اسکو آپ پر پیش کرتا ہے کہ آپ کے لیے اور آپ کے بعد آپ کی امت کے واسطے عید ہو میں نے پوچھا کہ ہمکو جمعہ میں کیا فائدہ ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے لیے یہ ہے کہ اسمیں ایک ساعت بہت بہتر ہے جو کوئی اسمیں اپنی بہتری کی دعا مانگے اور اسکے نصیب میں ہو تو اللہ تعالی اسکو وہ عنایت فرماتا ہے اور اگر اسکے نصیب میں نہیں ہوتی تو اسکی نسبت کہ بہت زیادہ اسکے لیے ذخیرہ فرما دیتا ہے یا کوئی اس دن میں بدی سے پناہ مانگے اور وہ اس شخص پر لکھی ہوئی ہو تو اللہ تعالی اس بدی کی نسبت کہ بڑی بدی سے بھی اسکو بچا دیگا اور ہمارے نزدیک یہ روز دنوں کا سردار ہے اور ہم اسکو آخرت میں زیادتی کا دن کہینگے میں نے پوچھا کہ یوم المزید کہنے کی کیا وجہ ہے حضرت جبرئیل نے کہا کہ آپکے پروردگار نے جنت میں ایک وادی مقرر کیا ہے سفید رنگ اور مشک سے زیادہ خوشبودار جب جمعہ کا روز ہوگا علیین سے اپنی کرسی پر نزول اجلال فرماویگا اور لوگوں کے لیے تجلی فرماویگا تاکہ اسکے وجہ کریم کو دیکھیں - اور ایک حدیث میں فرمایا کہ بہتر دن جسپر کہ سورج نکلا جمعہ کا روز ہے کہ اسمیں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی میں جنت میں داخل کیے گئے اور اسی میں زمین پر اتارے گئے اور اسی میں انکی توبہ قبول ہوئی اور اسی میں انکی وفات ہوئی اور اسی میں قیامت قائم ہوگی اور وہ دن اللہ تعالی کے نزدیک یوم المزید ہے آسمان میں فرشتے اسکو یہی کہتے ہیں اور یہی روز ہے کہ اسمیں جنت کے اندر دیدار الہی ہوگا - اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی ہر جمعہ کے روز چھ لاکھ بندے دوزخ سے آزاد فرماتا ہے - اور حضرت انس رض کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ سلامت رہتا ہے تو اور دن بھی سلامت رہتے ہیں - اور فرمایا کہ دوزخ ہر روز زوال سے پیشتر جب آفتاب آسمان کے بیچ میں ہوتا ہے جھونکی جاتی ہے تو اس وقت نماز مت پڑھو مگر جمعہ کے روز کہ وہ سب نماز کا وقت ہے اسمیں دوزخ نہیں جھونکی جاتی - اور حضرت کعب رض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے شہروں میں سے مکہ معظمہ کو فضیلت دی ہے اور مہینوں میں سے رمضان کو اور دنوں میں سے جمعہ کو اور راتوں میں سے شب قدر کو - اور کہتے ہیں کہ پرندے اور موذی کیڑے جمعہ کو آپس میں ملتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سلام سلام یہ اچھا دن ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے روز مرے اللہ تعالی اسکو شہید کا ثواب لکھتا ہے اور قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے **دوسرا بیان جمعہ کی شرطوں کے بیان میں** واضح ہو کہ جمعہ شرطوں کے باب میں ۱

الی الجمعہ ۱۲ اح ابو یعلی و بیہقی
اور یہ قول ابن عباس رض کا ہے ۱۲
اح بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ ۱۲
فی طبرانی در اوسط باسناد ضعیف ۱۲
اح مسلم بروایت ابو ہریرہ رض ۱۲
اح ابن عدی و ابن حبان در ضعفاء بروایت انس رض ۱۲
اح بیہقی بروایت انس رض ۱۲
اور بروایت عائشہ رض
اح ابو داؤد بروایت ابو قتادہ
اور اسکو منقطع بتایا ہے ۱۲
اح ترمذی نے یہ مضمون بروایت عبد اللہ بن عمرو رض
اور اسکی سند کو غیر متصل کہا ہے ۱۲

نمازوں کا شریک ہے یعنی جو اور نمازوں میں شرطیں ہیں وہ جمعہ میں بھی ہیں مگر جمعہ کی شرطیں ایسی ہیں کہ وہ جمعہ میں ہیں اور نمازوں میں نہیں پہلی شرط وقت ظہر ہے پس اگر امام کا سلام عصر کے وقت میں جا پڑیگا تو جمعہ جاتا رہیگا امام کو لازم ہے کہ دو رکعتیں اور پڑھ کر ظہر پوری کر دے اور مسبوق کی اگر رکعت باقی ظہر کے وقت میں نہ ہوگی تو انمیں خلاف ہے بہتر یہی ہے کہ ظہر پوری کرے دوسری شرط مکان ہے کہ جمعہ جنگلوں اور ویرانوں اور خیموں میں نہیں ہوتا بلکہ اسکے لیے ایک ایسی جگہ ضرور ہے جسمیں عمارت غیر منقول ہو اور اسمیں چالیس آدمی اُن لوگوں میں سے جمع ہو جاویں جنکے ذمہ پر جمعہ لازم ہے اور گانوں کا حال اس باب میں مثل شہر کے ہے اور جمعہ کے واسطے بادشاہ کا موجود ہونا شرط نہیں اور نہ اسکے اذن دینے کی شرط ہے مگر اس سے پوچھ لینا مستحب ہے تیسری شرط شمار ہے کہ چالیس مرد آزاد بالغ عاقل مقیم سے کم نہوں اور مقیم بھی ایسے ہوں کہ اس شہر سے جاڑے گرمی میں باہر سفر نکر جاتے ہوں پس اگر خطبہ میں یا نماز میں چالیس سے کم ہو جاویں تو جمعہ درست نہوگا بلکہ یہ چالیس کی شمار اول سے آخر تک ضروری شرط ہے چوتھی شرط جماعت ہے کہ اگر چالیس آدمی کسی گانوں یا شہر میں متفرق پڑھ لینگے تو انکا جمعہ درست نہوگا لیکن جو ایک رکعت کے بعد آکر ملا ہو اسکو البتہ دوسری رکعت اکیلے پڑھنی درست ہے اور اگر دوسری رکعت کا رکوع نہ ملے تو اقتدا میں نیت ظہر کی کرکے بیٹھ جاوے اور امام کے سلام کے بعد ظہر پوری کرے پانچویں شرط یہ ہے کہ اسی شہر میں اور جمعہ اُس سے پہلے نہو لیا ہو لیکن جس صورت میں کہ سب لوگوں کا جمع ہونا مسجد جامع میں دشوار ہو تب دو مسجدوں خواہ تین یا چار میں بقدر حاجت جائز ہے اور اگر ضرورت دوسری مسجد کی نہو تب جمعہ وہی درست ہوگا جسکی نیت سب سے پیشتر ہوئی ہوگی اور حاجت کی صورت میں اگر کسی جگہ جمعہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ اماموں میں سے جو بہتر ہو اسکے پیچھے نماز پڑھے اور اگر امام فضیلت میں برابر ہوں تو جو مسجد پہلے کی ہو اسمیں پڑھے اور اگر وہ بھی برابر ہوں تو جو قریب تر ہو اسمیں پڑھے اور آدمیوں کی کثرت بھی قابل لحاظ ہے چھٹی شرط دو خطبے ہیں یہ دونوں فرض ہیں اور انمیں قیام فرض ہے اور دونوں کے بیچ میں بیٹھنا فرض ہے پہلے خطبے میں چار چیزیں فرض ہیں اول تحمید اور ادنی یہ ہے کہ الحمد للہ ہی کہے دوم درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سوم اللہ تعالی سے ڈرنے کی نصیحت کرنی چہارم قرآن مجید میں سے ایک آیت کا پڑھنا اسی طرح دوسرے خطبے میں چاروں باتیں فرض ہیں مگر اسمیں آیت کی جگہ دعا مانگنی واجب ہے اور دونوں خطبوں کا سننا واجب ہے چالیسوں آدمی سنیں — آداب انمیں جمعہ کی یہ ہیں کہ جب دوپہر ڈھل جاوے اور موذن اذان دے چکے اور امام منبر پر بیٹھے تو نماز کوئی نہیں چاہیے بجز تحیۃ المسجد کے اور گفتگو اُسوقت موقوف ہوتی ہے کہ خطبہ شروع ہو جاوے — اور خطیب منبر پر چڑھکر جب لوگوں کی طرف منہ کرے تو انکو السلام علیکم کہے اور وہ لوگ اسکا جواب دیویں اور جب موذن اذان سے فارغ ہو چکے تو خطیب لوگوں کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو اور دہنے بائیں متوجہ نہو اور اپنے دونوں ہاتھ تلوار کے قبضے پر رکھ لے یا عصا پر رکھ لے تاکہ ہاتھوں سے کوئی لغو کام نہ کرے یا ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھ لے اور دو خطبے پڑھے جن دونوں کے درمیان تھوڑا سا جلسہ ہو اور خطبوں میں اجنبی لغت استعمال نہ کرے اور نہ بہت لمبا کرے اور نہ گاوے بلکہ خطبہ مختصر بلیغ سب معنوں کا جامع ہو اور مستحب ہے کہ دوسرے خطبے میں بھی آیت پڑھے اور جب امام خطبہ پڑھتا ہو اور کوئی شخص مسجد میں آوے تو سلام نکرے اور اگر سلام کرے تو جواب کا مستحق نہیں بلکہ اشارے سے جواب دینا اچھا ہے اور چھینکنے والے کا جواب بھی نہ دینا چاہیے — شرطیں جمعہ کی صحت کی تھیں وجوب کی شرطیں یہ ہیں کہ جمعہ اسی شخص پر واجب ہے جو مرد بالغ عاقل مسلمان آزاد ایسی بستی میں ٹھہرا ہو جسمیں اس صفت کے چالیس آدمی ہوں یا شہر کے نواح میں کسی ایسے گانوں میں مقیم ہو کہ اگر کوئی بلند آواز آدمی شہر کے اُس کنارے سے جو اس گانوں کے متصل ہے اذان دے اور غل بھی موقوف ہو تو اُس گانوں میں آواز پہونچ جاوے — پس اس گانوں والے پر جمعہ واجب ہوگا اس آیت کی رو سے یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع اور جن پر جمعہ واجب ہے انکو مینہ اور کیچڑ اور خوف اور بیماری اور بیمار کی خبرگیری کے عذر بشرطیکہ اور کوئی خبرگیران بیمار کا نہو جمعہ کے ترک کرنے کی اجازت ہے اس صورت میں عذر والوں کو مستحب ہے کہ ظہر کی نماز میں تاخیر کریں یہانتک کہ لوگ جمعہ سے فارغ ہو جاویں — اور اگر جمعہ میں ایسا شخص حاضر ہو جسپر جمعہ واجب نہیں مثلاً مریض یا مسافر یا غلام یا عورت تو انکا جمعہ درست ہوگا اور ظہر کی نماز سے کافی ہوگا ظہر کی ضرورت نرہیگی

تیسرا بیان جمعہ کے آداب میں عادت کی ترتیب کے طور پر اور وہ دس باتیں ہیں اول یہ کہ پنجشنبہ کے روز جمعہ کے قصد سے اور اسکے فضل کے استقبال کی نیت سے مستعد ہو یعنی جمعرات کی عصر کے بعد دعا اور استغفار اور تسبیح میں مشغول ہو

کیونکہ یہ وقت اس ساعت کے برابر ہے جو جمعہ میں نامعلوم ہے بعض سلف کے اکابر نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سوائے چند دنوں کی روزیوں کے ایک فضل ہے اس فضل میں سے اسی شخص کو دیتا ہے جو اس سے پنجشنبہ کی شام کو اور جمعہ کے روز طلب کرے - اور پنجشنبہ کو اپنے کپڑے دھو رکھے اور اگر کچھ خوشبو میسر ہو تو تیار کرے اور خوشبو پاس نہ ہو تو [illegible] رکھے اور دل کو ان کاموں سے فارغ کرے جو جمعہ میں صبح سے جانے کے مانع ہوں اور اس رات میں جمعہ کی روزہ کی نیت کرے اس لیے کہ اسکا بڑا ثواب ہے مگر اس میں پنجشنبہ یا ہفتہ کا روزہ ملا دینا چاہیے کہ اکیلا جمعہ کا روزہ مکروہ ہے اور اس رات کو نماز اور ختم قرآن میں کاٹنا کہ اسکا بہت بڑا ثواب ہے اور اسپر نور جمعہ کے فضل کا اضافہ ہوگا تو گویا دونا ہے اور اس رات میں خواہ جمعہ کے دن میں اپنی بی بی سے صحبت کرے کہ کچھ لوگوں نے اس بات کو مستحب جانا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد رحم اللہ من بکر وابتکر وغسل واغتسل کے معنی یہی کہتے ہیں کہ غسل سے مراد یہ ہے کہ اپنی بی بی کو نہلا دے - اور بعضوں نے اس کلمہ کو بلا تشدید پڑھا ہے اس صورت میں اسکے معنی یہ ہیں کہ اپنے کپڑے دھوئے اور غسل سے دونوں صورت میں یہی مراد ہے کہ خود نہا وے - ان باتوں کے کرنے سے استقبال جمعہ کے آداب کامل ہونگے اور غافلوں کے زمرہ سے خارج ہوگا جو صبح کو پوچھا کرتے ہیں کہ آج کیا دن ہے بعض سلف فرماتے ہیں کہ کامل تر حصہ جمعہ میں اس شخص کا ہے کہ ایک روز پہلے سے اسکا انتظار اور رعایت کرے اور کمتر حصہ اسکا ہے جو صبح کو پوچھے کہ آج کیا دن ہے اور بعض اکابر جمعہ کی شب کو جامع مسجد ہی میں رہا کرتے تھے دوسری یہ کہ صبح جمعہ کی ہو تو صبح ہوتے ہی غسل کرے اگرچہ اسوقت جامع مسجد میں نہ جاوے مگر اسکے قریب ہی جانا مستحب ہے تاکہ نہانا اور مسجد کا جانا پاس پاس ہوں غرض یہ کہ جمعہ کے روز غسل کرنا مستحب تاکیدی ہے اور بعض علما اسکے واجب ہونے کے قائل ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں غسل یوم الجمعۃ واجب علی کل محتلم یعنی جمعہ کے روز غسل ہر بالغ مرد پر واجب ہے - اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نافع رحمہ کی یہ حدیث مشہور ہے کہ من اتی الجمعۃ فلیغتسل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مردوں یا عورتوں میں سے جمعہ میں حاضر ہو اسکو غسل کرنا چاہیے - اور مدینہ منورہ کے لوگ ایک دوسرے کو اگر برا کہتے تو یوں کہتے کہ تو اس سے برا ہے جو جمعہ کے روز نہ نہا وے - اور ایکبار حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ حضرت عثمان رضی تشریف لائے حضرت عمر رضی نے اسوقت کے آنے کو برا جانکر فرمایا کہ یہ کون وقت ہے یعنی پہلے سے کیوں نہ آئے حضرت عثمان نے فرمایا کہ میں نے اذان سننے کے بعد اور کچھ دیر نہیں کی وضو کرکے باہر چلا آیا حضرت عمر رضی نے فرمایا کہ ایک فقط وضو آپکو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے لیے فرمایا کرتے تھے پھر وضو پر اکتفا کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صرف وضو کرنے سے معلوم ہوا کہ غسل کا ترک کرنا جائز ہے - اور ایک روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے روز وضو کیا تو بہتر کیا اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے - اور جو شخص ناپاکی کے باعث نہا وے وہ ایکبار اپنے بدن پر جمعہ کے غسل کی نیت سے پانی بہالے اور ایک ہی غسل کریگا تو کافی ہوگا اور اگر دونوں کی نیت کرلیگا تو ثواب زیادہ ملیگا اور غسل جمعہ غسل جنابت کے اندر داخل ہو جاویگا - اور بعض صحابہ رضی اپنے بیٹے کے یہاں گئے کہ انھوں نے غسل کیا تھا پوچھا کہ جمعہ کا غسل ہے انھوں نے کہا کہ نہیں بلکہ جنابت کا فرمایا کہ تو دوسرا غسل اور کر اور یہ حدیث سنائی کہ غسل جمعہ کا ہر بالغ پر واجب ہے - اور دوبارہ غسل کے لیے انکو اسواسطے کہا کہ انھوں نے غسل جمعہ کی نیت نہیں کی تھی ورنہ ایک ہی کافی ہو جاتا اور بعید نہیں کہ کوئی یوں کہے کہ مقصد نظافت ہے اور وہ بدون نیت بھی حاصل ہو گئی مگر یہ اعتراض وضو میں بھی پڑیگا کہ نظافت بدون نیت بھی حاصل ہو اور شریعت میں جمعہ کے لیے ایک ثواب مقرر کیا گیا ہے اسلیے اسکے ثواب کی طلب ضروری ہے - اور جو شخص نہا وے پھر وضو جاتا رہے تو وضو کرلے غسل باطل نہ ہوگا لیکن مستحب یہ ہے کہ غسل کے بعد وضو ٹوٹنے سے احتراز کرے تیسری یہ کہ اس روز میں زینت مستحب ہے اور وہ تین امور میں ہے لباس اور نظافت اور خوشبو لگانے میں نظافت میں مسواک کرنا اور بالوں کا دور کرنا اور ناخن ترشوانے اور مونچھوں کا کترنا اور جو امور کہ باب الطہارۃ میں گذرے ہیں کرنے چاہییں حضرت ابن مسعود رضی نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے روز اپنے ناخن ترشوائے اللہ تعالیٰ اسمیں سے مرض نکال دیتا ہے اور شفا داخل کرتا ہے پس اگر بدھ یا جمعرات کو حمام کرچکا ہو تو مقصود حاصل ہوا اب جمعہ کو جو عمدہ خوشبو اسکے پاس ہو لگا وے تاکہ اسکی بری بوؤں پر غالب ہو اور اسکے باعث حاضرین کے مغز کو خوشبو اور راحت پہنچے اور مردوں کے لیے خوشبو وہ عمدہ ہے جسکی بو ظاہر اور رنگ مخفی ہو

[illegible]

ح جو شخص جمعہ میں حاضر ہو اسکو چاہیے کہ نہا لے ۱۲ بخاری و مسلم ۱۲ ح ابن حبان و بیہقی بروایت ابن عمر رض ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ رض ۱۲ ح ابو داود و ترمذی و نسائی بروایت ابو ہریرہ ۱۲

اور عورتون کے لیے وہ اچھی ہے جسکا رنگ ظاہر اور بو پوشیدہ ہو آثار مین اسی طرح مروی ہی اور امام شافعی رحنے فرمایا ہی کہ جو شخص اپنے کپڑے
صاف رکھے اسکو رنج کم ہوتا ہی اور جس شخص کی خوشبو عمدہ ہو اسکی عقل زیادہ ہوتی ہی اور لباس مین سب سے اچھا سفید کپڑا ہی کیونکہ اللہ تعالی کے نزدیک
محبوب تر کپڑون مین سفید رنگ ہی اور ایسا کپڑا نہ پہنے جسمین شہرت ہو اور سیاہ کپڑا پہننا مسنون نہین نہ اسمین کچھ ثواب ہی بلکہ بعض لوگون نے اسکی طرف دیکھنا
بھی مکروہ خیال کیا ہی کیونکہ وہ بدعت ہی کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئی ہی۔ اور جمعہ کے روز عمامہ مستحب ہی واثلہ بن الاسقع نے روایت کیا ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالی اور اسکے فرشتے جمعہ کے روز عمامہ والون پر رحمت بھیجتے ہین پس اگر گرمی ستاوے تو نماز سے پہلے اور
پیچھے اسکے اتار دینے مین کچھ حرج نہین مگر جسوقت گھر سے جمعہ کو چلے اور عین نماز کے وقت اور امام کے منبر پر جانے کے وقت خطبہ مین نہ اتارے
چوتھی یہ کہ جامع مسجد کو صبح کو جاوے اور مستحب ہی کہ مسجد جامع کا قصد دو تین کوس سے کرے اور صبح سے چلے اور صبح صادق ہونے سے یہ وقت
سویرے جانے کا شروع ہو جاتا ہی اور اسکا ثواب بہت بڑا ہی اور جمعہ کے لیے جانے مین خشوع اور تواضع سے رہے اور نماز کے ہو چکنے تک مسجد مین
اعتکاف کی نیت کر لے اور اس جلد جانے سے مقصود یہ ہی کہ اللہ تعالی کی ندا جو جمعہ کے لیے ہی اسکی اجابت کرتا ہون اور اسکی مغفرت اور رضا
کیطرف سبقت کرتا ہون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کو اول ساعت مین جاوے اسنے گویا ایک اونٹ قربان کیا اور جو
دوسری ساعت مین جاوے اسنے گویا گاے کی قربانی کی اور جو تیسری ساعت مین جاوے اسنے گویا سینگ دار مینڈھے کی قربانی اور جو چوتھی ساعت
مین جاوے اسنے گویا مرغی خدا کی راہ مین ذبح کی اور جو پانچوین ساعت مین جاوے اسنے گویا ایک انڈا خدا تعالی کے واسطے نذر کیا اور جب
امام خطبے کے لیے نکل آتا ہی تو صحیفے لپیٹے جاتے ہین اور قلم اٹھا لیے جاتے ہین اور فرشتے منبر کے پاس جمع ہو کر ذکر سنتے ہین پس جو شخص اسوقت کے
بعد آتا ہی تو وہ صرف نماز کے حق کے لیے آیا ہی اسکو ثواب مین سے کچھ نہین ملیگا۔ اور پہلی ساعت آفتاب کے نکلنے تک ہی اور دوسری اسکے اونچا
ہونے تک مقدار نیزہ کے اور تیسری اسوقت تک ہی کہ دھوپ مین تیزی اتنی ہو کہ پاؤن جلنے لگین اور چوتھی اور پانچوین اسوقت سے لیکر دوپہر
ڈھلنے تک ہی اور ان دونون کا ثواب کم ہی اور زوال کا وقت نماز کا وقت ہی اسمین کچھ ثواب نہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ تین
چیزین ایسی ہین کہ اگر آدمیون کو معلوم ہون کہ انمین کیا ثواب ہی تو اپنی سواریون کو انکی طلب مین دوڑاوین اول اذان دوم صف اول سوم سویرے
جانا جمعہ کو۔ اور امام احمد رح نے فرمایا ہی کہ ان تینون مین بڑھکر جمعہ کے لیے پہلے سے جانا ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہی تو فرشتے اپنے
ہاتھون مین چاندی کے نامے اور سونے کے قلم لیکر مسجد جامع کے دروازون پر بیٹھ جاتے ہین اور اول اور دوم آنے والون کو ترتیب وار لکھتے رہتے ہین
اور ایک حدیث مین ہی کہ جب کوئی بندہ اپنے وقت سے جمعہ کے روز دیر کرتا ہی تو فرشتے اسکو تلاش کرتے ہین اور ایک دوسرے سے اسکا حال
پوچھتے ہین کہ وہ کیا کرتا ہی اور کس وجہ سے اسکو وقت معمولی سے دیر ہوئی اور یہ کہتے ہین کہ الہی اگر اسکو مفلسی کے باعث دیر ہوئی ہو تو اسکو غنی کر
اور بیماری کی وجہ سے ہوئی ہو تو شفا دے اور کام کے مارے ہوئی ہو تو اسکو اپنی عبادت کے لیے فراغت نصیب کر اور اگر کسی کھیل نے اسکو دیر لگادی
ہو تو اسکے دل کو اپنی طاعت کیطرف متوجہ کر دے۔ اور قرن اول مین سحر کے وقت اور صبح صادق کے بعد راستے آدمیون سے بھر جاتے تھے کہ
روشنی لیکر جامع مسجد مین عید کے دنون کی طرح انبوہ ہوا کرتے تھے یہان تک کہ یہ بات پرانی ہو گئی اور جاتی رہی اور کہتے ہین کہ اسلام مین اول بدعت
یہی ہوئی کہ جمعہ کے روز سویرے جانا چھوڑ دیا۔ اور مسلمانون کو یہود اور نصاری سے بھی شرم نہین آتی کہ وہ اپنے عبادت خانون مین سنیچر اور اتوار کو
سویرے جاتے ہین اور دنیا کے طالب خرید و فروخت اور نفع کے بازارون مین کیسے تڑکے جاتے ہین تو آخرت کے طالبون کو کیا ہوا ہی کہ انسے پیشقدمی
نہین کرتے اور کہتے ہین کہ جب اللہ تعالی کا دیدار لوگون کو نصیب ہوگا تو اسوقت انکو قرب اسیقدر ہوگا جسقدر کہ جمعہ کو سویرے گئے ہونگے —
اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد جامع کو صبح سے تشریف لیگیے دیکھا کہ تین آدمی آپ سے بھی پہلے موجود ہین اس بات سے آزردہ ہوے اور اپنے
نفس کو عتاب کر کے کہنے لگے کہ چار مین کا چوتھا ہوا یہ بھی کچھ دور نہین۔ پانچوین مسجد مین داخل ہونے کی کیفیت ہی کہ لوگون کی گردنون پر کو پھاند

اور نہ انکے سامنے کو گذرے اور بہت پہلے سے جا۔ غرض کہ ان دونوں باتوں کی رعایت نہ ہوگی لوگوں کی گردنیں پھاندنے میں سخت وعید وارد ہوئی کہ
قیامت کے روز اسکو پل کر دیا جاویگا کہ لوگ اسپر گذرینگے۔ اور ابن جریج سے مرسل روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ پڑھتے تھے کہ اس
اثنا میں دیکھا کہ ایک آدمی لوگوں کی گردنوں کو پھاندتا ہوا یہاں تک کہ آگے بڑھکر بیٹھ گیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھلی تو اس شخص کے
سامنے جا کر ملاقات کی اور فرمایا کہ تجھکو کیا ہوا کہ آج ہمارے ساتھ جمعہ میں شریک نہوا اسنے عرض کیا کہ حضور میں تو جمعہ میں حاضر ہوا ہوں آپ نے فرمایا کہ
میں تجھکو لوگوں کی گردنیں پھاندتے دیکھا تھا۔ پس حدیث سے باشارہ فرمایا کہ اسکا عمل بیکار ہوگیا اور ایک حدیث مسند میں اس طرح آئی ہے کہ آپ نے اس
شخص کو یوں فرمایا کہ کیا چیز تجھکو ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے مانع ہوئی اسنے عرض کیا کہ یا حضور آپ نے مجھے دیکھا نہیں آپ نے فرمایا کہ میں نے تجھے
دیکھا کہ تو دیر کر آیا اور لوگوں کو دکھ دیا۔ ہاں جس وقت کہ صف اول چھٹی ہوئی اور خالی ہو تو اسوقت لوگوں کے اوپر سے جانے کا مضائقہ نہیں کہ انھوں نے
اپنا حق تلف کیا اور فضیلت کی جگہ کو چھوڑ دیا۔ حضرت حسن نے فرمایا ہے کہ جو لوگ جمعہ کے روز مسجد جامع کے دروازوں پر ہی بیٹھ جاتے ہیں انکی گردنیں
پھاندو کہ انکی کچھ حرمت نہیں۔ اور جب مسجد میں سب لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو سلام نہ کرے اسلیے کہ نمازی جواب دینے کی تکلیف ان لوگوں پر ہوگی چھٹی
یہ کہ لوگوں کے سامنے کو نہ گذرے اور خود ستون یا دیوار کے قریب بیٹھے تاکہ کوئی آگے سے نکلے یعنی نماز پڑھنے کی حالت میں ہر چند نمازی کے آگے گذرنے سے
اسکی نماز نہیں جاتی مگر اسکے سامنے سے گذرنے کے لیے نہی وارد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان کو چالیس برس کھڑا رہنا اس بات سے بہتر ہو کہ
نمازی کے سامنے کو گذرے اور فرمایا کہ اگر آدمی راکھ اور خاک ہو جاوے کہ جسکو ہوائیں اڑادیں تو اسکے حق میں اسبات سے بہتر ہے کہ نمازی کے سامنے سے گذرے ۔۔
اور ایک دوسری حدیث میں نمازی کو اور گذرنے والے کو برابر فرمایا اسلیے کہ نمازی راستہ پر نماز پڑھے یا سامنے سے لوگوں کو ہٹانے میں کوتاہی کرے چنانچہ
ارشاد فرمایا کہ اگر نمازی کے سامنے سے گذرنے والا اور نمازی اس بات کو جانیں کہ ان پر کیا گناہ ہوتا ہے تو چالیس برس تک ٹھہرا رہنا انکے لیے بہتر سامنے
سے گذرنے سے اور ستون اور دیوار اور بچھا ہوا مصلے نمازی کی حد ہے جو اسکے اندر ہوکر گذرے تو نمازی کو چاہیے کہ اسکو ہٹاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم نے فرمایا لیدفعہ فان ابی فلیدفعہ فان ابی فلیقاتلہ فانہ شیطان اور حضرت ابو سعید خدری رضی کے سامنے ہو کر جو کوئی گذرتا تھا تو اسکو دھکا دیتے تھے
کہ گر جاتا تھا اور اکثر ایسا ہوتا کہ وہ انسے لپٹ جاتا اور انکی زیادتی کی شکایت مروان سے کرتا وہ کہدیتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو ایسا کرنے کو حکم
فرمایا ہے پس اگر ستون نہ پاوے تو چاہیے کہ اپنے سامنے کوئی چیز ایسی کھڑی کرے کہ جسکا طول ایک ہاتھ ہو تاکہ اسکی حد کی پہچان ہو جاوے ساتویں یہ کہ
صف اول کی طلب کرے کہ اسکا ثواب بہت ہے جیسا کہ ہم روایت بیان کر چکے ہیں کہ جو شخص اپنے اہل کو نہلاوے اور خود نہاوے اور صبح سے جاوے اور اول
خطبہ کو پاوے اور امام سے قریب ہو کر خطبہ اور قرارت سنے تو یہ باتیں اسکے لیے دونوں جمعوں کے اندر کے دنوں مع تین دن زیادہ کے کفارہ ہو جاوینگی
اور دوسری روایت میں یوں ہے کہ اللہ تعالی اسکو ایک جمعہ سے دوسرے تک مغفرت فرماویگا اور بعض روایتوں میں یہ بھی قید ہے کہ لوگوں کی گردنوں کو
نہ پھاندے اور صف اول کی طلب سے غفلت نہ کرے مگر تین صورتوں میں اول یہ کہ خطیب کے پاس کوئی ایسی بری بات ہو کہ یہ شخص اسکے بدلنے سے
عاجز ہو مثلاً امام یا کوئی دوسرا شخص ریشمی کپڑا پہنے ہو یا جیسے بھاری ہتھیار باندھکر نماز کو آیا ہو کہ جس سے دھیان بٹے یا سنہری ہتھیار ہوں یا کوئی اور ایسی
قسم کی چیز ہو کہ اسکا انکار اس شخص پر واجب ہو تو اس صورت میں صف اول سے پیچھے رہنا اچھا ہے اور فکر میں پریشانی نہیں آنے دیتا بعض علما نے
سلامتی کی طلب کے لیے ایسا کیا ہے مثلاً بشر بن حارث سے کسی نے پوچھا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ صبح سے آتے ہیں مگر نماز آخر کی صفوں میں پڑھتے ہیں فرمایا
کہ دلوں کا قرب مقصود ہے بدنوں کا پاس ہونا مراد نہیں اس قول سے آپ نے اشارہ کیا کہ صفوں سے پیچھے رہنا دل کے لیے اچھا ہے۔ اور سفیان ثوری رح نے
شعیب بن حرب کو دیکھا کہ منبر کے پاس ابوجعفر منصور کا خطبہ سنتے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو سفیان ثوری نے انسے کہا کہ اس شخص کے
پاس تمہارے بیٹھنے نے میرے دل کو پراگندہ کر دیا کیا تم اس بات سے مامون ہو کہ اگر کوئی کلام اس سے ایسا سنو کہ اسکا انکار تمپر واجب ہو تو تم اسکو
بجا نہ لاؤ پھر آپ نے یہ ذکر کیا کہ ان لوگوں نے سیاہ لباس ایک نئی بدعت نکالی ہے شعیب نے کہا کہ یا ابا عبد اللہ کیا حدیث میں نہیں آیا کہ امام سے

قریب ہوا اور حسن آپ نے فرمایا کہ یہاں پر خلفاے راشدین مہدیین کے لیے ہیں ان لوگون سے تو جتنا دور ہوا اور انکی طرف نہ دیکھا اتنا ہی خداے عزوجل سے
زیادہ قرب حاصل ہوگا۔ اور سعید بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے برابر نماز پڑھی انھون نے صفون سے پیچھے ہونا شروع
کیا یہان تک کہ ہم سب سے پچھلی صف میں ہو گئے جب نماز سے فارغ ہوے تو میں نے اُن سے کہا کہ اول صف کیا اوروں سے بہتر نہیں ہے فرمایا
کہ ہان مگر یہ امت مرحومہ ہے اور امتون میں سے اسپر نظر رحمت ہے اللہ تعالی جب کسی بندہ کو نماز میں نظر رحمت سے دیکھتا ہے تو اسکے پیچھے جتنے آدمی
ہوتے ہیں سبکو بخشتا ہے تو میں سب سے پیچھے یہ توقع کرکے کھڑا ہوا کہ انمین سے جسکی طرف نظر رحمت کرے اسکے طفیل میں میری مغفرت فرمادے اور بعض
راویون نے روایت کی ہے کہ میں نے اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے پس جو شخص اس نیت سے پیچھے ہٹے اور دوسرے شخص کو اپنے اوپر
ترجیح دے اور خوش خلقی ظاہر کرے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اسوقت یہ کہا جاویگا کہ الاعمال بالنیات دوسری صورت یہ ہے کہ خطیب کے پاس کوئی مکان
مسجد سے علیحدہ بادشاہون کے لیے کر دیا ہو پس صف اول اچھی ہے مگر بعض علما نے اس مکان کے اندر داخل ہونا مکروہ جانا ہے حضرت حسن بصری اور بکر مزنی
اسمین نماز نہ پڑھتے تھے انکی دانست میں وہ بادشاہون کے ہی واسطے تھا اور ایک بدعت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسجدون میں پیدا ہوئی ہے
حالانکہ مسجد مطلق سب لوگون کے واسطے ہے تو اسمین سے علیحدہ کر دینا خلاف ہے۔ اور انس بن مالک اور عمران بن حصین نے اسکے اندر نماز پڑھی ہے
اور قرب امام کی طلب میں اسکو مکروہ نہیں جانا اور شاید کراہیت اس صورت میں ہوگی کہ اس جگہ کو خاص کر دیا جاوے اور دوسرے لوگون کو اسمین
نماز سے منع کیا جاوے اور جس صورت میں کہ ممانعت نہو تو کراہت کا سبب نہوگا تیسری صورت یہ ہے کہ منبر بعض صفون کو کاٹ دیتا ہو تو صف اول
وہ ہے جو ایک صف ملی ہوئی منبر کے آگے ہو اور جو اسکے دونون طرف میں ہے وہ پوری نہیں اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ صف اول وہ ہے جو
منبر سے نکلی ہوئی اور اسکے سامنے ہو اور انکا قول ٹھیک ہے کہ متصل وہی صف ہے اور اسمین بیٹھا ہوا آدمی خطیب کے سامنے ہوتا ہے اور اسکا خطبہ سنتا ہے۔ اور
یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسبات کی رعایت نہ کیجاوے اور صف اول اسی کو کہیں جو قبلہ سے قریب ہو۔ اور بازارون اور مسجد کے جو مکان ہیں جو مسجد سے خارج ہو
نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ اور بعض صحابہ لوگون کو مار کر چوکون میں سے اٹھا دیتے تھے آٹھوین یہ کہ امام کے منبر پر جانیکے وقت نماز کو قطع کرے اور کلام بھی
موقوف کرے بلکہ اول موذن کا جواب دے پھر خطبہ سننے میں مشغول ہو اور بعض عوام کی عادت ہوگئی ہے کہ جب موذن اذان کو اٹھتا ہے تو وہ سجدہ کرتے
ہیں اور اسکی کچھ اصل حدیث میں اور آثار میں نہیں ہاں اگر اتفاقاً سجدہ تلاوت اسوقت آجاوے تو مضائقہ نہیں کہ دعا کو بڑھا کر مانگے کیونکہ یہ وقت
اچھا ہے اور اس سجدہ کے حرام ہونے کا حکم نہ کیا جاوے کہ حرمت اسکی ثابت نہیں۔ اور حضرت علی اور عثمان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص سنے
اور خاموش رہے اسکو دو ثواب ہیں اور جو نہ سنے اور چپکا رہے اسکو ایک ثواب ہے اور جو سنے اور لغو بکے اسکو دو گناہ ہیں اور جو نہ سنے اور لغو بکے اسپر
ایک گناہ ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من قال لصاحبہ والامام یخطب انصت او صہ فقد لغا ومن لغا فلا جمعۃ لہ اس روایت سے معلوم
ہوتا ہے کہ چپ کرنا اشارہ سے یا کنکر مارنے سے ہونا چاہیے نہ بولنے سے۔ اور ابو ذر کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے
انھون نے حضرت ابی بن کعب سے پوچھا کہ یہ سورت کب نازل ہوئی ہے حضرت ابی نے اشارہ سے کہا کہ چپ رہو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے
نیچے اترے تو انھون نے حضرت ابو ذر کو فرمایا کہ جاؤ تمھارا جمعہ نہیں ہوا حضرت ابو ذر نے شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کی تو آپ نے فرمایا
کہ ابی نے سچ کہا ہے اور اگر امام سے دور ہو تو گفتگو نہ علم میں کرے اور نہ کسی چیز میں بلکہ چپ رہے اسلیے کہ گنگناہٹ سننے والون تک پہونچیگا اور
جو شخص بولتا ہوا اسکے حلقہ میں نہ بیٹھے پس جو شخص دوری کے باعث سننے سے عاجز ہو اسکو چاہیے کہ چپ رہے کہ یہی مستحب ہے اور جب کہ نماز خطبہ کی
حالت میں مکروہ ہے تو کلام بطریق اولی مکروہ ہوگا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ چار ساعتون میں نماز نفل مکروہ ہے اول فجر کے بعد
دوم عصر کے بعد سوم ٹھیک دوپہر میں چہارم جسوقت امام خطبہ پڑھتا ہو نوین یہ کہ جمعہ کی اقتدا میں ان امور کا لحاظ رکھے جنکو ہمنے جمعہ کے سوا
اور نمازون میں ذکر کیا ہے پس جب امام کی قرارت کو سنے تو سواے الحمد کے اور کچھ نہ پڑھے اور جب جمعہ سے فارغ ہو تو بولنے سے پیشتر سات بار الحمد اور

سات بار قل ہو اللہ اور سات سات بار معوذتین پڑھے کہ بعض سلف سے مروی ہی کہ جو کوئی ایسا کریگا وہ جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بچا رہیگا اور شیطان سے اُسکو بچا دیگی اور مستحب ہی کہ نماز جمعہ کے بعد یون کہے اللھم یا غنی یا حمید یا مبدی یا معید یا رحیم یا ودود اغننی بحلالک عن حرامک و بفضلک عمن سواک کہتے ہین کہ جو کوئی اس دعا پر مداومت کرے اللہ تعالی اُسکو بے مخلوق سے بے پروا کرے اور اُسکو ایسے مقام سے روزی دے کہ اُسکو گمان بھی نہو پھر بعد جمعہ کے چھ رکعتین پڑھے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعتین پڑھتے تھے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے چار کی روایت کی ہی اور حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے چھ کی روایت کی ہی اور سب روایتین مختلف حالات مین درست ہین تو افضل یہی ہی کہ اُنکی روایت پر عمل کیا جائے کہ سب پر عمل ہو جاوے دسوین یہ کہ نماز عصر کے پڑھنے تک مسجد ہی مین رہے پس اگر مغرب تک ٹھہرے تو زیادہ بہتر ہی کہتے ہین کہ جو شخص نماز عصر مسجد جامع مین پڑھے تو اُسکو حج کا ثواب ہوتا ہی اور جو مغرب کی نماز بھی پڑھے تو اُسکو حج اور عمرہ کا ثواب ہوتا ہی اس صورت مین اگر بناوٹ سے یا اور کسی طرح کی آفت اپنے اوپر آنے سے محفوظ نہو مثلاً لوگ اعتکاف کو دیکھینگے یا بے فائدہ باتون مین مبتلا ہونے کا خوف ہو تو بہتر یہ ہی کہ اپنے گھر کو چلا آوے خدا کا ذکر کرتا ہوا اور اُسکی نعمتون کو سوچتا ہوا چلا آوے اور شکر کرے کہ اُسنے توفیق عبادت دی اور اپنی تقصیر سے ڈرتا رہے اور آفتاب کے ڈوبنے تک اپنے دل اور زبان کی نگرانی رکھے تاکہ وہ ساعت عمدہ ہاتھ سے نہ جاتی رہے اور مسجد جامع اور دوسری مسجدون مین دنیا کی باتین نہ کرنی چاہئین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ لوگون پر ایک ایسا وقت آویگا کہ اُنکی باتین مسجدون مین دنیا کے امور ہونگے اللہ تعالی کو اُنسے کچھ مطلب نہین تم اُنکے پاس مت بیٹھنا چوتھا بیان اُن آداب کے ذکر مین جو ترتیب سابق سے خارج ہین اور جمعہ کے سارے دن مین عام ہین اور وہ سات چیزین ہین اول یہ کہ صبح کو یا نماز جمعہ کے بعد یا عصر کے بعد علم کی مجلسون مین حاضر ہو مگر قصہ گویون یعنی واعظون کی مجالس مین نہ جاوے کہ اُنکے کلام مین کچھ بہتر نہین اور سالک طریق آخرت کو چاہیے کہ جمعہ کے تمام دن مین خیرات اور دعاؤن سے خالی نہ رہے تاکہ وہ ساعت شریف اُسکو ملجاوے جو بہتر ہی اور جو حلقے کہ نماز سے پہلے ہون اُنمین نہ جانا چاہیے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز نماز سے پہلے حلقہ کرنے سے منع فرمایا ہی مگر جس صورت مین کہ کوئی عالم ربانی ہو اور خدا تعالی کے انعامات اور انتقامات کا ذکر کرتا ہو اور اللہ تعالی کے دین کو سمجھاتا ہو اور مسجد جامع مین صبح کے وقت وعظ کہتا ہو تو اُسکے پاس بیٹھے کہ اُسمین صبح کو جانا اور سننا

اُس عالم کا جو آخرت مین مفید ہو دونون حاصل ہین اور ایسے علم کا سننا نوافل مین مشغول ہونے سے افضل ہی چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہین کہ

کچھ سوال کرنے کے وقت میں پالیوے تو اللہ تعالیٰ اُسکو عنایت ہی کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں یون ہے کہ اگر اس ساعت کو بندہ نماز پڑھنے کی حالت میں پاوے۔ اور اس ساعت میں اختلاف ہے کہ کونسی ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ ساعت آفتاب نکلنے کے وقت ہے اور بعضے زوال کے وقت اور بعضے اذان کے ساتھ بتاتے ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ جب امام منبر پر چڑھکر خطبہ شروع کرتا ہے اور کچھ یہ کہتے ہیں کہ جب لوگ نماز کو کھڑے ہوں اور بعضوں نے کہا ہے کہ عصر کے وقت اختیاری کا آخر ہے اور کچھ یہ کہتے ہیں کہ آفتاب کے غروب سے کچھ پیشتر ہے۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اسوقت کی رعایت کرتی تھین اور اپنی خادمہ کو حکم فرماتین کہ آفتاب کو دیکھتی رہے جب غروب ہونے کو ہو تو مجھکو اطلاع کر دینا آپ کی خادمہ ایسا ہی کرتی اُسوقت آپ دعا اور استغفار میں مشغول ہوتین یہانتک کہ آفتاب ڈوب جاتا اور فرماتین کہ اسی ساعت کی تاک لگانی چاہیے اور اس مضمون کو اپنے مشفق صلی اللہ علیہ وسلم سے اختیار کیا تھا۔ اور بعض علما نے فرمایا ہے کہ وہ ساعت تمام دن میں مبہم ہے جیسے شب قدر رہتی ہے اسلیے کہ اسکی تاک کی خواستگاری کثرت سے ہو اور بعضون نے کہا ہے کہ وہ جمعہ کی ساعتوں میں بدلتی رہتی ہے جیسے شب قدر بدلتی رہتی ہے اور یہ قول بہت درست ہے اور اسکے لیے ایک بھید ہے جسکا ذکر کرنا علم معاملہ میں مناسب نہیں مگر چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی تصدیق کیجاوے کہ ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات الا فتعرضوا لہا اور چونکہ روز جمعہ انھین روزون سے ہے تو بندہ کو چاہیے کہ جمعہ کے تمام دن میں اُن نفحات کا جویا حضور دل اور ملازمت ذکر کے ساتھ دنیا کے وسوسون سے برکنار ہو کر رہے شاید ان نفحات میں سے کچھ اسکو بھی نصیب ہو جاوے۔ اور کعب بن احبار رضہ نے فرمایا ہے کہ وہ ساعت روز جمعہ کی آخر ساعت ہے یعنی غروب کے وقت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آخر ساعت کیسے ہو سکتی ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سُنا کہ جس بندہ کو وہ ساعت نماز پڑھتے میں ملجاوے اور آخر ساعت نماز کا وقت نہیں ہے جناب کعب نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو شخص بیٹھکر انتظار نماز کا کرے وہ نماز ہی میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ البتہ فرمایا ہے حضرت کعب نے فرمایا کہ تو یہ بھی نماز ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور حضرت کعب احبار اس بات کی طرف مائل تھے کہ یہ ساعت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اُن لوگوں کے لیے جو اُس دن کے حقوق پر قائم رہے تو اُس رحمت کو اسوقت دینا چاہتے جب کام سے فارغ ہو لین حاصل یہ کہ یہ وقت اور جسوقت امام منبر پر چڑھتا ہے دونون شریف ہین چاہیے کہ دونون میں دعا مانگے تیسری یہ کہ جمعہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی کثرت کرے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی جمعہ کے روز اسی بار درود بھیجے اللہ تعالیٰ اُسکے گناہ اسی برس کے بخشدے کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ درود آپ پر کسطرح بھیجین فرمایا اسطرح کہو اللھم صل علی محمد عبدک ونبیک ورسولک النبی الامی اور ایک عقد کرو یعنی یہ ایک بار ہوا اسی طرح اسی بار اسکو پورا کرلو۔ اور اگر درود ان الفاظ سے کہو اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد صلوۃ تکون لک رضاء ولحقہ اداء واعطہ الوسیلۃ وابعثہ المقام المحمود الذی وعدتہ واجزہ عنا ما ھو اھلہ واجزہ افضل ما جازیت نبیا عن امتہ وصل علی جمیع اخوانہ من النبیین والصالحین یا ارحم الراحمین اور سات بار کہو تو یہ کہتے ہیں کہ جو کوئی اس درود کو سات جمعہ پڑھے اور ہر جمعہ میں سات مرتبہ کہے تو اسکے لیے شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واجب ہے۔ اور اگر یہ چاہو کہ درود کے الفاظ زیادہ ہون تو یہ درود جو ماثور ہے اسکو پڑھے اللھم اجعل فضائل صلواتک ونوامی برکاتک وشرائف زکواتک ورافتک ورحمتک وتحیتک علی محمد سید المرسلین وامام المتقین وخاتم النبیین ورسول رب العالمین قائد الخیر وفاتح البر ونبی الرحمۃ وسید الامۃ اللھم ابعثہ مقاما محمودا تزلف بہ قربہ وتقر بہ عینہ یغبطہ بہ الاولون والآخرون اللھم اعطہ الفضل والفضیلۃ والشرف والوسیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ والمنزلۃ الشامخۃ المنیفۃ اللھم اعط محمدا سؤلہ وبلغہ مأمولہ واجعلہ اول شافع واول مشفع اللھم عظم برہانہ وثقل میزانہ وابلج حجتہ وارفع فی اعلی المقربین درجتہ اللھم احشرنا فی زمرتہ واجعلنا من

بخاری ومسلم [illegible] ابوہریرہ [illegible] ترمذی [illegible] ابوداؤد [illegible] دار قطنی [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

اہل شفاعتہ واحینا علی سنتہ وتوفنا علی ملتہ واوردنا حوضہ واسقنا بکاسہ غیر خزایا ولا نادمین ولا شاکین ولا مبدلین ولا فاتنین ولا مفتونین آمین یارب العالمین غرض کہ جو نسے الفاظ درود کے اس وقت پڑھیگا تو تشہد ہی کے درود ہوں تو درود پڑھنے والا کہلائیگا اور چاہیے کہ درود پر استغفار بھی اضافہ کرلے کہ جمعہ کے روز استغفار بھی مستحب ہے چوتھی یہ کہ قرآن کی تلاوت زیادہ کرے خصوصاً سورۃ کہف پڑھے کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن یا اسکی شب میں سورۃ کہف پڑھے تو اسکو اسکے پڑھنے کے مقام سے مکہ تک نور عطا کیا جاویگا اور دوسرے جمعہ تک مع تین روز زیادہ کی مغفرت کیجاویگی اور اسپر ستر ہزار فرشتے صبح ہونے تک رحمت بھیجتے ہیں اور درد اور پیٹ کے پھوڑے اور ذات الجنب اور برص اور جذام اور دجال کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے اور مستحب یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو قرآن کو جمعہ کے دن یا اسکی شب میں ختم کرے اور اگر قرآن رات کو پڑھا کرتا ہو تو صبح کی سنتوں میں اسکو ختم کرے یا مغرب کی سنتوں میں یا جمعہ کی اذان اور تکبیر کے درمیان ختم کرے کہ اسکا بڑا ثواب ہے اور عابد جمعہ کے روز سورۃ اخلاص ہزار بار پڑھنا مستحب جانتے تھے اور کہتے ہیں کہ جو کوئی سورۃ اخلاص کو دس رکعتوں میں یا بیس میں ہزار بار پڑھے تو ایک ختم کرنے سے افضل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہزار بار پڑھتے اور سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہزار بار پڑھا کرتے۔ اور اگر جمعہ کے دن یا رات میں چھ مسبحات یعنی بنی اسرائیل اور حدید اور حشر اور جمعہ اور تغابن اور اعلیٰ پڑھے تو بہتر ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہیں ہے کہ کسی روز میں بعض سورتیں پڑھتے ہوں مگر شب جمعہ اور روز جمعہ کے کہ شب جمعہ کی مغرب میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھا کرتے تھے اور اس رات کی عشا میں سورۃ جمعہ اور منافقون اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ ان دونوں سورتوں کو جمعہ کی دو رکعتوں میں پڑھا کرتے تھے اور جمعہ کی صبح میں سورۃ الم سجدہ اور سورۃ دہر پڑھا کرتے تھے پانچویں یہ کہ جب مسجد جامع میں داخل ہو تو جبتک چار رکعتیں اسطرح نہ پڑھ لے کہ ہر رکعت میں پچاس دفعہ سورۃ اخلاص پڑھے تو کل دو سو بار ہو جاویں تب تک نہ بیٹھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص یہ عمل کریگا وہ مرنے سے پیشتر اپنا ٹھکانا جنت میں دیکھ لیگا اور دوگانہ تحیت بھی فروگذاشت نہ کرے اگرچہ امام خطبہ پڑھتا ہو مگر اس صورت میں جلد مختصر پڑھ لے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے لیے ایسا ہی امر فرمایا ہے اور ایک حدیث غریب میں ہے کہ ایک شخص کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے چپ ہو گئے تھے یہانتک کہ وہ شخص دوگانہ تحیت سے فارغ ہو گیا اہل کوفہ کا یہ قول ہے کہ اگر امام خاموش رہے تو دوگانہ ادا کرے اور اسی دن یا اسکی شب کو مستحب ہے کہ چار رکعتیں چار سورتوں کے ساتھ یعنی انعام اور کہف اور طہٰ اور یٰس پڑھے اور اگر یہ یاد نہوں تو یٰس اور الم سجدہ اور دخان اور سورۃ ملک پڑھے اور ان چاروں سورتوں کا پڑھنا شب جمعہ میں ترک نہ کرے کہ انمیں بہت ثواب ہے اور جسکو اچھی طرح یاد نہو تو جو سورت اچھی طرح پڑھ سکتا ہو اسی کو پڑھے کہ ایک ختم کا ثواب ملتا ہے اور سورۃ اخلاص کو کثرت سے پڑھے۔ اور مستحب ہے کہ صلوٰۃ التسبیح پڑھے چنانچہ اسکی کیفیت نوافل کی فصل میں مذکور ہوگی۔ اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے ارشاد فرمایا تھا کہ اسکو ہر جمعہ کو پڑھو اور حضرت ابن عباسؓ اس نماز کو جمعہ کے روز زوال کے بعد ترک نہ کرتے تھے اور اسکا بہت بڑا ثواب بیان فرماتے۔ اور بہتر یہ ہے کہ وقت کی تقسیم اسطرح کرے کہ صبح سے زوال تک تو نماز کے لیے اور جمعہ کے بعد سے عصر تک علم کے سننے کے لیے اور عصر سے مغرب تک تسبیح اور استغفار کے لیے مقرر کرے چھٹی یہ کہ اس خاص دن میں صدقہ دینا ثواب رکھتا ہے بشرطیکہ ایسے کو نہ دے جو امام کے خطبہ پڑھنے کے وقت مانگے اور امام کے کلام میں بولتا جاوے کہ ایسے شخص کو دینا مکروہ ہے۔ صالح بن امام احمدؒ کہتے ہیں کہ جمعہ کے روز ایک مسکین نے امام کے خطبہ پڑھنے میں سوال کیا اور وہ میرے باپ کے برابر تھا ایک شخص نے میرے باپ کو ایک ٹکڑا چاندی کا دیا کہ سائل کو دیدیں میرے باپ نے اسکو نہ لیا۔ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں مانگے وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اسکو نہ دیا جاوے اور جب قرآن پر مانگے تو اسکو مت دو۔ اور بعض علما نے ایسے سائلوں کو صدقہ دینا جو مسجد جامع میں لوگوں کی گردنوں پر کو جاویں مکروہ فرمایا ہے لیکن اگر ایک جگہ کھڑے ہو کر یا بیٹھکر مانگیں اور گردنوں پر نہ پھاندیں تو مضائقہ نہیں ہے۔ اور کعب احبار نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے لیے آوے پھر لوٹ کر دو چیزیں مختلف صدقہ کی قسم سے خیرات کرے اور

[illegible] ابن عباس [illegible] ابو ہریرہ [illegible] ابن ماجہ [illegible] حاکم [illegible] ابن عباس [illegible] ۱۲

دوبارہ اگر دوگانہ نفل پڑھے اور اُسکا رکوع اور سجدہ خوب کامل طور پر ادا کرے پھر یون کہے اللّٰھم انی اسالک باسمک بسم اللہ الرحمن الرحیم وباسمک الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم تو اسکے بعد جو دعا اللہ سے مانگیگا وہ اللہ تعالیٰ اُسکو عنایت فرماویگا۔ اور بعض اکابر سلف نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے روز مسکین کو کھانا کھلاوے سویرے سے پھر جا کر جمعہ مین شریک ہو اور کسی کو ایذا نہ دے پھر جب امام سلام پھیرے تو یہ کہے بسم اللہ الرحمن الرحیم الحی القیوم اسئلک ان تغفرلی وترحمنی وان تعافینی من النار پھر جو دل مین دعا آوے وہ مانگے اللہ تعالیٰ اُسکی دعا قبول فرماویگا ساتوین یہ کہ جمعہ کو آخرت کے واسطے مقرر کرے اور اُسمین تمام دنیا کے کامون سے باز رہے اور وظیفہ کثرت سے اور سفر جمعہ کو شروع نہ کرے کہ مروی ہے کہ جو کوئی شب جمعہ کو سفر کرتا ہے اُسکے دونون فرشتے اُسپر بددعا کرتے ہین اور جمعہ کی فجر کے بعد تو سفر حرام ہے بشرطیکہ قافلہ فوت نہوتا ہو۔ اور بعض سلف نے فرمایا ہے کہ مسجد مین سقہ سے پانی مول لینا پینے کے لیے یا سبیل کرنے کو مکروہ ہے کہ اس سے مسجد مین خرید کرنے والا ہو جاویگا حالانکہ خرید و فروخت مسجد کے اندر مکروہ ہے اور کہتے ہین کہ اگر سقہ اُسکو باہر دے پھر مسجد کے اندر پانی پی لے یا سبیل کر دے تو مضائقہ نہین۔ حاصل یہ کہ جمعہ کے روز وظائف اور خیرات زیادہ کرے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اُس سے عمدہ وقتون مین عمدہ کام لیتا ہے اور جب بندہ کو مبغوض جانتا ہے تو افضل وقتون مین اُس سے برے کام لیتا ہے تاکہ یہ برے اعمال اُسکے عذاب مین زیادہ دردناک اور سخت تر غضب کا باعث ہون کہ وقت کی برکت سے محروم رہا اور اُسکی حرمت نہ رکھی۔ اور جمعہ کی دعاؤن کا پڑھنا مستحب ہے اور عنقریب باب الدعوات مین ہم اُنکو لکھینگے انشاء اللہ تعالیٰ وصلی اللہ علی کل عبد مصطفے

چھٹی فصل متفرق مسائل کے ذکر مین جنمین اکثر لوگ مبتلا ہین اور آخرت کے طالب کو اُنکے معلوم کرنے کی ضرورت ہے اور مسائل جو کم واقع ہوتے ہین اُنکو ہمنے کامل طرح پر فقہ کی کتابون مین مندرج کیا ہے

مسئلہ تھوڑے سے فعل سے اگرچہ نماز باطل نہین ہوتی مگر بدون حاجت کے مکروہ ہے اور حاجت کی صورت یہ ہے کہ جو سامنے کو گذر جاتے اُسکو ہٹا دے اور بچھو کے اگر کاٹنے کا ڈر ہو اُسکو ایک یا دو چوٹون مین مار دے لیکن اگر تین چوٹین ہونگی تو فعل کثیر ہو جاویگا اور نماز جاتی رہیگی اسی طرح جون اور پسو سے اگر ایذا پہونچے تو اُنکو دفع کر دے یا خارش ایسی معلوم ہو کہ اُسکے کھجلانے کے بدون خشوع ابتر ہو جاوے تو بدن کھجلالے حضرت معاذ بن جبل جون اور پسو کو نماز کے اندر پکڑ لیتے تھے اور حضرت ابن عمر نماز مین جون کو مار دیتے تھے یہانتک کہ اُسکے خون کا نشان انکے ہاتھ پر ہو جاتا تھا۔ اور نخعی نے فرمایا ہے کہ جون کو پکڑ کر سست کر دے اور اگر مار ڈالے تب بھی کچھ خرابی نہین۔ اور ابن مسیب نے فرمایا ہے کہ اُسکو ہاتھ کر سست کر دے پھر پھینکدے۔ اور مجاہد کا قول ہے کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اُسکو چھوڑ دے مگر جبتک اتنی ایذا نہ دے جس سے نماز مین دھیان بٹے اسوقت اُسکو اتنا سست کر دے کہ ایذا نہ دے اور ڈال دے اور یہ صورت اجازت کی ہے ورنہ کمال تو یہی ہے کہ فعل اگرچہ تھوڑا ہو اُس سے بھی احتراز کرے اور اسی وجہ سے بعض اکابر مکھی کو نہین ہٹاتے تھے اور کہتے تھے کہ مین اپنے نفس کو اس بات کا عادی نہین کرتا ورنہ میری نماز کو خراب کر دیا کریگا اور مین نے سنا ہے کہ فاسق تو بادشاہون کے سامنے بہت سی ایذا پر صبر کرتے ہین اور جنبش نہین کرتے۔ اور جب جمائی لے تو اپنے ہاتھ کو منھ پر رکھنے کا مضائقہ نہین بلکہ ہاتھ کا رکھنا بہتر ہے اور اگر نماز مین چھینک آوے تو الحمد للہ اپنے دل مین کہے زبان نہ ہلاوے اور اگر ڈکار آوے تو چاہیے کہ اپنا سر آسمان کی طرف کو نہ اٹھاوے اور اگر چادر لٹک جاوے تو اُسکو برابر نہ کرنا چاہیے اور یہی حال عمامہ کے کنارون کا ہے غرض کہ اس قسم کے سب فعل مکروہ ہین بدون ضرورت کے نہ کرنے چاہیین

مسئلہ جوتیون سمیت نماز پڑھنی درست و جائز ہے اگرچہ اُنکا نکالنا سہل ہے اور موزون سے جو نماز درست ہے تو یہ نہین کہ اُنکے نکالنے کی دقت کی وجہ سے اجازت دی گئی ہو بلکہ یہ نجاست معاف ہے اور یہی حال جوتیون کا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتیون کے ساتھ نماز پڑھی پھر اُنکو نکال دیا تو صحابہ نے بھی اپنی جوتیان نکال ڈالین نماز کے بعد آپ نے اُنسے پوچھا کہ تمنے اپنی جوتیان کیون اتارین اُنھون نے عرض کیا کہ ہمنے آپکو دیکھا کہ جوتیان اتار دین تو ہمنے بھی اتار دین آپ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھکو خبر دی کہ اُنمین نجاست ہے اسلیے مین نے اتار دین پس جب کوئی تم مین سے مسجد مین قصد

کرے تو چاہیے کہ جوتیون کو لوٹ کر دیکھ لے اگر اُنمین کچھ نجاست پاوے تو اُنکو زمین سے رگڑ دے اور اُنسے نماز پڑھ لے اور بعضون نے فرمایا ہی
کہ جوتیون سے نماز پڑھنی افضل ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تمنے اپنی جوتیاں کیون اُتارین اور یہ قول اُنکا
کا مبالغہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنسے اسلیے نہین پوچھا تھا کہ ترک افضل کیون کیا بلکہ اسلیے استفسار فرمایا تھا کہ اُنکے سامنے اپنی جوتیاں ان
اُتارنے کا سبب بیان فرماوین کہ اُنھون نے آپ ہی کی موافقت کے باعث اُتارین تھین اور عبداللہ بن السائبؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتیاں نکال کر بھی نماز پڑھی ہی اسلیے معلوم ہوا کہ دونون باتین آپ نے کی ہین پس جو کوئی اپنی جوتیاں نکال لے تو
چاہیے کہ اپنے دہنے اور بائین طرف نہ رکھے کہ اس سے جگہ تنگ ہوگی اور جماعت ٹوٹنے کی بلکہ اُنکو اپنے سامنے رکھے اور پیچھے بھی نہ رکھے ورنہ
دل کا التفات اُسطرف رہیگا اور کیا عجب ہی کہ جو لوگ جوتیون سمیت نماز کو افضل کہتے ہین وہ اسی لحاظ سے کہتے ہون کہ نکالنے کی صورت مین
دل کا التفات اُنکی طرف رہیگا حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ تم مین سے جب کوئی نماز پڑھے
تو چاہیے کہ اپنی جوتیاں ٹانگون کے بیچ مین کر لے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک شخص کو فرمایا کہ اُنکو اپنی ٹانگون درمیان کر لو اور اُنسے کسی مسلمان کو
تکلیف مت دو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو اپنی بائین طرف رکھ لیا تھا اور آپ امام تھے تو امام کو جائز ہی کہ وہ بائین طرف رکھ
کیونکہ اُسکے برابر تو کوئی کھڑا ہی نہوگا کہ اُسکو تکلیف ہو اور بہتر یہ ہی کہ اُنکو دونون قدمون کے بیچ مین نہ رکھے کہ اُسکا دھیان بائین بلکہ قدمون کے
آگے رکھے اور غالباً یہی مراد اس حدیث سے ہی جو اوپر مذکور ہوئی کہ جوتیاں ٹانگون کے بیچ مین رکھے یعنی قدمون کے آگے رکھے ٹانگون کے بیچ مین نہ رکھے
حضرت جبیر بن مطعم نے فرمایا ہی کہ آدمی کا جوتیون کو قدمون کے بیچ مین رکھنا بدعت ہی مسئلہ جب نماز مین تھوک دے تو نماز باطل نہوگی اسلیے کہ
تھوڑا فعل ہی اور جب تک کہ تھوکنے سے آواز نہ پیدا ہوگی اُسکو کلام مین شمار نہ کرینگے علاوہ ازین کلام کے حروف کی طرح پر تھوکنے کی آواز ہوتی
بھی نہین مگر پھر بھی تھوکنا مکروہ ہی اُس سے احتراز کیا جاوے مگر جسطور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہی اُسطرح تھوکنے کو مکروہ
نہین چنانچہ کسی صحابی سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد مین تھوک دیکھا تو نہایت غصہ ہوے پھر اُسکو ایک شاخ خرما سے
جو آپکے ہاتھ مین تھی کھرچا اور فرمایا کہ تھوڑی زعفران لاؤ پس تھوک کے نشان پر زعفران لگا دی پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم مین سے
کون پسند کرتا ہی کہ اُسکے منہ پر تھوکا جاوے لوگون نے عرض کیا کہ یہ امر کوئی نہین پسند کرتا آپ نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی نماز مین داخل ہوتا ہی تو اللہ تعالیٰ
اُسکے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہی اور بعض روایت مین یہ ہی کہ خدا تعالیٰ اُسکے منہ کے سامنے ہوتا ہی تو اپنے منہ کے سامنے تھوکنا نہ چاہیے اور نہ دہنی طرف کو
تھوکے بلکہ بائین طرف یا بائین پاؤن کے نیچے تھوک دے (یعنی جب مسجد مین نماز نہ پڑھتا ہو اور جگہ پڑتا ہو) اور اگر کوئی ایسی ہی ضرورت آپڑے تو چاہیے
کہ اپنے کپڑے مین تھوکے اور اُسکو یون کر ڈالے یعنی آپ نے کپڑے کو مل کر فرمادیا کہ ایسے ملے مسئلہ مقتدی کے کھڑے ہونے کے لیے سنت اور
فرض ہی سنت یہ ہی کہ ایک مقتدی ہو تو امام کی دہنی طرف تھوڑا اُس سے ہٹکر کھڑا ہو اور اکیلی عورت امام کے پیچھے کھڑی ہو اور اگر امام کے
برابر کھڑی ہو جاوے تب بھی کچھ ضرر نہین مگر خلاف سنت ہی اور اگر مقتدی مرد بھی ہو اور عورت بھی ہو تو مرد امام کے دہنی طرف کھڑا ہو اور عورت اُسکے پیچھے
کھڑی ہو اور اکیلا آدمی صف کے پیچھے نہ کھڑا ہو بلکہ یا صف مین شامل ہو جاوے یا اپنے برابر کسی کو کھینچ لے اور اگر اکیلا ہی کھڑا رہا تو اُسکی نماز کراہیت کے
ساتھ درست ہوگی۔ اور مقتدی کے کھڑے ہونے مین فرض صف کا ملا رہنا ہی یعنی مقتدی اور امام مین کوئی رابطہ جامع ہونا چاہیے کہ جماعت
پڑھتے ہین جسکے معنی ساتھ ہونے کے ہین تو دونون مین جمعیت کا مضمون رہے پس اگر دونون ایک مسجد مین ہون تو مسجد دونون کی جامع ہی
اسلیے کہ وہ اکٹھا کرنے ہی کو بنی ہی تو اب حاجت صف کے اتصال کی نہین بل اتنا چاہیے کہ امام کے افعال کو پہچانے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ
نے مسجد کی پشت پر امام کے ساتھ نماز پڑھی ہی اور جبکہ مقتدی مسجد کے صحن مین ہو جو راستے مین پڑتا ہی یا جنگل مین امام اور مقتدی دونون ہون
اور دونون کے بیچ مین کسی عمارت کی آڑ نہو تو مقتدی کا قریب ہونا امام سے ایک تیر کے پلے کی مقدار کافی ہی کیونکہ ایک کا فعل دوسرے کو

١٢ مسلم بروایت عبداللہ بن الحارث
١٢ ابوداؤد
١٢ مسلم
١٢ ابوداؤد بروایت عبداللہ بن السائب
١٢ مسلم
١٢ ابوداؤد بروایت جابر
١٢

معلوم ہو سکتا ہو۔ مگر جس صورت مین کہ مقتدی مسجد کے دہنے یا بائین طرف کے مکان کے صحن مین ہو اور اُس مکان کا دروازہ مسجد سے لگا ہوا ہو تو اسمین یہ شرط ہو کہ مسجد کی صف ہوتے ہوتے اُس مکان کی ڈیوڑھی مین سے ہوکر صحن تک جائے بیچ مین سے جدا نہو تو اب اُس صف مین یا اسکی پچھلی صف مین جو مقتدی ہوگا اسکی نماز ہو جاویگی اور جو شخص اس صف کے آگے ہوگا اسکی نماز نہوگی غرض کہ مختلف عمارتون کا سب کا یہی حال ہو اور اگر ایک ہی عمارت یا میدان وسیع ہو تو اسکا حال مثل جنگل کے ہو مسئلہ مسبوق جو امام کے ساتھ پچھلی رکعتون مین ملتا ہو وہ اسکی شروع نماز ہوتی ہو پس چاہیے کہ امام کی موافقت کرے اور اس نماز پر اپنی باقی نماز بنا کرے اور صبح کی نماز مین اپنی نماز کے آخر مین قنوت پڑھے اگرچہ امام کے ساتھ پڑھ لیا ہو اور اگر امام کے ساتھ مین کسی قدر قیام ملے تو دعا نہ پڑھے بلکہ الحمد آہستہ پڑھنا شروع کرے پھر اگر الحمد پوری نہین پڑھی تھی کہ امام نے رکوع کر دیا تو اگر یہ جانے کہ امام کے ساتھ قومہ مین ملجاویگا تو تمام پڑھ لے اور اگر یہ نہو سکے تو امام کے ساتھ رکوع مین شریک ہو جائے اور تھوڑی سی الحمد جو پڑھ لی ہو اُسی کو کل کا حکم ہوگا اور باقی بسبب پیچھے ملنے کے ساقط ہو جاویگی اور اگر امام نے رکوع کیا اور مقتدی سورت پڑھتا ہو تو سورت کو چھوڑ کر امام کی متابعت کرے اور اگر امام کو سجدہ مین خواہ تشہد مین پاوے تو تکبیر تحریمہ کہکر بیٹھ جاوے دوبارہ اللہ اکبر نہ کہے بخلاف اس صورت کے کہ امام کو رکوع مین پاوے کہ یہان تکبیر تحریمہ کے بعد دوسری تکبیر رکوع مین جھکنے کے لیے کہے اسلیے کہ تکبیرین اصلی انتقالات کے لیے ہین اور رکوع مین جانا تو محسوب ہو اسکے باعث رکعت ملجاتی ہو اسلیے اسکی تکبیر کہنی چاہیے اور جو انتقال کہ امام کی جہت سے کرنا پڑے حالانکہ اکیلا ہوتے مین اسوقت نہ کرتا تو ایسے امر کے لیے تکبیر کہنی بے موقع ہوگی۔ اور رکعت مقتدی کو جبھی تک ملیگی کہ امام کے رکوع کی حد مین ہوتے ہوئے یہ بھی رکوع اطمینان سے کرے اگر رکوع مین اچھی طرح نہین جانے پایا تھا کہ امام رکوع کرنے والون کی حد سے نکل گیا تو اسکی رکعت فوت ہو گئی

مسئلہ جس شخص کی ظہر قضا ہو گئی اور عصر کا وقت آگیا تو اول ظہر پڑھے پھر عصر لیکن اگر عصر کو اول پڑھیگا تب بھی کافی ہو مگر تارک اولیٰ ہوگا اور شبہہ خلاف مین داخل پھر اگر عصر کی جماعت پاجاوے تو اول عصر ہی پڑھے اور اسکے بعد ظہر ادا کرے کیونکہ ادا نماز کے لیے جماعت ہی بہتر ہو پس اگر اول وقت مین تنہا نماز پڑھ لی پھر جماعت ملگئی تو جماعت مین نماز وقت کی نیت کرکے شامل ہو جاوے اللہ تعالیٰ جونسی ان دونون مین سے چاہیگا اُسکے حق مین محسوب فرماویگا اور اگر جماعت مین قضا یا نفل کی نیت کر لے تب بھی درست ہو۔ اور اگر نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لی پھر دوسری جماعت ملگئی تو اس جماعت مین قضا یا نفل کی نیت سے شریک ہو کیونکہ نماز وقتی جو جماعت کے ساتھ ادا ہو چکی ہو اُسکو دوبارہ ادا کرنے کا کوئی سبب نہین اول صورت مین ثواب جماعت ملنے کا احتمال تھا وہ بھی یہان نہین رہا

مسئلہ جو شخص نماز پڑھنے کے بعد اپنے کپڑے پر نجاست دیکھے تو مستحب ہو کہ نماز کو دوبارہ پڑھے مگر دوبارہ پڑھنا لازم نہین ہو اور اگر عین نماز پڑھنے مین یہ صورت ہو تو کپڑا اُسی الگ کر دے اور نماز پوری کرے اور از سر نو پڑھنا مستحب ہو اور اصل اس باب مین قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیان اُتارنے کا ہو کہ جب آپکو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی کہ انمین نجاست ہو تو آپ نے جوتیان اُتار ڈالین اور نماز کو از سر نو نہین پڑھا

مسئلہ جو شخص تشہد اول یا قنوت یا اول قعدہ مین درود چھوڑ دے یا بھولکر کوئی ایسا کام کرے کہ اگر جانکر کرتا تو اُس سے نماز باطل ہو جاتی یا شک کرے کہ نہ معلوم تین رکعتین پڑھی ہین یا چار تو وہ یقینی بات کو اختیار کرے اور دو سجدہ سہو کے سلام سے پیشتر کرے اور اگر بھول جاوے تو سلام کے بعد اگر قریب ہی یاد آجاوین کر لے پس اگر بعد سلام کے سجدۂ سہو کیا اور بے وضو ہو گیا تو نماز باطل ہو جاویگی کیونکہ سلام کے بعد جب اُسنے سجدہ کیا تو گویا سلام کو بھول مین داخل کر دیا کہ بے موقع ہو گیا اس سے نماز پوری نہوئی اور نماز مین پھر مشغول ہو گیا اسی جہت سے یہ بے وضو ہونا نماز کے اندر واقع ہوا اور پہلا سلام بے محل ہونے کی وجہ سے سجدۂ سہو کے بعد پھر نئے سر سے سلام کی ضرورت ہوتی ہو پس اگر سجدۂ سہو مسجد سے نکلنے کے بعد بہت دیر پر یاد آوے تو اب تدارک نہین ہو سکتا

مسئلہ نماز کی نیت مین وسوسہ کرنے کا سبب یا تو عقل کی خرابی ہو یا شریعت سے جاہل ہونا اسلیے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو ماننا ایسا ہی ہو جیسا اُسکے غیر کے حکم کو ماننا اور قصد کے اعتبار سے جیسے اُسکی تعظیم ویسی ہی غیر کی تعظیم ہو مثلاً اگر کسی شخص پر کوئی

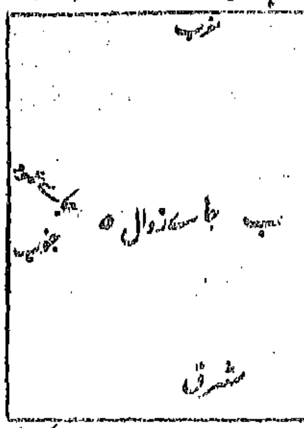
عالم داخل ہوا اور وہ اسکے لیے کھڑا ہو جاوے تو اسوقت اگر یہ کہے کہ نیت کرتا ہوں سیدھا کھڑے ہونے کی اس فاضل کی تعظیم کو اسکے فضل کی جہت سے اسکے آنے کے ساتھ ہی اپنا منھ اسکی طرف کر لے تو ظاہر ہے کہ یہ شخص کم عقل ہوگا بلکہ جب عالم کو دیکھا اور اسکے فضل کو جانتا ہے اسی وقت دل میں اسکی تعظیم کا سبب بھرا اور اسنے کھڑا کر دیا تو تعظیم کرنیوالا ہوگا بشرطیکہ اور کسی کام کو یا غفلت میں نہ اٹھا ہو اور نماز کی نیت میں جو ظہر کا ہونا اور ادا اور فرض کا ہونا امتثال امر کے باب میں شرط ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے آنے والے کے لیے آتے ہی کھڑا ہونا اور اسکی طرف منھ کرنا اور کسی باعث کا نہ ہونا اور اس کھڑے ہونے سے اسکی تعظیم کا قصد کرتا ہے تاکہ واقع میں تعظیم ہو کیونکہ اگر مثلاً اسکی طرف کو پشت پھیر کر کھڑا ہوگا یا ٹھہر رہیگا اور دیر کے بعد کھڑا ہوگا تو تعظیم کرنیوالا نہوگا۔ پھر ان صفات کا معلوم اور مقصود ہونا ضروری ہے اور نفس میں انکا حاضر ہونا ایک لحظہ میں طول نہیں چاہتا بلکہ یہ طول اسمیں ہوتا ہے کہ ایسے الفاظ کو مرتب کیا جاوے جو ان صفات پر دال ہوں خواہ زبان سے ادا کیے جاویں یا دل میں سوچے جاویں غرض جو شخص نماز کی نیت اسطرح پر نہیں سمجھتا وہ گویا نیت ہی کو نہیں سمجھتا کیونکہ نیت میں صرف اتنی ہی بات ہے کہ جب آدمی کو نماز کے وقت نماز کے لیے بلایا گیا اسنے امتثال امر کیا اور کھڑا ہو گیا اب وسوسہ کرنا جہالت محض ہے کیونکہ یہ مقصود اور یہ علوم نفس میں ایک ہی حالت میں اکٹھے ہو جاتے ہیں انکے افراد کی تفصیل ذہن میں اسطرح نہیں ہوتی کہ نفس انکو دیکھے اور سوچ لے اور نفس میں چیز کا حاضر ہونا اور چیز ہے اور فکر سے اسکی تفصیل جاننی اور بات ہے اور حاضر ہونا غیبت اور غفلت کے مقابل ہے گو حضوری مفصل طور پر نہو مثلاً جو شخص حادث کو جانے تو وہ اسکو ایک ہی حالت میں جانیگا حالانکہ حادث کا جاننا متضمن بہت سے علوم کو ہے جو حاضر ہیں گو مفصل نہیں یعنی جو حادث کو جانیگا وہ موجود اور معدوم اور پہلے ہونے اور پیچھے ہونے اور زمانے کو بھی جانیگا اور اس بات کو بھی جانیگا کہ عدم کو تقدم ہوتا ہے اور وجود کو تاخر پس ان باتوں کو جاننا حادث کے جاننے میں متضمن ہے اسوجہ سے کہ حادث کا جاننے والا اگر اور بات کو نجانے اور اس سے اگر سوال کیا جاوے کہ بھلا تمنے کبھی تقدم یا تاخر یا عدم کو یا عدم کے تقدم یا وجود کے تاخر یا زمانے کو جو متقدم اور متاخر ہوتا ہے معلوم کیا ہے اور وہ کہے کہ میں نے کبھی نہیں جانا تو وہ جھوٹا ہوگا اور اسکا یہ کہنا اسکے مخالف پڑیگا کہ میں حادث کو جانتا ہوں۔ اسی دقیقہ کے نجاننے سے وسواس ابھرتا ہے کہ وسواسی اپنے نفس پر زور دیکر چاہتا ہے کہ اپنے دل میں ظہر ہونے اور ادا ہونے اور فرض ہونے کو ایک حالت میں حاضر کرے پھر اسکی تفصیل الفاظ سے کرے اور خود اس تفصیل کو دیکھ لے اور یہ بات ہو نہیں سکتی اگر بالفرض اس بات کی تکلیف اپنے نفس پر عالم کے لیے کھڑے ہونے کے باب میں کریگا تو اسپر دشوار ہوگا غرض کہ اس حال کے جاننے سے وسواس دور ہو جاتا ہے کہ خدا تعالی کے حکم کی فرمانبرداری نیت کے باب میں اسی طرح ہے جیسے غیر کے امر کی فرمانبرداری ہوتی ہے پھر ہم تسہیل اور رخصت کے طور پر اتنی بات اور کہتے ہیں کہ اگر وسواسی نیت اسی کا نام سمجھتا ہے کہ یہ ساری باتیں مفصل حاضر کرنے ہونگی اور اسکے نفس میں امتثال یکبارگی صورت نہیں پکڑتا تو اگر اثنائے تکبیر میں اول سے آخر تک ان امور میں سے کسی قدر کو حاضر کر لیگا اسطرح کہ تکبیر کے پورا ہونے پر نیت حاصل ہو جاوے تو یہ بھی اسکو کافی ہوگا ہم اسکو تکلیف نہیں دیتے کہ ساری باتیں تکبیر کے اول میں اور آخر میں جمع کرے کیونکہ یہ تکلیف حد سے تجاوز ہے اگر اسکا حکم ہوتا تو پہلے لوگوں سے اسکی پرسش ہوتی اور صحابہ میں سے کوئی نیت میں وسوسہ کرتا پس اسکے حال سے سوال نہونا اور صحابہ کا وسوسہ نہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسکا منشا سہولت پر ہے اسی جہت سے وسواسی کو جسطرح پر نیت میسر ہو جاوے اسپر قناعت کرے تاکہ اسکا عادی ہو جاوے اور وسوسہ دور ہو اور اپنے نفس سے اسکی تحقیق کی طلب نہ کرے کہ تحقیق وسوسہ بڑھا دیتی ہے۔ اور ہمنے تحقیق کی چند وجہیں فتاوے میں ان علوم اور قصدوں کی تفصیل کے باب میں جو نیت سے متعلق ہیں ذکر کی ہیں انکے دریافت کرنے کی حاجت علما کو ہوتی ہے عوام کو تو اکثر انکا سننا ضرر کرتا ہے اور وسواس زیادہ کرتا ہے اسی جہت سے یہاں نہیں لکھی مسئلہ مقتدی کو امام سے آگے ہو کر رکوع اور سجدہ اور ان دونوں سے اٹھنے کی حالت میں اور تمام اعمال میں نہیں چاہیے اور نہ یہ مناسب ہے کہ اسکے ساتھ ہی یہ اعمال بجا لاوے بلکہ اسکی تبعیت کرے اور پیچھے پیچھے ارکان ادا کرے کیونکہ اقتدا کے معنے یہی ہیں اور اگر امام کے برابر ہی اعمال کریگا تو بھی نماز باطل نہوگی جیسے کھڑے ہونے میں امام کے برابر کھڑا ہو جاوے اس سے پیچھے ہٹکر نہ کھڑا ہو پس اگر امام سے ایک رکن آگے ہو جاوے تو اسکی نماز کے باطل ہونے میں اختلاف ہے مگر قرین بصواب یہی ہے کہ باطل ہونے کا حکم کیا جاوے کہ اسکی ایسی صورت ہو گئی جیسا کھڑے ہونے میں امام سے آگے بڑھکر کھڑا ہو بلکہ اسمیں بطریق اولی نماز باطل ہونی چاہیے کیونکہ جماعت میں اقتدا فعل کا ہوتا ہے نہ کھڑے ہونے کا تو تبعیت فعل میں زیادہ تر ضروری ٹھہری اور مکان میں آگے نہ بڑھنے کی شرط بھی اسی لیے ہے کہ

فعل میں پیروی سہل ہو جاتی ہے اور صورت تبعیت کی پائی جاتی ہے کہ مقتدی کو مناسب یہی ہے کہ آگے ہو اب جو شخص امام سے فعل میں بڑھ جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ بدون سہو کے اور کوئی وجہ اسکی نہیں ہو سکتی اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں سخت تہدید فرمائی چنانچہ ارشاد فرمایا اما یخشی الذی یرفع راسہ قبل الامام ان یحول اللہ راسہ راس حمار اور امام سے ایک رکن سے پیچھے رہنا نماز کو باطل نہیں کرتا مثلاً امام قومہ میں آگیا اور مقتدی نے ابھی رکوع بھی نہیں کیا لیکن اس صحیح کا پیچھے رہنا مکروہ ہے پس اگر امام اپنی پیشانی زمین پر رکھدے اور یہ مقتدی ابھی رکوع کرنے والوں کی حد کو نہ پہونچا ہو تو اسکی نماز باطل ہو جاویگی اور اسی طرح اگر امام نے دوسرے سجدہ کو سر رکھدیا ہو اور مقتدی نے پہلا سجدہ بھی ابھی نہ کیا ہو تو نماز باطل ہوگی مسئلہ جو شخص نماز میں حاضر ہو تو اسپر حق ہے کہ اگر دوسرے شخص سے نماز میں کچھ برائی دیکھے تو چاہیے کہ اسکو تغیر کرے اور انکار کرے کہ اس طرح نہیں ہے اور اگر کسی جاہل سے سرزد ہو تو اسپر نرمی کرے اور اسکو سکھلا دے مثلاً صفوں کا برابر کرنا اور اکیلے آدمی کو تنہا صف کے پیچھے کھڑا ہونے سے منع کرنا اور جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاوے اسپر انکار کرنا اور اسکے سوا اور باتیں ہیں اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خرابی ہے عالم کو جاہل سے کہ اسکو تعلیم نہیں کرتا اور حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی کو دیکھے کہ نماز کو بری طرح پڑھتا ہے اور اسکو منع نہ کرے تو وہ بھی اسکے گناہ میں اسکا شریک ہے اور بلال بن سعد نے کہا ہے کہ قصور جب پوشیدہ کیا جاتا ہے تو بجز اپنے مرتکب کے اور کسی کا ضرر نہیں کرتا اور جب ظاہر کیا جاتا ہے اور اسکی کوئی اصلاح نہیں کرتا تو اسکا نقصان عام ہو جاتا ہے اور حدیث میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ صفوں کو برابر کیا کرتے اور لوگوں کی کونچوں پر درّہ مارتے اور حضرت عمر نے فرمایا ہے کہ نماز میں اپنے بھائیوں کو ڈھونڈا کرو جب انکو نہ پاؤ تو اگر بیمار ہوں تو انکی عیادت کرو اور اگر تندرست ہوں تو عتاب کرو یعنی جماعت کے چھوڑنے پر ملامت کرو اور اس باب میں تساہل کرنا نہ چاہیے کہ پہلے لوگ اسمیں مبالغہ کرتے تھے یہانتک کہ بعض آدمی جماعت کے چھوڑنے والوں کے دروازہ تک جنازہ لیجاتے تھے اس بات کے جتانے کو کہ مردہ ہو تو جماعت سے پیچھے رہے زندہ کو بیٹھ رہنا نہ چاہیے اور جو شخص مسجد میں داخل ہو تو چاہیے کہ صف کی داہنی جانب قصد کرے اور اسی وجہ سے عہد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں داہنی جانب پر لوگ اس کثرت سے آتے کہ آپ سے عرض کیا گیا کہ بائیں طرف بالکل چھوٹ گئی آپ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد کی بائیں جانب کو معمور کرے اسکو دوہرا ثواب ہوگا۔ اور جب صف میں لڑکا نابالغ دیکھے اور اپنے لیے جگہ نہو تو جائز ہے کہ لڑکے کو صف سے علیحدہ کرکے آپ اسکی جگہ کھڑا ہو جاوے۔ یہی بیان ان مسائل کا ہے جن میں لوگ اکثر مبتلا ہوتے ہیں اور متفرق نمازوں کے احکام باب ۱۱ اور ۱۲ میں انشاء اللہ عنقریب مذکور ہونگے ساتویں فصل نفل نمازوں کے ذکر میں

جاننا چاہیے کہ فرض نمازوں کے سوا اور نمازوں کی تین قسمیں ہیں اول سنت دوم مستحب سوم تطوع سنت نماز سے ہماری مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسپر مواظبت منقول ہو جیسے نمازوں کے بعد کی سنتیں اور نماز چاشت اور وتر اور تہجد وغیرہ ہیں کیونکہ سنت طریق مسلوک کو کہتے ہیں تو جس طریق پر آپ ہمیشہ چلے ہونگے وہی سنت ہوگا اور مستحب سے ہماری غرض یہ ہے کہ حدیث میں اسکی بزرگی آئی ہو مگر آپ سے انکا ہمیشہ پڑھنا منقول نہو چنانچہ انکا ذکر روزانہ اور شبانہ و ہفتہ کی نمازوں میں ہم عنقریب لکھتے ہیں یا جیسے گھر سے نکلنے کے وقت اور اسمیں آنے کے وقت کی نماز وغیرہ ہیں اور تطوع سے ہماری مراد یہ ہے کہ جو نمازیں ان دونوں کے سوا ہوں یعنی خاص انکے لیے کوئی خبر نہیں ہے مگر بندہ نے خدائے تعالیٰ کی مناجات میں اغب ہو کر نماز سے جسکی مطلق فضیلت شریعت میں وارد ہے تبرع اور سلوک کیا اور تطوع تبرع کو کہتے ہیں تو گویا بندہ نماز تطوع سے تبرع کرتا ہے کہ اسکی طرف بلایا نہیں گیا اگرچہ مطلق نماز کی طرف بلایا گیا ہے۔ ان تینوں قسموں کو نفل اس جہت سے کہتے ہیں کہ نفل کے معنی زیادتی کے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ سب فرضوں سے زیادہ ہیں اور ان تینوں کے جتانے کے لیے ہم نے نفل اور سنت اور مستحب اور تطوع کی اصطلاح مقرر کر لی اور جو کوئی اس اصطلاح کو بدل ڈالے تو اسپر کچھ اعتراض نہیں کیونکہ مقاصد کے سمجھنے کے بعد لفظوں سے کچھ غرض نہیں اور ان قسموں میں سے ہر ایک قسم کے درجات اسی قدر فضل میں مختلف ہیں جس قدر کہ اخبار و آثار جنسے انکا فضل معلوم ہوتا ہے انکے باب میں وارد ہیں اور جس قدر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ مداومت فرمائی ہے اور جس قدر کہ انکے باب میں حدیثیں صحیح اور مشہور ہیں اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ جماعتوں کی سنتیں تنہائی کی سنتوں سے افضل ہیں اور جماعتوں کی سنتوں میں سے افضل نماز عید کی ہے پھر کسوف کی نماز پھر طلب باران کی نماز ہے اور تنہائی کی سنتوں میں سے افضل وتر ہے پھر فجر کی دو رکعت سنتیں پھر انکے بعد اور سنتیں موکدہ حسب مراتب ہیں اور واضح ہو کہ نوافل اپنے متعلقات کی جہت سے دو قسم پر ہیں اول وہ جو سبب

سے متعلق ہون جیسے کسوف ا ور استسقا ہین دوسرے وہ جو متعلق اوقات سے ہون اور اس قسم کی تین قسمین ہین اسطرح کہ یا دن رات کے مکرر ہونے سے دوسنت
مکرر ہوتی ہو یا ہفتہ کے دوبارہ آنے سے یا سال کے مکرر ہونے سے پس سب قسمین نفلون کی چار ہوئین انکو جدا جدا لکھا جاتا ہو قسم اول جو دن رات کے
ہونے سے ہوتی ہین وہ آٹھ ہین پانچ تو نماز پنجگانہ کی سنتین ہین اور تین انکے سوا یعنی نماز چاشت اور مغرب اور عشا کے درمیان کی نفلین اور تہجد اول
صبح کی سنتین ہین اور وہ دو ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیہا اور انکا وقت صبح صادق ہونے سے
شروع ہو جاتا ہو اور وہ صبح کنارون کی طرف کو پھیلی ہوئی ہوتی ہو نہ لمبی اور شروع مین اسکا معلوم کرنا مشکل ہو مگر اس طرح ہو سکتا ہو کہ چاند کی منزلین سیکھ
لے یا ستارون کے دیکھنے سے جان لے کہ فلان وقت جب ستارہ فلان اس جگہ آویگا تو صبح ہو جاویگی اور چاند سے مہینے مین دو بار پہچان ہو سکتی ہو کیونکہ
چھبیسوین شب کو چاند صبح صادق کے ساتھ نکلتا ہو اور بارھوین شب کو چاند کے غروب ہونے کے ساتھ اکثر صبح ہو جاتی ہو اور ان دونون باتون مین
کبھی بعض برجون مین فرق بھی پڑ جاتا ہو اور شرح اسکی طویل ہو اور منازل قمر کا سیکھنا طالب آخرت کے لیے ضروریات مین سے ہو تاکہ اس سے رات کے وقتون
کی مقدار اور صبح صادق کو پہچانے - اور جب صبح کے فرضون کا وقت نہین رہتا جبھی سنتون کا وقت بھی جاتا رہتا ہو یعنی آفتاب کے نکلنے پر انکا وقت
نہین رہتا مگر سنتون مین یہ ہو کہ انکو فرضون سے پہلے ادا کرے پس اگر مسجد مین آوے اور نماز کی تکبیر ہو گئی ہو تو فرضون مین مشغول ہو جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہو اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ پھر نماز سے فارغ ہو کر کھڑا ہو جاوے اور سنتون کو پڑھ لے اور صحیح یہ ہو کہ سنتین جبتک آفتاب
نکلنے سے پیشتر واقع ہون تبتک ادا ہی ہونگی اسلیے کہ وہ وقت مین فرضون کی تابع ہین اور انکو پہلے فرضون سے پڑھنا اور فرضون کو بعد کو پڑھنا
ہو بشرطیکہ نماز جماعت پا لیے اور جب جماعت موجود ہو تو ترتیب بدلجاتی ہو فرضون کو اول پڑھتے ہین اور سنتون کو پیچھے غرض کہ ادا ہی ہوتی ہین - اور مستحب
یہ ہو کہ سنتون کو گھر مین مختصر پڑھ لے پھر مسجد مین داخل ہو کر دوگانہ تحیۃ المسجد پڑھے پھر بیٹھ رہا وے اور فرض پڑھنے تک کوئی نماز نہ پڑھے اور صبح سے لیکر آفتاب کے
نکلنے تک مستحب یہ ہو کہ ذکر اور فکر مین لگا رہے اور صرف فجر کی سنتون اور فرضون پر کفایت کرے دوسری ظہر کی سنتین ہین وہ چھ رکعتین ہین دو بعد فرضون
کے اور چار پہلے اور بعد کی دونون سنت موکدہ ہین اور پہلے کی چار بھی سنت ہین مگر انکی تاکید کم ہین حضرت ابو ہریرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت کیا ہو کہ جو شخص چار رکعتین آفتاب کے ڈھلنے کے بعد پڑھے اور انکی قرارت اور رکوع اور سجدہ اچھی اچھی طرح کرے تو اسکے ساتھ ستر ہزار
فرشتے نماز پڑھتے ہین اور رات تک اسکے لیے دعاے مغفرت کرتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد چار رکعتین کبھی نہین چھوڑتے تھے
اور انکو لمبی پڑھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ دروازے آسمان کے اس ساعت مین کھلتے ہین تو مین پسند کرتا ہون کہ میرا کوئی عمل آنمین کو اوپر جاوے اس
حدیث کو ابو ایوب انصاری نے روایت کیا اور راوی اسکے صرف وہی ہین - اور اس مضمون پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہو جو ام المومنین ام حبیبہ نے
روایت کی ہو کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی دن مین بارہ رکعتین فرضون کے سوا پڑھے اسکے لیے ایک مکان جنت مین بنایا جاویگا دو رکعتین فجر کے پیشتر اور
چار ظہر سے پہلے اور دو اسکے بعد اور دو عصر سے پہلے اور دو مغرب کے بعد - اور حضرت ابن عمر نے فرمایا ہو کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر ایک
دن مین دس رکعتین یاد کی ہین اور تفصیل اسی طرح کی جو ام المومنین ام حبیبہ نے بیان کی تھی مگر فجر کی دو رکعتون مین فرمایا کہ یہ وقت ایسا تھا کہ آسمین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی نہ جاتا تھا مگر مجھسے میری بہن ام المومنین حفصہ نے بیان کیا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر مین دو رکعتین پڑھ لیتے تھے
پھر نکلتے تھے - اور حضرت ابن عمر نے اپنی حدیث مین ظہر سے پہلے دو رکعتین کہی ہین اور عشا کے بعد دو رکعتین بیان کی ہین اس صورت مین ظہر سے
پہلے کی دو رکعتین بہ نسبت چار کے زیادہ موکد ہوگئین اور ان رکعتون کا وقت آفتاب کے زوال پر آجاتا ہو اور زوال کی پہچان یہ ہو کہ سایہ کہ گز شتہ کا
پورب کی طرف کو جھکتا ہوا ہو اسلیے کہ آفتاب کے نکلنے کے وقت سایہ آدمی کا مغرب کی طرف بہت لمبا ہوتا ہو پھر آفتاب اونچا ہوتا جاتا ہو اور سایہ
کم ہوتا جاتا ہو اور مشرق کی طرف پھرتا جاتا ہو یہانتک کہ آفتاب اپنے منتہاے بلندی پر یعنی نصف النہار کے قوس پر پہونچ جاتا ہو اور اسوقت تک سایہ کا
جتنا کم ہونا تھا کم ہو چکتا ہو جب نصف النہار سے آفتاب ڈھلتا ہو تو سایہ پھر بڑھنا شروع ہوتا ہو پس جسوقت سے کہ سایہ کا بڑھنا آنکھ سے معلوم

ہونے لگے اسی وقت سے ظہر کا وقت آجاتا ہے اور یہ بات قطعاً معلوم ہے کہ زوال خدا تعالیٰ کے علم مین اُسوقت سے پیشتر ہو چکا مگر چونکہ احکام شرعی اُنھین چیزون پر وارد
ہوتے ہین جو محسوس ہون اسلیے زوال اسی وقت سے کہینگے جب محسوس ہو جاوے۔ اور جو مقدار سایہ کی آفتاب کے نصف النہار پر پہونچنے کے وقت باقی ہو اور
جہان سے کہ سایہ بڑھنا شروع ہوتا ہے وہ جاڑون مین لمبی ہوتی ہے اور گرمیون مین چھوٹی اور بڑے سے بڑے ہونے کی غایت یہ ہے کہ آفتاب برج جدی کی ابتدا پر
پہونچ جاوے اور چھوٹے سے چھوٹے ہونے کی غایت یہ ہے کہ برج سرطان کے شروع پر پہونچ جاوے اور یہ بات قدمون اور پیمانون سے پہچانی جاتی ہے اور طریق قریب
بہ تحقیق زوال کے معلوم کرنے کا در صورتیکہ کوئی اچھی طرح اسکو لحاظ رکھے یہ ہے کہ رات کو قطب شمالی یعنی ستارہ قطب کو دیکھے اور ایک تختہ مربع زمین پر برابر رکھے اسطرح
کہ اُسکا ایک ضلع قطب کی جانب ایسا ہو کہ اگر بالفرض قطب سے ایک کنکر زمین پر چھوڑین اور جس جگہ وہ کنکر زمین پر گرے وہان سے ایک خط مستقیم اُس ضلع تک
گذرتا ہوا فرض کرین تو یہ خط ضلع مذکور پر دو قائمے بناوے یعنی خط مذکور ضلع مسطور کے کسی سمت کی طرف جھکتا ہوا نہو اور جس نقطہ پر ضلع شمالی کے وہ خط مفروض
گذرتا ہوا معلوم ہوا اُسی کے مطابق خط مستقیم مثلاً ب ا تختہ کے ضلع شمالی سے جنوبی ضلع تک کھینچ دیا جاوے اور اس جگہ ایک عمود تختہ پر نقطہ ه سے جو ضلع
جنوبی مین خط مستقیم کے ملنے سے پیدا ہوا ہے قائم کرین اور فرض کرو کہ ضلع غربی تختہ کا شکل ذیل مین ا ہے تو اول روز مین سایہ اس عمود کا مغرب کی طرف
ضلع ا کی طرف کو مائل ہوگا پھر وہ پہر تک کم ہوتا اور شمال کی طرف کو ہٹتا رہیگا یہانتک کہ خط ب ه پر منطبق ہو جاوے اسطرح کہ اگر اسکو شمال کی جانب بڑھاوین
تو جس نقطہ پر قطب سے کنکر گرا ہوا فرض کیا تھا اُسپر پہونچ جاوے اور یہ سایہ اُسوقت ضلع شرقی اور مغربی تختہ کے موازی ہوتا ہے کسی کی طرف کو مائل نہین ہوتا ہے
اور اُسوقت مین آفتاب انتہائی بلندی پر ہوتا ہے پس جب سایہ خط ب ه سے شرق کی جانب کو جھکتا ہے
تو آفتاب ڈھلجاتا ہے اور یہ بات ٹھیک ایسے وقت مین معلوم ہونے لگتی ہے جو زوال حقیقی سے قریب ہی ہوتا ہے
پھر دوپہر کو جس جگہ سایہ ہو وہان خط ب ه پر ایک نشان کر دیا جاوے پس جب سایہ عمود کا اتنا ہو جاوے
کہ عمود مذکور اور اس زوال کے وقت کے سایہ کے برابر ہو یعنی سوائے سایہ دوپہر کے ایک مثل ہو جاوے تو
وقت عصر کا آجاتا ہے پس اسقدر زوال کے جاننے کے لیے معلوم کرنے کا مضائقہ نہین مصنف رحمہ کہتا ہے کہ
سہل طریق زوال کے دریافت کا دائرہ ہندی ہے جو اکثر کتب ضخیمہ مین مذکور ہے اُسکی صورت یہ ہے کہ زمین کو
چورس کر کے خواہ تختہ کو چورس بچھا کر اُسپر ایک دائرہ پرکار سے کھینچین اور مرکز دائرہ مین ایک عمود قائم کرین



جسکی لنبائی تختہ سے اوپر نصف قطر سے کچھ کم ہو صبح کو اُس عمود کا سایہ دائرہ کے باہر ہوگا اور کم ہوتے گھٹتے دائرہ کے اندر آویگا جس جگہ سے اندر آنا شروع
کرے وہان ایک نشان کر دیا جاوے پھر دوپہر کے بعد سایہ بڑھنے لگیگا یہانتک کہ دائرہ سے باہر ہو جاوے جس جگہ سے باہر ہو وہان بھی ایک نشان کر دیا جاوے
اور جو چھوٹی قوس دائرہ کی ان دونون نشانون کے درمیان مین ہے اسکو تنصیف کر کے نقطہ تنصیف سے ایک خط مرکز دائرہ مین ملا دیا جاوے پس جبکہ
عمود کا سایہ اس خط پر منطبق ہو وہ وقت نصف النہار ہے اور جب شرق کی جانب کو اس سے مائل ہو وہ وقت زوال ہے تیسیرے عصر کے وقت کے
نوافل وہ چار رکعتین عصر سے پیشتر ہین حضرت ابوہریرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا رحم اللہ عبداً صلی قبل العصر اربعا
پس انکا پڑھنا اس توقع سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مین داخل ہو جاوے مستحب ہے کیونکہ اس نظر سے کہ آپ کی دعا بیشک مقبول ہوگی اور آپ نے عصر
پہلے کی رکعتون پر اتنی مواظبت نہین فرمائی جتنی ظہر سے پہلے کی دو رکعتون پر کی ہے چوتھی مغرب کے وقت کی سنتین اور وہ فرض کے بعد دو رکعتین
ہین اُنمین روایت مختلف نہین ہوئی مگر دو رکعتین مغرب سے پیشتر اذان اور تکبیر کے درمیان جلد پڑھ لینی چند صحابہ سے منقول ہین مثل ابی بن کعب اور
عبادہ بن الصامت اور ابی ذر اور زید بن ثابت وغیرہم رضی اللہ عنہم چنانچہ حضرت عبادہ وغیرہم فرماتے ہین کہ جب موذن مغرب کی اذان دیتا تو اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے ستونون کی طرف دو رکعتین پڑھنے کو جھپٹ جاتے اور بعض صحابہ فرماتے ہین کہ ہم مغرب سے پہلے دو رکعتین پڑھتے
تھے یہانتک کہ نیا آنیوالا جانتا کہ ہم مغرب پڑھ چکے اور پوچھتا کہ کیا مغرب پڑھ چکے اور یہ رکعتین پڑھنی اس حدیث شریف کے عموم مین داخل ہین کہ

کل اذانین صلوٰۃ لمن شاء۔ اور حضرت امام احمدؒ یہ دونون رکعتین پڑھا کرتے تھے لوگون نے جو انکو عیب لگایا تو چھوڑ دین پھر جو کسی نے انسے پوچھا تو فرمایا کہ مین نے لوگون کو پڑھتے نہ دیکھا اسلیے مین نے بھی چھوڑ دین اور فرمایا کہ اگر انکو آدمی اپنے گھر پر یا ایسی جگہ پڑھ لیا کرے کہ لوگ نہ دیکھین تو بہتر ہے۔ اور مغرب کے وقت آفتاب کے نظر سے غائب ہونے سے شروع ہوتا ہے اور آنکھ سے چھپنا زمین برابر پر معتبر ہے کہ گرد پہاڑ نہون اور اگر مغرب کی طرف پہاڑ ہون تو اتنا توقف کرنا چاہیے کہ مشرق کی جانب سیاہی آتی ہوئی معلوم ہو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا اقبل اللیل من ہٰہنا وادبر النہار من ہٰہنا فقد افطر الصائم اور مستحب یہ ہے کہ مغرب کی نماز مین خصوصاً جلدی کیجاوے اور اگر تاخیر ہووے اور سرخی شفق کے غائب ہونے سے پیشتر پڑھ لیجاوے تب بھی ادا ہوگی مگر مکروہ ہے اور حضرت عمرؓ نے ایک بار نماز مغرب مین اتنی تاخیر کی کہ ایک ستارہ نکل آیا پس آپ نے اسکے تدارک کو ایک بردہ آزاد کیا۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے اتنی دیر کی کہ دو ستارے نکل آئے آپ نے دو بردے آزاد کیے پانچوین عشا کے نوافل اور وہ فرضون کے بعد چار رکعتین ہین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد عشا کے چار رکعتین پڑھتے تھے پھر سو رہتے تھے۔ اور بعض علما نے سب احادیث سے یہ اختیار کیا ہے کہ نوافل کے شمار سترہ ہونے چاہیین جیسے فرضون کی تعداد ہے یعنی دو رکعتین فجر سے پیشتر اور چار ظہر سے پہلے اور دو اسکے بعد اور چار عصر سے پہلے اور دو مغرب کے بعد اور تین عشا کے بعد اور وہ وتر ہین۔ اور جب نوافل کے باب مین جو حدیثین وارد ہین انکو معلوم کر چکے تو اب انکی شمار معین کرنے کے کیا معنے ہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز ایک خیر ہے رکھی ہوئی پس جو کوئی چاہے زیادہ لے اور جو چاہے کم لے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک طالب ان نمازون مین سے اسی قدر اختیار کرتا ہے جتنی رغبت اسکو خیر مین ہوتی ہے اور ہمارے بیان مذکورۂ بالا سے معلوم ہو چکا کہ ان نوافل مین بعض موکد زیادہ ہین اور بعض کم تو موکد کا چھوڑ دینا بعید ہے خصوصاً اس صورت مین کہ فرضون کی تکمیل انسے ہوتی ہے تو جو کوئی نوافل بہت نہ پڑھیگا کیا عجب ہے کہ اسکے فرض کسیقدر رد جاوین اور انکا نقصان بے تدارک رہے چھٹی وتر ہے حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عشا کے بعد تین رکعتون کا وتر پڑھتے تھے اول مین سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری مین کافرون اور تیسری مین اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد وتر کے دو رکعتین بیٹھکر پڑھتے تھے اور بعض روایت مین ہے کہ پالتی مار کر پڑھتے تھے اور بعض مین ہے کہ جب اپنے بستر پر آتے تو اسپر چار زانو ہو جاتے اور سونے سے پیشتر دو رکعتین پڑھتے اول مین اذا زلزلت اور دوسری مین سورۂ تکاثر اور ایک روایت مین سورۂ قل یا ایہا الکافرون ہے اور وتر جدا بھی دو سلامون سے درست ہے اور ملا ہوا ایک سلام کے ساتھ بھی جائز ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت وتر اور تین اور پانچ اور سات اور نو اور گیارہ سے وتر پڑھا ہے اور تیرہ رکعتون مین روایت متردد ہے اور ایک حدیث شاذ مین سترہ رکعتین ہین اور یہ سب رکعتین جنکو ہمنے وتر کہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز شب یعنی تہجد تھا اور تہجد رات کو سنت موکدہ ہے اور عنقریب اسکی فضیلت باب الاوراد مین آویگی۔ اور انمین اختلاف ہے کہ وتر مین افضل کیا ہے پس بعضون نے یہ کہا ہے کہ ایک رکعت تنہا وتر افضل ہے اسلیے کہ صحیح ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت سے وتر کرنے پر مواظبت کیا کرتے تھے اور بعض کہتے ہین کہ وتر ملے ہوے بہتر ہین تاکہ شبہہ خلاف کا نہ رہے خصوصاً امام کو ملانا ضرور ہے اسلیے کہ بعض اوقات اسکا اقتدا ایسا شخص کرتا ہے جو ایک رکعت تنہا کو نماز نہین اعتقاد کرتا پس اگر ملا کر پڑھے تو سب کی نیت وتر کی کرلے اور ایک رکعت اگر عشا کے بعد کی دوگانہ کے بعد یا فرضون کے پیچھے پڑھے تو اسمی سے وتر کی نیت کرلے اور یہ نماز درست ہوگی اسلیے کہ وتر کی شرط یہ ہے کہ خود اپنی ذات سے طاق ہو اور دوسری نماز جو اس سے پہلے ہو گئی ہو اسکو طاق کردے تو جب فرضون کے بعد ایک رکعت پڑھی تو فرضون کو طاق کردیگی۔ اور اگر وتر قبل عشا کے ادا کریگا تو درست نہوگی یعنی جو فضیلت وتر کی حدیث مین آئی ہے کہ وتر سرخ اونٹون سے بہتر ہین اسکا ثواب نہ ملیگا ورنہ ایک رکعت تو جسوقت مین پڑھیگا درست ہوگی اور عشا سے پہلے وتر کی رکعت صحیح نہونے کی یہ وجہ ہے کہ تمام خلق کے اجماع کے خلاف ہے اور دوسری یہ کہ اس سے پہلے کوئی نماز نہین ہوتی کہ وہ اس وتر سے طاق ہو جاوے۔ اور جب وتر کی تین رکعتین جدا جدا دو سلامون سے پڑھنا چاہیے تو اول کے دوگانہ کی نیت مین تامل ہے اگر انسے نماز تہجد یا عشا کی سنتون کی کریگا تب تو وہ وتر نہ رہینگے اور اگر وتر کی نیت کریگا تو وہ خود وتر نہین بلکہ دو رکعت ہین اسکے بعد کی ایک رکعت البتہ وتر ہے مگر ظاہر یہی ہے کہ جیسے تین ملی ہوئی رکعتون مین وتر کی نیت

کرے اسی طرح انہیں بھی وتر ہی کی نیت کرے باقی رہی یہ بات کہ دوگانہ اول وتر نہیں تو اسکی صورت یہ ہے کہ وتر کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ بذات خود طاق ہو دوسرے یہ کہ اسلیے ہوا ہو کہ بعد سے ملاکر طاق کردیا جائے اس صورت میں تینوں رکعتیں ملکر بھی وتر ہونگی اور دو رکعتیں پہلی تین کے بھی وتر ہونگی مگر انکا وتر ہونا تیسری رکعت پر موقوف ہوگا اور چونکہ نمازی کا قصد مصمم یہی ہے کہ اس دوگانہ کو تیسری رکعت سے وتر کردیگا تو اسکو جائز ہے کہ ان دونون کے پہلے بھی وتر کی نیت کرے اور تیسری رکعت خود بھی اپنی ذات سے وتر ہے اور دوسری کو بھی وتر کرتی ہے اور دوگانہ اول نہ خود وتر ہے نہ دوسرے کو وتر کرتا ہے مگر دوسرے سے ملکر البتہ وتر ہوجاتا ہے اور چاہیے کہ نماز شب کے آخر میں وتر ہو پس تہجد کے بعد ہونا چاہیے اور فضیلت وتر و تہجد کی اور ان دونون میں ترتیب کی کیفیت باب ترتیب الاوراد میں عنقریب انشاء اللہ تعالی آویگی ساتوین نماز چاشت کہ اسپر مواظبت کرنی عمدہ اور افضل اعمال میں سے ہے اور شمار اسکی رکعتون کی زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتین منقول ہیں حضرت ام ہانی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بہن سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی آٹھ رکعتین پڑھین اور انکو طول دیا اور اچھی طرح پڑھا اور یہ شمار اور کسی راوی نے نہیں نقل کیا حضرت عائشہؓ نے ذکر فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت چار رکعتین پڑھا کرتے تھے اور کبھی کچھ زیادہ بھی کردیتے تھے تو حضرت عائشہؓ نے زیادتی کی حد نہیں بیان کی اتنا معلوم ہوا کہ چار رکعتون پر آپ مواظبت فرماتے تھے اس سے کم نہ کرتے تھے اور کبھی کچھ بڑھا بھی دیتے تھے اور ایک حدیث مفرد میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت چھ رکعتین پڑھتے تھے اور نماز چاشت کے باب میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز چھ رکعتین دو وقتون میں پڑھتے تھے ایک جب آفتاب نکلکر اونچا ہوتا تو آپ کھڑے ہوکر دو رکعتین پڑھتے اور یہ نمازون کے دوسرے ورد کا شروع ہے جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا دوم جب آفتاب پھیلتا اور چہارم آسمان پر شرق کی جانب سے ہوتا اسوقت آپ چار رکعتین پڑھتے غرض کہ اول دوگانہ اسوقت تھا کہ آفتاب بمقدار نصف نیزہ کے اونچا ہوتا اور دوسری نماز پہر دن چڑھے بمقابل عصر کی نماز کے ہوتی کہ عصر کا وقت پہر دن رہے ہوتا ہے اور ظہر دوپہر ڈھلے ہوتی ہے تو چاشت اسوقت ہوتی کہ آفتاب کے نکلنے سے زوال تک کے وقت کو آدھا کرکے پڑھی جاتی جیسے زوال سے غروب تک کے وقت کو آدھا کرنے پر عصر ہوتی ہے اور یہ وقت افضل ہے حاصل یہ کہ آفتاب کے اونچا ہونے سے زوال کے پیشتر تک چاشت کا وقت ہے آٹھوین مغرب و عشاء کے درمیان کے نوافل یہ بھی سنت موکدہ ہیں اور انکی شمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک سے چھ رکعتین منقول ہیں اور اس نماز کا ثواب بہت بڑا ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ تتجافی جنوبہم عن المضاجع سے یہی نماز مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو کوئی مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھے تو وہ نماز خدا کی طرف رجوع کرنے والون کی نماز ہے اور فرمایا کہ جو شخص مغرب اور عشاء کے درمیان میں اپنے نفس کو جماعت والی مسجد میں روکے اور نماز اور قرآن کے سوا اور گفتگو نہ کرے تو اللہ تعالی پر حق ہے کہ اسکے لیے جنت میں دو محل بنادے کہ ہر محل کا فاصلہ انمین سے سو برس کا ہو اور اسکے لیے ان دونون کے درمیان اتنے درخت لگادے کہ اگر زمین کے باشندے انمین گھومین تو سب کی گنجائش ہوجائے اور باقی فضل اس نماز کا انشاء اللہ تعالی باب الاوراد مین عنقریب مذکور ہوگا دوسری قسم نوافل کی وہ ہے کہ ہفتے کے مکرر ہونے سے آتی جاتی ہیں اور وہ ساتون روز کی اور انکی راتون کی نمازین ہیں ہر ایک روز و شب کی جدا جدا ہیں اول دنون میں سے ہم یکشنبہ سے شروع کرتے ہیں یکشنبہ حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو کوئی یکشنبہ کے روز چار رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد اور آمن الرسول ایکبار پڑھے اللہ تعالی اسکے لیے موافق شمار ہر نصرانی مرد اور نصرانی عورت کے حسنات لکھیگا اور اسکو ایک نبی کا ثواب عنایت کریگا اور ایک حج اور عمرہ اسکے لیے ارقام فرمادیگا اور ہر رکعت کے بدلے مین ہزار نمازون کا ثواب لکھیگا اور جنت مین اسکو ہر حرف کے عوض ایک شہر مشک خالص کا دیگا۔ اور حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یکشنبہ کے روز نماز کی کثرت سے خدا تعالی کی توحید کرو کیونکہ وہ واحد لاشریک ہے پس جو کوئی یکشنبہ کے روز ظہر کے فرض اور سنتون کے بعد چار رکعتین پڑھے اول مین الحمد اور الم سجدہ اور دوسری مین الحمد اور سورۂ ملک پڑھکر التحیات پڑھکر سلام پھیرے پھر کھڑا ہوکر دو رکعتین اور پڑھے اور اول مین الحمد اور سورۂ جمعہ اور دوسری مین بھی یہی دونون سورتین پڑھے اور اللہ تعالی سے

سے اپنی حاجت مانگے تو اللہ تعالی پر اسکی حاجت کا پورا کرنا لازم ہوگا **دوشنبہ** حضرت جابرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص دوشنبہ کے روز آفتاب کے اونچا ہونے کے وقت دو رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں الحمد ایکبار اور آیۃ الکرسی ایکبار اور اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار اور جب سلام پھیرے دس بار استغفار اور دس بار درود پڑھے تو اللہ تعالی اسکے سب گناہ بخش دے اور حضرت انس بن مالکؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی دوشنبہ کو بارہ رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں الحمد اور آیۃ الکرسی ایک ایک بار اور نماز سے فارغ ہوکر سورہ اخلاص اور استغفار بارہ بارہ مرتبہ پڑھے تو قیامت کے روز اسکو پکارا جاویگا کہ فلان ابن فلان کہان ہو اٹھے اور اپنا ثواب خدا تعالی سے لیوے پس اول ثواب اسکو یہ ہوگا کہ ہزار لباس بہشتی پہنے جاوینگے اور تاج سر پر رکھا جاویگا اور حکم ہوگا کہ جنت میں داخل ہو پھر ہزار فرشتے اسکے استقبال کو جدا جدا ہدیہ لیکر آوینگے اور اسکے ساتھ ساتھ رہینگے یہانتک کہ وہ ہزار نور کے محلوں پر دورہ کرے جو چمکتے ہونگے **سہ شنبہ** یزید رقاشی حضرت انسؓ سے راوی ہیں اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی سہ شنبہ کے روز دوپہر ہونے کے قریب اور بعض روایت میں ہے کہ آفتاب کے اونچا ہونے کے وقت دس رکعتیں اسطرح پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد اور آیۃ الکرسی ایک ایک بار اور اخلاص تین بار تو اسکے ذمہ ستر دن تک گناہ نہ لکھا جاویگا پس اگر ستر دن کے درمیان مریگا تو شہید مریگا اور اسکے ستر برس کے گناہ بخش دیے جاوینگے **چہارشنبہ** ابو ادریس خولانی حضرت معاذ بن جبلؓ سے راوی ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص چہارشنبہ کے روز دن چڑھے بارہ رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد اور آیۃ الکرسی ایک ایک بار اور اخلاص تین بار اور معوذتین تین تین بار پڑھے تو اسکو عرش کے پاس سے فرشتہ پکارتا ہے کہ اے اللہ کے بندے عمل پھر سے کر کہ تیرے پہلے گناہ بخش دیے گئے اور اللہ تعالی اسپر سے عذاب قبر اور اسکا اندھیرا اور تنگی دور کریگا اور قیامت کی سختیان اس سے اٹھا لیگا اور اسی دن سے اسکے لیے ایک پیغمبر کا عمل اوپر چڑھا کریگا **پنجشنبہ** حضرت عکرمہ حضرت ابن عباسؓ سے راوی ہیں اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا جو شخص پنجشنبہ کے روز ظہر اور عصر کے درمیان میں دو رکعتیں پڑھے اول میں الحمد ایکبار اور آیۃ الکرسی سو بار اور دوسری میں الحمد ایکبار اور اخلاص سو بار اور سو بار درود پڑھے تو اللہ تعالی اسکو ثواب اس شخص کا عنایت فرماویگا جسنے رجب اور شعبان اور رمضان کے روزے رکھے ہوں اور اسکو خانہ کعبہ کے حج کرنے والے کا سا ثواب ہوگا اور اللہ تعالی اسکے لیے ان لوگوں کے شمار کے موافق جو اسپر ایمان لائے ہیں اور توکل کرتے ہیں ثواب لکھیگا **جمعہ** حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن میں ایک نماز ہے جو بندہ ایماندار آفتاب کے کامل نکل آنے اور مقدار ایک نیزہ کے یا زیادہ اونچا ہونے پر کھڑا ہو اور وضو اچھی طرح پوری کرے اور نماز چاشت دو رکعتیں ایمان اور طلب ثواب کی رو سے پڑھے تو اللہ تعالی اسکے لیے دو سو نیکیان لکھیگا اور دو سو خطائیں مٹاویگا اور جو کوئی چار رکعتیں پڑھے اللہ تعالی اسکے چار سو درجے جنت میں اونچے کریگا اور جو شخص آٹھ رکعتیں پڑھے اسکے آٹھ سو درجے جنت میں بلند کریگا اور اسکے سب گناہ بخشدیگا اور جو کوئی بارہ رکعتیں پڑھے اسکے لیے بارہ سو نیکیان تحریر فرماویگا اور بارہ سو برائیاں اسکے نامہ اعمال سے دور کریگا اور جنت میں بارہ سو درجے اوپر چڑھا دیگا۔ اور نافع حضرت ابن عمرؓ سے راوی ہیں اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے روز مسجد جامع میں داخل ہوا اور چار رکعتیں دوگانہ جمعہ سے پیشتر پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد اور پچاس بار اخلاص پڑھے وہ جب مریگا کہ اپنا ٹھکانا جنت میں سے دیکھ لیگا یا اسکو دکھلا دیا جاویگا **شنبہ** حضرت ابو ہریرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی شنبہ کے روز چار رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں ایکبار الحمد اور تین بار سورہ کافرون پڑھے اور نماز سے فارغ ہوکر آیۃ الکرسی پڑھے تو اللہ تعالی اسکے ہر ایک حرف کے بدلہ میں ایک حج اور عمرہ کا ثواب لکھیگا اور ہر ایک حرف کے بدلہ میں ایک برس کے دنوں کے روزوں اور راتوں کی شب بیداری کا ثواب عنایت فرماویگا اور ہر ایک حرف کے عوض میں ایک شہید کا ثواب دیگا اور پیغمبروں اور شہیدوں کے ساتھ عرش کے سایہ تلے رہیگا اب راتوں کا حال سننا چاہیے **اتوار کی رات** حضرت انسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں آپ نے فرمایا کہ جو شخص اتوار کی رات میں بیس رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں الحمد

[illegible] ابو موسی مدنی نے بسند نہایت ضعیف ۱۲ [illegible] ابو موسی مدنی بسند نہایت ضعیف ۱۲

اور پچاس بار اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے اور سو بار استغفار پڑھے اور اپنے لیے اور اپنے ماں باپ کے لیے سو دفعہ دعاے مغفرت کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سو بار درود بھیجے اور اپنی قوت وطاقت سے علیحدہ ہو کر خداے تعالی کی قوت وطاقت کی طرف التجا کرے پھر کہے اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان آدم صفوۃ اللہ وفطرتہ وابراہیم خلیل اللہ وموسی کلیم اللہ وعیسی روح اللہ ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ تو اسکو بموافق شمار ان لوگوں کے جو خداے تعالی کے لیے اولاد کے قائل ہیں اور جو اسکے لیے اولاد کے قائل نہیں ثواب ملیگا اور قیامت کے روز اللہ تعالی اسکو امن والوں کے ساتھ اٹھاویگا اور اللہ تعالی پر لازم ہوگا کہ اسکو جنت میں پیغمبروں کے ساتھ داخل کرے پیر کی رات حضرت انسؓ سے راوی ہیں کہ انھوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص پیر کی رات کو چار رکعتیں پڑھے اول میں الحمد اور دس بار اخلاص دوم میں الحمد اور بیس بار اخلاص سوم میں الحمد اور تیس بار اخلاص چہارم میں الحمد اور چالیس بار اخلاص پڑھے پھر سلام پھیر کر پچھتر بار اخلاص پڑھے اور اپنے لیے اور ماں باپ کے لیے پچھتر بار دعاے مغفرت کرے پھر اللہ تعالی سے اپنی حاجت مانگے تو اللہ تعالی پر بھروسا ہو کہ اسکو جو مانگے وہ دیوے اور اس نماز کو نماز حاجت کہتے ہیں منگل کی رات میں دو رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں الحمد اور اذا جاء اور معوذتین پندرہ بار اور سلام کے بعد آیۃ الکرسی پندرہ بار اور استغفار پندرہ بار حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ جو شخص منگل کی رات میں دو رکعتیں پڑھے ہر ایک میں ایکبار الحمد اور انا انزلنا اور قل ہو اللہ احد سات سات بار پڑھے تو اللہ تعالی اسکی گردن دوزخ سے آزاد کرے اور قیامت کے روز جنت کی طرف اسکا راہبر اور لیجانے والا ہو بدھ کی رات حضرت فاطمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص بدھ کی رات میں چھ رکعتیں تین سلاموں سے ادا کرے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد قل اللھم مالک الملک سے ذرا آخیر آیت تک پڑھے اور جب نماز سے فارغ ہو تو ستر بار کہے جزی اللہ محمدا عنا ما ہو اہلہ یعنی بدلہ دیوے اللہ تعالی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف سے وہ بدلہ جو آپکی شان کے لائق ہو تو اللہ تعالی اسکے ستر برس کے گناہ بخشدیگا اور اسکے لیے دوزخ سے بری ہونا لکھدیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی بدھ کی رات میں دو رکعتیں پڑھے اول میں الحمد اور دس بار قل اعوذ برب الفلق اور دوسری میں الحمد کے بعد دس بار قل اعوذ برب الناس پھر سلام پھیر کر دس بار استغفار اور دس بار درود شریف پڑھے تو ہر آسمان سے ستر ہزار فرشتے اتریں اور اسکے ثواب کو قیامت تک لکھیں جمعرات کی رات حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی جمعرات کی رات میں مغرب اور عشا کے درمیان دو رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں الحمد اور پانچ بار آیۃ الکرسی اور پانچ بار اخلاص اور پانچ بار معوذتین اور نماز سے فارغ ہو کر پندرہ بار استغفار پڑھکر اسکا ثواب اپنے ماں باپ کو بخشدے تو جو حق ماں باپ کا اسکے ذمہ تھا وہ اسنے ادا کیا اگرچہ انکی نافرمانی کرتا ہو اور اللہ تعالی اسکو وہ چیز عنایت کریگا جو صدیقوں اور شہیدوں کو دیویگا جمعہ کی رات حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی جمعہ کی رات میں مغرب اور عشا کے درمیان بارہ رکعتیں ادا کرے ہر رکعت میں الحمد ایکبار اور اخلاص گیارہ بار پڑھے تو گویا اسنے خداے تعالی کی عبادت بارہ برس اسطرح کی کہ دن کو روزہ رکھا اور رات کو شب بیداری کی اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی جمعہ کی رات میں نماز عشا جماعت سے پڑھے اور دونوں سنتیں پڑھے اور بعد فرضوں اور سنتوں کے دس رکعتیں پڑھے کہ ہر ایک میں الحمد اور قل ہو اللہ احد اور معوذتین ایک ایک بار پڑھکر پھر تین رکعتیں وتر کی پڑھے اور اپنی داہنی کروٹ پر قبلہ رخ سو رہے تو گویا ساری شب قدر کی شب بیداری کی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روشن رات اور منور دن میں مجھپر درود زیادہ پڑھا کرو یعنی جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن میں ہفتہ کی رات حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہفتہ کی رات میں مغرب اور عشا کے درمیان بارہ رکعتیں پڑھے تو اسکے لیے ایک محل جنت میں بنایا جاوے اور گویا کہ ہر ایک مومن مرد اور عورت پر خیرات کرے اور یہودی ہونے سے بری ہوا اور اللہ تعالی پر حق ہو کہ اسکو

بخشندہ — تیسری قسم وہ نوافل جو سال کے دوبارہ ہونے سے مکرر ہوتے ہیں اور وہ چار ہیں عیدین کی نماز اور تراویح اور نماز رجب اور نماز شعبان
اول عیدین کی نماز یہ نماز سنت موکدہ ہے اور دین کا ایک شعار ہے اسمیں سات باتوں کی رعایت کرنی چاہیے اول تکبیریں بار انتظام کے ساتھ
اپنے یہ کہنا اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون یہ تکبیر عید فطر
کی رات سے شروع کرے اور جب تک کہ نماز عید کی شروع ہو اسوقت تک اسکا وقت ہے اور عید اضحیٰ میں تکبیر عرفہ کے دن کی فجر سے شروع ہوتی ہے
اور تیرھویں تاریخ کی شام تک رہتی ہے اسمیں اختلاف بھی ہے مگر قول کامل تر یہی ہے اور یہ تکبیر فرض نمازوں اور نوافل کے بعد کہنی چاہیے اور فرضوں کے بعد
موکد زیادہ ہے دوسری یہ کہ جب روز عید کی صبح ہو تو نہاوے اور زینت کرے اور خوشبو لگاوے جیسے جمعہ میں ہم نے ذکر کیا ہے اور مردوں کے لیے چادر اور
عمامہ افضل ہے اور چاہیے کہ لڑکے ریشمی کپڑے سے اور بوڑھی عورتیں نکلنے کے وقت بناؤ سنگار سے احتراز کریں۔ تیسری یہ کہ ایک راہ سے عیدگاہ کو
جاوے اور دوسری سے واپس آوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جوان عورتوں اور پردہ والیوں
کو بھی عیدین میں نکلنے کی اجازت دیتے تھے۔ چوتھی یہ کہ مستحب یہ ہے عید کے لیے جنگل میں جانا مگر مکہ معظمہ اور بیت المقدس میں مسجد میں نماز پڑھنی چاہیے
اور اگر مینھ برستا ہو تو مسجد میں نماز پڑھ لینے کا مضائقہ نہیں۔ اور اگر بادل نہ ہو آسمان میں نہ ہو تو امام کو جائز ہے کہ کسی شخص کو اجازت دیدے کہ ضعیف اور
ناتوانوں کو کسی مسجد میں نماز پڑھا دے اور خود مع قوی لوگوں کے باہر جاوے اور سب تکبیر کہتے نکلیں۔ پانچویں یہ کہ وقت کی رعایت کیا کرے
عید کی نماز کا وقت آفتاب کے نکلنے سے زوال تک ہے اور قربانی کرنے کا وقت دسویں تاریخ کو اتنے دن چڑھے سے شروع ہوتا ہے کہ دو رکعتیں اور
دو خطبے اس عرصہ میں ہو جاویں اور اسوقت سے تیرھویں کے آخر تک رہتا ہے۔ اور عید اضحیٰ کی نماز کو جلد پڑھنا مستحب ہے کہ بعد نماز قربانی کرنی
ہوتی ہے اور عید فطر کی نماز میں دیر کرنی مستحب ہے کہ نماز سے پیشتر صدقہ فطر تقسیم کرنا پڑتا ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق ہے چھٹی نماز کی
کیفیت میں یہ ملحوظ رہے کہ لوگ راہ میں تکبیر کہتے عیدگاہ کو جاویں اور جب امام وہاں پہنچے تو بیٹھے نہیں اور نہ نفل پڑھے اور دوسرے لوگوں کو
نفل جائز ہے پھر ایک پکارنے والا بلند آواز سے کہے الصلوٰۃ جامعۃ پھر امام دو رکعتیں پڑھے پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ اور رکوع کے سوا سات بار
اللہ اکبر کہے اور ہر دو تکبیروں کے بیچ میں کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور شروع کی تکبیر تحریمہ کی وجہت وجہی للذی فطر السموات
والارض الخ کہے مگر اعوذ باللہ کو ساتوں تکبیروں کے بعد پڑھے اور پہلی رکعت میں سورۃ ق الحمد کے بعد پڑھے اور دوسری میں اقتربت الساعۃ
اور دوسری رکعت میں زائد تکبیریں پانچ ہیں سوا تکبیر قیام اور رکوع کے اور ہر دو تکبیروں میں وہی الفاظ کہے جو پہلی رکعت میں کہے تھے پھر دو
خطبے پڑھے جنکے درمیان میں جلسہ ہو اور جس شخص سے نماز عید کی فوت ہو جاوے وہ قضا پڑھ لے۔ ساتویں یہ کہ قربانی مینڈھے کی کرے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ایک مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر ہذا عنی وعن من لم یضح من امتی اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص
ماہ ذی الحجہ کا چاند دیکھے اور اسکا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو اپنے بال اور ناخن میں سے کچھ نہ ترشواوے۔ ابو ایوب انصاری فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں آدمی اپنے گھر کی طرف سے ایک بکری قربانی کر لیتا اور وہ سب کھاتے اور کھلا دیتے اور جائز ہے کہ قربانی میں سے تین
دن کے بعد اور اس سے زیادہ کھا وے پہلے اس سے نہی ہو گئی تھی پھر اجازت ہو گئی۔ اور سفیان ثوری نے فرمایا ہے کہ عید فطر کے بعد بارہ رکعتیں اور عید اضحیٰ
کے بعد چھ رکعتیں پڑھنی مستحب ہیں اور فرمایا کہ یہ عمل مسنون ہے دوسری تراویح اور وہ بیس رکعتیں ہیں اور انکی کیفیت مشہور ہے اور وہ بھی سنت
موکدہ ہیں گو عیدین کی نماز سے کم ہیں۔ اور علما کو اختلاف ہے کہ تراویح جماعت سے پڑھنی افضل ہیں یا تنہا پڑھنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئین
دو یا تین راتیں جماعت کے واسطے نکلے پھر نہ نکلے اور فرمایا کہ مجھکو خوف ہے کہ تم پر واجب نہ ہو جاویں اور حضرت عمر نے آدمیوں کو تراویح میں جماعت

پر اکٹھا کر دیا اسوجہ سے کہ بباعث موقوف ہو جانے وحی کے واجب ہونے کا خوف نہین رہا تھا پس بعض لوگ اسی حضرت عمرؓ کے فعل کی وجہ سے کہتے ہین کہ جماعت افضل ہی اور یہ بھی وجہ ہی کہ اجتماع مین برکت ہی اور فرضون کی جماعت سے جماعت مین ثواب کا ہونا پایا جاتا ہی علاوہ اسکے تنہائی مین کبھی کاہلی بھی ہو جاتی ہی اور جمعیت کے دیکھنے سے طبیعت کو سرور ہوتا ہی۔ اور بعضون نے کہا ہی کہ تنہا پڑھنا افضل ہی اسلیے کہ عیدین کی طرح یہ نماز دین کا شعار نہین ہی تو اسکو نماز چاشت اور تحیۃ المسجد مین ملانا بہتر ہی اور انمین جماعت مشروع نہین ہوئی بلکہ عادت یون ہی کہ اگر مسجد مین بہت سے آدمی ایک ساتھ داخل ہون وہ بھی تحیۃ المسجد جماعت سے نہین پڑھتے اور ایک وجہ یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ نفل نماز کو گھر مین پڑھنا بہ نسبت مسجد مین پڑھنے کے اتنا زیادہ ہی جیسے فرض نماز کو مسجد مین پڑھنا بہ نسبت گھر پر پڑھ لینے کے زیادہ ہی۔ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد مین ایک نماز اسکے سوا دوسری مسجدون مین کی سو نمازون سے افضل ہی اور مسجد حرام کی ایک نماز میری مسجد کی ہزار نمازون سے بہتر ہی اور ان سب سے افضل اس شخص کی نماز ہی کہ اپنے گھر کے کونے مین دو رکعتین پڑھے اور انکو سواے خدا تعالی کے اور کوئی نہ جانے۔ اور اسکی وجہ یہ ہی کہ نمود اور بناوٹ اکثر آدمی پر مجمع ہی مین آتی ہی اور تنہائی مین اس سے مامون رہتا ہی غرض کہ انکا قول تنہائی کی فضیلت مین یہ ہی جو مذکور ہوا مگر مختار یہ ہی کہ جماعت افضل ہی جیسے حضرت عمرؓ نے تجویز فرمائی اسلیے کہ بعض نوافل مین جماعت مشروع ہی اور تراویح ایک ایسا شعار ہی کہ اسکا ظاہر ہونا بھی مناسب ہی اور جماعت مین ریا کی طرف اور تنہائی مین کسل کی طرف التفات کرنا اس بات سے عدول کرنا ہی جو اجماع کی فضیلت مین بحیثیت جماعت نظر کرنے سے مقصود ہی اور گویا کہ اسکا قائل یہ کہتا ہی کہ نماز کا پڑھنا کسل کے مارے اسکے چھوڑ دینے سے بہتر ہی اور اخلاص ریا کی نسبت کر بہتر ہی تو اب ہم فرض کرتے ہین کہ ایک شخص اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہی کہ کسل تنہائی کی صورت مین نہ کریگا اور اگر جماعت مین حاضر ہو تو ریا نہ کریگا پس اسکے لیے کونسی بات بہتر ہی جماعت کی برکت تو جماعت مین ہی اور قوت اخلاص کی زیادتی اور حضور دل تنہائی مین ہی اس صورت مین ایک بات کو دوسری پر ترجیح دینے مین تردد ہی رہیگا۔ اور نماز وتر مین ماہ رمضان کے نصف اخیر مین قنوت پڑھنا مستحب ہی رجب کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باسناد مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی رجب کے اول پنجشنبہ کو روزہ رکھے پھر مغرب اور عشا کے درمیان بارہ رکعتین دو دو رکعتین ایک سلام سے جدا کر کے پڑھے ہر رکعت مین الحمد ایکبار اور سورۂ قدر تین بار اور اخلاص بارہ مرتبے اور جب نماز سے فارغ ہو تو مجھ پر ستر بار اسطرح درود بھیجے اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی الہ پھر سجدہ کرے اور اپنے سجدہ مین کہے سبوح قدوس رب الملئکۃ والروح ستر بار پھر اپنا سر اٹھا کر ستر بار کہے رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت العلی الاعظم پھر دوسرا سجدہ کرے اور جیسا پہلے سجدہ مین کہا تھا ویسا ہی کہے پھر سجدہ ہی مین اپنی حاجت مانگے تو وہ حاجت پوری کیجاویگی اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی یہ نماز پڑھیگا اللہ تعالی اسکے سب گناہ بخشدیگا اگرچہ سمندر کی جھاگ اور ریت کے شمار اور پہاڑون کے وزن اور درختون کے پتون کے برابر ہون اور قیامت کے دن اپنے خاندان کے سات سو آدمیون کی شفاعت کریگا جو مستحق دوزخ کے ہونگے غرض کہ یہ نماز مستحب ہی اور ہمنے اسکو تیسری قسم مین اسلیے بیان کیا کہ سال کے تکرر ہونے سے مکرر ہوتی ہی اور ہر چند یہ نماز تراویح اور نماز عید کے درجے کو نہین پہونچتی اسلیے کہ اسکو آحاد نے نقل کیا ہی مگر مین نے قدس والون کو دیکھا ہی کہ سب اسپر مداومت کرتے ہین اور اسکا چھوڑنا گوارا نہین کرتے اسی لیے ہمکو بھی اسکا بیان کرنا اچھا معلوم ہوا شعبان کی نماز ماہ شعبان کی پندرھوین شب کو سو رکعتین ایک ایک سلام مین دو دو پڑھے اور ہر رکعت مین الحمد کے بعد گیارہ بار اخلاص پڑھے اور اگر چاہے تو دس رکعتین ہر رکعت مین الحمد کے بعد سو بار سورۂ اخلاص پڑھے یہ نماز بھی اور نمازون کے ضمن مین مروی ہی سلف کے لوگ اسکو پڑھا کرتے تھے اور اسکو صلوۃ خیر کہتے تھے اور اسکے لیے جمع ہوا کرتے تھے اور کبھی جماعت سے بھی پڑھتے تھے اور حضرت حسن بصری راوی ہین کہ مجھسے تیس صحابہؓ نے حدیث بیان کی کہ جو شخص اس نماز کو اس رات مین پڑھیگا اللہ تعالی اسکی طرف ستر بار نگاہ فرماویگا اور ہر دفعہ کی نگاہ مین

اخرجہ ابن ابی شیبہ از حضرت ضمرۃ بن حبیب بروایت بیہقی اخرجہ ابو الشیخ بروایت انس ۱۲ شیخ زین الدین عراقی کہتا ہی اسکو روایت کیا ہی مگر یہ حدیث موضوع [illegible]

ستر حاجتین اسکی پوری کریگا ان مین سے ادنیٰ مغفرت ہے چوتھی قسم نوافل کے وہ ہین کہ عارضی اسباب سے متعلق ہون اور وقتون سے وابستہ نہون اور وہ نو نمازین ہین مثل نماز خسوف اور کسوف اور مینہ کے لیے اور تحیۃ المسجد اور دوگانہ وضو اور اذان و تکبیر کے درمیان کا دوگانہ اور گھر سے نکلتے وقت اور اسمین آنے کے وقت کا دوگانہ اور اسی جیسی اور نمازین اور ہم ان مین سے وہ لکھتے ہین جو ہمکو اسوقت یاد ہین اول گہن کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الشمس والقمر آیتان من آیات اللہ لا ینکسفان لموت احد ولا لحیاتہ فاذا رائیتم ذالک فافزعوا الی ذکر اللہ والصلوۃ یہ آپ نے اسوقت فرمایا تھا کہ آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہوگئی تھی اور گہن سورج کو لگا تو لوگون نے کہا کہ انکی موت کی وجہ سے سورج کو گہن ہوا ہے۔ اور اس نماز کی کیفیت یہ ہے کہ جب سورج کو گہن لگے خواہ ایسے وقت مین ہو جسمین نماز مکروہ ہے خواہ جسمین مکروہ نہو تو آواز دیجاوے کہ الصلوۃ جامعۃ اور امام لوگون کو مسجد مین دوگانہ پڑھاوے اور ہر رکعت مین دو رکوع کرے کہ اول کا رکوع بڑا ہو اور دوسرا چھوٹا اور قرات پکار کر نہ پڑھے پس پہلی رکعت کے اول قیام مین الحمد اور سورۂ بقر پڑھے اور رکوع اول کے بعد دوسرے قیام مین الحمد اور آل عمران پڑھے اور دوسری رکعت کے اول قیام مین الحمد اور سورۂ نسا اور دوسرے قیام مین فاتحہ اور مائدہ پڑھے یا قرآن مین سے جہان سے چاہے اتنا ہی پڑھے اور اگر ہر قیام مین سورۂ فاتحہ ہی پر اکتفا کرے تو کافی ہے اور اگر سورتون مین سے چھوٹی سورتون پر اکتفا کرے تو مضائقہ نہین اور طول کرنے سے نماز مین مقصود یہ ہے کہ اتنا بڑھاوے کہ آفتاب گہن سے صاف ہو جاوے اور اول رکوع مین بقدر سو آیتون کے تسبیح کرے اور دوسری مین اسی آیتون کے برابر اور تیسری مین ستر کی مقدار اور چوتھی مین پچاس کے موافق اور چاہیے کہ سجدہ مطابق رکوع کے ہو جیسے جس رکعت مین رکوع ہون ویسے ہی سجدے ہون پھر نماز کے بعد دو خطبے پڑھے اور انکے درمیان مین بیٹھے اور دونون خطبون مین لوگون کو صدقہ دینے اور آزاد کرنے اور توبہ کرنے کا حکم کرے اور یہی صورت چاند گہن مین کرے مگر اسمین قرات پکار کر پڑھے کہ اسکی نماز رات کو ہوگی اور اسکا وقت شروع چاند گہن سے اسکے صاف ہونے تک ہے اور سورج گہن کی نماز کا وقت اسطرح بھی جاتا رہتا ہے کہ سورج گہن لگا ہوا ڈوب جاوے اور اگر چاند کو گہن لگا ہوا ہو اور آفتاب نکل آوے تو اسکا وقت جاتا رہیگا اسلیے کہ رات کا غلبہ جاتا رہا اور اگر چاند گہن کی حالت مین غروب ہو جاوے تو وقت نہ جاویگا کیونکہ تمام رات قمر کی سلطنت ہے اور اگر چاند یا سورج نماز کے اندر ہی بالکل صاف ہو جاوے تو نماز کو مختصر کرکے پورا کر لیا جاوے اور جو شخص کہ گہن کی نماز کا دوسرا رکوع امام کے ساتھ پاوے اس سے وہ رکعت فوت ہوگئی اسلیے کہ اصل اول رکوع ہے اگر وہ ملتا تو رکعت ملتی دوسری مینہ کے طلب کی نماز ہے جسوقت نہرون کا پانی اندر کو چلا جاوے اور مینہ برسنا موقوف ہو جاوے اور نالیان سوکھ جاوین تو امام کو مستحب ہے کہ اول لوگون سے کہے کہ تین دن روزے رکھیں اور مقدور کے موافق خیرات کرین اور جنکے ذمہ پر لوگون کے حق ہون انکو ادا کرین اور گناہون سے توبہ کرین پھر چوتھے روز انکو لیکر مع بوڑھیون اور لڑکون کے نہائے دھوئے نکلے اور کپڑے پرانے پھٹے جنسے فروتنی معلوم ہو پہنین اور انکساری کے ساتھ جاوین بخلاف عید کے کہ اسمین یہ باتین نہین ہین۔ اور بعضون نے کہا ہے کہ چارپایون کا نکالنا بھی مستحب ہے کہ پانی مین وہ بھی غرض کے شریک ہین علاوہ ازین حدیث شریف مین بھی وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لولا صبیان رضع ومشائخ رکع وبہائم رتع لصب علیکم العذاب صبا اور اگر جزیہ دینے والے بھی ایسے نکلین کہ انمین اور مسلمانون مین تمیز رہے تو انکو منع نہ کیا جاوے جب وسیع میدان

انکو صنعف کہا ہے ۱۲ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور [illegible] کیا جاوے ۱۲ بیہقی روایت والے ہونے [illegible] رکوع کے سجدے والے چوپائے [illegible] اگر دودھ پیتے بچے [illegible] روایت بیہقی بروایت [illegible] حقیقت [illegible] بخاری و مسلم ۱۲ خدا تعالیٰ کے ذکر اور نماز کی [illegible] مین لگا جب تم گہن دیکھو تو گہن کسی کے مرنے اور جینے سے تعالیٰ کی نشانیون مین سے [illegible] اور چاند دو نشانیان ہین خدا کی [illegible] سورج

مین جمع ہو چکین تو الصلوٰۃ جامعۃ پکار دیا جاوے اور امام انکو دو رکعتین نماز عید کی طرح بدون تکبیر زائد کے پڑھا دے پھر دو خطبے پڑھے اور دونون کے درمیان تھوڑا سا جلسہ کرے اور اکثر مضمون دونون خطبون کا استغفار ہونا چاہیے اور دوسرے خطبے کے درمیان مین امام لوگون کی طرف پشت پھیر کر روبقبلہ ہو جاوے اور اپنی چادر کو اسطرح بدلے کہ نیچے کی اوپر ہو جاوے اور داہنی طرف کی بائین طرف آجاوے اور لوگ بھی اپنی چادرین اسی طرح پلٹ لین اور اسوقت اپنے آہستہ دعا مانگین اور چادر پلٹنے مین ایک فال نیک ہے کہ اسی طرح حال قحط اور خشکی کا بدلجاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہی پھر امام لوگون کی طرف منہ پھیر کر خطبہ کو ختم کرے اور چادرین اپنی پلٹی ہوئی بدستور رہنے دین یہانتک کہ جب کپڑے اتارین تب انکو بھی اتارین اور دعا اسطرح مانگین الٰہی تو نے ہمکو دعا مانگنے کا حکم کیا اور دعا کے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا پس تیرے حکم کے بموجب ہی ہم مانگتے ہین تو اپنے وعدہ کے مطابق قبول فرما الٰہی جو گناہ ہمنے کیے ہون انکی مغفرت سے ہمپر احسان کر اور مینہ کے لیے اور ہمارے رزق کے زیادہ ہونے کے باب مین ہماری دعا قبول کر کے ممنون فرما۔ اور باہر نکلنے سے پیشتر تین دن کے اندر اگر نمازون کے بعد دعا مانگین تو کچھ مضائقہ نہین ہے اور اس دعا کے لیے چند آداب اور شروط باطنی مثل توبہ اور حق والون کی حق رسانی وغیرہ کے ہین جو عنقریب باب الدعوات مین مذکور ہونگی تیسری نماز جنازہ اسکی کیفیت مشہور ہی اور زیادہ تر جامع دعا ماثور اس نماز مین وہ ہی جسکو روایت صحیح مین عوف بن مالکؓ نے روایت کیا ہی فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک جنازہ پر نماز پڑھی مین نے آپ کی دعا یاد کر لی کہ یہ فرماتے تھے اللھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس وابدلہ دارا خیرا من دارہ واھلا خیرا من اھلہ وزوجا خیرا من زوجہ وادخلہ الجنۃ واعذہ من عذاب القبر ومن عذاب النار حضرت عوف کہتے ہین کہ مین نے تمنا کی کہ کاش یہ مردہ مین ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا میرے واسطے ہوتی۔ اور جو شخص دوسری تکبیر پاوے تو چاہیے کہ نماز کی رکعتون کی سی ترتیب کا لحاظ رکھے یعنی باقی تکبیرین امام کے ساتھ کہتا جاوے اور جب امام سلام پھیرلے تو جو تکبیر اس سے رہ گئی تھی اسکو ادا کرے جیسے مسبوق رکعت کو پیچھے پڑھا اور اگر ان تکبیرات مین سبقت کر جاوے تو پھر امام کی اقتدا سے کیا غرض ہوتی اس نماز کے ارکان ظاہری تو تکبیرین ہی ہین اور مناسب یہی ہی کہ جیسے اور نمازون مین رکعتین ہوتی ہین اس نماز مین انکا قائم مقام تکبیرین ہون یہی میرے نزدیک منقول ہی معلوم ہوتا ہی گو اور بھی احتمال رکھتا ہی اور جنازہ کی نماز کے ثواب مین اور اسکے ساتھ جانے کی فضیلت مین جو حدیثین وارد ہین وہ مشہور ہین پس انکا نقل کرنے مین ہم طول نہین دیتے۔ اور اسکا ثواب زیادہ کیون نہوگا کہ یہ نماز تو فرض کفایہ ہی نفل اسی شخص کے حق مین ہی جسپر متعین نہو کیونکہ دوسرے شخص کے ہونے سے وہ متعین نہین ہوجاتی اور نمازی کو اس سے ثواب فرض کفایہ کا ہی ملتا ہی گو اسپر متعین نہوئی ہو کیونکہ سب نمازیون نے ایک امر فرض کی بجا آوری کی اور دوسرے شخصون سے تنگی کو دور کیا تو یہ نفل کی طرح نہین کہ جسکے پڑھنے سے کسی کے ذمے سے فرض دور نہو۔ اور جنازہ کی نماز مین جماعت کی کثرت مستحب ہی کہ بہت لوگون کے باعث ہمت اور دعا کی کثرت ہوگی اور ان مین کوئی مستجاب الدعوات بھی ہوگا چنانچہ کریب نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہی کہ انکا ایک لڑکا گذر گیا آپ نے فرمایا کہ کریب دیکھو کہ آدمی انکے واسطے کتنے اکٹھے ہوئے مین نے نکلکر دیکھا تو بہت تھے مین نے عرض کیا کہ بہت ہین فرمایا کہ چالیس ہین مین نے عرض کیا کہ ہین فرمایا کہ اب جنازہ نکالو

روایت عبد اللہ بن زید مازنی ۱۲ ح بخاری و مسلم

۲۔ الٰہی تو اسکو مغفرت کر اور رحم کر اور اسکو عافیت دے اور معاف کر اسکے قصور اور اسکی مہمانی اچھی کر اور وسیع کر اسکی قبر اور دھو اسکو برف سے اور اولے سے پانی سے اور اسکو خطاؤن سے ایسا پاک کر جیسا سپید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہی اور بدل دے اسکو گھر اسکے گھر سے بہتر اور خادم وغیرہ اسکے خادمون وغیرہ سے بہتر اور بی بی اسکی بی بی سے بہتر اور داخل کر اسکو جنت مین اور پناہ دے اسکو قبر کے عذاب اور دوزخ کے عذاب سے ۱۲ مسلم

کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے جو مسلمان مرجاوے اور اُسکے جنازے پر چالیس آدمی کہ خدائے تعالی کا شریک
کسی کو نہ کرتے ہون کھڑے ہون تو اللہ تعالی اُنکی سفارش اُسکے باب مین قبول فرماتا ہے - اور جب جنازے کے ساتھ چلکر قبرستان مین پہونچے
یا ویسے قبرستان مین جاوے تو یون کہے السلام علی اہل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا انشاء اللہ
بکم لاحقون اور بہتر یہ ہے کہ جب تک میت دفن نہ ہولے وہان سے نہ پھرے جبکہ اُسکو مٹی دیدیجاوے تو اُسکی قبر کے پاس کھڑا ہوکر کہے کہ الٰہی تیرا
بندہ تیری طرف ہٹایا گیا تو اُسپر رافت و رحمت کر الٰہی اُسکے دونون پہلوؤن سے زمین کو علیحدہ کر اور اُسکی روح کے لیے آسمان کے دروازے
کھولدے اور حسن قبول کے ساتھ اُسکے اعمال پذیرا فرما الٰہی اگر یہ نیک تھا تو اُسکی نیکی دونی کر اور اگر بُرا تھا تو اُسکی برائیون سے درگذر فرما چوتھی نماز
تحیۃ المسجد ہے دو رکعتون یا زیادہ سے یہ نماز سنت مؤکدہ ہے یہانتک کہ جمعہ کے روز اگر امام خطبہ پڑھتا ہو تب بھی ساقط نہین ہوتی باوجودیکہ خطبہ سننا ادا
مؤکد ہے اور اگر مسجد مین جاکر فرض یا قضا مین مصروف ہوگیا تو تحیۃ المسجد ادا ہوگیا اور ثواب حاصل ہوا اسلیے کہ مقصود یہ ہے کہ شروع مسجد مین جانا
ایسی عبادت سے خالی نہو جو مسجد کے لیے خاص ہے تاکہ مسجد کا حق ادا ہو اور اسی وجہ سے مسجد مین بے وضو جانا مکروہ ہے اور اگر مسجد مین سے ہوکر دوسری
طرف جانے کو یا مسجد مین بیٹھنے کے لیے داخل ہو تو چار بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہ لے کہتے ہین کہ انکا ثواب برابر دو رکعتون کے ہے
اور امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ تحیۃ کا دوگانہ مکروہ اوقات مین مکروہ نہین یعنی عصر اور صبح کی نمازون کے بعد اور زوال کے وقت اور طلوع اور غروب
کے اوقات مین مکروہ نہین کیونکہ مروی ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد عصر کے دو رکعتین پڑھین کسی نے عرض کیا کہ آپ نے تو اس
سے ہمکو منع فرمایا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ دو رکعتین ہین بعد ظہر کے پڑھا کرتا تھا باہر کے لوگ جو آئے اُنکے سبب سے نہ پڑھ سکا - اس حدیث سے دو
باتین معلوم ہوتین ایک یہ کہ مکروہ ہونا ایسی نماز کے ساتھ مخصوص ہے جسکے لیے کوئی سبب نہین اور قضا کرنا نفلون کا ایک سبب ضعیف ہے اسلیے کہ
علما اس باب مین اختلاف رکھتے ہین کہ نوافل کی قضا ہوتی چاہیے یا نہین اور جو نوافل قضا ہوگئے ہین اگر اُن جیسے اور پڑھ دیگا تو اُنکی قضا ہوجاوےگی
یا نہین پس جب اس سبب ضعیف کے باعث نفلون کی کراہت بعد عصر کے نہ رہی تو مسجد مین آنا جو سبب کامل ہے اُسکے باعث سے بطریق اولی
کراہت نہ آئیگی اور اسی وجہ سے نماز جنازے کی جسوقت جنازہ آجاوے مکروہ نہین اور نہ نماز خسوف اور مینہ کے طلب کی کسی وقت مین مکروہ ہے کیونکہ
ان نمازون کے سبب ہین اور مکروہ وہ نماز ہوتی ہے جسکا کوئی سبب نہو - دوسری یہ کہ نفلون کا قضا کرنا درست ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
نفلون کی قضا پڑھی تو اگر اور کوئی پڑھیگا تو آپ کی تبعیت عمدہ ہوگی - اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ اگر
غلبہ خواب یا مرض کی وجہ سے رات کو نہ اُٹھتے تو بارہ رکعتین دن کو پڑھ لیتے - اور بعض علما نے فرمایا ہے کہ جو شخص نماز مین ہو اور مؤذن کا جواب اُس سے
رہجاوے تو سلام کے بعد اُسکو قضا کرے اور جواب دے لے گو مؤذن چپ ہوگیا ہو - اور اب کوئی اگر کہے کہ پہلا قول اول کے مثل اور نفل جداگانہ
ہے اول کے قضا کی نہین تو اس قول کے کچھ معنی نہین اسلیے کہ اگر ایسا ہوتا تو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکو وقت مکروہ مین نہ پڑھتے - ہان اگر
کسی کا کوئی وظیفہ معین ہو اور اُسکو کسی عذر نے اُس سے روک دیا ہو تو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کے لیے اُسکے ترک کرنے کی اجازت نہ دے بلکہ اُسکا
تدارک دوسرے وقت مین کرے تاکہ اُسکا نفس آسائش اور آرام کی طرف مائل نہ ہو اور اُسکا تدارک ایک تو نفس کے مجاہدہ کے لیے اچھا ہے دوسرے
یہ کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے احب الاعمال الی اللہ تعالی ادومہا وان قل تو تدارک سے یہ نیت کرلے کہ دوام عمل مین ناغہ پڑے
اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اللہ تعالی کی عبادت کرے پھر اُسکو تھک کر چھوڑ دے

موقوفا علی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا ۱۲
تعالی عنہا ۱۲ صح ابن السنی
و مسلم بروایت عائشہ رضی اللہ
طلوع شمس کے ہوتی ہے ۱۲ بخاری
وہ دونون جو بعد عصر کے ہوتین اگر چہ
صحاح مجموعہ اعمال اللہ تعالی کے نزدیک
و مسلم بروایت ام سلمہ ۱۲ صح مسلم
مسلم اور نسائی مین آئی ہے ۱۲ صح بخاری
انشاء اللہ مرتبہ علیکم ۱۲ مترجم کتاب کرکہ ۱۲
ہم تم مین سے اگلون اور پچھلون پر رحم کرے
مسلمانون سے اور اللہ تعالی رحم کرے
سلام ہو گھر والون پر مومنون اور
صحیح مسلم ۱۲ سنا

تو اللہ تعالیٰ اُسپر نہایت غصہ ہوتا ہی تو چاہیے کہ وعید کے پہنچے داخل ہونے سے خوف کرے اور اس حدیث کا ثبوت کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے چھوڑنے سے اُسپر نہایت غصہ ہو کٹھن اور ملال ہو یعنی اگر غصہ اور دوری نہ ہوتی تو ملال اور کٹھن اُسپر کیوں مسلط کیجاتی پانچویں نماز دوگانہ وضو مستحب ہی اسلیے کہ وضو ایک ثواب ہی اور اُسکا مقصود نماز ہی اور بے وضو ہونا ہر وقت لگا ہی رہتا ہی تو ہو سکتا ہی کہ نماز سے پہلے ہی آدمی بے وضو ہو جاوے اور پہلے وضو کی محنت بیکار جاوے اسلیے مستحب ہی کہ وضو کرتے ہی اُسکا مقصود جلدی سے ادا کیا جاوے تاکہ یہ مقصود فوت نہ ہو پاوے اور یہ بات حضرت بلال رض کی حدیث سے معلوم ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو بلال رض کو اُسکے اندر دیکھا میں نے بلال رض سے پوچھا کہ تو کسطرح مجھسے پہلے پہونچ گیا اُسنے کہا کہ میں اور کچھ نہیں جانتا صرف اتنا ہی کہ جب میں نیا وضو کرتا ہوں تب ہی اُسکے بعد دو رکعتیں پڑھتا ہوں یا اور کسی طرح فرمایا چھٹی نماز گھر میں جانے اور باہر نکلنے کے وقت کا دوگانہ ہی ابو سلمہ حضرت ابوہریرہ رض سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو اپنے گھر سے نکلے تو دو رکعتیں پڑھ لے یہ دونوں تجھکو برے نکلنے سے مانع ہونگی اور جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو دو رکعتیں پڑھ وہ تجھکو برے داخل ہونے سے روکینگی۔ اور ہر ایک امر کی ابتدا جو خفیف نہو اسی حکم میں داخل ہی یعنی اُسکی ابتدا میں دو رکعتیں پڑھنی چاہییں اور اسی وجہ سے دوگانہ احرام کے وقت اور دوگانہ سفر کی ابتدا میں اور سفر سے رجوع کرنے کے وقت مسجد میں دو رکعتیں ادا کرنی گھر میں جانے سے پیشتر وارد ہیں اور یہ سب دوگانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ماثور ہیں۔ اور بعض صلحا جب کوئی غذا کھاتے یا پانی پیتے تو دوگانہ پڑھتے اسی طرح جو امر پیش آتا اُسمیں ایسا ہی کرتے تھے اور امور کے شروع میں خداے تعالیٰ کا ذکر تبرکاً چاہیے اور وہ تین طرح پر ہی بعض افعال و امور ایسے ہیں کہ وہ کئی کئی دفعہ ہوتے ہیں جیسے کھانا اور پینا تو اُسمیں شروع بسم اللہ سے چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کل امر ذی بال لم یبدأ فیہا ببسم اللہ الرحمن الرحیم فھو ابتر دوسرے وہ امور ہیں کہ بہت تو نہیں ہوتے مگر انمیں وقعت ہوتی ہی جیسے نکاح اور نصیحت کا شروع اور مشورہ وغیرہ تو انمیں یہ مستحب ہی کہ ان باتوں کو خدا کی حمد سے شروع کرے مثلاً نکاح پڑھانے والا کہے کہ الحمد للہ والصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی لڑکی تیرے نکاح میں دی اور نوشہ کہے الحمد للہ والصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے نکاح قبول کیا اور صحابہ رض کی عادت تھی کہ پیام کے ادا کرتے وقت اور نصیحت کرنے اور مشورہ کرنے میں اول حمد خدا کیا کرتے تھے تیسرے وہ کہ بہت نہ ہوا کرتے ہوں مگر ہونے کے بعد دیرپا ہوں اور وقعت انمیں پائی جاتی ہو جیسے سفر اور نئے مکان کا خریدنا اور احرام باندھنا اور دوسرے امور اسی طرح کے تو ایسے کاموں کے پیشتر دوگانہ پڑھنا مستحب ہی اور ان سب میں سے ادنیٰ گھر میں سے باہر جانا اور اُسکے اندر آنا ہی کہ وہ بھی ایک چھوٹے سے سفر کی طرح ہی ساتویں نماز استخارہ جو شخص کسی کام کا قصد کرے اور اُسکے انجام کو نہ جانتا ہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ بہتری اُسکے کرنے میں ہی یا نہ کرنے میں تو اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ دو رکعتیں پڑھے اول میں الحمد اور قل یا ایہا الکافرون اور دوسری میں فاتحہ اور اخلاص پڑھے اور جب فارغ ہو تو دعا مانگے اللھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسألک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیر لی فی دینی ودنیای وعاقبۃ امری وعاجلہ واٰجلہ فاقدرہ لی ثم یسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم ان ھذا الامر شر لی فی دینی ودنیای وعاقبۃ امری وعاجلہ واٰجلہ فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان انک علی کل شیٔ قدیر اس حدیث کو جابر بن عبداللہ نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت

ع بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ رض ۱۲ ع بیہقی در شعب بروایت بکر بن عمرو عن صفوان بن سلیم ۱۲ ع دوگانہ احرام بخاری نے بروایت ابن عمر رض ۱۲ دوگانہ ابتدای سفر طبرانی نے بروایت انس رض ۱۲ دوگانہ مراجعت سفر صحیحین میں بروایت کعب بن مالک رض روایت کیا ہی ۱۲ ع جو امر شان والا کہ خدا تعالیٰ کے نام سے یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع نہ کیا جاوے وہ ادھورا رہتا ہی ۱۲ ابو داؤد و نسائی بروایت ابوہریرہ ۱۲ ع الٰہی میں تجھسے بہتری مانگتا ہوں تیرے علم کی مدد سے اور تیری قدرت سے قدرت چاہتا ہوں اور تجھسے سوال کرتا ہوں تیرے بڑے فضل سے کہ تو قادر ہی اور میں قادر نہیں اور تو جانتا ہی اور میں نہیں جانتا اور تو چھپی ہوئی باتوں کا

صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو کاموں میں استخارہ اسطرح سکھلاتے تھے جیسے قرآن مجید کی سورت سکھاتے تھے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کسی کام کا قصد کرے تو چاہیے کہ دو رکعتیں پڑھے پھر اُس کام کا نام لے اور جو دعا اوپر مذکور ہوئی اُسکو مانگے۔ اور بعض حکما نے کہا ہے کہ جسکو چار باتیں ملیں وہ چار باتوں سے نہیں محروم رہیگا جسکو شکر ملا وہ زیادتی نعمت سے محروم نہ رہیگا جسکو توبہ نصیب ہوئی وہ قبول سے محروم نہ رہیگا جسکو استخارہ مرحمت ہوا وہ بہتری اور خیر سے محروم نہ رہیگا اور جسکو مشورہ عنایت ہوا وہ صواب پر ہونے سے محروم نہ ہوگا آٹھویں نماز حاجت ہے جس شخص پر معاملہ تنگ آپڑا ہو اور اُسکو دنیا اور دین کی بہتری کے باب میں ایک ایسے کام کی ضرورت ہوئی ہو کہ اُسمیں مشکل پڑگیا ہو تو اُسکو چاہیے کہ وہ نماز حاجت پڑھے چنانچہ وہیب بن الورد سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جن دعاؤں سے کہ نا مقبول نہیں ہوتیں ایک یہ ہے کہ بندہ بارہ رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں الحمد اور آیۃ الکرسی اور قل ہو اللہ پڑھے اور اس سے فارغ ہوکر سجدہ کرے اور یہ دعا پڑھے

سبحان الذی لبس العز و قال بہ سبحان الذی تعطف بالمجد و تکرم بہ سبحان الذی احصی کل شیٔ بعلمہ سبحان الذی لا ینبغی التسبیح الا لہ سبحان ذی المن والفضل سبحان ذی العز والکرم سبحان ذی الطول اسألک بمعاقد العز من عرشک و منتہی الرحمۃ من کتابک و باسمک الاعظم و جدک الاعلی و کلماتک التامات التی لا یجاوزہن بر ولا فاجر ان تصلی علی محمد و علی آل محمد

پھر اپنی حاجت مانگے بشرطیکہ اُسمیں کوئی معصیت نہو تو انشاء اللہ مقبول ہوگی وہیب کہتے ہیں کہ ہمنے سنا ہے کہ یوں اگلے لوگ کہا کرتے تھے کہ اس دعا کو بیوقوفوں کو نہ سکھاؤ ورنہ وہ اسکے ذریعے سے خدا تعالی کی معصیت پر مدد لینگے اس روایت کو حضرت ابن مسعودؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے نویں صلوۃ التسبیح ہے یہ نماز جوں کی توں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور کسی وقت اور سبب سے خاص نہیں اور مستحب یہ ہے کہ اُس سے کوئی ہفتہ یا مہینہ خالی نہ رہے ایک دفعہ پڑھ لیا کرے۔ عکرمہؓ حضرت ابن عباس سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب کو فرمایا کہ میں تمکو ایک چیز دوں ایک شے عطا کروں ایک بات سکھا دوں کہ جب تم اُسکو کرو تو اللہ تعالی تمہارے گناہ اگلے اور پچھلے پرانے اور نئے نادانستہ اور دانستہ پوشیدہ اور ظاہر سب معاف کردے وہ یہ ہے کہ تم چار رکعتیں پڑھو ہر رکعت میں الحمد اور ایک سورت پڑھو جب اول رکعت میں قرارت سے فارغ ہو جاؤ تو کھڑے ہوئے کہو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ بار پھر رکوع کرو اور دس بار یہی کلمات کہو پھر قومہ کرو اور دس بار کہو پھر سجدہ کرو اور دس بار کہو پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بار پھر دوسرے سجدے میں دس بار پھر جلسہ استراحت میں دس بار تو یہ کل پچھتر بار ہر رکعت میں ہوا چاروں رکعتوں میں ایسا ہی کرو اگر تمسے ہوسکے تو اُسکو ہر روز پڑھو والا ہر جمعہ میں ایکبار اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو مہینے میں ایکبار۔ اور ایک روایت میں اسطرح ہے کہ شروع نماز میں کہے سبحانک اللہم وبحمدک الخ پھر پندرہ بار تسبیح مذکور کہے قرارت سے پیشتر اور دس بار قرارت کے بعد اور باقی مثل روایت اول کے کہے مگر دوسرے سجدہ کے بعد کچھ نہ کہے اور یہ روایت بہتر ہے اور ابن مبارکؒ کے نزدیک مختار یہی ہے اور دونوں روایتوں کے بموجب تعداد تسبیح کی تین سو ہوتی ہے پس اگر دن کو پڑھے تب تو چاروں رکعتیں ایک سلام سے پڑھے اور اگر رات کو پڑھے تو دو سلاموں سے پڑھے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ صلوۃ اللیل مثنی مثنی اور اگر بعد تسبیح مذکور کے یہ کلمات بھی بڑھا دے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم تو بہتر ہے کہ بعض روایات میں یہ کلمات بھی آئے ہیں یہ بیس نمازیں ماثورہ ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں اور ان نوافل میں سے مکروہ وقتوں میں بجز تحیۃ المسجد اور خسوف اور استسقا کی نماز کے اور کوئی مستحب نہیں دوگانہ وضو اور سفر کا دوگانہ اور گھر سے نکلنے کا اور استخارہ کا ان اوقات میں مستحب نہیں اسلیے کہ یہ سبب ضعیف ہیں اور ان اوقات میں نماز پڑھنے سے نہی موکد ہے تو یہ نمازیں اُن تین نمازوں کے برابر نہیں پہنچتیں میں نے بعض صوفیوں کو اوقات مکروہ میں دوگانہ وضو

کلمات کامل کے جنسے کوئی نیک اور بد آگے نہیں بڑھ سکتا یہ درخواست کرتا ہوں کہ محمد اور آل محمد صلی اللہ علیہ
مرتبہ اسم اعظم اور شان برتر اور
سے کہ بہتری کی کتاب سے اور طفیل
حق ہے اور برتری اُسکو ہے انتہا سے رحمت
سکے سوال کرتا ہوں جسکو برا عرش کی ہیں
الٰہی میں تجھسے بزرگی اُن خصلتوں
بڑی بزرگی اور کرم والا پاک ہے نعمت والا
بہیں پاک ہے احسان اور فضل والا پاک
پاک ہے وہ جسکے سوا دوسرے کو پاکی زیبا
مجسکے ہر چیز کو اپنے علم سے گھیر لیا
اور بزرگی ہے اُس سے پاک ہے وہ
پاک ہے وہ جسنے بزرگی کا لباس پہنا اور اُسکو بچھونا بنایا بزرگی کو
عزت کا ہے وہ

پاک ہے وہ جس نے عزت کا لباس پہنا اور اُسکے ساتھ [illegible]

پڑھتے دیکھا ہو جالانکہ یہ امر بعید از قیاس ہو اسلیے کہ وضو نماز کا سبب نہیں ہوتی بلکہ نماز وضو کا سبب ہو تو چاہیے کہ وضو اسلیے کرے کہ اُس سے نماز پڑھے یہ نہیں کہ نماز اسلیے پڑھے کہ وضو کر لے علاوہ ازین جو بے وضو کہ مکروہ وقت مین نماز پڑھنا چاہے تو اُسکی سبیل بجز اسکے نہیں کہ وضو کر لے اور نماز پڑھ لے تو پھر کراہیت کے کچھ معنی نہ رہے۔ اور دوگانہ وضو کی نیت دوگانہ تحیت کی طرح نہ کرنی چاہیے بلکہ جب وضو کر لے تو دو رکعتین نفل پڑھ لے اور اپنے وضو کو خالی نہ چھوڑے جیسے حضرت بلال کیا کرتے تھے کیونکہ یہ دوگانہ نفل محض ہو وضو کے بعد ہوتا ہو اور بلال کی حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وضو خسوف اور تحیت کی طرح سبب ہوتا کہ نیت مین وضو کا دوگانہ کہے کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ نماز سے وضو کی نیت کرے بلکہ یون چاہیے کہ وضو سے نماز کی نیت کرے اور یہ کیسے بنیگا کہ وضو مین تو کہے کہ مین وضو کرتا ہون اپنی نماز کے واسطے اور نماز مین کہے کہ مین نماز پڑھتا ہون اپنے وضو کے واسطے بلکہ جو شخص یہ چاہے کہ کراہت کے وقت مین اپنے وضو کو نماز سے خالی نہ رکھے تو اُسکو چاہیے کہ دوگانہ جو وضو کے بعد پڑھے اُس سے نیت قضا کی کرے کیونکہ ہو سکتا ہو کہ اُسکے ذمہ پر کوئی نماز قضا ہو جسکی ادا مین کسی باعث سے خلل ہوا ہو تو قضا کی نیت کا کچھ مضائقہ نہوگا اسلیے کہ نماز قضا مکروہ وقتون مین بھی مکروہ نہیں لیکن ان وقتون مین نیت نفل کی کرنے کی کوئی وجہ نہیں ان اوقات مین جو نوافل سے منع کیا گیا ہو اُسمین تین باتین مقصود اور مہم ہین اول آفتاب کی پرستش کرنے والون کی مشابہت سے بچنا دوم شیطانون کے پھیلنے سے احتراز کرنا کہ حدیث شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آفتاب نکلتا ہو اور اُسکے ساتھ شیطان کے ماتھے کا کونا ہوتا ہو نکلنے مین اُسکے ساتھ رہتا ہو اور جب آفتاب اُٹھ جاتا ہو تو جدا ہو جاتا ہو جب برابر دوپہر ہوتی ہو تو ملجاتا ہو جب ڈھلجاتا ہو تو الگ ہو جاتا ہو پھر جب غروب پر آفتاب مائل ہوتا ہو تو شیطان کا ماتھا متصل ہو جاتا ہو اور جسوقت غروب ہو جاتا ہو تو علیحدہ ہو جاتا ہو۔ اور ان اوقات مین نماز سے منع فرمایا اور اُسکی علت پر آگاہ کر دیا سوم یہ کہ طریق آخرت کے سالک ہمیشہ سب وقتون مین نماز پر مواظبت رکھتے ہین اور عبادات مین سے ایک ہی طرح پر مواظبت کرنی انجام کو ملال پیدا کرتی ہو اور جس صورت مین کہ ایک ساعت روک دیا جاوے تو خوشی زیادہ ہوتی ہو اور ارادے اُبھرتے ہین اور انسان کو منع کی ہوئی چیز کی حرص ہوتی ہی ہو تو ان وقتون کو خالی چھوڑنے مین زیادہ تر وقت گذرنے کے انتظار پر ترغیب دینی ہو اسوجہ سے یہ اوقات تسبیح و استغفار کے خاص کر دیے گئے کہ مداومت کے باعث تھکن سے بھی بچے رہین اور ایک قسم کی عبادت سے دوسری قسم کی سیر بھی ہو جاوے کیونکہ ہر نئی بات مین لذت جداگانہ ہو اور ایک ہی چیز کی مداومت مین گرانی اور کسل ہوتا ہو اور یہین لحاظ نماز نہ محض سجدہ ہوتی نہ صرف رکوع نہ نرا قیام بلکہ اعمال مختلف سے اور جداگانہ ذکرون سے عبادتون کی ترتیب ہوئی کیونکہ دل اُنہین سے ہر ایک عمل سے لذت جداگانہ اُسکو ادا کرتے وقت پاتا جاوے اور اگر ایک ہی چیز پر مداومت مشروع ہوتی تو دل پر تھکن جلدی آتی۔ پس جس صورت مین کہ اوقات مکروہ مین نماز کے منع کرنے سے یہ باتین مقصود ہین اور اُنکے سوا اور اسرار ہین کہ جنکو سوا خدا تعالیٰ اور اُسکے رسول کے بشر کی طاقت نہیں کہ معلوم کرے تو اسطرح کے مہمات کو چھوڑ دینا بجز ایسے اسباب کے نہیں چاہیے جو شرع مین ضروری ہون جیسے نمازون کی قضا اور استسقاء کی نماز اور خسوف اور تحیۃ المسجد کا دوگانہ ہو اور جو اسباب کہ ضعیف ہون اُنکو اس نہی کے مقصود کے مقابل نہ کرنا چاہیے ہمارے نزدیک یہی معقول معلوم ہوتا ہو آگے خدا جانے۔ باب اسرار نماز پورا ہوا اُسکے بعد باب اسرار زکوۃ انشاء اللہ آتا ہو والحمد للہ اولاً و آخرا والصلوۃ علی رسولہ المصطفیٰ

پانچوان باب اسرار زکوۃ کے بیان مین

رباعی احسن ہر زکوۃ کا نہ دینا وہ گناہ ﴿ جسپر ہو وعید یوم حق کا گواہ ﴿ اے صاحب مال شکر کر دے خیرات تا تجھ پہ کھلے نجات و بہبود کی راہ ﴿ جاننا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے زکوۃ کو ایک رکن اسلام بنایا اور نماز کے بعد اسی کا ذکر فرمایا جیسا

لہ نسائی نے بروایت عبد اللہ صنابحی اور ... روایت کی ... صحیح ... ہے

کہ ارشاد ہے واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ - اور اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے نہ دینے والون کے باب مین نہایت سخت وعید فرمایا جیسا کہ ارشاد فرمایا والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم - اس آیت مین جو انفاق فی سبیل اللہ مذکور ہے اسکے معنی حق زکوٰۃ کے نکالنے کے ہین احنف بن قیس کہتے ہین کہ مین قریش کے چند لوگون مین تھا کہ حضرت ابوذر گذرے اور فرمایا کہ کافرون کو سنا دو ایک داغ کی خبر کہ انکی پیٹھون مین لگیگا اور پسلیون مین سے نکلیگا اور ایک داغ انکی گدیون کی طرف سے لگیگا اور پیشانیون مین سے پار ہو جاویگا - اور ایک روایت مین یہ ہے کہ داغ آدمی کی پستان کے سر پر رکھکر دونون شانون کی ملائم ہڈی سے نکال دیا جاویگا اور ہڈی سے رکھکر پستان کے سر مین سے تھرتھراتا ہوا نکالا جاویگا اور حضرت ابوذر رضہ نے فرمایا کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچا اسوقت مین کہ آپ خانہ کعبہ کے سایہ مین بیٹھے تھے جب آپ نے مجھکو دیکھا فرمایا کہ قسم ہے رب کعبہ کی وہی لوگ زیادہ نقصان مین ہین مین نے عرض کیا کہ وہ کون ہین فرمایا کہ جنکے پاس مال بہت ہین مگر جو کوئی ایسے ایسے اپنے دہنے اور بائین اور سامنے اور پیچھے بکھیرے اور خیرات کرے آور فرمایا جو کوئی اونٹ والا یا بکریون خواہ گایون والا انکی زکوٰۃ نہ ادا کریگا وہ چوپائے قیامت مین نہایت بڑے اور بہت موٹے ہوکر آوینگے اور اس شخص کو اپنے سینگون سے مارینگے اور کھرون سے کچلینگے جب اول سے آخر تک سب چوپائے ادھر گذر چکینگے تو پھر دوبارہ اسیطرح شروع کرینگے اور یہ عذاب اسوقت تک ہوگا کہ لوگون کے درمیان حکم کیا جاوے اور جبکہ بخاری اور مسلم مین زکوٰۃ نہ دینے والون کی یہ وعید مروی ہین تو اسرار زکوٰۃ کا بیان کرنا اور اسکے شروط ظاہری اور باطنی اور اسکے معانی صوری اور معنوی کا لکھنا ضروریات دین سے ٹھہرا اسلیے ہم اس مضمون کو چار فصلون مین لکھتے ہین اور انھین باتون پر کفایت کرتے ہین جنکا جاننا زکوٰۃ کے دینے والے اور لینے والے کو ضرور ہے

فصل اول زکوٰۃ کے اقسام اور اسکے واجب ہونے کے اسباب کے بیان مین - جاننا چاہیے کہ زکوٰۃ باعتبار ان مالون کے جنسے وہ علاقہ رکھتی ہے چھ قسم ہے ہر ایک کو جدا جدا لکھا جاتا ہے - قسم اول چوپایون کی زکوٰۃ - زکوٰۃ خواہ چوپایون کی ہو یا دوسرے مال کی اسی شخص پر واجب ہوتی ہے کہ آزاد اور مسلمان ہو اور بالغ ہونا اور عاقل ہونا شرط نہین بلکہ لڑکے اور مجنون کے مال مین بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یہ تو شرط زکوٰۃ کے دینے والے کی ہے جسپر زکوٰۃ واجب ہو اور مال کی شرطین پانچ ہین یعنی چوپایون کا خاص ہونا اور جنگل مین چرنا اور برس روز گذرنا اور مالک کامل کا اسپر ہونا اور نصاب کا پورا ہونا - شرط اول خاص چوپائے اسلیے کہے کہ زکوٰۃ صرف اونٹ اور گائے اور بکری مین ہے گھوڑون اور خچرون اور گدھون مین اور ان جانورون مین جو ہرن اور بکری سے پیدا ہون زکوٰۃ نہین - شرط دوم چرنے کی اسلیے ہے کہ اگر گھر پر گھاس کھلایا جائیگا تو زکوٰۃ نہوگی اور جب کچھ دنون جنگل مین چرا ہو اور کچھ دنون گھر پر گھاس کھایا ہو تو اس صورت مین بھی زکوٰۃ نہین بشرطیکہ گھاس گھر پر دینے مین نمایان دام لگا ہو - تیسری شرط برس کے گذرنے کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا لا زکوٰۃ فی مال حتیٰ یحول علیہ الحول - اور اس حکم مین سے مال کے بچے مستثنیٰ رہینگے کیونکہ کیونکہ وہ تابع بڑے جانورون کے ہوتے ہین اور اصول پر برس دن گذرنے سے انکی بھی زکوٰۃ لیجاویگی گو انپر برس نہ گذرا ہو - اور جب مال کو برس کے اندر بیچ ڈالے یا ہبہ کر دے تو برس کٹ گیا وہ جانور حساب مین شمار نہونگے - چوتھی شرط مالک کامل اور پورا تصرف مال پر چاہیے اس طور اگر کوئی جانور رہن ہوگا تو اسکی زکوٰۃ واجب ہوگی کیونکہ خود اسنے اپنے نفس کو روکا ہے اسپر قبضہ کرنا اسکے اختیار مین ہے اور گمشدہ اور چھینی ہوئی چیز مین زکوٰۃ واجب نہین جب تک کہ مع اپنی زیادتی کے پھر کر نہ آوے تو پھر آنے پر زکوٰۃ ایام گذشتہ کی واجب ہو جاویگی اور جس شخص پر کہ قرض اتنا ہو کہ اسکے سب مال کو حاوی ہو جاوے تو اسپر زکوٰۃ نہین اسلیے کہ وہ مال کے باعث غنی نہین ہے کیونکہ غنی جب ہوتا کہ مال زائد از حاجت ہوتا حالانکہ حاجت ادا سے قرض اسکو موجود ہے - پانچوین نصاب کا پورا ہونا اور یہ ہر چوپائے مین جدا جدا ہے مثلاً اونٹ پر کچھ زکوٰۃ نہین جب تک اسکا شمار پانچ کو نہ پہونچ جاوے پانچ اونٹ کے لیے نصاب ہے اسمین بھیڑ کا ایک جذعہ یا بکری کا ایک ثنیہ دینا ہوگا جذعہ اسکو کہتے ہین کہ ایکسال کا ہوکر دوسرے مین لگا ہو

اور ثنیہ اُسکو کہتے ہیں کہ دو برس کا ہو کر تیسرے میں لگا اور دس اونٹوں میں دو بکریاں ہیں اور پندرہ میں تین اور بیس میں چار اور پچیس میں
بنت مخاض یعنی مادہ جو دوسرے برس میں ہو اور اگر بنت مخاض مال میں نہ ہو تو نر جو تیسرے سال میں ہو لیا جاوے اگرچہ بنت مخاض
کو خرید سکتا ہو اور چھتیس اونٹوں میں بنت لبون یعنی مادہ جو تیسرے سال میں ہو پھر چھیالیس میں حقہ یعنی مادہ جو چوتھے سال میں ہو اور اکسٹھ
میں جذعہ یعنی پانچویں سال کی مادہ اور چھہتر میں دو بنت لبون اور اکانوے میں دو حقے اور ایک سو اکیس میں تین بنت لبون پھر جب
ایک سو تیس ہو جاویں تو اب حساب جم گیا کہ ہر پچاس میں ایک حقہ اور ہر چالیس میں ایک بنت لبون لیا جاویگا پس ایک سو تیس میں اس
حساب سے ایک حقہ اور دو بنت لبون ہونگے اور گائے بیل میں کچھ زکوٰۃ نہیں جب تک کہ تیس نہ ہو جاویں پھر تیس پر ایک تبیع یعنی بچھڑا ہے جو دوسرے
سال میں ہو اور چالیس پر ایک مسنہ یعنی بچھڑی تیسرے برس کی اور ساٹھ میں دو تبیع اور بعد اسکے حساب ٹھیک ہو جاتا ہے کہ ہر چالیس میں ایک مسنہ اور ہر تیس میں
ایک تبیع اور بھیڑ بکریوں میں زکوٰۃ نہیں جب تک کہ چالیس نہ ہو جاویں چالیس پر ایک جذعہ بھیڑ کا یعنی جو ایکسال کا ہو گیا ہو خواہ ثنیہ بکری کا یعنی وہ بچہ کہ دو
سال کا ہو کر تیسرے میں ہو پھر زکوٰۃ کچھ نہیں یہانتک کہ ایک سو اکیس ہو جاویں اس شمار پر دو بکریاں ہیں دو سو تک اور دو سو ایک میں تین ہیں چار سو
اور چار سو میں چار بکریاں ہیں پھر ہر سیکڑے پر ایک بکری ہے اور دو شریکوں کی زکوٰۃ مثل ایک مالک کے ہوگی مثلاً دو شخصوں کی شرکت میں
چالیس بکریاں ہیں تو ان پر ایک ہی بکری ہوگی اور اگر تین شخصوں کی شرکت میں ایکسو بیس بکریاں ہوں تو سب پر ایک ہی بکری ہوگی حالانکہ جدا کرنے میں
ہر شریک کے حصہ میں چالیس آسکتی ہیں مگر مال شرکت کو ایک ہی مالک کا سا سمجھینگے اور شرکت خواہ باعتبار ساموں کے ہو یا اور طرح پر دونوں کا حکم
ایک ہے مگر یہ شرط ہے کہ دونوں شریک ایک ساتھ ہی چراتے ہوں اور ساتھ پانی پلاتے ہوں اور مکان پر ہٹا کر لانا اور دودھ نکالنا اور نر کا دلوانا ایک
ساتھ کرتے ہوں اور دونوں صاحب زکوٰۃ ہوں اور اگر شرکت ذمی یا مکاتب کے ساتھ ہو تو اسکا اعتبار نہیں۔ اور جس صورت میں کہ مال واجب
کم سن کا جانور لیا جاوے تو جائز ہے بشرطیکہ بنت مخاض سے کم نہ ہو اور کمی کا نقصان اسطرح پورا کیا جاوے کہ ایکسال کی کمی میں دو بکریاں یا بیس درم
اور لیے جاویں اور دو برس کی کمی میں چار بکریاں خواہ چالیس درم لیویں اور مالک مال اگر زیادہ عمر کا اونٹ دیوے تو ہو سکتا ہے بشرطیکہ جذعہ سے
زیادہ نہو اور مقدار زیادتی کو بیت المال کے کارندوں سے واپس لیوے۔ اور زکوٰۃ میں بیمار جانور نہ لیا جاوے جس صورت میں کہ گلہ میں اچھے بھی
ہوں اگرچہ ایک ہی تندرست ہو اور اچھے جانوروں میں سے اچھا لیا جاوے اور برے جانوروں میں سے برا اور مال میں سے دانہ خوری کا جانور اور جو لوگی ہو
اور دودھیل اور سانڈھ لیا جاوے اور نہ ردی اور نہ آفر لیا جاوے بلکہ درمیانہ لینا چاہیے۔ دوسری قسم دہ یکی والی چیزوں کی زکوٰۃ ہے جو پیداوار کہ
غذا کی قسم سے ہو اور آٹھ سو من میں ہو تو اس میں دسواں حصہ واجب ہے اور اس سے کم میں کچھ نہیں اور میوہ کوں اور روئی میں زکوٰۃ نہیں بلکہ اس چیز میں ہے
جو غذا بنائی جاتی ہے اور چھوہاروں اور کشمش میں زکوٰۃ ہے اور پیمائش میں انکا خشک ہونا معتبر ہے یعنی سوکھنے پر پیمانہ میں پورے آٹھ سو من ہوں تر کا اعتبار نہیں اور شریکوں کے
مال کو ایک دوسرے میں ملا کر پورا کر لیا جاویگا جس صورت میں کہ شرکت ساموں کی ہو مثلاً ایک باغ چند وارثوں میں مشترک ہو اور اسکی پیداوار آٹھ سو من
کشمش ہو تو سب پر دسواں حصہ آوے گا جب ہر ایک اپنے حصہ میں سے دیکر دیں گے اور اگر تقسیم اسطرح نہ ہو بلکہ ہر شخص کا جدا جدا ہر ایک کے پاس ہو
اور ایک جگہ ہو تو اس شرکت کا اعتبار نہیں۔ اور گیہوں کے نصاب کو جو کے ساتھ پورا نہ کیا جاویگا ہاں یہ ہے کہ نصاب کو اس جو سے پورا کر لینگے کہ جس پر چھلکا نہیں ہوتا کیونکہ وہ
گیہوں کی قسم ہے اور پیداوار کی اس صورت میں ہے کہ جاری پانی یا کول وغیرہ سے پانی دیا جاتا ہو اور جس صورت میں کہ کنوئیں میں سے ڈول خواہ چرسہ سے پانی دیتے ہوں
تو بیسواں حصہ واجب ہوگا اور اگر دونوں طرح پانی دیا جاتا ہو تو غالب کا اعتبار ہے اور واجب کی صفت یہ ہے کہ خشک چھوہارے اور کشمش اور غلہ میں سے بعد
بھوسی دور کرنے کے لیے جاویں اور انگور اور تر کھجوریں نہ لیویں مگر اس صورت میں کہ درختوں پر کوئی آفت پڑے اور پکنے سے پہلے ہی انکو توڑنے میں مصلحت ہو
ایسی صورت میں نو حصے مالک کو اور ایک حصہ فقیروں کو ناپ دیا جاوے اور اس صورت پر یہ اعتراض نہیں ہے کہ بانٹنا تو بیع میں داخل ہے پس پھلوں کی بیع
اگر درست نہیں تو بانٹنا کیسے جائز ہوگا اسلیے کہ ہم کہینگے کہ حاجت کے سبب سے اس تقسیم کی اجازت ہے اور زکوٰۃ کے واجب ہونے کا وقت اسوقت ہوتا ہے

کو پھل گدرانے لگیں اور غلہ سخت ہونے لگے اور اُسکے ادا کا وقت خشک ہونے کے بعد ہی تیسری قسم چاندی سونے کی زکوٰۃ ہے - جو چاندی خالص
دو سو درم مکہ کی تول سے ہو اور اُسپر برس روز گذر جاوے تو اُسکی زکوٰۃ پانچ درم یعنی چالیسواں حصہ ہے اور اگر چاندی زیادہ ہو تو اُسی حساب سے زکوٰۃ
اُسپر بھی ہوگی گو ایک ہی درم زائد ہو - اور سونے کی نصاب بیس مثقال خالص مکہ کے وزن سے ہے اُسمین بھی چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور زائد پر اُسی
حساب سے ہوگی اور اگر نصاب سے ایک رتی بھی کم ہو تو اُسپر زکوٰۃ نہیں ہے - اور جسکے پاس کھوٹے درم ہوں اور اُنمین دو سو درم چاندی ہو تو اُسپر زکوٰۃ
واجب ہوگی - اور سونے کے ڈھیلے اور غیر مستعمل زیوروں میں اور سونے چاندی کے برتنوں میں اور سونے کی کانٹیوں میں زکوٰۃ واجب ہے اور مستعمل
زیور میں واجب نہیں - اور اگر قرض کسی ایسے کے ذمہ ہو جو دیر کر دیوے تو اُسپر بھی زکوٰۃ ہے مگر جب وہ ادا کرے اُسوقت واجب ہوگی اور اگر قرض
کی کچھ مدت ہو تو جب تک یہ مدت نہ گذرے تب تک واجب نہوگی - چوتھی قسم مال تجارت کی زکوٰۃ ہے - اور اُسکا حال چاندی سونے کی زکوٰۃ کا سا ہے
یعنی چالیسواں حصہ واجب ہوتا ہے اور برس اُسوقت سے لیا جاویگا جس وقت سے کہ نقد روپیہ جس سے مال تجارت خریدا ہے اُسکی ملک میں آیا ہو بشرطیکہ
نقد مذکور مقدار نصاب ہو اور اگر وہ نقد نصاب سے کم ہو یا اسباب کے بدلے میں تجارت کی نیت سے مال خریدا ہو تو ابتداے سال خریدنے کے وقت
سے معتبر ہوگا اور زکوٰۃ میں وہ سکہ دے جو شہر میں چلتا ہو اور اُس سے مال کا دام لگایا جاوے اور اگر نقد سے مال تجارت لیا ہو اور نقد نصاب کی مقدار
تھا تو شہر کے چلن کی نسبت اُسی نقد سے دام لگانا بہتر ہے - اور اگر مال اپنے لیے رکھا تھا پھر اُسمین تجارت کی نیت کر لے تو ابتداے سال صرف نیت کے
وقت سے نہوگا بلکہ اُسوقت سے ہوگا کہ اُس مال کے عوض میں دوسری چیز مول لیوے - اور جن صورتوں میں کہ برس روز پورا ہو اُس سے پیشتر تجارت کی
نیت موقوف کر دے تو زکوٰۃ ساقط ہو جاویگی مگر بہتر ہے کہ اُس برس کی زکوٰۃ دے ڈالے - اور اسباب میں جسقدر نفع آخر سال میں ہوا ہو اصل مال پر برس
گذرنے سے اُسپر بھی زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے یہ نہیں کہ اُسپر از سر نو برس گذرے جیسا کہ جانوروں کے بچے برس کی تمامی پر شمار میں ملا لیے جاتے ہیں
گو برس روز کے نہوں اور صرافوں کے مال کا برس اُنکے آپس کے مبادلے ہونے سے جاتا نہیں رہتا چاہیے اور تجارت کی خرید و فروخت میں برس
بدستور رہتا ہے ویسا ہی اُنکا بھی رہتا ہے اور مال مضاربت کے نفع کی زکوٰۃ مضارب پر اُسکے حصہ کے موافق ہوگی اگرچہ قسمت نفع کی نہوئی ہو اور
قرین قیاس یہی ہے کہ برس گذرتے ہی اُسپر واجب ہو جاوے - پانچویں قسم دفینہ اور کان کی زکوٰۃ ہے - دفینہ سے وہ مال مراد ہے جو کفر کے زمانہ کا دفن
ہوا اور ایسی زمین میں ہے کہ اسلام میں اُسپر کسی کی ملک نہوئی ہو تو جو شخص اُس دفینہ کو پاوے تو چاندی اور سونے میں سے اُس سے پانچواں حصہ
لیا جاوے اُسمین برس کا گذرنا معتبر نہیں اور بہتر یہ ہے کہ نصاب کا اعتبار بھی نہو کیونکہ خمس واجب ہونے سے اِس مال کی مشابہت مال غنیمت سے زیادہ
ہے اور اگر نصاب کا اعتبار کریں تب بھی ایسا نہیں کہ آخر صرف اُس خمس کا اور زکوٰۃ کا ایک ساہی ہو اور اس کی وجہ سے ہے کہ جو سب دفینہ خالص
سونے چاندی کو کہیں گے اور کسی چیز کو نہ کہیں گے اور کان کی چیزوں میں سوائے سونے چاندی کے اور کسی چیز پر زکوٰۃ نہیں اور ان دونوں میں بعد صاف
نکال لیے جاویں تو چالیسواں حصہ اُنمین سے لیا جاویگا دو قولوں میں سے صحیح تر کے بموجب اور اِس قول کے بموجب نصاب کا ہونا معتبر ہوگا اور
سال تمامی کے باب میں دو قول ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ کان کے سونے چاندی میں پانچواں حصہ واجب ہے تو اِس اعتبار سے سال کا اعتبار
نہ چاہیے اور نصاب کے باب میں دو قول ہیں اور مناسب تر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کان کو مقدار واجب میں تو مال تجارت کی زکوٰۃ میں ملاویں کیونکہ وہ
بھی ایک طرح کا مال حاصل کرنا ہے اور سال کے باب میں دفینہ والی چیزوں میں ملاویں کہ سال کا اعتبار نہ کیا جاوے اور نصاب کا بھی اعتبار
نہ کیا جاوے جیسا کہ دفینہ والی چیزوں میں نہیں کیا جاتا ہے اور احتیاط یہ ہے کہ تھوڑی کان ہو یا بہت سب میں سے خمس نکال دیا جاوے اور
خصوصاً چاندی سونے پر نہ رکھے بلکہ ایک کان کی چیز میں یہی کرے تاکہ شبہ ان اختلافوں کا مٹ جاوے کیونکہ یہ اقوال ایک دوسرے کی ضد سے
معلوم ہوتے ہیں اور یقیناً کسی پر فتوی ہو نہیں سکتا کہ مشکلیں اُنکی ملتی جلتی نہیں ایک دوسرے کے مخالف ہیں - چھٹی قسم صدقۂ فطر
ہے - اور وہ زبان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک مسلمان پر واجب ہے جسکے پاس عید فطر کے روز اور اُسکی شب میں

اسکے اور اسکے عیال کے کھانے سے زائد جنس غذا میں سے ایک صاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع سے موجود ہو اور صاع دو سیر اور دو تہائی سیر کا ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ صاع اُس پیمانے کا نام ہے جس میں ایکہزار چالیس درم ماش یا مسور آجاوے اور یہ وزن ہندوستان کے سو بھر کے سیر سے تین سیر اور آدھ چھٹانک ہوتا ہے۔ صدقہ فطر کو اُس غلہ میں سے دیوے جو آپ کھاتا ہو یا اُس سے بہتر دیوے پس اگر آپ گیہوں کھاتا ہو تو جو دینے درست نہونگے اور اگر مختلف غلہ کھاتا ہو تو سب میں بہتر دیوے اور اگر کوئی سا دے دیگا تب بھی جائز ہوگا۔ اور صدقہ فطر کی تقسیم مثل زکوۃ کی تقسیم کے ہے کہ مصرف کے سب اقسام کو پہونچانا واجب ہے اور آٹا اور بے چھنی ہوئی جنس دینی جائز نہیں۔ اور مسلمان مرد پر صدقہ اپنی زوجہ اور غلاموں اور اولاد کا اور اُن رشتہ داروں کا جنکا نفقہ اُسپر واجب ہے جیسے باپ دادا نانا نانی وغیرہ میں واجب ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اُن لوگوں کا صدقہ ادا کرو جنکا خرچ تم اُٹھاتے ہو اور مشترک غلام کا صدقہ دونوں شریکوں کے ذمہ واجب ہے اور کافر غلام کا صدقہ واجب نہیں۔ اور اگر زوجہ اپنی طرف سے آپ صدقہ دے دے تو کافی ہے اور شوہر کو اُسکی طرف سے صدقہ دینے میں اُسکی اجازت ضرور نہیں۔ اور اگر اُسکے پاس اتنا ہی کھانا زائد ہو کہ بعض کی طرف سے دے سکتا ہے تو بعض ہی کی طرف سے ادا کرے اور پہلے اُنکا دیوے جنکے نفقہ کی تاکید بہت ہو آنحضرت صلعم نے اولاد کے نفقہ کو زوجہ کے نفقہ پر مقدم فرمایا اور زوجہ کے نفقہ کو خادم کے نفقہ پر۔ یہ مسائل ہیں کہ یہ احکام فقہی ہیں کہ مالدار کو انکا پہچاننا ضروری ہے اور بعض اوقات اُسکو کچھ صورتیں نادر بھی پیش آجاتی ہیں جو ان صورتوں سے خارج ہیں تو ایسی حالت میں اُسکو چاہیے کہ علما سے فتوی لیکر اُسپر اعتماد کرے اور ان حالات کو اول یاد کرے

دوسری فصل زکوۃ کے دینے اور اُسکی ظاہری اور باطنی شرطوں کے ذکر میں اور اس میں دو بیان ہیں۔

پہلا بیان ظاہری شرطوں میں۔ واضح ہو کہ زکوۃ دینے والے پر پانچ باتوں کی رعایت واجب ہے اول نیت یعنی دل سے نیت فرض زکوۃ کے دینے کی کرلے یہ ضرور نہیں کہ مالوں کو معین کرے کہ فلاں فلاں کی زکوۃ دیتا ہوں۔ پھر اگر کوئی مال اُسکے پاس نہیں اور کہیں ہے اور یہ کہدیا کہ اگر میرا مال غائب بچا ہوا ہے تو یہ اُسکی زکوۃ ہے ورنہ صدقہ نفل ہے تو یہ جائز ہے اسلیے کہ اگر بالفرض تصریح نہ کرتا تب بھی تو یہی ہوتا۔ اور ولی کی نیت مجنون اور صغیر کی نیت کے قائم مقام ہے۔ اور بادشاہ کی نیت مالک مال کی نیت کے قائم مقام ہے جو زکوۃ نہ دیتا ہو مگر دنیا کے حکم ظاہری میں ہوگی یعنی اُسپر مطالبہ ظاہری نرہیگا لیکن آخرت کے مواخذہ سے بری نہوگا جب تک کہ از سر نو زکوۃ نہ دے۔ اور جس وقت کہ زکوۃ دینے کے لیے کسی کو وکیل کیا اور وکیل کرتے وقت نیت کرلی یا وکیل کو نیت کا بھی وکیل کردیا تو کافی ہے کیونکہ نیت کے لیے وکیل کرنا بھی نیت ہے۔ دوسری بات برس روز پورا ہونے پر جلدی کرنا ہے اور صدقہ فطر کو عید فطر کے روز سے تاخیر نہ کرے۔ اور اُسکے واجب ہونے کا وقت آخر دن رمضان کے آفتاب ڈوبنے سے ہوجاتا ہے اور پیشتر دینے کا وقت تمام ماہ رمضان ہے اور جو شخص باوجود قدرت کے مال کی زکوۃ دیر کردے تو گنہگار ہوگا اور پھر اگر اُسکا مال جاتا رہیگا اور مستحق زکوۃ کے پانے پر قادر تھا تو زکوۃ اُسکے ذمہ سے ساقط نہوگی۔ اور اگر مستحق کے نہ ملنے کی جہت سے تاخیر کی اور اس اثنا میں مال جاتا رہا تو اُسکے ذمہ سے زکوۃ ساقط ہوجاویگی۔ اور زکوۃ کا پیشتر دینا بھی جائز ہے بشرطیکہ مال نصاب کے برابر ہوگیا ہو اور سال شروع ہوگیا ہو اور دو برس کی زکوۃ پیشتر دینی بھی درست ہے اور جس صورت میں کہ زکوۃ پیشتر دے اور پھر زکوۃ لینے والا برس روز پورا ہونے سے پیشتر مرگیا یا مرتد ہوگیا یا اس مال کے سوا اور کسی مال سے غنی ہوگیا یا مالک مال کا مال جاتا رہا تو کچھ اُسنے پیشتر دیا تھا وہ زکوۃ میں شمار نہوگا اور اُسکا واپس کرنا ہو نہیں سکتا مگر اسطرح کہ دیتے وقت کہدیا ہو کہ اگر ایسا ویسا ہوگا تو واپس کرلینگے لہذا مالک مال کو انجام کا بھی لحاظ ضرور ہے دوسری یہ کہ زکوۃ واجب کا عوض باعتبار قیمت کے نہ دے بلکہ جو چیز واجب ہوئی ہو وہی دیوے یہاں تک سونے کے عوض چاندی نہ دے نہ چاندی کے عوض سونا اگرچہ قیمت بڑھا کر ہی دے۔ اور غالباً بعض لوگ جو امام شافعی رح کی غرض نہیں سمجھتے وہ اس آج میں تساہل کرتے ہیں اور مقصود دیکھ لیتے ہیں کہ فقیر کی حاجت کا روکنا ہے اور یہ بات عقل سے بہت دور ہے کیونکہ یہ صحیح ہے کہ زکوۃ دینے میں فقیر کی حاجت کا بند کرنا ہے مگر یہ کل مقصود نہیں بلکہ مقصود کا ایک ٹکڑا ہے کیونکہ شرع کے واجبات تین طرح کے ہیں ایک تو وہ ہیں کہ محض عبادات ہیں غرض اور مطلب کو نہیں کچھ

دخل

[illegible] ابوداؤد [illegible]

دخل نہین جیسے مثلاً حج مین کنکرون کو پھینکنا کہ جمرات کو کنکرون کے اُن تک پہونچنے سے کچھ غرض نہین تو اس باب مین شرع کا مقصود عمل کا شروع کرنا ہے تاکہ بندہ اپنی بندگی اور غلامی اپنے فعل سے ظاہر کرے کہ جسکے معنی کچھ سمجھ مین نہین آتے کیونکہ جسکے معنی سمجھ مین آتے ہین اُسپر تو کبھی طبیعت بھی مدد دیتی ہے اور اُسکی طرف بلاتی ہے تو اُس سے غلامی اور بندگی کا خلوص ظاہر نہوگا اسلیے کہ بندگی اُسی کو کہتے ہین کہ حرکت صرف معبود کے امر کے باعث ہوا اور کسی جہت سے نہو اور اعمال حج کے سب اسی طرح کے ہین اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احرام مین ارشاد فرمایا لبیک الخ لبحجۃ حقا تعبدا ورقاً۔ اسمین تنبیہ ہے کہ یہ احرام صرف امر کی فرمانبرداری سے بندگی کا اظہار ہے اور جسطرح حکم ہوا ہے اُسکو مان لینا ہے بدون اسکے کہ عقل کو کوئی بات اسمین سے ایسی ملی ہو جسکی طرف وہ میل کرے یا اُسپر ابھارے دوسری طرح واجبات شرع کی وہ ہے کہ اُس سے مقصود ایک غرض معقول ہو عبادت مقصود نہو جیسے قرضدار کا قرض ادا کرنا اور چھینی ہوئی چیز کا واپس کرنا ہے کہ اسمین معتبر صرف نیت اور فعل نہین بلکہ جسوقت حق حقدار کو پہونچ جاوے خواہ اصل ہو خواہ اُسکا عوض در صورت حقدار کی رضامندی کے تو واجب ادا ہو جاویگا اور شریعت کا خطاب ٹلجاویگا پس یہ دونون طور ایسے ہین کہ اُنمین ترکیب نہین اسکو سب آدمی جان سکتے ہین تیسری قسم واجبات کی مرکب ہے جس سے دونون باتین مقصود ہین کہ بندون کی غرض بھی نکلے اور مکلف کی بندگی کا امتحان بھی ہو یعنی کنکرون کے مارنے مین جو عبادت محض تھی اور حقوق کے دینے مین جو غرض نری تھی وہ دونون اسمین ایک ساتھ ہون تو یہ صورت بذات خود معقول ہے اگر شریعت اس قسم کا واجب بندہ پر مقرر فرماوے تو دونون باتون کا جمع کرنا واجب ہے اور ان دونون مین سے ظاہر تر کو دیکھکر جو مضمون عبادت نہایت باریک ہے اُسکو بھولنا نہ چاہیے اسلیے کہ کیا معلوم ہے شاید باریک تر ہی اہم ہو اور زکوٰۃ اسی قسم کا واجب ہے اور اس نکتہ پر بجز امام شافعی رح کے اور کوئی واقف نہین ہوا پس زکوٰۃ مین فقیر کی حاجت کو بند کرنا صاف بات ہے اور جلد سمجھ مین آتی ہے اور حق عبادت تفصیل وار دینے مین مقصود شرع ہے اور اسی اعتبار سے زکوٰۃ نماز اور حج کی ہمسر ٹھہری کہ ایک بناے اسلام ہے اور اسمین شک نہین کہ مالدار پر اپنے مال کی جنسون کو جدا کرنے اور ہر ایک جنس مین سے بقدر زکوٰۃ نکالنے مین اور پھر اُسکو آٹھون قسم کے مصرف پر تقسیم کرنے مین بڑی دقت ہے اور اس باب مین تساہل کرنے سے فقیر کی غرض مین تو کچھ خلل نہین مگر عبادت ہونے کے مقصود مین خلل پڑتا ہے۔ اور انواع کی تعیین سے مقصود شارع عبادت کا ہونا اُن باتون سے معلوم ہوتا ہے جنکو ہمنے فقہی مسائل کے خلافی مسائل مین بیان کیا ہے اور اُنہین سے واضح تر یہ ہے کہ شریعت نے پانچ اونٹون مین ایک بکری واجب کی ہے اسمین اونٹون سے بکری کی طرف میل کیا کچھ نقد نہ دلایا نہ قیمت کا اعتبار کیا اور اگر کوئی یہ کہے کہ نقد روپیہ عرب والون کے پاس کم ہوتا ہے اسلیے نقد کو نہین لیا تو یہ قول اُس صورت سے باطل ہوگا جو شریعت نے نقصان سن کے کسر بھرنے مین دو بکریون کے عوض مین بیس درم ذکر کیے ہین یعنی کسر بھرنے مین یہ کیون نہ کہا کہ جس قدر قیمت ناقص ہو اُس قدر لینا چاہیے بیس درم کی قید کیون لگائی اور اگر کپڑے اور اسباب سب ایک سے ہین تو دو بکریون کی قید کیا ضرور تھی غرضکہ یہ اور اس جیسی اور تخصیصون سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ بھی عبادت سے خالی نہین جیسے حج کے افعال اُنسے خالی نہین لیکن زکوٰۃ مین دو باتین اکٹھی ہین اور چونکہ ضعیف ذہن مرکب چیزون کے دریافت سے قاصر ہین اسی وجہ سے اُنہین غلطی کرتے ہین چوتھی یہ کہ صدقہ کو دوسرے شہر مین نہ لیجاوے کیونکہ ہر شہر کے مساکین وہان کے مالون کو تاکتے ہین اگر یہ وہان سے لیجاویگا تو اُنکے گمان باطل اور امیدین جھوٹھی پڑینگی پھر اگر ایسا کریگا تو ایک قول کے بموجب کافی ہوگا مگر خلاف کے شبہہ سے باہر ہوجانا اچھا ہے یعنی ہر ایک مال کی زکوٰۃ اُسی شہر مین نکالے اور وہان کے غریبون پر اُسکو تقسیم کردے پانچوین یہ کہ زکوٰۃ کے مال کے اتنے حصے کرے جتنے مصرف کے اقسام اُس شہر مین موجود ہون کیونکہ مصرف کی ساری قسمون کو پہونچانا زکوٰۃ دینے والے پر واجب ہے اور اس پر ظاہر قول خداوندی دلالت کرتا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ۔ انما الصدقات للفقراء والمساکین الخ یعنی صدقات اُن لوگون کو پہونچنے چاہیین یہ آیت ایسی ہے جیسے کوئی مریض کہے کہ میرا تہائی مال فقرا اور مساکین کے لیے ہے یہ وصیت بھی چاہتی ہے کہ مال مین دونون فریق شریک رہین اسی طرح آیت مین تمام اقسام کی شرکت مراد ہے۔ اور عبادات مین ظاہر امور پر پڑجانے سے احتراز کرنا چاہیے باطن کے مقاصد کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اب ان آٹھ قسمون مین سے دو قسمین تو اکثر شہرون مین مفقود ہین یعنی ایک تو

کہ اُنکو تالیف قلوب کے لیے دیا جاوے دوسری زکوٰۃ کے عامل اور چار قسمین تمام شہرون مین موجود ہین یعنی فقرا اور مساکین اور قرضدار اور مسافر جنکے پاس مال نہو اور دو قسمین ایسی ہین کہ بعض شہرون مین ہین اور بعضون مین نہین یعنی غازی اور مکاتب پس اگر زکوٰۃ دینے والے کے شہر مین پانچ قسمین مصرف زکوٰۃ مین سے ہون تو چاہیے کہ مال زکوٰۃ کے پانچ حصے برابر کرے اور ایک حصہ ایک قسم کا معین کر دے پھر ان پانچون حصون کے تین تین ٹکڑے یا زیادہ کرے خواہ برابر ہون یا کم و بیش اور یہ واجب نہین کہ اُن قسمون کے ہر ہر شخص کو بھی برابر دیوے بلکہ اختیار ہے کہ ایک قسم کے دس آدمیون کو دے اور دوسری کے بیس شخصون کو اور ظاہر ہے کہ انکا حصہ اول شخصون سے آدھا ہوگا مگر قسمون میں کمی بیشی نہین ہو سکتی ہر قسم مین تین آدمیون سے کم نہ کرے۔ اور اگر مقدار واجب صدقہ فطر کا ایک صاع ہو اور شہر مین پانچ قسمین مصرف کی ہون تو چاہیے کہ اس صاع کو پندرہ آدمیون کو پہونچاوے کہ ہر قسم مین سے تین ہو جاوین اور اگر باوجود امکان کے ایک کو نہ پہونچے تو اُسکا اپنے پاس سے تاوان دے پس اگر مقدار واجب کی کمی کی جہت سے اسطرح تقسیم کرنا اُسپر دشوار پڑے تو اس صورت مین چاہیے کہ جن لوگون پر زکوٰۃ واجب ہے اُنکے شریک ہو جاوے اور اپنا مال اُنکے مال مین ملا دے خواہ مستحق شخصون کو جمع کر کے اُنکے حوالہ کرے تاکہ وہ آپس مین تقسیم کر لین کیونکہ سب کو پہونچانا اُسپر ضروری ہے

دوسرا بیان زکوٰۃ کے آداب باطنی کے ذکر مین۔ جاننا چاہیے کہ طریق آخرت کے طالب کے لیے زکوٰۃ دینے مین کئی آداب ہین آداب اول زکوٰۃ کے واجب ہونے کو اور اُسکی علت کو سمجھنا اور اُسمین امتحان کی وجہ خیال کرنی اور یہ بات دریافت کرنی کہ زکوٰۃ اسلام کے ارکان مین سے کیون ہوئی باوجودیکہ یہ تصرف مالی ہے بدنی عبادت نہین اور اسکے وجوب کی تین وجہین ہین۔ اول کہ شہادت کے دونون کلمون کا بولنا توحید لازم پکڑنا اور معبود کی وحدانیت کی گواہی دینی ہے اور اُسکا اچھی طرح پورا کرنا اسطرح ہے کہ موحد کے نزدیک سواے واحد یکتا کے اور کوئی محبوب نہ ہے کیونکہ محبت شرکت کو قبول نہین کرتی اور صرف زبان سے توحید کا بولنا نافع کم ہے بلکہ درجہ محبت کا امتحان محبوب چیزون کی مفارقت سے کیا جاتا ہے اور خلائق کے نزدیک مال بہت محبوب ہے کہ دنیا کی کاربرآری کا ذریعہ وہی پڑتے ہین اور اس جہان مین انھین سے اُنکو انس رہتا ہے اور موت سے نفرت کرتے ہین باوجودیکہ موت مین ملاقات محبوب کی ہے اسلیے اپنے صادق دعوی کے ثبوت کے لیے امتحان اس محبوب چیز کا لیا گیا کہ جو شے تمہاری منظور نظر اور معشوق ہے اُسکو ہماری راہ مین دو اور اسی لیے اللہ تعالی نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ اور یہ امر جہاد سے متعلق ہے یعنی خدا تعالی کے شوق دیدار مین جان سے دست بردار ہونا اور مال سے چشم پوشی کرنی تو جان کی نسبت کرنے سہل ہے اور جب کہ مال ان کے خرچ کرنے مین یہ معنی سمجھے گئے تو اس بنا پر آدمیون کی تین قسمین ہو گئین ایک تو وہ جنھون نے توحید کو سچی طرح سے ادا کیا اور اپنے عہد کو پورا کیا اور اپنے سب مال سے دست بردار ہو گئے نہ اشرفی رکھی نہ روپیہ اور اس بات کے درپے ہی نہوے کہ اُنپر زکوٰۃ واجب ہو چنانچہ بعض اکابر سے کسی نے سوال کیا کہ دو سو درہم مین زکوٰۃ کتنی واجب ہے اُنھون نے فرمایا کہ عوام پر تو شرع کے حکم سے پانچ درم واجب ہین لیکن ہم لوگون پر سب کا دینا واجب ہے اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صدقہ کی فضیلت بیان فرمائی تو حضرت ابوبکر صدیق نے اپنا سب مال دے ڈالا اور حضرت عمر رضہ نے نصف مال دیا اور حضرت ابوبکر صدیق سے جو آنحضرت صلعم نے پوچھا کہ تمنے اپنے گھروالون کے لیے کیا چھوڑا تو فرمایا کہ اللہ اور اُسکا رسول اور حضرت عمر رضہ سے پوچھا کہ تمنے کیا چھوڑا عرض کیا کہ اتنا ہی گھروالون کے لیے چھوڑا ہے جتنا حاضر خدمت کیا ہے آپنے فرمایا کہ تم دونون مین اتنا ہی فرق ہے جتنا تم دونون کے دونون کلمون مین ہے غرضکہ حضرت صدیق رضہ نے تمام صدق کو پورا کیا کہ اپنے پاس سواے محبوب یعنی اللہ اور اُسکے رسول کے اور کچھ نہ چھوڑا۔ دوسری قسم وہ لوگ ہین جنکا درجہ اُنکے درجہ سے کم ہے اور وہ لوگ اپنے مال کو روکتے ہین اور حاجت کے وقتون اور خیرات کے موسمون کو تاکتے رہتے ہین غرضکہ جمع کرنے سے انکا قصد یہ ہوتا ہے کہ بقدر حاجت خرچ کرین عیش مین نہ اُڑاوین اور جو کچھ حاجت سے بچ رہے اُسکو نیک راہ مین جب موقع ملے دے ڈالین اور یہ لوگ صرف مقدار زکوٰۃ پر قناعت نہین کرتے بلکہ اُسکے سوا اور صدقات بھی دیتے ہین۔ اور کبھی

اور شعبی اور عطاء اور مجاہد جیسے علماء کی یہ راے ہو کہ مال مین زکوٰۃ کے سوا اور حقوق بھی ہین چنانچہ شعبی سے جب پوچھا گیا کہ مال مین زکوٰۃ کے سوا کوئی اور حق بھی ہو تو فرمایا کہ ہان اور بھی ہو کیا تو نے نہین سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى الآیہ- اور ان علما کا استدلال اس آیت سے بھی ہو وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ- اور اس سے وَأَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ- اور کہتے ہین کہ یہ آیتین آیت زکوٰۃ سے منسوخ نہین ہوئی ہین بلکہ مسلمانون کا حق جو ایک دوسرے پر ہو اُسمین داخل ہین اور انکے معنی یہ ہین کہ توانگر آدمی جب کسی محتاج کو پاوے تو اُسپر واجب ہو کہ اُسکی حاجت کو مال زکوٰۃ کے سوا اسسے دور کرے- اور جو امر کہ فقہ مین اس باب مین درست ہو وہ یہ ہو کہ جب حاجت سے آدمی کی جان پر آبنے تو اُسکا دُور کرنا اورون پر فرض کفایہ ہو اسلیے کہ مسلمان کا تلف کرنا درست نہین مگر ہو سکتا ہو کہ یون کہا جاوے کہ دولت والے پر صرف اتنا واجب ہو کہ جسقدر سے محتاج کی حاجت دُور ہو وہ اُسکو قرض دے دے ویسے ہی دے ڈالنا جس صورت مین کہ زکوٰۃ اپنے ذمہ سے ادا کر چکا ہو لازم نہین اور یہ بھی کہ سکتے ہین کہ اُسپر لازم ہو کہ فی الحال اُسکو خرچ دے ڈالے قرض دینا درست نہین بہرحال اس مسئلہ مین اختلاف ہو لیکن قرض دینے کی صورت سب سے اخیر درجہ کی طرف اُترنا ہو جو عوام کے درجات مین سے ہو- اور تیسری قسم بھی وہی ہو یعنی تیسری قسم ایسے لوگ ہین کہ صرف واجب کے ادا کر دینے پر اکتفا کرتے ہین نہ اُسپر بڑھاتے ہین نہ اُس سے گھٹاتے ہین اور یہ مرتبہ سب مراتبون سے کم ہو اور عوام سب کے سب اسی پر کفایت کرتے ہین اسوجہ سے کہ مال پر مائل اور بخیل ہوتے ہین اور آخرت کی محبت اُنکو کم ہوتی ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو إِنْ يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا- یعنی اگر تم سے مال مانگے اور مبالغہ کرے تو تم بخل کرو پس اُس بندے مین جس سے اللہ تعالیٰ نے مال اور جان جنت کے عوض مین خرید لی ہو اور اُسمین کہ جسپر بخل کے باعث مبالغہ نہ کیا جاتا ہو بہت فرق ہو- حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو بندون کو مالون کے صرف کرنے کو حکم کیا ہو اُسکی ایک وجہ تھی جو اوپر مذکور ہوئی- دوسری وجہ صفت بخل سے پاک کرنے کی ہو کہ یہ صفت مہلکات مین سے ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ شُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہو وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ- جلد سوم مہلکات مین ہم اسکے مہلک ہونے کی وجہ اور اُس سے نجات کی صورت بیان کرینگے- اور ظاہر ہو کہ بخل کی صفت اسی طرح دُور ہوتی کہ آدمی مال کے دے ڈالنے کا عادی ہو کیونکہ کسی چیز کی محبت جدا نہین ہوتی جب تک کہ نفس کو اُسکی مفارقت پر زور نہ دیا جاوے یہان تک کہ اُس جدا ہونے کا خوگر ہو جاوے اور اس وجہ کے اعتبار سے زکوٰۃ پاک کرنے والی ہو یعنی زکوٰۃ دینے والے کو بخل کی ناپاکی سے جو مہلک ہو پاک کر دیتی ہو اور اُسکا پاک کرنا اُسی قدر ہو گا جسقدر آدمی کو دینے سے خوشی اور اللہ تعالیٰ کی راہ مین صرف کرنے سے راحت ہوگی تیسری وجہ شکر نعمت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بندہ پر خود اُسمین اور اُسکے مال مین دونون مین ہو پس عبادات بدنی نعمت بدن کا شکر ہو اور مالی نعمت مال کا اس صورت مین وہ شخص بہت خسیس ہو جو فقیر کو دیکھے کہ اُسپر روزی تنگ ہو اور اپنا محتاج ہو کر آیا ہو اور باوجود اسکے اسکا نفس گوارا نہ کرے کہ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ مجکو سوال سے غنی کیا اور دوسرے کو میرا دست نگر بنایا اور چالیسوان حصہ خواہ دسوان نہ نکالے بلکہ بس نعمت کا شکر نہ ضرور چاہیے ۔

نہ خواہندہ بر در دیگران ✽ بشکرانہ خواہندہ از در مران ✽

دوسرا ادب ادا کے وقت مین ہو ارباب دین کے آداب مین سے ہو کہ وقت وجوب سے پیشتر ہی زکوٰۃ ادا کرین تاکہ معلوم ہو کہ حکم خدا کی تعمیل کی رغبت رکھتے ہین اور فقرا کے دلون کو آسایش پہونچے اور زمانہ کے موانع سے بے خوف رہین تاکہ معلوم خیرات مین کچھ ہرج نہ پڑ جاوے اور یہ بھی وہ جانتے ہین کہ تاخیر مین بہت سی آفتین ہین ایک یہ ہو کہ اگر وقت وجوب سے تاخیر ہو جاوے تو گنہگار ہو نا پڑیگا پس جبکہ باطن مین خیر کا باعث ظاہر ہو تو آدمی کو چاہیے کہ اُسکو غنیمت جانے کیونکہ یہ فرشتے کا آثار ہو اور مومن کا دل خدا تعالیٰ کی دو انگلیون کے درمیان مین ہو اُسکو پلٹتے دیر نہین لگتی علاوہ ازین شیطان مفلسی کا خوف دلاتا ہو اور فحش اور منکرات کا حکم کرتا ہو اور ہر فرشتے کے آثار سے پیچھے اُسکا آثار اول پر ہوتا ہو تو سبب خیر کے دل مین گذرنے کو غنیمت جانے اور اگر کسی خاص مہینے مین اکٹھی زکوٰۃ دیا کرتا ہو تو زکوٰۃ کو اُس مہینے کے لیے معین کرکے رکھ چھوڑے اور اس باب مین کوشش کرنی چاہیے کہ زکوٰۃ دینے کا وقت افضل وقتون مین سے ہو تاکہ قربت بھی اسکے باعث زیادہ ہو اور زکوٰۃ بھی

دو چند ہو جاوے مثلاً ماہ محرم مین دیوے کہ یہ سال کا شروع مہینہ ہی اور حرام مہینون مین سے ہی یا رمضان مین زکوٰۃ نکالے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ مین سب سے زیادہ سخاوت کرتے تھے اور آندھی کی طرح ہوتے تھے کہ کوئی چیز گھر مین نہ چھوڑتے تھے اور رمضان مین شب قدر کی بھی فضیلت ہی اور قرآن اسمین نازل ہوا ہی اور مجاہد رح کہا کرتے کہ رمضان مت کہو کہ یہ ایک نام خداے تعالی کا ہی بلکہ شہر رمضان کہا کرو اور ماہ ذیحجہ بھی بہت فضیلت رکھتا ہی کہ حرام مہینون مین سے ہی اور اسمین حج اکبر ہوتا ہی اور ایام معلومات یعنی پہلا عشرہ اسمین ہی اور ایام معدودات یعنی تشریق کے دن ہین وہ بھی اسمین ہین اور ماہ رمضان کے دنون مین سے بہتر پچھلے کے دس روز ہین اور ماہ ذیحجہ کے دنون مین سے اول کے دس روز

تیسرا ادب زکوٰۃ کو پوشیدہ دینا ہی کہ نمود اور شہرت اور ریا سے دور رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین افضل الصدقۃ جہد المقل الی فقیر فی سر - اور بعض علما نے کہا ہی کہ تین چیزین خیرات کے خزانون مین سے ہین انمین سے ایک صدقہ کا پوشیدہ دینا ہی اور ایک حدیث مسند مین بھی یہ مضمون مروی ہی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کوئی کام خفیہ کرتا ہی تو اللہ تعالی اسکو خفیہ مین ارقام فرماتا ہی پھر اگر وہ اسکو ظاہر کرتا ہی تو اللہ تعالی اسکو خفیہ کے دفتر سے ظاہر مین نقل کر دیتا ہی اور اگر وہ شخص اس عمل کو کسی اور سے کہتا ہی تو خفیہ اور ظاہر دونون کے دفتر مین سے اسکو دور کرکے ریا مین لکھ لیتا ہی - اور حدیث مشہور مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ سات آدمی ایسے ہین کہ اللہ تعالی انکو اس روز سایہ مین رکھیگا جس روز کہ کوئی سایہ بجز اسکے عرش کے سایہ کے نہوگا انمین سے ایک شخص وہ ہی کہ اسنے کوئی صدقہ دیا ہو اور اسکے بائین ہاتھ کو خبر نہوئی ہو کہ اسکے داہنے نے دیا ہی - اور ایک حدیث مین ہی کہ صدقۃ السر تطفی غضب الرب - اور اللہ تعالی فرماتا ہی وان تخفوہا وتؤتوہا الفقراء فہو خیر لکم - اور پوشیدہ دینے کا فائدہ ریا اور شہرت کی آفت سے چھوٹنا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ خداے تعالی شہرت والے اور ریاکار اور منت رکھنے والے سے قبول نہین فرماتا - اور جو شخص اپنے صدقہ کو کہتا پھرتا ہی وہ شہرت کا طالب ہی اور جو لوگون کے مجمع مین دیتا ہی وہ ریا کا خواہان ہی اور پوشیدہ دینا اور چپ رہنا ان دونون آفتون سے بچاؤ ہی اور بعض اکابر نے پوشیدہ خیرات کرنے مین بہت مبالغہ کیا ہی یہان تک کہ اس باب مین کوشش کی کہ لینے والا دینے والے کو نہ پہچانے اسکے لیے بعض آدمی تو اندھے کے ہاتھ مین خیرات ڈال دیتے ہین اور بعض فقیر کے رستہ مین اور اسکے بیٹھنے کی جگہ مین پھینک دیتے تھے ایسی طرح کہ وہ چیز کو دیکھے اور دینے والے کو نہ دیکھے اور بعض سوتے ہوئے فقیر کے پلہ مین باندھ دیتے تھے اور بعض دوسرے شخص کے ہاتھون فقیر کے پاس پہونچا دیتے تھے کہ اسکو دینے والے کا حال نہ معلوم ہو اور درمیانی شخص اسکا حال پوشیدہ رکھتا تھا اور وہ درمیانی سے کہہ بھی دیتا تھا کہ ظاہر مت کرنا اور یہ سب اس لیے تھا کہ خداے تعالی کے غصہ کو بجھانے کا ذریعہ پیدا کرین اور شہرت اور ریا سے بچے رہین - اور جب ایسی صورت ہو کہ بدون ایک شخص کے معلوم کیے خیرات کا دینا نہو سکے تو بہتر ہی کہ وہ ایک وکیل کو سپرد کر دے کہ وہ مسکین کو حوالہ کرے اور اسکو خبر نہو کہ کسنے دیا اس لیے کہ مسکین کے پہچاننے مین ریا اور احسان دونون ہین اور درمیانی کے جاننے مین صرف ریا ہی ہوگی تو دو باتین تو نہونگی اور جس صورت مین کہ دینے والے کو شہرت مقصود ہو تو اسکا عمل لغو ہو جاویگا کیونکہ زکوٰۃ بخل کے دور کرنے اور مال کی محبت کم کرنے کو ہی اور جاہ کی محبت بہ نسبت مال کی محبت کے نفس پر زیادہ چھائی ہی - اور آخرت مین ان دونون مین سے ہر ایک وبال ہی کہ بخل کی صفت قبر مین بشکل گزندہ بچھو کے متشکل ہوگی اور ریا کی صفت سانپ کی سی ہوگی اور آدمی کو ان دونون چیزون کے شکستہ کرنے کا خواہ مار ڈالنے کا حکم ہی تاکہ انکی اذیت بالکل نہو یا کمتر ہو پس جب کہ قصد ریا اور شہرت کا کریگا تو گویا بچھو کے بعض اجزا کو سانپ کی غذا بنا دیگا تو ظاہر ہی کہ جس قدر بچھو کم زور ہوگا اسی قدر سانپ زور آور ہوگا اس تو اگر ویسا ہی رہنے دیتا تو اسپر آسان ہوتا - اور ان صفات کی خواہش کے خلاف عمل کرنے سے یہ غرض کہ اسمین یہ فائدہ ہی کہ سبب بخل کے تو خلاف کرے اور بسبب ریا کی اطاعت کرے اس سے تو ادنی چیز کم زور ہو جاویگی اور قوی کو اور زیادہ قوت ہوگی اور قریب ہی کہ جلد سوم مہلکات مین ان امور کے اسرار آوینگے -

چوتھا ادب یہ ہی کہ جہان جانے کہ میرے ظاہر مین زکوۃ دینے سے اور لوگون کو ترغیب ہوگی اور میرا اتباع کرینگے تو وہان ظاہر دیوے اور اس صورت مین ریا سے آدمی کے بچنے کا طریق وہ ہی جسکو ہم نے باب الریا مین علاج ریا کا ذکر کیا ہی اور ظاہر دینے کے باب مین اللہ تعالی فرماتا ہی اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا ہِیَ۔ یہ اُسی جگہ کے لیے ہی کہ حال مقتضی ظاہر دینے کا ہو یا دوسرون کی اقتدا کے لیے یا اسلیے کہ سائل نے مجمع مین سوال کیا ہی تو زیبا کے ڈر کے مارے ظاہر مین تصدق کرنے کو چھوڑنا نچاہیے بلکہ خیرات کرنی چاہیے اور اپنے باطن کو حتی الوسع ریا سے محفوظ رکھنا چاہیے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ ظاہر دینے مین ایک اور خرابی بھی ہی سوا ے احسان اور ایذا کے اور وہ فقیر کے پردہ کو پھاڑنا ہی کیونکہ اکثر سائل کو اس بات سے ایذا ہوتی ہی کہ کوئی اُسکو محتاج کی صورت مین دیکھے پس جبکہ خود اُسنے اپنے پردہ کو خیال نہ کیا اور ظاہر سوال کیا تو یہ تیسری خرابی اُس شخص کے حق مین ممنوع نہین اسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی فسق چھپا کر کرتا ہو کہ اُسکا ظاہر کرنا اور سراغ لگانا اور رغبت کرنی ممنوع ہی مگر جو شخص خود فسق کو ظاہر کرے تو ایسے کے فسق کو ظاہر کرنا اُسکی سزا ہی مگر اُسکا سبب وہ خود ہی ہوا اور اسی جیسی وجہ سے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی کہ مَنْ اَلْقٰی جِلْبَابَ الْحَیَاءِ فَلَا غِیْبَۃَ لَہٗ۔ اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنَاہُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً۔ اس آیت مین علانیہ دینے کے لیے بھی ارشاد فرمایا اسوجہ سے کہ اسمین اورون کی ترغیب کا فائدہ ہی غرضکہ آدمی کو چاہیے کہ ظاہر دینے مین جو فائدہ ہی اُسکو اس خرابی سے جو اسمین لازم آتی ہی فکر دقیق سے سوچ لے اسلیے کہ یہ امر احوال اور اشخاص کے مختلف ہونے سے اور کا اور ہو جاتا ہی یہان تک کہ بعض اوقات کے حالات مین بعض شخصون کو ظاہر دینا ہی بہتر ہو جاتا ہی اور جو شخص کہ فائدون اور خرابیون کو معلوم کرلے اور شہرت کی نظر سے قطع نظر کرے اُسکو ہر حال مین واضح ہو جاویگا کہ بہتر اور لائق کونسی طرح کا دینا ہی۔

پانچوان ادب یہ ہی کہ اپنے صدقہ کو من و اذی سے باطل نہ کرے اللہ تعالی فرماتا ہی لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی۔ اور ان دونون لفظون کی حقیقت مین لوگون نے اختلاف کیا ہی بعض کا یہ قول ہی کہ من کے معنی ہین کہ صدقہ کا ذکر کرے اور اذی سے یہ مراد ہی کہ اُسکو ظاہر کرکے دیوے اور سفیان ثوری رح نے فرمایا ہی کہ جو شخص من کرتا ہی اُسکا صدقہ بیکار ہو جاتا ہی اُنسے کسی نے دریافت کیا کہ من کسطرح ہی فرمایا کہ اُسکو ذکر کرے اور لوگون سے کہے۔ اور بعضون نے کہا ہی کہ من سے مراد یہ ہی کہ صدقہ کے عوض مین فقیر سے خدمت لیوے اور اذی یہ ہی کہ اُسکو فقیری کا ننگ دلاوے اور کچھ کہتے ہین کہ من یہ ہی کہ فقیر پر اپنے دینے کی جہت سے تکبر کرے اور اذی یہ ہی کہ اُسکو زجر و توبیخ سوال پر کرے۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالی منت رکھنے والے کا صدقہ قبول نہین فرماتا۔ اور میرے نزدیک یہ ہی کہ من کی ایک جڑ اور بنا ہی جو دل کے احوال اور صفات مین سے ہی پھر اُس سے زبان اور اعضا پر احوال متفرع ہوتے ہین پس اصل اُسکی یہ ہی کہ اپنے آپ کو سمجھے کہ مین نے فقیر پر احسان اور انعام کیا حالانکہ اُسکو سمجھنا چاہیے تھا کہ فقیر نے مجھپر احسان کیا کہ اللہ تعالی کا حق مجھ سے وصول کرلیا جس سے میری طہارت اور دوزخ سے نجات ہوگی اگر بالفرض وہ قبول نہ کرتا تو میرا گلا اُسکا حق مین پھنسا رہتا تو زیبا یہ تھا کہ فقیر کا احسان اپنے اوپر خیال کرے کہ فقیر نے اپنا ہاتھ خدا تعالی کے حق کے وصول کرنے کے لیے اُسکی طرف سے قائم مقام کردیا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ صدقہ بیشتر اس سے کہ سائل کے ہاتھون مین پہونچے خدا تعالی کے ہاتھ مین پڑتا ہی تو یون سمجھنا چاہیے کہ مین اللہ تعالی کا حق دیتا ہون اور فقیر جو اُسکو لیتا ہی وہ خدا تعالی سے اپنا رزق لیتا ہی مگر پہلے یہ مال خدا تعالی کا ہو جاتا ہی پھر فقیر کو ملتا ہی اگر بالفرض کسی شخص کا اس مالدار کے ذمہ قرض ہوتا اور قرضخواہ اُس سے کہدیتا کہ یہ قرض میرے خادم یا غلام کو دیدینا اور اُس خادم اور غلام کا خورد و نوش اُس قرضخواہ کے ذمہ ہوتا تو اب یہ شخص اگر یہ خیال کرتا کہ مین اس غلام یا خادم پر احسان کرتا ہون تو اُسکی حماقت اور جہالت تھی کیونکہ اُسپر احسان تو وہ کرتا ہی جو اُسکے خورد و نوش کا کفیل ہی یہ شخص تو اُسکا وہ قرض ادا کرتا ہی جو اُسکے ذمہ کسی محبوب چیز کے لینے کی جہت سے ہوا ہی پس قرض کا ادا کرنا اپنے حق مین فائدہ کرتا ہی نہ دوسرے پر احسان جتانا۔ اور جب وہ تین وجہین جو ہمنے زکوۃ کے وجوب مین ذکر کی ہین آدمی معلوم کرلے یا اُنمین سے ایک سمجھ لے تو پھر اپنے آپ کو دوسرے پر احسان کرنے والا نہ جانیگا بلکہ یہی سمجھیگا کہ خود

اپنے نفس پر احسان کرتا ہون یعنی مال کو خواہ خداے تعالیٰ کی محبت ظاہر کرنے کے لیے دیتا ہون یا اپنے نفس کو بخل کی بُرائی سے پاک کرنے کے لیے یا مال کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے دیتا ہون کہ خداے تعالیٰ اور زیادہ دیوے اور ان تینون صورتون مین اسکے اور فقیر کے درمیان مین کوئی معاملہ نہین تاکہ یہ سمجھے کہ مین فقیر پر احسان کرتا ہون --- اور جب اس اصل سے جاہل ہوتا ہی اور اپنے آپ کو فقیر پر محسن سمجھتا ہی تب اُسکے ظاہر پر اس سے دو باتین متفرع ہوتی ہین جو مَن کے معنون مین مذکور ہوئی ہین یعنی صدقہ کا ذکر کرنا اور ظاہر کرنا اور فقیر سے اُسکا بدلہ چاہنا کہ شکر گزار اور دعا گو ہو اور خدمت اور تعظیم کرے اور حقوق بجا لاوے اور مجلسون مین آگے بٹھلاوے اور کامون مین پیروی کرے کہ یہ سب امور منت کے ثمرے ہین اور منت کے معنی باطن مین وہی ہین جو ہم لکھ چکے ہین -- اور اذی کے معنی تو ظاہر مین تو جھڑکی اور عیب لگانے اور درشت کلامی اور ترشروئی اور ظاہر دینے سے پردہ دری اور فقیر کے ساتھ اقسام سبکی کے کاربند ہونے کے ہین مگر باطن مین جو اسکا منشا ہی وہ دو باتین ہین اول مال پر سے ہاتھ اُٹھانے کو بُرا جاننا اور نفس پر اُسکا سخت گذرنا کہ خلق کو یہ بہت دشوار ہوا کرتا ہی - دوم اپنے آپ کو یہ سمجھنا کہ مین فقیر سے بہتر ہون یہ شخص اپنی حاجت کے سبب سے مجھ سے رتبہ مین کم ہی اور ان دونون باتون کا منشا جہالت ہی مثلاً مال کے دینے کو بُرا جاننا خالی از حماقت نہین کیونکہ جو کوئی ہزار کے عوض مین ایک درم کے دینے کو بُرا جانے تو اُس سے زیادہ احمق کون ہوگا اور ظاہر ہی کہ مال خداے تعالیٰ کی رضا جوئی اور ثواب اخروی کے لیے دیا کرتے ہین تو یہ چیزین مال کی نسبت کہین اشرف ہین یہ مال کو بخل کی بُرائی سے دُور کرنے کو دیتا ہی یا نزول نعمت کے لیے بوجہ شکر کے ادا کرتا ہی بہر حال انہین سے کوئی سی وجہ ہو بُرا معلوم کرنے کی کوئی صورت نہین اور دوسری بات بھی جہالت ہی اسلیے کہ اگر آدمی فقیری کا فضل تونگری کی نسبت کر معلوم کرے اور تونگرون کے خطر کو پہچانے تو کبھی فقیر کو حقیر نہ جانے بلکہ اسکو متبرک سمجھے اور اُسکے رتبہ کی تمنا کرے کیونکہ تونگرون مین سے نیکبخت آدمی فقیرون سے پانسو برس بعد جنت مین داخل ہونگے اور اسیوجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ہم الاخسرون ورب الکعبۃ حضرت ابو ذرؓ نے پوچھا کہ وہ کون ہین فرمایا کہ ہم الاکثرون اموالاً یعنی جن لوگون کے پاس مال بہت ہی پھر فقیر کو کیسے حقیر جانتا ہی جسکے لیے خداے تعالیٰ نے اسکو مسخر کر رکھا ہی یعنی مالدار اپنی کوشش سے مال کماتا ہی اور اُسکو محنت کرکے بڑھاتا ہی اور حفاظت کرتا ہی پھر اُسپر لازم کر دیا گیا ہی کہ فقیر کو بقدر حاجت دے ڈالے اور زائد حاجت سے اُسکو نہ دے جسکے دینے سے اُسکو ضرر ہو پس اس صورت مین مالدار فقیر کی روزی کے کمانے کے لیے کاروبار کرتا ہی اور فقیر سے اس بات مین جدا ہی کہ لوگون کے حقوق اپنی گردن پر لیتا ہی اور مشقتین بہت سی اُٹھاتا ہی اُن زوائد کی حفاظت مرتے دم تک کرتا ہی یہان تک کہ بعد کو اُسکے دشمن اُس مال کو کھاتے ہین پس جب آدمی کے دل سے بُرائی دینے کی نکلجاوے اور بُرائی کے بدلے خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ نے توفیق واجب کے ادا کرنے کی دی اور فقیر کو بھیجدیا جسکو مال حوالہ کرکے اُسکے حق سے ادا ہوا اور فقیر نے اُسکو قبول بھی کر لیا تو اس صورت مین اذی اور جھڑکی اور ترشروئی کچھ بھی نہ رہیگی بلکہ فقیر کو دیکر خوش ہوگا اور اُسکی تعریف کریگا اور اُسکا احسان مانیگا - اب اگر یہ کہو کہ منشا منّ اور اذی کا تمنے یہ بتایا کہ آدمی اپنے آپ کو محسن خیال کرے اور یہ ایک باریک امر ہی اسکی کوئی پہچان بھی ہی جس سے معلوم ہو کہ دینے والے نے اپنے نفس کو محسن نہین سمجھا تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہان اسکی علامت باریک اور صاف ہی اور وہ یہ ہی کہ فرض کر لے کہ اس فقیر نے اُسکا کچھ نقصان کر دیا یا اُسکے کسی دشمن سے جا ملا پھر دیکھے کہ دینے کے پیشتر اگر ایسی صورت ہوتی اور طبیعت کو بُری معلوم ہوتی اتنی ہی بُرائی اب بھی ہی یا کچھ زیادہ ہی اگر زیادہ ہو تو صدقہ مذکور مین کچھ نہ کچھ میل منت کا ضرور ہی اسلیے کہ اُسنے اس صدقہ کے سبب سے اُس بات کی توقع کی جسکی توقع اُسکو اس صدقہ سے پیشتر نہ تھی - اور یہ امر ایسا باریک ہی کہ کسی کا دل اس سے خالی نہین ہوتا اور اسکا علاج ایک ظاہری ہی اور ایک باطنی دواے باطنی تو اُن حقیقتون کا معلوم کرنا ہی جنکو ہمنے وجہ کی وجہون مین لکھا ہی اور اس بات کو جاننا کہ فقیر ہمپر احسان کرتا ہی کہ ہماری دہش کو قبول کرکے ہمکو پاک کرتا ہی - اور دوا ظاہری یہ ہی کہ دینے والا ایسے فعل کرے جیسے کوئی ممنون شخص کیا کرتا ہی کیونکہ جو افعال اعضا سے صادر ہوتے ہین وہ جسطرح کے اخلاق کے ہوتے ہین دل کو انہین کا رنگ چڑھا دیتے ہین

چنانچہ اسکے اسرار اس باب کے نصف اخیر مین مذکور ہونگے۔ اور اسی وجہ سے بعض اکابر صدقہ کو فقیر کے سامنے رکھکر اپنے آپ کھڑے رہتے اور فقیر سے التجا اسکے قبول کرنے کی کرتے یہانتک کہ خود اسکے سامنے سائلون کی صورت بناتے اور فقیر کا اپنے پاس آنا اچھا نہ جانتے بلکہ خود فقیر کے پاس جاکر دینے کو نہایت مناسب سمجھتے۔ اور بعض اکابر ہاتھ پر صدقہ رکھکر فقیر کے سامنے ہتھیلی پھیلا دیتے تاکہ فقیر اسکو اٹھالے اور اوپر ہاتھ فقیر ہی کا رہے۔ اور حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضہ جب کچھ خیرات کسی فقیر کے پاس بھیجتین تو قاصد سے کہدیتین کہ جو کچھ فقیر دعا کے کلمات کہے وہ یاد کرلینا جب وہ آکر بیان کرتا تو وہی کلمات آپ بھی کہدیتین اور فرماتین کہ دعا کا بدلہ دعا اسلیے ہمنے کیا کہ ہمارا صدقہ بچا رہے۔ غرضکہ اول کے لوگ فقیر سے دعا کی توقع نہ رکھتے تھے اسلیے کہ دعا بھی ایک مکافات کا سا طور ہے اور اگر کوئی انکے لیے دعا کرتا تھا تو اسکے بدلہ مین ویسی ہی دعا اسکے لیے خود کردیا کرتے تھے حضرت عمر رضہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ نے ایسا ہی کیا ہے غرض ارباب دل اپنے دلون کا علاج ایسا کیا کرتے تھے اور ظاہر کی رو سے بجز ان اعمال کے جو تواضع اور ذلت پر دلالت کرتے ہین اور فقیر کی طرف سے احسان کا ماننا انسے معلوم ہوتا ہے اور کوئی علاج نہین اور باطن کے اعتبار سے ان امور کا جاننا جنکو ہم ذکر کرچکے ہین وہ دو عمل کی رو سے ہے اور یہ علم کی رو سے اور دل کا علاج ایسی ہی تدبیر سے ہوتا ہے جو مرکب علم اور عمل دونون ہو اور زکوٰۃ مین من اور اذی کے نہونے کی شرط قائم مقام نماز کے اندر خشوع کرنے کے ہے چنانچہ دونون باتین حدیث شریف سے ثابت ہین نماز کے باب مین ارشاد ہے لیس للمرء من صلوٰتہ الا ما عقل۔ اور زکوٰۃ مین فرمایا لا یقبل اللہ صدقۃ منان اور خداتعالی ارشاد فرماتا ہے لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی لیکن فقیہ کا فتوی کہ زکوٰۃ ادا ہوگئی اور آدمی اس سے بری الذمہ ہوا گو ہمارے بیان سے یہ شرط مفقود ہو تو یہ دوسری بات ہے جسکی غرض کی طرف باب الصلوٰۃ مین اشارہ کیا ہے

چھٹا ادب یہ ہے کہ اپنی دہش کو کم جانے اسلیے کہ اگر بہت جانیگا تو عجب کریگا اور عجب مہلک چیزون مین سے ہے اور اعمال کو باطل کرتا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا۔ اور کہتے ہین کہ طاعت جس قدر چھوٹی جانی جاوے وہ خداتعالی کے نزدیک بڑی ہوگی اور معصیت کو جتنا بڑا جانو خداتعالی کے نزدیک چھوٹی ہوگی اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ خیرات کرنی بدون تین چیزون کے پوری نہین ہوتی اول اسکو چھوٹا جاننا دوم جلد ادا کرنا سوم چھپا کردینا اور خیرات کو زیادہ جاننا من اور اذی کے سوا تیسری بات ہے اسلیے کہ اگر بالفرض اپنے مال کو مسجد یا سرائے کے بنانے مین صرف کرے تو ممکن ہے کہ اسکو زیادہ اور بڑا سمجھے مگر اس صورت مین من اور اذی ممکن نہین۔ بلکہ عجب اور بڑا جاننا سب عبادتون مین چلتا ہے اور اسکی دوا علم اور عمل دونون ہین علم تو اسطرح کہ یہ جانے کہ دسوان یا چالیسوان حصہ سب مین سے نہایت کم ہے اور جو درجے خیرات کرنے کے ہین جنکو ہم وجوب زکوٰۃ کی وجہون مین لکھ آئے ہین انمین سے یہ بہت خسیس درجہ ہے پس مناسب یہ ہے کہ اس خسیس درجہ پر قناعت کرنے سے حیا کرے نہ کہ اپنی خیرات کو بڑا جانے اور اگر اوپر کے درجہ پر ترقی کرجاوے یعنی اپنا کل مال یا اکثر خدا کی راہ مین دے ڈالے تو ایسے شخص کو یہ سوچنا چاہیے کہ مال میرے پاس کہان سے آیا اور کس چیز مین اسے صرف کرتا ہون کیونکہ مال تو خداتعالی کا ہے اور اسکا احسان ہے کہ بندہ کو وہ مال دیا پھر توفیق اسکے خرچ کرنے کی دی تو خداتعالی کے حق مین کچھ دیکر بڑا جاننا نہ چاہیے کہ وہ تو اسی کا ہے اور اگر مال کو اس نظر سے دیا کہ ثواب آخرت ملے تو جسکے بدلہ مین بہت سے دوگنے چوگنے پاویگا اسکو بڑا کیون جانتا ہے۔ اور عمل یہ ہے کہ صدقہ کو شرمندہ ہوکر دیوے کہ بقیہ مال کو روک رکھا اور خداتعالی کی چیز کو اسکی راہ مین اپنے سے بخل کیا اور انکسار اور خجالت ایسی صورت پر ہو جیسے کسی کے پاس کوئی امانت رکھ جاوے اور وہ شخص اسکے واپس دینے کے وقت کچھ تو ہٹا دے اور کچھ اپنے پاس رہنے دے کیونکہ مال سب کا سب خداتعالی کا ہے اور سب کا دے ڈالنا اللہ تعالی کو زیادہ پسند ہے اور سب کے دینے کا اسلیے بندہ کو حکم نہین کیا کہ اسکے بخل کے باعث اسپر دشوار گذرتا چنانچہ خود فرمایا فیحفکم تبخلوا یعنی اگر مبالغہ کرے اور حکم دے کہ سب مال کو خرچ کرڈالو تو تم بخل کرو اور برضا اور خوشی سے نہ دو۔

ساتوان ادب یہ ہے کہ اپنے مال مین صدقہ کے لیے بہت عمدہ اور پاکیزہ چھانٹے اسلیے کہ اللہ تعالی پاک ہے اور پاک ہی مال کو قبول کرتا ہے اور جب مال مین شبہہ کا ہوگا تو عجب نہین کہ وہ اسکی ملک ہی نہو تو اپنے موقع پر نہوگا۔ اور ابان رضہ حضرت انس رضہ سے راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوشی ہے اسکو جو اپنے اس مال مین سے دیوے جسکو بدون معصیت کمایا ہو۔ اور اگر مال صدقہ عمدہ مال نہوگا تو یہ بے ادبی ہے کہ اپنے یا اپنے گھر والون اور خادم کے لیے تو

اچھا رکھے اور خدا تعالیٰ پر اور ون کو ترجیح دے اگر بالفرض اپنے مہمان سے کوئی اسطرح پیش آوے کہ خراب کھانا اُسکے سامنے رکھدے تو ظاہر ہو
کہ مہمان اُسکا دشمن ہو جاویگا اور یہ وہ صورت ہے کہ آدمی صدقہ دینے مین خدا تعالیٰ کا خیال کرے اور جس صورت مین کہ اپنے نفس کے لیے اور
ثواب اُخروی کے لحاظ سے دیوے تب تو صاف بات ہے کہ کوئی عاقل دوسرے کو اپنے نفس پر ترجیح نہین دیتا اور اسکا مال اسی قدر ہوگا جتنا کہ
دیدے اور باقی رکھے یا کھا کر فنا کر دے اور جس مال کو کھاتا ہے اُسمین سر دست کی ادا سے حاجت ہے اور یہ عقل کی بات نہین کہ سر دست پر نظر کرے اور ذخیرے کا دھیان نہ کرے علاوہ ازین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا
الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ یعنی ایسی چیز مت دو جسکو تم بدون کراہت اور حیلے کے نہ لو اور یہی معنی اغماض کے ہین غرضکہ
ایسی چیز کو اپنے پروردگار کے لیے اختیار نہ کرو۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ ایک درم لاکھ درمون سے سبقت لیجاتا ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان اُس
درم کو اپنے نہایت عمدہ اور اچھے مال مین سے نکالتا ہے اسی لیے یہ صدقہ رضامندی اور خوشی سے دیا جاتا ہے اور کبھی ایک لاکھ درم ایسے مال مین سے
دیتا ہے جسکو خود بُرا جانتا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کو محبوب جانتا ہے اُس سے خدا تعالیٰ کو ترجیح نہین دیتا اور اسی وجہ سے
خدا تعالیٰ نے اُن لوگون کی مذمت فرمائی جو اللہ تعالیٰ کے لیے ایسی چیز ٹھہراتے ہین جسکو مکروہ جانتے ہون چنانچہ فرمایا ویجعلون للہ
ما یکرہون وتصف السنتہم الکذب ان لہم الحسنی لا جرم ان لہم النار۔ اس آیت مین بعض قاریون نے لا پر وقف کیا ہے اُن لوگون کی تکذیب
کے لیے اور جرم سے جدا جملہ شروع کیا ہے جرم کے معنی کسب کے ہین یعنی اُنکی اس حرکت نے کہ خدا تعالیٰ کے لیے مکروہ چیزون کو
ٹھہراتے ہین اُنکے لیے آگ کما دی۔

آٹھوان ادب یہ ہے کہ اپنے صدقہ کے لیے ایسے لوگ تلاش کرے جنسے صدقہ کو رونق اور طہارت ہو جاوے یہ نہین کہ آٹھون قسمون مین جیسا
ہو اُسکو پہونچا دینا چاہیے بلکہ اُن اشخاص مین جو صفتون کا لحاظ کرے جنمین وہ صفات پاوے اُسکو صدقہ دیوے اول صفت یہ ہے کہ
ایسے لوگ تلاش کرے جو پرہیزگار اور دنیا سے روگردان اور صرف آخرت کی تجارت مین مشغول ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
لا تاکل الا طعام تقی ولا یاکل طعامک الا التقی۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ پرہیزگار آدمی کھانے سے تقوی پر مدد لیگا تو کھلانے والا اُسکی طاعت مین
اُسکا شریک ہوگا اس جہت سے کہ طاعت پر اُسکی مدد کی اور شیخ فرمایا کہ اپنا کھانا پرہیزگارون کو کھلاؤ اور سلوک جو کچھ کرو ایماندارون پر کرو۔
اور ایک روایت مین یون ہے کہ اپنا کھانا کے لیے اُس شخص کی ضیافت کرو جس سے تمکو محبت فی اللہ ہو۔ اور بعض علما اپنا مال فقراے
صوفیہ کے سوا اور کسی کو نہ دیتے تھے اُنسے کسی نے کہا کہ اگر آپ یہ مال سب فقیرون کو دیا کرین تو اس سے بہتر ہو کہ ایک فرقہ خاص کو دیتے ہین
اُنھون نے فرمایا کہ نہین یہ وہ لوگ ہین کہ انکی ہمت خدا تعالیٰ کے لیے ہے جب انکو فاقہ ہوتا ہے تو اُنکی ہمت پریشان ہو جاتی ہے پس اگر
ایک شخص کو مین صدقہ دیکر اُسکی ہمت خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کردون تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ ہزار شخصون کو دون جنکی ہمت دنیا کی
طرف ہو پس یہ کلام حضرت جنید بغدادی رح کے سامنے کسی نے نقل کی آپ نے اُسکو مستحسن فرمایا اور ارشاد کیا کہ وہ شخص اولیاء اللہ مین سے
ہے اور مین نے بہت مدت سے اس سے بہتر کلام نہین سُنے پھر کہتے ہین کہ اُن بزرگ کے حال مین خلل آگیا اور قصد کیا کہ دوکان چھوڑ دین حضرت
جنید رح نے اُنکے پاس کچھ مال بھیجدیا اور فرمایا کہ اس سے اسباب خرید لو اور دوکان مت چھوڑو کہ تم جیسے آدمی کو تجارت مضر نہین یہ شخص بقال تھے
مفلسون سے جو انسے سودا خریدتے اُنسے دام نہین لیا کرتے تھے دوم صفت یہ ہے کہ جسکو دے وہ خاص کر اہل علم مین سے ہو کہ اُسکو دینے سے علم پر
مدد کرنا ہوگا اور علم بہت عبادتون سے اشرف ہے بشرطیکہ اُسمین نیت درست ہو حضرت ابن مبارک اپنا صدقہ خاص اہل علم کو دیا کرتے کسی نے
اُنسے کہا کہ خوب ہو اگر آپ خیرات کو عام کردین آپ نے فرمایا کہ مین نبوت کے درجے کے بعد کوئی درجہ علما کے درجے سے افضل نہین جانتا پس جب
عالم کا دل اپنی کسی حاجت مین مشغول ہوگا تو وہ علم کے لیے فراغت نہ پاویگا نہ سیکھنے پر متوجہ ہوگا اسلیے انکو دینا گویا علم کے لیے انکو فرصت کا دینا ہے

سوم صفت یہ ہے کہ وہ شخص اپنے تقویٰ مین سچا ہو اور علم توحید مین یکتا - اور توحید اصلاح ہے کہ جب کسی سے مال لیوے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کرے اور جانے کہ یہ نعمت اُسی کی طرف سے ہے درمیانی شخص کا لحاظ نہ کرے اور بندون کا شکر خداے تعالیٰ کی جناب مین یہی ہے کہ تمام نعمت کو خداے تعالیٰ کی طرف سے خیال کرے - اور لقمان نے اپنے لڑکے کو وصیت کی کہ اپنے اور خداے تعالیٰ کے درمیان مین دوسرے کو نعمت دینے والا مت ٹھہرانا اور دوسرے کی نعمت کو اپنے اوپر فرض شمار کرنا - اور جو شخص خداے تعالیٰ کے سوا دوسرے کا شکر کرتا ہے تو اُسنے گویا منعم کو پہچانا ہی نہین اور اس بات کا یقین نہین کیا کہ درمیانی آدمی مغلوب اور اُسکی تسخیر مین مسخر ہے کیونکہ خداے تعالیٰ ہی نے اُسپر خوش کے لوازم مسلط کیے اور اسباب دینے کے مہیا کر دیے تب اُسنے دیا پس وہ دینے کے لیے مجبور ہے اگر وہ چاہتا کہ نہ دیوے تو اُس سے نہ ہو سکتا اسلیے کہ پیشتر خداے تعالیٰ نے اُسکے دل مین ڈال دیا ہے کہ میرے دین و دنیا کی بہتری دینے مین ہے تو جب باعث قوی ہوتا ہے جبھی ارادے مین پختگی آتی ہے اور قدرت اُبھرتی ہے اُسوقت بندے سے اس باعث قوی کی مخالفت بن نہین پڑتی جسمین کچھ تردد نہین ہوتا اور باعثون کا پیدا کرنے والا خداے تعالیٰ ہے اور وہی اُنکو قوت و زور دیتا ہے اور اُنکے ضعف و تردد کو دُور کرتا ہے اور اُنکی خواہش کے مطابق قدرت کو اُبھارتا ہے پس جو شخص اس امر پر یقین کریگا اُسکی نظر بجز مسبب الاسباب کے اور طرف نہین ہوگی - اور اس طرح کے بندے کا یقین دینے والے کے حق مین دوسرون کی تعریف اور شکر سے زیادہ مفید ہے اس لیے کہ وہ تو ایک زبان کی حرکت ہے اکثر اُسکا نفع کم ہی ہوتا ہے اور اس جیسے موحد کی اعانت بیکار نہین جاتی علاوہ ازین جو شخص دینے کے باعث تعریف کرتا ہے اور دعاے خیر مانگتا ہے وہ نہ دینے کے سبب سے بُرائی بھی کریگا اور بد دعا منہ سے نکالیگا اُسکا حال ایسا نہین رہیگا - اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فقیر کے پاس کچھ صدقہ بھیجا اور قاصد سے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ وہ کہے یاد کر لینا اُس فقیر نے مال لیکر کہا کہ خدا کا شکر ہے جو اپنے ذکر کرنے والے کو نہین بھولتا اور نہ اپنے شکر کرنے والے کو تلف کرے پھر کہا کہ الٰہی اگر تو نے مجھکو فراموش نہین کیا تو اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کر دے کہ مجھکو نہ بھولین قاصد نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا آپ اس کلام سے خوش ہوے اور ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم تھا کہ وہ یہی کہیگا - تو اس فقیر کے حال کو دیکھو کہ اپنے التفات کو کیسا صرف خداے تعالیٰ پر منحصر کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا کہ توبہ کر اُسنے کہا کہ مین صرف خداے تعالیٰ کی طرف توبہ کرتا ہون محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توبہ نہین کرتا آپ نے فرمایا کہ اسنے حق دار کا حق جان لیا - اور جبکہ حضرت عائشہ رض کی بہتان سے برات اُتری تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُنسے کہا کہ کھڑی ہو اور سر مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دو حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ بخدا مین یہ نہ کرونگی اور نہ بجز خدا کے اور کسی کا شکر کرونگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر رض اسکو جانے دو کچھ مت کہو - اور ایک روایت مین ہے کہ حضرت عائشہ رض نے حضرت ابوبکر رض کو یہ جواب دیا الحمد للہ لا بحمدک ولا بحمد صاحبک اس بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا باوجودکہ برات کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حضرت عائشہ رض کو پہونچا تھا - اور چیزون کو خداے تعالیٰ کے سوا اور کی طرف سے جاننا کافرون کا وصف ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین لا یؤمنون بالآخرۃ واذا ذکر الذین من دونہ اذا ہم یستبشرون - اور جس شخص کا باطن درمیانی واسطون کی طرف التفات کرنے سے صاف نہین اور درمیانی کو صرف واسطہ نہین سمجھتا تو اُسکا دل گویا کہ شرک خفی سے خالی نہین ہوا اُسکو چاہیے کہ اللہ جل شانہ سے خوف کرے اور اپنی توحید کو شرک کی کدورتون اور شبہون سے صاف کرے صفت چہارم یہ کہ وہ شخص مستور الحال ہو اور اپنی حاجت کو چھپاتا ہو شکایت و درد بہت نہ بیان کرتا ہو یا یہ کہ صاحب مروت ہو جسکی نعمت جاتی رہی ہو اور عادت باقی رہ گئی ہو اور زندگی وضع کے نباہنے کے ساتھ کرتا ہو اس قسم کے لوگون کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یحسبہم الجاہل اغنیاء من التعفف تعرفہم بسیماہم لا یسئلون الناس الحافا یعنی سوال مین مبالغہ نہین کرتے اس وجہ سے کہ وہ لوگ اپنے یقین سے غنی ہین اور صبر کے باعث عزت دار اور اس قسم کے لوگون کی تلاش دیندارون کی

[illegible]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت یقین ۱۲ طبرانی بروایت ابن عباس رض اور جبکہ نام لیجیے اللہ کا اکیلا رک جاتے ہین دل اُنکے جو آخرت پر یقین نہین رکھتے اور جب نام لیجیے اُسکے سوا اورون کا تبھی وہ خوشیان کرنے لگین ۱۲ [illegible] اُنکو بیخبر [illegible] اُنکے نہ مانگنے سے تو پہچانتا ہے اُنکو اُنکے چہرے سے نہین مانگتے لوگون سے لپٹ کر ۱۲

معرفت مہیا میں کرنی چاہیے اور خیرات کرنے والوں کو ضرور ان لوگوں کے باطن کا حال دریافت کرنا چاہیے اسلیے کہ صدقہ کا ان لوگوں پر
خرچ کرنا ان لوگوں کو دینے کی نسبت کہ جو علانیہ سوال کرتے ہیں کئی گنا ثواب زیادہ رکھتا ہے صفت پنجم یہ کہ وہ شخص صاحب عیال یا مرض
میں گرفتار یا اور کسی سبب میں مبتلا ہو اور اسکی مصداق یہ آیت ہے للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یعنی جو لوگ
طریق آخرت میں ابسبب عیال کے یا تنگی روزی کے یا دل کی اصلاح کے گھر گئے ہوں کہ زمین میں جانے کی قدرت نہ رکھتے ہوں اسوجہ سے
کہ ان اسباب سے انکے بازو ٹوٹے ہوئے ہیں اور ہاتھ پاؤں رکے ہوئے ہیں حضرت عمرؓ ایک گھر کے لوگوں کو ایک گلہ بکریوں وغیرہ کا
دس یا اس سے زیادہ کا دیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عطا عیال کے موافق عنایت فرمایا کرتے تھے۔ اور حضرت عمرؓ سے
کسی نے پوچھا کہ جہد البلاء یعنی حالت شاقہ سے کیا غرض ہے آپ نے فرمایا کہ عیال کی کثرت اور مال کی قلت۔ صفت ششم یہ ہے کہ وہ شخص
قریبوں اور ذوی الارحام میں سے ہو تو اسکے دینے میں صدقہ بھی ہوگا اور صلہ رحم بھی ہوگا اور صلہ رحم میں جسقدر ثواب ہے وہ ظاہر ہے حضرت علیؓ
فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک درم سے اپنے کسی بھائی کا صلہ رحم کروں تو میرے نزدیک بیس درم خیرات سے بہتر ہے اور اگر بیس درم سے کروں تو
سو درم خیرات سے مجھکو زیادہ پسند ہے اور اگر سو درم سے کروں تو میرے نزدیک ایک بردہ آزاد کرنے سے اچھا ہے اور جانثار شخصوں میں سے
دوستوں اور اہل خیر کو مقدم دینا چاہیے جیسے ہیگانوں کی نسبت کہ رشتہ دار مقدم ہیں پس ان دقائق کا لحاظ رکھنا چاہیے غرضیکہ صفات
مطلوبہ یہی ہیں اور انہیں سے ہر صفت میں بہت سے درجے ہیں پس چاہیے کہ سب سے اعلیٰ درجہ والے کی تلاش کرے اور اگر کوئی شخص ایسا
ملجاوے جسمیں ان صفات میں سے کئی ہوں تو بڑی دولت اور عمدہ غنیمت ہے اور جس صورت میں کہ آدمی طلب اور تلاش میں محنت کرے اور
مقصود کو حاصل کرے تو اسکو دوہرا ثواب ملیگا اور اگر خطا ہو جاویگی تب بھی ایک ثواب کہیں نہیں گیا اسلیے دو ثواب کی صورت یہ ہے کہ ایک بات تو
درست حاصل ہوتی ہے یعنی نفس کو بخل کی صفت سے پاک کرنا اور دل میں محبت الٰہی کا پختہ ہونا اور اسکی طاعت میں کوشش کرنی اور
دوسری بات انجام کو ہوتی ہے کہ لینے والا اسکے حق میں دعا اور ہمت کرے کیونکہ نیکوں کے دلوں کے آثار درست اور انجام کو ظاہر ہوا کرتے ہیں
پس اگر زکوٰۃ دینے والے کو صحیح شخص ہاتھ لگ گیا اور اسکی کوشش سے ثواب ہوئی تب تو دونوں باتیں حاصل ہونگی اور اگر کوشش خطا گئی تو
اول بات حاصل ہوگی یعنی نفس کی طہارت بخل سے اور محبت الٰہی کی تاکید ہو جاویگی بشرط ارشاد حق اللہ تعالیٰ کی ثنا کا ہے اور دوسری بات حاصل
نہوگی یعنی ہمت و دعا کا جو فائدہ مقصود تھا وہ حاصل نہوگا پس صواب کی صورت دونا اجر ملتے ہیں اور دوسرے مقامات میں یہی غرض ہے واللہ اعلم

تیسری فصل۔ زکوٰۃ لینے والے اور اسکے استحقاق کے اسباب اور لینے کے آداب میں۔ یہ فصل دو بیانوں پر مشتمل ہے

پہلا بیان استحقاق کے سببوں کے ذکر میں۔ جاننا چاہیے کہ زکوٰۃ کا مستحق وہی شخص ہے جو مسلمان اور آزاد ہو اور ہاشمی اور مطلبی نہو اور اسمیں
ایک صفت ان آٹھ صنفوں میں سے ہو جو قرآن مجید میں مذکور ہیں آیت انما الصدقات۔ اور زکوٰۃ کا فر کو اور غلام کو اور ہاشمی اور مطلبی کو نہ دینی چاہیے
نابالغ لڑکے اور دیوانہ کا ولی اگر انکی طرف سے زکوٰۃ کو لے لے تو انکو دینا درست ہے اب آٹھوں قسموں کو جدا جدا یاد کر لینا چاہیے پہلی قسم
فقیر ہیں اور فقیر اسکو کہتے ہیں جسکے پاس مال نہو اور نہ کمانے پر قادر ہو پس جس شخص کے پاس ایک روز کی غذا اور لباس ہو وہ فقیر نہیں بلکہ
مسکین ہے اور اگر اسکے پاس آدھے دن کی غذا ہو تو وہ فقیر ہے اور اگر قمیص تو رکھتا ہو مگر رومال اور موزہ اور پاجامہ نہ رکھتا ہو اور قمیص کی قیمت
نہیں ہے کہ اس سب چیزوں کو فقرا کے حال کے موافق لیجا سکیں تب بھی وہ فقیر ہے کیونکہ صورت اسکے پاس وہ اشیا نہیں جنکی اسکو حاجت ہے
اور انکے حاصل کرنے سے عاجز ہے غرضیکہ فقیر میں اس بات کی قید لگانی ضرور نہیں کہ اسکے پاس سوا ستر عورت کے لباس کے نہو کیونکہ
یہ تحدید بالغہ ہے اور غالباً ایسا شخص نایاب بھی ہو۔ اور جس شخص کو عادت سوال کرنے کی ہو تو اس سے وہ زمرۂ فقرا سے خارج نہوگا اسلیے کہ سوال کرنا
کوئی کمائی کا پیشہ نہیں ہاں اگر یہ صورت ہو کہ کمانے پر قادر ہو تو فقیری سے خارج ہو جاویگا پس اگر اوزاروں سے کمانے پر قادر ہو تو فقیر ہے

ایسے شخص کے لیے زکوٰۃ کے مال مین سے اوزار خرید دینے درست ہین اور اگر ایسے پیشے پر قادر ہو جو اُسکی مروت اور شان کے لائق نہو تب بھی وہ فقیر ہی متصور ہوگا۔ اور اگر وہ شخص فقیہ ہو اور کوئی پیشہ کرنا اُسکو مانع تفقہ کا ہو تو وہ بھی فقیر ہو اور اسکا قادر ہونا معتبر نہین۔ اور اگر وہ شخص عابد ہو اور پیشہ کرنے سے عبادات اور وظیفون معمولی کا ہرج ہوتا ہو تو اُسکو پیشہ کرنا چاہیے اسلیے کہ صدقہ کی نسبت کر پیشہ کرنا بہتر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ اس سے مقصود یہی ہے کہ کمانے مین کوشش کرنی چاہیے اور حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ شبہ کے ساتھ کمانا مانگنے سے بہتر ہے اور اگر اُسکے پاس اس جہت سے خرچ نہ رہتا ہو کہ اپنے باپ بیٹے یا اُس شخص کو نفقہ کرتا ہو جسکا نفقہ اُسکے ذمہ واجب ہے تو یہ کسب کی نسبت کر آسان ہے اُسکو فقیر کہین گے۔ دوسری قسم مسکین ہین اور مسکین اُسکو کہتے ہین جسکی آمدنی خرچ کو کافی نہوتی ہو تو ہوسکتا ہے کہ ہزار درم کا مالک ہو اور مسکین ہو اور بعض اوقات کلہاڑی اور رسی کے سوا اور کچھ نہ رکھتا ہو اور مسکین نہو اور مکان مختصر رہنے کا اور کپڑے اپنے حال کے مناسب کیفیت سے مسکینون کے زمرہ سے خارج نہوگا اسی طرح اسباب خانہ داری یعنی اُن چیزون کا ہونا جنکی حاجت ہوتی ہے مسکین ہونے سے خارج نہین کرتا بشرطیکہ اُسکے حال کے موافق اشیا ہون۔ اسی طرح فقہ کی کتابون کا مالک ہونا مانع مسکینی نہین اور جس صورت مین کہ بجز کتابون کے اور کسی چیز کا مالک نہو تو اُسپر صدقہ فطر واجب نہین اور کتابون کا حال مثل کپڑون اور گھر کی ضروری چیزون کے ہے کہ اُنکی بھی حاجت ہوتی ہے مگر کتاب کی حاجت کو سمجھنے مین احتیاط کرنی چاہیے اور جان لینا چاہیے کہ کتاب کی حاجت تین غرضون کے لیے ہوتی ہے ایک پڑھانا دوسرے پڑھنا تیسرے مطالعہ کرنا اور سیر کی حاجت کا اعتبار نہین مثلاً اشعار اور تاریخ اور اخبار کی کتابون کا جمع کرنا یا اور اسی طرح کی کتابین جو آخرت مین مفید نہون اور نہ دنیا مین کار آمد بجز سیر اور دل لگی کے ہون تو اس قسم کی کتابین کفارہ اور صدقہ فطر مین بیچ ڈالی جاوین اور مسکین ہونے کو ایسی کتابین مانع ہین اور پڑھانے کی حاجت اگر اسطرح ہو کہ اُجرت پر پڑھاتا ہو جیسے معلم اور مؤدب اور مدرس ہوتے ہین تو اُنکے حق مین کتابین مثل اوزارون کے ہین جیسے درزی وغیرہ پیشہ ورون کے آلات ہین تو صدقہ فطر مین بیچنا نہ چاہیے اور اگر فرض کفایہ کی بجا آوری کے لیے تعلیم دیتا ہو تب بھی نہ بیچی جاوین اور اس صورت مین کتابون کے ہونے سے مسکینیت اُسپر سے دور نہوگی کیونکہ تعلیم ایک حاجت ضروری ہے۔ اور پڑھنے اور استفادہ کی حاجت مثلاً طب کی کتابین اس غرض سے مہیا کرنی کہ اپنے آپ کا علاج کرے یا وعظ کی کتاب اس نظر سے رکھنی کہ اُسمین مطالعہ کرکے نصیحت پذیر ہووے تو اس صورت مین اگر شہر مین کوئی طبیب اور واعظ ہو تب تو اس شخص کو اُن کتابون کی حاجت نہین اور اگر نہو تب البتہ حاجت کی چیز ہے۔ اور مطالعہ کی کتابون مین یہ لحاظ رہے کہ ایسی کتاب نہو جسکے مطالعہ کی برسون تک حاجت نہو بلکہ اُسکی مدت قریب بقیاس یہ ہو کہ برس روز مین کبھی نہ کبھی اُسکے مطالعہ کی نوبت آتی ہو اور اگر ایسی کتاب ہو کہ برس کے اندر اُسکی حاجت نہ پڑتی ہو تو اُسکو زائد از حاجت جاننا چاہیے اسلیے کہ جس شخص کے پاس ایک روز کی غذا سے زیادہ بچتا ہے اُسپر صدقہ فطر لازم آتا ہے تو جب صدقہ فطر کے لیے ایک روز فرض کیا گیا ہو تو اسباب خانہ داری اور بدن کے کپڑون کے لیے برس روز کا معین ہونا چاہیے اور اسی لحاظ سے گرمی کے کپڑے جاڑون مین نہین بیچے جاوینگے اور کتابین تو کپڑون اور لوازم خانہ داری کے زیادہ مشابہ ہین اسی لیے اُنکے مطالعہ کے لیے بھی برس روز مقرر ہونا بہتر ہے اور بعض اوقات ایک کتاب کے دو نسخے ہوتے ہین تو اُس وقت ایک کو زائد از حاجت جاننا چاہیے اور اگر مالک کہے کہ اُن مین سے ایک صحیح زیادہ ہے اور دوسرا خوبصورت زیادہ اس لیے مجھے دونون کی ضرورت ہے تو ہم یہ کہین گے کہ صحیح تر کو رہنے دو اور خوبصورت کو بیچ دو اور دید بازی اور رفاہیت طلبی سے ہاتھ اُٹھاؤ۔ اور اگر ایک علم کی دو کتابین ہون ایک بڑی ہو اور ایک مختصر تو اگر اُسکا مقصود استفادہ ہو تو بڑی کو رہنے دے۔ اور اگر پڑھانے کی نیت ہو تو دونون کی حاجت اُسکو ہے اس لیے کہ انمین سے ہر ایک مین وہ فائدہ ہے جو دوسری مین نہین اور اسطرح کی صورتین بیشمار ہین اور علم فقہ مین اُن سے بحث نہین کی جاتی ہم نے انکو اسلیے لکھا ہے کہ لوگ انمین بہت مبتلا ہین اور دوسری وجہ یہ کہ اس کا لحاظ کرنا اور کر

اور چیزون مین بھی کرین کیونکہ سب کا لکھنا تو ممکن نہین کہ ہر ایک چیز مین یہ لحاظ ہوسکتی ہی مثلاً اثاث البیت کی مقدار اور شہر اور قسم کو دیکھین
اور بدن کے کپڑون پر غور کرین اور گھر کی تنگی اور فراخی مین تامل کرین اور ان چیزون کی کوئی حد معین نہین بلکہ فقیہ اپنی راے سے
اجتہاد کرتا ہی اور حد مقرر کرنے مین جو تخمین مناسب جانتا ہی اُسکو مقرر کرتا ہی اور شبہات کے خطرے مین داخل ہوتا ہی اور پرہیزگار آدمی
اس باب مین زیادہ محتاط کو اختیار کرتا ہی اور شک کی چیز کو چھوڑ کر بے کھٹکے بات عمل مین لاتا ہی اور بیچ کے درجے جو اطراف متقابل اور واضح
کے درمیان مین ہین وہ بہت ہین اور انسے بجز احتیاط کے اور کوئی صورت بچاؤ کی نہین تیسری قسم عامل ہین یعنی قاضی و بادشاہ کے
سوا جو عامل زکوٰۃ وصول کرتے ہین وہ اِس قسم مین داخل ہین اور اسی مین عریف اور کاتب اور مستوفی اور محافظ اور نقل نویس آگئے اور
ہین سے کسی کو اُس کام کی معمولی مزدوری سے زیادہ نہ دینا چاہیے پس اگر آٹھوین حصۂ زکوٰۃ مین سے ان لوگون کو دستور کے موافق اُجرت
دے کر کچھ بچ رہے تو اُسکو باقی قسمون پر تقسیم کر دینا چاہیے اور اگر کم ہو تو جو مال مصلحتون کے لیے رکھا رہتا ہی اُسمین سے پورا کر لینا چاہیے۔
چوتھی قسم وہ لوگ ہین جنکو مسلمان ہونے کے لیے تالیف کے طور پر دیا کرتے ہین اور ایسے لوگ اپنی قوم کے سردار ہوتے ہین اُنکے
دینے سے مسلمانی پر اُنکا ثابت رہنا اور اُنکے ہم جنسون اور تابعین کی ترغیب مقصود ہی۔ پانچوین قسم مکاتب ہین یعنی جن غلامونکو
اُن کے آقاؤن نے کچھ مال کے عوض آزاد کرنے کو کہا ہو پس مکاتب کا حصہ اُسکے آقا کو دے دینا چاہیے اور اگر خود مکاتب کو
دے دے تب بھی درست ہی اور آقا اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے مکاتب کو نہ دے کیونکہ وہ ابھی اُسکا غلام ہی۔ چھٹی قسم قرضدار ہین
جنھون نے امر طاعت خواہ مباح مین قرض لیا۔ اور افلاس کے باعث ادا نہو اپس اگر معصیت مین قرض لیا ہو تو اُسکو کچھ نہ دینا چاہیے
جبتک کہ توبہ نہ کرلے اور اگر تو انگر کے ذمہ قرض ہو تو اُسکا قرض ادا کرنا چاہیے ہان اگر اسنے کسی بہتری خلق خواہ فتنہ کے فرو کرنے
کے لیے قرض لیا ہو تو ایسے قرض کے ادا کرنے کا مضائقہ نہین۔ ساتوین قسم غازی ہین جنکا وظیفہ رانبہ دارون کے دفتر مین
کچھ نہو تو اُنکو زکوٰۃ مین سے ایک سہم دینا چاہیے اگرچہ وہ مالدار ہون اس مراد سے کہ جہاد پر اُنکی مدد ہو۔ آٹھوین قسم مسافر ہین یعنی جو شخص
اپنے شہر سے بارادۂ سفر باہر نکلین خواہ زکوٰۃ دینے والے کے شہر مین اُنکا گذر ہو جاوے اور اُنکا سفر معصیت کے لیے نہو تو ایسے لوگ اگر مفلس
ہون تو اُنکو دینا چاہیے اور اگر اپنے گھر پر مال رکھتے ہون تو اس قدر دیوے کہ وہ اپنے مال تک پہونچ جاوین۔ اب اگر یہ کہو کہ یہ صفات
ہشتگانہ معلوم کس طرح ہون تو فقیر اور مسکین ہونا تو لینے والے کے قول سے معلوم ہوتا ہی اُس سے اِس امر کے گواہ نہ لیے جاوین نہ قسم
لی جاوے بلکہ اُسکا صرف کہدینا کافی ہی کہ مین فقیر ہون بشرطیکہ جھوٹ ہونے کا یقین نہو اور جہاد اور سفر آیندہ کی بات ہی پس جو کوئی کہے
کہ میرا ارادہ سفر خواہ جہاد کا ہی اُسکو اُسکے کہنے کے مطابق دے دے اگر وہ اپنے قول کو پورا کرے تو اُسکو جس قدر دیا ہو واپس لے لے
باقی جو چار قسمین رہین اُنمین سے گواہون کا ہونا ضرور ہی غرضکہ استحقاق کی شرطین اور اسباب یہ تھے جو اوپر مذکور ہوے اور یہ امر کہ ان اقسام
مین سے ہر ایک کو کسقدر دینا چاہیے اسکا بیان عنقریب آتا ہے۔

دوسرا بیان لینے والے کے آداب کے ذکر مین اور اُسکے آداب پانچ ہین۔ اول یہ کہ یون سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مجکو مال دلوانا اور دون سے واجب
کیا ہی تو اسلیے ہی کہ مجکو اور فکر بجز ایک فکر کے نہ رہے اور خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے ایک فکر ہونے کو عبادت مقرر فرمایا یعنی صرف اُنکو خدا کا
اور روز قیامت کا فکر ہو اور کوئی فکر دامنگیر نہو چنانچہ اس ارشاد مین یہی مراد ہی وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون لیکن ازانجا کہ تقاضاے حکمت ازلی
یہ ہوا کہ بندہ پر شہوتین اور حاجتین مسلط کیجاوین اور وہ اُسکی فکر کو پریشان کرین اسی لیے مقتضاے کرم یون ٹھہرا کہ بندہ پر نعمت پہونچائی جاوے کہ اُسکی
حاجتون کو کافی ہو یعنی نظر بال بہت سے پیدا فرما کر اپنے بندون کے ہاتھ مین ڈالدیے تاکہ اُنکی حاجتون کے رفع کرنے کے وسیلے ہون اور طاعتون کے
واسطے فرصت ملنے کا ذریعہ ٹھہرین پس بعض لوگون کو بہت سا مال دیا تاکہ اُنکی آزمائش اور فتنہ ہو وہ لوگ گرداب خطر مین ہین اور بعض کو جو اپنی محبت

سرفراز فرمایا تو اُنکو دنیا سے ایسا بچایا جیسے کوئی غمگسار مشفق بیمار کو پرہیز کراتا ہی یعنے اُنسے دنیا کے زوائد کو علیحدہ رکھا اور مقدار حاجت کو مالدارون کے ہاتھ سے اُن تک پہونچا دیا تا کہ کمانے کا فکر اور جوڑنے کی محنت اور حفاظت کا تردد مالدارون کے ذمہ رہے اور اُسکا فائدہ فقرا کو پہونچے کہ یہ خدا تعالے کی عبادت ہی کے ہو رہین اور موت کے بعد کے لیے تیاری کرین دنیا کے زوائد اُنکے اس مطلب کے مزاحم نہون اور نہ فاقہ اس تیاری سے اُنکو روکے اور یہ نہایت درجہ کی نعمت ہی اور فقیر کو شایان ہی کہ فقیری کی نعمت کی قدر پہچانے اور خوب دل مین ٹھانے کہ اللہ تعالے کا فضل مجھ پر اس چیز مین زیادہ ہی جو مجھ سے علیحدہ رکھی ہی بہ نسبت اُس فضل کے جو چیز کے مرحمت فرمانے مین کیا ہی چنانچہ اسکی تحقیق اور تفصیل باب الفقر مین عنقریب مذکور ہوگی حاصل یہ کہ فقیر جو کچھ لیوے اُسکو اپنے رزق اور طاعت پر مدد کے لیے لیوے اور اُسمین یہ نیت کرلے کہ اُسکی جہت سے خداے تعالے کی طاعت پر قوی ہو جاویگا اور اگر یہ بات نہو سکے تو اُس مال کو ایسے مصارف مین خرچ کرے جو خداے تعالے نے مباح فرمائے ہین اگر اُس سے خداے تعالے کی معصیت پر مدد لیگا تو اُسکی نعمتون کا ناشکر اور اُسکی خفگی اور ناخوشی کا مستحق ہوگا دوم یہ کہ دینے والے کا مشکور ہو اور اُسکے حق مین دعاے خیر کرے اور یہ شکر اور دعا ایسی طرح ہون کہ اُسکو درمیانی ہونے سے خارج نہ کردین بلکہ یہی سمجھے کہ خداے تعالے کی نعمت پہونچنے کا طریق وہ شخص ہو گیا ہی اور چونکہ خداے تعالے نے اُسکو ذریعہ اور واسطہ کر دیا ہی اسلیے اُسکا واسطہ ہونا بیشک ہی اور اس طرح خیال کرنا اس بات کا منافی نہین کہ نعمت کو خداے تعالے کی طرف سے معلوم کرے چنانچہ حدیث شریف مین ارشاد ہی کہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اور اللہ تعالے نے اپنے بندون کے اعمال پر اُنکی تعریف بہت جگہ فرمائی ہی حالانکہ اعمال پیدا کرنے والا اور اُنکی قدرت کا ایجاد کرنے والا وہی ہی مثلاً فرمایا نعم العبد انہ اواب یعنے ایوب اچھا بندہ ہی اور ہماری طرف رجوع کرنے والا ہی اور سوا اُسکے اور بہت سی آیتین ہین - اور لینے والا دعا مین یون کہے کہ خداے تعالے پاک لوگون کے دلون مین تیرے دل کو پاک کرے اور نیک لوگون کے عمل کے ساتھ تیرے عمل کو صاف کرے اور شہیدون کی روح کے میل مین تیری روح پر رحمت بھیجے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو کوئی تمہارے ساتھ کچھ سلوک کرے تو تم اُسکا تدارک کرو اگر تم سے نہو سکے تو اُسکے لیے دعا مانگو یہان تک کہ تمکو یقین ہو جاے کہ مکافات ہو گئی - اور منجملہ شکر یہ ہی کہ اگر عطا مین کچھ عیب ہو تو اُسکو چھپاوے اور اُسکی تحقیر اور مذمت نہ کرے اور دینے والے کو نہ دینے کا ننگ نہ لگاوے جس صورت مین کہ وہ نہ دیوے - اور اگر وہ دیوے تو اُسکے فعل کو اپنے نزدیک اور لوگون کے سامنے بڑا جانے کیونکہ دینے والے کا ادب اپنی دہش کو چھوٹا جاننا ہی اور لینے والے کا ادب یہ ہی کہ جو کوئی دے اُسکا ممنون ہو اور اُسکی دہش کو بڑا جانے اور ہر شخص پر لازم ہی کہ اپنے حق پر قائم رہے اور اس امر مین کچھ مخالفت نہین اسلیے کہ اسباب چھوٹا جاننے اور بڑا جاننے کے موجد ہین دینے والے کے حق مین چھوٹا جاننے کے اسباب کا لحاظ مفید ہی اور اُسکے خلاف کرنا مضر ہی اور لینے والے کا حال اُسکے برعکس ہی اور یہ سب باتین اسکے مخالف نہین کہ نعمت کو خداے تعالے کی طرف سے جانین ہان جو کوئی درمیانی شخص کو واسطہ نہ جانے وہ جاہل ہی اور جو واسطہ کو اصل سمجھتا ہی وہ بھی سوم یہ کہ جو مال لینا چاہے اُسکو پیشتر دیکھ لینا چاہیے اگر وہ ناجائز اور حرام سے ہو تو اُس سے پرہیز کرے اللہ تعالے اور کہین سے پہونچا دیگا کہ فرمایا ہی ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب یہ بات نہین کہ جو شخص حرام سے احتراز کرے تو اُسکو حلال مال نہین پہونچیگا غرضکہ ترکون اور لشکریون اور سرکاری عمالون کے مال اور اُن لوگون کے جنکی اکثر کمائی حرام ہی نہ لیوے لیکن اگر اُسپر وقت تنگ ہو اور جو مال اُسکو دیا جاتا ہی اُسکا کوئی مالک معین نہ معلوم ہو تو ایسی صورت مین اُسکو اپنی حاجت کے موافق لینا جائز ہی کہ شرع کا فتوی ایسی صورت مین یہی ہی کہ اُسکو خیرات کر دے جیسا کہ باب حلال و حرام مین آویگا اور یہ اُسصورت مین ہی کہ حلال سے عاجز ہو اور اگر ایسا مال لیگا تو زکوٰۃ کا لینے والا نہین ہوگا اسلیے کہ یہ پیسا تو حرام ہی جسے زکوٰۃ مین یا اُسکی طرف سے زکوٰۃ مین ہوا ہی نہین چہارم یہ کہ شک کی جگہون سے احتراز کرے اور جو کچھ لیوے اگر اُسکی مقدار مین شبہ پڑے تو اُس سے بچے اور جسقدر مباح ہو اُسیقدر لیوے اور جبتک یہ نہ معلوم کرلے کہ مجھ مین استحقاق کی صفت موجود ہی تب تک نہ لیوے

مثلاً اگر مکاتب ہونے یا قرضدار ہونے کی جہت سے زکوۃ لیتا ہو تو قرض کی مقدار سے زائد نہ لیوے اور اگر عامل ہونے کی جہت سے لیتا ہو تو اجرت مثل سے زیادہ نہ لیوے اور اگر زیادہ دیا بھی جاوے تو اُس سے انکار کرے کیونکہ یہ مال کچھ دینے والے کا نہیں تا کہ وہ سلوک میں داخل ہو اور اگر مسافر ہو تو زادِ راہ اور منزل مقصود تک سواری کے کرایہ کی مقدار سے زیادہ نہ لیوے اور اگر غازی ہو تو جہاد کی چیزوں سے جو خاص اسی میں کام آویں مثل گھوڑے اور ہتھیار اور خرچ کے اور کچھ نہ لے اور ان اشیا کا اندازہ اسکے اجتہاد سے متعلق ہے اسکی کوئی حد مقرر نہیں اور یہی حال مسافر کے توشے کا ہے اس صورت میں شبہہ کی چیز چھوڑ کر اور یقینی بات اختیار کرے اور اگر مسکین ہونے کی جہت سے لیتا ہو تو اول اپنے لوازم خانہ داری اور کپڑوں اور کتابوں میں تامل کرے کہ ان میں کون سی چیز کی خود کو حاجت نہیں اور کس چیز کے نفیس ہونے کی ضرورت نہیں اسکو بیچ کر ہو سکتا ہو کہ کارروائی کے موافق دوسری چیز آجاوے اور کچھ دام بچ رہیں اور یہ بات بھی فقیر کے اجتہاد سے متعلق ہے اسمیں ایک طرف تو ظاہر ہوتی ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص مستحق ہے اور ایک دوسری طرف اسکے مقابل ہوتی ہے جس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مستحق نہیں اور ان دو طرفوں کے بیچ میں بہت سے درجے متوسط ہیں جنمیں شبہہ پڑتا ہے اور کاجل کی کوٹھری کا سا حال ہے جس سے کہ غالبًا دھبّا لگنے سے نہ بچے اور اس باب میں اعتماد لینے والے کے قول پر ظاہر ہے اور تنگی برتنے اور فراخی برتنے میں محتاج کے بہت سے مقام ہیں کہ انکے شمار نہیں ہو سکتے پرہیزگار آدمی اپنی حاجتوں کا اندازہ تنگی کے ساتھ کیا کرتا ہے اور سہل انکار کا میل وسعت اور فراخی کی طرف ہوتا ہے یہانتک کہ اپنے نفس کو بہت سی باتوں کی ضرورت سمجھا کرتا ہے اور یہ امر شریعت میں بُرا ہے۔ بہرحال جب حاجت ثابت ہو جاوے تو چاہیے کہ بہت سا مال نہ لے بلکہ اسقدر لے کہ لینے کے وقت سے ایک سال تک کافی ہو یہ مدت بڑی سی بڑی ہے اسوجہ سے کہ برس کے مکرر ہونے سے آمدنی کے اسباب مکرر ہوتے ہیں اور نیز آنحضرت صلعم نے اپنے عیال کے واسطے ایک سال کی غذا جمع بھی فرمائی ہے تو بہتر ہے کہ فقیر اور مسکین کے لیے بھی یہی حد مقرر ہو اور اگر ایک مہینے خواہ ایک روز کی حاجت پر بس کرے تو تقویٰ سے قریب تر ہے۔ اور جو مقدار کہ زکوۃ اور صدقہ میں سے لینی چاہیے اسکے باب میں علما کے مذاہب جدا جدا ہیں بعضے کمی میں اسقدر مبالغہ کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک دن رات کی غذا پر کفایت کرنے کو واجب کر دیا ہے اور اپنی دلیل اس روایت کو کہتے ہیں جو سہل بن حنظلہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے غنا کے ہوتے ہوئے سوال کرنے سے منع فرمایا پھر غنا کو جو آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ صبح اور شام کا کھانا پاس ہو اور دوسروں نے یہ کہا ہے کہ توانگری کی حد تک لیوے اور توانگری کی حد زکوۃ کی نصاب ہے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوۃ صرف توانگروں پر واجب فرمائی ہے تو اس سے انھوں نے یہ نکالا کہ اپنے واسطے اور اپنے کنبہ میں سے ہر شخص کے واسطے اسکو زکوۃ کی نصاب تک لینا درست ہے اور بعض لوگوں نے توانگری کی حد پچاس درم فرمائے ہیں اسلیے کہ حضرت ابن مسعود رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من سال ولہ مال یغنیہ جاء یوم القیمۃ وفی وجہہ خموش قیل وما غناہ قال خمسون درہما او قیمتہا من الذہب اور کہتے ہیں کہ اس حدیث کا ایک راوی قوی نہیں اور بعض لوگوں نے توانگری کی حد چالیس درم فرمائی ہے اسوجہ سے کہ عطا بن یسار سے منقطع روایت آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من سال ولہ اوقیۃ فقد الحف فی السوال اور دوسرے علما نے وسعت میں مبالغہ کرکے فرمایا ہے کہ فقیر کو اتنا لینا درست ہے کہ اس سے ایک زمین خرید لے جس سے تمام عمر کو بے فکر ہو جاوے یا اس سے کوئی مال تجارت خرید کر بے حاجت ہو جاوے کیونکہ بے فکری اور غنا اسی کا نام ہے کہ تمام عمر کو ہو اور حضرت عمر رض نے فرمایا ہے کہ جب دو تو غنی کر دو۔ یہانتک کہ بعض کا مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص محتاج ہو جاوے تو اسکو اتنا لینا درست ہے کہ پھر اسکا حال بدستور سابق ہو جاوے گو دس ہزار درم سے ہوتا ہو ہاں جس صورت میں کہ فقیر حد اعتدال سے خارج ہو اسوقت البتہ درست نہیں اور جب حضرت ابو طلحہ رض اپنے باغ میں نماز پڑھتے تھے اور اسکی طرف دھیان بٹنے سے نماز میں ہرج ہوا تو فرمایا کہ میں نے اس باغ کو صدقہ کر دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو ارشاد فرمایا کہ اسکو اپنے رشتہ داروں میں صدقہ کر دو کہ یہ تمھارے حق میں اچھا ہے آپ نے اسکو حضرت حسان اور ابو قتادہ رض کو دے دیا تو ایک باغ خرما کا دو شخصوں کو بہت ہوا اور غنی کر دیا اور حضرت عمر رض نے ایک اعرابی کو ایک اونٹنی مع اسکے بچے کے دے ڈالی تھی ان روایتوں سے فقیر کو زیادہ لینا پایا جاتا ہے غرضکہ دونوں طرف کے دلائل یہ ہیں اور ہمارے نزدیک یہ ہے کہ کمی کے لیے مقدار ایک رات دن کی غذا یا اوقیہ کا ہونا اس باب میں ہے کہ اتنا ہوتے ہوئے سوال نہ کرے اور دروازوں پر نہ پھرے اور گداگری بُری چیز ہے اسکا حکم اور ہے اسکو اس بحث سے کچھ سروکار نہیں بلکہ جو احتمال پیدا کیے ہیں کہ اتنا لینا درست ہے کہ اس سے زمین خرید لے اور عمر بھر

کوغنی ہوجاوے اس قلت کی نسبت کر تو بھی اچھا ہو گو یہ بھی زیادتی بیجا کی طرف مائل ہو اعتدال سے قریب تر یہ ہو کہ برس روز کے لیے کافی ہو اور اس سے زیادہ مین خطر ہو اور کمی کی صورت مین تنگی ہو اور جس صورت مین کہ ان امور مین کوئی اندازہ نہین اسی لیے اگلے باب مین توقف کیا گیا ہو پس مجتہد کو یہی پہونچتا ہو کہ جیسا دیکھے ویسا حکم کرے پھر پرہیزگار سے کہدیا جاوے کہ تو اپنے دل سے فتوی لے لے گو اور لوگ تجکو کچھ فتوی دین جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا تھا کیونکہ گناہ دلون پر غالب ہونے والا ہو پس اگر لینے والا اپنے دل مین اس مال کی طرف سے خلش پاوے تو چاہیے کہ خدا تعالی سے ڈرے اور فتوی کے بہانے سے اسکی اجازت اپنے لیے نہ سمجھے کیونکہ علماء ظاہر کے فتوی ضرورتون کی قید سے آزاد ہوتے ہین اور ان مین تخمین اور شبہون مین داخل ہونا بہت ہو اور دیندارون اور طریق آخرت کے سالکون کی عادت شبہات سے احتراز کرنے کی ہوتی ہو
پنجم یہ کہ صاحب مال سے پوچھے کہ تجپر زکوۃ کتنی واجب ہو اور جب اسکی مقدار معلوم ہو تو جو کچھ اپنے آپ کو ملا ہو اسکو دیکھے اگر یہ مقدار کل زکوۃ کے آٹھوین حصہ سے زائد ہو تو اسمین سے کچھ نہ لے اسلیے کہ یہ اور اسکے دو اور شریک صرف آٹھوین حصہ کے مستحق ہین پس آٹھوین حصہ مین وہ اپنی قسم کے آدمیون کا حصہ کم کرکے لیوے ورنہ کچھ نہ لے اور یہ بات دریافت کرنی اکثر لوگون پر واجب ہو کیونکہ خلق اس تقسیم کی رعایت نہین کرتی خواہ جہالت کے باعث یا سہولت برتنے کی جہت سے البتہ جس صورت مین گمان غالب حرمت کے احتمال کا نہو تو اسوقت ان جیسی باتون کو دریافت نکرنا جائز ہو اور سوال نکرنے کے مواقع اور احتمال کے درجات باب الحلال والحرام مین انشاء اللہ مذکور ہونگے۔

چوتھی فصل صدقۂ نفل اور اسکی فضیلت اور اسکے لینے اور دینے کے آداب کے ذکر مین اور اس فصل مین تین بیان ہین۔

پہلا بیان صدقہ کی فضیلت مین احادیث اس باب مین یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ دو اگرچہ ایک کھجور ہی ہو اسلیے کہ وہ کسیقدر بھوکے کی تکلیف بند کرتا ہو اور گناہ کو ایسا بجھاتا ہو جیسا پانی آگ کو بجھاتا ہو اور فرمایا اتقوا النار ولو بشق تمرۃ فان لم تجدوا فبکلمۃ طیبۃ اور فرمایا کہ جو بندہ مسلمان کہ اپنی پاک کمائی سے صدقہ کرتا ہو اور خدا تعالی پاک ہی کو قبول بھی فرماتا ہو تو اللہ تعالی اس صدقہ کو اپنے داہنے ہاتھ مین لیتا ہو پھر اسکی پرورش کرتا ہو جیسے تم مین سے کوئی اپنے بچہ کو پالتا ہو یہانتک کہ کھجور بڑھکر احد کے برابر ہو جاتی ہو۔ اور حضرت ابوذر رضہ کو فرمایا کہ جب تم شوربا پکاؤ تو اسمین پانی زیادہ کردو پھر اپنے ہمسایہ کے گھر والون کو دیکھو اور اسمین سے انکو پہونچاؤ اور فرمایا کہ جو بندہ صدقہ اچھا دیتا ہو اللہ تعالی اسکے عوض مین برکت بھی خوب ہی دیتا ہو۔ اور فرمایا کل امرئ فی ظل صدقتہ حتی یقضی بین الناس اور فرمایا الصدقۃ تسد سبعین بابا من الشر اور فرمایا صدقۃ السر تطفئ غضب الرب عز وجل اور فرمایا کہ جو شخص کہ وسعت کے باعث دیتا ہو وہ ثواب مین اس سے افضل نہین جو حاجت کے سبب سے قبول کرتا ہو۔ اور غالبا اس سے مقصود یہ ہو کہ جو شخص مال لینے سے اپنی حاجت اسلیے رفع کرے کہ دین کے لیے فراغت ملجاوے تو وہ شخص دینے والے کے مساوی ہوگا جو اپنی دہش سے اپنے دین کی آبادی کرتا ہو اور کسی نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ صدقہ کونسا افضل ہو آپ نے فرمایا کہ ایسے وقت مین صدقہ افضل ہو کہ تندرست اور مال کا روکنے والا ہو اور توقع بہت جینے کی رکھتا ہو اور فاقہ سے ڈرتا ہو اور صدقہ دینے مین تاخیر نہ کرے یہانتک کہ جان حلق مین آ پہونچے تو کہنے لگے کہ اتنا فلانے کو اور اتنا فلانے کو دینا حالانکہ مال اور کسی کا ہوچکا ہو۔ اور ایکبار آنحضرت نے اپنے اصحاب رضہ سے فرمایا کہ صدقہ کرو ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہو آپ نے فرمایا کہ اسکو اپنے نفس پر خرچ کر اسنے کہا کہ میرے پاس ایک اور ہو فرمایا کہ اسکو اپنی بی بی پر خرچ کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور ہو فرمایا کہ اسکو اپنی اولاد پر خرچ کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور ہو فرمایا کہ اسکو اپنے خادم پر خرچ کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور ہو فرمایا کہ اسکی نگاہ تجکو زیادہ ہو یعنی جہان اچھا موقع دیکھو وہان خرچ کرو۔ اور فرمایا کہ آل محمد کے لیے صدقہ حلال نہین کہ وہ لوگون کا میل ہو۔ اور فرمایا کہ سائل کی حرمت ہٹا دو اگرچہ کھانے سے ہو جتنا پرند کا سر ہوتا ہو۔ اور فرمایا کہ اگر سائل سچ کہتا ہو تو جو کوئی اسکو محروم پھیریگا اسکو فلاح نہوگی اور حضرت عیسی نے فرمایا ہو کہ جو شخص سائل کو اپنے گھر سے محروم پھیرتا ہو فرشتے اس گھر پر سات روز سایہ نہین ڈالتے۔ اور آنحضرت صلعم دو کام کسی دوسرے کو سپرد نہ فرماتے تھے اپنے آپ انکو کیا کرتے تھے ایک یہ کہ رات کو وضو کا پانی اپنے آپ رکھتے اور اسکو ڈھانپ دیتے دوسرے یہ کہ مسکین کو اپنے دست مبارک سے عنایت فرماتے اور فرمایا کہ مسکین وہ نہین ہو کہ اسکو ایک

کھجور یا دو کھجورین اور ایک لقمہ یا دو لقمے ہٹا دین بلکہ مسکین وہ ہی جو سوال کرنے سے باز رہے اگر تم چاہو تو پڑھ دیکھو لا یسئلون الناس الحافاً یعنی نہین مانگتے لوگون سے لپٹ کر۔ اور فرمایا کہ جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کپڑا پہناتا ہی تو وہ اللہ تعالی کی حفاظت مین رہتا ہی جبتک کہ اُس کپڑے کا کچھ مسکین کے بدن پر پیوند رہتا ہی اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ عروہ بن زبیر رض فرماتے ہین کہ حضرت عائشہ رض نے پچاس ہزار خیرات کیے حالانکہ اُنکا کرتہ پیوندار ہی رہا۔ اور مجاہد رح نے اس آیت مین ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً ویتیماً واسیراً علی حبہ کی تفسیر یہ فرمائی ہی کہ اُسکی خواہش رکھتے ہون۔ اور حضرت عمر رض فرمایا کرتے کہ الٰہی مال اور توانگری ایسے شخصون کو دے جو ہم مین سے بہتر ہون کہ شاید وہ لوگ اُسکو ہم مین سے حاجتمندون کو پہونچاوین اور عبد العزیز بن عمیر فرماتے ہین کہ نماز آدمی کو آدھے راستہ پر لیجاتی ہی اور روزہ بادشاہ کے دروازے تک پہونچاتا ہی اور صدقہ بادشاہ کے سامنے جا کھڑا کرتا ہی اور ابن ابی الجعد کا قول ہی کہ صدقہ آدمی سے ستر خرابیون کی قسمین دور کرتا ہی اور پوشیدہ دینا صدقہ کا ظاہر کی نسبت ستر گنا ہوتا ہی اور صدقہ ستر شیطانون کے جبڑے چیر دیتا ہی۔ اور حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا ہی کہ ایک شخص نے ستر برس خداے تعالی کی عبادت کی پھر اُس سے کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہوا اور اُسکا عمل باطل کر دیا گیا پھر اُسکا گذر ایک مسکین پر ہوا اور اُسکو روٹی صدقہ دی اللہ تعالی نے اُسکی خطا معاف فرمائی اور ستر برس کے عمل پھر اُسکے بحال کر دیے۔ اور لقمان رح نے اپنے بیٹے کو کہا کہ جب تجھ کوئی خطا کرے تو صدقہ دینا۔ اور یحیی ابن معاذ رح فرماتے ہین کہ مجھے نہین معلوم کہ کوئی دانہ وزن مین دنیا کے پہاڑون کے برابر ہو جاے بجز صدقہ کے دانہ کے کہ یہ البتہ اتنا ہو سکتا ہی اور عبد العزیز بن ابی رواد فرماتے ہین کہ تین چیزین اول زمانہ مین جنت کے خزانون مین سے کہا کرتے تھے اول مرض کا چھپانا دوم صدقہ کا چھپانا سوم مصیبتون کا چھپانا اور یہ روایت بسند بھی آئی ہی۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ اعمال نے ایک دوسرے پر فخر کیا تو صدقہ نے کہا کہ مین تم سب سے افضل ہون اور عبد اللہ رح شکر خیرات دیا کرتے اور کہتے کہ مین نے دیکھا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون اور اللہ تعالی جانتا ہی کہ مین شکر سے محبت رکھتا ہون اور نخعی رح فرماتے ہین کہ جب کوئی چیز خداے تعالے کے لیے ہو تو مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ اُسمین کوئی عیب ہو۔ اور عبید بن عمیر رح فرماتے ہین کہ قیامت کے روز لوگ سب دنون سے زیادہ بھوکے اور پیاسے اور ننگے اُٹھینگے پس جسنے اللہ تعالے کے لیے کھانا کھلایا ہوگا اللہ تعالے اُسکو شکم سیر کریگا اور جس نے اللہ کے لیے پانی پلایا ہوگا اُسکو سیراب کریگا اور جسنے اُسکے واسطے کپڑا پہنایا ہوگا اُسکو کپڑا پہناویگا۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ اگر اللہ تعالے چاہتا تو تم سب کو توانگر کر دیتا کہ کوئی تم مین فقیر نہوتا مگر اُسنے تم مین سے بعض کا امتحان بعض سے لیا ہی۔ اور شعبی رح نے کہا ہی کہ جتنی حاجت فقیر کو مالدار کے صدقہ کی ہی اگر مالدار اُسکی نسبت کر اپنے آپ کو صدقہ کے ثواب کا زیادہ حاجتمند نہ جانے تو اُسکا صدقہ بیکار ہی اور یہ صدقہ اُسکے منہ پر مارا جائیگا اور امام مالک رح فرماتے ہین کہ جو پانی صدقہ کیا جاتا ہی اور مسجد مین پلایا جاتا ہی اگر اُسمین سے توانگر پی لے تو ہم مضائقہ نہین جانتے اسلیے کہ جسنے اُسکو سبیل کیا ہی تو پیاسون کے لیے کیا ہی کوئی ہون اُسکا مقصود خاص محتاجون اور مسکینون پر صدقہ کرنے کا نہین کہتے ہین کہ ایک دلال ایک لونڈی ساتھ لیے حضرت حسن بصری رح کے پاس ہو گذرا آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو اُسکے دام مین ایک یا دو درم پر بھی راضی ہی اُسنے کہا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ تو جا اللہ تعالی تو حورون کے باب مین ایک پیسے اور لقمہ پر راضی ہی۔

تیسرا بیان صدقہ کے پوشیدہ اور ظاہر لینے کے ذکر مین اخلاص کے طالبون کا اسمین اختلاف ہی کہ دونون مین سے بہتر کونسا ہی بعض کا میل تو اسطرف ہی کہ پوشیدہ لینا افضل ہی اور بعض اس طرف جھکے ہین کہ ظاہر لینا افضل ہی اور ہم ان دونون باتون مین جو خرابیان اور آفتین پائی جاتی ہین اول اُنکی طرف اشارہ کرتے ہین پھر امر حق کی تشریح کرینگے۔ جاننا چاہیے کہ پوشیدہ لینے مین پانچ فائدے ہین اول یہ کہ لینے والے کا پردہ بنا رہتا ہی کہ ظاہر مین لینا پردہ مروت کو پھاڑتا اور حاجت کا ظاہر ہو جانا اور سوال نہ کرنے کی ہیئت سے خارج ہونا ہی۔ اور یہ صورت سوال نہ کرنے کی موجب ہوتی ہی کہ اس سے بیخبرون کی نظر مین آدمی غنی معلوم ہوتا ہی دوسرا فائدہ یہ ہی کہ لوگون کے دل اور زبانین محفوظ رہینگی کہ ظاہر لینے سے لوگ اُس پر حسد کرتے ہین یا اُسکے لینے پر انکار کرتے ہین اس خیال سے کہ اسنے باوجود توانگری کے لے لیا یا زیادہ لے لینے کی طرف منسوب کرتے ہین اور حسد اور گمان بد اور غیبت سب بڑے گناہون مین سے ہین۔ اور لوگون کو ان گناہون

محفوظ رکھنا بہتر ہی ابو ایوب سجستانی کہتے ہین کہ مین نئے کپڑے کا پہننا اسلیے ترک کرتا ہون کہ مجھے یہ ڈر ہوتا ہی کہ کہین میرے ہمسایون مین اُس سے حسد نہ پیدا ہو اور کسی دوسرے زاہد کا قول ہی کہ مین اکثر چیز کا استعمال اپنے بھائیون کی خاطر چھوڑ دیتا ہون کہ یون نہ کہین کہ اسکے پاس یہ کہان سے آگئی اور ابراہیم تیمی رح سے مروی ہی کہ اُنپر لوگون نے نیا قمیص دیکھا اُنکے بعض بھائیون نے پوچھا کہ یہ تمھارے پاس کہان سے آیا فرمایا کہ میرے بھائی خیثمہ نے مجھے پہنایا ہی اور اگر مین یہ جانتا کہ اس امر کی اطلاع اُسکے گھر والون کو ہی تو ہرگز اُسکو قبول نکرتا تیسرا فائدہ یہ ہی کہ دینے والے کو عمل کے خفیہ کرنے پر اعانت ہوتی ہی اور ظاہر ہی کہ دینے کے باب مین خفیہ کو علانیہ پر فضل ہی تو لینے والا اگر اس باب مین اعانت دینے والے کی کریگا تو بہتر ہوگا کہ اچھی بات کی تکمیل پر اعانت کرنی بھی اچھی ہی اور پوشیدہ کرنا بدون دونون کے بن نہین سکتا اگر مسکین حال ظاہر کردے تو دینے والے کا حال معلوم ہوجاویگا کسی شخص نے بعض علما کو کوئی چیز ظاہر مین دی اُنھون نے نہ لی اور دوسرے شخص نے ایک چیز پوشیدہ دی تو لے لی کسی نے اُنسے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ دوسرے شخص نے اپنی خیرات مین ادب اور قاعدہ کو ملحوظ رکھا کہ چھپاکر دیا اسواسطے مین نے قبول کرلیا اور اول شخص نے اپنے عمل مین بے ادبی کی اسلیے پر نہ عطا کے تو ملقاے تو مناسب جانا اور کسی شخص نے ایک درویش صوفی کو کوئی چیز مجمع مین دی تو اُنسے پھیر دی اُس شخص نے کہا کہ جو چیز اللہ نے دی اُسکو کیون پھیرتے ہو درویش نے کہا کہ جو چیز خاص خدا تعالے کے لیے تھی اُسمین تو نے دوسرے کو شریک کردیا اور صرف خدا تعالے کی نگاہ پر اکتفا نکی تو تیرا شرک مین نے تجھی کو پھٹا دیا - اور بعض عارفون نے ایک چیز پوشیدہ قبول کرلی جسکو ظاہر مین واپس کردی تھی نذر کرنے والے نے اُنسے اسکی وجہ پوچھی فرمایا کہ ظاہر مین دینے کے باعث تو نے خدا تعالے کی نافرمانی کی تھی اسلیے مین نے نافرمانی پر تیری مدد نہ کی اب جو تو نے اسکی اطاعت پوشیدہ دینے کے باعث کی تو اس نیکی پر مین نے تیری اعانت کی - اور سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ اگر مین یہ جانتا کہ کوئی شخص دہش دیکر اُسکا ذکر نکریگا اور لوگون سے نہ کہیگا تو اُسکی دہش قبول کرلیتا چوتھا فائدہ یہ ہی کہ مسکین ذلت اور خواری سے بچتا ہی کہ ظاہر کے لینے مین ذلت ہوتی ہی اور اپنا نفس کو نہین چاہیے کہ اپنے آپ کو بے عزت اور ذلیل کرے بعض علما کہ خفیہ اگر کوئی کچھ دیتا تو لیتے اور ظاہر مین نہ لیتے اور کہتے کہ ظاہر لینے مین علم کی ذلت اور علما کی بے عزتی ہی تو مین ایسا نہین کہ دنیا کے مال کو تو اونچا کرون اور اُسکے عوض مین علم اور علما کو پست کرون پانچوان فائدہ شرکت کے شبہہ سے احتراز کرنا ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جس شخص کے پاس کوئی ہدیہ آوے اور اُسکے یہان کچھ لوگ ہون تو وہ سب اُس ہدیہ مین شریک ہون اور سونا چاندی ہونے سے ہدیہ سے خارج نہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ افضل ہدیہ جو آدمی اپنے بھائی کے پاس بھیجے چاندی ہی یا اسکو کھانا کھلانا - پس اس حدیث مین چاندی کو بھی ہدیہ فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مجمع مین ایک شخص خاص کو دیدینا سب کی رضامندی کے بغیر دینا مکروہ ہی اور رضامندی کا حال مشتبہہ رہتا ہی اسلیے تنہائی مین دے دینا اس شبہہ سے محفوظ رکھتا ہی ہان اگر صدقہ کو برملا لینے اور اسکا ذکر دوسرے شخصون سے کرنے مین چار فائدے ہین اول اخلاص اور صدق کا ہونا اور اپنے حال کو لوگون کے دھوکا دینے سے بچانا اور ریا سے محفوظ رہنا ہی کہ جیسا واقع مین ہو ویسا ہی ظاہر کرو یا یہ بات نہین کہ حقیقت مین کچھ ہی اور نمود کی وجہ سے اسکو ظاہر نہین کرتا - دوسرا فائدہ یہ ہی کہ جاہ و منزلت دور ہوجاتی ہی اور بندگی اور مسکنت ظاہر ہوتی ہی اور تکبر اور بے حاجت ہونے کے دعوی سے بری پائی جاتی ہی اور لوگون کی نظرون سے نفس گرجاتا ہی بعض عارفون نے اپنے شاگرد کو فرمایا کہ لینے کو ہر حال مین ظاہر کردے کیونکہ جب تو ایسا کریگا تو لوگ تیرے ساتھ دو قسمون پر ہوجاوینگے ایک تو وہ ہونگے جنکے دل سے تو گرجاویگا تو یہ تو مطلوب ہی ہی اسواسطے کہ یہ امر دین کی سلامتی کے لیے نافع تر ہی اور اس سے نفس کی آفتین بھی کم ہوتی ہین اور ایک وہ ہونگے جنکے دلون مین تیری کچھ ایسا زیادہ ہوگی اس نظر سے کہ تو نے ٹھیک ٹھیک اپنا حال ظاہر کردیا اور یہ وہ بات ہی کہ جسکو تمھارا بھائی چاہتا ہی کیونکہ اسکا مقصود ثواب کا زیادہ ہونا ہی تو جب ہوگا مین وہ تجھسے محبت زیادہ کریگا اور تعظیم بہت کریگا تو اسکو ثواب قطعًا زیادہ ہوگا اور یہ ثواب تجکو بھی ہوگا کہ اسکے ثواب زیادہ ہونیکا سبب تو ہی ہوا تیسرا فائدہ توحید کا شرک سے بچانا ہی اسلیے کہ عارف کی نظر بجز خدا عز وجل کے اور طرف نہین ہوتی پوشیدہ اور ظاہر اُسکے حق مین یکسان ہی تو اسی حال کا مختلف ہونا توحید مین شرک ہی - بعض اکابر کا قول ہی کہ جو شخص پوشیدہ لے لیتا تھا اور ظاہر مین پھٹا دیتا تھا اسکی دعا کا ہم اعتبار نہ کرتے تھے - اور خلق کی طرف التفات کرنا خواہ وہ

موجود ہون یا غائب حال مین نقصان ہو بلکہ چاہیے کہ اظہار واحد کیا پر منحصر ہو۔ کہتے ہین کہ کوئی بزرگ اپنے سب مریدون مین سے ایک طرف زیادہ مائل تھے اور مریدون کو یہ بات شاق معلوم ہوئی اُن بزرگ نے چاہا کہ ان لوگون پر اس مرید کی فضیلت ظاہر کیا چاہیے اسلیے ہر ایک مرید کو ایک ایک مرغی دی اور کہا کہ ہر ایک اپنی اپنی مرغی لیکر ایسی جگہ ذبح کر لاؤ جہان کوئی نہ دیکھے سب مرید چلے گئے اور اپنی اپنی مرغی ذبح کر لائے مگر وہ مرید مرغی زندہ لایا اُسسے جو بزرگ نے پوچھا تو کہا کہ ہمکو جیسا حکم تھا اسکی تعمیل کردی جب اُس مرید سے پوچھا کہ تو نے اپنے ساتھیون کی طرح کیون نہ ذبح کی اُسنے کہا کہ مجھکو کوئی ایسی جگہ نہ ملی جہان کوئی نہ دیکھتا ہو اسلیے کہ اللہ تعالے سب جگہ ناظر تھا اُس بزرگ نے اُن لوگون سے کہا کہ اسوجہ سے مین اسپر زیادہ مائل ہون کہ وہ سوائے خدا کے اور طرف دھیان نہین کرتا

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ ظاہر کرنے مین سنت شکر کو ادا کرتا ہے اور اللہ تعالے فرماتا ہے واما بنعمۃ ربک فحدث اور نعمت کو چھپانا ناشکری مین داخل ہے اللہ تعالے اُن لوگون کی مذمت کرتا ہے اور اُنکو بخیل فرماتا ہے جو اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمت کو چھپاتے ہین چنانچہ ارشاد ہے الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل ویکتمون ما اتاہم اللہ من فضلہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالے کسی بندے پر انعام کرتا ہے تو یہ بھی پسند کرتا ہے کہ وہ نعمت اسپر دیکھی جاوے اور ایک شخص نے کسی عارف کو کچھ چھپا کر دیا عارف نے اپنا ہاتھ اونچا کر دیا اور کہا کہ یہ دنیا کی چیز ہے اسمین ظاہر کر دینا افضل ہے پوشیدہ کرنا آخرت کے کامون مین افضل ہوتا ہے۔ اور اسی لیے بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ جب تمکو کچھ مجمع مین دیا جاوے تو لے لو پھر اُسکو تنہائی مین واپس کر دو اور یہ قصہ کہ باب مین شکر کی رغبت منقول ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ عز وجل اور شکر قائم مقام مکافات کا ہوتا ہے یہانتک کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی تمہارے ساتھ سلوک کرے تو اسکی مکافات کرو اور اگر تمسے مکافات نہو سکے تو اسکی تعریف اچھی طرح کرو اور اسکے لیے دعاے خیر مانگو یہانتک اسکو یقین ہو جاوے کہ مکافات کر چکے۔ اور جبکہ مہاجرون نے شکر کے باب مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم ہمنے اُن لوگون سے بہتر اور لوگ نہین دیکھے کہ ہم اُنکے پاس اُترے تو اُنھون نے اپنا مال ہمکو بانٹ دیا یہانتک کہ ہمکو خوف ہوا کہ کہین تمام ثواب ہی نہ لیجاوین آپ نے فرمایا کہ ایسا نہین تمنے جو اُن کا شکر کیا اور تعریف کی یعنی اچھے اُنکی مکافات ہوگئی پس ان تمام فوائد کو تو تم معلوم کر چکے اب یہ جاننا چاہیے کہ لوگون کا اختلاف جو اس باب مین منقول ہے وہ مسئلہ مین اختلاف نہین ہے بلکہ حال کا اختلاف ہے پس تحقیق اس باب مین یہ ہے کہ ہم یہ حکم یقینی نہین کرتے کہ پوشیدہ لینا ہر حال مین افضل ہے یا ظاہر مین لینا اچھا ہے بلکہ یہ بات نیتون کے اختلاف کے باعث مختلف ہوتی ہے اور نیتین احوال اور اشخاص کے اختلاف سے جُدا جُدا ہو جاتی ہین اسصورت مین اخلاص والے کو چاہیے کہ اپنے نفس کا نگران رہے اور مغالطہ مین نہ پڑے نہ طبیعت کے دھوکے فریب کھاوے نہ شیطان کے دام فریب مین آوے اور مکر و فریب پوشیدہ لینے کی وجوہات مین بہ نسبت ظاہر لینے کے زیادہ ہے باوجودیکہ اسکو دخل دونون مین ہے پس خفیہ لینے مین تو فریب کو دخل اسلیے ہے کہ طبیعت خفیہ لینے پر راغب ہے اس نظر سے کہ اس صورت مین جاہ و منزلت محفوظ رہتی ہے لوگون کی آنکھون سے قدر نہین گرتی کوئی مسکین کو بچشم حقارت دیکھتا ہے اور دینے والے کو محسن اور منعم اسپر نہین دیکھتا یہ روگ طبیعت مین گڑا رہتا ہے اور نفس مین پوشیدہ ہوتا ہے اور شیطان اُسکے ذریعہ سے فوائد کا اظہار کرتا ہے یہانتک کہ وہ پانچ فوائد ہمنے لکھے ہین اُن سب کی علت اسکے خفیہ لینے کی بیان کر دیتا ہے اور ان سب کی کسوٹی ایک ہی بات ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کو اپنے صدقہ لینے کا حال کھلجانے سے اتنا ہی رنج ہو جتنا کہ کوئی اسکا ہمجنس اور نظیر اگر خفیہ لیوے اور اُسکا حال برملا ہو جاوے اُس سے رنج ہو غرضکہ برملا ہونے کا رنج اپنے حال اور غیر کے حال کا یکسان ہو اسلیے کہ اگر خفیہ لینے سے اسکو یہ مقصود تھا کہ لوگ غیبت اور حسد مین مبتلا نہون اور بدگمانی نکرین یا پردہ دری سے بچا ہو اور دینے والے کو خفیہ دینے کی رغبت دلانی یا علم کو ذلت سے بچانا منظور تھا تو یہ ساری باتین دوسرے بھائی کے صدقہ لینے کا حال کھلنے سے بھی ہو وینگی اس صورت مین اگر اپنا حال برملا ہونا تو ناگوار زیادہ ہوتا اور دوسرے اپنے بھائی کا حال کھلنا اتنا گران نہو تو پھر یہ کہنا کہ مین خفیہ اُن فوائد کے سبب لیتا ہون محض مغالطہ اور شیطان کا مکر ہے اسلیے کہ علم کی ذلت ممنوع ہے کسی کا ہو یہ نہین کہ خاص زید یا عمرو کے علم کی ذلت تو ناجائز ہو اور بکر کی جائز ہو اسیطرح غیبت اسی وجہ سے ممنوع ہے کہ کسی محفوظ آبرو کے درپے ہونا اُس مین پایا جاتا ہے یہ نہین کہ زید کی آبرو کا تعرض ہو تو ناجائز ہو اور بکر کی آبرو کا ہو تو جائز ہو اور جو شخص اس بات کو اچھی طرح لحاظ رکھتا ہے اُس سے شیطان اکثر ہار جاتا ہے ورنہ پھر تو یہ صورت ہوتی ہے کہ عمل

بہت سا کرے اور اُسمین سے تھوڑا نصیب ہو۔ اور ظاہر لینے کی طرف طبیعت کو اسوجہ سے رغبت ہو کہ اُس سے دینے والے کے دل کو خوشی ہوتی ہو اور اُسکو ایسے افعال پر اُبھارتی ہو اور دوسرون کے سامنے ذکر کرنے سے اُنکو یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ شخص بہت مشکور رہتا ہو اُسکی تعظیم اور حال کی جستجو زیادہ چاہیے اور یہ بات دل مین مدفون رہتی ہو اور شیطان دیندار پر اور کسی طرح اس خیانت کے نکالنے پر قادر نہین ہوتا مگر سنت کی آڑ مین اپنا داؤ مارتا ہو اور کہتا ہو کہ شکر کا ادا کرنا سنت ہو اور خفیہ رکھنا ریا مین داخل ہو اور جو وجہین ہمنے ظاہر کرنے کے باب مین لکھی ہین اُنکو پیش کرتا ہو تاکہ ظاہر کرنے پر اُسکو آمادہ کرے اور قصد باطنی اُسکا یہی ہوتا ہو کہ دینے والا اپنی تعریف سے تو زیادہ خبرگیران ہو اور دوسرے لوگون کو شوق خدمت پیدا ہو اور اُسکا امتحان یہ ہو کہ اپنے نفس کا میل شکر کی طرف اُس صورت مین خیال کرے کہ اُس شکر کی خبر نہ تو دینے والے کو پہونچے نہ اُن لوگون کو جنکو رغبت اُسکے کچھ دینے کی ہو اور اُس جماعت کے سامنے شکر کا خیال کرے جو ظاہر مین دینے کو بُرا جانتے ہون اور خفیہ دینے پر راغب ہون اور اُنکی عادت یہ ہو کہ بجز خفیہ رکھنے والے کے اور کو نہ دیتے ہون تو اگر یہ حالات اُسکے نزدیک برابر ہون تب تو جان لے کہ صدقہ کے ظاہر کرنے کا سبب شکر کی سنت ادا کرنی اور نعمت کو ظاہر کرنے کے لیے ہی ورنہ سمجھ لے کہ یہ شیطان کا فریب اور مغالطہ ہی ہو پھر جب یہ معلوم ہو جاوے کہ باعث ظاہر کرنے کا شکر کی سنت کو ادا کرنا ہو تو چاہیے کہ دینے والے کے حق ادا کرنے سے غافل نہو یعنی اُسکو دیکھے اگر وہ ایسے لوگون مین سے ہو جو شکر اور نعمت کے ظاہر کرنے کو پسند کرتے ہون تو چاہیے کہ اُسکے صدقہ کو خفیہ رکھے اور شکر نہ کرے کیونکہ اُسکا حق اس بات کو چاہتا ہو کہ ظلم پر اُسکی اعانت نہ کرے اور اُسکا طالب ہونا شکر پر ایک ظلم ہو تو اُسپر اعانت نہ چاہیے اور جب اُسکا حال یہ معلوم ہو کہ وہ شکر کو پسند نہین کرتا اور نہ اُسکو سوا صدقہ شکر مقصود ہو تو اس صورت مین اُسکا شکر کرے اور اُسکے صدقہ کو ظاہر کرے اور اسی بہت سے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے لوگون نے ایک شخص کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا کہ تمنے اُسکی گردن ماردی اگر وہ سُنیگا تو فلاح نہ پاویگا باوجودیکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کی تعریف اُنکے منہ پر کیا کرتے تھے اسلیے کہ آپ کو اُنکے یقین پر اعتماد تھا اور جانتے تھے کہ یہ تعریف اُنکو مضر ہوگی بلکہ اُنکو خیر کی رغبت زیادہ کریگی مثلاً ایک شخص کو ارشاد فرمایا کہ یہ جنگل والون کا سردار ہو اور دوسرے کے حق مین ارشاد فرمایا کہ جب تمھارے پاس کسی قوم کا کریم آوے تو اُسکی تعظیم کرو۔ اور ایک شخص کے کلام سُننے تو آپ کو اچھے معلوم ہوے اور فرمایا اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا اور فرمایا جب تم مین سے کوئی شخص اپنے بھائی مین کوئی بہتری معلوم کرے تو چاہیے کہ اُسکو خبر کر دے کہ وہ خیر مین اور زیادہ رغبت کریگا اور فرمایا اِذَا مُدِحَ الْمُؤْمِنُ رَبَا الْاِیْمَانُ فِیْ قَلْبِہٖ اور سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے نفس کو پہچان لے اُسکو لوگون کی تعریف مضر نہین ہوتی۔ اور یوسف بن اسباط کو حضرت سفیان رح نے فرمایا کہ جب مین تمکو کچھ مال دون تو تمھاری نسبت کر مجکو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہو اور اُسکو مین سمجھتا ہون کہ خدا تعالے نے مجھپر نعمت کی تم چاہو شکر کرو خواہ نہ کرو غرضکہ جو شخص اپنے دل کی خبرگیری چاہتا ہو اُسکو چاہیے کہ ان باریک باتون کا لحاظ رکھے کیونکہ اعضا کے اعمال مین اگر یہ باریکیان ملحوظ نہین تو وہ شیطان کی ہنسی اور اُسکی خاطر خواہ ہونگی کہ محنت بہت ہوا اور نفع کم اور اسی جیسے علم کے باب مین کہا کرتے ہین کہ اُسکا ایک مسئلہ سیکھنا برس روز کی عبادت سے افضل ہو کیونکہ اس علم سے عمر بھر کی عبادت زندہ ہوتی ہو اور اس علم کو نہ جاننے کی تمام زندگی کی عبادت مرجاتی ہو اور بیکار ہوتی ہو حاصل یہ کہ مجمع مین لینا اور خفیہ پھیر دینا سب طریقون مین عمدہ اور محفوظ تر ہو اُسکو چکنی باتون سے دور رکھنا چاہیے ہان اگر معرفت کامل ہو اور ظاہر و باطن آدمی کے نزدیک برابر ہو جاوے تو پھر خفیہ لینے کا بھی مضائقہ نہین لیکن ایسا شخص عنقا ہو کہ اُسکا ذکر ہوتا ہو اور دیکھنے مین نہین آتا

اللہ تعالے سے ہم سوال کرتے ہین کہ ہماری مدد کرے اور توفیق عنایت فرماوے

تیسرا بیان اس باب مین کہ صدقہ کا لینا افضل ہو یا زکوٰۃ کا۔ ابراہیم خواص اور حضرت جنید بغدادی اور بعض اور بزرگون کی تو یہ رائے تھی کہ صدقہ کے مال مین سے لینا بہ نسبت زکوٰۃ مین سے لینے کے افضل ہو اسلیے کہ زکوٰۃ کے لینے مین مسکینون کے لیے مزاحمت اور تنگی کرنی ہو اور ایک وجہ یہ ہو کہ بعض اوقات زکوٰۃ کے لینے کا استحقاق اپنے آپ مین پورا نہین ہوتا یعنی جیسا وصف کلام مجید مین مذکور ہو وہ صفت خود مین نہین ہوتی اور جبکہ

کے حال مین گنجایش زیادہ ہو اور بعض لوگون نے کہا ہو کہ زکوٰۃ کا لینا چاہیے نہ صدقہ کا کیونکہ زکوٰۃ لینے سے لوگون کو واجب ادا کرنے پر اعانت ہوتی ہو اگر سب مسکین زکوٰۃ لینا چھوڑ دین تو سب گنہگار ہونگے اور ایک وجہ یہ کہ اُنمین کسی کا احسان نہین وہ خداے تعالیٰ کا حق واجب مالدار کے ذمہ ہو کہ اُسکے محتاج بندون کی روزی ہوتی ہو اور ایک وجہ یہ ہو کہ زکوٰۃ کا لینا تو حاجت کے سبب ہو اور حاجت ہر شخص کی اُسکو قطعاً معلوم ہوا کرتی ہو اور صدقہ کا لینا دین کے باعث ہو کیونکہ غالب یہی ہو کہ دینے والا اُسی کو دیتا ہو جسمین بہتری کا معتقد ہوتا ہو اور ایک وجہ یہ ہو کہ مساکینون کی موافقت ذلت اور مسکنت مین بہت دخل رکھتی ہو اور تکبر سے دور تر ہو اسلیے کہ صدقہ کو تو آدمی کبھی ہدیہ کے طور بھی لے لیتا ہو تو صدقہ اور ہدیہ مین فرق نہین رہتا مگر زکوٰۃ کے لینے مین لینے والے کی حاجت اور ذلت پر تصریح ہوتی ہو اور اس باب مین قول حق یہ ہو کہ یہ امر ہر ایک شخص کے حالات کے بموجب مختلف ہوا کرتا ہو اور جسطرح کی حالت اُسپر غالب ہو اور جو نیت ہو اُسیطرح کا حکم کیا جاتا ہو پس اگر کسی کو صفت استحقاق سے اپنے آپ کے موصوف ہونے مین شبہہ ہو تو اُسکو زکوٰۃ کا لینا نہ چاہیے اور جس صورت مین کہ جانے مین قطعاً مستحق ہون مثلاً اپنے ذمہ قرض رکھتا ہو جسکا روپیہ عمدہ طریقون مین خرچ کیا ہو اور کوئی صورت اُسکے ادا کی نہین تو بیشک مستحق ہو تو اسطرح کا شخص اگر صدقہ اور زکوٰۃ مین اختیار دیا جاوے تو یہ سوچے کہ اگر مین صدقہ نہ لونگا تو مالک مال اُسکو صدقہ کریگا تب تو صدقہ ہی لے کیونکہ زکوٰۃ واجب کو مالک مستحقین کو ادا کریگا تو اس صورت مین خیرات زیادہ بھی ہوگی اور مسکینون کو بھی زیادہ پہونچیگا اور اگر مالک نے وہ مال کسی کو صدقہ ہی کی نیت سے دیا ہو کچھ خاص کسی کے لیے نہین اور زکوٰۃ کے لینے مین اگر کچھ تنگی بھی نہو تو ایسی صورت مین اختیار ہو خواہ صدقہ لیوے یا زکوٰۃ ہر شخص کو دونون کا اختیار ہو مگر پھر بھی زکوٰۃ کا لینا نفس کے توڑنے اور ذلیل کرنے کے باب مین غالباً بہت زیادہ ہو واللہ اعلم۔ باب اسرار زکوٰۃ خداے تعالیٰ کی عنایت سے ختم ہوا اسکے بعد اسرار صوم کا باب مذکور ہوتا ہو والحمد للہ اولاً وآخراً وظاہراً و باطناً وصلی اللہ علی محمد خیر البریۃ وعلیٰ کل مصطفیٰ

چھٹا باب روزون کے اسرار کے بیان مین

ربع عبادات یعنی ارکان مین ایمان کے پہلے اشرف روزہ جسکو ہم احادیث مین دیکھتے ہین کہ خدا تعالیٰ کے لیے خاص ہو یا یہ کہ ارکان مخصوص عبادت مین ہو سو ظاہر ہو کہ وہ واضح ہو کہ روزہ ایمان کا چہارم ہو اسلیے کہ ایک حدیث مین آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ الصوم نصف الصبر اور دوسری مین فرمایا الصبر نصف الایمان اس سے معلوم ہوا کہ روزہ ایمان کے نصف کا نصف ہو یعنی چوتھائی ہو اور چونکہ روزہ کو نسبت خداے تعالیٰ کی طرف خاص ہو سب ارکان اسلام مین سے ہو تو اسی خاصیت کے سبب اُسکو اورون پر فوقیت ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول اس باب مین آنحضرت صلعم نے حدیث قدسی مین ارشاد فرمایا ہو کہ ہر نیکی دس گنے سے سات سو گنے تک ہوگی مگر روزہ رکھنا کہ وہ خاص میرے واسطے ہو اور مین ہی اُسکی جزا دونگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب یعنی صبر والون کو ثواب اُنکا بے حساب ملیگا اور روزہ صبر کا آدھا ہو تو اس صورت مین اُسکا ثواب بھی قانون حساب سے باہر ہوگیا اور اُسکی فضیلت مین یہی جاننا کافی ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو والذی نفسی بیدہ لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک یقول اللہ عزوجل انما یذر شہوتہ و طعامہ و شرابہ لاجلی فالصوم لی وانا اجزی بہ اور فرمایا للجنۃ باب یقال لہ الریان لا یدخلہ الا الصائمون وہو موعود بلقاء اللہ تعالیٰ فی جزاء صومہ اور فرمایا للصائم فرحتان فرحۃ عند الافطار و فرحۃ عند لقاء ربہ اور فرمایا ہر چیز کا ایک دروازہ ہو اور عبادت کا دروازہ روزہ ہو اور فرمایا روزہ کا سونا عبادت ہو اور حضرت ابوہریرہ رضی سے مروی ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینا داخل ہوتا ہو تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہین اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہین اور شیطان باندھ دیے جاتے ہین اور ایک پکارنے والا پکارتا ہو کہ اے طالب خیر آگے بڑھ اور اے طالب شر بس کر اور وکیع رح اس آیت کی تفسیر مین کلوا واشربوا ہنیئاً بما اسلفتم فی الایام الخالیہ فرماتے ہین کہ وہ دن روزے کے ہین اسلیے کہ اُنمین کھانا اور پینا چھوڑ رکھا تھا۔ اور آنحضرت صلعم نے دنیا کے زہد اور روزہ کو مباہات مین یکجا فرمایا ہو چنانچہ زہد کے باب مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جوان عابد سے اپنے فرشتون پر فخر فرماتا ہو اور ارشاد فرماتا ہو اے جوان میرے لیے اپنی خواہش چھوڑنے والے اور میری رضا مین اپنی جوانی خرچ کرنے والے تو میرے نزدیک ایسا ہو جیسا کوئی میرا فرشتہ اور روزہ دار کے

عبداللہ بن ابی اوفی اور اس سند مین سلیمان بن عمرو نخعی ہو جو دروغگو ہو ۱۲ حم ترمذی و ابن ماجہ اور حاکم ۱۲ افطار کے کھانا اور پیکو پیاس سے بدلا اسکا جو آگے بھیجا تم نے پہلے دنون مین ۱۲ [illegible]

باب مین فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرشتو میرے بندے کو دیکھو کہ اپنی شہوت اور لذت اور کھانا اور پینا میرے سبب سے چھوڑ دیا ہے اور بعضون نے اس آیت کی تفسیر مین فرمایا ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون کہ انکا عمل روزہ تھا اسلیے کہ صابرون کے حق مین فرمایا ہے انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صابر کے لیے ثواب انڈیل کر ڈھیر لگا دیے جاینگے کہ وہم و اندازہ مین نہ آسکے اور ایسا ہی ہونا شایان ہے اسلیے کہ روزہ خداے تعالیٰ کے لیے ہے اور اسکی طرف منسوب ہونے سے اسکو شرف ہے ہر چند ساری عبادتین اسی کے لیے ہین مگر روزے کو ایسا شرف ہے جیسا خانہ کعبہ کو ہے گو زمین بالکل خداے تعالیٰ کی ہے اور یہ شرف دو وجہ سے ہے اول یہ کہ روزہ رکھنا چند چیزون سے باز رہنا اور ترک کرنا بعض افعال کا ہے اور یہ امر باطنی ہے اسمین کوئی عمل ایسا نہین جو آنکھ سے سوجھے اور دوسری عبادتین لوگون کی نظرگاہ مین ہوتی ہین اور روزے کو بجز خداے تعالیٰ کے اور کوئی نہین دیکھتا کیونکہ وہ عمل باطن کا ہے صرف صبر کرنے سے - اور دوسری وجہ یہ ہے کہ روزہ خداے تعالیٰ کے دشمن پر دباؤ اور غالب ہوتا ہے کیونکہ شیطان ملعون کا وسیلہ شہوات ہین جو کھانے پینے سے قوی ہوتی ہین اور اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان آدمی مین خون کے چلنے کی جگہون مین پھرتا ہے پس اسکی راہون کو بھوک سے تنگ کرو اور اسی لحاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رض کو فرمایا کہ جنت کے دروازہ ہمیشہ کھٹکھٹایا کرو انھون نے عرض کیا کہ کس چیز سے آپنے فرمایا کہ بھوک سے اور بھوک کی فضیلت باب غذا کی کثرت حرص اور اسکی تدبیر مین جلد سوم مین مذکور ہوگی پس چونکہ روزہ خاصکر شیطان کا بیخ کن اور اسکی راہون کا بند کرنے والا اور اسکے راستون کا تنگ کرنے والا ہے اس وجہ سے مستحق اسکا ہوا کہ خاص خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہو کیونکہ دشمن خدا کی بیخ کنی مین خداے تعالیٰ کی نصرت ہے اور اللہ تعالیٰ کا بندے کو مدد کرنا اس بات پر موقوف ہے کہ بندہ اسکی نصرت کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم غرضکہ شروع کرنا کوشش کا بندے کی جانب سے ہے اور ہدایت کا عوض دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے چنانچہ فرماتا ہے والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا اور فرمایا ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم اور شہوات کے تغیر انکو توڑنے سے اسلیے ہے کہ شہوات شیطانون کی چراگاہ ہین پس جبتک یہ ہری بھری رہینگی انکی آمد و رفت موقوف نہوگی اور جبتک آتے جاتے رہینگے تب تک بندے کو خداے تعالیٰ کا جلال ظاہر نہوگا اور اسکی لقا سے محجوب رہیگا اور آنحضرت صلعم فرماتے ہین کہ اگر بنی آدم کے دلون پر شیاطین دورہ نکرتے رہتے تو وہ آسمان کے ملکوت کو دیکھنے لگتے - غرضکہ اس جہت سے روزہ عبادت کا دروازہ اور سپر ہوا ہے اور جبکہ اسکی فضیلت اس حد کو بڑھ گئی ہے تو ضرور ہوا کہ اسکی ظاہری اور باطنی شرطون کو مع اسکے ارکان اور سنتون کے بیان کیا جاوے اور یہ باتین تین فصلون مین بیان کی جاوینگی

فصل اول روزہ کے واجبات اور ظاہری سنتون اور افطار کے لوازم کے ذکر مین مشتمل تین بیانون پر

بیان اول واجبات ظاہری کے ذکر مین اور وہ چھ ہین **اول** ابتداے ماہ رمضان کو معلوم کرنا اور یہ بات یا تو چاند کے دکھائی دینے سے معلوم ہوتی ہے یا اگر آسمان صاف نہو تو شعبان کے تیس دن پورے ہو جانے سے اور چاند کے دیکھنے سے یہ غرض ہے کہ علم اسکی رویت کا ہو جاوے اور علم رویت ایک عادل شخص کے کہنے سے ہو جاتا ہے اور عید فطر کا چاند بدون دو عادل شخصون کے کہنے کے ثابت نہین ہوتا کہ عبادت کی احتیاط اسی کو مقتضی ہے اور جس شخص نے چاند کی رویت ایک عادل آدمی سے سنی اور اسکے کہنے کا اعتبار کیا اور غالب ظن اسکو یہی ہے کہ یہ شخص درست کہتا ہے تو اسکو روزہ رکھنا لازم ہوگا اگرچہ قاضی اسکی رویت پر حکم نہ دیوے پس ہر ایک شخص کو چاہیے کہ اپنی عبادت کے باب مین اپنے ظن کے بموجب عمل کرے - اور جب چاند ایک شہر مین دیکھا جاوے اور دوسرے مین نظر نہ آوے اور ان دونون شہرون مین دو منزل سے کمتر فاصلہ ہو تو روزہ سب پر واجب ہوگا اور اگر فاصلہ زیادہ ہو تو ہر شہر کا حکم جدا ہے ایک کا وجوب دوسری جگہ تجاوز نکریگا **دوم** نیت ہے اور نیت ہر ایک شب کے لیے رات سے تعیین اور جزم کے ساتھ چاہیے پس اگر تمام ماہ رمضان کی نیت ایکبارہی دفعہ کرلے تو کافی نہوگا اسی لیے ہمنے نیت مین قید ہر شب کی لگائی اور اگر نیت دن کو کریگا تو نہ رمضان کا روزہ نہ فرض بلکہ نفل کے سوا اور کچھ نہوگا اسواسطے ہمنے قید رات سے نیت کرنے کی لگائی اور اگر نیت مطلق روزہ کی یا فرض مطلق کی کریگا تو جائز نہوگا اسی غرض سے ہمنے کہا ہے کہ نیت تعیین کے ساتھ ہو کہ روزہ رمضان فرض خداے عزوجل کا رکھتا ہون - اگر شک کی رات مین یون نیت کرے کہ کل اگر رمضان

یعنی اگر تم مدد کروگے خدا کی تو وہ تمہاری مدد کریگا اور جما دیگا تمہارے پاؤن ۱۲ اور جنھون نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سجھا دینگے انکو اپنی راہین ۱۲ اللہ نہین بدلتا جو ہے کسی قوم کو جبتک وہ نہ بدلین جو انکے جیون مین ہے پ ۱۳ ع ۲ ۱۶ روایت ... ۱۲

ہوگا تو روزہ رکھونگا تو یہ نیت کافی نہوگی کیونکہ اسمین جزم یعنی یقین نہین ہان اگر نیت ایک عادل شخص کے کہنے پر اعتبار کرکے کی ہو تو اسکی غلطی یا جھوٹ کے احتمال سے جزم باطل نہوگا یا قرینہ حال کی ہمراہی مین نیت کی ہو مثلاً شب آخر رمضان مین شک ہو تو یہ شک یقین کا مانع نہین ہے یا نیت کو اجتہاد سے پشتی ہو مثلاً اگر کوئی شخص کسی گڑھی مین قید ہو اور اسکے گمان مین غالب یہی ہو کہ رمضان شروع ہوگیا اور اسکی راے مقتضی اسی امر کی ہو تو اسکا شک کرنا اسکی نیت کا مانع نہین اور جبکہ شک کی رات مین اسکو شک ہو تو پھر زبان سے نیت یقینی کرنی مفید نہین اسلیے کہ نیت کا محل تو دل ہے اسمین تو تصدیق یقینی شک کے ساتھ ممکن نہین مثلاً جیسے رمضان کے بیچ مین کہے کہ کل اگر رمضان ہوگا تو روزہ رکھونگا کہ یہ شک اسکو مضر نہین کیونکہ یہ صرف زبان پر ہو دل جو محل نیت ہے اسمین تردد نہین بلکہ اسمین یقین ہے اس بات کا کہ کل رمضان ہی ہوگا ۔ اور اگر کوئی شخص رات کو نیت کریگا اور بعد نیت کے کچھ کھانا کھایا تو اسکی نیت نہین جانے کی ۔ اور اگر عورت نے حالت حیض مین روزہ کی نیت کی اور فجر سے پہلے پاک ہوگئی تو اسکا روزہ درست ہوگا ۔ تیسرا واجب یہ ہے کہ روزے کو یاد ہوتے ہوے جانکر کسی چیز کو پیٹ مین پہونچانے سے بندش کرے اس سے یہ نکلا کہ اگر روزہ مین دانستہ کھاویگا یا پیویگا یا ناک کی راہ سے کوئی چیز پیٹ مین چلی جاویگی یا حقنہ کراویگا تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور فصد کھلانے یا پچھنے لگوانے اور سرمہ ڈالنے اور کان مین سلائی ڈالنے سے نہین ٹوٹیگا اور پیشاب گاہ مین سلائی ڈالنا بھی روزے کا مفسد نہین لیکن اگر اسمین ایسی چیز پہنچا دے جو مثانہ مین پہونچ جاوے تو البتہ مفسد ہے اور جو چیز بدون قصد پیٹ مین چلی جاوے جیسے راستے کا غبار یا مکھی یا کلی کرنے کے وقت پانی چلا جاوے تو مفسد نہین لیکن اگر غرارہ کرنے مین جاویگا تو مفسد ہوگا کہ قصور روزہ دار کا ہے اور ہماری غرض دانستہ فعل کرنے سے یہی ہے کہ ایسے فعل کا مرتکب ہو جسمین احتمال قوی روزے کے فاسد ہونے کا ہو اور روزے کے یاد ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ بھولنے والا اس سے مستثنی ہو جاوے کیونکہ بھولکر یہ امور مفسد روزہ کے نہین اور جو شخص جان بوجھکر سحر کھاے یا افطار کرے پھر معلوم ہو کہ صبح تھی یا دن باقی تھا تو اسپر قضا لازم ہوگی اور اگر اپنے گمان اور اجتہاد کے حکم پر جاری رہیگا تو قضا لازم نہ آویگی اور ان دونون وقتون مین بدون گمان اور اجتہاد کے کھانا نہ چاہیے چوتھا واجب جماع سے بند رہنا ہے اور اسکی حد یہ ہے کہ سر ذکر غائب ہو جاوے اور اگر بھولکر صحبت کریگا تو مفسد نہوگی اور اگر رات کو صحبت کی یا خواب مین احتلام ہوگیا اور حالت ناپاکی مین صبح ہوگئی تو اس سے روزہ نہین جاتا ۔ اور اگر روزہ دار اپنی بی بی سے صحبت کرتا تھا کہ صبح ہوگئی اور فوراً یہ علحدہ ہوگیا تو روزہ درست ہوگا اور اگر بعد صبح کے توقف کریگا اور علحدہ نہوگا تو کفارہ لازم آویگا اور روزہ ٹوٹ جاویگا پانچوان واجب منی نکالنے سے رکا رہنا یعنی منی کو قصداً نہ جماع سے نکالے نہ بدون جماع کے کیونکہ اسکا نکالنا روزہ کا مفسد ہے ۔ اور اپنی زوجہ کا بوسہ لینا اور پاس لٹانا روزہ کا مفسد نہین جبتک کہ انزال نہو مگر یہ امور مکروہ ہین ہان اگر روزہ دار بوڑھا ہو یا اپنی شہوت پر قابو رکھتا ہو تو بوس و کنار کا مضائقہ نہین پھر بھی اسکا نہ کرنا بہتر ہے ۔ اور جسصورت مین کہ بوسہ سے انزال ہونے کا خوف کرتا تھا پھر بوسہ لیا اور منی نکل پڑی تو روزہ جاتا رہیگا کہ اپنی طرف سے قصور کیا ۔ چھٹا واجب قے کرنے سے بندش کرنی ہے کہ اپنے آپ قے کرنا روزہ کا مفسد ہے اور اگر آپ سے ہو جاوے تو مفسد نہین اور اگر بلغم حلق مین سے یا سینہ سے نکالا جاوے تو روزہ فاسد نہوگا کیونکہ اسکی ضرورت مین سب مبتلا ہین ہان اگر بلغم کے منہ مین پہنچنے کے بعد نگلیگا تو روزہ ٹوٹ جاویگا

دوسرا بیان ۔ افطار کے لوازم کے ذکر مین ۔ افطار صوم کے لیے چار باتین لازم ہین قضا اور کفارہ اور فدیہ دینا اور باقی دن مین امساک کرنا روزہ دارون کی طرح ہے اور ہر ایک ان باتون مین سے جدا جدا شخصون کے لیے ہے قضا ہر مسلمان عاقل بالغ پر واجب ہے جو روزہ عذر کے باعث یا بلا عذر نہ رکھے اس سے یہ نکلا کہ حائضہ عورت یا مرتد روزہ کی قضا کرین لیکن کافر اور لڑکے اور مجنون پر قضا نہین اور رمضان کے روزون کی قضا مین پیہم رکھنا بھی شرط نہین جسطرح چاہے اسکی خواہ جدا جدا قضا رکھے ۔ اور کفارہ روزہ کا بجز جماع کے اور باتون سے واجب نہین ہوتا مثلاً کھانے اور پینے اور بدون جماع کے منی نکالنے سے کفارہ واجب نہین اور کفارہ یہ ہے کہ ایک بردہ آزاد کرے اور اگر نہو سکے تو دو مہینے پیہم روزے رکھے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو ساٹھ مسکینون کو ایک ایک مد کھانا دے مد سوا روپیہ کے سیر سے تین پاؤ ہوتا ہے اور امساک بقیہ دن مین ان لوگون پر واجب ہے جنہون نے افطار کرنے سے معصیت کی ہو یا افطار مین قصور انکی طرف سے ہوا ہو ۔ اور حائضہ اگر کچھ دن سے پاک ہوئی ہو یا مسافر سفر سے افطار کی حالت مین دن سے آیا ہو تو ان دونون کو

امساک

بقیہ دن کا امساک واجب نہیں اور اگر شک کے روز ایک عادل شخص چاند کی گواہی دے تو امساک واجب ہے۔ اور سفر میں روزہ رکھنا افطار کی نسبت کہ افضل ہے لیکن اگر مسافر کو تاب نہو تو افطار بہتر ہے۔ اور جبکہ اول سے مقیم تھا اور پھر سفر کیا تو جس روز سفر کو نکلے اُس روز افطار نہ کرے اور نہ اُس روز کہ سفر میں روزہ رکھکر مکان پر روزہ سے پہونچ جاوے اور فدیہ حاملہ اور دودھ پلانے والی پر واجب ہے جبکہ یہ دونوں اپنی اولاد کے خوف سے افطار کرلیں یعنی ہر روز کے عوض ایک مُد گیہوں ایک مسکین کو دیوین اور روزہ کی قضا کرین اور نہایت بوڑھا شخص جب روزہ نہ رکھے تو ہر روز کے عوض ایک مُد گیہوں ادا

تیسرا بیان روزہ کی سنتوں کے ذکر میں۔ روزہ کی سنتیں چھ ہیں اول سحر کو دیر کر کے کھانا دوم خرما یا پانی سے نماز سے پیشتر افطار کرنا سوم زوال کے بعد مسواک کا نہ کرنا چہارم ماہ رمضان میں خیرات کا کرنا چنانچہ اسکی فضیلت باب الزکوٰۃ میں بیان کر دی گئی ہے پنجم قرآن کا پڑھنا پڑھانا ششم مسجد میں اعتکاف کرنا خصوصاً آخر عشرہ میں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہی تھی کہ جب اخیر عشرہ آتا تو آپ بستر تہ کر دیتے اور کمر عبادت پر چست کرتے اور خود بھی محنت کرتے اور گھر والوں سے بھی عبادت میں مشقت لیتے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ان دس دنوں میں شب قدر ہے اور غالباً طاق راتوں میں سے اکیسویں اور تیئسویں اور پچیسویں اور ستائیسویں پر زیادہ شبہہ ہے کہ شب قدر ہوں۔ اور اس عشرہ کا اعتکاف پیہم کرنا بہتر ہے پس اگر پیہم اعتکاف کی نذر یا نیت کی تو بدون ضرورت شرعی مسجد سے نکلنے کے باعث پیہم ہونا جاتا رہیگا مثلاً اگر بیمار کی عیادت یا ادائے شہادت یا جنازہ کی شرکت یا زیارت یا تجدید طہارت کے لیے نکلیگا تو پیہم ہونا جاتا رہیگا اور قضائے حاجت کے لیے نکلنے سے نہیں جانے کا اور اس صورت میں اُسکو درست ہے کہ وضو گھر میں کرلے لیکن اور کسی کام میں مشغول نہونا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدون حاجت انسانی کے اور کسی بات کے واسطے نکلتے نہ تھے اور بیمار کا احوال صرف راستہ چلتے پوچھ لیتے تھے اور پیہم ہونا جماع سے جاتا رہتا ہے بوسہ سے نہیں جاتا اور مسجد میں خوشبو لگانے اور نکاح کرنے اور کھانے اور سونے اور طشت میں ہاتھ دھونے کا مضائقہ نہیں کہ ان چیزوں کی پیہم اعتکاف میں ضرورت پڑتی ہے اور کچھ بدن باہر نکلنے سے پیہم ہونا منقطع نہیں ہوتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک حجرہ شریف میں جھکا دیتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا موے مبارک میں کنگھی کر دیتی تھیں۔ اور جب اعتکاف والا قضاے حاجت کے لیے باہر نکلے تو جب لوٹ کر آوے تو چاہیے کہ از سر نو نیت اعتکاف کی کرے لیکن جب اول ہی میں پورے دس روز کی نیت کرلیگا ہو تو پھر کچھ ضرور نہیں تاہم تجدید افضل ہے

دوسری فصل روزہ کے اسرار اور باطنی شرطوں کے ذکر میں۔ جاننا چاہیے کہ روزہ کے تین درجے ہیں ایک روزہ عوام کا ہے اور ایک خواص کا اور ایک اخص خواص کا عوام کا روزہ تو یہ ہے کہ پیٹ اور شرمگاہ کو انکی خواہش ادا کرنے سے روکا جاوے جیسا کہ اوپر اسکی تفصیل گذری اور خواص کا روزہ یہ ہے کہ آنکھ کان زبان ہاتھ پانوں اور تمام اعضا کو گناہ سے روکا جاوے اور اخص خواص کا روزہ اسطرح ہے کہ دل کو بُری ہمتوں اور دنیوی فکروں سے روزہ رکھایا جاوے اور سواے خدا تعالی کے اور چیزوں سے مطلقاً اُسکو روک دیا جاوے اس قسم کا روزہ خدا تعالی اور آخرت کے سوا اور چیزوں میں فکر کرلینے اور دنیا میں فکر کرلینے سے ٹوٹ جاتا ہے ہاں جو دنیا کہ دین کے لیے مقصود ہوتی ہے اُسکا فکر اس روزہ کو افطار نہیں کرتا کیونکہ وہ زاد آخرت ہے دنیا میں سے نہیں ہے یہانتک کہ اہل دل فرماتے ہیں کہ جس شخص کی ہمت دن کو اس بات میں مصروف ہو کہ افطار کی چیز کی تدبیر کرلینی چاہیے تو اُسپر خطا لکھی جاویگی اسوجہ سے کہ خدا تعالی کے فضل پر اعتماد کم کیا اور اُسکے رزق موعود پر یقین تھوڑا ہوا۔ اور یہ رتبہ انبیا اور صدیقین اور مقربین کا ہے اور ہم اس مرتبہ کی تفصیل میں تقریر قولی کو طول نہیں دیتے مگر عمل کی رو سے اسکی تحقیق بتاتے ہیں کہ وہ روزہ اسوقت حاصل ہوتا ہے کہ تمام ہمت خدا تعالی کی طرف آدمی متوجہ ہو اور خدا تعالی کے غیر سے منہ پھیرلے اور اس آیت کا مضمون اُسپر چھا جاوے قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ اور خواص کا روزہ یعنی نیکبخت لوگوں کا جو اعضا کو گناہ سے باز رکھنے سے ہوتا ہے وہ چھ باتوں سے پورا ہوتا ہے اول نظر کا نیچے رکھنا اور جو باتیں بُری اور مکروہ ہیں اُنکی طرف اُسکو نہ جانے دینا اور جن چیزوں کے دیکھنے سے دل بٹتا ہو اور خدا تعالی کی یاد سے غفلت ہوتی ہو اُنسے نظر کو روکنا آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ نظر کرنا ایک زہر کا بجھا ہوا تیر ہے شیطان کے تیروں میں سے جو کوئی اسکو خدا تعالی کے خوف سے ترک کریگا اللہ تعالی اُسکو ایسا ایمان عنایت فرماویگا جسکی حلاوت وہ اپنے دل میں پاویگا اور حضرت جابر رضی آنحضرت صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا خمس یفطرن الصائم الکذب والغیبۃ والنمیمۃ والیمین الکاذبۃ والنظر بشھوۃ دوم زبان کا بند رکھنا بیہودہ باتوں اور جھوٹ

اور غیبت اور چغلی اور فحش اور ظلم اور جھگڑے اور بات کاٹنے سے اور سکوت کو اپنے لازم کرنا اور ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن مین مصروف رکھنا کہ یہ زبان کا روزہ ہے سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ غیبت روزہ کی مفسد ہے اس روایت کو انسے بشر بن حارث نے روایت کیا ہے اور لیث حضرت مجاہد رض سے راوی ہین کہ دو خصلتین روزے کی مفسد ہین غیبت اور جھوٹ آنحضرت صلعم فرماتے ہین کہ روزہ سپر ہے جب تم مین سے کوئی روزہ رکھے تو فحش نہ بکے نہ جہالت کرے اور اگر کوئی اس سے لڑائی کرے یا گالی دے تو چاہیے کہ کہدے کہ مین روزہ دار ہون - اور ایک حدیث مین آیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے عہد مبارک مین دو عورتون نے روزہ رکھا اور بھوک اور پیاس کی انکو آخر روز مین یہ شدت ہوئی کہ قریب ہلاکت ہوگئین انھون نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین افطار کی اجازت کے لیے کسی کو بھیجا آپ نے انکے پاس ایک پیالہ بھیجا اور آدمی سے ارشاد فرمایا کہ ان دونون کو کہنا کہ جو کچھ تمنے کھایا ہے اسکو اس پیالے مین قے کردو ایک عورت نے نصف پیالہ خون تازہ اور گوشت تازہ سے بھر دیا اور دوسری نے بھی یہی چیزین قے کین یہانتک کہ پیالہ لبالب ہوگیا لوگون نے اس سے تعجب کیا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ان دونون نے جو چیز اللہ کی حلال کی ہوئی تھی اس سے روزہ رکھا اور جو چیز خداے تعالی نے حرام کی تھی اس سے افطار کیا ایک ان مین سے دوسرے کے پاس بیٹھ گئی اور دونون نے لوگون کی غیبت شروع کی یہ گوشت پیالہ مین وہی ہے جو ان دونون نے لوگون کا گوشت کھایا تھا سوم بری بات کے سننے سے کانون کو باز رکھنا اسواسطے کہ جن امور کا کہنا حرام ہے انکا سننا بھی حرام ہے اور یہی جہت خداے تعالی نے سننے والون اور حرام خوارون کو برابر ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے سماعون للکذب اکالون للسحت اور فرمایا لولا ینہاہم الربانیون والاحبار عن قولہم الاثم واکلہم السحت پس غیبت کو سنکر خاموش رہنا حرام ہے اور فرمایا انکم اذاً مثلہم اور اسی نظر سے آنحضرت صلعم نے فرمایا المغتاب والمستمع شریکان فی الاثم چہارم ہاتھ پاؤن اور دوسرے اعضا کو بری باتون سے روکنا اور افطار کے وقت شکم کو شبہات سے باز رکھنا کیونکہ اگر حلال سے دن بھر بند رہے اور حرام سے افطار کیا تو روزہ کچھ نہوا ایسے روزہ والے کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص ایک محل بنا دے اور ایک شہر کو منہدم کرے اسلیے کہ حلال کھانے کی کثرت مضر ہوتی ہے اور روزہ اسکی کمی کے لیے ہوتا ہے اور جو شخص کہ بہت سی دوا کھانے کے ضرر سے ڈر کر زہر کھانا اختیار کرے وہ بیوقوف ہے اور حرام کھانا ایک زہر ہے جو دین کو ہلاک کرتا ہے اور حلال ایک دوا ہے کہ اسکا کم کھانا مفید اور زیادہ کھانا مضر ہے اور روزے سے غرض حلال کی کمی سے ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کم من صائم لیس لہ من صومہ الا الجوع والعطش یعنی بعضون نے یہ کہا ہے کہ مراد اس شخص سے ہے جو حرام پر افطار کرے اور بعضون کا یہ قول ہے کہ وہ شخص مراد ہے جو طعام حلال سے رکا رہے اور افطار لوگون کے گوشت یعنی غیبت سے کرے جو حرام ہے اور بعض کہتے ہین کہ وہ شخص مقصود ہے جو اپنے اعضا کو گناہون سے نہ بچاوے پنجم یہ کہ افطار کے وقت حلال غذا اتنی بہت نہ کھاوے کہ پیٹ تن جاوے کیونکہ خداے تعالی کے نزدیک کوئی ظرف اتنا برا نہین جتنا شکم حلال سے پر ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ روزہ سے آدمی شیطان کو کسطرح دباویگا اور شہوت کو کیسے توڑیگا جس صورت مین کہ تمام دن کی بھوک پیاس کا تدارک افطار کے وقت کرلیگا اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کھانے کے اقسام روزہ مین زیادہ ہی ہوتے ہین چنانچہ عادت ٹھہر گئی ہے کہ سب کھانون کو رمضان کے لیے رکھ چھوڑتے ہین اور رمضان مین اتنا کھا جاتے ہین کہ اور دنون مین کئی مہینے مین بھی نہ کھاوین اور ظاہر ہے کہ روزہ سے مقصود پیٹ کا خالی رکھنا اور خواہش کا توڑنا ہے تاکہ یہ غرض کہ نفس تقوی پر قوی ہو جاوے اور جس صورت مین کہ صبح سے شام تک تو معدہ کو ٹالا رہا تاکہ اسکی خواہش جوش مین آئی اور رغبت قوی ہوئی پھر لذیذ چیزین کھائین اور خوب سیر کردیا تو صاف بات ہے کہ اسکی لذت اور قوت دوبالا ہوگی اور وہ خواہشین بھرینگی کہ اگر بالفرض بے روزہ رہتا تو نہ ابھرتین غرضکہ روزہ کی روح اور اصل یہ ہے کہ جو قوتین کہ برائیون کی طرف کھینچنے کے وسیلے اور شیطان کے داؤن وہ ضعیف ہوجاوین اور یہ بات بدون کم کھانے کے میسر نہین ہوتی یعنی اتنی ہی غذا کھاوے جتنی بدون روزہ رکھنے کے ہر شب مین معمول تھا اور جس صورت مین کہ دوپہر کی غذا اور شب کی غذا کو ایک ساتھ کھا لیا تو روزہ سے فائدہ نہوگا بلکہ مستحب یہ ہے کہ دن کو بہت نہ سووے تاکہ بھوک اور پیاس کو معلوم کرے اور قوتون کے ضعیف ہونے پر آگاہ ہو اور کچھ ایک ضعف رات کو بھی باقی رہے تاکہ تہجد اور وظائف پر آسانی ہو اور کیا عجب ہے کہ اس صورت مین شیطان اسکے دل کے گرد نہ پھٹکے اور وہ آسمان کے ملکوت دیکھ لے اور شب قدر اسی رات کا نام ہے جسمین کچھ ملکوت آدمی پر منکشف ہون اور خداے تعالی کے قول

ہے

بھی یہی مراد ہی کہ فرمایا انا انزلناہ فی لیلۃ القدر اور جو شخص اپنے دل اور سینے کے درمیان مین غذا کی آڑ کریگا وہ اس سیر ملکوت سے محجوب رہیگا اور جو آدمی اپنا معدہ خالی رکھیگا اُسکو بھی حجاب دور ہونے کے لیے اسیقدر کافی نہین جبتک کہ اپنی ہمت کو غیر اللہ سے خالی نہ کرے کہ تمام بات یہی ہی۔ اور اس سب کی اصل غذا کی کمی ہی اور اسکا زیادہ بیان غذاؤن کے باب مین انشاءاللہ لکھا جاویگا ششم یہ کہ بعد افطار کے دل خوف و رجا سے والیہ اور مضطر رہنا چاہیے کیونکہ معلوم نہین کہ اُسکا روزہ مقبول ہوکر مقربین کے زمرہ مین اُسکا شمار ہوا یا روزہ نامنظور ہوا اور خفگی کے مستحقون مین مقصور ہوا اور ہر عبادت کے فارغ ہونے پر اسیطرح کا حال ہونا چاہیے چنانچہ حضرت حسن بصری رح سے مروی ہی کہ عید کے روز اُنکا گذر کسی قوم پر ہوا جو ہنس رہی تھی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے رمضان کے مہینے کو اپنی مخلوقات کے لیے دوڑنے کا میدان مقرر فرمایا ہی کہ سب آدمی اُسکی طاعت کے لیے اُسکے اندر دوڑین تو کچھ لوگ تو آگے بڑھکر اپنے مطلب کو پہونچگیے اور کچھ پیچھے رہ کر نا امید ہوے پس جس روز مین کہ جلدی کرنے والے اپنے مطلب کو پہونچے اور باطل والے محروم رہے اُس روز مین ہنسی اور کھیل کرنے والے سے بڑا تعجب ہی بخدا اگر حقیقت حال واضح کردیجاوے تو مقبول آدمی کو اتنا سرور ہو کہ اُسکو کھیل سے باز رکھے اور نامنظور کو اتنا غم ہو کہ اُسکو ہنسی سے روک دے اور احنف بن قیس سے کسی نے کہا کہ تم بوڑھے بزرگ شخص ہو اور روزہ تمکو ضعیف کردیتا ہی بہتر ہی کہ اسکے بیچ کوئی اور سبیل کرو فرمایا کہ مین روزہ کو ایک بڑے لنبے سفر کے لیے تیار کرتا ہون اور خدا تعالی کی طاعت پر صبر کرنا اُسکے عذاب پر صبر کرنے کی نسبت کہ بہت آسان ہی بالجملہ روزہ مین چھہ باتین باطنی یہ تھین جو مذکور ہوئین اب اگر یہ کہو کہ جو شخص شکم اور شرمگاہ کی شہوت سے باز رہنے پر کفایت کرتا ہی اور ان باتون کو بجا نہین لاتا تو فقہا یہ کہتے ہین کہ اُسکا روزہ درست ہی پس اسکے کیا معنی ہین کہ فقہا درست بتاوین اور تم صحیح نہین بتاتے تو اسکا جواب یہ ہی کہ ظاہر کے فقہا ظاہری شرطون کا اثبات ایسی دلیلون سے کرتے ہین جو باطنی شرطون مین ہماری بیان کی ہوئی دلیلون سے نہایت ضعیف ہین خصوصًا غیبت وغیرہ کے باب مین مگر چونکہ فقہاے ظاہری حکم ایسی چیز پر لگاتے ہین جسمین غافل اور دنیا کے متوجہ لوگ بھی داخل ہوسکین اسلیے انکو شروط ظاہری کے بموجب صحیح کہنا پڑتا ہی اور علماے آخرت کی غرض صحت سے قبول ہونا ہی اور قبول ہونے سے اُنکی مراد مقصود کو پہونچنا ہی اور وہ یہ سمجھتے ہین کہ روزہ سے مقصود یہ ہی کہ خدا تعالی کے اخلاق مین جو ایک خلق صمدیت ہی یعنی بھوک اور پیاس وغیرہ کا نہونا اُسکو اپنی عادت کرین اور شہوات سے رکتے ہین حتی الوسع فرشتون کی اقتدا کرین کہ وہ شہوات سے پاک ہین اور انسان کا مرتبہ چوپایون کے مرتبہ سے تو اوپر ہی اسلیے کہ نور عقل سے اپنی شہوت کے توڑنے پر قادر ہی اور فرشتون کے مرتبہ سے نیچے ہی بایں وجہ کہ اُسپر شہوات غالب ہین اور اُنکے دفع مین مبتلا کیا گیا ہی اسی لیے جب کبھی یہ شہوات مین ڈوبتا ہی تو اسفل السافلین مین اُتر جاتا ہی اور بہایم کے زمرہ مین لاحق ہوجاتا ہی اور جسوقت کہ شہوات کو اُکھاڑتا ہی تو اعلی علیین کی طرف ابھر کر فرشتون کے کنارہ سے جا لگتا ہی اور فرشتے اللہ تعالے کے نزدیک ہین اور جو کوئی اُنکا اقتدا کرتا ہی اور اُنکی سی عادتین اختیار کرتا ہی وہ بھی اُنکی طرح خدا تعالی سے قریب ہوجاتا ہی کہ قریب کا ہمشکل بھی قریب ہی ہوتا ہی اور یہ قرب مکان اور فاصلہ کے اعتبار سے نہین بلکہ صفات کے لحاظ سے ہی پس جبکہ روزہ کی اصل ارباب عقل اور اہل دل کے نزدیک یہ ٹھہری تو ایک غذا کے دیر کردینے اور شام کو دونون کو ایک ساتھ کھالینے اور دن بھر شہوات مین ڈوبے رہنے سے کونسا فائدہ ہی اور اگر اس جیسے روزہ سے بھی فائدہ ہوتا ہی تو اس حدیث شریف کے کیا معنی ہین کہ کم من صائم لیس لہ من صومہ الا الجوع و العطش اور اسیوجہ سے حضرت ابو درداء رض نے فرمایا ہی کہ دانا آدمیون کا سونا اور افطار کرنا کیا خوب ہی بیوقوفون کے روزہ اور بیداری کو کیسا بُرا جانتے ہین اہل یقین اور تقوی کا ایک ذرہ مغالطہ والون کی پہاڑون کے برابر عبادت سے افضل اور غالب ہی۔ اور اسیوجہ سے بعض علما نے فرمایا ہی کہ بہت سے روزہ دار افطار کرنے والے ہین اور بہت سے افطار کرنے والے روزہ دار ہوتے ہین یعنی افطار کرنے والے روزہ دار وہ لوگ ہین جو اپنے اعضا کو گناہون سے محفوظ رکھکر کھاتے پیتے ہین اور روزہ دار افطار کرنے والے وہ ہین کہ بھوکے پیاسے تو رہتے ہین مگر اپنے اعضا کو مقید نہین رکھتے اور روزہ کے معنی اور اُسکی اصل کے سمجھنے سے یہ معلوم ہوگیا کہ جو کوئی کھانے اور صحبت سے تو بچا رہے اور گناہون کے ارتکاب سے روزہ کو افطار کرے اسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی وضو مین اپنے کسی عضو پر تین بار مسح کرے کہ ظاہر مین تو تین بار ہوگیا مگر اصل مقصود جو دھونا تھا وہ چھوڑ دیا تو اسکی نماز بباعث

اسکی جہالت کے اس پر وبال کیا ہوگی اور جو شخص کہ کھانے سے افطار کرے اور اپنے اعضا کو برائیون سے باز رکھے تو اسکی مثال ایسی ہے کہ وضو مین کوئی اپنے اعضا کو ایک ایک بار دھووے تو اسکی نماز انشاء اللہ مقبول ہوگی کہ اسنے اصل فرض کو ادا کیا گو فضیلت کا تارک ہوا اور جو شخص کھانے پینے سے بھی روزہ رکھے اور اعضا سے بھی روزہ رکھے یعنی انکو برائیون سے روکے اسکی مثال ایسی ہے کہ اپنے ہر ایک عضو کو تین بار دھووے تو یہ شخص اصل اور فضیلت دونون کا جامع ہوگا جو مرتبہ کمال ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ ان الصوم امانۃ فلیحفظ احدکم امانتہ اور جبکہ آپ نے یہ آیت پڑھی ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلہا تو اپنے دست مبارک کو اپنے کان اور آنکھ پر رکھکر ارشاد فرمایا کہ کان سے سننا اور آنکھ سے دیکھنا امانت ہے اور اگر سننا دیکھنا روزہ کی امانتون مین سے نہوتا تو آپ یہ ارشاد نہ فرماتے کہ اگر کوئی لڑائی کرے تو کہدے کہ مین روزہ دار ہون یعنی مین نے اپنی زبان کو امانت رکھا ہے مین اسکی حفاظت کرتا ہون تیرے جواب دینے مین اسکو کیسے چھوڑ دون۔ اور جبکہ معلوم ہوا کہ ہر ایک عبادت کے لیے ایک ظاہری اور ایک باطن اور ایک پوست ہے اور ایک مغز اور اسکے پوست کے بہت سے درجے ہین اور ہر درجے کے بہت سے طبقات ہین تو اب تمکو اختیار ہے چاہو مغز کو چھوڑ کر پوست پر قناعت کرو یا زمرۂ اہل خرد مین داخل ہونا پسند کرو۔

تیسری فصل نفل روزہ رکھنے کے بیان مین اور فضیلت کے اعتبار سے نفل روزون کی ترتیب کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ روزے کا بہتر ہونا اچھے دنون مین موکد ہوتا ہے اور عمدہ روزون مین سے بعضے تو سال بھر مین پائے جاتے ہین اور بعضے ہر مہینے مین اور کچھ ہر ہفتے مین جو ایام کہ سال مین پائے جاتے ہین وہ رمضان کے بعد روز عرفہ اور روز عاشورہ اور عشرۂ اول ذیحجہ اور عشرۂ محرم ہین اور تمام ماہ حرام روزہ کے لیے عمدہ اوقات ہین اور آنحضرت صلعم شعبان مین اس کثرت سے روزہ رکھتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا ماہ رمضان ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ بعد رمضان کے روزون کے افضل روزے اللہ تعالے کے ماہ محرم کے ہین اور اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ مہینا ابتداء سال ہے اسکو نیکی سے معمور کرنا بہتر ہے اور توقع ہے کہ سال بھر اسکی برکت رہے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ ماہ حرام کا ایک دن روزہ رکھنا اور دنون کے تیس روزون سے بہتر ہے اور رمضان کے ایک دن کا روزہ ماہ حرام کے تیس روزون سے افضل ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ جو کوئی ماہ حرام مین سے تین دن روزے رکھے یعنی جمعرات اور جمعہ اور ہفتہ کو تو اللہ تعالے اسکے لیے ہر ایک روزے کے عوض مین سات سو برس کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ جب شعبان کا نصف ہو جاوے تو رمضان تک پھر کوئی روزہ نہین اور اسی جہت سے رمضان سے پیشتر چند روز افطار کرنا مستحب ہے اور اگر شعبان کو رمضان سے ملادے تب بھی جائز ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایکبار ایسا کیا ہے اور بہت دفعہ نہین ملایا اور رمضان کے استقبال کی نیت سے دو تین روز پیشتر روزہ رکھنا درست نہین لیکن اسصورت مین کہ وہ ایام اسکے معمولی دنون کے روزون سے مطابق آپڑین۔ اور بعض صحابہ نے تمام ماہ رجب مین روزہ رکھنا مکروہ فرمایا ہے اس نظر سے کہ ماہ رمضان کے مشابہ نہوے غرضکہ بہتر مہینے ذی الحجہ اور محرم اور رجب اور شعبان ہین اور حرام مہینے ذیقعدہ اور ذیحجہ اور محرم اور رجب ہین تین انمین سے برابر ہین اور رجب تنہا اور جدا ہے اور ان سب مین افضل ماہ ذیحجہ ہے اسلیے کہ اسمین حج کا روز اور ایام معلومات اور معدودات ہین اور ماہ ذیقعدہ حرام مہینون مین سے ہے اور حج کے مہینون مین سے بھی ہے اور شوال صرف حج کے مہینون مین سے ہے حرام مہینون مین سے نہین اور محرم اور رجب حج کے مہینون مین سے نہین ہین اور ایک حدیث مین ہے کہ کوئی دن ایسے نہین جنمین عمل اللہ تعالے کے نزدیک افضل یا محبوب تر ذیحجہ کے دس روز کی نسبت کر ہو کہ انمین سے ایک دن کا روزہ سال بھر روزون کے برابر ہے انمین سے ایک رات کی بیداری شب قدر کے جاگنے کے مساوی ہے لوگون نے عرض کیا کہ اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرنا بھی انکے عمل کے برابر نہین آپنے فرمایا کہ جہاد بھی برابر نہین مگر اسصورت مین کہ اسکے گھوڑے کی کونچین کاٹی جاوین اور اسکا خون بہایا جاوے۔ اور جو ایام کہ مہینے مین مکرر ہوتے ہین وہ مہینے شروع اور درمیان اور آخر کے ایام ہین اور مہینے کے درمیان کے روز ایام بیض ہین یعنی تیرھوین چودھوین پندرھوین اور ہفتے کے دنون مین دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ ہین۔ غرضکہ عمدہ ایام یہ ہین انمین روزہ رکھنا اور کثرت سے خیرات کرنی مستحب ہے تاکہ ان اوقات کی برکت سے ان اعمال کا ثواب دوبالا ہو باقی رہا ہمیشہ کا روزہ رکھنا تو وہ ان سب دنون کو شامل ہے مع زیادتی کے لیکن سالکون کے اس باب مین کئی مذہب ہین بعضے تو ہمیشہ روزہ رکھنے کو مکروہ جانتے ہین اسوجہ سے کہ احادیث سے انکی کراہت پائی جاتی ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اسکی کراہت دو وجہ سے ہوتی ہے ایک تو یہ کہ عیدین اور ایام تشریق مین بھی افطار نہ کرے جسکا نام صوم دہر ہے۔ دوسرے یہ کہ افطار کے باب مین سنت سے اعراض کرے اور روزے کو اپنے اوپر لازم ٹھہرالے باوجودیکہ اللہ تعالے کو اسکی اجازت

کی بجا آوری اچھی معلوم ہوتی ہے جیسے اور فرائض و واجبات کی تعمیل پسند ہے۔ اور جس صورت میں کہ مدام روزہ رکھنے میں ان دونوں خرابیوں میں سے کوئی سی بھی نہو اور آدمی کو اپنے نفس کی بہتری مدام روزہ رکھنے میں معلوم ہوتی ہو تو روزہ مدام رکھے کہ بہت سے صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم نے ایسا کیا ہے اور آنحضرت صلعم سے بروایت حضرت ابو موسی اشعری مروی ہے کہ فرمایا من صام الدہر کلہ ضیقت علیہ جہنم ہکذا وعقد تسعین اور اسکے معنی یہ ہیں کہ جہنم میں اس شخص کے لیے جگہ نہیں رہتی اور اس سے کم ایک اور درجہ ہے کہ آدھے دہر کے روزے رکھنے یعنی ایک روز افطار کرے اور ایک روز روزہ رکھے اور یہ امر نفس پر سخت تر ہے اس سے نفس خوب دبتا ہے اور اسکی فضیلت میں احادیث وارد ہیں اسلیے کہ ایسے روزوں میں بندہ ایک روز صبر کرتا ہے اور ایک روز شکر چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مجھپر دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اور زمین کے دفینے پیش کیے گئے میں نے انکو واپس کر دیا اور کہا کہ میں ایک روز بھوکا رہونگا اور ایک روز شکم سیر جب میرا پیٹ بھر یگا تو تیری حمد کرونگا اور جب بھوکا ہونگا تو تیری طرف عاجزی کرونگا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ افضل الصیام صوم اخی داود صلی اللہ علیہ وسلم کان یصوم یوما ویفطر یوما اور اسی کی موید وہ روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ روزہ کے باب میں آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کرتے تھے کہ میں اس سے بھی افضل چاہتا ہوں آخر کو آپ نے فرمایا کہ ایک روز روزہ رکھو اور ایک روز افطار کرو انہوں نے کہا کہ میں اس سے افضل چاہتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی صورت نہیں اور مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے کسی مہینے کے روزے پورے سوائے ماہ رمضان کے کبھی نہیں رکھے بلکہ کچھ دن ہر مہینے میں افطار کیا کرتے تھے۔ اور جس شخص سے آدھی عمر کے روزے بھی نہو سکیں تو کچھ مضائقہ نہیں وہ تہائی عمر کے روزے رکھے یعنی ایک دن روزہ رکھے اور دو روز افطار کرے اور اگر تین دن اول مہینے میں اور تین ایام بیض کے اور تین آخر مہینے میں رکھ لیا کرے تو تہائی بھی ہو جاوینگے اور عمدہ دنوں میں بھی واقع ہونگے اور اگر دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ کو روزہ رکھا کرے تو یہ بھی تہائی سے کچھ زیادہ ہو جاتے ہیں اور جبکہ فضیلت کے اوقات آویں تو کمال کی بات یہ ہے کہ آدمی روزے کے معنی سمجھے اور جانے کہ روزہ کا مقصود دل کا صاف کرنا اور ہمت کا خدا تعالی کے لیے فارغ کرنا ہے۔ اور جو شخص کہ باطن کی باریکیوں کو سمجھتا ہے وہ اپنے حالات میں نظر کرتا رہتا ہے پس بعض اوقات اسکا حال یہ چاہتا ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھے اور کبھی یہ چاہتا ہے کہ ہمیشہ افطار کرے اور کبھی اسکا حال اس بات کو مقتضی ہوتا ہے کہ افطار کو روزہ کے ساتھ ملا دے اور جب آدمی روزے کے معنے سمجھ لیگا اور طریق آخرت کے چلنے میں دل کے مراقبہ سے اسکی حد ثابت ہو جاویگی تو اسپر اسکے دل کی بہتری پوشیدہ نہ رہیگی اور دل کی بہتری کے لیے کوئی ترتیب دوامی ضروری نہ ٹھہریگی اور یہی جہت مروی ہے کہ آنحضرت صلعم اتنے روزے رکھتے تھے کہ لوگ کہتے کہ اب افطار نہ کرینگے اور افطار بھی اتنا کرتے کہ لوگ کہتے کہ اب روزہ نہ رکھینگے اور شب بیداری اتنی کرتے کہ کہا جاتا کہ اب نہ سوینگے اور جسقدر کہ نور نبوت سے آپ کو اوقات کے حقوق ادا کرنے کا حال معلوم ہوتا تھا اسیقدر ان امور کو بجا لاتے تھے۔ اور بعض علما نے چار روزے سے زیادہ پیہم افطار کرنے کو مکروہ فرمایا ہے اور چار روز کی قید عید کے روز اور ایام تشریق کے خیال سے لگائی ہے اور فرمایا ہے کہ چار روزے سے زیادہ افطار کرنا دل کو سخت کرتا ہے اور بری عادتیں پیدا کرتا ہے اور شہوات کے دروازوں کو کھولتا ہے اور واقع میں اکثر لوگوں کے حق میں افطار کی یہی تاثیر ہے خصوصاً جو لوگ دن رات میں دو دفعہ کھاتے ہیں انکے حق میں بہت مضر پڑتا ہے نفل روزوں کی ترتیب میں ہمکو اسی قدر بیان کرنا مقصود تھا باب اسرار صوم خدا تعالی کی عنایت سے تمام ہوا اسکے بعد اسرار حج کا ذکر ہوتا ہے انشاء اللہ تعالی توفیق رفیق فرماوے وہی کافی اور مددگار ہے والحمد للہ اولا و آخرا وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وکل عبد مصطفی۔

ساتواں باب حج کے اسرار و مہمات کے بیان میں

رباعی اے جان سفر کعبہ کی کر کچھ ہمت + ہے سیر رہ حرم سراسر رحمت + اتنا ہے یہاں شرف کہ کہتے ہیں حق + پاویگا لاکھ اگر کرے یک طاعت + واضح ہو کہ ارکان اسلام میں سے حج عمر بھر کی عبادت کی خوبی اور کار کا انجام اور اسلام کی تمامی اور دین کا کمال ہے جسمیں اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا اور آنحضرت صلعم اسکے باب میں ارشاد فرماتے ہیں من مات ولم یحج فلیمت ان شاء یہودیا وان شاء نصرانیا تو ایسی عبادت کا کیا کہنا ہے جسکے نہونے سے دین کا کمال نہ رہے اور اسکا چھوڑنے والا گمراہی میں یہود و نصاری کے برابر ہو جاوے اور جبکہ

اس رکن کی عظمت اتنی ہے تو مناسب معلوم ہوا کہ اسکی شرح اور اسکے ارکان اور سنتیں اور مستحبات اور فضائل اور اسرار کی تفصیل کی طرف عنان قلم کو پھیرا جاوے اور یہ سب امور انشاء اللہ تین فصلون سے واضح ہوجاوینگے جنمین سے اول مین مکہ معظمہ اور کعبہ شریفہ کے فضائل وغیرہ کا ذکر ہوگا اور دوسری مین ابتدا سے سفر سے لوٹنے تک کے سب اعمال ظاہری بیان ہونگے اور تیسری مین اسرار خفیہ اور اعمال باطنی لکھے جاوینگے

فصل اول مشتمل ہے دو بیانون پر پہلا بیان حج کے فضائل اور کعبہ اور مکہ اور مدینہ زادہما اللہ شرفا کی فضیلت اور ان مقامات متبرکہ کی طرف سفر کی تیاری کے ذکر مین - **حج کی فضیلت** اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے واذّن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق حضرت قتادہ رض نے اسکی تفسیر مین فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو ارشاد فرمایا کہ لوگون کو حج کی اطلاع کردو تو انھون نے پکار کر کہا کہ اے لوگو اللہ تعالی نے ایک گھر بنایا ہے اسکا حج کرو اللہ تعالی نے انکی یہ آواز اولاد آدم مین سے ان لوگون کے کان مین پہونچادی جنکو قیامت تک اسکی مشیت و ارادہ مین حج کرنا نصیب ہوگا اور فرمایا لیشہدوا منافع لہم بعض مفسرین منافع سے یہ غرض کہتے ہین کہ ایام حج کی تجارت اور ثواب آخرت ہے اور بعض اکابر سلف نے جب یہ مضمون سنا تو فرمایا کہ بخدا انکی مغفرت ہوگئی اور اللہ تعالی نے جو شیطان کا قول نقل فرمایا ہے لاقعدن لہم صراطک المستقیم اسکی تفسیر مین بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ صراط مستقیم سے مراد مکہ معظمہ کا راستہ ہے شیطان اسپر بیٹھتا ہے تاکہ لوگون کو اس سے منع کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من حج البیت فلم یرفث ولم یفسق خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ اور فرمایا کہ شیطان عرفہ کے دن سے زیادہ کسی روز مین ذلیل تر اور زیادہ راندہ اور حقیر تر اور غضبناک تر نہین دیکھا گیا اور اسکی وجہ یہی ہے کہ نزول رحمت الہی اور بڑے گناہون کو خدا تعالی کا معاف فرمانا اسکی نظر سے گذرتا ہے کہ کہتے ہین کہ بعض گناہ ایسے ہین کہ بدون عرفہ کے ٹھہرنے کے اور کوئی چیز انکا کفارہ نہین اور اس مضمون کو حضرت امام جعفر علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی مستند کیا ہے - اور بعض مقربان اہل مکاشفہ نے ذکر کیا ہے کہ ابلیس ملعون ایک آدمی کی صورت مین انکے سامنے آیا کہ دبلا بدن زرد رنگ چشم گریان پشت شکستہ ہے انھون نے پوچھا کس سبب سے روتا ہے کہا کہ یہ وجہ ہے کہ حاجی بدون تجارت کے اسکی طرف نکلے ہین مین یہ کہتا ہون کہ آپ تو وہ خدا ہی کو مقصود کرچکے ہین کہین ایسا نہو کہ اللہ تعالی انکو محروم نہ فرماوے مجھے یہی غم ہے پھر انھون نے پوچھا کہ تیرے جسم کے دبلے ہونے کی کیا وجہ ہے اسنے کہا کہ اللہ تعالی کی راہ مین گھوڑون کا ہنہنانا اگر وہ میری راہ مین ہوتے تو مجھے اچھا معلوم ہوتا انھون نے پوچھا کہ تیرا رنگ کیون متغیر ہے شیطان نے کہا کہ طاعت پر لوگون کی ایک دوسرے کی مدد کرنے سے اگر وہ ایک دوسرے کی کشتی گناہ پر مل کر کرتے تو مجھکو زیادہ محبوب ہوتا پوچھا کہ تیری کمر کیون ٹوٹ گئی کہا بندے کی اس دعا سے کہ الہی مین تجھسے خاتمہ کی بہتری چاہتا ہون تو مین یہ کہتا ہون کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اگر اس شخص نے اپنے عمل سے عجب بھی کیا تو کہین ایسا نہو کہ اسکی برائی سے واقف ہوجاوے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر سے حج یا عمرہ کے ارادے سے نکلے اور مرجاوے تو اسکے لیے حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے کا ثواب قیامت تک جاری رہیگا اور جو شخص حرمین شریفین مین سے ایک مین مرجاوے تو وہ نہ حساب کے لیے پیش ہوگا نہ اس سے حساب لیا جاویگا اور اس سے کہا جاویگا کہ جنت مین داخل ہو اور فرمایا حجۃ مبرورۃ خیر من الدنیا بما فیہا وحجۃ مبرورۃ لیس لہا جزاء الا الجنۃ اور فرمایا کہ حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے خدا تعالی کے قاصد اور اسکے مہمان ہین اگر اس سے کچھ مانگتے ہین تو انکو دیتا ہے اور اگر اس سے مغفرت چاہتے ہین تو انکی مغفرت کرتا ہے اور اگر دعا مانگتے ہین تو قبول کرتا ہے اور اگر سفارش کرتے ہین تو انکی سفارش منظور فرماتا ہے - اور ایک حدیث مین جو بروایت اہل بیت علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مسند ہے آیا ہے اعظم الناس ذنبا من وقف بعرفۃ فظن ان اللہ تعالی لم یغفر لہ اور حضرت ابن عباس رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس گھر پر ہر روز ایک سو بیس رحمتین اترتی ہین ساٹھ تو طواف کرنے والون کے لیے اور چالیس نماز پڑھنے والون کے واسطے اور بیس اسکو دیکھنے والون کے لیے - اور ایک حدیث مین ہے کہ خانہ کعبہ کا طواف بہت کیا کرو کہ وہ بڑی بزرگ چیزون مین سے ہے جسکو تم قیامت کے روز اپنے نامہ اعمال مین پاؤگے اور اسکی برابر اور کوئی

جیسا کہ ان ... پیدا ہونے کے دن تھا ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲ ح ۱۵ مالک عن طلحہ بن عبید اللہ بن کریز مرسلا ۱۲ ح ۱۶ اسکی اصل مجکو نہین ملی ۱۲ ح بیہقی شعب الایمان من روایت ابوہریرہ ... دارقطنی ... عائشہ ... بخاری و مسلم نے بروایت ابوہریرہ بلفظ الحج المبرور

۱۲ کہ خدا تعالے نے اسکی مغفرت نہین کی ۱۲ ح ۱۱ بیہقی در شعب الایمان ۱۲ ح ۱۲ ابن حبان و حاکم بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ ۱۲

اہل نمیطہ کے قابل نہ پاؤ گے۔ اور اسی جہت سے بدون حج اور عمرہ کے اول ہی طواف کرنا مستحب ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص ننگے پاؤں ننگے بدن سات پھیرے کا طواف کرے تو ایسا ہے جیسا ایک بردہ آزاد کیا اور جو کوئی سات پھیرے طواف کے مینہ برستے میں کرے اُسکے پیشتر کے گناہ بخش دیے جاوینگے اور کہتے ہیں کہ عرفہ کے میدان میں اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے کا کوئی گناہ بخشتا ہے تو جو شخص اُس بندے کی جگہ پر پہونچ جاتا ہے اُسکی بھی مغفرت فرماتا ہے اور بعض سلف کا قول ہے کہ جب عرفہ کا روز جمعہ کے دن پڑتا ہے تو عرفات کے سب حاضرین کو اللہ تعالیٰ مغفرت فرماتا ہے اور عرفہ کو جمعہ کا پڑنا دنیا میں سب دنوں سے افضل ہے اسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج وداع کیا اور آپ عرفات کے میدان ہی میں تھے کہ یہ آیت اتری۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا اہل کتاب نے کہا کہ یہ آیت اگر ہم پر اترتی تو جس روز اترتی ہم اُس روز کو عید مقرر کرتے حضرت عمر رضہ نے ارشاد فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ آیت دو عید دن کے دن میں اتری یعنی عرفہ کے دن اور جمعہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُسوقت اتری کہ آپ عرفات پر تشریف رکھتے تھے۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اللہم اغفر للحاج ولمن استغفر له الحاج اور مروی ہے کہ علی بن موفق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چند حج کیے وہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے ابن موفق تو نے میری طرف سے حج کیا میں نے عرض کیا کہ ہاں پھر فرمایا کہ تو نے میری طرف سے لبیک کہا میں نے عرض کیا کہ ہاں ارشاد فرمایا کہ اسکا بدلہ میں قیامت میں تجکو دونگا کہ اُسکی خلقت حساب کی سختی میں ہوگی اور میں تیرا ہاتھ پکڑکر جنت میں داخل کر دونگا اور مجاہد اور دوسرے علما نے فرمایا کہ حاجی جب مکہ معظمہ میں آتے ہیں تو فرشتے اونٹوں کے سواروں کو تو سلام کرتے ہیں اور گدھوں کے سواروں سے مصافحہ کرتے ہیں اور پیادہ لوگوں سے بغلگیر ہو کر ملتے ہیں۔ اور حضرت حسن بصری رح کا قول ہے کہ جو شخص رمضان کے بعد مرے یا غزوہ جہاد کے بعد یا حج کے بعد وہ شہید مرتا ہے۔ اور حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ حاجیوں کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور ذی حجہ اور محرم اور صفر اور ربیع الاول کی بیسویں تک میں جسکے لیے وہ مغفرت کی درخواست کریں اُسکی بھی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اور اکابر سلف کا یہ دستور تھا کہ غازیوں کو رخصت کرنے کو ساتھ جاتے تھے اور حاجیوں کے لینے کو جاتے اور اُنکی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیتے اور اُنسے اپنے لیے دعا منگواتے تھے اور پیشتر اسکے کہ وہ مرتکب گناہ ہوں یہ باتیں کر گذرتے۔ اور علی بن موفق سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک سال حج کیا اور عرفہ کی شب کو منیٰ کی مسجد خیف میں ٹھیرا میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے سبز لباس پہنے ہوئے اترے اور ایک نے دوسرے کو عبداللہ کہکر پکارا دوسرے نے کہا کہ لبیک اول نے پوچھا کہ تمکو معلوم ہے کہ اس سال میں ہمارے پروردگار کے گھر کا کتنے لوگوں نے حج کیا دوسرے نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں اول نے کہا کہ چھ لاکھ آدمیوں نے حج کیا ہے اب تمکو یہ معلوم ہے کہ انمیں سے کتنوں کا حج مقبول ہوا ہے دوسرے نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں اول نے کہا کہ اُن میں سے صرف چھ آدمیوں کا حج مقبول ہوا ہے یہ کہکر وہ دونوں آسمانوں کی طرف اُٹھے یہانتک کہ میری نظر سے غائب ہو گئے میں خوف زدہ جاگا اور نہایت شدت کا غم مجھپر طاری ہوا اور مجھے اپنی فکر ہوئی اور دل میں کہا کہ جب چھ آدمیوں ہی کا حج مقبول ہوا ہے تو میں اُن میں کہاں ہونگا جب میں عرفہ سے لوٹ کر آیا اور مشعر حرام کے پاس رات کو رہا تو یہی فکر تھا کہ آدمی اس کثرت سے ہیں اور حج اتنے تھوڑے لوگوں کا مقبول ہوا ہے اتنے میں مجھے نیند آگئی دیکھا تو وہی دونوں فرشتے اپنی پہلی صورتوں پر اترے اور ایک نے دوسرے کو پکار کر وہی تقریر سابق پھرسے کی پھر کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس رات میں ہمارے پروردگار نے کیا حکم دیا ہے اُسنے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہا کہ اللہ جل شانہ نے چھ آدمیوں میں سے ہر ایک کو ایک لاکھ آدمی دیدیے یعنی اُنکی سفارش اُنکے حق میں مقبول ہوگی ابن موفق کہتے ہیں کہ پھر جو میری آنکھ کھلی تو مجکو خوشی از اندازہ بیان تھی۔ اور انہی ایک حکایت اپنی وہ اور کہتے ہیں کہ میں نے ایکسال حج کیا اور جب تمام ارکان ادا کر چکا تو مجکو اُن لوگوں کا فکر ہوا جنکا حج مقبول نہوا ہوگا پس میں نے دعا مانگی کہ الٰہی میں نے اپنا حج اور اُسکا ثواب اُس شخص کو دیا جسکا حج مقبول نہوا ہو وہ کہتے ہیں کہ رات کو میں نے رب العزت جل شانہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتا ہے کہ اے علی تو میرے سامنے سخاوت جتاتا ہے میں نے سخاوت اور سخیوں کو پیدا کیا اور سب سخیوں اور کرم والوں سے زیادہ سخی اور جود والا میں ہوں اور مجکو جاننا کہ لوگوں کی

نسبت کرم و کرم کا استحقاق زیادہ تر ہو مین نے جن لوگون کا حج مقبول نہین کیا انکو ایسے لوگون کو دے دیا جنکا حج قبول کیا ہو خانہ کعبہ اور مکہ معظمہ کی فضیلت آنحضرت صلعم فرماتے ہین کہ اللہ تعالے نے وعدہ فرمایا ہو کہ اس گھر کا حج ہر سال مین چھ لاکھ آدمی کرینگے اور اگر کم ہونگے تو اللہ تعالے انکو فرشتون سے بے شمار کامل کر دیگا اور قیامت کو کعبہ کا حشر ایسی طرح ہو گا جیسے زفاف کے لیے دولھن ہوتی ہو اور جن لوگون نے اسکا حج کیا ہو گا وہ اسکے پردون مین لٹکے ہونگے اور گرد چلتے ہونگے یہانتک کہ کعبہ جنت مین داخل ہو گا اور یہ لوگ اسکے ساتھ جنت مین داخل ہونگے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ حجر اسود جنت کے یاقوتون مین سے ایک یاقوت ہو اور وہ قیامت مین اسطرح اٹھیگا کہ اسکے دو آنکھین ہونگی اور ایک زبان ہوگی جس سے وہ اس شخص کے لیے گواہی دیگا جس نے اسکو حق اور صدق کے ساتھ بوسہ دیا ہو گا۔ اور آنحضرت صلعم اسکو بہت بوسہ دیا کرتے تھے۔ اور مروی ہو کہ آپ نے اسپر سجدہ بھی کیا ہو۔ اور آپ اگر سواری پر طواف کرتے تو اپنے عصا کے سرے کو بوسہ دیتے۔ اور حضرت عمر رضہ نے اسکو بوسہ دیا پھر فرمایا کہ مین جانتا ہون کہ تو پتھر ہو نہ ضرر کرتا ہو نہ نفع پہونچاتا ہو اور اگر مین رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھکو بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو ہرگز تجھکو بوسہ نہ دیتا پھر آپ روئے یہانتک کہ رونے کی آواز بلند ہوئی پھر اپنے پیچھے پھر کر دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پایا انسے کہا کہ اے ابو الحسن یہ وہ مقام ہو کہ یہان آنسو بہائے جاوین اور دعائین مقبول ہووین حضرت علی رضہ نے فرمایا کہ یا امیر المومنین یہ پتھر ضرر اور نفع کرتا ہو آپنے پوچھا کہ کسطرح فرمایا کہ اللہ تعالے نے جب اولاد آدم کا عہد لیا تھا تو ایک نوشتہ لکھکر اس پتھر کو کھلا دیا تھا پس یہ ایماندار کے لیے عہد کے پورا کرنے کی اور کافر کے عہد شکنی اور انکار کی گواہی دیگا۔ کہتے ہین کہ بوسہ دینے کے وقت لوگ جو یہ کہتے ہین اللھم ایمانا بک وتصدیقا بکتابک ووفاء بعھدک اس سے وہی مراد ہو جو حضرت علی رضہ نے ارشاد فرمایا ہو۔ اور حضرت حسن بصری رح سے مروی ہو کہ مکہ معظمہ مین ایک دن کا روزہ رکھنا برابر ایک لاکھ روزے کے ہو اور ایک درم کا خیرات کرنا برابر لاکھ درم خیرات کرنے کے ہو اور اسیطرح ہر ایک نیکی لاکھ نیکیون کے مساوی ہو۔ اور کہتے ہین کہ سات پھیرون کا طواف ایک عمرہ کے برابر ہو اور تین عمرے ایک حج کے مساوی ہین۔ اور ایک حدیث صحیح مین وارد ہو کہ عمرۃ فی رمضان کحجۃ معی اور فرمایا انا اول من تنشق الارض عنہ ثم اٰتی اھل البقیع فیحشرون معی ثم اٰتی اھل مکۃ فاحشر بین الحرمین اور ایک حدیث مین ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام جب افعال حج پورے کر چکے تو انسے فرشتون نے ملاقات کر کے کہا کہ اے آدم تمہارا حج مقبول ہوا ہمنے اس گھر کا حج تم سے دو ہزار برس پیشتر کیا ہو۔ اور ایک روایت مین آیا ہو کہ اللہ تعالے ہر شب مین اہل زمین کی طرف نظر کرتا ہو اور سب سے پیشتر اہل حرم کی طرف نظر کرتا ہو اور اہل حرم مین مسجد کعبہ کے لوگون کو پیشتر دیکھتا ہو پس جسکو طواف کرتے دیکھتا ہو اسکو بخش دیتا ہو اور جسکو نماز پڑھتے دیکھتا ہو اسکی مغفرت کرتا ہو اور جسکو روبقبلہ کھڑا دیکھتا ہو اسکی مغفرت کرتا ہو۔ اور بعض اولیا کو مکاشفہ ہوا تو انھون نے دیکھا کہ سب گھاٹیان جزیرہ عبادان کو سجدہ کرتے ہین اور جزیرہ مذکور جدہ کی طرف کو سجدہ کرتا ہو۔ اور کہتے ہین کہ جب ہر روز آفتاب ڈوبتا ہو تو خانہ کعبہ کا طواف ایک ابدال ضرور کرتا ہو اور کسی رات کی صبح ایسی نہین کہ اسمین ایک اوتاد شخص کعبہ کا طواف نہ کرے اور جب یہ بات نہ رہیگی تو زمین پر سے کعبہ کے اٹھ جانے کا سبب ہوگی لوگ صبح کو اٹھکر دیکھینگے کہ کعبہ اٹھ گیا کچھ اسکا نشان نہ دیکھینگے اور یہ بات جب ہو گی کہ سات برس گذر جاوینگے اور کعبہ کا حج کوئی نہ کریگا پھر قرآن کے حروف مصحفون مین سے اٹھ جاوینگے لوگ صبح کو دیکھینگے کہ ورق سادے سفید ہین کوئی حروف ان مین نہین پھر قرآن دلون مین محو کر دیا جاویگا کہ اسکا ایک لفظ بھی یاد نہ رہیگا پھر لوگ شعرون اور راگون اور ایام جاہلیت کے اخبار کی طرف میل کرینگے پھر دجال نکلیگا اور حضرت عیسی علیہ السلام اتر کر اسکو قتل کرینگے اور قیامت اسوقت ایسی قریب ہو گی جیسے پورے دنون کی حاملہ کے بچہ پیدا ہونے کی عنقریب توقع ہوتی ہو۔ اور ایک حدیث مین ہو کہ اس گھر کا طواف بہت کرو پیشتر اس سے کہ اٹھا لیا جاوے کیونکہ دو دفعہ یہ ڈھایا گیا ہو اور تیسری بار مین اٹھا لیا جاویگا اور حضرت علی رضہ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو کہ خدا تعالی ارشاد فرماتا ہو کہ جب مین دنیا کو خراب کرنا چاہونگا تو اپنے گھر سے شروع کرونگا اول اسکو خراب کرونگا پھر اسکے بعد دنیا کو خراب کرونگا مکہ معظمہ مین مقام کرنے کی خوبی اور برائی علما مین سے جو لوگ خوف کرنے والے اور احتیاط

۹ ابن حبان و حاکم بروایت ابن عمر رضہ ۱۲ ح ۱۰ اسکی کچھ اصل نہین پائی گئی ۱۲

والے ہین وہ مکہ معظمہ مین ٹھہرنے کو تین وجہون سے برا سمجھتے ہین اوّل اکتا جانے اور خانۂ کعبہ کے ساتھ مساوات ہوجانے کے خوف سے کیونکر یہ بات اکثر دل کی حرارت کو جو حرمت کے باب مین ہوتی ہی فرو کرنے مین تاثیر کرتی ہی اور یہین وجہ حضرت عمر رضہ حاجیون کو حج سے فراغت ہونے کے بعد مارتے اور کہتے کہ اے یمن والو اپنے یمن کو جاؤ اور شام والو شام کو رخصت ہو اور عراق والو عراق کی راہ لو اور اسیوجہ سے حضرت عمر رضہ نے قصد کیا کہ لوگون کو طواف کی کثرت سے منع فرماوین اور فرمایا کہ مجکو یہ خوف ہی کہ لوگ کہین اس گھر سے مانوس نہو جاوین یعنی پھر انکو اسکی حرمت مساوات ہی ہوجاویگی دوسری وجہ مقام کو برا جاننے کی یہ ہی کہ جدا ہونے سے شوق ابھرتا ہی اور پھر آنے کا سامان جمتا ہی کیونکہ اللہ تعالے نے خانۂ کعبہ کو مثابۃ للناس وامنا فرمایا ہی اور مثابہ کے معنے یہی ہین کہ اسکی طرف بار بار آوین اور اپنی غرض اور حاجت پوری نہ کرنے پاوین اور بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ اگر تم کسی اور شہر مین ہو اور تمھارا دل مکہ کا مشتاق ہو اور خانۂ کعبہ سے متعلق رہے تو یہ اس بات سے بہتر ہی کہ تم مکہ مین رہ کر مقام سے اکتاؤ اور کسی اور شہر مین تمھارا دل ہو۔ اور بعض سلف کا قول ہی کہ بہت سے آدمی خراسان مین ہین کہ وہ خانۂ کعبہ سے بہ نسبت اُسکے طواف کرنے والون کے قریب ہین اور کہتے ہین کہ اللہ تعالے کے کچھ بندے ایسے ہین کہ کعبہ بتشریف خدا تعالے انکے تقرب کے لیے انکا طواف کرتا ہی۔ تیسری وجہ مکہ مین خطاؤن اور گناہون کے مرتکب ہونے کا خوف ہی کہ اسمین خطرہ ہی اور ضرور ہی کہ جگہ کی بزرگی کی جہت سے خدا تعالی کے غصہ کا موجب ہو۔ وہیب ابن ورد مکی روایت کرتے ہین کہ مین ایک رات حطیم مین نماز پڑھتا تھا مین نے سنا کہ دیوار کعبہ اور پردہ کے بیچ مین سے یہ آواز آتی ہی کہ اے جبرئیل میرے گرد طواف کرنے والے جو جہل کی باتین اور لغو اور لہو کرتے ہین ان امور سے مجکو رنج ہوتا ہی اسکی شکایت مین اول اللہ سے کرتا ہون پھر تجسے کرتا ہون اگر یہ لوگ ان باتون سے باز نہ آوینگے تو مین ایک پھریری ایسی لونگا کہ میرا ہر ایک پتھر اس پہاڑ پر چلا جاویگا جہان سے جدا کیا گیا تھا۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ کوئی شہر مکہ کے سوا ایسا نہین جسمین عمل سے پیشتر صرف قصد پر مواخذہ کیا جاوے پھر یہ آیت پڑھی ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم یعنی یہ عذاب دینا صرف ارادہ کرنے پر فرمایا۔ اور کہتے ہین کہ مکہ مین جیسی نیکیان مضاعف ہوتی ہین ویسی برائیان بھی مضاعف ہوتی ہین۔ اور حضرت ابن عباس رضہ فرمایا کرتے کہ مکہ مین غلہ خرید کر بند کر رکھنا اور گرانی کا منتظر رہنا حرم مین الحاد کرنے کی قسم سے ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ جھوٹ بھی اسمین داخل ہی اور حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا ہی کہ اگر مین رکیہ مین ستر گناہ کرون اور میرے نزدیک اس سے بہتر ہی کہ مین مکہ مین ایک گناہ کرون اور رکیہ مکہ اور طائف کے درمیان مین ایک منزل ہی اور اسی خوف کی جہت سے بعض مقام کرنے والون کی یہ نوبت ہوئی تھی کہ زمین حرم مین پاخانہ نہ پھرتے تھے بلکہ پاخانہ پیشاب کے لیے زمین حل مین جاتے تھے اور بعض لوگ مہینہ بھر مکہ مین رہے اور اپنے پہلو زمین پر نہ رکھے۔ اور مکہ معظمہ مین ٹھہرنے کی ممانعت کی جہت سے بعض علماء نے وہان کے گھرون کا کرایہ مکروہ فرمایا ہی اور تم یہ گمان مت کرنا کہ ٹھہرنے کا مکروہ ہونا جگہ کی فضیلت کے منافی ہی اسلیے کہ اس مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہی کہ اس جگہ پاک کے حقوق ادا کرنے سے خلق کے لوگ قاصر ہین پس جب ہم یہ کہتے ہین کہ مکہ مین مقام نہ کرنا بہتر ہی اسکے یہ معنی ہین کہ وہان ٹھہر کر تقصیر کرنے اور اکتا جانے کی نسبت کہ نہ ٹھہرنا اچھا ہی یہ نہین کہ اسکے حقوق ادا کرنے کے ساتھ ٹھہرنے کی نسبت کبھی اچھا ہو یہ امر کیسے ہو سکتا ہی یہ تو وہ مقام ہی کہ جب آنحضرت صلعم مکہ مین لوٹ کر تشریف لائے تو کعبہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تو خدا تعالی کی زمین مین بہت بہتر ہی اور تمام جگہون کی نسبت کر مجکو زیادہ محبوب ہی اگر مین تجھ مین سے نکالا نہ جاتا تو ہرگز نہ نکلتا۔ علاوہ ازین خانۂ کعبہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہی اور مکہ مین نیکیان حسب مذکورۂ بالا مضاعف ہوتی ہین پھر کیسے ہو سکتا ہی کہ اسمین نہ ٹھہرنا ٹھہرنے کی نسبت کر مطلق افضل ہو۔ مدینہ منورہ کی فضیلت تمام شہرون پر بعد مکہ کے کوئی جگہ افضل مدینہ طیبہ رسول مقبول صلعم سے نہین کہ اعمال اسمین بھی مضاعف ہوتے ہین چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا صلوٰۃ فی مسجدی ہذا خیر من الف صلوٰۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام اور اسیطرح مدینہ منورہ مین ہر ایک عمل ہزار کے برابر ہی اور بعد مدینہ منورہ کے بیت المقدس ہی کہ اسمین ایک نماز پانسو نمازون کے برابر ہی اور یہی حال اور اعمال کا ہی۔ اور حضرت ابن عباس رضہ آنحضرت صلعم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ ایک نماز مدینہ کی مسجد مین دس ہزار

نمازون کے برابر ہی اور بیت المقدس مین ایکہزار کے برابر اور مسجد حرام مین ایک لاکھ کے برابر اور فرمایا لا یصبر علی لاوائہا و شدتہا احد الا کنت لہ شفیعا یوم القیامۃ اور فرمایا کہ جس سے ہوسکے مدینہ مین رہے وہ ایسا ہی کرے کیونکہ جو کوئی اسمین مریگا قیامت کو مین اسکا شفیع ہونگا۔ اور بعد ان تینون مقامون کے اور جگہیں سب برابر ہین بجز گھاٹیون کے کہ انمین دشمن کی نگاہبانی کے لیے ٹھہرنے مین بہت فضیلت ہی اور اسی لیے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد المسجد الحرام و مسجدی ہذا و المسجد الاقصی اور بعض علما نے اس حدیث سے دلیل کر کے مقامات متبرکہ اور علما اور صلحا کی قبرون پر جانے کو منع کیا ہی اور ہمکو معلوم نہین ہوتا کہ انکا استدلال درست ہو بلکہ زیارت قبور کی اجازت ہی چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروہا اور حدیث بالا مساجد کے باب مین آئی ہی مشاہد کا حکم ویسا نہین اسلیے کہ مسجدین ان تینون مسجدون کے سوا ایکسی ہین اور کوئی شہر ایسا نہین جسمین مسجد نہو پھر دوسری مسجد مین جانے کے کیا معنے اور مشاہد سب یکسان نہین بلکہ انکی زیارت کی برکت اسیقدر ہوتی ہی جتنے ان لوگون کے درجے اللہ تعالی کے نزدیک ہوتے ہین ہان اگر آدمی ایسے گانون مین ہو کہ جسمین مسجد نہو تو اسکو جائز ہی کہ کسی ایسی گانون کی طرف سفر کرے جسمین مسجد ہو اور بالکل اسی مین جا رہے اگر چاہے۔ پھر ہمکو معلوم نہین کہ یہ کہنےوالا انبیا علیہم السلام مثل حضرات ابراہیم و موسی و یحیی وغیرہم کی قبرون پر جانے سے بھی منع کریگا کہ نہین اور منع کرنا تو نہایت درجہ کو محال ہی پس جب انکی قبرون پر جانا درست کہیگا تو اولیا اور علما اور صلحا کی قبرین بھی انہین قبرون کے حکم مین ہین اور بعید نہین کہ انکی قبرون پر جانا سفر کی اغراض مین سے ہو جیسے علما کی زیارت زندگی مین مقصود ہوتی ہی یہ حال تو سفر کا ہی اب مقام کا حال سنو کہ مرید کے لیے اگر سفر سے غرض علم کا حاصل کرنا نہو تو بہتر یہ ہی کہ اپنے مکان مین بیٹھا رہے بشرطیکہ وطن مین حال اسکا درست بنا رہے اور اگر سلامت نہ رہے تو ایسی جگہہ تلاش کرے جسمین اسکو کوئی نہ جانے اور دین سلامت رہے اور بفراغ دل عبادت میسر ہو کہ اسکے حق مین یہ مقام سب سے افضل ہی چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی کہ شہر سب اللہ کے ہین اور لوگ سب اسکے بندے ہین اسصورت مین جسجگہ مین تو نرمی اور آسانی دیکھے وہان ٹھہرجا اور اللہ تعالی کا شکر کر۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ جس شخص کو کوئی چیز روزی ہو تو اسکو لازم پکڑے اور جسکی معاش کسی چیز مین کردی گئی ہو اس سے نہ ہٹے یہانتک کہ وہ چیز اسپر بدل جاوے اور ابو نعیم کہتے ہین کہ مین نے حضرت سفیان ثوری رح کو دیکھا کہ اپنا توشہ دان مونڈھے پر اور پانی کا کوزہ ہاتھ مین لیے ہین مین نے پوچھا کہ ای ابو عبد اللہ کہان کا ارادہ ہی فرمایا کہ ایسے شہر کو جاتا ہون جہان ایک درم مین اپنا توشہ دان بھرلون اور ایک روایت مین یہ ہی کہ انھون نے جواب دیا کہ مین نے ایک گانون مین ارزانی سنی ہی اسمین ٹھہرونگا راوی نے کہا کہ مین نے پوچھا کہ آپ ایسا کرتے ہین فرمایا کہ ہان جب تم کسی شہر مین ارزانی سنو تو اسکا قصد کرو کہ اس سے تمہارا دین بھی سلامت رہیگا اور فکر کم کرنا پڑیگا۔ اور کہا کرتے تھے کہ یہ زمانہ خرابی کا ہی گمنام اسمین مامون نہین رہ سکتے مشہورون کا تو کیا ذکر ہی۔ زمانہ تو نقل مکان کا ہی کہ آدمی ایک گانون سے دوسرے گانون مین اپنے دین کو فتنون سے بچاتے پھرے۔ اور یہ بھی انہین کی حکایت ہی کہ فرمایا بخدا مجھے معلوم نہین کہ کون شہر مین رہون لوگون نے کہا کہ خراسان مین فرمایا کہ وہان کے مذہب مختلف اور تجویزین خراب ہین لوگون نے کہا کہ شام مین رہیے فرمایا کہ وہان شہرت ہو جاتی ہی کسی نے کہا کہ عراق مین سکونت کیجیے فرمایا کہ وہ ملک ظالمون کا ہی کہا کہ مکہ معظمہ مین رہیے فرمایا کہ مکہ دانائی اور بدن کو تحلیل کرتا ہی اور ایکبار کسی مسافر شخص نے انسے کہا کہ مین نے نیت کر لی ہی کہ اب گھر مین رہونگا مجھکو کچھ نصیحت فرمائیے فرمایا کہ تین باتون کی وصیت کرتا ہون اول یہ کہ صف اول مین نماز نہ پڑھنا دوم کسی قریشی کی صحبت اختیار کرنا سوم صدقہ ظاہر کر کے مت دینا صف اول مین پڑھنے سے اسلیے منع فرمایا کہ آدمی مشہور ہو جاتا ہی یعنی جب غائب ہوتا ہی تو اسکی تلاش ہوتی ہی اسصورت مین عمل مین زینت اور بناوٹ مل جاتی ہی۔

دوسرا بیان حج کے واجب ہونے اور درست ہونے کی شرطون اور اسکے رکنون اور واجبات و ممنوعات کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ شرطین چار طرح کی ہین اول حج کے درست ہونے کی شرطین ہین اور وہ دو ہین ایک وقت دوسرے مسلمان ہونا اس سے یہ نکلا کہ اگر لڑکا حج کرے تو اسکا حج درست ہی اگر وہ تمیز والا ہو تو احرام خود باندھ لے اور اگر چھوٹا ہو تو اسکی طرف سے اسکا ولی احرام باندھ لے اور افعال حج کے طواف اور سعی وغیرہ سب اسکو کرا دے اور وقت حج کا ماہ شوال سے لیکر ذیحجہ کی دسوین شب یعنی یوم نحر کی صبح صادق ہونے تک ہی پس جو شخص اس مدت کے سوا اور دنون مین احرام باندھیگا تو حج کا نہوگا بلکہ عمرہ کا ہوگا اور عمرہ کا وقت تمام سال ہی

مگر جو شخص منےٰ کے ایام مین مناسک حج ادا کرنے کا پابند ہو اُسکو عمرہ کا احرام نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ عمرہ کرلے کے بعد پھر اُس سے منےٰ کے اعمال نہوسکینگے دوم حج کے حج اسلام ہوجانے کی شرطین ہین اور وہ پانچ ہین اوّل مسلمان ہونا دوم آزاد ہونا سوم بالغ ہونا چہارم عاقل ہونا پنجم وقت کا ہونا پس اگر لڑکا یا غلام احرام باندھے اور عرفہ بالغ خواہ آزاد ہوجاوے یا مزدلفہ مین ہو اور صبح صادق سے پیشتر عرفہ کو چلا جاوے تو حج اسلام ہوجاویگا اسلیے کہ حج عرفات پر کھڑے ہونے کا نام ہی اور وہ حالت بالغ ہونے اور آزاد ہونے مین میسر ہوگیا اور ان دونون پر ذبح کرنا قصور کے جانور کا لازم نہ آویگا اور فرض عمرہ کی بھی یہی شرطین ہین سواے وقت کے سوم حج کے نفل ہونے کی شرط آزاد اور بالغ کے حق مین یہ ہی کہ حج اسلام سے فارغ ہو کیونکہ حج اسلام مقدم ہی اُسکے بعد اُس حج کی قضا ہی جسکو عرفہ کے ٹھہرنے کے وقت فاسد کردیا ہو پھر نذر کا حج ہی پھر دوسرے کی طرف سے نائب ہو کر اگر حج کرے اُسکا مرتبہ ہی پھر حج نفل ہی یہ ترتیب اسیطرح ضروری ہی اور گو نیت اسکے خلاف ہو مگر حج اسیطرح ہوگا یعنے اگر ایک شخص کے ذمہ حج اسلام ہی اور وہ حج نذر کی نیت سے یا دوسرے کی نیابت کرکے احرام باندھے تو اُسکی نیت کا اعتبار نہوگا بلکہ حج اسلام ہوجاویگا چہارم حج کے لازم ہونے کی شرطین ہین اور وہ پانچ ہین بلوغ اور اسلام اور عقل اور آزادی اور قدرت اور جس شخص پر حج فرض لازم ہوتا ہی اُسی پر فرض عمرہ بھی لازم ہوتا ہی اور جو شخص زیارت یا تجارت کے لیے مکہ مین جانا چاہے اور لکڑی بیچنے والا نہو تو ایک قول کے بموجب اُسپر احرام باندھنا لازم ہی پھر عمرہ یا حج کے اعمال کرکے احرام کھول ڈالے۔ اور قدرت کی دو قسمین ہین ایک تو خود اعمال حج کو بجا لانے کے لیے اُسکے واسطے کئی باتین چاہیین اوّل اپنا تندرست ہونا دوم راستہ مین نرخ کی ارزانی اور خوف و خطر کا نہونا خواہ تری کا ہو یا خشکی کا سوم مال اُسقدر ہونا کہ جانے اور وطن مین لوٹ آنے کو کافی ہو خواہ اُسکے گھر والے ہون یا نہون اسلیے کہ وطن کا چھوڑنا آدمی کو سخت ناگوار ہوتا ہی اور جن لوگون کا نفقہ اسکے ذمہ پر لازم ہی اُنکے لیے بھی اتنے دنون کا خرچ ہو اور اُسقدر پاس ہو کہ اُس سے اپنے قرض ادا کردے اور سواری کے لینے پر خواہ کرایہ کرنے پر قادر ہو خواہ سواری کا جانور علیحدہ ہو یا اگر پیرتل کے جانور پر بیٹھ سکے تو اُسی کی قدرت چاہیے۔ دوسری قسم قدرت کی اپاہج کے حق مین ہی وہ یہ ہی کہ اتنا مال رکھتا ہو کہ اپنی طرف سے دوسرے شخص کو حج کرنے کو بھیجے کہ وہ اپنا حج اسلام کرکے دوسرے سال اُسکی طرف سے حج کرے اور اسصورت مین خرچ سواری پیرتل کے جانور کا کافی ہی۔ اور اگر اپاہج آدمی کا لڑکا راستہ مین اُسکی خدمت کرنے کو تیار ہو تو اُسصورت مین وہ معذور نہ گنا جاویگا بلکہ قدرت والا ہوجاویگا اور اگر بیٹا اپنا مال باپ کے سامنے رکھ دے تو اُس سے وہ قادر نہوگا کیونکہ بدن کی خدمت مین بیٹے کی سعادتمندی ہی اور مال کے دینے مین باپ پر احسان ہی۔ اور جس شخص کو قدرت ہوجاوے اُسپر حج کرنا واجب ہی اور تاخیر سے جانا اُسکو درست ہی مگر تاخیر کرنے مین خطرہ ہی اگر آخر عمر تک بھی حج نصیب ہوجاویگا تو فرض ساقط ہوجاویگا لیکن اگر بعد لازم ہونے کے حج کرنے سے پیشتر مرجاویگا تو خدا کے سامنے حج کے نہ کرنے سے عاصی ہوکر جاویگا اور حج اُسکے ترکہ مین سے کرایا جاوے گو اُسنے وصیت نہ کی ہو جیسے اور قرضون کا حال ہی کہ وہ بھی بدون وصیت ادا کرنے پڑتے ہین۔ اور اگر ایک سال مین اُسکو قدرت ہوئی اور لوگون کے ساتھ حج کو نہ نکلا پھر اُسکا مال لوگون کے حج کرنے سے پیشتر جاتا رہا اور یہ شخص بھی مرگیا تو اُسپر حج کا مؤاخذہ نہوگا۔ اور جو شخص باوجود تونگری کے حج نہ کرے اور مرجاوے تو اُسکا معاملہ خدا تعالی کے نزدیک نہایت سخت ہی حضرت عمر رضہ نے فرمایا ہی کہ مین نے قصد کیا کہ شہرون مین ایک پروانہ بھیجدون کہ جو شخص حج کی قدرت پاکر نہ کرے اُسپر کچھ جزیہ لگا دیا جاوے اور سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی اور مجاہد اور طاوس رضہ سے مروی ہی کہ ہمکو معلوم ہو کہ کسی شخص پر حج واجب تھا اور وہ حج کرنے سے پیشتر مرگیا تو ہم اُسپر نماز نہ پڑھینگے۔ اور بعض کا ہمسایہ تونگر تھا مگر اُسنے حج نہین کیا تھا اور مرگیا اُن بزرگ نے اُسکی نماز نہ پڑھی اور حضرت ابن عباس رضہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص بدون زکوٰۃ دیے اور بغیر حج کیے مرتا ہی تو دنیا مین پھر آنے کی درخواست کرتا ہی اور یہ آیت پڑھی رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ اعمل صالحا سے غرض آپنے ارشاد فرمایا ہی کہ حج کرون۔ اور ارکان حج کے جنکے بدون حج درست نہین پانچ ہین اوّل احرام دوم طواف سوم طواف کے بعد صفا و مروہ مین دوڑنا چہارم عرفات مین ٹھہرنا پنجم بنابر ایک قول کے بموجب بال منڈانا اور عمرہ کے ارکان بھی یہی ہین سوا عرفات پر ٹھہرنے کے اور حج کے واجبات جنکے چھوڑنے

تدارک دم یعنے ذبح کرنا جانور قربانی کا کردیتا ہے وہ چھ ہین اول میقات پر سے احرام کا باندھنا تو جو کوئی بدون احرام میقات سے آگے بڑھ جاویگا اسپر ایک بکری ذبح کرنی لازم ہوگی دوم جمرات کو کنکرین مارنی اُن دونون کے ترک سے سب روایتون کے بموجب دم لازم ہوتا ہے سوم عرفہ مین آفتاب کے ڈوبنے تک ٹھہرنا چہارم رات کو مزدلفہ مین پنجم منیٰ مین رات کو رہنا ششم طواف وداع ان چارون کے چھوڑنے سے ایک روایت کے بموجب دم لازم آتا ہے اور دوسری روایت کے بموجب دم دینا لازم نہین بلکہ مستحب ہے آب جاننا چاہیے کہ حج اور عمرہ کے ادا کرنے کے تین طور ہین اول افراد جو سب مین افضل ہے اسکی صورت یہ ہے کہ پیشتر صرف حج کرے اور جب فارغ ہو جاوے تو زمین حل مین جا کر احرام باندھے اور عمرہ کرے اور عمرہ کے احرام کے لیے حل مین سے بہتر جگہ جعرانہ ہے پھر تنعیم پھر حدیبیہ اور افراد کرنے والے پر کوئی دم واجب نہین لیکن اگر نفل کرے تو اختیار ہے دوم قران یعنے احرام مین حج اور عمرہ کی نیت ایک ساتھ کرکے کہے لبیک بحجۃ وعمرۃ معًا ایسے شخص کو اعمال حج کرنے کافی ہین انھین مین عمرہ بھی آجاتا ہے جیسے غسل مین وضو آجاتی ہے لیکن اگر طواف اور سعی عرفات کے ٹھہرنے سے پیشتر کرلیگا تو سعی تو دونون مین شمار ہوگی اور طواف حج مین نہ گنا جاویگا کیونکہ حج مین فرض طواف کی شرط یہ ہے کہ عرفات مین ٹھہرنے کے بعد ہو اور قران والے پر ایک بکری ذبح کرنی لازم ہے لیکن اگر مکہ کا رہنے والا ہو تو اسپر دم نہین ہے کہ اُسنے اپنی میقات کو ترک نہین کیا کیونکہ اُسکی میقات مکہ ہے سوم تمتع ہے اسکی یہ صورت ہے کہ میقات پر سے احرام عمرہ کا باندھے اور مکہ مین حلال ہو کر احرام مین جو امور اُسکو ممنوع ہو گئے تھے حج کے وقت تک اُنسے منتفع ہو پھر حج کا احرام کرلے اور بدون پانچ باتون کے تمتع نہین ہوتا اول شرط یہ ہے کہ مسجد حرام کے حاضرین مین سے نہو اور حاضر سے یہ غرض ہے کہ اسمین اور مسجد حرام مین اتنا فاصلہ نہو جسمین نماز قصر سے پڑھی جاوے یعنے سفر شرعی سے کمتر فاصلہ پر ہو دوسری شرط یہ ہے کہ عمرہ کو حج سے پیشتر کرلے تیسری یہ کہ عمرہ حج کے مہینون مین ہو چوتھی یہ کہ حج کی میقات تک لوٹ کر نہ جاوے اور نہ حج احرام کے لیے اسی مسافت تک لوٹے پانچوین یہ کہ اُسکا حج اور عمرہ ایک ہی شخص کی طرف سے ہون جب یہ پانچون شرطین پائی جاوینگی تو تمتع والا ہوگا اور اسپر ایک بکری کا دم لازم ہے اور اگر بکری میسر نہو تو تین روزے تو دسوین ذی الحجہ سے پیشتر متفرق خواہ ایک ساتھ ایام حج مین رکھ لے اور سات روزے اپنے وطن مین جا کر رکھ لے اور اگر حج کے ایام مین تین روزے نہ رکھے ہون یہانتک کہ وطن کو چلا آیا تو دس روزے خواہ اکٹھے یا متفرق وطن مین رکھ لے اور یہی حال ہے اگر قران کا دم میسر نہو یعنے اُسکے عوض بھی دس روزے رکھے اور افضل ان تینون صورتون مین افراد ہے پھر تمتع پھر قران اور حج کے ممنوعات چھ ہین اول کرتہ اور پاجامہ اور موزہ اور عمامہ کا پہننا بلکہ تہمد اور چادر اور نعلین یعنی چپلیان پہننی چاہئین اگر چپلیان نہون تو جوتیان پہنے اور اگر تہمد نہ ملے تو پاجامہ پہنے اور کمر مین پٹکا باندھنے کا اور کجاوہ کے سایہ مین بیٹھنے کا مضائقہ نہین مگر اپنے سر کو ڈھانپنا نہ چاہیے کہ مرد کا احرام سر مین ہے اور عورت کو ہر ایک سیا ہوا لباس پہننا درست ہے بشرطیکہ اپنے منہ کو ایسی چیز سے نہ چھپاوے جو چہرے پر لگے کہ اُسکا احرام اُسکے چہرے مین ہے دوسرے خوشبو لگانا تو چاہیے کہ جس چیز کو عقلا خوشبو جانتے ہون اُس سے پرہیز کرے اگر خوشبو لگاویگا یا سیا لباس پہنیگا تو اُسپر بکری کا دم لازم آویگا تیسرے بال منڈانا اور کتروانا اس سے بھی دم لازم آتا ہے اور سرمہ لگانے اور حمام مین جانے اور فصد کھلوانے اور پچھنون سے خون نکلوانے اور کنگھی کرنے کا مضائقہ نہین چوتھے عورت سے ہمبستر ہونا اور یہ صورت اگر ذبح اور حلق سے پیشتر کریگا تو حج جاتا رہیگا اور بدنہ یعنی اونٹ یا گائے یا سات بکریان ذبح کرنی لازم ہونگی اور اگر بعد ذبح اور سر منڈانے کے صحبت کریگا تو بدنہ لازم آویگا اور حج نہ جاویگا پانچوین صحبت کے لوازم مثل بوس و کنار اور اسصورت سے عورتون کو ہاتھ لگانا کہ مذی وغیرہ نکل آوے حرام ہے اور اسمین ایک بکری لازم ہے اور اسیطرح ہاتھ سے منی نکالنے کی صورت مین بکری دینی چاہیے اور احرام والے کو اپنا یا غیر کا نکاح کرنا حالت احرام مین حرام ہے اور اسمین دم نہین ہے کیونکہ اسکا نکاح ہوتا ہی نہین چھٹے جنگل کے شکار کا مارنا کہ جسکا گوشت کھایا جاتا ہو یا وہ حلال اور حرام جانور سے پیدا ہوا ہو پس اگر احرام والا شکار مارے تو اُسپر چارپایون مین سے اُسی صورت کا جانور لازم ہوگا جسکو مارا ہو اور تری کا شکار حلال ہے اور اُس مین کچھ بدلا نہین۔

دوسری فصل شروع سفر سے لوٹ آنے تک کے اعمال ظاہری کی ترتیب مین اور اسمین دس بیان ہین

پہلا بیان نکلنے کے آغاز سے احرام تک کی سنتون کے ذکر مین اور وہ آٹھ باتین ہین اول مال سے متعلق ہی کہ ارادہ سفر کے وقت اول توبہ کرے اور جن لوگون کے حق زبردستی سے لیے ہون اُنکو واپس کردے اور قرضخواہون کے قرض چکا دے اور جن لوگون کا کھانا وغیرہ اپنے ذمہ ہو اُنکا نفقہ پھر نے تک کے ایام کا مہیا کر دے اور جو امانت کسی کی ہو وہ اُسکے حوالے کرے اور مال مین سے حلال اور پاکیزہ اسقدر ساتھ لے کہ جانے اور آنے کو کافی ہو تنگی کی تو نہ آوے بلکہ کسی طرح ہو کہ ضعفا اور فقرا کے ساتھ بھی بشرط گنجایش سلوک کر سکے اور اپنے نکلنے سے پیشتر کچھ خیرات کرے اور اپنے لیے ایک مضبوط جانور مول لے جو کمزور نہو یا کرایہ کرلے مگر کرایہ کی صورت مین مالک جانور سے سب چیزون کا نام لے دیوے جو لادنی منظور ہون خواہ تھوڑی ہون یا بہت تاکہ اُسکی رضامندی حاصل ہو جاوے **دوم** سفر کے رفیق کے متعلق ہی کہ راہ کے لیے ایک ساتھی ایسا تلاش کرے جو نیکبخت اور خیر دوست اور خیر کا مددگار رہے کہ اگر یہ بھولے تو وہ یاد دلاوے اور اگر یہ یاد کرے تو وہ مدد کرے اگر یہ نامردی کرے تو وہ شجاعت دلاوے اگر عاجزی کرے تو قوت دلاوے اگر اسکا دل تنگ ہو تو وہ صبر پر آمادہ کرے پھر اپنے رفیق جو سفر مین نہ جاوین اُنسے اور اپنے بھائیون اور ہمسایون سے رخصت ہو اور اُنکی دعا کا طالب ہو کہ اللہ تعالے اُنکی دعا مین خیر و برکت کرتا ہی اور رخصت ہونے مین سنت یہ ہی کہ کہے استودع اللہ دینک و امانتک و خواتیم عملک اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسافر کو یہ الفاظ فرمایا کرتے تھے فی حفظ اللہ وکنفہ زودک اللہ التقوی وجنبک الردی وغفر ذنبک ووجہک للخیر اینما توجہت **سوم** گھر سے نکلنے کے متعلق ہی جب نکلنے کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ اول دوگانہ نماز پڑھے اول رکعت مین بعد الحمد کے سورۂ کافرون اور دوسری مین سورۂ اخلاص اور سلام کے بعد اپنے ہاتھ اُٹھا کر اللہ تعالے سے اخلاص کامل اور نیت صادق سے دعا مانگے کہ الٰہی تو ہی سفر مین ہمارا ساتھی ہی اور تو ہی ہمارے گھر اور مال اور اولاد اور یارون مین نائب اور محافظ ہی ہمکو اور اُنکو ہر ایک آفت اور مصیبت سے بچا اور الٰہی ہم اس سفر مین تجھ سے نیکی اور پرہیزگاری کی درخواست کرتے ہین اور ایسا عمل چاہتے ہین جس سے تو راضی ہو الٰہی ہم تجھ سے سوال کرتے ہین کہ زمین کو ہمارے لیے طے کر دینا اور سفر کو ہمپر آسان کرنا اور ہمارے سفر مین ہمارے بدن اور ہمارے دین اور مال کی سلامتی نصیب کرنا اور اپنے گھر کی اور اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت تک ہمکو پہونچانا الٰہی ہم تجھ سے سفر کی سختی اور بُری طرح لوٹنے اور گھر والون اور مال اور اولاد اور یارون کے بُرے حال مین دیکھنے سے پناہ مانگتے ہین الٰہی ہمکو اور اُنکو اپنی حفاظت مین لے اور ہمسے اور اُنسے اپنی نعمت مت چھین اور جو آرام ہمکو اور اُنکو تو نے دے رکھا ہی اُسکو مت بدل **چہارم** جب گھر کے دروازہ پر پہونچے تو کہے بسم اللہ توکلت علی اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ رب اعوذ بک ان اضل او اُضل او اذل او اُذل او ازل او اُزل او اظلم او اُظلم او اجہل او یجہل علی الٰہی مین اکڑ کی راہ سے اور اترانے اور ریا و شہرت کے لیے نہین نکلا ہون بلکہ تیرے غضب سے خوف کر کے تیری رضا جوئی کے لیے اور تیرے فرض کے ادا کرنے اور تیرے نبی کی سنت کی پیروی کرنے کو اور تیرے دیدار کے شوق مین نکلا ہون۔ اور جب چلے تو یہ دعا پڑھے اللہم بک انتشرت وعلیک توکلت وبک اعتصمت والیک توجہت اللہم انت ثقتی وانت رجائی فاکفنی ما اہمنی وما لا اہتم بہ وما انت اعلم بہ منی عز جارک وجل ثناءک ولا الہ غیرک اللہم زودنی التقوی واغفر لی ذنبی ووجہنی للخیر اینما توجہت اور جس منزل سے چلا کرے اس دعا کو پڑھ لیا

ادب پنجم سواری کے باب میں سنت یہ ہے کہ جب سوار ہو تو یوں کہے بسم اللہ و باللہ واللہ اکبر توکلت علی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ما شاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن سبحان الذی سخر لنا ہذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون اللہم انی وجہت وجہی الیک وفوضت امری کلہ الیک وتوکلت فی جمیع اموری علیک انت حسبی ونعم الوکیل اور جب سواری پر خوب اطمینان سے جم جاوے اور سواری قابو میں ہو جاوے تو سات بار کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور کہے الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ اللہم انت الحامل علی الظہر وانت المستعان علی الامور ادب ششم اترنے کے باب میں یہ مسنون ہے کہ جب تک دھوپ تیز نہ ہو جاوے تب تک نہ اترے اور بہت سا راستہ رات کو طے کر لے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آخر شب میں چلنا اختیار کرو کہ راستہ رات کو طے ہوتا ہے اتنا کہ دن کو نہیں ہوتا اور چاہیے کہ رات کو کم سووے تاکہ اس سے رات کے چلنے پر مدد ملے اور جب منزل معلوم ہونے لگے تو کہے اللہم رب السموات السبع وما اظللن ورب الارضین السبع وما اقللن ورب الشیاطین وما اضللن ورب الریاح وما ذرین ورب البحار وما جرین اسئلک خیر ہذا المنزل وخیر اہلہ واعوذ بک من شر ہذا المنزل وشر ما فیہ اصرف عنی شر شرارہم اور جب منزل میں اترے تو دو رکعتیں نماز پڑھے پھر کہے اللہم انی اعوذ بکلمات اللہ التامات التی لا یجاوزہن بر ولا فاجر من شر ما خلق اور جب رات کی تاریکی چھا جاوے تو کہے یا ارض ربی وربک اللہ اعوذ باللہ من شرک وشر ما فیک وشر ما یدب علیک اعوذ باللہ من شر کل اسد واسود وحیۃ وعقرب ومن شر ساکن البلد ووالد وما ولد ولہ ما سکن فی اللیل والنہار وہو السمیع العلیم ادب ہفتم حفاظت کے باب میں یہ چاہیے کہ دن کو احتیاط کرے کہ قافلے سے اکیلا ہو کر نہ چلے کیونکہ عجب نہیں کہ کوئی مار ڈالے یا راستہ بھول کر قافلے سے علیحدہ پڑ جاوے اور رات کو سوتے وقت ہوشیاری سے رہے اگر اول شب میں سووے تو اپنے ہاتھ پھیلائے اور اگر آخر شب میں سووے تو ہاتھ کو کسی قدر اٹھا رکھے اور سر کو ہتھیلی پر رکھ کر لیٹے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفروں میں اسی طرح سویا کرتے تھے کیونکہ اور طرح پر لیٹنے میں بعید نہیں کہ گہری نیند آ جاوے اور آفتاب نکل آوے اور اسکو خبر بھی نہو اور نماز کا فوت ہو جانا حج کے ثواب سے افضل ہو جاوے۔ اور رات کو مستحب یہ ہے کہ دو رفیق نوبت بنوبت حفاظت کریں کہ جب ایک سووے تو دوسرا جاگتا رہے اور پہرا دے اس طرح یہ کی دینی مسنون ہے پس اگر رات کو یا دن کو کوئی دشمن یا درندہ اسپر قصد کرے تو چاہیے کہ آیۃ الکرسی اور شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو اور سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھے اور یہ دعا اسکا ضمیمہ کرے بسم اللہ ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ حسبی اللہ توکلت علی اللہ ما شاء اللہ لا یاتی بالخیرات الا اللہ ما شاء اللہ لا یصرف السوء الا اللہ حسبی اللہ وکفی سمع اللہ لمن دعا لیس وراء اللہ منتہی ولا دون اللہ ملجا کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز تحصنت باللہ العظیم واستعنت بالحی الذی لا یموت اللہم احرسنا بعینک التی لا تنام واکنفنا برکنک الذی

زری و شمائل بروایت ابو قتادہ ۱۲ ادل دعا کے الفاظ اوپر کی دعاؤں میں مذکور ہو چکے ہیں لا تاہی بھلائیاں مگر اللہ ما شاء اللہ نہیں ٹالتا ہی برائی کو مگر اللہ خدا مجکو کافی ہو اور کافی رہا ہی سنا اللہ نے اس شخص کا

ابراہم اللہم ارحمنا بقدرتک علینا فلا تہلکنا وانت بقیتنا ورجاؤنا اللہم اعطفت علینا قلوب عبادک واماتک برأفۃ ورحمۃ انک انت ارحم الراحمین ہشتم راستہ میں جب کسی اونچی جگہ پر چڑھے تو مستحب ہے کہ تین بار اللہ اکبر کہکر یہ دعا پڑھے اللہم لک الشرف علی کل شرف ولک الحمد علی کل حال اور جب بستی میں اترے تو سبحان اللہ کہے اور سفر میں اگر وحشت کا خوف دل پر آوے تو یوں کہے سبحان اللہ الملک القدوس رب الملائکۃ والروح جللت السموات بالعزۃ والجبروت -

دوسرا بیان میقات سے لیکر مکہ میں داخل ہونے تک احرام کے آداب میں اور وہ پانچ باتیں ہیں

اول یہ کہ جب میقات پر پہونچے یعنے اس مشہور جگہ پر جہان سے کہ لوگ احرام باندھتے ہین تو احرام کی نیت سے غسل کرے اور بدن کو خوب صاف کرے اور سر اور داڑھی میں کنگھی کرے اور ناخن ترشواوے اور مونچھیں کترواوے اور جو صفائی کی باتیں ہم طہارت میں لکھ آئے ہیں وہ سب اچھی طرح بجالاوے دوم یہ کہ سیے ہوئے کپڑے اتار ڈالے اور احرام کے دو کپڑے پہنے اس طرح کہ ایک سفید کپڑے کا تہ بند کرے اور دوسرے کو چادر کرے سفید کپڑا خدا تعالے کے نزدیک سب کپڑون سے بہتر اور محبوب ہے اور اپنے کپڑون اور بدن میں خوشبو لگاوے اور اسکا کچھ مضائقہ نہیں کہ احرام کے بعد اس خوشبو کا جرم رہ جاوے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں مشک کی چمک جسکو آپ نے احرام سے پیشتر لگایا تھا بعد احرام کے لوگون نے دیکھی ہے سوم یہ کہ بعد کپڑے پہننے کے اتنا صبر کرے کہ اگر سوار ہو تو سواری اٹھ کھڑی ہو یا پیادہ ہو تو چلنا شروع کرے اسوقت احرام کی نیت کرے کہ حج کے لیے ہے یا عمرہ کے لیے قران ہے یا افراد جسطرح منظور ہو وہ نیت کرلے اور احرام ہو جانے کے لیے صرف دل سے ارادہ کافی ہے مگر مسنون یہ ہے کہ نیت میں لفظ لبیک بھی اضافہ کرے اور زبان سے یہ کہے لبیک اللہم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک اور اگر زیادہ کہنا ہو تو یون کہے لبیک وسعدیک والخیر کلہ بیدیک والرغباء الیک لبیک بحجۃ حقا تعبدا ورقا اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد چہارم جب احرام لبیک کہنے سے منعقد ہوچکے تو مستحب ہے کہ یہ کہے اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی واعنی علی اداء فرضہ وتقبلہ منی اللہم انی نویت اداء فریضتک فی الحج فاجعلنی من الذین استجابوا لک وامنوا بوعدک واتبعوا امرک واجعلنی من وفدک الذین رضیت عنہم وارتضیت وقبلت منہم اللہم فیسر لی اداء ما نویت من الحج اللہم قد احرم لک لحمی وشعری ودمی وعصبی ومخی وعظامی وحرمت علی نفسی النساء والطیب ولبس المخیط ابتغاء وجہک والدار الآخرۃ اور احرام کے وقت سے اسپر وہ چھون باتین جنکو ہم ممنوعات حج میں اوپر ذکر کرچکے ہین حرام ہوگئیں پنجم احرام کے قائم رہنے کے لیے از سر نو لبیک کہنا مستحب ہے خصوصا رفیقون سے ملاقات کے وقت اور لوگون کے اجتماع کے وقت اور چڑھائی اور اترنے کے وقت اور سوار ہونے اور سواری سے نیچے آنے کے وقت پکار کر لبیک کہنا چاہیے اسطرح کہ نہ گلا پڑے نہ سانس رکے کیونکہ بہرے اور غائب کو تو پکارتا نہیں ہے کہ حاجت اتنے چلانے کی ہو چنانچہ حدیث میں بھی یہ مضمون وارد ہے اور مسجد حرام اور مسجد خیف اور مسجد میقات میں لبیک کو بلند آواز سے کہنے کا مضائقہ نہیں کہ یہ تینون مسجدیں ارکان حج کی جگہ ہین مگر انکے سوا اور مسجدون میں بدون آواز کے بلند کرنے کے لبیک کہنے کا مضائقہ نہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی چیز تعجب میں ڈالتی تو فرماتے لبیک ان العیش عیش الآخرۃ -

[illegible]

تیسرا بیان مکہ معظمہ مین داخل ہونے سے آداب مین طواف تک اور وہ چھ امور ہین۔

اول یہ کہ مکہ مین داخل ہونے کے لیے ذی طوی مین غسل کرے اور غسل مستحب مسنون حج مین نو ہین پہلا احرام کے لیے میقات پر دوسرا مکہ مین جانے کو تیسرا طواف قدوم کے لیے چوتھا عرفات مین ٹھہرنے کو پانچواں مزدلفہ مین ٹھہرنے کو چھٹا طواف الزیارۃ کو پھر تین غسل تینون جمرات کے کنکریان مارنے کے لیے ہین اور جمرہ عقبہ کی کنکریون کے لیے غسل نہین پھر طواف وداع کے لیے اور امام شافعی نے مذہب جدید مین طواف الزیارۃ اور طواف وداع کے لیے غسل نہین تجویز فرمایا تو اس صورت مین سات ہی غسل رہتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ غسل شمار مین دس ہوتے ہین غالباً رمی جمار کے جو تین غسل لکھے ہین وہان دو کی جگہ تین لکھے گئے ہین دوم یہ کہ مکہ کے باہر جب حدحرم مین داخل ہو تو یون کہے اللھم ہذا حرمک وامنک فحرم لحمی ودمی وبشری علی النار وامنی من عذابک یوم تبعث عبادک واجعلنی من اولیائک واہل طاعتک سوم یہ کہ مکہ مین کدا کی گھاٹی سے پانی کے سیل کی طرف جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رستہ کا پیچ چھوڑ کر اسی راہ کو اختیار فرمایا تھا اسلیے آپ کا اقتدا اس باب مین کرنا بہتر ہے۔ اور جب مکے سے نکلے تو کدی بضم کاف کی گھاٹی سے نکلے یہ گھاٹی کچھ پست ہے اور پہلی اونچی ہے چہارم جب مکہ مین داخل ہو اور بنی شیبہ کی روم پر پہونچ جاوے تو اسوقت اسکی نگاہ کعبہ پر پڑیگی اسوقت یہ کہنا چاہیے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللھم انت السلام ومنک السلام ودارک دار السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام اللھم ان ہذا بیتک عظمتہ وکرمتہ وشرفتہ اللھم فزدہ تعظیما وزدہ تشریفا وتکریما وزدہ مہابۃ وزد من حجہ برا وکرامۃ اللھم افتح لی ابواب رحمتک وادخلنی جنتک واعذنی من الشیطان الرجیم پنجم جب مسجد حرام مین داخل ہو تو بنی شیبہ کے دروازے سے جاوے اور یون کہے بسم اللہ وباللہ ومن اللہ والی اللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جب کعبہ شریفہ سے قریب ہو تو کہے الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اللھم صلی علی محمد عبدک ورسولک وعلی ابراہیم خلیلک وعلی جمیع انبیائک ورسلک اور ہاتھ اٹھا کر یہ کہے اللھم انی اسالک فی مقامی ہذا فی اول مناسکی ان تقبل توبتی وتتجاوز عن خطیئتی وتضع عنی وزری الحمد للہ الذی بلغنی بیتہ الحرام الذی جعلہ مثابۃ للناس وامنا وجعلہ مبارکا وہدی للعالمین اللھم انی عبدک والبلد بلدک والحرام حرمک والبیت بیتک جئت اطلب رحمتک واسألک مسألۃ المضطر الخائف من عقوبتک الراجی لرحمتک الطالب مرضاتک ششم یہ کہ بعد اسکے حجر اسود کے پاس جا کر اسکو اپنے ہاتھ سے چھووے اور بوسہ دیکر یہ کہے اللھم امانتی ادیتہا ومیثاقی وفیتہ اشہدلی بالموافاۃ اور اگر بوسہ دینا نہو سکے تو اسکے سامنے کھڑا ہو کر یہی دعا پڑھ لے پھر طواف کے سوا اور کسی چیز کی طرف میل نہ کرے اور اس طواف کا نام طواف القدوم ہے اور اگر لوگ فرض نماز پڑھتے ہون تو اپنے آپ بھی جماعت مین شریک ہو جاوے پھر طواف کرے

چوتھا بیان طواف کے ذکر مین جب آدمی طواف قدوم یا اور کوئی طواف شروع کیا چاہے تو چاہیے کہ چھ امور کا لحاظ رکھے۔

اول یہ کہ نماز کی شرطون کی رعایت کرے کہ بے وضو نہو اور کپڑا اور بدن اور طواف کی جگہ پاک ہون اور برہنگی کو ڈھانپے اسلیے کہ خانہ کعبہ کا طواف بھی نماز ہی ہے مگر خدا تعالے نے اسکے بیچ مین گفتگو کرنی مباح فرما دی ہے اور ابتداے طواف کے پیشتر اضطباع کر لینا چاہیے اسکی صورت یہ ہے کہ

[illegible]

سے مجھ سے درخواست کرتا ہون ۱۲ اسکا ۵ الٰہی مین نے اپنی امانت ادا کی اور اپنے عہد کو پورا کیا تو اس پورا کرنے کا گواہ رہیو ۱۲

اپنی چادر کا بیچ داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر دونوں پلے بائیں مونڈھے پر کر لے اس صورت میں ایک کنارہ تو پشت پر لٹکیگا
اور ایک چھاتی پر اور ابتداے طواف کے وقت سے لبیک کہنا موقوف کر دے اور طواف میں وہ دعائیں پڑھے جنکو ہم لکھتے ہیں
دوم یہ کہ جب اضطباع سے فارغ ہو چکے تو خانہ کعبہ کو بائیں طرف کرے اور حجر اسود کے پاس تھوڑا سا اس سے ہٹ کر کھڑا
ہو تاکہ شروع طواف میں سارا بدن حجر اسود کے مقابل کو گذر جاوے اور چاہیے کہ اپنے درمیان اور کعبہ شریف کے درمیان میں تین
قدم کی مقدار فاصلہ چھوڑ دے تاکہ خانہ کعبہ کے قریب بھی رہے کہ افضل ہو اور شاذروان پر طواف بھی نہو کہ وہ خانہ کعبہ میں سے
ہو اور حجر اسود کے پاس شاذروان زمین سے ملی ہوئی ہو اسمیں دھوکا پڑ جاتا ہو جو اسکے اوپر کو طواف کرتا ہو اسکا طواف درست
نہیں کیونکہ وہ گویا اندر کعبہ کے طواف کرتا ہو اور حکم اسکے گرد باہر طواف کرنے کا ہو واضح ہو کہ شاذروان دیوار کعبہ کا عرض ہو
کہ نیو کے پاس سے چوڑا ہو پھر زمین سے اوپر دیوار جو بنائی گئی ہو تو کچھ عرض چھوڑ دیا گیا ہو اس چھوٹے ہوئے عرض کو شاذروان
کہتے ہیں اسپر طواف نہ کرنا چاہیے غرض کہ بموجب مذکورہ بالا حجر اسود کے پاس سے طواف شروع کرے سوم یہ کہ ابتداے طواف
میں کہ حجر اسود سے ابھی نہ بڑھا ہو یہ کہے بسم اللہ واللہ اکبر اللھم ایمانا بک وتصدیقا بکتابک ووفاء بعھدک واتباعا لسنۃ نبیک
محمد صلے اللہ علیہ وسلم پھر طواف کرے اور حجر اسود سے بڑھتے ہی خانہ کعبہ کے مقابل پہونچے گا اسوقت یہ کہے اللھم ھذا البیت
بیتک وھذا الحرم حرمک وھذا الامن امنک وھذا مقام العائذ بک من النار اور مقام کے ذکر کے وقت آنکھ سے مقام ابراہیم
علیہ السلام کی طرف اشارہ کر دے اللھم ان بیتک عظیم ووجھک کریم وانت ارحم الراحمین فاعذنی من النار ومن الشیطان
الرجیم وحرم لحمی ودمی علے النار وامنی من اھوال یوم القیمۃ واکفنی مؤنۃ الدنیا والآخرۃ پھر سبحان اللہ اور الحمد للہ کہے یہانتک
کہ رکن عراقی پر پہونچ جاوے اور اسوقت یوں کہے اللھم انی اعوذبک من الشرک والشک والکفر والنفاق والشقاق وسوء الاخلاق
وسوء المنظر فی الاھل والمال والولد اور جب میزاب پر پہونچے تو کہے اللھم اظلنا تحت عرشک یوم لاظل الاظل عرشک اللھم اسقنی
بکاس محمد صلے اللہ علیہ وسلم شربۃ لا اظما بعدھا ابدا اور جب رکن شامی کے مقابل پہونچے تو کہے اللھم اجعلہ حجا مبرورا وسعیا مشکورا وذنبا
مغفورا وتجارۃ لن تبور یا عزیز یا غفور رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم اور جب رکن یمانی کے مقابل ہو تو کہے
اللھم انی اعوذبک من الکفر واعوذبک من الفقر ومن عذاب القبر ومن فتنۃ المحیا والممات واعوذبک من الخزی فی الدنیا والاخرۃ
اور رکن یمانی اور حجر اسود کے بیچ میں یہ کہے اللھم ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ برحمتک عذاب القبر وقنا عذاب النار اور جب
حجر اسود پر پہونچ جاوے تو کہے اللھم اغفر لی برحمتک اعوذ برب ھذا الحجر من الدین والفقر وضیق الصدر وعذاب القبر اور اسوقت
ایک پھیرا پورا ہوا اسیطرح سات پھیرے کرے اور ہر پھیرے میں یہ دعائیں مانگے چہارم یہ کہ پہلے تین پھیروں میں رمل کرے اور

پاؤن چار مین عادت کے موافق چلے اور رمل کے معنے یہ ہین کہ چلنے مین جلدی کرے اور قدم پاس پاس رکھے اور رمل کی چال دوڑنے سے کم ہوتی ہو اور معمولی طور پر چلنے سے زیادہ ہوتی ہو اور مقصود اضطباع اور رمل سے بخوف ہونا اور بے التزدی کا ظاہر کرنا ہو اور یہ امر پہلے اسلیے مقرر ہوا تھا کہ کفار اب امید نہ رکھین۔ اور بعد کو یہ سنت جاری ہوگئی اور رمل خانہ کعبہ کے قریب مین افضل ہو لیکن اگر اژدحام کی جہت قرب مین میسر نہو تو فاصلہ سے رمل کرنا بہتر ہو یعنے مطاف کے کنارے پہ پہونچ کر رمل کرلے اور تین پھیرے رمل کے ساتھ کرکے خانہ کعبہ کے قریب اژدحام مین گھسجاوے اور چار پھیرے معمولی رفتار سے ادا کرے اور اگر حجر اسود کا بوسہ ہر پھیرے مین ممکن ہو تو بہتر ہو اور اگر اژدحام کی وجہ سے نہو سکے تو اپنے ہاتھ سے اشارہ حجر اسود کی طرف کرکے ہاتھ کو بوسہ دے لے اسی طرح رکن یمانی کا بوسہ دینا مستحب ہو اور مروی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کو بوسہ دیتے اور اپنا رخسار مبارک اسپر رکھتے۔ اور جو شخص بوسہ دینے مین صرف حجر اسود پر اکتفا کرے اور رکن یمانی کو صرف ہاتھ سے چھو دے تو یہ صورت بہتر ہو کیونکہ اسکی روایت زیادہ مشہور ہو مسئلہ جب طواف کے ساتون پھیرے ختم ہوچکین تو ملتزم پر آوے یعنے حجر اسود اور دروازہ کعبہ کے درمیان مین کہ یہ مقام دعا کے قبول ہونے کا ہی بیان دیوار سے چمٹ جاوے اور پردون کو پکڑے اور اپنا پیٹ دیوار سے اور دہنا رخسار دیوار پر رکھے اور اپنے ہاتھ اور ہتھیلیاں اسپر پھیلادے اور یون کہے یا رب البیت العتیق اعتق رقبتی من النار واعذنی من الشیطان الرجیم واعذنی من کل سوء وقنعنی بما رزقتنی وبارک لی فیما اتیتنی اللہم ان ہذا البیت بیتک والعبد عبدک وہذا مقام العائذ بک من النار اللہم اجعلنی من اکرم وفدک علیک پھر اس مقام پر بہت سی خدا تعالے کی تعریف کرے اور آنحضرت اور تمام انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم پر بہت درود بھیجے اور اپنے مطالب خاص کے لیے دعا مانگے اور گناہون سے مغفرت کی درخواست کرے بعض اکابر سلف اس مقام پر اپنے خادمون سے کہتے کہ میرے پاس سے علیحدہ ہوجاؤ تاکہ مین اپنے پروردگار کے سامنے اپنے گناہون کا اقرار کرون مسئلہ یہ کہ جب ملتزم سے فارغ ہو تو چاہیے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے دوگانہ نماز پڑھے پہلی مین قل یا ایہا الکافرون اور دوسری مین قل ہو اللہ احد اور یہ دوگانہ طواف کا ہی زہری نے کہا ہی کہ سنت ہمیشہ سے یون ہو کہ ہر سات پھیرون پر دوگانہ پڑھے اور اگر بہت سے طواف کیے اور سب کے بعد دو رکعتین پڑھ لے تب بھی جائز ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہی اور سات پھیرے مل کر ایک طواف ہوتا ہی اور طواف کے دوگانہ کے بعد یہ دعا پڑھے اللہم یسرلی الیسری وجنبنی العسری واغفرلی فی الآخرۃ والاولی اللہم اعصمنی بالطافک حتی لااعصیک واعنی علی طاعتک بتوفیقک وجنبنی معاصیک واجعلنی ممن یحبک ویحب ملائکتک ورسلک ویحب عبادک الصالحین اللہم حببنی الی ملائکتک ورسلک والی عبادک الصالحین اللہم فکما ہدیتنی للاسلام فثبتنی علیہ بالطافک وولایتک واستعملنی لطاعتک وطاعۃ رسولک واجرنی من مضلات الفتن پھر حجر اسود پر دوبارہ آوے اور اسکو بوسہ دے کر طواف کو ختم کرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو کوئی خانہ کعبہ کا طواف سات پھیرے کرے اور دو رکعت نماز پڑھے تو ایسا ثواب ہو کہ جیسا بردہ کے آزاد کرنے کا ہوتا ہی۔ صورت طواف کرنے کی یہ تھی جو مذکور ہوئی اس سب مین شرط نماز کے بعد واجب یہ ہی کہ شمار پھیرون کے سارے کعبہ کے گرد سات پورے کردے اور شروع حجر اسود سے کرے اور خانہ کو بائین ہاتھ

رکھے اور طواف مسجد کے اندر اور خانہ کعبہ کے باہر کرے کہ شاذروان کے اوپر ہو اور نہ حطیم کے اندر کو اور سب طوافون کو پے بہ پے کرے اثنائے مین جدائی معمولی سے
زیادہ نہ کرے اور اسکے سوا اور امور سنت اور مستحب ہین ۔

پانچوان بیان صفا اور مروہ کے درمیان مین سعی کے ذکر مین جب طواف سے فارغ ہو چکے تو باب الصفا سے نکلے اور یہ دروازہ کعبہ کی اُس دیوار کی سیدھ مین ہے جو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ہے پس جب اس دروازہ سے باہر نکلے اور صفا پر پہونچے جو ایک پہاڑ ہے تو اُسکے چند زینون پر چڑھے کہ قد آدم پہاڑ کو کے نیچے ہوئے ہین آنحضرت صلعم اسپر اتنا چڑھتے تھے کہ آپ کو کعبہ شریف نظر آنے لگا تھا اور شروع سعی کا کوہ صفا کی جڑ سے کافی ہے اور اتنا چڑھنا مستحب ہے لیکن چونکہ بعض سیڑھیان نئی بن گئی ہین تو چاہیے کہ اُنکو اپنے پیچھے نہ چھوڑے اسلیے کہ اسقدر جگہ سعی مین رہ جاویگی اور سعی کامل نہوگی مختصر حکم کرتا ہے کہ اب کوہ صفا کی جڑ مین اتنی مٹی زیادہ ہو گئی ہے کہ جڑ مین سے بھی کعبہ نظر آتا ہے اور ایک دو سیڑھیون پر چڑھنے سے بھی اس احتمال سعی کے ناقص رہنے کا نہین ہو اگر سیڑھیون پر نہ چڑھے غرضکہ ابتدا اسکی صفا سے کرکے اُسکے اور صفا کے درمیان مین سات بار سعی کرے اور صفا پر چڑھنے کے وقت کعبہ کی طرف کو منہ کرکے کہے اللہ اکبر اللہ اکبر الحمد للہ علی ما ہدانا الحمد للہ بمحامدہ کلھا علی جمیع نعمہ کلھا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وہو علی کل شیء قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ صدق وعدہ ونصر عبدہ واعز جندہ وہزم الاحزاب وحدہ لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین الحمد للہ رب العالمین فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظہرون یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویحیی الارض بعد موتہا وکذلک تخرجون ومن آیاتہ ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون اللہم انی اسالک ایمانا دائما ویقینا صادقا وعلما نافعا وقلبا خاشعا ولسانا ذاکرا واسالک العفو والعافیۃ والمعافاۃ الدائمۃ فی الدنیا والآخرۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور اللہ جل شانہ سے اس دعا کے بعد جو چاہے دعا مانگے پھر اُترکر سعی شروع کرے اور یہ کہتا جاوے رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم اللہم آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار اور نرمی کے ساتھ چلے یہانتک کہ سبز میل تک پہونچ جاوے اور یہ میل صفا سے اُترتے ہی ملتا ہے اور مسجد حرام کے کونے پر ہے جبکہ اسمین اور میل کی سیدھ آنے مین چھ ہاتھ کا فاصلہ رہے جلد چلنا شروع کرے یعنی رمل کی سی چال چلے یہانتک کہ دوسرے میل سبز تک پہونچ جاوے پھر یہان سے نرم چلنا شروع کرے جب مروہ پر پہونچے تو اُسکے زینون پر چڑھے جیسا صفا پر چڑھا تھا اور وہی دعا مانگے جو صفا پر مانگی تھی یہ ایک بار سعی ہوئی اور جب صفا پر دوسری بار آویگا تو دو بار ہو گی اسی طرح سات بار سعی کرے کہ ہر سعی مین سبز میلون کے درمیان مین رمل کرے اور آہستہ چلنے کی جگہ مین آہستہ چلے جیسا اوپر ذکر ہوا اور ہر بار صفا اور مروہ پر چڑھے جب سعی سے فارغ ہو جاوے تو اب طواف قدوم اور سعی سے فارغ ہو گیا اور یہ دونون باتین سنت ہین اور سعی کے لیے پاک ہونا مستحب ہے واجب نہین بخلاف طواف کے کہ اسمین پاک ہونا واجب ہے اور جب سعی کر چکے تو چاہیے کہ عرفات مین کھڑا ہونے کے بعد پھر سعی دوبارہ نہ کرے بلکہ اسی سعی کو کہ کر چکا ہے رکن ہونے کو کافی سمجھے اسلیے کہ سعی کی شرط یہ نہین کہ وقوف عرفہ کے بعد ہو بلکہ طواف زیارت مین قید بعد وقوف کے ہے ہان سعی مین یہ قید ہے کہ طواف کے بعد ہو خواہ کسیطرح کا طواف کیون نہو

چھٹا بیان عرفات کے ٹھہرنے کے ذکر مین اور جو امور اُس سے پہلے چاہیین اُنکی کیفیت مین حاجی جو صورت مین کہ عرفہ کے روز عرفات پر پہونچ جاوے تو طواف قدوم اور مکہ مین جانے کے لیے وقوف سے پہلے تیاری نہ کرے بلکہ اول عرفات مین ٹھہرنے کو اختیار کرے ہان اگر عرفہ سے کچھ دنون پیشتر پہونچے تب مکہ مین داخل ہو کر طواف قدوم کرے اور ساتوین ذی الحجہ تک احرام باندھے ہوئے مکہ مین ٹھہرا رہے پھر امام اُسی تاریخ مین ظہر کے بعد کعبہ شریف کے پاس خطبہ پڑھے اور لوگون کو حکم دے کہ آٹھوین تاریخ منی کے جانے کی تیاری کرین اور رات کو وہان رہین اور نوین کی صبح کو وہان سے عرفات

کو جاوین کہ بعد زوال کے وقوف عرفہ کا فرض ادا کرین کیونکہ وقوف کا وقت نوین کی زوال سے دسوین کی صبح صادق ہونے تک ہی مین چاہیے کہ منیٰ کو لبیک کہتا ہوا نکلے اور مستحب یہ ہی کہ مکہ سے ارکان حج کے پورے تمامی حج تک اگر قدرت ہو تو پیادہ چلے اور مسجد ابراہیم علیہ السلام سے وقوف کی جگہ تک پیادہ چلنے کی بہت تاکید ہی اور افضل ہی پس جب منیٰ مین پہونچے تو کہے اللھم ھذا منی فامنن علی بما مننت بہ علی اولیائک واہل طاعتک اور نوین رات کو منیٰ مین رہنے اور یہ مقام منزل اور رات کے رہنے کا ہی کوئی فعل حج اُسوقت مین اُس سے متعلق نہین جب عرفہ کی صبح ہو وے تو فجر کی نماز پڑھے اور جب کوہ ثبیر پر آفتاب نکلے تو عرفات کو یہ کہتا ہوا چلے اللھم اجعلھا خیر غدوۃ غدوتھا قط واقربھا من رضوانک وابعدھا من سخطک اللھم الیک غدوت وایاک رجوت وعلیک اعتمدت ووجھک اردت فاجعلنی ممن تباھی بہ الیوم من ھو خیر منی وافضل اور جب عرفات مین آوے تو اپنا خیمہ نمرہ مین جو مسجد کے قریب ہی کھڑا کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خیمہ اسی جگہ کھڑا کیا تھا اور نمرہ بطن عرنہ کا نام ہی جو موقف اور عرفہ کے اسطرف ہی اور وقوف کے لیے غسل کر جاوے جب آفتاب ڈھل جاوے تو امام ایک خطبہ مختصر پڑھ کر بیٹھ جاوے اور پھر دوسرا خطبہ شروع کرے اور موذن اذان دینے لگے اور اذان مین تکبیر ملا دے اور تکبیر کے ختم ہونے پر امام بھی فارغ ہو جاوے پھر ظہر اور عصر ایک اذان اور دو تکبیرون سے پڑھے اور نماز کو قصر کرے بعد نماز کے موقف مین جاوے اور عرفات مین ٹھہرے اور عرنہ کے وادی مین نہ ٹھہرے اور مسجد ابراہیم کا اگلا حصہ تو عرنہ مین ہی اور پچھلا عرفات مین تو جو کوئی اگلے حصہ مین ٹھہر رہیگا اسکو عرفات پر ٹھہرنا میسر نہوگا اور عرفات کی جگہ مسجد مین ان بڑے پتھرون سے معلوم ہوتی ہی جو وہان بچھا دیے گئے ہین اور افضل یہ ہی کہ امام کے قریب پتھرون کے پاس قبلہ رخ سوار ہو کر ٹھہرے اور تحمید اور تسبیح اور تہلیل اور خدا تعالیٰ کی تعریف اور دعا اور توبہ بہت سی کرے اور اس روز مین روزہ نہ رکھے تاکہ تمام روز دعا پڑھنے پر قادر رہے اور عرفہ کے روز لبیک کہنا موقوف نہ کرے بلکہ مستحب یہ ہی کہ کبھی لبیک کہے اور کبھی دعا پر جھکے اور چاہیے کہ عرفات کی طرف سے بدون آفتاب کے ڈوبے ہوے نہ چلے تاکہ رات اور دن عرفات ہی مین اکٹھی کر لے اور ایک یہ فائدہ ہی کہ اگر چاند مین غلطی ہوگئی ہوگی تو دوسرے روز کی شب مین ایک ساعت ٹھہرنا ہو سکیگا غرضکہ احتیاط اسی کی مقتضی ہی اور حج کے فوت ہونے سے بھی مامون رہیگا اور جس شخص کو دسوین کی صبح تک ٹھہرنا نصیب نہوا اُسکا حج جاتا رہا اُسکو چاہیے کہ عمرہ کے اعمال کر کے احرام سے حلال ہو جاوے پھر ایک دم حج کے جانے کے لیے دے اور دوسرے برس مین اُس حج کی قضا کرے اور اُس روز مین سب سے زیادہ ہمت دعا مین کرے کہ اس جیسی جگہ اور ایسے مجمع مین دعاؤن کے مقبول ہونے کی توقع ہی اور جو دعا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر سلف سے عرفہ کے روز منقول ہی اُسکا مانگنا بہتر ہی تو یون دعا مانگنی چاہیے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شیء قدیر اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی سمعی نورا وفی بصری نورا وفی لسانی نورا اللھم اشرح لی صدری ویسر لی امری اللھم رب الحمد لک الحمد کما نقول وخیرا مما نقول لک صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی والیک مآبی والیک تراثی اللھم انی اعوذ بک من وساوس الصدر وشتات الامر وعذاب القبر

اللهم انی اعوذ بک من شر ما یلج فی اللیل و شر ما یلج فی النهار و من شر ما تهب به الریاح و من شر بوائق الدهر اللهم انی اعوذ بک من تحول عافیتک
و فجاءة نقمتک و جمیع سخطک اللهم اهدنی بالهدی و اغفر لی فی الآخرة و الاولی یا خیر مقصود و اسنی منزول به و اکرم مسئول ما لدیه اعطنی افضل
ما اعطیت احدا من خلقک و حجاج بیتک یا ارحم الراحمین اللهم یا رافع الدرجات و منزل البرکات و یا فاطر الارضین و السموات ضجت الیک
الاصوات بصنوف اللغات نسألک الحاجات و حاجتی ان لا تنسانی فی دار البلاء اذا نسینی اهل الدنیا اللهم انک تسمع کلامی و تری مکانی و
تعلم سری و علانیتی و لا یخفی علیک شیء من امری انا البائس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المعترف بذنبه اسألک مسألة المسکین و ابتهل
الیک ابتهال المذنب الذلیل و ادعوک دعاء الخائف الضریر دعاء من خضعت لک رقبته و فاضت لک عبرته و ذل لک جسده و رغم
لک انفه اللهم لا تجعلنی بدعائک رب شقیا و کن بی رؤفا رحیما یا خیر المسئولین و اکرم المعطین الٰهی من مدح لک نفسه فانی لائم نفسی الٰهی اخرست
المعاصی لسانی فما لی وسیلة من عملی و لا شفیع سوی الامل الٰهی انی اعلم ان ذنوبی لم تبق لی عندک جاها و لا للاعتذار وجها و لکنک اکرم الاکرمین الٰهی ان لم اکن
اهلا ان ابلغ رحمتک فان رحمتک اهل ان تبلغنی و رحمتک وسعت کل شیء و انا شیء الٰهی ان ذنوبی و ان کانت عظاما و لکنها صغار فی جنب عفوک
فاغفرها لی یا کریم الٰهی انت انت و انا انا انا العواد الی الذنوب و انت العواد الی المغفرة الٰهی ان کنت لا ترحم الا اهل طاعتک فالی
من یفزع المذنبون الٰهی تجنبت عن طاعتک عمدا و توجهت الی معصیتک قصدا فسبحانک ما اعظم حجتک علی و اکرم عفوک عنی فبوجوب حجتک علی
و انقطاع حجتی عنک و فقری الیک و غناک عنی الا غفرت لی یا خیر من دعاه داع و افضل من رجاه راج بحرمة الاسلام و بذمة محمد علیه السلام اتوسل
الیک فاغفر لی جمیع ذنوبی و اصرفنی عن موقفی هذا مقضی الحوائج و هب لی ما سألت و حقق رجائی فیما تمنیت الٰهی دعوتک بالدعاء الذی علمتنیه فلا
تحرمنی الرجاء الذی عرفتنیه الٰهی ما انت صانع العشیة بعبد مقر لک بذنبه خاشع لک بذلته مستکین بجرمه متضرع الیک من عمله تائب الیک من
اقترافه مستغفر لک من ظلمه مبتهل الیک فی العفو عنه طالب الیک فی نجاح حوائجه راج الیک فی موقفه مع کثرة ذنوبه فیا ملجأ کل حی و ولی کل مؤمن
من احسن فبرحمتک یفوز و من اخطأ فبخطیئته یهلک اللهم الیک خرجنا و بفنائک انخنا و ایاک املنا و ما عندک طلبنا و لاحسانک تعرضنا و رحمتک
رجونا و من عذابک اشفقنا و الیک باثقال الذنوب هربنا و لبیتک الحرام حججنا یا من یملک حوائج السائلین و یعلم ضمائر الصامتین یا من لیس معه رب یدعی
و یا من لیس فوقه خالق یخشی و یا من لیس له وزیر یؤتی و لا حاجب یرشی یا من لا یزداد علی کثرة السؤال الا جودا و کرما و علی کثرة الحوائج الا تفضلا و احسانا

[illegible]

اور اے وہ شخص کہ جس کا کوئی وزیر نہیں جسکے پاس جاویں اور نہ اسکا کوئی دربان جسکو کچھ رشوت دیں اے وہ شخص کہ سوال کی کثرت پر تیرا جود و کرم ہی زیادہ ہوتا ہے اور حاجتوں کی کثرت پر تیرا افضال و احسان ہی بڑھتا ہے

اللہم انک جعلت لکل ضیف قریٰ و نحن اضیافک فاجعل قرانا منک الجنۃ اللہم ان لکل وفد جائزۃ و لکل زائر کرامۃ و لکل سائل عطیۃ و لکل راج ثوابا
و لکل ملتمس لما عندک جزاء و لکل مسترحم عندک رحمۃ و لکل راغب الیک زلفیٰ و لکل متوسل الیک عفوا و قد وفدنا الی بیتک الحرام و وقفنا بھذہ المشاعر
العظام و شھدنا ھذہ المشاھد الکرام رجاء لما عندک فلا تخیب رجاءنا الھنا تابعت النعم حتی اطمانت النفس بتتابع نعمک و اظھرت العبر حتی نطقت الصوامت
بحجتک و ظاھرت المنن حتی اعترف اولیاؤک بالتقصیر عن حقک و اظھرت الآیات حتی افصحت السموات و الارضون بادلتک و قھرت بقدرتک حتی
خضع کل شیء لعزتک و عنت الوجوہ لعظمتک اذا اساء عبادک حلمت و امھلت و ان احسنوا تفضلت و قبلت و ان عصوا سترت و ان اذنبوا عفوت
و غفرت و اذا دعونا اجبت و اذا نادینا سمعت و اذا اقبلنا الیک قربت و اذا ولینا عنک دعوت الھنا انک قلت فی کتابک المبین لمحمد خاتم النبیین قل للذین
کفروا ان ینتھوا یغفر لھم ما قد سلف فارضاک عنھم الاقرار بکلمۃ التوحید بعد الجحود و انا نشھد لک بالتوحید مخبتین و لمحمد بالرسالۃ مخلصین فاغفر لنا بھذہ
الشھادۃ سوالف الاجرام و لا تجعل حظنا فیہ انقص من حظ من دخل فی الاسلام الھنا انک احببت التقرب الیک بعتق ما ملکت ایماننا و نحن عبیدک
و انت اولیٰ بالتفضل فاعتقنا و انک امرتنا ان نتصدق علی فقرائنا و نحن فقراؤک و انت احق بالتطول فتصدق علینا و وصیتنا بالعفو عمن
ظلمنا و قد ظلمنا انفسنا و انت احق بالکرم فاعف عنا ربنا اغفر لنا و ارحمنا انت مولانا ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ و قنا برحمتک من عذاب
النار۔ اور دعاء خضر علیہ السلام بھی کثرت سے پڑھتا رہے اور وہ یہ ہی یا من لا یشغلہ شان عن شان و لا سمع عن سمع و لا تشتبہ علیہ الاصوات
یا من لا تغلطہ المسائل و لا تختلف علیہ اللغات یا من لا یبرمہ الحاح الملحین و لا تضجرہ مسألۃ السائلین اذقنا برد عفوک و حلاوۃ رحمتک۔ اور
اسکے سوا جو دعا اسکو معلوم ہو پڑھے اور مغفرت کی درخواست میں دعاء حزب الاعظم بہت عمدہ ہی کیونکہ ادعیہ قرآن و حدیث کو شامل ہی اور اپنے لیے
اور ماں باپ کے لیے اور سب مسلمان مردوں عورتوں کے لیے دعاء مغفرت کرے اور دعا میں خوب الحاح کرے اور بہت بڑی رغبت سے
مانگے کہ اللہ تعالے کے سامنے کوئی چیز بڑی نہیں۔ اور مطرف بن عبد اللہ نے عرفہ میں یہ کہا تھا کہ الٰہی تو میری جہت سے سب لوگوں کو نامراد
مت کرنا۔ اور بکر مزنی نے کہا ہی کہ ایک شخص نے ذکر کیا کہ جب میں نے عرفات والوں کو دیکھا تو یہ گمان کیا کہ اگر میں ان میں نہ ہوتا تو سب کی مغفرت ہو جاتی

[illegible]

ساتوان بیان وقوف کے بعد کے اعمال یعنے مزدلفہ میں رہنے اور جمرون کو کنکرین مارنے اور ذبح کرنے اور بال منڈانے اور طواف کرنے کے ذکر مین۔ جب آفتاب ڈوبنے کے بعد عرفات سے پھرے تو چاہیے کہ وقار اور آرام کے ساتھ رہے گھوڑے یا اونٹ کو دوڑاوے نہین جیسے بعض لوگونکا دستور ہی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سواری کے گھوڑے اور اونٹ کے چھٹانے سے منع فرمایا ہی اور ارشاد کیا کہ اللہ سے ڈرو اور اچھی طرح چلو کہ نہ ضعیف آدمی کو روندو اور نہ مسلمان کو ایذا دو۔ اور جب مزدلفہ مین پہونچے تو اُسکے لیے نہاوے اسلیے کہ مزدلفہ حرم مین سے ہی اس جہت سے اُسمین نہا کر داخل ہونا چاہیے اور اگر اُسمین پیادہ ہوکر داخل ہو تو اور بھی افضل اور حرم کی عزت کے مناسب تر ہی اور رستہ مین لبیک پکارکر کہتا چلے اور جب مزدلفہ مین پہونچے تو کہے اللّٰھم ان ہذہ مزدلفۃ جمعت فیھا السنۃ مختلفۃ نسالک حوائج مؤتنفۃ فاجعلنی ممن دعاک فاستجبت لہ و توکل علیک فکفیتہ پھر مزدلفہ مین عشا کے وقت مین مغرب اور عشا ایک اذان اور دو تکبیرون سے اکٹھے پڑھے اور عشا کو قصر کرے اور دونون فرضون کے درمیان مین کوئی نفل نہ پڑھے مگر مغرب اور عشا کی نفلین اور وتر بعد دونون فرضون کے پڑھ لے پہلے مغرب کی نفلین پڑھے پھر عشا کی جیسے فرض پڑھی تھی اور اسیطرح جو شخص سفر مین نماز جمع کرلے وہ نفلون کو ادا کرے کہ سفر مین نفلون کا چھوڑ دینا ظاہر نقصان ہی اور اُنکو اُنکے اوقات پر ادا کرنے کا حکم دینا خالی از ضرر نہین علاوہ ازین فرض کے تابع نہ رہینگے اور جدا پڑ جاوینگے پس جس صورت مین کہ ایک تیمم سے فرائض کے ساتھ مین نوافل کا ادا کرنا درست ہی تو جمع کے لحاظ سے فرضون کی تبعیت مین اُنکا ادا کرنا بطریق اولی جائز ہوگا اور نوافل کا فرضون سے بعض احکام مین جدا ہونا مثلاً اُنکا ادا کرنا سواری پر جائز ہونا پھر اس امر کا مانع نہین کیونکہ ہم تو اشارہ کرچکے کہ تبعیت اور حاجت کے باعث اُنکو اسطرح ادا کرنا چاہیے۔ پھر اُس رات مزدلفہ مین رہے اور یہ رات کو رہنا حج کے اعمال مین سے ہی اور اگر کوئی شخص آدھی رات سے پیشتر وہان سے چلا جاوے اور رات کو نہ رہے تو اُسپر دم لازم آویگا اور اس رات کو زندہ رکھنا اُن کاموں مین عمدہ ثواب کی چیزون مین سے ہی بشرطیکہ ہوسکے۔ پھر جب آدھی رات ہوجاوے تو کوچ کی تیاری شروع کرے اور یہان سے کنکرین جمرون کے لیے اُٹھالے کہ یہان نرم پتھر ہین اور ستر کنکرین لیوے کہ بقدر حاجت اُتنی ہی ہونگی اور اگر پڑنے کے احتمال سے زیادہ ہی لیوے تو کچھ مضائقہ نہین اور کنکرین ہلکی ہونی چاہیین کہ اُنگلی کی پور پر آسکین۔ پھر نماز صبح اندھیرے مین پڑھے اور اپنی راہ لے یہانتک کہ جب مشعرالحرام پر پہونچے جو مزدلفہ کا آخر ہی تو وہان ٹھہر جاوے اور خوب روشنی ہوجانے تک دعا مانگے اور کہے اللّٰھم بحق المشعر الحرام والبیت الحرام والشھر الحرام والرکن والمقام ابلغ روح محمد منا التحیۃ والسلام وادخلنا دار السلام یا ذا الجلال والاکرام پھر وہان سے آفتاب نکلنے سے پہلے چلدے اور جب اُس جگہ پہونچے جسکو وادی مُحسّر کہتے ہین تو مستحب ہی کہ سواری کو ہانکے یہانتک کہ اُس میدان کے عرض کو طے کر جاوے اور اگر پیادہ ہو تو قدم تیز کرکے چلے اور جب سے صبح دسوین کی ہوجاوے لبیک مین تکبیر کو ملا دیوے یعنے کبھی لبیک کہے اور کبھی تکبیر یہانتک کہ منی مین پہونچے اور جمرات آجاوین اور یہ شمار مین تین ہین پس پہلے اور دوسرے سے بڑھ جانا چاہیے کہ دسوین کو اُنکے ساتھ کوئی کام متعلق نہین اور جب جمرۂ عقبہ پر پہونچے اور آفتاب بقدر نیزہ اونچا ہو تو جمرۂ مذکور کو کنکرین مارے یہ جمرہ قبلہ رُخ آدمیون کے داہنے طرف رستہ مین پہاڑ کے نیچے ہی اور کنکرین مارنے کی جگہ کچھ اونچی ہی اور کنکرون کے پڑے رہنے سے صاف معلوم ہوتا ہی اور کنکرین مارنے کی صورت یہ ہی کہ قبلہ کی طرف منھ کرکے کھڑا ہو اور اگر جمرہ کی طرف کو منھ کرے تب بھی کچھ مضائقہ نہین اور سات کنکرین ہاتھ اُٹھا کر مارے اور لبیک کی عوض تکبیر کہے اور ہر کنکر کے ساتھ یہ کہے اللّٰہ اکبر علی طاعۃ الرحمن ورغم الشیطان اللّٰھم تصدیقا بکتابک واتباعا لسنۃ نبیک اور جب کنکرین مار چکے تو لبیک اور تکبیر دونون موقوف کردے مگر فرض نمازون کے بعد دسوین کی ظہر سے تیرھوین کی صبح کے بعد تک تکبیر کہتا رہے اور تکبیر نماز کے بعد اسطرح ہی اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر کبیرا والحمد للّٰہ کثیرا وسبحان اللّٰہ بکرۃ واصیلا لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون لا الہ الا اللّٰہ وحدہ صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اور اس روز دعا کے واسطے جمرہ کے پاس نہ ٹھہرے

ح نسائی و حاکم بروایت اسامہ بن زید رضہ ۱۲ ؎ الٰہی یہ مزدلفہ ہے اسمین سنت مختلف جمع ہین ہم تجھسے حاجتین امر نو مانگتے ہین پس تو مجھکو اُن لوگون مین سے کر جنھون نے تجھسے دعا مانگی تو تو نے قبول کی اور تجھ پر بھروسا کیا تو تو اُنکا کارساز ہوا ۱۲

؎ الٰہی بطفیل مشعر حرام اور خانہ کعبہ اور مکہ معظم اور رکن اور مقام کے روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہماری طرف سے تحفہ اور سلام پہونچا اور ہمکو سلامتی کے گھر مین داخل کر اے بزرگی اور کرامت والے ۱۲ ؎ اللہ بہت بڑا ہی مین کنکر مارتا ہون واسطے خدا کی طاعت

اور شیطان کی ذلت کے الٰہی تیری کتاب کی تصدیق کو اور تیرے نبی صلعم کی سنت کی پیروی کے لیے ۱۲

بلکہ وہ اپنے مکان پر مانگے پھر اگر اسکے ساتھ ہدی ہو تو اسکو ذبح کرے اور بہتر یہ ہے کہ خود اپنے آپ ذبح کرے اور یہ دعا پڑھے بسم اللہ واللہ اکبر اللہم منک وبک والیک تقبل منی کما تقبلت من خلیلک ابراہیم اور قربانی کرنی اونٹ کی افضل ہے پھر گاے کی پھر بکری کی اور ایک اونٹ یا گاے مین چھ شخصون کی شرکت ہونے کی نسبت کہ بکری افضل ہے اور بکری کی نسبت کہ دنبہ بہتر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر الاضحیۃ الکبش الاقرن اور سفید رنگ بھورے اور سیاہ کی نسبت کہ بہتر ہے حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ ایک سفید امبہ قربانی مین دو سیاہ رنگ والون سے افضل ہے اور ہدی اگر نفل ہو تو اسمین سے کھاوے اور جس جانور مین کوئی عیب ہو اسکی قربانی نہ کرے اور عیب مانع قربانی کے یہ ہین لنگڑا ہونا ناک یا کان کا کٹا ہوا ہونا کان کا اوپر خواہ نیچے سے چرا ہوا ہونا سینگون کا ٹوٹا ہوا ہونا اگلے پاؤن کا چھوٹا ہونا خارشتی ہونا کان کا اگلا یا پچھلا حصہ سوراخ دار ہونا اور اتنا دبلا ہونا کہ ہڈیون مین گودا نہ رہے۔ بعد اسکے بال منڈواوے اور اسمین سنت یہ ہے کہ قبلہ رخ بیٹھے اور سر کے اگلے حصے سے شروع کرے اور داہنی طرف کے بال گدی تک کی اونچی ہڈی تک منڈاوے پھر باقی کو منڈاوے اور یہ کہے اللہم اثبت لی بکل شعرۃ حسنۃ وامح عنی بہا سیئۃ وارفع لی بہا عندک درجۃ اور عورت اپنے بالون کو تھوڑا چھوٹا کر دے اور گنجے کے لیے مستحب ہے کہ سر پر استرہ پھرا دے اور جب جمرہ کو کنکرین مارنے کے بعد بال منڈالے تو پہلا حلال ہونا اب حاصل ہوگیا اور تمام ممنوعات احرام سواے عورتون اور شکار کے اسکو حلال ہوگئے۔ اب مکہ مین جا کر طواف کرے جس صورت سے کہ ہمنے لکھا ہے یہ طواف حج مین رکن ہے اور اسکو طواف زیارت بھی کہتے ہین اور اسکے وقت کی ابتدا دسوین شب کے آدھے ہونے کے بعد سے ہے اور اسکا بہتر وقت دسوین تاریخ ہے اور آخر وقت کی کوئی حد نہین جبتک چاہے تاخیر کر دے مگر جب تک یہ طواف نکریگا تب تک کچھ ایک علاقہ احرام کا لگا رہیگا یعنی عورت اسکو حلال نہوگی اور جب طواف رکن کرلیگا تو اب پورا حلال ہوگیا کہ عورت سے صحبت بھی حلال ہوگئی اور احرام بالکل دور ہوا اور صرف اب ایام تشریق مین جمرون کو کنکرین مارنا اور رات کو منی مین رہنا باقی رہا اور یہ دونون امر احرام کے دور ہونے کے بعد حج کے اتباع کے طور پر واجب ہین اور طواف الزیارۃ کی صورت مع دوگانہ نماز کے ویسی ہی ہے جیسا ہم طواف قدوم مین لکھ چکے ہین جب دوگانہ نماز سے فارغ ہو تو اگر طواف قدوم کے بعد سعی صفا و مروہ کی نہ کی ہو تو اب طواف زیارت کے بعد اسیطرح کرے جیسا ہم لکھ آئے ہین اور اگر سعی کرلی ہو تو وہی سعی رکن ہوگئی اب دوبارہ نہ کرنی چاہیے۔ اور حلال ہونے کے تین سبب ہین کنکرون کا مارنا اور سر منڈانا اور طواف رکن کرنا اور جب ان تین چیزون مین سے دو کوا کرلے تو ایک حلال ہونا اسکو حاصل ہوجاویگا۔ اور ان تین چیزون کو مع ذبح کے مقدم و موخر کرنے مین کچھ مضائقہ نہین مگر بہتر یہ ہے کہ پہلے کنکرین مارے پھر ذبح کرے پھر سر منڈواوے پھر طواف کرے۔ اور امام کے لیے مسنون یہ ہے کہ زوال کے بعد دسوین کو خطبہ پڑھے اور یہ خطبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وداع کا تھا غرضکہ حج مین چار خطبے ہین ایک ساتوین کو ایک نوین کو ایک دسوین کو ایک اول رخصت ہونے کے روز منی سے یعنی بارھوین کو اور یہ چارون خطبے زوال کے بعد ہین اور سب ایک ایک ہین بجز عرفہ کے خطبے کے کہ وہ دو ہین اور دونون کے درمیان مین کچھ دیر بیٹھنا ہے پھر جب طواف زیارت سے فارغ ہوچکے تو رات کے رہنے کے لیے اور کنکرین مارنے کو منے مین لوٹ آوے اور اس رات کو منی مین رہے اور اس رات کا نام لیلۃ القر یعنی شب قرار ہے کیونکہ لوگ اسکی صبح کو منے مین ٹھہرتے ہین اور چلے نہین جاتے جب گیارھوین تاریخ کو دوپہر ڈھل جاوے تو کنکرین مارنے کے لیے نہا لے اور پہلے جمرہ کا قصد کرے جو عرفات کی طرف سے اول ملتا ہے اور وہ عین سڑک مین ہے اسپر سات کنکرین مارے اور جب اس سے آگے بڑھے تو تھوڑا سا راستہ سے علیحدہ ہو کر قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو اور اللہ تعالی کی تحمید اور تہلیل اور تکبیر کرکے حضور دل اور اعضا کی فروتنی کے ساتھ اتنی دیر دعا مانگے جتنی دیر مین سورہ بقر پڑھتے ہین پھر درمیانی جمرہ کی طرف بڑھے اور اسکو بھی اول جمرہ کی طرح کنکرین مارے اور ویسا ہی توقف کرے جیسا اول کیا تھا پھر آگے بڑھکر جمرہ عقبہ کو سات کنکرین مارے اور اب کوئی کام نکرے بلکہ اپنے اترنے کی جگہ مین آکر رات کو رہے اور اس رات کو شب نفر اول کہتے ہین جب صبح ہو اور ظہر کی نماز ایام تشریق کے روز دوم یعنی بارھوین تاریخ کی پڑھ چکے تو اس

روز اکیس کنکرین پہلے دن کی طرح تین جمرون پر مارے اسکے بعد اختیار ہی چاہے منی مین ٹھہرے چاہے مکہ کو لوٹ آوے اگر آفتاب کے ڈوبنے سے پیشتر منی سے باہر ہوجاویگا تب تو اسپر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر رات ہونے تک ٹھہرا رہیگا تو اس صورت مین اسکو باہر جانا جائز نہین بلکہ رات کو منی مین ٹھہرے اور تیرھوین کو اکیس کنکرین بدستور سابق مارے اور اگر رات کو نہ رہیگا اور کنکرین نہ ماریگا تو دم دینا آویگا اور اسکے گوشت کو صدقہ کرے اور جائز ہی کہ جن راتون مین منے مین شب باش ہو انمین خانہ کعبہ کی زیارت کرے لیکن اس شرط سے کہ پھر منی مین رہتے ہوے فرض نماز مین امام کے ساتھ مسجد خیف مین پڑھے کہ اسکا ثواب بہت بڑا ہی اور جب منی سے مکہ کو جاوے تو بہتر ہی کہ محصب مین ٹھہرے اور عصر اور مغرب اور عشا وہان پڑھے اور تھوڑا سا سووے کہ یہ سنت ہی اور بہت سے صحابہ رضہ نے اسکو روایت کیا ہی اور اگر ایسا نہ کریگا تو اسپر کچھ کفارہ دینا نہ آویگا

آٹھوان بیان عمرہ اور اسکے بعد کے اعمال کے ذکر مین طواف وداع تک۔ جو شخص حج سے پہلے یا پیچھے عمرہ کرنا چاہے تو اسکو چاہیے کہ نہا کر احرام کے کپڑے پہنے جس صورت سے کہ حج مین مذکور ہوا اور عمرہ کے میقات سے عمرہ کا احرام کرے اسکے لیے افضل میقات جعرانہ ہی جو مکہ اور طائف کے درمیان مین ایک جگہ ہی بعد اسکے تنعیم ہی اسکے بعد حدیبیہ اور احرام کے وقت نیت عمرہ کی کرکے لبیک کہے اور مسجد عائشہ رضہ مین جا کر دو رکعتین نماز پڑھے اور جو دل چاہے دعا مانگے پھر لبیک کہتا ہوا مکہ مین آوے یہانتک کہ مسجد حرام مین داخل ہو مسجد کے اندر گھسکر لبیک کہنا موقوف کرے اور سات پھیرے طواف کرکے سات بار سعی صفا و مروہ کے درمیان کرے جیسے ہم پہلے ان دونون کو لکھ چکے ہین اور سعی سے فارغ ہوکر سر کے بال منڈاوے اب عمرہ تمام ہوگیا اور جو شخص مکہ مین ٹھہرا ہوا ہو اسکو چاہیے کہ عمرہ اور طواف بہت کرے اور خانہ کعبہ کی طرف بہت دیکھا کرے۔ اور جب خانہ کعبہ کے اندر جاوے تو چاہیے کہ دو رکعتین دونون ستونون کے درمیان پڑھے کہ یہ صورت افضل ہی اور کعبہ کے اندر ننگے پاؤن ادب کے ساتھ داخل ہو کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ تم آج اپنے پروردگار کے گھر مین بھی گئے انھون نے فرمایا کہ مین اپنے ان قدمون کو اس قابل تو جانتا ہی نہین کہ اپنے پروردگار کے گھر کے گرد طواف کرون اس قابل کیسے جانون کہ انسے اس گھر کو پامال کرون مجھے تو معلوم ہی کہ یہ کہان کہان اور کس جگہ تک چلے ہین۔ اور چاہیے کہ زمزم کثرت سے پیوے اور اگر ہوسکے تو اپنے ہاتھ سے کھینچکر پیوے دوسرے کی مدد اسمین نہو اور خوب سیراب ہوکر پیوے کہ کوکھین چڑھ جاوین اور یہ دعا پڑھے اللھم اجعلہ شفاء من کل داء وسقم وارزقنی الاخلاص والیقین والمعافاۃ فی الدنیا والآخرۃ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ماء زمزم لما شرب لہ یعنی جس مقصود کے لیے پیا جاوے وہ حاصل ہوتا ہی اسلیے دعا مانگنی چاہیے۔

نوان بیان طواف وداع کے ذکر مین۔ جب حج اور عمرہ کے بعد دلمین یہ آوے کہ وطن کو چلیے تو چاہیے کہ اپنے سب کام تمام کرے اور سواری کس کے سب سے پیچھے خانہ کعبہ کی رخصت کو رہنے دے اور اس سے رخصت ہونے کا طریق یہ ہی کہ حسب مذکورہ بالا سات پھیرے کا طواف کرے اور اسمین رمل اور اضطباع نہ کرے اور طواف سے فارغ ہوکر دو رکعتین مقام کے پیچھے پڑھے اور زمزم کا پانی پی کر ملتزم پر آوے اور دعا و تضرع کرے اور یون کہے اللھم ان البیت بیتک والعبد عبدک وابن عبدک وابن امتک حملتنی علی ما سخرت لی من خلقک حتی سیرتنی فی بلادک وبلغتنی بنعمتک حتی اعنتنی علی قضاء مناسکک فان کنت رضیت عنی فازدد عنی رضی والا فمن الآن قبل تباعدی عن بیتک ہذا اوان انصرافی ان اذنت لی غیر مستبدل بک ولا ببیتک ولا راغب عنک ولا عن بیتک اللھم اصحبنی العافیۃ فی بدنی والعصمۃ فی دینی واحسن منقلبی وارزقنی طاعتک ابدا ما ابقیتنی واجمع لی خیر الدنیا والآخرۃ انک علی کل شیء قدیر اللھم لا تجعل ہذا آخر عہدی ببیتک الحرام وان جعلتہ آخر عہدی فعوضنی عنہ الجنۃ اور بہتر یہ ہی کہ اپنی آنکھ خانہ کعبہ سے نہ پھیرے یہانتک کہ اس سے آڑ ہو جاوے

دسوان بیان مدینہ منورہ کی زیارت اور اسکے آداب کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ من زارنی بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی

اور فرمایا من وجد سعة ولم یفد الی فقد جفانی اور فرمایا من جاءنی زائرا لا یھمہ الا زیارتی کان حقا علی اللہ سبحانہ ان اکون لہ شفیعا پس جو شخص کہ زیارت مدینہ طیبہ کا قصد کرے اسکو چاہیے کہ راستہ میں درود بہت پڑھے اور جب اسکی نگاہ مدینہ منورہ کی دیواروں اور درختوں پر پڑے تو کہے اللھم ھذا حرم رسولک فاجعلہ لی وقایۃ من النار وامانا من العذاب وسوء الحساب اور پھر بقیع زمین کے درمیان غسل کرے اور خوشبو لگاوے اور اپنے عمدہ کپڑے پہنے پھر جب مدینہ طیبہ میں داخل ہو تو تواضع اور تعظیم کے ساتھ داخل ہو اور کہے بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا پھر مسجد کا قصد کرے اور اسکے اندر جاکر منبر شریف کے پاس دو رکعتیں اسطرح پڑھے کہ ستون منبر کو اپنے داہنے شانہ کے مقابل کرے اور منہ اس ستون کی طرف ہو جسکے برابر صندوق ہے اور جو دائرہ کہ مسجد کے قبلہ میں ہے وہ آنکھوں کے سامنے ہو کہ یہ جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کی ہے جب تک کہ مسجد میں کچھ تبدیل نہوئی تھی اور اس باب میں کوشش کرے کہ جسقدر مسجد بڑھانے سے پیشتر تھی اسمیں نماز پڑھے پھر قبر مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آوے اور آپ کے روئے مبارک کے بائیں کھڑا ہو اسطرح کہ کعبہ کی طرف پشت کرے اور قبر کی دیوار کی طرف منہ کرے اور جو ستون کہ اس دیوار کے کونے میں ہے اس سے چار ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑا ہو اور قندیل کو اپنے سر پر کرلے۔ اور یہ مسنون نہیں کہ دیوار کو ہاتھ لگاوے یا بوسہ دے بلکہ دور کھڑا ہونا تعظیم کے ساتھ مناسب تر ہے اور یہ کہے السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا نبی اللہ السلام علیک یا امین اللہ السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا صفوۃ اللہ السلام علیک یا خیرۃ اللہ السلام علیک یا احمد السلام علیک یا محمد السلام علیک یا ابا القاسم السلام علیک یا ماحی السلام علیک یا عاقب السلام علیک یا حاشر السلام علیک یا بشیر السلام علیک یا نذیر السلام علیک یا طہر السلام علیک یا طاہر السلام علیک یا اکرم ولد آدم السلام علیک یا سید المرسلین السلام علیک یا خاتم النبیین السلام علیک یا رسول رب العلمین السلام علیک یا قائد الخیر السلام علیک یا فاتح البر السلام علیک یا نبی الرحمۃ السلام علیک یا ہادی الامۃ السلام علیک یا قائد الغر المحجلین السلام علیک وعلی اہل بیتک الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا السلام علیک وعلی اصحابک الطیبین وعلی ازواجک الطاھرات امھات المومنین جزاک اللہ عنا افضل ما جزی نبیا عن قومہ ورسولا عن امتہ وصلی علیک کلما ذکرک الذاکرون وکلما غفل عنک الغافلون وصلی علیک فی الاولین والآخرین افضل واکمل واعلی واجل واطیب واطھر ما صلی علی احد من خلقہ کما استنقذنا بک من الضلالۃ وبصرنا بک من العمایۃ وھدانا بک من الجھالۃ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد انک عبدہ ورسولہ وامینہ وصفیہ وخیرتہ من خلقہ واشھد انک قد بلغت الرسالۃ وادیت الامانۃ ونصحت الامۃ وجاھدت عدوک وھدیت امتک وعبدت ربک حتی اتاک الیقین فصلی اللہ علیک وعلی اہل بیتک الطیبین وسلم وشرف وکرم وعظم اور اگر کسی نے اپنا سلام کہنے کیلئے کہا ہو تو کہے السلام علیک من فلان پھر ایک ہاتھ کی قدر ہٹ کر حضرت ابوبکر صدیق رض پر سلام پڑھے اسلیے کہ آپ کا سر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ مبارک کے پاس ہے اور حضرت عمر رض کا سر حضرت ابوبکر رض کے شانہ کے پاس ہے اسی لیے ایک ہاتھ اور ہٹ کر حضرت عمر رض پر سلام بھیجے اور یہ کہے السلام علیکما یا وزیری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمعاونین لہ علی القیام بالدین مادام حیا والقائمین فی امتہ بعدہ بامور الدین تتبعان فی ذلک آثارہ وتعملان بسنتہ فجزاکما اللہ خیر ما جزی وزیری نبی عن دینہ پھر ہٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے پاس قبر اور اس ستون کے درمیان میں جا کھڑا ہو ا ہی

[illegible]

...کی جبتک کہ آپ کو موت آئی الہی اللہ تم آپ پر درود بھیجے اور آپ کے گھر والوں پاک پر اور سلام بھیجے اور شرافت اور کرامت اور عظمت عنایت فرماوے ۱۲ ۵۵ آپ کو سلام ہو پہنچے فلان شخص کی طرف سے فلان

قبلہ رخ کھڑا ہو کر خدائے تعالیٰ کی تحمید اور تمجید کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کثرت سے بھیجے اور کہے تو نے فرمایا ہے اور تیرا قول بجا ہے ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما الٰہی ہم نے تیرا ارشاد سنا اور تیرے امر کی اطاعت کی اور تیرے نبی کے پاس آئے اور اُسکو تیری جناب میں اپنے گناہوں کے باب میں جنکے بوجھ سے ہماری پیٹھ ٹوٹی جاتی ہے اپنا شفیع کیا ہم اپنی لغزشوں سے تائب ہیں اور اپنی خطاؤں اور تقصیرات کے مقر الٰہی پس ہماری توبہ قبول کر اور اُس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہمارے باب میں منظور فرما اور اُس حق و منزلت کی بدولت جو تیرے نبی کریم کو تیرے پاس حاصل ہے ہمکو رتبہ بلند عنایت فرما پھر کہے اللہم اغفر للمہاجرین والانصار واغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان اللہم لا تجعلہ آخر العہد من قبر نبیک ومن حرمک یا ارحم الراحمین پھر روضہ میں جاوے یعنی درمیان قبر شریف اور منبر کے جو جگہ ہے وہیں جا کر دو رکعتیں پڑھے اور جتنی ہو سکے بہت سی دعا مانگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما بین قبری ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ ومنبری علی حوضی اور منبر کے پاس دعا مانگے اور مستحب یہ ہے کہ اپنا ہاتھ نیچے کے رمانہ یعنے پایہ پر رکھے جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کی حالت میں اپنا ہاتھ رکھا کرتے تھے۔ اور مستحب ہے کہ جمعرات کے روز جبل احد کو جاوے اور شہدا کی قبروں کی زیارت کرے یعنی صبح کی نماز مسجد نبوی میں پڑھ کر زیارت کو باہر جاوے اور ظہر پھر مسجد شریف میں آ پڑھے تاکہ کوئی نماز فرض کی جماعت مسجد شریف میں فوت ہونے نہ پاوے اور مستحب ہے کہ ہر روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے بعد بقیع میں جاوے اور حضرت عثمان غنی رض اور حضرت امام حسن علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرے اور اُسی میں قبر حضرت امام زین العابدین اور حضرت امام باقر اور حضرت امام جعفر علیہ السلام کی ہے اُنکے زیارات سے مشرف ہو اور حضرت فاطمہ رض کی مسجد میں نماز پڑھے اور حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت صفیہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی قبروں کی زیارت کرے کہ سب بقیع میں ہیں۔ اور مستحب ہے کہ ہر شنبہ کے روز مسجد قبا میں جا کر نماز پڑھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اپنے گھر سے نکلکر مسجد قبا میں آوے اور اُسمیں نماز پڑھے تو اُسکے لیے ایک عمرہ کے برابر ہوگا۔ اور چاہ اریس کی زیارت کرے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لب مبارک اُسمیں ڈالا ہے یہ کنوان مسجد قبا کے متصل ہے اُسکے پانی سے وضو کرے اور پیوے اور مسجد فتح میں جاوے جو خندق پر ہے اسی طرح سب مساجد اور زیارات کو جاوے اور کہتے ہیں کہ سب زیارات اور مسجدیں مدینہ پاک کی تیس ہیں اور وہاں کے باشندے اُنکو جانتے ہیں تو جسقدر پر جاسکے وہاں کا قصد کرے اور اسیطرح جن کنوؤں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کیا کرتے تھے اُنپر جاوے اور طلب شفا کے لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تبرک سمجھ کر اُنکے پانی سے نہاوے اور پیوے اور وہ سات کنوئیں ہیں۔ اور اگر باوجود حرمت کا حق ادا کر لے کے مدینہ منورہ میں ٹھہر سکے تو اسکا بہت بڑا ثواب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یصبر علی لاوائہا وشدتہا احد الا کنت لہ شفیعا یوم القیامۃ اور فرمایا من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت فانہ لن یموت بہا احد الا کنت لہ شفیعا او شہیدا یوم القیامۃ پھر جب اپنے کاموں سے فارغ ہولے اور مدینہ سے نکلنے کا قصد کرے تو مستحب یہ ہے کہ قبر شریف کے پاس آوے اور دعاے زیارت جسکا ذکر ہوا پھر پڑھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو اور اللہ تعالےٰ سے دعا مانگے کہ پھر حضرت کی زیارت سے مشرف ہونا نصیب کرے اور اپنے سفر میں سلامت رہنے کی دعا مانگے پھر چھوٹے روضہ میں دو رکعتیں نماز پڑھے اور یہ جگہ مسجد کے اندر مقصورہ زیادہ ہونے کے پیشتر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کھڑا ہونے کا مقام ہے جب مسجد سے باہر نکلے تو اول بایاں پاؤن باہر رکھے پھر دہنا پاؤن باہر نکالے اور کہے اللہم صل علی

[illegible]

محمد و علی آل محمد ولا تجعلہ آخر العہد ببیتک وحط اوزاری بزیارتہ و اصحبنی فی سفری السلامۃ ویسر رجوعی الی اہلی ووطنی سالما یا ارحم الراحمین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجاوروں کو جو کچھ بمقدور ہو دیوے اور جو مسجدیں کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بیچ میں ہیں انکو تلاش کرے اور ان میں نماز پڑھے اور وہ بیس جگہ ہیں۔

ساتویں سفر سے لوٹنے کی سنتوں کے ذکر میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ یا حج وغیرہ سے لوٹتے تو ہر ایک زمین بلند پر تین بار اللہ اکبر کہتے اور فرماتے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ اور بعض روایتوں میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں وکل شیء ہالک الا وجہہ لہ الحکم والیہ ترجعون آدمی کو چاہیے کہ سفر سے لوٹنے میں اس طریقہ مسنون کا استعمال کرے اور جب اپنی بستی نظر آنے لگے تو سواری کو چلا دے اور کہے اللہم اجعل لنا بہا قرارا ورزقا حسنا پھر اپنے گھر کسی شخص کو خبر کے لیے بھیجے تاکہ دفعۃً نہ جا پہنچے پہلے سے آنے کی اطلاع کر دینی سنت ہے اور رات کو گھر نہ آنا چاہیے جب شہر میں داخل ہو تو اول مسجد میں جاوے اور دو رکعتیں پڑھے کہ مسنون ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جب اپنے گھر میں جاوے تو کہے توبا توبا لربنا اوبا لا یغادر علینا حوبا جب مکان میں رہنے لگے تو چاہیے کہ جو انعام اللہ تعالیٰ نے اسپر کیے ہیں کہ اپنے گھر اور حرم کی زیارت اور قبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت روزی فرماوے انکو بھولے نہیں اور ان سے غفلت کر کے کھیل اور گناہوں میں مبتلا ہو کر ان انعاموں کا ناشکر نہ بنے کہ حج مقبول کی یہ پہچان نہیں بلکہ اسکی علامت یہ ہے کہ حج سے جو واپس آوے تو دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب ہو اور بعد زیارت بیت کے زیارت صاحب بیت کے لیے تیاری کرے۔

تیسری فصل۔ حج کے آداب دقیق اور اعمال باطنی کے ذکر میں اور اس فصل میں دو بیان ہیں۔

بیان اول آداب دقیق کے ذکر میں جو شمار میں دس ہیں ادب اول یہ ہے کہ نفقہ حلال کا ہو اور ہاتھ ایسی تجارت میں نہ لگا ہو جس سے دل بٹے اور ہمت پراگندہ ہو بلکہ ہمت خاص خدائے تعالیٰ کے لیے ہو اور دل محض اسکے ذکر اور اسکے شعائر کی تعظیم کی طرف راجع اور اطمینان رکھنے والا ہو ایک حدیث میں طریق اہل بیت علیہم السلام سے مروی ہے کہ جب آخر زمانہ ہوگا تو لوگ حج کو چار قسم کے ہو کر نکلینگے بادشاہ سیر تماشا کو اور توانگر تجارت کو اور فقیر مانگنے کو اور قاری شہرت کو۔ اس حدیث میں دنیا کی ان تمام غرضوں کی طرف اشارہ ہے جو حج میں مل سکتی ہیں اور یہ سب امور ایسے ہیں کہ حج کی فضیلت کے مانع ہیں اور خاص لوگوں کے حج کے زمرہ سے خارج کر دیتے ہیں خصوصاً جب یہ صورتیں خاص حج ہی سے وابستہ ہوں مثلاً مزدوری لے کر غیر کے لیے حج کرے تو اس صورت میں آخرت کے کام پر دنیا کا طالب ہوگا اور پرہیزگار اور اہل دل اس امر کو برا جانتے ہیں ہاں اگر کسی شخص کی نیت مکہ معظمہ میں رہنے کی ہو اور اسکے پاس سامان وہاں تک پہونچنے کا نہو تو اس نیت سے کچھ لینے کا مضائقہ نہیں غرضکہ دین کو ذریعہ حصول دنیا کا نہ کرے بلکہ دنیا کو ذریعہ دین کے حاصل کرنے کا بناوے اس صورت میں چاہیے کہ نیت خانہ کعبہ کی زیارت کی اور اپنے مسلمان بھائی کے اوپر سے فرض ساقط ہونے میں مدد کرنے کی کرے۔ اور ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی جیسے مضمون پر محمول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک حج کے سبب تین آدمیوں کو جنت میں داخل کریگا اول جسنے اسکی وصیت کی ہو دوم جسنے اسکو جاری کیا ہو سوم جسنے اپنے بھائی کی طرف سے اسکو ادا کیا ہو۔ اور ہم یہ نہیں کہتے کہ جب آدمی فرض اسلام اپنے ذمہ سے ساقط کر چکے تو اب اسکو حج کے لیے اجرت لینی نا جائز اور حرام ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اولی یہ ہے کہ ایسا نہ کرے اور نہ اس امر کو اپنا پیشہ اور تجارت مقرر کرے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ دین کے باعث سے دنیا دیتا ہے اور دنیا کے باعث سے دین عنایت نہیں کرتا اور اجرت جسطرح پر مباح ہے اسکی مثال حدیث شریف میں یوں مذکور ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے اور مزدوری لیتا ہے اسکی مثال حضرت موسیٰ کی ماں کی طرح ہے کہ اپنے بچہ کو دودھ پلاتی تھیں

اور اسکی اُجرت لیتی تھین۔ تو جو شخص حج کرنے پر اُجرت لینے مین حضرت موسیٰ کی والدہ جیسا ہو تو اسکو اُجرت لینے کا مضائقہ نہین لینے اسواسطے اجرت لیو کہ
کہ حج پر اور خانہ کعبہ کی زیارت پر قادر ہو جاوے اور حج اسلیے نہ کرے کہ مزدوری ملیگی۔ جیسے حضرت موسیٰ کی والدہ اُجرت اسلیے لیتی تھین کہ اپنے بچے کو
دودھ بھی پلا دیوین اور اُنکا حال بھی لوگون پر مشتبہ رہے ادب دوم یہ ہو کہ خدا کے دشمنون کو کچھ دیکر مدد نہ پہنچا وے۔ اور یہ لوگ مکہ معظمہ
کے امیرون اور عرب کے سردارون مین سے ہوتے ہین کہ راہون مین بیٹھکر مسجد حرام کے جانے سے روکتے ہین ایسے لوگون کو مال کا دینا ظلم پر مدد
کرنا اور اسباب ظلم کو اُنکے لیے مہیا کرنا ہو تو گویا خود اپنی جان سے اُنکی اعانت کی اسلیے اس چنگی سے بچے رہنے کے لیے کوئی تدبیر ضرور چاہیے اور
اگر نہو سکے تو بعض علما فرماتے ہین کہ حج نفل کو بند کرنا اور راستہ مین سے لوٹ آنا ان ظالمون کی اعانت کرنے سے بہتر ہو کہ یہ ظلم ایک بدعت ایجاد
ہوئی اسکی اطاعت کرنے مین یہ خرابی ہو کہ وہ ایک دستور عام ہو جاویگا اور اُسکے قائم رہنے مین مسلمانون کو ذلت اور خواری ہو کہ جزیہ دینا پڑتا ہو اور
واقع مین جو ان بزرگ نے فرمایا درست ہو اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ چنگی ہمسے جبر لیجاتی ہو اور دیتے ہین ہم مضطر ہین تو اُسکے کچھ معنی نہین کیونکہ اگر
آدمی اپنے گھر بیٹھا رہے یا راستہ سے لوٹ جاوے تو اُس سے کوئی کچھ نہین لیتا بلکہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہو کہ جسکو کھاتا پیتا دیکھتے ہین اُسی سے زیادہ
مانگتے ہین اگر فقرا کے لباس مین ہو تو کوئی نہین طلب کرتا اس سے معلوم ہوا کہ اس اضطرار کی حالت کو خود اپنی طرف کھینچ لیا ہو ادب
سوم توشہ زیادہ لینا اور بدون تنگی اور اسراف کے بخوشی خاطر میانہ روی کے طور پر دینا اور خرچ کرنا ہو اور اسراف سے ہماری غرض یہ ہو کہ
عمدہ کھانے کھاوے اور اقسام آسایش سے جو بہتر ہو مالدارون کی طرح اُسی کو اختیار کرے اور داد و دہش کی کثرت سے اسراف نہین ہوتا کیونکہ
کسی کا قول ہو کہ اسراف مین بہتری نہین اور خیرات مین اسراف نہین اور راہ حج مین توشہ کا دینا خدا تعالیٰ کی راہ مین خرچ کرنا ہو جسمین
ایک درم سات سو کے برابر ہوتا ہو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہو کہ یہ بھی آدمی کے کرم مین سے ہو کہ سفر مین توشہ اچھا رکھے اور فرمایا کرتے کہ حاجیون
مین سے افضل وہ ہو جسکی نیت سب سے خالص تر اور نفقہ پاکیزہ اور یقین بہتر ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو الحج المبرور
ليس له جزاء الا الجنة فقيل يا رسول الله ما بر الحج فقال طيب الكلام واطعام الطعام ادب چہارم فحش اور بدکاری اور لڑائی کا ترک کرنا چاہیے
چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو فلا رفث ولا فسوق ولا جدال في الحج رفث مین سب طرح کے کلام لغو اور فحش داخل ہین اور عورتون سے باتین اور
چہل کرنی اور صحبت کی حالت اور اُسکے لوازم کو ذکر کرنا بھی اسی مین داخل ہین کیونکہ ان امور سے شوق جماع کا بھڑکتا ہو جو ممنوع ہو اور
ممنوع بات کا شوق دلانے والی چیز بھی ممنوع ہوتی ہو اور فسوق خدا تعالیٰ کی طاعت سے باہر نکلنا ہو کسی طرح کا ہو اور جدال اسکو
کہتے ہین کہ خصومت اور بات کاٹنے مین یہانتک مبالغہ کرے کہ کینہ کا موجب ہو اور سر دست ہمت مین پریشانی آجاوے اور حسن خلق کے
مخالف پڑے حضرت سفیان ثوری رح نے فرمایا ہو کہ جو شخص حج مین فحش بکے اسکا حج خراب ہو جاتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اچھی طرح گفتگو کرنے اور کھانا کھلانے کو حج کے مقبول ہونے کے لیے فرمایا ہو اور بات کاٹنا طیب کلام کے مخالف ہو اسلیے ضرور ہوا کہ آدمی حج
کی راہ مین اپنے ساتھی اور ساربان وغیرہ یارون پر بہت اعتراض نہ کرے بلکہ جتنے بیت اللہ کے جانے والے ہون سب سے دبا رہے اور حسن خلق
کو اپنے اوپر لازم کرلے اور حسن خلق یہی نہین ہو کہ کسی کو ایذا نہ دے بلکہ یہ ہو کہ اور کی ایذا برداشت کرے۔ اور بعض کا قول ہو کہ سفر کو
اسی لیے سفر کہتے ہین کہ وہ آدمیون کے اخلاق کو ظاہر کر دیتا ہو اور اسی جہت سے جب ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے سامنے ذکر کیا کہ مین
فلان شخص سے واقف ہون تو آپ نے فرمایا کہ تو کبھی اُسکے ساتھ سفر مین رہا ہو جس سے مکارم اخلاق معلوم ہو جایا کرتے ہین اُسنے عرض کیا
کہ ایسا تو نہین ہوا آپ نے فرمایا کہ میری دانست مین تو اُس سے واقف نہین ادب پنجم یہ ہو کہ اگر قدرت ہو تو حج پیادہ کرے کہ نہایت افضل ہو
حضرت عبد اللہ بن عباس رض نے اپنی موت کے قریب اپنے بیٹون کو وصیت کی کہ بیٹو پیادہ حج کرنا کہ پیادہ حاجی کو ہر قدم پر حرم کے حسنات مین سے
سات سو حسنات ملتے ہین آپسے کسی نے پوچھا کہ حرم کے حسنات کیا ہین فرمایا کہ ایک نیکی لاکھ نیکیون کے برابر اور راستہ کی نسبت کہ اعمال حج مین اور مکہ سے

[illegible]

عرفات تک پیادہ پا چلنا زیادہ تر مستحب ہے اور اگر پیادہ چلنے کے ساتھ اپنے گھر ہی سے احرام بھی باندھ لے تو کہتے ہین کہ یہ حج کا پورا کرنا ہی جسکا حکم اللہ تعم
نے فرمایا ہی واتموا الحج والعمرة للہ چنانچہ حضرت عمر رضہ اور حضرت علی اور ابن مسعود رضہ نے اس آیت کی تفسیر مین یہی فرمایا ہی۔ اور بعض علما نے فرمایا ہی
کہ سوار ہونا افضل ہی کہ اسمین خرچ پڑتا ہی اور نفس تنگ نہین ہوتا اور اپنے آپ کو ایذا کم ہوتی ہی اور احتمال اپنے سلامت رہنے اور حج کے پورا ہونے کا
زیادہ تر ہی۔ اور تحقیق کی رو سے اگر دیکھین تو یہ امر پہلی بات کے مخالف نہین بلکہ تفصیل وار کہنا چاہیے کہ جس شخص پر پیادہ چلنا سہل ہو اسکو پیادہ جانا
افضل ہی اور اگر پیادہ پا ہونے سے ضعیف ہو جاوے یا بدخلقی آ جاوے یا عمل کرنے مین کوتاہی ہو تو اسصورت مین سوار ہونا بہتر ہی جیسے مسافر اور
مریض کے حق مین روزہ رکھنا بہتر ہی بشرطیکہ ضعف اور بدخلقی کی نوبت انکو نہ آوے۔ اور بعض علما سے کسی نے سوال کیا کہ عمرہ کو پیادہ جانا بہتر
ہی یا ایک درم کو گدھا کرایہ کر لیا جاوے فرمایا کہ اگر درم دینا اسکو ناگوار ہو تب تو سواری کرایہ کرنی بہ نسبت پیادہ چلنے کے بہتر ہی اور اگر تو انگرون
کی طرح پیادہ چلنا شاق معلوم ہوتا ہو تو پیادہ جانا افضل ہی۔ اس جواب مین گویا وہ مذہب اختیار کیا جسمین نفس پر مجاہدہ ہو خیر یہ بھی ایک وجہ ہی لیکن
افضل یہ ہی کہ پیادہ جاوے اور جسقدر کرایہ مین خرچ ہوتا ہو وہ خیرات کر دے کہ یہ صورت اس سے بہتر ہی کہ کرایہ کرنے والے کو اسکے چوپایہ کے کام
مین لینے کے عوض دے۔ اور اگر اسکا نفس اس بات کو گوارا نہ کرے کہ اپنے اوپر دوہری مشقت پیادہ چلنے اور خرچ کرنے کی لیوے تو پھر وہی صورت ہی جو
بعض علما نے ذکر کی۔ ادب ششم یہ ہی کہ بجز پرتل کے جانور کے اور پر سوار نہو اور محمل سے علیحدہ رہے ہان جسصورت مین کہ کسی عذر کے باعث پرتل کے جانور
پر سوار نہو سکے تب محمل کا مضائقہ نہین اور پرتل پر سوار ہونے مین دو فائدے ہین اول اونٹ کو آرام دینا کہ محمل سے اسکو ایذا ہوتی ہی۔ دوسرے
دولتمندون اور متکبرون کی ہیئت سے محفوظ رہنا آنحضرت صلعم نے بوجہ کے اونٹ پر حج کیا تھا اور آپ کے نیچے پرانا پالان اور ایک پرانی چادر تھی جسکی
قیمت چار درم تھی اور طواف اسی سواری پر کیا تا کہ لوگ آپ کی سیرت اور عادت کو دیکھین اور ارشاد فرمایا کہ خذوا عنی مناسککم اور کہتے ہین کہ یہ
محمل حجاج کے ایجاد ہین اسکے عہد کے علما انکو برا جانتے تھے چنانچہ سفیان ثوری رح اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ انھون نے کہا کہ مین کوفہ
سے قادسیہ کو حج کے لیے نکلا اور راہ مین بہت سے شہرون کے رفیق ملگئے مین نے سب حاجیون کو دیکھا کہ پرتل کے اونٹون اور شلیتون اور پالانون پر
سوار ہین ان سب مین بجز دو محملون کے اور مین نے نہین دیکھے۔ اور حضرت ابن عمر رضہ جب حاجیون کے قافلہ مین حجاج کے ایجاد کیے ہوے لباس
اور محمل دیکھتے تو فرماتے کہ حاجی تھوڑے ہین اور سوار بہت ہین پھر آپنے ایک مسکین خستہ حال کو دیکھا کہ اسکے نیچے گون ہین فرمایا کہ حاجیون مین یہ شخص
بہتر ہی۔ ادب ہفتم یہ ہی کہ خستہ حال اور الجھے بال اور غبار آلودہ رہے زینت بہت نہ کرے اور نہ تفاخر اور کثرت مال جتانے کے لوازم پر مائل ہو تا کہ
کہین متکبرون اور آرام طلبون کے دفتر مین داخل اور ضعفا و مساکین اور خواص صالحین کے زمرہ سے خارج ہو جاوے کیونکہ آنحضرت صلعم نے
فضالہ بن عبید کی حدیث مین ژولیدہ موئی اور پیادہ پائی کے لیے امر فرمایا ہی اور تن آسانی اور تنعم سے منع فرمایا اور ایک حدیث مین ارشاد ہی کہ
حاجی وہی ہی کہ بال الجھے ہون اور بدن مین سے بو آتی ہو اللہ تعم فرماتا ہی کہ میرے گھر کی زیارت کرنے والون کو دیکھو کہ دور دور گہری گھاٹیون سے
ژولیدہ مو غبار آلودہ چلے آتے ہین اور اللہ تعم نے فرمایا ثم لیقضوا تفثہم تفث کے معنے بال الجھنے اور غبار آلودہ ہونے کے ہین اور اسکے ختم کر دینے سے بال
منڈانا اور مونچھین اور ناخن کترانا مراد ہین اور حضرت عمر رضہ نے لشکرون کے سردارون کو نامہ لکھا کہ پرانے کپڑے پہنا کرو اور سختی کی برداشت کی
عادت ڈالو اور کسی کا قول ہی کہ اہل یمن حاجیون کے قافلہ کی زینت ہین کیونکہ وہ لوگ انکسار اور ضعف کی حالت اور اکابر سلف کی سیرت پر ہین
اور لباس کے باب مین سرخ رنگ سے علی الخصوص احتراز کرے اور جسمین شہرت ہو خواہ کسیطرح کا ہو اس سے عموماً اجتناب چاہیے کہ مروی ہی کہ آنحضرت صلعم
ایک کسی سفر مین تھے آپ کے اصحاب ایک منزل مین اترکر اونٹ چرنے لگے آپنے دیکھا کہ اونٹون کے پالانون پر سرخ چادرین پڑی ہین آپنے فرمایا کہ
مجھے معلوم ہوتا ہی کہ یہ سرخی تمپر غالب ہوگئی ہی راوی کہتے ہین کہ ہم سب اٹھ کھڑے ہوے اور ان چادرون کو اونٹون کی پشت پر سے اتار لیا یہانتک
کہ بعض اونٹ بھاگ بھی گئے۔ ادب ہشتم یہ ہی کہ چوپایہ کے ساتھ نرمی کرے اور جو چیز اسکی طاقت سے زیادہ ہو اسکو نہ لادے اور محمل بھی اسی کی

حد طاقت سے خارج ہو اور اُسپر سونا اُسکو تکلیف دیتا ہو اور گران گذرتا ہی اہل تقویٰ کا دستور تھا کہ اونٹون پر سوتے نہ تھے صرف بیٹھے بیٹھے اونگھ جایا کرتے تھے اور چوپایون پر بہت دیر نہ بیٹھتے تھے اُترتے چڑھتے جاتے تھے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اپنی سواریون کی پشت کو چوکیان مت بناؤ۔ اور مستحب ہی کہ صبح اور شام کو سواری کے آرام دینے کے لیے اُتر پڑے کہ یہ امر سنت ہی اور اس باب مین اکابر سلف سے بہی آثار وارد ہین۔ اور بعض بزرگ کرایہ اس شرط پر کرتے کہ سواری سے نہ اُترینگے اور کرایہ پورا دینگے پھر اُتر پڑتے تاکہ جانور کو آرام ملے اور اس بات کا ثواب اپنے نامۂ اعمال مین ہو مالک کے اعمال مین نہ لکھے اور جو شخص کسی چوپایہ کو ایذا دیگا اور اُسکی طاقت سے زیادہ لادیگا تو قیامت مین اُس سے مطالبہ اس امر کا ہوگا حضرت ابو درداء نے اپنی موت کے وقت اپنے اونٹ سے کہا کہ مجھ سے اپنے پروردگار کے سامنے جھگڑا مت کرنا مین نے تیری طاقت سے زیادہ کبھی تجھ پر نہین لادا۔ حاصل یہ کہ ہر ایک جاندار چیز مین ثواب ہوتا ہی اسلیے چوپایہ کے حق کو اور کرایہ کرنیوالے کے حق کو لحاظ رکھنا چاہیے اور ایک ساعت کے اُتر پڑنے مین چوپایہ کو بھی آرام ملجاتا ہی اور مالک کا دل بھی خوش ہوتا ہی ایک شخص نے حضرت ابن مبارک رح کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ میرا خط لیے جائیے اور مکتوب الیہ کو پہونچا دیجیے آپ نے فرمایا کہ مین اونٹ والے سے پوچھ لون تو لیلونگا کہ مین نے اونٹ کرایہ کیا ہی تو دیکھنا چاہیے کہ خط کے لیجانے سے بہی احتیاط کی نہین کچھ دخل نہین ہوتا اور تقویٰ کے باب مین احتیاط کا طریق یہی ہی اسلیے کہ اگر کم کی راہ کھلتی ہی تو بہت پر رفتہ رفتہ نوبت پہونچ جاتی ہی ادب ششم یہ کہ جانور کے ذبح کرنے سے تقرب کرے گو اُسپر واجب نہو اور اسبات مین کوشش کرے کہ جانور نفیس اور موٹا ہو اور اگر یہ قربانی نفل ہو تو خود بھی اُس مین سے کھاوے اور اگر واجب ہو تو نہ کھاوے بعض لوگون نے وَمَن یُعَظِّم شَعَائِرَ اللّٰہِ کی تفسیر مین فرمایا ہی کہ شعائر اللہ کی تعظیم سے مراد عمدہ اور موٹی قربانی کرنے سے ہی اور ہدی کا لیجانا بشرطیکہ کچھ دقت اور مشقت نہو میقات پر سے افضل ہی اور ہدی کے خریدنے مین دام گھٹانے کا فکر نہ کرے کہ اکابر سلف تین چیزون کی گرانی قیمت دیا کرتے اور کمی قیمت کے تردد کو اُن مین بُرا جانتے اول ہدی دوم قربانی سوم غلام لونڈی کے مول لینے مین کیونکہ اُن مین سے افضل وہی ہی جسکا دام زیادہ ہو اور مالک کے نزدیک نفیس تر ہو۔ اور حضرت ابن عمر رض نے حضرت عمر رض سے روایت کی ہی کہ آپ نے ایک بہت عمدہ نسل اونٹنی ہدی مین روانہ کی لوگون نے اُسکے تین سو اشرفیون کو مول لینی چاہی آپ نے آنحضرت صلعم سے اُسکے باب مین عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو اُسکو بیچ کر اُسکے دام سے بہت سے اونٹ لے لون آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نہین اُسی کو ہدی مین روانہ کرو اور یہ اسوجہ سے کہ عمدہ چیز کمتر ہی بہت سی چیزون غیر نفیس سے بہتر ہو اور تین سو اشرفیان قیمت تھیں اونٹون کی تھین اور اُن مین گوشت کی کثرت ہوتی مگر قربانی مین گوشت مقصود نہین بلکہ نفس کو بخل کے عیب سے پاک صاف کرنا اور زیور تعظیم الٰہی سے آراستہ کرنا منظور ہی چنانچہ خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی لَن یَنَالَ اللّٰہَ لُحُومُہَا وَلَا دِمَاؤُہَا وَلٰکِن یَنَالُہُ التَّقْوٰی مِنکُم اور یہ بات قیمت کی نفاست سے ہوتی ہی شمار جانورون کا کم ہو خواہ زیادہ۔ اور کسی شخص نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ حج کی مقبولیت کیا ہی آپ نے فرمایا کہ لبیک پکار کر کہنا اور بدنہ کا نحر کرنا اور حضرت عائشہ رض نے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی ما عمل آدمی یوم النحر احب الی اللہ عز وجل من ہراقۃ دما وانہا لتأتی یوم القیامۃ بقرونہا واظلافہا وان الدم لیقع من اللہ عز وجل بمکان قبل ان یقع بالارض فطیبوا بہا نفسا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا لکم بکل صوفۃ من جلدہا حسنۃ وکل قطرۃ من دمہا حسنۃ وانہا لتوضع فی المیزان فابشروا ادب ہفتم یہ ہی کہ جو کچھ دادو دہش اور ہدی مین خرچ کرے اُس سے دل مین خوش ہو اسیطرح اگر کچھ نقصان یا مصیبت مالی خواہ بدنی پہونچے تو اُس سے دل خوش رہے کہ یہ علامتین حج کے قبول ہونے کی ہین اسلیے کہ راہ حج مین مصیبت ہونی ایسی ہی جیسے راہ خدا مین ایک درم دینے سے سات سو کے برابر ہوتا ہی اسیطرح حج مین سختی کا ہونا بمنزلہ جہاد کے راہ مین سختی پہونچنے کے ہی کہ جو ایذا اور نقصان پہونچے سب مین ثواب ہوتا ہی اور اللہ تعالیٰ کے یہان اُن مین سے کوئی تلف نہین ہوتی۔ اور کہتے ہین کہ قبول حج کی علامات مین سے یہ بھی ہی کہ جو گناہ پیشتر کرتا تھا اُنکو چھوڑ دے اور نکمے یارون کے بدلے مین نیکون سے بھائی چارہ کرے اور کھیل اور غفلت کی مجلسون کے عوض ذکر اور ہوشیاری کے مجالس اختیار کرے۔

دوسرا بیان اعمال باطنی کے ذکر مین اور نیت مین اخلاص کی صورت اور مقامات متبرکہ سے عبرت حاصل کرنے کے طریق مین اور اس بات مین کہ

حاکم و بزار بروایت ابی بکر ... کوئی عمل آدمی کا نحر کے دن مین اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر خون بہانے سے نہین اور وہ قربانی قیامت کے روز اپنی سینگون اور کھرون کے ساتھ میزان اعمال مین آویگی اور خون زمین پر گرنے

شروع حج سے آخر تک اعمال کے اندر فکر کرنا اور اُنکے اسرار و معانی کو یاد کرنا کسطرح چاہیے تو واضح ہو کہ حج مین سب سے اول یہہ سمجھنا ہے کہ دین مین اسکا رتبہ کیا ہی پھر اسکی طرف شوق کا ہونا پھر ارادہ کرنا پھر حج کے موانع ہین اُنکو برطرف کرنا پھر احرام کا کپڑا مول لینا پھر توشہ کا خریدنا پھر سواری کا کرایہ کرنا پھر اپنے وطن سے باہر ہونا پھر جنگل مین چلنا پھر میقات پر سے لبیک کے ساتھ احرام باندھنا پھر مکہ مین داخل ہونا پھر بموجب بیان گذشتہ افعال حج کو پورا کرنا ہی اور ان باتون مین سے ہر ایک مین یاد کرنے والے کے لیے تذکرہ ہی اور عبرت حاصل کرنے والے کے لیے عبرت ہی اور مرید صادق کے واسطے تنبیہ اور دانا آدمی کے لیے تعریف اور اشارہ ہی اب ہم اُنکی کلیدون کی طرف اشارہ کرتے ہین کہ جب اُنکا دروازہ کھلجاویگا اور اُسکے اسباب معلوم ہو جاوینگے تو ہر ایک حاجی کو بقدر اُسکے دل کی صفائی اور باطن کی طہارت اور فہم کی کثرت کے اُنکے اسرار معلوم ہو جاوینگے اب ہر ایک کو تفصیل سننا چاہیے فہم جاننا چاہیے کہ جبتک آدمی شہوات سے پاک نہو اور ضروری چیزون پر اکتفا کرکے لذات سے باز نہ رہے اور تمام حرکات و سکنات مین خاص اللہ تعالی کے لیے نہو رہے تب تک خدا تعالے تک اُسکی رسائی نہین ہو سکتی اور اسی وجہ سے پہلے ملتون کے لوگ خلق سے تنہا ہوکر راہب ہو گئے اور پہاڑون کی چوٹیون پر جا رہے اور خدا تعالے کے ساتھ انس حاصل کرنے کو خلق سے وحشت اختیار کی اور اُسی کی خاطر موجود لذتون کو چھوڑکر آخرت کی طمع مین اپنی نفسون پر سخت مجاہدے لازم کیے اور خداے تعالے نے قرآن مجید مین اُنکی ثنا فرمائی چنانچہ ارشاد ہی ذالک بان منہم قسیسین و رہبانا و انہم لا یستکبرون پس جب یہ بات پرانی پڑگئی اور خلق شہوات کی پیروی پر متوجہ ہوئی اور عبادت الہی کے لیے خاص ہو رہنے کو چھوڑکر عبادت مین سستی اختیار کی تب اللہ تعالی نے اپنے نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طریق آخرت کے زندہ کرنے اور پہلے رسولون کے طریقہ پر چلنے کی تجدید کے لیے مبعوث فرمایا ملتون کے لوگون نے آپ سے رہبانیت اور سیاحت کا حال پوچھا کہ آپکے دین مین ہین یا نہین آپنے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اُن دونون کے عوض ہمکو دو چیزین بدل دین یعنی جہاد اور بلندی پر تکبیر کہنا جس سے مراد حج ہی اور سائحین کو جو کسی نے آپ سے پوچھا تو فرمایا کہ وہ لوگ روزہ دار ہین غرضکہ خداے تعالے نے اس امت پر انعام فرمایا کہ حج کو اُنکے لیے رہبانیت کر دیا پھر خانہ کعبہ کو کتنے شرف عنایت فرماے کہ اُسکو اپنی ذات پاک کی طرف منسوب کیا اور اپنے بندون کا مقصود اُسکو ٹھہرایا اور اُسکے گرد کی زمین کو اُسکی عظمت اور شان کے لیے حرم بنایا اور عرفات کو ایسا کر دیا جیسے حرم کے سامنے میدان ہوتا ہی پھر اس جگہہ کی حرمت کی تاکید زیادہ کی کہ اُسکے شکار اور درخت کو حرام کر اور اُسکو ایسا بنا دیا جیسے بادشاہون کا دربار ہوتا ہی کہ زیارت کرنے والے دور دور دراز راہون سے ژولیدہ مو غبار آلود رب البیت کے لیے انکسار کرتے اور اُسکے جلال و عزت کے سامنے خضوع و خشوع سے دوڑتے چلے آوین اور باوجود اسکے اس بات کے مقر ہون کہ اللہ تعالی اس امر سے منزہ ہی کہ کوئی گھر اُسکو گھیرے یا کوئی شہر اُسکو اپنے درمیان مین لیوے تاکہ اس بات سے اُنکی غلامی اور بندگی بڑھ جاوے اور فرمانبرداری اور انقیاد کامل تر ہو جاوے اور اسی لیے بندون پر حج مین وہ اعمال مقرر فرماے جنکے ساتھ نفس مانوس نہون اور اُنکی وجہون کو عقلین نہ پاسکین مثلاً پتھرون کو کنکرین مارنا اور صفا مروہ کے درمیان چند بار آمد و رفت کرنا وغیرہ اور ان جیسے اعمال سے کمال غلامی اور بندگی ظاہر ہوتی ہی کیونکہ دوسرے اعمال مین کچھ نہ کچھ نفس کا حظ ہی جیسے زکوۃ مین مثلاً وہ سرشت ہی اور اُسکی علت معلوم ہی کہ بخل طبیعت مین نہ رہے اور عقل کو اُسکی طرف رغبت ہی اور روزہ مین کسر شہوت ہی جو شیطان کا آلہ ہی اور دوسرے شغلون سے باز رہکر عبادت کے لیے فارغ ہو جاتا ہی اور نماز مین سجدہ اور رکوع کرنا خداے تعالی کے لیے تواضع کی صورت سے افعال کرنے سے انکسار کرتا ہی اور اللہ تعالی کی تعظیم سے نفسون کو اُنس ہوتا ہی مگر سعی کی پھیرون اور کنکرون کے پھینکنے اور دوسرے اسیطرح کے اعمال مین نہ تو نفس کو کچھ حظ ہی نہ طبیعت کو اُنسے اُنس ہی نہ عقل اُنکی وجہون کی طرف راہ پاتی ہی اسواسطے ان اعمال کی بجا آوری کا باعث بجز تعمیل ارشاد اور کچھ نہین کہ امر واجب الاتباع ہی اُسکا ماننا چاہیے اس باب مین عقل کا تصرف بالاے طاق ہو جاتا ہی اور نفس و طبیعت کو اُنکے اُنس کے محل سے پھیرنا پڑتا ہی کیونکہ جتنی چیزون کے معانی عقل سمجھ جاتی ہی تو اُنکی طرف کچھ ایک طبیعت کی رغبت ہوتی ہی اور یہی رغبت اس امر پروردگار اور اُسکی تعمیل پر ابھارتی ہی اسی وجہ سے ایسے اوامر کی بجا آوری سے کمال غلامی اور اطاعت ظاہر نہین ہوتی کہ اُنکا وسیلہ طبیعت کا بھی رہتا ہی

اور نہین وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص حج کے باب مین ارشاد فرمایا حقا لبیک بحجۃ حقا تعبدا و رقا اور یہ الفاظ نماز اور روزہ وغیرہ مین ارشاد نہ فرماتے اور از انجا کہ خواہش حکمت الٰہی کی یہ ہوئی کہ خلق کی نجات کو انکے ایسے اعمال سے وابستہ کرے جو انکی طبیعتون کے خلاف ہون اور یہ کہ نجات کی باگ شرع کے اختیار مین رہے تاکہ اپنے اعمال مین انقیاد کے طریق اور عبادت کی مقتضا پر تردد کرین اسی لیے ضرور ہوا کہ جن اعمال کی جہون پر عقلون کو راہ نہین ملتی وہ تزکیہ نفوس کے باب مین سب عبادتون مین سے کامل تر ہون کیونکہ نفسون کو مقتضاے طبع اور اخلاق سے پھیرنا غلامی کا منشا ہے اور تمکو یہ معلوم ہو چکا تو اب سمجھ جاؤگے کہ ان افعال عجیب سے نفسون کا تعجب کرنا اسی سبب سے پیدا ہے کہ انکو عبادات کے اسرار سے غفلت ہے اور اسقدر بیان کرنا اصل حج کے سمجھانے کے لیے انشاء اللہ کافی ہے اور شوق اس بات کے سمجھنے اور ٹھان لینے کے بعد ابھرتا ہے کہ گھر خدا عز وجل کا ہے اور اُسنے اسکو پادشاہی دربار کی طرح بنایا ہے تو جو اس دربار کا قصد کرتا ہے وہ خداوند کریم کا قصد اور زیارت کرتا ہے اور جو شخص دنیا مین اس گھر کا قصد کرتا ہے شایان ہے کہ اُسکی زیارت ضائع نہو اور مقصود زیارت یعنی دیکھنا دیدار الٰہی کا میعاد معین مین نصیب ہو اسوجہ سے کہ دنیا مین آنکھ کو بوجہ قصور اور فنا کے یہ استعداد نہین کہ دیدار الٰہی کے نور کو قبول کرے اور اُسکی تاب لا سکے اور آخرت مین اسکو بقا کی مدد ملیگی اور تغیر و فنا سے محفوظ رہیگی اسلیے استعداد نظر اور دیدار کی ہو جاویگی لیکن تاہم بوجہ خانہ کعبہ کے قصد کرنے اور اُسکی طرف دیکھنے کے بموجب وعدہ خداوند کریم کے اسکو استحقاق رب البیت کے دیدار کا ہو جاویگا اب ظاہر ہے کہ شوق دیدار الٰہی اسکے سبب کا یعنے دیدار کعبہ کا مشتاق کر دیگا علاوہ ازین عاشق کو معشوق کی طرف منسوب چیز کی رغبت ہوا ہی کرتی ہے اور کعبہ خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہے تو بالضرور آدمی کو صرف اسی نسبت کے لحاظ سے اسکا مشتاق ہونا چاہیے اور ثواب کثیر موعود کے حاصل کرنے کو قطع نظر کرنا چاہیے اور ارادہ کے باب مین یہ جانے کہ مین نے اپنے گھر والون اور وطن کے چھوڑنیکا اور شہوات اور لذات ماعودہ رہنے کا قصد اس غرض سے کیا ہے کہ زیارت خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہون پس اپنے دل مین خانہ کعبہ اور رب البیت کی قدر بہت بڑی سمجھے اور یہ جانے کہ مین نے ایک بڑے رفیع الشان امر کا ارادہ کیا ہے جسکا معاملہ خطرناک ہے اور جو کوئی بڑی بات کا طالب ہوتا ہے وہ بڑے خطرے مین پڑتا ہے اور چاہیے کہ اپنے ارادہ کو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کر دے اور ریا اور شہرت سے دور رکھے اور خوب دل مین ٹھان لے کہ ارادہ اور عمل مین سے بجز خالص کے اور مقبول نہوگا اور نہایت لغو اور بُری بات ہے کہ آدمی قصد تو بادشاہ کے گھر اور حرم کا کرے اور مقصود اسکے سوا دوسرا ہو اسلیے اپنے دل مین ارادہ کو اخلاص کے ساتھ درست کر لینا چاہیے اور اخلاص کی صورت یہ ہے کہ جن باتون مین ریا اور شہرت ہو اُنسے کنارہ کرے پس ضرور ہوا کہ جو چیز اعلیٰ اور بہتر ہے اسکو ادنیٰ سے بدلنے سے احتراز کرے اور قطع علائق کے یہ معنے ہین کہ حقوق حقدارون کے ادا کرے اور سب گناہون سے توبہ خالص خدا تعالیٰ کے لیے کرے اسلیے کہ جو مظلمہ ہو وہ ایک علاقہ ہے اور ہر ایک علاقہ ایسا ہے جیسے کوئی قرضخواہ موجود ہو اور گریبان پکڑ یون کہتا ہو کہ تو کہان جاتا ہے کیا شاہنشاہ کے گھر کا ارادہ رکھتا ہے حالانکہ اسکے امر کو اپنے گھر مین بجا نہین لاتا اسکو حقیر جانتا ہے کہ تعمیل نہین کرتا کیا تجھے شرم نہین آتی کہ اسکے سامنے بندہ گنہگار کی طرح جاتا ہے تاکہ تجھے ہٹا دے اور قبول نہ کرے اگر تجھے اپنی زیارت کے قبول ہونے کی رغبت ہے تو اسکے حکم کی تعمیل کر اور حقوق جو ظلم سے لیے ہون واپس کر اور اول سب گناہون سے توبہ کر اور اپنے دل کا علاقہ اور طرف التفات کرنے سے قطع کر تاکہ تو اسکی طرف اپنے دل کے چہرے سے متوجہ ہو جیسا کہ ظاہر حال سے تو اسکے گھر کا متوجہ ہے اور اگر تو ایسا نہ کریگا تو اپنے سفر سے تجھکو بجز اسکے کہ ابتدا مین رنج اور مشقت ہو اور انجام کو مردود ہونا اور نکالا جانا نصیب ہو اور کچھ وصول نہوگا اور وطن سے علاقہ کو ایسی طرح منقطع کرے جیسے کوئی وہان سے اٹھا جاتا ہے اور فرض کر لے کہ پھر لوٹ کر نہ آونگا اور اپنے اہل و فرزند کے لیے وصیت لکھدے کہ مسافر معرض موت ہوتا ہے بجز اُس شخص کے کہ خدا بچاوے اور سفر حج کرنے کے لیے علاقون کو قطع کرتے وقت یہ یاد کرے کہ سفر آخرت کے لیے بھی اسیطرح علاقے چھوٹ جاوینگے اسلیے کہ یہ سفر عنقریب آگے چلا آتا ہے اور سفر حج مین جو کچھ کرے اُس سے سفر آخرت کی آسانی کی طمع کرے کہ قرارگاہ اور بازگشت وہی ہے اسلیے چاہیے کہ سفر حج کی تیاری کرنے مین سفر آخرت کو نہ بھولے اور توشہ کو حلال جگہ سے ڈھونڈھنا چاہیے ۔ اور

جب اپنے نفس مین یہ خواہش پاوے کہ کسیطرح خرچ بہت سا ہو اور باوجود سفر دور و دراز کچھ رہے اور منزل مقصود تک پہونچنے سے پیشتر اسمین خرابی اور تبدیل نہو تو چاہیے کہ یاد کرے کہ سفر آخرت اس سفر کی نسبت کہین دراز ہے اور اُسکا توشہ تقوی ہے اور تقوی کے سوا جس چیز کو توشہ جانتا ہے وہ مرنے کے وقت سب پیچھے رہ جاویگا اور اُس سے دغا کریگا جیسے پکا کھانا تازہ کہ سفر کے پہلے ہی منزل مین سڑ جاتا ہے اور پھر بھوک کے وقت آدمی حیران اور محتاج رہجاتا ہے کہ کوئی تدبیر نہین بن پڑتی تو اسلیے ضرور ہوا کہ اس بات سے ڈرے کہ کہین ایسا نہو کہ اعمال جو آخرت کا توشہ ہین موت کے بعد اپنے ساتھ نہ رہین اور ریا اور شہرت کی آمیزش اور قصور کی کدورت سے خراب ہو جاوین - اور سواری جسوقت سامنے آوے اُسوقت اپنے دل مین خدا تعالی کی نعمت کا شکر کرے کہ چوپایون کو ہمارا مسخر کر دیا کہ ہمکو تکلیف نہو اور مشقت ہلکی ہو جاوے اور یہ یاد کرے کہ دار آخرت کی سواری بھی ایک روز اسیطرح سامنے آجاویگی یعنے جنازہ کی تیاری ہوگی کہ اُسپر سوار ہو کر دار آخرت کا کوچ کرنا پڑیگا - غرضکہ حج کا حال کچھ ایک مشابہ سفر آخرت کے ہے تو ضرور نظر کر لینا چاہیے کہ حج کی سواری پر سفر کرنا اس قابل ہے کہ سفر آخرت کی سواری کا توشہ ہو سکے کیونکہ سفر آخرت آدمی سے بہت ہی قریب ہے کیا معلوم ہے کہ موت قریب ہو اور اونٹ کی سواری سے پیشتر تابوت پر سوار ہو جاوے اور تابوت کی سواری یقینا ہوگی اور سامان سفر کا مہیا ہوجانا مشکوک امر ہے تو مشکوک سفر مین احتیاط کرنا اور توشہ اور سواری سے مدد لینی اور یقینی سفر سے غافل رہنا کب زیبا ہے - اور احرام کے دونون چادرون کے خریدنے کے وقت اپنے کفن کو اور اسمین اپنے لپٹنے کو یاد کرے کیونکہ احرام کی چادر اور تہبند تو اُسوقت باندھیگا کہ خانۂ کعبہ کے نزدیک ہوگا اور کیا عجب ہے کہ یہ سفر پورا نہو اور خدا تعالی سے ملاقات کفن مین لپٹے ہوے ہووے بیشک ہے تو جسطرح کہ خدا تعالی کے گھر کی زیارت بدون خلاف عادت لباس اور ہیئت کے نہین ہو سکتی اسیطرح خدا تعالی کی زیارت بھی مرنے کے بعد بجز اسصورت کے نہوگی کہ دنیا کے لباس کے مخالف لباس ہو اور احرام کا کپڑا کفن کے کپڑے کے مشابہ بھی ہے کہ سیا ہوا نہ ہو - اور نیز یہ شہر سے نکلنے مین یہ جانے کہ مین اپنے اہل و وطن سے جدا ہو کر ایسے سفر مین خدا تعالی کی طرف متوجہ ہوتا ہون جو دنیا کے سفرون کے مشابہ نہین تو اُسوقت اپنے دل مین یہ سوچنا چاہیے کہ مین کیا ارادہ کرتا ہون اور کہان جاتا ہون اور کسکی زیارت کو متوجہ ہوا ہون اور یہ سمجھے کہ مین شہنشاہ کیطرف اُسکی زیارت کرنے والون کے زمرہ مین متوجہ ہون جنکو اُسکے ساتھ حاضر ہونے اور جنکو شوق دلایا گیا تو مشتاق ہو گئے اور جنکو جانے کا حکم ہوا تو علاقون کو قطع کر اور خلقت کو چھوڑ خدا تعالی کے گھر کی طرف جسکی شان عظیم اور قدر رفیع اور امر فخیم ہے متوجہ ہوے تاکہ بسبب اُس کی زیارت کے عوض اُسکے گھر کی زیارت سے دل بہلاوین یہانتک کہ انکو انکی انتہا سے آرزو میسر ہو اور اپنے مولے کے دیدار سے اپنی مراد پاوین اور اپنے دل مین توقع رسائی اور قبول کی کرے نہ اسطرح کہ اپنے اعمال پر بھروسا ہو کہ ہم اتنی دور سے گھر بار چھوڑ کر آتے ہین بلکہ خدا تعالی کے فضل پر بھروسا کرے اور چونکہ اُسنے اپنے گھر کے زیارت کرنے والون کے حق مین وعدہ فرمایا ہے تو توقع کرے کہ وہ اپنے وعدہ کو سچا کریگا اور یہ توقع کرے کہ اگر مین کعبہ تک نہ پہونچا اور اثناے راہ ہی مین لقمۂ اجل ہوا تو خدا تعالی سے ملاقات اسی حال مین ہوگی کہ اُسکے پاس جا رہا ہون کیونکہ وہ خود فرماتا ہے ومن یخرج من بیتہ مہاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ - اور جنگل مین گھس کر میقات تک گھاٹیون کے دیکھنے مین وہ احوال یاد کرے جو موت کے باعث دنیا سے نکل کر میقات قیامت تک ہونگے کہ اُسکے ہر ایک حال کو آخرت کے ہر کیفیت سے مناسبت کرلے مثلاً رہزنون کی دہشت سے منکر نکیر کے سوال کی دہشت یاد کرے اور جنگل کے درندون سے قبر کے سانپ بچھو اور کیڑے مکوڑے یاد کرے اور اپنے گھر بار اور اقارب سے علیحدہ ہونے سے قبر کی وحشت اور تنگی اور تنہائی سوچے غرضکہ اپنے اعمال اور اقوال مین جو خوف کرے اُسکو قبر کے خوفون کے لیے توشہ کر لے - اور میقات سے احرام اور لبیک کہنے سے یہ جانے کہ لبیک کے معنے یہ ہین کہ خدا تعالی کی پکار پر یہ کہنا کہ مین حاضر ہون تو اُسوقت یہ توقع کرے کہ یہ جواب مقبول ہوا اور خوف کرے کہ کہین یہ نہ کہا جاوے کہ لا لبیک ولا سعدیک اسلیے ضرور ہوا کہ خوف و رجا کے درمیان متردد رہے اور اپنی تاب و طاقت سے علیحدہ ہوجاوے اور اللہ تعالی کے فضل و کرم پر تکیہ رکھے اسلیے کہ لبیک کہنے کا وقت ہی حج کا شروع ہے اور وہ خطرہ کی جگہ ہے - سفیان بن عیینہ کہتے ہین کہ ایکبار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے حج کیا جب آپنے احرام باندھا اور سواری پر چڑھ بیٹھے تو رنگ زرد ہو گیا اور لرزہ تمام بدن پر آگیا اتنی طاقت نہوئی کہ لبیک کہین کسی نے پوچھا کہ آپ لبیک کیون نہین کہتے فرمایا کہ ڈرتا ہون کہ کہین مجھکو یون نہ کہا جاوے لا لبیک ولا سعدیک پھر جب آپنے لبیک کہا

تو بیہوش ہو کر سواری پر سے گر گئے اور حج کے پورا کرنے تک یہی کیفیت آپ کی رہی۔ اور احمد بن ابی الحواری کہتے ہین کہ مین ابو سلیمان درانی کے ساتھ تھا جب اُنھون نے احرام باندھا تو ایک میل تک اُسی طرح چلے آئے اور لبیک نہ کہا پھر اُنکو غش آگیا اور افاقہ کے بعد فرمایا کہ اے احمد اللہ تعالے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل کے ظالمون سے کہدو کہ میرا ذکر کم کرین کیونکہ اُن مین سے جو مجھکو یاد کرتا ہی مین اُسکو لعنت کے ساتھ ذکر کرتا ہون اے احمد مین نے ایسا سنا ہی کہ جو شخص بوجہ ناجائز حج کرتا ہو اور لبیک کہتا ہو تو اللہ تعالے فرماتا ہی لا لبیک ولا سعدیک حتی ترد ما فی یدیک تو ہم بھی بیخوف نہین اس سے کہ کہین ہمکو یہی نہ کہا جاوے اور لبیک کہنے والا جب میقات مین لبیک پکار کر کہے اس غرض سے کہ خدا تعالے کی پکار کا جواب دیتا ہون کہ اُسنے فرمایا کہ واذن فی الناس بالحج تو دھیان کرے کہ صور کے پھکنے سے لوگ اسیطرح پکارے جاوینگے اور قبرون سے نکلکر میدان قیامت مین جمع ہونگے اور اللہ تعالی کی پکار کا جواب دینگے اور اُنکی بہت سی قسمین ہونگی کوئی مقرب ہونگے کسی پر غصہ ہوگا بعضے مقبول ہونگے اور بعضے مردود اور ابتدا مین خوف و رجا کے درمیان متردد ہونگے جیسے میقات مین حاجیون کو تردد ہوتا ہی کہ معلوم نہین حج کا پورا کرنا اور اُسکا مقبول ہونا میسر ہوگا کہ نہین اور مکہ مین داخل ہونے کے وقت یہ دھیان کرے کہ اب حرم امن مین پہونچ گیا اور خدا تعالے سے توقع کرے کہ اسمین داخل ہونے کی بدولت عذاب سے محفوظ رکھیگا اور اس بات کا خوف کرے کہ مبادا قرب کا اہل اگر مین نہوا تو حرم مین آنے سے گنہگار مستحق غضب ٹھہرونگا مگر سب وقتون مین رجا غالب ہونی چاہیے کہ اُسکا کرم عام ہی اور خانہ کعبہ کی شرافت نہایت بڑی اور آنے والے کے حق کی رعایت کیا ہی کرتے ہین اور پناہ مانگنے والے اور دہائی دینے والے کی حرمت تلف نہین کیا کرتے اور کعبہ پر نظر کرنے کے وقت اُسکی عظمت دل مین حاضر کرے اور فرض کرے کہ گویا رب البیت کو دیکھ رہا ہی اور توقع کرے کہ خدا تعالے نے جسطرح اپنے بیت عظیم کا دیکھنا روزی کیا ہی اُسیطرح اپنی ذات پاک کی طرف دیکھنا نصیب کریگا اور اللہ تعالے کا شکر کرے کہ اُسنے ایسے مرتبہ پر پہونچایا اور اپنے پاس آنے والون کے زمرہ مین داخل فرمایا اور اُسوقت یہ بھی دھیان کرے کہ قیامت مین سب لوگ جنت کی طرف بتوقع اُسمین داخل ہونے کے اسیطرح جھکینگے پھر اُنکے دو فریق ہو جاوینگے کہ بعض کو تو اجازت اندر چلنے کی ہوگی اور بعض لوٹا دیے جاوینگے جیسے حاجیون کے دو فریق ہین کہ بعض کا حج مقبول ہی اور بعض کا نامنظور اور جو احوال حج مین پیش آوے اُسکو دیکھکر امور آخرت کی یاد سے غفلت نہ کرنی چاہیے اسلیے کہ حاجیون کے سب حالات پر آخرت کے حالات دلالت کرتے ہین اور کعبہ کے طواف کو نماز تصور کرنا چاہیے اسی لیے دل مین طواف کے وقت تعظیم اور خوف اور رجا اور محبت کو اسطرح حاضر کرنا چاہیے جیسا کہ باب اسرار الصلوۃ مین ہم مفصل لکھ آئے ہین۔ تو واضح ہو کہ آدمی طواف کی جہت سے اُن مقرب فرشتون کے مشابہ ہو جاتا ہی جو عرش کے گرد جمع ہو کر طواف کرتے ہین۔ اور تم یہ مت خیال کرنا کہ طواف سے مقصود یہ ہی کہ جسم خانہ کعبہ کا طواف کرے بلکہ مقصود یہ ہی کہ آدمی کا ذکر دل رب البیت کا طواف کرے یہانتک کہ ذکر کا آغاز اور انجام اُسی پر ہو جیسے طواف کی ابتدا اور انتہا بیت پر ہوتی ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ عمدہ طواف دل کا طواف گرد حضرت الوہیت ہی اور خانہ کعبہ عالم ظاہری مین اُس دربار کا نمونہ ہی کیونکہ وہ عالم باطنی مین ہی اور آنکھ سے محسوس نہین ہوتا جیسے عالم ظاہری مین بدن دل کا نمونہ ہی کہ دل عالم غیب مین ہی اور آنکھ سے نہین محسوس ہوتا اور یہ بھی جان لو کہ عالم ظاہری عالم غیب کا زینہ ہی اُس شخص کے حق مین کہ اللہ تعالے نے یہ دروازہ اُسکے لیے کھول دے اور اسی بات کی طرف اشارہ ہی اس قول مین کہ بیت المعمور آسمان مین کعبہ کے مقابل ہے اور فرشتے اُسکا طواف اسیطرح کرتے ہین جیسے انسان کعبہ کا طواف کرتے ہین۔ اور چونکہ اکثر خلق کا رتبہ اس جیسے طواف سے قاصر ہی لہذا اپنے مقدور بھر اُن فرشتون کی مشابہت کے لیے اُنکو حکم ہوا اور وعدہ اُنسے ہوگیا کہ جو کوئی کسی قوم سے مشابہت کرے وہ اُنھین مین سے ہوگا اور جو شخص فرشتون کے سے طواف پر قادر ہی تو وہ ایسا شخص ہی کہ کہہ سکتے ہین کہ کعبہ اُسکی زیارت اور طواف کرتا ہی چنانچہ بعض مکاشفہ والون نے بعض اولیاء اللہ کا حال ایسا ہی دیکھا ہی اور حجر اسود کو بوسہ دینے کے وقت یہ اعتقاد کرے کہ اللہ تعالے سے اُسکی طاعت پر بیعت کرتا ہون اور اب ارادہ پختہ کرے کہ اس عہد کو پورا کرونگا کیونکہ جو شخص بیعت مین دغا کرتا ہی مستحق غضب ہوتا ہی

حضرت ابن عباس رضہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہی کہ آپ نے فرمایا الحجر الاسود یمین اللہ عز وجل فی الارض
یصافح بہا خلقہ کما یصافح الرجل اخاہ اور پردہ کعبہ کو پکڑنے اور ملتزم سے چمٹنے کے وقت یہ نیت کرے کہ بیت اور رب البیت
کی محبت اور شوق مین قرب کا طالب ہون اور بدن کے لگنے کو برکت جانے اور یہ توقع کرے کہ جو عضو بدن کعبہ سے ملیگا وہ بچیگا
وہ آگ سے محفوظ رہیگا اور پردہ پکڑنے مین یہ نیت ہو کہ طلب مغفرت اور درخواست امان مین الحاح کرتا ہون جیسے کوئی خطاوار جسکا
قصور کرتا ہو اُسکے دامن مین لپٹا ہو اور عفو قصور کے لیے اُسکے سامنے انکسار کرتا ہو اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ میرا ملجا اور ماوا بجز تیرے
اور کہین نہین اور بدون تیرے کرم اور عفو کے اور کہین ٹھکانا نہین اور اب مین تیرا دامن نہ چھوڑونگا جبتک کہ خطا معاف نہ کردے
اور آیندہ کو دامن نہ دیدے اور سعی صفا اور مروہ کے درمیان خانہ کعبہ کے چوک کے اندر ایسی ہی کہ جیسے غلام بادشاہ کے محل کے
چوک مین بار بار آتا جاتا ہو اس نظر سے کہ خدمت مین اپنا خلوص ظاہر کرے اور اس امید سے کہ نظر رحمت سے سرفراز ہووے یا جیسے
کوئی بادشاہ کے پاس داخل ہو اور پھر باہر نکلے اور نہ جانتا ہو کہ بادشاہ میرے باب مین کیا حکم کریگا منظور فرماویگا یا نامنظور تو دربار
کے چوک مین بار بار آتا جاتا ہو اس امید سے کہ اول دفعہ مین اگر رحم نہ کریگا تو دوسری بار مین مرحمت فرماویگا ع ہوس دو بار اوگر
آید کسے بخدمت شاہ ۔ سوم ہر آئینہ در وے کند بہ لطف نگاہ + اور صفا اور مروہ کے درمیان آمد و رفت کرنے کے وقت یہ خیال کرے
کہ میدان قیامت مین میزان کے دونون پلون کے بیچ مین اسیطرح پھرنا ہوگا صفا کو حسنات کا پلہ سمجھ لے اور مروہ کو برائیون کا اور پھر
خیال کرے کہ دونون پلون کے درمیان اسیطرح آنا جانا ہوگا کہ دیکھیے کونسا پلہ غالب رہتا ہی اور کونسا مغلوب اور عذاب اور مغفرت مین
تردد ہوگا کہ کسکا مستحق ہوتا ہون اور عرفات پر ٹھہرنے مین جب لوگون کا اژدحام اور آوازون کا بلند ہونا اور زبانون کا اختلاف
اور مشاعر کی آمد و رفت مین ہر ایک فرقہ کا اپنے اپنے امامون کے قدم بقدم چلنا نظر پڑے تو یہ یاد کرے کہ میدان قیامت مین بھی
تمام امتین مع انبیا کے اسی طرح اکٹھی ہونگی اور ہر امت اپنے نبی کی پیروی کریگی اور انبیا کی شفاعت کی طمع کرینگی اور اس میدان
مین قبولیت اور عدم قبولیت کے باب مین حیران رہینگی اور جب آدمی کو عرفہ مین یہ خیال گذرے تو چاہیے کہ اپنے دل کو انکسار اور اللہ
کی طرف رجوع کرنا لازم کردے تاکہ فلاح والون اور مرحوم فرقہ کے ساتھ حشر ہو۔ اور اس جگہ اپنی رجا کو قبول ہی سمجھے کیونکہ یہ میدان
شریف ہی اور رحمت الٰہی دربار جلال سے تمام خلق پر نازل ہوتی ہی اور اُسکے آنے کا ذریعہ دلہاے عزیز زمین کے اوتادون کے ہوتے ہین
اور یہ میدان ابدال اور اوتاد کے گروہ سے کبھی خالی نہین رہتا اور صالحین کے گروہ بھی اسمین ضرور ہوتے ہین پس جب ان لوگون کی
ہمتین جمع ہوکر اُنکے دل انکسار و زاری کرتے ہین اور ہاتھ اللہ تعالیٰ کی طرف پھیلاتے ہین اور گردنین اُسکی طرف کو کھینچی ہین اور ایک ہمت
کے ساتھ طلب رحمت کے لیے آسمان کی طرف نگاہ کرتے ہین تو پھر یہ گمان مت کرنا کہ وہ اپنی امید مین محروم رہین اور اُنکی کوشش بیکار جاوے
بلکہ اُنپر وہ رحمت نازل ہوتی ہی کہ سب کو ڈھانپ لے اور اسیواسطے کہتے ہین کہ بہت بڑا گناہ یہ ہی کہ آدمی عرفات مین موجود ہوکر یہ گمان کرے
کہ خداے تعالے نے میری مغفرت نہین کی اور حج کا راز اور غایت مقصود بھی ہی کہ ہمتون کا اجتماع ہو اور جو ابدال و اوتاد کہ شہرون کے
اطراف سے مجتمع ہوتے ہین اُنکے پاس ہونے کے سبب جمع ہمت مین سہارا لیے۔ غرضکہ رحمت الٰہی کے اُتارنے کا طریق اسکے برابر اور کوئی
نہین کہ ہمتین اکٹھی ہون اور ایک وقت مین ایک زمین پر دل ایک دوسرے کی مدد کرین اور کنکرون کے پھینکنے مین یہ قصد کرے کہ
غلامی اور بندگی کے ظاہر کرنے کے لیے امر کی طاعت کرتا ہون اور صرف تعمیل ارشاد کے لیے اُٹھتا ہون بدون اسکے کہ اس فعل مین کچھ عقل اور
نفس کا حظ ہو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مشابہت کا قصد کرے کہ اس مقام پر آپ کو شیطان مردود ظاہر ہوا تھا تاکہ آپ کی حج
مین کچھ شبہہ ڈالدے یا کسی معصیت مین مبتلا کرے آپ کو اللہ تعالے نے حکم فرمایا کہ اسکے دفع کرنے کو اور اُسکی امید منقطع کرنے کو اُسکے کنکر مارو۔ اب اگر ۱۱

ح الحجر الاسود اللہ عز وجل کا داہنا ہاتھ ہی زمین مین کہ اس سے اپنی مخلوقات سے مصافحہ کرتا ہی جیسے آدمی اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہی یہ حدیث باب دوم مین گذری بروایت عبد اللہ بن عمر ۱۲

یہ کہو کہ حضرت ابراہیمؑ پر تو شیطان ظاہر ہوا تھا اور آپ نے اسکو دیکھا تھا اسلیے اسکو مارا تھا اور ہمکو تو شیطان ظاہر ہوتا نہیں پھر کنکروں کے مارنے سے کیا غرض ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ شبہ شیطان کی طرف سے ہے اور اسی نے اسکو تمہارے دل میں ڈالا ہے تاکہ تمہارا ارادہ کنکریں مارنے کا سست پڑ جاوے اور تمہارے خیال میں یہ آوے کہ یہ فعل ایسا ہے جسمیں کچھ فائدہ نہیں ایک کھیل کی سی صورت ہے اسمیں کیوں مشغول ہوتے ہو پس خوب کوشش اور مضبوطی کے ساتھ شیطان کو ذلیل کرنے کی نیت سے کنکریں مار کر اپنی نفس پر سے دفع کر دو اور جانو کہ ہر چند ہم کنکریں بظاہر پتھر پر مارتے ہیں لیکن واقع میں شیطان کے منھ پر مارتے ہیں اور اسکی پیٹھ توڑتے ہیں کیونکہ اسکی ذلت اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے حکم کی بجا آوری کریں جسکی تعمیل میں نفس اور عقل کو کچھ حظ نہیں صرف اسکی تعظیم ملحوظ ہو اور ہدی کے ذبح کرنے کے وقت یہ جانو کہ یہ فعل بسبب امتثال امر کے باعث تقرب ہے اسی لیے اسکا اور اسکے اجزا کو پورا دیکھ لینا چاہیے اور یہ توقع کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اسکے ہر جز کے عوض میں ہمارے ہر جز کو آگ سے آزاد کر دیگا کیونکہ وعدہ اسیطرح ہوا ہے پس جسقدر ہدی بڑی ہوگی اور اسکے اجزا بہت ہونگے اسیقدر آگ دوزخ سے رہائی کی صورت زیادہ متصور ہے اور مدینہ منورہ کی دیواروں پر جب نگاہ پڑے تو یہ دھیان کرنا چاہیے کہ یہ وہ شہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پسند فرمایا اور اسکو آپ کا دار الہجرۃ بنایا یہ وہ مکان ہے جسمیں آپ نے اللہ تعالیٰ کے فرائض اور سنن مشروع فرمائے اور اسکے دشمن کے ساتھ جہاد کیا اور اسکے دین کو ظاہر کیا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی جوار رحمت میں بلا لیا پھر آپ کی قبر اسیمیں مقرر کی اور آپ کے دو وزیر دن کی قبر جو آپ کے بعد بجا آوری حق میں رہے اسی میں ٹھہرائی پھر اپنے دل میں تصور باندھو کہ آپ کے قدم مدینہ منورہ میں چلتے پھرتے پڑتے ہونگے اور کوئی پاؤں رکھنے کی جگہ ایسی نہیں جہاں آپ کے قدم مبارک نہ آئے ہوں اس خیال کے بعد جو پاؤں رکھو وہ وقار اور خوف کے ساتھ رکھو اور سوچو کہ مدینہ پاک میں آپ ہر گلی کوچہ میں نکلتے ہونگے اور پھر رفتار میں آپ کی فروتنی اور وقار کا تصور کرو اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کس درجہ کی آپ کے دل میں ودیعت رکھی تھی اور آپ کے ذکر کو کیسا اونچا کیا کہ اپنے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر ملا دیا اور جو شخص آپ کی تعظیم نہ کرے گو آپ کی آواز پر اپنی آواز ہی اونچی کرنے سے کیوں نہو اسکے عمل باطل کر دیے پھر یہ دھیان کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر بڑا احسان کیا جنھوں نے آپ کی صحبت پائی اور مشاہدہ جمال اور استماع اقوال سے سعادت حاصل کی اور اپنے حال پر نہایت افسوس کرو کہ یہ دولت ہمکو نہ ملی اور نہ آپ کے اصحاب رضی کی صحبت نصیب ہوئی پھر یہ دھیان کرو کہ ہمکو دنیا میں تو آپ کی زیارت روزی نہوئی اور آخرت کے دیکھنے میں شبہ ہے شاید آپ کی زیارت ہمکو حسرت ہی سے ہو کہ اعمال بد کے باعث ہمکو قبول نہ فرماویں چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ کچھ لوگ میرے سامنے لائے جاوینگے اور وہ کہینگے یا محمد یا محمد میں کہونگا کہ الٰہی یہ میرے اصحاب ہیں حکم ہوگا کہ تمکو معلوم نہیں کہ تمہارے بعد انھوں نے کیا نیا کام کیا تب میں کہونگا کہ الگ ہو اور دور ہو پس اگر تمنے بھی آپ کی شریعت کی توقیر نہ کی ہوگی گو ایک ہی دقیقہ میں کیوں نہو تو تم بھی اس بات سے مامون نہیں ہو کہ تمہارے اور آپکے درمیان میں دوری ہو جاوے اور آپکے طریق سے علیحدہ پڑ جاؤ اور باوجود اسکے زیادہ توقع بھی رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور آپکے درمیان میں دوری نہ ڈالے کہ تمکو ایمان روزی کیا اور آپ کی زیارت کے لیے تمکو تمہارے وطن سے نکالا کہ کچھ کوئی تجارت یا حظ دنیاوی تمکو مقصود نہ تھا صرف آپ کی محبت اور آپ کے آثار شریفہ کے دیکھنے کا شوق ہوا اسلیے کہ جب آپ کا دیکھنا تمکو نصیب نہوا تو تمہارے نفس نے اسی پر قناعت کی کہ آپ کی قبر کی دیوار ہی نظر پڑ جاوے جب خدا تعالیٰ نے یہ سامان تمہارے لیے کر دیے تو اب اسکی رحمت کے شایان یہی ہے کہ تمہاری طرف نظر رحمت سے دیکھے اور جب تم مسجد نبوی میں پہونچو تو یہ دھیان کرو کہ یہ وہ جگہ ہے کہ اسکو خدا تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم اور مسلمانوں میں سے اول اور افضل لوگوں کے لیے تجویز کیا اللہ تعالیٰ کے فرائض اول اسی مقام میں ادا ہوے یہی زمین ہے جسمیں تمام مخلوق سے افضل لوگ حالت حیات میں بھی اور حالت موت میں بھی جمع ہیں اسصورت میں ایسی جگہ کے داخل ہونے سے تمکو بڑی توقع کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم ہی کریگا پھر مسجد میں خشوع اور تعظیم سے داخل ہو اور یہ خطۂ پاک اسی بات کے شایان ہے کہ ہر ایماندار دل سے خشوع کا طالب ہو چنانچہ ابو سلیمان نقل کرتے ہیں کہ حضرت اویس قرنی رح نے حج کیا اور مدینہ منورہ میں داخل ہوے جب مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوے تو انسے لوگوں نے کہا کہ قبر شریف آنحضرت صلعم کی یہ ہے آپ سنتے ہی غش کر گئے اور جب افاقہ ہوا تو فرمایا کہ مجھکو یہاں سے نکالو کہ مجھکو وہ شہر اچھا معلوم نہیں ہوتا جسمیں

محمد صلعم خاک کے اندر ہون۔ اور آنحضرت صلعم کی زیارت اسیطرح کھڑا ہو کر کرنی چاہیے جیسے ہم لکھ آئے ہین اور آپ کی زیارت موت کے بعد اسی طرح کرو جیسے زندگی مین کرتے اور آپ کی قبر شریف کے اتنا ہی قریب ہونا چاہیے جیسے آپ کے جسم مبارک سے حالت مین قریب ہوتے اور جسطرح کہ آپ کی زندگی مین آپ کے جسم پاک کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے مین اختلاف تعظیم اور سوء ادب جانتے بلکہ دور سے کھڑے ہوتے آپ کی طرف کو مائل رہتے اسیطرح اب بھی کرنا چاہیے کیونکہ تربیات کو ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا نصاریٰ اور یہود کی عادت ہی۔ اور جان لینا چاہیے کہ آنحضرت صلعم کو تمہارے آنے اور کھڑے ہونے اور زیارت کرنے کا علم ہوتا ہی اور تمہارا درود و سلام آپ کی خدمت مبارک مین پہونچتا ہی پس زیارت کے وقت تم آپ کی صورت کریم کو یون خیال کرو کہ تمہارے سامنے لحد مین موجود ہی اور پھر اپنے دل مین آپ کے مرتبہ عظیم کو تصور کرو اور درود و سلام کا آپ کا پہونچنا اس حدیث سے ثابت ہی کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہی وہ آپ کو آپ کی امت کے لوگون کو سلام پہونچایا کرتا ہی اور یہ بات اس شخص کے حق مین جو آپ کی قبر شریف پر حاضر نہوا ہو تو جو شخص آپ کی زیارت کے شوق مین قبر کی زیارت پر اکتفا کرنے کے ارادہ سے وطن کو چھوڑ اور جنگلون کو طی کر حضور کی مین حاضر ہو گا اسکا سلام کیسے نہ پہونچیگا۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ من صلی علی واحدۃ صلی اللہ علیہ عشرًا تو یہ بدلہ تو صرف زبان سے درود کہنے کا ہی تو جس صورت مین کہ آپ کی زیارت کے لیے تمام بدن سے حاضر ہوا اسکا بدلہ کیسا کچھ ہو گا پھر آنحضرت صلعم کے منبر شریف کے پاس آؤ اور یہ خیال کرو کہ آپ منبر پر چڑھتے کھڑے ہین اور مہاجر اور انصار آپ کے گرد حلقہ کیے ہین اور آپ انکو اپنے خطبہ مین خدا تعالیٰ کی طاعت پر ترغیب دلاتے ہین اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرو کہ قیامت مین تمہارے اور آپ کے درمیان مین جدائی نکرے غرض کہ حج کے اعمال مین دل کا وظیفہ یہی جو مذکور ہوا جب اعمال حج سے فارغ ہو چکے تو چاہیے کہ اپنے دل پر رنج اور خوف کا التزام کرے اور یہ کہ معلوم نہین کہ ہمارا حج مقبول ہوا اور محبوب لوگون کے زمرہ مین رہے یا حج نامنظور ہوا اور نکالے ہوؤن مین ملائے گئے اور یہ امر اپنے دل اور اعمال سے معلوم کر لے یعنی حج کے بعد اگر اپنے دل کو پاوے کہ دنیا سے زیادہ کنارہ کرنے لگا اور انس باللہ کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہی اور اعمال شریعت کی میزان کے بموجب سنجیدہ سرزد ہوتے ہین تو قبول ہونے کا اعتماد کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ اسی شخص کا حج قبول کرتا ہی جسکو دوست رکھتا ہی اور جسکو دوست رکھتا ہی اسکا متولی ہوتا ہی اور اپنی محبت کے آثار اسپر ظاہر کرتا ہی اور اپنے دشمن ابلیس مردود کا دباؤ اسپر سے ہٹا دیتا ہی تو جب اسطرح کی باتین ظاہر ہونگی تو معلوم ہو گا کہ حج قبول ہوا اور اگر معاملہ بالعکس ہو تو عجب نہین کہ اس سفر سے آدمی کو بجز مشقت اور محنت کے اور کچھ حصول نہیں ہوا۔ تمہا باب اسرار حج تمام ہوا اسکے بعد باب آداب تلاوت مذکور ہو گا والحمد للہ اولاً و آخراً وصلی اللہ علی کل عبد مصطفی

آٹھوان باب آداب تلاوت قرآن کے بیان مین

رباعی منظور اگر تجھے ہو قرب یزدان
دیکھ اسرار و ارتق ورتل کی حدیث

ترتیل سے دن رات پڑھا کر قرآن
جو مرتبے قاری کے ہین تجھ پر ہون عیان

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان بندون پر یہ ہوا کہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انکو مشرف بخشا اور اپنی کتاب منزل سے اسکی گردنون مین طوق منت ڈالا یہ وہ کتاب ہی کہ اسکے آگے اور پیچھے سے باطل اسپر نہین آتا اہل فکر کو اس سے گنجایش ہو گئی کہ اسکے قصے اور خبرون سے عبرت حاصل کرین اور چونکہ اسمین تفصیل احکام اور تفریق حلال و حرام کی بخوبی ہی اس نظر سے سیدھے راستے اور طریق عمدہ کا چلنا اس سے واضح ہو گیا حقیقت مین ضیا اور نور وہی ہی اور اُسی کے باعث مغالطہ سے نجات ہوتی ہی اور اسمین ایمان و توحید دلی کو شفا ہی جبارون مین سے جو اسکے مخالف ہوا اسکی کمر اللہ نے توڑی اور جس نے اسکے سوا دوسری کتاب مین علم کو طلب کیا وہ حکم آلہی سے گمراہ ہوا حبل متین اور نور مبین اور عروۃ وثقی اسکا نام اور قلیل و کثیر اور صغیر و کبیر پر حاوی ہوتا اسکا کام نہ اسکے عجائب و غرائب کی کوئی نہایت نہ اہل علم کے نزدیک اسکے فوائد کی کوئی حد و نہایت تلاوت والون کے نزدیک زیادہ پڑھنے سے پرانی نہین ہوتی بلکہ ہر بار لذت جدید دیتی ہے اور اولین اور آخرین کو وہی ہدایت کرتی ہی یہ وہ کتاب ہی کہ جب اسکو جنون نے سنا تو اپنی قوم کی طرف جلد

رجوع کیا اور اسطرح انکو خبر دی فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یہدی الی الرشد فآمنا بہ ولن نشرک بربنا احدا - جو اسپر ایمان لایا وہی صاحب توفیق ہی اور جو اسکا قائل ہو وہی اہل تصدیق جسنے اسپر تمسک کیا اسکو ہدایت ملی اور جسنے اسکے بموجب عمل کیا اسنے سعادت و فلاح پائی اور ازانجا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکے باب میں یہ ارشاد فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون - اور دلوں اور مصاحف میں اسکے محفوظ رہنے کا سبب روزمرہ کی تلاوت اور اسکے آداب و شروط کی رعایت اور تمسک کے اعمال باطنی اور آداب ظاہری کی محافظت ہی اسی نظر سے ان امور کا بیان کرنا ضروری ہوا چار فصلوں میں یہ مقصود بیان ہوجائیگا

فصل اول قرآن مجید اور اسکے پڑھنے والوں کی فضیلت اور اسکی تلاوت میں قصور کرنے والوں کی برائی میں اس فصل میں دو بیان ہیں

بیان اول قرآن مجید کی فضیلت کے ذکر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن پڑھے پھر یہ جانے کہ کسیکو مجھ سے زیادہ ملا ہوگا تو وہ اس چیز کو چھوٹا جانیگا جسکو خدا تعالیٰ نے بڑا کیا ہی اور فرمایا کہ قیامت کے روز کوئی شفیع خدا تعالیٰ کے نزدیک قرآن سے بڑھکر مرتبہ میں نہیں نہ کوئی نبی ہی اور نہ فرشتہ اور نہ کوئی دوسرا شخص اور فرمایا کہ اگر بالفرض قرآن مجید چمڑے میں ہو تو اسکو آگ نہ لگیگی اور فرمایا افضل عبادۃ امتی تلاوۃ القرآن - اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کے پیدا کرنے کے ہزار برس پیشتر سورہ طٰہٰ اور یٰس پڑھی جب فرشتوں نے قرآن کو سنا تو کہا کہ وہ امت خوش نصیب ہی جسپر یہ اتریگا اور خوشحالی ہی ان دلوں کو جو اسکو یاد کرینگے اور ان زبانوں کو جو اسکو پڑھینگے اور فرمایا خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ - اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ جس شخص کو قرآن کا پڑھنا مجھ سے سوال کرنے اور دعا مانگنے سے روکتا ہی میں اسکو شکر گزاروں کے ثواب سے بہتر عنایت کرتا ہوں اور فرمایا کہ قیامت کے دن تین شخص بیشک اسود کے ٹیلوں پر ہونگے نہ انکو خوف ہوگا اور نہ انسے حساب لیا جاویگا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان کے معاملہ سے فراغت ہو انمیں سے ایک وہ شخص ہی جسنے قرآن خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے پڑھا اور لوگوں کا امام ہوا اور وہ اس سے خوش رہے اور فرمایا اہل القرآن اہل اللہ وخاصتہ - اور فرمایا کہ یہ دل لوہے کی طرح سے زنگ کھا جاتا ہی کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ انکی جلا کیا چیز ہی فرمایا کہ قرآن کی تلاوت اور موت کو یاد کرنا اور فرمایا کہ للہ اشد اذنا الی قاری القرآن من صاحب القینۃ الی قینتہ - اور آثار اس باب میں یہ ہیں کہ حضرت ابو امامہ باہلی رضہ فرماتے ہیں کہ قرآن کو پڑھو اور یہ لٹکے ہوئے قرآن تمکو مغالطہ میں نہ ڈالیں یعنی اسپر بس مت کرو کہ قرآن ہمارے پاس موجود ہی کہ اللہ تعالیٰ اس دل کو عذاب نہیں کرتا جو قرآن کا ظرف ہوا اور حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا ہی کہ جب تم علم کا ارادہ کرو تو قرآن کو تحصیل کرو کہ اسمیں اگلوں پچھلوں کا علم ہی اور یہ بھی انہیں کا ارشاد ہی کہ قرآن کو پڑھو کہ تمکو اسکے ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب ملیگا اور میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہی بلکہ الف ایک حرف ہی اور لام دوسرا اور میم تیسرا - اور یہ بھی انکا قول ہی کہ تم میں سے جب کوئی اپنے نفس سے درخواست کرے تو قرآن ہی کی کرے اس لیے کہ اگر قرآن سے محبت رکھتا ہوگا اور قرآن اسکو اچھا معلوم ہوتا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوگا اور اگر قرآن سے بغض رکھتا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھتا ہوگا - اور عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کی ہر ایک آیت جنت کا ایک درجہ ہی اور تمہارے گھروں کا چراغ ہی اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہی اسکے دونوں پہلو میں نبوت مندرج ہو جاتی ہی اتنا فرق ہوتا ہی کہ اس پر وحی نہیں آتی - اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہی وہ گھر کے لوگوں پر وسیع ہو جاتا ہی اور اسکی خیر بہت ہو جاتی ہی اور فرشتے اسمیں آتے ہیں اور شیطان اس سے نکل جاتے ہیں اور جس گھر میں قرآن نہیں پڑھا جاتا وہ گھر والوں پر تنگ ہو جاتا ہی اور اسکی خیر کم ہو جاتی ہی اور فرشتے اس میں سے چلے جاتے ہیں اور شیطان آموجود ہوتے ہیں - اور امام احمد حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ الٰہی جن چیزوں سے تقرب کے طالب تیرا قرب حاصل کرتے ہیں ان میں سے افضل کونسی چیز ہی فرمایا کہ اے احمد سب سے افضل میرے کلام سے تقرب چاہنا ہی میں نے عرض کیا کہ الٰہی سمجھنے کے ساتھ یا بدون سمجھے حکم ہی کہ دونوں طرح سے - اور احمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ قیامت کے روز جب آدمی قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ سے

[illegible]

بروایت نعمان بن بشیر و انس بسند ضعیف ۱۲ ع ح دارمی بروایت ابو ہریرہ بسند ضعیف ۱۲ ع ح تم میں سے بہتر وہ ہی جو قرآن سیکھے اور سکھاوے - بخاری بروایت عثمان بن عفان ۱۲ ع ح ترمذی و ابن شاہین بروایت ابو سعید ۱۲ ع ح یہ حدیث باب اسرار نماز کی فصل اول میں گذری ۱۲ ع ح قرآن والے اللہ والے اور اسکے خاص لوگ ہیں ۱۲ نسائی و ابن ماجہ ۱۲ ع ح بیہقی بروایت ابن عمر بسند ضعیف ۱۲ ع ح [illegible] قرآن پر نسبت

[illegible]

سنین گے تو معلوم ہوگا کہ گویا پہلے کبھی نہ سُنا تھا۔ اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہین کہ قرآن کے حافظ کو چاہیے کہ بادشاہ سے لیکر ادنیٰ شخصون تک کسی کی طرف اُسکو حاجت نہو بلکہ خلق کے لوگ اُسکے حاجت مند ہونے چاہیین۔ اور بھی اُنکا قول ہو کہ جو شخص قرآن کا حافظ ہو وہ اسلام کا علم بردار ہو اُسکو چاہیے کہ لہو اور سہو اور لغو والون کے ساتھ ان امور مین مشغول نہو کہ حق قرآن کی تعظیم اِسی بات کو چاہتی ہے۔ اور سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جب آدمی قرآن پڑھتا ہو تو فرشتہ اُسکی دونون آنکھون کے درمیان بوسہ دیتا ہے۔ اور عمرو بن میمون کہتے ہین کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد قرآن کھول کر سو آیتین پڑھے اللہ تعالیٰ اُسکو تمام دنیا والون کے عمل کے برابر ثواب عنایت فرماتا ہے۔ اور مروی ہو کہ خالد بن عقبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کیا کہ میرے سامنے قرآن پڑھیے آپ نے آیت ان اللہ یامر بالعدل والاحسان آخر تک پڑھی اُسنے عرض کیا کہ دو بارہ پڑھیے آپ نے دوبارہ پڑھی اُسنے کہا کہ اِس مین حلاوت اور ملاحت ہے اسکا نیچے کا حصہ مینہ سا برستا ہے اور اوپر کا حصہ بہت ساثمرہ رکھتا ہے اور یہ آدمی کا قول نہین ہے۔ اور حضرت حسن بصری کا قول ہو کہ بخدا کہ قرآن سے بڑھکر کوئی تونگری نہین اور نہ اسکے بعد کوئی احتیاج اور فضیل رح فرماتے ہین کہ جو شخص سورۂ حشر کا آخر صبح کے وقت پڑھے اور اُس روز مر جاوے تو شہیدون کی مہر اُسکے لیے لگیگی اور جو کوئی اُسکو شام کو پڑھے اور اُس رات مین مرے اُسکا بھی یہی حال ہے۔ اور قاسم بن عبدالرحمن کہتے ہین کہ مین نے ایک عابد سے پوچھا کہ یہان کوئی ایسا نہین جس سے تمکو انس ہو اُسنے اپنا ہاتھ قرآن مجید کی طرف بڑھاکر اُسکو اپنی گود مین رکھ لیا اور کہا کہ یہ انیس ہے اور حضرت علی رض ارشاد فرماتے ہین کہ تین چیزین ہین جن سے حافظہ زیادہ ہوتا ہے اور بلغم دور کرتی ہین اوّل مسواک کرنا دوّم روزہ رکھنا سوّم قرآن پڑھنا۔

دوسرا بیان غافل شخصون کی تلاوت کی مذمت مین۔ حضرت انس بن مالک رض فرماتے ہین کہ بہت لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہین حالانکہ قرآن اُنکو لعنت کرتا ہے۔ اور میسرہ نے کہا ہو کہ بدکار آدمی کے پیٹ مین قرآن مسافر اور بیکس ہے۔ اور ابو سلیمان دارانی کہتے ہین کہ جب قرآن کے حافظ قرآن پڑھنے کے بعد خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرین تو دوزخ کے فرشتے بت پرستون کی نسبت ایسے ہی حافظون کو جلد پکڑینگے۔ اور بعض علما نے فرمایا ہو کہ جب آدمی قرآن پڑھتا ہے پھر اور گفتگو اُسمین ملا دیتا ہے پھر پڑھنے لگتا ہے تو اُس سے کہا جاتا ہو کہ تجکو ہمارے کلام سے کیا علاقہ۔ اور ابن رباح کا قول ہو کہ مین کلام مجید کو یاد کرکے پچتایا اسلیے کہ مین نے سُنا ہو کہ قیامت مین قرآن والون سے وہ سوال ہوگا جو انبیا علیہم السلام سے ہوگا۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ حافظ قرآن کو بہت باتون سے پہچاننا چاہیے اوّل رات کو جس وقت آدمی سوتے ہون دوّم دن کو جسوقت آدمی قصور کرتے ہون سوّم اسکے غم کرنے سے آدمیون کی خوشی کے وقت چہارم اُسکے رونے سے جبکہ لوگ ہنستے ہون پنجم اُسکے سکوت سے جب لوگ ادھر اُدھر کی باتون مین لگے ہون ششم اُسکے خشوع سے جسوقت آدمی تکبر کرتے ہون اور حافظ قرآن کو چاہیے کہ خاموشی اور نرمی زیادہ رکھتا ہو جھگڑا اور بات کاٹنے والا اور غل اور شور مچانے والے اور سخت نہو اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اِس امت کے اکثر منافق قاری ہونگے اور فرمایا کہ قرآن کو اُسوقت تک پڑھ کہ تجکو بری باتون سے منع کرے اور جب قرآن کی قرات تجکو مانع نہو تو تو اُسکی تلاوت نہین کرتا یعنی ایسا پڑھنا نہ پڑھنے مین داخل ہے۔ اور فرمایا کہ جو شخص قرآن کے محرمات کو حلال جانے اُسکو قرآن کے ساتھ انس نہین ہوا اور بعض سلف کا قول ہو کہ بندہ ایک سورة شروع کرتا ہے اور فرشتے اُسپر دعاے رحمت کرتے ہین یہان تک کہ اُس سورة کو تمام کرے اور بعض سورة شروع کرتے ہین اور فرشتے اُسپر لعنت کرتے رہتے ہین یہان تک کہ اُس سے فارغ ہو کسی نے پوچھا کہ یہ صورت کسطرح ہوتی ہے فرمایا کہ جب اُسکے حلال کو حلال جانیگا اور حرام کو حرام تب اُسپر رحمت بھیجتے ہین ورنہ لعنت کرتے ہین اور بعض علما نے فرمایا ہے کہ آدمی قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور نادانستہ اپنے آپ کو لعنت کرتا ہے یعنی کہتا ہے الا لعنة اللہ علی الظالمین حالانکہ اپنے نفس پر ظلم کرنیوالا وہی ہے اور کہتا ہے الا لعنة اللہ علی الکاذبین اور خود جھوٹون مین ہے۔ اور حضرت حسن بصری رح کا قول ہے کہ تمنے قرآن کو منزلین ٹھہرائی ہین اور رات کو اونٹ مقرر کیا ہے کہ اُسپر سوار ہوکر اُنہی منزلین قطع کرتے ہو اور جو لوگ

تم سے پہلے تھے وہ قرآن مجید کو اپنے پروردگار کے فرمان سمجھتے تھے کہ رات کو اُنکے معنی سوچتے تھے اور دن کو اُنکی تعمیل کیا کرتے تھے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہی کہ قرآن لوگون پر اسلیے نازل کیا گیا ہی کہ اُسکے بموجب عمل کرین لوگون نے اُسکے پڑھنے پڑھانے کو عمل ٹھہرا لیا ہی کہ ایک شخص شروع سے آخر تک قرآن پڑھ جاتا ہی یہان تک کہ ایک حرف بھی اُس سے نہین رہتا مگر اُسکے بموجب عمل نہین کرتا۔ اور حضرت ابن عمر اور جندب رضی اللہ عنہما کی حدیث مین ہی کہ ہماری اتنی عمر ہوئی ہم مین سے کسی کو ایمان قرآن سے پیشتر مرحمت ہوتا تھا کہ جب آنحضرت صلعم پر نازل ہوتی تھی تو وہ اُس سورۃ کے حلال اور حرام کو سیکھتا اور امر اور زجر سے واقف ہوتا اور جس مقام پر توقف چاہیے اسکو جانتا پھر ہمنے ایسے لوگ دیکھے کہ اُنہین سے کسی کو قرآن ایمان سے پیشتر ملتا ہی کہ الحمد سے لیکر آخر تک پڑھ جاتا ہی اور یہ نہین سمجھتا کہ امر اور زجر کی کونسی آیتین ہین اور توقف کہان جا مناسب ہی گھاس سی کاٹتا چلا جاتا ہی اور توریت مین آیا ہی کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی کہ اے میرے بندے تجھے مجھ سے شرم نہین آتی کہ اگر تو راہ مین ہوتا ہی اور کسی تیرے بھائی کا خط تیرے پاس آتا ہی تو راہ سے کنارہ جاکر بیٹھ جاتا ہی اور خط کو پڑھکر ایک ایک حرف پڑھتا ہی کہ کوئی اسمین سے کوئی مطلب تجھ سے نہین رہتا اور مین نے جو تجھپر اپنی کتاب اُتاری تو دیکھ تیرے لیے کیسا قول کو شرح فرمایا اور کس طرح ایک بات کو کئی کئی دفعہ ذکر کیا اسلیے کہ تو اُسکے طول اور عرض کو سمجھیگا مگر تو اُس سے روگردانی کرتا ہی بھلا مین تیرے نزدیک تیرے کسی بھائی سے بھی گیا گذرا کہ اُسکے خط کو غور سے پڑھے اور میری کتاب کو بے پروائی سے اے میرے بندے اگر تیرا کوئی بھائی تیرے پاس آبیٹھتا ہی تو تو اُسکی طرف تمام توجہ التفات کرکے ہمہ تن اُسکی گفتگو سنتا ہی اور اگر کوئی بولتا اُٹھتا ہی یا کوئی اور کام تجکو پیش ہوتا ہی تو تو اُس سے اشارہ کردیتا ہی کہ ٹھہر جا اور دیکھ مین تیری طرف متوجہ ہون اور تجھ سے باتین کرتا رہون اور تو اپنے دل سے میری طرف سے روگردان
کیا میری قدر اپنے نزدیک اپنے کسی بھائی کے برابر بھی نہین کرتا

دوسری فصل تلاوت کے ظاہری آداب کے بیان مین اور وہ دس ہین - ادب اول قاری کے حال مین ہی کہ با وضو اور با ادب اور وقار کی صورت پر ہو کھڑا ہو یا بیٹھا اور قبلہ رخ گردن جھکائے ہو نہ چار زانو ہو نہ تکیہ لگائے نہ تکبر کی صورت پر بیٹھا ہو اور تنہا اس طرح بیٹھے جیسے استاد کے سامنے بیٹھتے ہین اور سب حالتون سے بہتر یہ ہی کہ قرآن کو نماز کے اندر کھڑا ہو کر مسجد مین پڑھے کہ یہ تلاوت افضل اعمال مین سے ہی اور اگر کلام مجید کو بے وضو لیٹ کر پڑھیگا تب بھی ثواب تو ملیگا لیکن یہ ثواب نہوگا جو وضو سے کھڑے ہو کر ہوتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہی الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم ویتفکرون فی خلق السموات والارض۔ اس آیت مین تعریف سب حالتون کی فرمائی مگر قیام کو اول ذکر فرمایا اُسکے بعد قعود کو اُسکے بعد لیٹنے کو۔ حضرت علی رضہ نے فرمایا ہی کہ جو شخص قرآن کی تلاوت نماز کے اندر کھڑا ہو کر کرے اُسکو ہر حرف کے بدلہ مین سو نیکیون کا ثواب ہوگا اور جو شخص نماز کے اندر بیٹھکر قرآن پڑھے اُسکو ہر حرف پر پچاس نیکیون کا ثواب ہوگا اور جو شخص نماز مین نہو اور وضو سے قرآن پڑھے تو پچیس کا ثواب پاویگا اور اگر بے وضو پڑھیگا تو دس نیکیان ملینگی۔ اور رات کو اگر قیام ہو تو سب مین بہتر ہی کہ رات کے وقت دل کو جمعیت خوب ہوتی ہی۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہین کہ سجدون کی کثرت دن کو ہوتی ہی اور زیادہ کھڑا رہنا رات کو۔ ادب دوم قراءت کی مقدار کے باب مین کہ بہت اور تھوڑا پڑھنے مین لوگون کی عادت جدا جدا ہی کوئی دن رات مین ایک ختم کرتا ہی اور کوئی دو اور بعض نے تین ختم تک پہونچا دی ہی اور بعض لوگ ایک مہینہ مین ایک ختم کرتے ہین اور بہتر یہ ہی کہ مقدار قراءت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی طرف رجوع کیا جاوے کہ من قرأ القرآن فی اقل من ثلاث لم یفقہہ۔ اور اسکی وجہ یہ ہی کہ اس مقدار سے زیادہ پڑھنا تلاوت کا حق ادا کرنے کا مانع ہی اور حضرت عائشہ رضہ نے جب ایک شخص کو سنا کہ قرآن مجید کو بہت جلد پڑھتا ہی تو فرمایا کہ اس شخص نے نہ تو پڑھا نہ چپکا رہا۔ اور آنحضرت صلعم نے حضرت ابن عمرؓ کو ارشاد فرمایا کہ ایک ہفتہ مین ایک ختم کیا کرو اور چند لوگ اصحاب رضہ مین سے ایسا ہی کیا کرتے تھے کہ ایک جمعہ مین ختم پڑھا کرتے تھے مثلاً حضرت عثمان و زید بن ثابت اور ابن مسعود اور ابی بن کعب سب کا یہی دستور تھا غرض کہ ختم کے چار درجے ہین ایک تو یہ

کہ دن رات مین ختم کرین اُسکو تو کچھ لوگون نے مکروہ جانا ہی اور ایک یہ کہ تیس پارون سے ایک ہر روز پڑھکر مہینے مین ایک ختم کرین اور یہ قراءت گویا بہت ہی کم ہی جیسے اول صورت بہت زیادہ تھی اور ان دونون کے درمیان مین دو درجے میانہ ہین ایک تو یہ کہ ہفتہ مین ایک بار ختم کرین اور دوسرے یہ کہ ہفتہ مین دو بار تاکہ تیسرے دن کے قریب مین ایک ختم ہوجاوے - اور اس صورت مین مستحب یہ ہی کہ ایک ختم دن مین پڑھا کرے اور ایک رات کو اور دن والے ختم کو دوشنبہ کے روز صبح کی دو رکعتون مین یا ان دونون کے بعد تمام کیا کرے اور رات کے ختم کو جمعہ کی شب مین مغرب کی دو رکعتون مین یا انکے بعد تمام کیا کرے تاکہ اول روز اور ابتداء شب مین دونون ختم ہوجاوین اس غرض سے کہ اگر ختم شب کو ہوتا ہی تو فرشتے صبح تک قاری پر رحمت بھیجتے رہتے ہین اور اگر دن کو ہوتا ہی تو شام تک یہی حال ہوتا ہی تو ابتداء روز و شب مین ختم سے یہ فائدہ ہی کہ فرشتون کی برکت تمام دن اور رات کو حاوی ہوگی - اور مقدار قراءت کی تفصیل یہ ہی کہ اگر پڑھنے والا عابد ہو اور طریق آخرت کو عمل کے ذریعہ سے طے کرنا چاہتا ہی تو اُسکو نہ چاہیے کہ ایک ہفتہ مین دو ختمون سے کم کرے اور اگر دل کے اعمال سے طے کرتا ہو یا علم کے پڑھانے مین مصروف رہتا ہو تو وہ اگر ایک ہفتہ مین ایک ہی ختم پر اکتفا کریگا تب بھی مضائقہ نہین اور اگر قرآن کے معانی مین نہایت غور کرتا ہو تو اُسکو ایک مہینہ مین ایک ہی ختم کافی ہی اس نظر سے کہ اُسکو مکرر پڑھنے اور معانی سوچنے کی حاجت ہی - ادب سوم تلاوت کی منزلون کے باب مین کہ جو شخص ہفتہ مین ایک ختم کرے وہ قرآن مجید کی سات منزلین کرے کہ اصحاب نے بھی یہی منازل مقرر فرمائی ہین چنانچہ مروی ہی کہ حضرت عثمان رض شب جمعہ کو شروع سے لیکر سورۂ مائدہ کے اخیر تک پڑھتے اور شنبہ کی شب کو انعام سے ہود تک اور یکشنبہ کی رات کو سورۂ یوسف سے مریم تک اور دوشنبہ کی شب کو طٰہٰ سے قصص تک اور منگل کی رات کو عنکبوت سے صاد تک اور بدھ کی رات کو تنزیل سے سورۂ رحمٰن تک اور پنجشنبہ کی رات کو سورۂ واقعہ سے آخر قرآن مجید تک پڑھتے - اور حضرت ابن مسعود رض بھی سات ہی منزلین کرتے تھے مگر اسطرح نہین اُنکی ترتیب جدا تھی - اور کہتے ہین کہ قرآن کی سات منزلین ہین اول منزل سورۂ فاتحہ کی تین سورتون کی دوسری پانچ کی تیسری سات کی چوتھی نو کی پانچوین گیارہ کی چھٹی تیرہ کی ساتوین سورۂ قاف سے لیکر آخر تک کی اب ان منازل کو فمی بشوق کہتے ہین کہ ہر حرف شروع منزل کی سورت کا پہلا حرف ہی یعنی ف سے فاتحہ اور م سے مائدہ اور ی سے یونس اور ب سے بنی اسرائیل اور ش سے شعرا اور و سے والصافات اور ق سے سورۂ قاف صحابہ رض نے اسطرح قرآن مجید کی منزلین کی ہین اور اسی طرح پڑھا بھی کرتے تھے اور اس باب مین ایک حدیث بھی آنحضرت صلعم سے مروی ہی ح اور یہ پانچ اور دس اور اجزا کے بننے سے پیشتر سے ہی یہ ساری چیزین بعد کو ایجاد ہوئی ہین - ادب چہارم لکھنے کے باب مین مستحب ہی کہ قرآن مجید کو خوشخط اور صاف لکھے اور سرخی سے نقطے اور علامتون کے کرنے کا مضائقہ نہین کہ اسمین زینت اور توضیح اور پڑھنے والون کو غلط پڑھنے سے روکنا ہی - اور حضرت حسن بصری اور ابن سیرین رض قرآن مجید مین خمس اور عشر اور جزو کو برا جانتے تھے اور شعبی اور ابراہیم سے مروی ہی کہ وہ بھی سرخی سے نقطے لگانے اور اُسپر اجرت لینے کو مکروہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ قرآن کو صاف رکھو اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ ان لوگون نے جو ان امور کو مکروہ کہا تو اسوجہ سے کہ کہین رفتہ رفتہ اور زیادتیان نہ بڑھ جاوین اسلیے کہ انمین کچھ خرابی نہ تھی مگر اس مادہ کے بند کرنے اور تغیر سے قرآن کے محفوظ رکھنے کو ایسا فرمایا اور جس صورت مین کہ ان امور سے کوئی خرابی نہوئی اور سب کے نزدیک یہ ٹھہرا کہ انسے شناخت زیادہ ہوجاتی ہی تو اب انکے ہونے مین کچھ مضائقہ نہین اور انکا نو ایجاد ہونا اس مطلب کا مخل نہین اسلیے کہ اکثر باتین نو پیدا اچھی ہین چنانچہ تراویح کی جماعت کو کہتے ہین کہ حضرت عمر رض کی ایجاد ہی اور یہ عمدہ ایجاد اور بدعت حسنہ ہی بُری بدعت وہ ہی جو قدیم سنت کی مخالف ہو اور سنت کو بدلے دیتی ہو - اور بعض اکابر کہا کرتے تھے کہ مین نقطے دیے ہوے قرآن مجید مین تلاوت کر لیتا ہون مگر خود اُسپر نقطے نہین لگاتا ہون - اوزاعی یحیٰی بن کثیر سے نقل کرتے ہین کہ قرآن مصحفون مین اول صاف تھا پہلے پہل جو بات نئی پیدا ہوئی یہ تھی کہ ب اور ت پر نقطے دیے اور کہا کہ کچھ مضائقہ نہین کہ یہ قرآن کا نور ہی پھر بعد اُسکے آیتون کی تمامی پر بڑے نقطے ایجاد کیے اور کہا کہ اسکا کچھ مضائقہ نہین کہ اس سے آیتون کا سرا معلوم ہوتا ہی پھر بعد اسکے انجام و آغاز کے نشانات پیدا ہوے ابوبکر ہذلی کہتے ہین کہ مین نے حضرت حسن بصری رح سے پوچھا کہ مصحفون مین سرخ اعراب لگانے

ح اسے ابوداود وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مین ضعف ہے

کیسے ہین انھون نے فرمایا کہ قرآن پر اعراب کا کچھ مضائقہ نہین اور خالد حذا کہتے ہین کہ مین حضرت ابن سیرین رح کے پاس گیا اور انکو دیکھا کہ اعراب لگے ہوے قرآن مین تلاوت کرتے ہین حالانکہ اعراب کو برا جانتے تھے اور کہتے ہین کہ اعراب حجاج کے نکالے ہوے ہین اور اُسنے قاریون کو بلوایا انھون نے قرآن کے کلمات و حروف گنے اور اُسکے حصے برابر کرکے تیس پارون مین تقسیم کیا اور نصف و ربع وغیرہ تقسیمین کین۔ ادب پنجم کلام مجید کو اچھی طرح ٹھہر کر پڑھنا مستحب ہے کیونکہ ہم عنقریب بیان کرینگے کہ قراءت سے مقصود تفکر ہے پس جب اچھی طرح ٹھہر کر پڑھیگا تو تفکر پر مدد ملیگی اور اسی جہت سے حضرت ام سلمہ رض نے جو آنحضرت صلعم کی قراءت کی صفت بیان کی تو کلمہ کلمہ کو جدا جدا بیان فرمایا۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ مین اگر سورۂ بقرہ اور آل عمران ٹھہر کر پڑھون اور انکو سمجھتا جاؤن تو اس سے اچھا جانتا ہون کہ سب قرآن کو جلد جلد پڑھ جاؤن۔ اور یہ بھی انھین کا ارشاد ہے کہ مین اگر اذا زلزلت اور القارعہ سمجھکر پڑھون تو اس سے بہتر سمجھتا ہون کہ سورۂ بقرہ اور آل عمران کو کھسیٹ جاؤن۔ اور مجاہد رح سے کسی نے پوچھا کہ دو شخص نماز مین کھڑے تھے اور برابر ہی کھڑے رہے مگر ایک نے سورۂ بقرہ ہی پڑھی اور دوسرے نے تمام قرآن پڑھا تو ثواب کسکو زیادہ ہوا فرمایا کہ دونون شخصون کو برابر ثواب ہوا۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ ٹھہر کر پڑھنا اسی لیے مستحب نہین ہے کہ اُسکے معنی ہی سمجھے کیونکہ اگر عجمی عربی نہ سمجھتا ہو وہ قرآن کے معنی کیسے سمجھیگا مگر پڑھنا ٹھہر کر اُسکو بھی مستحب ہے اسلیے کہ ٹھہر کر پڑھنے مین توقیر اور حرمت قرآن کی زیادہ ہے اور جلد پڑھنے کی نسبت اسکا اثر بھی دل مین زیادہ ہوتا ہے۔ ادب ششم قراءت کے ساتھ رونا مستحب ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قرآن کو پڑھو اور گریہ کرو اور اگر رو نہ سکو تو رونی صورت بناؤ اور فرمایا لیس منا من لم یتغن بالقرآن اور صالح مری کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلعم کے سامنے خواب مین قرآن مجید پڑھا آپ نے فرمایا کہ صالح یہ تو قراءت ہوئی پر رونا کہان ہے۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ جب تم سجدہ خدا تعالی کا پڑھو تو سجدہ کرنے مین جلدی مت کرو جب تک کہ گریہ نہ کرلو اگر تم مین سے کسی کی آنکھ سے آنسو نہ نکلے تو چاہیے کہ اُسکا دل زاری کرے۔ اور بتکلف رونے کی تدبیر یہ ہے کہ اپنے دل پر حزن موجود کرے کہ رونا غم سے ہی پیدا ہوتا ہے آنحضرت صلعم فرماتے ہین کہ قرآن حزن کے ساتھ اُترا ہے پس جب تم اُسکو پڑھو تو حزن کیا کرو۔ اور حزن کو دل مین موجود کرنے کی یہ صورت ہے کہ قرآن کی تہدید اور وعید اور عہد و میثاق کو سوچے اور پھر اُسکے اوامر و نواہی مین اپنی کوتاہی کو خیال کرے تو اس سے ضروری حزن اور گریہ آویگا اگر اس تامل پر بھی صاف دل والون کی طرح حزن اور گریہ دل مین نہ موجود ہو تو حزن و گریہ کے نہ ہونے کے لیے رووے کہ یہ نہایت بڑی سختی ہے۔ ادب ہفتم یہ ہے کہ آیات کے حقوق کا لحاظ رہے یعنی جب آیت سجدہ پر گذرے تو سجدہ کرے یا دوسرے سے سجدہ سنے تو جس وقت پڑھنے والا سجدہ کرے آپ بھی سجدہ کرے بشرطیکہ طہارت رکھتا ہو اور قرآن مجید مین چودہ سجدے ہین اور سورۂ حج مین دو سجدے ہین اور سورۂ ص مین سجدہ نہین اور ادنی درجہ سجدۂ تلاوت کا یہ ہے کہ اپنی پیشانی زمین پر لگا دے اور کامل سجدہ یہ ہے کہ تکبیر کہکر سجدہ کرے اور سجدے مین ایسی دعا مانگے جو مناسب آیت سجدہ ہو مثلاً جب یہ آیت پڑھے خروا سجدا و سبحوا بحمد ربھم وھم لا یستکبرون تو سجدہ مین یہ دعا مانگے اللھم اجعلنی من الساجدین لوجھک المسبحین بحمدک واعوذ بک ان اکون من المستکبرین عن امرک او علی اولیائک۔ اور جب یہ آیت پڑھے ویخرون للاذقان یبکون ویزیدھم خشوعا تو یون دعا مانگے اللھم اجعلنی من الباکین الیک الخاشعین لک۔ اسی طرح ہر آیت سجدہ کے موافق سجدہ مین دعا پڑھے اور سجدۂ تلاوت مین نماز کی شرطین ہین یعنی ستر عورت اور قبلہ رو ہونا اور کپڑے کا پاک ہونا اور بدن کا حدث اور نجاست سے طاہر ہونا۔ اور جو شخص سجدے کے سننے کے وقت طہارت نہ رکھتا ہو وہ جس وقت طہارت کرے اُس وقت سجدہ کرلے۔ اور بعضون نے سجدۂ تلاوت کے کمال مین یہ کہا ہے کہ ہاتھ اُٹھا کر تکبیر تحریمہ کے لیے اللہ اکبر کہے پھر سجدہ کرنے کے لیے اللہ اکبر کہے پھر سر اُٹھانے کے لیے اللہ اکبر کہے پھر سلام پھیرے اور بعض بڑھانے والون نے سجدۂ تلاوت مین تشہد کو زیادہ کیا ہے اور اسکی کچھ اصل معلوم نہین ہوتی بجز اسکے کہ نماز پر قیاس کیا ہو اور اس سجدے کا نماز پر قیاس کرنا بعید ہے کیونکہ یہ سجدے کے لیے حکم ہونے کی جہت سے وارد ہوا ہے تو اسمین لفظ سجدہ ہی کا اتباع چاہیے اور سجدے مین جانے کے لیے اللہ اکبر کہنا البتہ شروع کے مناسب ہے اُسکے سوا اور امور مین بعید معلوم ہوتا ہے۔ پھر مقتدی کو چاہیے کہ امام کے سجدہ کرنے کے وقت سجدہ کرلے خود اپنی تلاوت کا قصد اسکی حالت مین نہ کرے۔

سجدہ کرنے والون مین اور اپنی حمد کے ساتھ پاکی بولنے والون مین اور مین تیری پناہ مانگتا ہون اس سے کہ مین ہون تیرے امر سے تکبر کرنے والا یا تیرے دوستون پر بڑائی چاہنے والا ۱۲ اور گر پڑتے ہین ٹھوڑیون پر روتے ہوے اور زیادہ ہوتی ہے انکو عاجزی ۱۲ الٰہی کر مجھکو رونے والون سے اپنے سامنے اور فروتنی کرنیوالون سے تیرے سامنے ۱۲

ادب ہشتم یہ ہے کہ جب تلاوت شروع کرے اُس وقت کہے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم رب اعوذ بک من ہمزات الشیاطین واعوذ بک رب ان یحضرون۔ اور قل اعوذ برب الناس اور سورۂ الحمد پڑھے اور ہر سورۃ کے تمام ہونے پر کہتا جاوے صدق اللہ تعالیٰ وبلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم انفعنا وبارک لنا فیہ الحمد للہ رب العالمین واستغفر اللہ الحی القیوم۔ اور اثنائے تلاوت میں جب آیت تسبیح پر گذرے تو سبحان اللہ واللہ اکبر کہے اور جب دعا اور استغفار کی آیت آوے تو دعا اور استغفار کرے اور جب آیت رجا آوے تو اُسکی درخواست کرے اور خوف کی آیت پر گذرے تو پناہ مانگے اس سوال و پناہ مانگنے کو زبان سے کہے خواہ دل میں کہلے مثلاً یوں کہے نعوذ باللہ اللہم ارزقنا اللہم ارحمنا۔ حضرت حذیفہ رض فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے سورۂ بقر شروع کی تو آپ کسی آیت رحمت پر نہ گذرے کہ دعا نہ مانگی ہو اور نہ کسی آیت عذاب پر کہ پناہ نہ مانگی ہو اور نہ کسی آیت تنزیہ پر کہ سبحان اللہ نہ کہا ہو۔ اور جب تلاوت سے فارغ ہو تو وہ دعا پڑھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم کے وقت فرمایا کرتے تھے اور وہ یہ ہے اللہم ارحمنی بالقرآن واجعلہ لی اماما ونورا وہدی ورحمۃ اللہم ذکرنی منہ ما نسیت وعلمنی منہ ما جہلت وارزقنی تلاوتہ اناء اللیل واطراف النہار واجعلہ لی حجۃ یا رب العٰلمین۔ ادب نہم قرائت کا پکار کر پڑھنا ہے اور اتنا پکار کر پڑھنا تو بیشک ضروری ہے کہ اپنی آپ سُنے اسلیے کہ قرأت کے معنی یہ ہیں کہ آواز کو حروف سے پارہ پارہ کرے تو آواز کا ہونا ضروری ہے جسکے ٹکڑے ہو دیں اور ادنیٰ مرتبہ قرات کا یہ ہے کہ اپنی آپ سُنے اور اگر خود نہ سُنیگا تو ایسی قرأت سے نماز نہوگی اسلیے وہ داخل قراءت نہیں باقی رہا اتنا پکار کر پڑھنا کہ دوسرا شخص سُنے تو وہ ایک طرح سے اچھا ہے اور ایک وجہ سے بُرا۔ اور آہستہ پڑھنے کے مستحب ہونے پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آہستہ پڑھنے کی فضیلت پکار کر پڑھنے پر اتنی ہے جتنی خفیہ صدقہ دینے کو علانیہ خیرات کرنے پر ہے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ قرآن کو پکار کر پڑھنے والا ایسا ہے جیسے علانیہ صدقہ دینے والا اور اُسکو آہستہ پڑھنے والا ایسا ہے جیسے خفیہ خیرات کرنیوالا۔ اور ایک حدیث میں عام ارشاد ہے کہ خفیہ عمل علانیہ عمل سے ستر گنا زیادہ ہے اور اسیطرح یہ ارشاد خیر الرزق ما یکفی وخیر الذکر الخفی۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مغرب اور عشا کے درمیان کی قرأت میں ایک دوسرے پر پکار کر مت پڑھو۔ اور ایک رات سعید بن مسیب رض نے مسجد آنحضرت صلعم میں حضرت عمر بن عبد العزیز کو نماز میں پکار کر کلام مجید پڑھتے سُنا اور آپ خوش آواز تھے حضرت سعید بن مسیب نے اپنے غلام سے کہا کہ اس نمازی کے پاس جاؤ اور کہو کہ اپنی آواز کو پست کرو غلام نے کہا کہ مسجد کچھ ہماری نہیں اور اس شخص کا بھی اسمیں حق نماز پڑھنے کا ہے میں کیسے منع کردوں آپ نے آواز بلند کہا کہ اے نمازی اگر تجکو اپنی نماز سے خدا تعالیٰ مقصود ہے تو اپنی آواز پست کر اور اگر خلق مقصود ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے یہاں تیرے کسی کام نہ آوینگی یہ سُنکر حضرت عمر بن عبد العزیز چپ ہو گئے اور رکعت کو مختصر پڑھ اور سلام پھیر اپنی جوتیاں لیکر مکان کو چلے آئے اور وہ اُسوقت مدینہ منورہ کے حاکم تھے۔ اور پکار کر پڑھنے کے مستحب ہونے پر یہ روایت دال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چند اصحاب رض کو سُنا کہ رات کی نماز میں قرآن پکار کر پڑھتے ہیں آپ نے اُنکے پڑھنے کو درست فرمایا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی رات سے اٹھکر نماز پڑھے تو قراءت پکار کر پڑھے کہ فرشتے اور اُس مکان کے جنات اُسکی قراءت سُنتے ہیں اور وہی نماز وہ بھی پڑھتے ہیں۔ اور آنحضرت صلعم اپنے اصحاب میں سے تین شخصوں پر گذرے جنکے حالات مختلف تھے حضرت ابو بکر رض پر گذرے تو اُنکو دیکھا کہ بہت آہستہ پڑھ رہے تھے آپ نے اُنسے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے حضرت ابو بکر رض نے کہا کہ جس سے میں مناجات کرتا ہوں وہ بیشک میری سُنتا ہے۔ اور حضرت عمر رض پر گذرے کہ وہ پکار پکار کر پڑھ رہے تھے آپ نے اُنسے اسکی وجہ پوچھی اُنھوں نے عرض کیا کہ میں سوتے شخصوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو جھڑکتا ہوں۔ اور حضرت بلال رض پر گذرے کہ وہ چند آیتیں ایک صورت کی اور چند دوسری کی پڑھ رہے تھے اُنسے جو آپ نے سبب پوچھا تو اُنھوں نے عرض کیا کہ میں عمدہ کو عمدہ کے ساتھ ملا رہا ہوں آپ نے فرمایا کہ تم سب نے خوب کیا اور بہتر کیا

[illegible]

جب خفیہ اور جلانیہ دونون کے پڑھنے مین احادیث وارد ہین تو انمین تطبیق کی صورت یہ ہی کہ آہستہ پڑھنا ریا سے بعید تر ہی اور ریا و شہرت کو جہان دخل نہین تو جو شخص اپنے نفس پر ریا اور ریا و شہرت کا خوف رکھتا ہو اسکے حق مین آہستہ پڑھنا ہی بہتر ہی اور اگر اس امر کا خوف نہو اور نہ پکار کر پڑھنے سے کسی دوسرے کے پڑھنے مین خلل ہوتا ہو تو اس صورت مین پکار کر پڑھنا افضل ہی اسلیے کہ اسمین عمل بہت ہی اور اسکا فائدہ غیر کو بھی پہونچتا ہے اور ظاہر ہی کہ جو خیر دوسرے کو بھی پہونچے وہ اس سے بہتر ہی جو ایک ہی کو پہونچے اور ایک وجہ یہ ہی کہ پکار کر پڑھنا قاری کے دل کو ہوشیار کرتا ہی اور اسکی ہمت کو قرآن مین فکر کرنے کے لیے جمع کر دیتا ہی اور اسکے کان کو اسکی طرف متوجہ کر دیتا ہی اور نیند کو دفع کر دیتا ہی اور پڑھنے کا مزہ زیادہ ہوتا ہی اور تکان کم کرتا ہی اور یہ بھی امید ہوتی ہی کہ کوئی سوتا ہوا آواز سنکر جاگ پڑے تو اسکی شب بیداری کا باعث پڑھنے والا ہی ہوگا اور بعض اوقات کوئی غافل بیکار آدمی اسکو دیکھکر خواب غفلت سے ہوشیار ہوتا ہی اور بمصداق اسکے کہ انچہ از دل خیزد بر دل ریزد قاری کی کیفیت اسکے دل مین اثر کر جاتی ہے اور کچھ کرنے کا مشتاق ہو جاتا ہی پس اگر قاری کو ان نیتون مین سے کوئی ہو تو پکار کر پڑھنا اچھا ہی اور اگر یہ سب نیتین جمع ہو جاوین تو اجر بھی مضاعف ہوگا کہ نیتون کی کثرت سے اعمال بڑھتے ہین اور انکا ثواب مضاعف ہوتا ہی مثلاً ایک کام مین دس نیتین ہون تو اسمین دس ثواب ہونگے اور اس بنا پر ہم کہتے ہین کہ قرآن کو مصحف مین دیکھکر پڑھنا افضل ہی کیونکہ اسمین آنکھ کا کام اور مصحف کا دیکھنا اور اٹھانا زیادہ ہی اسی وجہ سے اسکا ثواب بھی زیادہ ہوگا اور بعضون نے کہا ہی کہ دیکھکر قرآن پڑھنا سات گنا ثواب رکھتا ہی اسلیے کہ مصحف کا دیکھنا بھی تو عبادت ہی حضرت عثمان رض اس کثرت سے مصحف مین تلاوت کرتے تھے کہ دو قرآن آپکے پاس پھٹ گئے تھے اور اکثر صحابہ رض کا یہی دستور تھا کہ دیکھکر تلاوت کرتے تھے اور یہ برا سمجھتے تھے کہ کوئی دن ایسا گذرے جسمین مصحف کو نہ دیکھ لین مصر کے ایک فقیہ حضرت امام شافعی رح کے پاس سحر کے وقت آئے اور آپکے سامنے قرآن کھلا ہوا تھا آپنے اس فقیہ سے کہا کہ فقہ نے تمکو قرآن سے روک دیا مجکو دیکھو کہ مین عشا پڑھکر قرآن اپنے سامنے رکھتا ہون اور صبح تک اسکو نہین بند کرتا۔ ادب ششم قرآن کو خوش آوازی سے پڑھنا اور قرأت کو سنوار کر ادا کرنا مگر حروف کو اتنا نہ کھینچے کہ الفاظ بدل جاوین یا انکے انتظام مین ابتری ہو جاوے بلکہ ایک ترتیل اور زینت کے ساتھ پڑھنا کہ سنت ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین زینوا القرآن باصواتکم۔ اور فرمایا ما اذن اللہ لشئی ما اذن لنبی یتغنی بالقرآن۔ اور فرمایا لیس منا من لم یتغن بالقرآن۔ بعضے اس حدیث سے یہ مراد لیتے ہین کہ استغنا مقصود ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ اس سے مراد لہجہ کا سنوارنا اور الحان سے پڑھنا ہی اور لغت والون کے نزدیک صواب کے قریب پچھلے ہی معنی ہین۔ اور مروی ہی کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رض کا انتظار کرتے تھے وہ دیر کر تشریف لائین آپنے فرمایا کہ دیر کیون ہوئی انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین ایک شخص کی قرأت سنتی تھی کہ اس سے زیادہ خوش آواز مین نے نہین سنا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے اور تشریف لیگئے اس شخص کی تلاوت دیر تک سنکر لوٹ آئے اور فرمایا کہ یہ شخص ابو حذیفہ کا مولا ہی خدا کا شکر ہی کہ جسنے میری امت مین ایسا شخص کیا۔ اور ایک رات آنحضرت صلعم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کی تلاوت سنی اور آپکے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما تھے بہت دیر تک کھڑے رہے پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا من اراد ان یقرء القرآن غضا کما انزل فلیقرأہ علی قراءۃ ابن ام عبد۔ اور ایکبار آپنے حضرت ابن مسعود رض کو فرمایا کہ قرآن مجکو سناؤ انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ پر تو اترا ہی ہی آپ ہی کو سناؤن آپنے فرمایا کہ مجکو یہ اچھا معلوم ہوتا ہی کہ اسکو دوسرے شخص سے سنون پس حضرت ابن مسعود رض پڑھتے جاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چشم مبارک سے آنسو بہاتے تھے۔ اور ایکبار آپنے حضرت ابو موسی اشعری رض کا پڑھنا سنا تو فرمایا کہ اس شخص کو آل داؤد کی مزامیر مین سے کچھ عنایت ہوا ہی یہ خبر حضرت موسی اشعری کو پہونچی انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر مجکو معلوم ہوتا کہ آپ سنتے ہین تو مین آپکے لیے اور بنا اور سنوار کر پڑھتا۔ اور قاری ہیثم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا وہ کہتے ہین کہ آپنے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ہیثم تو ہی ہی جو قرآن کو اپنی آواز سے سنوارتا ہی مین نے عرض کیا کہ ہان فرمایا کہ خدا تعالی تجکو جزاے خیر دیوے۔ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جب جمع ہوتے تو اپنے مجمع مین سے ایک شخص سے کہتے کہ ہم کو کوئی سورت قرآن کی پڑھو۔ اور حضرت عمر رض حضرت ابو موسی

[illegible]

م ح ابو داود و نسائی بروایت براء رضی اللہ عنہ ۱۲

ع ح جو شخص چاہے کہ قرآن آہستہ اور اچھی آواز سے پڑھے جیسا اترا ہی تو اسکو چاہیے کہ ابن مسعود کی قراءت پر پڑھے ۱۲

م ح بخاری و مسلم بروایت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ۱۲

م ح بخاری و مسلم بروایت ابو موسی ۱۲

کہتے کہ ہمکو ہمارے رب کی یاد دلاؤ حضرت ابو موسیٰ رضؓ آپ کے سامنے یہانتک قرآن پڑھتے کہ نماز کا وقت درمیانی ہونے کو آجاتا اسوقت لوگ کہتے
کہ یا امیر المؤمنین الصلوٰۃ الصلوٰۃ تو آپ فرماتے کہ ہم کیا نماز میں نہیں ہیں یعنی یہ ارشاد اشارہ تھا اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر کہ فرماتا ہے ولذکر اللہ اکبر ف
اور آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب مجید میں سے ایک آیت سنیگا وہ اسکے لیے قیامت میں نور ہوگی اور ایک حدیث میں ہے کہ اسکے لیے
دس نیکیاں لکھی جاوینگی اور جب سننے والے کو اتنا ثواب ہوا اور پڑھنے والا اس ثواب کا سبب ہے تو وہ بھی اسمین شریک ہوگا بشرطیکہ اسکا قصد ریا اور تکلف نہو

تیسری فصل تلاوت کے اعمال باطنی کے ذکر میں اور وہ دس ہیں اول سمجھنا اصل کلام کا یعنی کلام کی عظمت اور بزرگی کو جاننا اور خدا تعالیٰ
کے فضل و احسان کو خلق پر سمجھنا کہ اسنے عرش بریں سے اس کلام کو ایسے درجہ میں اتار دیا کہ خلق کی سمجھ میں آجاوے تو اسپر تامل کرنا چاہیے کہ
خدا تعالیٰ کی مہربانی خلق پر کتنی ہے کہ جو کلام کہ اسکی صفت قدیم اور اسکی ذات کے ساتھ قائم تھا اسکے معانی کو خلق کی سمجھ میں پہونچا دیا اور وہ صفت
حروف و اصوات کے بیچ میں ہے کہ کس طرح خلق کو ظاہر ہوگئی حالانکہ حروف و اصوات بشر کے صفات ہیں لیکن چونکہ بشر کو طاقت نہیں کہ بدون اپنی ہی
اپنے صفات نفس کے خدا تعالیٰ کے صفات کو سمجھ سکیں اسلیے ان حروف و اصوات کے پیرایہ میں اس صفت کو کر دیا اگر بالفرض کلام الٰہی کے
کنہ جلال حروف کے پیرایہ میں چھپی نہوتی تو عرش بھی اس کلام کے سننے پر نہ ٹھہرتا نہ خاک کو تاب اسکے سننے کی ہوتی بلکہ اسکی عظمت اور اشعہ
نور سے عرش سے فرش تک سب متفرق ہو جاتے۔ اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ ثابت نہ رکھتا تو انکو اسکے کلام سننے کی تاب
نہوتی جیسے پہاڑ کو اسکی ادنیٰ تجلی کی طاقت نہوئی اور ریزہ ریزہ ہوگیا اور کلام کی عظمت کا سمجھانا بدون ایسی مثالوں کے ممکن نہیں جو خلق کی
فہم کی حد تک ہوں اور اسی نظر سے بعض عارفوں نے اس عظمت کو اسطرح تعبیر کیا ہے کہ کلام الٰہی میں سے لوح محفوظ میں ہر حرف کوہ قاف سے
بڑا ہے اور سب فرشتے اگر اس بات پر متفق ہوں کہ اسکے ایک حرف کو اٹھا دیں تو انکو اسکی طاقت نہو یہانتک کہ اسرافیل علیہ السلام جو لوح محفوظ
کے فرشتے ہیں آکر اٹھا لیتے ہیں اور انکا اٹھانا بھی خدا تعالیٰ کے حکم سے ہے نہ انکے زور و طاقت سے اللہ تعالیٰ نے انکو اسکے اٹھانے کی
طاقت دے دی ہے اور اسمین انکو مصروف رکھا ہے۔ اور باوجود کلام کے عالی درجہ ہونے کے اسکے معانی فہم انسان میں پہونچیں اور آدمی
کم رتبہ ہو کر اسکے سمجھنے میں ثابت رہے اسکے لیے ایک حکیم نے نہایت پاکیزہ وجہ بیان کی ہے اور ایک مثال لکھی ہے جس میں کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہیں کیا وہ یہ ہے کہ اسنے کسی بادشاہ سے استدعا کی کہ انبیا علیہم السلام کی شریعت اختیار کرو بادشاہ نے اس حکیم سے چند باتیں
پوچھیں انکا جواب حکیم نے ایسا دیا جو بادشاہ کی سمجھ میں آسکے پھر بادشاہ نے پوچھا کہ بھلا یہ بتاؤ کہ جو کلام انبیا لاتے ہیں اسکو تم دعویٰ کرتے ہو
کہ آدمیوں کے کلام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے پھر اس کلام کو آدمی کیسے سمجھتے ہیں حکیم نے جواب دیا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب آدمی کسی چوپایہ
یا پرند کو سمجھانا چاہتے ہیں مثلاً آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا یا سامنے منہ کرنا یا پشت پھیرنا وغیرہ اور انکو معلوم ہے کہ چوپایوں کی سمجھ اس بات سے قاصر
ہے کہ جو کلام ہمارے نور عقل سے حسن ترتیب اور انتظام نادر کے ساتھ سرزد ہوتا ہے اسکو سمجھ لیویں تو بالضرور انکو بہائم کے درجہ کی طرف اترنا پڑتا ہے
اور اپنے مقصود کو انکے اندر ایسی آوازوں سے پہونچاتے ہیں جو بہائم کی سمجھ کے مناسب ہوں جیسے چخ چخ کرنا اور سیٹی بجانا اور اسی کے قریب
دوسری آوازیں جنکو جانور سمجھ سکیں اسی طرح آدمی بھی کلام الٰہی کو اسکی ماہیت اور کمال صفات کے ساتھ سمجھنے سے عاجز ہیں تو انبیا بھی
انکے ساتھ وہی چال چلے جو آدمی چوپایوں کے ساتھ برتتے ہیں یعنی اس کلام پاک کو ایسے الفاظ و حروف میں بیان کیا جس سے آدمی اسکی
حکمت کو سمجھ جاویں جیسے جانور سیٹی وغیرہ سے انکے مطالب کو سمجھ لیتے ہیں۔ اور چونکہ حکمت کے معانی ان حروف و اصوات میں پوشیدہ ہیں
اسی جہت سے ان معانی کی شرافت اور عظمت کے سبب سے کلام کی عظمت کیجاتی ہے تو گویا آواز حکمت کا جسم اور مکان ہے اور حکمت آواز کے لیے
روح اور جان ہیں جیسے آدمیوں کے جسم روح کے ہونے کے باعث مکرم اور معزز ہوتے ہیں اسی طرح کلام کے اصوات و حروف بھی ان حکمتوں
کی جہت سے جو انکے اندر ہوتی ہیں مشرف و مقصود ہوتے ہیں اور کلام منزلت بلند اور درجہ رفیع رکھتا ہے غالب ہیں زبردست حق و باطل میں

ف اور البتہ اللہ کی یاد بہت بڑی ہے ۱۲ ع ح ذہبی نے بروایت ابو ہریرہ ان دونوں کو روایت کیا ہے اور اسکی اسناد میں ضعف اور انقطاع ہے ۱۲

حکم جاری کرنے والا حاکم عادل اور گواہ پسندیدہ ہی اسی سے امر ہوتا ہی اور یہی نہی کرتا ہی باطل کو یہ تاب نہیں کہ حکمت کے کلام کے سامنے ٹھہرے جیسے سایہ آفتاب کی شعاع کے سامنے نہیں ٹھہرتا اور انسانوں کو یہ طاقت نہیں کہ حکمت کی تہ کے پار ہو جاویں جیسے انکو یہ مقدور نہیں کہ اپنی آنکھوں کو جسم آفتاب کے پار کر دیں لیکن آفتاب کی روشنی سے انکو اسی قدر ملتا ہی کہ جس سے انکی آنکھوں میں نور آ جاوے اور صرف اپنی حاجتکو معلوم کر لیں غرض کلام کو یہ سمجھنا چاہیے کہ کوئی بادشاہ ہی جسکا چہرہ معلوم نہیں ہوتا اور اسکا حکم جاری ہی یا آفتاب ہی کہ اسکی روشنی ظاہر ہی اور اسکا عنصر پوشیدہ ہی یا ستارہ روشن ہی کہ بعض اوقات جس شخص کو اسکی چال سے واقفیت نہیں اسکو بھی اس سے راہ ملجاتی ہی۔ حاصل یہ کہ کلام نہایت نفیس خزانوں کی کلید ہی اور وہ آب حیات ہی کہ جس نے اسمیں سے پیا وہ زندہ جاوید ہوا اور ایسی دوا ہی کہ جسنے اسکو نوش جان کیا کبھی بیمار نہوا۔ غرضکہ یہ امر جو حکیم نے بیان کیا ہی معنی کلام کے سمجھانے کے لیے ایک شمہ ہی اور اس سے زیادہ بیان کرنا علم معاملہ کے مناسب نہیں اسی لیے اسی قدر پر اقتصار کیا جاتا ہی۔ دوم کلام کرنے والے کی عظمت کہ قاری کو تلاوت قرآن کے شروع کرنے کے وقت اپنے دل میں متکلم کی عظمت حاضر کرنی چاہیے اور یہ جانے کہ جو کچھ میں پڑھتا ہوں یہ آدمی کا کلام نہیں اور یہ کہ کلام مجید کی تلاوت میں بہت سا خطرہ ہی لیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی لا یمسہ الا المطہرون۔ اور جس طرح کہ ظاہر جلد قرآن کی اور اسکے ورق اس بات سے محفوظ ہیں کہ آدمی کی جلد بدن طہارت اسکو لگے اسی طرح اسکے اندر کے معنی بھی بباعث اسکی عزت و بزرگی کے دل کے اندر بدون ہر طرح کی ناپاکی سے پاک ہونے کے اور نور تعظیم و توقیر سے منور ہونے کے نہیں آ سکتے اور جس طرح کہ ہر ایک ہاتھ جلد مصحف کے چھونے کا شایان نہیں اسی طرح اسکے حروف کی تلاوت کو بھی ہر ایک زبان لیاقت نہیں رکھتی اور نہ ہر ایک دل کو اسکے معانی کے حاصل کرنے کی قابلیت۔ اور اسی جیسی تعظیم کی بابت سے عکرمہ بن ابی جہل جب قرآن مجید کو کھولتے تو بیہوش ہو جاتے اور کہتے کہ یہ کلام میرے پروردگار کا ہی یہ کلام میرے رب کا ہی۔ خلاصہ یہ کہ کلام کی عظمت سے متکلم کی عظمت ہوتی ہی اور متکلم کی عظمت دل میں نہیں آتی جب تک کہ اسکے صفات اور بزرگی اور افعال میں فکر نہ کریں پس جبکہ قاری کے دل میں عرش اور کرسی اور آسمان اور زمین اور انکے درمیان کی چیزیں یعنی جن اور انسان اور حیوانات اور درخت آویں اور جانے کہ ان سب کا پیدا کرنیوالا اور انپر قدرت رکھنے والا اور انکو روزی دینے والا واحد یکتا ہی اور سب کے سب اسکے قبضہ قدرت میں ہیں اور اسکے فضل و رحمت اور عذاب اور سطوت میں متردد ہیں اگر وہ انعام کریگا تو اپنے فضل سے اور اگر عذاب کریگا تو اپنے عدل سے اور اسی کا یہ ارشاد ہی کہ یہ لوگ بہشت کے لیے ہیں اور مجکو پروا نہیں اور یہ لوگ دوزخ کیواسطے ہیں اور مجکو پروا نہیں اور یہ نہایت عظمت اور بزرگی ہی کہ کسی چیز کی پروا نہو تو ایسی باتوں کے سوچنے سے متکلم کی عظمت دل میں آتی ہی پھر کلام کی تعظیم اسمیں جاگزین ہوتی ہی۔ سوم دل کا حاضر ہونا اور حدیث نفس کا نہونا بعض مفسرین نے یایحیی خذ الکتب بقوۃ کی تفسیر میں کہا ہی کہ قوت سے مراد کوشش اور اجتہاد ہی اور کتاب کو کوشش سے لینے کے یہ معنی ہیں کہ اسکو پڑھنے کے وقت اسی کے لیے ہو رہے اور ہمت کو اسمیں مصروف کر دے دوسری چیزمیں صرف ہمت نہ کرے۔ اور بعض اکابر سے کسی نے پوچھا کہ جب تم قرآن مجید پڑھتے ہو تم اپنے نفس میں کسی چیز کی بات کرتے ہو یا نہیں فرمایا کہ بھلا قرآن سے زیادہ مجھے کوئی چیز پیاری ہی جسکی بات میں اپنے جی میں کروں اور بعض اکابر سلف کا دستور تھا کہ جب کوئی سورۃ پڑھتے اور اسمیں دل حاضر نہوتا تو اسکو دوبارہ پڑھتے اور یہ صفت حضور دل کی پہلی صفت یعنی کلام کی تعظیم سے پیدا ہوتی ہی کیونکہ جس کلام کو آدمی پڑھتا ہی اگر اسکی تعظیم کریگا تو اس سے انس حاصل کریگا اور بشارت کا خواہان ہوگا اور اس سے غافل نہوگا اور قرآن مجید میں وہی چیزیں ہیں جنمیں انس ہو اور دل لگے بشرطیکہ پڑھنے والا اسکا اہل ہو پھر کیسے ہو سکتا ہی کہ جو قرآن پڑھے وہ دوسری چیزمیں فکر کرنے سے انس کا طالب ہو قرآن تو خود سیرگاہ اور تماشا کا مقام ہی جو شخص سیر کے مقاموں کا تماشا کرتا ہوگا وہ اسکے سوا اور چیزوں میں فکر نہ کریگا چنانچہ کہتے ہیں کہ قرآن میں میدان اور بستان اور مقصورے اور عروسیں اور دیبا اور گلزار اور سرائیں ہیں اس طرح کہ میم اسکے میدان ہیں

اور سب قرآن کے بستان اور سح اُسکے حجرے اور جن سورتون کے شروع مین سبحان یا سبح یا یسبح ہی وہ اُسکی عروسین ہین اور ساتون حم اُسکے دیبا ہین اور مفصل سورتین اُسکے گلزار ہین اور اسکے سوا اسرائین ہین پس جسوقت قاری میدانون مین داخل ہوا اور بوستانون کے میوے توڑے اور حجرون مین گئے اور عروسون کو دیکھے اور دیبا پہنے اور گلزار کی گلگشت کرے اور سرائیون کی کھڑکیون مین ٹھہرے تو یہ باتین اُسکو دوسری طرف متوجہ نہونے دینگی اُنھین مین ڈوبا رہیگا اُسکا دل علحدہ نہوگا نہ فکر بٹیگا۔ چہارم قرأت مین تامل کرنا یہ امر حضور دل کے سوا ہی کہ بعض اوقات تلاوت کرنے والا قرآن کے سوا دوسری چیز مین تو فکر نہین کرتا مگر صرف قرآن اپنی زبان سے سنتا ہی اُسکو سمجھتا نہین حالانکہ پڑھنے سے مقصود سمجھنا اور تامل کرنا ہی اور اسی وجہ سے اُسکو ٹھہر کر پڑھنا مسنون ہوا ہی کہ اگر ظاہر مین ٹھہر کر پڑھیگا تو دل مین سوچتا اور سمجھتا جاویگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جس عبادت مین سمجھ نہو نہ اُسمین برکت ہوتی ہی اور نہ جس تلاوت مین تامل ہو اُسمین بہتری ہوتی ہی۔ اور اگر تلاوت کرنے والا بدون دوبارہ پڑھنے کے معنی مین تامل نہ کرسکے تو چاہیے کہ دوبارہ پڑھے لیکن امام کے پیچھے ایسا نہ چاہیے کیونکہ اگر یہ ایک آیت کو سوچتا رہیگا اور امام دوسری آیت مین مشغول ہو جاویگا تو بُرا کریگا اور اسکی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص اُسکے کان مین بات کہے اور یہ ایک ہی لفظ سے تعجب کرنے لگے اور اسکی باقی گفتگو کچھ نہ سمجھے اور یہی حال ہی اگر امام رکوع مین ہو اور یہ اُسکی پڑھی ہوئی آیت مین فکر کر رہا ہو بلکہ جس رکن مین جاوے اور جو کچھ پڑھے اُسی کو سوچے دوسری بات سوچنا داخل وسواس ہی چنانچہ عامر بن عبد قیس سے مروی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ مجکو نماز مین وسواس ہوا کرتا ہی لوگون نے کہا کہ دنیا کے معاملات کا وسوسہ ہوتا ہی فرمایا کہ دنیا کے وسوسون سے تو مین اپنے حق مین اسکو بہتر جانتا ہون کہ نیزون کی بھالین میرے وار پار کردی جاوین بلکہ وہ یہ صورت ہی کہ میرا دل اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے مین لگ جاتا ہی اور یہ سوچنے لگتا ہی کہ یہان سے کیسے پھرون۔ تو دیکھو کہ اُنھون نے اسکو بھی وسواس جانا اور واقع مین اس اعتبار سے وسواس ہی کہ جس رکن مین آدمی ہو اُسکو سمجھنے نہین دیتا اور شیطان ایسے لوگون پر بدون اس صورت کے قابو نہین پاتا کہ انکو کسی دینی ضرورت مین مشغول کردے اور جو افضل بات ہی اُس سے روکدے اور جب یہ معاملہ حضرت حسن بصری کے سامنے مذکور ہوا تو فرمایا کہ اگر تم انکا یہ حال سچ کہتے ہو تو ہمپر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان نہین کیا اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور بیس دفعہ اُسکو دُہرایا اور اتنی دفعہ پڑھنے کی یہی وجہ کہ آپ اُسکے معانی مین فکر کرتے تھے۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات ہمکو نماز پڑھائی اور تمام رات ایک ہی آیت کو مکرر پڑھتے رہے اور وہ یہ آیت ہی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ اور تمیم داری نے ایک رات اس آیت مین بسر کردی اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ۔ اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو پڑھتے پڑھتے صبح کردی وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین ایک سورۃ شروع کرتا ہون اُسمین بعض بات ایسی مشاہدہ کرتا ہون کہ صبح تک کھڑا رہتا ہون وہ سورت پوری نہین ہوتی۔ اور بعض اکابر یہ فرمایا کرتے کہ جتنی آیتین مین نہین سمجھتا اور اُنمین میرا دل نہین ہوتا اُنمین مین ثواب نہین جانتا۔ اور ابو سلیمان دُرّانی سے منقول ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین ایک آیت پڑھتا ہون اور چار یا پانچ شبین اُسی مین بسر ہو جاتی ہین اگر مین خود اُسمین فکر کرنا نہ چھوڑون تو دوسری آیت کی نوبت ہی نہ آوے اور بعض اکابر سلف سے منقول ہی کہ وہ سورۂ ہود مین چھ مہینے رہے اُسی کو مکرر پڑھا کیے اور اُسمین فکر کرنے سے فرصت نہ ملی۔ اور بعض عارف فرماتے ہین کہ میرا ختم ایک تو ہفتہ وار ہی اور ایک ہر مہینہ مین اور ایک ہر سال مین اور ایک وہ ہی کہ تیس برس سے مین نے شروع کیا ہی ابھی تک اُس سے فارغ نہین ہوا یعنی جس قدر فکر اور تفتیش زیادہ ہو اُسی قدر عارف ختم کی بڑھتی ہی اور یہ بھی اُن بزرگ کا قول تھا کہ مین نے اپنے نفس کو مزدور کے قائم مقام کر رکھا ہی اسی لیے مین روزینہ پر بھی کام کرتا ہون اور ہفتہ وار بھی اور مشاہرہ اور سالانہ کے اعتبار سے بھی پنجم تفہم ہی یعنی ہر آیت سے

جو مضمون اُسکے لائق ہو اُسکو نکالے کیونکہ قرآن مین ذکر اللہ تعالی کی صفات اور افعال کا اور ذکر انبیا کے احوال اور انکے مکذبین کے حالات کا ہے اور یہ امر کہ وہ کس طرح ہلاک کر دیے گئے اور ذکر خدا تعالی کے اوامر اور نواہی کا اور ذکر جنت و دوزخ کا ہے۔ صفات کی آیتین یہ ہین کہ مثلاً ارشاد ہے لیس کمثلہ شئی وہو السمیع البصیر۔ اور فرمایا الملک القدوس السلام المومن المہیمن العزیز الجبار المتکبر۔ پس ان اسما اور صفات کے معنون مین تامل کرے تاکہ اُنکے اسرار واضح ہون کہ ہر ایک کے اندر بہت معانی مدفون ہین اور بغیر توفیق یافتہ شخصون کے اور کسی کو معلوم نہین ہوتے اور اسی کی طرف حضرت علی رضہ نے ارشاد فرمایا ہے اپنے اس قول مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات مجکو خفیہ ایسی نہین بتائی کہ لوگون سے چھپا رکھی ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی کسی بندہ کو سمجھ اپنی کتاب کی عنایت کر دیتا ہے۔ پس اس فہم کی طلب کا حریص ہونا چاہیے جیسا کو حضرت علی رضہ نے ارشاد فرمایا اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ جو شخص اولین و آخرین کے علم کا ارادہ کرے اُسکو چاہیے کہ قرآن مجید کے علم کی بحث کرے اور علوم قرآن مین سب سے زیادہ اللہ تعالی کے اسما اور صفات کے اندر ہین کہ اکثر لوگون کو انہین سے وہی باتین دریافت ہوئی ہین جو اُنکے فہم کے لائق ہین اُنکی تہ کو نہین پہونچے۔ اور افعال اللہ تعالی کے یہ ہین کہ آسمان اور زمین وغیرہ کا پیدا کرنا اور مارنا اور جلانا وغیرہ تو تلاوت کرنے والے کو چاہیے کہ ان افعال سے خدا تعالی کے صفات سمجھے اسلیے کہ فعل فاعل پر دلالت کیا کرتا ہے اور فعل کی عظمت سے اُسکے فاعل کی عظمت معلوم ہوتی ہے اسلیے یہ چاہیے کہ فعل مین فاعل کا مشاہدہ کرے صرف فعل ہی کا لحاظ نہ رکھے کہ جو کوئی حق کو پہچانتا ہے وہ اُسکو ہر چیز مین دیکھتا ہے کیونکہ ہر چیز اُسی سے ہے اُسی کی ذات سے قائم اور اُسی کی ملک تو واقع مین ہمہ اوست کا یہ مضمون کا ہے اور جو شخص اپنی دیکھی ہوئی ہر چیز مین اُسکو نہین دیکھتا اُسنے گویا اُسکو پہچانا ہی نہین اور جسنے اُسکو پہچان لیا ہے اُسنے یہ جان لیا ہے کہ سواے خدا تعالی کے ہر چیز باطل ہے اور بجز اُسکی ذات کے ہر ایک چیز فانی ہے یہ نہین کہ ثانی الحال باطل ہو جاویگی بلکہ اگر اُسکے وجود کو اُسکی ذات کے اعتبار سے دیکھین تو بالفعل باطل ہے ہان اگر اُسکے وجود کو اس لحاظ سے دیکھین کہ وہ خدا تعالی کے باعث اور اُسکی قدرت کی جہت سے موجود ہے تب البتہ اُسکو تبعیت کے طور پر ثبات ہوگا اور مستقل ہو کر تو صرف باطل ہے اور یہ امر علم مکاشفہ کا آغاز ہے اور اسی وجہ سے تلاوت کرنیوالے کو چاہیے کہ جب اللہ تعالی کے یہ ارشاد پڑھے افرأیتم ما تحرثون افرأیتم ما تمنون افرأیتم الماء الذی تشربون افرأیتم النار التی تورون۔ تو اپنی نظر کو آگ اور پانی اور کھیتی اور منی پر کوتاہ نہ کرے بلکہ انکا سب حال سوچے مثلاً منی مین تامل کرے کہ وہ نطفہ ایک سے اجزا کا تھا اُسکی ہڈیان اور گوشت اور رگین اور پٹھے کیسے بنے اور اعضا مختلف شکلون کے سر اور ہاتھ اور پاؤن اور جگر اور دل وغیرہ کسطرح ہو گئے پھر اُسمین صفات عمدہ سننے دیکھنے عقل وغیرہ کے اور برے اخلاق مثل غضب اور شہوت اور کفر اور جہالت اور انبیا کا جھٹلانا اور جدل کرنا کیونکر پیدا ہوے جیسے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین۔ تو ان عجائب مین تامل کرے کہ اُنسے ایک اور اعجب العجائب کی طرف ترقی کر جاوے اور یہ وہ صفت ہے کہ جس سے یہ عجائب صادر ہوے ہین غرضکہ مدام جب فعل کو دیکھے تو اُس سے فاعل کی طرف نظر کرے اور انبیا کا احوال جب سنے کہ وہ کسطرح جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے اور انہین سے بعض جان سے مارے گئے تو اس سے خدا تعالی کی بے پروائی سمجھے کہ اُسکو نہ رسولون کی حاجت ہے نہ اُنکی جنکے پاس رسولون کو بھیجا ہے اور اگر وہ سب کو ہلاک کر دے تو اُسکی سلطنت مین کچھ اثر نہوگا اور جب انبیا کی مدد کا حال انجام کو سنے تو یون سمجھے کہ اللہ تعالی قادر ہے اور حق کی مدد کیا کرتا ہے اور مکذبین کا حال مثل عاد اور ثمود کے جب سنے کہ اُنپر کیا گذرا تو اُس سے خدا تعالی کی سطوت اور انتقام سے ڈرے اور اپنے نفس کے باب مین اُن حالات سے عبرت حاصل کرے کہ اگر مین غافل رہونگا اور بے ادبی کرونگا اور اس مہلت چند روزہ پر بھولونگا تو کیا عجب ہے کہ مجھپر بھی ایسا ہی عذاب ہو اور وہی حکم نفاذ پاوے اور ایسا ہی سوچنا اُسوقت چاہیے کہ جنت اور دوزخ کا وصف سنے یا اور کوئی قرآن مین کا مسائل گوش زد ہو اسلیے کہ جتنی باتین اُنمین سے سمجھی جاتی ہین اُنکا بالاستیعاب لکھنا نا ممکن ہے اسوجہ سے کہ کوئی اُنکی حد نہین ہر بندہ کو بقدر نصیب کے آ

۱ نہین ہے اُسکی طرح کا سا کوئی اور وہی ہے سنتا دیکھتا ۱۲ ۲ وہ پادشاہ پاک ذات ہر عیب سے سلامت امن دینا پناہ مین لیتا زبردست دباؤ والا صاحب بڑائی کا ۱۲ ۳ بھلا دیکھو جو بوتے ہو ۱۲ ۴ بھلا دیکھو جو پانی پیتے ہو ۱۲ ۵ بھلا دیکھو تو آگ جو سلگاتے ہو ۱۲ ۶ کیا دیکھتا نہین آدمی کہ ہمنے اسکو بنایا ایک بوند سے پھر تبھی وہ ہو گیا جھگڑتا بولتا ۱۲

اُسقدر ملتا ہی اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ - اور ایک جا ارشاد فرمایا قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا - اور اُسکی انتہا نہونیکی بہت سے حضرت علی رضہ نے فرمایا ہی کہ اگر مین چاہوں تو الحمد کی تفسیر سے ستر اونٹ بھر دوں - اور ہمنے جو ذکر کیا ہی اُس سمجھنے کے طور پر تنبیہ کر دی ہی تاکہ اُسکی راہ کھلے ورنہ اُسکے پورا بیان کرنے کی طمع نہین ہوسکتی اور جو شخص قرآن مجید کے مضامین مین ادنی درجہ کی سمجھ بھی نہ رکھتا ہو تو وہ اُن لوگون مین داخل ہوگا جنکے باب مین اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ حَتّٰى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور پھر وہ موانع ہین جنکو ہم ذیل مین لکھتے ہین - اور بعضون کا قول ہو کہ آدمی مرید نہین ہوتا جب تک کہ جس چیز کو چاہے قرآن مین نہ پالے اور نقصان کو فائدہ سے تمیز نہ کرلے اور مولی کے سبب بندون سے بے پروا نہو جاوے - سمجھ فہم کے موانع سے یکسو ہو تا کہ اکثر لوگ جو قرآن کے معانی سمجھنے سے باز رہے اُسکا سبب یہی ہو کہ شیطان نے اُنکے دلون پر اسباب اور حجاب ایسے ڈال دیے ہین کہ قرآن کے عجائب اُنکو نہین سوجھتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لولا ان الشياطين يحومون على قلوب بني آدم لنظروا الى الملكوت - اور معانی قرآن کے بھی ملکوت مین داخل ہین اور جو چیز حواس سے غائب ہی اور بدون نور عقل کے نہین معلوم ہوتی وہ ملکوت مین سے ہی اور قرآن کے معانی ایسے ہی ہین -

اور سمجھنے کے حجاب چار ہین پہلا یہ کہ ہمت اس بات کی طرف مصروف ہو کہ حروف کو مخرج سے نکالنا چاہیے اور اس بات کا متولی ایک شیطان ہی جو قاریون پر معین ہی اسلیے کہ اُنکو معانی قرآن کے سمجھنے سے اور طرف پھیر دے تو وہ قاریون کو اسی بات پر آمادہ کرتا ہی کہ حروف کو مکرر سہ کرر ادا کرین اور اُنکے خیال مین بسا دیتا ہی کہ ابھی یہ حرف اپنے مخرج سے نہین نکلا تو جس صورت مین کہ قاری کا تامل صرف حروف کے مخارج ہی پر منحصر ہو تو اُسکو قرآن کے معانی کہان واضح ہونگے اور جو شخص شیطان کے اس دھوکے مین آجاتا ہی وہ اُسکا بڑا ہی مسخرہ بنتا ہی - دوسرا یہ کہ کسی مذہب کو سنکر اُسکا مقلد ہوگیا ہو اور اُسکی تعریف کرتا ہو اور اُسکے دل مین اُسکی پیچ صرف سنی ہوئی بات کے اتباع سے جم گئی ہو یہ نہین کہ بصیرت اور مشاہدہ سے دیکھکر اُسکی پیچ کرتا ہو ایسے شخص کا حال یہ ہوتا ہی کہ اپنے اعتقاد کی زنجیر مین مقید رہتا ہی کہ وہ اُسکو ٹلنے نہین دیتی اسی لیے اُسکے دل مین بجز اُسکے اعتقاد کے اور چیز خطور نہین کرتی اُسکی نظر صرف اپنی سنی ہوئی بات پر موقوف ہوتی ہی اور اگر کوئی چمک دور سے ہو جاتی ہی اور کچھ معنی اُسکے اعتقاد کے خلاف ظاہر ہوتے ہین تو شیطان تقلید اُسپر حملہ کرتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ بات تیرے دل مین کیسے گذری یہ تو تیرے اکابر کے عقیدون کے خلاف ہی پس وہ شخص اُن معنون کو شیطان کا فریب جانکر اُس سے دوری کرتا ہی اور اُس جیسے معانی سے احتراز کرتا ہی اور اسیوجہ سے صوفیہ کرام فرماتے ہین کہ علم حجاب ہی اور علم سے اُنکا مقصود وہ عقائد کا علم ہی جسپر اکثر لوگ صرف تقلید کی جہت سے چلے جاتے ہین یا مذہب کے متعصبون نے کلمات جدل لکھکر اُنکو سکھلا دیے ہین ورنہ علم حقیقی جو کشف اور نور بصیرت کا مشاہدہ ہوتا ہی وہ کسطرح حجاب ہو سکتا ہی نہایت مطلوب تو وہی ہی اور یہ تقلید کبھی باطل ہوتی ہی اور اس صورت مین مانع فہم ہی جیسے کوئی عرش پر مستوی ہونے کے باب مین جگہ پکڑنا اور ٹھہرنا اعتقاد کرلے پس اگر صفت قدوسیت مین اُسکے دل مین یہ بات گذرے کہ جتنی باتین خلق پر ہوسکتی ہین وہ سب اسی پاک ہین تو اُسکے دل مین تقلید اس بات کو جمنے نہ دیگی اور اگر بالفرض جم جاوے تب تو اُس سے دوسرا کشف اور تیسرا اور چوتھا ہوتا چلا جاوے مگر مقلد اس امر کو اپنے دل سے بوجہ اپنی تقلید باطل کے جلد دور کر دیتا ہی - اور بعض اوقات تقلید حق ہوتی ہی اور وہ بھی فہم اور کشف کی مانع ہوتی ہی اسلیے کہ جنہین حق کے اعتقاد کرنے کا خلق کو حکم ہوا ہی اُسکے بہت سے مراتب اور درجے ہین اور اُسکا ایک مبدا ظاہری ہوتا ہی اور ایک منتہا باطنی اور جب طبیعت ظاہر پر جم جاتی ہی تو باطن کو منتہی تک پہونچنے کی مانع ہوا کرتی ہی جیسا کہ علم ظاہر اور باطن کے فرق بیان کرنے مین ہمنے باب قواعد العقائد مین ذکر کیا ہی تیسرا حجاب یہ ہو کہ کسی گناہ پر مصر ہو یا کبر کے ساتھ موصوف ہو یا دنیا کی خواہش مین کچھ مبتلا ہو کہ یہ چیزین دل کی تاریکی اور زنگ کی موجب ہوتی ہین اور اُنکا حال ایسا ہی جیسے آئینہ پر زنگ لگ جاتا ہی اور پھر ٹھیک ٹھیک عکس اُسمین نہین پڑتا اسی طرح دل پر اگر یہ چیزین جمی ہین تو امر حق کی تجلی اُسمین

صاف نہین ہوتی اور یہ حجاب دل کے لیے سب مین بڑا ہو اور اسی سے اکثر لوگ محجوب ہوگئے اور جس قدر کہ شہوات کا انبوہ دل پر زیادہ ہوگا اسی قدر معانی قرآن پر زیادہ حجاب اسکی طرف سے ہوگا اور جس قدر دنیا کا بوجھ دل پر ہلکا ہوگا اُسیقدر معانی کی تجلی نزدیک آجاویگی اسلیے کہ دل مثل آئینہ کے ہو اور شہوات مثل زنگ کے اور معانی قرآنی مثل اُن صورتون کے ہین جنکا عکس آئینہ مین پڑتا ہو اور دل سے ریاضت لینی یعنی شہوات کو دور کرنا ایسا ہی جیسے صیقل گر آئینہ کو جلا کر دیتا ہو- اور اسی وجہ سے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو کہ جب میری اُمت دینار و درہم کو بڑا جانیگی تو انمین سے اسلام کی ہیبت جاتی رہیگی اور جب اچھی بات کا امر کرنا اور بُری بات سے منع کرنا چھوڑ دینگے تو وحی کی برکت سے محروم رہینگے حضرت فضیل فرماتے ہین کہ اسکے یہ معنی ہین کہ فہم قرآن سے محروم رہینگے اور اللہ تعالی نے فہم اور تذکر مین انابت کو شرط فرمایا ہو چنانچہ ارشاد فرمایا تبصرۃ و ذکری لکل عبد منیب- اور فرمایا وما یتذکر الا من ینیب- اور فرمایا انما یتذکر اولوا الالباب- تو جو کوئی دنیا کے دھوکے کو آخرت کی نعمت پر اختیار کرے وہ صاحبان عقل سے نہین اور اسی وجہ سے اسرار قرآنی منکشف نہین ہوتے- چوتھا حجاب یہ ہو کہ کوئی تفسیر ظاہر پڑھ لی ہو اور یہ اعتقاد کر لیا ہو کہ جو کچھ حضرت ابن عباس اور مجاہد وغیرہ نے کلمات قرآن کی تفسیر بیان کی ہو وہی درست ہو انکے بیان کے سوا کلمات کے اور کچھ معنی نہین ہو انکے سوا معنی کہے وہ قرآن کو اپنی عقل سے بیان کرتا ہو جسکی شان مین یہ وارد ہو کہ جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی راے سے کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ مین تلاش کرے تو یہ بھی ایک حجاب ہو اور چوتھی فصل مین ہم یہ بیان کرینگے کہ راے سے تفسیر کرنے کے کیا معنی ہین اور یہ کہ یہ امر حضرت علی رضہ کے ارشاد کے خلاف نہین کہ اللہ تعالی کسی بندے کو قرآن مین سمجھ عنایت کر دیتا ہو اور یہ کہ اگر معنی ظاہری پر منقول ہی ہوا کرتے تو آدمی اُنمین اختلاف ہی کیون کرتے- ہفتم خاص کرنا اور اسکی صورت یہ ہو کہ قرآن مین سے ہر خطاب مین فرض کرے کہ مین ہی مقصود ہون یعنی اگر امر اور نہی سُنے تو فرض کرے کہ مجھکو ہوا ہو اور یہی حکم کیا گیا ہو اسی طرح اگر وعدہ اور وعید سُنے تو اُسکو اپنے حق مین فرض کرے اور اگر پہلے لوگون اور انبیا کے قصے سُنے تو جانے کہ قصہ مقصود نہین بلکہ عبرت حاصل کرنی منظور ہو اور یہ غرض ہو کہ اُنکے درمیان مین جو کچھ اپنی حاجت کی بات ہو اُسکو اختیار کر لینا چاہیے کیونکہ قرآن مین جو قصے ہین اُنکے مضامین سے کچھ نہ کچھ فائدہ آنحضرت صلعم اور انکی اُمت کے حق مین ہو اور اسی وجہ سے اللہ تعالی نے فرمایا ہو ما نثبت به فؤادک- تو تلاوت کرنیوالے کو فرض کر لینا چاہیے کہ اللہ تعالی جو نبیون کا حال اور اپنا اُنکا صبر کرنا اور خدا تعالی کی مدد کے انتظار مین دین پر جم رہنا بیان فرماتا ہو اس سے ہمارا دل کا ثابت رکھنا چاہتا ہو اور اس فرض کرنے اور تخصیص کی وجہ یہ ہو کہ قرآن مجید خاص آنحضرت صلعم ہی کے لیے نہین اُترا بلکہ وہ تمام عالمون کے لیے شفا اور ہدایت اور نور اور رحمت ہو اور اسلیے اللہ تعالی نے تمام لوگون کو نعمت کتاب کا شکر کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ ارشاد ہو واذکروا نعمۃ اللہ علیکم وما انزل علیکم من الکتاب والحکمۃ یعظکم به- اور فرمایا ولقد انزلنا الیکم کتابا فیه ذکرکم افلا تعقلون- اور فرمایا وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم- اور فرمایا کذلک یضرب اللہ للناس امثالهم- اور فرمایا واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم- اور فرمایا هذا بصائر للناس وهدی ورحمۃ لقوم یوقنون- اور فرمایا هذا بیان للناس وهدی وموعظۃ للمتقین- اور جبکہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ خطاب سے سب لوگ مقصود ہین اور قاری بھی انھین مین سے ہو تو یہ بھی خطاب مین شریک ہوگا اسلیے اُسکو فرض کرنا چاہیے کہ اس خطاب سے مین مقصود ہون اللہ تعالی فرماتا ہو واوحی الی هذا القرآن لانذرکم به ومن بلغ محمد بن کعب قرظی کہتے ہین کہ جس شخص کو قرآن پہونچا تو گویا خدا تعالی نے اُس سے کلام کیا- اور تلاوت کرنیوالا جب اپنے آپ کو مخاطب سمجھیگا تو اپنا عمل صرف سرسری پڑھ لینا مقرر نہ کریگا بلکہ اُسکو اسطرح پڑھیگا جیسے غلام اپنے آقا کا پروانہ پڑھتا جسمین آقا نے لکھا ہو کہ اسکو سوچ سمجھکر اُسکے بموجب کار بند ہونا اور اسی جہت سے بعض علما نے فرمایا ہو کہ یہ قرآن ہمارے رب کی طرف سے خطوط عہد و پیمان کے ساتھ آئے ہین کہ انکو نمازون مین ہم سمجھین اور تنہائی مین اُنپر واقف ہون اور طاعات مین انکی تعمیل کرین- اور حضرت مالک بن دینار کہا کرتے تھے کہ اے قرآن والو قرآن نے تمہارے دلون مین کیا بویا ہو قرآن مومن کے حق مین بہار ہو جیسے زمین کے حق مین مینہ بہار ہوتا ہو اور قتادہ رضہ نے فرمایا ہو کہ جس شخص نے قرآن کی ہمنشینی کی وہ یا فائدہ ہی لیکر اُٹھا یا گھٹی لیکر کہ اللہ تعالی فرماتا ہو شفاء ورحمۃ للمؤمنین ولا یزید الظلمین الا خسارا- ہشتم متاثر ہونا یعنی جس طرح آیتین مختلف مضامین کی آتی جاوینگی

اُسی طرح دل مین مختلف آثار ہوتے جاوین اور جس مضمون کو حزن اور خوف اور رجا کے سمجھے اُسی حالت اور کیفیت سے دل موصوف ہو جاوے اور جب کہ آدمی کی معرفت کامل ہوگی تو اُسکے دل پر اکثر خوف غالب رہیگا کیونکہ آیات قرآنی مین تضییق بہت ہے مثلاً ذکر رحمت و مغفرت کو ایسی شرطون سے وابستہ پاوٗگے کہ عارف اُنکے حاصل کرنے سے قاصر ہو دیکھو مغفرت کے باب مین چار شرطین مذکور فرمائین وَاِنِّی لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ۔ اور فرمایا وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۔ اسمین بھی چار شرطین ارشاد فرمائین اور جس جگہ مختصر فرمایا وہان ایک شرط ایسی لگادی ہے کہ وہ سب کی جامع ہو مثلاً فرمایا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ کہ رحمت کے لیے احسان کی شرط لگادی ہے کہ وہ سب کی جامع ہے اسی طرح اگر کوئی قرآن کو اول سے آخر تک ڈھونڈھے تو ایسے ہی مضامین بہت پاویگا اور جو شخص اس بات کو سمجھیگا اُسکو شایان یہی ہے کہ اُسکا حال خوف اور حزن ہو ۔ اور اسی وجہ سے حضرت حسن البصری رح نے فرمایا ہے کہ جو بندہ آج قرآن پڑھتا ہے اور اُسپر ایمان رکھتا ہے اُسکا حزن بہت ہو جاتا ہے اور خوشی کم اور رونا زیادہ ہوتا ہے اور ہنسنا تھوڑا اور رنج اور شغل کثرت سے ہو جاتا ہے اور راحت اور بیکار رہنا قلیل ۔ اور وہیب بن الورد کہتے ہین کہ ہمنے ان حدیثون اور وعظ کی باتون مین نظر کی تو قرآن کی تلاوت اور تدبر سے زیادہ کسی چیز کو نہ پایا جس سے دل نرم ہو اور حزن کو خوب کھینچ لاوے ۔ غرضکہ بندہ کا تلاوت سے متاثر ہونا یہ ہے کہ جو آیت پڑھے اُسکی صفت کے ساتھ موصوف ہو جاوے مثلاً آیت وعید پر اور بیان کہ مغفرت کو بہت شرطون پر موقوف کیا ہے خوف سے اتنا گھلے کہ گویا مرجاویگا اور جس جگہ وسعت رحمت اور وعدہ مغفرت ہو وہان اتنا خوش ہو کہ گویا خوشی سے اُڑجاویگا اور خداے تعالی کے صفات اور اسماء کے ذکر کے وقت اپنی گردن اُسکے جلال کے سامنے خضوع کرنے اور اُسکی عظمت کو معلوم کرنے کی جہت سے جھکاوے اور جب کافرون کا ذکر آوے اور اُنکے وہ قول پڑھے جو اللہ پر محال ہین مثلاً اُنکا یہ کہنا کہ خداے تعالی صاحب اولاد ہے یا بی بی رکھتا ہے تو اپنی آواز پست کرے اور اُنکی گفتگو کی قباحت سے دل مین شرمندہ ہو کر شکستہ ہو اور جنت کی صفت کے وقت باطن مین اُسکا شوق اُبھرے اور دوزخ کے حال مذکور ہونے پر اُسکے خوف کے مارے بدن تھرا اُٹھے اور جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رض کو ارشاد فرمایا کہ قرآن مجھکو سناؤ تو حضرت ابن مسعود رض کہتے ہین کہ مین نے سورۂ نساء شروع کی جب مین اس آیت پر پہونچا فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھون سے آنسو جاری ہین آپ نے فرمایا کہ اب بس کرو ۔ اور یہ اسلیے ارشاد فرمایا کہ اس حالت کے مشاہدہ مین آپ کا دل بالکل مستغرق ہوا اور خوف کرنے والون مین بعض اسطرح کے تھے کہ وعید کی آیتون پر بیہوش ہو کر جاتے تھے اور بعض ایسے بھی گذرے کہ آیتون کے سننے مین انتقال کر گئے ہین حاصل یہ کہ اسطرح کے احوال سے تلاوت کرنیوالا صرف نقال نہین رہتا مثلاً جب کہیگا اِنِّیْ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۔ اور دل مین خوف نہو تو یہ پڑھنا صرف کلام کا نقل کرنا ہوا اور جب پڑھے عَلَیْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَیْكَ اَنَبْنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ۔ اور توکل اور انابت کی حالت نہو تو یہ کہنا زبانی حکایت ہوگی اور جب پڑھے وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَآ اٰذَیْتُمُوْنَا تو چاہیے کہ اُسکا حال صبر خواہ عزیمت ہو تاکہ اس آیت کے پڑھنے کی کیفیت و حلاوت پاوے اور اگر ان صفات سے موصوف نہوگا اور ان حالات مین اُسکا دل بدلتا نہ رہیگا تو تلاوت سے اُسکو صرف زبان کی حرکت کا فائدہ ہوگا اور اپنے نفس کو صریح لعنت کریگا ان آیتون کے پڑھنے سے اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ اور كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ اور وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ اور فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا اور وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ اور سوا ان کے اور اسی طرح کی آیتون کے پڑھنے سے اپنے آپ کو لعن طعن کریگا اور اس آیت کا مصداق بنیگا وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّا اَمَانِیَّ ۔ یعنی صرف تلاوت ہی جانتے ہین اور اس آیت کے مضمون مین داخل ہوگا وکاین من آیۃ

فی السموات والارض یمرون علیہا وہم عنہا معرضون۔ اسلیے کہ ان علامتون کا بیان اچھی طرح قرآن مجید مین ہے اور جب پڑھنے والا انسے گذر جاوے اور متاثر نہو تو انسے روگردان ہوگا۔ اور یہی وجہ کسی نے کہا ہے کہ جو شخص اخلاق قرآنی سے متصف نہین ہوتا وہ جس وقت کلام اللہ پڑھتا ہے اللہ تعالی اسکو پکار کر فرماتا ہے کہ تجکو میرے کلام سے کیا علاقہ تو تو مجھسے روگردان ہے اگر تو میری طرف رجوع نہین کرتا تو میرے کلام کو مت پڑھ۔ اور گنہگار آدمی جو قرآن کو مکرر پڑھتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بادشاہی پروانہ کو دن بھر مین کئی دفعہ پڑھ لیا کرے اور انہین حکم کو کہ جو اسکے سلطنت کی آبادی کرو مگر وہ اسکے اجاڑنے مین مشغول ہو اور اسکے پروا نہ کو صرف پڑھ لینے پر اکتفا کرے اور تعمیل اسکی نہ کرے پس اگر وہ پروانہ نہ پڑھتا اور حکم کے خلاف کرتا تو انہین بادشاہی پروانہ کی حقارت اور غضب سلطانی کا استحقاق غالبا کم ہوتا اور اس صورت مین تو ظاہر ہے کہ اسکی حرکت نہایت نا زیبا ہے اور اسیلیے یوسف بن اسباط نے فرمایا ہے کہ مین قرآن کے پڑھنے کا قصد کرتا ہون مگر جب اسکے مضامین یاد کرتا ہون تو غضب الہی سے ڈرجاتا ہون اور قرآن کی تلاوت کو چھوڑکر تسبیح اور استغفار پڑھنے لگتا ہون اور جو شخص کہ قرآن پر عمل کرنے سے اعراض کرتا ہے وہ اس آیت کے مطابق ہے فنبذوہ وراء ظہورہم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون۔ اور اسی سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کو اسوقت تک پڑھو کہ تمہارے دل باہم ملے رہین اور جلدین نرم ہون اور جب یہ حال نہ رہے تو پڑھنا موقوف کردو اور ایک روایت مین ہے کہ اسکے پاس سے اٹھ کھڑے ہو اللہ تعالی فرماتا ہے الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم واذا تلیت علیہم آیاتہ زادتہم ایمانا وعلی ربہم یتوکلون۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگون مین قرآن کا خوش آواز وہ ہے کہ جب اسکو پڑھتے ہوے سنو تو جان لو کہ خدا تعالی سے ڈرتا ہے اور فرمایا کہ قرآن کسی کے منہ سے ایسا اچھا نہین معلوم ہوتا جیسا اس شخص کے منہ سے معلوم ہوتا ہے جو خدا تعالی سے ڈرتا ہے۔ پس قرآن اسی غرض سے پڑھا کرتے ہین کہ دل پر یہ احوال کھینچ آوین اور اسکے بموجب عمل کیا جاوے ورنہ صرف الفاظ پر زبان ہلانے مین کیا محنت ہے اور اسی واسطے بعض قاری کہتے ہین کہ مین نے اپنے استاد کو قرآن سنایا پھر مین دوبارہ انکی خدمت مین گیا کہ دوبارہ سناؤن انھون نے مجکو جھڑک دیا اور فرمایا کہ میرے سامنے پڑھنے کو تو نے شغل ٹھہرالیا جا خدا کے سامنے پڑھ اور دیکھ کہ تجکو کیا حکم کرتا ہے اور کیا سمجھاتا ہے اور یہی وجہ اصحاب کا شغل احوال اور اعمال مین ہوتا تھا چنانچہ آنحضرت صلعم کی وفات شریف جب ہوئی تو بیس ہزار صحابی آپ نے چھوڑے مگر انہین سے کل قرآن صرف چھ شخصون نے یاد کیا تھا انہین سے بھی دو مین اختلاف ہے اکثر صحابہ ایک سورت یا دو یاد کیا کرتے تھے اور جو شخص کہ سورہ بقرہ اور انعام یاد کرلیتا تھا وہ انہین عالم ہوتا تھا۔ اور جب ایک شخص قرآن سیکھنے کو آیا اور اس آیت پر پہونچا فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ تو کہا کہ مجھے یہ کافی ہے اور چلا آیا۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اس حال مین پھرا کہ فقیہ ہے اور روا قع مین محبوب اور کمیاب وہی حالت ہے جو اللہ تعالی ایماندار کے دل پر آیت سمجھنے کے بعد مرحمت فرماتا ہے اور صرف زبان کی حرکت مفید کم ہے بلکہ جو شخص زبان سے تلاوت کرے اور عمل سے روگردان ہے وہ اس بات کا سزاوار ہے کہ اس آیت کا مصداق ہو ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیمۃ اعمی قال رب لم حشرتنی اعمی وقد کنت بصیرا قال کذلک اتتک آیاتنا فنسیتہا وکذلک الیوم تنسی یعنی آیتون کو تو نے ویسے ہی چھوڑدیا انہین تامل کیا اور نہ انکی کچھ پروا کی کیونکہ جو شخص کسی کام مین تقصیر کرتا ہے اسکو کہا کرتے ہین کہ وہ اسکو بھول گیا اور تلاوت کا حصہ اسکو کہتے ہین کہ اسمین زبان اور عقل اور دل شریک ہون زبان کا کام اسمین حرفون کا صحیح کرنا اور ٹھہر کر پڑھنا ہے اور عقل کا کام معانی کا بیان کرنا اور دل کا کام حکم ماننا اور جھڑکی قبول کرنے سے متاثر ہونا تو گویا زبان واعظ ہے اور عقل مترجم اور دل نصیحت قبول کرنے والا۔ تیسرے ترقی کرنی یعنی تلاوت مین یہان تک ترقی کرے کہ قرآن کو اللہ تعالی سے سننے نہ اپنے آپ سے کیونکہ پڑھنے کے تین درجے ہین سب مین ادنی یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو فرض کرے کہ خدا تعالی کے سامنے کھڑا ہوا پڑھتا ہون

[illegible]

اور وہ میری طرف دیکھتا ہی اور میرے پڑھنے کو سنتا ہی تو اس صورت مین اسکی حالت سوال اور تملق اور انکسار اور عاجزی ہوگی دوسرا درجہ یہ ہی کہ اپنے دل سے مشاہدہ کرے کہ گویا اللہ تعالیٰ اسکو دیکھتا ہی اور اپنے الطاف سے اسکو خطاب کرتا ہی اور اپنے انعام و احسان سے اُس سے بھید کہتا ہی ایسی صورت مین تلاوت کرنے والے کا مقام حیا اور تعظیم اور سننا اور سمجھنا ہوگا تیسرا درجہ یہ ہی کہ کلام مین متکلم کو دیکھے اور کلمات مین صفات پر نظر کرے یعنی نہ اپنے نفس کو دیکھے اور نہ اپنی قرأت پر لحاظ کرے اور نہ اپنے منعم علیہ ہونے کے اعتبار سے اپنے اوپر انعام کے متعلق ہونے کا دھیان کرے بلکہ اپنی ہمت اور فکر کو کلام کرنے والے پر منحصر اور موقوف کردے اسطرح کہ گویا متکلم کے مشاہدہ مین غیر کی طرف سے کچھ خبر نہین یہ درجہ مقربون کا ہی اور اس سے پیشتر کے دو درجے اصحاب الیمین کے ہین اور جو قرأت ان تینون درجون کے سوا ہو وہ غافلون کا درجہ ہی اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے درجہ سوم کو اسطرح ارشاد فرمایا کہ بخدا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مین اپنی مخلوق کے لیے تجلی فرمائی مگر خلق کے لوگ اسکو نہین دیکھتے - اور ایک بار آپ کو نماز مین ایسی حالت ہوئی کہ بیہوش ہوکر گر پڑے جب آپ کو افاقہ ہوا تو کسی نے اُس حالت کی کیفیت پوچھی آپنے فرمایا کہ مین آیت کو بار بار اپنے دل پر پڑھ رہا تھا یہان تک کہ اسکو مین نے متکلم سے سُنا پس اُسکی قدرت کے معائنہ کے لیے میرا جسم نہ ٹھہرا - اس جیسے درجے مین حلاوت اور مناجات کی لذت بہت ہوتی ہی - اور اسی جہت سے بعض حکما نے کہا ہی کہ مین قرآن پڑھا کرتا تھا مگر اُسکی حلاوت نہ پاتا تھا یہان تک کہ مین نے ایسا پڑھا کہ گویا اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنتا ہون کہ آپ اپنے اصحاب کو سناتے ہین پھر ایک درجہ اور اوپر بڑھا اور اسطرح پڑھا کہ گویا حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلعم کو تعلیم کرتے ہین اور مین سن رہا ہون پھر اللہ تعالیٰ نے ایک اور مرتبہ عنایت فرمایا کہ اب مین اسکو متکلم سے سنتا ہون اور مجھکو وہ حظ اور حلاوت نصیب ہی کہ مجھ سے صبر نہین ہوسکتا - اور حضرت عثمان اور حذیفہ رضنے فرمایا ہی کہ اگر دل پاک ہوجاوین تو قرآن کی قرأت سے سیر نہون اور یہ اسلیے فرمایا کہ دل طہارت کی وجہ سے کلام مین متکلم کے مشاہدہ کی طرف ترقی کرتے ہین اور یہی وجہ ثابت بنانی نے فرمایا ہی کہ بیس برس تو مین نے قرآن مین مشقت ہی اُٹھائی مگر بیس برس اُس سے مجھکو دولت حلاوت ملی - اور آدمی اگر متکلم ہی کو مشاہدہ کرے اور اسکے سوا پر نظر نہ ڈالے تو ان ارشادون کی تعمیل کرنیوالا ہوگا اول ففروا الی اللہ دوم ولا تجعلوا مع اللہ الٰہا آخر - حاصل یہ کہ جو شخص ہر چیز مین خدا تعالیٰ پر نظر کرے وہ اسکے غیر پر التفات کرنے والا ہوگا اور جو شخص خدا سے تعالیٰ کے سوا اور چیز کی طرف التفات ہوگا اسکے التفات مین کسیقدر شرک خفی ہوگا اور توحید خالص اسکو کہتے ہین کہ ہر چیز مین سواے خدا تعالیٰ کے اور کچھ نہ دیکھے - دوہم منقطع ہونا اپنی طاقت و قوت سے یعنی اپنے نفس پر چشم رضا اور تزکیہ التفات کرنے سے قطع نظر رکھے مثلاً جب صالحین کے لیے وعدہ اور تعریف کی آیتین پڑھے تو اسوقت اپنے آپ کو انمین نہ سمجھے بلکہ اہل یقین اور صدیقین کے لیے وہ مدارج خیال کرے اور اس بات کا شائق ہو کہ اللہ تعالیٰ انمین مجکو بھی شامل کرے اور جب غضب اور خفگی کی آیت اور گناہگارون اور تقصیر والون کی برائی پڑھے تو انمین اپنے نفس کو مشاہدہ کرے اور یہی فرض کرے کہ یہ خطاب میرے ہی نفس کو ہی تاکہ اسکو خوف پیدا ہو اور اسیوجہ سے حضرت ابن عمر رضنے فرمایا کرتے کہ الٰہی مین تجھ سے اپنے ظلم و کفر سے مغفرت چاہتا ہون لوگون نے انسے پوچھا کہ ظلم تو معلوم ہی کفر سے آپ مغفرت کیسی چاہتے ہین آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ان الانسان لظلوم کفار یعنی اسی کفر سے مغفرت چاہتا ہون جسکا ثبوت آدمی مین آیت سے یقینی ہی - اور یوسف بن اسباط سے کسی نے پوچھا کہ جب تم قرآن پڑھتے ہو تو کیا دعا مانگتے ہو فرمایا کہ دعا کیا مانگون اپنی تقصیر کی مغفرت ستر بار چاہتا ہون پس جس صورت مین کہ قرأت مین اپنے نفس کو تقصیر کی صورت پر دیکھیگا تو یہ دیکھنا اُسکے قرب کا موجب ہوگا اسلیے کہ جو شخص قرب مین دوری کا مشاہدہ کرتا ہی اسکے لیے خوف مرحمت ہوتا ہی اور یہ خوف اسکو قرب کے ایک اور درجہ پہونچا دیتا ہی جو اول درجہ سے والی ہی اور جو شخص دوری مین قرب کا مشاہدہ کرتا ہی تو اسکو خوف سے امن دیجاتی ہی جو انجام کو اسکو اور درجہ پر جو دوری مین اول سے نیچے ہوتا ہی پہونچا دیتی ہی اور جس صورت مین اپنے نفس کو چشم رضا دیکھیگا تو خود اسکے نفس ہی کا حجاب آنکھون اور اسرار مین ہوجاتا ہی اور کچھ نہین دیکھتا اور جس صورت مین کہ اپنے نفس کی طرف التفات چھوڑ دیتا ہی اور بجز خدا تعالیٰ کی قرأت مین اور کوئی چیز مشاہدہ نہین کرتا

تب البتہ اسکو اسرار عالم ملکوت کے واضح ہوتے ہیں سلیمان بن ابی سلیمان دارانی کہتے ہیں کہ ابن ثوبان نے ایک اپنے بھائی سے اقرار کیا کہ میں
تمھارے پاس افطار کرونگا پھر انکے پاس نہ جاسکے یہاں تک کہ صبح ہوگئی دن نکلے انکے بھائی ملے اور کہا کہ تمنے میرے پاس افطار کرنے کا وعدہ کیا تھا مگر تشریف
نہ لائے انھوں نے فرمایا کہ اگر میں تمسے وعدہ نہ کرلیتا تو جس بات سے تمھارے پاس نہ آسکا تمسے نہ کہتا صورت یہ ہوئی کہ جب میں عشا پڑھ چکا تو دل میں کہا کہ تمھارے
پاس آنے سے پیشتر وتر بھی پڑھ لوں کہ شاید موت پھر فرصت نہ دے جب میں وتر کی دعا پڑھنے لگا تو میرے سامنے ایک سبز باغچہ کردیا گیا جس میں طرح طرح کے پھول جنت کے
تھے میں انکو صبح تک دیکھتا رہا اسلیے فرصت آنے کی نہ ہوئی۔ اور اس قسم کے مکاشفات اسوقت ہوتے ہیں کہ آدمی اپنے نفس سے اور اسکی طرف التفات کرنے سے اور
اسکی خواہشوں کا دھیان کرنے سے قطع نظر کرلے پھر یہ مکاشفات کشف والے کے احوال کے موجب خاص ہوجایا کرتے ہیں مثلاً جب آیات رجا پڑھتا ہو اور اسکے حال پر
بشارت غالب ہوتی ہو تو اسکو جنت کی صورت منکشف ہوتی ہی اور اسکو ایسی طرح مشاہدہ کرتا ہی کہ گویا آنکھ سے ظاہر میں دیکھ رہا ہی اور اگر اسپر خوف غالب ہوتا ہی
تو دوزخ اسپر منکشف ہوتی ہی یہانتک کہ اسکے عذاب طرح طرح کے اسکو معلوم ہوتے ہیں اور اسکی وجہ یہ ہی کہ قرآن مجید میں کلام نرم اور لطیف
اور سخت اور درشت اور ملا ہوا رجا اور بیم خوف سب طرح کے ہیں کیونکہ جیسے اوصاف متکلم کے ہیں ویسے ہی کلام میں مضامین ہیں اور اسکے اوصاف
میں سے رحمت اور مہربانی اور انتقام اور گرفت ہیں پس یہی صفات کلمات میں پائے جاتے ہیں تو جسطرح کے کلمات اور صفات کا مشاہدہ ہوگا اسطرح
دل کا حال بھی بدلیگا اور انمیں سے موافق ایسی بات کے منکشف ہونے کے لائق ہوجاویگا جو اسکے حال کے مناسب ہو کیونکہ یہ تو محال ہی کہ سننے والیکا
حال ایک ہی رہے اور کلام بدلتا جاوے اسلیے کہ کلام میں متکلم کے صفات کا اثر موجود ہی کوئی جز تو اسکا راضی کا کلام ہی اور کوئی غضب والے کا اور کوئی انعام
دینے والے کا اور کوئی انتقام لینے والے کا اور بعض جابر متکبر کا جو پروا نہیں کرتا اور بعض شفقت والے مہربان کا جو بیکار نہیں چھوڑتا تو ضرور ہی کہ سننے والے کا حال بھی بدلے
چوتھی فصل اپنی عقل سے قرآن کے سمجھنے اور بدون نقل کے اسکی تفسیر بیان کرنے میں شاید تم یہ کہو کہ تمنے سابق میں اسرار قرآن کے سمجھنے اور جو معانی
قرآنی اہل صفا دلوں کو واضح ہوتے ہیں انکے باب میں بڑی تاکید کی ہی یہ بات کیسے ہوسکتی ہی حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من فسر
القرآن برایہ فلیتبوا مقعدہ من النار۔ اور اسی وجہ سے جو لوگ ظاہر تفسیر کے جاننے ہیں وہ اہل تصوف پر تشنیع کرتے ہیں اس باب میں کہ جن کلمات کی
تاویل حضرت ابن عباس وغیرہ مفسرین سے منقول نہیں وہ لوگ اپنی طرف سے تصوف کے طور پر بیان کرتے ہیں بلکہ علاوہ تشنیع کے اس تاویل کو کفر
کہتے ہیں پس اگر اہل تفسیر کا قول صحیح ہو تو قرآن کے سمجھنے سے بجز اسکے کیا غرض ہی کہ اسکی تفسیر کو یاد کرلینا چاہیے اور اگر انکا قول صحیح نہیں تو حدیث مذکورۂ بالا
کے کیا معنی ہیں تو ہم اسکا جواب یہ ہی کہ جو شخص یہ کہتے ہیں کہ قرآن کے معنی وہی ہیں جسکا بیان ظاہر تفسیر کرتی ہی تو وہ لوگ اپنے نفس کی انتہا سے خبر دیتے ہیں
اور اپنا حال بیان کرنے میں درست کہتے ہیں مگر اور لوگوں کو جو اپنے ہی درجہ اور مقام پر لانے کا حکم کرتے ہیں اس باب میں غلطی پر ہیں کیونکہ حدیث
اور آثار سے یہ ثابت ہی کہ اہل فہم کو قرآن کے معانی میں گنجایش ہی چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہی کہ خدا تعالیٰ کسی بندے کو سمجھ
اپنی کتاب کی عنایت فرماتا ہی اگر قرآن کے معنی سوا ترجمہ منقول کے اور کچھ نہیں ہیں تو پھر اس سمجھ سے کیا مراد ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہی کہ قرآن کے لیے ایک ظاہر ہی اور ایک باطن اور ایک حد ہی اور ایک مطلع اور یہ روایت حضرت ابن مسعود رض سے بھی موقوفاً مروی ہی اور
یہ صحابی تفسیر کے عالموں میں سے ہیں پس ظاہر اور باطن اور حد اور مطلع کے کیا معنی ہیں اور حضرت علی رض نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو الحمد کی تفسیر سے
ستر اونٹ بھردوں اس سے کیا مراد ہی ظاہر تفسیر الحمد کی تو بہت تھوڑی سی ہی۔ اور حضرت ابو درداء رض نے فرمایا ہی کہ آدمی فقیہ نہیں ہوتا جب تک
کہ قرآن کی کئی صورتیں نہ کرلے۔ اور بعض علما کا قول ہی کہ ہر آیت کے لیے ساٹھ ہزار فہم یعنی معنی ہیں اور جس قدر سمجھنے سے باقی رہ گئے ہیں وہ اور بھی
زیادہ ہیں۔ اور کسی دوسرے کا قول ہی کہ قرآن ستر ہزار دو سو علم پر حاوی ہی اسلیے کہ ہر کلمہ کے لیے ایک علم ہی اور چونکہ ہر ایک کے لیے ظاہر اور باطن
اور حد اور مطلع ہی تو چوگنے ہوگئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بیس بار مکرر پڑھا اسکے معنی یہی ہیں کہ سمجھنے کے لیے پڑھا ورنہ
اسکا ترجمہ اور تفسیر تو ظاہر ہی ہی اسکی تکرار کی کیا حاجت تھی۔ اور حضرت ابن مسعود رض کا فرمانا کہ جو کوئی اگلوں پچھلوں کا علم چاہے وہ علم قرآن کی

[illegible]

بحث کرنے سے بھی صرف ظاہر تفسیر سے حاصل نہیں ہوتا۔ حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے افعال و صفات میں تمام علوم داخل ہیں اور قرآن میں انکی ذات اور افعال و صفات کا بیان ہے اور ان علوم کی کچھ انتہا نہیں اور قرآن مجید میں انکی طرف مجملاً اشارہ کر دیا ہے اور انکی تفصیل میں غور کرنا قرآن مجید کے سمجھنے پر منحصر ہے جو صرف تفسیر ظاہری سے تفصیل کی طرف اشارہ نہیں معلوم ہوتا بلکہ جو باتیں کہ ناظرین پر مشکل پڑتی ہیں خواہ نظریات اور معقولات میں لوگوں کا اختلاف ہے قرآن مجید میں اُن سب کی طرف رموز اور اشارات ہیں کہ انکو بجز اہل فہم کے اور کوئی معلوم نہیں کر سکتا اس صورت میں ظاہر الفاظ کا ترجمہ اور تفسیر ان امور کے بیان کیلیے کافی ہونگے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اقرأوا القرآن والتمسوا غرائبہ۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو حدیث منقول ہے اُسمیں ارشاد ہے کہ قسم ہے اُس ذات کی جسنے مجھکو نبی برحق کرکے بھیجا کہ میری امت اپنے اصل دین و جماعت کو چھوڑکر بہتر فرقے ہو جاویگی کہ کل فرقے گمراہ اور بہکانے والے ہونگے اور دوزخ کی طرف بلا دینگے جب یہ صورت پیش ہو تو تم اپنے اوپر قرآن مجید کو لازم پکڑنا کہ اُسمیں جو تمسے پہلے ہو گیا ہے اُسکا حال بھی ہے اور جو تمسے بعد ہوگا اُسکا بھی اور جو معاملات تم میں ہیں اُنکا حکم بھی اُسمیں موجود ہے جو شخص جابروں میں سے اُسکے خلاف کریگا اُسکو خدا تعالیٰ توڑ دیگا اور جو شخص اُسکے سوا دوسری چیزوں میں علم کا طالب ہوگا اُسکو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیگا وہ اللہ تعالیٰ کی حبل متین اور اُسکا نور مبین اور شفا سے مفید ہے جسنے اُسکو پکڑا وہ محفوظ رہا جو اُسکا تابع ہوا اُسکو نجات ملی نہ وہ ٹیڑھا ہے کہ وہ درست ہووے اور نہ مائل ہے کہ اُسکو راستی کی حاجت پڑے اُسکے عجائب کبھی منقطع نہیں ہوتے اور نہ بہت سا پڑھنے سے پرانا ہو۔ انتہیٰ۔ اور حضرت حذیفہ رض کی حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے بعد انکو اپنی امت کے اختلاف اور بٹنے کی خبر دی تو وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر میں اُسوقت کو پاؤں تو آپ مجھکو کیا حکم فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کلام اللہ کو سیکھنا اور اُسکے موجب عمل کرنا کہ نکاس کی صورت وہی ہے میں نے تین بار یہی سوال کیا آپ نے یہی فرمایا کہ کتاب اللہ کو سیکھنا اور جو کچھ اُسمیں ہے اُسپر عمل کرنا کہ نجات اُسی میں ہے۔ اور حضرت علی رض نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کو سمجھ جاتا ہے وہ جملہ علوم کو بیان کر دیتا ہے اس سے آپ نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ قرآن مجید تمام علوم کلی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور حضرت ابن عباس رض نے ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حکمت سے مراد قرآن کی سمجھ ہے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ففہمناہا سلیمان وکلا آتینا حکما وعلما۔ اس آیت میں جو چیز حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام دونوں کو عنایت کی اُسکا نام علم و حکم رکھا اور جس بات کے خاص حضرت سلیمان سمجھے اُسکا نام فہم فرمایا اور اُسکو حکم اور علم پر مقدم کیا غرضکہ ان امور سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے معنی سمجھنے میں بہت بڑی گنجائش ہے اور ظاہر تفسیر قرآنی جو منقول ہے وہ اُسکے معنی معلوم کرنے کی انتہا نہیں ہے کہ اس سے آگے نہ بڑھ سکیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ہے من فسر القرآن برایہ الخ اور اپنی رائے سے تفسیر بیان کرنے کو منع فرمایا اور حضرت ابو بکر صدیق رض نے فرمایا کہ اگر میں قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہوں تو کونسی زمین مجھے اٹھاوے اور کون آسمان مجھے چھپاوے اور سوا اسکے اور احادیث و آثار جو رائے سے تفسیر کہنے کی ممانعت میں وارد ہیں وہ دو حال سے خالی نہیں یا یہ کہ اُنسے غرض یہ ہو کہ تفسیر کے باب میں نقل اور سننے پر کفایت کرنی چاہیے اور استنباط اپنی عقل سے اور جدا گانہ معنی سمجھنے نہ چاہییں یا کوئی اور غرض اسکے سوا ہو اور یہ غرض ہونی کہ قرآن میں کوئی سوا سننے کے باتوں کے اور کچھ نہ کہے کئی وجہوں سے قطعاً باطل ہے وجہ اول یہ ہے کہ سننے میں یہ شرط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو یا آپ کی طرف منسوب ہو حالانکہ یہ امر قرآن کے تھوڑے ہی حصہ میں پایا جاتا ہے اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو تفسیر حضرت ابن عباس رض اور ابن مسعود رض اپنی طرف سے کہتے ہیں وہ نہ مانی جاوے اور اُسکو بھی کہا جاوے کہ یہ تفسیر رائے سے ہے کیونکہ انھوں نے اُسکو آنحضرت صلعم سے نہیں سنا ایسا ہی اُنکے سوا اور صحابہ رض کی تفسیر کا حال جانو دوسری وجہ یہ ہے کہ صحابہ رض اور مفسرین نے بعض آیتوں کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے اور مختلف قول فرماتے ہیں کہ وہ کسی طرح ایک دوسرے سے متفق نہیں ہو سکتے اور اُن سب کا آنحضرت صلعم سے سننا محال ہے اور اگر بالفرض کوئی قول

آپ سے سُنا ہوا ہوتا تو باقی اقوال متروک ہو جاتے اس سے قطعاً معلوم ہوتا ہی کہ ہر ایک مفسر نے معنی وہ کہے ہین جو اُسکو استنباط سے سوجھے ہین
یہان تک کہ حروف مقطعات کے باب مین جو سورتون کے شروع مین ہین سات قول مختلف کہتے ہین مثلاً الم مین بعضے کہتے ہین کہ یہ حروف
الرحمن مین کے ہین اور بعض کا قول ہی کہ آ سے مراد اللہ ہی اور ل سے لطیف اور م سے رحیم اور بعض اسکے سوا کہتے ہین اور ان سب کو جمع کرنا
ممکن نہیں تو سب مسموع کیسے ہو سکتے ہین تیسری وجہ یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رض کے حق مین دعا کی اور فرمایا
اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل پس اگر قرآن کی طرح تاویل بھی مسموع اور محفوظ ہو تو حضرت ابن عباس رض کو اُسکے لیے خاص کرنے کے کیا معنی
ہونگے چوتھی وجہ یہ ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم۔ اس آیت مین اہل علم کے لیے استنباط ثابت کیا اور ظاہر ہی کہ استنباط
سُننے ہوئی چیز کے سوا ہی اور جتنے آثار کہ ہم نے فہم قرآن کے سمجھنے مین نقل کیے ہین وہ سب اس خیال کے خلاف ہین اس سے معلوم ہوا کہ معنی قرآن مین سُننے کی
قید لگانی باطل ہی بلکہ ہر عالم کو جائز ہی کہ قرآن مین سے اپنی فہم اور عقل کے موافق استنباط کرے باقی رہی ممانعت تو اُسکو دو صورتون پر محمول کر سکتے ہین اول
یہ کہ آدمی کو کسی چیز مین ایک راے ہو اور اُسکی طرف میل طبعی رکھتا ہو پھر قرآن کے معنی اپنی راے اور خواہش کے مطابق کہے تاکہ اُسکا مطلب
درست ٹھہرے اور اگر اُسکی یہ راے نہوتی تو قرآن مین سے یہ معنی اُسکو معلوم نہوتے اور یہ امر کبھی تو علم کے ساتھ ہوتا ہی جیسے کوئی شخص اپنی بدعت کے
درست کرنے کو قرآن کی بعض آیات سے حجت کرتا ہی حالانکہ جانتا ہی کہ آیت سے یہ مراد نہین مگر اپنے مقابل کو دھوکا دیتا ہی اور کبھی یہ نہین
جانتا ہوتا کہ آیت سے یہ مراد نہین مگر جبکہ آیت محتمل کئی وجہ کی ہوتی ہی تو اُسکی راے اُسی طرف کو ڈھلتی ہی جو اُسکی غرض کے مطابق ہو اور اُسی
جانب کو اپنی عقل اور خواہش سے ترجیح دے لیتا ہی تو ایک صورت راے سے تفسیر کرنے کی یہ ہی یعنی اس تفسیر کا باعث اُسکی راے ہی ہوتی ہی
اگر راے نہوتی تو تفسیر بھی اُسکے نزدیک غالب نہ ٹھہرتی۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ آدمی کا ایک صحیح مطلب ہوتا ہی اور اُسکے لیے قرآن سے دلیل
تلاش کرتا ہی اور حجت ایسی آیت کو کر دیتا ہی کہ اُسکو معلوم ہی کہ اس آیت سے یہ مقصود نہین مثلاً اگر کوئی پچھلی رات مین لوگون سے استغفار
کرنے کو کہتا ہو اور اپنی حجت اس حدیث کو پیش کرے کہ تسحروا فان فی السحور برکۃ۔ اور کہے کہ سحر سے مراد ذکر کرنے سے ہی حالانکہ جانتا ہی کہ
اس سے غرض سحر کھانے سے ہی یا کوئی شخص کسی سخت دل کو مجاہدہ کے لیے کہتا ہو اور کہنے لگے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی اذھب الی فرعون انہ
طغی اور اس سے اشارہ دل کی طرف کرے اور کہے کہ فرعون سے مراد دل ہی ہی تو یہ بھی راے سے تفسیر کرنا ہی اور اس جنس کی تفسیر کو بعض واعظ
اپنے صحیح مقصود وون مین استعمال کرتے ہین اس غرض سے کہ کلام درست ہو جاوے اور سننے والون کو ترغیب ہو گو انکی نیت صحیح ہوتی ہی مگر
اس طرح کی تفسیر ممنوع ہی اور کبھی اس تفسیر کو فرقہ باطنیہ اپنے خراب مطالب مین لوگون کے دھوکا دینے اور انکو اپنے مذہب مین کرنے کے لیے
استعمال کرتے ہین اور قرآن کے معنی اپنی راے اور مذہب کے مطابق کہہ دیتے ہین حالانکہ قطعاً جانتے ہین کہ یہ معانی مراد نہین۔ غرضکہ ایک
صورت تو راے سے تفسیر کرنے کی یہ ہوئی جو مذکور ہوئی یعنی راے سے مراد وہ راے ہی جو فاسد اور موافق خواہش نفس کے ہو یہ نہین کہ اجتہاد
صحیح بھی اسمین داخل ہو اور ہر چند راے کا لفظ صحیح اور فاسد دونون کو شامل ہی مگر کبھی راے خاص اُسی کو کہتے ہین جو موافق خواہش نفس کے ہو
دوسری صورت راے سے تفسیر کرنے کی یہ ہی کہ ظاہر الفاظ عربی کے خیال سے تفسیر قرآن کی طرف سبقت کرے اور اسمین سُنا سُنایا کچھ نہو قرآن
کی غریب لفظون سے واقف ہو نہ اُسکے الفاظ مبہم اور مبدل سے اور نہ اختصار اور حذف اور اضمار پر آگاہ نہ اُسکی تقدیم و تاخیر کے قاعدہ سے خبردار ہو
پس جو شخص ظاہر معانی قرآنی سے اچھی طرح واقفیت نہ رکھتا ہوگا اور صرف عربی سمجھنے پر اکتفا کرکے معانی کے استنباط پر بادرت کرنے لگیگا وہ بیشک
بہت غلطیان کریگا اور راے سے تفسیر کہنے والون کے زمرہ مین داخل ہوگا کیونکہ ظاہر معنی کے جاننے کے لیے نقل اور سماع پہلے چاہیے تاکہ غلطی کے
مقامات سے محفوظ رہے پھر تفسیر ظاہری پختہ ہونے کے بعد البتہ فہم اور استنباط کی گنجایش زیادہ ہو جاتی ہی اور جو الفاظ غریب کہ بدون سُننے کے سمجھ مین
نہین آتے وہ بہت سے اقسام ہین ہم انمین سے کسیقدر کی طرف اشارہ کیے دیتے ہین تاکہ اُنسے اور وَن کا حال واضح ہو اور معلوم ہو جاوے کہ ابتدا مین

تفسیر ظاہر کے یاد کرنے میں سستی درست نہیں اور یہ کہ بدون ظاہر کے پختہ کرنے کے باطنی اسرار تک پہونچنے کی طمع نہیں ہو سکتی اور جو شخص کہ اسرار قرآنی کے سمجھنے کا دعویٰ کرے اور تفسیر ظاہری میں پختگی حاصل نہ کی ہو اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کسی مکان کے شہ نشین تک پہونچنے کا دعویٰ کرے اور دروازہ میں قدم نہ رکھا ہو یا یہ دعویٰ کرے کہ میں ترکیوں کے کلام کے مطالب سمجھ لیتا ہوں حالانکہ زبان ترکی کے مقاصد نہ سمجھتا ہو کیونکہ تفسیر ظاہری قائم مقام لغت کی تعلیم کے ہے جو سمجھنے کے لیے ضرور ہے اور جن چیزوں میں سننا ضروری ہے وہ بہت سی ہیں اول حذف اور اضمار سے مختصر کر دینا جیسے وآتینا ثمود الناقة مبصرة فظلموا بہا میں ہے کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ ایک اونٹنی سوجھانے کو ہمنے ثمود کو دی انھون نے اپنے نفسوں پر اسکے مارڈالنے سے ظلم کیا ظاہر الفاظ عربی کا دیکھنے والا یہ گمان کریگا کہ اونٹنی بینا تھی اندھی نہ تھی اور یہ نہیں جانیگا کہ انھوں نے ظلم کیا کیا اور اپنے اوپر کیا یا غیر پر۔ اور اس ارشاد خداوندی واشربوا فی قلوبہم العجل بکفرہم میں حب کا لفظ محذوف ہے یعنی گوسالہ کی دوستی انکے دلوں میں پلا دی گئی۔ اور اذا لاذقناک ضعف الحیوٰة وضعف الممات میں یہ مراد ہے کہ ہم تجکو زندوں کے عذاب کا دونا اور مُردوں کے عذاب کا دونا چکھا دینگے یہان عذاب کو حذف کر دیا ہے اور زندوں اور مُردوں کی جگہ حیات اور ممات کو بولا ہے یہ حذف و تبدیل لغت فصیح میں درست ہے اور واسئل القریة التی کنا فیہا میں لفظ اہل محذوف اور پوشیدہ ہے یعنی سوال کرو اُس گانوں کے باشندوں سے جسمیں ہم تھے اور ثقلت فی السموات والارض میں ثقلت کے معنی پوشیدہ ہوے کے ہیں یعنی قیامت آسمان و زمین والوں پر پوشیدہ ہے اور جب کوئی چیز مخفی رہتی ہے تو بھاری پڑ جاتی ہے اسلیے لفظ کی تبدیل ہو گئی اور اہل کا لفظ حذف کر دیا گیا۔ اور وتجعلون رزقکم انکم تکذبون میں شکر کا لفظ محذوف ہے یعنی اپنی روزی دینے کا شکر کرتے ہو کہ جھٹلاتے اور وآتنا ما وعدتنا علی رسلک میں السنہ محذوف ہے یعنی وہ دے ہمکو جو اپنے رسولوں کی زبان پر وعدہ کیا ہے اور انا انزلناہ فی لیلة القدر ضمیر غائب قرآن کی طرف ہے حالانکہ اُسکا ذکر پیشتر نہیں ہوا اسی طرح حتی توارت بالحجاب میں ضمیر آفتاب کی طرف ہے جو پیشتر مذکور نہیں اور والذین اتخذوا من دونہ اولیاء ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی میں یہ مراد ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں ما نعبدہم الخ یقولون کو بیان سے حذف کر دیا ہے اور اس آیت میں فما لہؤلاء القوم لا یکادون یفقہون حدیثا ما اصابک من حسنة فمن اللہ وما اصابک من سیئة فمن نفسک یہ مراد ہے کہ وہ سمجھتے نہیں اسپنے اس قول کو ما اصابک من حسنة الخ اور اگر یہ مراد نہو تو اس آیت کا مضمون اس ارشاد کے مخالف ہو جاویگا کہ قل کل من عند اللہ حالانکہ اس سے ظاہر مذہب قدریہ فرقہ کا سمجھ میں آتا ہے دوم لفظ بدلا ہوا منقول ہونا جیسے وطور سینین میں سیناء کی جگہ سینین ہے اور سلام علی الیاسین بجاے الیاس کے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ادریس ہیں کیونکہ حضرت ابن مسعود رض کی قراءت میں سلام علی ادراسین ہے سوم لفظ کا مکرر ہونا جو ظاہر میں کلام کے اتصال کو قطع کرتا ہے جیسے اس آیت میں وما یتبع الذین یدعون من دون اللہ شرکاء ان یتبعون الا الظن کہ اسکے معنی میں ان یتبعون مکرر آیا ہے اور اس آیت میں قال الملاء الذین استکبروا من قومہ للذین استضعفوا لمن آمن منہم کہ اسمیں ایک لام اور ایک ضمیر مکرر ہے اور مراد لمن آمن من الذین استضعفوا سے ہے چہارم مقدم اور موخر ہو جانا الفاظ کا اور یہ مقام غلطی کرنے کا ہے کہ اگر آدمی سمجھ نہ لے تو غلطی کرتا ہے جیسے اس آیت میں ولولا کلمة سبقت من ربک لکان لزاما واجل مسمی کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ لولا کلمة واجل مسمی لکان لزاما اور اگر یوں نہو تو اجل کو منصوب ہونا چاہیے جیسے لزاما ہے اور یسئلونک کانک حفی عنہا میں معنی اسطرح ہیں کہ یسئلونک عنہا کانک حفی بہا۔ اور لہم درجات عند ربہم ومغفرة ورزق کریم کما اخرجک ربک من بیتک بالحق میں کما اخرجک الخ جواب ہے یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول سے مرتبط ہے یعنی غنیمت کے مال تمہارے نہیں اسلیے ہوے کہ تم اپنے نکلنے سے راضی ہوا اور کافر ناراض ہیں اسلیے حکم تقویٰ وغیرہ کا جملہ معترضہ کلام کے بیچ میں آگیا ہے اور اسی طرح کی آیت یہ ہے حتی تؤمنوا باللہ وحدہ الا قول ابراہیم لابیہ لاستغفرن لک پنجم لفظ کا مبہم ہونا یعنی کوئی کلمہ یا حرف جسکے

معنون میں مشترک ہو جیسے شیء اور قرین اور امت اور روح وغیرہ کلمات مشترک کی مثال یہ ہے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ضرب اللہ مثلاً عبداً مملوکاً لا یقدر
علی شیء یہاں شے سے مراد نفقہ کرنا ہے اس چیز میں سے کہ اسکو روزی دی ہے اور ذکر ہے اس شے کا مثلاً ... لا یقدر علی شیء میں شی
سے مراد عدل اور راستی کے لیے حکم کرنا ہے اور فان اتبعتنی فلا تسألنی عن شیء میں صفات ربوبیت مراد ہیں یعنی وہ علوم جنکا پوچھنا عارف کو
حلال نہیں جب تک کہ زمانہ استحقاق و قابلیت کو شروع نہ کرے اور ام خلقوا من غیر شیء ام ہم الخالقون میں شے سے غرض خالق ہے اور
اسکے ظاہر الفاظ سے کبھی یہ وہم ہوتا ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ شیء ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور لفظ قرین کے مشترک ہونے
کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وقال قرینہ ہذا ما لدی عتید۔ یہاں قرین سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اسپر موکل ہے اور اس آیت میں قال
قرینہ ربنا ما اطغیتہ قرین سے غرض شیطان ہے اور لفظ امت عربی میں آٹھ طرح پر مستعمل ہے اول معنی جماعت جیسے ... وجد علیہ امۃ من الناس
یسقون۔ دوم نبیوں کے پیرو جیسے یوں کہیں کہ ہم امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں سوم وہ آدمی کہ خیر کا جامع اور ... جیسے اس آیت میں
ان ابراہیم کان امۃ قانتا للہ حنیفا۔ چہارم دین جیسے انا وجدنا آباءنا علی امۃ ... پنجم وقت اور زمانہ جیسے الی امۃ معدودۃ اور وادکر بعد
امۃ میں ششم قد کے معنی میں جیسے کہتے ہیں کہ فلان شخص حسن الامۃ یعنی خوش قد ہے ہفتم وہ شخص کہ کسی دین میں اکیلا ہو کوئی اسکا
شریک نہیں ہو جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن عمرو بن نفیل کی شان میں ... فرمایا یبعثہ اللہ وحدہ یعنی امت کا ...
اور ... ہشتم ماں کے معنی میں آتا ہے جیسے کہیں ہذہ امۃ زید یعنی ماں زید کی ہے۔ اور لفظ روح کا بھی قرآن میں کئی معنوں میں آیا ہے مگر اسکے ذکر سے
بہ طول کلام نہیں کرتے۔ اور حروف میں ابہام کی مثال یہ آیت ہے فاثرن بہ نقعا فوسطن بہ جمعا یعنی پھر اٹھاتے ہیں گرد پھر گھس جاتے ہیں فوج
میں اس آیت میں اول ضمیر ہ کی گھوڑوں کی طرف ہے اور ... یعنی مذکور ہے یعنی قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں ہانپنے کی جو گھوڑوں سے گرد
اٹھاتے ہیں اور دوسری ہ کنایہ غارت سے ہے جو مغیرات صبحا میں ہے یعنی صبح کو دھاوا کرنے والے اور فوج مشرکین دھاوا کرنے والے کی قسم ہے اور فانزلنا بہ
الماء فاخرجنا بہ من کل الثمرات میں ضمیر اول ابر کی طرف ہے اور دوسری پانی کی طرف اور اسی طرح کے ابہام قرآن مجید میں بہت ہیں ... ششم
رفتہ رفتہ بیان کرنا مثلاً شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن میں قرآن کا اترنا رمضان میں فرمایا مگر اس سے یہ ظاہر نہ ہوا کہ رات کو اترا یا دن کو
پھر انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ سے رات کا اترنا ثابت ہوا مگر یہ معلوم ہوا کہ کونسی شب میں اترا پھر انا انزلناہ فی لیلۃ القدر سے وہ عقدہ بھی حل
ہو گیا حالانکہ ظاہر الفاظ آیات میں اختلاف کا گمان ہوتا ہے غرضکہ یہ امور اس طرح کے ہیں کہ بدون نقل اور سننے کے اور کوئی بات انکو کافی نہیں
اور قرآن مجید اول سے لیکر آخر تک اس قسم کی باتوں سے خالی نہیں اسلیے کہ وہ لغت عربی میں اترا ہے تو جتنی قسمیں ایجاز اور تطویل اور اضمار
اور حذف اور ابدال اور تقدیم اور تاخیر کی عرب کے کلام میں ہیں ان سب پر قرآن بھی حاوی ہے تاکہ انکا الزام ٹھہرے اور عاجز کردے پس
اگر کوئی شخص ظاہر الفاظ عربی کو سمجھکر قرآن کی تفسیر پر مبادرت کرے اور سننے اور نقل سے اعانت ان امور میں نہ لیوے تو وہ ان لوگوں میں
داخل ہوگا جو قرآن کو اپنی رائے سے تفسیر کرتے ہیں مثلاً امت کے معنی مشہور سمجھکر اسکی طبیعت اور رائے اسی کی طرف مائل ہو اور جب
دوسری جگہ اس لفظ کو سنے تو اسکی رائے اسی طرف جاوے جو مشہور معنی ... رکھے ہیں اور اسکے معنی کی کثرت کی تلاش نہ کرے کہ کتنے معنی
ہیں تو یہ البتہ ممنوع ہونے کی صورت ہے نہ اسرار قرآنی کو سمجھنا جیسا پیشتر ذکر ہوا حاصل یہ کہ جب اس طرح کے امور سننے سے معلوم ہو جاویں
تو ظاہر کی تفسیر یعنی الفاظ کا ترجمہ معلوم ہو جاویگا اور ترجمہ جاننا معانی کے حقائق کے سمجھنے میں کافی نہیں اور حقائق معانی اور لفظی ترجمہ کا
فرق ایک مثال سے سمجھ میں آویگا مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی اسکا ظاہری ترجمہ تو یہ ہے کہ تو نے نہیں پھینکا
جب پھینکا بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا اور معنی حقیقی اسکے باریک ہیں اسلیے کہ اس میں پھینکنے کا ثبوت اور نفی دونوں ہیں اور ظاہر میں اجتماع
ضدین کی سی صورت ہے جب تک کہ یہ نہ سمجھ لیا جاوے کہ پھینکنا اور اعتبار سے ہے اور نہ پھینکنا اور جہت سے اور جس اعتبار سے کہ

نہیں پھینکا ہے اس سے خدائے تعالیٰ نے پھینکا ہے اور اسی طرح یہ آیت ہے قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم کہ اس میں سبب قتل کی نسبت مسلمانوں کی طرف ہے تو اللہ تعالیٰ کافروں کو عذاب دینے والا کس طرح ہوا اور اگر ہم کہیں کہ خدائے تعالیٰ اس وجہ سے عذاب دینے والا ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں کو کفار کے قتل کے لیے وہی ہلاتا ہے تو پھر مسلمانوں کو قتال کے لیے امر کرنے کے کیا معنی ہیں ان معنوں کی حقیقت علوم مکاشفات کے ایک ایسے بڑے سمندر سے معلوم ہوتی ہے ترجمہ ظاہر الفاظ میں کا راز نہیں بلکہ اس کے معلوم کرنے کا طریق یہ ہے کہ پہلے یہ جانے کہ آدمی کے افعال اس کی قدرت حادثہ سے وابستہ ہیں اور یہ قدرت خداوند کریم کی قدرت سے مرتبط ہے اسی طرح بہت سے باریک علوم کے واضح ہونے کے بعد یہ منکشف ہوگا کہ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی درست و سچا ہے اور اگر بالفرض ان معنوں کے اسرار دریافت کرنے اور ان کے مقدمات و لواحق کے باہم مرتبط ہونے میں تمام عمر صرف کر دی جاوے تو غالباً اس کے سب لواحق پورے ہونے سے پیشتر ہی عمر تمام ہو جاوے اور کوئی کلمہ قرآن مجید کا ایسا نہیں جس کی تحقیق میں ان جیسے امور کی ضرورت نہ ہوتی ہو مگر علم میں پکے لوگوں کو اس کے اسرار اسی قدر معلوم ہوتے ہیں جس قدر ان کے علم میں کثرت اور دلوں میں صفائی اور تامل کرنے کی رغبت میں زیادتی اور طلب میں خلوص ہوتا ہے اور ہر شخص کو ترقی کرنے میں ایک حد ہے جو کہ اس سے اعلیٰ درجہ ترقی کر سکتا ہے گو یہ ممکن نہیں کہ سارے مدارج طے کر جاوے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی اگر سمندر سیاہی بنے اور درخت سب قلم ہو جاویں تب بھی اسرار کلمات الٰہی کے تحریر نہ ہو سکینگے۔ اور اسی وجہ سے لوگ اسرار کی سمجھ میں متفاوت ہوتے ہیں اور چونکہ ترجمہ ظاہری سب جانتے ہیں مگر تفسیر ظاہری اسرار کے فہم میں کافی نہیں اور اسرار کے سمجھنے کی مثال یہ ہے جیسے اہل دل آنحضرت صلعم کے سجدے کی حالت میں اس دعا سے سمجھے ہیں اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک یعنی جب آپ کو حکم ہوا کہ سجدہ سے قرب حاصل کرو تو آپ نے سجدہ میں قرب پایا اور صفات الٰہی کی طرف نظر کر کے بعض صفات کے ساتھ بعض سے پناہ مانگی یعنی رضا کے ساتھ غضب سے پناہ مانگی اور یہ دونوں وصف ہیں اسی طرح معافات اور عقوبت دونوں صفات ہیں کہ اول کی بدولت دوم سے پناہ مانگی پھر آپ کا قرب زیادہ ہوا اور پہلا قرب بھی اسی میں مندرج ہو گیا تب آپ نے صفات سے ذات کی طرف ترقی کی اور فرمایا کہ اعوذ بک منک یعنی تیری ذات کی پناہ پکڑتا ہوں تجھ سے پھر آپ کا قرب اتنا زیادہ ہوا کہ آپ کو شرم آئی کہ بساط قرب پر پکڑ پناہ مانگتا ہوں اس واسطے ثناء کی طرف جھکے اور فرمایا لا احصی ثناء علیک یعنی تیری ثنا میں احاطہ نہیں کر سکتا پھر آپ نے جانا کہ یہ بھی قصور ہے کہ ثنا کو اپنی طرف منسوب کیا تب فرمایا انت کما اثنیت علی نفسک تو ویسا ہے جیسا تو خود اپنی ذات کی ثنا کرے غرضکہ اہل دل کے لیے اس طرح کے رموز واضح ہوا کرتے ہیں پھر ان رموز دلوں کی ادنیٰ ہیں یعنی قرب کے معنوں کو سمجھنا اور قرب خاص کا سجدہ میں ہونا اور ایک صفت کے ذریعہ سے دوسری سے پناہ مانگنا اور اس سے اس کی ذات کی پناہ پکڑنا وغیرہ اور ایسے اسرار بہتیرے ہیں ظاہر لفظوں کے ترجمہ سے معلوم نہیں ہوتے اور ترجمہ ظاہری کے خلاف بھی نہیں بلکہ اس سے اس کی تکمیل اور مغز تک رسائی ہوتی ہے اور معانی باطنی سمجھنے سے ہماری مراد بھی یہی ہے یہ مراد نہیں کہ وہ معانی ترجمہ ظاہری کے خلاف ہوں باب آداب تلاوت تمام ہوا والحمد للہ اولا

واخرا والصلوٰۃ علی کل عبد مصطفی والسلام علی من اتبع الہدی ۔ اس کے بعد باب ذکر اور دعاؤں کا مذکور ہوتا ہے۔

نواں باب ذکر اور دعاؤں کے بیان میں

ربانی (ادعونی استجب) ہے جیسا قول خدا [illegible] کوئی بندہ [illegible] شیطان کی دعا ازانجا کہ بعد تلاوت قرآن مجید کے کوئی عبادت زبانی اس سے بہتر نہیں کہ خدائے تعالیٰ کا ذکر کیا جاوے اور خالص دعاؤں سے طلب حاجات کیا اس کی جناب میں عرض کیے جاویں لہذا بیان کرنا ذکر اور دعا کی فضیلت اور ان کے آداب و شروط کا ضروری ہوا اور یہ باب پانچ فصلوں میں مذکور ہوگی۔

اول فصل آیات و احادیث و آثار سے ذکر کی فضیلت اور فوائد کے بیان میں مجمل اور مفصل طور پر اس فصل میں چار بیان ہیں۔

بیان اول متعلق ذکر کی فضیلت میں۔ آیات اس باب میں یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فاذکرونی اذکرکم ثابت بنانی رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ میرا پروردگار مجھکو کس وقت یاد کرتا ہے لوگ اس سے ڈر گئے اور پوچھا کہ آپ کیسے جانتے ہیں فرمایا کہ جب میں اسکو یاد کرتا ہوں وہ مجھکو یاد کرتا ہے اور فرمایا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً۔ اور فرمایا فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام واذکروہ کما ہداکم اور فرمایا فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکراً۔ اور فرمایا الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبہم۔ اور فرمایا فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبکم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ رات کو اور دن کو خشکی اور تری میں حضر اور سفر میں تو انگری اور مفلسی میں بیماری اور صحت میں باطن اور ظاہر میں ذکر کرتے رہو۔ اور منافقوں کی مذمت میں ارشاد فرمایا ولا یذکرون اللہ الا قلیلاً۔ اور فرمایا واذکر ربک فی نفسک تضرعاً وخیفۃ ودون الجہر من القول بالغدو والاصال ولا تکن من الغافلین۔ اور فرمایا ولذکر اللہ اکبر حضرت ابن عباس رضی اللہ نے فرمایا کہ اسکے دو معنی ہیں ایک یہ کہ جتنا تم خدا سے تعالیٰ کو یاد کرتے ہو اس سے خدا سے تعالیٰ کا تمکو یاد کرنا بڑا ہے اور دوسرے یہ کہ خدا سے تعالیٰ کا ذکر اور تمام عبادتوں سے زیادہ ہے اور اسکے سوا اور بہت آیات ہیں اور احادیث اس باب میں یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غافلوں کے بیچ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسا سوکھے اور ٹوٹے ہوئے درختوں کے درمیان سبز درخت ہوتا ہے اور فرمایا ذاکر اللہ فی الغافلین کالمقاتل فی الفارین۔ اور فرمایا ذاکر اللہ فی الغافلین کالحی بین الاموات۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب تک وہ مجھکو یاد کرے اور میری یاد میں اسکے ہونٹھ ہلتے رہیں۔ اور فرمایا کہ آدمی کا کوئی عمل عذاب الٰہی سے بچانے والا ذکر اللہ سے بڑھکر نہیں صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں آپ نے فرمایا کہ راہ خدا میں جہاد بھی نہیں مگر اس صورت میں کہ اپنی تلوار سے اتنا مارے کہ ٹوٹ جاوے پھر اس سے مارے کہ ٹوٹ جاوے پھر اس سے ضرب لگاوے کہ ٹوٹ جاوے۔ اور فرمایا کہ جس کسی کو یہ پسند ہو کہ جنت کے گلزاروں میں چرے اسکو چاہیے کہ خدا سے تعالیٰ کا ذکر بہت کرے۔ اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اعمال میں سے کونسا افضل ہے آپ نے فرمایا کہ افضل یہ ہے کہ ایسے حال میں مرو کہ ذکر اللہ سے تر زبان ہو۔ اور فرمایا کہ صبح اور شام خدا سے تعالیٰ کے ذکر سے تر زبان رہو تاکہ صبح اور شام کرو ایسے ہو جاؤ کہ تمہارے اوپر کوئی خطا نہو۔ اور فرمایا کہ صبح اور شام کو خدا سے تعالیٰ کا ذکر کرنا راہ خدا میں تلواروں کے توڑنے اور پانی بہانے کی طرح مال کے دینے سے افضل ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ جب بندہ مجھکو اپنے جی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے جی میں یاد کرتا ہوں یعنی میرے سوا کسی کو اسکی خبر نہیں ہوتی۔ اور جب مجھکو مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اسکو اسکے مجمع سے بہتر میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف کو آہستہ چلتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑتا ہوں یعنی جلد دعا قبول کرتا ہوں اور فرمایا کہ سات شخص ہیں جنکو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دیگا اس روز کہ بجز اسکے اور کوئی سایہ نہوگا۔ انہیں سے ایک شخص وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کیا ور اسکے خوف سے رویا ہو۔ اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بھلا میں تمکو وہ بات نہ بتادوں جو تمہارے اعمال میں بہتر ہو اور تمہارے مالک کے نزدیک بہت ستھری اور تمہارے درجات میں سب سے اونچی اور تمہارے حق میں سونے اور چاندی کے دینے سے بہتر اور تمہارے لیے اس امر سے بھی بہتر ہو کہ تم اپنے دشمنوں سے دو چار ہو انکی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں کاٹیں صحابہ رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کیا بات ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کرنا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جس کسی کو میرا ذکر مجھ سے مانگنے سے روک دیگا اسکو وہ چیز دونگا کہ جو کچھ مانگنے والوں کو دیتا ہوں اس سے بہتر ہو اور آثار اس باب میں یہ ہیں کہ فضیل رح کہتے ہیں کہ ہمنے سنا ہے

بخاری و مسلم میں یہ مضمون اور الفاظ سے ادا کیا ہی ۱۳ ع ابن ماجہ بروایت ابوہریرہ و حاکم بروایت ابو درداء ۱۲ ع طبرانی بروایت معاذ رض ۱۲ ع ابن ابی شیبہ و طبرانی بروایت معاذ بسند ضعیف ۱۲ ع ابن حبان و طبرانی و بیہقی بروایت معاذ رض ۱۲ ع ابو القاسم اصفہانی در ترغیب و ترہیب ۱۲ ع ابن عبد البر در تمہید بروایت ... بسند ضعیف ۱۲ ع بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲ ع بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ رض ۱۲ ع بخاری ...

کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ابن آدم تو مجھکو ایک ساعت صبح کے بعد اور ایک ساعت عصر کے بعد یاد کر لیا کر مین تجکو اُن دونون کے درمیان مین کفایت کرونگا - اور بعض علما کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس بندہ کے دل پر مطلع ہوکر مین دیکھ لیتا ہون کہ میرے ذکر سے تمسک کرنا اُسپر غالب ہے تو مین اُسکے انتظام کا ذمہ دار ہوتا ہون اور اُسکا ہمنشین اور ہمکلام اور انیس ہو جاتا ہون - اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا کہ ذکر دو ہین ایک خدا تعالیٰ کو اپنے جی مین یاد کرنا کہ بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی کو علم نہو یہ نہایت عمدہ ہے اور اسکا ثواب بہت بڑا ہے اور اس سے بڑھکر اللہ تعالیٰ کا اُس وقت یاد کرنا ہے کہ وہ محروم کر دے - اور مروی ہے کہ دنیا سے سب نفس پیاسے نکلین گے بجز اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والون کے اور حضرت معاذ بن جبل رض فرماتے ہین کہ جنت کے لوگ کسی چیز پر حسرت نہ کرینگے بجز اُس ساعت کے جو اُنپر آئی ہو اور اُنھون نے اُسمین ذکر خدا نکیا ہو واللہ اعلم

دوسرا بیان ذکر کی مجلسون کی فضیلت مین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس مین بیٹھکر ذکر الٰہی کرتے ہین تو اُنکو فرشتے گھیر لیتے ہین اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ اُنکا ذکر اپنے پاس کے لوگون یعنی ملاء اعلیٰ مین کرتا ہے - اور آپ نے فرمایا کہ جو لوگ اکٹھے ہوکر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہین اور اُس ذکر سے بجز اُسکی رضا کے اور کچھ اُنکا مقصود نہین ہوتا تو اُنکو ایک منادی آسمان سے پکارتا ہے کہ اُٹھو تمھاری مغفرت ہوگئی اور تمھاری برائیان نیکیون سے بدل دی گئین اور آپ نے فرمایا کہ جو لوگ کسی جگہ مین بیٹھکر خدا تعالیٰ کا ذکر نہ کرینگے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجینگے تو قیامت کو اُنکے لیے حسرت ہوگی - اور حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ الٰہی جب تو مجھکو دیکھے کہ مین ذکر کرنے والون کی مجلس سے غافلون کی مجلس کی طرف بڑھا جاتا ہون تو اُن تک پہونچنے سے پہلے میری ٹانگ توڑ دے کہ یہ بھی مجھپر تیرے احسانون سے ہوگا - اور آنحضرت صلعم نے فرمایا نیک مجلس بیس لاکھ بُری مجلسون کا کفارہ ہو جاتی ہے - اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آسمان والے اہل زمین کے اُن گھرون کو جنمین خدا تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہوگا ایسے دیکھینگے جیسے ستارے دیکھے جاتے ہین - اور سفیان بن عیینہ رح فرماتے ہین کہ جب لوگ اکٹھے ہوکر خدا تعالیٰ کا ذکر کرتے ہین تو شیطان اور دنیا الگ ہو جاتے ہین اور شیطان دنیا سے کہتا ہے کہ دیکھتی ہے یہ کیا کرتے ہین تو دنیا کہتی ہے کہ انکو رہنے دے یہ جب جدا ہونگے مین اُنکی گردنین پکڑکر تیری طرف لے آؤنگی - اور حضرت ابوہریرہ رض ایک بار بازار مین گئے اور لوگون سے فرمایا کہ تم یہان ہو اور آنحضرت صلعم کی میراث مسجد مین تقسیم ہو رہی ہے لوگون نے بازار کو ترک کیا اور مسجد کو روانہ ہوے وہان کچھ مال نہ دیکھا حضرت ابوہریرہ رض سے آکر کہا کہ ہمنے تو کوئی میراث بٹتے نہ دیکھی آپنے پوچھا کہ پھر کیا دیکھا - اُنھون نے کہا کہ کچھ لوگون کو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہین اور قرآن پڑھتے ہین آپنے فرمایا کہ میراث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تو ہے - اور اعمش ابن ابی صالح سے اور وہ حضرت ابوہریرہ اور ابو سعید خدری رض سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے نامہ اعمال کے لکھنے والون کے سوا زمین مین ذکر کے حلقے ڈھونڈھتے رہتے ہین جب کسی قوم کو دیکھتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہین تو ایک دوسرے کو پکارتے ہین کہ اپنے مطلب کی طرف چلو سب فرشتے وہان آتے ہین اور آسمان دنیا تک ذکر کرنے والون کو گھیر لیتے ہین پھر اللہ تعالیٰ اُنسے پوچھتا ہے کہ تم میرے بندون کو کیا کرتے چھوڑ آئے وہ عرض کرتے ہین کہ ہمنے اس حال مین چھوڑا کہ تیری حمد اور بڑائی اور پاکی بیان کرتے ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بھلا اُنھون نے مجھے دیکھا ہے وہ کہتے ہین کہ نہین اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا ہو فرشتے کہتے ہین کہ اگر دیکھ لین تو زیادہ تر تیری تسبیح اور تحمید اور تمجید کرین پھر پوچھتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہین وہ کہتے ہین کہ دوزخ سے فرماتا ہے کیا اُنھون نے دوزخ کو دیکھا ہے عرض کرتے ہین کہ نہین فرماتا ہے کہ اگر اُسکو دیکھین تو کیسی ہو عرض کرتے ہین کہ اگر دیکھ لین تو اُس سے زیادہ تر گریزان اور نفرت کرین پھر پوچھتا ہے کہ وہ کیا مانگتے ہین وہ کہتے ہین کہ جنت کے سائل ہین فرماتا ہے کہ اُنھون نے کیا اُسکو دیکھا ہے عرض کرتے ہین کہ نہین فرماتا ہے کہ اگر دیکھ لین تو کیا ہو عرض کرتے ہین کہ اگر دیکھ لین تو اُسکے زیادہ تر حریص ہو جاوین پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مینے اُنکو بخش دیا فرشتے عرض کرتے ہین کہ الٰہی اُنمین فلان شخص تھا وہ اُنکے ارادہ سے نہین آیا تھا بلکہ اپنے کسی کام کو آیا تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہین کہ اُنکا ہمنشین اُنکے طفیل مین محروم نہین ہوتا

تیسرا بیان لا الہ الا اللہ کہنے کی فضیلت مین - انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ مین نے اور مجھ سے پیشتر کے انبیا نے کہا ہے اُسکا افضل ما قلت انا والنبیون من قبلی آمین سے افضل یہ قول ہی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ - اور فرمایا کہ جو کوئی ہر روز سو بار کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر اُسکے لیے دس بردے آزاد کرنے کے برابر ہوگا اور سو نیکیاں اُسکے واسطے لکھی جائنگی اور سو برائیاں اُسکی دور کیجا دینگی اور اُس روز شیطان سے شام تک اُسکو پناہ رہیگی اور اُسکے عمل سے بڑھکر اور کسی کا عمل نہین بجز اُس شخص کے کہ دس سے زیادہ یہ کلمہ پڑھے اور فرمایا کہ جو شخص وضو اچھی طرح کرکے اپنی آنکھ آسمان کی طرف اُٹھاوے اور کہے اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ - تو اُسکے لیے جنت کے دروازے کھل جاوینگے جونسے مین سے چاہے اندر چلا جاوے اور فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کہنے والون کو نہ قبرون مین وحشت ہی نہ قبرون سے اُٹھنے مین گویا کہ مین اُنکو دیکھ رہا ہون کہ نفخ صور کے وقت اپنے سر سے مٹی جھاڑ رہے ہین اور یہ کہتے ہین الحمد للہ الذی اذہب عنا الحزن ان ربنا لغفور شکور - اور حضرت ابوہریرہ رضہ کو ارشاد فرمایا کہ ای ابوہریرہ جو نیکی تم کروگے وہ قیامت کے دن وزن کیجاویگی مگر اس بات کی گواہی دینی کہ لا الہ الا اللہ اسکے لیے ترازو نہین رکھی جاویگی اسلیے کہ اگر یہ کلمہ اُس شخص کے پلہ مین رکھا جاویگا جسنے اسکو صدق کے ساتھ کہا ہو اور ساتون آسمان اور ساتون زمینین اور اُنکے درمیان کی چیزین دوسرے پلہ مین رکھی جاوینگی تو ان سب سے لا الہ الا اللہ ہی جھکتا رہیگا - اور فرمایا کہ اگر صدق کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہنے والا بقدر زمین کے گناہ لاویگا تو اللہ تعالی اُنکو معاف کردیگا - اور فرمایا کہ ای ابوہریرہ جو شخص مرنے کو ہو اُسکو لا الہ الا اللہ کی شہادت تلقین کرو کہ وہ گناہون کو ڈھا دیتی ہی حضرت ابوہریرہ رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مرنے والون کے لیے ہی زندون کے لیے کیا صورت ہی فرمایا کہ اُنکے حق مین زیادہ تر ڈھاتی ہی - اور فرمایا من قال لا الہ الا اللہ مخلصا دخل الجنۃ - اور فرمایا کہ تم سب جنت مین بیشک جاؤگے مگر جو شخص بانکار پیش آوے اور اللہ تعالی سے ایسا بدکے جیسے اونٹ اپنے مالک سے بدل جاتا ہی لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ خدا تعالی سے بانکار کون پیش آتا ہی فرمایا کہ جو لا الہ الا اللہ نہ کہے پس لا الہ الا اللہ کہنے کی کثرت کرو پیشتر اس سے کہ تم مین اور اس کلمہ مین آڑ کر دیجاوے

بانکار کون پیش آتا ہی فرمایا کہ جو لا الہ الا اللہ نہ کہے پس لا الہ الا اللہ کہنے کی کثرت کرو پیشتر اس سے کہ تم مین اور اس کلمہ مین آڑ کر دیجاوے

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ پھر کہے کہ الٰہی تو مجھے بخشدے تو اسکی مغفرت ہو جاویگی یا دعا مانگیگا تو مقبول ہوگی اور اگر وضو کرکے نماز پڑھیگا تو اسکی نماز مقبول ہوگی -

چوتھا بیان سبحان اللہ اور الحمد للہ اور باقی ذکروں کی فضیلت میں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ اور تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر کہے اور سو پورا کرنے کو لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی قدیر کہے اسکے گناہ بخشے جاوینگے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں - اور فرمایا جو شخص دن میں سو بار سبحان اللہ وبحمدہ کہے اسکے گناہ دور ہو جاوینگے گو سمندر کی جھاگ جیسے ہوں - اور مروی ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھ سے دنیا نے پشت پھیری اور میں تنگدست ہو گیا آپ نے فرمایا کہ تو فرشتوں کی نماز اور خلق کی تسبیح کیوں نہیں پڑھتا اس سے تو لوگوں کو روزی ملتی ہے اسنے عرض کیا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ صبح صادق کے طلوع سے فجر کی نماز پڑھنے تک کے اندر سو بار سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم استغفر اللہ پڑھ لیا کر دنیا تیرے پاس خوار و ذلیل ہوکر آویگی اور اللہ تعالی ہر کلمہ سے اس دعا کے ایک فرشتہ پیدا کریگا کہ وہ اللہ تعالی کی تسبیح قیامت تک کرتا رہیگا اور اسکا ثواب تجکو ملیگا - اور فرمایا کہ جب بندہ الحمد للہ کہتا ہے تو زمین و آسمان کے درمیان کو بھر دیتا ہے پھر جب دوسری دفعہ الحمد للہ کہتا ہے تو ساتویں آسمان سے لیکر سب سے نیچے کی زمین تک پر کر دیتا ہے پھر جب تیسری بار الحمد للہ کہتا ہے تو اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ مانگ تجکو ملیگا - اور رفاعہ زرقی رض سے مروی ہے کہ ہم ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب آپ نے رکوع سے اپنا سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو ایک شخص نے آپکے پیچھے کہا ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کون بولا تھا اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تھا آپ نے فرمایا کہ میں نے کچھ اوپر تیس فرشتوں کو دیکھا کہ اس کلام کی طرف جھپٹے تھے کہ اسکو کون پہلے لکھے - اور فرمایا کہ باقیات الصالحات یہ ہیں لا الہ الا اللہ و سبحان اللہ واللہ اکبر والحمد للہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ - اور فرمایا کہ اگر زمین کے اوپر کوئی شخص کہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر و سبحان اللہ والحمد للہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ تو اسکے گناہ بخش دیے جاوینگے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں اسکو ابن عمر رض نے روایت کیا ہے - اور نعمان بن بشیر روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالی کے جلال اور تسبیح اور تہلیل اور تحمید کا ذکر کرتے ہیں تو یہ کلمات عرش کے گرد پھرتے ہیں اور شہد کی مکھی کی سی بھنبھناہٹ انکی ہوتی ہے کہ اپنے پڑھنے والے کا ذکر پروردگار کے پاس کرتے ہیں کیا تم سے کسی کو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ ہمیشہ اسکا ذکر اللہ تعالی کے پاس ہوتا رہے - اور حضرت ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہوں تو میرے نزدیک اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج نکلتا ہے (یعنی دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے) اور ایک روایت میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ زیادہ ہے اور فرمایا کہ یہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے - اور فرمایا کہ اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ پسند کلام یہ چار کلمات ہیں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کیطرح جونسی شے شروع کروگے کچھ تمکو خلل نہ کریگا اس روایت کو سمرہ بن جندب نے روایت کیا ہے - اور ابو مالک اشعری روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ طہارت نصف ایمان ہے اور الحمد للہ کہنا میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ واللہ اکبر آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں اور نماز نور ہے اور خیرات کرنا برہان ہے اور صبر روشنی ہے اور قرآن تیرے نفع یا نقصان کے لیے حجت ہے سب آدمی صبح کو اٹھکر یا تو اپنے نفس کو بیچ دیتے ہیں پھر اسکو ہلاک کر دیتے ہیں یا اپنے نفس کو خریدتے ہیں اور اسکو آزاد کرتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کلمے زبان پر ہلکے اور میزان میں بھاری اور اللہ تعالی کے نزدیک پیارے ہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم - اور حضرت ابوذر رض فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالی کے نزدیک کونسا کلام محبوب تر ہے آپ نے فرمایا کہ جو کلام اسنے اپنے فرشتوں کے لیے چن رکھا ہے یعنی سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم - اور حضرت ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے کلام میں سے ان کلمات کو چھانٹ لیا ہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پس جب بندہ سبحان اللہ کہتا ہے تو اسکے لیے بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور بیس برائیاں

اخرج نسائی و حاکم بروایت ابو سعید و ابو ہریرہ لیکن انکی روایت میں تیس ہے بجائے بیس کے ۱۲

اُس سے دور کیجاتی ہیں اور جب اللہ اکبر کہتا ہو تب بھی اسی طرح ہوتا ہو اور آخر تک کلمات کو ذکر فرما دیا کہ ہر ایک کے کہنے میں ویسا ہی حال ہو
اور حضرت جابر رض سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی سبحان اللہ و بحمدہ کہے اُسکے لیے ایک درخت جنت میں
لگایا جاویگا۔ اور حضرت ابو ذر رض سے مروی ہو کہ فقراء صحابہ رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ دولتمند ثواب
لیگئے وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں اور اپنے بچے ہوئے مالون سے خیرات کرتے ہیں آپ نے
فرمایا کہ خدا نے تعالیٰ نے کیا تمہارے لیے کوئی چیز نہیں بنائی جس سے تم صدقہ کرو تمہارے واسطے ہر سبحان اللہ کہنا صدقہ ہو اور الحمد للہ کہنا
صدقہ ہو ہر تہلیل صدقہ ہو ہر ایک تکبیر صدقہ ہو اچھی بات کے لیے امر کرنا صدقہ ہو بُری بات سے منع کرنا صدقہ ہو تم میں سے کوئی اپنی بی بی
کے منہ میں لقمہ دے تو یہ اسکے حق میں صدقہ ہو اور تمہارے لیے بی بی سے ہم بستر ہونے میں صدقہ ہو اُنھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو
اپنی شہوت کے پورا کرنے میں بھی ثواب ہو آپ نے فرمایا کہ بھلا یہ تو کہو کہ اگر شہوت کو حرام میں صرف کرتا تو گناہ ہوتا کہ نہیں اُنھوں نے عرض کیا
کہ بیشک گناہ ہوتا آپ نے فرمایا کہ اسی طرح اگر حلال میں اُسکو صرف کریگا تو اُسکو ثواب ہوگا اور حضرت ابو ذر رض فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مالدار ثواب میں ہم سے بڑھ گئے کہ جو ہم کہتے ہیں اُسکو وہ بھی کہتے ہیں اور وہ خرچ کرتے ہیں اور ہم
نہیں کرسکتے آپ نے فرمایا کہ میں تجھکو ایسا عمل نہ بتا دون کہ جب تو اُسکو کرے تو تجھ سے اول ہو اُسکو جا لے اور جو تیرے بعد ہو اُسپر فائق ہو
بجز اُس شخص کے کہ تیرے قول کے موافق کہے وہ یہ ہو کہ ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ اور اسی قدر الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر
کہہ لیا کرے۔ اور بسیرہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عورتو اپنے اوپر سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ اور سبوح قدوس کو
لازم کرلو کہ اُس سے غفلت نہ کرو اور عدد کے شمار عقد انامل سے کیا کرو کہ انگلیون کی پورین قیامت کے روز شہادت دینگی اور بولینگی۔ اور حضرت
عبداللہ بن عمر رض فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ سبحان اللہ کہنے کو شمار کرتے جاتے تھے۔ اور حضرت ابوہریرہ اور ابو سعید
خدری رضی اللہ عنہما نے شہادت دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ بندہ جب کہتا ہو لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ
میرا بندہ سچ کہتا ہو کوئی معبود میرے سوا نہیں اور میں سب سے زیادہ بڑا ہوں اور جب بندہ کہتا ہو لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ تو اللہ تعالیٰ
فرماتا ہو کہ میرے بندہ نے سچ کہا کوئی معبود میرے سوا نہیں میں یکتا ہوں کوئی میرا شریک نہیں اور جب وہ کہتا ہو لا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ میرا بندہ درست کہتا ہو گناہ سے بچنے کی طاقت اور طاعت کے لیے قوت بجز میرے اور کسیطرح نہیں اور جو شخص ان کلمات کو
مرنے کے وقت کہے تو اُسکو دوزخ کی آگ نہ لگیگی۔ اور مصعب بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی
سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ہر روز ایک ہزار نیکیاں کما لیا کرے لوگون نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہو آپ نے فرمایا کہ سو بار سبحان اللہ کہہ لیا کرے اُسکے لیے ہزار
نیکیاں لکھی جاوینگی اور ہزار بُرائیاں اُس سے دور کیجاوینگی۔ اور فرمایا کہ اے عبداللہ بن قیس یا حضرت ابو موسیٰ کو خطاب فرما کر کہا کہ کیا میں
تجھکو جنت کے خزانون میں سے ایک خزانہ نہ بتلا دون اُنھون نے عرض کیا کہ ارشاد فرمایئے فرمایا کہ کہو لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور حضرت
ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کا کہنا جنت کے خزانون میں سے عرش کے نیچے کا ایک عمل ہو جب بندہ
اُسکو کہتا ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ میرا بندہ اسلام لایا اور فرمانبردار ہوا۔ اور فرمایا کہ جو شخص صبح کو یہ کہہ لیا کرے کہ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و
بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا و رسولا تو ضرور ہو کہ خدا تعالیٰ اُسکو قیامت کے روز راضی کردے۔ اور ایک روایت میں ہو کہ جو کوئی اس دعا کو پڑھا کرے
اللہ تعالیٰ اُس سے راضی ہوتا ہو۔ اور مجاہد رض فرماتے ہیں کہ جب آدمی اپنے گھر سے نکلتا ہو اور بسم اللہ کہتا ہو تو فرشتہ کہتا ہو کہ تو ہدایت کیا گیا
اور جب کہتا ہو کہ توکلت علی اللہ تو فرشتہ کہتا ہو کہ تو کفایت کیا گیا اور جب کہتا ہو لا حول ولا قوۃ الا باللہ تو فرشتہ کہتا ہو کہ تو حفاظت کیا گیا
پھر اُسکے پاس سے شیطان علیحدہ ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسپر ہمارا بس نہ چلیگا کہ یہ ہدایت اور کفایت اور حفاظت میں داخل ہوا

۱۴

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ پھر کہے کہ الٰہی تو مجھے بخشدے تو اسکی مغفرت ہوجاویگی یا دعا مانگیگا تو مقبول ہوگی اور اگر وضو کرکے نماز پڑھیگا تو اسکی نماز مقبول ہوگی۔

چوتھا بیان سبحان اللہ اور الحمد للہ اور باقی ذکروں کی فضیلت میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ اور تینتیس بار الحمد للہ اور تینتیس بار اللہ اکبر کہے اور سو پورا کرنے کو لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر کہے تو اسکے گناہ بخشے جاوینگے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ اور فرمایا جو شخص دن میں سو بار سبحان اللہ وبحمدہ کہے اسکے گناہ دور ہوجاوینگے گو سمندر کی جھاگ جیسے ہوں۔ اور مروی ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھ سے دنیا نے پشت پھیری اور میں تنگدست ہوگیا آپ نے فرمایا کہ تو فرشتوں کی نماز اور خلق کی تسبیح کیوں نہیں پڑھتا اُس سے تو لوگوں کو روزی ملتی ہے اُسنے عرض کیا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ صبح صادق کے طلوع سے فجر کی نماز پڑھنے تک کے اندر سو بار سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم استغفر اللہ پڑھ لیا کر دنیا تیرے پاس خوار و ذلیل ہوکر آویگی اور اللہ تعالیٰ ہر کلمہ سے اس دعا کے ایک فرشتہ پیدا کریگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح قیامت تک کرتا رہیگا اور اُسکا ثواب تجکو ملیگا۔ اور فرمایا کہ جب بندہ الحمد للہ کہتا ہے تو زمین و آسمان کے درمیان کو بھر دیتا ہے پھر جب وہ دوسری دفعہ الحمد للہ کہتا ہے تو ساتویں آسمان سے لیکر سب سے نیچے کی زمین تک بھر دیتا ہے پھر جب تیسری بار الحمد للہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مانگ تجکو ملیگا۔ اور رفاعہ زرقی رضہ سے مروی ہے کہ ہم ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب آپ نے رکوع سے اپنا سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو ایک شخص نے آپ کے پیچھے سے کہا ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ جب آپ نماز سے فارغ ہوے تو فرمایا کہ کون بولا تھا اُس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تھا آپ نے فرمایا کہ میں نے کچھ اوپر تیس فرشتوں کو دیکھا کہ اس کلام کی طرف جھپٹے تھے کہ اسکو کون پہلے لکھے۔ اور فرمایا کہ باقیات الصالحات یہ ہیں لا الہ الا اللہ وسبحان اللہ واللہ اکبر والحمد للہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور فرمایا کہ اگر زمین کے اوپر کوئی شخص کہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وسبحان اللہ والحمد للہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ تو اسکے گناہ بخش دیے جاوینگے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں اسکو ابن عمر رضہ نے روایت کیا ہے۔ اور نعمان بن بشیر روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے جلال اور تسبیح اور تہلیل اور تحمید کا ذکر کرتے ہیں تو یہ کلمات عرش کے گرد پھرتے ہیں اور شہد کی مکھی کی سی بھنبھناہٹ اُنکی ہوتی ہے کہ اپنے پڑھنے والے کا ذکر پروردگار کے پاس کرتے ہیں کیا تم سے کسی کو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ ہمیشہ اُسکا ذکر اللہ تعالیٰ کے پاس ہوتا رہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہوں تو میرے نزدیک اُس چیز سے بہتر ہے جسپر سورج نکلتا ہے (یعنی دنیا وما فیہا سے بہتر ہے) اور ایک روایت میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ زیادہ ہے اور فرمایا کہ یہ دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسند کلام یہ چار کلمات ہیں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہ جونسے شروع کروگے کچھ تمکو خلل نہ کریگا اس روایت کو سمرہ بن جندب نے روایت کیا ہے۔ اور ابو مالک اشعری روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ طہارت نصف ایمان ہے اور الحمد للہ کہنا میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ واللہ اکبر آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں اور نماز نور ہے اور خیرات کرنا برہان ہے اور صبر روشنی ہے اور قرآن تیرے نفع یا نقصان کے لیے حجت ہے سب آدمی صبح کو اُٹھکر یا تو اپنے نفس کو بیچ دیتے ہیں پھر اُسکو ہلاک کردیتے ہیں یا اپنے نفس کو خریدتے ہیں اور اُسکو آزاد کرتے ہیں اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کلمے زبان پر ہلکے اور میزان میں بھاری اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پیارے ہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ اور حضرت ابوذر رضہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا کلام محبوب تر ہے آپ نے فرمایا کہ جو کلام اُسنے اپنے فرشتوں کے لیے چن رکھا ہے یعنی سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ اور حضرت ابوہریرہ رضہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کلام میں سے ان کلمات کو چھانٹ لیا ہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پس جب بندہ سبحان اللہ کہتا ہے تو اُسکے لیے بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور بیس برائیاں

نہیں ہے ۱۷ ... نسائی وحاکم بروایت ابو سعید وابوہریرہ لیکن انکی روایت میں تیس ہے بجائے بیس کے ۱۲

اُس سے دور کیجاتی ہیں اور جب اللہ اکبر کہتا ہے تب بھی اسی طرح ہوتا ہے اور آخر تک کلمات کو ذکر فرمایا کہ ہر ایک کے کہنے میں ویسا ہی حال ہے اور حضرت جابر رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی سبحان اللہ وبحمدہ کہے اُسکے لیے ایک درخت جنت میں لگایا جاویگا۔ اور حضرت ابوذر رضہ سے مروی ہے کہ فقراء صحابہ رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ دولتمند ثواب لیگئے وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں اور اپنے بچے ہوئے مالوں سے خیرات کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ خدا تعالی نے کیا تمھارے لیے کوئی چیز نہیں بنائی جس سے تم صدقہ کرو تمھارے واسطے ہر سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے اور الحمد للہ کہنا صدقہ ہے ہر تہلیل صدقہ ہے ہر ایک تکبیر صدقہ ہے اچھی بات کے لیے امر کرنا صدقہ ہے بُری بات سے منع کرنا صدقہ ہے تم میں سے کوئی اپنی بی بی کے منھ میں لقمہ دے تو یہ اُسکے حق میں صدقہ ہے اور تمھارے لیے بی بی سے ہمبستر ہونے میں صدقہ ہے انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمکو اپنی شہوت کے پورا کرنے میں بھی ثواب ہے آپ نے فرمایا کہ بھلا یہ تو کہو کہ اگر شہوت کو حرام میں صرف کرتا تو گناہ ہوتا کہ نہیں انھوں نے عرض کیا کہ بیشک گناہ ہوتا آپ نے فرمایا کہ اسی طرح اگر حلال میں اُسکو صرف کریگا تو اُسکو ثواب ہوگا اور حضرت ابوذر رضہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مالدار ثواب میں ہم سے بڑھ گئے کہ جو ہم کہتے ہیں اُسکو وہ بھی کہتے ہیں اور وہ خرچ کرتے ہیں اور ہم نہیں کرتے آپ نے فرمایا کہ میں تجکو ایسا عمل نہ بتادوں کہ جب تو اُسکو کرے تو جو تجھ سے اول ہوا اُسکو جالے اور جو تیرے بعد ہو اُسپر فائق ہو بجز اُس شخص کے کہ تیرے قول کے موافق کہے وہ یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ اور اسی قدر الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر کہہ لیا کر۔ اور بسرہ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عورتو اپنے اوپر سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ اور سبوح قدوس کو لازم کرلو کہ اس سے غفلت نہ کرو اور عدد کے شمار عقد انامل سے کیا کرو کہ انگلیوں کی پوریں قیامت کے روز شہادت دینگی اور بولینگی۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ سبحان اللہ کہنے کو شمار کرتے جاتے تھے۔ اور حضرت ابوہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما نے شہادت دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ جب کہتا ہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرا بندہ سچ کہتا ہے کوئی معبود میرے سوا نہیں اور میں سب سے زیادہ بڑا ہوں اور جب بندہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے سچ کہا کوئی معبود میرے سوا نہیں میں تنہا ہوں کوئی میرا شریک نہیں اور جب وہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرا بندہ درست کہتا ہے گناہ سے بچنے کی طاقت اور طاعت کے لیے قوت بجز میرے اور کسیطرح نہیں اور جو شخص ان کلمات کو مرنے کے وقت کہے تو اُسکو دوزخ کی آگ نہ لگیگی۔ اور مصعب بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ہر روز ایکہزار نیکیاں کما لیا کرے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہو آپ نے فرمایا کہ سو بار سبحان اللہ کہہ لیا کرے اُسکے لیے ہزار نیکیاں لکھی جاوینگی اور ہزار برائیاں اُس سے دور کیجاوینگی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے عبد اللہ بن قیس یا حضرت ابو موسی کو خطاب فرما کر کہا کہ کیا میں تجکو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتلادوں انھوں نے عرض کیا کہ ارشاد فرمائیے فرمایا کہ کہو لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کا کہنا جنت کے خزانوں میں سے عرش کے نیچے کا ایک عمل ہے جب بندہ اُسکو کہتا ہے تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرا بندہ اسلام لایا اور فرمانبردار ہوا۔ اور فرمایا کہ جو شخص صبح کو یہ کہہ لیا کرے کہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا ورسولا تو ضرور ہے کہ خدا تعالی اُسکو قیامت کے روز راضی کردے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو کوئی اس دعا کو پڑھا کرے اللہ تعالی اُس سے راضی ہوتا ہے۔ اور مجاہد رضہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی اپنے گھر سے نکلتا ہے اور بسم اللہ کہتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تو ہدایت کیا گیا اور جب کہتا ہے کہ توکلت علی اللہ تو فرشتہ کہتا ہے کہ تو کفایت کیا گیا اور جب کہتا ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ تو فرشتہ کہتا ہے کہ تو حفاظت کیا گیا پھر اُسکے پاس سے شیطان علحدہ ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب ہمارا بس نہ چلیگا کہ یہ ہدایت اور کفایت اور حفاظت میں داخل ہوا

اب اگر یہ کہو کہ یہ کیا بات ہو کہ ذکر الٰہی باوجود زبان پر ہلکا ہونے اور تھوڑی مشقت کے ایسا ہو گیا کہ سب عبادتوں کی نسبت کہ مفید تر اور افضل ہو گیا حالانکہ عبادات میں محنت بہت ہوتی ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ اس امر کی تحقیق تو بدون علم مکاشفہ کے اور جگہ زیبا نہیں مگر جس قدر کا ذکر کرنا علم معاملہ میں گوارا کیا جاتا ہو وہ یہ ہو کہ جس ذکر سے تاثیر اور نفع ہوا کرتا ہو وہ حضور دل کے ساتھ ہمیشہ کو ذکر کرنا ہو اور زبان سے ذکر کرنا اور دل کا غافل ہونا بہت کم نافع ہو سو زبان در ذکر و دل در فکر خانہ چہ حاصل زین نماز پنجگانہ و آور یہی بات احادیث سے بھی معلوم ہوتی ہو اور کسی لحظہ میں ذکر دل کا حاضر ہونا اور پھر دنیا میں مشغول ہو کر خدائے تعالیٰ سے غافل ہونا بھی کم مفید ہو بلکہ حضور دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہمیشہ یا اکثر اوقات سب عبادتوں پر مقدم ہو بلکہ اسی سے سب عبادتوں پر شرف ہو اور یہی عملی عبادتوں کی علت غائی ہو اور ذکر کا ایک شروع ہو اور ایک انجام ابتدا سے ذکر تو موجب انس و محبت کا ہوتا ہو اور اسکی انتہا یہ ہو کہ انس و محبت اسکے موجب ہو جاویں اور انہیں کے باعث سے ذکر سرزد ہو اور مطلوب بھی یہی انس و محبت ہوتی ہو جو باعث ذکر ہو کیونکہ مرید اپنے ابتدائے حال میں کبھی بتکلف اپنے دل اور زبان کو وسواس سے روک کر خدائے تعالیٰ کے ذکر میں مصروف کرتا ہو اور اگر توفیق الٰہی اسپر مداومت کرتا ہو تو اس سے مانوس ہو جاتا ہو اور اسکے دل میں مذکور کی محبت جم جاتی ہو اور اس بات کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ امر تو عادت میں بھی مشاہدہ ہوتا ہو کہ اگر کسی شخص کے سامنے ایک غائب شخص کا ذکر کرو اور اسکی خصلتوں کو مکرر اسکو سناؤ تو وہ اس سے محبت کریگا بلکہ کبھی صفت اور کثرت ذکر ہی سے عاشق ہو جاتا ہو پھر جب ابتدا میں بتکلف ذکر سے عاشق ہو جاتا ہو تو انجام کو کثرت ذکر پر مجبور ہو جاتا ہو بایں طرح کہ اس سے صبر نہیں کرسکتا کیونکہ قاعدہ ہو کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہو اسکا ذکر زیادہ کیا کرتا ہو اور جو شخص کسی چیز کا ذکر بہت کرتا ہو گو تکلف ہی سے ہو وہ اسی شی کو محبوب جانتا ہو اسی طرح ذکر الٰہی اول میں تکلف کے ساتھ بھی اس امر کا ثمرہ دیتا ہو کہ مذکور کے ساتھ یعنی خدائے تعالیٰ سے آدمی کو انس و محبت ہو جاوے اور انجام کو یہ صورت ہوتی ہو کہ اس سے صبر نہیں کرسکتا تو جو چیز اول میں موجب تھی وہ موجب ہو جاتی ہو اور جو چیز ثمرہ تھی وہ علت ٹھہرتی ہو اور یہی معنی ہیں اس قول کے جو بعض اکابر سے مروی ہو کہ میں نے بیس برس قرآن مجید کی تکلیف کھینچی پھر بیس برس اس سے دولت ملی اور یہ دولت بجز انس و محبت کے اور کسی چیز سے صادر نہیں ہوتی اور انس و محبت جبھی حاصل ہوتی ہو کہ بہت مدت تک بتکلف مشقت اٹھائی جاوے یہاں تک کہ تکلف کا امر سرشتی ہو جاوے اور اس امر کو بعید نہ جانو کہ دیکھتے ہی ہو کہ آدمی بعض اوقات کسی چیز کے کھانے میں تکلف کرتا ہو اور اول بدمزگی کے باعث اسکو برا جانتا ہو اور زبردستی نگلتا ہو مگر اسپر مداومت کرنے سے اسکی طبیعت کے موافق پڑجاتی ہو یہاں تک کہ پھر اس سے صبر نہیں کرتا غرضکہ آدمی کا نفس متحمل ہوتا ہو جس طرح کی عادت ڈالو ویسا ہی عادی ہو جاتا ہو اور جو چیز اس سے اول بتکلف کرا ؤ آخر کو وہ اسکے لیے سرشت ہو جاتی ہو پھر جب اللہ تعالیٰ کے ذکر سے انس حاصل ہو جاتا ہو تو اسکے ماسوا سے منقطع ہو جاتا ہو اور اسکے سوا وہ چیزیں ہیں کہ مرنے کے وقت اس سے جدا ہو جاویگا مثلاً گھر کے لوگ اور مال اور اولاد اور حکومت قبر میں کوئی ساتھ نہوگی اور بجز ذکر الٰہی کے اور کچھ نہ رہیگا پس اگر ذکر الٰہی سے انس رکھتا ہوگا تب تو اس سے منقطع ہوگا اور جو علاقے کہ اس سے روکتے تھے انکے برطرف ہونے سے لذت پاویگا کیونکہ دنیا کی زندگی میں حاجتوں کی ضرورتیں ذکر اللہ سے روکتی ہیں اور موت کے بعد کوئی مانع نہ رہیگا تو گویا اسوقت انہیں اور اسکے محبوب میں تخلیہ کر دیا جاویگا اس صورت میں اسکا حال بہت بہتر ہوگا اور اس قید خانہ سے چھوٹ جاویگا جس میں اپنے انس کی چیز سے رکا ہوا تھا۔ اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روح القدس نے میرے دل میں ڈال دیا ہو کہ تم جس چیز کو چاہو محبوب کرلو مگر اسکو تمہیں چھوڑنا پڑیگا۔ اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو دنیا کے متعلق ہوں اسلیے کہ مرنے سے آدمی کے حق میں یہی چیزیں جاتی رہتی ہیں کہ جتنی چیزیں زمین پر ہیں سب فانی ہیں صرف ذات پاک پروردگار کی باقی ہو۔ اور دنیا کا اسکے حق میں موت کے باعث فنا ہونا اسوقت تک رہیگا کہ وہ شخص مدت مکتوب کے پورا ہونے پر واقع میں فنا ہو جاوے۔ الغرض اس انس سے بندہ اپنی موت کے بعد لذت پاتا رہیگا یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ کے جوار میں نازل ہو کر ذکر سے لقا کی طرف ترقی کر جاوے۔ اور یہ ماجرا قبروں میں سے اٹھنے اور سینوں کے اندر کی باتیں معلوم ہونے کے بعد ہوگا۔ اور اس دلیل سے کہ مرنا عدم ہو اسکے ساتھ ذکر کیسے رہ سکتا ہو

[illegible]

موت کے بعد ذکر الٰہی کے ساتھ رہنے سے انکار نہ کرنا چاہیے کیونکہ مرنے سے آدمی ایسا معدوم نہین ہوتا کہ ذکر کا مانع ہو بلکہ اُسکا معدوم ہونا صرف دنیا اور عالم ظاہری سے ہے عالم ملکوت سے معدوم نہین ہوتا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مین کہ القبر اما حفرۃ من النار او روضۃ من ریاض الجنۃ اور اس حدیث مین ارواح الشہداء فی حواصل طیور خضر اسی بات کی طرف اشارہ ہے جو ہمنے ذکر کی ہے اور اُس ارشاد مین بھی یہی اشارہ ہے جو آپ نے جنگ بدر کے مشرک مقتولون کو ہر ایک کا نام لیکر فرمایا کہ اے فلان اے فلان جو کچھ تمھارے رب نے وعدہ کیا تھا اسکو تمنے سچ پایا کہ نہین مجھسے تو جو کچھ میرے پروردگار نے وعدہ کیا تھا اسکو مین نے سچا پایا۔ حضرت عمرؓ نے آپ کے اس قول کو سنکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کیسے سنین اور کیونکر جواب دین وہ تو مر گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے تم میرے کلام کو اُنسے زیادہ نہین سنتے مگر یہی فرق ہے کہ انکو جواب دینے کی قدرت نہین اور یہ روایت حدیث صحیح مین ہے یہ ارشاد آپکا کا شہیدین کے باب مین ہے اور ایماندارون کے لیے آپ نے فرمایا ہے کہ انکی روحین سبز جانورون کے پوٹون مین عرش کے نیچے لٹکتی ہین اور یہ حالت اور جو کیفیت کہ ان الفاظ سے پائی جاتی ہے ذکر الٰہی کے مخالف نہین اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما آتاھم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اور ذکر الٰہی کے شرف کی جہت سے رتبہ شہادت بڑا ٹھہرا اسلیے کہ مقصود خاتمہ ہے اور ہماری غرض خاتمہ سے دنیا کا رخصت ہونا اور اللہ کے سامنے ایسے حال مین آنا ہے کہ دل خدا تعالیٰ مین ڈوبا ہوا اور اسکے سوا سے منقطع ہو پس اگر کوئی بندہ اس بات پر قادر ہو کہ اپنی ہمت کو خدا تعالیٰ مین مستغرق کر دے تو اُس سے اس حالت پر مرنا بجز صف جنگ کے اور طرح پر نہ ہو سکیگا کیونکہ صف جنگ مین اپنی جان اور مال اور اولاد بلکہ تمام دنیا سے طمع جاتی رہتی ہے اسلیے کہ ان چیزون کو زندگی کے لیے چاہا کرتا ہے اور جب محبت الٰہی اور اسکی رضا جوئی مین اُسکے دل پر زندگی بیقدر ہوگئی تو ان چیزون کی بھی قدر نہ رہیگی اس سے معلوم ہوا کہ اُس سے بڑھکر خدا تعالیٰ کے لیے ہو رہنے کی اور کوئی صورت نہین اور یہین کے لحاظ شہادت کا معاملہ بہت بڑا ٹھہرا اور اُسکے فضائل بیشمار وارد ہوے مثلاً جب احد کی لڑائی مین حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری شہید ہوگئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے لڑکے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ اے جابر مین تجھے ایک بشارت دیتا ہون انھونے عرض کیا کہ بہتر خدا آپکو خیر کی بشارت دے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو زندہ کرکے اپنے سامنے بٹھلایا اسطرح کہ اُنمین اور خدا تعالیٰ مین کوئی پردہ نہ تھا پھر فرمایا کہ اے میرے بندے جو کچھ چاہے مجھسے تمنا کر مین تجھکو دونگا تیرے باپ نے کہا کہ الٰہی میری یہ تمنا ہے کہ تو مجھکو دنیا مین دوبارہ بھیجدے تاکہ مین تیری راہ مین اور تیرے رسول کی اطاعت مین پھر سے مارا جاؤن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس باب مین تو میرا حکم پہلے ہو چکا ہے کہ لوگ دنیا مین پھٹ کر نہ جاوین۔ پھر قبل اُس جیسی حالت پر مرنے کا باعث ہے کیونکہ اگر بارہا زیادہ اور مدت تک زندہ رہے تو کیا عجب ہے کہ دنیا کی شہوات اُسکی طرف لوٹ آوین اور اُسکے دل پر جو ذکر الٰہی کا غلبہ ہے اُسپر زور ہو جاوین اور یہین بہت عارف والے خاتمہ کے معاملہ سے بہت خوف کرتے رہتے ہین کیونکہ دل ہرچند ذکر الٰہی کو لازم رکھتا ہوگا تاہم بدلتا رہتا ہے اور کچھ نہ کچھ التفات دنیا کی شہوات کی طرف رکھتا ہے اور قصور اور سستی عارضی سے خالی نہین ہوتا پس اگر معاذ اللہ آخر حال مین اُسکے دل مین دنیا کا معاملہ صورت پکڑ کر چھا جاوے اور دنیا سے اسی حالت مین کوچ کر جاوے تو قریب قیاس یہی ہے کہ اُسی معاملہ کا غلبہ اُسکے دل پر باقی رہے اور مرنے کے بعد اُسکا اشتیاق ہوکر دنیا مین پھر سے آنے کی تمنا کرے اور یہ تمنا اسی جہت سے ہوتی ہے کہ آخرت کا بہرہ کم ہوتا ہے کیونکہ آدمی کی موت اُس حال پر ہوتی ہے جسپر زندگی کرتا ہے اور حشر اُسپر ہوتا ہے جسپر مرتا ہے اس صورت مین اس خطرہ سے زیادہ بچاؤ کی صورت شہادت کا خاتمہ ہے بشرطیکہ شہید کی غرض مال کا حاصل کرنا یا بہادری مین مشہور ہو جانا وغیرہ نہو جنکا ذکر حدیث مین آیا ہے کہ ایسے شہید دوزخ مین جاوینگے بلکہ قصد اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکا بول بالا ہونیکا ہو اور یہی حالت ہے جو اس آیت مین مذکور ہے ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ اور اسی طرح کا شخص دنیا کو آخرت کے عوض مین بیچتا ہے اور شہید کا حال کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی مراد کے موافق ہے اسلیے کہ اُسکا مقصود بجز اللہ تعالیٰ کے اور کچھ نہین اور ہر ایک مرد مقصود معبود و

عہ [illegible] ۱۲ [illegible] مسلم بروایت انسؓ [illegible] مسلم بروایت ابن مسعودؓ [illegible]

[illegible] وابن ماجہ بروایت جابرؓ متفق بخاری و مسلم بروایت ابو موسیٰ [illegible] اپنی جان اور مال [illegible] ۱۲

ہوتا ہے اور پہر جو دالہ ہے تو شہید اپنی زبان حال سے لا الہ الا اللہ کہتا ہے کہ اُسکے سوا اُسکا مقصود نہین اور جو شخص کہ یہ کلمہ اپنی زبان سے کہے اور اسکا حال اُس کلمے کے موافق نہو تو اُسکا معاملہ مشیت ایزدی مین ہے اور اُسکے حق مین خطرہ سے مامون نہین اور بوجہ مذکورۂ سابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لا الہ الا اللہ کے کہنے کو سب ذکرون پر فضیلت دی اور بعض جا تو مطلق اُسکے کہنے کو ذکر کیا ہے تاکہ لوگون کو ترغیب ہو پہر بعض جا صدق اور اخلاص کو اضافہ کرکے ارشاد فرمایا چنانچہ فرمایا من قال لا الہ الا اللہ مخلصاً اور اخلاص کے یہ معنی ہین کہ حال بموجب قول زبانی کے ہو دے ہم خداے تعالی سے سوال کرتے ہین کہ خاتمہ مین ہمکو اُن لوگون مین سے کر دے جو حال اور قال اور ظاہر و باطن مین لا الہ الا اللہ والے ہون تاکہ ہم دنیا کو ایسی طرح چھوڑین کہ اُسکی طرف ذرا دھیان نہو بلکہ اُس سے دق ہون اور خداے تعالی کی لقا کے خواہان کیونکہ جو کوئی اللہ تعالی کی لقا کو چاہتا ہے اللہ تعالی اُسکی لقا چاہتا ہے اور جو اللہ تعالی سے ملنا برا جانتا ہے اللہ تعالی اُسکی صورت دیکھنا برا جانتا ہے غرض کہ یہ ذکر کے معانی کے وہ اشارات ہین کہ اُسے زیادہ علم معاملہ مین بیان نہین ہوسکتا دوسری فصل دعا کے آداب و فضیلت مین اور استغفار اور درود شریف کی فضیلت مین اسمین تین بیان ہین بیان اول دعا کی فضیلت و آداب مین اللہ تعالی فرماتا ہے و اذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی اور فرمایا ادعوا ربکم تضرعا و خفیة انہ لا یحب المعتدین اور فرمایا قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنی اور فرمایا وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین اور احادیث اُسکے فضل مین یہ ہین نعمان بن بشیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا الدعاء ہو العبادة پہر آپ نے ادعونی استجب لکم کو آخر آیت تک پڑھا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد ہے الدعاء مخ العبادة اور حضرت ابو ہریرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کوئی چیز اللہ کے نزدیک دعا سے بزرگتر نہین۔ اور فرمایا کہ بندہ دعا سے ایک نہ ایک تین باتون مین سے جانے نہین دیتا یا تو اُسکا گناہ بخشا جاتا ہے یا کوئی بہتری سردست ملجاتی ہے یا کوئی خیر اُسکے لیے ذخیرہ کر دیجاتی ہے اور حضرت ابو ذر نے فرمایا کہ نیکی کرنے کے ساتھ دعا اسقدر کافی ہے جیسے کھانے کے ساتھ نمک کی مقدار ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی سے اُسکے فضل کی درخواست کرو کہ اُسکو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے کوئی مانگے اور بہترین عبادت کشادگی کا منتظر رہنا ہے اور دعا کے آداب دس ہین آداب اول یہ ہے کہ دعا کے لیے اوقات شریف کو تاکتا رہے جیسے سال مین سے عرفہ کا روز اور مہینون مین رمضان کا مہینا اور ہفتہ مین جمعہ کا روز اور رات کی ساعتون مین سحر کا وقت ہے جسکے لیے اللہ تعالی فرماتا ہے و بالاسحار ہم یستغفرون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی ہر شب مین جب تہائی پچھلی رات رہتی ہے آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماکر ارشاد فرماتا ہے کہ کوئی ہے کہ مجھسے دعا مانگے اور مین قبول کرون اور کوئی ہے مجھسے مانگے تو مین اُسکو دون اور کوئی ہے کہ مجھسے مغفرت کا خواہان ہو پس مین اُسکو بخشدون۔ اور کہتے ہین کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو اپنی اولاد سے کہا تھا کہ سوف استغفر لکم ربی یعنی مین تمہارے لیے اپنے رب سے عنقریب درخواست مغفرت کرونگا تو اس سے اُنکی غرض یہ تھی کہ سحر کے وقت دعا کرین چنانچہ کہتے ہین کہ آپ پچھلے تڑکے کے اُٹھے اور دعا مانگی اور اُنکی اولاد اُنکے پیچھے آمین کہتی جاتی تھی اللہ تعالی نے اُنکو وحی بھیجی کہ مین نے اُنکا قصور معاف کیا اور اُنکو پیغمبر کر دیا ادب دوم یہ ہے کہ عمدہ حالات کو غنیمت جانے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہین کہ جب راہ خدا مین فوجین دشمنون سے بھڑتی ہین اور مینہ کے برسنے کے وقت اور فرض نماز کے لیے تکبیر کہنے کے وقت آسمان کے دروازے کھل جاتے ہین پس ان وقتون مین دعا مانگنا غنیمت جانو۔ اور حضرت مجاہد فرماتے ہین کہ نمازین بہتر ساعات مین مقرر ہوئی ہین تو اُنکے بعد دعا مانگنا اپنے اوپر لازم کرلو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اذان اور تکبیر کے بیچ مین دعا رد نہین ہوتی۔ اور فرمایا کہ روزہ

ح ترمذی وابن ماجہ و نسائی و حاکم بروایت جابر ۱۲ ح جیسے کہا لا الہ الا اللہ اخلاص سے ۱۲ منہ ... اور جب تجھسے پوچھین میرے بندے مجھکو تو مین نزدیک ہون پہونچتا ہون پکارنے کی پکار کو جس وقت مجھکو پکارتا ہے تو چاہیے کہ حکم مانین ۱۲ ... اور پکارو اپنے رب کو گڑگڑاکر اور چپکے اسکو خوش نہین آتے حد سے بڑھنے والے ۱۲ ... کہہ پکارو اللہ کو یا رحمن کو جو کہکر پکارو سو اُسی کے ہین سب نام خاصے ۱۲ ... اور کہتا ہے رب تمہارا مجھکو پکارو کہ پہونچون تمہاری پکار کو بیشک جو لوگ اکڑتے ہین میری بندگی سے اب داخل ہونگے دوزخ مین ذلیل ہوکر ۱۲

کی دعا رد نہیں ہوتی۔ اور واقع میں اوقات کے بہتر ہونے سے حالات بھی بہتر ہوتے ہیں مثلاً سحر کا وقت دل کی صفائی اور اخلاص اور تشویش میں ڈالنے والی چیزوں سے خالی ہونے کا وقت ہے اور عرفہ اور جمعہ کا روز ہمتوں کے جمع ہونے اور خدا تعالیٰ کی رحمت اُتارنے کے لیے دلوں کے متفق ہونے کا وقت ہے۔ اور وقتوں کی عمدگی کا یہ ایک سبب ہے کہ حالات اس سے عمدہ ہوتے ہیں باقی اسرار جو ان میں ہیں آدمی بشر کو واقفیت نہیں اور سجدہ کی حالت بھی دعا کے مقبول ہونے کے مناسب ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب حالتوں سے زیادہ بندہ اپنے رب سے قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے پس سجدہ میں دعا کی کثرت کرو۔ اور حضرت ابن عباسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو قرآن کا پڑھنا حالت رکوع اور سجدہ میں منع کر دیا گیا پس رکوع میں تعظیم اللہ تعالیٰ کی کیا کرو اور سجدہ میں دعا کے لیے خوب کوشش کرو کہ یہ حالت اس بات کی شایان ہے کہ تمہاری دعا قبول ہو اور ... اور اپنے ہاتھ اتنے اونچے کرے کہ بغلوں کی سفیدی معلوم ہونے لگے۔ جابر بن عبد اللہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کے موقف میں تشریف لائے اور قبلہ رخ ہو کر دعا کرتے رہے یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا۔ اور سلمانؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب حیادار الاکرم ہے جب بندہ اسکی طرف اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتا ہے تو وہ حیا کرتا ہے اس سے کہ وہ انکو خالی پھیر دے۔ اور حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں اپنے ہاتھ اتنے اُٹھاتے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی معلوم ہونے لگتی اور دعا میں اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ نہ کرتے۔ اور حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص پر گذرے کہ وہ دعا مانگتا تھا اور اپنی دونوں شہادت کی انگلیوں سے اشارہ کرتا تھا آپ نے فرمایا کہ ایک انگلی پر اکتفا کر۔ اور حضرت ابو دردا‌ؓ فرماتے ہیں کہ ان ہاتھوں کو دعا کے لیے اٹھاؤ پہلے اس سے کہ زنجیروں میں جکڑے جاویں۔ پھر دعا کے آخر میں چاہیے کہ دونوں ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیر لے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب اپنے ہاتھوں کو دعا میں پھیلاتے تو انکو نہ ہٹاتے جبتک کہ اپنے چہرۂ مبارک پر نہ پھیر لیتے۔ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تو دونوں ہتھیلیاں ملا لیتے اور انکا اندر کا رخ اپنے منھ کی طرف کو رکھتے یہ صورت ہاتھوں کی ہوئی اور چاہیے کہ دعا میں اپنی نگاہ آسمان کی طرف کو نہ کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چاہیے کہ کچھ لوگ اپنی نگاہیں دعا کے اندر آسمان کی طرف اُٹھانے سے باز رہیں ورنہ انکی نگاہیں اُچک لیجاویں گی اور چوتھا ادب آواز کا پست کرنا آہستہ اور پکار کے پڑھنے کے درمیان میں کیونکہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب آئے جب مدینہ منورہ کے قریب پہونچ گئے تو آپ نے تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی اللہ اکبر کہا اور آواز خوب بلند کی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو جس شخص کو تم پکارتے ہو وہ نہ بہرا ہے نہ غائب ہے بلکہ وہ تمہارے اور تمہاری سواریوں کے گردنوں کے درمیان ہے اور حضرت عائشہؓ نے ولا تجہر بصلاتک ولا تخافت بہا میں فرمایا ہے کہ مقصود یہ ہے کہ اپنی دعا میں جہر و اخفات ست کرو۔ اور خداوند کریم نے اپنے نبی زکریا علیہ السلام کی اس باب میں تعریف فرمائی چنانچہ ارشاد فرمایا اذ نادی ربہ نداء خفیا اور فرمایا ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین اور پانچواں یہ ہے کہ دعا میں قافیہ کا تکلف نہ کرے اسلیے کہ دعا مانگنے کا حال تضرع اور انکسار کرنے والے کا سا ہونا چاہیے اور اسکو تکلف مناسب نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عنقریب کچھ لوگ ایسے ہونگے کہ دعا میں حد سے تجاوز کرینگے اور بعض لوگوں نے ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین کی تفسیر میں فرمایا کہ معتدین کے معنے قافیوں میں تکلف کرنے والے ہیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ دعوات ماثورہ کے سوا اور کچھ نہ مانگے اسلیے کہ ہو سکتا ہے کہ دعا مانگنے میں حد سے تجاوز کر جاوے اور ایسی چیز مانگنے لگے جو مقتضائے مصلحت نہو کہ ہر کوئی اچھی طرح دعا مانگنا بھی نہیں جانتا اور اسی لیے حضرت معاذ بن جبل سے حدیث یا انھیں کا قول مروی ہے کہ علما کی حاجت جنت میں بھی ہوگی جس وقت کہ جنت والوں سے کہا جاویگا کہ تمنا کرو تو انکو یہ معلوم نہوگا کہ تمنا کسطرح کریں یہانتک کہ علما سے سیکھ کر تمنا کرینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ دعا میں سجع سے دور رہو تم میں سے کسی کو یہی کہنا کافی ہے اللھم انی اسئلک الجنۃ وما قرب الیھا من قول وعمل واعوذ بک من النار وما قرب الیھا من قول وعمل اور حدیث میں ہے کہ کچھ لوگ عنقریب ایسے آئینگے کہ دعا اور طہارت میں حد سے تجاوز کرینگے۔ اور بعض اکابر سلف کا گذر ایک واعظ پر ہوا کہ وہ دعا میں قافیہ بندی کر رہا تھا انھوں نے فرمایا کہ کیا خدا تعالی کے سامنے بلاغت جتاتے ہو گواہ رہو کہ میں نے حبیب عجمی کو دعا مانگتے دیکھا ہے جنکی دعا کی برکت مشہور ہے وہ اپنی دعا میں اس سے زیادہ نہیں فرماتے تھے اللھم اجعلنا جیدین اللھم لا تفضحنا یوم القیامۃ اللھم وفقنا للخیر اور آدمی ہر طرف سے آپ کے پیچھے دعا مانگتے تھے اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ ذلت اور عاجزی کی زبان سے دعا مانگو نہ فصاحت اور طلاقت کی زبان سے۔ اور کہتے ہیں کہ علما اور ابدال میں سے کوئی دعا میں سات جملوں سے زیادہ نہیں پڑھاتے تھے اور سرکا شاہد سورہ بقر کا آخر ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی دعا کسی جگہ اس سے زیادہ نہیں بتائی جتنی اس رکوع میں ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ مراد قافیہ سے کلام کا تکلف سے کہنا ہے کہ یہ امر انکسار اور ذلت کے مناسب نہیں اور مطلق قافیہ سے غرض نہیں کہ یہ تو دعائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں انمیں بھی موجود ہے کہ کلمات مقفی ہیں مگر وہ تکلف اور بناوٹ کے ساتھ نہیں آمد کے طور پر ہیں جیسے اس دعا میں اسئلک الامن یوم الوعید والجنۃ یوم الخلود مع المقربین الشھود والرکع السجود والموفین بالعھود انک رحیم ودود وانک تفعل ما ترید اور اسکے سوا اور دعائیں اس قسم کی ہیں پس چاہیے کہ جو دعائیں حدیث میں منقول ہوں انھیں پر اکتفا کرے یا زبان تضرع اور خشوع سے بدون قافیہ اور تکلف کے دعا کرے کہ خدا تعالی کے نزدیک عاجزی ہی پسند ہے ادب تضرع اور خشوع کرنا اور رغبت اور خوف رکھنا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے انھم کانوا یسارعون فی الخیرات ویدعوننا رغبا ورھبا اور فرمایا ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالی کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اسکو مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اسکا تضرع سنے۔ ادب یہ ہے کہ دعا قطعی طور پر کرے اور قبول ہونے کا یقین کرے اور اس باب میں اچھی توقع کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی دعا مانگے تو چاہیے کہ یہ نہ کہے کہ الہی تو مجھے بخش دے اگر چاہے اور تو مجھ پر رحم کر اگر چاہے بلکہ قطعی درخواست کرے کہ مجھکو بخش دے اور رحم کر کیونکہ اسپر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں۔ اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی دعا مانگے تو چاہیے کہ رغبت بہت کرے کیونکہ خدا تعالی کو کوئی چیز بڑی نہیں معلوم ہوتی۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالی سے ایسی طرح دعا مانگو کہ تمکو قبول ہونے کا یقین ہو اور جان لو کہ اللہ تعالی غافل دل کی دعا قبول نہیں فرماتا۔ اور سفیان بن عیینہ نے فرمایا ہے کہ تم اپنے نفس کی خرابی سے واقف ہو کر دعا سے باز نہ رہو اور یہ مت جانو کہ ہم برے ہیں ہماری دعا قبول نہوگی اسلیے کہ اللہ تعالی نے تو خلق میں سب سے برے یعنی شیطان ملعون کی بھی دعا قبول فرمائی چنانچہ قرآن میں موجود ہے قال رب فانظرنی الی یوم یبعثون قال فانک من المنظرین ادب چہارم یہ ہے کہ دعا میں مبالغہ کرے یعنی عمدہ حالات میں اسکی مداومت کرے اور تین بار دعا کے الفاظ کہے کہ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تو تین بار مانگتے اور اگر سوال کرتے تو تین دفعہ کرتے اور چاہیے کہ دعا کے قبول ہونے میں یہ نہ سمجھے کہ دیر ہوگئی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کسی کی دعا جب قبول ہوگی کہ جلدی نہ کرے اور یہ نہ کہے کہ میں نے دعا مانگی اور قبول نہوئی اور جب دعا مانگو تو اللہ تعالی سے بہت بار سوال کرو کہ تم کریم سے مانگتے ہو۔ اور بعض کا قول ہے کہ میں بیس برس سے ایک حاجت طلب کرتا ہوں اور وہ قبول نہیں ہوئی مگر مجکو اسکے قبول ہونے کی توقع ہے وہ یہ ہے کہ میں نے خدا تعالی سے سوال کیا ہے کہ مجکو بے فائدہ چیز کے چھوڑنے کی توفیق عنایت کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کوئی تم میں سے اپنے پروردگار سے کچھ سوال کرے اور معلوم ہو کہ قبول

الی ہکو روز قیامت میں رسوا مت کر الہی ہکو خیر کی توفیق دے ... اور سند تفسیری فصل ... عباس ... وہ لوگ ... بلاتے ہیں ... [illegible]

ان الفاظ سے یہ حدیث ... حضرت ابن عباس ... ابو داؤد ... بخاری ... اور حاکم نے بروایت عائشہؓ ... [illegible]

ہوگیا تو یہ کہے الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات اور جسکے لیے قبول مین کچھ دیر ہو جاوے تو کہے الحمد للہ علی کل حال **ادب ششم** یہ ہو کہ دعا کو خدا سے تعالی کے ذکر سے شروع کرے اول ہی سوال نہ کرنے لگے سلمہ بن الاکوع فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہین سنا کہ آپ نے دعا شروع کی ہو اور پہلے یہ کلمات نہ کہے ہون سبحان ربی الاعلی الوہاب اور ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ جو شخص کچھ حاجت اللہ تعالی سے مانگنی چاہے اُسکو چاہیے کہ اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر اپنی حاجت مانگے پھر خاتمہ درود شریف پر کرے اسلیے کہ اللہ تعالی دونون درودون کو قبول کرتا ہے تو وہ اس بات سے بزرگ ہے کہ درودون کے بیچ کے مطلب کو چھوڑ دے۔ اور ایک حدیث مین مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالی سے حاجت مانگو تو ابتدا میرے اوپر درود پڑھنے سے کرو کہ اللہ تعالی کا کرم اس امر کا مقتضی نہین کہ اُس سے کوئی دو حاجتین مانگے تو ایک پوری کردے اور دوسری کو نہ کرے روایت کیا اسکو ابو طالب مکی نے **ادب ہفتم** متعلق باطن سے ہے اور قبول ہونے کے باب مین اصل وہی ہے یعنی توبہ کرنا اور حقدارون کے حقوق انکو پہونچا کر تمام ہمت سے خدا سے تعالی کی طرف متوجہ ہونا کہ قبول سے قریب یہی سبب ہے۔ کعب احبار سے مروی ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کے عہد مین لوگون مین ایک سخت قحط پڑا حضرت موسی علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ مینھ کے لیے دعا کرنے کو نکلے مگر مینھ نہ برسا پھر آپ تین دن باہر تشریف لے گئے اور بارش نہوئی اللہ تعالی نے آپ پر وحی بھیجی کہ مین تمھاری اور تمھارے ساتھیون کی دعا قبول نہ کرونگا کہ تم مین چغل خور ہے حضرت موسی نے عرض کیا کہ الہی وہ کون شخص ہے مجھکو بتا دے کہ اُسکو اپنے درمیان سے ہم نکالدین حکم ہوا کہ اے موسی چغلی سے مین تمکو منع کرتا ہون اور مین ہی پھر چغلی کھاؤن آپ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم سب چغلی سے توبہ کرو سبھون نے توبہ کی اُسوقت مینھ برسا۔ اور سعید بن جبیر کہتے ہین کہ بنی اسرائیل کے کسی بادشاہ کے زمانہ مین قحط پڑا اور لوگون نے مینھ کی دعا مانگی اُس بادشاہ نے یہ کہا کہ یا تو خدا تعالی ہم پر مینھ برسا دے ورنہ ہم اُسکو ستاوینگے لوگون نے اُسکو کہا کہ تم اُسکو کسطرح ستا سکتے ہو وہ تو آسمان مین ہے اُسنے کہا کہ مین اُسکے اولیا اور طاعت والون کو مار ڈالونگا یہی باعث اسکی ایذا کا ہوگا اللہ تعالی نے انپر مینھ برسا دیا اور سفیان ثوری فرماتے ہین کہ مین نے سنا ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک بار سات برس کی خشکی ہوئی یہانتک کہ مردار اور لڑکون کو کھا گئے اور پہاڑون مین جا جا کر روتے اور تضرع کیا کرتے تھے پس اللہ تعالی نے اُنکے پیغمبرون پر وحی نازل کی کہ اگر بالفرض تم میری طرف اتنا چلوگے کہ تمھارے گھٹنے تک گھس جاوین اور تمھارے ہاتھ آسمان کے بادلون کو لگجاوین اور دعا کرتے کرتے زبانین تھک جاوین تب بھی مین نہ کسی دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرون نہ کسی رونے والے پر ترس کرون جبتک کہ حقدارون کے حقوق انکو نہ پہونچا دوگے جب سب اس امر کے موجب کاربند ہوے تو اُسی روز مینھ برسا اور حضرت مالک بن دینار فرماتے ہین کہ بنی اسرائیل مین قحط پڑا اور کئی دفعہ مینھ کے لیے باہر نکلے اور مینھ نہ برسا اور اُنکے پیغمبر پر وحی ہوئی کہ ان سے کہدو کہ تم میری طرف ناپاک بدنون سے نکلتے ہو اور وہی ہاتھ میرے سامنے پھیلاتے ہو جنسے بہت سے خون کیے ہین اور اپنے پیٹون کو حرام سے بھر رکھا ہے اب میرا غصہ تمپر بہت زیادہ ہوگیا اور دوری کے سوا تمکو اور کچھ مجھسے ہرگز نہ ملیگا۔ اور ابو الصدیق ناجی کہتے ہین کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک بار مینھ کے لیے دعا کرنے کو نکلے دیکھا تو ایک چیونٹی اپنی کمر کے بل پڑی ہے اور پاؤن آسمان کی طرف کو کرکے کہتی ہے کہ الہی ہم بھی تیری مخلوقات مین سے ایک مخلوق ہین اور ہمکو تیری روزی سے کسی طرح بے پروائی نہین ہمکو دوسرون کے گناہون کے عوض مین ہلاک مت کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے لوگون سے فرمایا کہ لوٹ چلو تمکو مینھ تمھارے سوا دوسرے حیوان کی دعا سے مل گیا اور اوزاعی کہتے ہین کہ لوگ مینھ کے لیے دعا کرنے کو نکلے اُن مین بلال بن سعد نے کھڑے ہوکر خدا سے تعالی کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ اے گروہ حاضرین تمکو اپنے خطاوار ہونے کا اقرار ہے کہ نہین اُنھون نے کہا کہ بیشک اقرار ہے پھر بلال بن سعد نے کہا کہ الہی ہمنے سنا کہ تو نے اپنی کتاب مجید مین فرمایا ہے ما علی المحسنین من سبیل یعنی نیک کارون پر کچھ الزام نہین اور ہم تو اپنی برائی کا اقرار کر چکے پس تیری مغفرت ہمسے جیسون کے

روایت کیا اسکو ابو طالب مکی نے … روایت کیا اسکو حاکم نے … روایت رفعا نہین ملی بلکہ حضرت ابو درداء پر موقوف ہے ۱۲

لیے ہر الٰہی ہمکو مغفرت کر اور ہمپر رحم کر اور ہمپر مینھ برسا یہ کہکر اپنے ہاتھ اُٹھائے اور لوگون نے بھی ہاتھ اوٹھائے اور پانی برسا اور بالک مینھ دینا ئے سے
لوگون نے کہا کہ آپ ہمارے لیے اپنے پروردگار سے مینھ کی دعا کیجیے انھون نے فرمایا کہ تم مینھ مین دیر سمجھتے ہو اور مین پتھرون مین دیر جانتا ہون یعنی
خطائین ہماری اس قابل ہین کہ پتھر برسین۔ اور مروی ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مینھ کے لیے دعا کرنے کو نکلے جب جنگل مین پہونچے تو آپ نے
لوگون سے فرمایا کہ جس شخص نے تم مین سے گناہ کیا ہو وہ لوٹ جاوے اس کہنے پر سب آدمی لوٹ گئے صرف ایک شخص اُس جنگل مین رہ گیا آپ نے
اُسکو فرمایا کہ کیا تو نے کوئی گناہ نہین کیا اُسنے عرض کیا کہ مین اور تو کچھ گناہ نہین جانتا مگر یہ البتہ ہوا ہو کہ ایک روز مین نماز پڑھتا تھا اور میرے پاس کو
ایک عورت گذری مین نے اُسکو اپنی آنکھ سے دیکھا جب وہ چلی گئی تو مین نے آنکھ مین انگلی ڈالکر نکال لی اور اُس عورت کے پیچھے پھینکدی حضرت
عیسیٰ علیہ السلام نے اُسکو فرمایا کہ تو دعا کر اور مین آمین کہتا جاؤن اُس شخص نے دعا مانگی اُسی وقت آسمان بادلون سے چھپ گیا اور خوب پانی پڑا
اور یحییٰ غسانی کہتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد مین خشکسالی ہوئی لوگون نے اپنے علما مین سے تین شخص چھانٹے اور اُنکے ساتھ دعا
کے لیے نکلے انمین سے ایک نے کہا کہ الٰہی تو نے توریت مین فرمایا ہو کہ جو ہمپر ظلم کرے اُسکو ہم معاف کردین الٰہی ہمنے اپنی جانون پر ظلم کیا تو تو
ہمکو معاف کر اور دوسرے نے کہا کہ الٰہی تو نے توریت مین فرمایا ہو کہ ہم اپنے غلامون کو آزاد کرین الٰہی ہم بھی تیرے غلام ہین پس تو ہمکو آزاد کر اور
تیسرے نے کہا کہ الٰہی تو نے توریت مین ارشاد فرمایا کہ جب ہمارے دروازون پر مسکین آ کھڑے ہون ہم اُنکو محروم نہ پھیرین الٰہی ہم تیرے مسکین
ہین اور تیرے دروازے پر کھڑے ہین ہماری دعا کو تو نا منظور مت کر اسکے بعد اُنپر مینھ برسا۔ اور عطا سلمی کہتے ہین کہ ایک سال خشکسالی ہوئی ہم مینھ
کی دعا کے لیے باہر نکلے دیکھا تو سعدون مجنون قبرستان مین ہین انھون نے مجھکو دیکھکر کہا کہ کیا دن قیامت کا ہو یا قبرون سے لوگ نکل پڑے ہین مین نے
کہا کہ یہ تو کچھ بھی نہین بلکہ مینھ نہین برستا اسکے لیے دعا کو نکلے ہین انھون نے فرمایا کہ ای عطا کو نسے دلون سے دعا مانگتے ہو زمینی سے یا آسمانی
سے مین نے کہا کہ آسمانی سے انھون نے کہا کہ ہرگز نہین ای عطا کھوٹے سکہ والون سے کہدو کہ کھوٹے دام نہ چلاوین کہ پرکھیا بڑا بینا ہو پھر انھون نے
اپنی آنکھ سے آسمان کو دیکھکر کہا کہ الٰہی و سیدی و مولائی اپنے شہرون کو اپنے بندون کے گناہون سے ہلاک مت کر بلکہ بطفیل اپنے اسماء کے
مکنون اور اپنی نعماے مخزون کے ہمکو کثرت سے شیرین پانی عنایت فرما جس سے تو بندون کو زندہ کرے اور شہرون کو سیراب فرماوے تو ہی
ہر چیز پر قادر ہی عطا کہتے ہین کہ سعدون نے یہ دعا تمام نہ کی تھی کہ آسمان سے رعد کی صدا بلند ہوئی اور بجلی چمکی اور پانی موسلا دھار گرنے لگا سعدون
وہان سے یہ کہتے ہوئے چلدیے۔ قطعہ زاہدا اور اہل عبادت کو ہی واقع مین فلاح ﴿ کیونکہ مالک کے لیے کرتے ہین فاقے ہر صبح ﴿ چشم بیدار ہین
اُنکی نہین ہی خواب و خل ﴿ یا د محبوب مین رہتی ہین وہ شب بھر خرم ﴿ ہین عبادت مین بنا کی وہ یہانتک مصروف ﴿ اُنکو نسبت ہی کہ مجنون کرتا ہی
سارا عالم ﴿ اور ابن مبارک فرماتے ہین کہ مین ایک سال مدینہ منورہ مین آیا اور خشکی بہت تھی لوگ دعا کے لیے نکلے مین بھی اُنکے ساتھ نکلا اتفاقاً
ایک غلام حبشی آیا کہ ایک موٹی چادر کا تہمد کیے تھا اور دوسری اپنے شانے پر ڈال رکھی تھی وہ میرے برابر بیٹھ گیا مین نے سُنا کہ اُسنے یون کہا الٰہی
گناہون کی کثرت سے اور اعمال بد کی جہت سے تیرے نزدیک یہ صورتین ذلیل ہو گئی ہین اور تو نے مینھ کو آسمان سے روک دیا ہو کہ اس سے اپنے
بندون کی تادیب کرے پس ای حلم و وقار والے اور ای وہ شخص کہ تیرے بندے تیری طرف سے نیکی اور احسان کے سوا اور کچھ نہین جانتے ہین تجھسے
سوال کرتا ہون کہ تو اُنکو اسی وقت اسی گھڑی پانی دے وہ لڑکا یہی کہتا رہا کہ ابھی اور اسی وقت دے یہانتک کہ آسمان بادلون مین چھپ گیا اور
ہر طرف سے مینھ آیا ابن مبارک کہتے ہین کہ پھر مین فضیل رح کے پاس گیا انھون نے مجھکو کہا کہ تم اُداس معلوم ہوتے ہو مین نے کہا کہ ایک بات تھی
جسمین دوسرا شخص ہمسے آگے بڑھ گیا اور وہی اُسکا کفیل ہوا ہم تک نوبت نہ پہونچی پھر مین نے اُن سے اس قصہ کو نقل کیا وہ چیخ مارکر بیہوش گر پڑے
اور مروی ہو کہ حضرت عمر رضی مینھ کی دعا کے لیے حضرت عباس رض کو ساتھ لے گئے جب حضرت عمر رض دعا سے فارغ ہو گئے تو حضرت عباس رض نے فرمایا کہ الٰہی
کوئی بلا آسمان سے بدون گناہ کے نہین اُتری اور نہ بدون توبہ کے کبھی ٹلی اور لوگون نے میری قرابت تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرکے

مجکو تیرے سامنے کر دیا ہو اور یہ ہمارے ہاتھ گناہون کے ساتھ تیری طرف پھیلے ہوے ہین اور ہماری پیشانی کے بال توبہ سے تیری طرف
کھچے ہوے اور تو وہ نگاہبان ہو کہ بھٹکے ہوون سے بیخبر نہین رہتا اور نہ شکستہ حال کو تلف کے موقع مین چھوڑے اب چھوٹے تضرع کرتے ہین اور
بڑے روتے ہین اور دہائی کی آوازین بلند ہوتین اور تو باطن اور سب سے زیادہ خفیہ امر کو جانتا ہو الٰہی پس اپنی فریادرسی کی بدولت انکو پانی دے
پیشتر اس سے کہ وہ ناامید ہو کر تباہ ہو جاوین کیونکہ تیری رحمت سے بجز کافرون کے اور کوئی ناامید نہین ہوتا راوی کہتا ہو کہ آپ نے یہ کلام پورا نہین کیا تھا
کہ پہاڑ جیسا بادل گھر آیا اور برسنے لگا دوسرا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی فضیلت مین اللہ تعالی فرماتا ہو ان اللہ وملٰئکتہ
یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما اور مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز تشریف لاے اور آپ کے چہرۂ مبارک
پر بشارت معلوم ہوتی تھی آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آے اور کہا کہ تم کیا اس بات سے راضی نہین کہ جو کوئی تمھاری امت مین
سے تمپر درود بھیجے تو مین اسپر دس بار رحمت بھیجون اور جو تمھاری امت مین سے سلام بھیجے تو مین اسپر دس مرتبہ سلام بھیجون۔ اور ایک حدیث
ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھپر درود بھیجے اسپر فرشتے درود بھیجتے ہین جبتک کہ مجھپر درود پڑھے پس چاہیے کوئی بندہ تھوڑا درود پڑھے یا بہت مرتبے مجھے
اور فرمایا کہ مجھے قریب تر آدمیون مین سے وہ ہوگا جو انمین سے مجھپر درود بہت پڑھتا ہوگا۔ اور فرمایا کہ ایماندار کو اتنا ہی بخل بہت ہو کہ میرا ذکر اسکے سامنے
ہو اور مجھپر درود نہ پڑھے اور فرمایا کہ جمعہ کے روز مجھپر درود کثرت سے پڑھو۔ اور فرمایا جو شخص میری امت مین سے مجھپر درود بھیجے اسکے لیے دس نیکیان
لکھی جاوینگی اور اسکی دس برائیان مٹادی جاوینگی۔ اور فرمایا کہ جو شخص اذان اور تکبیر سنکر یہ دعا پڑھے اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ صل علی محمد
عبدک ورسولک واعطہ الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ والشفاعۃ یوم القیمۃ اسکے لیے میری شفاعت ضرور ہوگی اور فرمایا جو شخص کہ مجھپر لکھنے مین درود پڑھے
تو فرشتے اسکے لیے ہمیشہ مغفرت چاہینگے جبتک میرا نام اس کتاب مین رہیگا۔ اور فرمایا کہ زمین مین کچھ فرشتے پھرتے رہتے ہین وہ میری امت کا سلام مجکو پہونچاتے ہین
اور فرمایا کہ جب کوئی مجھپر سلام بھیجتا ہو تو اللہ تعالی میری روح کو مجھپر واپس بھیجدیتا ہو تاکہ مین اسکے سلام کا جواب دون۔ اور اصحاب نے عرض
کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم آپ پر درود کسطرح بھیجین آپ نے فرمایا کہ یون کہو اللھم صل علی محمد عبدک وعلی آلہ وازواجہ وذریتہ
کما صلیت علی ابراہیم وال ابراہیم وبارک علی محمد وازواجہ وذریتہ کما بارکت علی ابراہیم وال ابراہیم انک حمید مجید اور مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ والسلم کی وفات شریف کے بعد لوگون نے حضرت عمر کو سنا کہ رو رو کر یہ کہتے تھے یا رسول اللہ آپ پر میرے ماباپ فدا ہون ایک خرما کے درخت
کا کندہ تھا جسپر آپ خطبہ پڑھا کرتے تھے جب لوگون کی کثرت ہوئی تو آپ نے منبر بنوایا تاکہ آواز سبکو سنادین اس کندہ نے آپ کے فراق مین
نالہ کیا یہانتک کہ آپ نے اسپر اپنا ہاتھ رکھدیا تو وہ چپ ہو گیا اب آپ کی امت کو تو بطریق اولی آپ کے فراق مین زاری کرنا زیبا ہو یا رسول اللہ
آپ پر میرے ماباپ فدا ہون آپ کا مرتبہ خداے تعالی کے نزدیک اس درجہ کو پہونچا کہ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دی چنانچہ ارشاد فرمایا
ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ یا رسول اللہ آپ پر میرے ماباپ تصدق ہون آپکا مرتبہ خداے تعالی کے نزدیک اس درجہ کو پہونچا کہ اسنے آپکے
قصور معاف کرنے کا حال آپ سے کہدیا پیشتر اس سے کہ قصور کا حال آپ کو بتادے چنانچہ فرمایا عفا اللہ عنک لم اذنت لھم یا رسول اللہ آپ پر میرے
ماباپ فدا ہون آپ کا مرتبہ خداے تعالی کے نزدیک اتنا ہوا کہ آپ کو سب نبیون کے آخر مین مبعوث فرمایا اور سب سے پیشتر آپ کا ذکر اپنی کتاب مین
کیا چنانچہ فرمایا واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراہیم وموسی وعیسی الآیہ یا رسول اللہ آپ پر میرے ماباپ تصدق ہون آپکا رتبہ
خداے تعالی کے نزدیک اتنا ہو کہ دوزخ کے لوگ دوزخ کے طبقات مین عذاب مین مبتلا یہ تمنا کرینگے کہ کاش ہمنے آپ کی اطاعت کی ہوتی چنانچہ
انکا حال قرآن مجید مین اسطرح موجود ہو یقولون یالیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسول یا رسول اللہ آپ پر میرے ماباپ فدا ہون اگر حضرت موسی بن عمران
کو اللہ تعالی نے ایک پتھر عنایت کیا تھا جس مین نہرین پھوٹتی تھین تو وہ کچھ آپ کی انگلیون سے عجیب تر نہ تھا جنمین سے پانی کے فوارے بہے

ترمذی | نسائی وابن حبان | ابن حبان ۱۲ مسلم | ابن مسعود وابن | مسلم ترمذی وابن حبان | طبرانی بروایت ۱۲ | ابن ماجہ | عامر بن ربیعہ ۱۲ | مسلم ابن حبان | بروایت ابو ہریرہ ۱۲ | نسائی وابن حبان | سلام کہکر ۱۲ | اور سلام بھیجے | والدرجۃ الرفیعۃ بلا اصل | رسول یعنی ایمان | [illegible] | [illegible]

رحمت خدا آپ پر ہو یا رسول اللہ میرے ماباپ آپ پر تصدق ہون اگر اللہ تعالی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا عنایت فرمائی جسکی چال صبح
وشام کو ایک ایک مہینے کی راہ تھی تو یہ کچھ آپ کے براق سے عجیب تر نہ تھی جسپر آپ نے ساتوین آسمان تک سیر کرکے اسی رات نماز صبح ابطح مین پڑھی آپ
پر رحمت خدا ہو یا رسول اللہ آپ پر میرے ماباپ فدا ہون اگر اللہ تعالی نے حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام کو معجزہ مردہ کے زندہ کرنے کا عطا فرمایا
تھا تو یہ اس سے عجیب نہین کہ زہر ملی ہوئی بکری بھنی ہوئی آپ سے بولی اور اسکے دست نے عرض کیا کہ مجکو نہ کھائیے کہ مجھ مین زہر ہے یا رسول اللہ
میرے ماباپ آپ پر تصدق ہون حضرت نوح نے اپنی قوم کے لیے یہ دعا مانگی تھی رب لاتذر فی الارض من الکفرین دیارا اگر آپ ہمارے لیے
ایسی ہی دعا فرماتے تو ہم سب ہلاک ہو جاتے حالانکہ پشت آپ کی روندی گئی چہرہ آپ کا مجروح ہوا سامنے کے دانت آپ کے ٹوٹے مگر آپ نے
کلمہ خیر ہی فرمایا اور یہ کہا اللھم اغفر لقومی فانھم لایعلمون یا رسول اللہ آپ پر میرے ماباپ فدا ہون آپ کی کم سنی اور تھوڑی سی عمر مین اتنے لوگ
تابع ہو گئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے اتنے نہوے باوجودیکہ انکا سن بہت تھا اور بہت زندگی پائی اور آپ پر بہت لوگ ایمان لائے اور انپر
تھوڑے سے ہی لوگ ایمان لائے یا رسول اللہ میرے ماباپ آپ پر قربان ہون اگر بالفرض آپ اپنے پاس بجز اپنے برابر کے اور کسی کو نہ بٹھاتے تو ہمکو
ہمنشینی کہان نصیب ہوتی اور اگر آپ اپنے ہمسر سے نکاح کرتے تو ہم دولت مناکحت سے محروم رہتے اور اگر آپ اپنے جیسے شخص کے ساتھ
کھانا کھاتے تو ہمکو ساتھ کھانے کا شرف کب میسر ہوتا مگر بخدا آپ نے ہمسے ہمنشینی اور مناکحت کی اور ساتھ کھلایا اور صوف پہنا اور دراز گوش
پر سوار ہوے اور اپنے پیچھے دوسرے کو سوار کیا اور اپنے کھانے کو زمین پر رکھا اور اپنی انگلیان چاٹین اور یہ سب باتین آپ نے فروتنی کے لیے
کین خداے تعالی آپ پر رحمت کرے اور سلام بھیجے۔ اور بعض اکابر کہتے ہین کہ مین حدیث لکھا کرتا تھا اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ تو کہہ
لیتا تھا مگر سلام نہ کہتا تھا مین نے خواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہین کہ تو مجھپر صلوٰۃ پوری کیون نہین کہتا اسکے بعد
جب مین نے لکھا آپ پر صلوٰۃ وسلام کہہ لیا۔ اور ابو الحسن شافعی کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض
کیا کہ یا رسول اللہ امام شافعی نے جو اپنے رسالہ مین کہا ہے وصلی اللہ علی محمد کلما ذکرہ الذاکرون وغفل عن ذکرہ الغافلون اسکو آپ کی طرف سے
کیا عوض ملا آپ نے فرمایا کہ یہ عوض ہماری طرف سے ملا کہ میدان قیامت مین حساب کے لیے کھڑا نہ کیا جاویگا تیسرا بیان استغفار کی
فضیلت مین۔ اللہ تعالی فرماتا ہے والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم علقمہ اور اسود فرماتے ہین کہ حضرت عبداللہ
بن مسعود نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید مین دو آیتین ہین کہ جو بندہ گناہ کرے اور انکو پڑھے تو اللہ تعالی اسکا گناہ بخشدیتا ہے ایک یہ آیت جو ابھی گذری اور
دوسری یہ ہے ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا اور فرمایا
والمستغفرین بالاسحار اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ الفاظ فرمایا کرتے سبحانک اللھم وبحمدک اللھم اغفرلی انک انت التواب الرحیم اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ جو شخص استغفار کی کثرت کرے اللہ تعالی اسکے لیے ہر رنج سے کشادگی اور ہر تنگی سے نکاسی کی صورت
کر دیتا ہے اور اسکو ایسی جگہ سے روزی پہونچاتا ہے کہ اسکو خیال بھی نہو۔ اور فرمایا کہ مین دن مین ستر بار اللہ تعالی سے مغفرت چاہتا ہون اور اسکے
سامنے توبہ کرتا ہون باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف ہو گئے تھے اسپر بھی آپ استغفار اور توبہ کیا کرتے تھے
اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ میرے دل پر میل آجاتا ہے یہانتک کہ مین اللہ تعالی سے ہر دن مین سو مرتبہ مغفرت چاہتا ہون۔ اور فرمایا کہ جو
شخص اپنے بستر پر لیٹے ہوے تین بارون کہے استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ تو اللہ تعالی اسکے گناہ بخشدیگا گو سمندر

کے جھاگ کے مثل ہون یا عالج کی ریت کے شمار کے برابر یا درختون کے پتون کے موافق یا دنیا کے دنون کے عدد کے مطابق ہون۔ اور ایک دوسری حدیث مین ارشاد ہی کہ جو شخص یہ کہیگا اُسکے گناہ بخشے جاینگے اگرچہ صف جنگ سے بھاگنے والا ہو۔ اور حضرت حذیفہ رضی فرماتے ہین کہ مین اپنے گھر والون پر سخت زبان تھا مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجکو یہ خوف ہی کہ کہین میری زبان مجکو دوزخ مین نہ داخل کرے آپ نے فرمایا کہ تم استغفار سے غافل کیون ہو مین تو دن مین سو بار استغفار پڑھتا ہون۔ اور حضرت عائشہ رضی فرماتی ہین کہ قصہ بہتان مین مجھسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو کسی گناہ کی مرتکب ہوئی ہو تو اللہ تعالی سے مغفرت کی درخواست اور توبہ کر کیونکہ گناہ سے توبہ ندامت اور استغفار ہی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استغفار مین یہ فرمایا کرتے تھے

اللهم اغفرلي خطيئتي وجهلي واسرافي في امري وما انت اعلم به مني اللهم اغفرلي جدي وهزلي وخطائي وعمدي وكل ذلك عندي اللهم اغفرلي ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم به مني انت المقدم وانت المؤخر وانت على كل شيء قدير اور حضرت علی رضی فرماتے

ہین کہ مین ایسا آدمی تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا تھا تو اللہ تعالی کو جسقدر اُس سے مجکو فائدہ دینا منظور ہوتا تھا اسقدر نفع پہونچاتا تھا اور جب کوئی آپ کے اصحاب رضی مین سے مجھسے حدیث بیان کرتا تو مین اُسکو قسم کھلا لیتا تھا جب وہ قسم کھا لیتا تو مین یقین کر لیتا تھا اور مجھسے ایک بار ابوبکر صدیق رضی نے حدیث بیان کی اور اُنھون نے سچ فرمایا ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے جو بندہ گناہ کرے پھر طہارت اچھی کر کر کھڑا ہو اور دو رکعتین پڑھنے کے بعد اللہ تعالی سے مغفرت چاہے تو اللہ تعالی اُسکا گناہ بخشدیتا ہی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی والذين اذا فعلوا فاحشة آخر تک۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایماندار جب گناہ کرتا ہی تو اُسکے دل مین ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہی پھر اگر وہ توبہ کرے اور اپنی حرکت سے باز آوے اور استغفار پڑھے تب تو دل اُسکا اُس نقطہ سے صاف ہو جاتا ہی ورنہ اگر گناہ زیادہ کرتا ہی تو وہ نقطہ بڑھتے بڑھتے اُسکے دل پر چھا جاتا ہی اور یہی سیاہی کے چھا جانے کا نام ران ہی جسکا ذکر اس آیت مین ہی كلا بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون اور یہی اُنھین سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی بندہ کا درجہ جنت مین اُونچا کریگا وہ عرض کریگا کہ الہی یہ مرتبہ مجکو کیسے عنایت ہوا حکم ہوگا کہ تیرے لڑکے کے استغفار کی بدولت بلا جسنے تیرے لیے استغفار پڑھا۔ اور حضرت عائشہ رضی راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللهم اجعلني من الذين اذا احسنوا استبشروا واذا اساؤا استغفروا اور فرمایا کہ جب کوئی بندہ گناہ کرے اور کہے اللهم اغفرلي تو اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرے بندے نے گناہ کیا پھر معلوم کیا کہ میرا کوئی رب ہی جو گناہ پر مواخذہ کرتا ہی اور خطا کو معاف کرتا ہی اے میرے بندے جو چاہے سو کر مین نے تجھے بخشدیا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو استغفار کرتا رہتا ہی وہ گناہ پر مصر نہین کہلاتا اگرچہ ایک روز مین ستر بار اُسی گناہ کو کرے۔ اور فرمایا کہ ایک آدمی نے کبھی کوئی نیک کام نہین کیا تھا آسمان کی طرف نظر کر کے کہا کہ میرا ایک رب ہی جو گناہ معاف کرتا ہی اے میرے رب مجھے بخشدے اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ مین نے تجھے بخشدیا۔ اور فرمایا کہ جس شخص نے گناہ کیا پھر جان لیا کہ اللہ تعالی میرے حال پر مطلع ہی تو اُسکا گناہ بخشا جاویگا گو وہ مغفرت کی درخواست نہ کرے اور فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرے کل بندے خطاوار ہین مگر جسکو مین معاف کر دون پس تم مجھسے مغفرت چاہو مین مغفرت کر دونگا اور جو شخص اس بات کا یقین کرے کہ مجھے اُسکے بخشدینے پر قدرت ہی تو مین اُسکو بخشدونگا اور کچھ پروا نہ کرونگا اور فرمایا کہ جو شخص کہے سبحانك ظلمت نفسي وعملت سوءا فاغفرلي فانه لا يغفر الذنوب الا انت اُسکے گناہ بخشے جاوینگے اگرچہ چیونٹی کے مانند

ہوں۔ اور مروی ہے کہ افضل استغفاروں میں سے یہ کلمات ہیں اللھم انت ربی وانا عبدک خلقتنی وانا علی عہدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت
ابوء لک بنعمتک علی وابوء علی نفسی بذنبی فقد ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی ما قدمت منہا وما اخرت فانہ لا یغفر الذنوب جمیعہا الا انت آثار
خالد بن معدان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں سے مجھکو زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو میری محبت کے باعث آپس میں محبت رکھتے ہیں
اور انکے دل مسجدوں سے وابستہ ہیں اور سحر کے وقت اٹھکر استغفار کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ جب میں زمین والوں کو سزا دینی چاہتا ہوں تو وے یاد
آجاتے ہیں اسلیے انکے طفیل میں زمین والوں کو جانے دیتا ہوں اور عذاب کو انپر سے ہٹا لیتا ہوں۔ اور قتادہؓ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید تمکو تمھارا مرض
اور دوا دونوں بتاتا ہے تمھارا روگ تو گناہ ہیں اور دوا استغفار۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کہ تباہ ہوتا ہے اُس سے تعجب آتا ہے کہ نجات اُسکے
ساتھ ہے پھر کیسے ہلاک ہو جاتا ہے لوگوں نے پوچھا کہ نجات کیا ہے آپ نے فرمایا کہ استغفار ہے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کے دل میں
استغفار نہیں ڈالا کہ اسکو عذاب دینا چاہتا ہو یعنی جسکو عذاب دینا منظور نہیں اُسکو استغفار کا الہام کر دیتا ہے۔ اور فضیلؒ کا قول ہے کہ بندے کے استغفر اللہ
کہنے کے یہ معنی ہیں کہ مجھکو معاف کر دے۔ اور بعض علما فرماتے ہیں کہ بندہ گناہ اور نعمت کے درمیان ہے ان دونوں چیزوں کی اصلاح بجز استغفار اور
شکر کے نہیں۔ اور ربیع بن خثیمؒ کہتے ہیں کہ تم میں سے کوئی یوں مت کہو کہ استغفر اللہ واتوب الیہ کہ یہ گناہ اور جھوٹ ہوگا اگر اُسکے بموجب کاربند نہوگے
بلکہ یوں کہا کرو اللھم اغفرلی وتب علی اور فضیلؒ فرماتے ہیں کہ استغفار بدوں گناہ ترک کرنے کے جھوٹوں کی توبہ ہے۔ اور رابعہ عدویہؒ نے کہا ہے کہ ہم لوگوں
کے استغفار کے لیے بہت سا استغفار چاہیے یعنی دل غافل سے استغفار کرنا بھی ایک گناہ اور ہنسی ہے اسکے لیے اور استغفار کرنا چاہیے۔ اور بعض حکمانے
فرمایا ہے کہ جو کوئی ندامت سے پیشتر استغفار کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہنسی کرتا ہے اور اُسکو اس بات کا علم نہیں۔ اور ایک اعرابی کو کسی نے سنا کہ
کعبہ کے پردہ سے لپٹا ہوا یہ کہہ رہا تھا کہ الٰہی باوجود گناہ پر اصرار کرنے کے میرا استغفار کرنا ملامت ہے اور تیرے عفو کی وسعت کو معلوم کر کے میرا استغفار
سے چپ رہنا بھی عاجزی ہے مجھکو ہر چند میری پروا نہیں مگر تو مجھپر نعمتیں اور احسان کر کے میرا دوست بنتا ہے اور میری یہ شامت ہے کہ باوجود تیری طرف
محتاج ہونے کے گناہ کر کے تیرا دشمن بنتا ہوں اے وہ شخص کہ وعدہ کرتا ہے تو پورا کرتا ہے اور عذاب سے ڈراتا ہے تو معاف فرماتا ہے تو میرے بڑے گناہ کو اپنی بڑی
عفو میں داخل کر دے اے ارحم الراحمین اور ابو عبد اللہ وراقؒ کہتے ہیں کہ اگر تیرے اوپر قطروں کے شمار اور سمندر کی جھاگ کے برابر گناہ ہوں تو جب
تو اپنے رب سے یہ دعا اخلاص کے ساتھ مانگیگا انشاء اللہ تعالیٰ وہ گناہ تجھسے دور ہو جاوینگے دعا یہ ہے اللھم انی استغفرک من کل ذنب تبت الیک منہ ثم
عدت فیہ واستغفرک من کل ما وعدتک بہ من نفسی ثم لم اوف لک بہ واستغفرک من کل عمل اردت بہ وجہک فخالطہ غیرک واستغفرک من کل نعمۃ انعمت بہا
علی فاستعنت بہا علی معصیتک واستغفرک یا عالم الغیب والشہادۃ من کل ذنب اتیتہ فی ضیاء النہار وسواد اللیل فی ملاء وخلاء وسر وعلانیۃ یا حلیم اور
کہتے ہیں کہ یہ استغفار حضرت آدم علیہ السلام کا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا ہے **تیسری فصل ماثورہ دعاؤں کے بیان میں** جو اپنے
اسباب اور ارباب کی طرف منسوب ہیں اور جنکا پڑھنا آدمی کو صبح اور شام اور ہر نماز کے پیچھے مستحب ہے انمیں سے ہم یہاں سترہ دعائیں لکھتے ہیں۔
پہلی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو فجر کی سنتوں کے بعد آپ سے مروی ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھکو حضرت عباس نے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تھا میں آپکی خدمت میں شام کو آیا اسوقت آپ میری خالہ میمونہؓ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے پھر آپ شب کو اٹھکر

۱۲ بخاری نے بروایت شداد بن اوس سید الاستغفار کے وہ کلمات روایت کیے ہیں کہ جو مصنف نے یہاں لکھے ہیں انمیں علی نفسی اور فقد ظلمت نفسی واعترفت بذنبی اور ذنوبی ما قدمت منہا وما اخرت اور جمیعہا نہیں ہیں اور اسکے معنی یہ ہیں الٰہی تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں تو نے مجھکو پیدا کیا اور میں تیرے عہد اور وعدہ پر ہوں جتنا مجھ سے ہو سکے اور جو برائیاں میں نے کی ہیں اُنکی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں تیری نعمت کا اپنے اوپر اقرار کرتا ہوں اپنے نفس پر اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور اپنے گناہ کا معترف ہوا ہوں پس تو میرے گناہ جو میں نے پہلے کیے ہیں اور پیچھے کیے ہوں بخشدے کیونکہ تیرے سوا اور کوئی نہیں بخشتا ۱۲ الٰہی میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں ہر ایک گناہ سے کہ جس سے میں نے توبہ کی اور پھر اسکو دوبارہ کیا ہو اور میری طرف ۱۲ الٰہی مجھکو توفیق عنایت فرما ۱۲ الٰہی ...

ہو کر ... وہ عمل جو میں نے تیری رضا کا ارادہ کر کے کیا ہو پھر اسمیں تیرے غیر کو دخل ہو گیا ہو اور ہر ایک نعمت سے جو تو نے مجھکو دی ہو اور میں نے اُس سے تیری نافرمانی پر مدد لی ہو اور میں تجھسے بخشش چاہتا ہوں ۔۔۔ ہر گناہ سے جو میں نے دن کی روشنی میں اور رات کی تاریکی میں مجمع میں اور تنہائی میں پوشیدہ اور ظاہر کیا ہو اے حلم والے ۱۲

نماز پڑھتے رہے جب صبح کی سنتیں پڑھ چکے تو یہ دعا پڑھی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِکَ تَھْدِیْ بِھَا قَلْبِیْ وَتَجْمَعُ بِھَا شَمْلِیْ وَتَلُمُّ بِھَا شَعْثِیْ وَتَرُدُّ بِھَا اُلْفَتِیْ وَتُصْلِحُ
بِھَا دِیْنِیْ وَتَحْفَظُ بِھَا غَائِبِیْ وَتَرْفَعُ بِھَا شَاھِدِیْ وَتُزَکِّیْ بِھَا عَمَلِیْ وَتُبَیِّضُ بِھَا وَجْھِیْ وَتُلْھِمُنِیْ بِھَا رُشْدِیْ وَتَعْصِمُنِیْ بِھَا مِنْ کُلِّ سُوْءٍ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ اِیْمَانًا صَادِقًا وَیَقِیْنًا لَیْسَ بَعْدَہٗ کُفْرٌ
وَرَحْمَۃً اَنَالُ بِھَا شَرَفَ کَرَامَتِکَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْفَوْزَ عِنْدَ الْقَضَاءِ وَمَنَازِلَ الشُّھَدَاءِ وَعَیْشَ السُّعَدَاءِ وَالنَّصْرَ عَلَی الْاَعْدَاءِ وَمُرَافَقَۃَ الْاَنْبِیَاءِ اَللّٰھُمَّ
اِنِّیْ اُنْزِلُ بِکَ حَاجَتِیْ وَاِنْ ضَعُفَ رَاْیِیْ وَقَلَّتْ حِیْلَتِیْ وَقَصُرَ عَمَلِیْ وَافْتَقَرْتُ اِلٰی رَحْمَتِکَ فَاَسْئَلُکَ یَا قَاضِیَ الْاُمُوْرِ وَیَا شَافِیَ الصُّدُوْرِ کَمَا تُجِیْرُ بَیْنَ الْبُحُوْرِ اَنْ تُجِیْرَنِیْ
مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ وَمِنْ دَعْوَۃِ الثُّبُوْرِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْقُبُوْرِ اَللّٰھُمَّ مَا قَصُرَ عَنْہُ رَاْیِیْ وَضَعُفَ عَنْہُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَبْلُغْہُ نِیَّتِیْ وَاُمْنِیَّتِیْ مِنْ خَیْرٍ وَعَدْتَّہٗ اَحَدًا مِّنْ عِبَادِکَ اَوْ خَیْرٍ اَنْتَ مُعْطِیْہِ
اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ فَاِنِّیْ اَرْغَبُ اِلَیْکَ فِیْہِ وَاَسْئَلُکَہٗ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا ھَادِیْنَ مُھْتَدِیْنَ غَیْرَ ضَالِّیْنَ وَلَا مُضِلِّیْنَ حَرْبًا لِاَعْدَائِکَ وَسِلْمًا لِاَوْلِیَائِکَ نُحِبُّ بِحُبِّکَ
مَنْ اَطَاعَکَ مِنْ خَلْقِکَ وَنُعَادِیْ بِعَدَاوَتِکَ مَنْ خَالَفَکَ مِنْ خَلْقِکَ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا الدُّعَاءُ وَعَلَیْکَ الْاِجَابَۃُ وَھٰذَا الْجُھْدُ وَعَلَیْکَ التُّکْلَانُ وَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ یَا ذَا الْحَبْلِ الشَّدِیْدِ وَالْاَمْرِ الرَّشِیْدِ اَسْئَلُکَ الْاَمْنَ یَوْمَ الْوَعِیْدِ وَالْجَنَّۃَ یَوْمَ الْخُلُوْدِ مَعَ الْمُقَرَّبِیْنَ الشُّھُوْدِ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ وَالْمُوْفِیْنَ بِالْعُھُوْدِ
اِنَّکَ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ وَاَنْتَ تَفْعَلُ مَا تُرِیْدُ سُبْحَانَ الَّذِیْ تَعَطَّفَ بِالْعِزِّ وَقَالَ بِہٖ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَبِسَ الْمَجْدَ وَتَکَرَّمَ بِہٖ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا یَنْبَغِی التَّسْبِیْحُ اِلَّا لَہٗ سُبْحَانَ ذِی الْفَضْلِ وَالنِّعَمِ
سُبْحَانَ ذِی الْقُدْرَۃِ وَالْکَرَمِ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ بِعِلْمِہٖ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا فِیْ قَلْبِیْ وَنُوْرًا فِیْ قَبْرِیْ وَنُوْرًا فِیْ سَمْعِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَصَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ شَعْرِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَشَرِیْ
وَنُوْرًا فِیْ لَحْمِیْ وَنُوْرًا فِیْ دَمِیْ وَنُوْرًا فِیْ عِظَامِیْ وَنُوْرًا مِّنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَنُوْرًا مِّنْ خَلْفِیْ وَنُوْرًا عَنْ یَّمِیْنِیْ وَنُوْرًا عَنْ شِمَالِیْ وَنُوْرًا مِّنْ فَوْقِیْ وَنُوْرًا مِّنْ تَحْتِیْ اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ نُوْرًا وَّاَعْطِنِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا
دوسری دعا حضرت عائشہؓ کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو ارشاد فرمایا کہ تم یہ کلمات جو تمام دعاؤں کے جامع اور معنی کے پورے اور مہمات دین
اور جمیع حاجات کو شامل ہیں اپنے اوپر لازم کر لو اور کہا کرو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّہٖ عَاجِلِہٖ وَاٰجِلِہٖ مَا عَلِمْتُ مِنْہُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّرِّ کُلِّہٖ عَاجِلِہٖ وَاٰجِلِہٖ مَا عَلِمْتُ مِنْہُ
وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَاَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ وَاَسْئَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ مَا سَاَلَکَ عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ وَاَسْتَعِیْذُکَ مِمَّا اسْتَعَاذَکَ مِنْہُ عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَسْئَلُکَ مَا قَضَیْتَ لِیْ مِنْ اَمْرٍ اَنْ تَجْعَلَ عَاقِبَتَہٗ رُشْدًا بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

تیسری دعا حضرت فاطمہ زہرا رضی کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فاطمہ تجھکو کیا چیز مانع ہے میری وصیت سننے سے میں یہ کہتا ہوں
کہ یوں کہا کر یا حی یا قیوم برحمتک استغیث لا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین واصلح لی شانی کلہ چوتھی دعا حضرت ابوبکر صدیق کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے انکو تعلیم فرمایا کہ اسطرح کہیں اللہم انی اسئلک بمحمد نبیک وابراہیم خلیلک وموسی نجیک وعیسی کلمتک وروحک وبکلام موسی وانجیل
عیسی وزبور داؤد وفرقان محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین وبکل وحی اوحیتہ او قضاء قضیتہ او سائل اعطیتہ او غنی افقیتہ او فقیر اغنیتہ او ضال ہدیتہ
واسئلک باسمک الذی انزلتہ علی موسی صلی اللہ علیہ وسلم واسئلک باسمک الذی ثبتت بہ ارزاق العباد واسئلک باسمک الذی
وضعتہ علی الارض فاستقرت واسئلک باسمک الذی وضعتہ علی السموات فاستقلت واسئلک باسمک الذی وضعتہ علی الجبال فارست
واسئلک باسمک الذی استقل بہ عرشک واسئلک باسمک الطہر الطاہر الاحد الصمد الوتر المنزل فی کتابک من لدنک من النور المبین واسئلک
باسمک الذی وضعتہ علی النہار فاستنار وعلی اللیل فاظلم وبعظمتک وکبریائک وبنور وجہک الکریم ان ترزقنی القرآن والعلم
بہ وتخلطہ بلحمی ودمی وسمعی وبصری وتستعمل بہ جسدی بحولک وقوتک فانہ لا حول ولا قوۃ الا بک یا ارحم الراحمین پانچوین دعا حضرت
بریدہ اسلمی رضی کی ہے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو فرمایا کہ اے بریدہ کیا میں تجکو ایسے کلمات نہ سکھا دوں کہ اللہ تعالی انکو اسی شخص کو
سکھایا کرتا ہے جسکے ساتھ اسکو بہتری کرنی منظور ہوتی ہے پھر وہ انکو کبھی نہیں بھولتا حضرت بریدہ نے عرض کیا کہ بہتر آپ سکھا دیجیے آپ نے فرمایا کہ کہو اللہم
انی ضعیف فقو فی رضاک ضعفی وخذ الی الخیر بناصیتی واجعل الاسلام منتہی رضائی اللہم انی ضعیف فقونی وانی ذلیل فاعزنی وانی فقیر فاغننی چھٹی
دعا حضرت قبیصہ رضی کی ہے کہ جب انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجکو چند کلمات ایسے سکھلا دیجیے کہ اللہ تعالے
انسے مجکو نفع دیوے اسلیے کہ میری عمر زیادہ ہوئی اور بہت سے اعمال کہ میں انکو کیا کرتا تھا اب میں انسے تنگ ہوگیا آپ نے فرمایا کہ دنیا کیلیے تو جب صبح
کی نماز پڑھ چکو تین مرتبے کہو سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہ جب تم انکو کہو گے تو غم اور جذام اور برص اور
فالج سے مامون رہوگے اور اپنی آخرت کیلیے یہ پڑھا کرو اللہم اہدنی من عندک وافض علی من فضلک وانشر علی من رحمتک وانزل علی من برکاتک پھر
آپ نے فرمایا کہ جو بندہ انکو برابر پڑھیگا اور ترک نہ کریگا اسکے لیے جنت کے چار دروازے کھولے جاوینگے کہ جس میں سے چاہے اندر چلا جاوے
ساتوین دعا حضرت ابو درداء رضی کی ہے انسے کسی نے کہا کہ تمھارا گھر جل گیا اسوقت کہ انکے محلہ میں آگ لگی تھی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی ایسا
نہیں کریگا تین مرتبے انسے یہی کہا گیا اور انھوں نے یہی جواب دیا کہ خداے تعالی ایسا نہیں کریگا پھر ایک شخص نے آکر انکو اطلاع دی کہ جب آگ
تمھارے گھر کے پاس آئی تو بجھ گئی آپ نے فرمایا کہ مجھے پہلے سے معلوم تھا کہ ایسا ہی ہوگا لوگوں نے کہا کہ ہمکو معلوم نہیں کہ آپ کے دونوں قولوں

اور اسلام کو بہری انتہائی رضامندی کردے الٰہی میں ناتوان ہوں تو مجکو قوت دے اور میں ذلیل ہوں تو مجکو عزت دے الٰہی میں فقیر ہوں تو مجکو تونگر کر

مین سے کونسا عجیب تر ہو آپ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہ آپ نے فرمایا ہو کہ جو کوئی ان کلمات کو رات مین یا دن مین کہیگا اُسکو کوئی چیز ضرر نہ کریگی اور مین نے انکو پڑھ لیا تھا اسلیے مجھے یقین تھا کہ میرا نقصان نہوگا وہ کلمات یہ ہین اللھم انت ربی لا الہ الا انت علیک توکلت وانت رب العرش العظیم لا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم ماشاء اللہ کان ومالم یشألم یکن اعلم ان اللہ علی کل شئ قدیر وان اللہ قد احاط بکل شئ علما واحصی کل شئ عددا اللھم انی اعوذ بک من شر نفسی ومن شر کل دابۃ انت اخذ بناصیتہا ان ربی علی صراط مستقیم آٹھوین دعا حضرت ابراہیم خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی ہو کہ آپ صبح کو اسکو پڑھا کرتے تھے اللھم ہذا خلق جدید فافتحہ علی بطاعتک واختمہ لی بمغفرتک ورضوانک وارزقنی فیہ حسنۃ تقبلہا منی وزکہا وضعفہا لی وما عملت فیہ من سیئۃ فاغفرہا لی انک غفور رحیم ودود کریم اور آپ نے فرمایا ہو کہ جو کوئی صبح کو اٹھکر یہ دعا پڑھ لے تو اسنے اس روز کا شکر ادا کر دیا نوین دعا حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی ہو کہ آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے اللھم انی اصبحت لا استطیع دفع ما اکرہ ولا املک نفع ما ارجو واصبح الامر بید غیری ولا تجعل الدنیا اکبر ہمی ولا تسلط علی من لا یرحمنی یا حی یا قیوم واصبحت مرتہنا بعملی فلا فقیر افقر منی اللھم لا تشمت بی عدوی ولا تسؤ بی صدیقی ولا تجعل مصیبتی فی دینی ولا تجعل الدنیا اکبر ہمی ولا تسلط علی من لا یرحمنی یا حی یا قیوم دسوین دعا حضرت خضر علیہ السلام کی ہو کہتے ہین کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام جب حج کے دنون مین ہر سال ملتے تو جدا اُسوقت ہوتے کہ یہ دعا پڑھ لیا کرتے بسم اللہ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ ماشاء اللہ کل نعمۃ من اللہ ماشاء اللہ الخیر کلہ بید اللہ ماشاء اللہ لا یصرف السوء الا اللہ جو کوئی اس دعا کو صبح کو اٹھکر تین دفعہ پڑھ لیا کرے وہ جلنے اور ڈوبنے اور چوری سے انشاء اللہ محفوظ رہیگا گیارھوین دعا حضرت معروف کرخی کی ہو محمد بن حسان کہتے ہین کہ مجھسے آپ نے فرمایا کہ مین تجکو دس کلمات سکھاتے دیتا ہون پانچ دنیا کے لیے اور پانچ آخرت کے لیے جو کوئی انکو پڑھکر خداے تعالی سے دعا مانگیگا اللہ تعالی کو اسکے ساتھ پاویگا مین نے عرض کیا کہ آپ انکو میرے لیے لکھدیجیے حضرت معروف کرخی نے فرمایا کہ لکھونگا نہین بلکہ تیرے سامنے کئی بار پڑھ دونگا جیسے بکر بن خنیس نے میرے سامنے کئی مرتبہ پڑھے تھے وہ یہ ہین حسبی اللہ لدینی حسبی اللہ لدنیای حسبی اللہ الکریم لما اہمنی حسبی اللہ الحلیم القوی لمن بغی علی حسبی اللہ الشدید لمن کادنی بسوء حسبی اللہ الرحیم عند الموت حسبی اللہ الرؤف عند المسألۃ فی القبر حسبی اللہ الکریم عند الحساب حسبی اللہ اللطیف عند المیزان حسبی اللہ القدیر عند الصراط حسبی اللہ لا الہ الا ہو علیہ توکلت وہو رب العرش العظیم اور حضرت ابو درداء سے مروی ہو کہ جو کوئی ہر روز سات بار اس آیت کو پڑھے فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ہو علیہ توکلت وہو رب العرش العظیم اللہ تعالی اُسکے آخرت کے امر مہم کو کفایت کریگا خواہ وہ اس قول مین سچا ہو یا جھوٹا یعنی خواہ توکل رکھتا ہو یا نہین بارھوین دعا عتبہ غلام کی ہو کہ انکو کسی نے خواب مین دیکھا تو فرمایا کہ مین اس دعا کے باعث جنت مین داخل ہوا اللھم یا ہادی المضلین ویا راحم المذنبین ومقیل عثرات العاثرین ارحم عبدک ذا الخطر العظیم والمسلمین کلہم اجمعین واجعلنا مع الاحیاء المرزوقین الذین انعمت علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین آمین یا رب العالمین تیرھوین دعا حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی ہو حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ جب اللہ تعالی

نے چاہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ منظور کرے تو اُنھوں نے سات بار خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اُسوقت کعبہ بنا ہوا نہ تھا بلکہ ایک سرخ ٹیلا تھا
پھر اُنھوں نے کھڑے ہوکر دو رکعتیں نماز پڑھیں پھر یہ دعا پڑھی اللھم انک تعلم سری و علانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤالی وتعلم ما فی نفسی فاغفرلی
ذنوبی اللھم انی اسئلک ایمانا یباشر قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انہ لن یصیبنی الا ما کتبتہ علی فارضنی بما قسمتہ لی یاذا الجلال والاکرام پس اللہ تعالی نے انپر
وحی بھیجی کہ میں نے تمکو معاف کردیا اور جو کوئی تمھاری اولاد میں سے اسی دعا کو پڑھکر مجھسے دعا مانگیگا میں اُسے بخشدونگا اور اُسکے غم اور رنج دور کرونگا
اور مفلسی کو اُسکی دونوں آنکھوں سے نکال دونگا اور ہر تاجر سے زیادہ اُسکو نفع دونگا اور دنیا اُسکے پاس ذلیل ہوکر آویگی گو وہ اُسکو نہ چاہے
چودھویں دعا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے جسکو اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا
تعالیٰ ہر روز اپنی بڑائی کرتا ہے اور فرماتا ہے انی انا اللہ رب العالمین انی انا اللہ لا الہ الا انا الحی القیوم انی انا اللہ لا الہ الا انا العلی العظیم انی انا اللہ لا الہ
الا انا لم الد ولم اولد انی انا اللہ لا الہ الا انا العفو الغفور انی انا اللہ لا الہ الا انا مبدی کل شیئ والی یعود العزیز الحکیم الرحمن الرحیم مالک یوم الدین خالق الخیر والشر
خالق الجنۃ والنار الواحد الاحد الفرد الصمد الذی لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا الفرد الوتر عالم الغیب والشھادۃ الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز الجبار
المتکبر الخالق الباری المصور الکبیر المتعال المقتدر القھار الحلیم الکریم اہل الثناء والمجد عالم السر واخفی القادر الرازق فوق الخلق والخلیقۃ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہر کلمہ کے پیشتر انی انا اللہ لا الہ الا انا مذکور فرمایا جیسے ہمنے شروع کے چند اسماء میں لکھا ہے پس جو کوئی ان اسماء کے ذریعہ سے دعا مانگے اُسکو چاہیے
کہ ہر جگہ انک انت اللہ لا الہ الا انت کہے یعنی انی کی جگہ انک اور انا کی جگہ انت اور جو کوئی ان اسماء سے دعا مانگیگا وہ سجدہ کرنے والوں اور خشوع
کرنے والوں میں لکھا جاویگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور دوسرے انبیاء صلوات اللہ
علیہم اجمعین کے پڑوس میں قیامت کے روز رہینگے اور اُسکو آسمان اور زمینوں کے عابدوں کا ثواب ملیگا پندرھویں دعا ابی المعتمر سلیمان
تیمی کی اور اُنکی تسبیحات ہیں۔ مروی ہے کہ یونس بن عبید نے اُن لوگوں میں سے جو روم میں شہید ہوئے تھے ایک شہید کو خواب میں دیکھا اور پوچھا
کہ تمنے اعمال میں سے وہاں کونسا زیادہ افضل پایا اُنھوں نے فرمایا کہ ابی المعتمر کی تسبیحوں کی قدر خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ ہے اور وہ یہ ہیں سبحان
اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ عدد ما خلق وعدد ما ھو خالق وزنۃ ما خلق وزنۃ ما ھو خالق وملاء ما خلق وملاء ما ھو خالق وملاء سمٰوتہ
وملاء ارضہ ومثل ذلک واضعاف ذلک وعدد خلقہ وزنۃ عرشہ ومنتھی رحمتہ ومداد کلماتہ ومبلغ رضاہ حتی یرضی واذا رضی وعدد ما ذکرہ بہ خلقہ فی جمیع ما مضی
وعدد ما ھم ذاکروہ فیما بقی فی کل سنۃ وشھر وجمعۃ ویوم ولیلۃ وساعۃ من الساعات وشم ونفس من الانفاس وابد من الآباد من الابد الی الابد ابد الدنیا والابد
الآخرۃ واکثر من ذلک لاینقطع اولاہ ولاینفد اخراہ

سولھوین دعا حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ کی ہو۔ ابراہیم بن بشار انکے خادم روایت کرتے ہین کہ ابراہیم بن ادہم رح ہر جمعہ کی صبح اور شام کو یہ دعا پڑھا کرتے تھے مرحبا بیوم المزید والصبح الجدید والکاتب والشہید یومنا ہذا یوم عید اکتب لنا ما نقول بسم اللہ الحمید المجید الرفیع الودود الفعال فی خلقہ ما یرید اصبحت باللہ مومنا وبلقائہ مصدقا وبحجتہ معترفا ومن ذنبی مستغفرا ولربوبیۃ اللہ خاضعا ولسوی اللہ فی الالہیۃ جاحدا والی اللہ فقیرا وعلی اللہ متوکلا والی اللہ منیبا اشہد اللہ واشہد ملائکتہ وانبیائہ ورسلہ وحملۃ عرشہ ومن خلقہ ومن ہو خالقہ بانہ ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما وان الجنۃ حق وان النار حق والحوض حق والشفاعۃ حق ومنکرا ونکیرا حق ووعدک حق ولقاءک حق والساعۃ آتیۃ لا ریب فیہا وان اللہ یبعث من فی القبور علی ذلک احیی وعلیہ اموت وعلیہ ابعث انشاء اللہ اللہم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وعلی عہدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک اللہم من شر ما صنعت ومن شر کل ذی شر اللہم انی قد ظلمت نفسی فاغفر لی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت واہدنی لاحسن الاخلاق فانہ لا یہدی لاحسنہا الا انت واصرف عنی سیئہا فانہ لا یصرف سیئہا الا انت لبیک وسعدیک والخیر کلہ بیدیک انا بک والیک استغفرک واتوب الیک امنت اللہم بما ارسلت من رسول وآمنت اللہم بما انزلت من کتاب وصلی اللہ علی محمد النبی الامی وعلی آلہ وسلم تسلیما کثیرا خاتم کلامی ومفتاحہ وعلی انبیائہ ورسلہ اجمعین آمین یا رب العالمین اللہم اوردنا حوض محمد واسقنا بکاسہ مشربا رویا سائغا ہنیئا لا نظما بعدہ ابدا واحشرنا فی زمرتہ غیر خزایا ولا ناکثین للعہد ولا مرتابین ولا مفتونین ولا مغضوب علینا ولا ضالین اللہم اعصمنی من فتن الدنیا ووفقنی لما تحب وترضی واصلح لی شانی کلہ وثبتنی بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ ولا تضلنی ان کنت ظالما سبحانک سبحانک یا علی یا عظیم یا باری یا رحیم یا عزیز یا جبار سبحان من سبحت لہ السموات باکنافہا وسبحان من سبحت لہ الجبال باصدائہا وسبحان من سبحت لہ البحار بامواجہا وسبحان من سبحت لہ الحیتان بلغاتہا وسبحان من سبحت لہ النجوم فی السماء بابراجہا وسبحان من سبحت لہ الشجر باصولہا وثمارہا وسبحان من سبحت لہ السموات السبع والارضون السبع ومن فیہن ومن علیہن سبحان من سبح لہ کل شیء من مخلوقاتہ تبارکت وتعالیت سبحانک سبحانک یا حی یا قیوم یا علیم یا حلیم سبحانک لا الہ الا انت وحدک لا شریک لک تحیی وتمیت وانت حی لا تموت بیدک الخیر وانت علی کل شیء قدیر ۔

[illegible]

[illegible]

چوتھی فصل اُن دعاؤں میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ سے مروی ہیں اور اُنکی اسناد مذکور نہ کرینگے اور یہ دعائیں ابوطالب
مکی اور ابن خزیمہ اور ابن منذر رح کے مجموعوں سے انتخاب کی گئی ہیں۔ آخرت کے چاہنے والے کو مستحب ہے کہ جب صبح کو اُٹھے تو اُنکا کچھ وظیفہ دعا ہو جنکا
اُنکا ذکر باب الاوراد میں آتا ہے پس اگر تمکو آخرت کی کیفیت منظور ہو اور جن دعاؤں سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی ہے اُنمیں آپ کی پیروی
چاہتے ہو تو اپنی دعاؤں کے شروع میں نمازوں کے بعد یوں کہا کرو سبحان ربی العلی الاعلی الوہاب لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد
وہو علی کل شیء قدیر اور تین بار یہ کہو رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا اور یہ کہو اللہم فاطر السموت والارض عالم الغیب والشہادۃ
رب کل شیء وملیکہ اشہد ان لا الہ الا انت اعوذ بک من شر نفسی وشر الشیطان وشرکہ اور کہو اللہم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی دینی ودنیای واہلی ومالی
اللہم استر عوراتی وآمن روعاتی واقلنی عثراتی واحفظنی من بین یدی ومن خلفی وعن یمینی وعن شمالی ومن فوقی واعوذ بک ان اغتال من تحتی اللہم
لا تؤمنی مکرک ولا تولنی غیرک ولا تنزع عنی سترک ولا تنسنی ذکرک ولا تجعلنی من الغافلین اور تین بار سید الاستغفار پڑھو اللہم انت ربی لا الہ الا انت
خلقتنی وانا عبدک وانا علی عہدک ووعدک ما استطعت واعوذ بک من شر ما صنعت ابوء بنعمتک علی وابوء بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت
اور تین بار یہ کہو اللہم عافنی فی بدنی وعافنی فی سمعی وعافنی فی بصری لا الہ الا انت اور کہو اللہم انی اسئلک الرضی بعد القضاء وبرد العیش بعد الموت
ولذۃ النظر الی وجہک وشوقا الی لقائک من غیر ضراء مضرۃ ولا فتنۃ مضلۃ واعوذ بک ان اظلم او اظلم او اعتدی او یعتدی علی او اکسب خطیئۃ او ذنبا لا تغفرہ
اللہم انی اسئلک الثبات فی الامر والعزیمۃ علی الرشد واسئلک شکر نعمتک وحسن عبادتک واسئلک قلبا سلیما وخلقا مستقیما ولسانا صادقا وعملا متقبلا واسئلک
من خیر ما تعلم واعوذ بک من شر ما تعلم واستغفرک مما تعلم فانک تعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللہم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت
فانک انت المقدم وانت المؤخر وانت علی کل شیء قدیر وعلی کل غیب شہید اللہم انی اسئلک ایمانا لا یرتد ونعیما لا ینفد وقرۃ عین الابد ومرافقۃ نبیک محمد صلی اللہ
علیہ وسلم فی اعلی جنۃ الخلد اللہم انی اسئلک الطیبات وفعل الخیرات وترک المنکرات وحب المساکین واسئلک حبک وحب من احبک وحب کل عمل یقربنی

الی حبک وان تتوب علی او تغفرلی و ترحمنی واذا اردت بقوم فتنۃ فاقبضنی الیک غیر مفتون اللھم بعلمک الغیب وقدرتک علی الخلق احینی ما کانت
الحیوۃ خیرالی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرالی واسئلک خشیتک فی الغیب والشھادۃ وکلمۃ العدل فی الرضاء والغضب والقصد فی الغنی والفقر ولذۃ
النظرالی وجھک والشوق الی لقائک واعوذبک من ضراء مضرۃ وفتنۃ مضلۃ اللھم زینا بزینۃ الایمان واجعلنا ھداۃ مھتدین اللھم اقسم لنا من خشیتک
ماتحول بیننا وبین معاصیک ومن طاعتک ماتبلغنا بہ جنتک ومن الیقین ماتھون بہ علینا مصائب الدنیا اللھم املاء وجوھنا منک حیاء وقلوبنا منک
فرقا واسکن فی نفوسنا من عظمتک ماتذلل بہ جوارحنا لخدمتک واجعلک اللھم احب الینا ممن سواک واجعلنا اخشی لک ممن سواک اللھم اجعل اول
یومنا ھذا صلاحا واوسطہ فلاحا واخرہ نجاحا اللھم اجعل اولہ رحمۃ واوسطہ نعمۃ واخرہ تکرمۃ ومغفرۃ الحمد للہ الذی تواضع کل شیء لعظمتہ وذل کل شیء لعزتہ وخضع
کل شیء لملکہ واستسلم کل شیء لقدرتہ والحمد للہ الذی سکن کل شیء لھیبتہ واظھر کل شیء بحکمتہ وتصاغر کل شیء لکبریائہ اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد وازواج
محمد وذریتہ وبارک علی محمد وعلی الہ وازواجہ وذریتہ کما بارکت علی ابراھیم فی العالمین انک حمید مجید اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک ونبیک النبی الامی
رسولک الامین واعطہ المقام المحمود الذی وعدتہ یوم الدین اللھم اجعلنا من اولیائک المتقین وحزبک المفلحین وعبادک الصالحین واستعملنا لمرضاتک
عنا ووفقنا لمحابک منا وصرفنا بحسن اختیارک لنا نسئلک جوامع الخیر وفواتحہ وخواتمہ ونعوذبک من جوامع الشر وفواتحہ وخواتمہ اللھم بقدرتک علی تب
علی انک انت التواب الرحیم وبحلمک عنی اعف عنی انک انت الغفار الحلیم وبعلمک بی ارفق بی انک انت ارحم الراحمین وبملکک لی ملکنی نفسی
ولا تسلطھا علی انک انت الملک الجبار سبحانک اللھم وبحمدک لا الہ الا انت عملت سوءا وظلمت نفسی فاغفرلی ذنبی انک انت ربی انہ لا یغفر الذنوب
الا انت اللھم الھمنی رشدی وقنی شر نفسی اللھم ارزقنی حلالا لا تعاقبنی علیہ وقنعنی بما رزقتنی واستعملنی بہ صالحا تقبلہ منی اللھم انی اسئلک العفو والعافیۃ

[illegible]

روایت کیا ہے ابن حبان نے
مگر اس لائی اور نسائی نے
بروایت جابر وابعثہ المقام المحمود
الذی وعدتہ تک ۱۲ ع اسکی اصل
مجھکو نہیں ملی ۱۲ ع اسکی اسناد میں
عاصم بن عبید اللہ ہیں جن سے موسیٰ
بن عبیدہ راوی ہیں ۱۲ ع اسکی
اصل مجھکو نہیں ملی ۱۲ ع اسکی سند
فصل دوم میں گذری ۱۲ ع ترمذی
بروایت عمران بن حصین ۱۲ ع
حاکم نے بروایت ابن عباس اور
الفاظ اسی کے قریب روایت کیا ہے
۱۲ ع نسائی نے یوم ولیلہ اور ابن
ماجہ بروایت ابی بکر الصدیق ۱۲

وحسن الیقین والمعافاۃ فی الدنیا والاخرۃ یا من لا تضرہ الذنوب ولا تنقصہ المغفرۃ ہب لی ما لا ینقصک واعطنی ما لا یضرک ربنا افرغ علینا صبرا وتوفنا مسلمین

انت ولیی فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین انت ولینا فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الغافرین واکتب لنا فی ہذہ الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ ربنا علیک

توکلنا والیک انبنا والیک المصیر ربنا لا تجعلنا فتنۃ للقوم الظالمین ربنا لا تجعلنا فتنۃ للذین کفروا واغفر لنا ربنا انک انت العزیز الحکیم ربنا اغفر لنا ذنوبنا و

اسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف

رحیم ربنا آتنا من لدنک رحمۃ وہیئ لنا من امرنا رشدا ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم

فآمنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیئاتنا وتوفنا مع الابرار ربنا وآتنا ما وعدتنا علی رسلک ولا تخزنا یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا

او اخطأنا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین

رب اغفر لی ولوالدی وارحمہما کما ربیانی صغیرا واغفر للمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منہم والاموات رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم

وانت الاعز الاکرم وانت خیر الراحمین وخیر الغافرین وانا للہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وصلی اللہ علی

سیدنا محمد خاتم النبیین وآلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا وہ دعائیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز سے پناہ مانگی ہے اللہم انی اعوذ بک من البخل

واعوذ بک من الجبن واعوذ بک من ان ارد الی ارذل العمر واعوذ بک من فتنۃ الدنیا واعوذ بک من عذاب القبر اللہم انی اعوذ بک من طمع یہدی الی

طبع ومن طمع فی غیر مطمع ومن طمع حیث لا مطمع اللہم انی اعوذ بک من علم لا ینفع وقلب لا یخشع ودعاء لا یسمع ونفس لا تشبع واعوذ بک من الجوع فانہ

بئس الضجیع ومن الخیانۃ فانہا بئست البطانۃ ومن الکسل والبخل والجبن ومن الہرم ومن ان ارد الی ارذل العمر ومن فتنۃ الدجال وعذاب القبر و

من فتنۃ المحیا والممات اللہم انا نسئلک قلوبا اواہۃ مخبتۃ منیبۃ فی سبیلک اللہم انی اسئلک عزائم مغفرتک وموجبات رحمتک والسلامۃ من کل اثم والغنیمۃ

[illegible]

مسلم ابو منصور
مسند فردوس
بروایت علی
بسند ضعیف
حاکم
ابو داؤد
وابن ماجہ
ابو اسید ساعدی
[illegible]

من کل بر والفوز بالجنۃ والنجاۃ من النار اللھم انی اعوذ بک من التردی واعوذ بک من الغم والغرق والھدم واعوذ بک من ان اموت فی سبیلک مدبرا و
اعوذ بک من ان اموت لطلب الدنیا اللھم انی اعوذ بک من شر ما علمت ومن شر ما لم اعلم اللھم جنبنی منکرات الاخلاق والاعمال والادواء والاھواء اللھم
انی اعوذ بک من جھد البلاء ودرک الشقاء وسوء القضاء وشماتۃ الاعداء اللھم انی اعوذ بک من الکفر والدین والفقر واعوذ بک من عذاب جہنم واعوذ بک
فتنۃ الدجال اللھم انی اعوذ بک من شر سمعی وبصری وشر لسانی وقلبی وشر منیی اللھم انی اعوذ بک من جار السوء فی دار المقامۃ فان جار البادیۃ یتحول اللھم
انی اعوذ بک من القسوۃ والغفلۃ والعیلۃ والذلۃ والمسکنۃ واعوذ بک من الکفر والفقر والفسوق والشقاق والنفاق وسوء الاخلاق والسمعۃ والریاء واعوذ
بک من الصمم والبکم والعمی والجنون والجذام والبرص وسیئ الاسقام اللھم انی اعوذ بک من زوال نعمتک ومن تحول عافیتک ومن فجاءۃ نقمتک ومن جمیع سخطک
اللھم انی اعوذ بک من عذاب النار وفتنۃ النار وعذاب القبر وفتنۃ القبر وشر فتنۃ الغنی وشر فتنۃ الفقر وشر فتنۃ المسیح الدجال واعوذ بک من المغرم والماثم اللھم
انی اعوذ بک من نفس لا تشبع وقلب لا یخشع وصلوۃ لا تنفع ودعوۃ لا تستجاب واعوذ بک من شر العمر وفتنۃ الصدر اللھم انی اعوذ بک من غلبۃ الدین وغلبۃ العدو
وشماتۃ الاعداء پانچویں فصل ان دعاؤں کے بیان میں جو کسی کام کے واقع ہونے پر مروی ہیں۔ جب تم صبح کو اٹھو اور اذان سنو تو تمکو مستحب ہے کہ جسطرح
ہم ذکر کر چکے ہیں اسطرح موذن کا جواب دو اور نیز باب الطہارۃ میں ہم پاخانہ میں جانے اور باہر آنے کی دعائیں اور وضو کی دعائیں لکھ چکے ہیں انکو حسب
موقع پڑھنا چاہیے پھر جب مسجد کو چلو تو کہو اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی لسانی نورا واجعل فی سمعی نورا واجعل فی بصری نورا واجعل خلفی نورا وامامی نورا واجعل
من فوقی نورا اللھم اعطنی نورا اور یہ بھی کہو اللھم انی اسئلک بحق السائلین علیک وبحق ممشای ھذا الیک فانی لم اخرج اشرا ولا بطرا ولا ریاء ولا سمعۃ خرجت
اتقاء سخطک وابتغاء مرضاتک فاسئلک ان تنقذنی من النار وان تغفر لی ذنوبی انہ لا یغفر الذنوب الا انت اور جب گھر سے کسی کام کو نکلو تو کہو بسم اللہ رب
اعوذ بک ان اظلم او اظلم او اجہل او یجہل علی بسم اللہ الرحمن الرحیم لا حول ولا قوۃ الا باللہ التکلان علی اللہ اور جب مسجد کے دروازے پر پہنچکر اسکے اندر داخل ہونا چاہو تو کہو اللھم صل علی
سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وسلم اللھم اغفرلی جمیع ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک اور داخل ہونے میں اپنا داہنا پانو پہلے رکھو۔ اور اگر مسجد میں کسی کو بیچ و شرا کرتے دیکھو تو کہو کہ
خداے تعالی تیری تجارت میں نفع نہ دیوے اور اگر کسی کو مسجد میں دیکھو کہ اپنی کھوئی ہوئی چیز ڈھونڈھتا ہو تو کہو کہ خداے تعالی کرے کہ وہ نہ ملے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی اجازت فرمائی ہے اور جب صبح کی دو رکعتیں پڑھ چکو تو کہو بسم اللہ اللھم انی اسئلک رحمۃ من عندک تھدی بھا قلبی آخر دعا تک
چنانچہ ہم اسکو تیسری فصل میں حضرت ابن عباس سے لکھ آئے ہیں اور جب رکوع کرو تو رکوع میں کہو اللھم لک رکعت وبک آمنت ولک اسلمت
وعلیک توکلت انت ربی خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی وما استقلت بہ قدمی للہ رب العالمین اور اگر چاہو یوں کہو سبحان ربی العظیم

تین بار یا کہو سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح اور جب اپنا سر رکوع سے اُٹھاؤ تو کہو سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد ملاء السموات وملاء الارض وملاء ما بینہما
وملاء ما شئت من شیء بعد اہل الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد اور جب سجدہ کرو تو
تو کہو اللہم لک سجدت وبک امنت ولک اسلمت سجد وجہی للذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ فتبارک اللہ احسن الخالقین اللہم سجد لک سوادی وخیالی
وامن بک فؤادی ابوء بنعمتک علی وابوء بذنبی وہذا ما جنیت علی نفسی فاغفرلی انہ لا یغفر الذنوب الا انت یا یہ کہو تین دفعہ سبحان ربی الاعلی اور جب نماز سے
فارغ ہو تو کہو اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام اور جو دعائیں ہم لکھ چکے ہیں پھر اُن سب کو پڑھو اور جب کسی مجلس سے
اٹھو اور کوئی ایسی دعا پڑھنی چاہو کہ مجلس کی بیہودہ باتوں کا کفارہ ہو جاوے تو کہو سبحانک اللہم وبحمدک اشہد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک
عملت سوءا وظلمت نفسی فاغفرلی انہ لا یغفر الذنوب الا انت اور جب بازار میں داخل ہو تو کہو لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی
ویمیت وہو حی لا یموت بیدہ الخیر وہو علی کل شیء قدیر بسم اللہ اللہم انی اسئلک خیر ہذہ السوق وخیر ما فیہا اللہم انی اعوذ بک من شرہا وشر ما فیہا اللہم انی
اعوذ بک ان اصیب فیہا یمینا فاجرۃ او صفقۃ خاسرۃ اور جب تمہارے اوپر قرض ہو تو کہو اللہم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک اور جب نیا
کپڑا پہنو تو کہو اللہم کسوتنی ہذا الثوب فلک الحمد اسئلک من خیرہ وخیر ما صنع لہ واعوذ بک من شرہ وشر ما صنع لہ اور جب کوئی شگون ایسا دیکھو جو تمکو برا معلوم ہو تو
کہو اللہم لا یاتی بالحسنات الا انت ولا یذہب بالسیئات الا انت لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور جب چاند دیکھو تو کہو اللہم اہلہ علینا بالامن والایمان والبر والسلامۃ والاسلام
والتوفیق لما تحب وترضی ربی وربک اللہ اور کہو ہلال رشد وخیر آمنت بخالقک اللہم انی اسئلک خیر ہذا الشہر وخیر القدر واعوذ بک من شر یوم الحشر اور تین بار اس سے
پہلے اللہ اکبر بھی کہہ لے اور جب آندھی چلے تو کہو اللہم انی اسئلک خیر ہذہ الریح وخیر ما فیہا وخیر ما ارسلت بہ واعوذ بک من شرہا وشر ما فیہا وشر ما ارسلت بہ اور جب کسی کی مرنے کی
خبر سنو تو کہو انا للہ وانا الیہ راجعون انا الی ربنا لمنقلبون اللہم اکتبہ فی المحسنین واجعل کتابہ فی علیین واخلفہ علی عقبہ فی الغابرین اللہم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفر لنا ولہ
اور صدقہ دینے کے وقت کہو ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم اور نقصان ہونے کے وقت کہو عسی ربنا ان یبدلنا خیرا منہا انا الی ربنا راغبون اور
کاموں کے شروع کرنے کے وقت کہو ربنا اتنا من لدنک رحمۃ وہیئ لنا من امرنا رشدا رب اشرح لی صدری ویسر لی امری اور آسمان پر نظر کرنے کے
وقت کہو ربنا ما خلقت ہذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار تبارک الذی جعل فی السماء بروجا وجعل فیہا سراجا وقمرا منیرا اور جب رعد کی گرج سنو تو کہو سبحان
من یسبح الرعد بحمدہ والملائکۃ من خیفتہ اور اگر بجلی زیادہ تڑپتے دیکھو تو کہو اللہم لا تقتلنا بغضبک ولا تہلکنا بعذابک وعافنا قبل ذلک اور جب آسمان سے
پانی برسے تو کہو اللہم سقیا ہنیئا وصیبا نافعا اللہم اجعلہ سیب رحمۃ ولا تجعلہ سیب عذاب اور جب غصہ ہو تو کہو اللہم اغفرلی ذنبی واذہب غیظ قلبی واجرنی
من الشیطان الرجیم اور جب کسی قوم سے ڈرو تو کہو اللہم انا نجعلک فی نحورہم ونعوذ بک من شرورہم اور جب جہاد کرو تو کہو اللہم انت عضدی ونصیری و
بک اقاتل اور جب کان بولے تو کہو اللہم صل علی محمد ذکر اللہ من ذکرنی بخیر اور جب دیکھو کہ تمہاری دعا قبول ہوئی تو کہو الحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم
الصالحات اور جو دعا مقبول ہونے میں دیر ہو جاوے تو کہو الحمد للہ علی کل حال اور جب مغرب کی اذان سنو تو کہو اللہم ہذا اقبال لیلک وادبار نہار
واصوات دعاتک وحضور صلوتک اسئلک ان تغفرلی اور جب تمکو کوئی تردد پیش آوے تو کہو اللہم انی عبدک وابن عبدک وابن امتک ناصیتی
بیدک ماض فی حکمک عدل فی قضاءک اسئلک بکل اسم ہو لک سمیت بہ نفسک او انزلتہ فی کتابک او علمتہ احدا من خلقک او استاثرت بہ فی
علم الغیب عندک ان تجعل القرآن ربیع قلبی ونور صدری وجلاء ہمی وذہاب حزنی وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کسی کو غم

[illegible]

لم بروایت ام سلمہ اور آسمین وحضور صلوتک نہیں خرائطی نے مکارم اخلاق میں بہ الفاظ کہی روایت کیا ہی ۱۲ ح ۳۳ احمد وابن حبان وحاکم بروایت ابن مسعود ۱۲

غم پیش آوے یہ دعا پڑھ لے تو اللہ تعالی اُسکے تردد کو رفع کرتا ہے اور اُس غم کی جگہ خوشی بدل دیتا ہے پھر کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اس
دعا کو سیکھ لیں آپ نے فرمایا کہ بیشک جو کوئی اُسکو سنے اُسکو یاد کر لینا چاہیے اور جب کوئی درد اپنے جسم میں یا کسی دوسرے کے جسم میں پاؤ تو اُسکو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منتر سے جھاڑ دو کہ آپ کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص آپ کے سامنے کسی زخم وغیرہ کی شکایت کرتا تو آپ اپنی
انگشت سبابہ زمین پر رکھتے پھر اُسکو اُٹھاتے اور یہ فرماتے بسم اللہ تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا لیشفی بہ سقیمنا باذن ربنا اور جب اپنے جسم میں کسی جگہ درد
پاؤ تو درد کی جگہ اپنا ہاتھ رکھو اور تین بار بسم اللہ کہو اور سات بار کہو اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر اور جب تمکو کوئی مصیبت پیش آئے تو کہو لا الہ
الا اللہ العلی الحلیم لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم لا الہ الا اللہ رب السموت السبع ورب العرش الکریم اور جب سونے کا ارادہ کرو تو وضو کرو داہنا ہاتھ سر تلے رکھو
اور قبلہ رخ ہو جاؤ پھر چونتیس بار اللہ اکبر اور تینتیس بار سبحان اللہ اور اسی قدر الحمد للہ کہکر یہ کہو اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک
واعوذ بک منک اللھم انی لا استطیع ان ابلغ ثناء علیک ولو حرصت ولکن انت کما اثنیت علی نفسک اللھم باسمک احیا واموت اللھم رب السموات
ورب الارض ورب کل شیء وملیکہ فالق الحب والنوی ومنزل التوراۃ والانجیل والفرقان اعوذ بک من شر کل ذی شر ومن شر کل دابۃ انت آخذ
بناصیتھا انت الاول فلیس قبلک شیء وانت الآخر فلیس بعدک شیء وانت الظاہر فلیس فوقک شیء وانت الباطن فلیس دونک شیء اقض عنی
الدین واغننی من الفقر اللھم انک خلقت نفسی وانت تتوفاہا لک مماتہا ومحیاہا اللھم ان امتہا فاغفر لہا وان احییتہا فاحفظہا اللھم انی اسئلک العافیۃ
فی الدنیا والآخرۃ باسمک ربی وضعت جنبی فاغفر لی ذنبی اللھم قنی عذابک یوم تجمع عبادک اللھم اسلمت نفسی الیک ووجہت وجھی الیک وفوضت امری
الیک والجأت ظہری الیک رغبۃ ورہبۃ الیک لا ملجا ولا منجا منک الا الیک آمنت بکتابک الذی انزلت وبنبیک الذی ارسلت اور یہ دعا سب
دعاؤں کے آخر میں پڑھنی چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے لیے ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے اور اس دعا سے پیشتر یہ پڑھ لینا چاہیے
اللھم ایقظنی فی احب الساعات الیک واستعملنی باحب الاعمال الیک تقربنی الیک زلفی وتبعدنی من سخطک بعدا اسئلک فتعطینی واستغفرک فتغفر لی
وادعوک فتستجیب لی اور صبح کو جب نیند سے جاگو تو یوں کہو الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور اصبحنا واصبح الملک للہ والعظمۃ والسلطان
للہ والعزۃ والقدرۃ للہ اصبحنا علی فطرۃ الاسلام وکلمۃ الاخلاص وعلی دین نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وملۃ ابینا ابراہیم حنیفا وما کان من المشرکین اللھم
بک اصبحنا وبک امسینا وبک نحیی وبک نموت والیک المصیر اللھم انا نسئلک ان تبعثنا فی ہذا الیوم الی کل خیر ونعوذ بک ان نجترح فیہ سوءا او نجرہ الی
مسلم فانک قلت وہو الذی یتوفاکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنہار ثم یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمی اللھم فالق الاصباح وجاعل اللیل سکنا والشمس والقمر حسبانا
اسئلک خیر ہذا الیوم وخیر ما فیہ واعوذ بک من شرہ وشر ما فیہ بسم اللہ ماشاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ماشاء اللہ کل نعمۃ من اللہ ماشاء اللہ الخیر کلہ بید اللہ ماشاء اللہ
لا یصرف السوء الا اللہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر اور شام کو بھی یہی دعا پڑھو
مگر اصبح کی جگہ امسی کہو اور اسکے ساتھ یہ دعا بھی پڑھو اعوذ بکلمات اللہ التامات واسمائہ کلہا من شر ما ذرأ وبرأ ومن شر کل ذی شر ومن شر کل دابۃ انت
آخذ بناصیتہا ان ربی علی صراط مستقیم اور جب آئینہ دیکھو تو یہ کہو الحمد للہ الذی سوی خلقی فعدلہ وکرم صورۃ وجہی وحسنہا وجعلنی من المسلمین اور جب کوئی
خادم یا غلام یا کوئی جانور خریدو تو اسکی پیشانی کے بال پکڑ کر یہ دعا پڑھو اللھم انی اسئلک خیرہ وخیر ما جبل علیہ واعوذ بک من شرہ وشر ما جبل علیہ اور جب نکاح
کی مبارکباد دو تو یوں کہو بارک اللہ فیک وبارک علیک وجمع بینکما فی خیر اور جب قرض ادا کرو تو جسکو دو اُسکو کہو بارک اللہ لک فی اہلک ومالک اسلیے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ قرض کا عوض یہ ہی کہ قرض دینے والے کا مشکور ہو اور ادا کرے غرض کہ یہ دعائین ہین کہ طالب آخرت کو انکا یاد کر لینا ضرور ہی اور انکے سوا دعائین سفر اور نماز اور وضو کی ہم باب الحج اور باب الطہارۃ اور باب نماز مین لکھ چکے ہین اب اگر یہ کہو کہ دعا سے فائدہ کیا ہی حکم الٰہی کو تو کسی طرح ٹال ہی نہین سکتے تو اسکا جواب یہ ہی کہ دعا سے بلا کا ٹلنا بھی حکم الٰہی ہی دعا بلا کے ٹلنے کا سبب اور رحمت کے کھینچنے کا باعث ہوتی ہی جیسے ڈھال تیر کے روکنے کا سبب ہی اور پانی سبزہ کے نکلنے کا باعث پس جسطرح ڈھال تیر کو ٹال دیتی ہی اور دونون مین مقابلہ ہوتا ہی اسی طرح دعا اور بلا کا مقابلہ ہوتا ہی اور حکم الٰہی کے ماننے سے یہ ضرور نہین کہ آدمی ہتھیار نہ باندھے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہی خذوا حذرکم یا بیج ڈالنے کے بعد زمین کو پانی نہ دے اور یہ کہے کہ اگر تقدیر مین بیج کا جمنا ہوگا تو جم جاویگا ورنہ نہین جمیگا بلکہ اصل یہ ہی کہ مسببات کا اس باب سے وابستہ ہونا یہ حکم اول ہی جسکے لیے ارشاد فرمایا ہی کلمح البصر او ہو اقرب اور اسکا نام قضا ہی اور پھر آہستہ آہستہ ایک ایک سبب پر مسبب کا مرتب ہوتا جانا دوسرا حکم ہی جو قدر کہلاتا ہی اور جس ذات نے کہ خیر کو مقدر فرمایا ہی کسی سبب پر منحصر رکھا ہی اور شر کو جو بنایا ہی تو اسکے دور کرنے کا ایک سبب رکھدیا ہی اس صورت مین جس شخص کی بصیرت کھلی ہوئی ہی اسکے نزدیک ان باتون مین کچھ مخالفت نہین۔ علاوہ ازین دعا مین جو فائدہ ہی اسکو ہم ذکر کے بیان مین لکھ چکے ہین کہ دعا سے خدائے تعالیٰ کے ساتھ دل کی حضوری ہو سکتی ہی جو منتہائے عبادات ہی اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ دعا عبادت کا مغز ہی اور خلق کا اکثر یہی معاملہ ہی کہ انکا دل ذکر الٰہی کی طرف مائل جبھی ہوتا ہی کہ جب انکو کوئی حاجت یا مصیبت پڑے چنانچہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہی واذا مسہ الشر فذو دعاء عریض پس دعا کی ضرورت تو حاجت کے لیے ہی اور دعا دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف تضرع اور مسکنت کے ساتھ پھیر دیتی ہی اور اسی کے ذریعے سے ذکر حاصل ہوتا ہی جو اشرف عبادات ہی اور یہی وجہ ہی کہ بلا انبیا اور اولیا پر اور افضل شخصون پر زیادہ ہوتی ہی اسلیے کہ وہ دل کو تضرع اور حاجت کے باعث اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دیتی ہی اور اسکی یاد سے غافل ہونے کی مانع ہی اور تو انگری اکثر تکبر کا باعث ہوتی ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی اذکار اور دعاؤن مین سے یہان ہمکو اسی قدر بیان کرنا منظور تھا باقی دعائین کھانے اور سفر اور بیمار پرسی وغیرہ کی انشاء اللہ اپنے اپنے مقام پر مذکور ہونگی باب نہم تمام ہوا اب باب الاوراد خدائے تعالیٰ کی عنایت سے شروع ہوتا ہی اسی پر اس اول جلد کا خاتمہ ہی والحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ کل عبد مصطفیٰ

دسوان باب اوراد یعنی اوقات وظائف کی ترتیب اور شب بیداری کی فضیلت مین

رباعی احسن غفلت مین کٹی ہی دن رات ٭ لا تعلم ان ما مضے لیس بات ٭ لکھوتا ہی خرافات مین کیون عمر عزیز ٭ فاعبد مولاک فی جمیع الاوقات ٭

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندون کے لیے زمین کو تابع کیا ہی تو اس غرض سے نہین کہ اسکے اونچے مکانون مین رہین بلکہ اس مراد سے ہی کہ اسکو فرودگاہ جانین اور اسمین سے ایسا توشہ حاصل کرین جو انکو انکے وطن اصلی کے سفر مین کام آوے اور عمل اور فضل کے تحفے دنیا مین سے اپنے لیے ذخیرہ کرین اور اسکے پھندون اور مہلک مقامون سے بچے رہین اور جانین کہ عمر انکو ایسے لیے جاتی ہی جیسے کشتی اپنے سوارون کو لے جاتی ہی کہ اس عالم مین آدمی سب مسافر ہین انکی اول منزل پالنے مین ہوتی ہی اور آخر لحد مین اور وطن سب کا یا جنت ہی یا دوزخ اور عمر سفر کا فاصلہ ہی کہ برس اسکے مرحلے ہین اور مہینے فرسنگ ہین اور دن میل ہین اور سانس قدم ہین اور طاعت اس سفر کی پونجی ہی اور اوقات راس المال ہین اور شہوات اور غرضین اس طریق کے راہزن ہین اور یہان کا نفع یہ ہی کہ دار السلام مین بڑی سلطنت اور پایدار نعمت کے ساتھ خدائے تعالیٰ کے دیدار سے کامیاب ہوا اور ٹوٹا یہ ہی کہ طوق اور قید اور عذاب شدید دوزخ کے طبقات کے ساتھ خدائے تعالیٰ سے دوری میسر ہو اس صورت مین جو شخص اپنی ایک سانس سے بھی غفلت کرے یہانتک کہ اسمین کوئی طاعت باعث قرب الٰہی نہو تو وہ قیامت کے روز اتنا خسارہ اٹھا دیگا کہ اسکی کچھ حد نہین اور اسی بڑے خطر اور ہولناک امر کے لیے توفیق والون نے مستعد ہو کر لذات نفسانی کو بالکل چھوڑ دیا اور بقیہ عمر کو غنیمت جانا اور دن اور رات کو ذکر الٰہی مین بسر کرنے کے لیے اور ہر ایک وقت مین جدا جدا وظیفہ مقرر کیا تاکہ خدائے تعالیٰ کے قرب کے طالب ہون اور دار القرار کی طرف ساعی اسی

جہت سے طریق آخرت کے علم مین ضرور ہو کہ وظائف کی تقسیم کی تفصیل بیان کیجاوے اور جو عبادات کہ انکی تشریح پہلے ہو چکی انکو تقادیر اوقات پر بانٹ دیا جاوے اور یہ امر دو فصلون سے واضح ہوگا انشاء اللہ تعالی پہلی فصل اوراد کی فضیلت اور ترتیب اور احکام کے بیان مین بیان اول اس بات کے ذکر مین کہ اوراد پر مواظبت کرنی ہی اللہ تعالی کی طرف کا طریق ہو اور وردون کی فضیلت بھی اسی مین مذکور ہوگی۔ جاننا چاہیے کہ نور بصیرت سے دیکھنے والون نے جان لیا ہو کہ نجات کی صورت بدون اللہ تعالی کی لقا کے نہین اور لقا کی سبیل اسکے سوا کوئی نہین کہ بندہ اللہ تعالی کا محب اور عارف ہوا ور اسی حال پر مرے اور محبت اور انس بدون محبوب کے ذکر دامی کے میسر نہین ہوتا اور نہ معرفت بدون اسکی ذات اور صفات و افعال مین فکر دائمی کے حاصل ہو اور سوا اسکے اور اسکے افعال کے اور کچھ موجود نہین اور دوام ذکر و فکر جب میسر ہوتا ہو کہ دنیا اور اسکی شہوات کو رخصت کردے اور اس سے بجز اس مقدار کے کہ زندگی کے لیے ضرور ہو علیحدگی اختیار کرے اور یہ سب باتین اسوقت ہوتی ہین کہ آدمی اپنے تمام رات دن کے اوقات کو ذکر اور فکر مین ڈوبا رکھے اور از انجا کہ نفس کی سرشت مین ہو کہ ایک طرح پر ذکر اور فکر کرنے سے تھک جاتا ہو اور ایک ڈھنگ پر صبر نہین کرتا اور اللہ تعالی نہین تھکتا جبتک کہ بندہ نہ تھکے تو نفس کے اس امر سرشتی کی رعایت سے ضرور ہوا کہ ہر وقت مین نئے ڈھنگ کا ورد اسکے لیے مقرر کیا جاوے تاکہ اس تبدیل اطوار سے اسکی لذت زیادہ ہو اور رغبت بڑھے اور دوام رغبت کے سبب سے مواظبت بھی ہمیشہ کو ہو جاوے اسی وجہ سے اوراد کی تقسیم مختلف طور پر کی گئی ہو۔ غرضکہ ذکر اور فکر تمام اوقات خواہ اکثر کو حاوی ہونی چاہیین کیونکہ نفس اپنی طبیعت سے دنیا کی لذتون کی طرف مایل ہو پس اگر آدمی اپنے نصف اوقات دنیا کی تدبیرات اور اسکی مباح خواہشون مین مصروف اور نصف اوقات عبادت کے لیے رکھے تو چونکہ پہلے نصف مین میل طبعی کی جہت سے ترجیح موجود ہو تو برابری دونون وقتون کی کب رہی گو دیر کی رو سے برابر ہین لیکن ایک طرف میل طبعی ہونے کی ترجیح ہو کیونکہ دنیا کے کامون پر ظاہر و باطن موافق ہوتے ہین اور دل دنیا کی تلاش مین خوب صاف اور مجرد رہتا ہو اور عبادات کی طرف دل کا پھیرنا بناوٹ اور زبردستی سے ہوتا ہو تو عبادات مین دل کا اخلاص اور حاضر ہونا کبھی میسر ہو جاتا ہو اسلیے جو شخص جنت مین بے حساب جانا چاہے تو اسکو چاہیے کہ اپنے سارے اوقات طاعت مین مصروف رکھے اور جو کوئی اپنے حسنات کے پلہ کا بھاری رہنا چاہے وہ اپنے اکثر اوقات کو طاعت مین لگاتے رہے اور جو کوئی کچھ اعمال نیک کرے اور کچھ برے تو اسکا معاملہ خطرناک ہو تاہم خداے تعالی کے کرم سے امید منقطع نہین اور معاف ہونے کی توقع ہو کہ کیا عجب ہو کہ وہ اپنے جود و کرم سے اسکو بخشدے۔ اور رات دن کے اوقات کو ذکر اور فکر مین مصروف رکھنا نور بصیرت سے دیکھنے والون کو تو منکشف ہو جاتا ہو لیکن اگر تم اہل بصیرت سے نہو تو اللہ تعالی کا خطاب اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ لو اور نور ایمان سے خیال کرلو کہ اس سے کیا سمجھا جاتا ہو یعنی اللہ تعالی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجودے کہ وہ سب بندون سے مقرب تر اور درجے مین سب سے برتر ہین یہ ارشاد فرماتا ہو اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا اور فرمایا وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا وَمِنَ اللَّیْلِ فَاسْجُدْ لَہٗ وَسَبِّحْہُ لَیْلًا طَوِیْلًا اور فرمایا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ وَمِنَ اللَّیْلِ فَسَبِّحْہُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ اور فرمایا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَمِنَ اللَّیْلِ فَسَبِّحْہُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ اور فرمایا اِنَّ نَاشِئَۃَ اللَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا اور فرمایا وَمِنْ اٰنَآئِ اللَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّھَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰی اور فرمایا وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ پھر اس باب مین تامل کرو کہ جو بندے اللہ تعالی کے کامیاب ہین انکی صفت اللہ تعالی نے کیا چیز بیان فرمائی ہو مثلا ارشاد ہو اَمَّنْ ھُوَ قَانِتٌ اٰنَآئَ اللَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَۃَ وَیَرْجُوْا رَحْمَۃَ رَبِّہٖ قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ اور فرمایا تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا اور فرمایا وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا اور فرمایا کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ اللَّیْلِ مَا یَھْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ ھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ اور

[illegible]

فرمایا فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظہرون یعنی شام و صبح کو اللہ تعالی کی پاکی بیان کرو اور فرمایا ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ پس ان آیات مین تامل کرنے سے تمکو معلوم ہو جاویگا کہ اللہ تعالی کی طرف کا راستہ اوقات کی نگرانی اور انکو وردون سے مدام بھرپور رکھنا ہی اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے نزدیک اسکے بندون مین سے زیادہ تر محبوب وہ ہین جو سورج اور چاند اور سایون کو ذکر الہی کے لیے دیکھتے رہتے ہین اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی الشمس والقمر بحسبان اور فرمایا الم تر الی ربک کیف مد الظل ولو شاء لجعلہ ساکنا ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا ثم قبضناہ الینا قبضا یسیرا اور فرمایا والقمر قدرناہ منازل اور فرمایا وہو الذی جعل لکم النجوم لتہتدوا بہا فی ظلمات البر والبحر پس یہ گمان مت کرو کہ آفتاب اور چاند کی رفتار منتظم اور مرتب اور حساب وار ہونے اور سایہ اور روشنی اور ستارون کے پیدا کرنے سے یہ غرض ہی کہ انسے دنیا کے امور پر مدد لیجاوے بلکہ انکو اسلیے بنایا ہی کہ انسے اوقات کی مقدارین پہچانکر انمین طاعات بجا لاؤ اور دار آخرت کی تجارت مین لگو چنانچہ یہ مضمون اس آیت سے سمجھا جاتا ہی وہو الذی جعل اللیل والنہار خلفۃ لمن اراد ان یذکر او اراد شکورا یعنی رات کو ایک دوسرے کی نیابت کرنے کو بنایا تاکہ اگر دونون مین سے ایک مین کچھ عبادت رہ جاوے تو اسکا تدارک دوسرے مین ہو سکے اور بیان فرمادیا کہ یہ امر ذکر و شکر کے لیے ہی نہ اور کسی کام کے لیے اور فرمایا وجعلنا اللیل والنہار آیتین فمحونا آیۃ اللیل وجعلنا آیۃ النہار مبصرۃ لتبتغوا فضلا من ربکم ولتعلموا عدد السنین والحساب اور فضل سے مطلب ثواب اور مغفرت ہی یہ دوسرا بیان اوقات وظائف کے شمار اور ترتیب کے ذکر مین۔ جاننا چاہیے کہ دن کے ورد سات ہین اور رات کے چار اب ہر ایک کی فضیلت اور مدت وغیرہ کو تفصیل وار سننا چاہیے دن کے وظیفون مین پہلے کا وقت صبح صادق کے طلوع سے آفتاب کے وقت تک ہی اور یہ وقت شریف ہی اسکی شرافت ان وجہون سے معلوم ہوتی ہی کہ خداے تعالی نے اسکی قسم کھائی چنانچہ فرمایا والصبح اذا تنفس اور اپنی مدح مین مذکور فرمایا فالق الاصباح اور فرمایا قل اعوذ برب الفلق اور اسوقت مین سایہ کو سمیٹنے سے اظہار قدرت کیا چنانچہ فرمایا ثم قبضناہ الینا قبضا یسیرا اور یہی وقت ہی کہ آفتاب کے نور پھیلنے سے رات کا سایہ سمٹ جاتا ہی اور لوگون کو اسوقت مین تسبیح کے لیے ارشاد فرمایا یعنی یہ فرمایا فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون اور فرمایا فسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس اور فرمایا ومن آناء اللیل فسبح واطراف النہار لعلک ترضی اور فرمایا واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا اور دن کے اوراد کی ترتیب اس طرح ہی کہ شروع اپنے جاگنے سے کرے یعنے جس وقت جاگے ابتدا ذکر الہی سے کرکے کہے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور آخر دعاؤن تک جو ہم پہلے باب مین جاگنے کے بعد پڑھنے کے ذکر مین لکھ آئے ہین اور اثناے دعا مین کپڑے پہنے اور کپڑے کے پہننے مین نیت ستر عورت کی حکم خدا کے موجب اور اسنے عبادت پر مدد لینی کی کرے اسکے سوا اور قصد ریا اور تکبر وغیرہ کا نہ کرے پھر اگر حاجت ہو تو پاخانہ مین جاوے اور اپنا بایان پاؤن پہلے پاخانہ کے اندر رکھے اور وہ دعائین جو باب الطہارت مین پاخانہ مین جانے اور نکلنے کی ذکر کر چکے ہین پڑھے پھر مسنون طور پر مسواک کرے جیسے پہلے بیان ہو چکا ہی اور وضو سب سنتون اور دعاؤن کے ساتھ کرے جنکا بیان طہارت مین گذر چکا ہی کیونکہ ہم پہلے فرداے عبادت کو اسی لیے لکھ آئے ہین کہ اس باب مین صرف انکے مرکب کرنے اور آگے پیچھے ادا کرنے کو ذکر کرین اور جب وضو سے فارغ ہو تو دو رکعتین فجر کی سنتون کی اپنے گھر مین ادا کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے اور سنتون کے بعد خواہ انکو گھر مین پڑھے یا مسجد مین وہ دعا پڑھے جو حضرت ابن عباس سے مروی ہی اور پیشتر ہم لکھ آئے ہین یعنے اللہم انی اسئلک رحمۃ من عندک تہدی بہا قلبی آخر دعا تک پھر گھر سے مسجد کو چلے اور اس دعا سے غافل نہو جو مسجد کو چلتے وقت ہم لکھ چکے ہین اور نماز کے لیے جھپٹ کر نہ چلے بلکہ آہستہ تسکین اور وقار کے ساتھ چلے کہ حدیث مین اسی طرح

[illegible]

وارد ہی اور اپنی انگلیون کو ایکدوسرے مین نہ ڈالے اور مسجد کے اندر دہنا پانون پہلے رکھکے جاوے اور مسجد مین جانے کی دعا پڑھکے پڑھے لیکن مسجد مین صف اول مین جگہ تلاش کرے بشرطیکہ گنجایش ہوا اور لوگون کی گردنین نہ پہاندے نہ کسی کو تکلیف دے جیسے کہ جمعہ کے باب مین اسکا ذکر ہو چکا ہی پھر اگر سنتین فجر کی گھر مین نہ پڑھی ہون تو مسجد مین ادا کرکے انکے بعد کی دعا مین مشغول ہو جاوے اور اگر سنتین پڑھ چکا ہو تو مسجد مین دوگانہ تحیت پڑھکر جماعت کا منتظر بیٹھ جاوے اور جماعت کے لیے مستحب اندھیرے سے ادا کرنا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو تاریکی مین ادا فرمایا کرتے تھے اور جماعت کو کسی وقت کی چھوڑنا نہ چاہیے اور خاص کر صبح اور عشا کی جماعت ہرگز نہ چھوڑے کہ ان دونون مین ثواب زیادہ ہی چنانچہ حضرت انس بن مالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے نماز صبح کے باب مین ارشاد فرمایا ہی کہ جو کوئی وضو کرکے مسجد کو جاوے کہ اسمین نماز پڑھے تو اسکو ہر قدم پر ایک نیکی کا ثواب ہوگا اور ایک برائی اسکی دور کیجاویگی اور نیکی کا ثواب دس گنا ملا کرتا ہی پھر اگر نماز پڑھکر آفتاب کے نکلنے پر لوٹیگا تو جتنے بال اسکے بدن مین ہونگے اسقدر نیکیان اسکے لیے لکھی جاوینگی اور ایک حج مقبول کا ثواب لیکر پھریگا اور اگر اسقدر اور بیٹھے کہ نماز چاشت بھی پڑھ لے تو ہر رکعت کے عوض دس لاکھ نیکیون کا ثواب ملیگا اور جو شخص نماز عشا کو مسجد مین جماعت سے پڑھے تو اسکو بھی اسی قدر ثواب ہی اور ایک عمرہ مقبول لیکر پھریگا اور اکابر سلف کی عادت تھی کہ مسجد مین صبح ہونے سے پیشتر جایا کرتے تھے چنانچہ ایک تابعی روایت کرتے ہین کہ مین مسجد مین صبح صادق ہونے سے پیشتر گیا دیکھا تو حضرت ابو ہریرہ مجھسے پہلے پہونچ چکے ہین انھون نے مجھکو ارشاد فرمایا کہ بھتیجے اپنے گھر سے اسوقت کس مطلب کو نکلے مین نے عرض کیا کہ صبح کی نماز کے لیے فرمایا کہ تمکو مژدہ ہو کہ ہم ایسے نکلنے اور مسجد مین بیٹھنے کو خدا کی راہ مین جہاد کرنے کے برابر یہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مین جہاد کے برابر سمجھتے تھے۔ اور حضرت علی سے مروی ہی کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہان تشریف لائے اسوقت مین سوتا تھا اور حضرت فاطمہ بھی خواب مین تھین آپ نے فرمایا کہ تم نماز کیون نہین پڑھتے مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہماری جانین خدا تعالے کے قبضے مین ہین جب وہ ہمکو اٹھانا چاہتا ہی اٹھکھڑے ہوتے ہین آپ وہان سے لوٹ گئے اور مین نے سنا کہ آپ نے اپنا ہاتھ ران مبارک پر مارا اور کہا وکان الانسان اکثر شئ جدلا یعنی ہی انسان سب چیز سے زیادہ جھگڑنے کو پھر فجر کی سنتون اور انکے بعد کی دعا کے پیچھے استغفار اور تسبیح مین مشغول رہنا چاہیے جبتک کہ تکبیر ہو یعنی ستر بار یون کہے استغفر اللہ الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم و اتوب الیہ اور سو بار کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پھر نماز فرض تمام ظاہری اور باطنی آداب کی رعایت سے پڑھے چنانچہ اسکا ذکر باب نماز مین ہم لکھ آئے ہین۔ جب نماز سے فارغ ہو تو مسجد مین بیٹھکر آفتاب کے نکلنے تک ذکر الہی بموجب ترتیب آیندہ کرتا رہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جس جگہ مین مین نماز صبح پڑھون اسمین میرا بیٹھا رہنا اور نماز سے لیکر آفتاب نکلنے تک ذکر الہی کرنا مجکو اس بات سے محبوب تر ہی کہ چار بردے آزاد کرون۔ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تھے تو نماز کی جگہ مین آفتاب نکلنے تک بیٹھے رہتے اور بعض روایات مین ہی کہ آفتاب کے نکلنے کے بعد دو رکعتین پڑھتے تھے۔ اور اسکی فضیلت مین بہت کچھ وارد ہوا ہی۔ اور حضرت حسن سے مروی ہی کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کی رحمت کے ذکر مین فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ ای ابن آدم فجر کی نماز کے بعد ایک ساعت اور عصر کی نماز کے بعد ایک ساعت میرا ذکر کرلے مین تجکو ان دونون وقتون کے درمیان مین کافی ہونگا۔ اور جب اس بیٹھنے اور ذکر کی فضیلت معلوم ہو چکی تو چاہیے کہ آفتاب نکلنے تک بیٹھا رہے اور بات نہ کرے بلکہ آفتاب کے طلوع تک چار طرح کا وظیفہ رکھے اول دعائین دوم ذکر اور تسبیح پر پڑھے سوم قرآن کی تلاوت چہارم فکر کرنا دعائین تو نماز سے فارغ ہوتے ہی شروع کردے اور کہے اللہم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد اللہم انت السلام ومنک السلام والیک یعود السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام پھر دعا وہ

شروع کرے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع کیا کرتے تھے یعنی یہ کہے سبحان ربی العلی الاعلی الوہاب لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ
لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو حی لا یموت بیدہ الخیر وہو علی کل شیٔ قدیر لا الہ الا اللہ اہل النعمۃ والفضل والثناء الحسن لا الہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ مخلصین
لہ الدین ولو کرہ الکافرون پھر وہ دعائیں پڑھے جنکو ہم تیسری اور چوتھی فصل میں باب نہم کی لکھ آئے ہیں اور اگر ہو سکے تو وہ سب پڑھے ورنہ انمین سے
اسقدر یاد کرے جسقدر کو دیکھے کہ میرے حال کے موافق اور دل کو نرم کرنے والی اور زبان پر ہلکی زیادہ ہیں اور ذکر کے کلمات وہ ہیں جنکے مکرر پڑھنے
میں بہت سے فضائل وارد ہیں اور ہمنے طول کلام کی جہت سے انکو نہیں لکھا انکے مکرر پڑھنے کا ادنی درجہ تو یہ ہی کہ ہر کلمہ کو تین بار یا سات بار پڑھے
اور اکثر یہ ہی کہ سو دفعہ یا ستر مرتبہ پڑھے اور اوسط درجہ یہ ہی کہ دس بار پڑھے پس جسقدر فرصت اور وقت میں گنجایش پاوے اسقدر مکرر پڑھے اور
ظاہر ہی کہ زیادہ کا ثواب زیادہ ہوتا ہی اور دس بار پڑھنا اوسط ہی کہ اسپر مداومت ہو سکتی ہی اور کاموں میں سے بہتر وہی ہی جو ہمیشہ کو نبھ سکے اگرچہ
تھوڑا ہو اور جس وظیفہ کی کثیر پر مداومت نہو سکے تو اسکا قلیل مع مداومت کے بہتر ہی اور اسکی تاثیر بھی دل پر زیادہ ہوتی ہی بہ نسبت بہت کے جو
ہمیشہ نہو سکے ناغہ کے ساتھ ہو اور تھوڑا وظیفہ جو دائمی ہو اسکی مثال ایسی ہی جیسے پانی کے قطرے زمین پر پے در پے ٹپکتے ہوں کہ انسے زمین میں گڑھا
پڑ جاتا ہی اگرچہ وہاں پتھر ہی ہو اور بہت سا وظیفہ جو ناغہ کے ساتھ ہو وہ ایسا ہی جیسے پانی یکبارگی یا کئی دفعہ کرکے دیر دیر کے بعد گرا دیا جاوے کہ
اسکی تاثیر کچھ نہ معلوم ہوگی اور یہ کلمات دس ہیں اول لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو حی لا یموت بیدہ الخیر وہو علی کل
شیٔ قدیر دوم سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ سوم سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح چہارم سبحان
اللہ العظیم وبحمدہ پنجم استغفر اللہ الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واسالہ التوبۃ ششم اللہم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد
ہفتم لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین ہشتم بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیٔ فی الارض ولا فی السماء وہو السمیع العلیم نہم اللہم صل علی محمد عبدک و
نبیک ورسولک النبی الامی وعلی آلہ وصحبہ وسلم دہم اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم رب اعوذ بک من ہمزات الشیاطین واعوذ
بک رب ان یحضرون تو یہ دس کلمات اگر دس دس بار پڑھے جاویں تو سو مرتبہ ہو جاوینگے اور یہ اس سے بہتر ہی کہ ایک ہی کلمہ کو سو بار پڑھیں
اسلیے کہ ان کلمات میں سے ہر ایک کے لیے ثواب اور فضیلت علیحدہ ہی اور دل کو ہر ایک سے ایک طرح کی تنبیہ اور لذت ہی اور ایک کلمہ
سے دوسرے کی طرف انتقال کرنے میں نفس کو بھی گونہ راحت اور اکتانے سے امن ہی اور قرات قرآن میں مستحب یہ ہی کہ وہ آیتیں پڑھے جنکے
فضائل احادیث میں وارد ہیں یعنی سورۂ الحمد اور آیۃ الکرسی اور آمن الرسول سے آخر سورۂ بقر تک اور آیت شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو اور وہ آیتیں قل
اللہم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء سے بغیر حساب تک اور لقد جاءکم رسول من انفسکم آخر سورہ تک اور لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق
آخر سورۂ فتح تک اور قل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا آخر سورۂ بنی اسرائیل تک اور پانچ آیتیں سورۂ حدید کے اول کی اور ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو
عالم الغیب والشہادۃ سے آخر سورۂ حشر تک پڑھے اور اگر مسبعات عشر پڑھے یعنی وہ دس چیزیں جو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت ابراہیم تیمی
کو بطور تحفہ تعلیم کیں اور انکو وصیت کی کہ ان کلمات کو ہر صبح وشام سات سات بار پڑھا کرنا تو اس صورت میں ثواب پورا ملے اور سب عادتوں
کا ثواب اسکو حاصل ہو جاوے چنانچہ کرز بن وبرہ جو ابدال میں سے تھے روایت کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک میرا بھائی شام سے آیا اور مجکو

[illegible]

ی تین آخر آیتون کی فضیلت ترمذی نے بروایت معقل بن یسار نقل کی ہے ۱۲

ایک تحفہ دیا اور کہا کہ بھائی اسکو قبول کرو کہ یہ بہت عمدہ تحفہ ہی مین نے اُنسے کہا کہ بھائی تمکو یہ تحفہ کسنے دیا ہی اُنھون نے کہا کہ مجکو ابراہیم تیمی نے دیا ہی
مین نے کہا کہ تمنے ابراہیم سے نہ پوچھا کہ اُنکو کسنے دیا ہی اُنھون نے کہا کہ مین نے ابراہیم سے یہ سوال کیا تھا ابراہیم نے جواب دیا کہ مین صحن کعبہ
مین بیٹھا تھا اور تہلیل اور تسبیح اور تحمید مین مشغول تھا کہ اِس اثنا مین ایک شخص نے میرے پاس آکر سلام کیا اور میری دہنی طرف بیٹھ گیا مین نے
اپنی عمر مین اُس سے زیادہ خوبصورت کوئی نہ دیکھا تھا اور نہ اُسکے کپڑون سے عمدہ کپڑے اور نہ اِسقدر سفید اور خوشبودار دیکھے تھے مین نے اُس
پوچھا کہ ای بندۂ خدا تم کون ہو اور کہان سے تشریف لائے اُنھون نے فرمایا کہ مین خضر ہون مین نے پوچھا کہ آپ میرے پاس کس غرض سے
آئے فرمایا کہ تجھے سلام علیک کرنے آیا اور تجھسے مجکو محبت فی اللہ ہی اور میرے پاس ایک تحفہ ہی اسکو مین تجھے دینا چاہتا ہون مین نے پوچھا کہ وہ
کیا ہی فرمایا کہ آفتاب کے نکلنے اور زمین پر پھیلنے سے پیشتر اور غروب سے پہلے سورۂ الحمد اور معوذتین اور اخلاص اور کافرون اور آیۃ الکرسی سات
سات بار پڑھا کر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر سات بار اور درود شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سات بار اور استغفار اپنے
اور اپنے والدین اور مومن مردون اور عورتون کے لیے سات بار پھر یہ دعا سات بار اللھم افعل بی وبھم عاجلا و اجلا فی الدین والدنیا والاخرۃ ما انت لہ اھل و
لا تفعل بنا یا مولانا ما نحن لہ اھل انک غفور حلیم جواد کریم رؤف رحیم اور خبردار انکو کسی صبح اور شام مین ترک نہ کرنا مین نے کہا کہ مین یہ چاہتا ہون
کہ آپ مجکو بتا دین کہ یہ عطا آپ کو کسنے بخشی آپ نے فرمایا کہ مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحمت فرمائی ہی مین نے کہا کہ مجکو اسکے ثواب سے
مطلع فرمائیے فرمایا کہ جب تمکو زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو تو اسکا ثواب پوچھ لینا کہ وہ ارشاد فرماوینگے ابراہیم تیمی کہتے ہین کہ
مین نے ایک رات خواب مین دیکھا کہ گویا فرشتے میرے پاس آئے ہین اور مجکو اُٹھا کر لیگئے ہین یہانتک کہ جنت مین داخل کیا اور وہان عجیب
و غریب اشیا دیکھین پھر مین نے فرشتون سے پوچھا کہ یہ سب سامان کسکے لیے ہی اُنھون نے کہا کہ جو کوئی تیرا سا عمل کرے اُسکے لیے ہی اور
ابراہیم تیمی نے بہت سی چیزین جو جنت مین دیکھی تھین اُنکا بیان بھی کیا اور یہ بھی کہا کہ مین نے وہان کا میوہ کھایا اور پانی پیا پھر میرے پاس
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کے ساتھ ستر پیغمبر اور ستر صفین فرشتون کی تھین کہ ہر صف اِسقدر تھی جیسے پورب اور پچھم کا فاصلہ
ہی آپ نے مجکو سلام سے مشرف فرمایا اور میرا ہاتھ پکڑ لیا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھسے خضر علیہ السلام نے کہا ہی کہ
اُنھون نے یہ حدیث آپ سے سنی ہی آپ نے فرمایا کہ خضر نے درست کہا اور جو کچھ وہ کہتے ہین وہ سب حق ہوتا ہی زمین کے لوگون مین عالم وہی
ہی اور ابدال کا سردار ہی اور اللہ تعالی کے لشکرون مین سے ہی جو زمین مین ہین پھر مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو شخص یہ عمل کرے اور جیسا مین نے
اپنے خواب مین دیکھا نہ دیکھے تو جو چیزین مجھے ملی ہین اُنمین سے اُسکو بھی کچھ مرحمت ہوگا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ قسم ہی مجکو اُس ذات کی جسنے مجکو نبی
برحق بھیجا ہی کہ اسکا عامل اگرچہ مجکو نہ دیکھے اور نہ جنت کو دیکھے مگر اُتنا ثواب اُسکو ملیگا کہ اُسکے تمام گناہ کبیرہ جو اُسنے کیے ہونگے بخشے جاوینگے اور اللہ
تعالی اُسپر سے اپنا غصہ اور خفگی اُٹھالیگا اور بائین طرف والے فرشتے کو حکم فرماویگا کہ سال بھر تک اُسکی کچھ برائی نہ لکھیو اور قسم ہی مجکو اُس ذات کی
جسنے مجکو نبی برحق بھیجا ہی اِسپر عمل وہی کریگا جسکو اللہ تعالی نے سعید پیدا کیا ہی اور اسکو وہی ترک کریگا جسکو اُسنے بدبخت بنایا ہی - اور یہ جو کہتے ہین
کہ ابراہیم تیمی نے چار مہینے تک نہ کچھ کھایا تھا نہ پیا تھا تو شاید اسی خواب کے بعد کا حال ہوگا - غرض کہ قراءت کا وظیفہ یہ تھا جو مذکور ہوا اگر اسپر
اپنی معمولی منزل بھی بڑھا لے یا اِسی قدر پر اکتفا کرے دونون صورتین اچھی ہین کیونکہ قرآن مجید مین ذکر اور فکر اور دعا سب کا ثواب ہی بشرطیکہ
تامل کے ساتھ پڑھے جسطرح کہ تلاوت کے ذکر مین ہم اُسکے آداب اور فضائل کا ذکر کر چکے ہین - اور فکر کو بھی اپنا ایک معمول کر لینا چاہیے اور
جس چیز مین فکر کرے اُسکی تفصیل اور فکر کی کیفیت جلد چہارم کے باب تفکر مین مذکور ہوگی لیکن مجموع فکر دو قسمون مین آجاتی ہین اول یہ کہ ایسی چیزون
مین فکر کرے جو علم معاملہ مین اسکو مفید ہون مثلاً اپنے نفس سے گذشتہ تقصیرون کا حساب لے اور جو روز آئندہ کے سامنے ہی اُسکے وظائف
کی ترتیب کرے اور جتنے امور کہ خیر کے مانع ہون اُنکو دفع کرے اور اپنی خطایا ذکر کرے اور جن باتون سے عمل مین خلل پڑتا ہی اُنکو سوچے تاکہ

عمل میں اصلاح ہو اور اپنے دل میں خود اپنے اعمال کے باب میں اور مسلمانوں سے معاملہ کرنے میں عمدہ نیتوں کو حاضر کرے - دوسری قسم فکر کی یہ ہی کہ ان چیزوں میں فکر کرے جو علم مکاشفہ میں نافع ہوں مثلاً خدا ہی تعالی کی ظاہری اور باطنی نعمتوں میں اور اسکے پردرپے آنے میں فکر کرے تاکہ انکی معرفت زیادہ حاصل ہو اور انکا بہت سا شکر ہم پر پڑے یا اسکی سزاؤں اور عقوبتوں میں فکر کرے کہ اس سے معبود کی قدرت کی معرفت پہنچے اور عقوبات و انتقامات سے زیادہ خوف کرے - اور ان امور میں سے ہر ایک کے بہت سے شعبے ہیں کہ بعض لوگوں کو انہیں فکر کرنے کی گنجایش ہوتی ہی اور بعض کو نہیں ہوتی کہ انکو خوب اچھی طرح جلد چہارم میں ہم لکھینگے - اور جب فکر کرنا میسر ہو جاوے تو یہ اشرف عبادات ہی کیونکہ اسمین ذکر الٰہی بھی ہی اور دو باتیں زیادہ ہیں ایک تو معرفت کا زیادہ ہونا کیونکہ فکر معرفت اور کشف کی کلید ہی دوم محبت کا زیادہ ہونا اسلیے کہ دل محبت اسی کی کرتا ہی جسکی عظمت کا معتقد ہوتا ہی اور خداے تعالی کی عظمت بدون اسکے صفات اور عجائب افعال اور قدرت کی معرفت کے منکشف نہیں ہوتی تو یہ سلسلہ اسطرح ہوتا ہی کہ فکر سے معرفت ہوتی ہی اور معرفت سے تعظیم اور تعظیم سے محبت - اور ہر چند ذکر بھی انس کا موجب ہوتا ہی اور انس ایک قسم کی محبت ہی ہی مگر وہ محبت جس کا سبب معرفت ہوتی ہی وہ انس کی نسبت کہ بہت قوی اور دیرپا اور نہایت بڑی ہوتی ہی جیسے کوئی شخص کسی کے خوبصورتی آنکھ سے دیکھے اور اسکے حسن اخلاق اور افعال اور خصال حمیدہ پر تجربہ سے مطلع ہو کر عاشق ہو جاوے اور دوسرا شخص ایک غائب آدمی کا حسن و جمال چند بار مجملاً سنے اور خوبصورتی کی باتیں مفصل اسکو معلوم بھی نہوئی ہوں کہ اسکا فریفتہ ہو جاوے تو پہلے شخص کے عشق کو دوسرے کی محبت سے وہی نسبت ہوگی جیسے عارف کی محبت کو ذاکر غیر عارف کے انس سے نسبت ہی کیونکہ مثل مشہور ہی ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ + عارف کی محبت ایسی ہی جیسے دیکھنے والے کی ہوتی ہی اور ذاکر کی محبت مثل سننے والے کی محبت کے ہی یعنی جو لوگ کہ اللہ تعالی کے ذکر پر دل اور زبان سے مداومت رکھتے ہیں اور صرف ایمان تقلیدی سے جو کچھ کہ رسول لائے ہیں اسکی تصدیق کرتے ہیں انکے پاس خداے تعالی کے محاسن صفات میں سے چند امور مجمل ہی ہیں جنپر انکا اعتقاد دوسروں کے بتلانے سے ہو گیا ہی اور جو لوگ عارف ہیں انھوں نے اس جمال و جلال الٰہی کو چشم بصیرت سے مشاہدہ کیا ہی جو ظاہری بینائی سے قوی تر ہی اور انکو یہ بات میسر نہیں ہوئی کہ اسکے جلال و جمال کی ماہیت پر واقف ہو گئے ہوں اسلیے کہ یہ امر تو خلق میں سے کسی کی تاب نہیں جو معلوم کر سکے لیکن ہر شخص اسقدر مشاہدہ کرتا ہی جسقدر کہ اسکے لیے حجاب دور ہوتا ہی اور جمال حضرت الوہیت کی کچھ انتہا نہیں اور نہ اسکے حجابوں کی تعداد ہاں جن حجابوں کو نور کہنا زیبا ہی اور جن تک سالک پہونچکر جاننے لگتا ہی کہ میں اصل تک پہونچ گیا انکی تعداد ستر حجاب ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کے ستر پردے نور کے ہیں اگر وہ انکو اٹھاوے تو اسکے چہرے کے انوار جس جس کو اسکی بینائی پہونچے پھونک دیں یعنی تمام خلق کو جلا دیں اور یہ حجاب بھی ایک دوسرے کے بعد ترتیب وار ہیں اور اسکے نور آپس میں ایسے مختلف ہیں جیسے آفتاب اور چاند اور ستاروں کے نور ہیں اور ابتدا میں سب سے چھوٹا نور ظاہر ہوتا ہی اسکے بعد اس سے زیادہ پھر اس سے زیادہ اور اسی بنا پر بعض صوفیوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درجات کے معنی بیان کیے ہیں جو انکو ترقی کرنے میں ظاہر ہوتے تھے انھوں نے تفسیر فلما جن علیہ اللیل رای کوکبا کی یہ کہی ہی کہ جب حضرت ابراہیم پر امر مشتبہ ہو گیا تو آپ ایک نور کے حجاب پر پہونچے جو اوروں سے کم تھا اسی آیت سے انکو ستارہ سے تعبیر فرمایا اور اس آیت میں ستارہ سے مراد یہ ستارے رات کے چمکتے ہوے نہیں اسلیے کہ انکو تو عوام میں سے ہر کوئی جانتا ہی کہ رب ہونا ان اجسام کو لائق نہیں بلکہ دیکھتے ہی انکے خیال میں یہ بات آجاتی ہی پس جس چیز کو عوام خدا نہ کہیں اسکو خلیل اللہ کسطرح خدا کہدیتے اور ان حجابوں کو جو نور کہا تو اس سے یہ روشنی مراد نہیں جو آنکھ سے سوجھتی ہی بلکہ اس سے نور کے معنے وہ مراد ہیں جو اس آیت میں مقصود ہیں اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح الآیۃ اب ہم ان باتوں سے عنان قلم پھیرتے ہیں کہ یہ علم معاملہ سے خارج ہیں اور انکی حقیقتوں تک پہونچنا بدون کشف کے جو فکر صاف کے بعد ہوتا ہی میسر نہیں اور ایسے لوگ کم ہیں جنپر یہ دروازہ مفتوح ہوتا ہی جمہور خلق کو انھیں امور میں فکر میسر ہوتا ہی جو علم معاملہ میں مفید ہوں اور اس فکر کا فائدہ بھی بہت ہی اگر یہی میسر ہو جاوے - غرض

[illegible]

طالب آخرت کو چاہیے کہ ان چارون چیزون یعنی دعا اور ذکر اور قرارت اور فکر کا وظیفہ صبح کی نماز کے بعد کرلے بلکہ ہر وقت مین نماز معمولی سے
فارغ ہونے کے بعد اسکا وظیفہ کرے کہ نماز کے بعد کوئی وظیفہ ان چارون سے بڑھکر نہین اور ان امور پر قادر ہونے کی یہ تدبیر ہے کہ اپنے ہتھیار
اور سپر لے لیوے یعنی روزہ وہ سپر ہے جس سے شیطان کی راہین تنگ ہوتی ہین اور یہی بڑا دشمن اور خیر کی راہ سے روکنے والا ہے اور صبح صادق
ہونے کے بعد سوا فجر کی دو سنتون اور دوگانہ فرض کے آفتاب نکلنے تک اور کوئی نماز نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب رضی اللہ
عنہم اسوقت مین ذکر مین مشغول رہا کرتے تھے اور یہی بہتر ہے کہ ذکر اسوقت مین کرے لیکن اگر فرضون سے پیشتر اسکو نیند کا غلبہ ہو اور نیند بدون
نماز کے نہ ٹلے تو اسکے دفع کرنے کو اگر نماز پڑھیگا تو کچھ مضائقہ نہین دوسرا وقت دن کے وظیفہ کا آفتاب نکلنے سے چاشت کے
وقت تک ہے اور چاشت سے ہماری مراد یہ ہے کہ آفتاب نکلنے سے زوال کے وقت تک کا نصف ہو جاوے اور یہ وقت اگر دن کو بارہ
گھنٹے کا فرض کرین تو تین گھنٹے دن چڑھے ہو جاویگا یعنی چار پہرین سے ایک پہر گذریگا اس ایک پہر مین دو وظیفے زائد ہین اول نماز چاشت
اور اسکا حال ہم باب اسرار نماز مین ذکر کر چکے ہین اور بہتر یہ ہے کہ دو رکعتین اشراق کے وقت پڑھے یعنے جب آفتاب زمین پر پھیل جاوے
اور بمقدار نصف نیزہ کے بلند ہو جاوے اور چار یا چھ یا آٹھ اسوقت پڑھے جب آفتاب کی دھوپ سے ریتا گرم ہو جاوے اور پاؤن
کو پسینا آنے لگے یعنے پہر دن چڑھے - پس دو رکعتون کا وقت تو وہ ہے جسکو اللہ تعالی نے اپنے اس قول مین مراد لیا ہے یسبحن بالعشی و
الاشراق کیونکہ یہی وقت آفتاب کے چمکنے اور زمین کے بخارات اور غبارات کے مقابلے سے اونچا ہو کر اسکا نور کامل ظاہر ہونے کا وقت ہے
کہ یہ بخار و غبار اسکے کامل نور کے مانع ہوتے ہین اور چار رکعتون کا وقت چاشت کہ ہے جسکی قسم اللہ تعالی نے کھائی ہے اور فرمایا ہے والضحی
واللیل اذا سجی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے دیکھا تو وہ اشراق کی نماز پڑھ رہے ہین آپنے بلند آواز سے
فرمایا کہ خبردار ہو کہ اوابین کی نماز کا وقت اسوقت ہے کہ پاؤن جلنے لگین اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ جسکو ایک نماز پر اکتفا کرنی ہو اور چاشت اشراق دونون
نہ پڑھے تو چاشت کا وقت بہت افضل ہے گو اصل ثواب اسطرح بھی ملجاتا ہے کہ آفتاب کے نصف نیزہ کے قدر اونچا ہونے سے لیکر زوال سے کسی
قدر پیشتر تک مین پڑھ لے کہ یہ سب وقت دو مکروہ وقتون کے بیچ مین اس نماز کا وقت ہے اور اس تمام وقت کو چاشت ہی کہتے ہین مگر افضل
وقت وہی پہر دن چڑھے ہے اور گویا کہ اشراق کا دوگانہ اسوقت ہوتا ہے کہ مکروہ وقت آفتاب کے نکلنے کا گذر کر نماز کی اجازت کا وقت شروع ہو جاتا ہے
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آفتاب کے نکلنے کے ساتھ شیطان کا سینگ بھی نکلتا ہے جب آفتاب اونچا ہو جاتا ہے تو شیطان اس
سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور کمتر مرتبہ آفتاب کے اظہار کا یہ ہے کہ زمین کے بخارات اور غبارون کے اوپر ہو جاوے اور یہ امر تخمین اور انداز سے معلوم
ہو جاتا ہے دوسرا وظیفہ اسوقت مین یہ ہے کہ جو عبادت کام لوگون کے متعلق ہوتی اور انکی عادت صبح کو کرنے کی ہووے وہ اسوقت بجا لاوے
مثلاً کسی بیمار کو پوچھنا اور جنازے کے ساتھ جانا اور نیکی اور تقوی پر مدد کرنی اور مجلس علم مین حاضر ہونا اور کسی مسلمان کی حاجت پوری کرنی یا اور
ایسے ہی امور خیر کرے اور اگر ان امور مین سے کوئی کرنے کو نہو تو انھین چارون وظیفون کی طرف رجوع کرے یعنے دعاؤن اور ذکر اور قرارت
اور فکر مین لگے اور اگر چاہے نماز نفل مین مصروف ہو کہ صبح صادق ہونے کے بعد وہ مکروہ تھی مگر اسوقت مکروہ نہین ہے تو اسوقت کے وظیفون
مین نماز پانچوان وظیفہ ہو جاویگی مگر فرض صبح کے بعد کل نمازین جنکا کوئی سبب نہو مکروہ ہین اور صبح صادق ہونے کے بعد مستحب یہ ہے کہ صرف
دوگانہ تحیت مسجد اور سنتون پر اکتفا کرے اور نفلین نہ پڑھنے لگے بلکہ وہ چارون وظیفہ ادا کرے جو اوپر مذکور ہوئے تیسرا وقت دن کے
وظیفون کا چاشت سے لیکر زوال تک ہے اور چاشت سے ہماری وہی چوتھائی دن کا چڑھنا اور اس سے تھوڑا سا پیشتر کا وقت ہے اسطرح
کہ ہر تین گھنٹون کے بعد نماز کا حکم ہے مثلاً تین گھنٹے بعد طلوع کے گذرین تو اسوقت اور انکے گذرنے سے پیشتر نماز چاشت ہے اور جب تین گھنٹے
اور گذرین تو ظہر ہے اور جب تین اور گذرین تو عصر ہے اور جب تین اور ہون تو مغرب ہے اور چاشت کا مرتبہ طلوع اور زوال کے درمیان مین

[illegible] ذرات کی اور راشتک جب چمک جاوے ۱۲ [illegible] ۱۲ [illegible] ۱۲

ایسا ہی جیسے زوال اور غروب کے درمیان میں عصر کا مرتبہ ہو اتنا فرق ہو کہ چاشت فرض نہیں اسوجہ سے کہ یہ وقت اسطرح کا ہو کہ لوگ اسمین اپنے کاموں پر چلے ہوتے ہیں اس وجہ سے اسپر آسانی رکھی گئی کہ یہ نماز فرض نہوئی اور اس وقت کا وظیفہ بھی وہی چاروں امور مذکورہ ہیں اور دو باتیں زائد ہیں اول کمائی میں مشغول ہونا اور معیشت کی تدبیر کرنی اور بازار میں جانا پس اگر یہ شخص سوداگر ہو تو چاہیے کہ صدق اور ایمانداری سے تجارت کرے اور اگر کوئی پیشہ ور ہو تو خلق کی خیرخواہی اور شفقت مد نظر رکھے اور اپنے پیشہ کے کاموں میں خدای تعالی کا ذکر نہ بھولے اور جب ہر روز کمانے پر قادر ہو تو اتنی کمائی پر اکتفا کرے جو اس روز کی حاجت کی قدر ہو جب اتنا ملجاوے کہ اس روز کی قوت کو کافی ہو تو چاہیے کہ اپنے پروردگار کے گھر میں جاکر اپنی آخرت کے لیے توشہ حاصل کرے کیونکہ آخرت کے توشہ کی زیادہ ضرورت ہو اور اس سے نفع لینا دائمی ہو پس ایسی چیز کو حاصل کرنا اس زیادہ طلبی سے اہم ہو جو سردست کی حاجت سے زیادہ ہو چنانچہ کہتے ہیں کہ ایماندار آدمی تین باتوں میں سے ایک نہ ایک کرتا ملتا ہو یا تو مسجد میں نماز وغیرہ سے اسکو آباد کرتا ہوگا یا اپنے گھر میں لوگوں سے کنارہ کیے ہوگا یا کسی اپنی حاجت ضروری میں مصروف ملیگا۔ اور ایسے شخص بہت کم ہیں جو جانتے ہوں کہ ضروری چیز کی مقدار کیا ہو اکثر لوگ جن چیزوں سے انکو مفر بھی ہوتا ہو انکو بھی یہی ٹھہرا لیتے ہیں کہ انسے ہمکو مضر نہیں اور اسکی وجہ یہ ہو کہ شیطان انکو مفلسی سے ڈراتا ہو اور بری باتوں کے لیے حکم کرتا ہو تو اسی کے کہنے کو برابر کرکے جو نہیں کہاتے انکو بھی محتاج ہونے کے ڈر سے جوڑ رکھتے ہیں اور اللہ تعالی انکو اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ فرماتا ہو اس سے روگردانی کرتے ہیں اور ذرا راغب نہیں ہوتے دوسرا وظیفہ اسوقت کا دوپہر کا سونا ہو اور وہ سنت ہو اس نظر سے کہ اس سے رات کے جاگنے پر مدد لے جیسے کہ سحر کھانا اسلیے مسنون ہو کہ دن کے روزے پر اس سے مدد لیوے لیکن اگر رات کو نہ اٹھتا ہو لیکن دن کو اگر نہ سوتا تو کوئی امر خیر نہیں کرتا بلکہ غافل یا غفلت والوں میں بیٹھکر گپ ہانکتا ہو تو ایسی صورت میں اسکے حق میں سونا ہی اچھا ہو بشرطیکہ اسکی دل لگی اذکار و وظائف مذکورہ سے نہوئی ہو کیونکہ سونے میں سکوت اور سلامتی تو ہو اور بعض اکابر نے فرمایا ہو کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ اسمین سکوت اور سونا انکے سب عملوں سے افضل ہوگا اور بہت سے عابد اسطرح کے ہیں کہ انکا عمدہ حال سونے کی حالت ہو اور یہ اس صورت میں ہو کہ عبادت میں اخلاص نہ کرتے ہوں بلکہ عبادت سے نمود منظور ہو تو جب عابد کا یہ حال ہوگا تو غافل بدکار کا سونا کیسے اچھا نہوگا حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ سلف کے اکابر جب سونے کے لیے فارغ ہوتے تو طلب سلامتی کے واسطے اسکو اچھا جانتے غرض کہ دن کو سلامتی کے طلب اور شب بیداری کی نیت سے سونا ثواب ہو مگر چاہیے کہ زوال سے اتنا پیشتر جاگے کہ نماز کی تیاری کر لیوے یعنی وضو کرکے مسجد میں نماز کے وقت سے پیشتر جاوے کہ یہ عمدہ اعمال میں سے ہو اور اگر دن کو نہ سوے اور نہ کمائی میں مشغول ہو بلکہ نماز اور ذکر میں مصروف رہے تو کیا کہنا ہو کہ دن کے اوقات میں سے عبادت کا افضل وقت یہی ہو اسلیے کہ اسوقت لوگ اپنے پروردگار سے غافل ہوتے ہیں اور دنیا کے ترددات میں مبتلا رہتے ہیں تو جو دل اپنے رب کا کام ایسے وقت میں کرے اور بندے اسکے دروازے سے علیحدہ ہوں وہ اس بات کا مستحق ہو کہ اللہ تعالی اسکو پاک کرے اور اپنے قرب و معرفت کے لیے پسند فرماوے اور اسوقت کی عبادت کا ثواب رات کی عبادت کے ثواب کے مثل ہو کہ وہ وقت بھی لوگوں کے سونے کی وجہ سے غفلت کا ہو اور یہ وقت خواہش نفسانی کی پیروی اور ترددات دنیاوی میں مبتلا ہوکر غافل رہنے کا ہو اور یہ عبادت دن کی وقت ہو الذی جعل اللیل والنہار خلفۃ کے دو معنوں میں سے ایک کے مطابق ہوتی ہو کہ اس سے ایک یہ غرض ہو کہ رات دن کو فضل میں ایک دوسرے کے بعد لاتا ہو اور دوسری غرض یہ ہو کہ ایک کو دوسرے کا نائب کیا کہ آدمی سے جو ایک میں رہجاوے اسکا تدارک دوسری میں کرلے تو رات کی عبادت کا تدارک اسوقت میں ہوجاتا ہو جو اسی وقت کے مشابہ ہو چوتھا وقت دن کے وظیفوں کا زوال سے لیکر ظہر کے فرائض اور سنتوں سے فارغ ہونے تک ہو اور یہ وقت دن کے سب وقتوں سے چھوٹا اور افضل ہو پس جب زوال سے پیشتر وضو کرکے مسجد میں موجود ہوجاوے تو جس وقت دوپہر ڈھلے اور موذن اذان کہنی شروع کرے تو اسکی اذان کے جواب تک صبر کرے پھر اذان اور تکبیر کے درمیان کے وقت کو عبادت میں صرف کرنے کے لیے کھڑا ہو کہ وقت اظہار کا یہی ہو جو ارشاد

خداوندی وحین تظہرون میں مراد ہی اور اسوقت میں چار رکعتین پڑھے کہ اُن میں سلام نہ پھیرے اور دن کی تمام نفل نمازوں میں یہی ایک نماز ہی کہ بعض علما اسکو ایک سلام سے پڑھنے کو کہتے ہیں مگر اس روایت میں طعن کیا گیا ہی۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ہی کہ انکو بھی اور دن کے نوافل کی طرح دو دو پڑھے اور احادیث صحیحہ میں اسی طرح وارد ہی۔ اور چاہیے کہ ان رکعات کو لمبی لمبی پڑھے کہ اسوقت میں آسمان کے دروازے کھلتے ہیں چنانچہ اس باب میں ہمنے حدیث نماز نفل کی فصل میں بیان کی ہی اور چاہیے کہ انمیں سورہ بقر پڑھے یا دو سورتیں سو سو آیتوں کی یا چار سورتیں مفصل سے بڑی اور سو آیت کی سورتوں سے چھوٹی پڑھے کہ ان گھڑیوں میں دعا مقبول ہوتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھا معلوم ہوتا تھا کہ ان گھڑیوں میں آپکا کوئی عمل اوپر جاوے پھر یہ چار رکعتیں بڑی بڑی بطور مذکور پڑھنے کے بعد خواہ چھوٹی چھوٹی رکعتیں پڑھنے کے بعد ظہر کے فرض جماعت سے پڑھے غرض چار سنتیں پیشتر کی چھوٹے نہیں جس طرح بن سکے پڑھکر فرض پڑھے اور بعد فرضوں کے دو رکعتیں پڑھے پھر چار پڑھے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے ذکر کیا ہی کہ فرضوں کے بعد اتنی ہی رکعتیں بدون فاصلے کے پڑھی جاویں اور مستحب ہی کہ ان نفلوں میں آیۃ الکرسی اور سورہ بقر کی تمامی کی آیتیں اور وہ آیتیں جنکو ہم اول وقت کے وظیفہ میں لکھ آئے ہیں پڑھے تاکہ انکا پڑھنا دعا اور ذکر اور قرات اور نماز اور تحمید اور تسبیح کو مع وقت کی شرافت کے شامل ہو پانچواں وقت دن کے وظیفوں کا ظہر کے بعد سے عصر تک ہی اسوقت میں مستحب ہی کہ مسجد میں بیٹھکر ذکر اور نماز یا اور کسی چیز میں مشغول ہو اور عصر کی نماز کے انتظار میں معتکف رہے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا عمدہ اعمال میں سے ہی اور یہ امر پہلے اکابر کا دستور ہی جو کوئی اسوقت ظہر و عصر کے درمیان مسجد میں داخل ہوتا تو نمازیوں کی تلاوت کی گونج مکھی کی آواز کی طرح سنتا پس اگر گھر پر رہنے سے دین کی سلامتی اور فکر میں جمعیت زیادہ ہو تو اس صورت میں اسکے حق میں گھر پر چلا جانا افضل ہی غرضکہ یہ وقت بھی لوگوں کی غفلت کا وقت ہی اسکو عمل خیر میں بسر کرنا ایسا ہی جیسا کہ پہلے وقت میں عمدہ کام کرنا اور جو شخص زوال سے پیشتر سو چکا ہو اسکو اسوقت سونا مکروہ ہی اسلیے کہ دن کو دو بار سونا اچھا نہیں۔ اور بعض علما نے فرمایا ہی کہ تین باتوں پر اللہ تعالی بہت غصہ کرتا ہی اول ہنسنا بدون تعجب کے دوم کھانا بدون بھوک کے سوم دن کو سونا بدون شب بیداری کے۔ اور سونے کی مقدار معتدل یہ ہی کہ رات دن کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں انمیں سے آٹھ گھنٹے رات دن دونوں میں سونے میں صرف کرے اور اگر رات کو آٹھ گھنٹے سو چکا ہو تو دوپہر کو سونے کے کچھ معنی نہیں ہاں اگر رات کو کم سویا ہو تو دن کو اتنا اور سولے کہ دونوں وقت کا سونا آٹھ گھنٹے ہو جاوے کیونکہ آدمی کو یہی کافی ہی کہ اگر ساٹھ برس کی عمر ہو تو بیس برس عمر میں سے کم ہو جاویں اور جس صورت میں کہ آٹھ گھنٹے کل رات اور دن کی تہائی ہی تو ظاہر ہی کہ عمر کی تہائی کم ہو گئی لیکن از انجا کہ سونا روح کی غذا ہی جیسے کھانا بدن کی غذا ہی اور ذکر اور علم دل کی تو اسی لیے سونے کو بالکل منقطع کر دینا ممکن نہیں اور درمیانی مقدار اسکی آٹھ گھنٹے ہیں اور اس سے کم کرنا بعض اوقات میں کو مضطر کر دیتا ہی ہاں اگر کوئی جاگنے کی عادت ڈالے تو ہو سکتا ہی کہ رفتہ رفتہ اسکا خوگر ہو جاوے اور اضطراب بھی نہو نے پاوے۔ اور یہ وقت زیادہ لیے وقتوں میں سے ہی اور بندوں کو اس سے نفع زیادہ ہی اور آصال کا جو ذکر خدا تعالی نے فرمایا ہی چنانچہ ارشاد فرمایا وللہ یسجد من فی السموات والارض طوعا و کرہا وظلالہم بالغدو والآصال انمیں سے ایک یہ وقت ہی۔ اور جس صورت میں کہ جمادات اللہ تعالی کے لیے سجدہ کرتے ہوں تو کیسے ہو سکتا ہی کہ بندہ باوجود عقل کے انواع عبادات سے غافل رہے چھٹا وقت اسوقت سے شروع ہی کہ جب عصر کا وقت داخل ہوتا ہی اور سورہ والعصر میں اسی وقت کی قسم اللہ تعالی نے کھائی ہی ایک معنی والعصر کے یہی ہیں اور وعشیا وحین تظہرون میں عشی سے دو تفسیروں میں سے ایک کے بموجب یہی وقت مراد ہی اور ایسا ہی بالعشی والاشراق میں سمجھنا چاہیے اور اسوقت میں بجز چار رکعتوں کے درمیان اذان و تکبیر عصر کے جیسے ظہر کے فرضوں سے پہلے چار رکعتیں تھیں اور کوئی نماز نہیں ان چار رکعت نفل کے بعد فرض پڑھے اور چاروں وظیفوں مذکورہ سابق میں مصروف رہے یہانتک کہ آفتاب دیواروں کی منڈیروں پر چلا جاوے اور زرد پڑ جاوے اور چونکہ اسوقت میں نماز ممنوع ہی تو بہتر یہ ہی کہ تلاوت قرآن کرے اور تامل اور سمجھنے کے ساتھ پڑھے کہ وہ ذکر اور دعا اور فکر سب کو شامل ہی تو ایک تلاوت میں تینوں باتیں بھی آجاوینگی تو گویا چاروں وظیفوں کا ثواب حاصل ہوگا ساتواں وقت دن کے وظیفوں کا آفتاب کے زرد پڑ جانے

۱۲ ابو داود
۱۲ ابن ماجہ ترمذی
۱۲ بزار
۱۲ ابو داود
۱۲ ابن ماجہ بزار
۱۲ ابو ایوب

وقت سے شروع ہوتی جس وقت آفتاب زمین کے اتنا قریب ہو جاوے کہ زمین پر کے بخار اور غبار اُسکے نور کی آڑ ہو جاوین اور روشنی مین زردی آجاوے
اسوقت سے ساتوان وقت ہی اور جسطرح کہ پہلا وقت صبح صادق سے آفتاب نکلنے تک تھا اُسی کے مثل یہ وقت ہی کہ یہ غروب سے پیشتر ہی اور وہ طلوع سے
پیشتر تھا اور یہی وقت مراد ہی اللہ تعالیٰ کے اس قول مین فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون اور اطراف جو اس ارشاد مین واقع ہی فسبح واطراف النہار
تو دوسری طرف ان کی یہی وقت ہی حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ اکابر سلف اول روز کی نسبت آخر روز کی زیادہ تعظیم کیا کرتے تھے اور بعض
اکابر کا قول ہی کہ سلف کے لوگ اول روز کو دنیا کے لیے رکھتے تھے اور آخر کو آخرت کے لیے غرضکہ اسوقت مین تسبیح اور استغفار تو بالخصوص مستحب ہی اور جو
باتین ہمنے اول وقت مین لکھی ہین وہ عموماً مستحب ہین مثلاً یون کہنا چاہیے استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ہو الحی القیوم واسألہ التوبۃ اور سبحان اللہ العظیم وبحمدہ
اور یہ تسبیح و استغفار کا کہنا اس آیت سے نکالا گیا ہی واستغفر لذنبک وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار اور استغفار مین وہ نام اللہ تعالیٰ کے لینے اچھے ہین جو
قرآن مجید مین ہین جیسے یون کہنا استغفر اللہ انہ کان غفارا استغفر اللہ انہ کان توابا رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الراحمین
فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الغافرین اور آفتاب کے غروب سے پیشتر سورۂ والشمس اور سورۂ واللیل اور معوذتین کا پڑھنا مستحب ہی اور آفتاب اسی طرح ڈوبے
کہ استغفار پڑھ رہا ہو پھر جب اذان سنے تو یون کہے اللھم ہذا اقبال لیلک وادبار نہارک آخر تک جیسے پہلے مذکور ہوا پھر موذن کا جواب دے اور مغرب
کی نماز مین مشغول ہو۔ اور آفتاب کے غروب ہونے پر دن کے اوقات تمام ہو جاتے ہین اب بندے کو اپنے حالات کا ملاحظہ کرکے اپنے نفس
کا حساب کا کرنا چاہیے کیونکہ اُسکے طریق مین سے ایک منزل قطع ہو گئی اگر وہ روز گذشتہ روز کے برابر ہوا تو اُسکو خسارہ رہا اور اگر گذشتہ دن کی نسبت
برا ہوا تو ملعون ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جس روز مین کہ مین خیر کے اعتبار سے زیادہ نہون اُسمین مجھے برکت نہو جو۔ پس اگر
اپنے نفس کو دیکھے کہ تمام دن خیر کی کثرت مین رہا اور تکلف سے بری اور علیحدہ رہا تو یہ ایک مژدہ ہی خدا تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیے کہ اُسنے توفیق دی
اور اپنے طریق پر قائم رکھا اور اگر دوسری حالت معلوم ہو یعنی دن مین کچھ خیر اچھی طرح نہین پڑی ہو تو پھر رات دن کا نائب ہی چاہیے کہ جو کچھ قصور
دن کو ہوا ہو اُسکے تدارک کا قصد کرے کہ نیکیون سے برائیان جاتی رہتی ہین اور خدا تعالیٰ کا شکر کرے کہ اُسنے جسم کو تندرست رکھا اور رات بھر کی زندگی
باقی رکھی کہ اُس مین تدارک خطا کا ہو سکتا ہی اور آفتاب کے غروب ہونے پر اپنے دل مین دھیان کرے کہ زندگی کے روز کا بھی ایک آخر ہی کہ اُسمین
آفتاب حیات ایسا غروب ہو گا کہ پھر کبھی نہ نکلیگا اور اُسوقت تدارک اور عذر کرنے کا دروازہ بند ہو جاویگا کیونکہ زندگی کے چند روز ہین وہ بیشک گذر
جاوینگے موت کا دن انکے گذرنے پر موجود ہو گا سچ ہی سے صبح ہوتی ہی شام ہوتی ہی عمر یون ہی تمام ہوتی ہی فصل اب یہان رات کے وظائف کے اوقات کا
اور وہ پانچ ہین اول وقت کا شروع آفتاب کے غروب ہونے سے ہی اور اُسکا آخر سرخی شفق کی دور ہونے پر جسکے جانے کے بعد عشا کا وقت آجاتا ہی
اسوقت کا وظیفہ یہ ہی کہ مغرب کی نماز پڑھے اور پھر نوافل عشا تک پڑھتا رہے اللہ تعالیٰ نے اسی وقت کی قسم کھائی ہی چنانچہ فرمایا فلا اقسم بالشفق
اور اسوقت مین نماز پڑھنی ناشئۃ اللیل ہی کیونکہ رات کی ابتدا ساعات مین واقع ہوتی ہی اور آیت ومن آناء اللیل فسبح مین جو آناء آیا ہی اُسمین سے ایک
پارہ یہ ہی اور صلوٰۃ اوابین بھی اسی وقت کی نماز ہی اور آیت تتجافی جنوبہم عن المضاجع سے بھی یہی نماز مراد ہی چنانچہ حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہی
اور ابن ابی زیاد نے اس روایت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسناد کیا ہی کہ آپ کی خدمت مین کسی نے اس آیت کے حال سے سوال
کیا آپ نے فرمایا کہ مغرب اور عشا کے درمیان کی نماز مراد ہی پھر آپ نے فرمایا کہ مغرب اور عشا کے درمیان کی نماز اپنے اوپر لازم کرو کہ وہ دن کے لغویات
کو دور کرتی اور اُسکے انجام کو اچھا کرتی ہی۔ اور حضرت انسؓ سے کسی نے اسوقت مین سونے کے لیے پوچھا آپنے فرمایا کہ ایسا نہ کر کہ یہ ساعت وہ ہی
تتجافی جنوبہم عن المضاجع مین مراد ہی اور اسوقت کی عبادت کی فضیلت ہم عنقریب دوسری فصل مین ذکر کرینگے یہان اسقدر لکھتے ہین کہ اسوقت
ترتیب وظیفہ اسطرح کرنی چاہیے کہ مغرب کے بعد دو رکعتین اسطرح پڑھے کہ اول مین سورۂ کافرون اور

ت۱ سو پاک اللہ کی یاد ہو جب شام کرو اور صبح کرو ۱۲ ت۲ سو پاکی بول اور دن کی حدون پر ۱۲ ت۳ اور بخشوا اپنا گناہ اور پاکی بول اپنے رب کی خوبیان شام کو اور صبح کو ۱۲ ت۴ مغفرت چاہتا ہون
اللہ سے کہ وہ بہت مغفرت کرنے والا ہی ۱۲ ت۵ مغفرت چاہتا ہون اللہ سے کہ وہ معاف کرنے والا ہی ۱۲ ت۶ اے پروردگار معاف کر اور مہر کر اور تو بہتر مہر کرنے والا ہی ۱۲ ت۷ پس تو ہمکو
بخشدے اور ہم پر مہر کر اور تو سب سے بہتر مہر والا ہی ۱۲ ت۸ سو ہمکو معاف کر اور ہم پر مہر کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہی ۱۲ ت۹ باب علم کی فصل اول مین گذری [illegible]

اور دوسری مین سورہ اخلاص ہو اور اُن مین نہ کوئی گفتگو حائل ہو نہ اور کوئی کام بلکہ فرضون کے بعد ہی متصل پڑھ لے پھر ان دو کے بعد چار رکعتین پڑھے پھر سرخی شفق کی غائب ہونے تک جو کچھ بن پڑے پڑھ لے اور اگر مسجد گھر سے نزدیک ہو اور عشا کے انتظار مین مسجد مین ٹھیر رہنے کا ارادہ نہو تو ان نوافل کو گھر پر پڑھنے کا مضائقہ نہین اور اگر عشا کا انتظار کرنا منظور ہو تب مسجد مین پڑھنا افضل ہی بشرطیکہ ریا سے اور تکلف سے بچا ہوا ہو **دوسرا وقت** عشا کے وقت کی ابتدا سے لوگون کے سونے کے وقت تک ہی اور یہ وقت اندھیرے کے مستحکم ہونے کا آغاز ہی اور اللہ تعالے نے اسوقت کی قسم کھائی ہی چنانچہ فرمایا واللیل وما وسق یعنے قسم ہی رات کی اور اندھیرے کی جو اسمین جمع ہوتا ہی اور فرمایا اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل یعنے نماز پڑھ آفتاب کے ڈھلنے سے رات کی تاریکی تک اور تاریکی اُسی وقت زیادہ ہو تو مستحکم ہو جاتی ہی اور اسوقت کے وظائف کی ترتیب تین باتون کی رعایت سے ہوتی ہی اول یہ کہ عشا کے فرضون کے سوا دس رکعتین پڑھے چار تو فرضون سے پیشتر تاکہ اذان و تکبیر کے درمیان کا وقت خالی نہ رہ جاوے اور چھ فرضون کے بعد کہ اول دو رکعتین ہون اور پھر چار رکعتین اور اُن مین قرآن مین سے مخصوص آیتین پڑھے جیسے سورہ بقر کا آخر اور آیۃ الکرسی اور سورہ حدید کا شروع اور سورہ حشر کا آخر اور دوسری اسیطرح کی آیتین۔ دوم یہ کہ تیرہ رکعتین پڑھے کہ اُنکا آخر وتر ہو کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ آپ نے رات کو زیادہ سے زیادہ اتنی ہی رکعتین پڑھی ہین اور ہوشیار آدمی تو شروع شب مین ان رکعات کے اوقات ٹھیرا لیتے ہین اور قوی آخر شب کے اوقات اختیار کرتے ہین اور احتیاط اسی مین ہی کہ اول شب اختیار کیجاوے کیونکہ کیا عجب ہی کہ پچھلے کو آنکھ نہ کھلے یا نماز کا پڑھنا بھاری پڑ جاوے ہان جس صورت مین کہ پچھلے کو اُٹھنا عادت ہو جاوے تو البتہ آخر شب مین ان رکعات کا پڑھنا افضل ہی پھر اس نماز مین مقدار تین سو آیتون کی اُن خاص صورتون مین سے پڑھنی چاہیے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اکثر پڑھا کرتے تھے مثلاً سورہ یٰسٓ اور الم سجدہ اور دخان اور ملک اور زمر اور واقعہ اور اگر نماز مذکور نہ پڑھے تو سونے سے پیشتر ان سب سورتون کی خواہ بعض کی قراءت نہ کرے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو کچھ ہر شب پڑھا کرتے تھے تین حدیثون مین مروی ہی ان مین مشہور تر مین سورہ الم سجدہ اور تبارک اور زمر اور واقعہ ہین اور ایک روایت مین زمر اور بنی اسرائیل ہی اور ایک مین یہ ہی کہ آپ مسبحات یعنی حدید اور حشر اور صف اور جمعہ اور تغابن ہر شب پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان مین ایک آیت ہزار آیتون سے بہتر ہی اور علما مسبحات کو چھ قرار دیتے ہین اور سورۂ اعلے کو اول کی پانچ پر زیادہ کرتے ہین اسوجہ سے کہ حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سبح اسم ربک الاعلی کو محبوب جانتے تھے اور وتر کی تین رکعتون مین تین سورتین سبح اسم اور کافرون اور اخلاص پڑھا کرتے تھے اور وترون سے فارغ ہو کر سبحان الملک القدوس تین بار ارشاد فرماتے سوم وتر کا پڑھنا کہ سونے سے پہلے پڑھ لینی چاہیین بشرطیکہ تہجد کی عادت نہو حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ مجھکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ بدون وتر پڑھے نہ سوؤن۔ اور اگر تہجد کی عادت ہو تو تاخیر وتر افضل ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہین اور جب صبح ہو جانے کا تجھکو خوف ہو تو ایک رکعت سے اسکو طاق کر دے۔ اور حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وتر اول شب مین پڑھی اور درمیان مین اور آخر مین بھی اور آپکے وتر کی نوبت سحر تک پہونچی تھی۔ اور حضرت علی رضہ نے فرمایا ہی کہ وتر تین طرح پر ہین چاہو تو وتر اول شب پڑھ لو پھر تہجد کی دو دو رکعتین پڑھو یعنے یہ تہجد اپنے پیشتر کے وتر سے ملکر طاق ہو جاویگا اور چاہو وتر ایک رکعت سے پڑھو پھر جب آنکھ کھلے تو اُس مین دوسری رکعت ملا کر جفت کر دو پھر آخر شب مین وتر پڑھو اور چاہو سب سے پیچھے وتر پڑھو تاکہ آخر نماز وتر ہو جاوے یہ حضرت علی رضہ کا ارشاد ہی اسمین سے اول اور تیسرے طور کا تو مضائقہ نہین مگر دوسرے قول کے بموجب وتر کے توڑنے مین ممانعت آئی ہی اسکو توڑنا نہ چاہیے اور ایک مطلق روایت بھی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شب مین دو وتر نہین۔ اور جسکو اپنے جلد جگنے مین تردد ہو تو اسکے

حر ابن ابی وقاص ... عائشہ رضہ ... حر کتب ... بخاری ... مسلم ... عائشہ رضہ ... ابو داؤد و ترمذی و نسائی ... عرباض بن ساریہ ... علی مرتضے ... ابو داود و نسائی و ابن ماجہ بروایت ابی بن کعب ... بخاری و مسلم ... بخاری و مسلم بروایت ابن عمر ... بخاری ... ابن عباس رضہ

لیے ایک سہل تدبیر ہی جسکو بعض علما نے مستحسن جانا ہی وہ یہ ہی کہ وتر کے بعد سوتے وقت اپنے بستر پر بیٹھکر دو رکعتین پڑھلے آنحضرت جب اپنے بستر پر چلے جاتے
تو یہ دونون رکعتین پڑھتے اول مین اذا زلزلت اور دوسری مین الہاکم التکاثر کیونکہ ان دونون سورتون مین خوف دہانی اور وعید ہی اور ایک
روایت مین تکاثر کی جگہ قل یا ایہا الکافرون ہی کہ اسمین اورون کی عبادت سے تبری اور عبادت کا محض خدا تعالے کیلیے کرنا ہی غرضکہ
ان دونون رکعتون کو پڑھکر اگر پھر آنکھ کھلے تو یہ دونون رکعتین قائم مقام ایک رکعت کے ہوجاوینگی اور پہلے وترون سے ملکر گویا جفت
ٹھہر ینگی اسصورت مین نماز تہجد کے بعد وتر کی ایک رکعت از سر نو پڑھلینی بہتر ہی اور اس امر کو ابو طالب مکی نے مستحسن جانا ہی اور فرمایا ہی کہ
اسمین تین عمل مین ایک زندگی کی توقع کم سمجھنی دوسرے وترون کا ہوجانا تیسرے آخر شب مین وتر کا ہونا اور یہ انکا قول تو درست ہی
مگر اسمین ایک شبہہ ہوتا ہی کہ اگر یہ رکعتین پہلے وترون کو جفت کرتی ہین تو بھی حال انکا ہونا چاہیے گو آنکھ نہ کھلے اور وتر اول باطل ہوجانے
چاہیین اسکے کیا معنی کہ اگر آنکھ کھلے تب تو وتر کو جفت کرین اور اگر آنکھ نہ کھلے تو نہ کرین ہان اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوجا
کہ آپ نے ان دو رکعتون سے پیشتر وتر پڑھے ہین اور پھر آخر شب مین وتر کو دوبارہ پڑھا ہی تب البتہ معلوم ہوگا کہ یہ دونون رکعتین ظاہر مین
جفت ہین اور باطن مین طاق تو نہ جاگنے کی صورت مین مع وتر وتر خیال کرلیے جاوینگے اور جاگنے کی صورت مین جفت پھر وتر کے سلام
کے بعد یہ کہنا مستحب ہی سبحان الملک القدوس رب الملئکۃ والروح جللت السموات والارض بالعظمۃ والجبروت وتعززت بالقدرۃ وقہرت العباد
بالموت مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر نمازین فرضون کے سوا وفات شریف تک بیٹھکر ہوتی تھین اور آپ نے فرمایا ہی کہ بیٹھنے والے
کو کھڑے ہونے والے کی نسبت کر نصف ثواب ہی اور لیٹنے والے کو بیٹھنے والے کی نسبت کر نصف ثواب ہی اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ نفل کا
لیٹکر پڑھنا بھی درست ہی تیسرا وقت رات کے وظیفون کا سونا ہی اور سونے کو وظیفہ جاننا کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ اگر سونے کے آداب مرعی
رہین تو اسکا شمار بھی عبادت ہی مین ہی چنانچہ مروی ہی کہ بندہ جب طہارت پر سووے اور اللہ تعالی کو یاد کرلے تو اپنے بیدار ہونے تک نمازی لکھا
جاویگا یا اسکے لباس بدن مین فرشتہ آجاویگا اگر سونے مین حرکت کرکے خدا تعالے کا ذکر کریگا تو فرشتہ اسکے لیے دعائے خیر کریگا اور خدا تعالے
سے اسکے لیے مغفرت چاہیگا اور حدیث مین ہی کہ جب بندہ طہارت کے ساتھ سوتا ہی تو اسکی روح عرش تک اٹھائی جاتی ہی یہ عام بندون کے
حق مین ہی تو علما اور صاف دل والون کے لیے کیون نہوگا کہ انکو سونے مین اسرار معلوم ہوتے ہین اور اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہی کہ عالم کا سونا عبادت ہی اور اسکا سانس لینا تسبیح ہی اور حضرت معاذ بن جبل رض نے حضرت ابو موسی اشعری رض سے پوچھا کہ تم شب بیداری
مین کیا کرتے ہو انھون نے فرمایا کہ مین تمام رات جاگتا ہون اور کچھ بھی نہین سوتا اور قرآن کو تدریج پڑھتا رہتا ہون یعنی لگاتار نہین پڑھتا
تھوڑا سا پارہ ایکبار پڑھا پھر تھوڑی دیر کے بعد ذرا سا پڑھ لیا اور علی ہذا القیاس حضرت معاذ بن جبل رض نے فرمایا کہ مین اول تو سوتا ہون پھر جاگتا
ہون اور اپنے سونے مین ثواب کی نیت وہی کرلیتا ہون جو جاگنے مین کرتا ہون پھر دونون حضرات نے یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت مین عرض کیا آپ نے حضرت ابو موسی رض کو فرمایا کہ معاذ تم سے زیادہ فقیہ ہی اور سونے کے آداب دس ہین اول طہارت اور مسواک کرنا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ طہارت کے ساتھ ہوتا ہی تو اسکی روح کو عرش تک لیجاتے ہین اسوجہ سے اسکا خواب سچا ہوتا ہی
اور اگر طہارت پر نہین سوتا تو اسکی روح وہان تک پہونچنے سے قاصر رہتی ہی اسوقت جو خواب دیکھتا ہی وہ پراگندہ ہوتا ہی سچ نہین ہوتا اس
حدیث مین طہارت سے مراد ظاہر و باطن دونون کی طہارت ہی اور غیب کے حجابون کے برطرف ہونے مین باطن ہی کی طہارت موثر ہی دوم
یہ کہ مسواک اور وضو کا پانی اپنے سرہانے رکھ لے اور رات کو اٹھنے کی نیت کرلے اور جب آنکھ کھلے جبھی مسواک کرلے بعض اکابر سلف کی جتنی بار رات
کو آنکھ کھلتی مسواک کرلیتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ آپ تمام رات مین کئی دفعہ مسواک کرتے ہر سونے کے وقت اور سر اٹھا کر جاگنے کے وقت
اور اگر اکابر کو پانی وضو کا نہ ملتا تو صرف اعضا کو پانی سے مسح کرلیتے تھے۔ اور اگر پانی اسقدر بھی نہوتا تو قبلہ رخ بیٹھکر ذکر اور دعا اور خدا تعالی کی نعمتون

۱۲ انما رات کے دو نفل
نگاری ۱۲ در قسط
کی بیان کرتا ہون مین
بادشاہ نہایت پاک
فرشتون اور جبرئیل کے
پروردگار کی آلہی ہوئی
آسمانون اور زمین کو
عظمت سے ڈھانپ لیا
اور جبروت سے اور
عزت والا ہی قدرت
سے اور دبا لیا تو نے
بندون کو موت سے ۱۲
۳۴ بخاری و مسلم
بروایت عائشہ رضی اللہ
عنہا ۱۲ جرجانی
بروایت عمران بن
حصین ۱۲ جرو ابن
حبان بروایت ابن عمر
۱۲ جر وابن مبارک
موقوفا علی ابی
الدرداء ۱۲ جر

اور قدرت کے اور تفکر میں مشغول ہونا چاہیے کہ یہی قائم مقام تہجد کے ہو جاویگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص اپنے بستر پر آوے اور اسکی نیت یہ ہو کہ رات سے اٹھکر نماز پڑھونگا پھر صبح تک اسکی آنکھ نہ کھلی تو جو کچھ اسنے نیت کی تھی وہ اسکے لیے لکھی جاویگی یعنی تہجد پڑھنے کا ثواب ملیگا اور اسکا سونا خدا تعالی کا صدقہ اسکے حق میں ہوگا سوم یہ کہ جب کسی کو کچھ وصیت کرنی ہو وہ جبھی سووے جب اپنی وصیت لکھکر سرہانے رکھلے اسلیے کہ سونے میں قبض روح کا خوف ہے اور جو کوئی بدون وصیت مرجاتا ہی اسکو عالم برزخ میں بولنے کی اجازت قیامت تک نہیں ہوتی مردے اسکے زیارت کو آتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں مگر وہ نہیں بولتا تو آپس میں کہتے ہیں کہ یہ مسکین بدون وصیت کے مرا ہی اور ناگہانی موت کے خوف سے وصیت کر دینی مستحب ہی اور موت ناگہانی مردے کے حق میں تخفیف ہی مگر جو شخص کہ موت کے لیے تیار نہو اور لوگوں کے حق سے پشت دوتا رکھتا ہو اسکے حق میں تخفیف نہیں چہارم یہ کہ ہر ایک گناہ سے توبہ کرکے سب مسلمانوں سے صاف دل ہو کر سووے نہ کسی کے ستانے کا ذکر اپنے جی میں کرے نہ اٹھنے کے بعد کسی گناہ کا ارادہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص اپنے بستر پر لیٹے اور کسی کے ستانے کی نیت نہ رکھتا ہو نہ کسی پر کینہ رکھتا ہو تو جو کچھ اسنے گناہ کیا ہوگا وہ بخشا جاویگا پنجم یہ کہ عمدہ بچھاونے بچھانے سے آرام طلب نہو بلکہ بچھاونے کو ترک کرے یا اسکے باب میں میانہ روی اختیار کرے بعض اکابر سلف بچھونا بچھانا مکروہ جانتے تھے اور سونے کے لیے اسکو تکلف سمجھتے تھے اور ارباب صفہ رضی اللہ عنہم سونے کے لیے زمین پر کچھ اپنے نیچے نہ ڈالتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہم خاک ہی سے پیدا ہوے اور اسیمین جاوینگے اور اس امر کو اپنے دلوں کی نرمی اور نفسوں کی تواضع میں زیادہ موثر جانتے تھے پس اگر کسی شخص کا دل اس مشقت کو گوارا نہ کرے تو وسط درجہ کا بچھونا بچھاوے ششم یہ کہ جبتک نیند کا غلبہ نہو تب تک نہ سووے اور نیند کو زبردستی اپنے اوپر نہ لے ہاں جس صورت میں کہ آخر شب کو اٹھنے کے لیے سونے سے مدد چاہے تو البتہ تکلف سو رہنے کا مضائقہ نہیں اکابر سلف کا سونا غلبہ نیند کی حالت میں ہوا کرتا تھا اور کھانا فاقہ کی صورت میں اور بولنا ضرورت کے وقت میں اسی لیے اللہ تعالے نے انکا وصف فرمایا کانوا قلیلا من اللیل ما یھجعون اور اگر نیند اتنی غالب ہو کہ نماز اور ذکر کی مانع ہو اور یہ نہ جانے کہ کیا کہہ رہا ہی تو چاہیے کہ سو رہے جبتک کہ اپنا قول سمجھنے لگے۔ اور حضرت ابن عباس رض بیٹھکر اونگھنے کو مکروہ جانتے تھے اور ایک حدیث میں ہی کہ رات میں سختی مت کھینچو اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ فلان عورت رات کو نماز پڑھتی ہی اور جب اسپر نیند غالب ہوتی ہی تو ایک رسی میں لٹک جاتی ہی آپ نے اس امر سے ممانعت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی رات میں جسقدر ہو سکے نماز پڑھے اور جب اسکو نیند کا غلبہ ہو تو سو رہے اور فرمایا کہ عمل میں سے اسیقدر کرو جسکی طاقت رکھتے ہو کیونکہ اللہ تعالے ہرگز نہیں تھکتا جبتک تم نہ تھکو۔ اور فرمایا کہ اس دین میں سے بہتر وہ ہی جو آسان تر ہو۔ اور کسی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ فلان شخص نماز پڑھتا ہی اور سوتا نہیں اور روزے رکھتا ہی تو افطار نہیں کرتا آپ نے فرمایا کہ میں تو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں یہ میرا طریق ہی جو اس طریق سے منہ موڑے وہ مجھ سے نہیں۔ اور فرمایا کہ اس دین سے مقابلہ نہ کرو یہ مضبوط ہی اور جو کوئی اس سے مقابلہ کریگا یعنی بہ تکلف اپنی طاقت سے زیادہ کام کا التزام اپنے ذمہ کریگا تو دین ہی اسپر غالب آویگا پس اپنے نفس کے نزدیک عبادت الہی کو برا نہ ٹھہراؤ۔ ہفتم یہ کہ قبلہ رخ ہو کر سووے اور قبلہ رخ ہونا دو طرح ہی ایک تو ایسی طرح جیسے مرنے والا لٹایا جاتا ہی یعنی چت لیٹے کہ منہ اور تلوے قبلہ کی طرف رہیں اور دوسری طرح لحد میں کی صورت ہی کہ دہنی کروٹ پر لیٹے کہ منہ اور سامنے کا حصہ بدن کا قبلہ کی طرف کو رہے ہشتم یہ کہ سونے کے وقت دعا مانگے اور کہے باسمک ربی وضعت جنبی وبک ارفعہ آخر دعاؤں ماثورہ تک جو ہم باب نہم میں لکھ آئے ہیں اور مستحب ہی کہ سونے کے وقت خاص آیتیں پڑھے مثلاً آیۃ الکرسی اور آخر سورہ بقر اور والٰھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتھا وبث فیھا من کل دابۃ وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض لآیات لقوم یعقلون کہتے ہیں کہ جو کوئی اس آیت کو سونے کے وقت پڑھ لیا کرے اللہ تعالے اسکو کلام مجید یاد کرا دے کہ کبھی نہ بھولے۔ اور سورہ اعراف میں سے یہ آیتیں پڑھے ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم

پکارو اسکو ڈر اور توقع سے بیشک رحمت اللہ کی نزدیک ہی نیکی والوں سے ۱۲

استوی علی العرش یغشی اللیل النہار یطلبہ حثیثا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العلمین ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ
انہ لا یحب المعتدین ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا وادعوہ خوفا وطمعا ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین اور قل ادعوا اللہ سے سورہ بنی اسرائیل
کے آخر تک کہ انکے پڑھنے سے ایک فرشتہ اُسکے لباس مین داخل ہوکر اُسکی حفاظت کرتا ہی اور اُسکے لیے دعاے مغفرت کرتا ہی اور معوذتین کو
پڑھکر اپنے دونون ہاتھون پر دم کرے اور ہاتھون کو اپنے منہ پر اور تمام بدن پر پھیر لے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اسی طرح مروی ہی
اور دس آیتین سورہ کہف کے شروع کی اور دس آیتین اُسکے آخر کی پڑھ لے یہ آیتین رات کو آنکھ کھلنے کے لیے ہین کہ تہجد کے وقت
جاگ اُٹھے ۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے نہین معلوم ہوتا کہ جس شخص کی عقل کامل ہو وہ بدون سورہ بقر کی دو آخر
کی آیتون کے پڑھے سو رہے اور پچیس بار یہ کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر تاکہ یہ چارون کلمات ملکر سو بار ہو جاوین پنجم یہ کہ
سونے کے وقت یہ دہیان کرے کہ سونا ایک طرح کی وفات ہی اور جاگنا ایک طرح کا جی اُٹھنا ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اللہ یتوفی الانفس حین موتہا
والتی لم تمت فی منامہا اور فرمایا وہو الذی یتوفاکم باللیل غرضکہ سونے کو وفات کے نام سے ذکر فرمایا اور جسطرح کہ جاگنے والے کو سونے مین وہ
مشاہدات منکشف ہوتے ہین جو اُسکے حالات کے مناسب نہین ہوتے اسیطرح مرنے کے بعد جو شخص اُٹھتا ہی وہ ایسی چیزین دیکھتا ہی کہ کبھی
اُسکے دل مین نہ گذری ہون اور نہ حس سے محسوس ہوئی ہون اور نہ زندگی اور موت کے درمیان مین سونا ایسا ہی جیسے دنیا و آخرت کے
درمیان مین برزخ ہی لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کہا کہ بیٹا اگر تجکو موت مین شک ہی تو سونا مت جیسے تو سو جاتا ہی ویسے ہی مرجاویگا اور اگر
تجکو مرنے کے بعد جی اُٹھنے مین تردد ہی تو سو کر جاگ مت کہ جیسے سونے کے بعد جاگتا ہی اسیطرح مرنے کے بعد جی اُٹھیگا ۔ اور کعب احبار رضنے فرمایا
کہ جب تو سووے تو اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ اور منہ قبلہ کی طرف کو کر کہ سونا بھی ایک مرنا ہی ۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم جب سوتے تو اپنا رخسار مبارک داہنے ہاتھ پر رکھتے اور جانتے کہ اسی رات مین وفات پاؤنگا اور سب سے آخر دعا آپکی اُسوقت یہ ہوتی
اللہم رب السموات السبع ورب العرش العظیم ربنا ورب کل شئی وملیکہ آخر دعا تک جو ہمنے باب الدعوات مین مذکور کی ہی غرضکہ بندے کا حق یہ ہی
کہ سونے کے وقت اپنے دل کو ٹٹولے کہ کس بات پر سوتا ہی اور اُسوقت دل پر کیا چیز غالب ہی اللہ تعالی کی محبت اور اُسکے ملنے کی محبت غالب ہی
یا دنیا کی محبت زیادہ ہی اور بعد اسکے یقین کرلے کہ میری موت بھی اسی حال پر ہوگی جو دلپر غالب ہی اور اُسی پر حشر ہوگا کہ آدمی جس شخص اور جس
چیز سے محبت رکھتا ہی اُسی کے ساتھ رہتا ہی ہم جاگنے کے وقت دعا پڑھنا تو جب کبھی جاگے اور کروٹ لے اُسوقت وہ دعا پڑھے جو آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے لا الہ الا اللہ الواحد القہار رب السموات والارض وما بینہما العزیز الغفار اور اس بات مین کوشش کرے کہ سونے کے وقت
بھی سب سے پیچھے دل پر خدا تعالے کا ذکر جاری رہے اور جاگنے کے وقت بھی سب سے اول ذکر اللہ دل پر جاری ہو کہ یہ محبت کی پہچان ہی کہ
ان دونون حالتون مین دل اُسی چیز کے ساتھ رہیگا جو اُسپر غالب ہو چکا ہے آزما دیکھ کہ یہ علامت محبت دل کے اندر سے معلوم ہوا کرتی ہی
اور یہ ذکر اسی لیے تجویز ہوے ہین کہ دل کو اللہ تعالے کے ذکر کی طرف کشش ہو پس جب آنکھ کھلے اور اُٹھنا چاہے تو کہے الحمد للہ الذی احیانا
بعد ما اماتنا والیہ النشور آخر دعا تک جو ہم جاگنے کی دعاؤن مین لکھ آئے ہین چوتھا وقت رات کے وظیفون کا آدھی رات کے گذر جانے
سے شروع ہوتا ہی اور اسکی انتہا اُسوقت تک ہی کہ رات کا چھٹا حصہ باقی رہجاوے اسوقت مین آدمی کو تہجد کے لیے اُٹھنا چاہیے کیونکہ تہجد
وہی ہی جو بعد ہجود یعنی خواب کے ہو اور سونا آدھی رات تک ہو گیا اور یہ وقت دن کے اوقات مین سے زوال کے بعد کے وقت سے مشابہ ہی کہ
وہ بھی دن کے بیچا بیچ مین ہی اور یہ رات کے ٹھیک درمیان مین اور اسکی قسم اللہ تعالے نے کھائی ہی چنانچہ واللیل اذا سجی یعنی قسم ہی رات کی جب ٹھہر جاوے
اور اُسکا ٹھہرنا اور آرام اسی وقت مین ہوتا ہی کہ کوئی آنکھ اُسوقت مین جاگتی نہین بجز اُس ذات پاک کی آنکھ کے جسکو اونگھ اور نیند کچھ نہین
اور بعضون نے یہ معنے کہے ہین کہ قسم ہی رات کی جب کہ ٹھہر جاوے اور لمبی ہو اور کچھ لوگ کہتے ہین کہ سجی کے معنی ہین تاریک ہو بہرحال اُسوقت کی

فضیلت مین کچھ شک نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ رات کے اجزا مین سے کون سا جزء ہی جسمین دعا زیادہ سنی جاتی ہی اور مستحق قبولیت ہوتی ہی آپ نے فرمایا کہ رات کا درمیانی حصہ۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ الٰہی مین یہ چاہتا ہون کہ تیری عبادت کرون پس سب سے بہتر وقت اسکے لیے کونسا ہی اللہ تعالےٰ نے انکو وحی بھیجی کہ اے داؤد نہ اول شب مین اٹھ نہ آخر مین کیونکہ جو اول شب مین جاگتا ہی وہ آخر شب مین سو رہتا ہی اور جو آخر مین جاگتا ہی وہ اول مین نہین جاگتا اسصورت مین تو رات کے ٹھیک درمیان مین عبادت کرنا کہ تو میرے ساتھ تنہا ہو اور مین تیرے ساتھ تنہا ہون اور تیری حاجتون کو پورا کرون۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ رات کا کونسا حصہ افضل ہی آپنے فرمایا کہ نصف شب آخرین بہتر ہی۔ اور آخر شب کے باب مین احادیث مین آیا ہی کہ عرش جھومتا ہی اور جنات عدن سے ہوائین چلتی ہین اور آسمان دنیا پر جناب باری کا نزول اجلال ہوتا ہی اور سوا اسکے اور بہت سے فضائل وارد ہین اور اسوقت کے وظیفہ کی ترتیب یہ ہی کہ جب جاگنے کی دعاؤن سے فارغ ہووے تو موجب بیان سابق برعایت آداب وسنین وضو کرے اور اسکی دعائین پڑھتا جاوے پھر اپنی جا نماز پر آکر قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو اور یہ کہے اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا پھر دس بار سبحان اللہ کہے اور دس بار الحمد للہ اور دس بار لا الہ الا اللہ پھر کہے اللہ اکبر ذو الملکوت والجبروت والکبریاء والعظمۃ والقدرۃ پھر یہ کلمات کہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ آپ تہجد کے وقت انکو پڑھا کرتے تھے اللّٰھم لک الحمد انت نور السموات والارض ولک الحمد انت بہاء السموات والارض ولک الحمد انت زین السموات والارض ولک الحمد انت قیام السموات والارض ومن فیھن ومن علیھن انت الحق ومنک الحق ولقاءک حق والجنۃ حق والنار حق والنشور حق والنبیون حق ومحمد صلے اللہ علیہ وسلم حق اللّٰھم لک اسلمت وبک امنت وعلیک توکلت والیک انبت وبک خاصمت والیک حاکمت فاغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت انت المقدم وانت المؤخر لا الہ الا انت اللّٰھم آت نفسی تقواھا وزکھا انت خیر من زکاھا انت ولیھا ومولاھا اللّٰھم اھدنی لاحسن الاعمال فانہ لا یھدی لاحسنھا الا انت واصرف عنی سیئھا لا یصرف عنی سیئھا الا انت اسالک مسئلۃ البائس المسکین وادعوک دعاء المفتقر الذلیل فلا تجعلنی بدعائک رب شقیا وکن بی رؤفا رحیما یا خیر المسؤلین واکرم المعطین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہی کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رات کو اٹھتے اور نماز شروع کرتے تو یہ فرماتے اللّٰھم رب جبرئیل ومیکائیل واسرافیل فاطر السموات والارض عالم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون اھدنی لما اختلف فیہ من الحق باذنک انک تھدی من تشاء الی صراط مستقیم۔ پھر نماز شروع کرے اور دو رکعتین چھوٹی پڑھے پھر دو دو رکعتین جتنی بن پڑے پڑھ لے اور اگر وتر پہلے نہ پڑھے ہون تو وتر پر خاتمہ کرے اور مستحب ہی کہ دو دو رکعتون کے بعد سلام پھیرے تو ہر سلام کے بعد سو دفعہ سبحان اللہ کہہ لے تاکہ آرام ملتا جاوے اور نماز کا سرور زیادہ ہو۔ اور صحیح روایت مین آچکا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز شب مین اول دوگانہ خفیف پڑھا پھر دوگانہ لمبا ادا کیا پھر تیسرا دوگانہ دوسرے کی نسبت کم اور چوتھا تیسرے کی نسبت کم اور اسیطرح ادا فرماتے یہانتک کہ تیرہ رکعتین ہوگئین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلعم نماز تہجد مین قرأت آواز سے پڑھتے تھے یا آہستہ آپنے فرمایا کہ کبھی آواز سے اور کبھی آہستہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ رات کی نماز دو دو رکعتین ہین اور جب تجکو صبح ہو جانے کا خوف ہو تو ایک رکعت کا وتر ادا کر اور فرمایا کہ مغرب کی نماز دن کی نماز کو طاق کر دیتی ہی تو رات کی نماز کو طاق کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو زیادہ سے زیادہ رکعتین تہجد کی پڑھنی ثابت ہوئی ہین وہ تیرہ ہین کہ آپ ان رکعات مین قرآن مجید کا معمولی ورد خواہ اور سورتون مین سے جو آپکے اوپر ملکی ہوتین پڑھا کرتے تھے اور یہ مخصوص سورتین بھی ورد ہی کے حکم مین ہین اور جبتک کہ قریب رات کا چھٹا حصہ پچھلا نہ آجاتا تب تک آپ یہ رکعتین پڑھتے رہتے پانچوان وقت رات کے وظیفون کا رات کا چھٹا حصہ پچھلا ہی جسکا نام وقت سحر ہی اللہ تعالےٰ فرماتا ہی وبالاسحار ھم یستغفرون یعنی سحر کے وقت وہ استغفار کرتے ہین اسکے معنی بعض یہ کہتے ہین کہ نماز پڑھتے ہین کیونکہ نماز مین بھی استغفار ہوتا ہی اور یہ

ہی آیۃ ۱۲ حم مسلم ۱۲ ۹۷ اے پروردگار جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل کے بنانے والے آسمانون اور زمین کے جاننے والے پوشیدہ اور ظاہر کے تو حکم کریگا اپنے بندون مین جس چیز مین

یہ وقت فجر کے وقت کے قریب ہے جس وقت کہ رات کے فرشتوں کے لوٹ جانے اور دن کے فرشتوں کے آنے کا وقت ہوتا ہے اور یہ وہ وقت ہے کہ حضرت سلمان رضی
نے اپنے بھائی ابو درداء رضی کو بتایا جس شب کہ حضرت ابو درداء رضی کی ملاقات کو تشریف لائے تھے یہ قصہ ایک بڑی حدیث میں[1] مذکور ہے اسکے آخر میں یہ
ہے کہ جب رات ہو گئی تو حضرت ابو درداء رضی نماز کو چلے حضرت سلمان نے فرمایا کہ سو رہو وہ سو گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ اٹھکر چلے انھوں نے
فرمایا کہ سو رہو وہ سو رہے جب صبح کا وقت قریب ہوا اسوقت حضرت سلمان رضی نے انکو فرمایا کہ اب اٹھکر نماز پڑھو پھر دونوں نے تہجد پڑھا اور حضرت
سلمان رضی نے انکو فرمایا کہ تمھارے اوپر کچھ حق تو تمھارے نفس کا ہے اور کچھ مہمان کا اور کچھ تمھاری بی بی کا تو سب حقداروں کا حق ادا کرنا چاہیے اور اس کہنے
کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو درداء کی بی بی نے حضرت سلمان رضی سے کہدیا تھا کہ تمھارے بھائی رات بھر نہیں سوتے پھر صبح کو دونوں صاحب آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کی گفتگو خدمت مبارک میں عرض کی آپنے فرمایا کہ سلمان رضی نے درست کہا غرضکہ یہ چوتھا وقت ہے اسی میں سحری
کھانی مستحب ہے یعنے اگر صبح صادق ہو جانے کا خوف ہو تو اسوقت میں کھاوے اور وظیفہ اسوقت اور جو تھے وقت کا نماز ہی ہے اور صبح صادق ہو جاوے
تو اب رات کے وظیفوں کا خاتمہ ہوا اور دن کے اوقات شروع ہو گئے تو اسوقت اٹھکر فجر کی سنتیں پڑھے اور یہی معنی ہیں اس آیت کے[2] فسبحہ وادبار النجوم یعنی اسکی پاکی
بول اور ستاروں کے پیٹھ دیتے پیچھے پھر یہ آیت پڑھے شہد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملائکۃ واولوا العلم قائما بالقسط لا الہ الا ھو العزیز الحکیم پھر یہ کہے وانا اشھد بما شھد اللہ
بہ لنفسہ وشھدت بہ ملائکتہ واولوا العلم من خلقہ واستودع اللہ ہذہ الشہادۃ وہی لی عند اللہ تعالی ودیعۃ واسألہ حفظہا حتی یتوفانی علیہا اللہم احطط بہا عنی
وزرا واجعل لی بہا عندک ذخرا واحفظہا علی وتوفنی علیہا حتی القاک بہا غیر مبدل تبدیلا غرضکہ اوقات کی ترتیب عابدوں کے لیے یہ تھی جو مذکور ہوئی
اور اکابر سلف ان باتوں کے سوا ہر روز چار باتیں اور بھی مستحب جانتے تھے روزہ رکھنا اور صدقہ دینا اگرچہ کم ہی ہو اور بیمار کو پوچھنا اور جنازہ پر جانا
ہونا کہ حدیث شریف[3] میں ہے کہ جو کوئی ان چار باتوں کو ایک دن میں کرے اسکے گناہ بخشدیے جاوینگے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ جنت میں داخل
ہوگا اور اگر اتفاق سے ان چیزوں میں سے کچھ میسر ہوں اور کچھ نہوں تو اسکو ثواب سب باتوں کا نیت کے بموجب ملیگا اور پہلے لوگ اس بات کو برا
جانتے تھے کہ سارا دن گذر جاوے اور کچھ خیرات نکریں گو ایک خرما یا پیاز یا روٹی کا ٹکڑا ہی کیوں نہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ[4]
قیامت میں آدمی اپنے صدقہ کے سایہ تلے رہیگا جب تک کہ آدمیوں میں حکم اخیر ہو اور ایک[5] حدیث میں ارشاد فرمایا کہ آگ سے بچو اگرچہ خرمے کا ایک ٹکڑا ہی
دیکر ہو اور حضرت عائشہ رضی نے ایک سائل کو صرف ایک انگور دیا اسنے لیا وہاں جو لوگ موجود تھے بعضوں نے ایک دوسرے کیطرف دیکھنا شروع
کیا حضرت عائشہ رضی نے انکو فرمایا کہ تمکو کیا ہوا ہے اس انگور میں بہت سے ذروں کا وزن ہے یعنی خداتعالی فرماتا ہے کہ جو ایک ذرہ کے برابر خیر کریگا وہ دیکھ لیگا
تو اسمیں تو بہت سے ذرے ہیں اور اکابر سلف سائل کا پھیر دینا اچھا نہ جانتے تھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف ایسی ہی تھی ایسا
نہیں ہوا کہ آپ سے کسی نے کچھ مانگا ہو اور آپنے انکار کر دیا ہو ہاں اگر اسکے دینے پر آپکو قدرت نہوتی تو چپ ہو جاتے تھے اور ایک حدیث[6] میں ہے کہ ابن آدم صبح
کرتا ہے اس حال میں کہ اسکے بدن کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ ہوتا ہے اور بدن میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں پس اچھی بات کے لیے تیرا کہنا صدقہ ہے اور بری بات سے
منع کرنا صدقہ ہے اور ضعیف کی طرف سے کفیل ہونا صدقہ ہے اور رستہ بتانا صدقہ ہے اور ایذا کی چیز کا دور کرنا راستے میں صدقہ ہے یہانتک کہ سبحان اللہ اور
لا الہ الا اللہ کہنے کو بھی ذکر فرمایا پھر فرمایا کہ دو رکعتیں چاشت کی صدقہ ہیں ان سبکو ادا کرتا یوں فرمایا کہ یہ سب اپنے لیے جمع کرنی چاہییں۔
چوتھا بیان اس امر کے ذکر میں کہ حالات کے مختلف ہونے سے اوقات کے معمولات مختلف ہو جایا کرتے ہیں جاننا چاہیے کہ جو شخص آخرت
کی کھیتی کرنی چاہتا ہے اور طریق آخرت اختیار کرتا ہے وہ چھ حال سے خالی نہیں یا عابد ہوگا یا عالم یا طالب العلم یا حاکم یا اہل حرفہ یا موحد کہ واحد
پاک میں مستغرق رہے اسکے سوا اسے کسی طرف التفات نہ کرے اب ان سبکے معمولی وظائف جدا جدا ہیں تفصیل سننا چاہیے اول عابد یعنی وہ شخص
کہ محض عبادت کے لیے ہو رہے اسکے سوا کوئی کام اسکو نہو اور اگر عبادت کو چھوڑ دے تو نکما بیٹھا رہے اسکے لیے اوقات و وظائف کی ترتیب وہی
ہے جو ہمنے دن رات کے اوقات میں ذکر کی اور یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ اسکے وظائف میں اور کے اختلاف ہو اس طرح کہ اپنے اکثر اوقات کو صرف نماز میں

میں گذری ۱۲ ح ۶ مسلم بروایت جابر ۱۲ ح ۷ مسلم بروایت ابوذر ۱۲

یا تلاوت مین یا سبحان اللہ کہنے مین مستغرق کردے کہ صحابہ رضہ مین بعض کا وظیفہ ایک دن مین بارہ ہزار دفعہ تسبیح کا تھا اور بعض ان مین ایسے تھے کہ تیس ہزار بار سبحان اللہ کہتے تھے اور بعضون کا معمول تین سو رکعتون سے لیکر چھ سو اور ہزار رکعت تک کا تھا اور کم سے کم رکعتین جو ان سے مروی ہین وہ دن رات مین سو رکعتین تھین اور بعضون کا وظیفہ کثرت سے قرآن پڑھنے کا تھا کہ کوئی ایک روز مین ایک ختم کرتا تھا اور کسی سے دن مین دو ختم مروی ہین اور بعض ایسے تھے کہ ایک دن یا تمام رات ایک ہی آیت کے فکر مین گزار دیتے تھے اور اُسی کو بار بار پڑھے جاتے تھے۔ اور کرز بن دبرہ مکہ معظمہ مین ٹھہرے ہوے تھے تو ایک روز مین ستر طواف سات پھیرون کے کیا کرتے اسی طرح ہر شب مین ستر طواف کرتے تھے اور باوجود اسکے رات مین دو ختم قرآن مجید کے بھی کرلیتے تھے اب اگر اسکا حساب لگاؤ تو دن رات کے طوافون مین قریب تیس کوس کے تو مسافت پڑتی ہے اور ہر سات پھیرون کے لیے دو رکعتین طوافون کی جمع کرنے سے دو سو اسی رکعتین ہوتی ہین اور دو ختم قرآن کے ہوے تو بہت بڑی مشقت ہوئی۔ اب اگر یہ کہو کہ ان وظایف مین سے اکثر اوقات کس وظیفہ مین صرف کرنے بہتر ہین تو اسکا حال یہ ہے کہ نماز مین کھڑے ہوکر قرآن مع تامل اور سمجھ کے پڑھنا سب باتون کو شامل ہے لیکن چونکہ اسپر مواظبت کرنی مشکل ہے اسلیے ہر شخص کے حال کے لحاظ سے بہتر وظیفہ مختلف ہوگا۔ اور غرض وظیفون سے دل کا تزکیہ اور پاک کرنا اور زیور ذکر الٰہی سے اُسکو آراستہ کرنا اور ذکر سے اُسکو پرچانا ہے تو طالب کو چاہیے کہ اپنے دل پر غور کرے اور جس بات کا اثر اُسمین زیادہ ہو اُسی پر مواظبت کرے اور جب اُس سے دلکو تھکن اور ملال معلوم ہو تو دوسرا وظیفہ بدل لے اور اسی واسطے اکثر خلق کے حق مین ان امور خیر کا مختلف اوقات مین بموجب تفصیل گذشتہ کے بانٹنا اور ایک قسم سے دوسری قسم کو بدلتے رہنا ہی اچھا معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ اکتا جانا سرشت انسانی پر غالب ہے اور ہر ایک شخص کے حالات اس باب مین بھی مختلف ہین مگر جب وظایف کی غرض اور اصل معلوم ہوگئی تو جس وظیفہ سے اصل غرض حاصل ہوتی ہو اُسی کو اُسوقت اختیار کرنا چاہیے مثلاً اگر کوئی تسبیح سنے اور اُسکی تاثیر اپنے دل مین پاوے تو اُسکی تکرار پر مواظبت کرے جبتک اُسکی تاثیر ہو۔ حضرت ابراہیم ابن ادہم بعض ابدال کی نقل کرتے ہین کہ وہ ایک رات دریا کے کنارے نماز پڑھتے تھے کہ ایک آواز بلند تسبیح کی سُنی اور کسی کو نہ دیکھا تب کہا کہ تو کون ہے کہ مین تیری آواز سنتا ہون اور تجھ کو نہین دیکھتا اُسنے کہا کہ مین فرشتہ ہون اور اس دریا پر معین ہون جب سے مین پیدا ہوا ہون اسی تسبیح سے خدا تعالے کی پاکی بولتا ہون پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے کہا مہلہیائیل ان ابدال نے پھر پوچھا کہ اس تسبیح کے پڑھنے والے کا ثواب کیا ہے اُس فرشتے نے کہا کہ جو کوئی اُسکو سو بار پڑھ لے وہ مرنے سے پیشتر اپنی جگہ جنت مین دیکھ لیتا ہے اور وہ تسبیح یہ تھی سبحان اللّٰہ العلی الدیان سبحان اللہ الشدید الارکان سبحان من یذہب باللیل ویاتی بالنہار سبحان من لا یشغلہ شان عن شان سبحان اللہ الحنان المنان سبحان اللّٰہ المسبح فی کل مکان[1] پس یہ تسبیح یا اور ایسی ہی اگر طالب کے کان مین پڑے اور دل مین اُسکی تاثیر پاوے تو اُسکا التزام کرلے اور جس چیز سے دل مین اثر ہو اور خیر کا دروازہ اُسکے منھ پر اس سے کھلتا ہو اُسی پر مواظبت کرے دوم عالم جو فتوی دینے اور پڑھانے اور تصنیف کرنے سے لوگون کو فائدہ پہونچاتا ہو تو اسکے اوراد کی ترتیب عابد کے وظایف سے مختلف ہے کیونکہ عالم کو کتابون کا مطالعہ کرنا اور تصنیف کرنا اور پڑھانا ضروری چیزین ہین اور انکے لیے وقت درکار ہے پس اگر وہ اپنے سارے اوقات انھین امور مین مستغرق کردے تو فرائض و سنن کے بعد اور کوئی چیز اُس سے بڑھکر نہین اور باب العلم مین جو ہمنے پڑھنے پڑھانے کی فضیلت ذکر کی ہے وہ اسکی دلیل ہے اور کیسے نہو کہ علم مین تو ذکر الٰہی کی مواظبت اور اللہ تعالی اور اُسکے رسول صلعم کے قول مین تامل کرنا ہی ہوتا ہے اور لوگون کو فائدہ پہونچانا اور طریق آخرت بتانا اُسی سے ہوتا ہے اکثر مسائل ایسے ہین کہ انمین سے طالب العلم ایک سیکھے تو اپنی عمر بھر کی عبادت کی اصلاح کرلیتا ہے اور اگر اسکو نہ سیکھتا تو سعی رایگان جاتی اور ہماری غرض اس علم سے جو عبادت پر مقدم ہے وہ علم ہے جو لوگون کو آخرت کی ترغیب دلاوے اور دنیا مین انکو زاہد کردے اور جب اُسکو سلوک طریق آخرت کی مدد کے لیے سیکھین تو اس باب مین اُنکا ممد ہو اور وہ علوم مراد نہین ہین جنسے مال و جاہ اور لوگون کے درمیان مقبول ہونے کی خواہش بڑھے

[1] ...کی پاکی بیان کرتا ہوں میں اللہ برتر جزا دینے والے کی پاکی بیان کرتا ہوں میں اللہ مضبوط اطراف والے کی پاکی بیان کرتا ہوں میں اسکی جو رات کو لیجاتا ہے اور دن کو لاتا ہے پاکی بیان کرتا ہوں میں اسکی جسکو ایک کام دوسرے سے نہیں روکتا پاکی بولتا ہوں اللہ شفقت کرنے والے احسان کرنے والے کی پاکی کہتا ہوں اللہ کی جو ہر جگہ میں پاک بیان کیا جاتا ہے ۱۲

ہوا اور عالم کے حق مین بھی بہتر یہی ہو کہ اپنے اوقات کو کامون کے لیے بانٹ دے کیونکہ سارے اوقات تعلیم مین بسر کرنے کی تاب طبیعت کو نہو گی اس صورت مین تقسیم اوقات یون مناسب ہو کہ صبح سے آفتاب نکلنے تک تو ذکر اور وظائف کے لیے کردے جیسے ہمنے دن کے اوقات مین پہلے وقت کا حال لکھا ہو اور طلوع کے بعد سے دوپہر تک پڑھانے مین صرف کرے بشرطیکہ کوئی شخص آخرت کے لیے پڑھا چاہتا ہو اور اگر ایسا طالب علم نہو تو اسوقت کو فکر مین بسر کرے اور وہ چیزین سوچے جو علوم دینی مین سے اسپر مشکل ہون اسلیے کہ ذکر کرنیکے بعد اور دنیا کے ترددات مین مشغول ہونے سے پیشتر دل کی صفائی مشکلات کے سمجھنے پر مدد ہوا کرتی ہو اور دوپہر سے عصر تک تصنیف اور کتابینی مین صرف کرے اور اسکو بجز کہانے اور پاخانہ اور فرض نماز اور دن کو تھوڑا سا سونیکے اوقات کے اور کسی وقت مین ترک نکرے اور دن کا سونا بھی ایسی صورت مین ہو کہ دن بڑا ہو اور عصر سے آفتاب کے زرد ہونے تک جو کوئی تفسیر اور حدیث اور علم مفید اس سے پڑھے اسکے سننے مین مشغول رہے اور آفتاب کے زرد پڑجانے سے غروب تک استغفار اور تسبیح مین مشغول رہے غرضکہ اول وقت طلوع سے پیشتر کا تو عمل زبانی مین گذریگا اور دوسرا وقت دوپہر تک دل کے عمل مین بسر ہوگا اور تیسرا وقت عصر تک آنکھ اور ہاتھ کے عمل مین تمام ہوگا کہ آنکھون سے مطالعہ کریگا اور ہاتھون سے لکھیگا اور چوتھا وقت عصر کے بعد کا کان کے عمل مین ختم ہوگا تاکہ آنکھ اور ہاتھ آرام لے لین اور نیز بعد عصر کے لکھنے اور مطالعہ کرنے سے کبھی آنکھ کو ضرر بھی ہوا کرتا ہو اور پانچوان وقت زردی کے بعد کا پھر ذکر زبانی مین مصروف ہوگا تو اسصورت مین کوئی حصہ دن کا اعضا کے اعمال سے خالی نہ رہیگا اور سب مین دل بھی حاضر رہیگا۔ اور رات کی تقسیم عالم کے باب مین وہی بہتر ہو جو امام شافعی رح نے کر رکھی تھی کہ رات کے تین حصے کرتے ایک تہائی تو مطالعہ اور علم پڑھانے کے لیے دوسری تہائی درمیان شب کی نماز کے لیے اور پچھلی تہائی سونے کے واسطے اور یہ بات تو جاڑون مین ہو سکتی ہو مگر گرمی کے موسم مین غالبا اسکا تحمل اسکو نہو مگر ایک صورت کہ دن کو بہت سا سولیوے حاصل یہ کہ عالم کے اوقات کی ترتیب ایسی ہونی چاہیے جیسے مذکور ہوئی سوم طالب العلم سو طلب علم مین مشغول ہونا ذکر اور نوافل مین لگے رہنے کی نسبت کر اچھا ہو اسی لیے ترتیب اوقات کے باب مین اوسکا اور عالم کا ایک حکم ہو اتنا فرق ہو کہ جسوقت مین عالم افادہ مین مشغول ہو اسوقت طالب العلم استفادہ مین مصروف ہو اور جو وقت عالم کی تصنیف کا ہو اسوقت یہ حاشیہ چڑھانا اور کتابت کرنی اختیار کرے باقی اوقات اسیطرح ہین جیسے ہم اوپر ذکر کر چکے ہین اور جو کچھ ہمنے باب العلم مین علم کی اور اسکے سیکھنے کی فضیلت لکھی ہو اس سے معلوم ہوتا ہو کہ علم کا سیکھنا ان وظائف سے بہتر ہو بلکہ اگر کوئی شخص مجلس علم مین حاضر ہو کر یون نہ سیکھے کہ لکھتا جاوے اور یاد کرتا جاوے کہ عالم ہو جاوے بلکہ وہ شخص عوام ہی مین سے ہو تب بھی اسکا ذکر اور واعظا اور علم کی مجلسون مین حاضر ہونا ان وظائف سے کہین اچھا ہو جو ہم بعد صبح اور طلوع کے پیچھے اور دوسرے تمام اوقات مین لکھ آئے ہین کیونکہ ابوذر رض کی حدیث مین آچکا ہو کہ مجلس ذکر مین حاضر ہونا ہزار رکعت نماز سے اور ہزار جنازون کے شریک ہونے سے اور ہزار بیمار پرسی سے اچھا ہو اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو کہ جب تم جنت کے گلزار دیکھو تو انمین چرو لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جنت کے گلزار کیا ہین آپنے فرمایا کہ ذکر کے حلقے اور کعب احبار رض فرماتے ہین کہ اگر علما کے مجالس کا ثواب لوگون کے سامنے ظاہر ہو جاوے تو اسپر کٹ مرین یہانتک کہ ہر ایک امیر اپنی عمارت چھوڑ دے اور ہر ایک بازاری اپنے بازار سے دست بردار ہو۔ اور حضرت عمر رض نے فرمایا ہو کہ آدمی اپنے گھر سے ایسی طرح نکلتا ہو کہ اسپر تہامہ کے پہاڑون کے برابر گناہ ہوتے ہین مگر جب کسی عالم کا کلام سنتا ہو تو اپنے گناہون پر افسوس و ندامت کرتا ہو اور اپنے گھر ایسی طرح لوٹتا ہو کہ اسپر کوئی گناہ نہین ہوتا پس تم علما کی مجلسون سے علاحدہ مت رہو کہ اللہ تعالی نے تمام روے زمین پر کوئی جگہ علما کے مجالس سے بزرگتر نہین پیدا کی۔ اور کسی شخص نے حضرت حسن بصری رح سے کہا کہ مین آپ سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کرتا ہون آپنے فرمایا کہ مجالس ذکر مین بیٹھا کر سختی دل جاتی رہیگی۔ اور عمار زاہد نے مسکینہ طفاویہ کو خواب مین دیکھا جو ہمیشہ ذکر کے حلقون مین حاضر ہوتی تھین اور کہا کہ اے مسکینہ مرحبا اسنے کہا کہ اب مسکنت دور ہوگئی اور تو انگری آئی عمار نے کہا کہ تجھے ہو مسکینہ نے کہا کہ اس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو جسکے لیے جنت بالکل مباح کر دیگئی عمار نے کہا کہ یہ درجہ کس سبب سے حاصل ہوا کہا کہ اہل ذکر کے پاس بیٹھنے سے۔ حاصل یہ کہ اگر کسی پر خوش کلام پاک سیرت کے کہنے سے دل کے اوپر سے محبت دنیا کی گرہون مین سے ایک بھی کھلجاوے تو یہ اسکی

نسبت کا اشرف اور مفید تر ہے کہ باوجود دل مین دنیا کی محبت ہونے کے بہت سی رکعتین آدمی پڑھے چہارم اہل حرفہ کہ اپنے عیال کے لیے کمائی کا محتاج ہو
اسکو جائز نہین کہ اپنے عیال کو فاقون مار ڈالے اور سارے اوقات عبادتون مین مستغرق کردے بلکہ اسکو یہی چاہیے کہ کام کے وقت بازار جاوے
اور اپنے پیشہ مین مشغول ہو ہان مناسب یہ ہے کہ اپنے پیشہ مین ذکر الٰہی کو نہ بھولے بلکہ تسبیحات اور ذکر اور تلاوت پر مواظبت رکھے کہ یہ باتین کام
کرنے کے ساتھ بھی ممکن ہین البتہ نماز کام کے ساتھ مین نہین ہوسکتی لیکن جس صورت مین کہ باغ وغیرہ کا محافظ ہو تو نماز کا ورد بھی ادا کرسکتا ہے
اور جب بمقدار کفایت کما چکے تو چاہیے کہ وہی وظائف معمولی بجا لاوے جو اوپر مذکور ہوے اور اگر دن بھر پیشہ مین لگا رہے اور جو اپنی حاجت سے
زائد ہو اسکو دیڈالے تو یہ اُن اوراد سے بہتر ہے جو ہمنے لکھے ہین کیونکہ جس عبادت کا فائدہ اورون کو بھی پہونچے وہ اُس سے بہتر ہے کہ اسکا نفع
خاص ایک ہی شخص کو ہو اور صدقہ اور خیرات کی نیت سے کمانا بذات خود ایسی عبادت ہین کہ اللہ تعالیٰ سے نزدیک کرتی ہین پھر اس سے دوسرون کو
فائدہ پہونچتا ہے اور مسلمانون کی دعا کی برکت حاصل ہوتی ہے اور اس سے ثواب دونا چوگنا ہوجاتا ہے پنجم حاکم جیسے امام اور قاضی اور مسلمان کے امور کی
نگرانی کا متولی تو ایسے شخص کے حق مین مسلمانون کی حاجتون کا پورا کرنا اور شریعت کے موافق اخلاص کی نیت سے اُنکی غرضین نکالنی اوراد
مذکورہ کی نسبت کہ بہتر ہے اسلیے اسکے حق مین یہ مناسب ہے کہ دن کو تو فرض نماز پر اکتفا کرے لوگون کے حقوق مین مشغول رہے اور وظائف مذکورہ
کو رات مین ادا کرے جیسے حضرت عمر رض کیا کرتے تھے چنانچہ انھون نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجکو نیند سے کیا علاقہ کہ اگر مین دن کو سوؤن تو مسلمانون کو تلف
کرتا ہون اور رات کو سوتا ہون تو اپنے نفس کو تباہی مین ڈالتا ہون اور بیان گذشتہ سے تمنے سمجھ لیا ہوگا کہ دو باتین عبادات بدنی پر مقدم ہوتی ہین
اول علم دوسری مسلمانون کے ساتھ نرمی برتنی اسلیے کہ یہ دونون چیزین بذات خود عمل و عبادات ہین اور عبادات مین سے انہین کو فضیلت ہوتی ہے
جنکا فائدہ دوسرون کو پہونچے اور نفع پھیلے چونکہ یہ دونون باتین اسی قسم کی ہین اسلیے عبادات پر مقدم ٹھہرین ششم وہ موحد کہ واحد پاک مین مستغرق
ہو اور اسکے سوا اسکو اور کوئی فکر ہی نہ رہا ہو نہ بجز اللہ تعالیٰ کے اور سے محبت کرتا ہو اور نہ اسکے سوا کسی سے ڈرتا ہو اور نہ کسی دوسرے سے رزق
کی توقع رکھتا ہو اور جب کسی چیز کو دیکھتا ہے تو اُسمین خدا ہی نظر آتا ہے پس جس شخص کا رتبہ اس درجہ پہونچ جاوے تو اسکو اپنے اوقات کے
بانٹنے اور چھانٹنے کی ضرورت نہین بلکہ بعد فرائض کے اسکے لیے ایک ہی وظیفہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہر حال مین دل کا حاضر رہنا یعنی جو
امر اسکے دل مین گذرے اور جو آواز کان مین پڑے اور جو شی آنکھون کے سامنے ہو سب مین اسکو عبرت اور فکر مزید حاصل ہو نہ اسکا کوئی محرک
خدا کے سوا ہو اور نہ کوئی ساکن کرنے والا ایسے شخص کے جمیع حالات اس بات کے شایان ہوتے ہین کہ اسکے زیادتی مراتب کے سبب [illegible]
ایسے لوگون کے نزدیک ایک عبادت اور دوسری مین کچھ فرق نہین ہوتا یہی لوگ ہین کہ اللہ تعالیٰ کی طرف گریز کرگئے ہین اور انہین کے
حق مین اللہ تعالیٰ کا یہ قول صادق ہوا ہے واذ اعتزلتموهم وما يعبدون الا الله فأووا الى الكهف ينشر لكم ربكم من رحمته اور اس آیت مین بھی انہین
کی طرف اشارہ ہے انی ذاهب الى ربی سیهدین اور یہ درجہ صدیقون کے رتبہ کی انتہا ہے اس درجہ پر آدمی نہین پہونچتا ہے مگر بعد اسکے کہ ایک
مدت دراز تک ترتیب اوراد اور انکی مواظبت کرے پس طالب آخرت کو نہ چاہیے کہ ان باتون مین سے کچھ سنکر براہ مغالطہ نفس اپنے اُنکا مدعی ہو اور اپنی
معمولی عبادتون مین سستی کرنے لگے کیونکہ ایسے لوگون کی پہچان یہ ہے کہ انکے دلون مین کوئی وسوسہ نہ کھٹکے نہ گناہ کا خطرہ ہو نہ ہجوم اہوال سے اپنی
جگہ سے ہلین نہ بڑے بڑے اشغال انکے مقصود کے حارج ہون پس یہ رتبہ ہر شخص کو کہان نصیب ہے تو ضرورت مین تمام لوگون کے حق مین اوراد کی ترتیب ویسی
ہی ہے جیسی ہمنے ذکر کی ہے اور جو کچھ ہمنے ذکر کیا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف کے راستے ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل کل یعمل علی شاکلته فربکم اعلم بمن هو اهدی سبیلا راہ پا
سب ہین مگر بعض کو بعض کی نسبت کہ ہدایت زیادہ ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ ایمان کے تین سو تینتیس طریقے ہین جو شخص کہ انمین سے ایک طریق کی
شہادت پر بھی مریگا وہ جنت مین داخل ہوگا اور بعض علما نے فرمایا ہے کہ ایمان موافق شمار رسولون کے تین سو تیرہ اخلاق ہین پس جو ایماندار کہ انمین ایک
خلق پر ہو وہ اللہ کیطرف کے راستے کا سالک ہے حاصل یہ کہ لوگون کے طریقے اگرچہ عبادت کے بابمین مختلف ہین مگر سب راہ پر ہین آیت اولئك الذين

یدعون یبتغون الی ربہم الوسیلۃ ایہم اقرب انکا مصداق ہوئے ہیں اگر فرق ہو تو صرف قرب کے درجات میں ہو نہ اصل قرب میں اور سب سے قریب تر اللہ تعالیٰ کی طرف وہ ہیں جو سب کی نسبت زیادہ عارف ہیں اور سب سے زیادہ عارف ضرور ہے کہ وہی ہونگے جو اسکی عبادت زیادہ کرتے ہوں کیونکہ جو شخص اسکو پہچان لیتا ہے وہ دوسرے کی عبادت نہیں کرتا اور وظیفوں کے باب میں ہر شخص کے حق میں اصل مداومت ہے کیونکہ غرض وظائف سے صفات باطنی کا بدلنا ہے اور عمل کا ایک دو بار کرنا تاثیر کم کرتا ہے بلکہ اسکا اثر معلوم بھی نہیں ہوتا اثر تو سب اعمال پر مترتب ہوا کرتا ہے اور جب اکیلا عمل کہ جسکا اثر ظاہر میں معلوم نہیں ہوتا اور دوسری بار اور تیسری بار کے کرنے سے اسکی پشتی جلد نہیں کیجاتی تو اول کا اثر بالکل ہی مٹ جاتا ہے اور اسکا حال فقیہ کا سا حال ہو جاتا ہے جو یہ چاہے کہ میں خوب فقیہ ہو جاؤں کہ وہ بھی بدون بہت سی دفعہ مسائل کے دوہرانے کے فقیہ نہو گا اگر مثلاً ایک رات بیٹھکر مسائل کو دو چار بار کہہ لے اور مہینہ بھر یا ہفتہ بھر چھوڑ دے پھر ایک رات میں محنت کرے تو اسکا کچھ اثر نہو گا اور اگر اس محنت کو بہم راتوں پر تقسیم کرکے ہر شب تھوڑی تھوڑی محنت کیا کرے تو اسکا اثر اسمیں ہو گا اور اسی بھید کی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ احب الاعمال الی اللہ ادومہا وان قل اور حضرت عائشہ رضہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا حال لوگوں نے پوچھا تو فرمایا کہ آپ کا عمل دائمی تھا اور جب کوئی عمل آپ کرتے تھے تو اسکو مستحکم کرتے تھے اور یہیں وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو خدا تعالیٰ نے کسی عبادت کا عادی کر دیا ہو اور وہ اسکو اکتا کر چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس سے نہایت ناراض ہوتا ہے اور یہی سبب تھا کہ آپ سے جب باہر کے لوگوں کے آنے کی جہت سے دو رکعتیں رہ گئیں تو انکو عصر کے بعد تدارک مافات کے لیے پڑھ لیا پھر آئندہ کو وہ دو رکعتیں ہمیشہ عصر کے بعد پڑھتے رہے مگر اپنے مکان پر پڑھتیں مسجد میں نہ پڑھتیں تاکہ کوئی اس باب میں آپ کی پیروی نہ کرے اس امر کو حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے اب اگر یہ کہو کہ عصر کے بعد کا وقت تو مکروہ ہے اسمیں دوسرے شخص کو بھی آنحضرت صلعم کی اقتدا سے یہ دو رکعتیں جائز ہیں کہ نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس وقت میں نماز کا مکروہ ہونا تین وجہوں سے ہم بیان کر چکے ہیں اول آفتاب پرستوں کی مشابہت سے بچنا یا شیطان کے سینگ نکلنے کے وقت سجدہ سے احتراز کرنا یا اکتا نے کے خوف سے عبادت میں آرام کا ملجانا اور یہ تینوں صورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہو نہیں سکتیں اسی لیے اس باب میں دوسرے کو آپ پر قیاس نہیں کر سکتے اور اسکا شاہد یہ ہے کہ آپ نے اس فعل کو گھر میں کیا تاکہ کوئی آپ کی اقتدا نہ کرے

دوسری فصل مغرب اور عشا کے درمیان کی عبادت اور رات کی عبادت کی فضیلت میں اور ان سببوں کے ذکر میں جنسے رات کو جاگنا آسان ہو اور رات کے جاگنے کی کیفیت اور ان راتوں کے بیان میں جنکا جاگنا اور عبادت کرنا مستحب ہے اور اس فصل میں پانچ بیان ہیں۔

پہلا بیان مغرب و عشا کے درمیان کی عبادت وغیرہ کی فضیلت میں حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک سب نمازوں میں افضل مغرب کی نماز ہے کہ اسکو نہ مسافر سے کم کیا نہ مقیم سے رات کی نماز کو اس سے شروع کیا اور دن کی نماز کو اس سے تمام کیا پس جو شخص مغرب کی نماز پڑھے اور بعد اسکے دو رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اسکے لیے دو محل جنت میں بنا دے راوی فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ سونے کے فرمائے یا چاندی کے اور جو شخص اسکے بعد چار رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اسکے بیس برس کے گناہ بخشدے یا چالیس برس کے گناہ فرمائے اور حضرت ام سلمہ رضہ اور حضرت ابوہریرہ رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے تو اسکے لیے یہ رکعتیں ایک برس کامل کی عبادت کے برابر ہونگی یا یہ فرمایا کہ گویا شب قدر کو تمام رات نماز پڑھی۔ اور سعید بن جبیر حضرت ثوبان رضہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے آپکو کوئی کلام نہ کرے تو اللہ تعالیٰ پر شایان ہو گا کہ اسکے لیے دو محل جنت میں بنا دے کہ ان دونوں میں سے ہر محل کا فاصلہ سو برس کی راہ ہو گا اور دونوں کے درمیان میں درخت لگا دیگا کہ اگر انہیں کو تمام زمین والے پھریں تو سب کی گنجایش کر جاویں۔ اور ایک حدیث میں فرمایا جو شخص مغرب اور عشا کے درمیان میں دس رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اسکے لیے ایک محل جنت میں بنا دے پس حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ تب تو ہمارے محل بہت سے ہو جاوینگے آپ نے فرمایا کہ اللہ بہت بڑا ہے اور بڑے فضل والا یا یہ فرمایا کہ اللہ بہت پاک ہے۔ اور حضرت انس بن مالک رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز مغرب جماعت میں پڑھے پھر اسکے بعد دو رکعتیں پڑھے اور اس درمیان میں دنیا کے باب میں کچھ نہ بولے اور پہلی

رکعت میں الحمد اور دس آیتیں سورۂ بقر کے شروع کی اور دو آیتیں اسکے درمیان کی یعنی والٰہکم الٰہ واحد سے لقوم یعقلون تک اور پندرہ بار قل ہو اللہ احد پڑھے
پھر رکوع اور سجدہ کرکے جب دوسری رکعت کو کھڑا ہو تو الحمد اور آیۃ الکرسی اور دو آیتیں اسکے بعد اولٰئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون تک اور تین
آیتیں سورۂ بقر کے آخر کی للہ ما فی السموات وما فی الارض سے آخر سورۃ تک اور قل ہو اللہ احد پندرہ بار پڑھے تو انکا ثواب حدیث میں اسقدر ذکر
فرمایا کہ خارج از حصر ہے اور کرز بن وبرہ جو ابدال میں سے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ مجھکو کوئی ایسی چیز بتاؤ کہ میں اسکو
ہر شب کیا کروں انھوں نے فرمایا کہ جب تم مغرب پڑھو تو عشا کے وقت تک نماز ہی میں رہا کرو اور کسی سے کلام مت کرو اور درمیان نماز ہی میں رکھو
اور ہر دوگانہ کے بعد سلام پھیرو اور ہر رکعت میں ایکبار الحمد اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھو اور جب عشا کی نماز سے فارغ ہو تو اپنے مکان کو چلے
آؤ اور کسی سے کلام نہ کرو اور دو رکعتیں مکان پر پہونچکر پڑھو ہر رکعت میں الحمد ایکبار اور قل ہو اللہ سات بار پھر سلام پھیرنے کے بعد سجدہ کرو اور سات بار
اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا سوال کرو اور سات بار پڑھو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پھر اپنا سر سجدے سے اٹھا کر
برابر بیٹھ جاؤ اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھو یا حی یا قیوم یا ذا الجلال والاکرام یا الٰہ الاولین والاخرین یا رحمن الدنیا والاخرۃ ورحیمہما یا رب یا رب یا رب یا اللہ یا اللہ یا اللہ
پھر کھڑے ہو جاؤ اور ہاتھ اٹھا کر یہی دعا مانگو پھر جہاں چاہو قبلہ رخ داہنی کروٹ لیٹ رہو اور آنحضرت صلعم پر درود پڑھو اور درود اتنا پڑھو کہ پڑھتے پڑھتے سو رہو میں نے
کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ یہ بتا دیں کہ آپ نے یہ دعا کس سے سنی ہے انھوں نے فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دعا کی وحی
ہوئی تھی اور آپ نے ایک شخص کو تعلیم فرمائی تھی میں اسوقت آپ کی خدمت میں گیا تھا اور آپ کے پاس موجود تھا یہ معاملہ میرے سامنے ہوا اس
جس شخص کو آنحضرت صلعم نے سکھائی تھی اس سے میں نے سیکھی ہے اور کہتے ہیں کہ جو کوئی اس دعا اور اس نماز پر حسن یقین اور صدق نیت سے مداومت
کرے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے نکلنے کے پیشتر خواب میں دیکھے اور بعض لوگوں نے جو اس عمل کو کیا تو خواب میں دیکھا کہ جنت میں
داخل کیے گئے اور وہاں انبیا علیہم السلام کو دیکھا اور اسی جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شرف یاب ہوئے اور آپ نے ان سے گفتگو
فرمائی اور تعلیم فرمایا۔ حاصل یہ کہ اسوقت کی عبادت کی فضیلت میں بہت کچھ وارد ہوا ہے یہانتک کہ کسی نے عبید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ
سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوائے نماز فرض کے اور کسی نماز کے لیے بھی حکم فرماتے تھے کہ نہیں انھوں نے فرمایا کہ ہاں مغرب اور عشا کے
درمیان کی نماز کے لیے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مغرب اور عشا کے درمیان میں نماز پڑھے تو یہ نماز اوابین
کی ہے اور اسود کہتے ہیں کہ میں جب کبھی حضرت ابن مسعود رضہ کی خدمت میں اسوقت حاضر ہوا تو انکو نماز پڑھتے دیکھا میں نے آپ سے اسکی وجہ پوچھی
آپ نے فرمایا کہ یہ وقت غفلت کا ہے اسلیے اسمیں نماز پڑھتا ہوں۔ اور حضرت انس رضہ اس نماز پر مواظبت فرماتے اور کہتے کہ یہ ناشئۃ اللیل یعنی رات
کی طاعت ہے اور اسی کے باب میں یہ آیت اتری ہے تتجافی جنوبہم عن المضاجع اور احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ میں نے ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ سے
پوچھا کہ آپ کے نزدیک یہ بہتر ہے کہ میں دن کو روزہ رکھوں اور مغرب وعشا کے درمیان میں کھانا کھاؤں یا یہ اچھا ہے کہ دن کو افطار کروں اور
اسوقت میں نماز پڑھوں آپ نے فرمایا کہ روزہ بھی رکھو اور نماز بھی پڑھو میں نے کہا کہ اگر دونوں نہ ہو سکیں فرمایا کہ دن کو افطار کرو اور اسوقت میں نماز پڑھو

دوسرا بیان رات کے جاگنے اور عبادت کرنے کی فضیلت میں۔ آیتیں اس باب میں یہ ہیں ان ربک یعلم انک تقوم ادنیٰ من ثلثی اللیل
ونصفہ وثلثہ الآیہ اور فرمایا ان ناشئۃ اللیل ہی اشد وطأ واقوم قیلا اور فرمایا تتجافی جنوبہم عن المضاجع اور فرمایا امن ہو قانت اٰناء اللیل ساجدا
وقائما یحذر الاٰخرۃ ویرجو رحمۃ ربہ اور فرمایا والذین یبیتون لربہم سجدا وقیاما اور فرمایا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ بعضوں نے اس نماز کو شب کی
نماز کہا ہے کہ اسپر صبر کرنے سے مجاہدہ نفس پر استعانت ہوجاتی ہے اور احادیث بھی اسکے فضائل میں بہت ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں کہ شیطان تم میں سے ایک شخص کی گدی پر جب وہ سوتا ہے تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہی پھونک دیتا ہے کہ ابھی رات
بہت ہے سو رہو پس اگر وہ شخص جاگے اور خدا تعالیٰ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھلجاتی ہے اور اگر وضو کرے تو دوسری گرہ ڈھیلی ہوتی ہے

اور اگر نماز پڑھی تو تیسری گرہ کھلجاتی ہی اور صبح کو سرور کے ساتھ طیب النفس اٹھتا ہی ورنہ نفس کا خبیث اور سست اٹھتا ہی۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا مذکور ہوا کہ وہ تمام رات سوتا رہا یہانتک کہ صبح ہوگئی آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے کان مین شیطان نے پیشاب کردیا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ شیطان کے پاس ایک سونگھنی اور ایک چٹنی اور ایک انجن ہی جب وہ کسی کو سونگھنی سونگھا دیتی ہی تو اسکی عادت بُری ہوجاتی ہی اور جسوقت چٹنی چٹاتا ہی اسکی زبان تیز اور فحش ہوجاتی ہی اور جب انجن لگادیتا ہی تو رات کو صبح تک سوتا رہتا ہی اور فرمایا کہ دو رکعتین اگر بندہ پچھلی رات کے درمیان مین پڑھے تو اسکے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر ہین اور اگر مین اپنی اُمت پر اُنکو مشکل نہ جانتا تو اُنپر ان دونون رکعتون کو فرض کردیتا۔ اور حدیث صحیح مین حضرت جابر رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان من اللیل ساعۃ لایوافقہا عبد مسلم یسأل اللہ تعالیٰ فیہا خیرا الا اعطاہ ایاہ اور ایک روایت مین یہ الفاظ ہین یسأل اللہ خیرا من امر الدنیا والاخرۃ الا اعطاہ ایاہ وذلک فی کل لیلۃ اور مغیرہ بن شعبہ رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنا کھڑے ہوتے کہ آپ کے پاؤن پھٹ گئے لوگون نے عرض کیا کہ آپکے تو اگلے پچھلے سب گناہ بخشے گئے آپ اتنی مشقت کیون فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ کیا مین بندہ شکر گزار نہون۔ اسکے مضمون سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ جواب آپ کا رتبہ کی زیادتی سے کنایہ ہی اسلیے کہ شکر باعث مزید نعمت ہی چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی لان شکرتم لازیدنکم اور حضرت ابوہریرہ رضہ کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اگر یہ چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ کی رحمت تمپر زندہ رہنے اور مردہ ہونے اور قبر مین رہنے اور مرنے کے بعد جی اُٹھنے کے حال مین رہے تو رات سے اُٹھکر نماز پڑھو اور اس نماز سے اپنے پروردگار کی رضا چاہو اے ابوہریرہ اپنے گھر کے کونون مین نماز پڑھو تمہارے گھر کا نور آسمان مین ایسا ہوگا جیسے چھوٹے اور بڑے ستارون کی روشنی زمین کے باشندون کے پاس ہی۔ اور فرمایا کہ رات کی عبادت کو اپنے اوپر لازم کرلو کہ وہ تم سے پیشتر کے نیک بختون کا طریقہ ہی اور اسمین یہ خوبیان ہین کہ خدا تعالیٰ کی نزدیکی اور گناہون کا دور ہونا اور بدن مین سے روگ کا دفع رہنا اور گناہون سے محترز رہنا اس سے نصیب ہوتا ہی اور فرمایا کہ جس شخص کی عادت رات کو نماز پڑھنے کی ہو اور نیند اسکو غالب ہوجاوے اور نہ پڑھ سکے تو اسکے لیے ثواب اسکی نماز کا لکھا جاویگا اور سونا اسکو فائدہ مین رہا۔ اور حضرت ابوذر رضہ کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم سفر کا ارادہ کرتے ہو تو اسکے لیے کچھ سامان کرتے ہو انھون نے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ پھر سفر طریق قیامت کے سامان کیسے ہونگے اے ابوذر مین تجکو وہ بات بتادون جو اس روز تیرے کام آوے انھون نے عرض کیا کہ فرمائیے قربان ہون آپ پر میرے ماباپ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کی شدت حرارت کے لیے ایک روز روزہ رکھ اور رات کی تاریکی مین قبر کی وحشت کے واسطے دو رکعتین ادا کر اور بڑے بڑے امور کے لیے حج کر اور کچھ صدقہ کسی مسکین کو دے یا کوئی حق بات ہی کہدے یا کسی بُری بات سے سکوت کر۔ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین کوئی شخص تھا کہ جب لوگ پڑکر سوجاتے تو وہ اُٹھکر نماز پڑھتا اور قرآن کی تلاوت کرتا اور دعا مانگتا کہ اے دوزخ کے پروردگار مجھکو اس سے پناہ دے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین مذکور ہوئی آپ نے فرمایا کہ جب وہ ایسا کہے مجھے خبر کرنا چنانچہ آپ تشریف لیگئے اور رات آپ اسکی دعا سنی جب صبح ہوتی تو اس سے فرمایا کہ میان تو جنت خدا تعالیٰ سے کیون نہین مانگتا اُسنے عرض کیا کہ یارسول اللہ میرا یہ رتبہ نہین اور نہ میرے عمل اس قابل ہین یہ کہکر وہ تھوڑا ہی ٹھہرا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اُترے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اس شخص سے کہدو کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو دوزخ سے پناہ دی اور جنت مین داخل کیا اور مروی ہی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر فرمایا کہ عبداللہ بن عمر اچھے شخص ہین اگر رات کو نماز پڑھا کرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضہ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا مقولہ کہدیا اُنھون نے آیندہ سے رات کے جاگنے اور نماز کا التزام کرلیا چنانچہ نافع آپ کے غلام کہتے ہین کہ آپ رات کو نماز پڑھتے اور مجھسے پوچھتے کہ نافع سحر ہوگئی مین کہتا کہ نہین ہوئی پھر آپ نماز پڑھنے لگتے پھر فرماتے کہ نافع سحر ہوگئی مین کہتا کہ ہان تو آپ بیٹھکر استغفار پڑھتے رہتے یہانتک

۱۲ بخاری و مسلم
بروایت ابن مسعود ۱۲
طبرانی بروایت انس و بزار بروایت سمرۃ بن جندب اور دونون کی سند ضعیف ہی ۱۲
محمد بن نصر مروزی بروایت حسان بن عطیہ مرسلاً ۱۲
اس حدیث کا ترجمہ اور سند آخر بیان مین ہو
بخاری و مسلم ۱۲
ابن ابی الدنیا
سری بن مخلد
مسندًا اور مرسلاً

کہ صبح صادق ہو جاتی - اور حضرت امام زین العابدین رضہ سے مروی ہی کہ حضرت یحیی بن زکریا علیہما السلام نے ایک روز جَو کی روٹی پیٹ بھر کر کھائی اُس رات جو ورد معمولی پڑھا کرتے تھے اُس سے سو گئے یہان تک کہ صبح ہو گئی اللہ تعالی نے اُنپر وحی بھیجی کہ ای یحیی کیا تنے کوئی گھر میرے گھر سے اچھا پایا یا کوئی ہمسایہ میرے ہمسایہ سے بہتر تجکو ملگیا ای یحیی قسم ہی اپنی عزت کی اگر تو جنت کو ایک دفعہ بھی جھانک لے تو مارے اشتیاق کے تیری چربی گھل جائے اور تیری جان نکل جاوے اور اگر دوزخ کی طرف ایک مرتبہ جھانکے تو تیری چربی پگھلے اور آنسوؤن کی جگہ پیپ سے رووے اور ٹاٹ کے عوض لوہا پہنے - اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ فلان شخص رات کو تو تہجد پڑھتا ہی اور صبح کو اُٹھکر چوری کرتا ہی آپ نے فرمایا کہ رات کی نماز اُسکو اُسکے عمل سے روک دیگی - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی رحم کرے اُس مرد پر کہ رات سے اُٹھکر نماز پڑھے پھر اپنی بی بی کو جگا دے اور وہ بھی نماز پڑھے اور اگر وہ نہ اُٹھے تو اُسکے منھ پر پانی چھڑک دے اور اللہ تعالی رحم کرے اُس عورت پر کہ رات سے اُٹھکر نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو جگا دے اور وہ بھی نماز پڑھے اور اگر نہ اُٹھے تو اُسکے منھ پر پانی کا چھینٹا دے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کو جاگے اور اپنی بی بی کو جگا دے اور دونون دوگانہ نماز ادا کرین تو خدا ے تعالی کے زیادہ تر ذاکرین اور ذاکرات مین لکھے جاوینگے - اور فرمایا کہ فرض نماز کے بعد سب مین افضل نماز شب ہی اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے ورد یا اُسمین سے کسی قدر سے رات کو سو جاوے پھر فجر اور ظہر کے درمیان مین اُسکو پڑھ لے تو اُسکے لیے ایسا ہی لکھا جاویگا کہ گویا رات سے پڑھا ہی - اور آثار بھی اس باب مین بہت ہین حضرت عمر رضہ اپنے رات کے ورد مین کوئی آیت خوف کے مضمون کی پڑھتے تو گر جاتے یہان تک کہ بہت دنون آپکی عیادت کیجاتی جیسے بیمارون کی عیادت ہوتی ہی - اور حضرت ابن مسعود رضہ جب لوگ سو جاتے تو اُنکے پڑھنے کی آواز صبح تک مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح سُنی جاتی - اور کہتے ہین کہ ایک رات سفیان ثوری رح نے کھانا پیٹ بھر کھایا پھر فرمایا کہ گدھے کو جب گھاس زیادہ دیا جاتا ہی تو کام بھی زیادہ لیا جاتا ہی پس صبح تک عبادت کرتے رہے - اور طاؤس رح جب اپنے بستر پر لیٹتے تو اُسپر ایسے اچٹتے جیسے دانہ بھوننے کے وقت اُچٹتا ہی پھر اُچھلکر اُس سے علیحدہ ہوتے اور صبح تک نماز پڑھتے پھر فرماتے تھے عابد کی نیند یاد جہنم مین اُڑ گئی + اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ ہم کوئی کام زیادہ سخت رات کی محنت اور اُس مال کے دینے سے نہین جانتے پھر کسی نے اُنسے پوچھا کہ یہ کیا بات ہی کہ تہجد گزارون کے چہرے اور لوگون سے اچھے ہوتے ہین آپ نے فرمایا اسلیے کہ وہ لوگ اللہ تعالی کے ساتھ تنہا ہوتے ہین اسی لیے اللہ تعالی اُنکو اپنے نور مین سے کسی قدر پہنا دیتا ہی اور کوئی نیک بخت اپنے کسی سفر سے پھر کر آئے اُنکے لیے بستر بچھایا گیا اُسپر سو رہے یہان تک کہ اُنکا ورد شب کا فوت ہو گیا اُنھون نے قسم کھائی کہ آیندہ کو کبھی بستر پر نہ سوؤنگا - اور عبد العزیز ابن ابی رواد رات کو اپنے بستر کے پاس آتے اور اُسپر ہاتھ پھیر کر کہتے کہ تو نرم تو ہی مگر بخدا کہ جنت مین مجھے بھی نرم تر ہی پھر ساری رات نماز پڑھتے رہتے - اور فضیل رح کا قول ہی کہ جب رات میرے سامنے آتی ہی تو اول اُسکی درازی سے مجھے خوف لگتا ہی مگر مین قرآن شروع کر دیتا ہون تو اپنی حاجت پوری بھی نہین کرتا کہ صبح ہو جاتی ہی - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہی تو اُسکے سبب رات کے اُٹھنے سے محروم رہتا ہی اور فضیل رح فرماتے ہین کہ جب تم سے رات کا جاگنا اور دن کو روزہ رکھنا نہو سکے تو جان لو کہ تم محروم ہو اور تمھارے گناہ بہت ہو گئے ہین - اور صلہ بن اشیم رح تمام رات نماز پڑھتے جب سحر ہوتی تو دعا کرتے کہ الٰہی مجھ جیسا شخص جنت کیسے طلب کرے لیکن اپنی رحمت سے مجکو دوزخ سے پناہ دے - اور ایک شخص نے کسی حکیم سے کہا کہ مجھ سے شب بیداری نہین ہو سکتی اُسنے کہا کہ بھائی دن کو خدا تعالی کی نافرمانی مت کر پھر شب بیداری نہ کرنے کا مضائقہ نہین - اور حسن بن صالح کے پاس ایک لونڈی تھی اُنھون نے ایک قوم کے ہاتھ اُسکو بیچ ڈالا جب آدھی رات ہوئی وہ لونڈی اُٹھی اور کہا کہ اُٹھو گھر والو نماز پڑھو اُنھون نے کہا کہ کیا صبح ہو گئی جو نماز پڑھین لونڈی نے پوچھا کہ تم فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز نہین پڑھتے اُنھون نے کہا کہ نہین وہ لونڈی حسن کے پاس آئی اور کہا کہ آقا - آپنے مجکو ایسے لوگون کے ہاتھ

[illegible]

بیچ دیا جو تہجد نہین پڑھتے مجکو واپس کر لو چنانچہ اُنھون نے اُسکو ہٹا لیا اور دام پھیر دیے۔ اور ربیع کہتے ہین کہ مین امام شافعی رضہ کے مکان مین بہت راتون سویا ہون مین نے دیکھا کہ آپ رات کو بہت تھوڑا سوتے تھے اور ابو الجویریہ کہتے ہین کہ مین حضرت امام ابو حنیفہ رضہ کے ساتھ چھ مہینے رہا ہون اِس عرصہ مین کوئی شب ایسی نہین ہوئی کہ آپ نے زمین پر اپنی کروٹ لگائی ہو۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ رضہ کا دستور تھا کہ نصف شب عبادت کیا کرتے تھے لیکن ایکبار کچھ لوگون کے پاس گذر ہوا تو اُنھون نے آپس مین ذکر کیا کہ یہ شخص تمام رات عبادت کرتا ہے آپ نے اپنے دل مین کہا کہ میری صفت وہ بیان کرتے ہین جو مین کرتا نہین اِسی لیے آیندہ کو تمام رات عبادت کرنے لگے اور کہتے ہین کہ رات کو آپ کے لیے کوئی بستر نہ تھا اور کہتے ہین کہ مالک بن دینار رضہ نے ایک رات اِس آیت کو پڑھ پڑھ صبح کر دی ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلہم کالذین آمنوا وعملوا الصلحت سواء محیاہم ومماتہم ساء ما یحکمون۔ اور مغیرہ بن حبیب کہتے ہین کہ مین نے مالک بن دینار کو دیکھا کہ اُنھون نے بعد عشا کے وضو کیا پھر اپنی جا نماز پر کھڑے ہو کر اپنی ڈاڑھی پکڑی اور آنسوؤن سے گلا رک گیا پھر یہ کہنا شروع کیا کہ الٰہی مالک کے بڑھاپے کو دوزخ پر حرام کر دے الٰہی تجھے تو معلوم ہے کہ جنت مین کون رہیگا اور دوزخ مین کون رہیگا تو مالک اِن دونون فریقون مین سے کونسا ہے اور اِن دونون گھرون مین سے مالک کا گھر کونسا ہے اِسی طرح صبح صادق ہونے تک کہتے رہے۔ اور مالک بن دینار کہتے ہین کہ ایک رات مین اپنا وِرد بھول گیا اور سو رہا خواب مین دیکھا کہ ایک عورت نہایت خوبصورت ہاتھ مین رقعہ لیے ہے اور مجھ سے کہتی ہے کہ تمکو اچھی طرح پڑھنا آتا ہے مین نے کہا کہ ہان اُسنے وہ رقعہ مجھے دیا دیکھا تو اُسمین اِس مضمون کا ایک قطعہ تھا قطعہ کیا لہو مین ڈالا لذائذ و امانی نے ہد کہ دھویا نقش حور عینی دل کے صفینے سے ہد بہار عمر دائم ہے نہین ہے موت جنت مین ہد حورون سے اور اُنکو لگاؤ اپنے سینے سے ہد اُٹھو اب خواب غفلت سے کہ اِس سونے سے بہتر ہے ہد تہجد مین ہو قرآن کی تلاوت کر نیے سے ہد اور کہتے ہین کہ مسروق نے حج کیا اور تمام سفر مین رات کو صرف سجدہ ہی کرنے مین بسر کر دی اور ازہر بن مغیث جو بڑے تہجد گزارون مین ہین کہتے ہین کہ مین نے خواب مین ایک عورت دیکھا کہ وہ دنیا کی عورتون کے مشابہ نہ تھی مین نے اُس سے پوچھا کہ تو کون ہے اُسنے کہا کہ مین حور ہون مین نے کہا کہ تو مجھ سے نکاح کر لے اُسنے کہا کہ تو میرے مالک سے منگنی کا پیام کر اور میرا مہر دے مین نے پوچھا کہ تیرا مہر کیا ہے اُسنے کہا کہ بہت سا تہجد پڑھنا۔ اور یوسف بن مہران کہتے ہین کہ مین نے سنا ہے کہ عرش کے نیچے ایک فرشتہ مرغ کی صورت ہے جسکے پنجے موتی کے اور خار سبز زبرجد کے ہین جب اول تہائی رات جاتی ہے تو وہ اپنے بازو پھڑپھڑا کر بانگ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جاگنے والے اُٹھین اور جب آدھی رات گذرتی ہے تو بازو ہلا کر چیختا ہے اور کہتا ہے کہ تہجد پڑھنے والے اُٹھین۔ اور جب دو تہائی شب گذرتی ہے تو دونون بازو بجا کر بولتا ہے کہ نماز پڑھنے والے اُٹھین اور جب صبح صادق ہو جاتی ہے تو بازوؤن کو ایک دوسرے پر مار کر آواز کرتا ہے کہ غافل لوگ اپنے اوپر اپنے گناہ لیے اُٹھین۔ اور کہتے ہین کہ وہب بن منبہ یمانی نے تیس برس اپنا پہلو زمین پر نہین رکھا اور کہا کرتے تھے کہ اگر مین اپنے مکان مین شیطان کو دیکھون تو میرے نزدیک اِس سے بہتر ہے کہ اُسمین بستر دیکھون کیونکہ اُسکو دیکھنے سے نیند آتی ہے اور اُنکے پاس ایک چمڑے کا تکیہ تھا جب اُنکو نیند کا غلبہ ہوتا تو اپنا سینہ اُسپر رکھکر چند جھونکے لے لیتے پھر نماز مین لگ جاتے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ مین نے پروردگار جل شانہ کو خواب مین دیکھا اور سنا کہ یہ ارشاد فرماتا ہے کہ قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی مین سلیمان تیمی کی خوابگاہ بہت بہتر کرونگا اُسنے میرے لیے چالیس برس عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ اور کہتے ہین کہ سلیمان تیمی کا مذہب یہ تھا کہ جب نیند کا اختلاط دل مین ہو جاوے تو وضو جاتا رہتا ہے اور بعض کتب سابقہ مین خدا تعالی کا ارشاد مذکور ہے کہ فرماتا ہے کہ میرا بندہ جو حقیقت مین میرا بندہ ہو وہ ہے کہ اپنے اُٹھنے کے لیے مرغ کی آواز کا انتظار نہ کرے۔

تیسرا بیان اُن اسباب کے ذکر مین جنسے رات کا اُٹھنا سہل ہو۔ واضح ہو کہ رات کا اُٹھنا خلق پر مشکل ہے مگر جن لوگون کو خدا تعالی توفیق دیتا ہے کہ اُسکے سہل ہونے کی ظاہری اور باطنی شرطون کو بجا لاتے ہین اُنپر کچھ دشوار نہین اب جاننا چاہیے کہ ظاہری شرطین اسکے لیے چار ہین اول یہ کہ کھانا بہت نہ کھاوے کیونکہ بہت کھانے سے پانی بہت پیویگا پھر نیند بہت آویگی اور اُٹھنا بھاری پڑ جاویگا بعض مشائخ ہر شب دسترخوان پر کھڑے ہو کر کہتے کہ اے گروہ مریدان بہت مت کھاؤ ورنہ پانی بہت پیوگے اور بہت سا سوؤگے پھر مرنے کے وقت بہت سا پچتاؤگے

یعنی کیا گمان کیا ہے اُن لوگون نے جنھون نے کمائی ہین برائیان کہ کر دینگے ہم اُنکو مانند اُن لوگون کے جو ایمان لائے اور کام کیے اچھے برابر ہے جینا اُنکا اور مرنا اُنکا برا ہے جو حکم لگاتے ہین

اور معدہ کا غذا کی ثقالت سے ہلکا رہنا ایک بڑی اصل ہے دوم یہ کہ دن کو اپنے نفس پر ایسی مشقت کے کام نہ ڈالے جن سے اعضا چور ہو جاوین اور پٹھے سست پڑ جاوین کیونکہ اس وجہ سے بھی نیند آتی ہے سوم یہ کہ دن کو سونا نہ چھوڑے کہ رات کے اٹھنے کے لیے یہ سونا سنت ہے چہارم یہ کہ دن کو بہت سے گناہ نہ کرے کیونکہ گناہوں کا ارتکاب دل کو سخت کرتا ہے اور بندہ مین اور سامان رحمت مین حائل ہوتا ہے ایک شخص نے حضرت حسن رح سے کہا کہ مین آرام سے سوتا رہتا ہون اور رات کے اٹھنے کو دوست رکھتا ہون اور وضو کا پانی تیار رکھتا ہون پھر مجھے کیا ہوا ہے کہ جاگتا نہین آپنے فرمایا کہ تیرے گناہون نے تجھے روک رکھا ہے۔ اور حضرت حسن رح جب بازار مین جاکر لوگون کی آواز اور بیکار باتین سنتے تو فرماتے کہ میری دانست مین ان لوگون کی رات بری ہے کیونکہ یہ دن کو نہین سوتے اور سفیان ثوری فرماتے ہین کہ مین ایک گناہ کے عوض مین پانچ مہینے تک تہجد سے محروم رہا لوگون نے پوچھا کہ وہ کونسا گناہ تھا فرمایا کہ مین نے ایک شخص کو روتے دیکھکر اپنے جی مین کہا کہ یہ ریاکار ہے۔ اور بعض اکابر کہتے ہین کہ مین کرز بن وبرہ کے پاس گیا اسوقت وہ روتے تھے مین نے پوچھا کہ کہین سے کوئی خبر مرگ آپ کے کسی قریب کی آئی ہے فرمایا کہ اس سے بھی سخت بات ہے مین نے کہا کہ آپ کے کہین درد ہے جو ایذا دیتا ہے فرمایا کہ اس سے بھی سخت ہے مین نے کہا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ میرا دروازہ بند ہے اور پردہ چھوٹا ہوا ہے اور رات کا وظیفہ مین نے نہین پڑھا اور اسکی وجہ بجز اسکے نہین کہ مین نے کوئی گناہ کیا ہے اور یہ اسلیے کہ خیر نیکی کی طرف بلاتی ہے اور بدی شر کی طرف داعی ہے اور یہ دونون اگر تھوڑے بھی ہون تو بہت کی طرف کھینچتے ہین اور اسی وجہ سے ابو سلیمان دارانی نے فرمایا ہے کہ کسی شخص سے جماعت کی نماز بدون کسی گناہ کے فوت نہین ہوتی۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ رات کو احتلام ہونا ایک سزا ہے اور جنابت کے معنی دوری کے ہین۔ اور بعض علما فرماتے ہین کہ اے مسکین جب تو روزہ رکھے تو دیکھ لے کہ کس کے پاس افطار کرتا ہے اور کس چیز پر افطار کرتا ہے کیونکہ بندہ ایک ایسا لقمہ کھاتا ہے جس سے اسکا دل پہلی حالت سے بدل جاتا ہے اور پھر حالت اصلی پر نہین لوٹتا۔ غرضکہ گناہ سب موجب سختی دل ہوتے ہین اور تہجد سے مانع ہین خصوص حرام کی غذا کی تاثیر اسمین بہت ہے اور دل کی صفائی اور اسکو خیرات کی طرف جنبش دینے مین جسقدر حلال کا لقمہ اثر کرتا ہے اسقدر دوسری چیز نہین کرتی اور اس بات کو جو لوگ دلون کے نگران ہین تجربہ اور شریعت کی شہادت سے جانتے ہین۔ اور یہی وجہ بعض اکابر فرماتے ہین کہ بہت سے لقمے ایسے ہین کہ تہجد کے مانع ہوتے ہین اور اکثر نگاہ ایسی ہین کہ سورت کے پڑھنے کے مانع ہین اور بندہ ایک غذا کھاتا ہے اور ایک کام کرتا ہے جس سے برس روز کے تہجد سے محروم ہو جاتا ہے اور جس طرح کہ نماز فحش اور برائی سے روکتی ہے اسی طرح فحش اور برائی بھی نماز سے اور تمام خیر کے کامون سے روکتی ہے اور ایک مجلس کے داروغہ نے ذکر کیا ہے کہ مین دینور کے بندی خانہ کا کچھ اوپر تیس برس داروغہ رہا جو کوئی رات کو گرفتار ہو کر آتا مین اسکا حال پوچھتا کہ اسنے نماز عشا بجماعت پڑھی ہے یا نہین لوگ یہی کہتے کہ نہین پڑھی مین جان لیتا کہ یہی وجہ اسکی گرفتاری کی ہوئی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کی برکت فحش اور برائی کے ارتکاب کی مانع ہے اور باطن کے اسباب بھی تہجد کے اٹھنے کے لیے چار ہین اول دل کا مسلمانون کے کینے اور بدعتون اور ترددات دنیاوی سے صاف ہونا اسلیے کہ جس شخص کا فکر دنیا کی تدبیر مین ڈوبا رہتا ہے اسکو رات کو اٹھنا نصیب نہین ہوتا اور اگر اٹھتا ہے تو نماز مین تامل نہین کرتا اپنے ترددات ہی مین مبتلا رہتا ہے اور وہی وسوسے اسکے دل کو گھیرے رہتے ہین جیسے شیخ سعدی نے لکھا ہے شعر شب چو عقد نماز بربندم ٭ چہ خورد بامداد فرزندم ٭ دوم دل پر ہر وقت خوف کا غالب رہنا اور جینے کی توقع کم ہونی کیونکہ جب آخرت کی ہولون اور دوزخ کے طبقات کو سوچیگا تو اسکی نیند اڑ جاویگی اور خوف بڑھجاویگا جیسا طاؤس رح کا قول ہے مصرع عابد کی نیند یاد جہنم مین اڑ گئی ٭ اور جیسے مروی ہے کہ ایک غلام صہیب نام بصرہ مین تھا تمام رات جاگا کرتا اسکی مالکہ نے اس سے کہا کہ تیرا رات بھر کا جاگنا دن کے کام کرنے کا حارج ہے اسنے کہا کہ صہیب کو جب دوزخ کی یاد آتی ہے تو اسکو نیند نہین آتی اور ایک دوسرے غلام سے کہ وہ بھی رات بھر نہ سوتا تھا کسی نے کہا کہ رات بھر کیون جاگتا ہے اسنے جواب دیا کہ جب مین دوزخ کو یاد کرتا ہون تو مجکو خوف زیادہ لگتا ہے اور جب جنت کو یاد کرتا ہون تو شوق زیادہ ہوتا ہے اسلیے سو نہین سکتا اور ذوالنون مصری رح نے ایک قطعہ اس مضمون کا فرمایا ہے قطعہ قرآن جو کہ حادی ہے وعدہ وعید کا

بانچ ہو شب مین اہل تلاوت کو خواب سے ♦ سمجھے ہین وہ کلام شہنشاہ اسلیے ♦ گردن جھکائے رہتے ہین اور دل کباب سے ♦ اور یہ بھی قطعہ اسی
مضمون کا ہی قطعہ خواب غفلت مین جو تو سوتا ہی سن ای غافل ♦ ایک دن خواب کی کثرت سے تجھے ہو حسرت ♦ تجکو معلوم نہین قبر مین مرنے
کے بعد ♦ مدتون تک تجھے سونے کی ملیگی فرصت ♦ یا گناہون کا تیرے واسطے وان ہو بستر ♦ خیر کے کامون کا یا ہو دیگا فرش راحت ♦
یا تجھے موت کے شبخون سے ہوا غافل اسن ♦ نیند کی کثرت سے ہی مامون ہو اسکی آفت ♦ اور حضرت ابن مبارک رح نے اس مضمون کا قطعہ فرمایا ہی
قطعہ شب کی تاریکی کی ہوتی ہی اٹھائی محنت ♦ صبح تک پھر تو عبادت ہی مین وہ ہوتے ہین ♦ خوف سے نیند اڑی اسلیے ہین شب بیدار ♦
امن دنیا مین ہی جن لوگون کو وہ سوتے ہین ♦ سوم یہ کہ ان آیات واخبار و آثار سے جو رات کے جاگنے کی فضیلت مین مذکور ہوے جاگنے کا
ثواب معلوم کرے اور اپنی توقع اور شوق ثواب کو مستحکم کرے تاکہ طلب مزید اور جنت کے درجات کی رغبت اس شوق سے جوش کرے چنانچہ
مروی ہی کہ کوئی شخص جہاد سے لوٹ کر اپنے گھر آئے انکی بی بی نے بستر تیار کیا اور انکی منتظر رہی وہ بزرگ مسجد مین جاکر صبح تک نماز پڑھتے رہے
صبح کو انکی بی بی نے انسے کہا کہ ہمکو مدت سے تمہارا انتظار تھا اب جو تم آئے تو صبح تک نماز پڑھتے رہے انھون نے کہا کہ مین جنت کی ایک
حور کے سوچ مین تمام رات بھر اسکے اشتیاق مین جاگتا رہا اور گھر اور بی بی کو بھول گیا - چہارم جو سب باعثون مین اشرف ہی وہ اللہ تعالی کی
محبت اور اس بات پر اعتقاد قوی کرنا ہی کہ عبادت مین جو حرف بولتا ہون اس سے اپنے پروردگار کے ساتھ مناجات کرتا ہون اور وہ میرے
حال پر مطلع ہی اور اسکے ساتھ جو کچھ دل مین خطرہ ہو اسکو مشاہدہ کرے اور جانے کہ یہ خطرے اللہ تعالی کی طرف سے میرے ساتھ خطاب کے
ہین پس جب اللہ تعالی سے محبت ہوگی تو اسکے ساتھ خلوت کو بھی پسند کریگا اور اس سے مناجات کرنے سے لذت پاویگا اور یہی لذت جب
سے مناجات کی کثرت سے جاگنے کا باعث پڑیگی اور اس لذت کو کچھ بعید نہ جاننا چاہیے کیونکہ عقل اور نقل دونون اسکے شاہد ہین دلیل عقلی تو یہ ہی
کہ جو شخص دوسرے پر خوبصورتی کی جہت سے عاشق ہو یا بادشاہ کو اسکے انعام کی جہت سے چاہتا ہو اسکے حال کو تامل کرو کہ خلوت مین اپنے
محبوب کے ساتھ رہنے اور اسکی مناجات سے کیسی لذت پاتا ہی کہ نیند تک اسکو رات بھر نہین آتی - اب اگر یہ کہو کہ خوبصورت آدمی کو تو دیکھنے
سے لذت ہوا کرتی ہی خدا تعالی تو معلوم نہین ہوتا تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر محبوب شخص خوبصورت پردہ کی آڑ مین یا اندھیرے مکان مین ہو
تب بھی عاشق کو صرف اسکے پاس ہونے سے لذت ہوتی ہی اگرچہ اسکی طرف نہ دیکھے اور نہ اور کسی امر کی طمع ہو اور عاشق کو اسی مین مزہ ہوتا ہی
کہ اپنی محبت اسکے سامنے بیان کردے اور اپنی زبان سے اسکا ذکر ایسی طرح کرے کہ معشوق بھی سنے کہ یہ میرا ذکر کرتا ہی گو اسکو عاشق کی یہ باتین
معلوم ہون مگر عاشق کو انہین مزہ ملتا ہی اب اگر یہ کہو کہ عاشق اپنے معشوق کے جواب کا منتظر رہتا ہی اور جب اسکا جواب سنتا ہی تو اس سے لذت
پاتا ہی اور اللہ تعالی کا کلام تو نہین سنتا اسمین کیسے لذت ہوگی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر عاشق کو یہ معلوم ہوتا ہی کہ معشوق جواب نہین دیتا اور سنکر
چپ ہو رہتا ہی تب بھی اسکو اپنے حالات کہدینے اور ما فی الضمیر کو پیش کردینے کی لذت ہی ہوتی ہی چنانچہ کسی کا شعر ہی بیت تغافل تو مرا بہتر
از لطفت ♦ کہ این بہر کس و آن خاص از برای من ست ♦ اور اہل یقین کو جو اثناے مناجات مین دل پر کیفیتین وارد ہوتی ہین وہ انکو خدا تعالی
کی طرف سے سمجھتے ہین اور انسے لذت پاتے ہین جیسے کوئی بادشاہ کے پاس خلوت مین ہو کر رات کے وقت اپنی حاجتین اس سے کہے اور
اسکے انعام کی توقع سے لذت پاوے اور چونکہ اللہ تعالی سے توقع رکھنی زیادہ سچی ہی اور جو چیز اسکے پاس ہی وہ دوسرون کے پاس کی چیز سے
زیادہ تر پایدار اور مفید ہی تو پھر اپنی حاجتون کو اسکے پیش کرنے سے خلوت مین لذت کیسے نہوگی اور دلیل نقلی اس لذت کی یہ ہی کہ شب بیدار
اپنے رات کے جاگنے سے لذت پاتے ہین اور اسی وجہ سے رات کو کوتاہ جانتے ہین جیسے عاشق شب وصل کو کوتاہ سمجھتے ہین چنانچہ کسی شب بیدار
سے پوچھا کہ رات کو آپ کا کیا حال رہتا ہی انھون نے کہا کہ مین نے تو اس بات کا کبھی لحاظ نہین کیا کیونکہ رات مجھے اپنی صورت دکھاتی ہی
اور ڈھلی جاتی ہی مین سوچنے بھی نہین پاتا کہ رات ہی - اور دوسرے شب بیدار نے فرمایا ہی کہ مین اور رات گھوڑدوڑ کے دو گھوڑے ہین

کہ کبھی صبح تک مجھ سے آگے نکل جاتی ہی اور کبھی مجکو فکر سے علیحدہ کر دیتی ہی۔ اور ایک اور شخص سے پوچھا گیا کہ رات تمپر کس کیفیت سے ہوتی ہی اُنھون نے فرمایا کہ ایک گھنٹہ کی شب ہوتی ہی جسمین میری دو حالتین ہوتی ہین کہ جب اندھیرا آتا دیکھتا ہون تو خوش ہوتا ہون ابھی یہ خوشی پوری نہین ہوتی کہ صبح ہو جانے کا غم کرتا ہون۔ اور علی بن بکار کہتے ہین کہ چالیس برس سے مجھے اور کسی چیز کا غم نہین بجز صبح ہو جانے کے کہ ایک دم کے دم مین صبح ہو جاتی ہی۔ اور فضیل بن عیاض رح فرماتے ہین کہ جب آفتاب ڈوبتا ہی تو مین خوش ہوتا ہون کہ اپنے پروردگار سے خلوت نصیب ہوگی اور جب آفتاب نکلتا ہی تو رنج کرتا ہون کہ لوگ میرے پاس آوینگے۔ اور ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ شب بیدار ونکو رات مین زیادہ مزا ہی بہ نسبت اہل لہو کے اپنے لہو مین رہنے کے اور اگر رات نہوتی تو مین ہرگز دنیا مین رہنا پسند نہ کرتا اور یہ بھی انہین کا ارشاد ہی کہ اگر بالفرض اللہ تعالی شب بیدارون کو اُنکے اعمال کے ثواب کے عوض وہ لذت عنایت فرماے جو انکو شب بیداری مین ہوا کرتی ہی تو اُنکے اعمال کے ثواب سے یہ لذت زیادہ ہو۔ اور بعض علما نے فرمایا ہی کہ دنیا مین کوئی ایسا وقت نہین جو اہل جنت کے مزے کے مشابہ ہو مگر ہان جو مناجات کی حلاوت کہ رات کو عاجزی والون کے دلون مین ہوتی ہی وہ البتہ جنت کی نعمتون کے مشابہ ہی۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مناجات کی لذت دنیا مین سے نہین بلکہ وہ جنت کی چیز ہی کہ اللہ تعالی نے اُسکو اپنے دوستون کے لیے ظاہر کیا ہی اور اُنکے سوا دوسرے کو وہ نصیب نہین ہوتی اور ابن منکدر فرماتے ہین کہ دنیا کی لذتون مین سے تین باقی ہین اول رات کا جاگنا دوم بھائیون سے ملنا سوم جماعت مین نماز پڑھنا۔ اور ایک عارف فرماتے ہین کہ اللہ تعالی سحر کے وقت مین شب بیدارون کے دلون کی طرف نظر کرتا ہی اور اُنکو نور سے بھر دیتا ہی تو فوائد اُنکے دلون پر اُترکر روشن ہوتے ہین پھر اُنکے دلون سے نور زائد غافلون کے دلون کی طرف پھیلتا ہی اور کسی عالم قدیم کا قول ہی کہ اللہ تعالی نے کسی صدیق کو وحی بھیجی کہ میرے بندون مین سے کچھ لوگ ایسے ہین کہ وہ مجھ سے محبت رکھتے ہین اور مین اُنسے اور وہ میرے مشتاق ہین اور مین اُنکا اور وہ میرا ذکر کرتے ہین اور مین اُنکا اور وہ میری طرف دیکھتے ہین اور مین اُنکی طرف پس اگر تو اُنکے طریقہ کے مطابق عمل کریگا تو مین تجکو دوست رکھونگا اور اگر تو اُنسے منحرف ہوگا تو تجھپر نہایت درجہ کو خفا ہونگا اُس صدیق نے عرض کیا کہ الہی اُن بندون کی پہچان کیا ہی فرمایا کہ دن کو تو سایہ کی تاک ایسی رکھتے ہین جیسے چرواہا بھیڑی کی تاک رکھتا ہی اور دن ڈوبنے پر ایسے لوٹتے ہین جیسے پرندے اپنے گھونسلے پر لوٹتا ہی جب اُنپر رات آجاتی ہی اور اندھیرا گھلجاتا ہی اور ہر ایک دوست اپنے دوست کے ساتھ تنہا ہوتا ہی تو وہ لوگ اپنے پاؤن میرے لیے کھڑے کرتے ہین اور چہرون کو میرے سامنے زمین پر رکھتے ہین اور میرے کلام سے میرے ساتھ مناجات کرتے ہین اور میرے انعام کے واسطے میرے سامنے خوشامد کرتے ہین اُسوقت کوئی چیختا ہی کوئی روتا ہی کوئی آہ کرتا ہی کوئی دم شکایت بھرتا ہی جو کچھ وہ میرے لیے مشقتین اُٹھاتے ہین وہ میری آنکھون مین ہی اور جو کچھ میری محبت مین محنت کے شاکی ہین وہ مین سب سنتا ہون میری اول عطا اُنکو یہ ہی کہ اپنا کچھ نور اُنکے دلون مین ڈال دیتا ہون تو وہ میرا حال بتاتے ہین جیسے مین اُنکا حال بتاتا ہون اور دوسری عطا میری یہ ہی کہ اگر ساتون آسمان اور ساتون زمینین اور اُنکے درمیان کی چیزین اُنکے مقابل مین ہون تو مین اُن سب کو اُنکے سامنے کم جانون اور تیسری عطا یہ ہی کہ مین اپنے چہرے سے اُنکی طرف متوجہ ہوتا ہون تو بتاؤ کہ جسکی طرف مین اسی طرح متوجہ ہون کوئی جان سکتا ہی کہ مین اُسکو کیا دیا چاہتا ہون۔ اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ جب رات سے اُٹھکر آدمی تہجد پڑھتا ہی تو اللہ تعالی اُس سے قریب ہو جاتا ہی۔ اور اکابر سلف جو نرمی اور حلاوت اور انوار اپنے دلون مین پاتے تھے تو اسکی وجہ یہی جانتے تھے کہ دل کو نزدیکی پروردگار کی ہوتی ہی اور اس امر کا ایک بھید اور تحقیق ہی باب محبت مین اُسکا بیان اشارۃً آویگا۔ اور مروی ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ ای میرے بندے مین تیرے دل کے پاس ہوگیا اور تو نے میرا نور غیب مین دیکھا اور کسی مرید نے اپنے اُستاد سے شکایت کی کہ مین رات بھر جاگتا ہون کوئی تدبیر ایسی فرمایئے کہ نیند آجاوے اُستاد نے فرمایا کہ بیٹا رات اور دن مین اللہ تعالی کی رحمت کی لپٹین ہوا کرتی ہین بیدارون کو لگتی ہین سوتے ولون کو نہین پہونچتی اُن لپٹون کے لگنے کی تدبیر کر مرید نے کہا کہ اُستاد

خوب تدبیر بتائی کہ نہ دن کو سوؤ نہ رات کو۔ جاننا چاہیے کہ ان لیٹون کی توقع رات کو زیادہ ہو اسلیے کہ رات کے جاگنے میں دل کی صفائی اور روکے
کامون سے علیحدگی ہوتی ہو اور حدیث صحیح میں حضرت جابر رض سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات میں ایک ایسی ساعت ہو کہ
جو بندہ مسلمان اسکو پاتا ہو اور اسمین اللہ تعالی سے بہتری طلب کرتا ہو اللہ تعالی اسکو عنایت ہی کرتا ہو۔ اور ایک روایت مین ہو کہ بہتری امر
دنیا اور دین کا طالب ہو تو اسکو دے دیتا ہو اور یہ بات ہر شب مین ہو۔ اور شب بیدار ون کی غرض یہی ساعت ہو اور وہ تمام شب میں معین
نہیں کہ کس وقت ہو جیسے شب قدر رمضان کے مہینہ مین اور جمعہ کے دن کی ساعت معلوم نہیں اور رحمت کی لپٹون کی ساعت وہی ہو واللہ اعلم
چوتھا بیان شب کے حصون کی تقسیم کے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ رات کا جاگنا مقدار کے اعتبار سے سات طرح پر ہو اول یہ کہ تمام شب
جاگے یہ طور انہی زبردست لوگون کا ہو جو خاص خدا تعالی کی عبادت کے لیے مجرد ہیں اور اسکی مناجات سے لذت پاتے ہیں اور
شب بیداری انکی غذا اور انکے دلون کی جان ہو گئی ہو اسی جہت سے وہ کثرت بیداری سے نہیں تھکتے اور سونا دن کو مقرر کیا ہو جسوقت
لوگ کام کاج مین ہون پہلے اکابر مین سے کچھ لوگون کا دستور ایسا ہی تھا وہ لوگ عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے ابو طالب مکی رحمۃ
بیان کیا ہو کہ یہ بات بسبیل تواتر و اشتہار چالیس تابعیون سے منقول ہو اور انمین بعض ایسے بھی تھے کہ چالیس برس تک اس امر پر مداومت کی
مثلاً سعید بن المسیب اور صفوان بن سلیم مدینہ منورہ کے اور فضیل بن عیاض اور وہیب بن الورد مکہ معظمہ کے اور طاؤس اور وہب بن منبہ
یمن کے اور ربیع بن خثیم اور حکم کوفہ کے اور ابو سلیمان دارانی اور علی بن بکار شام کے اور ابو عبداللہ خواص اور ابو عاصم عباد کے یعنی
مختلف قبیلون کے اور حبیب ابو محمد اور ابو جابر سلمانی فارس کے اور مالک بن دینار اور سلیمان تیمی اور یزید رقاشی اور حبیب بن ثابت
اور یحیی البکاء بصرہ کے اور کہمس بن منہال جو ایک مہینہ مین تین ختم قرآن مجید کے کرتے اور جو آیت نہ سمجھتے تو رجوع کرتے اور دوبارہ
پڑھتے اور مدینہ منورہ کے باشندون مین سے ابو حازم اور محمد بن منکدر بھی ایسے ہی تھے اور انکے سوا اور بہت تھے جنکا شمار بہت ہو دوم یہ کہ
نصف شب جاگے اس قسم کے لوگ سلف مین بیشمار ہیں جنھون نے نصف شب کے جاگنے پر مواظبت کی ہو اور اس باب مین عمدہ طریق
یہ ہو کہ شب کی اول تہائی اور پچھلا چھٹا حصہ سونے مین بسر کرے تاکہ عبادت اور جاگنا شب کے درمیان بیچا بیچ مین ہو وے کہ یہ صورت
افضل ہو سوم یہ کہ تہائی شب جاگے اس صورت مین نصف شب اول اور چھٹا حصہ پچھلی شب مین سو وے حاصل یہ کہ آخر شب مین سونا
اچھا ہو اس وجہ سے کہ اس سے صبح کو اونگھ نہیں آتی اکابر سلف صبح مین اونگھنے کو مکروہ جانتے تھے دوسرا فائدہ یہ ہو کہ آخر شب مین سونے سے
چہرے پر زردی کم آتی ہو اور انگشت نمائی کم ہوتی ہو پس اگر اکثر شب جاگے اور سحر کو سو رہے تو زردی چہرہ بھی کم ہوگی اور اونگھ بھی تھوڑی
ہوگی حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب آخر شب مین وتر پڑھ چکتے تو اگر آپ کو حاجت اپنی ازواج کی ہوتی تب تو انکے
قریب فرماتے ورنہ جانماز پر لیٹ جاتے یہان تک کہ بلال رض آپ کو نماز کی اطلاع دیتے۔ اور یہ بھی حضرت عائشہ رض سے مروی ہو کہ مین نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھلی سحر کے وقت جب دیکھا ہو سوتے ہی پایا ہو۔ بعض اکابر سلف نے کہ انمین سے ابو ہریرہ رض بھی ہین فرمایا ہو
کہ یہ لیٹنا صبح سے کچھ پہلے سنت ہو۔ اور اسوقت کا سونا مکاشفہ اور مشاہدہ کا سبب ہو کہ غیب کے پردون کے پیچھے سے اہل دل کو ہوا کرتا ہو
اور ایک یہ بھی اس سے فائدہ ہو کہ اتنے آرام ملنے سے دن کے وظائف مین سے اول وظیفہ پر مدد ملتی ہو۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام
اس طرح رات کو جاگتے کہ پچھلی نصف شب مین سے تہائی جاگتے اور چھٹا حصہ پچھلی شب کا سوتے چہارم یہ کہ رات کا چھٹا حصہ یا پانچوان
حصہ جاگے اسکے لیے افضل یہ ہو کہ نصف آخر شب مین ہو اور بعضون نے کہا ہو کہ رات کا پچھلا چھٹا حصہ جاگے پنجم یہ کہ جاگنے کا کچھ اندازہ
نہو کیونکہ مقدار شب ٹھیک ٹھیک یا تو نبی کو وحی کی جہت سے معلوم ہو سکتی ہو یا اس شخص کو جو ہیئت جانتا ہو اور چاند کی منزلین پہچانتا ہو
اور ایک آدمی کو اسکے دیکھنے کے لیے مقرر کر دے کہ جب اس مقام پر چاند ہو تو جگا دے تو اسمین بھی یہ دقت ہو کہ ابر کی راتون مین کند پڑیگی

لہذا ایسے جاگنے کے لیے مناسب یہ ہی کہ اول شب مین اتنا جاگے کہ اسکو نیند آجاوے پھر جب آنکھ کھلے تب اٹھکر عبادت کرے اور جب نیند کا غلبہ ہو تو سو رہے اس صورت مین ایک شب مین دو بار سونا اور دو بار جاگنا ہوگا اور رات کی محنت اٹھانی اسی کا نام ہی اور سب اعمال سے سخت اور افضل یہی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک بھی یہی تھی - اور حضرت ابن عمر اور دوسرے اولوالعزم صحابہؓ اور بہت سے تابعینون کا طریق یہی تھا - اور بعض سلف کے اکابر فرمایا کرتے کہ سونا اول ہی بار کا ہی اگر مین جاگ کر پھر سو رہون تو خدا ایسا میری آنکھ کو کبھی نہ سلاوے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جاگنا مقدار کے اعتبار سے ایک نہج پر نہ تھا کبھی آپ نصف شب جاگتے کبھی تہائی کبھی دو تہائی کبھی چھٹا حصہ اور سال کی تمام راتون مین اسی طرح مختلف طور ہوتا چنانچہ سورۂ مزمل مین دو جگہ ارشاد خداوندی سے یہ بات معلوم ہوتی ہی مثلاً فرمایا ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل نصفہ وثلثہ - دو تہائی سے قریب تر گویا ایک نصف اور بارھوان حصہ پس اگر نصفہ اور ثلثہ کو کسرہ دیا جاوے تو نصف اور ثلث دو تہائی کا مراد ہوگا اور تہائی اور چوتھائی سے قریب ہوجاویگا اور اگر نصب دیا جاوے تو نصف اللیل اور اسکا سوم حصہ مراد ہوگا - اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت اٹھا کرتے تھے کہ جب آواز مرغ کی سنتے تھے اس حساب سے چھٹا حصہ شب کا اور اس سے کم ہوتا ہی - اور ایک صحابی سے مروی ہی کہ مین نے سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز شب کو خوب دیکھا ہی آپ بعد عشا کے تھوڑا سا سو رہے پھر جاگے اور آسمان کے کنارون کو دیکھکر فرمایا ربنا ما خلقت ہذا باطلاً یہان تک کہ انک لاتخلف المیعاد تک پہونچ گئے پھر اپنے بستر مین سے ایک مسواک کھینچی اور مسواک کرکے وضو کیا اور نماز پڑھی یہان تک کہ میری دانست مین اسقدر عرصہ ہوگیا جسقدر کہ آپ سوئے تھے پھر آپ لیٹ رہے حتی کہ مین نے کہا کہ جس قدر آپ نے نماز پڑھی تھی اسی قدر سو لئے پھر آپ جاگے اور جو اول بار آیت پڑھی تھی وہی اس بار پڑھی اور جو کچھ پہلے کیا تھا وہی اس دفعہ کیا - ششم کمتر مقدار جاگنے کی یہ ہی کہ بقدر چار رکعتون یا دو رکعتون کے جاگے یا یہ کہ وضو کرنا دشوار ہو تو قبلہ رخ ایک ساعت ذکر و دعا مین مشغول ہو کر بیٹھے تو یہ شخص خداے تعالی کی رحمت اور فضل سے تہجد گزارون کے زمرہ مین لکھا جاویگا - اور ایک اثر مین آیا ہی کہ رات کو نماز پڑھ اگرچہ مقدار بکری کے دودھ نکالنے کے ہو غرضکہ تقسیم شب کے یہ طریق ہین طالب آخرت انہین سے جو اپنے اوپر آسان دیکھے اسکو اختیار کرلے ہفتم یہ کہ جس صورت مین رات کے ٹھیک درمیان مین اٹھنا دشوار ہو تو چاہیے کہ مغرب اور عشا کے درمیان کے وقت کو اور عشا کے بعد کے وقت کو عبادت سے خالی نہ چھوڑے پھر صبح صادق سے پیشتر سحر کے وقت اٹھ کھڑا ہو ایسا نہو کہ صبح صادق سونے کی حالت مین ہو جاوے تو اس صورت مین رات کی دونون طرفون مین جاگنا اور عبادت ہوجاویگی اور چونکہ مقدار شب کی طرف اس بیان مین لحاظ تھا تو ان مراتب کی ترتیب موافق وقت کی زیادتی اور کمی کے ہی لیکن پانچوین اور ساتوین طریق مین مقدار کی طرف لحاظ نہین کیا گیا اس لیے اسکا حال آگے پیچھے ہوجانے مین ترتیب مذکورۂ سابق کی طرح نہین کیونکہ ساتوان مثلاً اس وقت سے کم نہین جو ہم چھٹے طریق مین لکھ آئے ہین اور نہ پانچوان طریق چوتھے کی نسبت کم ہی

پانچوان بیان ان برس مین جتنے دن اور جتنی راتین عمدہ ہین انکے ذکر مین - واضح ہو کہ جو راتین کہ فضیلت انہین زیادہ ہی اور انہین جاگنا اور عبادت کرنا تاکید مستحب ہی وہ برس مین پندرہ راتین ہین طالب آخرت کو انسے غافل نہونا چاہیے کہ وہ راتین خیر کی اوقات اور تجارت کی جگہین ہین اور جس صورت مین کہ تاجر موسم سے غافل رہیگا تو اسکو فائدہ نہ ملیگا اور جب طالب عمدہ اوقات سے بیخبر ہوگا تو فلاح نہ پاویگا ان پندرہ کی تفصیل یہ ہی کہ چھ راتین ماہ رمضان المبارک مین ہین پانچ تو اخیر عشرہ کی طاق راتین یعنی ۲۱ اور ۲۳ اور ۲۵ اور ۲۷ اور ۲۹ اس وجہ سے کہ انہین مین شب قدر تلاش کیجاتی ہی اور ایک سترھوین شب رمضان ہی کہ جسکی صبح کو یوم الفرقان اور یوم التقی الجمعان ہوا یعنی اس مین جنگ بدر ہوئی اور ابن الزبیر رض نے فرمایا ہی کہ یہ رات شب قدر ہی اور باقی نو راتین یہ ہین اول ماہ محرم کی پہلی شب دوم شب عاشورا

ہفتم اول شب ماہ رجب چہارم پندرھوین شب ماہ مذکورہ پنجم ستائیسوین شب ماہ مسطور جو شب معراج ہی اور اس شب مین ایک نماز حدیث مین وارد ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص اس رات مین عمل نیک کرے اسکو سو برس کی نیکیان ملینگی پس جو شخص اس رات مین بارہ رکعتین پڑھے اور ہر رکعت مین الحمد اور قرآن کی ایک سورت پڑھے اور دو دو رکعتون کے بعد التحیات پڑھتا جاوے اور سلام سب رکعتون کے بعد پھیرے پھر سو دفعہ کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور سو بار استغفار پڑھے اور سو دفعہ درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے اور اپنے لیے دین و دنیا کے امور مین سے جو چاہے دعا مانگے اور صبح کو روزہ رکھے تو اللہ تعالی اسکی سب دعا مقبول فرماویگا بشرطیکہ دعا گناہ کے باب مین نہو ششم پندرھوین شب ماہ شعبان کی اسمین سو رکعتین ہین ہر رکعت مین الحمد کے بعد سورہ اخلاص دس مرتبہ پڑھے اکابر سلف اس نماز کو ترک نہ کرتے تھے چنانچہ نفل نماز کے ذکر مین ہم اسکو لکھ آئے ہین ہفتم شب عرفہ ہشتم و نہم عیدین کی راتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص عیدین کی دونون راتون مین عبادت کرے اسکا دل نہ مریگا جس روز کہ دل مرینگے۔ اور برس کے دنون مین عمدہ دن انیس ہین جنمین وظائف کا پابند رہنا مستحب ہی پہلا عرفہ دوسرا عاشورا تیسرا ستائیسوان دن رجب کا جو بہت بڑا شرف رکھتا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص ستائیسوین تاریخ رجب کو روزہ رکھے اسکے لیے اللہ تعالی ساٹھ مہینے کے روزے لکھ دیتا ہی اور یہ وہ روز ہی جسمین حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت لیکر اترے تھے چوتھا سترھوان دن رمضان مبارک کا جو بدر کی لڑائی کا دن ہی پانچوان پندرھوان روز شعبان کا چھٹا جمعہ کا روز ساتوان عید کا روز اور دس دن ذیحجہ کے جو ایام معلومات کہلاتے ہین اور چونکہ عرفہ پہلے گذر چکا تو یہ نو روز رہے اور تین دن ایام تشریق یعنی گیارھوین بارھوین تیرھوین ذیحجہ کی جنکو ایام معدودات کہتے ہین اور حضرت انس رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جب جمعہ اچھی طرح گذرتا ہی تو سب دن اچھے گذرتے ہین اور جب ماہ رمضان سلامت رہتا ہی تو تمام سال سلامت رہتا ہی۔ اور بعض علما نے فرمایا ہی کہ جو شخص دنیا مین پانچ روز اپنی لذتون مین رہیگا وہ آخرت مین لذت نہ پاویگا اور ان پانچ روزون سے انکی مراد دو روز عید کے اور ایک جمعہ اور ایک عرفہ اور ایک عاشورا ہی اور ہفتہ کے دنون مین سے بہتر روز پنجشنبہ اور دوشنبہ ہی جنمین اعمال خداوند تعالی کی طرف اٹھائے جاتے ہین اور روزہ رکھنے کے لیے جو مہینے اور دن اچھے ہین انکی فضیلت ہم باب الصوم مین لکھ آئے ہین اب دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہین واللہ اعلم

جلد اول احیاء العلوم کی خدا تعالی کی عنایت سے پوری ہوئی اسکے بعد دوسری جلد آتی ہی اور اسکا شروع کھانے کے آداب سے کرینگے

بعون اللہ تعالی وحسن توفیقہ والحمد للہ اولا و آخرا و ظاہرا و باطنا وصلی اللہ علی کل عبد مصطفی وعلی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ ائمۃ الہدی۔

خاتمۃ الطبع از مولوی مسلم اللہ سلمہ اللہ

الحمد للہ والمنہ کہ کتاب مستطاب احیاء العلوم مصنفہ امام غزالی رحمۃ اللہ کے جلد اول کا نفیس ترجمہ مذاق العارفین مترجمہ مولانا العلامۃ محمد احسن نانوتوی سلمہ اللہ ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۰۸ھ مطابق ماہ اپریل سنہ ۱۸۹۱ء مین مطبع اودھ اخبار لکھنو جناب منشی نولکشور صاحب سی۔ آئی ای۔ مین طبع ہوا۔

حسب شرح نمبر ۵۰۴۷

فہرست مطالب مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین جلد دوم

تمت

قُل هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ

ہادی برحق شافی مطلق کا احسان کہ نسخہ دافع زلل صدوری رافع علل معنوی نافع مومنین

جلد دوم

مذاق العارفین

ترجمہ

احیاء علوم الدین

مصنفہ

اکمل زمان افضل دوران عالم المعی فاضل لوذعی مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی ادامہ اللہ العلی القوی

مطبع نامی منشی نولکشور میں طبع ہوا
فدا حسین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ

یا الٰہی نظر لطف سے تو کر مقبول	احسن خستہ جو در پر ترے مانگے ہے دعا	جلد اول کا ہوا ترجمہ جسطرح سے ختم	ویسے ہی ترجمہ ہو جلد دوم کا پورا

ترجمہ دیباچہ

سب تعریفین اُس خدا کو ہین جسنے اچھی طرح کائنات کو انتظام دیا اور زمین اور آسمانون کو پیدا کیا اور ابر بہاری سے شیرین پانی برسایا پھر اُس سے غلہ اور سبزہ اُگایا اور رزقون اور غذاؤن کو اندازے سے رکھکر ماکولات سے حیوانون کی قوتون کی حفاظت کی اور حلال غذا کھانے سے طاعات اور نیک اعمال پر اعانت فرمائی۔ اور درود و سلام بے انتہا سالار انبیا صاحب معجزات علیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکی آل مجتبیٰ اور اصحاب ائمہ ہدیٰ پر اسطرح نازل ہو کہ جون جون اوقات گذرتے جاوین اور ساعات ایک دوسرے کے پیچھے آوین اُسی قدر درود و سلام بیشمار ان سب کو شامل ہو بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ اہل عقل کا مقصود یہ ہی کہ جنت مین دیدار الٰہی سے مشرف ہون اور دیدار الٰہی تک پہونچنے کی کوئی سبیل بجز علم اور عمل کے نہین اور اِن دونون پر مداومت کرنی بدون بدن کی سلامتی کے غیر ممکن ہی اور بدن کی سلامتی اچھی طرح جب ہوتی ہی کہ غذا اور کھانا بندوبست کے وقت حاجت کے موافق کھاتے رہین اور اسی وجہ سے کسی اگلے نیکبخت کا قول ہی کہ کھانا بھی دین مین سے ہی اور پروردگار عالم نے بھی اِس مضمون پر آگاہ کیا ہی چنانچہ ارشاد ہی کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً پس جو شخص کھانے پر اِس غرض سے جرأت کرے کہ اُسکے باعث علم و عمل پر مدد اور تقوی پر قدرت حاصل ہو تو چاہیے کہ اپنے نفس کو بیکار اور مہمل نہ رکھے اور اپنے نفس کو غذا اسطرح نہ چھوڑ دے جیسے چوپائے چراگاہ مین چھوڑے رہتے ہین کیونکہ جو غذا دین کا ذریعہ ہی اُسمین دین کے انوار ظاہر ہونے چاہیئین اور دین کے انوار اسکی سنتین اور آداب ہین جنکی مہار مین بندہ باندھا جاتا ہی اور متقی کو اُنکا لگام دیا جاتا ہی تاکہ کھانے کی بھوک کو شریعت کی میزان سے قبول کر کے کھانے پر اقدام کرین یا اُس سے ہاتھ کھینچین اور اسوجہ سے گناہ کو بھی اپنے اوپر سے ٹالین اور ثواب بھی حاصل کرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ آدمی کو ثواب دیا جاتا ہی یہانتک کہ لقمہ مین جسکو اپنے منہ کی طرف اٹھاوے خواہ اپنی

بیوی

بی بی کے منھ کی طرف لیجاوے۔ اور یہ ثواب اُس صورت مین ہی کہ لقمہ کا اُٹھانا دین کی وجہ سے اور دین ہی کے واسطے ہو اور آستگی آداب اور وظائف کی رعایت بھی ملحوظ رہے اس لحاظ سے ہم کھانے کے فرائض اور سنتین اور مستحبات اور تروات اور ہیئتین بتلائے دیتے ہین۔

پہلا باب کھانے کے آداب مین اور اسمین چار فصلین اور ایک خاتمہ ہی مباحی

اگر کیا ہی پیدا کر دو طاعت مین کمال + دن رات ہے ذکر و عبادت کا خیال × کچھ فائدہ حسن نہو اس محنت سے + کھانے کے لیے اگر نہو مال حلال

واضح ہو کہ کھانے کی چار صورتین ہین ایک یہ کہ تنہا کھاوے دوسرے یہ کہ مجمع کے ساتھ کھاوے تیسرے یہ کہ کھانا اپنے ملنے والون کے سامنے لا کر رکھے چوتھے یہ کہ دعوت اور مہمانی وغیرہ کی خصوصیت ہو جاوے ہمین لحاظ انکو چار فصلون مین لکھا جاتا ہی

پہلی فصل اُن آداب کے بیان مین جو تنہا کھانے والے کو ضرور ہین ایسے آداب تین طرح کے ہین کچھ کھانے سے پیشتر ہوتے ہین اور کچھ کھانے کے اثنا مین اور کچھ کھانے کے بعد ان تینون کو ہم تین بیانون مین لکھتے ہین

بیان اول اُن آداب کے ذکر مین جو کھانے سے پیشتر ملحوظ ہونے چاہییں وہ سات باتین ہین اول یہ کہ کھانا بذاتہٖ خود حلال ہونے کے بعد کمائی کی جہت سے بھی پاک اور طیب ہو اور طریق سنت اور پرہیزگاری کے موافق ہو کسی ایسی وجہ سے حاصل نہ ہوا ہو جو شرع مین بری ہو اور نہ خواہش نفس کے موجب اور دین کی مداہنت سے پیدا ہوا ہو بلکہ جس طرح باب حلال اور حرام مین طیب مطلق کا ذکر کیا جاویگا اسطرح کا کھانا ہو۔ اور اللہ تعالی نے طیب غذا کھانے کا حکم فرمایا ہی جو مال حلال ہی اور باطل طور پر کھانے کو قتل کی ممانعت سے پیشتر منع فرمایا تا کہ مال حرام کو نہایت برا اور حلال کو بہت بڑا جانا جاوے چنانچہ ارشاد فرمایا یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم۔ غرض کہ کھانے مین اصل یہی ہی کہ طیب ہو اور یہ امر دین کے فرائض اور اصول مین سے ہی دوم ہاتھون کا دھونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین الوضوء قبل الطعام ینفی الفقر وبعدہ ینفی اللمم۔ اور ایک روایت مین یون ہی کہ ہاتھون کا دھونا کھانے سے پہلے اور پیچھے مفلسی کو دور کرتا ہی۔ اور ایک وجہ یہ ہی کہ کاروبار کرنے سے ہاتھون پر کچھ نہ کچھ لگا رہتا ہی اسلیے انکا دھو لینا لطافت کے شایان ہی اور ایک وجہ یہ ہی کہ کھانا دین پر مدد حاصل کرنے کے ارادہ سے عبادت ہی تو مناسب ہی کہ اسکے پیشتر بھی کوئی بات ایسی ہی ہو جیسے نماز سے پیشتر طہارت ہی سوم یہ کہ کھانے کو اُس دسترخوان پر رکھے جو زمین پر بچھا ہو کہ یہ فعل بہ نسبت دسترخوان کے اونچا کرنے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے قریب تر ہی کہ آپ کا دستور تھا کہ جب کھانا آپ کے سامنے آتا تو اُسکو زمین پر رکھتے۔ غرضکہ یہ صورت فروتنی کے قریب تر ہی اگر یہ نہ ہو سکے تو دسترخوان پر رکھے جسکو سفرہ کہتے ہین اور اسپر رکھنے سے یہ غرض ہی کہ اُس سے سفر یاد آتا ہی اور سفر سے سفر آخرت اور زاد تقوی کی یاد ہوتی ہی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کبھی خوان اور کشتی مین نہین کھایا انسے کسی نے پوچھا کہ پھر کس چیز پر تم کھانا کھایا کرتے تھے فرمایا کہ دسترخوان پر۔ اور بعض کا قول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چار چیزین نئی پیدا ہوئی ہین ایک اونچے خوان دوسرے چھلنیان تیسرے اشنان چوتھے شکم سیری۔ اور واضح رہے کہ ہم نے اگرچہ یہ کہا ہی کہ کھانا کھانا دسترخوان پر بہتر ہی مگر ہم یہ نہین کہتے کہ اونچے دسترخوان پر کھانا مکروہ یا حرام ہی کیونکہ اس باب مین ممانعت ثابت نہین۔ اور یہ جو کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ ایجاد ہوا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہر ایک نو ایجاد بدعت کی ممانعت نہین ہی بلکہ ممانعت اُسی بدعت کی ہی جسکے مقابل کوئی سنت قائم ہو اور باوجود کسی امر شریعت کے موجود رہنے کے اس امر کو دور کر دے بلکہ بعض احوال مین جبکہ اسباب بدل جاوین بدعت کا ایجاد واجب ہو جاتا ہی اور اونچے دسترخوان مین صرف اتنا ہی ہی کہ کھانے کو زمین سے بلند کیا جاتا ہی تا کہ کھانے مین آسانی ہو اور ایسی باتین امور ایسے ہین کہ انمین کراہت نہین چنانچہ وہ چار چیزین جو نو ایجاد بدعت ہین وہ سب یکسان نہین انمین اشنان بہتر ہی کہ لطافت پائی جاتی ہی اسلیے کہ ہاتھون کا دھونا لطافت کے لیے ہی اور اشنان سے لطافت اچھی طرح ہوتی ہی اور اول زمانے کے لوگ جو اسکا استعمال

نہ کرتے تھے تو غالباً اِس جہت سے ہوگا کہ اُنکو اسکی عادت نہ تھی یا منشا نہ ہوگا یا لطافت مین مبالغہ کرنے کی نسبت کر زیادہ تر اہم کامون مین مشغول رہتے تھے کہ بعض اوقات ہاتھ بھی نہ دھوتے تھے اور رومال کی جگہ پانون کے تلوون سے صاف کر لیتے تھے اور یہ امر ہاتھ دھونے کا مانع نہین اور چھاننے سے غرض غذا کا صاف کرنا ہی اور یہ بھی مباح ہی بشرطیکہ زیادہ آسایش طلبی کی نوبت نہ پہونچے اور اونچا دسترخوان کھانے کی آسانی کے لیے ہی اسمین اگر نوبت تکبر اور شیخی کی نہ ہو تو مباح ہی۔ باقی سیر ہو کر پیٹ بھرنا یہ ان چارون مین سخت تر بدعت ہی کہ اس سے بڑی بڑی شہوتین پیدا ہوتی ہین اور بدن مین رگون کو جنبش ہوتی ہی اسلیے ان چارون مین فرق معلوم کر لینا ضرور ہی چہارم یہ کہ ابتدا مین دسترخوان پر جس طرح بیٹھے آخر تک اُسی بیٹھک پر بیٹھا رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات دو زانو ہو کر اپنے دونون پانون کی پشت پر بیٹھتے اور کھانا تناول فرماتے اور کبھی دہنی ٹانگ کھڑی کر لیتے اور بائین پانون پر بیٹھتے اور فرماتے کہ مین تکیہ لگا کر نہین کھاتا مین تو ایسا بندہ ہون اسی طرح کھاتا ہون جیسے بندہ کھاتا ہی اور ایسے ہی بیٹھتا ہون جیسے بندہ بیٹھتا ہی اور تکیہ لگا کر پانی پینا معدہ کو بھی مضر ہی اور کھانا لیٹ کر اور تکیہ لگا کر مکروہ ہی مگر چنے وغیرہ جو نقل کے طور پر کھاتے ہین انکو اسطرح کھانا مکروہ نہین چنانچہ مروی ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چت لیٹ کر کاک کو ڈھال پر رکھکر کھایا ہی اور کہتے ہین کہ پیٹ کے بل لیٹ کر کھایا ہی اور عرب کے لوگ کبھی ایسا کرتے ہین پنجم یہ کہ غذا کھانے مین یہ نیت کرے کہ اُس سے طاعت الٰہی مین قدرت حاصل ہوگی تاکہ اِس کھانے مین بھی اطاعت کا مضمون بنا رہے اور کھانے مین نیت لذت اور آرام طلبی کی نہ کرے۔ ابراہیم بن شیبان کا قول ہی کہ مین نے اسی برس سے کوئی چیز اپنی خواہش کے سبب سے نہین کھائی اور اِس نیت کے ساتھ ہی کم غذا کھانے کا پختہ ارادہ کرے اسلیے کہ جب غذا کھانے مین نیت عبادت پر قوت ہونے کی ہوگی تو نیت اُسی وقت سچی ہوگی کہ شکم سیری سے کمتر کھاوے کیونکہ شکم سیری تو عبادت کی مانع ہی اُس سے قوت عبادت نہین ہوتی اسی وجہ سے اس نیت کو لازم ہی کہ شہوت کو تھوڑے اور بہت کی نسبت کر تھوڑے پر قناعت کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ۱ح ما ملأ آدمی وعاء اشرا من بطنہ حسب ابن آدم لقیمات یقمن صلبہ فان لم یفعل فثلث طعام وثلث شراب وثلث للنفس اور نیت مذکور مین یہ ضرور ہی کہ ہاتھ کھانے پر اُسی وقت بڑھاوے کہ جب بھوکا ہو یعنی بھوک کا ہونا اُن باتون مین سے ہووے جو کھانے سے پیشتر ہونی چاہیین پھر شکم کے سیر ہونے سے پیشتر کھانے سے ہاتھ کھینچ لے اور جو شخص ایسا کریگا وہ طبیب کا محتاج نہوگا اور کم کھانے کے فوائد اور رفتہ رفتہ غذا کم کرنے کی کیفیت جلد سوم کے باب کسر شہوت طعام مین آویگی ششم یہ کہ جو رزق موجود ہو اُسپر راضی ہو اور مزہ داری اور زیادہ طلبی اور سالن کے انتظار مین محنت نہ اُٹھاوے بلکہ روٹی کی تعظیم یہی ہی کہ اُسکے ہوتے ہوئے سالن کا انتظار نہ ہو حالانکہ حکم بھی روٹی کی تعظیم کا حدیث مین آچکا ہی غرضکہ جو کھانا ایسا ہو کہ اُس سے جان بچی رہے اور عبادت پر قوت حاصل ہو اُسمین بہت برکت ہی اُسکو حقیر نہ جاننا چاہیے بلکہ روٹی کے سامنے نماز کا انتظار بھی نہ کیا جاوے گو نماز کا وقت ہو جاوے بشرطیکہ وقت مین گنجایش ہو آنحضرت نے فرمایا ہی اذا حضر العشاء والعشاء فابدوا بالعشاء۔ اور حضرت ابن عمرؓ بعض اوقات امام کی قرأت کی آواز سنتے اور اپنے رات کے کھانے سے نہ اُٹھتے اور جس صورت مین کہ نفس کو زیادہ رغبت کھانے کی نہ ہو اور دیر کر کھانے مین کچھ نقصان بھی نہو تو بہتر یہی ہی کہ نماز کو پیشتر ادا کیا جاوے مگر جس صورت مین کہ کھانا آگیا ہو اور نماز کی تکبیر ہو جاوے اور دیر کر کھانے سے کھانا ٹھنڈا ہو جاویگا یا اور کچھ تردد اُسمین ہو تو پہلے کھا لینا مستحب ہی بشرطیکہ وقت مین گنجایش ہو خواہ نفس کو رغبت ہو یا نہ ہو کیونکہ حدیث عام ہی اُسمین قید رغبت وغیرہ کی نہین اور ایک وجہ یہ ہی کہ دل کو رکھے ہوئے کھانے کی طرف کچھ نہ کچھ دھیان ہوتا ہی گو بھوک غالب نہو ہفتم یہ کہ کھانے پر بہت سے ہاتھ ہونے مین کوشش کرے گو اپنے زن و فرزند ہی ہون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ۲ح اجتمعوا علی طعامکم یبارک لکم فیہ اور حضرت انس رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ کھانا تنہا نہ کھاتے تھے۔ اور ایک ۳ح حدیث مین ارشاد فرمایا کہ بہتر کھانا وہ ہی جس پر بہت ہاتھ ہو وین۔

۱ح جوشخص من حرب ۱۲ ۲ح خرائطی در مکارم اخلاق ۱۲ ۳ح اسکی سند تخریجات مین نہ ملی ۱۲

دوسرا بیان - اُن آداب کے ذکر مین جو عین کھانے کی حالت مین ہونے چاہئین وہ یہ ہین کہ بسم اللہ کھانے کے شروع مین اور الحمد للہ اُسکے آخر مین کہے اور ہر لقمہ کے ساتھ بسم اللہ کہے تو بہتر ہی تاکہ کھانے کی حرص خداتعالی کے ذکر سے نہ بھلا دے - اور اول لقمہ پر بسم اللہ کہا اور دوسرے پر بسم اللہ الرحمن اور تیسرے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم اور پکار کر کہے تاکہ دوسرے کو یاد آجاوے - اور دہنے ہاتھ سے کھاوے - اور نمک سے شروع کرے اور اُسی پر ختم کرے - اور لقمہ چھوٹا لیکر خوب چباوے اور جبتک اُسکو نگل نہ جاوے تب تک دوسرے لقمہ کی طرف ہاتھ نہ بڑھاوے کہ یہ جلد کھانے مین داخل ہی - اور کسی کھانے کی مذمت نہ کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کھانے مین عیب نہ لگاتے تھے بلکہ یہ دستور تھا کہ اگر اچھا معلوم ہوا تو کھا لیا ورنہ چھوڑ دیا اور میوہ کے سوا اور کھانے مین اُسی طرف سے کھاوے جو اپنے قریب ہو مگر میوہ مین اور طرف سے بھی ہاتھ ڈالنے کا مضائقہ نہین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اُس طرف سے کھاؤ جو تمہارے قریب ہی مگر آپ میوہ پر اپنا دست مبارک اور طرف سے بھی ڈالتے لوگون نے اِس باب مین آپ کی خدمت مین عرض کیا آپ نے فرمایا کہ میوہ سب ایک طرح کا نہین - اور پیالہ کے گرد سے نہ کھاوے اور نہ کھانے کے درمیان سے مثلاً روٹی کا بیچ کھا لے اور کنارہ چھوڑ دے بلکہ مع کنارہ روٹی کھاوے - اور اگر روٹی کم ہو تو ٹکڑا توڑ لے لیکن چھری سے نہ کاٹے اور نہ گوشت کو چھری سے کاٹے کہ حدیث مین اِس سے ممانعت ہی اور حکم ہی کہ دانت سے گوشت کو جدا کرو - اور روٹی پر پیالہ وغیرہ نہ رکھے اور اگر سالن رکھے تو مضائقہ نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ روٹی کی تعظیم کرو کہ خداتعالی نے اُسکو آسمان کی برکتون سے اُتارا ہی - اور روٹی سے ہاتھ نہ پونچھے کہ بے ادبی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جب تم مین سے کسی کا لقمہ گر پڑے تو اُسکو اُٹھا لے اور جو کچھ اُسپر لگ گیا ہو اُسکو دور کر دے اور اُس لقمہ کو شیطان کے لیے پڑا نہ رہنے دے اور جب تک کھانے کے بعد انگلیان نہ چاٹ لے تب تک رومال سے ہاتھ نہ پونچھے کیونکہ کیا معلوم کہ برکت کس کھانے مین ہی اور گرم کھانے مین پھونکو نہ مارے کہ اِسکی ممانعت ہی بلکہ اتنا صبر کرے کہ اُسکا کھانا سہل ہو جاوے اور خرما طاق کھاوے سات یا گیارہ یا اکیس یا جتنے کھائے جاوین اور طباق مین خرما اور گٹھلی اکٹھی نہ کرے اور نہ ہاتھ مین جمع کرے بلکہ گٹھلی کو منھ سے نکال کر ہتھیلی کی پشت پر رکھے پھر ڈال دے - اور جن چیزون مین گٹھلی یا آخور ہو سب کا یہی حال ہی - اور جس کھانے کی چیز کو بُرا سمجھے اُسکو پیالہ مین نہ چھوڑے بلکہ پھوک کے ساتھ رکھدے تاکہ کسی دوسرے کو دھوکا نہو اور وہ نہ کھا جاوے - اور عین کھانا کھانے مین پانی بہت نہ پیوے لیکن جس صورت مین کہ گلے مین ٹکڑا پھنسے یا پیاس سچی ہو کہ بعض لوگون نے ارشاد فرمایا ہی کہ طب مین یہ مستحب ہی اور معدہ کا استحکام اِس سے ہوتا ہی - اور پانی پینے کے آداب یہ ہین کہ آبخورے کو دہنے ہاتھ مین لے اور بسم اللہ کہکر پیوے اور چوسنے کی طرح یعنی پتلے گھونٹ سے آہستہ آہستہ پیوے بڑے گھونٹ سے جلد نہ پیوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ پانی کو چوس کر پیو بڑے گھونٹون سے یا پے مت پیو کہ اِس سے جگر کی بیماری ہوتی ہی اور کھڑے ہوکر اور لیٹ کر پانی نہ پیوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہی اور یہ جو مروی ہی کہ آپ نے کھڑے ہوکر پانی پیا ہی تو شاید کسی عذر سے ہوگا اور آبخورہ کے نیچے کا لحاظ رکھے کہ پانی اوپر نہ ٹپکے اور پینے سے پیشتر آبخورہ مین دیکھ لے کہ کوئی شے حقیر نہو اور نہ پانی پینے مین ڈکار اور سانس لے بلکہ اُسوقت آبخورہ کو منھ سے علیحدہ کر دے اور الحمد للہ کہے اور پھر بسم اللہ کہکر منھ سے لگا دے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانی پینے کے بعد یہ کلمات فرماتے ہین اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَهُ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهِ وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِلْحًا أُجَاجًا بِذُنُوبِنَا اور آبخورہ کا جب دور بہت سے لوگون مین ہو تو دہنی طرف کو ہو - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار دودھ پیا اور حضرت ابوبکرؓ آپ کی بائین جانب تھے اور ایک اعرابی دہنی جانب اور حضرت عمرؓ ایک طرف کو تھے حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضرت ابوبکرؓ کو دیجیے آپ نے اعرابی کو مرحمت فرمایا اور فرمایا کہ دہنا مستحق ہی پھر جو اُسکے دہنی طرف ہو - اور پانی تین سانسون مین پیوے سب کے آخر مین الحمد للہ کہے اور سب سے پہلے بسم اللہ اور بہتر یہ ہی کہ بسم اللہ کہکر شروع کرے اور جب اول سانس لے تو الحمد للہ کہے اور دوسری سانس مین الحمد للہ رب العالمین اور تیسری مین الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم کہے -

ح بخاری و مسلم
...
ح ابو منصور
دوسرا جلد روایت کیا ہی اور
ابوداؤد
سلم بروایت انس و ابو سعید
ابوہریرہ ۱۲ ح بخاری و مسلم
بروایت ابن عباس
امام جعفر رضی اللہ عنہ ۱۲

غرضکہ کھانے اور پینے کی حالت میں یہ بیس آداب کے قریب ہیں جن پر اخبار اور آثار دلالت کرتے ہیں ۔

تیسرا بیان ۔ اُن آداب میں کہ کھانے کے بعد مستحب ہیں ۔ اور وہ یہ ہیں کہ شکم سیری سے پیشتر ہاتھ روک لے اور اپنی انگلیاں چاٹ کر رومال سے پونچھے پھر ہاتھ دھووے اور دسترخوان پر سے ریزے چنکر کھاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص گرا ہوا کھانا دسترخوان پر سے کھاوے وہ وسعت میں زندگی کریگا اور اُسکی اولاد تندرست رہیگی ۔ اور خلال کرے اور خلال کے ساتھ جو کچھ دانتوں میں سے نکلے اُسکو نگلجاوے بلکہ پھینک دے ہاں زبان کی نوک پر جو دانتوں کی جڑوں میں سے کچھ آجاوے اُسکے کھاجانے کا مضائقہ نہیں ۔ اور بعد خلال کے کلی کرے کہ اس باب میں اہل بیت علیہم السلام سے ایک قول مروی ہے ۔ اور پیالہ کو چاٹے اور اُسکا پانی پی جاوے اور کہتے ہیں کہ جو کوئی پیالہ چاٹے اور اُسکا دھوون پی لے اُسکو ایک بردہ کے آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور کھانے کے ریزوں کا چننا حوران جنّت کا مہر ہے ۔ اور دل میں خدا تعالیٰ کا شکر اس کھانا کھلانے پر کرے یعنی اُسکی نعمت جانے اور مشکور رہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُلُوا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاکُمْ وَاشْکُرُوا لِلّٰہِ اور جب غذا سے حلال کھاوے تو یہ دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَتَنْزِلُ الْبَرَکَاتُ اَللّٰہُمَّ اَطْعِمْنَا وَاسْتَعْمِلْنَا صَالِحًا اور اگر شبہہ کی غذا کھاوے تو یوں پڑھنا چاہیے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ اَللّٰہُمَّ لَا تَجْعَلْہُ قُوَّۃً لَنَا عَلٰی مَعْصِیَتِکَ اور کھانے کے بعد قل ہو اللہ احد اور لایلاف قریش پڑھے اور دسترخوان پر سے نہ اُٹھے جب تک کہ اول دسترخوان نہ بڑھا لیا جاوے اور اگر دوسرے شخص کا کھانا کھاوے تو اُسکے لیے دعا مانگے اَللّٰہُمَّ اَکْثِرْ خَیْرَہٗ وَبَارِکْ لَہٗ فِیْمَا رَزَقْتَہٗ وَیَسِّرْ لَہٗ اَنْ یَّفْعَلَ فِیْہِ خَیْرًا وَقَنِّعْہُ بِمَا اَعْطَیْتَہٗ وَاجْعَلْنَا وَاِیَّاہُ مِنَ الشَّاکِرِیْنَ اور کسی کے یہاں روزہ افطار کرے تو یوں کہے اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اور جب شبہہ کا مال کھا جاوے تو چاہیے کہ بہت سا استغفار اور غم کرے تاکہ آنسوؤں اور غم کے پانی سے اُس آگ کی گرمی فرو ہو جاوے جو ایسا مال کھانے سے پیش ہوگی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ حَرَامٍ فَالنَّارُ اَوْلٰی بِہٖ اور جو شخص کھا کر گریہ کرے اُسکا حال اُس شخص کا سا نہیں کہ کھاوے اور کھیلے یعنی اپنے فعل پر نادم ہونا اچھا ہے ۔ اور اگر دودھ پیے تو کہے اَللّٰہُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْمَا رَزَقْتَنَا وَزِدْنَا مِنْہُ اور دودھ کے سوا اور چیز کھاوے تو زدنا منہ کی جگہ وارزقنا خیرا منہ کہے کیونکہ یہ دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ ہی کے لیے خاص کردی ہے اسلیے کہ اُسکا نفع عام ہے ۔ اور کھانے کے بعد یہ کہنا بھی مستحب ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَاٰوَانَا سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا یَا کَافِیَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ وَلَا یَکْفِیْ مِنْہُ شَیْءٌ اَطْعَمْتَ مِنْ جُوْعٍ وَاٰمَنْتَ مِنْ خَوْفٍ فَلَکَ الْحَمْدُ اٰوَیْتَ مِنْ یُتْمٍ وَہَدَیْتَ مِنْ ضَلَالَۃٍ وَاَغْنَیْتَ مِنْ عَیْلَۃٍ فَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا دَائِمًا طَیِّبًا نَافِعًا مُبَارَکًا فِیْہِ کَمَا اَنْتَ اَہْلُہٗ وَمُسْتَحِقُّہٗ اَللّٰہُمَّ اَطْعَمْتَنَا فَاسْتَعْمِلْنَا صَالِحًا وَاجْعَلْہُ عَوْنًا لَنَا عَلٰی طَاعَتِکَ وَنَعُوْذُ بِکَ اَنْ نَسْتَعِیْنَ بِہٖ عَلٰی مَعْصِیَتِکَ اور اشنان سے ہاتھ دھونے کی کیفیت یہ ہے کہ اشنان کو بائیں ہاتھ میں لیوے اور پہلے اپنے داہنے ہاتھ کی تین انگلیاں دھووے اور اُنکو خشک اشنان پر لگاوے اور اُنسے اپنے ہونٹھ پونچھے پھر انگلی سے اچھی طرح منھ دھووے اور دانتوں کو اوپر نیچے سے اور زبان اور تالو کو انگلی سے ملے پھر پانی سے انگلیاں دھو ڈالے اور باقی اشنان خشک اپنی انگلیوں کے اوپر نیچے مل لے اور اب دوبارہ منھ کے ملنے اور دھونے کی حاجت نہیں

دوسری فصل اُن آداب کے ذکر میں جو مجمع میں دوسروں کے شریک ہو کر کھانے سے زائد ہو جاتے ہیں اور وہ سات چیزیں ہیں اول یہ کہ جس صورت میں کوئی شخص مجمع میں عمر کی زیادتی یا کثرت فضیلت کی جہت سے تقدیم کا مستحق ہو تو اپنے آپ اول شروع نہ کرے لیکن جب خود پیشوا اور مقتدا ہو تو جب کھانے والے جمع ہو چکیں اور مستعد ہو جاویں تو اُنکو زیادہ انتظار میں نہ رکھے دوم یہ کہ کھانے کے وقت خاموش نہ ہیں کہ یہ عجمیوں کی عادت ہے بلکہ عمدہ گفتگو اور کھانے کے باب میں صلحا کی حکایتیں وغیرہ کہتے رہیں سوم یہ کہ پیالہ میں اپنے رفیق کے ساتھ نرمی برتے یعنی یہ قصد نہ کرے کہ جسقدر وہ کھاوے اُس سے زیادہ کھا جاوے کیونکہ جس صورت میں کھانا مشترک ہو اور رفیق کی مرضی نہو کہ دوسرا زیادہ کھالے تو پھر زیادہ کھا جانا حرام ہے بلکہ یہ چاہیے کہ اپنے ساتھی کو اپنے اوپر ترجیح دیوے اور ایک بار میں دو خرما نہ کھاوے لیکن اگر سب ایسا ہی کریں یا اُنسے پوچھکر کھاوے تو مضائقہ نہیں ۔ اور اگر رفیق کمتر کھاوے تو اُسکو کھانے کی ترغیب دیوے اور رغبت دلا کر کہے کہ اور کھاؤ اور تین بار سے

ﷺ کام کرو اور اُسکو بار بار سے بیہ ابتیٰ فرمایا ہو داری کرنے پر سوار اگر دے اور ہم تجھسے پاداش نگنا ہو کہ اُس شئے خیر کی نافرمانی پر ہر ولیو ہے ۱۲

زیادہ نہ کہے ورنہ اصرار اور افراط مین داخل ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی جب کسی امر کے لیے تین بار کہا جاتا تھا تو تیسری دفعہ کے بعد اور کچھ سوال نہ کرتے تھے اور آپ کا دستور تھا کہ تقریر کو تین بار فرمایا کرتے تھے غرضکہ تین بار سے زیادہ کہنا نہین چاہیے اور کھانے کے لیے قسم دینے کی ممانعت ہی چنانچہ حضرت امام حسنؓ نے فرمایا ہی کہ کھانا اس بات سے سہل زیادہ ہی کہ اسپر قسم دیجاوے

چہارم یہ کہ ایسی طرح کھاوے کہ رفیق کو یہ کہنے کی ضرورت نہو کہ کھاؤ۔ بعض ادبا فرماتے ہین کہ کھانے والون مین بہتر وہ ہی جسکے ساتھی کو ضرورت نہ پڑے کہ کھانے کے باب مین اسکا جو یار ہے اور ساتھ والے سے مشقت کہنے کی نہ اٹھاوے اور یہ بھی نہ چاہیے کہ دوسرے کے اپنی طرف دیکھنے سے جسکی خواہش ہو اس چیز کو چھوڑ دے کہ یہ ایک طرح کا تکلف ہی بلکہ مجمع مین وہی چال اختیار کرے جسکی تنہائی مین عادت ہو اسلیے ضرور ہی کہ تنہائی مین بھی ایسے آداب کا عادی ہو کہ مجمع مین تکلف کا محتاج نہووے ہان اگر غذا مجمع مین اسلیے کم کھاوے کہ اور بھائی زیادہ کھاوین یا انکو کھانے کی حاجت جان کر ترس کرے اور کم کھاوے تو بہتر ہے اسی طرح اگر اور لوگون کے ساتھ دینے کی نیت سے اور انکو کھانے کی رغبت زیادہ ہونے کے ارادہ سے زائد کھالیوے تو کچھ مضائقہ نہین بلکہ اچھا ہی حضرت ابن مبارکؒ کا دستور تھا کہ عمدہ خرمے اپنے یارون کے سامنے رکھتے جاتے اور فرماتے کہ جو زیادہ کھاویگا اسکو ہر گٹھلی پیچھے ایک درم دونگا پھر گٹھلیان گنتے جس کی گٹھلیان جتنی زیادہ ہوتین اسکو اتنے ہی درم دیتے اور یہ امر حیا کے دور کرنے کو اور انبساط مین خوب سرور حاصل کرنے کو کرتے تھے۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ میرے یارون مین سے سب سے زیادہ مجکو وہ اچھا اور محبوب ہی جو سب مین زیادہ کھاوے اور بڑے بڑے لقمے لے۔ اور سب سے بھاری مجھپر وہ شخص ہی کہ کھانے کے باب مین مجکو اس بات کی ضرورت ڈالے کہ اسکا خبر گیران ہون اور یہ سب باتین اسی پر اشارہ کرتی ہین کہ اپنی عادت کے موافق کام کرے اور بناوٹ کو چھوڑ دے۔ اور یہ بھی انھین کا ارشاد ہی کہ آدمی کی محبت دوسرے شخص سے اچھی طرح جب معلوم ہوتی ہی کہ جب اسکے گھر جا کر اچھی طرح کھانا کھاوے

پنجم یہ کہ ہاتھون کو طشت مین دھونے کا کچھ مضائقہ نہین اور اگر تنہا کھاوے تو اسمین تھوکنے کا اختیار ہی مگر مجمع مین ایسا نہ کرنا چاہیے۔ اور جب کوئی شخص طشت کو اسکے سامنے تعظیم کی جہت سے کر دے تو قبول کر لے۔ حضرت انس بن مالک اور ثابت بنانیؓ ایک بار ایک کھانے پر اکٹھے ہوے جب طشت ہاتھ دھونے کے لیے آیا تو حضرت انسؓ نے حضرت ثابتؓ کی طرف کو کر دیا وہ ہاتھ دھونے سے رکے حضرت انسؓ نے فرمایا کہ جب تمھارا بھائی تمھاری تعظیم کرے تو اسکو منظور کر لو اور انکار مت کرو کیونکہ تعظیم اللہ تعالی کراتا ہی۔ اور مروی ہی کہ ہارون رشید نے ابو معاویہ نابینا کی دعوت کی اور انکے ہاتھ خود دھلائے جب ہاتھ دھلا چکے تو کہا کہ آپکو معلوم ہی کہ ہاتھ کسنے دھلائے انھون نے کہا کہ نہین کہا کہ امیر المومنین نے ہاتھ دھلائے انھون نے فرمایا کہ اے امیر المومنین تمنے علم کی تعظیم و توقیر کی خدا تعالی تمھاری بھی ایسی ہی تعظیم و توقیر کرے جیسے تمنے علم اور اہل علم کا اکرام کیا۔ اور اگر طشت مین چند شخص ایک ہی بار اکٹھے ہاتھ دھولین تو کچھ مضائقہ نہین کہ یہ امر فروتنی سے قریب تر ہی اور زیادہ انتظار بھی نہین کرنا پڑتا اور اگر اسطرح نہ کرین تو یہ نہ چاہیے کہ ایک کے ہاتھ دھلائے اور پانی پھینک دیا پھر دوسرے کے دھلائے اور پھینک دیا بلکہ پانی طشت مین اکٹھا ہونے دین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اجمعوا وضوءکم جمع اللہ شملکم یعنی اپنے وضو کا پانی اکٹھا کرو خدا تعالی تمھاری ابتری کو اکٹھا کر دیگا۔ بعض محدثین نے وضو کے پانی سے مراد یہی لی ہی کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے پانی سے غرض ہی کہ ایک جگہ جمع رہے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے عاملون کو لکھا کہ لوگون کے سامنے سے طشت اسوقت اٹھایا جاوے کہ پانی سے لبریز ہو جاوے اور عجم کی مشابہت ہرگز مت کرنا۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہی کہ ایک طشت مین سب ملکر ہاتھ دھویا کرو اور عجم کی عادت اختیار نہ کرو۔ اور جو خادم کہ ہاتھون پر پانی ڈالے بعضون نے اسکا کھڑا ہونا مکروہ کہا ہی بیٹھکر پانی ڈالنے کو اچھا سمجھا ہی کہ تواضع سے قریب بھی ہی اور بعضون نے اسکے بیٹھنے کو برا اور مکروہ کہا ہی چنانچہ مروی ہی کہ کسی بزرگ کے ہاتھ ایک خادم نے بیٹھکر دھلائے وہ بزرگ کھڑے ہو گئے کسی نے پوچھا

رح [illegible] بروایت جابرؓ
طح بخاری بروایت انسؓ

صح قضاعی در مسند شہاب بروایت ابو ہریرہؓ ۱۲

کہ آپ کھڑے کیون ہوے فرمایا کہ ہم دونون مین سے ایک کو کھڑا ہونا ضرور چاہیے - اور ہمارے نزدیک پانی ڈالنے والے کا کھڑا ہونا بہتر ہے کہ اُس سے ہاتھ دُھلانے مین آسانی ہو اور دُھلانے والے کی تواضع نکلتی ہے - اور سبب اُسکی نیت بھی ہاتھ دُھلانے مین تواضع کی ہو تو ایسا خدمت کے دینے مین کچھ تکبر نہین کہ اُسکی عادت ہو رہی ہے - غرضکہ طشت مین اب سات آداب ہوے اوّل اُسمین نہ تھوکنا - دوم پیشوا کے سامنے کردینا لیکن اگر کوئی تعظیماً دوسرے کے سامنے کردے تو منظور کر لینا تیسرے دہنی طرف کو دورہ کرنا چوتھے کئی آدمیون کا ملکر ہاتھ دھونا پانچوین اُسمین پانی کا اکٹھا کرنا چھٹے ہاتھ دُھلانے والے کا کھڑا ہونا ساتوین کُلی اور ہاتھون کے پانی کو آہستہ اُسمین ڈالنا کہ فرش اور اور دوسر شخصون پر نہ گرے - اور چاہیے کہ مہمان کے ہاتھ خود میزبان ہی دُھلاوے کہ حضرت امام مالک رض نے حضرت امام شافعی رض کے ساتھ جس وقت آپ اوّل دفعہ امام مالک رض کے یہان گئے تھے ایسا ہی کیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ جو مین نے کام کیا اِس سے تم گھبرا نا مت اسلیے کہ مہمان کی خدمت فرض ہے چھٹے یہ کہ ساتھ کے کھانے والون کی طرف نہ تاکے اور نہ اُنکے کھانے کو دیکھے تاکہ ایسا نہو کہ وہ شرما جاوین بلکہ اُنکی طرف آنکھ نیچی رکھے اور اپنے کھانے مین مشغول رہے اور ساتھ کھانے والون سے پیشتر اپنا ہاتھ نہ روکے جس صورت مین کہ وہ اُسکے بعد کھانے مین تامل کرین بلکہ اُنکا ساتھ دینے کو تھوڑا تھوڑا کھاتا رہے یہان تک کہ وہ شکم سیر ہو جاوین اور اگر کم خوراک ہو تو چاہیے کہ ابتدا مین توقف کرے اور تھوڑا تھوڑا کھاوے یہان تک کہ جب لوگ خوب کھا چکین تو اخیر مین اُنکے ساتھ بقدر بھوک کھالیوے کہ بہت سے اصحاب رض نے ایسا ہی کیا ہے - اور اگر کسی وجہ سے نہ کھاسکے تو لوگون سے عذر کر دے تاکہ وہ کھانے مین نہ شرماوین ساتوین یہ کہ جو بات دوسرے کو بُری معلوم ہو اُسکو نہ کرے مثلاً پیالہ مین ہاتھ نہ جھاڑے اور نہ لقمہ لیتے وقت اپنا سر اپنا ہاتھ جھکا دے اور جب مُنہ سے کوئی چیز نکالنی ہو تو کھانے کی طرف سے منہ پھیر کر بائین ہاتھ مین نکالے اور چکنائی کا لقمہ سرکہ مین اور نہ سرکہ کا چکنائی مین کہ یہ بھی بعض لوگ بُرا جانتے ہین اور جو ٹکڑا دانت سے کترا ہو اُسکو شوربا مین اور سرکہ مین نہ ڈالے اور نہ ایسی باتین کرے جنسے گھن آوے -

تیسری فصل - اُن آداب کے ذکر مین جو ملاقات کو آنے والون کے سامنے کھانا رکھنے مین چاہیین - واضح ہو کہ اپنے بھائی مسلمانون کے سامنے کھانا پیش کرنے کا بہت ثواب ہے حضرت امام جعفر صادق رض فرماتے ہین کہ جب تم بھائیون کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھو تو زیادہ دیر تک بیٹھے رہو کیونکہ یہ ایسی ساعت ہے کہ تمھاری عمرون مین سے اِسکا حساب نہ لیا جاویگا - اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہے کہ آدمی جو نفقہ اپنے اوپر اور اپنے ماں باپ وغیرہ رشتہ دارون پر کرتا ہے اُسکا حساب یقیناً لیا جاویگا مگر جو نفقہ کہ برادران دینی پر کھانے مین اُٹھاتا ہے اُسکا حساب نہو گا کہ خدا تعالیٰ اِس امر کا حساب لینے سے شرم کرتا ہے - اور کھانا کھلانے کے باب مین احادیث وارد ہین - چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے تم مین سے ایک شخص پر ہمیشہ دعاے رحمت کرتے رہتے ہین جب تک کہ اُسکے سامنے اُسکا دسترخوان بچھا رہے اور اُٹھ نہ جاوے - اور بعض علماء خراسان کے حال مین لکھتے ہین کہ وہ اپنے ملنے والون کے سامنے بہت سا کھانا پیش کرتے تھے کہ سب سے کھایا نہ جاتا تھا اور فرمایا کرتے کہ ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت پہونچی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی مجمع کھانے سے اپنے ہاتھ اُٹھالے تو جو شخص اُنکا بچا ہوا کھانا کھالیگا اُس سے اُسکی بازپرس نہوگی اِسی لئے مجھکو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز تمھارے سامنے کرون وہ بہت سی ہو تاکہ بچی ہوئی ہم کھاوین - اور ایک حدیث مین ہے کہ آدمی جو بھائیون کے ساتھ کھانا کھاتا ہے اُسکا حساب اُس سے نہین ہوتا اور اِسی وجہ سے بعض اکابر مجمع کے ساتھ مین تو زیادہ کھاتے تھے اور تنہائی مین کم - اور ایک حدیث مین ہے کہ تین باتون کا حساب بندہ سے نہ لیا جاویگا ایک سحری کا کھانا دوسرے افطار کی چیز تیسرے جو ساتھیون کے ہمراہی مین کھاوے - اور حضرت علی رض فرماتے ہین کہ اگر مین اپنے بھائیون کو ایک صاع کھانے پر اکٹھا کرون تو یہ امر میرے نزدیک اِس سے بہتر ہے کہ ایک بردہ آزاد کرون - اور حضرت ابن عمر رض فرمایا کرتے تھے کہ سفر مین عمدہ توشے کا ہونا اور اپنے یارون کے لیے خرچ کرنا آدمی کے کرم مین سے ہے - اور صحابہ رض فرمایا کرتے تھے کہ کھانے پر اکٹھا ہونا

مکارم اخلاق مین سے ہی - اور یہ بھی دستور تھا کہ قرآن کی تلاوت کے لیے اکٹھے ہوتے اور جب جُدے ہوتے تو کچھ چکھ کے جدے ہوتے -
اور کہتے ہین کہ بھائیون کا کفایت کے طور پر اکٹھا ہونا اور اُنس والفت کے ساتھ جمع ہونا دنیا مین سے نہین ہی بلکہ دین مین سے ہی - اور ایک
حدیث مین ہی کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو قیامت کے روز فرماویگا کہ ای ابن آدم مین بھوکا ہوا تو نے مجھے کھانا نہ دیا وہ کہیگا کہ الٰہی تو تو رب العالمین ہی
مین تجکو کیسے کھانا دیتا ارشاد کریگا کہ تیرا بھائی مسلمان بھوکا تھا تو نے اُسکو نہ کھلایا اگر تو اُسکو کھلاتا تو گویا مجکو کھلاتا - اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب تمھارے پاس کوئی ملنے کو آوے تو اُسکی تعظیم کرو - اور فرمایا کہ جنت مین ایسے صاف دریچے ہین کہ اُنکے
باہر سے اندر کی چیز اور اندر سے باہر کی چیز سوجھتی ہی اور وہ اُن لوگون کے لیے ہین کہ گفتگو نرم کرین اور کھانا کھلاوین اور رات کو نماز
پڑھین جس وقت لوگ سوتے ہون - اور فرمایا کہ تم مین سے بہتر وہ ہی جو کھانا کھلاوے - اور فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کو اتنا کھانا کھلاوے
کہ اُسکا پیٹ بھر دے اور پانی پلادے یہان تک کہ اُسکی پیاس جاتی رہے تو اللہ تعالیٰ اُسکو دوزخ سے سات خندقین دور کریگا جنہین سے
دو خندقون کے درمیان کا فاصلہ پانسو برس کی راہ ہوگی - اور آداب ملنے اور کھانا پیش کرنے کے کچھ تو آنے کے باب مین ہین اور
کچھ کھانا پیش کرنے مین - آنے کے باب مین یہ مسنون نہین کہ کسی کے پاس آوے تو کھانے کا وقت تاک کر آوے کہ جب وہ کھانا
کھانے لگے اُسوقت موجود ہو جاوے اسلیے کہ یہ اچانک آجانے مین داخل ہی اور اسکی ممانعت ہوگئی ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی لَا تَدْخُلُوا
بُیُوتَ النَّبِیِّ اِلَّا اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نَاظِرِیْنَ اِنٰہُ یعنی کھانے کے وقت اور پکنے کا انتظار نہ کرو - اور ایک حدیث مین ہی کہ جو شخص
ایسے کھانے کی طرف جاوے کہ اُسکے لیے بلایا نہ گیا ہو تو جانے کی حالت مین فاسق ہوگا اور حرام کھاویگا ولیکن اگر کوئی شخص بدون کھانے کی
تاک کے چلا آیا اور اتفاقاً کھانے کے وقت پہونچا تو اُسکو مناسب یہ ہی کہ جب تک گھر والا اجازت نہ دے کھانا نہ کھاوے - اور اگر مالک
مکان کھانے کو کہے تو تامل کرے اگر یہ جانے کہ تواضع براہ محبت کرتا ہی اور ساتھ کھلانا دل سے چاہتا ہی تب تو شریک ہو جاوے اور اگر شرم
کے باعث تواضع ہوئی ہو تو کھانا نہ چاہیے کچھ عذر کر دینا چاہیے - اور جس صورت مین کہ بھوکا ہو اور اپنے کسی بھائی کے پاس اسی غرض
جاوے کہ وہ کھانا کھلاویگا اور اُسکے کھانے کے وقت کا منتظر رہے تو اسکا کچھ مضائقہ نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر
و عمر رضی اللہ عنہما بھوکے تھے پس آپ نے متفق ہو کر ابی الہیثم ابن التیہان اور ابو ایوب انصاری کے مکان پر تشریف لیگئے کہ کچھ وہان
کھاوین اور ایسی حالت مین دوسرے کے یہان جانا اُسکی مدد کھانا کھلانے کے ثواب لینے مین کرنی ہی اکابر سلف کی عادت یہی تھی - عون
بن عبداللہ مسعودی کے تین سو ساٹھ دوست تھے سال بھر مین سب کے پاس ایک ایک روز رہتے تھے اور کسی دوسرے بزرگ کے تیس
دوست تھے کہ ایک مہینے مین ہر ایک کے یہان ہو آتے تھے اور ایک اور بزرگ کے سات دوست تھے کہ ہفتہ مین سب کے پاس پھر آتے تھے
اور ان بزرگوارون کے دوستون کی آمدنی ہاتھ کی کمائی ہوتی تھی اور اُنکو ان اکابر کی خدمت کرنی تبرک کی نیت سے عبادت مین داخل تھا
پس اگر اپنے دوست کے مکان پر آوے اور اُسکو مکان پر نہ پاوے اور اُسکی دوستی پر وثوق رکھتا ہو اور جانتا ہو کہ اگر مین اُسکے یہان سے
کچھ کھاؤنگا تو وہ میرے کھانے سے خوش ہوگا تو اُسکو اختیار ہی کہ بدون اُسکی اجازت کے کھالیوے کیونکہ اجازت سے مقصود راضی ہونا ہی
خصوصاً کھانے کی چیزون مین اور اُنکا معاملہ وسعت پر مبنی ہی کہ بہت سے شخص صریح اجازت دے دیتے ہین اور قسم دیا کرتے ہین مگر راضی نہین ہوتے
ایسے شخصون کا کھانا باوجود اجازت کے مکروہ ہی اور کچھ ایسے ہین کہ وہان موجود نہین ہوتے اور اجازت نہین دیتے مگر اُنکا کھانا کھا لینا
اچھا ہوتا ہی اور اللہ تعالیٰ دوستون کے یہان سے کھانے کے لیے ارشاد فرماتا ہی اَوْ صَدِیْقِکُمْ یعنی خواہ اپنے دوستون کے یہان سے کھاؤ تو
کچھ گناہ نہین - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بریرہ رضہ کے مکان پر تشریف لیگئے وہ اُسوقت موجود نہ تھین اور کھانا خیرات کا موجود تھا
اُنہین سے آپ نے تناول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ صدقہ اپنے ٹھکانے لگا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کو معلوم تھا کہ وہ ہمارے کھانے سے خوش ہوگی

[illegible] نبی کے گھرون مین مگر جو تمکو کھانے کے واسطے بلایا جاوے اور دیکھتے نہ رہو اسکے پکنے کی ۱۲ ح بیہقی [illegible] عائشہ رضی صدیقہ [illegible] اسکو ضعیف کہا ہی ۱۲ ح ابو الہیثم کے یہان جانا ترمذی [illegible] بروایت ابی ہریرہ بیان کیا ہی اور ابو ایوب کے یہان جانا طبرانی [illegible] بروایت ابن عباس [illegible] ضعیف [illegible] روایت کیا ہی ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت [illegible] ۱۲

اور اسی لحاظ سے جسکو معلوم ہو کہ صاحب مکان مجکو ضرور اجازت دیگا اُسکو پوچھکر اندر جانے کی ضرورت نہین بدون پوچھے گھس جاوے اور اگر یہ معلوم نہو تو پہلے پوچھے پھر اندر جاوے - اور محمد بن واسع اور اُنکے ساتھی حضرت حسن بصری رح کے گھر مین جاتے اور جو پاتے بدون اجازت کھا جاتے اور اگر اُسوقت حسن رح آتے اور یہ حال دیکھتے تو فرماتے کہ ہم ایسے ہی رہا کرتے تھے - اور مروی ہی کہ حضرت حسن رح بازار مین میوہ فروش کی دُکان پر کھڑے ہوے اُسکا مال کھا رہے تھے کبھی اِس ٹوکرے مین سے خشک خرما نکالتے اور کبھی اُسمین سے ہشام نے آپ سے کہا کہ اے ابوسعید ورع کے باب مین اب آپ کو کیا سوجھتا ہی کہ اُس شخص کا مال بدون اُسکی اجازت کے کھاتے ہین آپ نے فرمایا کہ ذرا میرے سامنے کھانے کے باب مین آیت تو پڑھو ہشام نے سورہٗ نور کی آیت او صدیقکم تک پڑھی اور کہا کہ صدیق سے غرض کیا ہی آپ نے فرمایا کہ جس سے نفس کو راحت ملے اور دل کا اطمینان اُسکی طرف ہو - اور کچھ لوگ حضرت سفیان ثوری کے مکان پر گئے اُنکو موجود نہ پایا دروازہ مکان کا کھول کر دسترخوان اُتار لیا اور کھانے لگے اتنے مین سفیان ثوری آگئے اور کہنے لگے کہ تمنے مجکو اگلے لوگون کی عادات یاد دلادی وہ لوگ بھی یون ہی کرتے تھے - اور کچھ لوگ ایک تابعی کی زیارت کو گئے اُسوقت اُنکے پاس کچھ نہ تھا کہ اُسکو اُنکے سامنے رکھتے پس آپ اپنے کسی دوست کے مکان پر گئے وہ گھر پر نہ تھے آپ نے اندر جاکر جو دیکھا تو ہنڈیا پکی ہوئی جدا رکھی اور روٹی وغیرہ جدا تیار ہی آپ سب اُٹھا لائے اور ملنے والون کے سامنے لاکر رکھدیا کہ کھاؤ جب اُنکا دوست اپنے مکان پر آیا تو کھانا کچھ نہ پایا لوگون نے اُس سے کہا کہ فلان شخص لیگیا ہی اُسنے کہا کہ خوب کیا اور جب اُنسے ملاقات ہوئی تو کہا کہ بھائی اگر تمہارے پاس یہ لوگ پھر آوین تو تم پھر جو کچھ پاؤ لیجانا - غرضکہ آنے کے آداب تو سُن چکے اب کھانا پیش کرنے کے آداب معلوم کرو اُنمین سے اول یہ ہی کہ تکلف نہ کرے اور جو کچھ حاضر ہو سامنے کردے اور اگر کچھ نہو اور نہ اپنا پاس ہو تو اُسکے لیے قرض نہ لیوے کہ نفس کو تردد مین ڈالے اور اگر کھانا موجود ہو مگر اپنی غذا کی قدر ہو اور اُسکو پیش کرنے کو جی نہ چاہے تو پیش نہ کرے - کوئی بزرگ کسی زاہد کے پاس گئے وہ اُسوقت کھانا کھاتے تھے فرمانے لگے کہ اگر مین نے یہ کھانا قرض نہ لیا ہوتا تو تمکو بھی اُسمین سے کھلاتا - اور بعض اکابر نے تکلف کے معنی یہ بیان کیے ہین کہ اپنے ملنے والون کو وہ چیز کھلاوے جو آپ نہ کھاوے یعنی اپنی غذا سے عمدہ اور قیمتی اُسکو کھلاوے - اور فضیل رح فرمایا کرتے کہ لوگون نے آپس کا ملنا تکلف کے باعث چھوڑ دیا ایک شخص اپنے بھائی کی دعوت کرتا ہی اور اُسکے لیے تکلف کرتا ہی اسی وجہ سے وہ دوبارہ اُسکے پاس نہین آتا - اور کسی بزرگ کا قول ہی کہ میرے دوستون مین سے جو کوئی میرے پاس آتا ہی مجکو کچھ دقت نہین ہوتی اسلیے کہ مین اُسکے لیے تکلف نہین کرتا جو میرے پاس ہوتا ہی اُسکے سامنے رکھدیتا ہون اور اگر مین تکلف کرون تو اُسکے یہ معنی ہون کہ اُسکے آنے کو بُرا سمجھون اور اُس سے اُکتا جاؤن - اور کسی بزرگ نے فرمایا ہی کہ مین اپنے ایک دوست کے پاس جایا کرتا تھا مین نے اُس سے کہا کہ نہ تو اکیلا ایسا کھانا کھاوے اور نہ مین ایسا کھاتا ہون تو پھر کیا بات ہی کہ اکٹھا کھانے مین یہ صورت ہو اب یا تو اس تکلف کو تو چھوڑ دے یا مین آنا موقوف کردون وہ بالون سے ایک ہوئی چاہیے اُسنے تکلف کو ترک کردیا اور اس بے تکلفی کی جہت سے ہم ہمیشہ اکٹھے رہا کیے - اور یہ بھی تکلف مین داخل ہی کہ جو کچھ اپنے پاس ہو سب کا سب سامنے لا رکھے اور اپنے عیال کے واسطے کچھ نہ چھوڑے اور اُنکے دلون کو آزار دے - مروی ہی کہ کسی شخص نے حضرت علی رض کی دعوت کی آپ نے فرمایا کہ مین تین شرطون پر تیری دعوت مانتا ہون - ایک یہ کہ بازار مین سے میرے لیے کچھ نہ لانا دوسرے یہ کہ جو کچھ گھر مین ہو اُسے اُٹھا مت رکھنا تیسرے یہ کہ ایسا مت کرنا کہ اپنے عیال کے لیے کچھ نہ چھوڑے - اور بعض اکابر گھر مین جتنے اقسام کا میوے ہوتے ہین سب مین تھوڑا تھوڑا لا رکھتے - اور کسی بزرگ نے فرمایا ہی کہ ہم جابر بن عبد اللہ کے پاس گئے اُنھون نے روٹی اور سرکہ ہمارے سامنے لا رکھا اور فرمایا کہ اگر ہمکو ممانعت تکلف کی نہوتی تو مین تمھارے واسطے تکلف کرتا - اور کسی بزرگ نے فرمایا ہی کہ اگر کوئی تیرے یہان آپ سے ملنے آوے تو جو چیز تیرے یہان موجود ہو پیش کردے اور اگر تو اپنی خواہش سے کسی کو بلاوے تو جو کچھ تجھ سے ہوسکے اُسمین دقیقہ باقی نہ رکھے - اور

بلکہ

حضرت سلمان رض نے فرمایا ہی کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ہی کہ مہمان کے لیے ایسی چیز کا تکلف نہ کرین جو ہمارے پاس نہو اور جو چیز موجود ہو وہ اسکے سامنے رکھدین — اور حضرت یونس علیہ السلام کے حال مین ہی کہ انکے بھائی بند انسے ملنے آئے آپ نے روٹی کے ٹکڑے انکے سامنے رکھدیے اور ساگ جو آپ بویا کرتے تھے انکے واسطے کاٹ لائے پھر فرمایا کہ کھاؤ اگر خدا تعالی نے تکلف کرنے والون کو لعنت نہ کی ہوتی تو مین تمھارے لیے تکلف کرتا۔ اور حضرت انس بن مالک رض اور انکے سوا دوسرے اصحاب رض سے مروی ہی کہ ان لوگون کا دستور تھا کہ ملنے والون کے سامنے خشک روٹی کے ٹکڑے اور خشک خرما رکھدیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمکو معلوم نہین کہ دو شخصون مین زیادہ گناہگار کونسا ہی آیا وہ ہی کہ جو کچھ اسکے سامنے پیش ہو اسکو حقیر جانے یا وہ ہی کہ جو کچھ اپنے پاس رکھتا ہی اسکو سامنے کرنا حقیر جانے —

دوسرا ادب آنے والے کے واسطے یہ ہی کہ میزبان پر کچھ معین کھانے کی فرمایش اور زبردستی نہ کرے کہ بعض اوقات اسکو اس چیز کے موجود کرنے مین دقت ہوتی ہی اور اگر میزبان اسکو دو کھانون مین اختیار دے تو دونون مین سے جونسا میزبان سے بآسانی بن سکے اسکو اختیار کرے کہ طریق سنت یہی ہی چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزون مین اختیار دیا گیا ہی تو آپنے ایسی ہی چیز کو اختیار کیا ہی جو بآسانی ہو سکے — اور اعمش ابی وائل سے نقل کرتے ہین کہ انھون نے فرمایا کہ مین اپنے ایک دوست کے ساتھ حضرت سلمان کے ملنے کو گیا انھون نے ہمارے سامنے جو کی روٹی اور کچھ بے مزہ نمک رکھدیا میرے ساتھی نے کہا کہ اگر اس نمک مین پودینہ ہوتا تو خوب ہوجاتا حضرت سلمان باہر گئے اور اپنا وضو کا لوٹا گرو کرکے پودینہ لائے جب ہم کھانا کھا چکے تو میرے ساتھی نے کہا کہ شکر ہی اس خدا کا جسنے ہمکو قناعت دی اس چیز پر کہ ہمکو روزی کی حضرت سلمان رض نے فرمایا کہ اگر جو کچھ روزی ہوا تھا اسپر تم قناعت کرتے تو میرا لوٹا گرو نہوتا۔ یہ فرمایش نہ کرنے کی صورت اسوقت مین ہی کہ مہمان کو معلوم ہوجاوے کہ میزبان پر اسکا بہم پہونچانا دشوار ہوگا یا اسکو فرمایش کرنا برا معلوم ہوگا اور اگر یہ جانے کہ فرمایش سے وہ خوش ہوگا اور اسکو اس چیز کا بہم پہونچانا آسان ہی تو اس صورت مین فرمایش مکروہ نہین حضرت امام شافعی نے جسوقت کہ بغداد مین زعفرانی کے پاس فروکش تھے ایسا کیا تھا زعفرانی کا دستور تھا کہ جتنے اقسام کھانے کے پکتے تھے انکی فہرست لکھکر لونڈی کو دے دیتے کسی روز وہ فہرست امام شافعی نے لیکر اپنے قلم سے ایک قسم کھانے کی زیادہ کردی جب زعفرانی نے وہ قسم دسترخوان پر دیکھی تو کہا اسکی مین نے اجازت نہین دی پھر وہ فہرست پیش ہوئی جسمین امام شافعی نے کچھ بڑھا دیا تھا جب زعفرانی کی نگاہ آپ کے خط پر پڑی نہایت خوش ہوے اور لونڈی کو اس خوشی کے بارے آزاد کردیا کہ امام شافعی رض نے ہمسے فرمایش کی اور ابوبکر کتانی کہتے ہین کہ مین سری سقطی کے پاس گیا وہ کچھ ٹکڑے اٹھا لائے اور انمین سے آدھے پیالہ مین گھولنے لگے مین نے کہا یہ آپ کیا کرتے ہین مین تو ایک دفعہ مین سب پی جاؤنگا آپ ہنس پڑے اور فرمایا کہ تجھ کو کرنے کی نسبت اگر یہ تمھارے لیے بہتر ہی جو مین کرتا ہون — اور کسی بزرگ نے کہا ہی کہ کھانا تین طرح پر ہی فقیرون کے ساتھ مین تو انکو اپنے نفس پر ترجیح دینا چاہیے اور بھائی بندون کے ساتھ کھیل کھیل کر کھانا چاہیے اور دنیا دارون کے ساتھ مین ادب کے ساتھ

تیسرا ادب یہ ہی کہ میزبان اپنے بھائی مہمان سے التماس فرمایش کرے بشرطیکہ اسکی فرمایش بجا لانے کو جی بھی چاہتا ہو کہ یہ بات اچھی ہی اور اسمین ثواب اور فضیلت بہت ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص اپنے بھائی کی خواہش کو پورا کردے اسکی مغفرت ہوگی اور جو شخص اپنے بھائی مسلمان کو خوش کرے اسنے گویا خدا تعالی کو خوش کیا — اور حضرت جابر رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کو وہ چیز کھلاوے جو وہ چاہتا ہی تو اللہ تعالی اسکے لیے دس لاکھ نیکیان لکھتا ہی اور دس لاکھ برائیان اسکے نامہ اعمال سے دور کرتا ہی اور دس لاکھ درجے اسکے بلند کرتا ہی اور اسکو تین جنتون سے کھانا کھلاتا ہی یعنی فردوس اور عدن اور خلد سے

چوتھا ادب یہ ہی کہ آنے والے سے یہ نہ کہے کہ آپکے واسطے کھانا لاؤن بلکہ کھانا اگر موجود ہو تو بن پوچھے سامنے رکھدے — ثوری رح فرماتے ہین کہ جب تمھارا بھائی تمسے ملنے آوے تو اس سے یہ نہ کہو کہ کچھ کھاؤگے یا کھانا لاؤن بلکہ بلا استفسار کھانا سامنے رکھدو اگر کھائے فبہا ورنا اٹھا لو اور اگر

ملنے والون کو کہانا کہلانا منظور نہو تو نچاہیے تو کہانے کو انپر ظاہر کرے یا انکے سامنے اسکا بیان کرے حضرت سفیان ثوری کا قول ہو کہ جب آدمی کو یہ منظور ہو کہ اپنے عیال کو اپنی خوراک مین سے نہ کہلاوے تو چاہیے کہ انکے سامنے اسکا ذکر نہ کرے اور نہ انکو دکھاوے اور بعض صوفیون کا قول ہو کہ جب فقیر تیرے ملنے آوین تو انکے سامنے کہانا رکھدو اور اگر فقیہ آوین تو انسے کوئی مسئلہ پوچھو اور اگر قاری آوین تو انکو جانماز بتادو۔

چوتھی فصل۔ ضیافت کے آداب کے ذکر مین۔ چونکہ ضیافت مین چھ چیزین آداب کی جگہین ہین اول دعوت کرنا دوم قبول کرنا سوم کھانے کے لیے آنا چہارم کہانا پیش کرنا پنجم کہانا ششم بعد کہانے کے لوٹ جانا۔ اسلیے اس فصل کو چھ بیانون مین لکھینگے۔

پہلا بیان ضیافت کی فضیلت مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مہمان کے لیے تکلف مت کرو کہ تکلف سے اسکو برا جانوگے اور جو شخص مہمان کو برا جانتا ہو وہ اللہ کو برا جانتا ہو اور جو اللہ تعالی کو برا جانتا ہو اللہ تعالی اسکو برا جانتا ہو اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ہو کہ جو شخص مہمان کی ضیافت نہ کرے اسمین کچھ خیر نہین۔ اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس تشریف لیگئے جسکے یہان اونٹ اور گائین بہت تھین اسنے آپکی ضیافت نہ کی اور ایک عورت کے پاس تشریف لیگئے کہ اسکے یہان چند بکریان تھین اسنے بکری آپکے لیے ذبح کی آپنے حاضرین سے فرمایا کہ ان دونون کے حال کو دیکھو اخلاق خدا تعالی کے قبضہ مین ہین جسکو چاہتا ہو نیک عادت دینی چاہتا ہو دیدیتا ہو۔ اور ابو رافع آپکا مولی راوی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہان ایک مہمان اترا آپنے مجکو ارشاد فرمایا کہ فلان یہودی سے کہو کہ میرے یہان ایک مہمان آگیا ہو مجکو تھوڑا آٹا رجب تک قرض دیدے یہودی نے کہا کہ واللہ بدون کوئی چیز گرو رکھے نہ دونگا مین نے آپکی خدمت مین ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ بخدا امین آسمان مین امین ہون اور زمین مین امین ہون اگر وہ مجکو قرض دیتا بیشک مین ادا کرتا اب میری زرہ لیجاؤ اور اسکے پاس گرو رکھدو۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جب کہانا چاہتے تو ایک یا دو کوس تک جاتے کہ کوئی ساتھ کہانے والا ملے اور اسی وجہ سے انکی کنیت ابو الضیفان ہوگئی تھی اور چونکہ ضیافت مین آپکی نیت سچی تھی اسی وجہ سے آج تک ضیافت کی رسم آپکے مقام مین جاری ہو کہ کوئی رات ایسی نہین گذرتی کہ اس جگہ پر تین سے لیکر دس اور سو آدمیون تک کھانا نہین کہاتے اور اس مقام کے منتظمون کا قول ہو کہ اب تک کوئی شب مہمان سے خالی نہین گذری۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ ایمان کیا چیز ہو آپ نے فرمایا کہ کہانا کہلانا اور سلام کا افشا کرنا۔ اور کفارات اور درجات مین آپنے ارشاد فرمایا ہو کہ کہانا کہلانا اور رات کے وقت لوگون کے سونے کی حالت مین نماز پڑھنا ہو۔ اور کسی شخص نے آپ سے حج مقبول کا حال پوچھا تو فرمایا کہ کہانا کہلانا اور اچھا ہو۔ اور حضرت انس فرماتے ہین کہ جس گھر مین مہمان نہین آتا اسمین فرشتے داخل نہین ہوتے۔ اور چونکہ ضیافت اور کہانا کہلانے کی فضیلت مین اخبار بیشمار وارد ہین لہذا انمین سے اسیقدر پر اکتفا کرکے ضیافت کے آداب ذکر کرتے ہین۔ اول یہ کہ ضیافت کرنے والا متقیون کی دعوت کرے نہ بدکارون کی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کسی نے دعوت کی تھی تو اسکے لیے آپنے دعا مانگی کہ تیرا کہانا نیک بندے کہاوین اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ بجز متقی کے اور کسی کا کہانا مت کہانا اور نہ تیرا کہانا متقی کے سوا اور کوئی کہاوے۔ دوسرے یہ کہ فقرا کی دعوت کرے تو انگرون کو خاص نہ کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ سب کہانون مین برا اس ولیمہ کا کہانا ہو جسمین تو انگرون کی دعوت ہو فقیرون کی نہو۔ تیسرے یہ کہ دعوت مین اپنے اقارب کو نہ چھوڑے کہ انکو چھوڑ دینے مین انکو وحشت مین ڈالنا اور قرابت کو توڑنا ہو اسی طرح اپنے دوستون اور آشناؤن کی دعوت مین ترتیب کا لحاظ رکھے کہ بعض کی خصوصیت کرنے سے اورون کے دل کو وحشت مین ڈالنا ہو۔ چوتھے یہ کہ دعوت سے فخر اور شیخی کی نیت نہ کرے بلکہ بھائیون کے دلون کو اپنی طرف مائل کرنا اور کہانا کہلانے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر چلنا اور ایماندارون کے دلون مین خوشی پہونچانی مدنظر رکھے۔ پانچوین یہ کہ ایسے شخص کی دعوت نہ کرے کہ جسکو جانے کہ قبول کرنے مین اسکو دشواری ہوگی اور جب آویگا تو حاضرین سے کسی سبب سے ایذا پاویگا چھٹے یہ کہ دعوت اسی شخص کی کرے جسکا قبول کرنا اچھا معلوم ہو حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ جو شخص کسی کی دعوت کرے اور دل سے اسکا قبول کرنا برا جانتا ہو تو دعوت

کرنے والے پر ایک گناہ ہی اور دوسرا شخص اگر اُسکی دعوت منظور کرے تو اس صورت مین اُسپر دو گناہ ہین کیونکہ اس شخص نے دوسرے کو باوجود برا جاننے کے کھانے پر آمادہ کر دیا اگر وہ جانتا کہ میرا کھانا اُسکو برا معلوم ہوتا ہی تو کبھی نہ کھاتا۔ اور متقی کو کھانا کھلانے مین یہ فائدہ ہی کہ تقوی پر مدد ہوتی ہی اور بدکار کو کھلانے سے بدکاری پر قوت دیتا ہی ایک درزی نے حضرت ابن مبارک رح سے پوچھا کہ مین بادشاہون کے کپڑے سیتا ہون تو تمکو یہ خوف تو نہین کہ مین ظالمون کا مددگار ہون آپ نے فرمایا کہ ظالمون کے مددگار تو وہ ہین جو تیرے ہاتھ سوئی دھاگا بیچتے ہین تو تو خود ظالم ہی مددگار ہونے کو کیا پوچھتا ہی

دوسرا بیان دعوت کے قبول کرنے مین۔ دعوت کا منظور کرنا سنت موکدہ ہی اور بعض جگہون مین لوگ اُسکو واجب بھی کہتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی لَوْ دُعِيتُ إِلَى كُرَاعٍ لَأَجَبْتُ وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ لَقَبِلْتُ اور اجابت کے لیے پانچ ادب ہین اول یہ کہ تونگر اور مفلس مین اس بات مین فرق نہ کرے کہ تونگر کے یہان ہو تو قبول کرے اور فقیر کے یہان ہو تو نہ مانے اسلیے کہ ایسا کرنا تکبر ہی اور اسکی ممانعت ہی اور اسی تکبر کی جہت سے بعض لوگون نے سرے سے دعوت کا قبول کرنا ہی چھوڑ دیا اور کہتے ہین کہ شوربا کا انتظار کرنا ایک ذلت ہی اور دوسرے نے کہا ہی کہ جب میرا ہاتھ دوسرے کے پیالہ مین پڑا تو اُسکے لیے میری گردن جھک گئی اور بعض متکبر تو تونگرون کی دعوت قبول کرتے ہین فقیر کی نہین کرتے یہ بھی سنت کے خلاف ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غلام اور مسکین سب کی دعوت قبول فرماتے تھے۔ اور ایک بار حضرت امام حسن کچھ مسکینون کے پاس کو گذرے جو سڑک پر لوگون سے سوال کرتے تھے انھون نے اُسوقت روٹی کے ٹکڑے زمین کی ریت پر پھیلا رکھے تھے اور سب بیٹھے کھا رہے تھے اور آپ اپنے خچر پر سوار تھے انھون نے آپکو کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے آئیے کھانا کھائیے آپ نے فرمایا بہتر اللہ تعالی متکبرون کو نہین چاہتا یہ کہکر خچر پر سے اتر پڑے اور اُنکے ساتھ زمین پر بیٹھ کر تناول فرمایا پھر سلام کر کے سوار ہوے اور فرمایا کہ مین نے تمھاری دعوت منظور کی تم بھی میری دعوت منظور کرو انھون نے کہا بسر و چشم آپ نے اُنکو ایک وقت معین کر دیا جب وہ آئے تو خوب عمدہ کھانا اُنکے سامنے لائے اور آپ بھی اُنکے ساتھ کھانے کو بیٹھ گئے۔ اور یہ جو کسی کا قول اوپر گذرا ہی کہ جب میرا ہاتھ دوسرے کے پیالہ مین پڑا تو اُسکے لیے میری گردن جھک گئی تو اُسکے جواب مین بعضون نے فرمایا ہی کہ یہ قول خلاف سنت ہی اور واقع مین ایسا نہین کیونکہ دعوت کا منظور کرنا ذلت اُس صورت مین ہی کہ دعوت کرنے والا دعوت کے قبول کرنے سے خوش اور منت کش نہو بلکہ اپنی دعوت کرنے کو دوسرے پر احسان جانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو دعوت مین تشریف لیجاتے تھے تو یہی وجہ تھی کہ آپ کو معلوم تھا کہ دعوت کرنے والا احسان مانیگا اور جانیگا کہ دارین مین اپنا فخر اور شرف سمجھیگا۔ غرضکہ دعوت کا قبول کرنا احوال کے اختلاف سے مختلف حکم رکھتا ہی اگر کسیکو یہ گمان ہو کہ دعوت کرنے والا کھانا کھلانے کو گران جانتا ہی اور دعوت صرف فخر اور تکلف کے طور پر کرتا ہی تو اُسکی دعوت کا قبول کرنا مسنون نہین بلکہ حیلہ کر دینا بہتر ہی اور اسی لیے کسی صوفی نے ارشاد فرمایا ہی کہ دعوت ایسے ہی آدمیون کی کھاؤ جو یہ سمجھے کہ تم اپنا رزق کھاتے ہو اور جو تمھاری امانت اُسکے پاس تھی اُسکو تمھارے حوالہ کرتا ہی اور تمھاری اس امانت کے لینے سے ممنون ہوتا ہی۔ اور سری سقطی رح فرماتے ہین کہ مین ایسے لقمہ کا طالب ہون کہ اُسمین خدا تعالی کا گناہ کوئی نہو اور نہ کسی مخلوق کی منت پس جس صورت مین کہ مدعو کو معلوم ہو کہ اس دعوت مین منت ہین تو اُسکو رد کرنا چاہیے۔ اور ابوتراب نخشبی فرماتے ہین کہ ایکبار میرے سامنے کھانا آیا مین نے نہ کھایا اور انکار کر دیا پھر چودہ روز مین بھوک مین مبتلا ہوا اور جانا کہ یہ اُس کھانے سے انکار کرنے کی سزا ہی۔ اور حضرت معروف کرخی رح سے کسی نے کہا کہ آپ کی دعوت جو کوئی کرتا ہی آپ چلے جاتے ہین فرمایا کہ مین مہمان ہون جہان مجھے اتارتے ہین وہان اتر تا ہون۔ دوم یہ کہ فاصلے کے دور ہونے کی جہت سے دعوت سے انکار نہ کرے جیسے اُس صورت مین انکار نہ چاہیے کہ دعوت کرنے والا مفلس ہو اور وجاہت نہ رکھتا ہو بلکہ جو فاصلہ اتنا ہو کہ اُسقدر کی برداشت کی عادت ہو تو محض دوری کے عذر سے انکار نہ کرے۔ کہتے ہین کہ توریت مین یا کسی دوسری کتاب آسمانی مین ہی کہ ایک کوس چل

مریض کو پوچھو دو کوس چل جنازہ کے ہمراہ ہو تین کوس چل دعوت کو منظور کر چار کوس چل اپنے بھائی کی ملاقات کر جو بھائی چارہ فی اللہ رکھتا ہو دعوت کے منظور کرنے اور بھائی کی ملاقات کو اسلیے فضیلت ہوئی کہ اسمیں زندہ کے حق کا ادا کرنا ہے مردہ کی نسبت کر اولی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری کوئی دعوت کراع الغمیم میں کرے تو قبول کر لوں – اور کراع الغمیم ایک جگہ ہے مدینہ منورہ سے چند کوس پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں جب اس جگہ پہونچے تو روزہ افطار کیا تھا اور آپ نے قربانی اسی جگہ نماز کا قصر فرمایا تھا تیسرے یہ کہ روزہ دار ہونے کی جہت سے دعوت سے انکار نہ کرے بلکہ دعوت میں جاوے اگر صاحب دعوت کی خوشی اسمیں ہو کہ افطار کرے تو میں جانے تو افطار کرے اور مسلمان بھائی کے دل خوش کرنے کے ارادہ سے افطار میں بھی اسی ثواب کا خواہاں ہو جو روزہ سے ہوتا اور یہ بات نفل روزہ میں ہے اور اگر صاحب دعوت کے دل کی خوشی ثابت نہو تو اسکے ظاہر حال ہی کو سچا کر سمجھے اور افطار کرے لیکن جس صورت میں ثابت ہو کہ وہ تکلف کرتا ہے تو بہانہ کر دیوے اور افطار نہ کرے – اور ایک شخص نے جو روزہ دار تھا دعوت کرنے والے سے انکار کیا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو ارشاد فرمایا کہ تیرے بھائی نے تیرے واسطے محنت اٹھائی اور تو کہتا ہے کہ میں روزہ دار ہوں – اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ہمنشینوں کی خاطر سے افطار کرلینا بہت عمدہ حسنات میں سے ہے جس شخص کی نیت سے افطار کیا جاوے وہ عبادت اور اسکی خوشی ہے تو اسکا ثواب روزہ کے ثواب سے زیادہ ہے اور جس صورت میں کہ افطار نہ کرے تو خوشبو اور انگیٹھی اور عمدہ گفتگو اسکی ضیافت ہوا کرتی ہے چنانچہ کہ سرمہ اور تیل بھی ہر دو خوشبوں میں سے ایک ہے چوتھے یہ کہ اگر کھانا مشتبہ کا ہو یا جگہ خود و فرش حلال کا نہو یا اس مقام میں کسی طرح کی برائی ہو مثلاً ریشمی فرش ہو یا چاندی کے برتن خواہ چاندی اور دیواروں کی تصویر جانور یا دیواروں پر اگر ہو اور اگر کوئی گانا سنتا یا کسی قسم کی دیگر ہو اور لہو ولعب کی چیزیں اور ڈھول تاشے یا بربط اور غیبت اور چغلی اور بہتان اور جھوٹ وفریب کے سننے میں مشغول ہو یا بے پردگی یا اور کوئی اسی قسم کی بدعت ہو تو اسکے باعث دعوت کو نہ مانے اور ایسی صورتوں میں قبول دعوت مستحب نہیں رہتا بلکہ حرام یا مکروہ ہو جاتا ہے اور کراہت کے [illegible] ہوتے ہیں اور یہی حال ہے اگر صاحب دعوت ظالم یا بدعتی یا فاسق یا شریر ہو یا فخر و شیخی کے طور پر دعوت میں تکلف کرتا ہو – پانچویں یہ کہ دعوت کے قبول کرنے سے یہ قصد نہ کرے کہ ایک وقت پیٹ بھر جاویگا ورنہ یہ عمل دنیا کے لیے ہوگا بلکہ نیت کو قبول کرنے میں درست رکھے تاکہ آخرت کے لیے عامل ہو اور اسکا یہ صورت ہے کہ قبول دعوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کی پیروی کا قصد کرے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ لو دعیت الی کراع لاجبت اور یہ نیت کرے کہ اگر دعوت کو منظور کرونگا تو خدا تعالی کی نافرمانی سے بچونگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من لم یجب الداعی فقد عصی اللہ ورسولہ اور یہ نیت کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب من اکرم اخاہ المومن فکانما اکرم اللہ اپنے بھائی مومن کا اکرام کرتا ہوں اور نیز یہ نیت ہو کہ بموجب حدیث شریف من سر مومنا فقد سر اللہ ایک مومن کے دل کو سرور پہونچاتا ہوں – اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی نیت کرے کہ صاحب دعوت کی ملاقات کو جاتا ہوں اس نیت سے یہ فائدہ ہے کہ یہ شخص ان لوگوں میں سے ہو جاویگا جو آپس میں محبت فی اللہ رکھتے ہیں اسلیے کہ اس طرح کی محبت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالی کے واسطے ایک دوسرے کے پاس جانا اور آپس میں ایک دوسرے پر خرچ کرنا شرط کیا ہے تو جب صاحب دعوت نے خرچ کیا تو یہ طرفین کی طرف سے ملاقات کو جانا ہو جاویگا – اور یہ نیت کرے کہ دعوت قبول کرنے سے کوئی میری طرف سے بدگمان نہوگا اور یہ طعنہ زبان زد نہ کریگا کہ تکبر یا بداخلاقی یا مسلمان کو حقیر جانکر دعوت قبول نہ کی غرضکہ دعوت کے قبول کرنے میں یہ چھ نیتیں ایسی ہیں کہ اگر ایک بھی آدمی کرے تو قبول دعوت موجب قربت ہوگا اور اگر سب نیتیں کوئی کرے تو پھر کیسے باعث قربت نہ ہوگی – اور سلف کے ایک بزرگ کہا کرتے تھے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے ہر عمل میں ایک نیت ہو یہاں تک کہ کھانے اور پینے وغیرہ میں بھی نیت ہوا کرے اور یہی جی سے ہے کہ اس باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی فمن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا او امرأۃ

چیز جو مباح تھی اسی کا جز ہوگیا اور نیت صرف مباح اور طاعت کی چیزوں میں اثر کرتی ہے ممنوع چیزوں میں تاثیر نہیں کرتی مثلاً اگر ساتھیوں کی خوشی کے لیے شراب پیوے خواہ اور کسی حرام کا مرتکب ہو اور نیت کرے کہ مسلمانوں کی خوشی کرتا ہوں تو یہ نیت مفید نہ ہوگی اور نہ یہ کہنا درست ہوگا کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے بلکہ جہاد جو طاعت ہے اگر اس سے بھی نیت فخر یا مال حاصل کرنے کی ہو تو طاعت نہ رہے گی یہی حال مباح کا ہے کہ جو چیز خیرات میں بھی داخل ہو سکتی ہو اور بغیر خیرات بھی ہو وہ نیت سے خیرات میں لاحق ہو جاتی ہے پس نیت کا اثر انہیں دو قسموں میں ہوتا ہے کسی تیسری قسم میں نہیں ہوتا

تیسرا بیان دعوت کھانے کے لیے حاضر ہونے کے بیان میں۔ اسکے آداب یہ ہیں کہ جب مکان میں آوے تو صدر مقام میں نہ بیٹھے بلکہ فروتنی کرے۔ دوسرے یہ کہ بہت دیر نہ لگاوے کہ لوگ منتظر رہیں اور نہ اتنا جلدی جاوے کہ ابھی صاحب دعوت سامان بھی نہ کرنے پاوے اور جا موجود ہو۔ تیسرے یہ کہ بیٹھنے کے وقت ایسی طرح نہ بیٹھے کہ دوسروں کو تنگی ہو بلکہ اگر مالک مکان کسی جگہ بیٹھنے کا اشارہ کرے تو اسکا خلاف ہرگز نہ کرے کیونکہ بعض اوقات صاحب مکان اپنے دل میں ہر ایک شخص کی جگہ تجویز کر لیتا ہے تو اسکے خلاف کرنے میں اسکی ترتیب فوت ہو جاوے گی اور تردد ہوگا اور اگر بعض حاضرین اسکی تعظیم کے لیے کوئی اونچی جگہ بتا دیں تو اسوقت تواضع کرنی چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ مِنَ التَّوَاضُعِ لِلّٰهِ الرِّضَا بِالدُّوْنِ مِنَ الْمَجَالِسِ۔ چوتھے یہ کہ جس کوٹھری میں عورتیں ہوں اور پردہ پڑا ہو اسکے دروازہ کے سامنے نہ بیٹھے پانچویں یہ کہ جس جگہ کھانا آتا ہو وہاں بہت نہ تاکے کہ یہ دلیل حرص اور بے صبری کی ہے۔ چھٹے یہ کہ جب بیٹھے تو جو شخص پاس ہو اس سے سلام علیک اور پرسش احوال کرے۔ اور جب مہمان میزبان کے یہاں آوے تو میزبان کو چاہیے کہ اسکو قبلہ کی سمت اور پاخانہ اور وضو کی جگہ بتا دے حضرت امام مالک رح نے حضرت امام شافعی رح کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا اور حضرت امام مالک رح نے کھانے سے پیشتر ہاتھ دھونے میں لوگوں سے پہلے خود دھوئے اور فرمایا کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے اولی مالک مکان کو چاہیے اسلیے کہ وہ لوگوں کو اپنے کرم کی طرف بلاتا ہے تو مناسب یہ ہے کہ ہاتھ پہلے دھووے اور کھانے کے بعد سب سے پیچھے ہاتھ دھووے کہ شاید اگر کوئی کھانے والا رہ گیا ہو اور وہ آجاوے تو اسکے ساتھ کھاوے۔ ساتویں یہ کہ جب دعوت کی جگہ پہونچ کر کوئی بری بات دیکھے تو اگر اسکے دور کرنے پر قادر ہو تو دور کرے ورنہ زبانی اسکی برائی بیان کرکے لوٹ جاوے اور بری باتیں یہ ہیں کہ فرش ریشمی کا ہونا یا چاندی سونے کے برتنوں کا استعمال یا تصویروں کا دیواروں پر ہونا یا باجے گانے کا سننا یا مسخروں اور بہروپیوں کا تماشا کھیلے وہاں موجود ہونا یا اور کوئی حرام چیز کا پایا جانا یہاں تک کہ امام احمد رح نے فرمایا ہے کہ جب سرمہ دانی ایسی دیکھے جسکے سر پر چاندی لگی ہو تو نکل جانا چاہیے اور اس مجلس میں بیٹھنے کی اجازت نہیں دی صرف بیٹھنے کو فرمایا اور جب کوئی شخص باریک پردہ پڑا دیکھے کہ جو اوس کا دیکھنے سے بھی کچھ کرا ہے کہ وہاں سے چلا آوے کہ بیفائدہ کا تکلف ہے۔ اس سے گرمی یا سردی نہ کوئی شے اسکے سبب سے چھپتی ہے اور اسی طرح سب گھر کی دیواروں کو ریشمی کپڑے سے کعبہ کی طرح مڑھا ہوا دیکھے تو وہاں بھی نہ بیٹھنا چاہیے۔ اور یہ بھی انکا قول ہے کہ جب کوئی شخص ایک مکان کرایہ لے جسمیں تصویر ہو یا حمام میں جاوے اور اسمیں تصویر پاوے تو چاہیے کہ اس تصویر کو اگر قدرت ہو تو دور کرے اور اگر قابو نہ ہو تو اسمیں سے نکل آوے اور جتنی باتیں آپ نے فرمائی ہیں سب درست ہیں لیکن پردہ سری کا دیکھنا اور دیواروں پر ریشمی کپڑے زینت کے لیے لگانے دخل حرمت نہیں کیونکہ حریر کا پہننا مردوں کو حرام ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے هٰذَانِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ حِلٌّ لِاِنَاثِهَا اور جو دیواروں پر کپڑے ہیں وہ مردوں کی طرف منسوب نہیں اور اگر بالفرض دیواروں پر ریشمی کپڑا ڈالنا حرام ہوتا تو کعبہ شریف کی زینت بھی حرام ہوتی بلکہ بہتر یہ ہے کہ اسطرح کی زینت مباح میں داخل ہے کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ خصوص ایسی صورت میں کہ اس فعل سے زینت مقصود ہو اور فخر کے لیے عادت نہ ٹھہرالی ہو کو یہ بات سوچ لی ہو کہ لوگوں کو اسکے دیکھنے سے نفع ہوگا اسلیے کہ مردوں کو حریر کی طرف دیکھنا حرام نہیں جس صورت میں کہ لونڈیاں اور عورتیں

اُسکو بیٹھے ہوئے ہوں تو دیواروں پر پڑا ہوا دیکھنا بھی ایسا ہی ہے کہ اُنہیں بھی مروت کا وصف نہیں

چوتھا بیان کھانا لانے کے آداب میں اور وہ پانچ ہیں - اول کھانا جلد پیش کرنا کہ اسمین مہمان کی تعظیم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ اور جس صورت میں کہ اکثر لوگ آگئے ہوں اور ایک یا دو وقت مقررہ پر نہ آئے ہوں تو حاضرین کی خاطر سے جلد کھانا پیش کرنا اس سے بہتر ہے کہ غیر حاضرین کی خاطر سے کھانا کھانے میں دیر کیجائے ہاں جب صورت یہ ہو کہ غیر حاضر فقیر ہو یا پیچھے رہجانے میں اُسکی دل شکنی متصور ہو تو اُسکا انتظار کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرَاھِیْمَ الْمُکْرَمِیْنَ ایک معنی یہ بھی کہے ہیں کہ اُنکی تعظیم یہ کیگئی تھی کہ کھانا اُنکو جلد کھلایا گیا تھا چنانچہ دوسری آیت اسپر دلیل ہے کہ ارشاد فرمایا فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ اور ایک جا فرمایا فَرَاغَ اِلٰٓی اَھْلِہٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ اور روغان کے معنی جلد جانے کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ خفیہ جانے کے معنی ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ایک ران گوشت کی لائے تھے اور اسکا نام عجل اسلیے رکھا کہ عجلت کے ساتھ لائے اور دیر نہ کی - حاتم اصم رح فرماتے ہیں کہ جلدی کرنا بجز پانچ باتوں کے شیطان کی طرف سے ہے اور ان پانچ امور میں سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے یعنی مہمان کو کھانا کھلانا اور مردہ کو تجہیز و تکفین کرنا اور کنواری عورت کو بیاہ دینا اور قرض ادا کرنا اور گناہ سے توبہ کرنا اور ولیمہ میں بھی جلدی کرنا مستحب ہے اور کہتے ہیں کہ اول روز کا ولیمہ سنت ہے اور دوسرے روز کا احسان اور تیسرے روز کا لہو و ریا ہے - دوسرا ادب کھانوں کو ترتیب وار پیش کرنا یعنی اگر فاکہہ ہو تو اول اُسکو پیش کرے اسلیے کہ طب کی رو سے یہ امر مناسب ہے کیونکہ فاکہہ جلد ہضم ہوتا ہے اسلیے معدہ میں سب سے نیچے اُسکا ہونا اچھا ہے اور قرآن مجید میں بھی تنبیہ ہے کہ فاکہہ کو اول پیش کرنا چاہیے چنانچہ ارشاد ہے وَفَاکِھَۃٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ پھر فرمایا وَلَحْمِ طَیْرٍ مِّمَّا یَشْتَھُوْنَ پھر بعد فاکہہ کے پیش کرنا گوشت اور ثرید کا افضل ہے اور ثرید اس کھانے کو کہتے ہیں کہ شوربا میں روٹی توڑ دی جاوے اور سب کھانوں میں افضل ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ حضرت عائشہ کو اور عورتوں پر ایسا افضل ہے جیسا ثرید کو اور کھانوں پر ہے اور اگر کھانے کے بعد کچھ شیرینی لائی ہو تو سب عمدہ چیزیں جمع ہوگئیں - اور گوشت سے اکرام کیے ہونے پر یہ آیت دلالت کرتی ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی شان میں ہے فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ اور حنیذ اس گوشت کو کہتے ہیں کہ خوب بھنا ہوا ہو اس سے معلوم ہوا کہ بھنے گوشت لانے میں بھی اکرام کی صورت ہے اور عمدہ چیزوں کے باب میں ارشاد فرمایا وَاَنْزَلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی اسمیں من کے معنی شہد کے ہیں اور سلوی سے مقصود گوشت ہے اور گوشت کو سلوی اسلیے فرمایا کہ آسکے ہوتے ہوئے اور سالنوں سے تسلی ہو جاتی ہے اور دوسری کوئی چیز اُسکے قائم مقام نہیں اور اسی بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سَیِّدُ الْاِدَامِ اللَّحْمُ یعنی گوشت سالنوں کا سردار ہے پھر من وسلوی کے ذکر کے بعد خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ اس سے معلوم ہوا کہ شیرینی اور گوشت دونوں عمدہ غذاؤں میں سے ہیں - ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہیں کہ طیب چیزوں کا کھانا رضاء الٰہی کا موجب ہوتا ہے اور یہ طیب چیزیں ٹھنڈا پانی پینے اور ہاتھ دھونے کے وقت گنگنا پانی ہاتھوں پر ڈالنے سے پوری ہو جاتی ہیں - مامون نے کہا ہے کہ برف کا بجھا پانی شکر کو خالص کر دیتا ہے یعنی یہ نعمت شکر خالص چاہتی ہے - اور بعض ادبا کا قول ہے کہ جس صورت میں تم نے اپنے بھائیوں کی دعوت کی اور اُنکو بادام کا حلوا اور بورانی کھلا کر ٹھنڈا پانی پلایا تو دعوت کامل کی - اور کسی شخص نے ضیافت میں بہت سے درہم لگائے پس ایک حکیم نے کہا کہ تمکو اس خرچ کرنے کی ضرورت نہ تھی بشرطیکہ روٹی عمدہ اور پانی ٹھنڈا اور سرکہ چاشنی وار تمہارے پاس موجود ہوتا اسلیے کہ یہی چیزیں ضیافت کو کافی تھیں - اور بعض حکما کا یہ قول ہے کہ کھانے کے بعد شیرینی کا ہونا بہت قسم کے کھانے تیار کرنے سے بہتر ہے اور دسترخوان پر سبکو کھانا پہونچ جانا اس سے بہتر ہے کہ کئی قسم کا کھانا ہو اور کسی کے سامنے کچھ ہو اور کسی کے سامنے کچھ اور کہتے ہیں کہ جس دسترخوان پر بقولات ہوتے ہیں اسپر فرشتے آتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ترکاری رکھنا بھی دسترخوان پر مستحب ہے اور اسمین سبز چیزوں کی

ایک طرح کی زینت بھی ہے اور حدیث میں ہے کہ جو دسترخوان بنی اسرائیل پر اترا تھا اس میں گندنا کے سوا سب بقولات تھے اور ایک مچھلی تھی جسکے
سر کے پاس سرکا اور دم کے پاس نمک تھا اور سات روٹیاں تھیں اور ہر ایک روٹی پر روغن زیتون اور دانہ انار رکھا تھا تو اگر یہ سب چیزیں
ضیافت میں جمع کیجاویں تو اس دسترخوان کے مطابق ہونے کے اعتبار سے بہتر ہونگی - سوم یہ کہ کھانوں کے اقسام میں سے جو زیادہ لطیف ہے
انکو پہلے پیش کر دے تاکہ جسکا منظور ہو وہ اسی کو بھر پور کھا لیوے اسکے بعد اور کھانوں کو بہت نہ کھاوے اور عادت اہل رفاہیت کی
یوں ہے کہ اول کثیف تر غذا پیش کرتے ہیں تاکہ اسکے بعد لطیف سامنے آوے تو رگ شہوت جنبش کرے اور یہ امر سنت کے خلاف ہے
کیونکہ بہت کھانا کھانا ایک حیلہ ہے اور پہلے لوگوں کا طریق یہ تھا کہ کھانے کے سب اقسام کو ایک ہی دفعہ لا رکھتے تھے اور پیالے رکابیاں
کھانوں کی دسترخوان پر چن دیتے تھے تاکہ ہر شخص جس چیز کی رغبت رکھتا ہو اسمیں سے کھاوے اور اگر صاحب خانہ کے یہاں ایک قسم کے
سوا دوسرا کھانا نہ ہوتا تھا تو اسکو ذکر کر دیتا تھا تاکہ لوگ اسی کو شکم سیر ہو کر کھا لیں اس سے بہتر کا انتظار نہ کریں - اور بعض اہل مروت کا حال
منقول ہے کہ وہ ایک پرچہ پر جتنے اقسام کھانے کے لانے منظور ہوتے لکھکر اپنے مہمانوں کے سامنے پیش کر دیا کرتے تھے - اور ایک شیخ فرماتے ہیں
کہ میرے سامنے شام کے بعض مشائخ نے ایک کھانا پیش کیا میں نے کہا ہمارے یہاں عراق میں یہ کھانا سب کے بعد پیش ہوتا ہے انہوں نے کہا کہ
ہمارے یہاں بھی شام میں یہی دستور ہے اور اس کھانے کے سوا دوسری قسم انہوں نے تیار نہ کرائی تھی مجکو اس سے نہایت شرمندگی ہوئی - اور
کسی دوسرے کا قول ہے کہ ہم چند لوگ ایک ضیافت میں گئے صاحب خانہ نے بکری کے سر بھنے ہوئے اور شوربا وغیرہ ہمارے سامنے لا رکھے
ہم نے انکو اس انتظار میں کہ اور کوئی کھانا یا گوشت آویگا نہ کھایا آخر کو صاحب خانہ نے ہمارے سامنے طشت لا رکھا اور کچھ پیش نہ کیا تب
ہم دوسرے کے منہ دیکھنے لگے ایک صاحب جو ظریف تھے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ بدون بدنوں کے سر پیدا کر دیوے
راوی کہتا ہے کہ اس رات ہم بھوکے رہے اور سحر تک بدلی کے طالب - اسی لحاظ سے مستحب ہے کہ سب اقسام پیش کر دے یا جو اپنے پاس ہو
اسکی اطلاع کر دے تاکہ مہمان پھر انتظار نہ کریں - چہارم یہ کہ جب تک کھانے کے اقسام سے اچھی طرح نہ کھا لیویں اور ہاتھ نہ کھینچ لیں تب تک
انکو اٹھانا نہ چاہیے کیونکہ شاید بعضے لوگ ایسے ہونگے کہ جو قسم سب سے بعد آئی ہوگی وہ پہلے کے اقسام کی نسبت انکو زیادہ مرغوب ہوگی یا
ابھی شکم سیر نہ ہوئے ہونگے تو برتن بڑھانے سے انکا حرج ہوگا اور دسترخوان پر تکلف کو جو دو رنگ کے کھانوں سے بہتر کہتے ہیں اسکے یہی معنی ہیں
کہ برتن جلد نہ اٹھائے جاویں اور یہ بھی معنی ہیں کہ جگہ فراخ ہو - سفوری جو ظریف صوفی تھے انکے حال میں لکھا ہے کہ کسی دنیا دار کے یہاں ضیافت
کھانے گئے ایک بکرا بھنا ہوا انکے سامنے آیا اور یہ شخص بخیل تھا لوگوں نے جو اس بکرے کو چیر پھاڑ کیا اور بوٹی کیا تو وہ گھبرایا اور غلام سے کہا کہ
یہ بکرا لڑکوں کے لیے اٹھا لیجا غلام نے اسکو اٹھا اندر جانے کا قصد کیا سفوری اسکے پیچھے دوڑے کسی نے انسے کہا کہ کہاں جاتے ہو کہا کہ لڑکوں کے
ساتھ کھاؤنگا تب تو صاحب خانہ شرمایا اور اس بکرے کو واپس منگایا اور اسی ادب کے متعلق یہ ہے کہ ضیافت کرنے والا لوگوں سے پیشتر ہاتھ
نہ کھینچے کہ وہ حیا کرینگے بلکہ یوں چاہیے کہ سب کے بعد خود موقوف کرے - بعض اہل سخاوت کا دستور تھا کہ لوگوں سے سب کھانوں کے اقسام
ذکر کر دیتے اور انکو کھانے دیتے جب لوگ قریب شکم سیر کے ہو چکتے تو خود دو زانو ہو کر کھانے پر بسم اللہ کہکر ہاتھ بڑھاتے اور کہتے کہ میرا ساتھ دو
خدا تم میں اور تمپر برکت کرے اور اگلے لوگ انکی اس عادت کو اچھا جانتے تھے - پنجم یہ کہ کھانے کی مقدار اتنی ہو کہ کھانے والوں کو کافی ہو جاوے
اسلیے کہ مقدار کفایت سے کم کرنے میں تو مروت میں خلل لگیگا اور اس سے زیادہ کرنے میں بناوٹ اور نمود ہے خصوصاً ایسی صورت میں کہ دل کو
گوارا نہو کہ سب کھا جاویں ہاں اگر بہت کھانا اس طرح رکھے کہ اگر سب کھا جاویں تو بھی خوش ہو اور اگر چھوڑ دیں تو اسکے اہل کو باعث برکت جانے
تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ اس کھانے پر حساب نہیں ہوتا - حضرت ابراہیم بن ادہم نے اپنے دسترخوان پر بہت سا کھانا ماحضر کیا
انکو سفیان ثوری نے کہا کہ اے ابو اسحاق تمکو خوف نہیں کہ یہ کثرت فضول خرچی ہو جاوے انہوں نے فرمایا کہ کھانے میں فضول خرچی نہیں ہے

غرض کہ اگر کثرت اس نیت سے ہو تو بیشک تکلف ہی حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ ہمکو منع کیا گیا ہی اس سے کہ ایسے شخص کی دعوت
قبول کرین جو اپنے کھانے سے فخر کرتا ہو اور صحابہ رضہ مین سے بہت سے لوگون نے مباہات کے کھانے کو مکروہ جانا ہی اور قدر کفایت پیش کرنے ہی
کی وجہ سے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے بچا ہوا کھانا نہین اُٹھایا گیا اسواسطے کہ اصحاب رضہ مقدار حاجت سے زائد پیش نہ کرتے تھے
اور خوب پیٹ بھر کر نہ کھاتے تھے اس صورت مین مقدار کفایت بہت تھوڑی ہوتی تھی اور نوبت بچ رہنے کی نہ آتی تھی - اور چاہیے کہ اول
گھر والون کا حصہ علحدہ کر دے ایسا نہو کہ اُنکو مہمانون کے پاس سے کچھ بچنے کا انتظار ہو اور جس صورت مین کہ شاید نہ بچے تو وہ دل تنگ ہون
اور مہمانون کو صلواتین سنائین تو اُنکو ایسا کھانا کھلانا کیا ضرور ہی جس سے اور لوگ برا مانین یہ امر اُنکے حق مین خیانت ہی - اور کھانا اگر کچھ بچ رہے
تو مہمان کو اُسکو لینا نہ چاہیے اور یہ وہ کھانا ہی جسکو صوفی زلہ کہتے ہین ہان جس صورت مین کہ صاحب خانہ لطیب خاطر اس امر کی اجازت
دے دے یا حال کے قرینہ سے اُسکا خوش ہونا معلوم ہو تو لینے کا مضائقہ نہین لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ میزبان برا مانیگا تو اُس صورت مین
لینا نہ چاہیے اور اُسکی رضامندی کی صورت مین بھی عدل وانصاف کی رعایت رفیقون کے ساتھ ملحوظ چاہیے یعنی ہر ایک شخص وہی کھانا لیوے
جو اپنے سامنے بچا ہو یا اپنے ساتھی کے سامنے کا بشرطیکہ وہ بخوشی خاطر اُسکے لینے پر راضی ہو اور حیا کے سبب سے راضی نہو گیا ہو

پانچوان بیان لوٹنے کے آداب مین اور وہ تین ہین - اول یہ کہ مہمان کے ساتھ مکان کے دروازہ تک نکلے کہ یہ امر مسنون ہی اور مہمان کی
تعظیم اس سے ہوتی ہی اور اُسکی تعظیم کا حکم ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص اللہ تعالی اور آخرت کے دن پر یقین
رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی تعظیم کرے - اور فرمایا کہ مہمان کی پاسداری یہ ہی کہ گھر کے دروازہ تک اُسکی ہمراہی کیجاوے - حضرت ابو قتادہ رضہ
فرماتے ہین کہ نجاشی بادشاہ حبش کے قاصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے آپ خود بنفس نفیس اُنکی خدمت کو اُٹھے اصحاب رضہ
نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اُنکی خدمت بجا لاوینگے آپ تکلیف نہ فرماوین آپ نے فرمایا کہ ایسا نہین ہوسکتا اُنھون نے
میرے اصحاب کی تعظیم کی تھی مین چاہتا ہون کہ اُنکی مکافات کرون - اور پوری تعظیم یہ ہی کہ کشادہ پیشانی رہنا اور آنے جانے کے اوقات مین
اور دسترخوان پر اچھی طرح اُنسے کلام کرنا چاہیے اوزاعی رح سے کسی نے کہا کہ مہمان کی تعظیم کیا ہی فرمایا کہ کشادہ رو اور عمدہ گفتگو سے پیش آنا -
اور یزید بن ابی زیاد کہتے ہین کہ ہم جب کبھی عبد الرحمن بن ابی لیلی کے پاس آئے تو اُنھون نے ہم سے گفتگو بھی اچھی ہی کی اور کھانا بھی
اچھا ہی کھلایا - دوم یہ ہی کہ مہمان کو چاہیے کہ میزبان کے پاس سے خوشدل جاوے اگرچہ اُسکی خاطرداری مین کوتاہی ہوئی ہو اسلیے
کہ یہ امر خوش خلقی اور تواضع مین سے ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ آدمی اپنی خوش خلقی سے روزہ دار شب بیدار کا مرتبہ
حاصل کرلیتا ہی - پہلے زمانہ کے اکابر مین سے کسی کے پاس ایک شخص نے آدمی بھیجا کہ کھانا کھانے کو بلا لاوے وہ بزرگ گھر پر نہ ملے جب
اُنھون نے سنا کہ فلان شخص نے بلوایا تھا تو اُسکے یہان گئے اُسوقت لوگ کھانا کھا کر چلے گئے تھے صاحب مکان اُنکے پاس آیا اور کہا
کہ اب تو لوگ کھا کر چلے گئے پوچھا کہ کچھ بچا ہی اُسنے کہا کہ نہین کہا کہ ایک آدھ ٹکڑا روٹی کا ہو تو لے آؤ اُسنے کہا کہ کوئی نہین کہا کہ ہانڈی
لے آؤ کہ اُسی کو پونچھ لون اُسنے کہا کہ وہ مین نے دھو ڈالی یہ شکر خدا کہتے ہوئے وہان سے اپنے مکان کو چلے آئے لوگون نے آپ سے کہا
کہ یہ کیا بات ہی کہ تمکو کچھ کھلایا بھی نہین اور تم اُس شخص سے راضی اور خوش ہو فرمایا کہ اُسنے بہرحال اچھا کیا کہ ایک نیت صاف سے
ہمکو بلایا اور ویسی ہی صاف نیت سے ہمکو جواب دے دیا یہ تواضع اور خوش خلقی اسی کا نام ہی اور کہتے ہین کہ استاد ابو القاسم جنید کو
چار بار ایک لڑکا بلا لیگیا کہ میرا باپ تمہین کھانا کھلانے کو بلاتا ہی اور چارون دفعہ مین اُسکے باپ نے اُنکو جواب صاف دیا مگر وہ ہر دفعہ
بلانے پر چلے آتے تھے کہ اُس لڑکے کا بھی دل خوش ہو جاوے کہ میرا کہنا مانا اور اُسکا باپ بھی راضی رہے کہ اُسکے جواب دینے سے
چلے گئے یہ نفوس قدسیہ ہین کہ اللہ تعالی کے لیے تواضع کرنے مین دب گئے ہین اور توحید سے اطمینان اُنکو حاصل ہی اور ہر ایک رد و قبول مین

بجز اپنے خالق کے اَور کی طرف نظر نہین کرتے نہ کسی کے ذلیل سمجھنے سے شکستہ دل ہون اور نہ کسی کی تعظیم سے خوشدل بلکہ ہر ایک بات کو واحد قہار
کی طرف سے سمجھتے ہین اور اسی وجہ سے کسی بزرگ نے کہا ہے کہ مین دعوت کو اسلیے منظور کرتا ہون کہ اُسکے سبب سے مجکو جنت کا کھانا یاد آتا ہے
یعنی وہ کھانا بھی ایسا ہی عمدہ ہوگا کہ ہمکو اُسمین کچھ محنت و مشقت نہوگی اور نہ اُسکا حساب ہم سے لیا جاویگا۔ سوم یہ کہ بدون رضا اور اجازت
میزبان کے اُسکے یہان سے نہ آوے ٹھہرنے کی مقدار مین اُسکے دل کی رعایت رکھے اور جب مہمان ہوکر فرد کش ہو تو تین دن سے زیادہ نہ بڑھاوے
کہ عجب نہین کہ میزبان اُکتا جاوے اور چلے جانے کے لیے کہنے کی ضرورت پڑے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلضِّیَافَةُ ثَلٰثَةُ اَیَّامٍ فَمَا زَادَ
فَصَدَقَةٌ ہان اگر صاحب خانہ خالص دل سے ٹھہرنے کا اصرار کرے تو ٹھہرنا جائز ہے اور صاحب خانہ کے پاس ایک بچھونا مہمان کے لیے رہنا چاہیے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک بچھونا خود مرد کے لیے ہے اور ایک عورت کے لیے اور ایک مہمان کے لیے اور چوتھا شیطان کے لیے
خاتمہ طبی اور شرعی آداب و مناہی متفرقہ کے بیان مین اور وہ نو ہین۔ اول یہ ہے کہ ابراہیم نخعی رح سے منقول ہے کہ فرمایا بازار مین کھانا
کمینگی ہے اور اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے اور اسکی سند غریب ہے اور اسکے خلاف پر ایک روایت حضرت ابن عمر رض
منقول ہے کہ انھون نے فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین چلتے پھرتے کھا پی لیا کرتے تھے۔ اور بعض شخصون نے کسی
معروف صوفی کو بازار مین کھاتے دیکھا اور اُنسے اسکی وجہ پوچھی اُنھون نے کہا کہ کیا خوب مجکو بھوک لگی بازار مین اور کھانا کھاؤن گھر پر
سائل نے کہا کہ تو آپ مسجد مین چلے جاتے فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ خدا تعالی کے گھر مین کھانے کے واسطے جاؤن۔ اور ان دونون باتون کے
مطابق کرنے کی صورت یہ ہے کہ بازار مین کھانا بعض لوگون کے اعتبار سے تواضع اور بے تکلفی ہے اس صورت مین بازار مین کھا لینا اچھا ہے
اور بعض اشخاص کے لحاظ سے بے غیرتی ہے اُنکے حق مین مکروہ ہے پس یہ امر شہرون کی عادتون اور لوگون کی حالتون کے اختلاف سے
مختلف طور پر ہوگا یعنی اگر کسی شخص کے سب اعمال ایسے نہونگے تو بازار مین کھانا اُسکے حق مین بے غیرتی اور زیادتی حرص پر دال ہوگا اور
گواہی مقبول ہونے کا مانع متصور ہوگا اور جس شخص کے سب اعمال اسی کے مناسب ہونگے اور ہر حال مین بے تکلفی ٹپکتی ہوگی اُسکا بازار مین
کھانا تواضع شمار کیا جاویگا۔ دوم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ جو شخص صبح کا کھانا نمک سے شروع کرے اللہ تعالی ستر قسم کی بلا
اُسپر سے ٹال دیتا ہے اور جو کوئی ایک روز مین سات عجوہ کھجورین کھاوے تو اُسکے پیٹ کے کیڑون کو مار ڈالینگی اور جو کوئی ہر روز سرخ کشمش کھایا کرے
وہ اپنے بدن مین ایسی چیز نہ دیکھیگا جو اُسکو بری معلوم ہو اور گوشت کھانا گوشت زیادہ کرتا ہے اور ثرید عرب کی غذا ہے اور حلوے کھانے سے
پیٹ بڑھتا ہے اور خصیے لٹک جاتے ہین اور گاے کا گوشت مرض ہے اور اُسکا دودھ شفا ہے اور اُسکا گھی دوا ہے اور چربی اپنے برابر روگ
بدن سے باہر کر دیتی ہے اور نفاس والی عورت کو خرما تر سے بہتر کسی چیز سے شفا نہین ہوتی اور مچھلی سے جسم گھل جاتا ہے اور قرآن مجید کی تلاوت
اور مسواک کرنا بلغم دور کرتی ہین اور جو شخص بقا یعنی دیر پائی چاہے حالانکہ بقا ہو نہین سکتی اُسکو چاہیے کہ صبح کا کھانا سویرے کھاوے اور
شام کو کم کھاوے اور جوتا پہنے اور آدمیون کے حق مین گھی سے بہتر کوئی علاج نہین اور عورتون سے اختلاط کم کرے اور جتنی چادر دیکھے
اُتنے پاؤن پھیلاوے یعنی قرض اپنے ذمہ نہ کرے۔ سوم حجاج نے کسی طبیب سے کہا کہ مجھے ایسی بات بتاؤ کہ اُسکو عمل مین لاؤن اور
اُس سے عدول یا تجاوز نہ کرون اُسنے کہا کہ عورتون مین سے جوان کے سوا کسی سے شادی مت کرنا اور گوشت سواے جوان حیوان کے
مت کھانا اور پکی چیز جب تک خوب نہ پک لے مت کھانا اور بدون مرض کے دوا مت پینا اور میوہ مین سے خوب پکا ہوا کھانا اور جو غذا
کھاوے اُسکو اچھی طرح چبانا اور غذا وہ کھانا جسکو دل چاہتا ہو اور اُسپر پانی مت پینا اور پانی جب پی چکو تو پھر کچھ مت کھانا اور بول و براز کو
مت روکنا اور جب دن کی غذا کھانا تو سو رہنا اور رات کی غذا کے بعد سونے سے پیشتر پچاس قدمی کرنا گو سو قدم ہی چلو اور عرب دانا
بھی یہی مضمون کہتے ہین تَغَدَّ تَمَدَّ تَعَشَّ تَمَشَّ یعنی دن کی غذا کھا کر لیٹ جاؤ اور رات کا کھانا کھاؤ تو چلو پھرو۔ اور کہتے ہین کہ پیشاب کا بند رکھنا

ح ابو الشیخ
ابن عدی
طبرانی
مسلم
ابن ماجہ
ترمذی
بسند ضعیف

بدن میں خرابی پیدا کرتا ہو جیسے چلتی نہر کو روک دو تو اُسکی گرد کی چیزیں خراب ہو جاتی ہیں ۔ چہارم کہتے ہیں کہ رگوں کا تاننا مرض لاتا ہی اور رات کا نہ کھانا بوڑھا کرتا ہی اور عرب والوں کا قول ہی کہ صبح کا کھانا چھوڑ دینا سُرین کی چربی کو دور کر دیتا ہی اور کسی حکیم نے اپنے لڑکے سے کہا کہ جب تک اپنی عقل ساتھ نہ لے تب تک گھر سے مت نکلنا یعنی بدون کچھ کھائے صبح کو مت نکلو اور اسکو عقل اسلیے کہا کہ عقل کھانے ہی سے ٹھکانے رہتی ہی اور اسی سے طیش دور ہوتا ہی اور ایک یہ فائدہ ہی کہ شکم سیری پر بازار کی چیزوں پر نسبت کم لپکتی ہی ۔ اور ایک حکیم نے کسی موٹے آدمی کو کہا کہ تیری ڈاڑھوں کی کارگاہ کا بنا ہوا کپڑا تیرے بدن پر معلوم ہوتا ہی کیسی یہ بناوٹ ہوئی اُسنے کہا کہ میں گیہوں کا میدا اور حلوان کا گوشت کھاتا ہوں اور بنفشہ کا تیل ملتا ہوں اور ریشمی کپڑا پہنتا ہوں ۔ پنجم یہ کہ پرہیز تندرست کو ایسا مضر ہی جیسے بد پرہیزی بیمار کو ۔ اور بعضوں کا قول ہی کہ جو پرہیز کرتا ہی اسکو بیماری کا یقین اور تندرستی کا شک ہی اور صحت کے حال میں ایسا حال ہونا اچھا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صہیب رومی رضہ کو دیکھا کہ خرما کھاتے تھے اور انکی ایک آنکھ پر آشوب تھی فرمایا کہ تمہاری آنکھ دکھتی ہی اور خرما کھاتے ہو عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں دوسری ڈاڑھ کی طرف سے کھاتا ہوں آپ یہ سنکر ہنس پڑے ۔ ششم یہ کہ میت والوں کے لیے کھانا بھیجنا مستحب ہی چنانچہ جب خبر مرگ حضرت جعفر بن ابی طالب کی آئی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جعفر کے کنبے والے میت کے شغل میں کھانا نہ تیار کر سکینگے اُنکے پاس کچھ کھانے کو بھیجدو اسلیے یہ امر مسنون ہی اور جب اس قسم کا کھانا جمع میں آوے تو اُسکو کھا لینا جائز ہی لیکن اگر نوحہ کرنے والیوں اور واویلا کرنے والیوں کے لیے ہو تو اسمیں سے کھانا نہ چاہیے ۔ ہفتم ظالم شخص کے کھانے کو کھانے نہ جاوے اور اگر کوئی زبردستی کرے تو تھوڑا کھاوے اور یہ کھانا بہت عمدہ ہو اسپر ارادہ نہ ڈالے کسی مزکی نے ایسے شخص کی گواہی نہ قبول کی جسنے ظالم بادشاہ کی دعوت کھائی تھی اُسنے کہا کہ میں دعوت کھانے میں مجبور تھا مزکی نے کہا کہ میں دیکھتا تھا کہ تو عمدہ ہی کھانے کی طرف جھکتا تھا اور بڑے بڑے لقمے کھاتا تھا اسمیں تو کسی کا جبر تجھپر نہ تھا اور کہتے ہیں کہ بادشاہ مذکور نے اس مزکی کو بھی جبراً کھانے کو کہا تھا مگر اُسنے جواب دیا کہ اگر میں کھانا کھاؤنگا تو گواہوں کا تزکیہ نہ کرونگا اور اگر تزکیہ کرونگا تو کھانا نہ کھاؤنگا اور چونکہ اسکے تزکیہ کے بدون بہت حرج تھا اسلیے اسکا عذر بادشاہ نے مان لیا ۔ اور کہتے ہیں کہ ذو النون مصری رح مقید ہو گئے چند روز قیدخانہ میں کھانا نہ کھایا انکی ایک دینی بہن تھی اُسنے اپنا سوت کات کر داروغہ محبس کے ہاتھ کھانا پکا کر بھیجا اُنھوں نے اسکو بھی نہ کھایا رہائی کے بعد اس عورت نے اس سے شکایت کی فرمایا کہ کھانا حلال تھا مگر ظالم کے برتن اور ہاتھ میں آیا تھا اسلیے میں نے نہ کھایا یعنی داروغہ محبس کی معرفت اگر نہ آتا تو کھاتا اور یہ نہایت درجہ کا تقوی ہی ۔ ہشتم فتح موصلی کے حال میں لکھتے ہیں کہ وہ بشر حافی کے یہاں بطور ملاقات تشریف لائے بشر نے کچھ درہم نکال کر احمد جلاء کو اپنے خادم کو دیے اور فرمایا کہ اُنکا عمدہ کھانا اور اچھا سالن لے آؤ احمد کہتے ہیں کہ میں نے بہت ستھری روٹی مول لی اور پھر اپنے دل میں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کے سوا اور کسی چیز کے لیے نہیں فرمایا اللھم بارک لنا فیہ وزدنا منہ اسی نظر سے کچھ دودھ اور کچھ عمدہ چھوہارے مول لیے اور ان سب کو لاکر فتح موصلی رح کے سامنے رکھدیا انھوں نے کھانا کھایا اور باقی اپنے ساتھ لے گئے بشر حافی رح نے ہمکو فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میں نے عمدہ کھانا مول لینے کو کس لیے کہا تھا اُسکی وجہ یہ تھی کہ اچھا کھانا موجب شکر خالص کا ہوا کرتا ہی اور تمکو یہ معلوم ہو کہ فتح رح نے مجھ سے کیوں نہ کہا کہ کھاؤ اُسکا یہ سبب ہی کہ مہمان کے لیے ضرور نہیں کہ میزبان کو کہے کہ آؤ کھاؤ اور تم جانتے ہو کہ باقی بچا ہوا کھانا ساتھ کیوں لے گئے اُسکی وجہ یہ تھی کہ جب توکل صحیح ہوتا ہی تو توشہ کا لینا مضر نہیں کرتا ان افعال سے یہ مسائل گویا ہمکو تعلیم کیے ۔ اور ابو علی رودباری رح نے ایک شخص کا حال نقل کیا ہی کہ انھوں نے ضیافت کی اور اسمیں ہزار چراغ جلائے کسی نے انپر اعتراض کیا کہ تمنے اسراف کیا انھوں نے کہا کہ اندر جاکر جو چراغ میں نے خدا کے لیے روشن نہ کیا ہو اُسکو گل کر دو وہ شخص اندر گیا اور بہت کوشش کی مگر کوئی چراغ گل نہوا آخر کو قائل ہو گیا ۔ اور ابو علی رودباری نے بہت سے چینی شکر کے لیے اور حلوائیوں سے کہکر شکر کی دیوار مع کنگروں اور محرابوں کے تیار کرائی

رواہ ابن ماجہ باسناد جید ۔ اخرج ابوداود والترمذی و ابن ماجہ والامام احمد عن عبداللہ بن جعفر

اور اسمین کہیں منقش لگوائے کہ سب شکار کے تھے پھر صوفیون کو بلا کر اُنسے اُسکے کہانے کو کہا سب نے اُسکو گرا کر لوٹ لیا تھم یہ کہ کھانا امام شافعی رحمہ کے
قول کے بموجب چار طرح پر ہی اول ایک اُنگلی سے کہانا اور یہ موجب خدا تعالی کی خفگی کا ہی دوم دو انگلیون سے کہانا داخل تکبر ہی سوم تین انگلیون سے
کہانا یہ طریقہ مسنون ہی چوتھے چار یا پانچون اُنگلیون سے کہانا یہ شدت حرص پر دال ہی۔ اور چار چیزین بدن کی مقوی ہین گوشت کہانا اور
خوشبو سونگہنا اور بدون صحبت کے بہت نہانا اور کتان کا پہننا۔ اور چار چیزین بدن کو سُست کرتی ہین بہت صحبت کرنا اور بہت رنج کرنا
اور نہار منہ اکثر پانی پینا اور کثرت سے ترشی کا کہانا۔ اور چار چیزین بینائی کو قوت دیتی ہین قبلہ رُخ بیٹھنا اور سونے کے وقت سرمہ لگانا اور
سبزہ کو دیکھنا اور لباس صاف رکھنا۔ اور چار چیزین بینائی کو سُست کرتی ہین نجاست کا دیکھنا اور سولی دیے ہوے کو دیکھنا اور عورت
کی شرمگاہ کو دیکھنا اور قبلہ کو پیٹھ کر کے بیٹھنا۔ اور چار چیزین مقوی باہ ہین چڑیون کا کھانا اور اطریفل اکبر کا کھانا اور پستہ کا کھانا اور تر ہ تیزک
کا کھانا۔ اور سونا چار طرح پر ہی چت لیٹنا انبیا کا سونا ہی کہ آسمان و زمین کی پیدایش مین فکر کرتے ہین اور دہنی کروٹ پر علما اور عابد سوتے ہین
اور بائین کروٹ پر بادشاہ سوتے ہین کہ کھانا ہضم ہو اور مُنہ کے بل سونا شیطانون کا ہی اور چار چیزین عقل بڑھاتی ہین کلام لغو کو مُنہ سے
نہ نکالنا اور مسواک کرنی اور علما کے پاس بیٹھنا اور صلحا کی ہمنشینی کرنی۔ اور چار چیزین داخل عبادت ہین وضو کر کے چلنا اور کثرت سے
سجدہ کرنا اور مسجدون مین بیٹھا رہنا اور اکثر قرآن مجید پڑھنا۔ اور یہ بھی امام شافعی رحمہ کا قول ہی کہ مجھکو تعجب ہی کہ جو شخص نہار مُنہ حمام مین
نہاوے اور نکلنے کے بعد کھانا دیر کر کھاوے وہ مرتا کیون نہین اور مجھکو تعجب ہی کہ جو پچھنے لگواوے اور اُسی وقت جلدی سے کھا لیوے
وہ کیون نہین مرتا۔ اور فرمایا کہ وبا مین کوئی چیز اس سے زیادہ مفید مین نے نہین دیکھی کہ بنفشہ کا تیل ملنے اور پینے مین مستعمل ہو وے

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا

دوسرا باب آداب نکاح کے بیان مین

رباعی سنت ہی نکاح اور ہی دین متین | اِس امر کا منکر جو ہو وہ ہی بد دین
قرآن مین وانکحوا الایامی کو دیکھ | کر دل پہ حدیث سنتی نقش نگین

واضح ہو کہ نکاح دین پر مددگار اور شیطانون کا ذلیل کنندہ اور اُنکے مکرون سے بچنے کو ایک مضبوط حصار ہی اور باعث اُمت کے بہت
ہونے کا ہی جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور نبیون پر فخر کرینگے اِس لحاظ سے اُسکے اسباب کی جستجو اور سنتون کی یادداشت اور آداب
کی گفتگو نہایت زیبا ہی اور ہم اُسکے مقاصد اور اقسام اور ضروری احکام کو تین فصلون مین بیان کرتے ہین

فصل اول نکاح کی ترغیب اور اعراض کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ نکاح کی فضیلت مین علما نے اختلاف کیا ہی بعضون نے اُسکی فضیلت
یہان تک بیان کی ہی کہ کہا ہی کہ نکاح کرنا عبادت الٰہی کے لیے تنہائی اختیار کرنے سے بہتر ہی اور بعضے فضیلت کے مقر ہین مگر عبادت الٰہی کے
واسطے تنہائی کو اس سے بڑھکر سمجھتے ہین بشرطیکہ نفس مین اتنا جوش نہ ہو جس سے حال پریشان ہو اور صحبت کا خواہان اور کچھ لوگون نے
یہ کہا ہی کہ اِس ہمارے زمانہ مین نکاح کا نہ کرنا ہی بہتر ہی اور اِس مین فضیلت اگلے وقتون مین تھی کہ کمائیون کے طریقے حرام اور
ممنوع نہ تھے اور عورتون کی عادتین بُری نہ تھین۔ یہ قول علما کے ہین اور امر واقع اور صحیح جب ہی معلوم ہوگا کہ اول اخبار اور آثار نکاح کی
ترغیب اور اعراض کے باب مین بیان کیے جاوین پھر نکاح کے فوائد اور آفات کی شرح کرین تاکہ اُسکے بعد جس شخص کے حق مین کہ اُسکی آفتون سے
محفوظ ہو اُسکی فضیلت ظاہر ہو اور جو ایسا نہو اُسکے حق مین اُسکا نہ کرنا مناسب ٹھہرے اِسلیے اِس فصل کو ہم چار بیانون مین منحصر کرتے ہین۔

بیان اول نکاح کی ترغیب کے ذکر مین۔ آیتین اِس باب مین یہ ہین کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ یہ صیغۂ امر ارشاد ہوا ہی جو مفید
وجوب ہی اور فرمایا فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ یعنی روکنے اور باز رکھنے سے ممانعت اور نہی فرمائی اور رسولون کی مدح و ثنا مین ارشاد فرمایا

۱ح مسلم نے بروایت کعب بن مالک نقل کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیون سے کھایا کرتے تھے ۱۲ منہ اور بیاہ وور رانڈون کو اپنے اندر ۱۲ ست تو نہ روکو انکو کہ بیاہ کرلین اپنے خاوندون سے ۱۲

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً اس امر کو منت جتانے کے اور فضل ظاہر کرنے کے مقام میں بیان فرمایا۔ اور اپنے اولیا کی
مدح یہی فرمائی ہے کہ ہم سے اولاد کی درخواست کرتے ہیں چنانچہ فرمایا وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ
اِمَامًا اور کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں انھیں انبیا کا ذکر فرمایا ہے جو بی بی والے ہیں ان دو پیغمبر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ
علیہما السلام اس سے مستثنیٰ ہوسکتے ہیں تو انکے لیے یہ کہا ہے کہ حضرت یحییٰ نے شادی کی تھی اور اتفاق صحبت نہیں ہوا اور شادی کا کرنا
ہر چند فضیلت نکاح حاصل کرنے اور طریق نکاح کے قائم رکھنے کے لیے تھا اور بعض کہتے ہیں کہ آنکھ نیچی رکھنے کے لیے کی تھی اور حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کا یہ حال ہے کہ وہ جب زمین پر تشریف لاوینگے اس وقت نکاح کرینگے اور اولاد بھی ہوگی۔ اور اخبار اسکی فضیلت میں
یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلنِّکَاحُ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَقَدْ رَغِبَ عَنِّیْ۔ اور فرمایا اَلنِّکَاحُ سُنَّتِیْ فَمَنْ اَحَبَّ فِطْرَتِیْ
فَلْیَسْتَنَّ بِسُنَّتِیْ۔ اور فرمایا تَنَاکَحُوْا تَکْثُرُوْا فَاِنِّیْ اُبَاهِیْ بِکُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حَتّٰی بِالسِّقْطِ۔ اور فرمایا وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ وَاِنَّ مِنْ سُنَّتِی
النِّکَاحَ فَمَنْ اَحَبَّنِیْ فَلْیَسْتَنَّ بِسُنَّتِیْ۔ اور فرمایا کہ جو کوئی مفلسی کے خوف سے نکاح کو ترک کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اس حدیث میں
نکاح سے رکنے کی وجہ کی برائی ارشاد فرمائی اصل نکاح کے ترک کی مذمت نہیں فرمائی اور فرمایا کہ جو شخص قدرت رکھتا ہو اسکو چاہیے کہ نکاح
کرلے۔ اور فرمایا مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَةَ فَلْیَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّا فَلْیَصُمْ فَاِنَّ الصَّوْمَ لَهٗ وِجَاءٌ۔ اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کی ترغیب اس وجہ سے ہے کہ آنکھ اور شرمگاہ کے خراب ہونے کا خوف ہے اور وجا انثیین کے خصیے ملنے کو کہتے ہیں کہ
اسکا نطفہ بننا جاتا رہے اور یہاں روزہ کے باعث قوت جماع کے کم ہوجانے سے غرض ہے اور فرمایا کہ جب کوئی تمہارے پاس ایسا شخص
آوے جسکی دیانت و امانت سے تم خوش ہو تو اسکا نکاح کردو اور اگر ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔ اس میں بھی ترغیب کی
علت فساد کے خوف کو بیان فرمایا۔ اور فرمایا کہ جو شخص خدا کے واسطے اپنا نکاح کرے یا دوسرے کا نکاح کردے وہ اللہ تعالیٰ کی ولایت کا حق
ہوتا ہے۔ اور فرمایا کہ جو شخص نکاح کرے وہ اپنا آدھا دین بچا لیتا ہے اب چاہیے کہ دوسرے آدھے میں خدا تعالیٰ سے ڈرے اس میں بھی اسی کی طرف
اشارہ ہے کہ نکاح کی فضیلت مخالفت سے بچنا اور فساد سے محفوظ رہنے کی باعث ہے اس لیے کہ آدمی کے دین کو فساد کرنے والی چیزیں اکثر
شرمگاہ اور پیٹ ہی ہوتی ہیں اور شادی کرنے سے ایک کی آفت سے بچ جاتا ہے اور فرمایا کہ آدمی کا ہر ایک عمل منقطع ہوجاتا ہے مگر تین چیزیں باقی
رہتی ہیں ایک نیک بخت لڑکا جو اسکے لیے دعا مانگے آخر حدیث تک اور ظاہر ہے کہ لڑکے کے ہونے کا ذریعہ بجز نکاح کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور آثار اس باب میں
یہ ہیں کہ حضرت عمر فاروق رض فرماتے ہیں کہ نکاح سے صرف دو چیزیں روکتی ہیں یا عاجز ہونا یا بدکار ہونا اس میں آپ نے بیان فرمادیا کہ دینداری مانع نکاح
نہیں اور اسکے مانع کو دو بری باتوں میں منحصر کردیا اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ عابد کی عبادت پوری نہیں ہوتی جب تک کہ شادی
نہ کرلے اس سے غرض یہ بھی ہوتی ہے کہ نکاح عبادت کا تتمہ ہے مگر ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی غرض اس سے یہ ہے کہ غلبہ شہوت کے باعث سے
دل کی سلامتی بدون نکاح کے متصور نہیں اور عبادت بدون فراغ دل کے نہیں ہوسکتی اور اسی وجہ سے اپنے غلاموں حضرت عکرمہ اور کریب
وغیرہما کو بالغ ہونے کے بعد آپ نے اکٹھا کیا اور فرمایا کہ اگر تم نکاح کرنا چاہتے ہو تو میں تمہارا نکاح کردوں کیونکہ بندہ جب زنا کرتا ہے تو ایمان اسکے
دل میں سے نکال لیا جاتا ہے۔ اور حضرت ابن عباس رض فرمایا کرتے تھے کہ اگر بالفرض میری عمر میں سے صرف دس روز رہ گئے ہوں تو مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے
کہ نکاح کرلوں تاکہ خدا تعالیٰ کے سامنے مجرد نہ جاؤں اور حضرت معاذ بن جبل رض کی دو بیبیاں وبا طاعون میں مر گئی تھیں اور خود بھی مرض وبائی میں
مبتلا تھے مگر فرمایا کہ میرا نکاح کردو کہ مجھے برا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مجرد ملوں ان دونوں اثروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں صاحبوں کے
نزدیک شہوت کے دفع کرنے سے بچنے کے سوا نفس نکاح میں فضیلت تھی۔ اور حضرت عمر فاروق رض نکاح بہت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں صرف اولاد
کے لیے نکاح کرتا ہوں اور ایک صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے اور رات کو بھی آپ کے پاس ہی رہتے کہ شاید کوئی ضرورت آپڑے

آپ نے اُنکو فرمایا کہ تم شادی کیون نہین کر لیتے اُنھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک تو مین مفلس ہون کچھ مایہ نہین رکھتا دوسرے آپ کی خدمت سے علیحدہ ہو جاؤنگا آپ نے سکوت فرمایا پھر اُنسے دوبارہ اُسی طرح ارشاد فرمایا اور اُنھون نے وہی جواب عرض کیا پھر اُنھون نے اپنے دل مین سوچا کہ بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے فائدہ کو مجھ سے زیادہ سمجھتے ہین جو بات میرے لیے دین و دنیا مین مناسب ہو اور اللہ تعالیٰ سے قریب کرکے اُسکو زیادہ جانتے ہین اگر تیسری بار مجھ سے ارشاد فرماوینگے تو مین نکاح کر لونگا آپ نے اُنکو تیسری بار ارشاد فرمایا کہ تم نکاح نہین کر لیتے اُنھون نے عرض کیا کہ آپ میرا نکاح کرا دیجیے فرمایا کہ فلان قبیلہ مین جاؤ اور کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمکو حکم فرماتے ہین کہ تم اپنی لڑکی سے میرا نکاح کردو اُنھون نے عرض کیا کہ حضور میرے پاس کچھ نہین آپ نے اصحاب رض سے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لیے ایک گٹھلی کے برابر سونا جمع کردو لوگون نے جمع کر دیا اور اُن صحابی کو اُن لوگون کے پاس لیگئے اُنھون نے انکا نکاح کر دیا لوگون نے اُنسے ولیمہ کو کہا اور ایک بکری ولیمہ کے لیے صحابہ نے اُنکو لے دی اس حدیث مین اگرچہ آپ کا ارشاد فرمانا اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ نفس نکاح مین فضیلت ہے لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے انکے اندر کوئی بات نکاح کے حاجت کی معلوم فرمائی ہو۔ اور کہتے ہین کہ پہلی اُمتون مین سے ایک عابد عبادت مین اپنے اقران و ہم عصر لوگون پر فائق تھا اُسکا ذکر اُس وقت کے پیغمبر کے سامنے ہوا اُنھون نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص خوب تھا بشرطیکہ ایک سنت کو نہ چھوڑتا عابد نے جو پیغمبر کا ارشاد سنا رنجیدہ ہوا اور پیغمبر کی خدمت مین حاضر ہو کر پوچھا کہ مین کونسی سنت کا تارک ہون اُنھون نے فرمایا کہ تو نکاح کا تارک ہے عابد نے عرض کیا کہ مین نے اُسکو اپنے اوپر حرام نہین کیا ہے مگر مین مفلس ہون اور اپنا خرچ لوگون پر رکھتا ہون اس وجہ سے کوئی اپنی لڑکی مجھے نہین دیتا پیغمبر نے فرمایا کہ تجھکو مین اپنی لڑکی دیتا ہون چنانچہ اُسکے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔ اور بشر بن حارث رح نے فرمایا کہ تین باتون سے احمد بن حنبل مجھپر فضیلت رکھتے ہین اول یہ کہ حلال روزی اپنے لیے اور غیر کے لیے تلاش کرتے ہین اور مین فقط اپنے ہی لیے طالب ہون دوسرے یہ کہ اُنکو نکاح کی گنجایش ہے مجھکو اس امر مین تنگی ہے تیسرے یہ کہ وہ عوام کے لیے امام ہین اور کہتے ہین کہ امام احمد رح کی بی بی یعنی عبد اللہ کی مان کا جس روز انتقال ہوا تھا تو آپ نے اُسکے دوسرے روز نکاح کر لیا اور فرمایا کہ مجھے برا معلوم ہوتا ہے کہ رات کو مجرد رہون اور بشر رح کا حال یہ ہے کہ لوگون نے جب اُنسے کہا کہ آدمی آپ پر اعتراض کرتے ہین کہ آپ سنت نکاح کے تارک ہین تو آپ نے فرمایا کہ تم اُنسے کہدو کہ مین فرض کے باعث سنت سے رکا ہون اور دوبارہ اُنسے کسی نے نکاح پر اعتراض کیا تو فرمایا کہ مجھے تو نکاح سے صرف یہ آیت روکتی ہے — وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ — یہ امر امام احمد رح کے سامنے ذکر کیا گیا آپ نے فرمایا کہ بشر جیسا آدمی ہوتا ہے وہ ایک بھالے کی نوک پر بیٹھا ہوا ہے اور باوجود اسکے یہ مروی ہے کہ بشر رح کے مرنے کے بعد کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا فرمایا کہ جنت مین میرے مراتب بلند ہوے اور انبیاء کے مقامات تک مجھکو جھکا دیا مگر نکاح والون کے درجہ کو نہین پہونچا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ بشر رح نے یہ جواب دیا کہ مجھکو یہ ارشاد ہوا کہ ہمکو یہ پسند نہ تھا کہ تم ہمارے سامنے مجرد آؤ پھر کہا کہ مین نے بشر رح سے پوچھا کہ ابو نصر تمار کا کیا حال ہے فرمایا کہ مجھ سے ستر درجہ زیادہ اُنکو دیے گئے مین نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ کہ دنیا مین تو ہم آپ کو اُنسے زیادہ دیکھتے تھے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہوئی کہ اُنھون نے اپنی لڑکیون اور عیال پر صبر کیا تھا۔ اور سفیان بن عیینہ کہتے ہین کہ بیبیون کی کثرت دنیا مین سے نہین اسلیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اصحاب رض کی نسبت کر زیادہ زاہد تھے حالانکہ آپ کی چار بیبیان اور سترہ حرم تھین۔ حاصل یہ کہ نکاح ایک پہلی سنت اور انبیاء کی عادتون مین سے ایک عادت ہے۔ اور ایک شخص نے ابراہیم ادہم رح سے کہا کہ خوشحالی ہو تمکو کہ تجرد کے باعث سے تم عبادت ہی کے لیے ہو رہے ہو آپ نے فرمایا کہ تمھارے عیال کے ہوتے ہوے ایک طلب میری سب حالتون سے بہتر ہے اُسنے کہا کہ پھر کون چیز آپ کو نکاح سے مانع ہے فرمایا کہ مجھکو عورت کی حاجت نہین اور نہ یہ منظور ہے کہ کسی عورت کو اپنی طرف منسوب کرون اور کہتے ہین کہ نکاح والے کی فضیلت مجرد پر ایسی ہے جیسی جہاد کرنے والے کو نہ جانے والے پر ہے اور بی بی والے کی ایک رکعت مجرد کی ستر رکعتون سے بہتر ہے —

دوسرا بیان نکاح سے اعراض کرنے کی وجہون کے ذکر مین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ دوسو برس کے بعد لوگون مین سے بہتر وہ ہوگا جو بال بچہ اور عیال کم رکھتا ہو اور نہ اُسکے بی بی ہو نہ بچہ - اور فرمایا لوگون پر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ آدمی کی تباہی اُسکی بی بی اور ماں باپ اور اولاد کے ہاتھ ہوگی اور اُسکو مفلسی کا ننگ دلاوینگے اور اُسکو ایسی بات کی تکلیف دینگے جسپر اُسکا قابو نہ ہوا ہی وجہ سے وہ ایسی راہون مین گھسیگا جنمین اُسکا دین جاتا رہے اور اسلیے تباہ ہوگا - اور حدیث مین ہے کہ عیال کا کم ہونا بھی دو تونگریون مین سے ایک ہے اور کنبہ کا زیادہ ہونا دو مفلسیون مین سے ایک ہے - اور ابو سلیمان دارانی رح سے جو کسی نے نکاح کا حال پوچھا تو فرمایا کہ عورتون سے صبر کرنا اس سے بہتر ہے کہ اُنکی حرکات پر صبر کیا جاوے اور اُنکی حرکات پر صبر کرنا آگ پر صبر کرنے سے بہتر ہے اور یہ بھی اُنھین کا قول ہے کہ تنہا آدمی کو عمل کا مزہ اور دل کا فراغ اُسقدر حاصل ہوتا ہے کہ بی بی والے کو نہین ہوتا - اور یہ بھی وہی فرماتے ہین کہ ہم نے اپنے یارون مین سے کسی کو ایسا نہین پایا کہ نکاح کرنے کے بعد اپنے پہلے مرتبہ پر ثابت رہا ہو اور یہ بھی فرمایا ہے کہ تین باتین ایسی ہین کہ جسنے اُنکو تلاش کیا اُسنے دنیا کی طرف میل کیا اول یہ کہ معاش کا طالب ہوا دوم کسی عورت سے نکاح کیا سوم یہ کہ حدیث کو لکھا - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالی کسی بندہ سے بہتری کیا چاہتا ہے تو اُسکو مال اور زن و فرزند مین مشغول نہین کرتا اور ابن ابی الحواری کہتے ہین کہ ایک جماعت نے اس قول مین مناظرہ کیا آخر کو اُنکی راے اسپر ٹھہری کہ اسکے یہ معنی نہین کہ مال و اہل آدمی بالکل نہ رکھتا ہو بلکہ یہ مراد ہے کہ ہو وین تو سہی مگر اُسکو اللہ تعالی سے روک نہ دین اور یہی بات ابو سلیمان دارانی رح کے اس قول مین پائی جاتی ہے کہ جو چیز تجکو اللہ تعالی سے روک دے خواہ مال ہو یا زن و فرزند وہ تجھپر منحوس ہے - حاصل یہ کہ نکاح سے اعراض کی ترغیب جو کسی نے اکابر سلف سے فرمایا ہے تو مطلق نہین فرمایا بلکہ ایک شرط کے ساتھ فرمایا ہے اور نکاح کی ترغیب مطلق بھی مذکور ہے اور شرط کے ساتھ بھی ہے اسلیے ہمکو ضرور ہوا کہ نکاح کی آفتون اور فوائد کا حصر کرکے اُنکی تشریح اچھی طرح کرین

تیسرا بیان نکاح کے فوائد کے ذکر مین - جاننا چاہیے کہ نکاح کے فوائد مجملاً پانچ ہین اولاً اولاد کا ہونا دوم شہوت کا توڑنا سوم گھر کا انتظام کرنا چہارم اپنے جتھے کا زیادہ ہونا پنجم عورتون کے ساتھ رہنے مین نفس پر مجاہدہ کرنا - اب اُنکو مفصل سننا چاہیے کہ فائدہ اول یعنی اولاد کا ہونا یہ سبب مین اصل ہے اور نکاح اسی کے لیے موضوع ہوا ہے اور نسل کا باقی رکھنا اس سے مقصود ہے کہ جنس انسان سے عالم خالی نہ ہو جاوے اور شہوت جو مرد اور عورت مین رکھدی گئی ہے یہ ایک لطیف تدبیر اولاد کے ہونے کی ہے جیسے جانور کو جال کے اندر پھنسانے کے واسطے دانہ پھیلا دیا جاتا ہے کہ اُسکی چاہ مین جال مین آجاوے اسی طرح خواہش جماع مرد و عورت کو ذریعہ حصول اولاد کر دیا گیا ہے قدرت ازلی آدمیون کو بدون ان کھیڑون کے بھی ابتدا پیدا کرسکتی تھی مگر حکمت الٰہی اسی بات کی مقتضی ہوئی کہ مسببات کا وجود اس بات پر منحصر کیا جاوے گو اسکی حاجت اُسکو نہ تھی مگر اپنی قدرت کے ظاہر کرنے اور عجائب صنعت کے پورا کرنے اور جس طور پر پہلے مشیت ہو چکی ہے اور حکم ہو گیا ہے اور قلم لکھ چکا ہے اُس طرح پر موجود کرنے کو ایسا ہی سامان اسکے لیے فرمایا اور جس صورت مین کہ شہوت کے شبہات سے امن ہو تو نکاح کا ذریعہ ولد ہونا چار طرح سے موجب ثواب ہے جو ترغیب کے باب مین اصل ہین حتی کہ اکابر نے انکے باعث پسند نہین کیا کہ خدا تعالی کے سامنے مجرد جائیے اول یہ کہ اولاد ہونے مین سعی کرنے سے باعتبار بقاء جنس انسانی اللہ تعالی کی مرضی کی موافقت ہوتی ہے دوسرے یہ کہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پائی جاتی ہے کہ جنکی کثرت سے آپ فخر فرماوینگے اُنکی کثرت مین سعی کیجاوے تیسرے یہ کہ بعد اپنے مرنے کے نیک بخت لڑکے کی دعا کی توقع ہے چوتھے یہ کہ لڑکا اگر صغر سنی مین مرجاویگا تو اُسکے سفارشی ہونے کی توقع ہے ان چارون وجہون مین سے وجہ اول سب سے باریک اور عوام کی سمجھ سے دور تر ہے حالانکہ جو لوگ اللہ تعالی کی عجیب مصنوعات اور مجاری احکامات مین بصیرت رکھتے ہین اُنکے نزدیک سب سے زیادہ قوی اور درست اول ہی وجہ ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی آقا اپنے غلام کو بیج اور کھیتی کے اوزار سپرد کرے اور اُسکے لیے زمین کھیتی کے لیے تیار کردے اور غلام مذکور کھیتی پر قادر ہو اور آقا اُسپر ایک گماشتہ معین کردے کہ اُسکو کھیتی کے لیے تقاضا کرتا رہے تو اس صورت مین اگر غلام سستی کرے اور کھیتی کا سامان بیکار رہنے دے اور بیج کو ضائع ہونے دے یہانتک

ابو داود بروایت معقل بن یسار ... صحیح ابن حبان ... ضعیف ... بروایت ابن مسعود ... ضعیف

کہ خراب ہوجاوے اور گماشتہ کو اپنے اوپر سے کسی بہانہ سے ٹال دے تو ظاہر ہی کہ یہ غلام مستوجب آقا کی خفگی اور عتاب کا ہوگا اب دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے آدمی کو جوڑا بنایا اور مرد کے لیے آلہ تناسل اور خصیے خاص کیے اور نطفہ کو پشت کی ہڈی مین پیدا کر کے انثیین مین اسکے رگ و پے تیار کیے اور عورت کے رحم کو نطفہ کے ٹھہرنے اور رکھنے کی جگہ ٹھہرایا اور مرد و عورت دونون پر شہوت کو مسلط کیا تو یہ سب افعال اور سامان بزبان فصیح خالق کی مراد پر شہادت دیتے ہین اور عقل والون کو بتاتے ہین کہ ہمکو اس غرض سے بنایا گیا ہی اور یہ بھی اس صورت مین ہی کہ خداوند کریم نے اپنے رسول مقبول کی زبانی اپنے مقصود کو ارشاد نہ فرمایا ہوا اور جس صورت مین کہ آپ کی زبان مبارک سے اپنا مقصود بھی ظاہر کر دیا ہو جیسا کہ آپنے ارشاد فرمایا تَنَاكَحُوا تَنَاسَلُوا الخ تب تو جو شخص کہ نکاح سے رکیگا وہ کھیتی سے روگردان اور بیج کا تلف کرنے والا اور اللہ تعالی کے سامان کو بیکار رکھنے والا ہوگا اور فطرت کے مقصود اور اس حکمت کے خلاف کریگا جو خلق کے مشاہدہ سے سمجھ مین آتی ہی اور ان اعضا پر خط تقدیر سے لکھی ہوئی ہی جس مین نقوش اور حروف اور آواز کو دخل نہین اسکو وہی پڑھتا ہی جسکی بصیرت خداداد حکمت ازلی کے دقائق کے سمجھنے مین چلتی ہوا اور یہی وجہ ہی کہ شرع نے اولاد کے قتل کرنے اور زندہ درگور کرنے مین سخت ممانعت فرمائی اسلیے کہ یہ صورت بھی وجود کے پورا ہونے کی مانع ہی اور اسی کی طرف اشارہ ہی کسی کے اس قول مین کہ صحبت کے انزال کے وقت آلہ تناسل کو بخوف حمل رہجانے کے باہر نکالنا بھی ایک قسم کا زندہ درگور کرنا ہی۔ حاصل یہ کہ نکاح کرنے والا اس چیز کے کامل کرنے مین کوشش کرتا ہی جسکا پورا کرنا خدا تعالی کو محبوب ہی اور نکاح سے اعراض کرنے والا اس چیز کو ضائع اور بیکار کرتا ہی جسکا تلف کرنا اللہ تعالی کو ناپسند ہی اور یہی وجہ کہ خدا تعالی کو جانون کا باقی رکھنا محبوب ہی کھانا کھانے کو حکم فرمایا اور اسپر ترغیب دی اور اسکو قرض دینے سے تعبیر فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللهَ قَرْضًا حَسَنًا اب اگر یہ کہو کہ تمہارے اس کہنے سے کہ نسل اور جان کا باقی رکھنا خدا تعالی کو محبوب ہی یہ شبہہ ہوتا ہی کہ انکا فنا ہونا خدا تعالی کو برا معلوم ہوتا ہوا اور اس سے یہ لازم آتا ہی کہ خدا تعالی کے ارادہ کے لحاظ سے موت اور حیات مین کچھ فرق ہو حالانکہ یہ صاف ظاہر ہی کہ سب چیزین خدا تعالی کی خواہش سے ہین اور خدا تعالی عالم کے لوگون سے غنی ہی اسکے نزدیک انکی موت اور حیات اور بقا اور فنا مین کچھ فرق نہین ہوسکتا تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ تقریر تو ظاہرا ٹھیک ہی مگر اسکی مراد باطل ہی اسلیے کہ جو کچھ ہم نے کہا ہی وہ اسکے منافی نہین کہ دنیا کی سب چیزین یعنی خیر و شر اور نفع اور ضرر خدا تعالی کے ارادہ سے منسوب ہون بلکہ محبت اور کراہت آپس مین ایک دوسرے کی ضد ہین یہ نہین کہ ارادہ کی ضد ہون کیونکہ بعض اوقات ارادہ کی چیز مکروہ ہوتی ہی اور بعض مرتبہ محبوب ہوتی ہی مثلاً معاصی مکروہ ہین مگر باوجود اسکے ارادہ سے ہوتے ہین اور طاعات بھی ارادہ سے ہوتی ہین لیکن اسکے ساتھ ہی محبوب اور پسند ہین اور کفر اور شرک کو ہم پسند اور محبوب نہین کہتے بلکہ یہ کہتے ہین کہ ارادہ سے ہوتے ہین اور انکے ناپسند ہونے کو خود خدا تعالی نے فرماتا ہی وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ پس کیسے ہوسکتا ہی کہ محبت اور کراہت کے لحاظ سے فنا اور بقا خدا تعالی کے نزدیک ایک سی ہون تو وہ حدیث قدسی مین فرماتا ہی کہ مجکو کسی چیز مین اتنا تردد نہین ہوتا جتنا اپنے بندۂ فرمان بردار کی جان قبض کرنے مین ہوتا ہی کہ وہ موت کو برا جانتا ہی اور مجکو اسکی برائی ناپسند ہی اور موت اسکو ضروری ہی پس موت کا ضروری ہونا جو ارشاد فرمایا اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہی کہ ارادہ اور تقدیر پہلے گذر چکے ہین جنکو اس آیت مین ذکر فرمایا ہی نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ اور اس قول مین خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ اور نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ مین اور اس قول مین کہ مجکو اسکی برائی ناپسند ہی کچھ منافات نہین مگر امر حق واضح کرنے کے لیے ارادہ اور محبت اور کراہت کے معنون کو تحقیق کرنا اور انکی حقیقتون کا بیان کرنا درکار ہی اسلیے کہ ان الفاظ سے ذہنون مین یہی متبادر ہوتا ہی کہ خدا تعالی کا ارادہ اور محبوب جاننا اور ناپسند کرنا خلق کے ارادہ اور محبوب جاننے اور ناپسند کرنے کے مشابہ ہی حالانکہ یہ بات نہین اسلیے کہ خدا تعالی کی صفات اور مخلوق کی صفات مین ایسا ہی فرق ہی جیسا اسکی ذات اور مخلوق کی ذات مین ہی اور جسطرح کہ مخلوق کی ذاتین جوہر اور عرض ہوتی ہین اور اللہ تعالی کی ذات جوہر اور عرض ہونے سے منزہ ہی اور جو چیز کہ جوہر اور عرض نہو وہ مشابہ ان دونون کے کبھی نہین ہوسکتی اسی طرح خدا تعالی کی صفات بھی مشابہ خلق کی صفات کے نہین اور چونکہ

یعنی پانی بیج
اور نسل کو
جلا دو بچے
شخص کی
یعنی ...
معنی اور پسند نہین
کرتا اپنے بندون کی
ناشکری ۱۲ منہ
بخاری کی روایت
ابی ہریرہ ۱۲ منہ
یعنی ٹھہرا دیا ہم نے
مرنا ۱۲ فتح البیان
مرنا اور جینا ۱۲

یہ حقائق علم مکاشفہ مین داخل ہین اور انہین کی آڑ مین تقدیر کا راز ہے جسکے ظاہر کرنے کی ممانعت ہی اسی لیے ہم اس مضمون سے عنان قلم کو روکتے ہین اور جو کچھ نکاح کرنے پر جرأت کرنے اور اس سے رکنے مین فرق ہم نے بتایا ہی اسی قدر پر اکتفا کرتے ہین یعنی نکاح سے رکنے والا اپنی اس نسل کو کھوتا ہی جسکو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے نسلاً بعد نسل اس شخص تک موجود رکھا تھا اور اپنے آپ سے وہ تدبیر کرتا ہی کہ مرنے کے بعد اسکی اولاد اسکی قائم مقام نہو- اور اگر بالفرض نکاح کے باعث شہوت کا ٹالنا ہی ہوتا تو حضرت معاذ رضؓ وبا مین مبتلا ہو کر یہ نہ فرماتے کہ میرا نکاح کردو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے مجرد نہ جاؤن اور اگر یہ پوچھو کہ حضرت معاذ رضؓ کو اسوقت مین توقع اولاد کی نہ تھی پھر نکاح کی خواہش کی کیا وجہ تھی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اولاد صحبت سے ہوتی ہی اور صحبت کا باعث شہوت ہی اور یہ امر بندہ کے اختیار مین داخل نہین بندہ کے اختیار مین صرف اسیقدر ہی کہ جو چیز محرک شہوت ہو اسکو موجود کرے اور یہ ہر حال مین ہو سکتا ہی پس جو شخص عقد کریگا تو جو بات اسکے ذمہ تھی وہ ادا کر چکا اور باقی باتین اسکے قبضہ اختیار سے خارج ہین اور اسی وجہ سے نامرد کو بھی نکاح کرنا مستحب ہی اسلیے کہ شہوت کے ابھار پوشیدہ ہین انپر اطلاع نہین ہوتی یہان تک کہ خصیہ مالیدہ شخص کے حق مین نکاح کا مستحب ہونا منقطع نہین گو اسکو توقع اولاد کی نہین جس طرح کہ افعال حج مین گنجہ کے لیے سر پر استرہ پھروانا مستحب ہی گو سر پر بال نہون مگر غیرون کی پیروی اور سلف صالح کی اقتدا اس باب مین اسکو مستحب ہی یا جس طرح آج کل حج مین طواف کے وقت تین پھیرون مین چادر کو بغل کے نیچے سے نکال کر بائین شانہ پر ڈالنا اور اکڑ کر و ڈکر چلنا مستحب ہی حالانکہ شروع مین یہ اعمال اس غرض سے تھے کہ کافرون کی نظرون مین اہل اسلام کی شجاعت اور بہادری ظاہر ہو مگر جن لوگون نے وہ شجاعت دکھائی تھی انکا یہ فعل پچھلے لوگون کے حق مین مستحب ہوگیا- اور اگر ان دونون شخصون کو اس لحاظ سے دیکھا جاوے کہ صحبت پر قادر نہین تو استحباب نکاح مین ضعف آجاتا ہی اور یہ استحباب اس اعتبار سے اور بھی ضعیف ہی کہ اسکے نکاح سے ایک شی بیکار ہوئی جاتی ہی اور اس سے جو مطلب نکلتا وہ فوت ہوتا ہی اور اسکی حاجت بھی نہین پوری ہوتی اور اسمین ایک طرح کا خطرہ ہی تو یہ وجہ ایسی ہی کہ جو لوگ شہوت کے ضعیف ہونے کی جہت سے نکاح نہین کرتے اور شدت سے انکار کرتے ہین انکے عذر پر آگاہ کرتی ہی- وجہ دوم نکاح کے ذریعہ اولاد ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور رضا مین کوشش کرنا ہی کہ جس چیز سے آپ مباہات فرماوینگے اسکی کثرت نکاح ہی سے ہی کیونکہ آپ نے اس امر کی تصریح فرمادی ہی اور اولاد کے لحاظ رکھنے پر بہمہ وجوہ مجملاً یہ روایت دال ہی جو حضرت عمر رضؓ کے حال مین مروی ہی کہ آپ نکاح بہت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مین اولاد کے واسطے نکاح کرتا ہون اور مذمت بانجھ عورت کی جو حدیث مین مروی ہی اس سے بھی یہی پایا جاتا ہی کہ اولاد کا لحاظ ہونا چاہیے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر کے کونے مین بوریا بانجھ عورت کی نسبت کر اچھا ہی اور فرمایا خَیْرُ نِسَائِکُمْ اَلْوَلُوْدُ اَلْوَدُوْدُ اور فرمایا کہ کالی عورت اولادوالی خوبصورت سے بہتر ہی جس سے اولاد نہو ان روایتون سے صاف ظاہر ہی کہ نکاح کی فضیلت حاصل ہونے مین اولاد کی طلب کو بہت دخل ہی بہ نسبت صرف جوش شہوت دور کرنے کے اسلیے کہ خوبصورت عورت مرد کی پارسائی قائم رکھنے اور نگاہ نیچی کرنے اور شہوت دور کرنے کے لیے زیادہ زیبا ہی لیکن تاہم اولاد کے لحاظ سے اسپر بدصورت کو ترجیح دی گئی- وجہ سوم بعد کو اولاد کا نیکبخت رہنا جو باپ کے لیے دعاء خیر کرے چنانچہ حدیث مین وارد ہی کہ آدمی کے سب عمل تمام ہوجاتے ہین صرف تین باقی رہتے ہین اور ان مین ایک نیکبخت لڑکے کو ذکر فرمایا- اور ایک حدیث مین ہی کہ دعائین مردون کے سامنے نور کی طباقون مین رکھکر پیش کیجاتی ہین اور بعض لوگ جو یہ کہتے ہین کہ اولاد بعض اوقات نیکبخت نہین ہوتی تو یہ قول انکا لغو ہی اسلیے کہ مسلمان دیندار کی اولاد غالباً نیکبخت ہی ہوگی خصوص اس صورت مین کہ اسکی تربیت کا قصد کرے اور نیکبختی کے کام لیوے- حاصل یہ کہ ایماندار کی دعا ماباپ کے حق مین مفید ہی ہوتی ہی خواہ نیکبخت ہو یا بدکار اور اگر لڑکا نیکیان کریگا اور دعا مانگیگا تو باپ کو اسکا ثواب ملیگا اس نظر سے کہ لڑکا اسی کی کمائی ہی اور اگر برائیان کریگا تو باپ سے اسکی بازپرس نہوگی اس وجہ سے کہ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی قرآن مجید مین موجود ہی اور اسی مضمون کو خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہی اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ

من شیئ یعنی ہم نے اُنکے اعمال مین سے کچھ نقصان نہین کیا بلکہ اُنکے احسان پر یہ بات زائد کر دی کہ اُنکی اولاد کو اُنکے ساتھ کر دیا وجہ چہارم
یہ ہے کہ لڑکا پیشتر مر جاویگا تو سفارشی ہوگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ وسلم فرماتے ہین کہ لڑکا اپنے ماباپ کو جنت کی طرف کھینچیگا اور بعض اخبار مین
ارشاد فرمایا کہ بچہ ماباپ کا کپڑا پکڑیگا جیسے مین اب تیرا کپڑا پکڑتا ہون اور فرمایا کہ بچہ کو حکم ہوگا کہ جنت مین داخل ہو وہ جنت کے دروازہ پر
توقف کریگا اور غصہ مین بھر کر کہیگا کہ مین جنت مین جب ہی جاؤنگا کہ میرے ماباپ میرے ساتھ ہون حکم ہوگا کہ اسکے ماباپ کو اسکے ساتھ جنت
داخل کرو- اور دوسری حدیث مین ہے کہ لڑکے قیامت کے میدان مین جس وقت کہ خلقت حساب کے لیے درپیش ہوگی جمع ہونگے فرشتون کو
حکم ہوگا کہ انکو جنت مین لیجاؤ وہ لڑکے جنت کے دروازے پر ٹھہرینگے اور اُنسے کہا جاویگا کہ خوب ہوا تم آئے مسلمانون کے بچو اندر جاؤ تم سے
کچھ حساب نہین وہ کہینگے کہ ہمارے ماباپ کہان ہین جنت کے فرشتے کہینگے کہ وہ تم جیسے نہین ہین بلکہ اُنکے ذمہ گناہ اور برائیان ہین اُنسے انکا حساب
اور مطالبہ ہوگا یہ سنکر وہ لڑکے یکبارگی چیخینگے اور فریاد و زاری جنت کے دروازون پر کرینگے پس خدا تعالیٰ باوجودیکہ اُنکے حال سے خوب واقف ہوگا
ارشاد فرماویگا کہ یہ فریاد کیسی ہے فرشتے عرض کرینگے کہ الٰہی مسلمانون کے بچے ہین کہتے ہین کہ ہم جنت مین بدون اپنے ماباپ کے ساتھ لیے نہ جاینگے
خدا تعالیٰ حکم فرماویگا کہ اس جماعت کے اندر جاؤ اور اُنکے ماباپون کے ہاتھ پکڑو اور اُنکو جنت مین داخل کرو- اور فرمایا مَنْ مَاتَ لَہٗ اِثْنَانِ مِنَ الْوَلَدِ
فَقَدِ احْتَظَرَ بِحِظَارٍ مِنَ النَّارِ- اور فرمایا مَنْ مَاتَ لَہٗ ثَلٰثَۃٌ لَمْ یَبْلُغُوا الْحِنْثَ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ بِفَضْلِ رَحْمَتِہٖ اِیَّاھُمْ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ
حکایت ہے کہ کسی نیکبخت سے لوگ نکاح کرنے کو کہا کرتے تھے اور وہ بزرگ کچھ دنون انکار کرتے رہے ایک روز جو سوکر اُٹھے تو کہنے لگے کہ میرا
نکاح کر دو میرا بیاہ کر دو لوگون نے اُنکا نکاح کر دیا اور وجہ پوچھی کہ اب کیس لیے خواہان نکاح کے ہوئے فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا دیوے
اور صغر سنی مین اُسکو وفات دے تو آخرت مین میرے کام آوے پھر کہا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ گویا قیامت برپا ہے اور تمام خلق کے ساتھ مین بھی
قیامت کے میدان مین کھڑا ہون اور میرا پیاس کے مارے لبون پر دم آرہا ہے اور اسی طرح مخلوق بھی سخت تشنگی اور کرب مین گرفتار ہے پھر دیکھتا ہون
کہ کچھ بچے صفون کو چیرتے پھرتے ہین اُنکے سر پر نور کی مندیل ہین اور ہاتھون مین چاندی کی چھاگل اور سونے کے آبخورے لیے ایک ایک کو
پانی پلاتے ہین اور اندر گھسے جاتے ہین اور بہتون کو چھوڑتے بھی جاتے ہین مین نے اپنا ہاتھ اُنمین سے ایک لڑکے کی طرف پھیلایا اور کہا کہ میرا پیاس
کے مارے بُرا حال ہے مجھکو پانی پلا اُسنے کہا کہ ہم مین تیرا لڑکا کوئی نہین ہم تو اپنے باپون کو پانی پلاتے ہین مین نے پوچھا کہ تم کون ہو اُسنے کہا کہ ہم
مسلمانون کے لڑکے ہین جو صغر سن مین مر گئے تھے- اور اللہ تعالیٰ کے اس قول مین وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ کے ایک معنی یہ بھی کہے ہین کہ اس سے مراد
بچون کا آخرت مین بھیجنا ہے غرضکہ ان چارون وجہون سے معلوم ہوا کہ نکاح کی فضیلت زیادہ تر اسی جہت سے ہے کہ وہ اولاد ہونے کا سبب ہے
دوسرا فائدہ نکاح سے یہ ہے کہ شیطان سے محفوظ رہنا اور جوش اشتیاق کو دبانا اور شہوت کو ٹالنا اور نگاہ کو نیچا رکھنا اور شرمگاہ کو بچانا اسکے
حاصل ہوتا ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس حدیث مین کہ جس شخص نے نکاح کیا اُسنے اپنا آدھا دین بچا لیا پس چاہیے کہ دوسرے نصف مین
خدا تعالیٰ سے ڈرے اور اس حدیث مین بھی اسی طرف اشارہ ہے عَلَیْکُمْ بِالْبَاءَۃِ فَمَنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْہِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّ الصَّوْمَ لَہٗ وِجَاءٌ اور جو آثار و اخبار
کہ ہم لکھ آئے ہین اُنمین بھی اشارہ اس مضمون کی طرف ہے- اور یہ فائدہ اول فائدے کی نسبت کم ہے اس لیے کہ شہوت اولاد کے ہونے
کے تقاضا کرنے کو ایک گماشتہ ہے اسکی آفت سے بچنے اور شر سے محفوظ رہنے کو تو نکاح ہی کافی ہے مگر جو شخص اپنے آقا کا کہنا مانے اس لیے
کہ اسکی رضا جوئی کا طالب ہو اور دوسرا شخص بھی مانے مگر اس خیال سے کہ گماشتہ کی آفت سے محفوظ رہے یہ دونون برابر نہین ہین بلکہ فضیلت
اول ہی کو ہے غرضکہ شہوت اور اولاد دونون حکم الٰہی سے ہین اور ایک کو دوسرے سے علاقہ ہے لیکن یہ نہین کہہ سکتے ہین کہ مقصود نکاح سے لذت
اور اولاد اُسکو لازم ہے جیسے کھانے سے مثلاً پاخانہ پھرنا لازم آجاتا ہے اور وہ مقصود بالذات نہین ہوتا بلکہ واقع مین مقصود بالذات فطرت اور
حکمت کی رو سے اولاد ہے اور شہوت اُسپر ترغیب دہندہ ہے ہان شہوت مین سوا اولاد کی ترغیب کے ایک اور حکمت بھی ہے یعنی اُسکے

ابن ماجہ بروایت علی...
مسلم بروایت ابی ہریرہ...
نسائی و ابن حبان بروایت...
ترمذی بروایت...
ابن حبان...

فرمایا مین کہ حالت بلوغ کو
نہ پہونچے ہون تو اللہ تعالیٰ
اُسکو جنت مین داخل کریگا
اپنی رحمت سے ان پر تو کسی
نے پوچھا کہ اور دو اُنھا
بھی آپ نے فرمایا کہ دو کا بھی
یہی حال ہے ۱۲ احمد بروایت
معاذ و در بخاری و مسلم مین اور
الفاظ سے ایسا ہی مضمون
ہے ۱۲ منہ- اور اسکا بیان ...
گذرا ہے ۱۲ ...

پورا کرنے میں وہ لذت ہے کہ اگر اُسکو بقا ہو تو اُسکی جوڑ کی کوئی لذت نہیں اور یہی لذت اس لذت کی خبر دیتی ہے جسکا وعدہ جنت میں ہوا ہے اور اسکے موجود کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس لذت کا ذائقہ معلوم نہو اُسکی ترغیب بیکار ہوتی ہے مثلاً اگر نامرد کو صحبت کی لذت پر ترغیب دیجاوے یا لڑکے کو ملک وسلطنت کی لذت پر اُبھارا جاوے تو مفید نہیں پس آدمی میں اس لذت کو اسلیے پیدا کیا گیا کہ اسکے مزے سے آگاہ ہو کر جنت میں اُسکے دوام کا خواہان ہو جسکا حصول عبادت الٰہی پر موقوف ہے اب غور کرو کہ خدا تعالیٰ نے اسمین کیسی حکمت اور کس طرح کی رحمت رکھی ہے کہ ایک شہوت کے اندر دو زندگیاں ظاہر و باطن کی پوشیدہ کردی ہیں ظاہر کی زندگی تو اسطرح ہے کہ اسکے ذریعہ سے نسل باقی رہتی ہے اور یہ بھی ایک طرح کا دوام آدمی کیلئے ہے اور باطنی زندگی حیات اخروی ہے کہ اُسکی باعث بھی یہی شہوت ہوتی ہے یعنی اسکے سریع الزوال ہونے کو دیکھکر آدمی لذت دائمی اور کامل کی فکر کرتا ہے اور اُسکے حاصل ہونے کے لیے عبادت پر آمادہ ہوتا ہے تو گویا شہوت ہی کی رغبت کرنے سے جنت کی نعمت کی طلب اُسپر آسان ہوجاتی اسی طرح انسان کے بدن میں کوئی ذرہ ظاہری و باطنی ایسا نہیں بلکہ آسمان و زمین کے ملکوت میں کوئی جز اسطرح کا نہیں کہ اُسکے عجائب اور حکمتوں کے اندر عقلیں حیران نہوں مگر یہ اسرار دلہاے پاک پر اُسیقدر کھلتے ہیں جسقدر وہ صاف اور دنیا کی طرف اعراض کرنے والے اور اُسکے مغالطے اور فریبوں سے روگردان ہوتے ہیں حاصل یہ کہ جوش شہوت کے ٹالنے کے سبب سے نکاح کرنا دین میں ایک مہم امر ہے اُس شخص کے حق میں جو عاجزی اور نامردی نہ رکھتا ہو اور یہ حال اکثر خلق کا ہے اور وجہ اسکے مہم ہونے کی یہ ہے کہ شہوت جب غالب ہوتی ہے اور اُسکی روک کو تقویٰ کی قوت نہیں ہوتی ہے تو بُری بُری باتوں میں آدمی مبتلا ہو جاتا ہے اور اسی کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے ارشاد فرمایا اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ اور اگر غلبۂ شہوت کی صورت میں تقویٰ کی روک بھی ہو تو اُسکا انجام یہ ہوگا کہ آدمی اعضاء ظاہری کو شہوت سے روکیگا یعنی آنکھ نیچی اور شرمگاہ کو محفوظ رکھیگا مگر دل کا بچانا وسوسہ اور فکر سے اُسکے اختیار میں نہیں اسی سے اُسکا نفس ہمیشہ اُس سے کشاکش رکھیگا اور جماع کی باتیں کریگا اور شیطان وسوسہ انداز اکثر وقتوں میں ایسے خطروں کو دل میں ڈالنے سے کوتاہی نہ کریگا اور بعض اوقات یہ بات نماز کے اندر پیش ہوتی ہے حتیٰ کہ دل پر نماز کے معاملے ایسے گذرتے ہیں کہ اگر مخلوقات میں ادنیٰ شخص کے سامنے بھی اُنکی تصریح کرے تو اُس سے شرماوے اور اللہ تعالیٰ دل پر خبردار ہے دل کا حال اُسکے سامنے ایسا ہے جیسا زبان کا حال ہے خلق کے نزدیک اور مرید کے لیے طریق آخرت کے چلنے میں اصل سرمایہ دل ہی ہے پس اُسکا وساوس میں مبتلا رہنا نہایت بُرا ہے اور ہمیشہ روزہ رکھنا بھی قائم مقام نکاح کے نہیں کیونکہ اکثر لوگوں کے حق میں ہمیشہ کے روزہ سے بھی وسوسہ کی جڑ نہیں کٹتی ہاں اگر روزہ رکھتے رکھتے بدن میں کمزوری اور مزاج میں خرابی آجاوے تو وسوسہ کا دور ہونا ممکن ہے اور انھیں وجہوں کے لحاظ سے حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ عابد کی عبادت نکاح ہی سے پوری ہوتی ہے اور غلبۂ شہوت ایک مصیبت عام ہے کمتر شخص اُس سے محفوظ رہتے ہیں اور قتادہ رض وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جوش شہوت سے مراد ہے۔ اور عکرمہ اور مجاہد رض نے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ضعیف سے یہ غرض ہے کہ عورتوں سے صبر نہیں کرتا۔ اور فیاض بن نجیح نے فرمایا ہے کہ جب آدمی کا عضو تناسل کھڑا ہوتا ہے تو اُسکی عقل دو تہائی جاتی رہتی ہے اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ اُسکا تہائی دین جاتا رہتا ہے۔ اور نوادر التفسیر میں حضرت ابن عباس رض سے منقول ہے کہ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ کی تفسیر میں فرمایا کہ آلۂ تناسل کے کھڑے ہونے سے غرض ہے۔ غرضکہ یہ وہ بلا ہے کہ جب ہیجان میں آتی ہے تو نہ عقل اُسکا مقابلہ کرے اور نہ دین اور باوجودیکہ اُسمین یہ لیاقت ہے کہ دو زندگیوں کا باعث ہوسکتی ہے جیسے اوپر مذکور ہوا لیکن شیطان کے لیے آدمیوں کے بہکانے کو نہایت زبردست سامان ہے اور اسی بات کی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف میں مَا رَاَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ اَغْلَبَ لِذَوِي الْاَلْبَابِ مِنْكُنَّ اور یہ عقل کا دور ہونا ہیجان شہوت ہی کے باعث ہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں یہ ارشاد فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَقَلْبِيْ وَشَرِّ مَنِيِّيْ اور فرماتے اَسْاَلُكَ اَنْ تُطَهِّرَ قَلْبِيْ وَتُحَصِّنَ فَرْجِيْ اب دیکھنا چاہیے کہ جس چیز سے آنحضرت صلعم پناہ مانگتے ہوں دوسرے شخص کو

اس بات مین تساہل کیسے درست ہوگا کہتے ہین کہ کوئی نیک بخت نکاح بہت کرتے تھے حتی کہ دو یا تین بیبیون سے خالی نہین رہتے تھے بعض صوفیون نے اس امر کا اُنپر اعتراض کیا کہ اُنھون نے کہا کہ تم مین کوئی ایسا ہی کہ اگر خدا تعالی کے سامنے ایک نشست بیٹھے یا کسی معاملہ مین کچھ دیر کھڑا رہے اور اس عرصہ مین اُسکے دل پر شہوت کے وسوسہ کا گذر ہو اُنھون نے جواب دیا کہ یہ بات تو ہمکو اکثر ہوتی ہی اُنھون نے کہا کہ جیسا حال تمھارا صرف ایک وقت مین ہوتا ہی اگر یہ حال میرے اوپر ساری عمر مین کبھی کبھی ہوتا اور مین اُسکو اچھا جانتا تو ہرگز نکاح نہ کرتا اگر میرا حال یہ ہی کہ جب میرے دل پر کوئی وسوسہ ایسا ہوا کہ اُسنے مجکو میرے حال سے روک دیا تو مین نے اُسکو پورا کردیا اور اپنے کام پر رجوع کیا اور چالیس برس سے میرے دل پر گناہ کا وسوسہ نہین ہوا۔ اور کسی شخص نے صوفیون پر کچھ اعتراض کیا ایک دیندار اُس سے کہا کہ تمکو اُنکی کونسی بات پر اعتراض ہی اُسنے کہا کہ بہت کھاتے ہین اُس بزرگ نے کہا کہ اگر تم بھی ایسے بھوکے رہو جیسے وہ رہتے ہین تو تم بھی اُسی طرح کھاؤ جیسے وہ کھاتے ہین اُسنے کہا کہ صوفی نکاح بہت کرتے ہین اُسنے جواب دیا کہ اگر تم بھی اپنی آنکھ اور شرمگاہ کی حفاظت اُنکی طرح کرو تو اُنھین کی طرح نکاح کرنے لگو۔ اور حضرت جنید بغدادی رح فرمایا کرتے کہ مجکو جماع کی حاجت ایسی ہی ہی جیسی غذا کی غرضکہ واقع مین بی بی غذا اور دل کی طہارت کا سبب ہی اور اسی وجہ سے جس شخص کی نظر اجنبی عورت پر پڑے اور اُسکا نفس اُسکی طرف شائق ہو اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ اپنی بی بی سے صحبت کرے اسلیے کہ صحبت کرنا دل کے وسوسہ کو دُور کر دیگا۔ اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کو دیکھکر حضرت اُم المومنین زینب رض کے پاس گئے اور اُنسے ہم بستر ہو کر باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ عورت جب سامنے آتی ہی تو شیطان کی صورت مین آتی ہی پس جب کوئی تم مین سے کسی عورت کو دیکھے اور وہ اُسکو اچھی معلوم ہو تو چاہیے کہ اپنی بی بی سے ہم بستر ہو کہ اُسکے پاس بھی وہی بات ہی جو دوسری کے پاس ہی۔ اور فرمایا کہ جن عورتون کے خاوند اُنکے پاس نہون اُنکے پاس تنہا نہ جاؤ کہ شیطان تمھارے اندر خون کی جگہ مین پھرتا ہی صحابہ نے عرض کیا کہ آپ کی خون کی جگہ مین بھی پھرتا ہی آپ نے فرمایا کہ ہان مگر اللہ تعالی نے مجکو اُسپر غالب کر دیا تو مین اُس سے بچا رہتا ہون۔ سفیان بن عیینہ رح اس حدیث مین فرماتے ہین کہ لفظ اسلم جو وارد ہی اُسکے معنی یہ ہین کہ مین شیطان سے بچا رہتا ہون یعنی صیغہ ماضی نہین جسکے یہ معنی ہین کہ وہ مسلمان ہوگیا بلکہ مضارع متکلم ہی اور وجہ اس معنی کی یہ ہی کہ شیطان مسلمان نہین ہوتا۔ اور حضرت عمر رض جو صحابہ مین سے بڑے زاہد اور عالم تھے اُنکے حال مین منقول ہی کہ روزہ کا افطار صحبت سے کیا کرتے تھے اور کھانا بعد کو کھاتے اور بعض اوقات مغرب پڑھنے سے پیشتر ہم بستر ہوتے پھر نہا کر نماز پڑھتے اور اُسکی وجہ یہی تھی کہ دل عبادت الٰہی کے لیے فارغ ہو جاوے اور شیطان کا سامان اُسمین سے نکل جاوے اور کہتے ہین کہ ماہ رمضان مین اُنھون نے نماز عشا سے پیشتر اپنی تین لونڈیون سے صحبت کی ہی۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ بہتر شخص اس اُمت مین وہ ہی جسکی بیبیان زیادہ ہون۔ (رواہ البخاری ۱۲) اور چونکہ عرب کے لوگون کے مزاج پر شہوت غالب تھی اسلیے اُنمین سے نیک بخت لوگ نکاح بہت کرتے تھے اور دل کے فارغ ہونے کے لیے گناہ کے خوف سے لونڈی سے نکاح مباح کیا گیا ہی باوجودیکہ اس صورت سے لڑکے کا غلام کرنا لازم آتا ہی جو ایک قسم کا ہلاک کرنا ہی اور یہی وجہ ایسے شخص کو جو آزاد عورت کے نکاح کرنے پر قادر ہو لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہی مگر لڑکے کا غلام کرنا بہ نسبت دین کے تباہ کر ڈالنے کے بہت آسان ہی اسلیے کہ لڑکے کے غلام بنا دینے مین تو صرف یہی خرابی ہی کہ چند روز کی اُسکی زندگی تلخ طور پر دوسرے کے زیر حکم گذریگی اور زنا کرنے مین آخرت کی زندگی جاوید ہاتھ سے جاتی ہی جسکے ایام سے ایک دن کے مقابلہ مین دنیاوی عمرین بڑی بڑی ہیچ ہین۔ اور مروی ہی کہ ایک روز حضرت ابن عباس رض کی مجلس سے سب لوگ چلے گئے صرف ایک جوان بیٹھا رہا آپ نے اُس سے پوچھا کہ تمکو کچھ ضرورت ہی اُسنے عرض کیا کہ مین ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہون پہلے تو لوگون کی شرم مانع تھی اور اب آپ کی ہیبت اور تعظیم مجکو کہنے نہین دیتی آپ نے فرمایا کہ عالم کا درجہ باپ کا سا ہی تو جو بات تو اپنے باپ سے کہہ سکتا وہ مجھ سے بھی کہہ دے اُسنے عرض کیا کہ مین جوان ہون اور بی بی نہین رکھتا اکثر لونڈون سے قضاء حاجت کر لیا ہون آیا مین

کچھ گناہ ہوتا ہی کہ نہین حضرت ابن عباس رض نے اُسکی طرف سے مُنھ پھیر لیا اور فرمایا کہ بھی چھی لونڈی سے نکاح تیری اس حرکت سے بہتر ہی اور وہ زنا سے بہتر ہی اس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ مجرد آدمی اگر از شہوت کو تین خرابیون مین سے ایک نہ ایک ضرور ہوگی سب سے کمتر لونڈی سے نکاح کر لینا ہی جسمین اپنی اولاد کو دوسرے کا غلام کرتا ہی اور اُس سے زیادہ خرابی ہاتھ سے منی نکالنی یعنی مُٹھ مارنا ہی اور سب سے زیادہ زنا کرنا ہی اور حضرت ابن عباس رض نے اسمین سے کسی چیز کو مطلق مباح نہین فرمایا اسلیے کہ اول کی دونون خرابیان ممنوع ہین اُنکی طرف ضرورت اُسوقت ہوتی ہی کہ خوف اُس سے زیادہ ممنوع چیز مین مبتلا ہونے کا ہووے جیسے مردار کھانا حرام ہی مگر بخوف جان جانے کے اُسکا کھانا مباح بمجبوری ہو جاتا ہی پس ایک خرابی کو جو دوسری سے بہتر فرمایا اسکے یہ معنی نہین کہ وہ مباح مطلق ہی یا مطلق بہتر ہی بلکہ یہ غرض ہی کہ اضطرار کے وقت اُسکو اختیار کیا جاوے اسی طرح سڑے ہوے ہاتھ کا کاٹ ڈالنا کچھ خیر مطلق نہین مگر جان پر بنتی ہی تو اُسکی اجازت دے دیتے ہین غرض کہ نکاح کرنے مین ایک فضیلت اسوجہ سے بھی ہی کہ ان تینون خرابیون سے آدمی محفوظ رہتا ہی مگر یہ فضیلت سب کے حق مین نہین بلکہ اکثر شخصون کے حق مین ہی کیونکہ بہت آدمی ایسے بھی تو ہین کہ اُنکی شہوت بڑھاپے یا مرض وغیرہ کے باعث سست پڑجاتی ہی تو ایسے لوگون کے حق مین یہ فضیلت کا نہین رہتا ہان اولاد کی توقع اُنکے لیے بھی باقی ہی اور یہ بات سب مردون مین عام ہی البتہ نامردون کے حق مین یہ بھی نہین مگر نامرد شاذونادر ہی۔ اور بعض طبیعتون پر غلبۂ شہوت اسقدر ہوتا ہی کہ اُنکو ایک عورت پارسا نہین رکھ سکتی تو ایسی طبیعت والے کو ایک سے زیادہ چار نکاح کرنا مستحب ہی اگر خدا تعالیٰ اُنسے موافقت اور دوستی نصیب کرے تب تو بہین کرے ورنہ مستحب ہی کہ ناموافق کو چھوڑ کر دوسری سے نکاح کرلے چنانچہ حضرت علی رض نے حضرت فاطمہ رض کی وفات کے سات دن بعد نکاح کر لیا تھا اور کہتے ہین کہ حضرت امام حسن رض بڑے نکاح کرنیوالے تھے یہان تک کہ اُنھون نے اپنی زندگی مین سو سے زیادہ عورتون سے نکاح کیا تھا اور بعض اوقات ایک ہی وقت مین چار عورتون سے عقد کیا اور کبھی ایک ہی وقت مین چارون کو طلاق دیکر اور چار سے نکاح کر لیا اور آپ کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ اَشْبَہْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ اور نیز فرمایا اَلْحَسَنُ مِنِّیْ وَالْحُسَیْنُ مِنْ عَلِیٍّ اس سے لوگون نے یہ نکالا ہی کہ حضرت امام حسن رض کا زیادہ نکاح کرنا بھی ایک عادت ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت سے زیادہ ملتی ہی۔ اور مغیرہ بن شعبہ رض نے اسی عورتون سے نکاح کیا تھا اور صحابہ رض مین سے ایسے لوگ تھے جنکی تین تین اور چار چار بیبیان تھین اور دو دو والے تو بیشمار تھے۔ اور جس وقت کہ سبب معلوم ہو جاوے اُسوقت چاہیے کہ علاج سبب ہی کی مقدار کے موافق ہو کیونکہ مقصود نفس کا ساکن کرنا ہی تو کثرت اور قلت نکاح مین اسی کا لحاظ رکھنا چاہیے تیسرا فائدہ نکاح کرنے سے نفس کو راحت پہونچانا اور بی بی کے پاس بیٹھنے سے اُسکو اُنس دلانا ہی اور روے نگار کو دیکھنا اور چُہل کرنا دل کے لیے راحت اور عبادت پر قوت پیدا کرتا ہی اسلیے کہ نفس ہار بہت مانتا ہی اور حق سے زیادہ بھاگتا ہی کیونکہ یہ اُسکی سرشت کے خلاف پڑتا ہی پس اگر نفس کے مخالف امر پر اُسکو بزور لایا جاویگا اور ہمیشہ خلاف سرشت پر دباؤ دیا جاویگا تو کہنا نہ مانیگا اور سرکشی کریگا اور اگر کبھی کبھی لذتون سے راحت اُسکو ملتی رہیگی تو خوب چلیگا اور خوش رہیگا اور عورتون کے ساتھ دل بہلانے مین وہ راحت ہوتی ہی جس سے کرب دور ہوتا ہی اور دل مسرور ہوتا ہی اور متقیون کے نفس کو مباح چیزون سے کچھ راحت پہونچنی بھی ضرور ہی اور اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ہُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْہَا زَوْجَہَا لِیَسْکُنَ اِلَیْہَا اور حضرت مرتضیٰ رض فرماتے ہین کہ اپنے دلون کو راحت دو گو ایک ساعت کو ہو اس لیے کہ جب دلون سے زبردستی کام لیا جاتا ہی تو اندھے ہو جاتے ہین۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ عاقل کے لیے ضرور ہی کہ تین ساعتین ہون ایک وہ کہ جسمین اپنے رب سے مناجات کرے اور ایک وہ کہ جس مین اپنے نفس سے حساب لے اور ایک وہ کہ جس مین اپنے کھانے پینے مین لگا رہے اسلیے کہ اس اخیر ساعت سے پہلی دو ساعتون پر مدد ہوتی ہی اور اسی طرح ایک اور روایت ہی کہ عاقل آدمی بجز تین باتون کے اور چیز کا حریص نہین ہوتا اول آخرت کے لیے توشہ بہم کرنا دوم فکر معیشت سوم لذت حلال چیز سے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا لِکُلِّ عَامِلٍ شِرَّةٌ وَلِکُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ فَمَنْ کَانَتْ فَتْرَتُہٗ اِلٰی

شَیۡئٌ فَقَعَا اَشۡتَدَّیۡ اس حدیث مین شرۃ کے معنی کوشش اور غایت درجہ کی محنت کرنی ہی اور یہ بات ابتدا ارادہ مین ہوا کرتی ہی اور
فترۃ کے معنی دم لینے اور ٹھہرنے کے ہین ۔ اور حضرت ابو درداء رضہ فرمایا کرتے تھے کہ مین اپنے نفس کو کسیقدر کھیل سے بہلا دیتا ہون تاکہ
آیندہ کو امر حق پر اُس سے قوت پاؤن ۔ اور بعض اخبار مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یون وارد ہی کہ مین نے جبرئیل علیہ السّلام
اپنی قوت باہ کے ضعیف ہونے کی شکایت کی اُنہون نے مجکو ہریسہ بتا دیا اور یہ حدیث اگر صحیح ہو تو اس سے بھی مقصود صرف استراحت
کی قوت ہی ۔ دفع شہوت اسکی تعلیل نہین ہوسکتی کہ اس صورت مین شہوت کے لیے مشورہ لینا لازم آتا ہی اور جس شخص کی شہوت
جاتی رہی ہو اُسکو اصطلاح کے اُنس مین سے بھی اکثر معدوم ہو جاویگا ۔ اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
حُبِّبَ اِلَیَّ مِنۡ دُنۡیَاکُمۡ ثَلَاثٌ اَلطِّیۡبُ وَالنِّسَاءُ وَقُرَّۃُ عَیۡنِیۡ فِی الصَّلٰوۃِ غرضکہ یہ فائدہ نفس کو راحت دینے کا بھی ایسا ہی ہی کہ جس شخص نے
اپنے نفس کو فکرون اور ذکرون اور اقسام اعمال کی مشقتون مین ڈال کر تجربہ کیا ہو وہ اس فائدہ کا منکر نہوگا اور یہ فائدہ پہلے دو فائدون
سے علاوہ ہی یہان تک کہ مرد از کار رفتہ کے حق مین بھی ہو سکتا ہی البتہ اتنا ہی کہ نکاح کی فضیلت اسکے اعتبار سے جبہی ہوگی کہ نکاح
کرنے مین اس فائدہ کی بھی نیت ہو اور ایسے لوگ کم ہین جو نکاح مین یہ نیت کرتے ہون ہان اولاد اور دفع شہوت وغیرہ کی نیت بہت
ہوا کرتی ہی ۔ پھر بعض اشخاص ایسے ہین کہ اُنکو آب روان اور سبزہ وغیرہ کے دیکھنے سے دل کو راحت پہونچتی ہی اُنکو اس بات کی حاجت
نہین ہوتی کہ عورتون سے باتین اور تمسخر کرکے دل بہلاوین تو اُنکے حال کے اختلاف سے اس فائدہ کا حکم بھی جدا ہو جاویگا اسکو یاد
کر لینا چاہیئے ۔ چوتھا فائدہ نکاح سے یہ ہی کہ گھر کے انتظام اور کھانا پکانے اور جھاڑو دینے اور فرش بچھانے اور برتن مانجھنے اور لوازم
خانہ داری کے مہیا کرنے سے دل کو فراغت ہوتی ہی کیونکہ بالفرض اگر آدمی کو شہوت جاع نہو اور گھر مین اکیلا رہے تو بڑی مشکل پڑے
اسلیے کہ گھر کے سب کامون کی کفالت اگر خود کرے تو اُسکے اکثر اوقات اسی مین تلف ہو جاوینگے اور علم اور عمل کے لیے فارغ نہوگا پس اس
اعتبار سے نیک بخت عورت گھر کا انتظام کرنے والی دین کی مددگار ہی اور لوازم خانہ داری کا خلل پذیر ہونا دل مین تشویش پیدا کرتا ہی اور
عیش کو مکدر کرتا ہی اور اسی وجہ سے حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہی کہ نیک بخت بی بی دنیا مین سے شمار نہین کی جاتی اسلیے کہ اس سے
آدمی کو آخرت کے لیے فراغت ملتی ہی تدبیر منزل سے جدا بے فکر کرتی ہی اور قضاء شہوت سے جدا اور محمد بن کعب قرظی نے اس آیت کی تفسیر مین
رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً فرمایا ہی کہ دنیا کی خوبی سے نیکبخت عورت مراد ہی ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ تم مین سے ہر کسی کو
چاہیئے کہ دل شاکر اور زبان ذاکر اور بی بی ایماندار نیک بخت جو دین پر مدد کرے پیدا کرے ۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ آپ نے نیک بخت بی بی کو
شکر اور ذکر کے ساتھ کیسے اکٹھا فرمایا ہی اور اس قول خداوندی کی فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً تفسیر مین بعض مفسرین نے فرمایا ہی کہ اس سے مراد نیکبخت
بی بی ہی اور حضرت عمر رضہ فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کو ایمان کے بعد کوئی چیز نیک بخت عورت سے بہتر نہین مرحمت ہوئی اور عورتون مین بعض ایسی
غنیمت ہوتی ہین کہ کوئی عطا اُنکا عوض نہین ہو سکتی اور بعضی طوق گردن ہوتی ہین کہ اُنسے کسی فدیہ کے عوض رہائی نہین ہوتی ۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ مجکو حضرت آدم علیہ السلام پر دو باتون سے فضیلت عطا ہوئی ایک یہ کہ اُنکی بی بی معصیت پر اُنکی مددگار تھی
اور میری بیبیان طاعت پر میری اعانت کرتی ہین دوم یہ کہ اُنکا شیطان کافر تھا اور میرا شیطان مسلمان ہی کہ بجز خیر کے اور کچھ نہین امر کرتا ۔
اس حدیث مین بی بی کی اعانت طاعت پر باعث فضیلت ارشاد فرمایا غرضکہ یہ فائدہ بھی اُن فوائد مین سے ہی جنکو نیک بخت چاہا کرتے ہین
مگر یہ فائدہ صرف اُن لوگون کے حق مین ہی جنکے لوازم خانہ داری کا کوئی کفیل اور تدبیر کرنے والا نہو اور یہ فائدہ اس بات کا بھی مقتضی ہی کہ
دو بیبیان نہون کیونکہ دو کے ہونے سے اکثر امور خانگی ابتر ہو جاتے ہین اور عیش مکدر رہتا ہی ۔ اور اس فائدہ کے ضمن مین یہ بھی داخل ہی کہ
آدمی نیت کرے کہ نکاح کرنے سے عورت کے کنبے والے میری طرف ہو جاوینگے اور میرے اور اُسکے قبیلے ملکر زور پکڑینگے کیونکہ شر کے دفع کرنے

بروایت انس رضہ اور یہ بھی ذکر عدد نہین ۱۲ ستہ
اب مطلب دسے بہلا دینا
بن خولی ۱۲ اخرج ترمذی
وابن ماجہ بروایت ثوبان
اور اسکی سند مین انقطاع ہی
۱۲ ستہ تو اسکو یہ جاننا
ابھی زندگی ۱۲ اخرج
خطیب تاریخ بروایت
عمر فاروق رضہ کی سند مین
محمد بن ولید ہی جو حدیث
وضع کیا کرتا تھا اور دوکا
جاہ اس حدیث کا مسلم نے
بروایت ابن مسعود نقل
کیا ہی ۱۲

اور سلامتی کی طلب مین اِس بات کی حاجت ہوا کرتی ہی اور اِسی واسطے کہتے ہین کہ جسکا کوئی مددگار نہین وہ ذلیل ہی اور جس شخص کو کوئی ایسا آدمی
ملجاوے کہ اُسپر سے برائی ٹال دیا کرے تو اُسکا حال سلامت رہیگا اور دل عبادت کے لیے فارغ اسلیے کہ بیکسی دل کو تشویش مین ڈالتی ہی اور
بیٹھے گے باعث عزت حاصل ہوتی ہی ذلت اور بیکسی کو ٹالتی ہی۔ پانچوان فائدہ نکاح سے یہ ہی کہ نفس پر مجاہدہ اور ریاضت ہوتی ہی یعنی گھر کی
رعایت اور ولایت اور گھر والون کے حقوق کو ادا کرنا اور اُنکی عادتون پر صبر کرنا اور اُنسے تکلیف اُٹھانی اور اُنکی اصلاح مین کوشش کرنی اور
اُنکو طریق دین بتانا اور اُنکی خاطر کسب حلال مین جانفشانی کرنی اور بعد کو اولاد کی تربیت کرنی یہ سب امور بڑے مرتبے کے ہین کیونکہ یہ سب رعایت
اور ولایت ہین اور زن و فرزند رعیت ہین اور رعیت کی حفاظت کا بڑا رتبہ ہی اُس سے احتراز وہی کریگا جسکو خوف ہوگا کہ مجھ سے اسکے حق کی
بجاآوری مین قصور ہوگا ورنہ اِسکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ یَوْمٌ مِنْ وَالٍ عَادِلٍ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سَبْعِيْنَ سَنَةً اور فرمایا
اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ اور ظاہر ہی کہ جو شخص اپنے نفس کی درستی اور غیر کے نفس کی اصلاح مین مشغول ہوگا وہ ایسا نہوگا جو خود اپنے ہی
نفس کی اصلاح مین لگا ہی اِسی طرح جو شخص ایذا پر صبر کرے وہ اُس جیسا نہین کہ اپنے نفس کو رفاہیت اور راحت مین رکھے غرضکہ زن و فرزند
کی فکر اُٹھانی ایسی ہی جیسے خدا کی راہ مین جہاد کرنا اور اِسی وجہ سے بشر حافی رح نے فرمایا تھا کہ امام احمد بن حنبل رح کو مجھپر تین باتون مین فضیلت ہی جنمین سے
ایک یہ ہی کہ وہ طلب حلال اپنے لیے اور غیر کے لیے کرتے ہین اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ہی کہ آدمی جو اپنے گھر والون پر خرچ کرتا ہی وہ خیرات ہی
اور آدمی کو اُس لقمہ مین ثواب ملتا ہی جسکو اُٹھا کر اپنی بی بی کے مُنھ مین دیوے۔ اور بعض علما سے کسی بزرگ نے ذکر کیا کہ مجھکو خدا تعالیٰ نے ہر عمل مین
سے کچھ حصہ دیا ہی یہان تک کہ حج اور جہاد وغیرہ کا ذکر کیا عالم نے فرمایا کہ تمکو ابدال کا عمل تو ملا ہی نہین اُسنے پوچھا کہ وہ کیا ہی فرمایا کہ حلال کمانا
اور عیال پر خرچ کرنا۔ اور ابن مبارک رح جسوقت کہ اپنے بھائیون کے ساتھ جہاد مین تھے فرمانے لگے کہ تمکو وہ عمل معلوم ہی جو ہمارے اِس جہاد سے
افضل ہی اُنھون نے کہا کہ ہمکو معلوم نہین فرمایا کہ مین جانتا ہون اُنھون نے پوچھا کہ وہ کیا ہی فرمایا کہ جو شخص عیال دار ہو اور کسی سے کچھ نہ چاہتا ہو
اور رات کو اُٹھکر اپنے بچون کو کھلا ہوا دیکھے اور اُنکو اپنے کپڑے سے ڈھانپ دیوے تو اُسکا عمل ہمارے اِس جہاد سے افضل ہی۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ حَسُنَتْ صَلَاتُهٗ وَكَثُرَ عِيَالُهٗ وَقَلَّ مَالُهٗ وَلَمْ يَغْتَبِ الْمُسْلِمِيْنَ كَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ اور ایک دوسری
حدیث مین ہی کہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْفَقِيْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِيَالِ اور یہ بھی حدیث مین ہی کہ بندہ کے جب گناہ بہت ہو جاتے ہین تو اللہ تعالیٰ اُسکو
عیال کی فکر مین مبتلا کر دیتا ہی تاکہ اُن گناہون کو اُسپر سے دور فرما دے۔ اور بعض اکابر سلف نے فرمایا ہی کہ گناہون مین سے بعض ایسے ہین
کہ اُنکا کفارہ بجز عیال کی فکر کے اور کچھ نہین اور اِسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ بعض گناہ ایسے ہین
کہ اُنکا سوا سے فکر طلب معیشت کے اور کوئی چیز دور نہین کرتی اور فرمایا مَنْ كَانَ لَهٗ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَاَنْفَقَ عَلَيْهِنَّ وَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ حَتّٰى يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ
اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ اَلْبَتَّةَ اَلْبَتَّةَ اِلَّا اَنْ يَعْمَلَ عَمَلًا لَا يُغْفَرُ لَهٗ حضرت ابن عباس رضہ جب اِس حدیث کو بیان فرماتے تو کہتے کہ بخدا یہ حدیث عجیب
و غریب اور عمدہ ہی اور کہتے ہین کہ کوئی عابد اپنی بی بی کے ساتھ بہت سلوک سے رہتے یہان تک کہ وہ مرگئی پھر لوگون نے اُنسے نکاح کرنیکو
کہا اُنھون نے انکار کیا اور کہا کہ اکیلے ہی میرے دل کی راحت اور جمعیت کے لیے بس ہی پھر بعد چند روز کے کہا کہ مین نے اُس عورت کے
مرنے کے ہفتہ بھر بعد خواب مین دیکھا کہ گویا آسمان کے دروازے کھلے ہین اور کچھ آدمی اُترتے ہین اور ایک دوسرے کے پیچھے ہوا مین چلے آتے
ہین اور جب ایک میرے پاس اُترتا ہی مجھکو دیکھکر اپنے پیچھے والے سے کہتا ہی کہ منحوس یہی ہی وہ کہتا ہی کہ ہان اِسی طرح تیسرا چوتھے سے کہتا ہی
اور وہ ہان کہتا ہی اور مین ڈر کے مارے [illegible] اُنسے پوچھ نہین سکتا یہان تک کہ سب کے بعد ایک لڑکا میرے پاس کو گذرا مین نے اُس سے
کہا کہ میان وہ بدبخت کون ہی جسکی طرف تم اشارہ کرتے ہو اُسنے کہا کہ وہ تم ہو مین نے کہا کہ اِسکی کیا وجہ اُسنے کہا کہ ہم تیرے اعمال کو اُن
لوگون کے اعمال کے ساتھ اوپر لیجاتے تھے جو اللہ کی راہ مین جہاد کرتے ہین مگر ایک ہفتہ سے ہمکو حکم ہوا ہی کہ تیرے اعمال اُن لوگون کے

اعمال مین مندرج کرین جو مجاہد جہاد سے پہلے تھی کرتے ہین ہمکو نہین معلوم کہ تو نے کیا نئی حرکت کی ہے کہ جسکے باعث یہ حکم ہوا پھر اُس عابد نے اپنے یارون سے کہا کہ میرا نکاح کردو اور عمر بھر دو یا تین بیبیان ہمیشہ رکھین۔ اور انبیا کے حالات مین مروی ہے کہ کچھ لوگ حضرت یونس علیہ السلام کے پاس آئے آپ نے اُنکی ضیافت کی اور گھر مین آمد و رفت کے وقت اُنکی بی بی اُنکو ستاتی اور زبان درازی اور زیادتی کرتی مگر آپ خاموش رہتے مہمان آپ کی اُس بُردباری سے متعجب ہوے آپ نے فرمایا کہ تعجب مت کرو اسلیے کہ مین نے اللہ تعالی سے درخواست کی تھی کہ جو کچھ مجھکو آخرت مین مجھے سزا دینی منظور ہو وہ دنیا مین دے دے اسپر ارشاد ہوا کہ تیری سزا فلان شخص کی لڑکی ہے اُس سے نکاح کرلے پس مین نے اُس سے نکاح کرلیا ہے اور جو باتین تم نے دیکھین اُنپر صبر کرتا ہون۔ اور ان امور پر صبر کرنے سے نفس کی جفاکشی اور غصہ کو مارنا اور عادت کی درستی حاصل ہوتی ہے اسلیے کہ جو شخص خود تنہا رہتا ہے یا کسی خوش خلق کا شریک ہو کر رہتا ہے تو اُس سے اُسکے نفس کے تہون کی خباثتین مترشح نہین ہوتین اور نہ باطن کے عیب ظاہر ہوتے ہین وجہ سالک طریق آخرت کو لازم ہے کہ اپنے نفس کو ایسے بکھیڑون مین ڈال کر آزما دے اور اُنپر صبر کا عادی ہو تاکہ اُسکی عادات معتدل ہون اور نفس مرتاض اور باطن صفات ذمیمہ سے صاف ہو جاوے۔ اور عیال پر صبر کرنا قطع نظر ریاضت اور مجاہدہ سے بذات خود ایک عبادت اور اُنکی کفالت ہے غرضکہ یہ بھی نکاح کا ایک فائدہ ہے مگر اس سے دو طرح کے شخصون کو صرف فائدہ ہو سکتا ہے یا تو وہ شخص کہ مجاہدہ اور ریاضت اور تہذیب اخلاق کا قصد کرے اس لحاظ سے کہ وہ راستہ کے شروع مین ہو یہ نہین کہ اس ذریعہ سے اُسکو مجاہدہ کا طریق معلوم ہو جاوے اور نفس جفاکش بن جاوے یا کوئی عابد ہو جسکو سیر باطن حاصل نہو اور فکر و دل کی حرکت سے بے بہرہ ہو صرف اعضاء ظاہری سے اعمال مثل نماز و حج وغیرہ کے کرلیتا ہو تو ایسے شخص کے حق مین زن و فرزند کے لیے کسب حلال کرنا اور اُنکی تربیت کو بجا لانا بہ نسبت اُسکی عبادات بدنی کے افضل ہے اسلیے کہ اُن عبادات کا نفع غیر کی طرف تجاوز نہین کرتا۔ اور جو شخص اپنی اصل سرشت کی رو سے اخلاق درست رکھتا ہو یا پہلے مجاہدہ کے باعث اُسکی عادات مہذب ہون تو ایسے شخص کو جس صورت مین کہ باطن کی سیر اور فکر قلبی سے علوم و مکاشفات مین حرکت حاصل ہو نکاح کرنا اس فائدہ کے لیے ضرور نہین اسلیے کہ ریاضت بقدر کفایت اُسکو حاصل ہے باقی رہی عبادت عملی اسطرح کہ زن و فرزند کے لیے کچھ کمائے تو اسکی نسبت کہ علم افضل ہے اسلیے کہ علم بھی عمل ہے اور اُسکا فائدہ بہ نسبت زن و فرزند کے لیے کمانے کے زیادہ ہے کہ یہ خاص عیال کے واسطے ہے اور وہ تمام خلق کے لیے۔ غرضکہ جن فوائد دینی کے اعتبار سے نکاح کو فضیلت ہے وہ یہی پانچ فائدہ ہین جو مذکور ہوے۔ چوتھا بیان نکاح کی آفتون مین اور وہ تین ہین اول آفت جو سب سے قوی ہے حلال روزی سے عاجز ہونا ہے کہ وہ ہر شخص کو بہم نہین پہونچتی خصوصاً اس زمانہ مین کہ معیشت کے اطوار ابتر ہو رہے ہین تو جب آدمی نکاح کریگا تو نکاح ہی کی جہت سے طلب بھی زیادہ ہوگی اور وجہ حرام سے گھر والون کو کھلاویگا اور اس سبب سے خود بھی ہلاک ہوگا اور اُنکو بھی ہلاک کریگا اور مجرد آدمی اس آفت سے مامون ہے اکثر یون ہی ہوتا ہے کہ عیال دار بُری بُری جگہون مین گھستا پھرتا ہے اور بی بی کی خواہش کی پیروی کرکے اپنی آخرت کو دنیا کے بدلے مین بیچ ڈالتا ہے۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ بندہ میزان کے پاس کھڑا کیا جاویگا اور اُسکے پاس حسنات پہاڑون کے برابر ہونگی اُس وقت اُس سے عیال کی خبرگیری اور خدمت سے سوال ہوگا اور مال کا حال پوچھا جاویگا کہ کہان سے پیدا کیا اور کس چیز مین خرچ کیا یہان تک کہ ان مطالبات مین اُسکی تمام نیکیان تمام ہو جاوینگی اور اُسکے پاس کوئی نیکی نہ رہیگی اُسوقت فرشتے پکارینگے کہ یہ وہ شخص ہے کہ دنیا مین اسکے عیال نے اسکی حسنات کو کھا لیا اور آج اپنے اعمال کے عوض مین گرو ہو گیا۔ اور کہتے ہین کہ قیامت مین سب سے پہلے آدمی سے جو لوگ لپٹینگے وہ اُسکے زن و فرزند ہونگے کہ اُسکو اللہ تعالی کے سامنے کھڑا کرینگے کہ الٰہی تو ہمارا بدلہ اس سے لے کہ جو چیز ہمکو معلوم نہ تھی اُسکو ہمکو نہ بتایا اور ہمکو نادانستگی مین حرام کھلایا۔ پھر اُس سے بدلہ لیا جاویگا۔ اور بعض اکابر سلف فرماتے ہین کہ اللہ تعالی جب کسی بندہ سے بُرائی کرنا چاہتا ہے تو دنیا مین اُسکے اوپر ڈنک مسلط کر دیتا ہے جو اُسکو ڈستے رہتے ہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص خدا تعالی سے

[illegible]

اِس سے بڑا گناہ دیدیا جاویگا کہ اُسکے سامنے جاہل ہون - حاصل یہ کہ یہ آفت ایسی پھیلی ہے کہ اس سے کم کوئی چھوٹا ہوگا ہان جسکے پاس مال موروثی یا وجہ حلال سے بقدر کفایت رکھا ہوا ہو کہ اُسکو اور اُسکے گھروالون کو کافی ہو اور قدر کفایت پر اُسکو قناعت بھی ایسی ہو کہ وہ زیادہ طلبی سے باز رہے تو ایسا شخص اس آفت سے برکنار رہیگا یا کوئی حرفہ والا ہو مباح چیزون سے کسب حلال پر قادر ہو مثل لکڑیان جمع کرنے اور شکار پکڑنے کے ایسا پیشہ رکھتا ہو جسکو بادشاہون سے علاقہ نہو اور ایسون ہی سے معاملہ کرتا ہو جو اہل خیر ہین یا بظاہر سلامت رو ہین اور انکا اکثر مال حلال رکھتے ہین تو یہ دونون شخص بھی اس آفت سے محفوظ ہین - ابن سالم رح سے کسی نے نکاح کرنے کا حال پوچھا تو انھون نے جواب دیا کہ ہمارے اس زمانہ مین نکاح کرنا ایسے شخص کے حق مین افضل ہے جسکا غلبۂ شہوت اتنا ہو گیا ہو جیسا گدھے کو ہوتا ہے کہ اگر مادہ کو دیکھ پاوے تو مار کھانے پر بھی اس سے نہین ہٹتا اور اُسکا نفس قابو مین نہ رہا ہو اور اگر نفس پر قابو باقی ہو تو نکاح نہ کرنا بہتر ہے - **دوسری آفت** نکاح کی یہ ہے کہ گھروالون کے حقوق ادا کرنے اور انکی عادتون پر صبر کرنے اور ایذا اسکے برداشت کرنے سے قاصر ہو اور یہ آفت پہلی آفت کی نسبت کم ہے یعنی سب مین نہین ہوتی کیونکہ اسپر قادر ہونا بہ نسبت پہلی پر قادر ہونے کے آسان ہے اور عورتون کے ساتھ اچھی طرح رہنا اور انکے حقوق کا بجالانا طلب حلال کی نسبت کر سہل ہے مگر اندیشہ بھی ضرور ہے اسلیے کہ زن و فرزند بجاے رعیت ہین اور ہر شخص سے اُسکی رعیت کی بازپرس ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّضَیِّعَ مَنْ یَّعُوْلُ اور مروی ہے کہ جو شخص اپنے عیال سے بھاگے وہ ایسا ہی جیسا غلام اپنے آقا سے بھاگے اُسکا روزہ اور نماز کچھ مقبول نہین جب تک کہ اپنے عیال مین پھر نہ آوے اور جو شخص اپنے عیال کے حقوق بجالانے سے قاصر ہو گو وہ انہین موجود رہے مگر وہ ایسا ہی ہے جیسا بھاگا ہوا ہوتا ہے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا یعنی ہمکو حکم فرمایا کہ گھروالون کو آگ سے بچاوین جیسے اپنے نفسون کو اس سے بچاتے ہین - اور آدمی سے کبھی اپنے ہی نفس کے حق ادا نہین ہوتے اس صورت مین اگر نکاح کریگا تو اسپر دونے حق ہو جاوینگے اسکے نفس کے ساتھ دوسرے کا نفس شامل ہوگا اور چونکہ نفس بدی کا حکم کرتا ہے بہت تو جب ایک سے دو ہوجاوینگے تو غالب یہی ہے کہ بدی کا حکم بھی زیادہ ہو جاویگا اور یہین وجہ کسی بزرگ نے نکاح کرنے سے عذر کیا اور کہا کہ مین اپنے ہی نفس مین پھنسا ہوا ہون اسپر دوسرے نفس کو کیسے اضافہ کرون چنانچہ کسی کا شعر ہے ؎ موش کے رہنے کو تنہا نہین بل ہے کافی + اُسکی دم مین جو بندھے جھاڑو تو پھر کیسے رہے + اور اسی طرح حضرت ابراہیم ادہم رح نے نکاح سے عذر کیا اور فرمایا کہ مین اپنے نفس کے باعث کسی عورت کو خطرہ مین نہین ڈالتا ہون اور نہ انکی کچھ حاجت ہے یعنی مین انکے حقوق کی بجاآوری اور پارسا رکھنے اور انکو نفع پہونچانے سے عاجز ہون اور ایسا ہی عذر بشر حافی رح نے کیا تھا اور فرمایا کہ مجھکو نکاح سے مانع یہ ارشاد خداوندی ہے وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور یہ کہا کرتے تھے کہ اگر بالفرض مین ایک مرغی کا نفقہ دون تو یہ خوف ہے کہ کہین پل پر جلاد نہ ہو جاؤن اور ایکبار سفیان بن عیینہ رح کو کسی نے بادشاہ کے دروازے پر دیکھکر پوچھا کہ یہان آپ کیسے کھڑے ہین آپ کا مقام یہ نہین آپ نے فرمایا کہ کہین عیال والے کو بھی فلاح پاتے دیکھا ہے اور آپ اس مضمون کے اشعار پڑھا کرتے تھے

اچھا رہو گر عزلت اور اپنے پاس کچھ گھر کی کلیا	جھونپڑا ایسا ہو بادشہ سے ہونا پڑے		شور و غل انہین نہو ہرگز زن و فرزند کا	یہ مزہ کی بات ہے اور یہین ہے لذت مزید

خلاصہ یہ کہ یہ بھی ایک آفت عام ہے اگرچہ پہلی آفت کی نسبت کہ اسکا عموم کم ہے پھر بھی اس سے ایسا ہی شخص محفوظ رہیگا جو مدبر اور عقلمند اور خوش اخلاق اور عورتون کی عادتون کا تجربہ کار اور انکی زبان پر صابر اور انکی خواہشون کی پیروی سے طرح دالا اور انکے حقوق کے پورا کرنے کا حریص ہو اور انکی لغزشون سے دیدہ و دانستہ غفلت کر جاوے اور اپنی عقل سے انکے اخلاق کی مدارات کرے اور اب تو اکثر لوگ کم عقل اور سخت گو اور تند خو خفیف الحرکات اور بدمزاج اور بے انصاف ہین گو اپنے لیے انصاف کامل کے خواہان ہین پس ایسے شخصون کو نکاح سے بچے رہین لحاظ بیشک خرابی پڑیگی ایسون کے لیے تجرد ہی مین زیادہ سلامتی ہے **تیسری آفت** نکاح کی جو پہلی دو آفتون سے کم ہے یہ ہے کہ زن و فرزند یاد الٰہی سے باز رکھین اور آدمی کو دنیا کی طلب کا مائل کر دین اور پھر یہی سوجھے کہ انتظام اولاد کی معیشت کا بہت سا مال جمع کرنے

اور رکھ چھوڑنے سے کیجیے اور اسکے سبب سے ہمیشہ اون مین دون کی لیجیے اور ظاہر ہو کہ جتنی چیزین یاد خدا سے مانع ہون خواہ اہل ہو یا مال ہو یا اولاد وہ سب مالک پر منحوس ہین اور ہماری غرض اس سے یہ نہین کہ یہ اشیا اُسکو کسی امر ممنوع کا مرتکب کردین کیونکہ یہ بات تو پہلی اور دوسری آفت مین مندرج ہو بلکہ غرض یہ ہو کہ اہل وعیال اس بات کے باعث ہون کہ مباح سے تنعم اور کامرانی حاصل کرے اور انسے کھیل اور دل لگی اور نفع اُٹھانے مین بالکل مستغرق ہو جاوے - اور نکاح کے باعث اس قسم کے اشغال بہت سے ہو جاتے ہین کہ دل اُنمین ڈوب جاتا ہو اور صبح سے شام اور شام سے صبح ہو جاتی ہو اور آدمی کو فرصت نہین ملتی کہ فکر آخرت اور اُسکی تیاری کا موقع ملے اور اسی جیسے موقع مین ابراہیم بن ادہم رح نے فرمایا ہو کہ جو شخص اس بات کا عادی ہو جاوے کہ عورتون کے گھٹنے سے لگا بیٹھا رہے اُس سے کچھ نہ ہو سکیگا - اور ابو سلیمان دارانی نے فرمایا ہو کہ جس شخص نے نکاح کیا وہ دنیا کا مائل ہوا یعنی نکاح کرنا باعث میلان دنیا ہوتا ہو - اب بالکل آفتین اور فوائد نکاح کے بیان ہو چکے باقی رہی یہ بات کہ کسی شخص معین پر یہ حکم کرنا کہ اسکے حق مین نکاح کرنا بہتر ہو یا مجرد رہنا تو یہ امر مطلق نہین کہا جا سکتا اور ان سب امور سے قطع نظر نہین کی جا سکتی بلکہ یون چاہیے کہ ان فوائد اور آفات کو وہ شخص اپنے حق مین کسوٹی سمجھے اور اپنے نفس کو اُنپر مطابق کرے پھر اگر آفات اپنے حق مین نہ پاوے اور فوائد موجود ہون اسطرح کہ اُسکے پاس حلال کا مال موجود ہو اور خوش اخلاق ہو اور دین مین ایسا پکا کہ نکاح کرنے سے یاد خدا مین فرق نہ پڑیگا اور ان سب امور کے ساتھ یہ بھی ہو کہ جوانی کے باعث حاجت شہوت کے دبانے کی اور تنہائی کے سبب ضرورت انتظام خانہ کی رکھتا ہو اور کنبے کے ہونے سے اپنی پارسائی متصور ہو تو یقیناً جان لے کہ نکاح اُسکے حق مین افضل ہو اور اسپر ایک فائدہ اور بھی ہو کہ اولاد حاصل کرنے مین سعی بھی پائی جاویگی - اور اگر فوائد مفقود اور آفات موجود پاوے تو اسمین شک نہین کہ اُسکے لیے مجرد رہنا افضل ہو - اور اگر فوائد اور آفات دونون ہون جیسا کہ فی زمانا غالبا اسی شق کو ہو تو اسوقت یہ چاہیے کہ میزان عدل سے تولا جاوے کہ فوائد سے اُسکے دین مین زیادتی کسقدر ہو اور آفات سے نقصان کسقدر جب ظن غالب ایک طرف کی زیادتی کا ہو تو اُسی کے موجب حکم کرنا چاہیے مثلاً فوائد مین سے ظاہر تر دو ہین اولاد کا ہونا اور شہوت کا دبانا اور آفات مین بھی دو ظاہر تر ہین ایک طلب حرام کی ضرورت دوم تنگ جانا یاد خدا سے اب ہم چارون کو ایک دوسرے کے مقابل فرض کرکے کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص شہوت کی تکلیف مین نہو اور نکاح کا فائدہ صرف اولاد کا ہونا ہی ہو اور دونون آفتین مذکورہ بالا موجود ہون تو اُسکے حق مین مجرد رہنا ہی افضل ہو کیونکہ جو چیز مانع عن اللہ ہو نہ اُس مین بہتری ہو اور نہ طلب حرام مین کچھ خیر ہو اور جتنا نقصان ان دونون آفتون سے ہوگا وہ صرف اولاد کے لیے سعی کرنے کے فائدے سے پورا نہوگا اسلیے کہ نکاح اولاد کے لیے کرنے سے اولاد کی زندگی مین سعی کرنی پائی جاتی ہو مگر یہ زندگی ایک امر وہمی ہو اور ان دونون آفتون کا نقصان دین مین سردست یقینی ہو اسلیے اپنی خود کی زندگی کے لیے دین کو محفوظ رکھنا اور ہلاک ابدی سے اپنے آپ کو بچانا اولاد کے لیے سعی کرنے کی نسبت کر زیادہ اہم ہو کہ نفع اسی مین ہو کہ دین سلامت رہے کیونکہ وہ راس المال ہو اُسکے بگڑ جانے سے زندگانی آخرت کی بربادی اور راس المال کا ہاتھ سے جاتا رہنا ہو اور ظاہر ہو کہ فائدہ اولاد ان آفتون مین سے ایک کے مقابل بھی نہین ہو سکتا ہان اگر اولاد کے ساتھ یہ بھی بات پائی جاوے کہ آدمی کو شہوت کے دبانے کی بھی ضرورت اشد ہو تو اسوقت دیکھنا چاہیے کہ اگر تقوی کی پابندی اُسکو خوب نہو اور نکاح نہونے کی صورت مین اپنے نفس پر زنا کرنے کا خوف رکھتا ہو تو اس صورت مین نکاح اُسکے لیے افضل ہو اسلیے کہ اب دو طرفہ کی برائیون مین پھنس گیا اگر نکاح نہین کرتا تو زنا مین داخل ہوگا اور اگر کرتا ہو تو طلب حرام کریگا تو ان دونون برائیون مین سے طلب مال حرام زنا کی نسبت کر کم ہو اسلیے نکاح کو ترجیح ہو اور اگر اپنے نفس پر یقین کرتا ہو کہ نکاح نہ کرنے سے بھی زنا مین تو مبتلا نہوگا مگر آنکھون کے نیچا رکھنے پر قادر نہوگا یعنی نظر حرام سے باز نہ رہیگا تو اس صورت مین نکاح نہ کرنا بہتر ہو اسلیے کہ اگرچہ نظر کرنا اور حرام پیسا کمانا دونون حرام ہین مگر اتنا فرق ہو کہ مال حرام پیدا کرنا ہمیشہ کو ہوتا ہو اور اُس سے گناہ اُسکو اور اُسکے گھر والون کو دونون کو ہوتا ہو اور نظر حرام کبھی ہو جاتی ہو اور اُسکا گناہ خاص اُسی کو ہو دوسرا اُسمین شریک نہین علاوہ ازین جلد منقطع بھی ہو جاتی ہو اور گو نظر حرام آنکھ کا زنا ہو لیکن اگر شرمگاہ سے اُسکی

تصدیق نہوگی تو حرام کہانے کی نسبت کہ جلد معاف بھی ہو سکتا ہی ہان اگر نظر سے شرمگاہ کے گناہ کرنے کی نوبت آجانے کا خوف ہو تو اسکا حال ویسا ہی ہی جیسا زنا مین مبتلا ہونے کا خوف ہو اور جب یہ معلوم کر چکے تو اب جان لو کہ ایک تیسری حالت یعنی جس صورت مین کہ آدمی نیچی نگاہ رکھنے پر تو قادر ہو مگر دل کے اوپر سے فکرون کے ٹالنے پر قادر نہو نکاح کرنے کی نسبت کو بہتر ہی کیونکہ دل کا عمل معاف ہو جانے کے زیادہ قریب ہی اور علاوہ برین دل کا فارغ ہونا عبادت کے لیے مقصود ہوا کرتا ہی حرام کمائی کے کہانے اور رکہلانے کے ساتھ عبادت پوری ہی نہ ہوگی جسکے لیے فراغ دل چاہیے ۔ غرضکہ آفات مذکورہ کو فوائد کے ساتھ تول کر اصلاح اُسکے بموجب حکم کرنا چاہیے اور جو شخص اِس رمز سے واقف ہوگا اُسپر وہ حالات سلف کے جو ہمنے لکھے ہین کہ کبھی نکاح مین ترغیب تھی اور کبھی اعراض معلوم ہو جانے کچھ مشکل نہ پڑینگے اِسلیے کہ رغبت اور اعراض کا ہونا بحسب اختلاف حالات درست ہی ۔ اب اگر یہ پوچھو کہ جو شخص آفات سے مصون اور مامون ہو اُسکے حق مین عبادت الٓہی کے لیے مجرد رہنا بہتر ہی یا نکاح کرنا تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ اُسکو دونون باتین کرنی چاہیین اسواسطے کہ نکاح عقد کے لحاظ سے مانع عبادت الٓہی کا نہین بلکہ اِس لحاظ سے ہی کہ اُسمین ضرورت مال کمانے کی ہوتی ہی پس اگر آدمی وجہ حلال سے مال کمانے پر قادر ہو تو نکاح بھی افضل ہی کیونکہ عبادت الٓہی کے لیے رات اور دن کے تمام اوقات ہین اور ایسی طرح عبادت کرنی کہ دم بہر آرام نہ کرے ہو نہین سکتی اور اگر یہ فرض کیا جاوے کہ اُسکے تمام اوقات مال حاصل کرنے مین مستغرق ہین یہان تک کہ بجز اوقات فرائض پنجگانہ اور اکل و شرب اور قضاء حاجت کے کوئی وقت خالی نہین جسمین فرائض کے سوا اور قسم کی عبادت کرے تو ایسا شخص اگر ان لوگون مین سے ہو جو راہ آخرت کو نفل نماز اور حج وغیرہ اعمال بدنی ہی سے طے کیا کرتے ہین تو اُسکو بھی نکاح کرنا افضل ہی کیونکہ مال حلال کمانے اور زن و فرزند کی خدمت کرنی اور اولاد کی تحصیل مین سعی کرنی اور عورتون کی عادات پر صبر کرنے مین بھی طرح طرح کی عبادتین ہین جنکا ثواب عبادات نفل سے کم نہین اور اگر وہ شخص اُن لوگون مین سے ہو جو علم اور فکر اور باطن کی سیر سے عبادت کرتے ہین اور مال کمانے سے اُسکو اِس عبادت مین پریشانی ہوتی ہو تو اُسکے حق مین نکاح نہ کرنا افضل ہی ۔ پھر اگر یہ کہو کہ اگر نکاح اچھی بات ہی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُسکو کیون نہ کیا اور اگر عبادت الٓہی اُسکی نسبت کہ بہتر ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ بیبیان کیون کین تو اسکا جواب یہ ہی کہ جو شخص صاحب قدرت ہو اور ہمت عالی اور قوت زیادہ رکھتا ہو اسطرح کہ کوئی مانع و مزاحم اُسکو اللہ تعالیٰ سے روک نہ سکے تو اُسکے حق مین دونون باتون کا مجتمع ہونا افضل ہی اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت درجہ کی قوت و ہمت تھی اِسلیے آپ نے دونون بزرگیان حاصل کین کہ باوجود نو بیبیون کے عبادت الٓہی مین بھی ویسے ہی لگے رہے اور نکاح سے قضاء حاجت آپکے حق مین مانع و مزاحم نہوئی جیسے دنیا کے بڑے مدبرون کو پاخانہ مین جانا مانع تدبیرات دنیاوی کا نہین ہوتا لہٰذا بظاہر تو قضاء حاجت مین مشغول ہوتے ہین اور اُنکے دل اپنے مقاصد مین مستغرق رہتے ہین اور اُنسے غفلت نہین کرتے اِسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بسبب علو مرتبہ اور رفعت شان کے اِس دنیا کے کام خدا تعالیٰ کے ساتھ حضور دل کے مانع نہ تھے اور یہین وجہ آپکے اوپر وحی نازل ہوتی تھی ایسے وقت مین کہ آپ اپنی بی بی کے بستر پر ہوتے تھے اور اگر بالفرض کسی دوسرے کے لیے یہ مرتبہ فرض کیا جاوے تو ممکن ہی مگر اُسکے ساتھ ہی یہ بھی ہو کہ نالیان تھوڑے سے خس و خاشاک سے بگڑ جاتی ہین اور سمندر مین ایسی باتون سے تبدیل نہین ہو سکتی اِسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر دوسرون کو قیاس کرنا چاہیے باقی رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال تو آپ نے اپنی قوت پر لحاظ نہ کرکے طریقہ احتیاط اختیار کیا یا شاید آپ کی حالت ایسی ہوگی کہ خانہ داری کے اشغال اُسمین تاثیر کر جاتے یا اُس حالت مین طلب حلال مین وقت پڑتی یا نکاح اور عبادت دونون جمع نہ ہو سکتے اِس وجہ سے عبادت ہی اختیار کرنے کو پسند فرمایا اور انبیاء علیہم السلام اپنے احوال کے اسرار سے خوب واقف ہین اور اپنے زمانہ مین وجہ حلال سے کمانے کے احکام اور عورتون کی عادات کو خوب جانتے ہین اور جو باتین کہ نکاح کرنے والے کو مضر اور مفید ہین اُنپر روشن ہین اور چونکہ انسان

صحیح بخاری مین بروایت انس ہے کہ آپ ایک رات مین سب بیبیون پر دورہ کرتے اور وہ گیارہ تھین ۱۲ اور صحیح بخاری کی روایت انس مین نو ہے ۱۲

حالات مختلف ہین حتی کہ بعض حالتون مین اُسکے حق مین نکاح افضل ہے اور بعض مین ترک نکاح تو ہمکو مناسب یہی ہے کہ انبیا علیہم السلام کے معاملات کو ہر حال مین افضل صورت پر ہی محمول کرین واللہ اعلم

دوسری فصل اس بات کے ذکر مین کہ عقد کے وقت عورت کے احوال اور عقد کی شرطون مین سے کس کس کا لحاظ کرنا چاہیے اور اسمین دو بیان ہین۔

بیان اول۔ عقد کی شرطون مین جنسے عقد ہو جاتا ہے اور عورت مرد پر حلال ہو جاتی ہے ایسی شرطین چار ہین اول ولی کی اجازت اور اگر عورت کا ولی نہو تو بادشاہ کا اذن اُسکا قائم مقام ہے دوم عورت کا راضی ہونا بشرطیکہ بالغ اور مرد رسیدہ ہو یا کواری ہی ہو مگر باپ خواہ دادے کے سوا اور کوئی اُسکے عقد کا متولی ہو سوم دو گواہون کا موجود ہونا جو بظاہر عادل ہون یعنی بُرائیون کی نسبت نیکیان زیادہ کرتے ہون اور اگر دو ایسے ہی گواہ ہون جنکا حال کچھ معلوم نہو تب بھی نکاح ہو جانے کا حکم کرینگے کہ ضرورت اسی کی مقتضی ہے چہارم ایجاب اور اُسکے ساتھ ہی قبول کا ہونا اور اسمین یہ قید ہے کہ بلفظ نکاح یا تزویج یا اور کوئی لفظ جو ان معنون مین ہو ایجاب ہو اور اسی طرح قبول ہو اور ایجاب و قبول مین دو مرد بالغ عاقل ہون، عورت نہو اور مرد دونون مین خود شوہر ہو یا ولی یا دونون کے وکیل ہی ہون کفایت کرتا ہے اور عقد کے آداب مین اول یہ مناسب ہے کہ عورت کے ولی سے پیشتر پیام نسبت کیا جاوے لیکن اگر عورت عدت مین ہو تو پیام نچاہیے بلکہ اس صورت مین بعد عدت گذرنے کے پیام کرے۔ اسی طرح اگر دوسرے شخص نے نسبت کا پیام دے رکھا ہو تب بھی خود پیام نہ کرے کہ اس سے حدیث مین ممانعت آئی ہے۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ نکاح سے پہلے خطبہ ہو اور ایجاب و قبول کے ساتھ حمد و نعت ہو مثلاً ولی عقد یون کہے کہ الحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ مین نے اپنی فلان لڑکی کا نکاح تجھ سے کیا اور شوہر کہے کہ الحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ مین نے اُسکا نکاح اس مہر کے عوض قبول کیا اور مہر معین اور تھوڑا ہونا چاہیے اور حمد و نعت خطبہ کے پیشتر بھی مستحب ہے۔ سوم یہ کہ شوہر کا حال منکوحہ کے گوش گزار کر دینا چاہیے گو کنواری ہی ہو کیونکہ یہ امر موافقت اور آپس کی الفت کے لیے زیادہ مناسب ہے اور یہین وجہ نکاح سے پیشتر زوجہ کا دیکھ لینا بھی مستحب ہے کہ الفت باہم کرنے کے واسطے زیادہ پڑتا ہے۔ چہارم یہ کہ دو گواہون کے سوا جو درستی عقد کے لیے شرط ہین اور کچھ نیک بندے بھی نکاح مین اکٹھے کرنے چاہیین۔ پنجم یہ کہ نکاح سے یہ نیت کرے کہ سنت کی بجا آوری اور نگاہ کا تھلے رکھنا اور اولاد کا حاصل کرنا اور جتنے فوائد کہ ہم ذکر کر چکے ہین منظور ہین صرف خواہش نفس اور کامرانی ملحوظ نہو ورنہ یہ نکاح دنیا کے کامون مین محسوب ہوگا اور خواہش نفس کا ہونا کچھ ان نیتون کا مانع بھی نہین اکثر امر حق خواہش نفس کے مطابق پڑجاتا ہے حضرت عمر بن عبد العزیز فرماتے ہین کہ جب کوئی امر حق خواہش نفس کے مطابق پڑے تو ایسا ہے کہ چینی اور دودھ۔ اور یہ بات محال نہین کہ حظ نفس اور دین کا حق دونون مل کر کسی چیز کی علت پڑین۔ اور مستحب یہ ہے کہ نکاح مسجد مین اور ماہ شوال مین کیا جاوے حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عقد بھی شوال مین کیا اور ہم بستر بھی ماہ شوال مین ہوئے

دوسرا بیان۔ منکوحہ کے حالات کے ذکر مین۔ منکوحہ کے احوال مین دو قسم کا لحاظ چاہیے اول اُسکے حلال ہونے مین دوم اچھی طرح گذران کرنے اور مقاصد کے حاصل ہونے مین اول قسم سے یہ غرض ہے کہ جتنی باتین نکاح کی مانع ہین اُنسے عورت بری ہو اور وہ باتین اُنیس ۱۹ ہین۔ اول یہ کہ کسی دوسرے شخص کی منکوحہ نہو۔ دوم یہ کہ دوسرے شوہر کی عدت مین نہو اور عدت خواہ مرنے کی ہو یا طلاق کی شبہہ سے صحبت ہو جانے کی سب برابر ہین اور یہی حکم ہے لونڈی کا جس صورت مین کہ آقا کی صحبت سے اُسکا حمل سے بری معلوم کرنا منظور ہو۔ سوم یہ کہ کوئی کلمۂ کفر زبان سے نکل جانے کے باعث دین سے مرتد نہو گئی ہو۔ چوتھے یہ کہ مجوسی نہ ہو۔ پانچوین یہ کہ بت پرست اور زندیق نہ ہو کہ کسی کتاب آسمانی اور پیغمبر کی طرف منسوب نہو اور اسی مین وہ عورتین داخل ہین جنکا مذہب حرام چیزون کے حلال جاننے کا ہو یا ایسے امور کی

معتقد ہون کہ شریعت اُنکے معتقدان کو کافر کہے کہ اِن مین سے کسی کے ساتھ نکاح درست نہین - چھٹے یہ کہ ایسی کتابیہ نہو کہ اہل کتاب کا دین تحریف کے بعد یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بعد اختیار کیا ہو اور باوجود اسکے بنی اسرائیل مین سے بھی نہ ہو اگر یہ دونون خصلتین اُس مین پائی جاوینگی تو اُسکا نکاح درست نہین اور اگر صرف بنی اسرائیل مین سے نہو تو اُسمین علما کا اختلاف ہی - ساتوین یہ کہ لونڈی نہو اسمین یہ قید ہی کہ نکاح کرنے والا آزاد اور زنا کے خوف سے مامون اور آزاد عورت کے نکاح پر قادر ہو اور درصورت مفقود ہونے کسی شرط کے منکوحہ کا لونڈی ہونا مانع نہوگا - آٹھوین یہ کہ شوہر کی ملک مین منکوحہ پر نہو نہ اُسکے کل پر نہ اُسکے کسی جز پر - نوین یہ کہ منکوحہ اُن قرابت دارون مین سے نہو جنکا نکاح مرد کو حرام ہی یعنی ما اور نانی اور دادی اور بیٹی اور پوتی اور نواسی اور بہن اور بھتیجی اور بھانجی اور اِن سب کی اولاد اور پھوپھی اور خالہ نہو دسوین یہ کہ دودھ کی جہت سے حرام نہو اور دودھ کی جہت سے وہی رشتے حرام ہین جو قرابت کی رو سے اوپر گذرے لیکن دودھ پینے مین حرمت جب ہوتی ہی کہ پانچ بار دودھ پیوے اِس سے کمتر مین امام شافعی رح کے نزدیک حرمت نہین - گیارھوین یہ کہ عورت مذکورہ بوجہ دامادی حرام نہ ہو گئی ہو مثلاً شوہر اُسکی بیٹی یا پوتی یا نواسی وغیرہ سے نکاح کر چکا ہو یا اُنکا مالک عقد کی رو سے یا بوجہ شبہہ عقد کے ہو گیا ہو یا شبہہ عقد مین اُنسے صحبت کرچکا ہو یا منکوحہ کی ماخواہ نانی دادی سے بوجہ عقد یا شبہہ عقد ہم بستر ہو گیا ہو تو اِن صورتون مین اُس سے نکاح نہین کرسکتا اسلیے کہ کسی عورت سے صرف نکاح کرلینے کی وجہ سے اُسکی مان وغیرہ حرام ہو جاتی ہین اور جب اُس سے صحبت بھی کرلیتا ہی تو اُسکی اولاد بھی حرام ہو جاتی ہی یا ایسی عورت نہو کہ اُس سے شوہر کے باپ یا بیٹے نے پیشتر نکاح کرلیا ہو تو وہ بھی شوہر پر حرام ہی - بارھوین یہ کہ وہ عورت پانچوین نہو یعنی شوہر کے نکاح مین اُسوقت چار عورتین نہون اگر ہونگی تو اب کسی پانچوین سے نکاح درست نہوگا - تیرھوین یہ کہ شوہر کے نکاح مین اِس عورت کی بہن یا پھوپھی یا خالہ پہلے سے نہو کہ دونون نکاح مین ساتھ نہ ہو جاوین کیونکہ ایسی دو عورتون کو ایک ساتھ نکاح مین رکھنا حرام ہی جنمین اسطرح کی قرابت قریبہ ہو کہ اگر ایک کو اُنمین سے مرد فرض کرین تو دوسرے سے اُسکا نکاح نہو سکے - چودھوین یہ کہ اُس عورت کو دولھے نے تین طلاقین نہ دی ہون ورنہ وہ شوہر پر حلال نہوگی جب تک دوسرا مرد اُس سے نکاح صحیح کے بعد صحبت نہ کرچکے - پندرھوین یہ کہ شوہر نے اُسسے لعان نہ کیا ہو کہ ایسی عورت بعد لعان کے ہمیشہ کو شوہر پر حرام ہو جاتی ہی - سولھوین یہ کہ حج یا عمرہ کا احرام نہ باندھے یا شوہر محرم نہ ہو کہ دونون مین سے ایک کے محرم ہونے سے بھی نکاح نہوگا جب تک حلال نہ ہو جاوین - سترھوین یہ کہ عورت ثیبہ خورد سال نہو کہ اُسکا نکاح بالغ ہونے کے بعد ہی درست ہوگا - اٹھارھوین یہ کہ یتیم نہو کہ اِس صورت مین بھی نکاح بالغ ہونے کے بعد درست ہوگا - اُنیسوین شرط جو فی زماننا مفقود ہی یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات مین سے نہو کہ وہ سب بنص قطعی سب ایماندارون کی مائین ہین غرض کہ موانع نکاح کی یہی باتین ہین جو مذکور ہوئین - اب قسم دوم کی باتون کا ذکر کیا جاتا ہی یعنی وہ عمدہ خصلتین جنکا لحاظ عورت مین عقد کی مداومت اور اُسکے مطالب کی زیادتی کے لیے ہونا چاہیے پس اصلاح کی باتین آٹھ ہین - اول یہ کہ عورت نیک بخت دیندار ہو یہ بات سب کی جڑ ہی اسکا خیال بہت ضروری ہی کیونکہ اگر بالفرض عورت اپنی ذات اور شرمگاہ کی حفاظت کے باب مین کچی اور دین کی ہلکی ہوگی تو خاوند کو حقیر کریگی اور لوگون مین اُسکا مُنہ کالا کریگی غیرت کے مارے اُسکا دل پریشان اور زندگی تلخ ہوگی اگر وہ حمیت اور غیرت کا کاربند ہوگا تو ہمیشہ بلا اور رنج کے دام مین گرفتار رہیگا اور اگر سہولت برتیگا تو اپنے دین اور آبرو کو بٹہ لگا دیگا اور بےغیرت و بےشرم کہلاویگا اور جس صورت مین کہ بداطواری کے ساتھ عورت خوبصورت بھی ہو تو سخت مصیبت ہی کیونکہ نہ اُسکی مفارقت گوارا ہوگی نہ اُسکی حرکات پر صبر آویگا اور ایسے شخص کا حال اُس مرد کا سا ہوگا جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آکر عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ وہ شخص ایک زوجہ رکھتا ہی کہ کسی کو ہاتھ لگانے سے مانع نہین آپنے فرمایا کہ تو اُسکو طلاق دیدے اُسنے عرض کیا کہ مین اُسکو چاہتا ہون آپنے فرمایا کہ اُسکو رہنے دے - اِس حدیث مین جو اُسکے رہنے دینے کو ارشاد فرمایا تو اِس وجہ سے کہ آپکو خوف ہوا کہ اگر یہ شخص اُسکو طلاق دیدیگا تو فریفتگی کے مارے اُسکا پیچھا کریگا اور خود بھی

خراب ہوجاویگا اسلیے کہ نکاح کا باقی رہنا اور اُسپر سے خرابی کو ٹالنا ہی بہتر معلوم فرمایا۔ اور اگر بالفرض عورت کے دین مین یہ خرابی ہو کہ شوہر کا
مال تلف کرے یا اور کوئی صورت سواے اول صورت کے ہو تب بھی عیش مکدر رہیگا کہ اگر اُسکی حرکات پر سکوت اختیار کریگا اور منع نہ کریگا
تب تو گناہ مین اُسکا شریک ہوگا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا یعنی اپنی جانون کو اور اپنے گھر والون کو آگ سے بچاؤ تو منع کرنا
حرکات ناشائستہ سے اس آیت کے بموجب ضروری ہے ورنہ مدد ولی حکمی ہوگی اور اگر منع کریگا اور جھگڑتا رہیگا تو عیش منغص رہیگا اور یہین لحاظ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیندار عورت کے لیے مبالغہ فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِمَالِهَا وَجَمَالِهَا وَحَسَبِهَا وَدِيْنِهَا فَعَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ
يَدَاكَ اور ایک دوسری حدیث مین ہے کہ جو شخص عورت سے نکاح اُسکے مال اور جمال کے واسطے کرتا ہے تو وہ اُسکے مال و جمال سے محروم کیا جاتا ہے
اور جو کوئی اُسکی دینداری کی جہت سے نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالی اُسکو اُسکا مال اور جمال دونون عنایت فرماتا ہے اور نیز ارشاد فرمایا کہ عورت سے
بوجہ خوبصورتی کے نکاح مت کرو کہ شاید اُسکی خوبصورتی اُسکو تباہ کردے اور نہ مال کے لحاظ سے اُسکے ساتھ نکاح کرنا چاہیے کہ شاید اُسکا مال
اُسکو سرکش کردے بلکہ نکاح عورت کے ساتھ اُسکی دیانت کے لحاظ سے کرنا چاہیے۔ اور آپ نے دیانت پر اس وجہ سے زیادہ ترغیب فرمائی
کہ متدین عورت دین کی مددگار ہوتی ہے اور جس صورت مین کہ متدین نہوگی تو شوہر کو بھی دین سے روکیگی اور باعث اُسکی پریشان خاطری کا
ہوگی۔ دوسری خصلت خوش خلق ہونا ہے جو شخص کہ فارغ البال رہنے کا طالب اور دین پر مدد کا خواہان ہو اُسکے لیے خوش خلق عورت کا
ہونا بہت بڑی غنیمت ہے کیونکہ اگر عورت زبان دراز سخت گو تند خو نعمت کی ناشکر ہوگی تو نفع کی نسبت کر اُس سے نقصان زیادہ ہوگا چنانچہ
سعدی کا قول ہے ۔ زن بد در سراے مرد نکو ۔ ہم درین عالم است دوزخ او ۔ اور عورتون کی زبان پر صبر کرنا اُن باتون مین سے ہے کہ اُنسے
اولیا کا امتحان لیا جاتا ہے کسی عرب کا قول ہے کہ چھ قسم کی عورتون سے نکاح مت کرو اول انّانہ دوم منّانہ سوم حنّانہ چہارم حدّاقہ پنجم براقہ
ششم شدّاقہ۔ انّانہ اُسکو کہتے ہین جو ہر وقت کراہتی اور آہ آہ کرتی رہتی ہے اور ہر گھڑی اپنا سر پٹی سے باندھے رہے یعنی جو عورت دائم المرض
یا بتکلف مریض ہی رہے اُسکے نکاح مین کچھ برکت نہین۔ اور منّانہ اُسکو کہتے ہین کہ خاوند پر اکثر احسان جتاوے کہ مین نے تیری خاطر یہ کیا اور وہ
کیا۔ اور حنّانہ وہ ہے جو اپنے پہلے شوہر یا اپنی اولاد پر جو شوہر اول سے ہو فریفتہ رہے تو ایسی سے بھی اجتناب مناسب ہے۔ اور حدّاقہ
وہ ہے کہ ہر چیز پر نظر ڈالتی رہے اور اُسکی خواہش کرے پھر شوہر کو اُسکے خریدنے کے لیے تکلیف دیوے۔ اور براقہ کے دو معنی ہوسکتے ہین ایک
اہل حجاز کے موافق یعنی جو عورت دن بھر اپنے چہرے کے بناؤ سنگار مین رہے تاکہ بناوٹ سے اُسمین آب و تاب ہوجاوے اور دوسرے
اہل یمن کے محاورے کے موافق یعنی جو عورت کھانے پر رُوٹھا کرے اور اکیلی ہی کھاوے اور ہر چیز مین سے اپنا حصہ جدا کرلے۔ اور شدّاقہ اُسکو
کہتے ہین جو بہت بکتی رہے اور اسی لحاظ سے مُتَشَدِّق بکی کو کہا ہے جو اس حدیث شریف مین وارد ہے اِنَّ اللهَ يُبْغِضُ الثَّرْثَارِيْنَ الْمُتَشَدِّقِيْنَ
اور کہتے ہین کہ سیاح ازدی نے اپنی سیاحت مین حضرت الیاس علیہ السلام کی زیارت کی آپ نے ازدی کو نکاح کے لیے ارشاد فرمایا اور
مجرد رہنے سے ممانعت کی اور فرمایا کہ چار قسم کی عورتون سے نکاح مت کرنا اول طالب خلع سے کہ ہر گھڑی بلا سبب خلع کی درخواست کرے
دوم شیخی والی کہ دوسری عورتون پر دنیا کے لوازم سے فخر کرے تیسرے فاسقہ جو خفیہ آشنا رکھتی ہو اور اس بات مین مشہور ہو ایسی ہی کے لیے
اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے وَلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ چوتھی زبردست کہ خاوند پر قول و فعل مین بڑھ چڑھ کر رہے۔ اور حضرت علی رضہ نے فرمایا ہے
کہ جو عادتین مردون مین بُری ہین وہ عورتون مین اچھی ہوتی ہین اور وہ بخل اور تکبر اور نامردی ہے اسلیے کہ عورت اگر بخیل ہوگی تو اپنا مال
اور شوہر کا مال بچاویگی اور اگر متکبر ہوگی تو ہر شخص سے نرم اور فریفتہ کرنے والے کلام سے نفرت کریگی اور جب نامرد ہوگی تو ہر چیز سے ڈریگی اور
اپنے گھر سے نہ نکلیگی اور شوہر کے ڈر کے مارے تہمت کی جگہون سے اجتناب کریگی۔ غرضکہ یہ حکایتین اس بات کی ہدایت کرتی ہین کہ نکاح مین
کون سے اخلاق مطلوب ہوتے ہین۔ تیسری خصلت خوبصورتی ہے یہ بھی اس نظر سے مطلوب ہے کہ اُسکی جہت سے آدمی زنا سے محفوظ رہتا ہے

اور اگر عورت بدصورت ہو تو سرشت انسانی اُسپر کفایت نہین کرتی اور ایک وجہ یہ ہے کہ اکثر یہ قاعدہ ہے کہ صورت اور سیرت کا اچھا ہونا لازم ملزوم ہین جسکی صورت اچھی ہوگی غالباً سیرت بھی اچھی ہوگی - اور ہمنے جو اوپر لکھا ہے کہ عورت کی دیانت پر لحاظ ضرور ہے اور خوبصورتی کے باعث اُس سے نکاح نہ کرنا چاہیے اِسکے یہ معنی نہین کہ خوبصورتی کا لحاظ بالکل ممنوع ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ جس صورت مین کہ دین مین خرابی ہو تو صرف خوبصورتی پر فریفتہ ہوکر نکاح نہ کرنا چاہیے کیونکہ صرف خوبصورت ہونا نکاح مین راغب البتہ کرتا ہے مگر دین کے امر مین ڈھیلا کر دیتا ہے - اور ایک وجہ خوبصورتی کے لحاظ کرنے کی یہ ہے کہ اُسکے باعث زن وشو مین اکثر الفت محبت ہوتی ہے اور اسباب الفت کی رعایت کرنے کیلیے شریعت بھی امر فرماتی ہے اور یہین وجہ قبل نکاح عورت کو دیکھ لینا مستحب ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ تم مین سے کسی کے دل مین کسی عورت سے نکاح کرنے کا خیال ڈال دے تو چاہیے کہ اُسکو دیکھ لے اِسلیے کہ دیکھ لینا الفت طرفین کے لیے شایان تر ہے اور اس حدیث مین جو لفظ اَنْ یُؤْدَمَ بَیْنَهُمَا آیا ہے وہ مشتق اَدَمَہ بفتحتین سے ہے جسکے معنی جلد باطنی یعنی متصل گوشت کے ہین یعنی جیسے وہ جلد گوشت سے مالوف ہے ایسے ہی زن وشو مالوف رہینگے اور فرمایا اِنَّ فِیْ اَعْیُنِ الْاَنْصَارِ شَیْئًا فَاِذَا اَرَادَ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّتَزَوَّجَ مِنْهُنَّ فَلْیَنْظُرْ اِلَیْهِنَّ کہتے ہین کہ اُنکی آنکھین چندھی تھین اور بعضون نے کہا ہے کہ چھوٹی تھین - اور سلف کے کچھ پرہیزگار ایسے تھے کہ شریف زادیون سے بھی نکاح جب ہی کرتے تھے کہ جب اول اُنکو دیکھ لیتے تھے تاکہ دھوکے سے محفوظ رہین - اور اعمش رح فرماتے ہین کہ جو نکاح بدون پیشتر دیکھ لینے کے ہوتا ہے تو اُسکا انجام رنج وغم ہوا کرتا ہے - اور ظاہر ہے کہ اول نظر کرنے سے سیرت اور دیانت تو معلوم ہی نہین ہوتی صرف جمال ظاہری پہچانا جاتا ہے اسسے معلوم ہوا کہ جمال کا لحاظ بھی شریعت کے مطابق ہے - اور مروی ہے کہ کسی مرد نے حضرت عمر رض کے عہد مین خضاب کرکے شادی کر لی بعد چند سے اُسکا خضاب کھل گیا اُسکی سسرال والون نے حضرت عمر رض کی خدمت مین اُسکی نالش کی کہ ہمنے اسکو جوان جان کر شادی کی تھی آپ نے اُسکو سزا دی کہ تونے لوگون کو مغالطہ دیا - اور مروی ہے کہ حضرت بلال رض اور حضرت صہیب رومی رض عرب کے کسی خاندان مین گئے اور اُنسے پیام اپنی شادی کا دیا اہل مکان نے پوچھا کہ تم کون ہو حضرت بلال رض نے کہا کہ مین بلال ہون اور یہ میرا بھائی صہیب ہے ہم گمراہ تھے اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہدایت کیا اور ہم غلام تھے اللہ تعالیٰ نے ہمکو آزاد کیا اور ہم مفلس تھے اللہ تعالیٰ نے ہمکو تونگر کیا پس اگر تم ہماری شادی اپنے یہان کرو تو الحمد للہ اور اگر انکار کرو تو سبحان اللہ لوگون نے کہا کہ تمہاری شادی ہو جاویگی والحمد للہ حضرت صہیب رض نے حضرت بلال رض سے کہا کہ تم کاش وہ خدمات اور جانفشانیان بھی ذکر کر دیتے جو ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی مین کی ہین حضرت بلال نے فرمایا کہ چپ رہو تم نے سچ کہدیا اسی راستی نے تمہارا نکاح کر دیا - اور دھوکا خوبی ظاہری اور سیرت باطنی دونون مین ہوتا ہے تو خوبصورتی کا دھوکا تو دیکھنے سے دور کرنا مستحب ہے اور اخلاق کا دھوکا وصف سننے سے رفع ہوسکتا ہے اِسلیے اِن دونون باتون کو نکاح سے پیشتر کر لینا چاہیے مگر اُسکا وصف اخلاق اور جمال کا ایسے ہی شخص سے دریافت کرنا چاہیے جو عاقل اور راست گو اور ظاہر و باطن کے حال سے واقف ہو نہ تو عورت کا طرفدار ہو کہ اُسکی تعریف مین مبالغہ کرے اور نہ اُس سے بغض رکھتا ہو کہ گھٹا کر بیان کرے کیونکہ اب لوگون کی طبیعتین نکاحون سے پیشتر کے امور مین اور منکوحات کے وصف بیان کرنے مین افراط و تفریط کی طرف مائل ہین ایسے لوگ بہت کم ہین جو اس باب مین سچ بولتے ہون بلکہ فریب اور مغالطہ دینے کا رواج بہت ہو رہا ہے اسی نظر سے جو شخص کہ اپنے نفس پر زن اجنبیہ کی طرف تاکنے کا خوف رکھتا ہو اُسکو اس باب مین احتیاط کر لینی بہت ضرور ہے ہان اگر کسی شخص کو منکوحہ سے غرض صرف ادائے سنت اور اولاد کا ہونا اور گھر کا انتظام مقصود ہو تو وہ شخص اگر جمال کا راغب نہو تو مرتبہ زہد سے قریب تر ہے کیونکہ خوبصورتی بھی ایک امر دنیاوی ہے گو بعض اوقات کسی کسی شخص کے حق مین دین مین ممد ہوتی ہے - حضرت ابو سلیمان دارانی رح نے فرمایا ہے کہ زہد ہر چیز مین ہوتا ہے یہان تک کہ بی بی مین بھی ہوتا ہے کہ دنیا مین زہد اختیار کرنے کیلیے آدمی بڑھیا سے نکاح کر لے - اور مالک بن دینار رح فرمایا کرتے کہ لوگ یتیم اور مفلس عورت سے تو نکاح نہین کرتے کہ جسکے کھانا کھلانے اور کپڑا پہنانے مین ثواب ملے اور اُسکا نفقہ دینا سہل پڑے تھوڑے سے

مال پر راضی رہے بلکہ دنیاداروں کی بیٹیون سے نکاح کرتے ہین کہ ہمیشہ نئی خواہش اُنکے سامنے پیش کرتی ہین اور کہتی ہین کہ ہمکو فلان کپڑا بنواؤ اور فلان چیز کھلاؤ اور امام احمد رحمہ نے دو بہنون کا حال پوچھا کہ اُنمین سے عقلمند کون سی ہو لوگون نے کہا کہ جو عقلمند ہو اُسکی آنکھین نہین آپنے فرمایا کہ میرا نکاح اُس اندھی سے کردو غرض کہ جو شخص لذت سے غرض نہ رکھتا ہو بقدر حاجت ہی چاہتا ہو اُسکا قاعدہ ایسا ہی ہونا چاہیے جیسے ان بزرگون کے اقوال ہین مگر جس شخص کو بدون لذت کے اپنے دین پر امن نہو اُسکو جمال بھی طلب کرنا چاہیے کیونکہ امر مباح سے لذت کا حاصل کرنا دین کے لیے ایک قلعہ ہی اور کہتے ہین کہ عورت جس وقت خوبصورت خوش خلق سیاہ چشم وسیاہ مو بڑی آنکھ کی رنگ مین گوری شوہر دوست کہ اپنی نظر شوہر ہی پر منحصر کردے کسی کو میسر ہو تو اُسکو گویا حور مل گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت بیبیون کی صفت اُنہین صفات کے ساتھ فرمائی ہی چنانچہ فرمایا خیرات حسان خیرات سے مراد خوش خلق عورتین ہین اور حسان سے خوبصورت اور فرمایا قاصرات الطرف عربا اترابا اول قول سے غرض وہ عورتین ہین کہ اپنے شوہرون پر نظر کو منحصر رکھین اور دوسرے قول مین عرب جمع عروب کی ہی یعنی عاشق اپنے شوہر کی اور خواہشمند اسکی ہم بستری کی اور ظاہر ہی کہ ایسی صفت سے لذت کو کمال ہوتا ہی اور فرمایا حُورٌ عِیْنٌ حورا اُس عورت کو کہتے ہین جسکی آنکھ کی سفیدی خوب سفید ہو اسی طرح آنکھ کی سیاہی کے مثل بالون کی سیاہی کے ہو اور عیناء اُس عورت کو کہتے ہین جسکی آنکھین بڑی ہون اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی خَیْرُ نِسَائِکُمْ مَنْ اِذَا نَظَرَ اِلَیْہَا زَوْجُہَا سَرَّتْہُ وَاِذَا اَمَرَہَا اَطَاعَتْہُ وَاِذَا غَابَ عَنْہَا حَفِظَتْہُ فِیْ نَفْسِہَا وَمَالِہٖ اور مرد اپنی منکوحہ دیکھکر اُسی وقت خوش ہو کہ عورت اُسکو چاہتی ہو۔ چوتھی صفت یہ ہی کہ مہر تھوڑا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ عمدہ بیبیان وہ ہین جنکی صورتین اچھی ہون اور مہر تھوڑے ہون اور مہر کو حد سے زیادہ بڑھانے سے منع فرمایا۔ اور آپنے اپنی بعض ازواج طاہرات کو دس درم اور اثاث البیت کے عوض نکاح کیا اور اثاث البیت ایک چکی تھی اور ایک گھڑا اور ایک گدا جسمین ریشہ خرما بھرا تھا اور کسی بی بی کے نکاح کے بعد آپنے ولیمہ جو کی روٹی کا اور کسی کا ولیمہ خرما کا اور کسی کا ستو کا کیا۔ اور حضرت عمر رضہ مہر کو زیادہ مقرر کرنے سے منع کیا کرتے اور فرماتے کہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نکاح چار سو درم سے زیادہ مہر پر کیا اور نہ اپنی بیٹیون کا نکاح اس مقدار سے زائد پر کیا اگر مہر کے زیادہ کر دینے مین کچھ بزرگی ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسپر ضرور مبادرت فرماتے۔ اور بعض صحابہ رضہ نے نکاح مین مہر اتنا سونا ٹھہرایا کہ اُسکی قیمت پانچ درم بتاتے ہین۔ اور سعید بن مسیب رضہ نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت ابوہریرہ رضہ سے دو درم مہر پر کر دیا اور رات کے وقت اُسکو اپنے ساتھ لیجا کر اُنکے دروازہ مین پہونچا کر پھر آئے سات روز کے بعد بیٹی کے پاس گئے اور اُس سے سلام علیک کیا۔ اور اگر مہر دس درم مقرر کیا جاوے اس غرض سے کہ اسباب علما کے نزدیک نکاح ہو جاوے تو کچھ مضائقہ نہین اور حدیث مین ہی کہ عورت کا مبارک ہونا یہ ہی کہ جلد نکاح ہو اور جلد اولاد ہو اور مہر کم ہو اور فرمایا کہ عورتون زیادہ برکت والی وہ ہی کہ جسکا مہر سب سے کم ہو۔ اور جس طرح کہ عورت کی جانب سے مہر مین نہایت زیادتی کا ہونا مکروہ ہی اسی طرح مرد کی جانب سے عورت کے مال کا حال دریافت کرنا مکروہ ہی اور مال کی طمع سے عورت سے نکاح نہ کرنا چاہیے سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جب کوئی آدمی نکاح کرے اور یہ پوچھے کہ عورت کے پاس کیا کیا چیز ہی تو جان لو کہ وہ چور ہی اور جب مرد کچھ تحفہ سسرال مین بھیجے تو یہ نیت نہ کرے کہ اُنکے یہان سے اسکے بدلہ مین مجھے زیادہ ملیگا اور اسی طرح اگر بیٹی والے شوہر کو کچھ بھیجین وہ بھی یہ نیت نہ کرین کہ زیادہ طلبی کی نیت خراب ہوتی ہی باقی رہا ہدیہ بھیجنا تو وہ البتہ مستحب اور دوستی کا سبب ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تَہَادَوْا تَحَابُّوْا اور زیادہ طلبی اللہ تعالیٰ کے اس قول مین داخل ہی وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَکْثِرُ یعنی اس نیت سے نہ دو کہ بہت سا لو یا اسمین داخل ہی وَمَا اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا فِیْ اَمْوَالِ النَّاسِ کیونکہ ربوا زیادتی کا نام ہی اور اس صورت مین بھی فی الجملہ زیادتی طلب کرنا پایا جاتا ہی گو اُن چیزون مین نہیں جنمین ربوا ہوتا ہی بہرحال نکاح مین اسطرح کی صورت مکروہ اور بدعت ہی اور تجارت اور قمار کی طرح ہی کہ مقصود نکاح کو خراب کرتی ہی۔ پانچوین خصلت یہ ہی کہ عورت بانجھ نہو پس اگر بانجھ ہونا معلوم ہو جاوے تو اُس سے نکاح نہ کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین عَلَیْکُمْ بِالْوَلُوْدِ الْوَدُوْدِ یعنی نکاح ایسی عورت

اور کسی بی بی کا ولیمہ جو کی روٹی ۔۔۔ اور خرما اور گھی کا ۔۔۔ سنن ابو داؤد ۔۔۔ بروایت ۔۔۔ ۱۲
اور اسکی قیمت ۔۔۔ بروایت عبد الرحمن بن عوف ۔۔۔ ۱۲
بروایت عائشہ ۔۔۔ ۱۲ ۔۔۔ بخاری ۔۔۔ ۱۲
[illegible]

جسکے اولاد ہوتی ہو اور شوہر دوست ہو۔ پس اگر اُسکی شادی نہ ہوئی ہو اور اُسکا حال نہ معلوم ہو کہ اولاد ہوگی یا نہین تو تندرست اور جوان ہونے کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ جب یہ دونون باتین اُسمین ہونگی تو غالباً اُس سے اولاد ہوگی چھٹی خصلت یہ ہو کہ کنواری ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضہ کو ارشاد فرمایا جبکہ اُنھون نے ایک سن رسیدہ عورت سے شادی کی تھی کہ کنواری سے نکاح کیون نہ کیا کہ تم اُس سے دل خوش ہوتے اور وہ تم سے۔ اور کنواری ہونے مین تین فائدے ہین اول یہ کہ عورت کو خاوند سے الفت اور محبت ہوتی ہو تو جو مضمون حدیث شریف مین لفظ وَدُود سے تعبیر کیا گیا ہو وہ اِس صورت مین خوب اثر کرتا ہو علاوہ ازین طبیعتون مین یہ امر سرشتی ہو کہ اول مالوف پر دل لگتا ہو اور جو عورت کہ مرد آزمودہ اور احوال دیدہ ہوتی ہو عجب نہین کہ جن امور کی پہلے سے مالوف ہو اُنکے خلاف پر راضی نہو اور یہی وجہ شوہر ثانی کے بُرا جاننے کی ہو جاوے۔ دوم یہ کہ کنواری ہونے سے شوہر کے ساتھ محبت ہوتی ہو اِس لیے کہ یہ امر سرشتی ہو کہ جس عورت کو شوہر کے سوا اور کسی نے ہاتھ لگایا ہو اُس سے کسی قدر نفرت ہوا کرتی ہو اور جب دوسرے کے ہاتھ لگانے کا خیال بندھتا ہو تو طبیعت پر گران معلوم ہوتا ہو اور اِس بات سے بعض طبیعتون کو بہت نفرت ہوا کرتی ہو۔ سوم یہ کہ کنواری ہونے سے عورت پہلے شوہر کو یاد نہین کیا کرتی ورنہ اِس سے بھی عیش مین ایک طرح کی تلخی ہو جاتی ہو اور محبت غالباً سب سے زیادہ وہی پختہ ہوتی ہو جو محبوب اول سے ہوا کرتی ہو۔ ساتوین خصلت یہ ہو کہ عورت حسب اور نسب والی ہو یعنی ایسے خاندان والی ہو جسمین دیانت اور نیکبختی پائی جاوے کیونکہ ایسے خاندان کی عورت اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کیا کرتی ہو اور اگر خود مودب نہین ہوتی تو اُس سے تربیت اور تادیب بخوبی نہین بن پڑتی اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خضراء الدمن یعنی گھورے اوپر کی سبزی سے علیحدہ رہو لوگون نے عرض کیا کہ خضراء الدمن کیا ہو آپ نے فرمایا کہ خوبصورت عورت جو بری جگہ پیدا ہوئی ہو۔ اور نیز فرمایا کہ اپنے نطفون کے لیے اچھی عورتین پسند کرو کہ رگ قرابت اصول کے اخلاق کو اولاد مین کھینچ لاتی ہو۔ آٹھوین صفت یہ ہو کہ عورت قرابت قریبہ مین سے نہو اِسلیے کہ یہ امر شہوت کو کم کرتا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرابت قریبہ والی سے نکاح مت کرو کہ لڑکا ضعیف پیدا ہوتا ہو۔ اور لڑکے کے ضعیف ہونے کی وجہ یہی ہو کہ شہوت ضعیف ہوتی ہو کیونکہ شہوت نظر اور لمس کی قوت سے اُٹھتی ہو اور اِن حاستون کا اثر اُسوقت قوی ہوتا ہو کہ معاملہ نیا اور اجنبی ہو اور جو عورت ہمیشہ ایک مدت تک نظرون مین رہتی ہو اُسکو دیکھتے دیکھتے حس ماند ہو جاتی ہو اثر حس کا کامل نہین رہتا اسی جہت سے شہوت اچھی طرح نہین اُبھرتی۔ غرضکہ عورتون مین یہی خصلتین ہین جنکے باعث سے نکاح کی رغبت ہوتی ہو اور عورت کے والی پر بھی واجب ہو کہ شوہر کی عادتون کو دیکھ بھال لے اور اپنی لڑکی پر شفقت کرے یعنی اُسکا نکاح ایسے شخص سے نہ کرے جسکی پیدایش جسم مین کوئی قصور یا عادت اچھی نہو یا دین مین ضعیف ہو یا عورت کے حق ادا کرنے سے قاصر ہو یا نسب مین عورت کا کفو نہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ نکاح کرنا عورت کو کنیز کر دینا ہو تو دیکھ لیا کرو کہ اپنی لڑکی کو کہان دیتے ہو اور احتیاط عورت کے حق مین بہت ضروری ہو کہ نکاح کے باعث وہ ایسی قید مین پڑتی ہو کہ پھر اُس سے چھوٹ نہین سکتی بخلاف مرد کے کہ وہ ہر حال مین طلاق پر قادر ہو اور جب کوئی شخص اپنی لڑکی کا نکاح ظالم یا فاسق یا بدعتی یا شراب خوار سے کریگا تو وہ اپنے دین مین بٹہ لگائیگا اور خدا تعالیٰ کے غصہ کا مستحق ہوگا کہ اُسنے حق قرابت کو منقطع کیا اور اُسکے لیے ایسا مرد تجویز کیا۔ اور ایک شخص نے حضرت حسن بصری رح کی خدمت مین عرض کیا کہ چند لوگون نے میری لڑکی کے لیے پیام نسبت دیا ہو مین اُسکا نکاح کس سے کرون آپ نے فرمایا کہ جو شخص اُنمین سے خدا تعالیٰ کا خوف رکھتا ہو اُس سے شادی کرنا اِسلیے کہ اگر وہ تیری لڑکی کو چاہیگا تو اُسکی خاطر داری کریگا اور اگر ناپسند کریگا تو اُسپر ظلم نہ کریگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جس شخص نے اپنی لڑکی کو فاسق سے بیاہ دیا اُسنے اُسکی قرابت قطع کر دی

تیسری فصل آداب معاشرت کے ذکر مین اور اُن امور کے بیان مین جو نکاح کے باقی رہنے تک زن و شوہر کو برتنے چاہئین اور اِس فصل مین دو بیان ہین۔ پہلا بیان اُن حقوق کے ذکر مین جو شوہر کو مرعی رکھنے چاہئین۔ جاننا چاہیے کہ شوہر پر بارہ چیزون مین اعتدال اور ادب کا لحاظ ضروری ہو اول وہ

ولیمہ اور حسن خلق اور مزاح اور سیاست اور غیرت اور نفقہ دینا اور تعلیم کرنا اور عدل کرنا اور نافرمانی پر سزا دینی اور صحبت کرنا اور اولاد کا ہونا اور طلاق دینا ہے ان سب کو تفصیل معلوم کرنا چاہیے اول ادب ولیمہ ہے وہ مستحب ہے چنانچہ حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رض پر زردی کا نشان دیکھا اور پوچھا کہ یہ کیا ہے انھوں نے عرض کیا کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے اور مہر خرما کی گٹھلی کے وزن کے برابر سونا ٹھہرا ہے آپ نے فرمایا بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاۃٍ یعنی خدا تعالی تجکو مبارک کرے ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کے نکاح کے بعد خرما اور ستو سے ولیمہ کھلایا۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اول روز کا کھانا حق ہے اور دوسرے کا سنت اور تیسرے کا نمود ہے اور جو شخص لوگوں کے سُننے کے لیے شہرت کا کام کریگا اللہ تعالی اُسکو فضیحت کریگا یہ حدیث غریب ہے بجز زیاد بن عبداللہ کے اور کسی نے اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً نہیں بیان کیا۔ اور مستحب ہے کہ شوہر کو مبارکباد دیا وے تو جو شخص اُسکے پاس آوے یوں کہے بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ وَبَارَکَ عَلَیْکَ وَجَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ حضرت ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فَصْلُ مَا بَیْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الدُّفُّ وَالصَّوْتُ اور فرمایا اَعْلِنُوْا ھٰذَا النِّکَاحَ وَاجْعَلُوْہُ فِی الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوْا عَلَیْہِ بِالدُّفُوْفِ اور ربیع بنت معوذ رض روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس شب زفاف کی صبح کو تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھ گئے اور ہماری چند لونڈیاں اپنے دف بجاتی تھیں اور جو لوگ بدر کی لڑائی میں میرے بزرگوں سے مارے گئے تھے اُنکا ذکر کر رہی تھیں یہاں تک کہ ایک نے اُنمیں سے کہا کہ ہم میں وہ نبی ہیں کہ جو بات کل ہوگی اُسکو جانتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو فرمایا کہ اس بات سے خاموش ہو اور جو پہلے کہ رہی تھی وہی کہ۔ دوسرا ادب عورت کے ساتھ خوش خلقی سے رہنا اور اُنکی ایذا کو برداشت کرنا بنظر ترحم کہ اُنکی عقل میں قصور ہے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور اُنکے حق کی تعظیم کے باب میں ارشاد فرمایا وَاَخَذْنَ مِنْکُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا اور فرمایا وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ اس سے غرض بعضوں نے بیان کی ہے کہ زوجہ ہے۔ اور سب سے آخر وصیت آنحضرت صلعم کی تین باتیں تھیں کہ انھیں کو فرماتے فرماتے آپ کی زبان گنگنا گئی اور آواز آہستہ ہو گئی آپ فرماتے تھے کہ اَلصَّلٰوۃَ اَلصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ لَا تُکَلِّفُوْھُمْ مَا لَا یُطِیْقُوْنَ اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِی النِّسَآءِ فَاِنَّھُنَّ عَوَانٌ فِیْ اَیْدِیْکُمْ اَخَذْتُمُوْھُنَّ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَھُنَّ بِکَلِمَۃِ اللّٰہِ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی بی بی کی بدخلقی پر صبر کریگا اللہ تعالی اُسکو اتنا ثواب عطا فرماویگا جتنا حضرت ایوب علیہ السلام کو اُنکی مصیبت پر عطا فرمایا اور جو عورت اپنے خاوند کی بدمزاجی پر صبر کریگی اللہ تعالی اُسکو ایسا ثواب دیگا جیسا آسیہ فرعون کی بی بی کو ملا۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بی بی کے ساتھ خوش خلقی کے یہ معنی نہیں کہ اُسکو ایذا نہ دے بلکہ یہ معنی ہیں کہ اگر وہ ایذا دے تو اُسکی برداشت کرے اور جب وہ غصہ کرے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرکے اُسکے غصہ پر حلم کرے یعنی آپ کی ازواج مطہرات آپ کے سامنے جواب دے بیٹھتی تھیں اور کبھی اُنمیں سے کوئی ایک دن رات آپ سے بات نہ کرتی تھی اور آپ ان باتوں پر حلم فرماتے تھے اور بہ تشدد نہ کرتے تھے۔ اور حضرت عمر رض کی بی بی نے ایک بار اُنکے کلام کا جواب دیا آپنے فرمایا کہ اے گستاخ مجکو جواب دیتی ہے اُسنے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ کے کلام کا جواب دیتی ہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم سے کہیں بہتر ہیں حضرت عمر رض نے فرمایا کہ اگر حفصہ نے بھی جواب دیا ہوگا تو اُسکا بڑا نقصان ہوا پھر بیٹی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے حفصہ صدیق کی بیٹی کی حرص مت کرنا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری ہے تو ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب مت دینا اور مروی ہے کہ کسی نے ازواج طاہرات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھکر آپ کو دھکا دیا اُنکی ماں نے اُنکو ڈانٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانے دو کچھ نہ کہو یہ بیبیاں تو اس سے بھی زیادہ حرکات کرتی ہیں۔ اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہ رض کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی یہاں تک کہ دونوں نے حضرت ابوبکر رض کو اپنے درمیان حکم اور شاہد قرار دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رض فرمایا کہ یا تو تم اول کہو یا میں کہوں انھوں نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرماویں لیکن سچ ہی سچ فرمانا حضرت ابوبکر رض نے حضرت عائشہ رض کے منہ پر ایک ایسا طمانچہ مارا کہ خون نکلنے لگا اور فرمایا کہ اے دشمن جان کیا حضرت صلعم سچ کے سوا کچھ اور فرماوینگے حضرت عائشہ رض نے آنحضرت صلعم کی پناہ چاہی

اور آپ کی پشت کے پیچھے جا بیٹھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضؓ سے فرمایا کہ ہمنے تمکو اسلیئے نہیں بلایا اور نہ تم سے یہ ہمارا مقصود ہے — اور ایکبار کسی کلام پر غصہ ہو کر حضرت عائشہ رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ ہی کہتے ہین کہ مین پیغامبر خدا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور حلم و کرم کی راہ سے اس امر کو برداشت کیا اور آپ حضرت عائشہ رضؓ سے فرمایا کرتے کہ تمھاری خفگی اور رضامندی مین جان جاتا ہون اُنھون نے عرض کیا کہ آپ کیسے پہچانتے ہین فرمایا کہ جب تم راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو کہ قسم ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی اور خفگی کی حالت مین کہتی ہو کہ قسم ہے ابراہیم علیہ السلام کے خدا کی حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا کہ آپ بجا فرماتے ہین مین حالت غضب مین آپ کا نام ترک کرتی ہون — اور کہتے ہین کہ اسلام مین جو اول دوستی ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تھی حضرت عائشہ رضؓ کے ساتھ اور آپ اُنکو فرمایا کرتے کہ مین تیرے ساتھ ایسا ہون جیسا ابو زرع اپنی بی بی ام زرع کے ساتھ تھا مگر مین تجکو طلاق نہ دونگا — مترجم کہتا ہے کہ حدیث ام زرع کی مشہور ہے اور شمائل ترمذی مین مذکور کہ حضرت عائشہ رضؓ کے پاس گیارہ عورتون نے جمع ہو کر اپنے شوہرون کا احوال بیان کیا انھین سے ایک ام زرع کہ اُسکے خاوند نے اُسکے ساتھ بہت سلوک کیا تھا پھر طلاق دے دی تھی حضرت عائشہ رضؓ نے اُن سب کا احوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا اُسوقت آپ نے ارشاد مذکورہ بالا فرمایا — اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیون کو ارشاد فرمایا کرتے کہ عائشہ کے باب مین مجکو ایذا نہ دو کہ بخدا امر یہ ہے کہ جب وحی آئی ہے مین اُسی کے لحاف مین ہوا ہون (یعنی تم مین سے کسی کے پاس یہ امر نہین ہوا) — اور حضرت انس رضؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتون اور لڑکون پر سب لوگون کی نسبت کر زیادہ رحیم تھے —

اور تیسرا ادب یہ ہے کہ ایذا کی برداشت کے ساتھ عورتون سے ہنسی اور چہل بھی کرے کہ اس سے اُنکا دل خوش ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت صلعم کا دستور تھا کہ اپنی ازواج طاہرات سے مزاح فرماتے تھے اور اعمال و اخلاق مین اُنھین کی عقلون کے مراتب پر نزول فرماتے تھے حتی کہ مروی ہے کہ آپ حضرت عائشہ رضؓ کے ساتھ دوڑا کرتے تھے ایک روز حضرت عائشہ آگے نکل گیئن اور پھر کسی روز دوڑے تو آپ آگے نکل گئے اُس وقت آپ نے فرمایا کہ یہ اُس روز کا عوض ہے — اور حدیث شریف مین ہے کہ اور لوگون کی نسبت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیون سے زیادہ چہل فرماتے تھے اور حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین کہ مین نے حبشہ کے لوگون وغیرہ کی آواز سنی کہ وہ عاشورا کے دن کھیل رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کیا تو اُنکا کھیل دیکھا چاہتی ہے مین نے عرض کیا کہ ہان آپ نے اُنکو بلوایا جب وہ آئے تو آپ دونون کواڑون کے بیچ مین کھڑے ہوئے اور داہنا ہاتھ ایک کواڑ پر رکھکر پھیلا دیا مین نے اپنی ٹھوڑی آپ کے ہاتھ پر رکھ لی اور دیکھنے لگی وہ لوگ تماشا کرنے لگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ بس مین نے دو یا تین بار عرض کیا کہ ذرا ٹھہریے پھر آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ بس کر مین نے عرض کیا کہ بہتر آپنے اُن لوگون کو اشارہ کیا وہ چلے گئے اور نیز آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُھُمْ بِاَھْلِہٖ اور فرمایا خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِنِسَائِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِنِسَائِیْ اور حضرت عمر رضؓ باوجود اپنی تیزی مزاج کے ارشاد فرماتے ہین کہ مرد کو چاہیے کہ اپنے گھر مین مثل بچے کے رہے اور جس وقت اُسکے پاس کی چیز طلب کیجاوے اُس وقت مرد ہو جاوے — اور لقمان رح کا قول ہے کہ عاقل کو چاہیے کہ اپنے گھر مین بچے کی طرح رہے اور جب اپنی قوم مین ہو تو مرد ہو اور یہ جو حدیث مین آیا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الْجَعْظَرِیَّ الْجَوَّاظَ اسکی تفسیر مین بعضون نے یون کہا ہے کہ وہ شخص مراد ہے جو اپنے گھر والون پر سخت ہو اور اپنے دل مین متکبر ہو — اور بعضون نے قرآن مجید مین جو لفظ عُتُلٍّ آیا ہے اُسکے یہی معنی کیے ہین کہ سخت زبان اور گھر والون پر سخت دل ہو — اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضؓ کو ارشاد فرمایا تھا کہ کنواری سے نکاح کیون نہ کیا کہ تم اُس سے مزاح کرتے اور وہ تم سے چہل کرتی — اور ایک بدوانی کا شوہر مر گیا تھا اُسنے اُسکا اسطرح ذکر کیا کہ بخدا جب گھر مین آتا تو ہنستا آتا اور باہر جاتا تو چپکا جاتا جو کچھ کھانے کو پاتا اُس سے پیٹ بھرتا کوئی چیز جاتی رہتی تو سوال نہ کرتا —

اور چوتھا ادب یہ ہے کہ مزاح اور حسن خلق اور عورت کی خواہش کی متابعت اِس درجہ نہ بڑھاوے کہ اُسکا مزاج بگڑ جاوے اور اُسکے سامنے اپنی کچھ ہیبت نہ رہے بلکہ اس بات مین اعتدال کا لحاظ رکھے یعنی طرح

۱ جعظری اور جواظ دونون بالفظ لا یرقل کی بجھنہ ہی ہے ان اللہ یبغض کے ۱۲ — ۱۳ اح اسکی سند بخاری و مسلم سے ابھی گذری ۱۲

کہ جب کوئی بُری بات دیکھے تو ہیبت اور خفگی سے درگذر نہ کرے اور بُری بات پر کبھی راضی نہو بلکہ جب کوئی بات مخالف شریعت یا مروت کے دیکھے فوراً آگ بگولا ہو جاوے حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ جو شخص اپنی بی بی کا مطیع بنا رہے کہ جو وہ چاہے وہی کرے تو اللہ تعالیٰ اُسکو دوزخ مین اوندھا گرا دیگا - اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ عورتون کی مرضی کے خلاف کیا کرو کہ اُنکے خلاف کرنے مین برکت ہوتی ہے - اور یہ بھی منقول ہے کہ عورتون سے مشورہ لو اور جو کچھ وہ مشورہ دین اُسکے خلاف کرو - اور حدیث شریف مین ہے کہ ہلاک ہوا جورو کا غلام اور یہ اسلیے فرمایا کہ جب اُسکی خواہش کے امور مین اُسکی اطاعت کریگا تو اُسکا غلام ہوا اور وجہ ہلاکی کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکو بی بی کا مالک کیا تھا اُسنے اپنے نفس کو اُسکا مملوک کردیا اور معاملہ معکوس اور اُلٹا مقدمہ ہو گیا اور شیطان کا قول جو قرآن مین نقل ہے وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ اس قول کی بھی اطاعت کی کہ مرد کا حق متبوع ہونے کا تھا نہ تابع ہونے کا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مردون کو عورتون پر حاکم فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ اور شوہر کو سید اور آقا فرمایا ہے چنانچہ فرمایا وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ پس جس صورت مین کہ سید کو مسخر اور تابع حکم کردیا تو گویا اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل ڈالا - اور عورت کے نفس کو اپنے نفس امّارہ کے مثال جاننا چاہیے کہ اگر تھوڑی سی باگ نفس امّارہ کی ڈھیلی کردو تو بہت سی شوخی کرے اور اگر ایک بالشت اُسکی لگام ڈھیلی کرے تو تمکو ہاتھون گھسیٹ لیجاوے اور اگر لگام کو تانے رہو اور اُسپر اپنا ہاتھ سختی کے موقع پر سخت رکھو تو قابو مین رہیگا حضرت امام شافعی رح فرماتے ہین کہ تین چیزین ایسی ہین کہ اگر تم اُنکا اکرام کرو تو وہ تمکو ذلیل کرینگی اور اگر تم اُنکو ذلیل کرو تو تمھاری تعظیم کرینگی اول عورت دوم خادم سوم نبطی - اس سے مراد آپکی یہ ہے کہ اگر صرف اکرام کرو اور کبھی نرمی کے ساتھ گرمی نہ کرو اور سختی ملا نہ کرو تو بیشک سر چڑھ جاوینگے - اور کہتے ہین کہ عرب کی عورتین اپنی لڑکیون کو اُنکے شوہرون کا امتحان اسطرح سکھاتی تھین کہ لڑکی سے اُسکی ماں کہدیتی کہ شوہر پر جرأت اور مبادرت کرنے سے پہلے اُسکو آزما لینا یعنی اُسکے نیزہ کی بھال توڑ دینا اگر وہ اُسپر خاموش ہو جاوے تو اُسکی سپر پر گوشت کاٹنا اگر اسپر بھی نہ بولے تو اُسکی تلوار سے ہڈیان توڑنا اگر اسپر بھی سکوت کرے تو وہ تیرا گدھا ہو چکا پالان اُسکی پشت پر ڈالکر اُسپر سوار ہونا حاصل یہ کہ آسمان و زمین عدل ہی کی جہت سے قائم ہین اگر ذرا عدل سے ہٹین تو معاملہ برعکس ہو جاوے اسلیے عاقل کو چاہیے کہ عورت کے ساتھ موافقت اور مخالفت مین میانہ روی کا راستہ چلے اور ہر ایک بات مین حق کی پیروی رکھے تاکہ اُنکی شر سے محفوظ رہے کہ اُنکے داؤ بڑے ہین اور خرابی فاش ہے اور اُنکے مزاج پر بدخلقی اور عقل کا کم ہونا غالب ہے اور یہ بات اُنکی اعتدال پر اسی وقت آویگی کہ کچھ لطف اُنکے ساتھ کیا جاوے اور کچھ سیاست برتی جاوے سہ درشتی و نرمی بہم در بہ است * چو فاصد کہ جراح و مرہم نہ است * اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ نیک بخت عورت عورتون مین ایسی ہے کہ جیسے سَو کوّون مین سفید پیٹ کا کوّا - اور لقمان رح نے جو اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی اُسمین یہ بھی تھا کہ بیٹا بُری عورت سے بچنا کہ وہ بڑھاپے سے پہلے تجکو بوڑھا کردیگی اور شریر عورتون سے بھی کنارہ کرنا کہ وہ تجکو کوئی نیک کام کرنے کو نہ کہینگی اور نیکبخت عورتون سے ڈرتے رہنا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تین بلاؤن سے پناہ مانگو اور اُنمین سے ایک کو زن بد ارشاد فرمایا کہ وہ بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کردیتی ہے - اور ایک روایت مین یون ہے کہ جب تو اُسکے پاس جاوے تو گالی دے اور جب اُسکے پاس نہو تو تیری خیانت کرے - اور اُن عورتون کے حق مین جو بہتر سب عورتون سے ہین یعنی اپنی ازواج طاہرات کو ارشاد فرمایا اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ - مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض سخت مین مبتلا ہوے اور طاقت نماز پڑھانے کی نرہی تو ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رض سے کہو کہ نماز پڑھاوے حضرت عائشہ رض نے عرض کیا کہ میرا باپ نرم دل ہے جب آپکی جگہ خالی دیکھیگا تو بیتاب ہو جاویگا اس وقت آپنے یہ جملہ ارشاد فرمایا یعنی تم جو ابوبکر رض کو نماز کی امامت نہین کرنے دیتی ہو تو یہ امر حق بات سے خواہش نفس کی طرف رغبت کرنا ہے - اور جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راز آپکی ازواج نے فاش کردیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا یعنی تمھارے دل ٹیڑھے ہو گئے اور یہ آپکی ازواج مین سے بہتر کی شان مین ارشاد فرمایا - اور ایک حدیث شریف مین ارشاد فرمایا لَا يُفْلِحُ قَوْمٌ تَمْلِكُهُمْ امْرَاَةٌ اور حضرت عمر رض کو جب اُنکی بی بی نے جواب [illegible]

طبرانی بروایت فضالہ بن عبید ۱۲ م ح

یوسف علیہ السلام کی ساتھ والیان ۱۲ بخاری و مسلم بروایت عائشہ ۱۲

یعنی اگر تم دونون توبہ کرلو تو ٹھیک ہے بیشک [illegible] دل تمھارا ۱۲ م ح

نہین فلاح ہوگی اس قوم کی جنکی مالک ایک عورت ہو ۱۲ بخاری بروایت ابی بکرہ ۱۲

اُسکو جھڑکا اور فرمایا کہ تو گھر کے کونے مین ایک کھلونے کی طرح ہی اگر ہمکو تیری حاجت ہوئی تو خیر ورنہ چپ چاپ بیٹھی رہا کر۔ غرضکہ عورت مین دو امر ہوتے ہین ایک بُرائی دوسرے کم زوری اور اسکی بُرائی کا علاج تو سیاست اور خشونت ہی اور اُسکی کم زوری کا علاج دل لگی کرنا اور رحم کرنا ہی تو جس طرح طبیب ماہر جتنا مرض دیکھتا ہی اتنا ہی علاج کرتا ہی اسی طرح اول آدمی کو عورت کے عادات کا حال تجربہ سے معلوم کرنا چاہیے پھر اُس سے ویسا معاملہ برتنا چاہیے جیسا اُسکا حال مقتضی ہو۔ **پانچوان ادب** غیرت مین اعتدال رکھنا ہی یعنی جن امور کی خرابی کا اندیشہ ہو اُنکی ابتدا سے غفلت نہ کرنی اور عورتون پر بدگمانی اور باطن کی تلاش مین مبالغہ نہ کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون کے خفیہ امور کے درپے ہونے سے منع فرمایا ہی اور بعض روایتون مین یہ ہی کہ عورتون کے پاس اچانک چلے جانے سے منع فرمایا ہی۔ اور جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی سفر سے رجعت فرمائی تو مدینہ منورہ مین داخل ہونے سے پیشتر ارشاد فرمایا کہ رات کو عورتون کے پاس مت جانا اس حکم کے خلاف دو شخص آگے بڑھ گئے اور ہر ایک نے اپنے گھر مین بُری بات دیکھی اور ایک حدیث مشہور مین ہی المرأة کالضلع ان قومته کسرته فدعه تستمتع به علی عوج اور یہ عورت کے اخلاق کی تہذیب مین ارشاد فرمایا اور نیز فرمایا ان من الغیرة غیرة یبغضها اللہ عز وجل وھی غیرة الرجل علی اھلہ من غیر ریبة اسلیے کہ ایسی غیرت از قبیل بدگمانی ہی جسکی ہمکو ممانعت ہی کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہین۔ اور حضرت علی رضہ ارشاد فرماتے ہین کہ اپنی گھروالی پر زیادہ غیرت نہ کرو ایسا نہو کہ تمھارے ہی سبب سے وہ بدنام ہو جاوے۔ اور غیرت اپنے موقع پر اچھی چیز ہی وہ آدمی مین ضرور ہونی چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی غیرت کرتا ہی اور ایماندار غیرت کرتا ہی اور اللہ تعالی کی غیرت ایک یہ ہی کہ اُسنے جو چیز آدمی پر حرام فرما دی آدمی اُسکا مرتکب ہو اور نیز فرمایا کہ تم لوگ سعد کی غیرت سے کیا تعجب کرتے ہو مین بخدا سعد کی نسبت کر زیادہ غیرت رکھتا ہون اور اللہ تعالی مجھ سے زیادہ غیرت والا ہی اور یہ اللہ تعالی کی غیرت کا باعث ہی کہ اُسنے ظاہر اور باطن کی برائیون کو حرام فرمایا اور اللہ تعالی کی نسبت کے کوئی ایسا نہین کہ جسکو عذر کرنا زیادہ پسند ہو اور یہی وجہ ہی کہ اُسنے ڈرانے والے اور بشارت دینے والے مبعوث فرمائے اور نہ کوئی ایسا ہی کہ اُس سے بڑھکر اُسکو تعریف پسند ہو اور یہین جہت جنت کا وعدہ فرمایا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مین نے شب معراج مین جنت کے اندر ایک محل دیکھا اور اُسکے صحن مین ایک لونڈی تھی مین نے پوچھا کہ یہ محل کسکا ہی کسی نے جواب دیا کہ عمر کا ہی مین نے چاہا کہ اُسکو دیکھون مگر اے عمر رضہ مجھکو تیری غیرت یاد آئی حضرت عمر رضہ رو پڑے اور عرض کیا کہ مین کیا آپ پر غیرت کرونگا حضرت حسن بصری رح فرمایا کرتے کہ کیا تم اپنی عورتونکو چھوڑ دیتے ہو کہ بازارون مین کافرون سے رگڑ کر چلین خدا تعالی بُرا کرے اُسکا جو غیرت نہ رکھتا ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ان من الغیرة ما یحبہ اللہ ومنھا ما یبغضہ اللہ ومن الخیلاء ما یحبہ اللہ ومنھا ما یبغضہ اللہ فاما الغیرة التی یحبھا اللہ فالغیرة فی الریبة والغیرة التی یبغضھا اللہ فالغیرة فی غیر ریبة والاختیال الذی یحبہ اللہ اختیال الرجل بنفسہ عند القتال وعند الصدقة والاختیال الذی یبغضہ اللہ الاختیال فی الباطل اور نیز فرمایا کہ مین غیرت والا ہون اور جو مرد کہ غیرت نہ کرتا ہو وہ اندھے دل کا آدمی ہی۔ اور غیرت کی ضرورت نہ ہوسکنے کی یہ تدبیر ہی کہ اُسکے پاس مرد نہ آوین اور نہ وہ بازارون مین نکلے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضہ سے پوچھا کہ عورت کے لیے کون سی چیز بہتر ہی اُنھون نے عرض کیا کہ بہتر یہ ہی کہ نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ کوئی مرد اُسکو دیکھے آپ نے اُنکو چھاتی سے لگا لیا اور فرمایا شقیقة اعرفھا من اکرم یعنی کیون نہو کیسے باپ کی بیٹی ہی اور اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوارون کے تابدان اور سوراخ بند کر دیا کرتے تھے کہ عورتین مردون کو نہ جھانکین۔ اور حضرت معاذ رضہ نے اپنی بی بی کو روشندان سے جھانکتے ہوے دیکھکر سزا دی اور ایک دفعہ دیکھا کہ اُنکی بی بی نے ایک سیب مین سے کچھ کھا کر بقیہ اُنکے غلام کو دے دیا آپ نے اسپر بھی سزا دی۔ اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ عورتون کو عمدہ پوشاک نہ دو گھرون مین بیٹھی رہینگی۔ اور یہ اسلیے فرمایا کہ عورتین خراب خستہ حالت مین باہر جانے کی رغبت نہین کرتین گویا یہ مثل فارسی حضرت عمر رضہ کے قول سے ماخوذ ہی عصمت بی بی ست بے چادری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اپنی بیبیون کو گھر دینا

رہنے کی عادت ڈالو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول عورتون کو مسجد مین جانے کی اجازت دی تھی اور اب بڑھیون کے سوا اورون کو اجازت نہونی بہتر بلکہ یہ امر صحابہ رض کے زمانہ مین بھی قرین صواب تھا یہان تک کہ حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتین معلوم ہوتین جو آپ کے بعد عورتون نے پیدا کی ہین تو انکو باہر نکلنے سے بیشک منع فرماتے اور جب کہ حضرت عمر رض نے یہ حدیث بیان کی لَا تَمْنَعُوا اِمَاءَ اللّٰہِ مَسَاجِدَ اللّٰہِ تو انکے کسی لڑکے نے کہا کہ ہم تو بخدا انکو منع کرینگے پس آپ نے اُسکو مارا اور غصہ ہوے اور فرمایا کہ تو میرا کہنا نہین سنتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا فرماتے ہین پھر اُسکے نہ ماننے کے کیا معنی - اور حضرت ابن عمر رض کے لڑکے نے جو مخالفت پر جرأت کی تو یہی وجہ تھی کہ زمانے کے بدل جانے کا حال انکو معلوم تھا اور اُنکے پدر بزرگوار کی خفگی کا یہ سبب تھا کہ بظاہر لفظ مخالفت حدیث منھ سے نکالا اور کچھ عذر بیان نہ کیا - اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون کو عید مین بالخصوص نکلنے کی اجازت دی تھی مگر مشروط باجازت اپنے خاوندون کے اور اس زمانہ مین بھی پارسا عورت کو باجازت اپنے شوہر کے نکلنا مباح ہی مگر نہ نکلنے مین احتیاط زیادہ ہی - اور عورت کو چاہیے کہ بدون کسی امر ضروری کے نہ نکلے کیونکہ تماشون اور غیر ضروری کامون کے لیے نکلنا شرافت کا مخل ہی اور بعض اوقات فساد بھی اُٹھ کھڑا ہوتا ہی پھر اگر گھر سے نکلے تو چاہیے کہ مردون اور عورتون سے اپنی آنکھین نیچی رکھے اور یہ ہم نہین کہتے کہ مرد کا چہرہ عورت کے حق مین داخل ستر ہی جیسے عورت کا چہرہ مرد کے حق مین ہی بلکہ اسکو ایسا جاننا چاہیے کہ جیسے امرد کا چہرہ مرد کے حق مین ہی کہ فتنہ کے خوف کے وقت مرد کو اُسکا دیکھنا حرام ہی اسی طرح عورت کو مرد کا چہرہ فتنہ کے خوف کی حالت مین دیکھنا حرام ہی اور اگر خوف فتنہ نہین تو حرمت بھی نہین اسلیے کہ مرد زمانہ پیشین مین ہمیشہ کھلے منھ پھرتے تھے اور عورتین نقاب ڈال کر نکلتی تھین اگر مردون کے چہرے عورتون کے حق مین داخل ستر ہوتے تو مردون کو نقاب ڈالنے کا حکم ہوتا یا بدون ضرورت عورتون کو نکلنے سے منع کر دیا جاتا - چھٹا ادب یہ ہی کہ نفقہ مین اعتدال کرے یعنی نہ تو نفقہ تنگی کے طور پر ہووے اور نہ اُسمین اسراف کرنا چاہیے بلکہ متوسط طور پر دیوے - اللہ تعالی فرماتا ہی كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا اور فرمایا وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ اور دوسری جا ارشاد ہی دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِينٍ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ اور کہتے ہین کہ حضرت علی رض کی چار بیبیان تھین آپ اُنمین سے ہر ایک کے لیے ہر چار روز مین ایک درم کا گوشت مول لے دیا کرتے تھے اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہی کہ سلف کے اکابر مردون مین فراخ حال رہتے تھے اور لوازم خانگی اور کپڑون مین میانہ روی اور متوسط چال برتتے تھے - اور ابن سیرین رح کا قول ہی کہ مرد کو مستحب ہی کہ ہر ہفتہ مین اپنے گھر والون کے لیے فالودہ بنا دیا کرے اور ہر چند شیرینی کوئی ضروریات مین سے نہین مگر اُسکا بالکل ترک کر دینا عادت کے بخل مین داخل ہی اور مرد کو چاہیے کہ اپنی بی بی سے کہدے کہ بچا ہوا کھانا اور وہ چیز جو رکھنے سے بگڑ جاوے خیرات کر دیا کرے کہ یہ خیرات کا ادنی درجہ ہی اور عورت کو جائز ہی کہ اس قسم کی خیرات بدون شوہر کے حکم صریح کے بھی کر دیا کرے - اور مرد کو نہ چاہیے کہ اپنے آپ عمدہ کھانا کھاوے اور گھر والون کو اُسمین سے نہ کھلاوے کہ یہ امر سینہ کو کینہ سے پُر کرتا ہی اور اچھی طرح اہل و عیال کے ساتھ رہنے سے بعید ہی پس اگر مرد کو ایسی ہی تنہا خوری منظور ہو تو چاہیے کہ چھپکر کھاوے کہ گھر والون کو اُسکی اطلاع نہو اور یہ بھی نہین چاہیے کہ گھر والون کے سامنے ایسے کھانے کا ذکر کرے جسکا اُنکو کھانا منظور نہو - اور جب کھانا کھانے بیٹھے تو سب گھر والون کو اپنے ساتھ بٹھالے کہ حضرت سفیان ثوری سے منقول ہی کہ فرماتے ہین کہ ہم نے ایسا سنا ہی کہ اللہ تعالی اور اُسکے فرشتے اُن گھر والون پر رحمت بھیجتے ہین جو ایک جا ہو کر کھانا کھاتے ہین - اور نفقہ کے باب مین زیادہ تر لحاظ اس بات کا چاہیے کہ عورت کو حلال کمائی سے کھانا کھلاوے اور اُسکے نفقہ کی وجہ سے بُری بُری آمدنیون مین نہ جا پڑے کہ اس صورت مین رعایت اہل و رکھا خدا اور گنہگار ہوگا اور ہم نکاح کی آفتون کے بیان مین جو اخبار اس باب مین ہین انکو بیان کر چکے ہین - ساتوان ادب یہ ہی کہ مرد کو حیض کے احکام سیکھنے چاہییں کہ اُسمین عورت مین کس کس بات سے احتراز رکھنا واجب ہی اور عورت کو

۱۲ یعنی ایک دینار کو تو جہاد مین خرچ کرے اور ایک کو غلام آزاد کرنے مین اور ایک کو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور ایک کو اپنے اہل پر خرچ کرے تو ان سب مین ثواب زیادہ اُسکا ہی جسکو تو نے اپنے اہل پر خرچ کیا ۱۲ مسلم بروایت ابی ہریرہ ۱۲

نماز کے احکام سکھانے چاہئین کہ ان ایام مین کونسی نماز قضا پڑھے اور کونسی کی قضا نہ پڑھے کیونکہ قرآن مجید مین مرد کو حکم ہو کہ اپنی بی بی کو دوزخ سے بچاوے چنانچہ ارشاد ہی قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا اسلیے مرد پر لازم ہی کہ عورت کو اہل سنت کا عقیدہ سکھلاوے اور اگر اسنے بدعت پر کان دیا ہو تو اسکو اسکے دل سے دور کرے اور اگر دین کے معاملہ مین سستی کرتی ہو تو اسکو اللہ تعالی کے عذاب سے ڈراوے اور حیض اور استحاضہ کے مسائل مین سے جنکی اسکو ضرورت ہوتی ہو بتاوے اور ہرچند استحاضہ کا علم بڑا ہی مگر تاہم عورتون کو حیض کے احکام مین سے ان نمازون کا ضرور بتا دینا چاہیے جنکو وہ قضا پڑھے مثلاً اگر اسکو حیض مغرب سے پیشتر ایسی طرح بند ہوا ہو کہ ایک رکعت پڑھ سکتی ہو تو اسکو ظہر اور عصر کی قضا لازم ہی اور جس صورت مین کہ صبح کے ہونے سے ایک رکعت کی مقدار پیشتر بند ہوا ہو تو اسپر مغرب اور عشا کی قضا چاہیے اور یہ بات ایسی ہی کہ عورتین اسکا لحاظ کم کرتی ہین۔ پھر جس صورت مین کہ شوہر اسکی تعلیم کا متکفل ہو تو اسکو جائز نہین کہ مسائل کے پوچھنے کے لیے عالمون کے پاس جاوے اور اگر مرد کم علم ہو مگر اسکی طرف سے سوال کا جواب مفتی سے پوچھکر اسکو کہہ دیتا ہو تب بھی اسکو باہر نکلنا درست نہین اور اگر یہ امر بھی نہو تب البتہ اسکو سوال کے لیے نکلنا جائز بلکہ واجب ہی اور مرد اگر منع کریگا تو گنہگار ہوگا اور اگر اسقدر سیکھ چکی ہو کہ فرائض آگئے ہون تو پھر کسی مجلس وعظ مین خواہ سیکھنے کے لیے اسکو نکلنا بدون اجازت شوہر کے درست نہین اور جس صورت مین کہ عورت حیض اور استحاضہ کے احکام مین سے کوئی حکم نہ جانتی ہو اور اسپر عمل نہ کرے اور شوہر نے اسکو تعلیم نہ کیا ہو تو شوہر خود اسکے ساتھ جاوے ورنہ گناہ مین اسکا شریک ہوگا۔

آٹھوان ادب یہ ہی کہ جب مرد کے کئی بیبیان ہون تو چاہیے کہ انکے درمیان عدل کرے اور ایک کی طرف زیادہ نہ جھکے اور ایسی ہی اگر سفر کو نکلے اور انمین سے ایک کو ساتھ لیجانا چاہے تو چاہیے کہ قرعہ ڈال کر جسکا نام نکلے اسکو ساتھ لے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کیا کرتے پھر اگر کسی بی بی کی باری چھوڑ دے تو اسکی قضا کرے کہ باری کا قضا کرنا اسپر واجب ہی اور بیبیون کی کثرت کی صورت مین عدل کے احکام جاننے کی ضرورت ہی جنکا بیان طویل ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ نے فرمایا ہی مَنْ كَانَ لَهٗ اِمْرَاَتَانِ وَمَالَ اِلٰى اَحَدِهِمَا دُوْنَ الْاُخْرٰى جَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَحَدُ شِقَّيْهِ مَائِلٌ اور ایک روایت مین بجائے مَالَ اِلٰى اَحَدِهِمَا کے لَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا ہی یعنی دونون مین عدل نہ کیا ہو۔ اور مرد پر عدل صرف دینے مین اور سونے مین واجب ہی مگر دوستی اور صحبت مین واجب نہین کیونکہ یہ امر آدمی کے اختیار مین داخل نہین اللہ تعالی فرماتا ہی وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ یعنی خواہش قلبی اور جی کی رغبت مین عدل مت کرو اور صحبت بھی اسی کی تابع ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو نفقہ دینے اور رات کو انکے پاس رہنے مین عدل فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ الٰہی جس چیز مین میرا قابو ہی اسمین میری کوشش یہ ہی جو مین نے کی اور جس چیز کا مالک تو ہی اور میری بس کی نہین اسکی طاقت مجکو نہین یعنی محبت قلبی میرے اختیار مین نہین اور حضرت عائشہ رضہ سب ازواج طاہرات کی نسبت کہ آپ کو زیادہ محبوب تھین اور سب اس بات کو جانتی تھین۔ اور مرض اخیر مین ہر روز آپ کی چارپائی جس بی بی کی نوبت ہوتی تھی اسکے یہان پہونچا دیتے تھے آپ رات کو رہتے اور پوچھتے کہ صبح مین کہان رہونگا ایک بی بی نے انمین سے جان لیا کہ آپ کی مرضی حضرت عائشہ رضہ کی باری پوچھنے سے ہی پھر سب بیبیون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم ہمنے آپ کو اجازت دی کہ آپ حضرت عائشہ رضہ کے گھر مین رہین کہ ہر شب اٹھا کر پہونچانے مین آپ کو تکلیف ہوتی ہی آپ نے فرمایا کہ سب اس امر پر راضی ہین عرض کیا کہ سب راضی ہین فرمایا کہ مجکو عائشہ کے گھر لے چلو۔ اور جب کوئی عورت اپنی باری دوسری کو بخش دیوے اور شوہر بھی راضی ہو جاوے تو اسکا حق ثابت ہو جاویگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین سودہ رضہ کو عمر کے زیادہ ہونے کی جہت سے طلاق دینے کا ارادہ فرمایا انھون نے اپنی باری حضرت عائشہ رضہ کو ہبہ کر دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی درخواست کی کہ مجکو طلاق نہ دیجیے تاکہ قیامت مین آپ کی بیبیون کے زمرہ مین میرا حشر ہو آپ نے انکی درخواست منظور فرمائی اور نوبت انکے لیے مقرر نہ فرماتے تھے بلکہ حضرت عائشہ رضہ کی نوبت دو راتین اور باقی بیبیون کی ایک ایک رات فرماتے تھے لیکن آنحضرت صلعم

اپنے حسن عدل اور قوت کے باعث صحبت میں بھی عدل فرماتے تھے یعنی اگر اپنی بیبیوں میں سے کسی پر آپ کا نفس راغب ہوتا اور اسکی باری اس روز نہ ہوتی اور اس سے آپ صحبت کرتے تو اس روز یا اس شب میں سب بیبیوں سے صحبت فرماتے جیسا کہ حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب میں اپنی سب ازواج سے صحبت فرمائی اور حضرت انس رضہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک دن میں دوپہر کے وقت نو بیبیوں سے صحبت کی۔ نواں ادب یہ ہے کہ جس صورت میں زن وشوہر میں جھگڑا واقع ہو اور نا اتفاقی کی صورت باقی رہے تو اگر نا موافقت دونوں کی طرف سے ہو خواہ مرد کی جانب سے تو اس صورت میں نہ تو عورت کو اپنے شوہر پر قابو اور نہ مرد کو عورت کے درست کرنے کا اختیار ہو اسلیے دو پنچوں کا ہونا ضرور ہوا ایک تو شوہر کے گھرانے کا اور دوسرا عورت کے گھرانے کا کہ وہ دونوں پنچ ان دونوں کا حال دیکھکر اگر آپس میں صلح چاہتے ہوں تو صلح کرادیں۔ اور حضرت عمر رضہ نے زن وشوہر میں صلح کرنے کے لیے ایک حکم مقرر فرمایا وہ شخص واپس آیا اور اصلاح نہ کی آپ نے درہ سے اسکی خبر لی اور فرمایا کہ خدا تعالی تو فرماتا ہے اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَہُمَا یعنی اگر زن وشوہر کو صلح کرنی منظور ہوگی تو اللہ تعالی ان دونوں میں موافقت پیدا کر دیگا پھر تو بدون صلح کرائے کیسے چلا آیا وہ شخص دوبارہ گیا اور نیت کو درست کر کے مرد وعورت سے بلا انسیت پیش آیا اور دونوں میں صلح کرادی۔ اور اگر نا فرمانی خاص عورت کی جانب سے ہو تو مرد عورتوں پر زبردست ہیں مرد کو چاہیے کہ اسکو ادب دیوے اور زبردستی اسکو فرمانبردار کرے اور اسی طرح اگر عورت نماز نہ پڑھتی ہو تو مرد کو چاہیے کہ اس سے زبردستی نماز پڑھواوے لیکن تادیب میں تدریج کا لحاظ رکھنا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ اول نصیحت کرے اور عذاب اخروی اور اپنی سزا سے ڈراوے اور اگر یہ امر مفید نہ ہو تو سونے میں اسکی طرف پشت پھیر کر لیٹے یا اپنا بستر علیحدہ کرے مگر ایک ہی گھر میں رہے اور تین راتوں تک یہی معاملہ کرے اگر یہ بھی اسکو کچھ اثر نہ کرے تو پھر ایسی طرح مارے کہ اسکو تکلیف تو ہو لیکن زخم نہ پہونچے اور نہ ہڈی ٹوٹے اور منھ پر نہ مارے کہ اس سے ممانعت ہے۔ اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ عورت کا حق مرد پر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جب آپ کھاوے اسکو کھلاوے اور جب آپ پہنے اسکو پہناوے اور اسکو برا نہ کہے کہ خدا تیرا منھ برا کرے اور اسکو جب مارے تو سخت مار نہ مارے اور جب اسکے پاس سونے سے علیحدگی کرے تو اسی گھر میں رہے اور مرد کو درست ہے کہ عورت کے دین کے امور میں سے کسی پر غصہ کر بیٹھے اور پاس سونا دس بیس روز خواہ مہینا بھر چھوڑ دے اور یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا ہے یعنی جب آپ نے ام المومنین زینب رضہ کے پاس کچھ تحفہ بھیجا اور انھوں نے اسکو ہٹا دیا تو جس بی بی کے گھر میں آپ تشریف رکھتے تھے انھوں نے عرض کیا کہ آپ کی زینب نے بے قدری کی کہ آپ کا تحفہ پھیر دیا آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالی کے نزدیک زیادہ ذلیل ہو اس سے کہ میری بیقدری کرو پھر آپ ایک مہینہ بھر اپنی سب بیبیوں پر غصہ ہوے بعد ایک مہینہ کے انکے پاس گئے۔ دسواں ادب صحبت کے آداب میں ہے مستحب ہے کہ بسم اللہ سے شروع کرے اور سورۂ اخلاص پڑھے اور تکبیر وتہلیل کہے پھر یوں کہے بِسْمِ اللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہَا ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً اِنْ کُنْتَ قَدَّرْتَ اَنْ تُخْرِجَ ذٰلِکَ مِنْ صُلْبِیْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا اَتٰی اَہْلَہٗ قَالَ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنِی الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَاِنْ کَانَ بَیْنَھُمَا وَلَدٌ لَمْ یَضُرَّہُ الشَّیْطَانُ غرضکہ یہ پڑھکر صحبت کرے اور جب انزال کے قریب ہو تو اپنے جی میں یہ پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِہْرًا اور بعض اصحاب حدیث اللہ اکبر ایسے پکار کر کہتے کہ گھر والے انکی آواز سنتے۔ اور صحبت کے وقت قبلہ کی جانب سے ہٹا ہوا ہووے کہ تعظیم قبلہ اسی کی مقتضی ہے اور چاہیے کہ اپنے آپ کو اور اپنی بی بی کو کسی کپڑے سے ڈھانپ لے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک ڈھانپ لیتے تھے اور آواز پست کرتے تھے اور بی بی سے ارشاد فرماتے تھے کہ وقار کے ساتھ رہو۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب میاں بی بی صحبت کیا چاہیں تو گدھوں کی طرح ننگے نہ ہوں اور صحبت سے پیشتر نرم گفتگو کرنی اور بوسہ دینا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنی بی بی پر ایسی طرح نہ جا پڑے جیسے چوپایہ پڑتا ہے بلکہ زن وشوہر میں اول ایلچی ہونا چاہیے لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایلچی کیا ہے آپ نے فرمایا کہ بوسہ اور کلام۔ اور فرمایا کہ مرد میں تین باتیں عاجزی پر دال ہیں

اول یہ کہ جسکی آشنائی پسند کرتا ہو اُس سے ملاقات کرے اور پیشتر اِس سے کہ اُسکے نام اور نسب سے واقف ہو اُس سے جدا ہو جاوے — دوسرے یہ کہ کوئی شخص اُسکی تعظیم کرے اور کچھ ہدیہ دیوے اور یہ وہ چیز نہ لیوے اور بیٹھا دیوے تیسرے یہ کہ اپنی لونڈی خواہ بی بی سے صحبت کرنی چاہے اور بدون اِس بات کے کہ اُس سے بات کرے اور اُنس پیدا کرے اور پاس لیٹے اُس سے صحبت کرنے لگے اور اپنی حاجت پوری کرلے اُسکی حاجت پوری نہ ہونے دے۔ اور تین راتون مین صحبت کرنی مکروہ ہی ایک مہینے کی اول شب دوم آخر شب سوم پندرھوین شب کہتے ہین کہ اِن تینون راتون مین صحبت کے وقت شیطان موجود ہوتے ہین اور بعض یہ کہتے ہین کہ اِن راتون مین شیطان صحبت کیا کرتے ہین اور اِس امر کی کراہت اِن راتون مین حضرت علی اور معاویہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہی — اور بعض علما نے جمعہ کے دن اور اُسکی شب مین صحبت کو مستحب کہا ہی اِس حدیث کے ایک معنی کے لحاظ سے رَحِمَ اللّٰہُ مَنْ غَسَلَ وَ اغْتَسَلَ الحدیث پھر جب مرد کو انزال ہو جاوے تو چاہیے کہ اُسی طرح کچھ ٹھہرا رہے تاکہ عورت کا مطلب بھی پورا ہو جاوے کیونکہ بعض اوقات عورت کو انزال دیر کر ہوتا ہی تو اُسوقت مرد کا اُس سے کنارہ کرنا اُسکو ایذا دینا ہی اور انزال مین سرشت کی رو سے اختلاف ہونا نفرت کا باعث ہوتا ہی بشرطیکہ مرد کو انزال پیشتر ہوتا ہو اور انزال کا ایک ساتھ ہونا عورت کو زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہی اِس وجہ سے کہ اِس صورت مین مرد کو عورت کے انزال کی خبر نہین ہوتی ورنہ وہ مرد کی اطلاع سے حیا کرتی ہی — اور مرد کو چاہیے کہ ہر چار روز مین ایک بار عورت کے پاس آوے کیونکہ عورتون کی تعداد چار ہو سکتی ہی اور سب مین عدل کے لحاظ سے اِس حد تک تاخیر جائز ہی ہان اِس حد سے زیادہ اور کم کرسکتا ہی بلحاظ عورت کی حاجت کے اور اُسکے پارسا رکھنے کے اِس لیے کہ عورت کا عفیفہ رکھنا مرد پر واجب ہی گو صحبت کا مطالبہ ثابت نہین ہوتا کیونکہ اُسکا مطالبہ اور اُسکا پورا کرنا مشکل ہی اور ایام حیض مین اور اُنکے گذرنے کے بعد نہانے سے پیشتر عورت سے صحبت نہ کرے کہ نص قرآنی سے اُسکی حرمت ثابت ہی اور کہتے ہین کہ اِس سے اولاد مجذوم یعنی کوڑھی ہو جاتی ہی اور سوا صحبت کے ایام حیض مین عورت کے تمام بدن سے فائدہ لینا جائز ہی اور پشت کی طرف صحبت کرنی یعنی لواطت درست نہین اِسلیے کہ حیض والی عورت سے صحبت کرنی ایذا کی جہت سے حرام ہوئی ہی اور دوسرے مقام مین صحبت کرنے سے ہمیشہ تکلیف ہوتی ہی تو اُسکی حرمت زیادہ سخت ہی بہ نسبت حیض والی کی صحبت کے۔ اور اللہ تعالی نے جو فرمایا ہی فَاْتُوا حَرْثَكُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ اِسکے یہ معنی ہین کہ جس وقت چاہو اپنی کھیتی کو آؤ یہ غرض نہین کہ جس طرف سے چاہو صحبت کرو — مترجم کہتا ہی کہ یہ مطلب مصنف نے لفظ حرث سے نکالا یعنی کھیتی وہی ہی جس مین تخم ریزی سے کچھ اُگے اور چونکہ دوسری طرف کی صحبت سے یہ غرض حاصل نہین ہوتی اِس سبب وہ اُس مین داخل بھی نہین ہوسکتی اور مرد کو جائز ہی کہ عورت کے ہاتھ سے اپنی منی نکلوا دے اور سوا صحبت کے پاجامے کے اندر جس جگہ سے چاہے تمتع لے اور عورت کو چاہیے کہ ایام حیض مین ناف سے لیکر گھٹنون کے اوپر تک ایک کپڑا باندھ لے کہ مستحب ہی — اور مرد کو درست ہی کہ ایام حیض مین عورت کے ساتھ کھانا کھاوے اور پاس لیٹنے وغیرہ مین اُس سے میل رکھے یعنی اُس سے علیحدہ رہنا واجب نہین اور اگر یہ منظور ہو کہ ایک بار صحبت کرکے پھر کرے تو چاہیے کہ اپنا ذکر دھو ڈالے اور اگر احتلام ہو جاوے اور اُسکے بعد صحبت کرنا چاہے تو اول ذکر دھو ڈالے یا پیشاب کرلے اور بدون اِن دونون باتون مین سے ایک کے کرنیکے صحبت نہ کرے — اور اول شب مین صحبت مکروہ ہی اِس خوف سے کہ ناپاکی کی حالت مین سونا نہ پڑے اور جس صورت مین کہ صحبت کے بعد سونا یا کچھ کھانا منظور ہو تو چاہیے کہ نماز کے لیے جیسے وضو کرتے ہین ویسے وضو کرلیوے کہ یہ امر مسنون ہی چنانچہ حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ ہم مین سے کوئی ناپاکی کی حالت مین سو سکتا ہی کہ نہین آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہان اگر وضو کرلے اور اِس باب مین اجازت بھی وارد ہی حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت مین سو رہتے تھے بدون اسکے کہ پانی کو ہاتھ لگاوین اور جبکہ اپنے بستر پر آوے تو اُسکو پونچھ دے یا جھاڑ ڈالے اسلیے کہ اُسکو کیا معلوم ہی کہ پیچھے اُسپر کیا چیز پڑ گئی ہوگی — اور جنابت کی حالت مین سر منڈانا اور ناخن کٹوانے

اور ناخن

اور اُسترہ لینا یا خون نکالنا یا اپنے بدن سے کوئی چیز علیحدہ کرنا نہیں چاہیے کیونکہ یہ آخرت میں تمام اجزا اُسکے پاس واپس آوینگے پس ناپاک
اجزا کا لانا اچھا نہیں اور کہتے ہیں کہ ہر ایک بال آدمی سے اپنی ناپاکی کا مطالبہ کریگا۔ اور صحبت کے آداب میں سے یہ ہی کہ منی کا اخراج باہر کرے
بلکہ پانی کو کھیتی کی جگہ یعنی رحم ہی میں چھوڑے کہ جو روح خداتعالی کو پیدا کرنی منظور ہی وہ تو پیدا ہو کر رہیگی پھر باہر انزال سے کیا فائدہ ہی۔ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس باب میں ایسا ہی ارشاد فرمایا ہی۔ پھر اگر انزال باہر کرے تو علما اس فعل کے مباح و مکروہ ہونے میں
چار مذہب مختلف رکھتے ہیں بعض ہر حال میں مباح مطلق فرماتے ہیں اور بعض ہر صورت میں حرام کہتے ہیں اور بعض کا قول ہی کہ عورت کی
رضامندی سے جائز ہی اور بدون اُسکی رضا کے ناجائز انکا مطلب گویا یہ ہی کہ ایذا دینی حرام ہی نہ باہر انزال کرنا اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ
فعل لونڈی کے ساتھ میں درست ہی آزاد عورت کے ساتھ صحبت کرنے میں درست نہیں۔ اور ہمارے نزدیک صحیح یہ ہی کہ یہ فعل مباح ہی
اور اسمیں کراہت بمعنی ترک اولی ہی یعنی کراہت کا اطلاق تین معنون پر ہوتا ہی ایک نہی تحریمی ایک نہی تنزیہی ایک ترک اولی۔ تو اس
فعل میں تیسرے معنون کی کراہت ہی جیسے کہتے ہیں کہ مسجد میں بیٹھنے والے کو خالی بیٹھا رہنا بدون ذکر اور نماز کے مکروہ ہی یا جو شخص
مکہ معظمہ میں رہتا ہو اُسکو ہر سال حج کا نہ کرنا مکروہ ہی تو اس جگہ بھی مکروہ کے معنی یہی ہیں کہ امر فضل اور اولی کا ترک ہی اور جو فضیلت کہ
اولاد کے باب میں ہم نے بیان کی ہی اُس سے یہ مضمون پایۂ ثبوت کو پہونچ جاتا ہی اور اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ آدمی اپنی بی بی سے صحبت کرتا ہی تو اُسکے لیے اس صحبت کے عوض میں اُس مذکر بچے کا ثواب لکھا جاتا ہی جو خدا کی راہ میں لڑکر مارا جاوے
اور یہ اسلیے ارشاد فرمایا کہ اگر بالفرض اُسکے ایسا ہی لڑکا پیدا ہو تو اس شخص کو اُسکے سبب ہونے کا ثواب ملیگا باوجودیکہ بچہ کا پیدا کرنے والا اور زندہ
رکھنے والا اور جہاد پر قدرت دینے والا خداتعالی ہی مگر جو کام آدمی کا تھا یعنی سبب ظاہری بجا لانا اور صحبت کا کرنا اُسکو آدمی نے کیا اور اُسکا یہی کرنا
بچہ کی پیدایش کا سبب جب ہی ہوگا کہ جب منی کو رحم کے اندر ڈالیگا۔ اور یہ جو ہمنے کہا کہ اس فعل میں کراہت تحریمی اور تنزیہی نہیں اُسکی وجہ یہ ہی
کہ نہی کا ثبوت نص سے یا منصوص چیز پر قیاس کرنے سے ہو سکتا ہی اور یہاں نہ کوئی نص صریح ہی اور نہ کوئی اصل ہی جسپر قیاس نہی کا کیا جاوے
بلکہ ایک اصل ہی جسپر اباحت کا قیاس ہو سکتا ہی وہ یہ ہی کہ سرے سے نکاح نہ کرنا یا نکاح کے بعد صحبت کو ترک کرنا یا دخول کے بعد انزال اندر نہ ہونے دینا
کہ یہ سب باتیں افضل بات کے ترک کرنے کی ہیں نہ نہی کے ارتکاب کی اور ان تینوں میں کچھ فرق نہیں اس لیے کہ بچہ رحم میں نطفہ کے پڑنے سے بنتا ہی
اور اُسکے چار سبب ہیں اول نکاح دوم صحبت سوم بعد صحبت کے انزال تک توقف چہارم انزال کے بعد ٹھہرنا تاکہ نطفہ رحم میں پڑ جاوے۔ اور ان
سببوں میں سے کوئی سبب زیادہ قریب ہی بہ نسبت دوسرے کے پس چوتھے سبب سے رکے رہنا ایسا ہی جیسے تیسرے سے رکنا اور تیسرا سبب
دوسرے کے مانند ہی اور دوسرا اول جیسا ہی اور ان سببوں سے رکنا ایسا نہیں حمل کا گرانا اور زندہ بچے کو داب دینا اسلیے کہ یہ دونوں صورتیں ایک
موجود چیز پر ستم کرنے کی ہیں پھر اسکے بھی کئی مراتب ہیں کیونکہ وجود کے مراتب میں سے اول یہ ہی کہ نطفہ رحم میں واقع ہو اور عورت کی منی سے مل کر
زندگی کی قابلیت بہم پہونچاوے اس حالت میں اُسکا تلف کرنا خطا ہی پھر اگر وہ نطفہ خون منجمد یا گوشت کا لوتھڑا ہو جاوے تو خطا پہلے کی نسبت کہ
زیادہ ہوگی اور جب پیدایش کامل ہو جاوے اور روح بھی پڑ جاوے تو اُسوقت میں ضائع کرنا اور بھی بُرا ہوگا اور سب سے زیادہ خطا اُسوقت
ہوگا کہ بچہ جب زندہ ماں کے پیٹ سے علیحدہ ہووے اور اُسوقت اُسکو تلف کیا جاوے۔ اور وجود کے مراتب کا شروع جو ہمنے رحم میں نطفہ کے
پڑنے کو کہا اور منی کے جدا ہونے کو سوراخ ذکر سے نہ کہا اسکی وجہ یہ ہی کہ بچہ صرف مرد کی منی سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ زن وشو دونوں کے پانی ملنے سے
یا مرد کے پانی اور خون حیض سے پیدا ہوتا ہی بعض اہل تشریح نے کہا ہی کہ گوشت کا لوتھڑا خداتعالی کے حکم سے حیض کے خون سے بنتا ہی اور خون کو
اُس سے وہ نسبت ہی جو دودھ کو دہی سے اور خون حیض کے جمنے کے لیے مرد کا نطفہ شرط ہی جیسے جامن دودھ کے منجمد ہونے اور دہی بننے کے لیے
شرط ہی تو جس طرح جامن سے دودھ بستہ ہو جاتا ہی اسی طرح مرد کے نطفہ سے خون حیض بستہ ہو جاتا ہی بہرحال عورت کا پانی نطفہ کے منجمد ہونے میں

ایک رکن ہی اور دونون پانی وجود انسانی مین ایسے ہین جیسے معاملات کے وجود حکمی مین ایجاب وقبول ہوتے ہین پس اگر کوئی شخص ایجاب کرے اور طرف ثانی کے قبول سے پیشتر اس سے پھر جاوے تو اُسکے ذمہ قصور معاملہ کے فسخ کرنے خواہ توڑنے کا نہ ہوگا ہان اگر ایجاب وقبول دونون ہو چکینگے تو اُسوقت پھر جانا معاملہ کا برطرف کر دینا اور فسخ کرنا اور توڑنا کہلائیگا اور جس طرح کہ مرد کی پشت مین نطفہ رہنے سے لڑکا نہین پیدا ہوتا اسی طرح بعد ذکر سے نکلنے کے بھی نہین بنتا جبتک کہ عورت کے پانی یا خون حیض سے نہ ملے ۔ غرضکہ اس باب مین قیاس جلی یہ ہی جو مذکور ہوا اب اگر یہ کہو کہ ہر چند باہر منی کا ڈالنا اس نظر سے تو مکروہ نہین کہ اس فعل سے لڑکے کے وجود مین خلل ہوتا ہو مگر کچھ بعید نہین کہ اسکی کراہت اس وجہ سے ہو کہ نیت فاسد کی جہت سے اس فعل کا مرتکب ہوا اسلیے کہ ایسی حرکت کا باعث خراب نیت ہی ہو گی جسمین کچھ شرک خفی کا شائبہ ہو وے پس اسکا جواب یہ ہی کہ جو نیتین اس فعل کا باعث ہوتی ہین وہ پانچ ہین اول تو لونڈیون کے حق مین یعنی مرد کو یہ منظور ہوتا ہو کہ اس سے اولاد ہونے کی صورت مین مستحق آزادی کی ہو جاویگی اور مال ہاتھ سے جاتا رہیگا اسلیے ایسی صورت کرنی چاہیے کہ یہ ہمیشہ اپنے پاس رہے اور آزاد نہو تو اپنی ملک کے تلف ہونے کے اسباب کو دور کرنا ممنوع نہین ۔ دوم عورت کا حسن وجمال بنا رہنا منظور ہوتا ہو کہ ہمیشہ موٹی تازی رہے اور زندہ رہے کہ دردزہ مین خطرہ بہت ہی پس اس طرح کی نیت بھی ممنوع نہین ۔ سوم اولاد کی کثرت کے باعث زیادتی خرچ کا خوف کرنا اور اس بات سے بچنا کہ کمانے کی محنت نہ پڑے اور بُری آمدنی کی جگہون مین جانا نہو اور یہ بات بھی ممنوع نہین اسلیے کہ خرچ کا کم ہونا دین پر مدد کرنا ہی ہان فضل اور کمال اسمین ہی کہ خدا تعالی نے جو کفالت رزق کی فرمائی ہی اس ارشاد مین وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰہِ رِزْقُھَا اسپر اعتماد اور بھروسا کرے پس بلاشبہہ اس تیسری قسم کی نیت کرنے سے کمال کے مرتبہ سے گرنا اور افضل بات کا چھوڑنا ہی لیکن انجام کار کا لحاظ کرنا اور مال کی حفاظت اور اُسکا رکھ چھوڑنا گو کہ توکل کے خلاف ہی مگر ہم اُسکو ممنوع نہین کہہ سکتے ۔ چہارم اس بات کا خوف کہ لڑکیان پیدا ہونگی اور اُنکی شادی کرنے سے داماد ہی کا بنا لگیگا جیسے عرب کے لوگ اسی وجہ سے لڑکیون کو مار ڈالتے تھے (اور ہندوستان مین بھی یہ دستور بکثرت جاری تھا) تو اس نیت کی جہت سے اگر نکاح نہ کریگا یا نکاح کے بعد صحبت چھوڑ دیگا تو البتہ نیت خراب ہوگی اور گناہگار ہو گا صرف نکاح چھوڑنے یا صحبت کرنے سے گناہ نہین بلکہ اُس نیت بد کی جہت سے ہی اور یہی صورت منی کے باہر ڈالنے کی ہی کہ اسمین اگر یہ نیت ہو گی تو گنہگار ہو گا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مین عیب کا اعتقاد رکھنا نہایت خراب ہی اور اس صورت کو ایسا تصور کر لیا جاویگا کہ کوئی عورت نکاح اس وجہ سے ترک کرے کہ مرد کا اُسپر بیٹھنا اُسکو ناگوار ہو تو گویا وہ مردون سے مشابہت پیدا کرتی ہی اسی وجہ سے ترک نکاح اُسکے حق مین بُرا ہی اور یہ بُرائی خاص ترک نکاح پر راجع نہین جب تک کہ کوئی نیت فاسد اُسکے ساتھ نہو ۔ پنجم یہ کہ عورت خود انزال ہونے کی مانع ہو اس وجہ سے کہ اپنے آپ کو عزت دار سمجھتی ہو اور ستھرائی مین اور دردزہ اور نفاس اور دودھ پلانے سے بچنے مین مبالغہ کرتی ہو اور یہ عادت خارجیون کی عورتون کی تھی کہ پانی بہت استعمال کیا کرتین اور ایام حیض کی نمازین قضا پڑھتین اور پاخانہ مین ننگی جایا کرتین پس یہ حرکت بدعت اور سنت کے مخالف ہی اور اسطرح کی نیت خراب ہی چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب بصرہ مین تشریف لائین تو اس طرح کی ایک عورت آپ سے ملنے کو آئی مگر آپ نے اُسکو اپنے پاس نہ آنے دیا غرضکہ اس نیت مین فساد ہی بچہ ہونے کو روکنے مین کچھ خرابی نہین اب اگر یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی مَنْ تَرَکَ النِّکَاحَ مَخَافَۃَ الْعِیَالِ فَلَیْسَ مِنَّا اور تم ترک نکاح اور منی باہر ڈالنے کو یکسان کہتے ہو اور خوف عیال سے اُسکو مکروہ نہین بتاتے تو اُسکا جواب یہ ہی کہ لیس منا کے معنی یہ ہین کہ وہ شخص ہمارا موافق اور ہمارے طریق وسنت پر نہین کہ ہماری سنت افضل بات کا بجا لانا ہی ۔ پھر اگر یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری جا اس حرکت کے باب مین ارشاد فرمایا ہی ذَاکَ الْوَأْدُ الْخَفِیُّ اور اُسکے بعد یہ آیت پڑھی وَاِذَا الْمَوْؤُدَۃُ سُئِلَتْ اور یہ روایت حدیث صحیح مین وارد ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ روایت صحیح مین اس فعل کی اباحت بھی اور آپکا فرمانا الواد الخفی یہ ایسا ہی جیسا الشرک الخفی فرمایا ہی اور اس سے کراہت ثابت ہوتی ہی کراہت تحریمی نہین ثابت ہوتی ۔ اب

اگر یہ کہو کہ حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا ہو کہ عزل کا باہر ڈالنا چھوٹا سا زندہ درگور کرنا ہو کیونکہ اس حرکت سے جس بچہ کے وجود کو روک دیا وہ گویا چھوٹا سا زندہ درگور ہوا تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ حضرت ابن عباس رضؓ کا یہ ارشاد ایک قیاس ہو کہ وجود کو تقیقی فرض کرکے اُسکے دور کرنے کو زندہ درگور کرنا فرمایا اور یہ قیاس ضعیف ہو اور اُسکے ضعیف ہونے کی وجہ سے جب حضرت علی رضؓ نے یہ قول سُنا تو نہ مانا اور فرمایا کہ زندہ درگور ہونا بدون سات کیفیتون کے گذرے ثابت نہو گا پھر یہ آیت پڑھی جسمین ساتون کیفیتون کا مذکور ہو وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنَاهُ خَلْقًا اٰخَرَ۔ اور خلق آخر سے مراد یہ ہو کہ اسمین روح کو پھونکا اور یہ آیت پڑھی وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ اور جو کچھ طریقہ قیاس کا اور عبرت حاصل کرنیکا ہم اُدپر لکھ آئے ہین اُسکے تامل کرنے سے تمکو ظاہر ہوگا کہ معانی کے اندر خوض کرنے اور علوم و اسرار کے نکالنے مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن عباس رضؓ کے منصب مین بہت فرق ہو اور یہ قیاس حضرت ابن عباس رضؓ کا کیسے صحیح ہو سکتا ہو کیونکہ بخاری و مسلم مین حضرت جابر رضؓ سے مروی ہو كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ اور دوسری طرح یون آیا ہو كُنَّا نَعْزِلُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَنْهَنَا اور ایک روایت صحیح حضرت جابر رضؓ سے یہ بھی ہو کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ میرے یہان ایک لونڈی ہو کہ وہ خدمت کرتی ہو اور درختون کو پانی دیتی ہو اور مین اُس سے صحبت کرتا ہون اور یہ نہین چاہتا کہ اُسکو حمل رہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اِعْزِلْ عَنْهَا اِنْ شِئْتَ فَاِنَّهٗ سَيَاْتِيْهَا مَا قُدِّرَ لَهَا پھر وہ شخص چند روز کے بعد حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ وہ لونڈی حاملہ ہو گئی آپ نے فرمایا کہ مین نے تو کہدیا تھا کہ جو کچھ اُسکے مقدر مین ہو وہ اُسکو پہونچیگا یہ سب روایتین بخاری و مسلم مین موجود ہین

گیارھوان ادب بچہ ہونے کے باب مین ہو اور وہ پانچ باتین ہین۔ اول یہ کہ لڑکا پیدا ہونے سے زیادہ خوش نہو اور نہ لڑکی کے ہونے سے رنجیدہ ہو کیونکہ اُسکو کیا معلوم ہو کہ اُسکے حق مین اُن دونون مین سے بہتری کس مین ہو بہت سے پسر والے تمنا کیا کرتے ہین کہ ہمارے پسر نہو یا یہ چاہتے ہین کہ دختر ہو بلکہ اگر بتامل دیکھا جاوے تو لڑکیون سے سلامت رہنا اکثر ہو اور اُنکے باب مین ثواب بہت ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین جس شخص کے ایک لڑکی ہو اور وہ اُسکو ادب سکھاوے اور اچھی طرح تادیب کرے اور کھانا کھلاوے اور خوبی پرورش کرے اور جو نعمت کہ اللہ تعالیٰ نے اُسپر کامل کی ہو اُسمین سے اُس لڑکی پر نعمت پوری کرے تو وہ لڑکی اُس شخص کے لیے دہنے اور بائین دوزخ کی آڑ ہو کہ جنت مین پہونچادیگی اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو کہ جسکو دو لڑکیان ملین اور جب تک اُسکے ساتھ رہین تب تک اُنسے سلوک کرتا ہو تو وہ دونون اُسکو جنت مین داخل کرینگی۔ اور حضرت انس رضؓ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ كَانَتْ لَهٗ اِبْنَتَانِ اَوْ اُخْتَانِ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِمَا مَا صَحِبَتَاهُ كُنْتُ اَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ اور یہ بھی انھین سے مروی ہو کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمانون کی بازارون مین سے کسی بازار مین جاکر کوئی چیز خریدے اور اُسکو اپنے گھر لاکر خاص لڑکیون کو دیوے نہ لڑکون کو تو اللہ تعالیٰ اُسکی طرف نظر عنایت کریگا اور جسکی طرف وہ نظر عنایت کریگا اُسکو عذاب نہ دیگا۔ اور یہ بھی انھین سے مروی ہو کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص بازار سے کوئی عجیب چیز اپنے عیال کے لیے لیجاوے تو وہ گویا اُنکے واسطے خیرات لیے جاتا ہو یہان تک کہ اُس چیز کو اُنمین تقسیم کرے اور چاہیے کہ لڑکون سے پیشتر لڑکیون سے شروع کرے اسلیے کہ جو کوئی لڑکی کو خوش کرتا ہو وہ گویا خدا تعالیٰ کے خوف سے روتا ہو اور جو کوئی خدا تعالیٰ کے خوف سے روتا ہو اللہ تعالیٰ اُسکے بدن پر دوزخ کو حرام کردیتا ہو۔ اور حضرت ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ كَانَتْ لَهٗ ثَلَاثُ بَنَاتٍ اَوْ اَخَوَاتٍ فَصَبَرَ عَلٰى لَاْوَائِهِنَّ وَضَرَّائِهِنَّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِيَّاهُنَّ ایک شخص نے عرض کیا کہ اگر دو بیٹیاں ہون آپ نے فرمایا کہ دو کا بھی یہی حال ہو پس ایک شخص نے کہا کہ خواہ ایک ہو آپ نے فرمایا کہ خواہ ایک ہو۔ دوم یہ کہ بچہ کے کان مین اذان کہے رافع اپنے باپ سے راوی ہو کہ انھون نے فرمایا کہ مین نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام حضرت فاطمہ رضی سے پیدا ہوئے تو آپ نے اُنکے کان مین اذان کہی اور مروی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ وُلِدَ لَهُ مَوْلُودٌ فَاَذَّنَ فِي اُذُنِهِ الْيُسْرٰي دُفِعَتْ عَنْهُ اُمُّ الصِّبْيَانِ اور مستحب ہے کہ جب لڑکے کی زبان کھلے
تو سب سے پہلے اُسکو لا الٰہ الا اللہ سکھلاوین تاکہ اول گفتگو یہی ہووے اور ساتوین روز ختنہ کرنا مستحب ہے اس باب مین ایک حدیث آئی ہے۔ سوم یہ کہ
اُسکا نام اچھا رکھے کہ یہ بھی بچہ کا حق ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِذَا سَمَّيْتُمْ فَعَبِّدُوْا اور فرمایا اَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلَى اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ
اور فرمایا سَمُّوْا بِاِسْمِيْ وَلَا تُكَنُّوْا بِكُنْيَتِيْ علما فرماتے ہین کہ منع کرنا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین تھا اسلیے کہ آپ کو ابو القاسم کہکر
پکارتے تھے اور اب دوسرے کے لیے یہ کنیت مقرر کرنی کچھ مضائقہ کی بات نہین ہان آپکے نام اور کنیت کو ایک شخص کے لیے اکٹھا کرنا
نہین چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے نام اور کنیت کو جمع مت کرو- اور بعض کہتے ہین کہ یہ نہی بھی مخصوص آنحضرت صلعم کی
زندگی مبارک تک تھی- اور ایک شخص کا نام ابو عیسیٰ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے تو باپ نہ تھا- اس سے معلوم ہوا
کہ ابو عیسیٰ نام رکھنا مکروہ ہے- اور جو بچہ کہ پیدا نہوا اور ایام معین سے پہلے ہی گر جاوے تو اُسکا بھی نام رکھنا چاہیے عبد الرحمن بن یزید کہتے ہین کہ
مین نے ایسا سنا ہے کہ گرا ہوا بچہ قیامت کو اپنے باپ کے پیچھے فریاد کریگا اور کہیگا کہ تو نے مجکو کھو دیا اور بے نام چھوڑ دیا- حضرت عمر بن عبد العزیز نے
فرمایا کہ یہ کیسے ہوگا باپ کو کبھی معلوم ہی نہین ہوتا کہ حمل ساقط لڑکا ہے یا لڑکی تو وہ نام کس طرح رکھے عبد الرحمن نے جواب دیا کہ بہت نام ایسے ہین
کہ عورت مرد دونون کے ہوسکتے ہین جیسے عمارہ اور طلحہ اور عتبہ وغیرہ- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاَسْمَائِكُمْ
وَاَسْمَاءِ اٰبَائِكُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَائَكُمْ اور جس شخص کا نام برا ہو اسکو اُسکا بدل ڈالنا مستحب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاص کا نام عبد اللہ سے
بدل دیا تھا اور حضرت زینب کا نام بَرّہ تھا پس آپ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو اچھا کہتی ہے اسلیے اُنکا نام زینب فرمایا- اور اسی طرح افلح اور یسار
اور نافع اور برکت نام رکھنے سے منع وارد ہے کیونکہ جب پوچھا جاویگا کہ یہان برکت ہے اور وہ نہوگا تو جواب مین کہا جاویگا کہ نہین یعنی برکت کا
انکار کرنا پڑیگا- چہارم عقیقہ کرنا پسر کے لیے دو بکریان اور دختر کے واسطے ایک- اور کچھ مضائقہ نہین کہ عقیقہ مین جانور نر ہو یا مادہ حضرت عائشہ رضی
روایت کرتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ پسر کے عقیقہ مین دو بکریان برابر کی بے عیب ذبح کی جاوین اور دختر کے عقیقہ مین ایک
بکری- اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن علیہ السلام کا عقیقہ ایک بکری سے کیا اس سے یہ نکلا کہ ایک بکری پر
اکتفا کرنا بھی درست ہے- اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا مَعَ الْغُلَامِ عَقِيْقَتُهُ فَاَهْرِيْقُوْا عَنْهُ دَمًا وَاَمِيْطُوْا عَنْهُ الْاَذٰى اور سنت یون ہے کہ
بچہ کے بالون کے برابر سونا یا چاندی خیرات کردے کہ اس باب مین ایک حدیث وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
امام حسین علیہ السلام کی پیدایش کے ساتوین روز حضرت فاطمہ رضی کو ارشاد فرمایا کہ اُنکے بال منڈوا کر بالون کی برابر چاندی صدقہ کردو-
اور حضرت عائشہ رضی فرماتی ہین کہ عقیقہ کے جانور کی ہڈی نہ توڑی جاوے- پنجم یہ کہ بچہ کے تالو مین خرما یا شیرینی مل دی جاوے —
حضرت اسما بیٹی صدیق اکبر کی فرماتی ہین کہ قبا مین عبد اللہ بن زبیر مجھسے پیدا ہوے- مین نے اُنکو لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مین رکھدیا
آپ نے ایک خرما منگا کر چبایا اور اپنا لب مبارک عبد اللہ کے منہ مین ڈال دیا پس سب سے اول چیز جو اُنکے پیٹ مین گئی آنحضرت صلعم کا
لب مبارک تھا پھر آپ نے خرما اُنکے تالو مین ملا اور دعا اور برکت اُنکے لیے فرمائی اور مسلمانون مین سب سے اول یہی پیدا ہوے تھے
اسلیے اُنکے پیدا ہونے سے مسلمان بہت خوش ہوے کیونکہ لوگون نے یہ کہا تھا کہ یہودیون نے تم پر جادو کیا ہے تمھارے اولاد نہ ہوگی-
بارھوان ادب طلاق کے باب مین ہے- اول یہ کہ معلوم کر لینا چاہیے کہ طلاق مباح ہے مگر مباح چیزون مین سے خدا تعالیٰ کے
نزدیک اس سے زیادہ بری اور کوئی نہین اور یہ مباح اُسوقت ہوتی ہے کہ اس سے ناحق ایذا منظور نہو یعنی جب عورت کو طلاق دیگا تو اُسکو
ایذا دیگا اور دوسرے شخص کو ایذا پہونچانا درست نہین بجز اسکے کہ کوئی خطا عورت کی ہو یا ضرورت مرد کی جانب سے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا یعنی اطاعت کی صورت مین کوئی تدبیر جدا ہونے کی تلاش نہ کرو- اور اگر مرد کا باپ اُس عورت کو بُرا سمجھے تو اُسکو طلاق دے دینی چاہیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ میرے نکاح مین ایک عورت تھی اور حضرت عمرؓ اُسکو ناپسند کرتے تھے اور مجھکو فرماتے تھے کہ اُسکو طلاق دے دو مین نے اِس باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین رجوع کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابن عمر اپنی بی بی کو طلاق دے دے اِس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ باپ کا حق مقدم ہے مگر اُسی صورت مین ہے کہ باپ کے ناپسند کرنے کی کوئی غرض فاسد نہو جیسے حضرت عمرؓ تھے کہ ایسے باپ کا حکم بلاشک مقدم ہے- اور جب عورت اپنے خاوند کو ایذا دے یا اُسکے گھر والون کو بُرا کہے تو وہ خطاوار ہے اور اسی طرح جبکہ بدخلق اور دین کی خراب ہو- حضرت ابن مسعود رضؓ اِس آیت کی تفسیر مین وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ارشاد فرماتے ہین کہ جب عورت اپنے گھر والون کو بُرا کہے اور شوہر کو ایذا دیوے تو اُسکی یہ حرکت فاحشہ ہے اور ہر چند یہ مضمون عدت کے باب مین بیان ہوا ہے مگر اس سے اصل مقصود یہ تنبیہ ہے- اور اگر ایذا دینا شوہر کی جانب سے ہو تو عورت کو مناسب ہے کہ کچھ مال اُسکو دیکر اپنی گردن چھڑا دے اور مرد کو مکروہ ہے کہ جس قدر عورت کو دیا ہے اُس سے زیادہ لیوے کیونکہ زیادہ لینے کی صورت مین عورت کو تنگ کرنا اور زیربار کرنا اور فلان پر سوداگری کرنی لازم ہوگی اور عورت کی جانب سے مال دیا جانا اِس آیت مین مذکور ہے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ غرضکہ جسقدر عورت نے خاوند سے پایا ہو اُسقدر یا اُس سے کم ہٹا دینا فدیہ کے لائق ہے- پس اگر عورت بلا وجہ طلاق کی درخواست کرے تو وہ گنہگار ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَيُّمَا امْرَاَةٍ سَاَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقَهَا مِنْ غَيْرِ مَا بَاْسٍ لَمْ تَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ اور دوسری روایت مین یون وارد ہے کہ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهَا حَرَامٌ اور ایک حدیث مین ارشاد ہے اَلْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ اب خاوند کو طلاق کے باب مین چار باتون کی رعایت کرنی چاہیے اول یہ کہ طلاق عورت کو ایسے طہر مین دیوے کہ اُسمین اُس سے صحبت نہ کی ہو اسلیے کہ حیض مین اور ایسے طہر مین جسمین صحبت کرلی ہو طلاق دینی بدعت اور حرام ہے اگرچہ دینے سے پڑ جاتی ہے لیکن بدعی اور حرام ہوتی ہے اِس وجہ سے کہ اِس صورت مین عورت کی عدت بڑی ہو جاتی پس اگر اِسی طرح طلاق دے دے تو چاہیے کہ اُس سے رجوع کرے چنانچہ حضرت ابن عمر رضؓ نے اپنی بی بی کو حیض مین طلاق دی تو آنحضرت صلعم نے حضرت عمر فاروق رضؓ کو ارشاد فرمایا کہ اُس سے کہو کہ رجعت کرے یہان تک کہ وہ عورت حیض سے پاک ہو پھر حیض سے ہو پھر پاک ہو پھر اگر چاہے طلاق دے چاہے رہنے دے پس یہ وہ عدت ہے کہ خدا تعالی نے اُسپر عورتون کو طلاق دیے جانے کا حکم فرمایا ہے- اور حضرت ابن عمر کو جو رجعت کے بعد دو طہر ٹھہرنے کا امر فرمایا اُس سے یہ غرض ہے کہ رجعت کا مقصود صرف طلاق نہ ہو جاوے- دوم یہ کہ ایک طلاق پر اکتفا کرے دو یا تین طلاقین ایک ساتھ نہ دیوے کیونکہ ایک طلاق بھی عدت کے بعد وہی فائدہ دیتی ہے جو دو یا تین سے ہوتا ہے یعنی عورت کا نکاح سے نکلجانا مگر ایک طلاق دینے مین دو فائدے اور بھی ہین ایک تو یہ کہ اگر طلاق کے بعد نادم ہو تو عدت کے دنون مین رجوع کرسکتا ہے دوسرے یہ کہ عدت کے بعد پھر از سر نو اُس عورت سے نکاح کرسکتا ہے اور اگر تین طلاقون کے بعد نادم ہوگا تو اِس بات کی حاجت ہوگی کہ اسکا حلالہ کیا جاوے اور مدت تک اُسکے لیے ٹھہرنا پڑیگا اور عقد حلالہ کی ممانعت ہے اور اُسکا باعث یہی شخص ہوگا پھر ایک یہ خرابی ہے کہ دوسرے کی بی بی مین نیت لگی رہیگی اور اُسکی طلاق کا منتظر رہیگا یعنی حلالہ کرنے والا نکاح کے بعد اُسکو طلاق دے تو اُسپر حلال ہو اور ایک یہ خرابی ہے کہ اِس حرکت سے بی بی سے نفرت ہو جاویگی غرضکہ یہ ساری خرابیان اکٹھی طلاقین دینے کی ہین ایک طلاق دینے مین مطلب بھی نکل آتا ہے اور کوئی خرابی بھی لازم نہین آتی اور ہم یہ نہین کہتے کہ طلاقون کا اکٹھا دینا حرام ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ ان خرابیون کی جہت سے مکروہ ہے اور کراہت سے یہ مراد ہے کہ اِس فعل مین اپنا لحاظ نہین رہتا- سوم یہ کہ اُسکے طلاق دینے مین کوئی لطیف بہانہ کرے درشتی اور حقارت کے ساتھ نہ چھوڑے بلکہ جو رنج ناگہانی جدائی کا اُسکو ہوگا اُسکے دور کرنے کے لیے کوئی چیز ہدیہ اور متعہ اور رکھے طور پر اُسکو دیکر اُسکا دل خوش کرے اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَتِّعُوْهُنَّ یعنی متعہ دو اُنکو اور متعہ کا دینا اُس عورت کے لیے واجب ہے جسکے عقد نکاح کے وقت مہر کا نام نہ لیا گیا ہو- حضرت امام حسن علیہ السلام طلاق بہت دیتے اور

نکاح بہت کرتے ایک روز آپ نے اپنے ایک ساتھی کو بھیجا کہ ہماری دو بیبیوں کو طلاق دے دو اور ہر ایک کو دس دس ہزار درم حوالہ کرو وہ شخص حکم بجا لایا اور جب لوٹ کر آیا تو آپ نے پوچھا کہ انکا کیا حال ہوا اُسنے عرض کیا کہ ایک نے درم لیکر گردن جھکالی اور کچھ نہ بولی اور دوسری روئی اور چیخی اور میں نے سنا کہ یون کہتی تھی ع یہ درہم قلیل ہیں پئے داغ فراق یار۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے سر جھکایا اور اُسپر رحم کھایا اور فرمایا کہ اگر چھوڑ لے کے بعد میں کسی عورت سے رجعت کرتا تو اسی سے کرتا۔ اور ایک روز آپ عبد الرحمن بن حارث بن ہشام کے پاس گئے جو مدینہ منورہ کے فقیہ اور رئیس تھے اور اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں کو ضرب المثل کرکے فرمایا تھا کہ اگر میں اپنی اس راہ میں نہ آتی تو میرے نزدیک یہ بہتر تھا کہ میرے پاس سو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یادگار مثل عبد الرحمن بن حارث کے ہوتے پس جب حضرت امام حسن علیہ السلام انکے گھر گئے تو انھون نے بہت تعظیم کی اور اپنی جگہ آپ کو بٹھلایا اور عرض کیا کہ آپ نے مجھے کہلا بھیجا ہوتا میں خود حاضر ہوتا آپ نے فرمایا کہ ضرورت مجکو ہی تھی انھون نے پوچھا کہ وہ کیا ہی فرمایا کہ تمہاری لڑکی کا خواستگار ہو کر آیا ہون انھون نے سر جھکا لیا اور کچھ دیر کے بعد سر اٹھا کر کہا کہ بخدا روے زمین پر چلنے والا ایسا کوئی نہیں کہ جو مجکو تم سے زیادہ محبوب ہی مگر تم جانتے ہو کہ میری لڑکی میرا جگر پارہ ہی جس بات سے اسکو رنج ہو گا اُس سے مجکو رنج پہونچیگا اور جس بات سے وہ خوش ہو گی اُس سے مین خوش ہونگا اور آپ طلاق بہت دیتے ہین مجھے خوف ہی کہ مبادا آپ اُسکو طلاق دے دین تو پھر میرا دل آپ کی محبت مین بدل جاوے اور یہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ آپ کے باب مین میرے دل مین کچھ تبدل آوے اسلیے کہ آپ جگر پارۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین اس ہو تو ہین اگر آپ شرط کرلین کہ مین اُسکو طلاق نہ دونگا تو مین آپ سے عقد کردونگا آپ خاموش ہوے اور اٹھکر باہر چلے آئے عبد الرحمن کے گھر والون مین سے کسی نے ذکر کیا ہی کہ مین نے سنا کہ آپ چلے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ عبد الرحمن کو یہی منظور تھا کہ اپنی بیٹی کو میرے گلے کا طوق کر دے — اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے زیادہ طلاق دینے سے تنگ ہوتے اور برسر منبر انکی طرف سے عذر کرتے اور اپنے خطبہ مین فرماتے کہ حسن طلاق بہت دیتے ہین پس تم انکو اپنی بیٹیاں مت دو یہان تک کہ ایکبار ہمدان کی قوم مین سے ایک شخص اٹھا اور عرض کیا کہ یا امیر المومنین بخدا جس قدر امام حسن علیہ السلام نکاح کرنا چاہینگے ہم انکو لڑکیاں دینگے چاہین وہ رکھین اور چاہین چھوڑین اس بات سے

حضرت علی رض خوش ہوے اور فرمایا شعر	اگر مجکو ملے جنت کے دروازون کی دربانی		تو ہمدان سے کہون اندر چلے آؤ بآسانی

اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اگر کسی شخص کے اہل یا اولاد پر کسی حیا کی بات کا طعن کیا جاوے تو اُس شخص کو چاہیے کہ اپنے زن و فرزند کی بیخ بیخ کرنا برا ہی بلکہ مستحب یہ ہی کہ جہانتک ممکن ہو اسکی مخالفت اس باب مین کرے کہ اس سے اپنا دل مسرور رہیگا اور اُسکے دل کے روگ کا علاج ہو جاویگا۔ اور اس قصہ کے بیان کرنے سے یہان اتنی ہی غرض تھی کہ طلاق مباح ہی اور اللہ تعالی نے غنی کرنے کا وعدہ نکاح اور جدائی کی صورت مین دونون مین فرمایا ہی مثلاً نکاح کے باب مین ارشاد ہی وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ اور جدائی کی صورت مین ارشاد ہی وَإِن يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِّن سَعَتِهِ چہارم یہ کہ عورت کا راز ظاہر نہ کرے نہ طلاق مین نہ نکاح مین کیونکہ عورتون کے راز کے فاش کرنے کے باب مین صحیح حدیث مین بڑا وعید آیا ہی اور بعض صلحا سے مروی ہی کہ انھون نے اپنی بی بی کو طلاق دینا چاہا لوگون نے اُنسے پوچھا کہ اُسکے باب مین آپ کو کیا شک ہوا ہی فرمایا کہ عاقل آدمی اپنی بی بی کے راز کا پردہ نہین کھولتا جب انھون نے طلاق دے دی تو پوچھا گیا کہ آپ نے اُسکو طلاق کیون دی فرمایا کہ مین اجنبی عورت کا حال کیون کہون۔

حاصل یہ کہ جو حقوق و آداب شوہر پر ہونے چاہیین وہ یہی تھے جن کا بیان ہو گیا —

دوسری قسم اُن حقوق کے بیان مین کہ عورت پر ہونے چاہیین۔ اور قول شافی اس باب مین یہ ہی کہ نکاح ایک طرح کا لونڈی ہونا ہی تو وہ شوہر کی لونڈی ہو چکی اسلیے اُسپر شوہر کی فرمانبرداری مطلقاً واجب ہی جس بات کا وہ اُس سے خواہان ہو بشرطیکہ معصیت نہ ہو

اور شوہر کا حق عورت پر زیادہ ہونے مین بہت سی حدیثین وارد ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَیُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ اور ایک شخص سفر کو گیا اور اپنی بی بی سے کہہ گیا کہ بالاخانہ سے نیچے مت اُترنا اور اُس عورت کا باپ نیچے رہتا تھا اتفاقاً وہ بیمار ہوا اُس عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اجازت لینے کے لیے آدمی بھیجا کہ اپنے باپ کے پاس اُترون آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے خاوند کی اطاعت کر اُسکا باپ مرگیا پھر اُسنے اُترنے کی اجازت چاہی پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے شوہر کی اطاعت کر غرض کہ اُسکا باپ دفن بھی ہوگیا اور وہ نہ اُتری پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس عورت سے کہلا بھیجا کہ تو نے جو اپنے شوہر کی اطاعت کی اِسکے عوض مین اللہ تعالی نے تیرے باپ کی مغفرت فرمائی۔ اور ایک حدیث مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا دَخَلَتْ جَنَّةَ رَبِّهَا اِس حدیث مین زوج کی فرمانبرداری کو ارکان اسلام پر زیادہ کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار عورتون کا ذکر فرمایا کہ پیٹ والیان جننے والیان دودھ پلانے والیان اپنی اولاد پر رحم کرنے والیان اگر اپنے شوہرون سے بدافعالی کرتی ہین نہ کرتین تو اُنمین کی نمازی عورتین جنت مین داخل ہوتین اور فرمایا اِطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَاِذَا اَكْثَرُ اَهْلِهَا النِّسَاءُ فَقُلْنَ لِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ يُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَيَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ عشیر سے غرض شوہر سے ہے جو اُنکے ساتھ معاشرت کرتا ہے۔ اور ایک دوسری حدیث مین ہے کہ مین نے جنت مین جھانک کر دیکھا تو تمام جنتیون کی نسبت کر عورتین بہت کم تھین مین نے پوچھا کہ عورتین کہان ہین فرمایا کہ اُنکو دو سُرخ چیزون نے روک دیا سونے اور زعفران نے یعنی زیور اور رنگین کپڑون نے۔ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ ایک جوان عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین جوان ہون اور لوگ میرے ساتھ عقد کا پیام کرتے ہین اور مجکو شادی کرنی اچھی نہین معلوم ہوتی پس شوہر کا حق عورت پر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر بالفرض شوہر کے سر سے پانون تک پیپ ہو اور عورت اُسکو چاٹے تب بھی اُسکا شکر ادا نہ کریگی اُسنے عرض کیا کہ مین نکاح کرون فرمایا کہ کرے کہ نکاح کرنا بہتر ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ ایک عورت قبیلہ خثعم کی آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئی اور عرض کیا کہ مین بے شوہر ہون اور نکاح کرنا چاہتی ہون پس شوہر کا حق کیا ہے آپ نے فرمایا کہ ایک حق شوہر کا یہ ہے کہ اگر اونٹ کی پشت پر ہو اور اسوقت اُس سے طالب صحبت کا ہو تو اُس سے انکار نہ کرے اور ایک حق اسکا یہ ہے کہ کوئی چیز اُسکے گھر سے بدون اُسکی اجازت کے نہ دیوے اگر دیویگی تو اُسپر گناہ ہوگا اور شوہر کو ثواب ملیگا اور ایک حق اُسکا یہ ہے کہ نفل روزہ بدون اُسکے اذن کے نہ رکھے اگر رکھیگی تو بھوکی پیاسی رہیگی اور روزہ قبول نہوگا اور اگر اپنے گھر سے بدون شوہر کے حکم کے نکلیگی تو جب تک گھر مین پھر کر آویگی یا توبہ کریگی اُسکو فرشتے لعنت کرتے رہینگے اور فرمایا لَوْ اَمَرْتُ اَحَدًا اَنْ يَسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْأَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا اور یہ اِسلیے فرمایا کہ شوہر کا حق عورت پر زیادہ ہے اور فرمایا کہ عورت خدا تعالی کی ذات مقدس سے زیادہ تر قریب اُسوقت ہوتی ہے کہ جب اپنی کوٹھری کے قعر مین ہووے اور عورت کی نماز اپنے گھر کے صحن مین بہ نسبت مسجد مین نماز پڑھنے کے بہتر ہے اور اپنی کوٹھری مین نماز پڑھنی بہ نسبت گھر کے صحن مین نماز پڑھنے کے اور کوٹھری در کوٹھری مین نماز پڑھنی کوٹھری کی نماز کی نسبت کر افضل ہے۔ اور یہ اِسلیے فرمایا کہ مدار عورت کے حال کا پردہ پر ہے جس صورت مین پردہ زیادہ ہوگا وہی اُسکے حق مین افضل ہے اور اِسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ اور فرمایا کہ عورت کی دس برہنگیان ہین جب وہ نکاح کر لیتی ہے تو شوہر ایک برہنگی کو چھپا دیتا ہے اور جب مرجاتی ہے تو قبر دسون برہنگیون کی پردہ پوش ہوتی ہے۔ غرضکہ شوہر کے حق عورت پر بہت سے ہین اُنمین سے زیادہ اہم دو ہین ایک بچاؤ اور پردہ دوسرے زائد از حاجت چیز کا مطالبہ نہ کرنا اور جس وقت کہ اُسکی کمائی حرام کی ہو تو اُس سے بچتے رہنا چنانچہ زمانہ سلف مین عورتون کی عادت ایسی ہی تھی کہ جب آدمی اپنے گھر سے باہر جاتا تھا تو اُسکی بی بی یا بیٹی اُس سے کہتی تھی کہ خبردار حرام کمائی مت کرنا کہ ہم بھوک اور تکلیف پر صبر کر لینگے مگر دوزخ کی آگ پر صبر نہ کر سکینگے۔ اور ایک شخص نے سلف کے لوگون مین سے سفر کا ارادہ کیا اور اُسکے ہمسایون کو اُسکا سفر برا معلوم ہوا سب نے اُسکی بی بی سے کہا کہ تو اِسکے سفر پر کیون راضی ہوتی ہے نہ تو تیرے لئے نفقہ

کچھ چھوڑے نہین جاتا اُسنے جواب دیا کہ مین نے اپنے شوہر کو جب سے دیکھا ہی کھانے والا ہی پایا ہی رزاق نہین پایا میرا رب میرا رزاق ہی کھانے والا چلا جاویگا رزاق میرے پاس رہیگا اور رابعہ بنت اسمٰعیل نے احمد بن ابی الحواری سے پیام اپنے نکاح کا کیا اُنکو بوجہ اپنی عبادت کے بُرا معلوم ہوا اور فرمایا کہ بخدا مجکو عورتون کی خواہش نہین کہ مین اپنے دھندے مین لگا ہون رابعہ نے کہا کہ مین اپنے حال مین تم سے زیادہ مشغول ہون اور مجکو مرد کی خواہش نہین مگر مجکو اپنے شوہر سے مال بہت ملا ہی مین چاہتی ہون کہ تم اُس مال کو اپنے یارون پر خرچ کرو اور تمھارے سبب سے مین نیکبختون کو پہچان جاؤن اور مجکو بھی خدا کی طرف کی راہ ملجاوے احمد رح نے فرمایا کہ مین اول اپنے اُستاد سے اجازت لے لون پس آپ حضرت ابوسلیمان دارانی کے پاس گئے اور اُنسے یہ ماجرا کہا جب آپ نے اُس عورت کی گفتگو سُنی تو فرمایا کہ اُس سے نکاح کرلے کہ وہ خدا کی ولی ہی کیونکہ اُسکی یہ گفتگو صدیقون کی ہی احمد رح کہتے ہین کہ آپ مجکو نکاح سے منع فرمایا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہمارے یارون مین سے جس کسی نے نکاح کیا ہی وہ بدل گیا ہی خلاصہ یہ کہ مین نے اُس سے نکاح کیا اور اُسنے اسقدر کھانا پکواکر کھلایا کہ ہمارے گھر مین ایک چونہ کاری خانہ تھا لوگ جو جلدی نکلنے کے مارے کھانے کے بعد ہاتھ اُسمین دھو دیتے تھے اُس پانی کی تری سے وہ خراب ہو گیا اور جو لوگ اشنان وغیرہ سے ہاتھ دھوتے اُنکا تو کیا ذکر ہی اور مین نے اُسکے بعد تین عورتون سے اور شادی کی تو اُسکا یہ دستور تھا کہ مجکو عمدہ چیزین کھلاتی اور خوشبو لگاتی اور کہتی کہ جاؤ اب اپنی بیبیون مین مزے کرو - اور یہ رابعہ شام مین ایسی تھی جیسے بصرہ مین رابعہ بصری تھین - اور عورت پر واجبات مین سے ہی کہ شوہر کے مال مین سے فضول خرچی نہ کرے بلکہ اُسکے مال کی حفاظت کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ عورت کو حلال نہین کہ شوہر کے گھر سے بدون اُسکی اجازت کے کھانا دے ڈالے بجز تر خوراک کے جسکے بگڑنے کا خوف ہو پس اگر اُسکی رضامندی سے کھلاویگی تو شوہر کے برابر اُسکو ثواب ہوگا اور اگر بدون اُسکی اجازت کے کھلاویگی تو ثواب شوہر کو ہوگا اور گناہ اُسپر رہیگا - اور عورت کا حق ماں باپ پر یہ ہی کہ اُسکو دوسرے لوگون کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا اور شوہر کے ساتھ اچھی طرح رہنا سکھلادین چنانچہ مروی ہی کہ اسماء بنت خارجہ فزاری نے اپنی بیٹی کی شادی کے وقت اُسکو یون کہا کہ جس گھر مین تو آئی تھی اب اُس سے نکلتی ہی اور ایسے بستر پر جاتی ہی جس سے تو واقف نہ تھی اور ایسے آدمی کے پاس رہیگی جس سے پہلے سے الفت نہ تھی تو بیٹی تو اُسکی زمین بننا کہ وہ تیرا آسمان بنجاویگا اور تو اُسکے لیے باعث آرام ہونا وہ تیرے لیے باعث آرام ہوگا اور تو اُسکی لونڈی ہونا وہ تیرا غلام رہیگا اپنی طرف سے اُسکے پاس مت جانا کہ تجھسے نفرت کرے اور نہ اُس سے دور ہونا کہ تجکو بھول جاوے بلکہ وہ اگر تیرے پاس ہو تو اُسکے قریب ہونا اور اگر علٰحدہ رہے تو دور رہنا اور اُسکی ناک اور کان اور آنکھ کا لحاظ رکھنا کہ تجھسے بجز خوشبو کے اور کچھ نہ سونگھے اور جب سُنے تب اچھی بات سنے اور جب دیکھے اچھی بات دیکھے اور ایک شخص نے اپنی بی بی کو یون کہا ~~شعر~~

اپنی بی بی کو یون کہا سنتے ہم
سمجھا کیا معلوم ہی آواز کیسی ہو عیان
درگذر کر مجھسے تا ہو تو حبیب جاودان
گر ترے شکوہ نہ کر اُس سے ہو زائل جی کا غم
ہو غضب مجکو تو ہرگز ست بلا اپنی زبان
ہی مسلم دل بارہا لینے مین نہین لگتی ہی آن
ڈھول کے مانند مجکو ست بجا یہ یاد رکھ
مین نے دیکھا ہی نہین ہی یہ باقی دوستی
دل مین جو بیٹھا ہی ایذا کا ہو کچھ دہیان

اور شوہر کی ایک بات عورت کے آداب مین یہ ہی کہ اپنے گھر مین بیٹھی چرخہ وغیرہ کا شغل رکھے چھت پر چڑھنے اور جھانکنے کی کثرت نہ کرے ہمسایون سے بات کم کرے اور بدون ضرورت شدید اُنکے گھر مین نہ جاوے شوہر کے پیچھے اور سامنے اُسکا لحاظ رکھے اور ہر کام مین اُسکی خوشی کی خواہان رہے اپنے نفس مین اور اُسکے مال مین خیانت نہ کرے اور نہ بدون اُسکی اجازت کے گھر سے باہر قدم رکھے اور اگر اُسکی اجازت سے بھی نکلے تو بُرانے کپڑون مین چھپی ہوئی نکلے اور خالی جگہون مین چلے بیچ سڑک اور بازار سے بچی رہے اور اس بات سے احتراز کرے کہ کوئی اجنبی اُسکی آواز پہچانے یا اُسکے جسم پر واقف ہو ایسا نہ کرے کہ شوہر کے دوست سے اگر کوئی اپنا کام کہے تو وہ اُسکو پہچان جاوے بلکہ اگر گمان کرتی ہو کہ یہ مجکو پہچانتا ہی تو آواز بدل دے ہمہ تن اپنے حال کی بہتری اور گھر کے انتظام مین مصروف رہے اور نماز روزہ سے سروکار رکھے اور اگر شوہر کا کوئی دوست دروازہ پر آواز دے اور شوہر گھر مین نہو تو اپنی اور شوہر کی غیرت کا مقتضی یہ ہی کہ اُس سے کچھ سوال

اور کلام نہ کرے۔ اور شوہر کو جو کچھ خدا نے دیا ہو اُسپر قناعت کرے اور اُسکے حق کو اپنے حق پر اور اپنے تمام رشتہ دارون کے حق پر مقدم کرے اور خوب صاف و شستہ رہے اور ہر ایک حال مین جب شوہر اُس سے تمتع چاہے مستعد رہے اور اپنی اولاد پر شفقت کرے اور اُنکے راز کا افشا نہ کرے اور اُنکو بُرا کہنے مین زبان کم کھولے اور شوہر کی بات کا جواب نہ دیوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین اور وہ عورت کہ اُسکے رخسارون کا رنگ تیرہ ہوگیا ہو جنت مین پاس پاس مانند دو انگلیون کے ہونگے اور یہ وہ عورت ہے کہ شوہر سے اُسکے اولاد ہوئی اور اپنے نفس کو اُسنے اپنی بیٹیون پر بند رکھا ہو یہان تک کہ وہ بالغ ہو جاوین یا مر جاوین اور ایک دوسری حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے ہر ایک آدمی پر جنت حرام فرمائی ہے اسطرح کہ مجھسے پیشتر اُسمین داخل ہو لیکن مین ایک عورت کو دیکھونگا کہ جنت کے دروازہ کی طرف مجھسے آگے جاتی ہوگی مین پوچھونگا کہ یہ کیا بات ہے کہ یہ عورت مجھسے آگے جاتی ہے مجھکو کہا جاویگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ ایک عورت حسین و خوبصورت تھی اور اُسکے پاس یتیم بچے تھے اُسنے اُنپر صبر کیا یہان تک کہ اُنکا حال جو کچھ ہونا تھا وہ ہوگیا اللہ تعالی نے یہ بات اسکی پسند فرمائی اور اُسکے ثواب مین یہ رتبہ دیا۔ اور عورت کے آداب مین سے ایک یہ ہے کہ شوہر پر اپنی خوبصورتی کا فخر نہ کرے اور نہ اُسکو بدصورتی کے باعث غیر سمجھے۔ اصمعی کہتے ہین کہ مین جنگل مین گیا دیکھا تو ایک عورت نہایت خوبصورت ہے اور اُسکا شوہر ویسا ہی بدصورت مین نے اُس سے کہا کہ عجیب بات ہے کہ تو اس جیسے شخص کی بی بی ہونے پر خوش ہو اُسنے کہا کہ خاموش تم غلطی پر ہو اصل یہ ہے کہ شاید اس مرد نے کوئی کام خالق کی رضا کا کیا جسکے عوض مین مین اُسکو ملی اور شاید مجھسے کوئی حرکت اُسکی مرضی کے خلاف ہوئی جسکی سزا مین مجھکو یہ شوہر ملا ہے پس جس چیز کو خدا تعالی نے میرے لیے پسند فرمایا اُسپر مین بھی راضی ہون اصمعی کہتے ہین کہ اُس عورت نے مجھکو لاجواب کردیا۔ اور یہ بھی اصمعی کا قول ہے کہ مین نے جنگل مین ایک عورت دیکھی کہ سرخ کرتا پہنے ہے اور خضاب کیے ہاتھ مین تسبیح لیے ہے مین نے کہا کہ یہ امور تو اُسپر زیبا نہین اُسنے جواب دیا شعر حق جو خالق کا ہے مجھپر نہین کرتی ہون تلف ۔ اور ادھر لہو و بطالت کا بھی ہے مجھکو خیال ۔ مین نے جان لیا کہ یہ ایک نیک بخت عورت ہے اور شوہر دار ہے اُسی کے لیے بناؤ سنگار کرتی ہے اور عورت کے آداب مین سے ایک یہ ہے کہ جب شوہر نہو تو نیک بخت اور پژمردہ رہے اور اُسکے سامنے پھر وہی رنگ رلیان اور سامان عیش کرے اور یہ مناسب نہین کہ کسی حال مین شوہر کو ستاوے چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تُؤذِی اِمرَأَةٌ زَوجَهَا فِی الدُّنیَا اِلَّا قَالَت زَوجَتُهُ مِنَ الحُورِ العِینِ لَا تُؤذِیهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ فَاِنَّمَا هُوَ عِندَكِ دَخِیلٌ یُوشِكُ اَن یُفَارِقَكِ اِلَینَا اور حقوق نکاح مین سے عورت پر ایک یہ واجب ہے کہ جب اُسکا شوہر مرجاوے تو اُسپر چار مہینے دس روز سے زیادہ سوگ نہ کرے اور اس عرصہ مین خوشبو اور زینت سے اجتناب کرے زینب بنت ابی سلمہ کہتی ہین کہ مین اُم المؤمنین ام حبیبہ رض کی خدمت مین اُس وقت گئی کہ اُنکے باپ ابو سفیان بن حرب مرگئے تھے پس حضرت ام حبیبہ رض نے ایک خوشبو منگائی جسمین زردی زعفران یا کسی اور چیز کی ملی تھی ایک لونڈی وہ خوشبو لائی آپ نے اُسکو اپنے گالون پر ملا اور فرمایا کہ بخدا مجھکو خوشبو کی حاجت نہ تھی مگر مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے لَا یَحِلُّ لِامرَأَةٍ تُؤمِنُ بِاللّٰهِ وَالیَومِ الآخِرِ اَن تُحِدَّ عَلَی مَیِّتٍ اَکثَرَ مِن ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ اِلَّا عَلَی زَوجٍ اَربَعَةَ اَشهُرٍ وَعَشرًا۔ اور آخر عدت تک اُسی گھر مین رہنا لازم ہے یہ جائز نہین کہ اپنے گھر چلی جاوے یا بدون ضرورت اُس گھر مین سے نکلے اور عورت کے آداب مین سے ایک یہ ہے کہ گھر کے جتنے کام ہون اور اُس سے ہو سکتے ہون اُنکو بجا لاوے چنانچہ حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما روایت کرتی ہین کہ حضرت زبیر رض نے مجھ سے شادی کی اور اُنکے پاس نہ کچھ مال تھا نہ کوئی غلام یا باندی بجز اسکے کہ ایک گھوڑا اور پانی لانے کا اونٹ تھا تو مین ہی اُنکے گھوڑے کو دانہ گھاس دیتی اور ملتی اور مین ہی اونٹ کے لیے خرما کی گٹھلیان کوٹتی اور اُسکو چارہ دیتی اور پانی بھر کر لاتی اور ڈول سیتی اور آٹا گوندھتی اور گٹھلیان اپنے سر پر دو کوس سے لاتی یہان تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رض نے میرے پاس ایک لونڈی بھیجدی جسنے گھوڑے کے ملنے وغیرہ سے مجھکو بچا دیا تو گویا مجھکو آزاد کردیا۔ اور ایک روز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی کہ آپ کے ساتھ اصحاب تھے اور میرے سر پر گٹھلیان تھین آپ نے

اپنے ناقہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا کہ مجکو اپنے پیچھے سوار کرین مگر مجکو مردون کے ساتھ چلنے سے شرم آئی اور اپنے شوہر کی غیرت یاد کی کہ وہ بہت غیرت ناک تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حیا کرنے کو پہچان لیا اور تشریف لے گئے جب مین آئی تو حضرت زبیر رضہ سے ماجرا کہا انھون نے فرمایا کہ بخدا تیرا سر پر گٹھلیون کا لادنا آپ کے ساتھ سوار ہونے کی نسبت کہ مجھپر نہایت سخت ہی - باب آداب النکاح خدا تعالی کی عنایت سے تمام ہوا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلاً وَآخِراً وَظَاہِراً وَبَاطِناً وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ مُصْطَفٰی —

تیسرا باب کسب اور معاش کے بیان مین

رباعی بہتر وہ معاش ہی جو ہو زاد معاد	بدتر ہی وہ کسب جس سے ہو دین برباد	ہر پیشہ مین فکر نفع عقبیٰ پر کر	ہی مزرعۃ الآخرۃ دنیا رکھ یاد

واضح ہو کہ رب الارباب اور مسبب الاسباب نے دارین کی تقسیم اسطرح فرمائی ہی کہ آخرت کو جزا اور سزا کا مقام ٹھہرایا ہی اور دنیا کو محنت اور اضطراب اور مستعد ہو کر کمانے کا مکان مقرر فرمایا ہی اور دنیا مین مستعد ہونا یہی نہین کہ صرف معاد ہو اور معاش نہو بلکہ معاش معاد کا ذریعہ اسکا مددگار ہی چنانچہ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْآخِرَۃِ قول مشہور ہی اور دنیا ہی سے بتدریج آخرت کی نوبت آتی ہی - اب دنیا کے آدمی اس باب مین تین طرح کے ہین ایک وہ کہ معاش مین ایسے مشغول ہین کہ معاد سے غافل ہین یہ فرقہ تو تباہ کارون اور ہلاک شدون کا ہی دوم وہ لوگ کہ معاد کے شغل مین معاش سے بے پروا ہین یہ لوگ اعلی رتبہ کے پہونچنے والے ہین سوم وہ ہین کہ اعتدال سے بہت قریب ہین یعنی معاش کا شغل معاد ہی کے واسطے کرتے ہین یہ لوگ مقتصدین اور متوسطین مین سے ہین اور ظاہر ہی کہ جو شخص معاش کی طلب مین راستی کی راہ اپنے اوپر لازم نہ کریگا اسکو میانہ روی کا رتبہ کبھی نہ ملیگا اور جب تک کہ طلب معاش مین آداب شرعیہ کا پابند نہو گا اسکے حق مین دنیا وسیلۂ آخرت کبھی نہوگی اسی نظر سے ہم تجارتون اور پیشون کے آداب اور کسبون کے اقسام اور طریقے پانچ فصلون مین مشرح بیان کرتے ہین -

فصل اول معاش کے پیدا کرنے کی فضیلت اور اسکی ترغیب کے بیان مین - آیات اس باب مین یہ ہین کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا اسکو احسان جتانے کی جگہہ مین ذکر فرمایا ہی - اور فرمایا وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ اس آیت مین معیشت کو نعمت فرمایا اور اسپر شکر کی طلب کی - اور فرمایا لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ اور فرمایا آخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ اور فرمایا فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ - اور احادیث یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مِنَ الذُّنُوْبِ ذُنُوْبٌ لَا يُكَفِّرُهَا اِلَّا الْهَمُّ فِيْ طَلَبِ الْمَعِيْشَةِ اور فرمایا اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ يُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ اور فرمایا مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا تَعَفُّفًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَسَعْيًا عَلٰى عِيَالِهٖ وَتَعَطُّفًا عَلٰى جَارِهٖ لَقِيَ اللّٰهَ وَوَجْهُهٗ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ اور ایک روز آنحضرت صلعم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اتنے مین اصحاب نے ایک جوان قوی و چالاک کو دیکھا کہ علی الصباح کچھ کام کرنے لگا بعضون نے کہا کہ ہا کاش اسکی جوانی اور چالاکی راہ خدا مین صرف ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مت کہو اسلیے کہ یہ شخص اگر اپنے نفس کے لیے کام کرتا اس غرض سے کہ اسکو سوال کرنے سے باز رکھے اور لوگون سے بے پروا کر دے تو وہ راہ خدا مین ہی اور اگر اپنے ضعیف ماں باپ اور کم زور بچون کے لیے کرتا ہی تاکہ وہ محتاج نہوں تب بھی وہ راہ خدا مین مصروف ہی اور اگر اس لیے کرتا ہی کہ مال کی کثرت مین دوسرون سے مقابلہ اور فخر کرے تو اس صورت مین راہ شیطان مین مصروف ہی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی البتہ اس بندہ کو پسند فرماتا ہی جو کوئی کار خدمت اسلیے کرے کہ اسکے باعث لوگون سے بے پروا ہو جاوے اور اس بندہ کو ناپسند فرماتا ہی جو علم اسلیے سیکھے کہ اس سے خدمت لے اور ایک خبر مین ہی کہ اللہ تعالی ایماندار حرفت والے سے محبت رکھتا ہی - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا اَحَلُّ مَا اَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهٖ وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُوْرٍ - اور دوسری حدیث مین ارشاد ہوا اَحَلُّ مَا اَكَلَ الْعَبْدُ كَسْبُ يَدِ الصَّانِعِ اِذَا نَصَحَ اور فرمایا عَلَيْكُمْ بِالتِّجَارَةِ فَاِنَّ فِيْهَا تِسْعَةَ اَعْشَارِ الرِّزْقِ اور مروی ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھکر اس سے پوچھا کہ تو کیا کام کرتا ہی اسنے عرض کیا کہ خدا تعالی کی

بلکہ وہ خیر خواہی کرے ۱۲ (۱) تم تجارت کیا کرو کہ اسمین رزق کے دس حصون مین سے نو ہین ۱۲

عبادت کرتا ہون آپ نے فرمایا کہ تیرے نفقہ کی کفالت کون کرتا ہے اُسنے عرض کیا کہ میرا ایک بھائی کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ تیرا بھائی تجھ سے زیادہ عابد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو چیزین مجکو ایسی معلوم تھین کہ تمکو جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کرین وہ مین نے تمکو بدون حکم کیے نہین چھوڑین اور جتنی باتین مین ایسی جانتا تھا کہ تمکو جنت سے دور اور دوزخ سے قریب کرین اُنسے بدون منع کیے نہین چھوڑا اور جبرئیل نے میرے دل مین پھونک دیا ہے کہ کوئی نفس نہین مریگا جب تک کہ اپنا رزق پورا نہ لے لے اگرچہ رزق بدیر اُسکے پاس دیر کرکے آوے پس اللہ سے خوف کرو اور طلب رزق اچھی طرح کرو - اِس حدیث مین رزق کو اچھی طرح طلب کرنے کا حکم فرمایا اور یہ نہین فرمایا کہ طلب مت کرو پھر اِس حدیث کے آخر مین ارشاد فرمایا کہ کسی رزق کا دیر کرنا تمکو اِس بات کا باعث نہونا چاہیے کہ تم اُسکو خدا تعالی کی نافرمانی کرکے طلب کرو اسلیے کہ جو چیز خدا تعالی کے پاس ہے وہ اُسکی نافرمانی سے نہین ملتی اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ بازار اللہ تعالی کے دسترخوان ہین جو شخص اُنمین آویگا کچھ اُنمین سے پاویگا - اور فرمایا تم مین سے کوئی شخص رسّی لیکر لکڑیان اپنی پیٹھ پر لادلاوے تو اِس سے بہتر ہے کہ کسی شخص کے پاس جاوے جسکو خدا تعالی نے مال دیا ہو اور اُس سے سوال کرے وہ اُسکو دے یا نہ دے اور فرمایا مَنْ فَتَحَ عَلٰی نَفْسِہٖ بَابًا مِّنَ السُّؤَالِ فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْہِ سَبْعِیْنَ بَابًا مِّنَ الْفَقْرِ اور آثار اِس باب مین یہ ہین کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا حلال کمائی کرنے سے مفلسی دور کرنا کیونکہ جو فقیر ہو جاتا ہے اُسکے اندر تین باتین پیدا ہوتی ہین اول دین کی نرمی دوسرے ضعف عقل تیسرے مروت کا جاتا رہنا اور اِن تینون سے بڑھکر یہ ہے کہ آدمی اُسکو حقیر جانتے ہین - اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ تمکو نہ چاہیے کہ طلب رزق مین تقاعد کرو اور یون کہو کہ بار خدایا ہمکو رزق دے اِس لیے کہ تم جانتے ہو کہ آسمان سے سونا اور چاندی نہین برستا - اور زید بن سلمہ اپنی زمین مین درخت لگا رہے تھے حضرت عمر رض نے اُنکو فرمایا کہ یہ تم خوب کرتے ہو آدمیون سے بے پروا ہو جانا چاہیے کہ اِس سے تمھارا دین زیادہ محفوظ رہیگا اور اِسی صورت مین اُنپر کرم زیادہ کرسکوگے جیسے کہ احیحہ شاعر نے کہا ہے شعر خدمت زر مین ہون مصروف دائم اِس لیے ہو نہین سکتا کرم لوگون پہ گر ہووے نہ مال ۱۲ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ مجکو بُرا معلوم ہوتا ہے کہ کسی آدمی کو بیکار دیکھون نہ دنیا کا کام کرتا ہو نہ دین کا - اور حضرت ابراہیم نخعی سے کسی نے سوال کیا کہ یہ فرمائیے کہ سچا سوداگر آپ کو زیادہ پسند ہے یا وہ شخص کہ عبادت کے لیے فارغ ہو رہا ہو آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک سچا سوداگر زیادہ محبوب ہے اسلیے کہ وہ شخص جہاد مین مصروف ہے کہ شیطان کبھی اُسکو ناپنے مین اور کبھی تولنے مین اور کبھی لینے اور دینے مین دھوکا دیا چاہتا ہے اور وہ اُس سے لڑتا ہے اور اُسکی اطاعت نہین کرتا - اور حضرت حسن بصری رح نے اِس باب مین اُنکے خلاف بیان کیا ہے - اور حضرت عمر رض نے فرمایا کہ مجکو اور کسی جگہ مین اپنا مرنا خوش نہین آتا بجز اُس جگہ کے کہ اُسمین مین بازار کرتا ہون اور اپنے گھر والون کے لیے خرید و فروخت کرتا ہون - اور ہیثم رح نے فرمایا ہے کہ بعض اوقات مین سنتا ہون کہ فلان شخص مجکو بُرا کہتا ہے تو یاد کرتا ہون کہ مجکو اُسکی حاجت نہین اِس یاد سے اُسکی بات مجھپر آسان ہو جاتی ہے - اور ایوب رح نے فرمایا ہے کہ کوئی پیشہ کرنا جس سے کچھ مل جاوے میرے نزدیک لوگون سے مانگنے کی نسبت کر اچھا ہے - اور ایکبار سمندر مین طوفان آیا کشتی والون نے حضرت ابراہیم ادہم رح سے جو کشتی مین اُنکے ساتھ تھے عرض کیا کہ دیکھیے کیسی شدت ہے آپ نے فرمایا کہ شدت اسکا نام نہین شدت یہ ہے کہ لوگون کا محتاج ہو اور ایوب رح کہتے ہین کہ مجکو ابو قلابہ رح نے فرمایا کہ بازار کا پیچھا مت چھوڑو کہ تونگری ایک قسم کی سلامتی ہے یعنی لوگون سے سلامت رہتا ہے اور کسی کا محتاج نہین ہوتا - اور امام احمد رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسے شخص کے حق مین کیا فرماتے ہین جو اپنے گھر مین یا مسجد مین بیٹھ رہے اور کہے کہ مین کچھ کام نہ کرونگا یہان تک کہ میری روزی میرے پاس آوے آپ نے فرمایا کہ وہ شخص علم سے بیخبر ہے کیا اُسنے یہ ارشاد آنحضرت صلعم کا نہین سُنا کہ اللہ تعالی نے میرا رزق میرے نیزہ کے سایہ کے نیچے بنایا ہے - اور جس وقت آپ نے پرندون کا ذکر فرمایا تو ارشاد فرمایا تَغْدُوْا خِمَاصًا وَّتَرُوْحُ بِطَانًا یعنی صبح کو بھوکے اُٹھتے ہین اور شام کو پیٹ بھرے جاتے ہین غرض اِس سے یہ ہے کہ رزق کی طلب مین پرند بھی صبح کو اِدھر اُدھر جاتے ہین - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب خشکی اور تری کی تجارت کیا کرتے اور اپنے باغون کی خدمت کرتے پس اُنکا اقتدا

[illegible] ترمذی و ابن ماجہ بروایت عمر رض ۱۲

کافی ہی۔ اور ابو قلابہ نے ایک شخص کو کہا کہ مین تمکو اگر طلب معاش مین مصروف دیکھون تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہی کہ تمکو مسجد کے کونے مین دیکھون۔ اور کہتے ہین کہ اوزاعی رح حضرت ابراہیم بن ادہم سے ملے اور دیکھا کہ انکے سر پر لکڑیون کا بوجھ ہی کہنے لگے کہ اے ابو اسحاق یہ مشقت کیون کرتے ہو تمہاری خدمت کو تمہارے بھائی کافی ہین حضرت ابراہیم نے جواب دیا کہ اے ابو عمرو مجھسے اس باب مین تعرض مت کرو کہ مین نے سنا ہی کہ جو شخص حلال کی طلب مین ذلت کی جگہ کھڑا ہوگا اسکے لیے جنت واجب ہوگی اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ ہمارے نزدیک عبادت اسکا نام نہین کہ اپنے پاؤن جوڑ رکھو اور دوسرا شخص تمکو کھانا کھلاوے بلکہ اول دو روٹیون کی فکر کرو تب عبادت کرو اور حضرت معاذ بن جبل رض کا ارشاد ہی کہ قیامت کے روز ایک پکارنے والا پکاریگا کہ وہ لوگ کہان ہین جنسے تمام روے زمین مین خدا سے تعالی بغض کرتا تھا اس وقت مسجدون کے سوال کرنے والے اٹھینگے۔ غرض کہ سوال کی مذمت اور دوسرے شخص کی خدمت پر بھروسا کرنے کی برائی شرع کے نزدیک پہلی جو بیان ہوئی اور جس شخص کے پاس مال موروثی نہو اسکو بجز کمانے اور تجارت کے کوئی چارہ نہین۔ اب اگر یون کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تو یون ہی کہ مجکو یہ حکم الہی نہین ہوا کہ مال اکٹھا کرو اور سوداگرون مین سے ہو بلکہ یہ وحی مجھپر ہوئی ہی کہ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ اور اسی طرح حضرت سلمان فارسی رض سے کسی نے کہا کہ آپ ہمکو وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ تم مین سے جس کسی سے ہوسکے تو یہ کرے کہ حالت حج مین یا کفار سے لڑنے مین یا اپنے پروردگار کی مسجد بنانے مین اسکی موت واقع ہو یہ نہو کہ سوداگری کرتے کرتے اور لوگون سے چٹی کا روپیہ لیتے لیتے مرجاوے تو اسکا جواب یہ ہی کہ ان احادیث کی تطبیق حالات کی تفصیل پر موقوف ہی ہم یہ نہین کہتے کہ تجارت ہر حیثیت سے مطلقاً افضل ہی بلکہ ہماری غرض یہ ہی کہ تجارت سے یا تو یہ مقصود ہی کہ بقدر کفایت مال حاصل ہو جاے یا دولت اور زائد از قدر حاجت منظور ہی اگر تجارت سے یہی مطلوب ہی کہ زائد از حاجت ملے تاکہ مال بہت سا ہو اور دفینہ جمع ہوجاوے نہ اسلیے کہ خیرات وصدقات مین دیا جاوے تو یہ تجارت بری ہی کیونکہ اسمین دنیا کی طرف بہمہ تن متوجہ ہونا پایا جاتا ہی جسکی چاہ تمام گناہون کی اصل ہی اور اگر باوجود اسکے لوگون سے باچھ وصول کریگا تو ظلم اور فسق مین داخل ہی اور حضرت سلمان رض نے اسی قسم کی تجارت مراد لی ہی جسمین طلب زیادتی کی ہو لیکن جس صورت مین تجارت سے آدمی اسی بات کا طالب ہو کہ بقدر کفایت اپنے دم اور اپنی اولاد کے پیدا کرے اور مانگنے سے بھی بقدر کفایت اسکو مل سکتا ہو تو ایسی صورت مین سوال سے بچنے کے لیے تجارت افضل ہی اور اگر اسکو سوال کی ضرورت نہ ہوتی ہو بدون مانگے لوگ اسکو دیتے ہون تب بھی کچھ پیشہ کرنا افضل ہی کیونکہ لوگ اسکو اسی نظر سے دیتے ہین کہ وہ اپنی زبان حال سے سوال کرتا ہی اور لوگون مین اپنی احتیاج کھلا کھلی کہ رہا ہی پس یہین جہت اسکو بچنا اور اپنا بھرم رکھنا بیکاری سے بہتر ہی بلکہ عبادات بدنی مین مشغول ہونے سے بھی افضل ہی اور پیشہ نہ کرنا چار شخصون کے لیے افضل ہی۔ اول جو شخص کہ عبادات بدنی کا عابد ہو دوم وہ شخص کہ اسکو باطن کی سیر اور علوم حالات اور مکاشفات مین دل کا عمل حاصل ہو سوم وہ عالم کہ علم ظاہر مین سے ایسی باتون مین مشغول ہو جو لوگون کو دین کے باب مین کارآمد ہون جیسے مفتی اور مفسر اور محدث ہین چہارم وہ شخص کہ لوگون کی بہتری مین مصروف ہو اور انکے معاملات کا متکفل ہو جیسے بادشاہ اور قاضی اور گواہ۔ تو ان چارون قسمون کے لوگون کو کسب مین مشغول ہونے کی نسبت کر اپنا دھندا کرنا افضل ہی بشرطیکہ بیت المال کے مال مین سے خواہ فقرا اور علما پر وقفی اشیا مین سے بقدر کفایت لیتے ہون اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہوئی سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ اور یہ حکم نہ ہوا کہ كُنْ مِنَ التَّاجِرِينَ اسلیے کہ آپ مین یہ چارون وصف مع اور زیادہ اوصاف کے جو خارج از حیطۂ بیان ہین موجود تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رض مسند آراے خلافت ہوے تو اصحاب رض نے آنکو تجارت کے ترک کرنے کا مشورہ دیا اسلیے کہ شغل تجارت مین مسلمانون کے کام کی فرصت کم ہوتی تھی پس آپ نے یہ معمول کر لیا کہ بیت المال مین سے بقدر کفایت لے لیتے اور اسی کو بہتر سمجھا اور جب آپ کی موت قریب ہوئی تو وصیت کر دی کہ جس قدر مین نے بیت المال مین سے

ف یاد کر خوبیان اپنے رب کی اور رہ سجدہ کرنے والون مین اور بندگی کر اپنے رب کی جب تک پہنچے تجھکو یقین ۱۲

لیا ہو اُس قدر اُسمین رکھدینا الا ابتدا مین اُسکا لینا ہی بہتر جانا تھا اور اِن چارون شخصون کے لیے دو حالتین اور ہین ایک یہ صورت ہو کہ جب وہ پیشہ کچھ نہ کرین تو اُنکی کارروائی لوگون کے ہاتھ سے اور مال زکوٰۃ خواہ صدقہ و خیرات سے ہوئی جاوے اور اُنکو سوال کی حاجت نہ پڑے پس ایسی صورت مین پیشہ کا نہ کرنا اور اپنے کام مین مشغول رہنا بہتر ہی اسلیے کہ اسمین لوگون کو خیرات پر مدد کرنا اور جو حق اُنپر واجب ہی اُسکا قبول کرنا خواہ اُنکے زائد از حاجت مال کو خیرات مین صرف کرانا پایا جاتا ہی۔ دوسری حالت یہ ہی کہ سوال کی حاجت پڑے اور تامل اسمین ہی اور جتنی تشدیدات کہ سوال اور اُسکی مذمت مین ہمنے بیان کی ہین اُنسے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ سوال سے بچنا اولیٰ ہی اور بدون احوال اور اشخاص کے لحاظ سے اسباب مین حکم مطلق دینا مشکل ہی بلکہ آدمی کے اجتہاد پر منحصر ہی کہ اپنے لیے جس بات مین بہتری جانے اُسکو اختیار کرے یعنی میزان عقل کے ایک پلہ مین سوال کی ذلت اور مروت کا جاتا رہنا اور دوسرے کے سامنے کھڑا ہونا اور منت کرنی رکھے اور دوسرے پلہ مین علم و عمل مین مشغول ہونے سے جو فائدہ اپنے آپ کو اور دوسرون کو ہوتا ہی اُسکو رکھے اور دیکھے کہ کونسا اُنمین بھاری ہوتا ہی کیونکہ بہت لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اُنکا فائدہ اور خلق کا نفع اُنکے علم و عمل مین مشغول ہونے سے بہت ہوتا ہی اور قدر کفایت اُنکی ادنیٰ اشارہ اور کنایہ سوال سے حاصل ہو جاتی ہی اور بعضون کا معاملہ برعکس ہوتا ہی۔ اور بعض اوقات مطلوب اور معذور چیز کا پلہ برابر پڑتا ہی اُس وقت طالب کو اپنے دل سے فتویٰ لینا چاہیے گو مفتی کچھ ہی حکم لگا دین اسلیے کہ فتوے مین سب صورتون کی تفصیل اور اصول باریک بعض اوقات مین نہین ہوا کرتے۔ اور سلف مین بعض لوگ ایسے ہوے ہین کہ اُنکے تین سو ساٹھ دوست تھے سال بھر مین ایک ایک روز ہر ایک کے یہان رہا کرتے تھے اور بعضون کے صرف تیس دوست تھے کہ مہینہ مین ایک روز ہر ایک کے یہان رہتے اور خود کوئی کام بجز عبادت پروردگار کے نہ کرتے اسلیے کہ جانتے تھے کہ جن لوگون کے یہان ہم رہتے ہین اور وہ ہماری خدمت کرتے ہین اس خدمت کو وہ اپنی سعادت سمجھتے ہین اور ہمارے قبول کے باعث اپنی گردنون پر بار منت جانتے ہین پس اُنکی خیرات کا قبول کرنا ان اکابر کے حق مین علاوہ اُنکی عبادات کے منجملہ خیرات ہوتا ہی۔ غرضکہ طالب کو ان امور مین نظر دقیق کرنی چاہیے کیونکہ لینے والے کو ثواب اُسی قدر ہوتا ہی جتنا دینے والے کو ہوتا ہی بشرطیکہ لینے والا اُس مال سے اپنے امور دینی مین مدد لے اور دینے والا طیب خاطر دیوے۔ اور جو شخص کہ ان باتون سے واقف ہو جاویگا اُسکو ممکن ہی کہ اپنا حال جان لے اور اپنی حالت اور مصلحت وقت کی نسبت کہ جو بات اُسکے حق مین افضل ہو اپنے دل مین اُسکو واضح پاوے واللہ اعلم یہان تک پیشہ کرنے کی فضیلت بیان ہوئی اب چونکہ جن معاملات سے آدمی کچھ پیدا کرتا ہی اُنمین چار باتین ضروری ہونی چاہیین اول درستی معاملہ دوم عدل سوم احسان چہارم دین کا خوف پس ہم اِن چارون باتون کو اگلی چار فصلون مین بیان کرینگے اور دوسری فصل مین درستی معاملہ کے اسباب شروع کرتے ہین۔۔

دوسری فصل بیع اور سود اور بدلی اور ٹھیکہ اور مضاربت اور شرکت سے کمانے کی کیفیت اور ان معاملات کی صحت مین شرع کی شرطون کے بیان مین کہ شرع مین مدار پیدا وار کا یہی چھوٹی چیزین ہین

واضح ہو کہ اِس فصل کا مضمون جاننا ہر مسلمان صاحب کسب پر فرض ہی کیونکہ یہ جو حدیث مین وارد ہی طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ اُس سے یہی غرض ہی کہ جس علم کی حاجت ہو اُسکا سیکھنا فرض ہی اور پیشہ ور کو پیشہ کے علم کی حاجت ہوتی ہی اسلیے اُسکو سیکھنا اِس علم کا واجب ہی کہ جب اِس علم سے واقف ہوگا تو معاملہ کی فاسد کرنے والی باتون کو معلوم کرلیگا اور معاملہ مین اُنسے احتراز کریگا اور اگر کوئی مسئلہ جزئی مشکل پیش ہوگا تو جب تک اُسکو دریافت نہ کرلیگا تب تک اُسمین توقف کریگا کیونکہ جب تک مجملاً اسباب فساد کو نہ جان لیگا تو اُسکو کیسے معلوم ہوگا کہ توقف اور دریافت کرنا کس وقت اُسکے ذمہ واجب ہی اور اگر اہل معاملہ یہ کہے کہ مین علم کو اول نہین سیکھتا بلکہ اپنا کام کیے جاؤنگا جب تک کہ کوئی معاملہ سخت مجکو پیش آوے اُس وقت اُسکا مسئلہ پوچھ لونگا اور فتویٰ دریافت کرلونگا تو اُسکو یون جواب دیا جاویگا کہ جس صورت مین کہ تجکو مجمل علم معاملہ کی مفسد چیزون کا نہین تجکو کیسے معلوم ہوگا کہ یہ معاملہ قابل دریافت ہی کیونکہ تو معاملہ کیے جاویگا اور اُسکو صحیح اور مباح جانیگا

حالانکہ حقیقت میں شاید درست نہ ہو اس نظر سے علم تجارت میں اسقدر کا جاننا ضروری ہی تاکہ معلوم ہو کہ فلان معاملہ مباح ہی اور فلان ممنوع اور بیع معاملہ ظاہر ہی اور یہ مشکل۔ اور یہین وجہ حضرت عمرؓ سے مروی ہی کہ آپ بازار مین پھرا کرتے اور بعض سوداگرون کو دُرّہ سے مارتے اور فرماتے کہ ہماری بازار مین وہی خرید و فروخت کرے جو علم خرید و فروخت کے مسائل کا رکھتا ہو ورنہ سود کھا جاویگا خواہ اُسکی مرضی ہو یا نہ ہو۔ اور علم معاملات کا بہت ہی مگر ان چھ عقد مذکورۂ بالا کی اکثر پیشون مین ضرورت رہتی ہی اسلیے ہم انھین کی شرطون کو چھ بیانون مین علٰحدہ علٰحدہ لکھتے ہین۔

پہلا بیان بیع کے ذکر مین۔ بیع کو اللہ تعالی نے حلال فرمایا ہی اور اُسکے رکن تین ہین —

رکن اول عاقد ہی یعنی معاملہ کرنے والا۔ اِسمین تاجر کو چاہیے کہ چار شخصون سے بیع کا معاملہ نہ کرے ایک لڑکا دوم مجنون سوم غلام چہارم اندھا اِسلیے کہ لڑکا اور مجنون غیر مکلف ہین تو لڑکا اگر خرید و فروخت کریگا گو اُسکو ولی نے اجازت دے دی ہو اُسکی بیع امام شافعی کے نزدیک درست نہوگی اور لڑکے اور مجنون سے جو کچھ سوداگر لیگا اور اُسکے پاس سے ضائع ہوگا تو اُسپر تاوان آویگا اور اگر اپنی چیز اُنکے حوالہ کریگا اور تلف ہو جاویگی تو اُسی کا مال جاویگا اُنکو کچھ نہ دینا پڑیگا اور غلام عاقل کی خرید و فروخت بدون اُسکے آقا کی اجازت کے درست نہین تو کُنجڑے اور نان بائی اور قصائی وغیرہ کو چاہیے کہ غلامون کے ساتھ کوئی معاملہ نہ کرین جب تک کہ اُنکے مالک اُنکو خرید و فروخت کی اجازت نہ دین اور مالک کی اجازت دو طرح سے معلوم ہوسکتی ہی یا تو اسطرح کہ خود سوداگر مالک کے منہ سے سن لے یا شہر مین مشہور ہو جاوے کہ فلان غلام اپنے آقا کی طرف سے خرید و فروخت کا مجاز ہی یا کوئی عادل شخص اُس سے کہدے کہ یہ غلام مجاز ہی پس اگر بدون اجازت آقا کے اُس سے معاملہ کریگا تو یہ معاملہ باطل ٹھہریگا اور جو کچھ غلام سے لیگا بشرط جاتے رہنے کے اُسکا تاوان مالک کے حوالہ کرنا پڑیگا اور جو چیز غلام کو دیگا اگر اُسکے پاس سے جاتی رہیگی تو اُسکا تاوان نہ اُسپر ہوگا نہ آقا پر بلکہ جب غلام آزاد ہو جاویگا اُسوقت اُس سے مطالبہ ہونچیگا۔ اور اندھے کا معاملہ اس وجہ سے درست نہین کہ بن دیکھی چیز کی خرید و فروخت کرتا ہی اسلیے اُسکی تدبیر یہ ہی کہ اُس سے کہدیا جاوے کہ کسی واقف کار کو اپنا وکیل کردے تاکہ تیری طرف سے خرید و فروخت کرے اِس صورت مین وکالت درست ہوگی اور وکیل کی خرید و فروخت بھی صحیح ہوگی لیکن اگر سوداگر خود اندھے سے معاملہ کریگا تو فاسد ہوگا اور جو چیز اُس سے لیگا اگر جاتی رہیگی تو قیمت دینی پڑیگی اور جو اندھے کو دیگا اور اُسکے پاس سے جاتی رہیگی اُسکا دام بھی نرخ بازار سے لیگا۔ اور کافر کے ساتھ معاملہ داد و ستد کا درست ہی مگر اُسکے ہاتھ قرآن مجید اور مسلمان غلام نہ بیچنا چاہیے اور جس صورت مین کہ وہ حربی ہو اُس وقت اُسکے ہاتھ ہتھیار بھی فروخت نہ کیے جاوین اور اگر یہ معاملات کیے جاوینگے تو مردود ہونگے اور معاملہ کرنے والا خدا تعالی کا گنہگار ہوگا۔ اور ترکی سپاہی خواہ ترکمانی یا بدو یا گرد اور چور اور خائن اور سود خوار اور ظالم یا اور شخص جسکا اکثر مال حرام کا ہو تو اُنکی چیز کو اپنی ملک مین نہ لانا چاہیے کیونکہ اُنکا مال حرام ہی ہان اگر کوئی خاص چیز ایسی معلوم ہو جاوے کہ بوجہ حلال اُنکے پاس آئی ہی تو اُسکے لینے کا مضائقہ نہین اور اسکی تفصیل باب حلال اور حرام مین آویگی

دوسرا رکن بیع کا وہ چیز ہی جسکا معاملہ ہوتا ہی یعنی جس مال کا کہ ایک کے پاس سے دوسرے کے پاس چلا جانا مقصود ہی خواہ وہ ثمن ہو یا مبیع اُسمین چھ شرطین معتبر ہین۔ اول یہ کہ وہ مال اپنی ذات سے نجس نہو اور اگر ہوگا تو بیع درست نہوگی مثلاً کتے اور سور اور گوبر اور پاخانہ اور ہاتھی دانت اور اُسکے برتنون کی بیع درست نہ ہوگی ہاتھی دانت کی بیع درست نہ ہونے کی یہ وجہ ہی کہ ہڈی مرنے سے ناپاک ہو جاتی ہی اور ہاتھی ذبح کرنے سے پاک نہین ہوتا اور نہ اُسکی ہڈی ذبح سے پاک ہو اور نیز شراب کی بیع اور جو جانور کہ کھانے نہین جاتے اُنکی چربی کی بیع درست نہین گو اُسکے چراغ مین جلانے اور کشتیون مین ملنے سے فائدہ ہوسکتا ہی اور پاک تیل اگر نجاست گرنے سے خواہ چوہے کے مرجانے سے نجس ہو جاوے تو اُسکی بیع درست ہی اس وجہ سے کہ کھانے کے سوا اور چیزون مین کام آسکتا ہی اور اُسکی ذات نجس نہین نجاست بیرونی سے نجس ہوگیا ہی اسی طرح ریشم کے کیڑون کے انڈون کی فروخت مین میرے نزدیک کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ وہ ایک جاندار کی اصل ہین جو کارآمد ہوتا ہی اور انکو بیضہ مرغ سے تشبیہ دینا کہ وہ بھی پرند کی اصل ہین اس سے بہتر ہی کہ پنچال اور لید سے تشبیہ دیوین۔ اور مشک کے نافہ کی بیع

درست ہے اور جس صورت میں کہ وہ ہرن سے زندگی کی حالت میں علیحدہ ہوا ہو تو اُسکی طہارت کا حکم کرنا چاہیے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ چیز کارآمد
اِس سے یہ نکلا کہ حشرات الارض کی بیع اور چوہے اور سانپ کی بیع ناجائز ہے اور سانپ سے مداریوں کو نفع پہونچنا یا سپیروں کا نفع کہ سانپ کو
بامی سے نکال کر لوگوں کو دکھلاتے پھرتے ہیں قابل لحاظ نہیں یعنی اِس وجہ سے اُسکی بیع جائز نہ ہوگی - اور بلی کی بیع اور شہد کی مکھی اور چیتے
اور شیر کی اور اُن جانوروں کی جو شکار کی لیاقت رکھتے ہیں یا اُنکا چمڑہ کارآمد ہے درست ہے اور بوجھ لادنے کے لیے ہاتھی کی بیع درست ہے
اور طوطے اور مُور اور خوشرنگ جانوروں کی بیع گو وہ کھانے میں نہ آوین درست ہے اِس لیے کہ اُنکی آواز سُننی اور صورت سے دل بہلانا
ایک مباح غرض ہے ہاں کتا اگرچہ خوبصورت بھی ہو اُسکو نہ لینا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے ممانعت فرمائی ہے اور بین و
سارنگی و چنگ اور تار کے باجوں اور کھیل کے باجوں کی بیع جائز نہیں اِس لیے کہ انہیں شرعاً کوئی نفع نہیں اِسی طرح مٹی کے کھلونے جو عیدوں
اور میلوں میں لڑکوں کے لیے بکتے ہیں اُنکا لینا جائز نہیں اِس لیے کہ شرعاً اُنکا توڑنا واجب ہے مگر درخت وغیرہ کی مورت کا مضائقہ نہیں
اور کپڑوں اور رکابیوں پر جو جانوروں کی صورتیں ہوتی ہیں اُنکا بیچنا درست ہے اور یہی حال تصویردار پردوں کا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ اِن
چیزوں کا استعمال رکھے ہوئے درست ہے اور اُوپر ٹانگ کر درست نہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو ارشاد فرمایا
کہ اُسکا بچھونا بنا لو - پس چونکہ من وجہ اُنسے نفع لینا درست ہے تو اسی وجہ کے باعث اُنکی بیع بھی صحیح ہے تیسری شرط یہ ہے کہ معقود علیہ
عاقد کی ملک ہو یا مالک کی اجازت سے اُسکا عقد ہوتا ہو پس اگر کوئی چیز غیر مالک سے مول لے اِس توقع پر کہ مالک اجازت دیدیگا تو
یہ عقد صحیح نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض مالک بعد کو راضی بھی ہو جاوے تو از سرِ نو معاملہ کرنا واجب ہے اِسی طرح اگر زوجہ سے شوہر کا مال مول لے یا
شوہر سے زوجہ کا یا باپ سے بیٹے کا خواہ بیٹے سے باپ کا اِس بھروسے پر کہ اگر مالک کو علم ہو جاویگا تو راضی ہو جاویگا تو یہ معاملہ صحیح نہ ہوگا -
اِس لیے کہ رضا مالک بیع سے مقدم ہونی چاہیے اور وہ اِن صورتوں میں پائی نہیں گئی اور ایسے معاملے بازاروں میں ہوتے ہیں مگر بندہ
دیندار کو چاہیے کہ اُنسے احتراز کرے - چوتھی شرط یہ ہے کہ معقود علیہ ایسی چیز ہو جسکو شرعاً اور حسّاً حوالہ کر سکتا ہو تو جو چیز حسّاً حوالہ نہ کر سکیگا
اُسکی خرید و فروخت درست نہوگی جیسے بھاگا ہوا غلام اور پانی کے اندر مچھلی اور پیٹ کے اندر بچہ اور نر کا مادہ پر ڈالنا اسی طرح جانور کے
پشت پر کی اُون کو بیع کرنا اور تھنوں کے اندر کے دودھ کو بیچنا درست نہیں اِس لیے کہ اُسکا مشتری کو دینا دشوار ہے اور مبیع اور غیر مبیع
مل جاتے ہیں اور جن چیزوں کا مشتری کو دینا شرعاً متعذر ہے وہ ایسی ہیں جیسے مرہون اور وقف کی چیز اور اُم ولد تو اُنکی بیع بھی درست نہیں
اِسی طرح ماں کا بیچنا بدون اُسکے بچہ کے جبکہ بچہ چھوٹا ہو خواہ بچے کو فروخت کرنا بدون اُسکی والدہ کے جائز نہیں کیونکہ بیع کی صورت میں
اگر مبیع حوالہ مشتری کریگا تو دونوں میں جدائی ہو جاویگی اور بچہ کو اُسکی ماں سے جُدا کرنا حرام ہے - پانچویں شرط یہ ہے کہ مبیع کی تعیین اور
مقدار اور وصف معلوم ہو تعیین کے علم سے یہ مراد ہے کہ معین چیز کی طرف اشارہ کردے اِس سے یہ نکلا کہ اگر بائع یوں کہے کہ تیرے ہاتھ اِس
گلّہ میں سے ایک بکری میں نے بیچی جونسی تو چاہے یا اِن تھانوں میں سے جو تیرے سامنے ہیں ایک تھان بیچا یا اِس کپڑے میں ایک گز فروخت
کیا جدھر سے چاہے لے لینا یا اِس زمین میں سے دس گز زمین بیچی جدھر سے چاہے ناپ لینا تو بیع باطل ہوگی اور یہ سب باتیں ایسی ہیں
کہ دین میں سُستی برتنے والے اِنکے عادی ہیں ہاں اگر یوں کہے کہ اِس چیز کا آدھا یا چوتھائی یا دسواں حصہ فروخت کرتا ہوں تو بیع جائز
ہوگی اور مقدار مبیع کا علم ناپنے یا تولنے یا اُسکے دیکھنے سے ہوتا ہے پس اگر بائع یوں کہے کہ اِس کپڑے کو تیرے ہاتھ اِسقدر پر بیچتا ہوں جتنے پر
فلاں شخص نے اپنا کپڑا بیچا ہے حالانکہ دونوں کو اُسکا حال معلوم نہیں تو یہ بیع باطل ہوگی اسی طرح اگر یوں کہے کہ اِس پتھر کے وزن کی برابر
فروخت کیا اور معلوم نہیں کہ وہ وزن مروّج کی رو سے کتنا ہے تو بیع باطل ہے اور اگر یوں کہے کہ تیرے ہاتھ یہ گیہوں کا ڈھیر فروخت کیا یا اِس
ہمیانی کے روپیہ کی عوض یا سونے کے اِس ٹکڑے کے عوض بیع کیا اور مشتری اُن چیزوں کو دیکھ رہا ہو تو بیع درست ہوگی اور مقدار پہچاننے

[illegible]

صرف نظر کا اندازہ کافی ہوگا۔ اور وصف کا علم چیزون کو دیکھنے سے ہوا کرتا ہی تو غائب چیز کی بیع درست نہو گی لیکن اگر چیز کو پہلے دیکھ لیا ہو اور دیکھے ہوئے اتنے دن گذرے ہون کہ اُس قدر عرصہ مین غالباً وہ بدلی نہو گی تو بیع درست ہو گی مگر مذہب ٹھیک یہی ہی کہ وصف دیکھنے کے قائم مقام نہین ہوتا بیع شنیدہ کے بود مانند دیدہ + اور بنی ہوئی چیزون مین توزی[۱] کپڑون کی بیع اُسکے نقوش کے اعتبار پر درست نہین جب تک کہ پیش نظر نہو اور گیہون کی بیع بالی کے اندر ناجائز ہی۔ اور چاول کی بیع اُس پوست کے اندر جس سمیت وہ ذخیرہ کیا جاتا ہی اور دھان کہلاتا ہی درست ہی اور ایسا ہی بادام اور ناریل کی بیع اندرونی چھلکے کے اندر درست ہی دونون پوست سمیت جائز نہین اور باقلاء[۲] تر کی بیع دونون پوستون مین ضرورت کی وجہ سے درست ہی اور فقاع کی بیع مین تسامح کیا جاتا ہی اس وجہ سے کہ سلف کے لوگ اسکی بیع کے عادی تھے اور ہم اس بیع کو بدلہ کے عوض مین اباحت ٹھہراتے ہین پس اگر اسلیے خریدیگا کہ اُسکو فروخت کرے تو قیاس یہی ہی کہ بیع باطل ہو اس لیے کہ وہ پیدائش کی رو سے پوشیدہ نہین رہتا اور یہ بھی بعید نہین کہ تسامح کی وجہ یہ بیان کی جاوے کہ باہر نکالنے سے وہ انار کی طرح بگڑ جاتا ہی اس لیے اُسکو بدون نکالنے کے فروخت کرنے مین مضائقہ نہین جیسے اور مستور الخلقت چیزین ہین۔ چھٹی شرط یہ ہی کہ اگر بیع پر ملک معاوضہ کی جہت سے ہوئی ہو تو وہ قبضہ مین آجانی چاہیے اور یہ ایک شرط خاص ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیز کی بیع سے منع[۳] فرمایا ہی جسپر بائع نے قبضہ نہ کیا ہو اور اس باب مین زمین اور منقول چیز یکسان ہی تو جس چیز کی خرید و فروخت قبض سے پیشتر ہو گی اُسکی بیع باطل ہو گی اور منقول چیز کا قبضہ اُٹھا لیجانے سے ہی اور زمین کا قبضہ اسطرح ہی کہ دوسرے کی چیز اُسمین کچھ نہ رہنے پاوے اور غیر کا تصرف اُٹھ جاوے اور جس غلہ کو ناپنے کی شرط پر خریدا ہو اُسکا قبضہ بدون ناپنے کے کامل نہوگا اور ترکہ کی بیع اور وصیت اور ودیعت کے مال کی اور ایسی چیزون کی جنمین ملک بوجہ عوض دینے کے نہ ہوئی ہو قبضہ سے پہلے جائز ہی۔

تیسرا رکن بیع کا لفظ عقد ہی اس مین ایجاب اور اُسکے متصل ہی قبول کا ہونا ایسے لفظون سے جن سے مقصود نکلتا ہو اور صراحتاً یا کنایۃً غرض سمجھ مین آتی ہو ضرور ہی مثلاً اگر یون کہے کہ مین نے تجکو یہ چیز اتنے کے بدلے دی بجائے یون کہنے کے کہ تیرے ہاتھ اتنے کو بیچی اور دوسرے نے کہا کہ مین نے قبول کی تو بیع درست ہو گی بشرطیکہ دونون کا مقصود ان الفاظ سے بیع ہو کیونکہ اگر یہ الفاظ دو کپڑون یا گھوڑون وغیرہ مین جاری ہونگے تو ان الفاظ سے منگنی کا احتمال بھی ہو سکتا ہی اور نیت کے باعث احتمال دور ہو جاتا ہی اور تصریح کر دینے سے کچھ خصومت ہی نہین آتی مگر کنایہ سے جس چیز مین ہو لوگے اُس سے ملک اور حلال ہونے کا فائدہ ہوگی۔ اور بیع مین ایسی شرط نہ لگانی چاہیے جو مقتضا سے عقد کے مخالف ہو مثلاً یہ شرط کرے کہ کسی قدر زیادہ دینا یا یہ کہ بیع کو ہمارے گھر پہونچا دینا یا لکڑیان خریدین اس شرط پر کہ گھر پہ ڈلوا دینا تو یہ شرطین فاسد ہین ہان اگر بیع کے پہونچانے کی اُجرت بیع سے جدا گانہ معین ہو گئی ہو تو مضائقہ نہین۔ اور جبکہ بائع اور مشتری مین صرف داد و ستد ہوئی ہو اور زبان سے کچھ نہ کہا ہو تو امام شافعی کے نزدیک اس طرح کی بیع سرے سے نہین ہوتی اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک حقیر چیزون مین ایسی بیع درست ہی مثلاً صراف کے ہاتھ مین پیسا حوالہ کیا اور ایک ڈھیر کوڑیون کا اُسنے مشتری کو دے دیا اور زبان سے کچھ نہ کہا تو درست ہی اس صورت مین حقیر چیزون کا ضبط کرنا کہ کون کون سی ہین مشکل ہی اگر اس امر کو عادت پر منحصر کیا جاوے تو لوگ حقیر چیزون سے تجاوز کر کے نفیس مین بھی ایسا کرنے لگین مثلاً دلال بزاز کے پاس آکر تھان دیباج دس روپیہ کا مشتری کے پاس لیجاتا ہی اور دوبارہ اُس سے آکر کہتا ہی کہ مشتری دس روپیہ پر راضی ہی بائع کہتا ہی کہ اُس سے دس لے آ وہ مشتری سے دس لیکر بزاز کو دیتا ہی اور وہ اُنمین تصرف کرتا ہی ادھر مشتری تھان کو قطع کرتا ہی حالانکہ دونون مین ایجاب اور قبول ہرگز نہین ہوا اسی طرح چند خریدار بائع کی دوکان پر جمع ہوتے ہین اور وہ کوئی چیز مثلاً سو روپیہ کی نیلام کرتا ہی ایک اُسکے نوے لگاتا ہی دوسرا بچانوے کہتا ہی تیسرا سو کہتا ہی اُس سے کہتے ہین کہ اچھا گن دو وہ سو گن کر بائع کے حوالہ کرتا ہی اور چیز کو لے لیتا ہی بدون ایجاب و قبول کے تو یہ ہمیشہ کی عادت ہو گئی ہی اور ایسا روگ ہی جو علاج پذیر نہین اس لیے کہ ایسی صورت مین تین احتمالات ہو سکتے ہین اول یہ کہ بدون ایجاب و قبول کے داد و ستد سے بیع مطلق درست ہو جاوے خواہ حقیر چیز کی ہو یا نفیس کی اور یہ محال ہی اس لیے کہ نہین ایک کی ملک دوسرے کے پاس

۱؎ توز ایک شہر ہی فارس مین توزی منسوب ہی اُسکی طرف ۱۲   ۲؎ بفتح اول ایک قسم کا غلہ مثل جو کے ہی اور قاموس مین قسم نبات لکہا ہی کہ سوکہکر سخت ہوجاتا ہی ۱۲   ۳؎ ابو داؤد بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ ۱۲

بدون ایسے لفظ کے جس سے نقل ملک معلوم ہو چلی جاویگی اور خداے تعالی نے تو بیع کو حلال فرمایا ہی جو ایجاب وقبول کا نام ہی اور وہ ہوا نہین
اور صرف دینے اور لینے کے فعل پر لفظ بیع بولا نہین گیا تو کیسے حکم کر دیا جاویگا کہ ایک کی ملک دوسرے کی ملک مین چلی گئی خصوصی لونڈیون اور
غلامون اور زمینون اور عمدہ چوپایون اور اُن چیزون مین جنمین اکثر نزع ہوا کرتا ہی یہ کیسے ہوگا کیونکہ دینے والے کو اختیار رہی کہ پھر جاوے اور
کہے کہ مین نادم ہوا اور مین نے فروخت نہین کیا مجھ سے صرف یہی فعل ہوا کہ چیز دیدی اور دے دینا بیع نہین ہی۔ دوسرا احتمال یہ ہی کہ اس
قسم کی بیع کا باب بالکل مسدود کیا جاوے جیسے امام شافعی رح نے فرمایا ہی کہ صرف داد و ستد سے عقد باطل ہوتا ہی اور اس احتمال مین
دو وجہ سے مشکل پڑتی ہی اول تو یہ کہ قریب بصواب یہی معلوم ہوتا ہی کہ اسطرح کا معاملہ حقیر چیزون مین صحابہ رض کی عادت مین داخل تھا اور
اگر بالفرض وہ لوگ کنجڑے اور نانبائی اور قصائی وغیرہم سے ادنی ادنی معاملون مین ایجاب وقبول کیا کرتے تو ایک تو یہ فعل اُنپر گران گذرتا
علاوہ ازین اُنکا یہ فعل نقل متواتر سے نقل کیا جاتا اور کوئی نہ کوئی ایسا وقت مشہور ہوتا کہ اُسمین یہ عادت بالکل متروک ہوتی کیونکہ ایسی باتون مین
زمانے مختلف ہوا کرتے ہین۔ دوسری مشکل یہ ہی کہ آدمی اب اس عادت مین نہایت درجہ کو مبتلا ہین جو شخص کوئی سی چیز کھانے یا پینے
وغیرہ کی مول لیتا ہی وہ یہ بھی جانتا ہی کہ بائع کی ملک اسپر معاطاۃ سے ہوئی ہی تو جس صورت مین یہ نوبت ہی تو پھر الفاظ عقد بولنے سے
کونسا فائدہ ہی۔ تیسرا احتمال یہ ہی کہ حقیر اور نفیس چیزون مین حکم جداگانہ ہو جیسے کہ امام ابوحنیفہ رح ارشاد فرماتے ہین اس صورت مین
دو دقتین ہونگی اول حقیر چیزون کا ضبط کرنا دوم ملک کے بدلنے کا سبب بدون زبان سے کوئی لفظ نکلنے کے جس سے تبدیل ملک پائی جاوے
اور ابن شریح نے امام شافعی رح کے قول کو موافق ارشاد امام اعظم رح کے نکالا ہی یعنی اس مسئلہ مین امام اعظم کے قول کے بموجب فتوی دیا ہی
اور یہ قول واقع مین اعتدال کے قریب تر ہی اور چونکہ اسکی حاجت پڑتی ہی اور خلق مین بہت مروج ہو رہا ہی اور ظن غالب یہی معلوم ہوتا ہی
کہ زمانہ صحابہ رض مین یہ امر معتاد تھا تو ان وجوہات کی نظر سے اگر ہم اس قول کی طرف رجوع کرین تو کیا مضائقہ ہی باقی رہا اُن دونون دقتون کا
جواب تو حقیر چیزون کے ضبط کرنے کے لیے ہم کہتے ہین کہ ہم پر ضروری نہین کہ بتکلف اُنکی مقدار معین کرین کیونکہ یہ امر غیر ممکن ہی بلکہ اس بابت
دو طرفین کھلی کھلی ہین اول تو یہ کہ اگر کوئی شخص ساگ اور تھوڑا سا میوہ اور روٹی اور گوشت اور دوسری حقیر چیزین جنمین صرف داد و ستد
مروج ہی اور زبان سے ایجاب وقبول کی عادت نہین مول لیوے تو یہ طرف حقارت کی ہی اسمین مشتری اگر طالب ایجاب وقبول ہوتا ہی
تو لوگ اُسکو خسیس جانتے ہین اور اُسکے تکلف کو بُرا اور بیجا سمجھتے ہین اور کہتے ہین کہ فلان شخص ادنی چیز کو تولتا ہی اور بال کی کھال نکالتا ہی
اور دوسری طرف جو نفاست کی ہی وہ سواری کے جانور اور غلام اور زمینین اور نفیس کپڑے ہین کہ انمین ایجاب وقبول کے تکلف کو لوگ
بعید نہین جانتے اور ان دونون طرفون کے درمیان مین جو چیزین رہین وہی مقام شک اور شبہہ مین رہین پس دیندار کو چاہیے کہ اُنمین
راہ احتیاط کی چلے۔ اور شرع کے جتنے قواعد اس طرح کے ہین کہ عادات سے معلوم ہوتے ہین وہ ایسے ہی ہوتے ہین کہ اُنکے اطراف کھلے کھلے
ہوتے ہین اور درمیانی امور مشکل اور مشتبہ ہوا کرتے ہین۔ اور دوسرے وقت جو ملک کے بدلنے کی وجہ تلاش کرنے کی ہی اُسکی یہ تدبیر ہی کہ
ہاتھ سے لینے اور دینے کو سبب ملک کے انتقال کا ٹھہرانا چاہیے اسلیے کہ لفظ بھی تو سبب بذات خود نہین ہوا کرتا بلکہ اُسکی دلالت ہی سبب
پڑتی ہی اور ہاتھ کے فعل سے بھی وہی مقصود بیع کا بلحاظ عادت دائمی کے پایا گیا اور اُسپر حاجت کا ہونا اور پہلے لوگون کا اُسکو برتنا ضمیمہ ہو گیا
علاوہ ازین ہدیون کا قبول کرنا بدون ایجاب وقبول سب کی عادت ہی حالانکہ ملک کی تبدیل ہدیہ مین بھی ہی اور کوئی فرق معلوم نہین ہوتا
کہ جب چیز کے عوض مین ملک بدلے تب ایجاب وقبول ضروری ہو اور جب بدون عوض بدلے تو ضرورت ایجاب وقبول کی نہ رہی ہان
یہی ہی کہ پہلے لوگون کی عادت اسی طرح تھی کہ ہدیہ حقیر چیز کا ہو یا نفیس کا اُسکو بلا ایجاب وقبول منظور کرتے تھے بلکہ ہدیہ کسی طرح کا ہو
اُسمین ایجاب وقبول کی طلب کو بُرا سمجھتے تھے اور بیع مین سوا ادنی چیزون کے اور کسی مین ایجاب وقبول ہونے کو بُرا نہ جانتے تھے

غرضکہ ہمارے نزدیک یہ احتمال نہایت درست ہی اور معہذا متقی دیندار کو شایان ہی کہ ایجاب وقبول ترک نہ کرے تاکہ شبہۂ خلاف سے بری ہو جاوے یعنی جس صورت مین کہ اسکو معلوم ہو کہ بائع اس چیز کا مالک بدون ایجاب وقبول کے ہوا ہی تو اُسکے لیے مناسب نہین کہ اس وجہ سے خود ایجاب وقبول نہ کرے کیونکہ اصل حقیقت بائع کی ملک کی معلوم نہین ہوا کرتی کیا عجب ہی کہ اُسنے وہ چیز ایجاب وقبول ہی سے لی ہو ہان اگر اُسکے لینے کے وقت یہ شخص خود موجود ہو یا بائع اپنی زبان سے اقرار کرے کہ مین نے خود بدون ایجاب وقبول کے لی ہی تو اس صورت مین وہ چیز اُس سے خرید نہ کرے کسی اَور سے مول لے لے پس اگر مبیع حقیر چیز ہو اور مشتری کو اُسکی ضرورت بھی ہو تو زبان سے ایجاب وقبول کر لے کیونکہ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ آگے کو بائع سے جھگڑا نہ ہوگا اسوجہ سے کہ لفظ صریح سے پھرنا ممکن نہین اور فعل سے البتہ پھر جانا ممکن ہی- اب اگر یہ کہو کہ یہ بات خریدنے کی چیز مین تو ہو سکتی ہی لیکن جس صورت مین کہ کسی ضیافت مین گیا خواہ کسی کے یہان مہمان ہوا اور اُسکو معلوم ہی کہ وہ لوگ بیع مین صرف داد وستد پر اکتفا کرتے ہین اور زبانی ایجاب وقبول نہین کرتے یا اُنسے اس امر کو سُنا خواہ اپنی آنکھ سے اُنکے معاملات دیکھے تو اس صورت مین اُسکو کیا کرنا چاہیے اُنکے کھانے سے دستکش ہونا چاہیے یا نہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ چیز کے خریدنے سے تو بلاشک احتراز واجب ہی بشرطیکہ شی نفیس ہو اور حقیر نہ ہو مگر کھانے سے دستکش ہونا واجب نہین اسلیے کہ ہم فعل کو اگر نقل ملک کی دلیل کرنے مین تردد کرین تو اباحت کی دلیل ٹھہرانے مین کیا تردد چاہیے اباحت کا حال زیادہ گنجایش رکھتا ہی اور ملک کی تبدیل کے معاملہ مین اتنی گنجایش نہین پس جو کھانے کی چیز کہ اُنہین تعاطی سے بیع ہوئی ہو بائع کا اُسکو دے ڈالنا اجازت اکل مین داخل ہوگا بقرینۂ حالیہ جیسے حمامی کی اجازت حمام مین جانے کی قرینۂ حالیہ سے سمجھی جاتی ہی اسی طرح تسلیم بائع سے اس امر کی بھی اجازت جانی جاویگی کہ مشتری جسکو چاہے اس چیز کو کھلاوے یعنی بائع کا مبیع کو حوالہ کر دینا اس جملہ کے قائم مقام کر لیا جاویگا کہ مین نے یہ کھانے کی چیز مشتری کو مباح کر دی چاہے خود کھاوے چاہے دوسرے کو کھلاوے تو اس صورت مین مشتری کو اُسکا کھانا اور کھلانا حلال ہوگا-
اور اگر بائع تصریح کر دیتا اور کہتا کہ اس کھانے کو کھا لے اور کھانے کے بعد مجکو اُسکا عوض دے دینا تو کھانا حلال ہو جاتا اور کھانے کے بعد اُسکو تاوان دینا پڑتا یہی فقہ کا قیاس میری دانست مین لیکن تعاطی کے بعد مشتری بائع کی ملک کھاویگا اور اُسکو ضائع کریگا تو مشتری پر تاوان چاہیے اور نرخ بازار کے موافق دام اُسکے ذمہ پر واجب الادا ہوے اور جو دام کہ مشتری نے بائع کو دیے ہین اگر وہ مبیع کی قیمت کے مثل ہین تب تو بائع اپنا حق پا چکا اُسکو اختیار ہی کہ اُنہین تصرف مالکانہ کرے بشرطیکہ بجز اُنکی مطالبہ ہی اُس سے مطالبہ کرنے مین عاجز ہو اور اگر مطالبہ پر قادر ہی تو اس صورت مین جو دام پا چکا ہی اُنہین تصرف مالکانہ نہ کرے اس لیے کہ ہو سکتا ہی کہ مشتری اُن دامون کو قرض مین دینے پر راضی نہو تو ایسی صورت مین بائع کو چاہیے کہ مشتری سے اپنے دام مانگے گر چونکہ تعاطی کی صورت مین رضا طرفین بقرینۂ حالیہ چیز کے دینے کے وقت معلوم ہوتی ہی تو اس وجہ سے فعل کو دلیل رضا ٹھہرا کر اگر بائع مشتری کے دیے ہوے دامون سے اپنا حق لے لیوے تو کچھ بعید نہین پھر بھی بہرحال بائع کی جانب زیادہ دقیق ہی کیونکہ جو کچھ اُسنے مشتری سے پایا ہی اُس مین کبھی تصرف کرنا چاہتا ہی اور یہ تصرف اُسکا ہو نہین سکتا جب تک کہ مشتری کے ہاتھ مین اسکی چیز تلف نہ ہو لے پھر بعض اوقات اُسکو یہ حاجت پڑتی ہی کہ قصد تملک از سر نو کرے اور بعض اوقات صرف رضامندی جو فعل سے مستفاد ہوتی ہی نہ قول سے اُسکی جہت سے مالک ہو جاتا ہی مگر کھانے کی چیز جو مشتری کے پاس گئی اور اُسکو اُس سے اور کوئی غرض بجز کھا لینے کے نہین تو اُسکی جانب اتنا کھٹکا نہین کیونکہ اباحت جو فعل سے بقرینۂ حال سمجھی جاتی ہی اُسی سے کھانا مباح ہو جاتا ہی- لیکن تقریر گذشتہ سے کبھی یہ لازم آتا ہی کہ مہمان جو چیز کھا کر تلف کر دے اُسکا تاوان اُسکے ذمہ پر ہو اور یہ تاوان اُس وقت اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جبکہ چیز کا بائع مشتری یعنی میزبان کی دی ہوئی چیز پر تملک کرے تو اُسوقت مین گویا میزبان اُسکا قرض ادا کریگا اور جو اُسکے ذمہ تھا وہ اپنے ذمہ پر لے لیویگا غرض کہ تعاطی کا قاعدہ نہایت دقیق ہی اس باب مین فتوی دینے کی بنا اُنہین احتمالات اور ظنون پر ہی جو ہم نے بیان کیے اور پرہیزگار آدمی کے لیے اتنا ہی چاہیے کہ وہ اپنے دل سے فتوی لیوے اور شبہون کی جگہ سے احتراز کرے-

دوسرا بیان سود کے معاملے کے ذکر مین - اللہ تعالی نے سود کو حرام فرمایا اور اسکے باب مین تشدد کیا تو جتنے صراف اور سونے چاندی کا معاملہ کرنے والے ہین خواہ غلہ کی تجارت کرتے ہین انپر سود سے احتراز کرنا واجب ہی کیونکہ سود دو ہی چیزون مین ہوتا ہی ایک نقدین مین دوم غلہ مین تو صراف کو چاہیے کہ ادھار اور زیادتی سے بچے - ادھار سے بچنے کے معنی ہین کہ چاندی سونے کی جو چیز چاندی سونے کی کسی چیز کے بدلے مین بیچے تو چاہیے کہ اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے یعنی بائع ثمن پر اور مشتری مبیع پر اسی مجلس مین قبضہ کرلین یہ نہو کہ بائع کی چیز آج لے اور اپنی چیز مشتری کو کل دیگا یا کچھ عرصے کے بعد حوالہ کرے غرض کہ سونے چاندی کی بیع مین ادھار نہ ہونا چاہیے اس سے یہ نکلا کہ صراف جو سونا خواہ چاندی ٹکسال مین دیوین اور انکے عوض اشرفیان خواہ روپیہ بعد کو لیوین تو ادھار ہونے کی جہت سے یہ بیع حرام ہوگی اور اس وجہ سے بھی حرمت ہی کہ برابری مبیع اور ثمن مین نہین ہوتی کیونکہ ٹکسال مین سونے چاندی کا وزن بعد ٹھپہ لگنے کے اس قدر نہین رہتا جتنا پیشتر تھا - اور زیادتی سے بچنا یہ ہی کہ تین باتون سے احتراز کرے اول سکہ کے ٹکڑے کو پورے سکے سے بیچنے سے کہ دونون کی بیع درست نہوگی جب تک کہ دونون ایک سے نہ ہونگے دوم کھوٹے سکہ کو کھرے کے بدلے مین بشرطیکہ دونون کی تول مین فرق ہو تو ایسا چاہیے کہ جس سکہ کا وزن کم ہو اور مال کھرا ہو اسکو ایسے سکے سے بدلے جسکا مال کھوٹا اور وزن مین زیادہ ہو اور یہ دونون اس صورت مین ناجائز ہین کہ چاندی چاندی کے عوض اور سونا سونے کے بدلے بیچا جاوے لیکن اگر مبیع اور ثمن مختلف جنس ہون کہ ایک طرف چاندی ہو اور دوسری طرف سونا تو زیادتی کا مضائقہ نہین تیسری صورت یہ ہی کہ جو چیز چاندی اور سونے سے مرکب ہو مثلاً اشرفیان جنمین چاندی مخلوط ہو اگر سونے کی مقدار مجہول ہوگی تو اسکا معاملہ ہرگز درست نہ ہوگا ہان اگر وہ سکہ شہر مین رائج ہوگا تو ہم اسکے معاملہ کی صحت کا حکم کرینگے اس شرط پر کہ نقد کے عوض معاملہ نہو اور یہی حال ہی ان روپیون کا جنمین تانبا ملا ہو کہ اگر شہر مین چلتے نہ ہونگے تو ایسے معاملہ صحیح نہوگا اسواسطے کہ انسے مقصود چاندی ہی اور وہ معلوم نہین کہ کتنی ہی اور اگر شہر مین رائج ہونگے تو ہم ایسے معاملہ کرنے کی اجازت دینگے حاجت کی وجہ سے اور نیز اس باعث سے کہ اس صورت مین انکی چاندی نکالنی مقصود نہین مگر چاندی کے عوض مین ہرگز انکی داد وستد نہ ہونی چاہیے - اور اسی طرح جو زیور کہ سونے اور چاندی سے مرکب ہو اسکا خریدنا سونے کے عوض درست نہین اور نہ چاندی کے عوض بلکہ اور اسباب کے عوض خریدنا چاہیے اگر سونے کی مقدار معلوم ہو لیکن جس صورت مین کہ زیور مذکور پر سونے کا ملمع ایسا ہو کہ آگ مین رکھنے سے جدا سونا نہ نکل سکے تو ایسے زیور کی بیع اسکے ہم وزن چاندی کے عوض خواہ سوا چاندی کے جس چیز کے عوض مشتری چاہے جائز ہی - اور اسی طرح صراف کو سونے کے عوض مین ایسا ہار خریدنا نہ چاہیے جسمین سونا اور پوت دونون ہون اور نہ اسکو سونے کے عوض فروخت کرنا چاہیے بلکہ چاندی کے عوض اسکی خرید و فروخت پیدا کرے اگر اسمین چاندی نہ ہو - اور جو کپڑا کہ سونے کے تارون سے بنا ہوا ہو اسطرح کہ جلانے سے اسکا سونا علیحدہ ہوسکتا ہو اسکو سونے کے عوض خریدنا جائز نہین ہی چاندی وغیرہ کے بدلے مین درست ہی - اور کھانے کی چیزون کی سوداگری کرنے والون کو چاہیے کہ جنس طعام اگر مبیع اور ثمن ہون تو خواہ ایک ہی ہو یا مختلف مجلس عقد مین انکا تقابض کرلیا کرین جیسے گیہون کو گیہون کے بدلے فروخت کرین یا چنے کے عوض تو دونون صورتون مین اس ہاتھ دین اس ہاتھ لین اور اگر مبیع اور ثمن ایک ہی جنس ہو تو اتنا لحاظ اور ضروری ہی کہ دونون چیزین برابر بھی ہون اور اس باب مین کئی ایک معاملے لوگون مین رائج ہو رہے ہین حالانکہ وہ درست نہین مثلاً قصائی کو بکری زندہ دیتے ہین اور اسکے عوض مین اس سے نقد یا ادھار لیتے ہین اور یہ حرام ہی یا نان بائی کو گیہون دیکر اسکے عوض اس سے روٹی نقد یا ادھار لیتے ہین یہ بھی حرام ہی یا تیلی کو ناریل اور تل اور زیتون اور سرسون وغیرہ دیتے ہین تاکہ ان چیزون کے عوض اس سے انکا تیل اسی وقت خواہ کچھ عرصہ کے بعد لیوین حالانکہ یہ بھی حرام ہی اسی طرح گھوسی کو دودھ دیتے ہین کہ اس سے پنیر اور گھی اور مکھن خواہ اور کوئی چیز دودھ کی لیوین وہ بھی حرام ہی غرضکہ اشیاء خوردنی مین سے اگر کوئی چیز غیر جنس کے عوض بیچی جاوے تو اسمین ادھار نہ ہونا چاہیے اور اگر اسی جنس کے عوض ہو تو اسمین برابری بھی ضروری ہی اور جو چیز

کہ کسی خوردنی چیز سے بنتی ہو اسکی بیع عوض مین اُس خوردنی کے درست نہین خواہ دونون برابر ہون یا کم و بیش مثلاً آٹا اور روٹی اور ستو جب غلہ کا ہو
اُنکی بیع اُس غلہ کے عوض نہ چاہیے اور سرکہ اور شیرہ اور دوشاب جب میوہ کا ہو اُسکی بیع اُس میوہ کے عوض نہ ہونی چاہیے اور گھی اور مکھن اور
مٹھا اور پنیر اور کھویا جو دودھ سے بنتے ہین اُنکی بیع دودھ کے عوض نہ چاہیے اور مبیع اور ثمن کی برابری اشیاء خوردنی مین جبھی تک کارآمد ہے
کہ وہ چیزین ذخیرہ کرنے کی ہون اور جب ایسی ہون کہ قابل ذخیرہ کرنے کے نہ ہون اور ایک حال پر نہ رہتی ہون تو انمین برابری مفید نہوگی
اِس بنا پر خرما و تر کی بیع خرما تر کے عوض مین اور انگور کی انگور کے بدلہ مین درست نہ ہوگی خواہ مبیع و ثمن برابر ہون یا کم و بیش پس جس قدر امور
ہوے جو بیع کی تعریف مین اور مقامات فساد پر تاجر کے واقف کرنے مین کافی ہین کہ جب اُسکو کچھ شک ہو یا کوئی بات سمجھ مین نہ آوے
تو دریافت کر لے اور اگر اسقدر باتین بھی نہ جانتا ہوگا تو سوال کی جگہون سے بھی ناواقف رہیگا اور نادانستہ سود اور حرام مین داخل ہو جاویگا

تیسرا بیان سلم یعنی بدنی کے ذکر مین۔ تاجر کو اِس باب مین دس شرطون کا لحاظ چاہیے۔ اوّل یہ کہ راس المال جو پیشگی دیا جاوے وہ
معلوم ہو مجہول نہو تا کہ اگر طرفانی بدنی کی چیز نہ دے سکے تو مال والا اپنے مال کو اُس سے واپس لے سکے پس اگر اوّل ایک مٹھی بھر روپیہ
اٹکل سے دیے کہ اُنکے عوض اتنے گیہون لینگے تو ایک روایت کے بموجب یہ بدنی درست نہ ہوگی۔ دوئم یہ کہ راس المال کو جدا ہونے سے
پیشتر عین عقد کی مجلس مین حوالہ کر دینا چاہیے اگر دوسرا شخص راس المال پر قبضہ نہ کریگا اور دونون اُس مجلس سے علیحدہ ہو جاوینگے تو بدنی
ٹوٹ جاویگی۔ سوم یہ کہ مسلم فیہ یعنی جس چیز کی بدنی کیجاوے وہ ایسی شی ہو کہ اُسکے اوصاف کو بتا سکین جیسے غلہ اور حیوانات اور کان کی چیزین
اور روئی اور اُون اور ریشم اور دودھ اور گوشت اور گندھیون کی چیزین اور جو انکی مثل ہو اور معجونون اور مرکب چیزون کی بدنی اور ایسے
اشیا کی جنکی افراد مختلف ہوتی ہون جیسے کمانین اور تیر بنائے ہوئے اور موزے اور جوتے جنکی افراد اور دوخت مختلف ہون اور حیوانات کے
چمڑون کی بدنی درست نہین اور روٹی کی بدنی جائز ہے اور روٹی مین جو آب و نمک کم یا زیادہ پکانے سے مختلف ہو جاتا ہے وہ معاف ہے اور
اُس سے چشم پوشی کر لی جاتی ہے۔ چہارم یہ کہ جو چیزین وصف کے قابل ہون اُنکے اوصاف کامل طور پر بیان کر دیے جائین یہان تک کہ ایسا وصف
کوئی نہ رہنے پاوے جسکے سبب سے چیز کی قیمت مین اتنا فرق ہو جاوے کہ لوگ اُسکو ناگوار جانین اور اتنی گھٹی نہ اٹھاوین کیونکہ ایسے اوصاف
بیان کرنے قائم مقام دیکھ لینے بیچ کے ہین بیع مین۔ پانچوین یہ کہ اگر بدنی مدت پر ٹھہرے تو مدت معین ہو یون نہ کہے کہ کھیت کٹنے یا پھل پکنے تک
بدنی کرتے ہین بلکہ مہینون اور دنون کے شمار سے مدت مقرر ہونا چاہیے اِس لیے کہ کھیت کا کٹنا اور پھل کا پکنا آگے پیچھے بھی ہو جاتا ہے۔
چھٹے یہ کہ مسلم فیہ ایسی چیز ہو جسکو آدمی وعدہ کے وقت دے سکے اور بظن غالب اُسوقت اُسکے معدوم ہونے سے مامون ہو تو یون نہ چاہیے
کہ انگور اور دوسرے میوؤن کی بدنی ایسی مدت پر کرے جس مین وہ نہ پکین لیکن اگر مدت ایسی مقرر کی تھی کہ غالباً اُسوقت مسلم فیہ موجود ہوتی
مگر وعدہ پر کسی آفت کی وجہ سے نہ دے سکا تو مالک مال کو اختیار ہے کہ چاہے اُسکو مسلم فیہ کے بہم ہو جانے تک مہلت دے یا معاملہ کو فسخ کر کے
اپنا مال دیا ہوا واپس لے۔ ساتوین یہ کہ جس مکان مین مسلم فیہ کو دیگا اُسکا ذکر کر دینا چاہیے بشرطیکہ چیزین مکان کے اختلاف سے اختلاف قیمت
ہوتا ہو تاکہ اُسکے باعث نزاع نہ پیدا ہو۔ آٹھوین یہ کہ مسلم فیہ کو معین چیز سے متعلق نہ کرے مثلاً یون نہ کہے کہ اِس کھیت کے گیہون یا اِس باغ کا
پھل لینگے کیونکہ اِس قید سے مسلم فیہ کا دین ہونا باطل ہو جاتا ہے ہان اگر یون کہے کہ فلان شہر کا پھل یا فلان قصبہ کلان کا لینگے تو کچھ ضرر
نہین اُس شخص کو وہی دینا پڑیگا۔ نوین یہ کہ مسلم فیہ کوئی ایسی چیز نہ ہو جسکا وجود کمیاب ہو مثلاً موتی کے ایسے اوصاف کہدے کہ اُسطرح کا
کم ملے یا خوبصورت لونڈی کو مسلم فیہ قرار دیا اور کہہ دیا کہ بچہ بھی اُسکے ساتھ ہو یا اور اسی طرح کی چیز کہ اکثر مل نہ سکے۔ دسوین یہ کہ جب راس المال
اشیاء خوردنی مین سے ہو تو مسلم فیہ کھانے کی چیز نہ ہونی چاہیے خواہ راس المال کی جنس ہو یا نہو اور راس المال اگر از قسم نقد ہو تو مسلم فیہ
نقد نہ ہونا چاہیے چنانچہ اِسکا ذکر سود مین ہم کر چکے ہین

چوتھا بیان معاملۂ اجارہ کے بیان میں جسکو نوکری اور مزدوری اور کرایہ اور ٹھیکہ کہتے ہیں۔ اِس معاملہ کے دو رکن ہیں اوّل اجرت دوم منفعت
معاملہ کرنے والا اور الفاظ معاملہ اسمیں ویسے ہی معتبر ہونگے جو ہم بیع میں ذکر کر چکے ہیں اور اُجرت اِس معاملہ میں ایسی ہی جیسے ثمن ہی بیع میں
اِس لیے جو شرطیں ہم بیع میں ثمن کے لیے لکھ آئے ہیں اُنھیں چیزون کے ساتھ اُجرت کا معلوم اور موصوف ہونا چاہیے بشرطیکہ اُجرت نقد چیز ہو
اور اگر دین ہو تو اُسکی صفت اور مقدار معلوم ہونی چاہیے ۔ اور اِس معاملہ میں اُن باتون سے احتراز کرنا چاہیے جنکی عادت لوگون کو پڑ رہی ہی
اور اُنکی کچھ اصل نہیں مثلاً گھر کو کرایہ دینا اُسکی تعمیر کے عوض میں کہ اسمین مقدار تعمیر مجہول ہی ۔ اور اگر کرایہ کے روپئے مقرر کیے اور کرایہ دار سے
شرط کرلی کہ انکو تعمیر میں لگا دینا تو جائز نہ ہوگا اِس لیے کہ تعمیر میں لگانے کا عمل مجہول ہی ۔ اور اگر جانور کی کھال کھچوائی اور اُجرت میں کھال کو
مقرر کردیا خواہ مردار کو اُٹھوایا اور اُجرت میں اُسکی کھال اُٹھانے والے کو دے ڈالی یا آٹا پسوایا اور بھوسی کو اُجرت ٹھہرایا خواہ کچھ آٹے میں
دینا کہا تو یہ معاملے باطل ہیں اور یہی حال ہی ہر ایک اُجرت کا جو مزدور یا کرایہ دار کے عمل سے حاصل ہو تو چاہیے کہ ایسی چیز کو اجرت مقرر کر
اور ایک صورت یہ ہی کہ مکانون اور دوکانون کے کرایہ میں بہت سے دنون کا کرایہ اکٹھا ٹھہرا دیوین پس اگر یہ کہہ دیوین کہ ہر مہینے پیچھے ایک دینار
اور مدت کرایہ کے مہینے نہ بیان کرین تو مدت مجہول رہیگی اور اجارہ منعقد نہوگا ۔ دوسرا رکن اجارہ کا وہ منفعت ہی جو اجارہ سے مقصود ہو اور
وہ صرف کام ہی اور جو کام کہ مباح اور معلوم ہو اور کرنے والے کو اسمین محنت پڑتی ہو اور ایک شخص دوسرے کی طرف سے اُسکو سلوک کے طور پر
کر دیتا ہو تو ایسے کام کے لیے اجارہ درست ہی اور اجارہ کے سب فروع اِس فائدہ کلیہ میں مندرج ہیں اگر ہم اُنکی تفصیل سے کلام کو طول نہیں دیتے
اِسلیے کہ فقہیات میں ہم اُسکو مفصل لکھ چکے ہیں اِس کتاب میں صرف اُن چیزون پر اشارہ کرتے ہیں جو اکثر کام آوین پس جس کام پر اجارہ یا
ٹھیکہ ہو اُس میں پانچ باتون کو لحاظ رکھنا چاہیے ۔ اوّل یہ کہ اُس کام کی کچھ قیمت ہو یعنی اُسمین کچھ کلفت اور مشقت ہو اِس سے یہ نکلا کہ اگر
اشیاء خوردنی اِسلیے کرایہ لین کہ اُنسے دوکان کو سجاوے یا درخت اِسلیے کرایہ لیوے کہ اُنپر کپڑے سکھاوے یا روپئے اِس غرض سے کرایہ لے
کہ اُنسے دوکان کو زینت دے تو یہ معاملے درست نہ ہونگے اِس لیے کہ یہ منافع ایسے ہیں جیسے چیزون میں تل اور گیہون کا ایک دانہ ہو جسکی
بیع درست نہیں اور اِسی وجہ سے اگر کسی بیچنے والے کو مزدور مقرر کیا کہ ایسی بات کہے جس سے مال کی ترویج ہو تو یہ اجرت درست نہ ہوگی اور یہ جو
معمول ہو گیا ہی کہ بیچنے والے اپنی وجاہت اور حشمت کے عوض میں اور اِس امر کے بدلے میں کہ مال کے فروخت میں ہمارا قول مانا جاتا ہی
مالکان مال سے کچھ حیثیت سے زیادہ لیتے ہیں وہ حرام ہی کیونکہ اُنکو بجز ایک بات کرنے کے اور کوئی محنت نہیں پڑتی اور ایک بار زبان ہلا دینے کی
کچھ قیمت نہیں ہان یہ اُجرت اُنکو اُس وقت درست ہوگی کہ معاملہ کے کرنے میں آمد و رفت کرنی پڑے یا بولتے بولتے مضمحل ہو جاوے پھر بھی
مستحق اجرت مثل کے ہونگے کہ جتنی محنت کی ہو اُسقدر محنت کی جو مزدوری ہوتی ہو وہ پاوین اور اُنھون نے جو باتفاق ہمگر ایک دستور
باندھ لیا ہی وہ ظلم ہی اور یوجہ جاہل نہیں لیتے ۔ دوسرے یہ کہ اجارہ میں یہ نہو کہ کوئی شی مقصود کرایہ دار کی ملک میں آوے بجز نفع کے مثلاً اگر
انگور کا ٹھیکہ لیا اِس غرض سے کہ اُسکی پیداوار ہم لینگے یا دودھ کے جانور کو کرایہ لیا دودھ کے واسطے خواہ باغ کو کرایہ پر لیا پھلون کے واسطے
تو درست نہوگا ۔ مگر دودھ پلانے والی کو اجرت پر مقرر کرنا درست ہی اِس صورت میں دودھ تابع ہو جاویگا اِس وجہ سے کہ اُسکو علیحدہ نہیں کر سکتے
اور اِسی طرح کاتب کی سیاہی اور درزی کے دھاگے کو تابع تصور کیا جاتا ہی کیونکہ یہ چیزین علیٰحدہ مقصود نہیں ۔ تیسرے یہ کہ عمل ایسا ہو کہ اُسکو
مزدور ظاہر میں اور شریعت کی رو سے مالک کو دے سکے تو اگر کسی کمزور آدمی کو ایسے کام کے لیے مزدور کیا جاویگا جو اُس سے نہ ہو سکے تو یہ
اجارہ درست نہ ہوگا یا گونگے کو تعلیم وغیرہ کے لیے مزدور کرنا صحیح نہ ہوگا اور جن امور کا کرنا حرام ہی وہ شریعت کی رو سے مزدور نہیں دے سکتا
مثلاً اِس بات پر مزدور کرنا کہ صحیح سالم دانت کو اُکھاڑ ڈالے یا کسی عضو کو کاٹ ڈالے جسکے کاٹنے کے لیے شریعت میں اجازت نہیں یا حائضہ عورت کو
مسجد میں جھاڑو دینے کے لیے مزدور کرے یا معلم کو جادو اور فحش سکھانے پر نوکر رکھے یا دوسرے کی بی بی کو بدون اُسکے شوہر کی اجازت کے

دودھ پلانے کے لیے نوکر رکھے یا مصور کو جانداروں کی تصویرین بنانے کے لیے اُجرت دے یا سنار کو سونے چاندی کے برتن ڈھالنے کے لیے مزدوری دے تو یہ سب باطل ہین - چوتھے یہ کہ وہ کام ایسا نہ ہو کہ مزدور پر اُسکا کرنا واجب ہو اور نہ ایسا ہو کہ مالک کی طرف سے اُسمین نیابت نہ چلے تو اب اگر جہاد کرنے پر اُجرت لیگا تو جائز نہ ہوگی اِسی طرح جن عبادات مین نیابت نہیں ہوسکتی اُنپر بھی اُجرت ناجائز ہے اسلیے کہ وہ مالک کی طرف سے نہ ہونگی بلکہ مزدور کی طرف سے ادا ہونگی - ہان دوسرے کی طرف سے حج کرنے اور میّت کے نہلانے اور قبر کھودنے اور مُردون کے دفن کرنے اور جنازہ اُٹھانے پر مزدوری لینی درست ہے اور نماز تراویح کی امامت اور اذان دینے اور تعلیم اور قرآن پڑھانے کی اُجرت لینے مین اختلاف ہے مگر کوئی خاص مسئلہ سکھا دینے یا کوئی معین صورت کسی خاص شخص کو سکھا دینے کی اُجرت درست ہے - پانچوین یہ کہ عمل اور منفعت معلوم ہو مثلاً درزی کا کام کپڑے مین بتا دیا جاوے اور معلم کو سورہ کی تعلیم اور اُسکی مقدار معلوم کرا دی جاوے اور جانورون کی باربرداری مین بوجھ کی مقدار اور مسافت کا حال کہہ دیا جاوے غرضکہ جو باتین عادت مین خصومت کے باعث ہون اُنکو گول نہ رکھنا چاہیے صاف صاف اول ذکر کر دینا چاہیے اور اُنکی تفصیل طویل ہے ہم نے اِسی قدر پر اکتفا کی کہ اُس سے احکام کُھلے کُھلے معلوم ہو جاوین اور مشکل موقعون پر وقفیت ہو تاکہ اُنکو عالم سے دریافت کیا جاوے علاوہ ازین سب مسائل کو کما حقہ مفصل جاننا مفتی کا کام ہے نہ عوام کا -

پانچوان بیان معاملۂ مضاربت کے ذکر مین - اِس معاملہ مین تین ارکان کا لحاظ کرنا چاہیے اول راس المال کا اُسمین یہ شرط ہے کہ نقد اور معین ہو اور مضاربت کو دے دیا جاوے نقد کی قید سے یہ فائدہ ہوا کہ اگر راس المال پیسے یا اسباب ہوگا تو مضاربت درست نہوگی کہ تجارت کا باب اُن دونون مین تنگ ہے اور معین سے یہ نکلا کہ اگر راس المال مین ایک روپیون کی تھیلی دے دے تو درست نہوگی اِس لیے کہ اُسمین نفع کی مقدار مجہول رہیگی اور مضاربت کے دینے سے یہ نکلا کہ اگر راس المال کو مالک اپنے قبضہ مین رکھنے کی شرط کریگا تو مضاربت صحیح نہوگی کہ اِس صورت مین بھی راہ تجارت تنگ ہے - دوسرا رکن مضاربت کا نفع ہے اُسمین یہ شرط ہے کہ حصہ اور سہام سے مقرر ہو وے مثلاً مضاربت کے تہائی یا چوتھائی یا آدھا یا اور کوئی سہام مقرر کیا جاوے یہ نہ کہے کہ تجکو سَو روپے دونگا اور باقی میرا رہیگا کہ اِسطرح مضاربت درست نہوگی اِس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ نفع سو روپیہ سے زیادہ نہ ہو تو محنت مضاربت کی رائگان جاویگی اِسی لحاظ سے نفع کی مقدار شمار کی رو سے معین نہ ہونی چاہیے بلکہ سہام کے لحاظ سے معین کیا جاوے - تیسرا رکن مضاربت کا کام ہے اُسکی شرط یہ ہے کہ کام اِسطرح کا ہو جس سے تجارت کا باب اُسپر تنگ نہ ہو یعنی کسی مال معین اور وقت معین کی قید نہ لگائی جاوے مثلاً اگر یہ شرط کرے کہ راس المال کے بدلہ مین مواشی خرید کرنا اور اُنسے نسل لینا اُس نسل کو آپس مین تقسیم کرینگے یا گیہون خرید کر روٹی پکانا اور پھر جو نفع ہوگا اُسکو آپس مین بانٹ لینگے تو درست نہوگی اِسلیے کہ مضاربت کی اجازت تجارت مین ہے اور وہ بیع و شرا اور اُسکے متعلق باتین کرنے سے ہوتی ہے اور روٹی پکانا اور مواشی کی رکھوالی داخل تجارت نہیں بلکہ یہ حرفے ہین اِسلیے مضاربت درست نہوگی - اور اگر مضاربت سے یہ شرط کرلے کہ بجز فلان شخص کے اور کسی سے مت خرید کرنا یا سُرخ حریر کے سوا اور کوئی تجارت نہ کرنا یا اور کوئی ایسی شرط لگاے جس سے تجارت کی راہ اُسپر تنگ ہو گئی تو عقد مضاربت فاسد ہو جاویگی - اور جب کہ عقد مضاربت دو شخصون مین ہو جاوے تو اب مضاربت وکیل ہے راس المال مین تصرف وکیلون کی طرح کرے اور مالک جس وقت چاہے مضاربت کے عقد کو فسخ کرسکتا ہے لیکن اگر ایسے وقت مین فسخ کریگا کہ مال مضاربت بالکل نقد ہے تب تو نفع کا بانٹنا ظاہر ہے اور اگر مال مضاربت اسباب ہے اور اُسمین کچھ نفع نہ ہوا ہو تو وہ مالک کو پھیر دیا جاویگا اور مالک کو یہ اختیار نہیں کہ مضاربت سے کہے کہ اِس مال کو نقد کرے کیونکہ عقد مضاربت تو فسخ ہو گیا اُسکے سوا اور کوئی چیز مضارب کے ذمہ پر لازم نہیں اور اگر مضارب کہے کہ مین اِسکو بیچے دیتا ہون اور مالک انکار کرے تو مالک کی رائے مانی جاویگی ہان جس صورت مین کہ مضاربت کو کوئی ایسا گاہک ملے جسکے باعث راس المال کا نفع ہوتا ہو تو اب مضاربت کے قول پر عمل ہوگا - اور اگر راس المال پر نفع بھی ہوا ہو اور سب اسباب ہو تو مضارب کو چاہیے کہ راس المال کی

قدر اُسمین سے بدلے اُس نقد کے جو راس المال مین لگا تھا فروخت کر ڈالے اور کسی نقد کے عوض نہ بیچے تاکہ بچا ہوا مال فائدہ متصور ہو اور اُسمین دونون شریک رہین اور مضاربت پر یہ ضرور نہین کہ جو اسباب راس المال سے بڑھے اُسکو بیچ ڈالے اور جب شروع سال ہوا کرے تو مالک اور مضارب زکوٰۃ کے لیے مال کی قیمت کا اندازہ کیا کرین پس جس صورت مین کہ نفع کسیقدر ظاہر ہو تو قیاس اِس بات کا مقتضی ہے کہ مضارب کے ذمہ ہے اور نفع ظاہر ہوتے ہی وہ نفع کا مالک ہو جاتا ہے - اور مضارب کو یہ اختیار نہین کہ مالک کی اجازت کے بدون مال مضاربت کو سفر مین لیجا اگر لیجاویگا تو اُسکے تصرفات تو درست ہونگے مگر صورت تلف نقد اور چیز کے سبب کا تاوان دینا پڑیگا کیونکہ باہر لیجانے سے اسکی تعدی ثابت ہوگی اور اگر اجازت سے سفر کریگا تو درست ہے اِس صورت مین خرچ باربرداری اور چوکیداری کا مال مضاربت پر ہوگا جیسے کہ ناپ تول کی اور ایسے لادنے کی مزدوری جسکی عادت سوداگرون کو نہو راس المال پر ہوتی ہے لیکن تھان کا کھولنا اور تہ کرنا اور تھوڑے سے کام کا کرنا جو اکثر خود کر لیا کرتے ہین اُنپر مزدوری خرچ کرنے کا اختیار مضارب کو نہین - اور جب تک کہ مضارب اُسی شہر مین رہے جہان مضاربت ہوئی ہے تو اُسکا نفقہ اور مکان سکونت خود اُسکے ذمہ ہے مگر دوکان کا کرایہ اُسکے ذمہ نہین اور جس صورت مین کہ خاص مال مضاربت کے لیے سفر کرے اُس وقت اُسکا نفقہ مال مضاربت پر ہوگا اور جب سفر سے پھرے تو اُسکو چاہیے کہ سامان سفر کی جو چیزین رہ گئی ہین مثلاً لوٹا اور دسترخوان وغیرہ وہ مال مضاربت مین شامل کر دے -

چوتھا بیان معاملہ شرکت کے ذکر مین اور اُسکی چار قسمین ہین اُنمین سے تین باطل ہین - اول شرکت مفاوضہ ہے اُسکی یہ صورت ہے کہ دو شخصون کے مال جدا جدا ہین اور وہ آپس مین کہین کہ ہم نے شرکت مفاوضہ کی اِس غرض سے کہ جتنا ہمکو نفع یا نقصان ہو اُس سب مین ہم شریک ہین تو یہ صورت باطل ہے - دوم شرکت ابدان وہ یہ ہے کہ دو شخص اپنے اپنے کام کی اُجرت مین ایک دوسرے کی شرکت شرط کر لین یہ بھی باطل ہے - سوم شرکت وجاہت وہ اِسطرح ہے کہ دو شخصون مین سے ایک وجاہت رکھتا ہو اور اُسکا قول لوگ مانتے ہون وہ دوسرے کو اپنی وجاہت سے مال دلوا دے اور فروخت دوسرا شخص کرے اور نفع مین دونون باہم شریک ہون یہ شرکت بھی باطل ہے - چہارم شرکت عنان ہے جو درست اور جائز ہے اُسکی صورت یہ ہے کہ دو شخص اپنے اپنے مال آپس مین اِسی طرح ملا دین کہ بدون تقسیم اُن مین تمیز دشوار ہو اور ہر شخص دوسرے کو تصرف کی اجازت دیدے - اِس شرکت کا حکم یہ ہے کہ نفع اور نقصان دونون مین حصہ رسد موافق دونون کے مالون کے تقسیم ہو جاوے اور یہ درست نہین کہ مالون کی نسبت کے سوا اگر کچھ اور شرط تقسیم کی ٹھہرا دین مثلاً اگر ایک کا مال تہائی ہو تو اُسکی شرکت نفع نقصان مین تہائی ہی رہیگی یہ نہ ہوگا کہ وہ آدھے کا شریک ہو جاوے - پھر جب ایک شخص کو معزول کر دیا جاوے تو اُسکا تصرف ممنوع ہوگا اور بانٹنے سے ایک دوسرے کی ملک علحدہ ہو جاویگی - اور صحیح یہ ہے کہ شرکت عنان اسباب مشترک سے بھی جائز ہے اُسمین نقد کی بھی ضرورت نہین بخلاف مضاربت کے کہ اُسمین راس المال کا نقد ہونا چاہیے - حاصل یہ کہ علم فقہ مین اِسقدر کا سیکھنا ہر پیشہ ور کو ضروری ہے ورنہ نادانستہ حرام مین مبتلا ہو جاویگا - اور قصائی اور نان بائی اور بقال کے معاملے سے تاجر اور غیر تاجر کوئی خالی نہین ہے کہ ضرورت پڑتی ہے اور اِس معاملہ مین تین غلطیان پڑتی ہین - اول بیع کی شرطون کو ترک کرنا - دوم بیع کی شرطون کو لحاظ نہ رکھنا - سوم تعاطی پر اکتفا کرنا کیونکہ عادت یون ہو گئی ہے کہ جتنی ضرورت روزمرہ اشیا کی پڑتی ہے اُس قدر چیزین اُن لوگون کے پاس بھیجدی جاتی ہے پھر چند روز بعد حساب ہوتا ہے اور ساری جنس کی قیمت ایسی لگا لی جاتی ہے جسپر طرفین راضی ہو جاوین اور حاجت کے سبب سے اِن امور پر مباح ہونے کا حکم ہے اور یہ مان لیا جاتا ہے کہ اِن لوگون کا روزمرہ چیز کا دیدالنا بتوقع عوض ملنے کے اُس چیز کے کھانے کو مباح کر دیتا ہے مگر کھانے کے بعد ضمان چاہیے اور جس روز چیز کو کھایا اُس روز کا دام اُسکے ذمہ پر ہوا تو یہ دام روزمرہ کے ذمہ پر جمع ہو گئے اب جو کسی قدر مدت کے بعد تراضی ہوئی تو چاہیے کہ اُسکے مطابق خارج کر لی جاوے تاکہ ایسا نہو کہ روزمرہ کی قیمتون کے تفاوت کو اُسمین کچھ دخل ہو تو ایسے معاملون مین اُسی رواج پر قناعت کرنا چاہیے کیونکہ اُسکا دینا بسبب حاجت روزمرہ کے لیے

ہر دم نہایت وقت ہی اسی طرح ہر گھڑی ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کے لیے ثمن مقرر کرنا اور ایجاب و قبول عمل میں آنا دشواری کی بات ہی جس جس صورت میں کہ اس قسم کے معاملے کثرت سے ہوتے ہین تو آسانی اسی مین ہی کہ انکی قیمت یکبارگی لگا دی جاوے۔

تیسری فصل معاملہ مین عدل کرنے اور ظلم سے احتراز کرنے کے بیان مین۔ واضح ہو کہ معاملہ کبھی ایسی طرح ہوتا ہی کہ مفتی اسکو صحیح اور جائز بتاتا ہی مگر اسمین ظلم ایسا ہوتا ہی جسکے سبب سے معاملہ کرنے والا خدا تعالیٰ کے غصہ کا مستحق ہوتا ہی گو وہ معاملہ فی نفسہ فاسد نہو اور ظلم سے ہماری غرض یہ ہی کہ جس سے دوسرے کو ضرر ہو اور اسکی دو قسمین ہین ایک وہ کہ اسکا ضرر عام ہو دوسری وہ کہ اسکا ضرر خاص معاملہ کرنے والے کو ہو قسم اول کی بہت سی انواع ہین جنمین سے ہم دو کو درج کتاب کرتے ہین سو اول گرانی کی نیت سے غلہ کو روک رکھنا کہ غلہ کا بیچنے والا غلہ کو جمع کرتا ہی اور بھاؤ کے گران ہونے کا منتظر رہتا ہی اور یہ فعل ظلم عام ہی اور اسکا کرنے والا شرع مین مذموم ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ لَمْ تَكُنْ صَدَقَتُهُ كَفَّارَةً لِاحْتِكَارِهِ اور حضرت ابن عمر رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا مَنِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللّٰهِ وَبَرِئَ اللّٰهُ مِنْهُ۔ اور بعض روایت مین فَقَدْ بَرِئَ الخ کے عوض فَكَأَنَّمَا قَتَلَ نَفْسًا ہی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ قول مروی ہی کہ جو کوئی غلہ کو چالیس روز روک رکھے اسکا دل سخت ہو جاتا ہی اور یہ بھی نقل ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک غلہ کے روکنے والے کا غلہ آگ سے پھونک دیا تھا اور غلہ کے نہ روکنے کے ثواب مین یہ حدیث مروی ہی کہ جو شخص باہر سے غلہ خرید کر لاوے اور اُسی روز کے نرخ سے اسکو بیچ دے تو گویا اسنے وہ غلہ خیرات کر دیا اور ایک روایت مین یون ہی کہ گویا اُسنے ایک بردہ آزاد کیا اور بعضون نے اس آیت کی تفسیر مین وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ فرمایا ہی کہ غلہ کا روکنا بھی ظلم ہی اور اس آیت کے وعید مین داخل ہی۔ اور بعض اکابر سلف سے مروی ہی کہ وہ واسط مین تھے وہان سے انھون نے ایک کشتی گیہون کی بصرہ کو بھیجی اور اپنے وکیل کو لکھدیا کہ جس روز کشتی بصرہ مین داخل ہو اُسی روز غلہ فروخت کر دینا توقف دوسرے روز تک مت کرنا اتفاقاً جب کشتی پہونچی تو نرخ ارزان تھا سوداگرون نے وکیل سے کہا کہ اگر ایک ہفتہ ٹھہر و تو تمکو کئی گنا فائدہ ملیگا وہ ایک ہفتہ ٹھہر گیا اور انکے کہنے کے بموجب کئی گنا نفع ہوا اور اپنے موکل کو یہ خبر لکھ بھیجی مالک غلہ نے اُسکے جواب مین لکھا کہ میان صاحب ہم نے تھوڑے سے نفع پر قناعت کی تھی کہ ہمارا دین بچا رہے تم نے ہمارے کہنے کے خلاف کیا ہمکو منظور نہین کہ نفع کئی گنا ملے اور ہمارے دین مین سے اُسکے عوض کچھ کم ہو جاوے یہ تم نے بڑا قصور کیا اب اسکا تدارک یہ کرو کہ بجرد میرے خط پہونچنے کے سب مال کو لیکر بصرہ کے فقیرون پر خیرات کر دو شاید اس تدبیر سے مجھکو ثواب نہ ہو تو غلہ روکنے کے گناہ سے تو بچ جاؤنگا۔ اب جاننا چاہیے کہ غلہ روکنے کی جو ممانعت ہی وہ مطلق ہی لیکن اسمین وقت اور جنس کا لحاظ چاہیے یعنی جنس کے اعتبار سے ممانعت جنس غذا مین عام ہی خواہ کوئی شی ہو کسی کا روکنا نہ چاہیے ہان جو چیزین کہ آدمی کی غذا یا غذا پر مددگار نہین وہ اس ممانعت مین داخل نہین گو کھائی جاتی ہون جیسے دوا بوٹی زعفران وغیرہ ہین اور جو چیزین کہ غذا پر مددگار ہین مثل گوشت اور میوون کے یا ایسی چیزین کہ بعض اوقات مین غذا کے قائم مقام ہو جاتی ہین گو ہمیشہ انکو غذا نہین کر سکتے تو انمین محل تامل اور اختلاف ہی بعض علما نے ان اشیا کو بھی ممانعت مین شامل رکھا ہی اور گھی اور شہد اور شیرہ اور پنیر اور زیتون کے تیل یا جو اس طرح کی چیزین ہون سب کے روکنے کو حرام فرمایا ہی اور بعض کے نزدیک ان چیزون کو روکنے مین کچھ قباحت نہین۔ اور وقت کے لحاظ سے بھی تو ممانعت یا تو سب وقتون مین عام ہی اور وہ حکایت جو بصرہ مین غلہ پہونچنے کے وقت نرخ کے ارزان ہونے کے باب مین مذکور ہوئی اُس سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ ممانعت سب وقتون مین نہ رہے بلکہ خاص اُن وقتون مین ہو جنمین غلہ کی کمی ہو اور لوگون کو اُسکی حاجت ہو یہان تک کہ ترک کر بیچنے مین لوگون کا ضرر ہو اور جس صورت مین کہ غلہ کی افراط ہو اور لوگون کی حاجت اُسکی طرف نہو اور اگر کچھ خواہش بھی ہو تو تھوڑے سے دام لگا دین ایسے وقت مین اگر غلہ والا صبر کرے اور قحط کا امیدوار نہو تو اسمین کسی کا ضرر نہین۔ اور ایام قحط مین شہد

اور گھی وغیرہ کے رکھ چھوڑنے سے ضرر ہوتا ہی تو چاہیے کہ اُنکا رکھ چھوڑنا حرام ہو اور مدار حرمت کے ہونے اور نہونے کا ضرر پر کیا جاوے کہ طعام کی خصوصیت سے بھی سمجھا جاتا ہی اور جس صورت میں کہ ضرر نہو اُس صورت میں بھی غلہ کا روک رکھنا خالی کراہت سے نہیں اسلیے کہ اگرچہ غلہ والا متوقع ضرر کا نہیں مگر اُسکے آغاز کا متوقع بہر صورت ہو یعنی بھاؤ کا گران ہونا اُسکو منظور نظر رہتا ہی اور جیسے خود ضرر رسانی ممنوع ہو اور اسی طرح جو چیز اسکی تمہید اور آغاز پڑے وہ بھی ممنوع ہو مگر اسکی برائی خود اسکی نسبت کم ہو اور ضرر رسانی کا منتظر رہنا خود ضرر رسانی کی نسبت کم ہو غرض کہ جس درجہ کی ضرر رسانی ہوگی اُسی کے موافق کراہت اور حرمت کے درجات متفاوت ہونگے۔ حاصل یہ کہ غذا کی تجارت مستحب نہیں اس لیے کہ تجارت میں فائدہ مطلوب ہی اور غذائیں قوام انسانی کے لیے اصل ہیں اور چونکہ فائدہ اصل پر مزید ہوتا ہی تو چاہیے کہ ایسی ہی چیزوں میں طلب کیا جاوے جو مخلوق کی اصل ضرورت میں داخل نہوں اور خلق کو انکی حاجت نہو۔ اور اسی وجہ سے کسی تابعی نے ایک شخص کو وصیت کی کہ اپنے لڑکے کو دو بیع میں مت سونپنا اور نہ دو پیشوں میں بیعوں میں سے اول بیع غلہ کی ہی دوم کفن کی بیع کیونکہ غلہ کا بیچنے والا گرانی چاہتا ہی اور کفن کا بائع لوگوں کا مرنا چاہتا ہی اور دو پیشے یہ ہیں اول قصائی کا کہ اُس سے دل سخت ہوجاتا ہی دوم زرگری کہ وہ دنیا کو سونے اور چاندی سے زینت دیتا ہی۔ دوسری نوع ضرر عام کے نقد میں کھوٹے روپیوں کا رواج دینا ہی اور یہ ظلم ہی کیونکہ اُس سے اہل معاملہ کو ضرر ہوگا بشرطیکہ ناواقف ہو اور اگر واقف ہوگا تو وہ دوسروں میں اُسکو رائج کریگا اسی طرح جسکے ہاتھ وہ پڑتا جاویگا وہ دوسرے کو دیتا جاویگا اور اُسکا ضرر اور فساد برابر پھیلتا جاویگا اور سب کا وبال اور گناہ اول شخص پر ہوگا کہ اُسی نے یہ طریقہ نکالا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَمِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ ایک کھوٹے روپیہ کا رائج کرنا سو روپیوں کی چوری سے زیادہ سخت ہی اسلیے کہ چوری ایک نافرمانی ہی کہ ہوگئی اور موت کے بعد منقطع ہوئی اور کھوٹے روپیہ کا رائج کرنا ایک بدعت ہی جو رائج کنندہ دین میں ظاہر کرتا ہی اور ایک برا طریق ہی جسکو بعد والوں کے واسطے بنائے جاتا ہی تو اُسکا گناہ موت کے بعد صدہا سال تک رہ سکتا ہی جب تک کہ وہ روپیہ چلتا رہیگا اور اُسکے باعث جو کچھ خرابی اور نقصان لوگوں کے مال میں ہوگا اُس سب کا وبال اُسکی گردن پر رہیگا۔ اور خوش حال وہ شخص ہی کہ اُسکے مرنے پر اُسکے گناہ بھی مر جاویں اور نہایت خرابی اُسکی ہی جو خود مر جاوے اور اُسکے گناہ سو برس یا دو سو برس باقی رہیں اور اُنکے سبب سے قبر میں اُسپر عذاب ہوتا رہے اور جب تک اُسکا انقطاع ہو تب تک کی بازپرس اُسی سے رہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ یعنی ہم اُنکے وہ اعمال جو پیچھے چھوڑ جاوینگے وہ بھی لکھیں گے جیسے وہ لکھینگے جنکو وہ اپنی زندگی میں کر گئے اور اسی طرح یہ ارشاد ہی يُنَبَّأُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ۔ کہ با اخر سے وہی آثار اعمال مراد ہیں جو برے طریقے کی جڑ باندھ گیا ہی اور دوسرے اُسکو کرتے رہے

اب جاننا چاہیے کہ کھوٹے روپیہ کے متعلق پانچ باتیں ہیں اول یہ کہ جب ایسا روپیہ تاجر دیندار کے پاس آوے تو چاہیے کہ اُسکو کوئیں میں ڈال دے کہ پھر کسی کے ہاتھ نہ لگے اور اس بات سے نہایت احتراز کرے کہ اُسکو دوسرے معاملہ میں رائج کرے۔ اور اگر اُسکو توڑ ڈالے اس طرح کہ اُس سے پھر معاملہ نہو سکے تو یہ بھی جائز ہی۔ دوسرے یہ کہ تاجر کو نقد کا پرکھنا سیکھ لینا چاہیے نہ اس غرض سے کہ اپنے روپیوں کو اچھا کھرا دیکھ لیا کریگا بلکہ اس نیت سے کہ کسی مسلمان کو کھوٹا روپیہ اُسکے ہاتھ سے نادانستگی میں نہ دیا جاوے اور اُسکے باعث سے گناہگار نہ ٹھہرے تو اگر اس علم کے سیکھنے میں قصور کریگا تو خطاوار ٹھہریگا کیونکہ جس عمل کے لیے ایسا علم ہی جس سے مسلمانوں کی خیرخواہی پوری ہوتی ہی تو اُس عمل میں اُس علم کا سیکھنا واجب ہی اور اسی جیسی بات کے لیے اکابر سلف نقد کی علامتیں سیکھ لیا کرتے تھے کہ دیانت میں خلل نہو دنیا کا اُنکو کچھ لحاظ نہ تھا۔ تیسرے یہ کہ اگر اہل معاملہ کو ایسا روپیہ دیگا اور اُس سے کہدیگا کہ کھوٹا ہی تب بھی دائرۂ گناہ سے باہر نہ ہوگا کیونکہ دوسرا شخص جو اُسکو لیتا ہی وہ اسی لیے لیتا ہی کہ کسی اور کو بے خبری میں دے دیگا اگر یہ نیت نہوتی تو وہ اُسکو ہرگز نہ لیتا اور ان اطلاع کرنے سے اتنا فائدہ ہوگا کہ جو ضرر خاص اہل معاملہ کو ہوتا ہی اُسکے گناہ سے البتہ بچ جاویگا۔ چوتھے یہ کہ اگر کھوٹے روپیہ کو اس نیت سے لیگا کہ بموجب اس حدیث شریف کے

کار بند ہو رَحِمَ اللّٰہُ سَھْلَ الْبَیْعِ سَھْلَ الشِّرَاءِ سَھْلَ الْقَضَاءِ سَھْلَ الْاِقْتِضَاءِ تو وہ اس حدیث کی برکت دعا میں داخل ہوگا بشرطیکہ کھوٹا روپیہ لینے سے ارادہ مصمم ہو کہ اُسکو کوئیں میں ڈال دونگا اور اگر یہ ارادہ رکھتا ہوگا کہ اسکو کسی اور جگہ چلا دونگا تو یہ ایک برائی ہو کہ شیطان نے نیکی کی جگہ میں اُسپر سوجھادی اس صورت میں اُن لوگوں میں داخل نہوگا جو دام لینے میں سہل گیری کرتے ہیں - پانچویں یہ کہ کھوٹے روپیہ سے ہماری غرض وہ روپیہ ہی جسمیں بالکل چاندی نہو صرف ملمع کا ہو یا اشرفی ہو تو اسمیں سونا نام کو نہو مجرد ملمع ہو - اور جس روپیہ میں چاندی اور دوسری چیز ملی ہوئی ہو اور شہر میں وہ مروّج ہو تو اس سے معاملہ کرنے میں علما کا اختلاف ہی ہماری راے یہی ہی کہ اگر شہر میں اُسکا رواج ہی تو اُس سے معاملہ کرنا جائز ہی خواہ اسکی چاندی کی مقدار معلوم ہو یا نہو اور اگر شہر میں وہ سکہ نہیں چلتا تو اس صورت میں اُس سے معاملہ جبھی درست ہوگا کہ اُسمیں کی چاندی کی مقدار معلوم ہو پس اگر داموں میں کوئی روپیہ ایسا ہو کہ شہر کے رائج روپیہ سے اُسمیں چاندی کم ہو تو تاجر کو چاہیے کہ جسکو وہ روپیہ دے اُسکو اُسکے نقصان کی اطلاع کردے اور معاملہ ایسے لوگوں سے کرے جنکو جانے کہ یہ اس روپیہ کو برابر میں نہ چلا دینگے اور دھوکا دوسروں کو نہ دینگے اور اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ شخص اسکو برابر میں چلا دیگا تو اُسکو وہ روپیہ حوالہ کرنا خود بانی فساد ہونا ہی اُسکی مثال ایسی ہوگی جیسے انگور ایسے شخص کے ہاتھ بیچے جسکو جانتا ہو کہ وہ اُنکی شراب بناویگا کہ یہ ممنوع اور برائی میں مدد کرنا اور اُسکا شریک ہونا ہی - اور ان جیسے امور کا تجارت میں خیال رکھنا نفل عبادت کی ثواب سے زیادہ ہی اور اسی جہت سے بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ سچا تاجر خداے تعالیٰ کے نزدیک عابد سے افضل ہی اور اکابر سلف معاملات میں ایسی باتوں سے بہت احتیاط کرتے تھے چنانچہ کسی غازی کا حال سُنا ہی کہ اُسنے اپنا قصہ بیان کیا کہ میں نے ایکبار جہاد میں اپنے گھوڑے کو ایک کافر پر ڈپٹایا کہ اُسکو قتل کروں مگر گھوڑے نے قصور کیا میں لوٹ آیا پھر وہ کافر میرے قریب آگیا میں نے دوبارہ حملہ کیا اُس دفعہ بھی گھوڑے نے کوتاہی کی میں نے تیسری بار حملہ کیا اُس دفعہ بھی گھوڑا بدک گیا اور کہیں کا کہیں گیا حالانکہ کبھی ایسا نہوا تھا میں معرکے سے واپس آیا اور مجکو نہایت رنج تھا کہ ایک تو کافر ہاتھ سے نکل گیا دوسرے گھوڑے میں جو عادت کبھی نہ دیکھی تھی وہ ظاہر ہوئی غرضکہ اپنا سا منھ لیکے خیمہ میں آیا اور اپنا سر خیمہ کی لکڑی پر رکھکر گھوڑے کو کھڑا چھوڑ لیٹ گیا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ گھوڑا مجھسے کہتا ہی کہ میاں صاحب خدا کو یاد کرو تم نے تین بار یہ چاہا کہ کافر کو مجھپر سوار ہو کر مارو حالانکہ کل جو تمنے میرا چارہ لیا تھا اُسمیں ایک درم کھوٹا دیا تھا تو ایسا کبھی نہ ہوگا کہ تم مجکو ایسی خوراک کھلا کر پھر مجھسے اطاعت چاہو اسکے بعد میں جاگا اور بہت خوف کیا اور گھاس والے کے پاس جا کر اُس درم کو بدلا - پس یہ دو مثالیں ضرر عام کی لکھدی گئیں انپر قیاس کر لینا چاہیے - دوسری قسم ظلم کی وہ ہی جس کا ضرر خاص اہل معاملہ کو ہو تو جتنی باتوں سے کہ اہل معاملہ کا نقصان ہوتا وہ ظلم میں داخل ہیں عدل اسکا نام ہی کہ اپنے بھائی مسلمان کو ضرر نہ پہونچاوے اور اس باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ دوسرے کے لیے وہی بات چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہو اور اسی کے قریب یہ مثل فارسی کی ہے - ہرچہ بر خود نپسندی بر دیگرے مپسند - تو جو بات ایسی ہو کہ اگر اسکے ساتھ کوئی کرے تو بری معلوم ہو اور دل پر ناگوار گذرے مناسب ہی کہ وہ بات خود بھی دوسروں کے ساتھ نہ کرے بلکہ یوں چاہیے کہ اُسکے نزدیک اپنا روپیہ اور غیر کا روپیہ مساوی ہو بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ جو شخص اپنے بھائی کے ہاتھ ایک چیز ایک روپیہ کو بیچے اور اگر اُسکے ہاتھ کوئی وہ شے بیچتا تو اپنے آپ چودہ آنہ سے زائد نہ لگاتا تو وہ شخص اُس خیرخواہی کا تارک ہوگا جسکا حکم معاملہ میں بجا لانے کا ہی اور ہرچہ بر خود نپسندی بر دیگرے مپسند پر کاربند نہ ہوگا یہ بیان اس امر کا مجمل ہوا اور اسکی تفصیل چار باتوں میں منحصر ہے اول یہ کہ جو بات متاع میں نہو وہ اسکی صفت میں بیان نہ کرے دوسرے یہ کہ چیز میں جو عیب اور پوشیدہ صفات ہوں اُنکو مطلق نہ چھپاوے تیسرے یہ کہ چیز کی مقدار اور وزن میں کچھ پوشیدہ نہ کرے چوتھے یہ کہ اُسکے نرخ کو پوشیدہ نہ رکھے ایسی طرح کہ اگر طرف ثانی نرخ کو معلوم کرلے تو پھر اُس چیز کو خرید نہ کرے اب ہر ایک کو مفصل سنو - اول بات یعنی چیز کی زیادہ تعریف نہ کرنی اس لیے چاہیے کہ بیع کی تعریف کرنی دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ باتیں اُسمیں بیان کرتا ہی جو

ح اللہ تعالیٰ رحم کرے اُس شخص پر جو فروخت میں آسانی اور نرمی برتے اور واسطے خریدنے میں نرمی کرے واسطے ادائے قرض کے اور نرمی کرے واسطے تقاضا کرنے کے بخاری کی روایت جابر سے اختلاف الفاظ ۱۲

واقع مین اُسکے اندر نہین تو اِس صورت مین صریح جھوٹ ہی اور اگر مشتری اِسکی باتون کو مان لیگا تو جھوٹ کے سوا ظلم اور دغا بازی بھی بائع کی گردن پر ہوگی اور اگر مشتری نہ مانیگا تو جھوٹ اور بے مروتی پھر بھی بائع کی ذمہ رہیگی (دوسری صورت یہ ہی کہ چیز مین ایسی باتین بتادے جو اُسمین موجود ہون۔ اِس صورت مین اسکا کلام لغو اور بے فائدہ ہی اور اُسکو سب کلمون کا حساب دینا ہی کہ فلانا کلمہ یون کہا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ہان اگر چیز مین ایسی باتین بیان کرے جو اُسکے اندر ہون اور بدون ذکر کیے ہوے مشتری کو خبر نہ ہو مثلاً لونڈی غلامون اور جانورون کے پوشیدہ اوصاف بیان کرے تو مضائقہ نہین بشرطیکہ جس قدر موجود ہون اُنکو بے کم و کاست بدون مبالغہ اور طوالت کے کہے اور اِس بیان کرنے مین یہ نیت ہونی چاہیے کہ بھائی مسلمان اِن امور سے واقف ہو کر اُسکی رغبت کرے اور اِس سبب اُسکا کام نکلے مگر اِن امور کے بیان کرنے مین قسم قطعًا نہ کھاوے اِسلیے کہ اگر جھوٹ پر قسم کھاویگا تب یمین غموس کا مرتکب ہوگا جو ایسا بڑا گناہ ہی کہ شہر کے شہر چوپٹ کر دیتا ہی اور اگر سچ پر قسم کھاویگا تو اللہ تعالیٰ کو اپنی قسم کا نشانہ بناویگا اور یہ کمال گستاخی ہی کیونکہ دنیا کمینی کا اتنا رتبہ کہان کہ بلا ضرورت خدا تعالیٰ کے نام سے اِسکی ترویج کا قصد کیا جاوے۔ اور حدیث مین ہی کہ خرابی ہی سوداگر کی اِن کلمات سے بَلٰی وَاللّٰہِ وَلَا وَاللّٰہِ اور خرابی ہی کاریگر کی کل اور پرسون کے وعدہ کرنے سے اور ایک حدیث مین یون وارد ہی اَلْيَمِينُ الْكَاذِبَةُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مَمْحَقَةٌ لِلْكَسْبِ اور حضرت ابوہریرہ رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثَلٰثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ وَمَنَّانٌ بِعَطِيَّتِهِ وَمُنْفِقٌ سِلْعَتَهُ بِيَمِينِهِ تو جس صورت مین کہ چیز کی تعریف کرنی باوجود درست ہونے کے اِس لحاظ سے مکروہ ہو کہ وہ ایک کلمہ لغو ہی روزی اُس سے زیادہ نہین ہوتی تو قسم کے باب مین شدت کا ہونا اِس سے صاف ظاہر ہی۔ یونس بن عبید جو حریر بیچا کرتے تھے اُنسے کسی نے حریر مول لینے کے لیے مانگا اُنکے غلام نے عربیہ کے تھانون کی گٹھری نکالی آپ نے اُسکو پھیلایا اور دیکھکر کہا کہ الٰہی ہمکو جنت نصیب کر یہ کہکر غلام سے کہا کہ اِسکو اپنی جگہ پر رکھدے اور خریدار کے ہاتھ اُسمین سے کچھ نہ بیچا اِس خوف سے کہ وہ دعا جو زبان سے نکل گئی تھی کہین کنایۃً اپنی چیز کی تعریف مین متصور نہ ہو تو یہ لوگ ایسے ہین کہ اُنھون نے دنیا مین تجارت کی اور معاملات مین اپنے دین کو تلف نہین کیا بلکہ جان لیا کہ آخرت کا نفع طلب کرنا بہ نسبت دنیا کے نفع کے بہتر ہی۔ دوم امر مین چاہیے کہ مبیع کے تمام عیب خواہ ظاہر ہون یا پوشیدہ سب ظاہر کرے اُنمین سے کچھ نہ چھپاوے کہ یہ امر واجب ہی اگر کوئی عیب چھپاویگا تو ظالم اور دغاباز ہوگا اور دغا دینا حرام ہی اور نصیحت یعنی مسلمانون کی خیرخواہی جو ضروری ہی اُسکا تارک ہی ہوگا اور جس صورت مین کپڑے کا اچھا رُخ ظاہر کرے اور دوسرے کو چھپا ہوا رکھے تو دغاباز ہوگا اِسی طرح اگر مبیع کو اندھیرے مکانون مین مشتری کے سامنے کریگا یا موزے اور جوتے وغیرہ کے جوڑے مین سے اچھی پوائی دکھاویگا تو دغابازی ثابت ہوگی اور دغا و فریب کی حرمت پر یہ حدیث دلالت کرتی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص پر گذرے جو غلہ بیچ رہا تھا آپ کو وہ غلہ اچھا معلوم ہوا دست مبارک اُسکے اندر ڈالا تو تری معلوم ہوئی ارشاد فرمایا کہ یہ کیا ہی اُسنے عرض کیا کہ اِسکو مینہ پہونچ گیا ہی آپ نے فرمایا کہ پھر تو نے بھیگے غلہ کو اوپر کیون نہین کر دیا تا کہ لوگ دیکھتے جو ہم کو دغا دے وہ ہم سے نہین۔ اور عیب کے کہہ دینے سے مسلمانون کی خیرخواہی کا واجب ہونا اِس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جریر رض سے بیعت اسلام لی تو وہ چلنے کے لیے اُٹھے آپ نے اُنکا کپڑا کھینچ لیا اور ہر مسلمان کی خیرخواہی اُنپر شرط کر دی پس جریر رض کا دستور تھا کہ جب اسباب بیچنے کھڑے ہوتے تو اُسکے عیب مشتری کو خوب دکھا دیتے اور کہتے کہ اب تمکو اختیار ہی چاہو لو چاہو نہ لو لوگون نے اُنسے کہا کہ تم اگر ایسا کروگے تو تمہاری بیع کوئی نہ پوری ہوگی اُنھون نے فرمایا کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر عہد کیا ہی کہ ہر مسلمان کی خیرخواہی کرینگے۔ یعنی اگر اِس طرح بیع نہ کرین تو خلاف عہد ہوگا اور واثلہ بن الاسقع رض کھڑے تھے اور ایک آدمی اپنی اونٹنی بیچ رہا تھا مشتری نے اُسکو تین سو درم بائع کو دیے واثلہ رض کا خیال اور طرف تھا کہ مشتری اونٹنی لیکر چلا گیا جب انھون نے دیکھا کہ وہ چلا گیا اُسکے پیچھے دوڑے اور پکار کر پوچھنے لگے کہ تو نے یہ اونٹنی گوشت کے لیے لی ہی یا سواری کے لیے اُسنے کہا

کہ سواری کے لیے خریدی ہو آپ نے فرمایا کہ اسکے پاؤن مین مین نے ایک شگاف دیکھا ہی اس سے برابر منزلین نہ ہو سکینگی وہ واپس آیا
اور داڑھی کو بائع کے حوالہ کیا بائع نے اسکے دام سٹو درم کم دیے اور واثلہ رضہ سے کہا کہ خدا تم پر رحم کرے کہ تم نے میرا معاملہ بگاڑا آپ نے
فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کر چکے ہین کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرینگے اور فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی
کہ فرماتے تھے لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ یَبِیْعُ بَیْعًا اِلَّا اَنْ یُبَیِّنَ مَا فِیْہِ وَلَا یَحِلُّ لِمَنْ یَعْلَمُ ذٰلِکَ اِلَّا تَبْیِیْنُہٗ ۔غرض کہ اکابر سلف نے خیر خواہی سے یہی مضمون
سمجھا تھا کہ اپنے بھائی مسلمان کے لیے وہی بات پسند کرے جو اپنے لیے چاہے اور مسلمان کی خیر خواہی کو اپنے اعتقاد مین یہ نہین جانتے تھے
کہ زوائد اور فضائل مین سے ہی بلکہ انکا اعتقاد یہ تھا کہ یہ مضمون اسلام کی شرطون مین سے ہی اور بیعت کے اندر داخل ہی اور یہ بات اکثر خلق پر
دشوار ہی اس لیے اچھے محتاط لوگ ان بکھیڑون مین نہین پڑتے اور گوشہ گزینی اختیار کرکے عبادت محض کرتے ہین کیونکہ لوگون مین مل کر
اللہ تعالی کے حقوق کی بجا آوری ایک ایسا سخت اجتہاد ہی جسکو بجز صدیقون کے اور کوئی نہین کرسکتا اور آدمی پر یہ امر بدون دو چیزون کے
اعتقاد کیے آسان نہین ہو سکتا اول یہ سمجھنا کہ عیبون کو چھپا کر بیع کو بیچ دینے سے کچھ روزی نہ بڑھیگی بلکہ روزی کی برکت جاتی رہیگی اور
یہ متفرق پاپ جمع ہو کر ایک روز یکبارگی سب سرمایہ لے ڈوبیگا۔ چنانچہ کہتے ہین کہ کسی شخص کے یہان ایک گاے تھی وہ اسکے دودھ مین
پانی ملا کر بیچ ڈالتا تھا ایک دفعہ ایک سیل آئی اور وہ گاے ڈوب گئی اسکے کسی لڑکے نے کہا کہ وہی متفرق پانی جو ہم نے دودھ مین
ملائے تھے دفعۃً جمع ہو گئے اور گاے کو بہا لے گئے ۔اور کیسے نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی اَلْبَیِّعَانِ اِذَا صَدَقَا
وَنَصَحَا بُوْرِکَ لَہُمَا فِیْ بَیْعِہِمَا وَاِذَا کَتَمَا وَکَذَبَا نُزِعَتْ بَرَکَۃُ بَیْعِہِمَا اور ایک حدیث مین ہی یَدُ اللّٰہِ عَلَی الشَّرِیْکَیْنِ مَالَمْ یَتَخَاوَنَا فَاِذَا تَخَاوَنَا رَفَعَ یَدَہٗ
عَنْہُمَا ۔غرضکہ مال خیانت سے بڑھتا نہین جیسے خیرات سے کم نہین ہوتا اور جو شخص کہ زیادتی اور کمی کو بجز تولنے کے دوسری طرح نہین جانتا
وہ اس بات کو باور نہ کریگا لیکن جسکو معلوم ہی کہ کبھی ایک روپیہ مین وہ برکت ہوتی ہی کہ آدمی کے دین و دنیا کی سعادت کا سبب ہوجاتا ہی
اور کبھی اللہ تعالی ہزارون مین سے اس طرح برکت اڑا دیتا ہی کہ وہ مالک کی تباہی کے باعث ہوتے ہین یہان تک کہ تمنا کرنے لگتا ہی کہ
کاش یہ ہزارون میرے پاس نہ ہوے ہوتے اور بعض اوقات مین ان باتون کو اپنے مناسب جانتا ہی تو وہ شخص ہمارے قول کے معنی سمجھا ہی
کہ واقع مین خیانت سے مال بڑھتا نہین اور صدقہ دینے سے کم نہین ہوتا۔ دوسری بات جسکا سمجھنا ضرور ہی اس امر کے لیے کہ مضمون خیر خواہی
آدمی مین کامل اور سہل ہو جاوے یہ ہی کہ جان لے کہ آخرت کا نفع اور وہان کی توانگری دنیا کے نفع سے بہتر ہی اور مال کے فوائد عمر کے پورا
ہوجانے سے ہو چکتے ہین اور بندون کے حقوق اور مال کا وبال گردن پر رہتا ہی اس صورت مین عاقل آدمی کیسے پسند کریگا کہ جو چیز ادنی ہی اسکو
لیوے اور اعلی چیز کو عوض مین دے اور دین کی سلامتی ظاہر ہی کہ سب چیزون سے اعلی اور بہتر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین
کہ کلمہ اسلام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہمیشہ خلق پر سے اللہ تعالی کا غضب دور کرتا رہتا ہی جب تک کہ لوگ دنیا کے معاملہ کو آخرت پر ترجیح نہ دین۔ اور ایک
روایت مین یون ہی کہ جب تک یہ پروا نہ کرین کہ دین کی سلامتی کے مقابل انکی دنیا مین سے کیا جاتا رہا اور جب ایسا کرتے ہین اور پھر لا الہ الا اللہ
کہتے ہین تو اللہ تعالی فرماتا ہی کہ تم جھوٹے ہو یہ قول تم اعتقاد سے نہین کہتے ہو۔ اور ایک اور حدیث مین ہی کہ جو شخص لا الہ الا اللہ اخلاص سے کہے
وہ جنت مین داخل ہوگا کسی نے عرض کیا کہ اسکا اخلاص کیا ہی فرمایا کہ اخلاص یہ ہی کہ جو چیز اللہ تعالی نے حرام فرمائی ہی اس سے اسکو بچاوے۔
اور فرمایا مَا اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَہٗ اور جو شخص جان لیگا کہ یہ باتین اسکے ایمان مین مخل ہین اور تجارت اخروی کا راس المال اپنے لیے
بلا شبہہ ایمان ہی تو وہ شخص اپنی عمر جاوید کا سرمایہ ایسے نفع کے سبب سے کھو دیگا جس سے انتفاع صرف چند روزہ ہو۔ اور بعض تابعین فرماتے ہین
کہ اگر مین مسجد جامع مین جاؤن اور وہ نمازیون سے بھری ہو اور مجھ سے کوئی پوچھے کہ ان سب مین بہتر کون ہی تو یہی کہون کہ جو سب سے زیادہ
مسلمانون کا خیر خواہ ہو وہ سب سے اچھا ہی پھر اگر کوئی کہوے کہ یہ شخص سب سے زیادہ خیر خواہ ہی تو کہدون کہ یہی سب مین اچھا ہی اور اگر کوئی

ح نہین حلال ہو کسی کو کوئی بیع کرے مگر یہ کہ بیان کردے [illegible]

[illegible]

محرمات کو حلال جانا

یون پوچھے کہ انہین بدتر کون ہی تو کہون کہ جو سب سے زیادہ لوگون سے دغا کرتا ہو اور جب کوئی بتاوے کہ یہ شخص زیادہ دغاباز ہی تو کہدون کہ یہی
سب مین برا ہی۔ اور دغا کرنی سب معاملات مین خواہ بیع ہو یا کاریگری حرام ہی تو کاریگر کو بھی نہ چاہیے کہ اپنے کام مین سستی کرے اسطرح کہ اگر خود
وہی کام دوسرے کاریگر سے لے اور وہ ویساہی کرے جیسا اُسنے کیا تو پسند نہ کرے بلکہ چاہیے کہ اپنا کام خوبی اور پایداری سے کردے اور اگر
اُسمین کوئی برائی ہو تو اُسکو بیان کردے اسطرح کرنے سے مواخذہ سے بچا رہیگا۔ ایک شخص موچی نے ابن سالم سے پوچھا کہ اگر مین جوتیون کی بدنی
کرون تو مجھکو کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا کہ دونون رُخ برابر بنانا اور دہنی پوائی کو بائین سے اچھی مت کرنا اور بھرت کی چیز ایسی ڈالنا کہ پوری ہو ٹکڑے
نہ ہون اور سیون پاس پاس کرنا اور ایک پوائی کو دوسری پر مت رکھنا۔ اور اسی قسم کا سوال حضرت امام احمد بن حنبل سے کسی نے کیا تھا کہ
کپڑے مین رفو ایسا ہی جو معلوم نہین ہوتا اُسکی بیع کیسی ہی فرمایا کہ بائع کو اُسکا چھپانا درست نہین ہان اگر رفوساز یہ جانے کہ دوسرا شخص رفو دیکھنے کو
مانگتا ہی اور خریدنا نہین چاہتا تو اُسکو درست ہی کہ رفو کا اظہار نہ کرے۔ اب اگر یہ کہو کہ جب انسان پر مبیع کے عیوب کا ذکر کرنا واجب ہوا تو کبھی معاملہ
نہ بنیگا تو اسکا جواب یہ ہی کہ معاملہ بننے کی صورت یہ ہی کہ تاجر آدمی ایسی ہی چیز خریدے جو عیب دار نہ ہو اور اگر وہ فروخت نہ کرسکے تو اپنے لیے
رکھ سکے پھر فروخت کے وقت تھوڑے سے نفع پر اکتفا کرے تو اللہ تعالی اُسکے مال مین برکت بھی کریگا اور دھوکا دینے کی ضرورت بھی نہ پڑیگی قصہ
تو یہی ہی کہ لوگ تھوڑے سے نفع پر قناعت نہین کرتے اور بہت بدون دغا کے ملتا نہین پس جو شخص تجارت کا ڈھنگ موافق مذکورہ بالا ڈالیگا وہ
عیب دار چیز کیون خریدیگا کہ اُسکے بیان کرنے کی ضرورت ہو اور اگر اتفاق سے کوئی اس قسم کی چیز آجاوے تو اُسکے عیب کو ذکر کردینا چاہیے
اور اُسکا جو دام اُٹھے اُسپر قناعت کرنا چاہیے۔ ابن سیرین رح نے ایک بکری فروخت کی اور مشتری سے کہا کہ اسمین ایک عیب ہی اُسکو بھی سُن لو
وہ یہ ہی کہ چارہ کو پانؤن سے پلٹ دیتی ہی۔ اور حسن بن صالح نے ایک لونڈی بیچی اور مشتری سے فرمایا کہ ایکبار اسکی ناک سے ہمارے یہان خون
آیا تھا۔ پس اکابر سلف کی عادت معاملات مین یہ تھی کہ ادنی بات ذکر کردیتے تھے اب جس شخص سے پابندی اِن باتون کی نہ ہوسکے اُسکو چاہیے
کہ معاملہ کرنا چھوڑدے ورنہ عذاب اخروی اپنے اوپر اٹھالے۔ سوم یہ کہ مقدار کو نہ چھپاوے یہ امر ترازو کی برابری اور تولنے اور ناپنے مین
احتیاط کرنے سے ہوتا ہی تو چاہیے کہ جس طرح خود دوسرون سے لے اُسی طرح دوسرون کو دے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا
عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۔ اور اس سے نجات کی صورت یہی ہی کہ دوسرون کو جھکتا دیوے اور آپ اُترتا ہوا
لیوے کیونکہ ٹھیک برابری بہت کم ہوسکتی ہی اسلیے زیادتی اور کمی مین بچاؤ کی صورت نکل آتی ہی علاوہ ازین پورا حق لینے مین یہ احتمال بھی رہتا ہی
کہ شاید طرف ثانی کا زیادہ نہ آجاوے یا اُسکو کمتر پہونچے اسلیے تدبیر مذکورہ سے یہ احتمال بھی نہین رہتا۔ بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین ایک رتی کے
عوض مین اللہ تعالی سے ویل یعنی خرابی کیون خریدکرون اسلیے جب اپنا حق لیتے تو آدھی رتی کم لیتے اور دینے کے وقت ایک رتی زیادہ دیتے
اور فرمایا کرتے کہ خرابی ہی اُس شخص کو جو ایک رتی کے عوض جنت بیچ ڈالے جسکا عرض آسمانون اور زمین کے برابر ہی اور نہایت خسارہ اُس
آدمی کو ہی جو طوبی بیچ کر ویل مول لے اور ان جیسی چیزون سے بچنے کے لیے جو سلف نے نہایت تاکید کی اُسکی وجہ یہی ہی کہ یہ چیزین بندون کے
حقوق مین جنسے توبہ نہین ہوسکتی کیونکہ یہ معلوم نہین کہ کس کس کا حق رہ گیا کہ وہ اکٹھے ہوجاوین اور اُنکو اُنکے حق دیدیے جاوین اور اسی لیے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی چیز مول لی تو دام تولنے والے سے فرمایا کہ زن وارجح یعنی دام کو وزن کر اور جھکتی تول۔ اور فضیل رح نے
اپنے بیٹے کو دیکھا کہ ایک اشرفی کو دھو رہے ہین منظور یہ تھا کہ اُسکو بھنا دین پس اُسپر جو میل کچیل لگا تھا اُسکو صاف کیا تاکہ میل کے سبب سے
اُسکا وزن زیادہ نہ ہو فرمایا کہ بیٹا تمھارا یہ کام دو حجون اور بیس عمرون سے بڑھکر ہی۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مجھکو تاجر اور بائع سے بڑا تعجب ہی
کہ انکی نجات کیسے ہوگی دن کو تولتے اور قسم کھاتے ہین اور رات کو سو رہتے ہین۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند سے فرمایا
کہ ای لخت جگر جیسے سانپ دو پتھرون کے بیچ مین گھس جاتا ہی ویسے ہی خطا دو معاملہ کرنے والون مین گھس جاتی ہی۔ اور کسی نیک بخت نے

لہ خرابی ہی گھٹانے والون کی وہ کہ جب ناپ لین لوگون سے پورا بھر لین اور جب ناپ دین یا تول دین تو گھٹا کردین ۱۲ صح اصحاب سنن وحاکم بروایت سوید بن قیس ۱۲

ایک مخنث پر نماز پڑھی اُنسے کسی نے کہا کہ یہ تو بدکار تھا وہ چپ ہو رہے دوبارہ پھر وہی کہا تو اُنھون نے فرمایا کہ شاید تمھاری یہ غرض ہو کہ اسکے پاس دو ترازو یا دو باٹ تھے کہ ایک سے لیتا تھا اور دوسرے سے دیتا تھا اس جواب مین اُنھون نے یہ اشارہ کیا کہ اسکی بدکاری صرف حق اللہ تھی اور داد و ستد مین فریب کرنا حق العباد کی کوتاہی ہے اسکا معاف ہونا البتہ دور از قیاس ہے حاصل یہ کہ میزان کا معاملہ بہت شدید ہے اُس سے نجات کی صورت ایکپا آدھی رتی سے ہوتی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود نے سورۂ رحمٰن مین یون پڑھا ہے کہ لَا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِاللِّسَانِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ یعنی زبان ترازو کو درست رکھو کہ کمی بیشی اُسکی ذراسے اِدھر اُدھر ہو جانے سے ہو جاتی ہے بالجملہ جو شخص کہ اپنا حق غیر سے وصول کرتا ہے گو ایک کلمہ ہی کیون نہو اور دوسرے کا حق اُسطرح نہین ادا کرتا جیسے اپنا وصول کیا تو وہ ان آیات کے مضمون مین داخل ہے وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ الخ کیونکہ ہرچند آیتون مین کیلی چیزون مین نابرابری کو حرام فرمایا ہے مگر غرض اُس سے یہی ہے کہ عدل و انصاف کا چھوڑنا حرام ہے اور ترک عدل ہر ایک کام مین ہو سکتا ہے اور میزان عدل ہر بالغ عاقل کے افعال و اقوال مین اور دل کے وسوسون مین جاری ہے پس اگر کوئی شخص اپنے اقوال خواہ افعال وغیرہ مین عدل سے میل کریگا اُسکے لیے ویل ضرور ہوگا اور یہ عدل اگر دشوار بلکہ محال نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ یون کیون فرماتا وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بندہ اس میل سے خالی نہین کسی مین استقامت حقیقی پائی نہین جاتی مگر چونکہ میل کے درجون مین بہت فرق ہوتا ہے اسی لیے بندون کا دوزخ مین ٹھہرنا اور اُس سے نجات حاصل کرنا بھی مختلف ہوگا یہان تک کہ بعض اسقدر ٹھہرینگے کہ صرف قسم سچی ہو جاوے اور کچھ بھی دیر نہ لگے اور بعضے ہزارون برس پڑے رہینگے ہم خدا و ند کریم سے سوال کرتے ہین کہ ہمکو استقامت کے قریب کردے کیونکہ ٹھیک صراط مستقیم پر استقامت نصیب ہونے کی تو طمع نہین کرنی چاہیے کہ وہ تو بال سے باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور اگر یہ نہ ہوتا تو جو شخص اُسپر مستقیم رہتا وہ پل صراط سے گذر سکتا جو جہنم کی پشت پر بنا ہے اور اُسکی صفت بھی یہی ہے کہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور جو شخص دنیا مین جسقدر صراط مستقیم پر استقامت رکھتا ہوگا اُسی قدر قیامت مین پل صراط پر جلد گذریگا اور جو شخص غلہ مین مٹی وغیرہ ملا کر اُسکو فروخت کریگا تو وہ مطففین مین داخل ہوگا اور جو قصائی گوشت مین ایسی ہڈیان تول دیگا کہ ویسی عادتاً تولی نہ جاتی ہون تو اُسکا بھی یہی حال ہے اسی طرح گز سے ناپنے وغیرہ کو خیال کر لینا چاہیے مثلاً بزاز جب ناپ کر کپڑا مول لیتا ہے تو کپڑے کو ڈھیلا رکھتا ہے اور اُسکو خوب نہین تانتا اور بیچنے کے وقت اُسکو کھینچکر ناپتا ہے کہ کسیقدر بڑھجاوے تو اسطرح کی سب باتین آدمی کو ویل کا مستحق کرتی ہین ۔ چہارم یہ کہ اُسوقت کا نرخ سچ سچ کہدے اُسمین سے کچھ چھپا نہ رکھے کہ آنحضرت صلعم نے تلقی رکبان سے منع فرمایا ہے اور اُسکی صورت یہ ہے کہ جب باہر سے کوئی قافلہ شہر مین کوئی چیز لاوے تو اُسکے شہر مین آنے کے پیشتر ہی باہر نکل کر اُنکی چیز بیچے اور شہر کا بھاؤ اُنسے جھوٹا بیان کرے اسی کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا تَتَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ وَمَنْ تَلَقَّاهَا فَصَاحِبُ السِّلْعَةِ بِالْخِيَارِ بَعْدَ أَنْ يُقَدِّمَ السُّوقَ ۔ اور باہر جا کر اگر مول لیگا تو بیع تو منعقد ہو جاویگی مگر جس صورت مین کہ بائع کو معلوم ہوگا کہ مشتری نے بھاؤ سچ نہین کہا تھا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے بیع کو قائم رکھے یا مشتری سے اپنی چیز واپس کر لے اور اگر بھاؤ وہی ہو جو مشتری نے بیان کیا تھا تو اس صورت مین بائع کے لیے اختیار ثابت ہونے مین اختلاف ہے بعض علما حدیث مذکورہ بالا کے الفاظ عام دیکھکر فرماتے ہین کہ خیار ہوگا اور بعضے اس نظر سے کہ اب کچھ فرق نہین رہا کہتے ہین کہ خیار نہ ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر سے بھی نہی فرمائی کہ کوئی شہری آدمی گانؤن والے کی طرف سے بیع کرے اسکی صورت یہ ہے کہ کوئی باہر کا رہنے والا شہر مین غلہ لاوے اس لیے کہ جھٹ پٹ لوگ خرید لین اور کوئی شہری اُس سے کہے کہ اس غلہ کو میرے پاس چھوڑ دے کہ جب مہنگا ہو جاویگا تو اُسکو بیچ دونگا اور اسطرح کا کرنا غلہ مین تو حرام ہے اور دوسری چیزون مین اختلاف ہے ظاہر یہ ہے کہ حرمت ہی ہو اس وجہ سے کہ نہی عام ہے اُسمین غلہ کی قید نہین اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ فی الجملہ لوگون کے تنگ کرنے کو دیر کرتا ہے حالانکہ اس شہری تنگ کرنے والے کا کچھ فائدہ نہین ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

بخشش سے بھی ممانعت فرمائی یعنی بدون قصد خرید نے کے چیز کا نرخ زیادہ کرنے سے منع فرمایا مثلاً ایک شخص برغبت ایک چیز مول لیا چاہتا ہو دوسرا بائع کے سامنے ہوا اور مشتری کی نسبت کر دام زیادہ کہدے بدون اس بات کے کہ خود خرید کرنا چاہتا ہو بلکہ اس لیے کہ مشتری کی رغبت اور زیادہ ہو تو ایسی صورت اگر بائع کی سازش سے ہوئی ہو تب تو یہ فعل حرام ہو گو بیع منعقد ہو جاتی ہو اور اگر بائع کی سازش سے نہ ہو تو ثبوت خیار میں اختلاف ہو بہتر یہی ہو کہ مشتری کو خیار رہے اس لیے کہ یہ فعل ایک طرح کا دھوکا ہو جیسے دودھ کے جانور کا دودھ کئی وقت نہ نکالا جاوے اور اُسکے تھن پھول جاویں اور فروخت کر دیا جاوے یا جیسے تلقی رکبان کی صورت اوپر مذکور ہوئی پس ان باتوں سے منع فرمانا اسپر دلالت کرتا ہو کہ اُس وقت کے نرخ کو بائع اور مشتری سے مخفی کرنا اور ایسی بات کو پنہاں رکھنا کہ اگر اُنکو اطلاع ہو تو ہرگز معاملہ نہ کریں ناجائز اور داخل دغا اور حرام ہو اور جو خیرخواہی کہ مسلمان کے لیے ضروری ہو اُسکے مخالف ہو چنانچہ مروی ہو کہ کوئی تابعی بصرہ میں تھے اور اُنکا غلام سوس میں رہا کرتا تھا اُسکے پاس شکر خرید کر بھیجا کرتے تھے ایک بار غلام مذکور نے اُنکو لکھا کہ اس برس گنے پر آفت پڑگئی ہو تم شکر مول لے لینا اُنھوں نے بہت سی شکر مول لی اور فروخت کے وقت تیس ہزار درہم کا نفع ہوا جب گھر کو ہٹ کر آئے تو رات بھر سوچا کیے کہ میں نے تیس ہزار کا نفع اور ایک مسلمان کی خیرخواہی کا خسارہ ہوا صبح کو اُٹھکر شکر کے بائع کے پاس جا کر تیس ہزار اُسکے حوالہ کیے اور فرمایا کہ یہ تمھارے ہیں خدا سے تعالیٰ تمکو انمیں برکت کرے اُسنے سوال کیا کہ یہ میرے کس طرح ہوئے فرمایا کہ مین نے تم سے اصل حال نہیں کہا تھا جس وقت میں نے شکر خریدی تھی اُس وقت نرخ گران ہو گیا تھا اُسنے کہا کہ خیر اب تو آپ نے مجکو اطلاع کر دی میں نے یہ روپیہ آپ کو حلال کیا اُسوقت اُسکو گھر لے آئے اور رات بھر بیداری اور فکر میں رہے کہ میں نے اُسکی خیرخواہی نہیں کی شاید اُسنے شرما کر مجھے دے دیے ہوں صبح کو تڑکے سے بائع کے پاس گئے اور فرمایا کہ خدا سے تعالیٰ تم سے درگذر کرے یہ اپنا مال مجھ سے لے لو میرے دل کی خوشی اسی میں زیادہ ہو اُسنے وہ مال واپس لے لیا۔ غرضکہ ان مناہی اور اخبار سے یہی معلوم ہوتا ہو کہ آدمی کو جائز نہیں کہ چیز والے کی غفلت پاکر بائع سے نرخ کے گران ہونے کا حال اور مشتری سے نرخ کی ارزانی کا حال چھپا رکھے اور اگر ایسا کریگا تو عدل اور مسلمانوں کی خیرخواہی کا تارک ہوگا اور جب کسی چیز کو نفع پر بیچے تو چاہیے کہ وہ چیز جتنے میں پڑی ہو سچ سچ بیان کر دے اور یہ بھی واجب ہو کہ عقد کے بعد جو کچھ اُسمیں عیب یا نقصان ہو گیا ہو اُسکو بیان کر دے اسی طرح اگر چیز اُدھار لی ہو تو اُسکا بھی ذکر چاہیے اور اگر اپنے دوست خواہ لڑکے سے خریدی ہو اور اُنکی مروت کے سبب سے کچھ زیادہ دام دیا ہو تو وہ مشتری سے کہدے کیونکہ مشتری کو تو یہی اعتماد ہو کہ اُسنے جو چیز لی ہوگی خوب ٹھوک بجا کر لی ہوگی اور کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا ہوگا پس اگر کسی وجہ سے کوئی دقیقہ چھوٹ گیا ہو تو اُسکی اطلاع مشتری کو کر دینی چاہیے کہ وہ اسی کی ایمان داری پر اعتماد رکھتا ہو۔

چوتھی فصل معاملہ میں احسان کرنے کے بیان میں ۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے عدل اور احسان دونوں کا حکم فرمایا ہو چنانچہ ارشاد ہو اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ اور عدل صرف نجات کا سبب ہو اور اسکا حال ایسا ہو جیسے تجارت میں سرمایہ کا بچ رہنا اور احسان باعث سعادت اخروی کے حاصل ہونے کا ہو اُسکو ایسا جاننا چاہیے جیسے تجارت میں نفع ہوتا ہو تو جو شخص دنیا کے معاملوں میں صرف اصل قیمت پر اکتفا کرے اور نفع کا طالب نہ ہو وہ عاقل نہیں شمار ہوتا اسی طرح معاملات اخروی میں بھی صرف عدل پر اور ظلم کے ترک پر کفایت کرنی اور احسان سے سروکار نہ رکھنا دیانت کے مناسب نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو وَاَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ ۔ اور فرمایا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۔ اور احسان سے ہماری غرض یہ ہو کہ آدمی وہ کام کرے جس سے اہل معاملہ کو نفع ہو اور وہ کام اُسپر واجب نہ ہو بلکہ صرف اپنی طرف سے سلوک کے طور پر ہو کیونکہ جو باتیں کرنی واجب ہیں وہ عدل اور ترک ظلم میں داخل ہیں جسکا بیان ہم لکھ چکے اور احسان کا رتبہ چند باتوں میں سے ایک کے بجا لانے سے حاصل ہوتا ہو۔ اول یہ کہ دوسرے کو اتنا نقصان نہ دے جو عادۃً گوارا کیا جاتا ہو اور کچھ نہ کچھ نقصان کی تو اجازت ہو اس لیے کہ بیع نفع کے لیے ہوتی ہو اور نفع بدون کسی قدر زیادہ لینے کے ممکن نہیں تو اس زیادہ لینے میں لحاظ رکھنا چاہیے کہ عادت

زیادہ نہ ہو جاوے کیونکہ مشتری جو عادت سے زیادہ نفع دیگا تو وہ حال سے خالی نہیں یا اُسکی طبیعت اُس شئی پر زیادہ راغب ہوگی یا اُسکی حاجت زیادہ رکھتا ہوگا اس صورت میں اگر بائع زیادہ نفع کے قبول کرنے سے باز رہیگا تو یہ امر اسکی طرف سے احسان ہوگا ورنہ اگر شائبہ دغا نہ ہو تو زیادہ نفع لے لینا ظلم نہیں - اور بعض علما کی راے یہ ہی کہ قیمت کی تہائی سے زائد اگر نفع لیگا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ بعد معلوم ہونے کے چیز واپس کروے مگر ہماری یہ راے نہیں بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ نفع کم کرکے لینا داخل احسان ہی - کہتے ہیں کہ یونس بن عبید کے پاس مختلف قیمت کے حلے تھے کوئی چار سو کا کوئی دو سو کا اور علی ہذا القیاس ہر قسم کے تھے وہ اُٹھکر نماز کو گئے اور اپنے بھتیجے کو دوکان پر چھوڑ گئے ایک اعرابی آیا اور اُسنے ایک حلہ چار سو کا مانگا اُنکے بھتیجے نے دوسو والے حلون میں سے اُسکو دکھلایا اُسنے پسند کرکے بخوشی چار سو دے دیے اور اُسکو ہاتھ پر دھرے ہوے جاتا تھا کہ رستہ میں یونس بن عبید ملے اور اپنا حلہ پہچان لیا اور اعرابی سے پوچھا کہ کتنے کو خریدا اُسنے کہا کہ چار سو کو فرمایا کہ دوسو سے زیادہ کا نہیں چل کر پھیر دے اُسنے کہا کہ ہمارے شہر میں پانسو کا مال ہی اور مین نے اپنی خوشی سے اسکو پسند کرکے چار سو دیے ہیں اُنھون نے فرمایا کہ پھر چل کہ دین میں خیر خواہی دنیا و ما فیہا سے بہتر ہی چنانچہ اُسکو دوکان پر ہٹا لے گئے اور دو سو درم اُسکو پھیر دیے اور اپنے بھتیجے سے لڑنے لگے اور فرمانے لگے کہ تجکو شرم نہ آئی اور خداے تعالیٰ سے خوف نہ کیا اتنا نفع لیتا ہی اور مسلمانون کی خیر خواہی کو چھوڑتا ہی اُسنے کہا کہ یہ تو خود اتنے پر راضی ہو گیا تھا فرمایا کہ پھر تو نے اُسکے لیے وہ امر کیون نہ پسند کیا جو اپنے نفس کے لیے پسند کرتا - اور یہی بات اگر بھاؤ چھپا کر دغا سے ہوتی تو وہ از قسم ظلم تھی جسکا ذکر گذر چکا اور حدیث میں ہی کہ غَبْنُ الْمُسْتَرْسِلِ حَرَامٌ یعنی جو شخص اپنے اوپر اعتماد رکھے اُسکو دھوکا دینا حرام ہی اور زبیر بن عدی فرمایا کرتے کہ مین نے اُٹھارہ صحابی ایسے دیکھے ہین کہ اُنکو ایک درم کا گوشت بھی اچھی طرح خریدنا نہ آتا تھا تو ایسے بھولے لوگون کو نقصان دینا اور اُنکے ساتھ دھوکا کرنا ظلم ہی اور بدون دھوکا دینے کے ترک احسان ہی اور زیادہ نفع لینے مین کسی قسم کا دھوکا یا وقت کے بھاؤ کا چھپانا اکثر ہوا کرتا ہی بلکہ احسان کی صورت یہ ہی جو سری سقطی رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے ایک بورہ باداموں کا ساٹھ دینار کو لیا اور اپنے روزنامچہ میں اُسکا نفع تین دینار لکھ لیے یعنی دس دینار پر آدھا دینار نفع کا لگا لیا پھر باداموں کا بھاؤ چڑھ گیا اور ایک بورہ نوّے دینار کو بکنے لگا آپ کے پاس ایک دلال آیا اور بادام کا بورہ طلب کیا فرمایا کہ لے لو اُسنے پوچھا کہ کتنے کو آپنے فرمایا کہ ترسٹھ دینار کو دلال بھی نیک بخت تھا اُسنے کہا کہ بھاؤ اب نوّے کا ہی آپ نے فرمایا کہ مین نے جو عہد کیا ہی اُس سے زیادہ نہ لونگا مین تو ترسٹھ ہی کو فروخت کرونگا دلال نے کہا مین نے بھی خداے تعالیٰ سے عہد کیا ہی کہ کسی مسلمان کو نقصان نہ دونگا نوّے ہی کو لونگا راوی کہتا ہی کہ سری رح نے نوّے کو بیچا اور نہ دلال نے ترسٹھ کو مول لیا تو یہ امر دونون طرف سے احسان تھا کہ حقیقت حال جانتے تھے - اور کہتے ہین کہ محمد بن منکدر کے پاس چند تھان تھے کچھ پانچ روپیہ کے مول کے اور کچھ دس کے اُنکے غلام نے اُنکی غیبت میں پانچ کا چند دس کو بیچ دیا جب اُنکو معلوم ہوا تو تمام دن مشتری کو ڈھونڈتے پھرے آخر اُس سے ملاقات ہوئی فرمایا کہ غلام نے غلطی سے پانچ کی چیز دس کو بیچ ڈالی اُسنے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں مین راضی ہون آپ نے فرمایا کہ تم راضی ہو مگر ہم تمہارے لیے وہی بات پسند کرتے ہین جو اپنے لیے کرتے ہین تم تین باتون میں سے ایک کرو یا تو دس والا تھان لے لو یا پانچ روپیہ واپس کر لو یا ہماری چیز ہمکو دے دو اور اپنے دام پھیر لو اُسنے کہا کہ مجھکو پانچ روپیہ پھیر دو آپ نے پانچ ہٹا دیے وہ مشتری اُنکو لیکر چلا اور لوگون سے پوچھنے لگا کہ یہ کون شخص ہین کسی نے کہا کہ محمد بن المنکدر ہین اُسنے کہا لا الٰہ الا اللہ انہین کی بدولت قحط سالی میں ہم پر بارش ہوتی ہی - غرضکہ احسان اسی کا نام ہی کہ جس جگہ میں جس چیز پر جتنا نفع لینے کی عادت ہو مثلاً دس پر ایک روپیہ خواہ کم و بیش اُس سے زیادہ نفع نہ لیوے اور جو شخص تھوڑے سے نفع پر قناعت کرتا ہی اُسکے معاملات بہت ہوتے ہین اور کثرت معاملات سے اُسکو فائدہ بھی بہت ہوتا ہی اور اسی وجہ سے برکت معلوم ہوتی ہی - حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ کے بازار میں دُرّہ لیے پھرا کرتے اور فرمایا کرتے کہ اے سوداگرو اپنا حق لو اور دوسرون کا حق دو اس سے تم بچے رہوگے اور تھوڑے نفع کو مت پھیرو ورنہ بہت سے محروم رہوگے

اور حضرت عبدالرحمن بن عوف سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی دولت بڑھنے کا کیا سبب ہے فرمایا کہ تین باتیں ہیں اول یہ کہ نفع کو میں نے کبھی نہیں پھیرا یعنی تھوڑا سا نفع بھی ملا تو چیز بیچ دی دوم یہ کہ جب مجھ سے جانور کسی نے مانگا میں نے اسکے بیچنے میں تامل نہیں کیا سوم یہ کہ کبھی اُدھار نہیں بیچا اور کہتے ہیں کہ آپ نے ایکبار ہزار اونٹنیاں بیچیں اور انمیں صرف انکی رسیاں نفع میں بچ رہیں ہر ایک رسی کو ایک ایک درم پر بیچ دیا تو ہزار درم فائدہ ہوا اور ہزار اُس روز کی خوراک میں سے بچ رہے اسطرح دو ہزار ملگئے۔ چہارم اپنے آپ کسر اُٹھائی یعنی اگر مشتری کسی ضعیف یا مفلس سے کوئی چیز خرید کرے تو اسکا مضائقہ نہیں کہ خود کچھ نقصان اُٹھاوے اور تسامح کرجاوے کہ اسوجہ سے اُس بیچارہ پر احسان ہوگا اور مشتری اِس حدیث کے مضمون کا مصداق ہوجاویگا رَحِمَ اللّٰهُ سَهْلَ الْبَيْعِ سَهْلَ الشِّرَاءِ ہاں جس صورت میں کہ کسی مالدار سے خرید کرے جو نفع اپنی حاجت سے زیادہ لیتا ہو تو اُسکے ساتھ درگذر کرنا اچھا نہیں بلکہ مال کا کھونا ہے بدون ثواب کے اور بدون اِس بات کے کہ کوئی اسکو اچھا کہے چنانچہ ایک حدیث شریف میں جو بطریق اہل بیت علیہم السلام مروی ہے وارد ہے اَلْمَغْبُوْنُ فِي الشِّرَاءِ لَا مَحْمُوْدٌ وَّلَا مَأْجُوْرٌ اور ایاس بن معاویہ بن قرہ جو بصرہ کے قاضی اور تابعین میں سے بڑے ہوشیار تھے فرمایا کرتے تھے کہ نہ تو میں مکار ہوں اور نہ کوئی مکار مجھے گھٹی دے سکتا ہے اور ابن سیرین کو بھی کوئی جُل نہیں دے سکتا مگر حسن بصری اور میرے باپ دموں میں آجاتے ہیں اور کسر کھا بیٹھتے ہیں۔ اور کمال یہ ہے کہ نہ خود دوسرے کو گھٹی دے نہ دوسرے سے گھٹی کھاوے جیسے بعضوں نے حضرت عمرؓ کی تعریف میں کہا ہے کہ آپ کا کرم اِس بات کا مقتضی نہ تھا کہ دوسرے کو فریب دیں اور نہ عقل اِس بات کی مقتضی کہ دوسرے سے فریب کھاویں۔ اور حضرات حسنین علیہما السلام اور دوسرے سلف کے اچھے لوگ خریدنے کے وقت خوب مبالغہ کرتے اور ذراسی چیز کے لیے بہت سا جھگڑتے مگر دینے کے وقت بہت مال دے ڈالتے کسی نے انکی خدمت میں عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ خریدنے میں آپ اتنا مبالغہ ادنی چیزوں میں کرتے ہیں اور دینے کے وقت بہت کچھ بے تامل دے ڈالتے ہیں فرمایا کہ دینے والا اپنی فضیلت دیتا ہے جس قدر دیگا اُسی قدر اُسکی فضیلت معلوم ہوگی اور بیع میں گھٹی کھانے والا اپنی عقل کم کرتا ہے یعنی گھٹی کھانا عقل کا خلل ہے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ میں اپنی عقل اور بصیرت کو جُل دیتا ہوں مگر یہ نہیں کرتا کہ دوسرا کوئی میری عقل کو گھٹی دے دے یعنی جب میں یہ کرتا ہوں تو خدا تعالی کے لیے دیتا ہوں اور اُس سے کچھ زیادہ نہیں درخواست کرتا۔ غرض ثمن اور تمام قرضوں کے وصول کرنے میں احسان تین طرح سے ہوسکتا ہے اول کسی قدر چھوڑ دینے سے دوسرے کچھ مدت اور مہلت کے بعد وصول کرنے سے سوم کھرے داموں کے لینے میں سہولت برتنے سے اور یہ تینوں باتیں مستحب ہیں اور انپر ترغیب شرعاً وارد ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں رَحِمَ اللّٰهُ سَهْلَ الْبَيْعِ سَهْلَ الشِّرَاءِ سَهْلَ الْقَضَاءِ سَهْلَ الْاِقْتِضَاءِ تو آدمی کو چاہیے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں داخل ہوجانے کو غنیمت جانے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا اِسْمَحْ يُسْمَحْ لَكَ اور فرمایا مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ تَرَكَ لَهٗ حَاسَبَهُ اللّٰهُ حِسَابًا يَّسِيْرًا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے اَظَلَّهُ اللّٰهُ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ وہ گناہگار تھا اُسکا حساب ہوا تو کوئی نیکی نہ پائی گئی اُس سے پوچھا گیا کہ تو نے کبھی کوئی نیکی کی ہے اُس نے عرض کیا کہ کبھی نہیں لیکن ایک بات یہ ہے کہ میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے نوکروں سے کہدیتا تھا کہ تونگروں سے چشم پوشی کرو اور مفلسوں کو مہلت دو اور ایک روایت میں یوں ہے کہ مفلسوں سے درگذر کرو اللہ تعالی نے اُسکو ارشاد فرمایا کہ تیری نسبت کرہم ان باتوں کے زیادہ لائق ہیں پس اُس سے درگذر کی اور اُسکو بخش دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص قرض دے کسی مدت تک تو اُسکو اُس میعاد تک ہر روز خیرات کا ثواب ہوگا اور جب میعاد گذر جاوے اور وہ شخص پھر مدیون کو مہلت دے دے تو اُسکو ہر روز قرض کی برابر خیرات کرنے کا ثواب ہوگا۔ اور بعض اکابر اس حدیث کے مضمون کی جہت سے یہ بات اچھی نہ جانتے تھے کہ مدیون انکا قرض ادا کردے اِس لیے کہ جب تک قرض ذمہ پر رہیگا تو دینے والے کو اتنا ہی روپیہ ہر روز خیرات کرنے کا ثواب ملتا رہیگا۔ اور ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ میں نے جنت کے دروازہ پر لکھا دیکھا ہے کہ صدقہ کا ثواب دس گنا ہے اور قرض کا

اٹھانا دوگنا ہی اسکی وجہ بعضون نے یہ بیان کی ہی کہ صدقہ محتاج اور غیر محتاج دونون کے ہاتھ مین پڑتا ہی اور قرض مانگنے کی ذلت بجز محتاج کے اور کوئی برداشت نہین کریگا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنا قرض دوسرے سے لینے کے لیے اسکے پیچھے پڑا ہی تو اپنے دست مبارک سے قرضخواہ کو اشارہ کیا کہ آدھا چھوڑ دے اُسنے ویسا ہی کیا پھر آپ نے قرضدار کو فرمایا کہ اب جا اور اسکو ادا کر دے - اور جو شخص کہ مشتری کے ہاتھ کوئی چیز بیچے اور اُسکے دام اُسوقت نہ لیوے اور نہ اُسپر تقاضا کرے تو وہ بھی ایسا ہی ہی جیسے قرض دینے والا ہوتا ہی اور کہتے ہین کہ حضرت حسن بصری رح نے ایک خچر چار سو درم کو بیچا جب مشتری کے ذمہ پر ثمن واجب ہو گیا تو اُسنے عرض کیا کہ اے ابو سعید کچھ رعایت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ مین نے سو درم تجکو چھوڑ دیے اُسنے عرض کیا کہ آپ اب کچھ احسان کرین فرمایا کہ سو درم مین نے اور تجکو معاف کیے غرض کہ دو سو درم باقی سے اُس سے لیے کسی نے عرض کیا کہ یہ تو نصف ثمن رہ گیا فرمایا کہ احسان ہو تو اسی طرح ہونا چاہیے نہین تو نہین - اور ایک خبر مین یون وارد ہی کہ اپنا حق پورا ہو یا نہ ہو عفت کے ساتھ لو کہ خدا تعالی تم سے محاسبہ سہولت سے لیگا - چہارم قرض کے ادا کرنے مین احسان کی صورت یہ ہی کہ حقدار کا حق اُسکے پاس پہونچا دے یہ نہو کہ اُسکو تقاضا کے لیے تکلیف کرنی پڑے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خَیْرُکُمْ اَحْسَنُکُمْ قَضَاءً یعنی تم مین بہتر وہ ہی جو ادا اچھی طرح کرے - اور جب قرض ادا کرنے کا مقدور ہو جاوے تو چاہیے کہ جلدی کرے گو وقت سے پیشتر ہو اور جس طرح کا دینا شرط ہوا ہو اُس سے بہت عمدہ دیوے اور اگر ادا سے عاجز ہو تو نیت یہی رہے کہ جب میرے پاس ہوگا اُسی وقت ادا کرونگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص قرض لے اور اُسکی نیت مین یہ ہو کہ جس وقت پاؤنگا ادا کرونگا تو اللہ تعالی اُسپر فرشتے مقرر کر دیتا ہی کہ اُسکی حفاظت کرین اور اُسکے لیے دعا مانگین یہان تک کہ وہ قرض ادا کر چکے - اور کچھ لوگ سلف کے بدون ضرورت بھی اس حدیث کے مضمون سے واقف ہو کر قرض لیا کرتے تھے - اور جب کوئی حقدار گفتگو سخت کرے تو اُسکو برداشت کرنا چاہیے اور اُسکے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہیے کہ اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا ہی چنانچہ مروی ہی کہ ایکبار ایک قرضخواہ میعاد گذرنے پر آپ کی خدمت مین آیا اور جب تک اُسکے قرض کے ادا کی نوبت نہ پہونچی تھی اُسنے آنحضرت صلعم کی خدمت مین الفاظ سخت کہنے شروع کیے اصحاب نے اُسکو تنبیہ کرنا چاہا آپ نے فرمایا کہ جانے دو حق والا کہا ہی کرتا ہی - اور جب قرضخواہ اور قرضدار مین گفتگو آپڑے تو تیسرے شخص کو چاہیے کہ قرضدار کی طرفداری نہ کرے اس لیے کہ قرض دینے والا جو قرض دیتا ہی تو جو روپیہ اُسکی حاجت سے زائد ہوتا ہی وہ دیتا ہی اور قرضدار اپنی حاجت کے لیے قرض لیتا ہی اس لیے حاجتمند کی رعایت مناسب ہی اسی طرح بائع و مشتری کے تصفیہ مین مشتری کی جانب زیادہ ملحوظ رہنی چاہیے کیونکہ بائع بیع سے بے غرض ہو کر اُسکو فروخت کرتا ہی اور مشتری کو اُسکی حاجت ہی ہان جس صورت مین کہ قرضدار حد سے تجاوز کرے تو اس صورت مین اُسکی اعانت اسی طرح کرنی چاہیے کہ وہ تعدی سے باز آوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا یعنی مدد کر اپنے بھائی کی خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم کسی نے عرض کیا کہ ظالم ہونے کی صورت مین اُسکی مدد کیسے کرین فرمایا کہ اُسکو ظلم سے منع کرنا ہی اُسکی مدد ہی - پنجم یہ کہ جو شخص بیع کو پھیرنا چاہے تو اُسکو منظور کر لے اس لیے کہ پھیریگا وہی شخص جو بیع سے نادم ہوگا اور اپنے حق مین اُسکو مضر سمجھیگا تو آدمی کو نہ چاہیے کہ اپنے واسطے ایسی بات پسند کرے جو اپنے بھائی کے ضرر کا باعث ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ اَقَالَ نَادِمًا صَفْقَتَهٗ اَقَالَ اللّٰهُ عَثْرَتَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یا اور لفظون سے آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہی - ششم یہ کہ اُدھار دے تو فقیرون کو دے اور معاملہ کرنے کے وقت نیت کر لے کہ اگر انکو دسترس نہ ہوگی تو اُنسے مطالبہ نہ کرونگا چنانچہ سلف کے نیک بندون تجارت پیشون کے یہان دو بہیان رہتی تھین ایک کا عنوان کچھ نہ ہوتا تھا اور اُسمین ایسے لوگون کے نام لکھے رہتے تھے جو گمنام ضعیف اور فقیر ہوتے تھے یعنی جس وقت کوئی فقیر اُنکی دوکان پر آیا اور غلہ یا میوہ کو اُسکا دل راغب ہوا اور اُسنے کہا کہ مثلاً مجکو اڑھائی سیر کی اسمین سے ضرورت ہی مگر میرے پاس

ح بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ ۱۲
ح ابن ماجہ بروایت ابی ہریرہ اور اسمین ابن جدعان ہی ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ رض ۱۲
ح طبرانی در اوسط باختلاف الفاظ و احمد بروایت عائشہ ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ
ح بخاری و مسلم بروایت انس
ح بخاری و مسلم بروایت انس
ح ابو داؤد و ابن ماجہ بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲

دام نہین تو وہ بزرگ کہدیتے کہ لے جاؤ اور جب تمہارے پاس ہو تب دام دے جانا اور اُسکا نام اُس بہی مین لکھ دیتے اور سلف مین ایسے تاجرون کو بھی نیک نہ جانتے تھے بلکہ نیک اُسکو تصور کرتے تھے کہ فقیر کا نام بہی دفتر مین نہ لکھے اور نہ اُسکے ذمہ دام قرض کرے بلکہ یون کہے جتنا تجکو درکار ہو لیجا اگر تیرے پاس ہو جاوے تو دام دے دینا ورنہ یہ چیز تجکو حلال کر دی۔ غرض کہ اگلے لوگون کی تجارت کے طریق یہ تھے وہ سب اب مٹ گئے جو اُنپر اسوقت مین قائم ہو گویا وہ اُس طریق کو زندہ کریگا۔ بالجملہ تجارت مردون کے حق مین ایک کسوٹی ہو کہ اُس سے انکا دین اور تقویٰ آزمایا جاتا ہو اور اسی لیے کسی نے ایک قطعہ کہا ہو جسکا مضمون یہ ہو قطعہ

گو آدمی کے جامہ مین پیوند ہو نگا | ماتھے پہ اُسکے گھٹا ہو اور ساق پر ازار
ان باتون سے فریب مین اُسکے نہ آئیو | جب تک کہ مال سے نہ کرو اُسکا اختبار

اور اسی لیے کہا کرتے ہین کہ جب حالت اقامت مین آدمی کے ہمسایہ اُسکی ثنا کرین اور سفر مین اُسکے رفیق مدح خوان ہون اور بازارون مین اہل معاملہ اُس سے راضی رہین اور اچھا کہین تو اُسکی نیک بختی مین کچھ شک نہ کرنا چاہیے۔ اور حضرت عمر رضہ کے سامنے ایک گواہ آیا آپ نے اُسکو ارشاد فرمایا کہ ایسے شخص کو میرے پاس لا جو تجکو پہچانتا ہو وہ ایک شخص کو بلا لایا اُسنے اُسکی تعریف کی آپ نے اُس سے سوال کیا کہ تو کیا اِسکے قریب رہتا ہو کہ اُسکو آتے جاتے دیکھا ہو۔ اُسنے عرض کیا کہ یہ تو نہین ہوا پھر پوچھا کہ تو کسی سفر مین اُسکے ساتھ رہا ہو کہ سفر مین مکارم اخلاق معلوم ہو جایا کرتے ہین اُسنے عرض کیا کہ یہ بھی نہین ہوا پھر آپ نے سوال کیا کہ تو نے اُس سے کبھی روپیہ اشرفی کا معاملہ کیا ہو جس سے آدمی کی پرہیزگاری معلوم ہوا کرتی ہو اُسنے کہا کہ یہ بھی نہین ہوا آپ نے فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ تو نے اُسکو مسجد مین کھڑا دیکھا ہو کہ قرآن کو آواز بنا کر پڑھتا ہوگا اور اپنا سر کبھی نیچے کرتا ہوگا کبھی اوپر اُسنے عرض کیا کہ بیشک یون ہی ہوا ہو آپ نے فرمایا کہ تو جا اُسکو تو نہین پہچانتا اور اُس گواہ سے فرمایا کہ تو جا کر دوسرے شخص کو لا جو تجکو پہچانتا ہو غرض کہ پہچاننے کی صورتین یہی تین باتین ہوا کرتی ہین

پانچوین فصل اِس بات کے بیان مین کہ جو باتین خاص تاجر کے لیے ہین اور اُسکی آخرت مین کارآمد ہین اُن مین اُسکو اپنے دین کا خوف کرنا چاہیے یعنی ہر ایک امر مین دین کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ تاجر کو نہ چاہیے کہ معاش مین پڑکر معاد سے غافل ہو جاوے اور اپنی عمر اِس وجہ سے برباد کرے اور تجارت مین گھٹی اُٹھاوے اور یہ آخرت کی گھٹی ایسی نہین کہ نفع دنیاوی سے پوری ہو سکے تو ایسے معاملات کرنے سے اُن لوگون مین سے ہو جاویگا کہ آخرت کو بیچ کر دنیا کی زندگی خریدین بلکہ عاقل آدمی کو چاہیے کہ اپنے نفس پر ترس کھاوے اور ترس کھانے کی صورت یہ ہو کہ راس المال بچاوے اور آدمی کا راس المال اُسکا دین ہو جسکی تجارت کرتا ہو۔ کسی بزرگ کا قول ہو کہ عاقل کے لیے سب سے زیادہ شایان وہ چیز ہو جسکی حاجت اُسکو سر دست سب سے زیادہ ہو اور جس چیز کی حاجت سب سے زیادہ بالفعل ہو وہ یہ ہو کہ آگے کو اُسکا انجام بہتر ہو۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضہ نے اپنی وصیت مین ارشاد فرمایا ہو کہ دنیا مین کوئی حصہ تیرا ضروری ہو مگر تجکو اپنی آخرت کے حصہ کی زیادہ حاجت ہو تو شروع اُسی سے کر اور اول آخرت کا حصہ لے کہ دنیا کا حصہ تو وصول ہی ہوگا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہو وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا اِس سے یہ غرض ہو کہ دنیا مین سے اپنی آخرت کے حصہ کو مت بھولنا کہ دنیا مزرعۂ آخرت ہو اور حسنات اُسی سے حاصل ہوتے ہین۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ تاجر کو اپنے دین کا خیال رکھنا سات باتون کی رعایت سے پورا ہوتا ہو اول ابتدا تجارت مین نیت اور عقیدہ کو درست رکھنا کہ تجارت سے یہ نیت کرے کہ سوال کی ضرورت نہ پڑے اور لوگون کا دست نگر نہ ہو بلکہ حلال کی کمائی سے اُن سے غنی ہو جاوے اور اپنے مال سے اپنے دین کو مدد دیوے اور اہل وعیال کے حقوق ادا کرے تاکہ مال سے جہاد کرنے والون کے زمرہ مین داخل ہو۔ اور چاہیے کہ سب مسلمانون کی خیرخواہی کی نیت کرے اور دوسرون کے لیے وہی بات پسند کرے جو اپنے لیے چاہتا ہو۔ اور یہ نیت کرے کہ اپنے معاملہ مین عدل اور احسان کے طریق کی پیروی کرونگا جس صورت سے کہ ہم نے پیشتر ذکر کیا۔ اور یہ نیت کرے کہ بازار مین جو چیز دیکھونگا اُسمین اچھی بات کے حکم کرنے اور بُری بات کے منع کرنے مین درگذر نہ کرونگا۔ جب اِس طرح کے عقائد اور نیتین دل مین رکھیگا تو طریق آخرت کا عامل ہوگا اگر اِس صورت مین کچھ مال ملجاویگا

تو نفع ہی اور اگر دنیا کا کچھ نقصان ہوگا تو آخرت مین فائدہ اُٹھائیگا۔ و وم یہ کہ اپنی صنعت یا تجارت مین رہنے سے یہ قصد کرے کہ ایک فرض کفایہ ادا کرتا ہون کیونکہ اگر صنعتین اور تجارتین بالکل چھوڑ دی جائین تو معاش کے کارخانے جاتے رہین اور اکثر لوگ تباہ ہو جاوین کہ سب کا انتظام سب کی معاونت سے ہو رہا ہی اور اس سے کہ ایک ایک فریق ایک ایک کام کا ذمہ دار ہی اگر سب کے سب ایک ہی صنعت کرنے لگین تو اور صنعتین چھوٹ جائین اور سب کے سب ہلاک ہو جائین اور بعض شخصون نے حدیث شریف اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ کو اسی بات پر حمل کیا ہی کہ اختلاف سے غرض جدا جدا صنعتون اور حرفون کے قصد کرنے سے ہی۔ پھر صنعتون مین بعض تو نہایت کار آمد ہین اور بعض ضروری نہین کہ انجام کو آرام طلبی اور زینت دنیاوی اُنسے ہوتی ہی تو آدمی کو چاہیے کہ ایسی صنعت اختیار کرے جس سے مسلمانون کا فائدہ ہو اور دین مین ضروری ہو اور جو پیشے کہ ظاہری زینت کے ہین اُنسے احتراز کرے مثلاً نقش و نگار کرنا اور ساہ کاری اور زرگری اور چونہ سے استرکاری وغیرہ اس قسم کی چیزون کو دینداروں نے مکروہ سمجھا ہی اور لہو کی چیزین اور آلات جنکا استعمال حرام ہی اُنکے بنانے سے اجتناب کرنا ترک ظلم مین داخل ہی اور اُنہین چیزون مین یہ بھی ہی کہ ریشم کی قبا مردون کے لیے سیوے یا سونا رسونے کی انگوٹھی وغیرہ مردون کے لیے بناوے کہ یہ سب گناہ ہین اور اسپر مزدوری حرام ہی اور اسی وجہ سے ہم ایسے زیورون پر زکوٰۃ واجب کہتے ہین گو زیورون پر ہمارے نزدیک زکوٰۃ واجب نہین کیونکہ جب وہ مردون کے لیے مقصود ہوے تو حرام ٹھہرے اور جب تک عورتون کے لیے اُنکے بنانے کی نیت نہ ہوگی تب تک وہ زیور مباح نہ ہونگے غرضکہ زیورون کا حکم نیت سے ہوتا ہی اگر مردون کے لیے ہونگے تو حرام اور موجب زکوٰۃ ہین اور عورتون کے لیے ہونے سے مباح ہونگے۔ اور یہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہین کہ غلہ کا بیچنا اور کفن کا بیچنا مکروہ ہی اسلیے کہ کفن فروش کو لوگون کے مرنے کی تاک رہتی ہی اور غلہ فروش کو نرخ کے گران ہونے کی۔ اور قصائی کا پیشہ مکروہ ہی اس نظر سے کہ دل کی سختی کا موجب ہی اور پچھنے لگانا اور پاخانہ کمانا مکروہ ہی کہ ان دونون پیشون مین نجاست کا اختلاط اکثر رہتا ہی اور یہی حال چمڑے پکانے کا ہی یا جو ایسا ہی کام ہو۔ اور حضرت ابن سیرین رح نے دلالی کو مکروہ فرمایا ہی اور قتادہ رض نے دلال کی اجرت کو مکروہ سمجھا ہی اور غالباً اسکی وجہ یہ ہی کہ دلال جھوٹ بولنے اور اسباب کی تعریف مین مبالغہ کرنے کی پروا کم کیا کرتا ہی اُسکو غرض مال کی نکاسی سے ہوتی ہی اور ایک وجہ یہ ہی کہ اس پیشہ مین کام معین نہین ہوتا کبھی کم ہوتا ہی کبھی زیادہ اور اجرت مین کام کی مقدار پر لحاظ نہین ہوتا بلکہ مال کی قیمت دیکھی جاتی ہی اور روپیہ پیچھے کچھ اجرت قرار پائی ہی عادت اسی طرح ہو رہی ہی حالانکہ یہ ظلم ہی اجرت اسطرح ہونی چاہیے کہ مقدار محنت دلال کے اعتبار سے ہو۔ اور بعض لوگون نے تجارت کے لیے جاندار کے خریدنے کو مکروہ کہا ہی اس نظر سے کہ مشتری کو حکم الٰہی برا معلوم ہوتا ہی یعنی جانور کا مر جانا جو حکم خدا سے ہوتا ہی اُسکو اچھا نہین معلوم ہوتا اور کہتے ہین کہ جاندارون کو فروخت کرے اور بے جان کی چیزین مول لے۔ اور منجملہ مکروہ چیزون کے صرافی ہی اس لیے کہ اسمین سود کے دقائق سے بچنا دشوار ہی اور نیز اُن چیزون مین دقیق صنعتین تلاش کرنی پڑتی ہین جنکی ذات مقصود نہین صرف رواج مقصود ہی علاوہ ازین صراف کو نفع ایسی ہی صورت مین ہوتا ہی کہ جان لیتا ہی کہ دوسرا شخص نقد کے دقائق سے واقف نہین غرضکہ انہین باتون کے لحاظ سے صراف کو احتیاط کرے مگر اُسکا سلامت رہنا کم ہی۔ اور صرافت وغیرہ کو ثابت روپیے اور اشرفیان گلا ڈالنی مکروہ ہین ہان اگر اُنکے اچھے ہونے مین شک ہو یا کوئی اور ضرورت ہو تو مضائقہ نہین۔ حضرت امام احمد رح فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے اصحاب رض سے اس باب مین ممانعت آگئی ہی اور مین بھی ثابت سکہ کو توڑنا مکروہ جانتا ہون اگر گلانا ہی ہو تو چاہیے کہ سکہ کے عوض سونا یا چاندی خرید کر گلا دے۔ اور کپڑے کی تجارت کو مستحب کہتے ہین حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہین کہ اگر کپڑے کی سوداگری مین قسمین نہ ہون تو میرے نزدیک اس سے زیادہ کوئی اور پسندیدہ نہین۔ اور مروی ہی کہ تمھاری تجارتون مین سے بہتر کپڑا ہی اور پیشون مین سے اچھا موزہ کا سینا ہی اور ایک اور حدیث مین ہی کہ اگر جنت والے تجارت کرتے تو کپڑے کی کرتے اور اگر دوزخ والے تجارت کرتے تو بیع صرف یعنی نقدین کی کرتے۔ اور سلف کے نیک بختون کے اکثر اعمال دس صنعتین تھین موزہ دوزی

اور تجارت اور پارچہ داری اور کپڑا سینا اور جوتا بنانا اور کپڑا دھونا اور آہنگری اور سوت کاتنا اور خشکی اور تری کا شکار کرنا اور کتابت۔ عبید اللہ کاتب کہتے ہین کہ مجھسے امام احمد رح نے پوچھا کہ تم کیا کام کرتے ہو مین نے کہا کہ کتابت آپ نے فرمایا کہ عمدہ پیشہ ہے اگر مین بھی اپنے ہاتھ سے کام کرتا تو تمہارا ہی پیشہ کیا کرتا پھر فرمایا کہ جب لکھو تو ایسا لکھو کہ نہ بہت دور آور دہ ہو اور نہ بہت وضع اور حاشیے چھوڑ دیا کرو اور اجزا کی پشت پر کچھ مت لکھا کرو۔ اور چار پیشہ ور ایسے ہین کہ لوگون مین کم عقل مشہور ہین اول جولاہے دوم دھنیے سوم کاتنے والے چہارم میانجی۔ اور غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ ان پیشہ والون کا میل عورتون اور لڑکون سے زیادہ رہتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ کم عقلون کے اختلاط سے عقل ضعیف ہو جاتی ہے جیسے عقیلون کے پاس بیٹھنے سے عقل بڑھجاتی ہے اور حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت مریم حضرت عیسیٰ ع کو ڈھونڈھنے جاتی تھین انکا گذر جولاہون پر ہوا اور اُنسے رستہ پوچھا اُنھون نے جو راستہ نہ تھا وہ بتا دیا تو آپ نے انکو بد دعا دی کہ الٰہی انکے پیشہ مین سے برکت دور کر اور ایسا کر کہ یہ مفلس مرین اور لوگون کی آنکھون مین انکو حقیر کر پس آنکی دعا قبول ہو گئی اور اکابر سلف سلے ایسی چیزون پر اُجرت لینے کو مکروہ فرمایا ہے جو قسم عبادت سے ہون یا فرض کفایہ مثلاً مُردون کا نہلانا اور اُنکو دفن کرنا اور اذان اور نماز تراویح وغیرہ اگرچہ ان امور کے لیے نوکر رکھنا صحیح ہے اور یہی حال قرآن پڑھانے اور علم شرع سکھانے کا ہے کہ یہ اعمال اس بات کے سزاوار ہین کہ انسے آخرت کی تجارت کی جاوے اور اگر انپر اُجرت لی جاویگی تو دنیا کے بدلے مین آخرت کا دے ڈالنا ہوگا جو اچھی بات نہین۔ سوم یہ کہ دنیا کا بازار آدمی کو آخرت کے بازار کا مانع نہ ہو آخرت کے بازار اللہ تعالیٰ کی مسجدین ہین جنکے حق مین وہ خود فرماتا ہے فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ۔ تو یون چاہیے کہ دن کے اول وقت کو بازار کے وقت ہونے تک اپنی آخرت کے لیے کر دے یعنی اُسوقت مسجد مین بیٹھکر وظائف کا ورد کرے حضرت عمر رض تاجرون کو فرمایا کرتے تھے کہ دن کا شروع اپنی آخرت کے لیے کرو اور اُسکے بعد کا وقت دنیا کے لیے۔ منقول ہے اور سلف کے نیک بندے دن کا اول و آخر آخرت کے لیے رکھتے تھے اور بیچ کا وقت سوداگری کے لیے چنانچہ صبح کو ہریسہ اور نہاری اور سریان بکرے کی لڑکے اور ذمی بیچا کرتے تھے کیونکہ دوکاندار تو جب تک مسجدون مین رہا کرتے تھے۔ اور ایک حدیث مین وارد ہے کہ فرشتے جس وقت بندہ کا نامہ اعمال لیکر اوپر جاتے ہین اور اُسمین اول اور آخر روز مین ذکر اللہ اور نیکی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ بیچ کے وقت کی برائیان دُور فرماتا ہے۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ رات اور دن کے فرشتے فجر ہوتے اور عصر کے وقت حضور خداوندی مین جمع ہوتے ہین اُس وقت اللہ تعالیٰ اُنسے سوال فرماتا ہے حالانکہ اُسکو بندون کا سب کچھ حال معلوم ہے کہ تم نے میرے بندون کو کس حال مین چھوڑا تو وہ عرض کرتے ہین کہ ہم نے اُنکو نماز پڑھتے چھوڑا اور جب اُنکے پاس گئے تو نماز پڑھتے پایا پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اُنکو بخش دیا پھر آدمی جسوقت دن کے درمیانی حصہ مین ظہر یا عصر کی اذان سُنے تو چاہیے کہ کسی کام کی رغبت نہ کرے اور اپنی جگہ سے مسجد کی طرف کو حرکت کرے اور جو کام کرتا ہو اُسکو ترک کر دے کیونکہ اگر تکبیر اولیٰ جماعت کی امام کے ساتھ اول وقت مین نہ ملیگی تو دنیا وما فیہا سے بھی اُسکا تدارک نہ ہوگا تکبیر اولیٰ کے سامنے یہ سب ہیچ ہے اور اگر جماعت مین حاضر نہ ہوگا تو بعض علما کے نزدیک گناہگار ٹھہریگا اور اکابر سلف کا دستور یہ تھا کہ اذان ہوتے ہی مسجد کو دوڑتے تھے اور بازار مین صرف لڑکون اور اہل ذمہ کو چھوڑ جاتے تھے اور انکو اوقات نماز مین دوکان کی حفاظت پر کچھ اُجرت دیا کرتے تھے اسی سے اُنکی گذر تھی اور رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ کی تفسیر مین یون آیا ہے کہ یہ لوگ لوہار اور پوت بیچنے والے تھے انمین سے اگر کوئی اذان سُنتا تو اگر ہتوڑا چوٹ کے لیے اُٹھائے ہوتا یا برما بیدھنے کے لیے ہوتا تو ویسے ہی بدون چوٹ اور سوراخ کے ہاتھ سے ڈال دیتا تھا اور نماز کے لیے کھڑا ہو جاتا تھا۔ چہارم یہ کہ اسی پر کفایت نہ کرے بلکہ بازار مین ہر وقت اللہ پاک کی یاد کرے اور تہلیل اور تسبیح مین مشغول رہے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد بازار مین

ح [illegible]

رکھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے ۱۲ م ح

ابو یعلیٰ بزاز الشیٰ بسند ضعیف ۱۲

ص ح بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ ۱۲ باختلاف الفاظ ۱۲

غافلون کے درمیان بہت فضیلت رکہتی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ غافلون کے درمیان اللہ تعالی کا ذکر کرنے والا ایسا ہی
جیسا بہاگنے والون کے بیچ مین جہاد کرنے والا یا جیسا مُردون کے بیچ مین زندہ شخص اور دوسری روایت مین یون ہی کہ جیسے سبز درخت سوکہی
گہاس مین اور فرمایا کہ جو شخص بازار مین جاوے اور کہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَہُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ
وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اسکے لیے بیس لاکہ نیکیون کا ثواب لکہیگا۔ اور حضرت ابن عمر اور سالم بن عبد اللہ اور محمد بن واسع اور انکے سوا دوسرے
حضرات بازارون مین صرف اسی ذکر کی فضیلت کے حاصل کرنے کو تشریف لیجایا کرتے تھے۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ اللہ کا
ذکر کرنے والا بازار مین قیامت کو ایسی روشنی سے آویگا جیسے چاندکی اور اسکی حجت آفتاب جیسی ہوگی اور جو شخص اللہ تعالی سے بازار مین مغفرت
کی درخواست کریگا اللہ تعالی اُسکے لیے بازاریون کے شمار کے موافق مغفرت کریگا۔ اور حضرت عمر رض جب بازار مین داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے
اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفُسُوْقِ وَمِنْ شَرِّ مَا اَحَاطَتْ بِہِ السُّوْقُ اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ یَمِیْنٍ فَاجِرَۃٍ وَصَفْقَۃٍ خَاسِرَۃٍ۔ اور ابو جعفر فرغانی
کہتے ہین کہ ہم حضرت جنید بغدادی کی خدمت مین تہے کہ ذکر ایسے لوگون کا ہوا جو مسجدون مین بیٹھکر صوفیون کے مشابہ بنتے ہین اور مسجد مین
بیٹھنے کے حق کو ادا کرنے مین قاصر ہین اور بازار مین جانے والون کو بُرا کہتے ہین حضرت جنید نے سُن کر ارشاد فرمایا کہ بازار والے اکثر ایسے بہی ہین
کہ مسجد مین آکر بعض لوگ جو مسجد مین بیٹھے ہین اُنکا کان پکڑ کر باہر نکال دین اور اُنکی جگہ خود بیٹھ جادین مین ایک ایسے شخص کو جانتا ہون کہ بازار مین
جاتا ہی اور ہر روز تین سو رکعتین اور تیس ہزار بار سبحان اللہ کہنا اُسکا معمول ہی ابو جعفر کہتے ہین کہ آپ کے اس ارشاد سے مجکو یہ وہم ہوا کہ یہ حال
آپ اپنا ہی فرماتے ہونگے۔ غرض کہ جو لوگ کفایت کی طلب کے لیے تجارت کیا کرتے تھے نہ دنیا کی آرام طلبی کے لیے تو اُنکی تجارت کا یہ طریق
تہا کیونکہ جو شخص دنیا کا طالب اس غرض سے ہو کہ اُس سے آخرت پر مدد لے تو اُس سے یہ نہ ہوگا کہ آخرت کے نفع کو بیچ ڈالے اور اُسکے نزدیک
بازار اور مسجد اور گہر سب کا حکم ایک ہوا اور بچاؤ کی صورت صرف تقوی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُ مَا کُنْتَ پس تقوی کا
وظیفہ خالص دینداروں سے کبہی نہین چہوٹتا اُنپر کوئی حال کیون نہو اور اسی سے اُنکی زندگی اور عیش ہی کیونکہ وہ اپنی تجارت اور نفع اسی مین
سمجہتے ہین۔ اور یہ بہی وجہ کہتے ہین کہ جو شخص اللہ تعالی سے محبت کرتا ہی وہ عیش کرتا ہی اور جو دنیا سے محبت رکہتا ہی وہ خفیف ہوتا ہی اور
احمق آدمی صبح اور شام بیہودہ باتون سے اور کچھ نہین کرتا اور عاقل شخص اپنے نفس کے عیبون کا جویا رہتا ہی۔ پنجم یہ کہ بازار اور تجارت پر
زیادہ حریص نہو کہ بازار مین سب سے پہلے جاوے اور سب کے بعد آوے یا تجارت مین سمندر کا سفر کرے کہ یہ دونون باتین مکروہ ہین کہتے ہین
کہ جو شخص دریا کا سفر کرے تو وہ رزق کی طلب مین حد سے زیادتی کرتا ہی۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ سمندر کا سفر بجز تین باتون کے اورون
کے لیے نہ کرنا چاہیے اول حج کرنا دوم عمرہ کرنا سوم جہاد کرنا۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص فرمایا کرتے کہ بازار مین نہ اول گہسو
نہ پیچہے نکلو کہ اُسمین شیطان انڈے بچے دیتا ہی۔ حضرت معاذ بن جبل اور ابن عمر رض سے مروی ہی کہ ابلیس اپنے لڑکے زلنبور سے کہتا ہی
کہ تو اپنے لشکر لیجا تو بازارون پر حاکم ہوا بازاریون کے لیے جہوٹ اور قسم اور دغا اور مکر اور خیانت کو زینت دینا اور جو اول بازار مین آوے
اور سب کے بعد اُسمین سے نکلے اُسکے ساتہ رہنا۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ جگہون مین سے بدتر بازار ہین اور بازاریون مین سے برے وہ ہین
جو سب سے اول داخل ہون اور سب کے بعد خارج ہون۔ اور یہ احتراز کامل اس صورت مین ہوگا کہ آدمی اپنی گذر اوقات کی مقدار معین
کر لے کہ جب اُس قدر مل جاوے اُسی وقت بازار سے چلا آوے اور آخرت کی تجارت مین مشغول ہو سلف کے نیک بندون کا یہی دستور تہا
چنانچہ بعض آدمی ایسے تہے کہ جب اُنکو چہہ آنہ کے قریب مل جاتا تو بازار سے چلے آتے اور اسی قدر پر قناعت کرتے اور حماد بن سلمہ
ریشمی کپڑے کا بقچہ بیچنے کو سامنے رکہ لیتے اور جب قریب چہہ آنہ کے ہوجاتے تو اپنا بقچہ اُٹہا ڈالتے اور گہر چلے آتے۔ اور ابراہیم بن بشار
کہتے ہین کہ مین نے ابراہیم بن ادہم رح کی خدمت مین عرض کیا کہ آج مین جاکر گارے کا کام کرونگا فرمایا کہ اے ابن بشار تو ایک چیز کا طالب ہی

اور ہر ایک کا مطلوب تو ایسی چیز کو طلب کرتا ہی جو تجھ سے فوت نہ ہوگی اور تجکو وہ شخص طلب کرتا ہی جس سے تو بچ نہ رہیگا کیا تو نے حریص لڑکو
محروم اور کمزور کو رزق ملتے نہیں دیکھا پھر مین نے عرض کیا کہ میرا پون آنہ بقال کے پاس ہی آپ نے فرمایا کہ یہ حرکت تمہاری اور بھی مجکو
زیادہ گران معلوم ہوئی کہ پون آنہ کے مالک ہوکر کام کی طلب کرتے ہو - اور اگلے لوگون مین بعض ایسے تھے کہ ظہر کے بعد پھرتے تھے اور
بعض عصر کے بعد اور بعض اشخاص ہفتہ مین صرف ایک یا دو روز کام کرنے پر کفایت کیا کرتے تھے - ششم یہ کہ صرف حرام سے بچنے ہی پر
کفایت نہ کرے بلکہ شبہون کی جگہ اور شک کے مقامات سے بھی احتراز کرے اور یہ نہ دیکھے کہ اس بات مین لوگ کیا فتوی دیتے ہین بلکہ اپنے
دل سے فتوی پوچھے جب اسمین کسی طرح کی خلش پاوے تو اس سے اجتناب کرے اور جس وقت اُسکے پاس کوئی اسباب آوے کہ اُسمین
اُسکو شبہہ ہو تو اُسکا حال لوگون سے پوچھکر دریافت کرے ورنہ شبہہ کا مال کھاویگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین دودھ
لائے تو آپ نے پوچھا کہ یہ دودھ تمہارے پاس کہان سے آیا انھون نے عرض کیا کہ بکری کے تھنون سے آپ نے فرمایا کہ وہ بکری کہان سے
آئی انھون نے عرض کیا کہ فلان جگہ سے تب آپ نے وہ دودھ پیا اور فرمایا کہ ہم انبیا کے گروہ کو یہ حکم ہی کہ نہ کھاوین بجز عمدہ مال کے
اور نہ کرین بدون نیک کام کے - اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے ایمان دارون کو اسی بات کا حکم فرمایا ہی جسکا پیغمبرون کو حکم کیا ہی چنانچہ فرمایا
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ اور رسولون کو ارشاد فرمایا يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا - غرضکہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دودھ کی اصل اور اصل کی اصل تک پوچھی اس سے زیادہ سوال نہین فرمایا اس لیے کہ اس سے زیادہ مین
وقت ہی اور ہم عنقریب باب حلال اور حرام مین لکھینگے کہ اس سوال کا کرنا کس جگہ واجب ہوا کرتا ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ہر ایک چیز مین جو اُنکی خدمت مین آتی یہ سوال نہین کیا کرتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ ہر جگہ اسکا دریافت کرنا ضروری نہین تاجر پر
اتنا ضرور ہی کہ جس سے معاملہ کرے اُسکو دیکھ لے اگر وہ ظالم یا چور یا خائن یا سود خوار ہو تو اُس سے معاملہ نہ کرے اسی طرح اگر لشکری ہو
خواہ اُنکا کوئی ساتھی یا مددگار ہو تو اُس سے بھی معاملہ نہ کرے اس لیے کہ ایسے شخص سے معاملہ کرنے مین ظلم پر مدد کرنے والا ہوگا -
ایک بزرگ کا ذکر ہی کہ اُنکو مسلمانون کے کسی مورچہ کی دیوار بنوانے کی خدمت ملی پھر اُنکے دل مین اس نوکری سے کچھ تردد ہوا گو کہ یہ
کام خیرات کا بلکہ اسلام کے فرائض مین سے تھا مگر چونکہ جس امیر نے نوکر رکھا تھا وہ ظالم تھا اس لیے اُنکو تردد تھا چنانچہ اُنھون نے
سفیان ثوری سے اُسکا حال دریافت کیا اُنھون نے فرمایا کہ ظالمون کی مدد نہ تھوڑی کرنہ بہت اُنھون نے کہا کہ یہ دیوار تو فی سبیل اللہ
مسلمانون کے لیے بنتی ہو سفیان رح نے فرمایا کہ درست ہی مگر اسمین ادنی خرابی تمہارے لیے یہ ہی کہ تم یہ چاہوگے کہ کسی طرح حاکم جیتا رہی
تو ہماری تنخواہ وصول ہوجاوے تو اپنے نفع کے لیے ایسے شخص کے باقی رہنے کو چاہوگے جو اللہ تعالی کی نافرمانی کرتا ہی اور حدیث مین
آچکا ہی کہ جو شخص ظالم کے باقی رہنے کی دعا مانگتا ہی اُسکو یہ منظور ہی کہ اللہ تعالی کی زمین مین اُسکی نافرمانی کی جاوے اور ایک حدیث مین
یہ آیا ہی کہ اللہ تعالی غصہ ہوتا ہی جس وقت کوئی بدکار کی تعریف کرتا ہی - اور ایک دوسری حدیث مین ارشاد ہی کہ جس شخص نے بدکار کی
تعریف کی اُسنے اسلام کی تباہی پر اعانت کی - اور ایک بار سفیان ثوری رح خلیفہ مہدی کے پاس گئے اور اُنکے ہاتھ مین ایک سفید کاغذ
تھا سفیان رح سے کہا کہ مجکو دوات دیدیجیے کہ لکھون آپ نے فرمایا کہ اول مجکو بتا دو کہ کیا چیز لکھوگے اگر وہ حق ہوگا تو مین دوات دونگا
اسی طرح کسی حاکم نے ایک عالم محبوس کو اپنے پاس بلایا اور اُسنے کہا کہ ذرا سی مٹی گھول دو کہ خط پر مہر کردون اُنھون نے فرمایا کہ اول
مجکو خط دے دو کہ پڑھ دیکھون غرض کہ پہلے لوگ ظالمون کی اعانت سے اتنا احتراز کرتے تھے اور معاملہ کرنا تو سب سے زیادہ اعانت ہی
اسلیے دیندارون کو چاہیے کہ حتی الوسع ظالمون سے معاملہ نہ کیا کرین حاصل یہ کہ یہ زمانہ ایسا نازک ہی کہ تاجر کو چاہیے کہ ابنا زمان کی
دو قسمین کر لے کچھ لوگون سے معاملہ کرے اور بعض سے معاملہ نہ کرے اور جنسے کرے وہ دوسرے فریق کی نسبت کم ہو وین - بعض اکابر

ح ابن ماجہ و ترمذی ... ابی عبداللہ ... ابن ابی ... ابو یعلی و بیہقی ... اسی طرح لکھا ہی ... ابن عدی ...

فرماتے ہین کہ لوگون پر ایک وہ زمانہ بیتا تھا کہ اگر آدمی بازار مین جاکر پوچھتا کہ مین کسی سے معاملہ کرون تو یہی جواب پاتا تھا کہ جس سے چاہے معاملہ کرلے پھر وہ وقت آیا کہ اُسکو یون کہنے لگے کہ جس سے چاہے معاملہ کر مگر فلان اور فلان شخص سے مت کرنا پھر اور زمانہ آیا تو یون کہنے لگے کہ کسی سے معاملت کرنا مگر فلان اور فلان سے کرنا اور اب مجکو یہ خوف ہے کہ آیندہ کو یہ بات بھی جاتی رہے اور جس بات سے وہ بزرگ ڈرا کرتے تھے وہ اب موجود ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ مقصود یہ کہ اپنے معاملہ کے سب حالات کو ہر ایک اہل معاملہ کے ساتھ نگران رہے کہ اُسکی بازپرس ہوگی قیامت کے روز اسکا جواب سوچ رکھے کہ ہر بات اور ہر کام پر پوچھا جاویگا کہ کیون کہی اور کسواسطے کیا چنانچہ کہتے ہین کہ قیامت کو سوداگر ہر شخص کے ساتھ کھڑا کیا جاویگا جنسے اُسنے معاملہ کیا ہوگا اور جتنے آدمیون سے داد وستد ہوئی ہوگی اتنے ہی محاسبے دینے پڑینگے بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین نے ایک سوداگر کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھکر پوچھا کہ خداے تعالی نے تجھ سے کیا سلوک کیا اُسنے کہا کہ میرے سامنے پچاس ہزار اعمالنامے کھول دیے مین نے عرض کیا کہ یہ سب گناہ ہین ارشاد ہوا کہ یہ تیرے معاملات ہین جو لوگون سے کیے ہین جن لوگون سے معاملہ کیا ہے اُنہین سے ہر ایک کا نامہ جدا جدا ہے اور ہر ایک مین ابتدا سے آخر تک تیرا اور اُسکا معاملہ لکھا ہوا ہے ۔ یہان تک اُن امور کا ذکر ہوا جو کسب کرنے والون کو معاملہ کرنے مین ضرور ہین یعنی عدل اور احسان اور اپنے دین پر دھیان رکھنے کا لیکن اگر تاجر صرف عدل پر اکتفا کریگا تو نیک بختون مین سے ہوگا اور اگر عدل کے ساتھ احسان بھی کریگا تو مقرب بندون مین داخل ہوگا اور اگر ان دونون باتون کے ساتھ دین کے وظائف کا لحاظ بھی رکھیگا جیسا ہم نے پانچوین فصل مین لکھا ہے تو صدیقون مین سے ہوگا واللہ اعلم تیسرا باب تمام ہوا اللہ تعالی کی عنایت سے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّآخِرًا وَّظَاہِرًا وَّبَاطِنًا وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ مُّصْطَفٰی

چوتھا باب حلال اور حرام کے بیان مین

رباعی مقبول عباد نہین بے اکل حلال
ہے حکم خدا کہ کھاؤ تم طیب مال
کافی ہے فضیلت کو کہ اہل ایمان
اس حکم مین انبیا کے ہین شامل حال

واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ اسکو حضرت ابن مسعود رض نے روایت کیا ہے اِس فرض کا سمجھنا عقلون پر دوسرے فرضون کی نسبت کٹھن مشکل اور اسکا کرنا اعضا پر نہایت ثقیل ہے اسی وجہ سے اسکا علم اور عمل دونون بالکل مٹ گئے اور اسکے علم کے دقیق ہونے کی جہت سے عمل اور بھی معدوم ہوگیا کیونکہ جاہلون نے یہ گمان کر لیا کہ حلال دنیا سے مفقود ہے اور اُس تک پہونچنے کی راہ مسدود اور مال پاک مین سے بجز نہرون کے پانی اور غیر مملوک زمین کی نباتات کے اور کوئی چیز نہین رہی اور ان دونون کے سوا جتنے مال ہین انہین معاملات کی خرابی سے خباثت آگئی ہے اور چونکہ صرف پانی اور گھاس پر قناعت دشوار ہے تو بجز اسکے اور کیا کیا جاوے کہ محرمات مین خوب پانون پھیلائے جاوین اِس خیال سے اُنھون نے اِس فرض دین کو پس پشت ڈال دیا اور مالون مین کچھ فرق دریافت نہین کیا حالانکہ یہ بات نہین بلکہ حلال صاف کھلا ہے اور حرام بھی ظاہر وجدا ہے اور ان دونون کے درمیان مین مشتبہ چیزین ہین اور جتنے حالتون کے انقلاب ہوتے رہتے ہین یہ تینون باتین ایک دوسرے سے ملی رہتی ہین اور ازانجا کہ اِس بدعت تازہ کا ضرر دین مین عام ہوگیا اور اسکی آگ سب خلق مین پھیل گئی لہذا ضرور ہوا کہ اسکے دور کرنے مین کوشش کی جاوے اور فرق حلال اور حرام اور شبہہ مین بشرح اور تحقیق بتلا دیا جاوے کہ سب صورتونکو شامل ہوسکے اور ہم اِس مضمون کو سات فصلون مین بیان کرتے ہین وباللہ التوفیق

فصل اول ۔ حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت اور انکے اقسام اور درجات کے ذکر مین مشتمل تین بیانون پر

پہلا بیان حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت مین ۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِس آیت مین عمل کرنے کے پیشتر مال پاکیزہ کھانے کا حکم فرمایا اور بعضون نے کہا ہے کہ اُس سے مراد مال حلال ہے ۔ اور فرمایا وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اور فرمایا اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ نَارًا ۔ اور فرمایا یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ پھر فرمایا فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ پھر فرمایا وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ پھر فرمایا وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ہُمْ

فِیْمَا ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ آوَل مین سود کے کھانے کو خدا تعالی سے لڑائی ٹھاننی فرمایا اور انجام کو باعث دخول دوزخ اور حلال اور حرام کے
باب مین آیتین بیشمار ہین اب احادیث کا ذکر کرتے ہین کہ حضرت ابن مسعود رضہ راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طَلَبُ الْحَلَالِ
فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ اور چونکہ دوسری حدیث مین طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ آیا ہی تو بعض علمانے فرمایا ہی کہ مراد علم سے حلال وحرام کا علم ہی
اور دونون حدیثون سے مقصود ایک ہی چیز ہی اور فرمایا کہ جو شخص اپنے عیال کو حلال مال کما کر کھلاوے وہ ایسا ہی کہ گویا اللہ تعالی کی راہ مین
جہاد کرتا ہی اور جو شخص کہ دنیا کو بوجہ حلال پارسائی کے ساتھ طلب کرے وہ شہیدون کے درجہ مین ہوگا - اور فرمایا مَنْ اَکَلَ الْحَلَالَ اَرْبَعِیْنَ
یَوْمًا نَوَّرَ اللّٰہُ قَلْبَہٗ وَاَجْرٰی یَنَابِیْعَ الْحِکْمَۃِ مِنْ قَلْبِہٖ عَلٰی لِسَانِہٖ - اور ایک روایت مین زَہَّدَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا ہی - اور مروی ہی کہ حضرت سعد رضہ نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ آپ میرے لیے دعا فرماوین کہ خداے تعالی میری دعا قبول کر لیا کرے آپ نے فرمایا اَطِبْ طُعْمَتَکَ
تُسْتَجَبْ دَعْوَتُکَ یعنی اپنی غذا پاک و حلال کر تیری دعا مقبول ہوگی - اور جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا پر حرص کرنے والے کا
ذکر فرمایا تو اُسکے بعد ارشاد فرمایا رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مُشَرَّدٍ فِی الْاَسْفَارِ مَطْعَمُہٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُہٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ
یَا رَبِّ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِکَ اور حضرت ابن عباس رضہ کی حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ اللہ تعالی کا ایک فرشتہ
بیت المقدس پر ہر رات پکارتا ہی کہ جو شخص حرام کھاویگا اُسکا فرض و نفل کچھ مقبول نہ ہوگا - اور فرمایا کہ جو شخص ایک کپڑا دس درم کو
مول لے اور اُسکے ثمن مین ایک درم حرام ہو تو جب تک وہ کپڑا اُسکے بدن پر رہیگا اللہ تعالی اُسکی نماز قبول نہ کریگا - اور فرمایا کُلُّ لَحْمٍ
نَبَتَ مِنْ حَرَامٍ فَالنَّارُ اَوْلٰی بِہٖ اور فرمایا جو شخص اس بات کی پروا نہین کرتا کہ کہان سے مال کماتا ہی اللہ تعالی اُسکی پروا نہ کریگا کہ کہان سے
اُسکو دوزخ مین داخل کرے - اور فرمایا عبادت دس جز ہین نو اُنمین سے طلب حلال ہی یہ روایت مرفوعا بھی آئی ہی اور موقوفا بھی - اور
فرمایا کہ جو شخص شام کرے طلب حلال سے تھک کر وہ رات کریگا اُس حال مین کہ اُسکے گناہ بخشے جاوینگے اور صبح کو اُٹھیگا اس کیفیت سے
کہ اللہ تعالی اُس سے راضی ہوگا - اور فرمایا جو شخص گناہ سے مال پیدا کرے پھر اُس سے صلہ رحم کرے یا صدقہ دے یا اللہ کی راہ مین
خرچ کرے تو اللہ تعالی اِن سب خرچون کو اکٹھا کریگا پھر اُنکو دوزخ مین ڈال دیگا - اور فرمایا خَیْرُ دِیْنِکُمُ الْوَرَعُ - اور فرمایا جو شخص اللہ تعالی
سے حالت ورع مین ملیگا اللہ تعالی اُسکو ثواب تمام اسلام کا عنایت کریگا - اور مروی ہی کہ اللہ تعالی نے اپنی بعض کتابون مین ارشاد فرمایا ہی
کہ جو لوگ پرہیزگار ہین اُنکا حساب لیتے ہوے مجکو شرم آتی ہی - اور ایک حدیث مین ہی کہ ایک درم سود کا اللہ تعالی کے نزدیک مسلمانی کی
حالت مین تیس زنا کی نسبت کر سخت ہی اور حضرت ابی ہریرہ رضہ کی حدیث مین ہی کہ معدہ بدن کی حوض ہی اور رگین اُسکی طرف پیاسی جاتی ہین
پس اگر معدہ اچھا ہوتا ہی تو رگین بھی صحت کے ساتھ پانی پی کر لوٹتی ہین اور اگر بیمار ہوتا ہی تو رگین بیمار ہو کر پھرتی ہین اور غذا کو دین سے
وہ نسبت ہی جو بنیاد کو ہی عمارت سے تو اگر بنیاد مستحکم اور سیدھی ہوئی ہوگی تو عمارت سیدھی اور اونچی ہوگی اور جس صورت مین بنیاد
کم زور اور ٹیڑھی ہوگی تو عمارت گر پڑیگی اور اللہ تعالی فرماتا ہی اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَہٗ عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانٍ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَہٗ عَلٰی
شَفَا جُرُفٍ ہَارٍ فَانْہَارَ بِہٖ فِیْ نَارِ جَہَنَّمَ اور حدیث شریف مین وارد ہی جو شخص مال وجہ حرام سے پیدا کرے تو اگر اُسکو صدقہ دیگا تو قبول نہ ہوگا اور اگر
اپنے پیچھے چھوڑ مریگا تو اُسکے لیے دوزخ کا توشہ ہوگا اور باب آداب الکسب مین ہم نے کچھ حدیثین لکھی ہین جن سے کسب حلال کی فضیلت واضح ہوتی ہی
اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ ایکبار حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے اپنے غلام کی کمائی کا دودھ پی لیا پھر جو اُس سے دریافت کیا تو اُسنے کہا کہ مین نے

[illegible]

[illegible]

ایک قوم کے لیے کہانت کی تھی اُنھون نے مجکویہ دودھ دیا تھا آپ نے اپنے منھ مین انگلی ڈال کر قے کرنا شروع کیا یہان تک کہ غلام کو یہ خیال ہوا کہ شاید آپ کا دم نکل جاویگا پھر آپ نے فرمایا کہ الٰہی مین تیرے سامنے عذر کرتا ہون اُس دودھ سے جو رگون اور انتون مین رچ پچ گیا ہو اور بعض روایت مین یہ بھی آیا ہی کہ اِس قصہ کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمکو معلوم نہین کہ صدیق اپنے پیٹ مین بجز مال طیب کے اور کچھ نہین ڈالتا۔ اسی طرح ایکبار حضرت عمر رضہ نے زکوٰۃ کی اونٹنی کا دودھ پی لیا تھا اور معلوم ہونے پر حلق مین انگلی ڈال کر قے کر دی۔ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ تم افضل عبادت سے غافل ہو جسکا نام حرام سے بچنا ہی۔ اور حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہین کہ اگر تم نماز پڑھتے پڑھتے کمان کی طرح جھک جاؤ اور روزہ رکھتے رکھتے چلہ کی طرح دُبلے ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے یہ اعمال قبول نہ کریگا جب تک کہ حرام سے نہ بچوگے۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین کہ جسکو کچھ ملا ہی تو اسی طرح ملا ہی کہ جو پیٹ مین ڈالا سمجھکر ڈالا۔ اور فضیل رح فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے کھانے کی چیز کو سمجھ لیتا ہی اُسکو اللہ تعالیٰ صدیق لکھتا ہی تو اے مسکین جب روزہ افطار کیا کرے تو دیکھ لیا کر کہ کسکے پاس افطار کرتا ہی۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح سے کسی نے پوچھا کہ تم زمزم کا پانی کیون نہین پیتے فرمایا کہ اگر خود میرا ڈول ہوتا تو پیتا۔ اور سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جو شخص اللہ کی طاعت مین مال حرام خرچ کرے اُسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی شخص اپنا کپڑا پیشاب سے پاک کرے حالانکہ کپڑا بجز پانی کے پاک نہین ہوتا اسی طرح گناہون کو سوا مال حلال کے اور چیز دور نہین کرتی۔ اور یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہین کہ طاعت اللہ تعالیٰ کا ایک خزانہ ہی اور اُسکی کنجی دعا ہی اور اِس کنجی کے دندانے حلال لقمے ہین۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کی نماز نہین قبول کرتا جسکے پیٹ مین حرام ہوتا ہی اور سہل تستری رح فرماتے ہین کہ آدمی ایمان کی تہ کو نہین پہونچتا جب تک کہ اُسمین چار خصلتین نہ ہون اول فرائض کا ادا کرنا مع سنتون کے دوم حلال کھانا ورع کے ساتھ سوم ظاہر و باطن کی ممنوعات سے بچنا چہارم اِن باتون پر موت تک جمار ہنا اور فرمایا کہ جو کوئی یہ چاہے کہ صدیقون کی علامتین اُسپر روشن ہو جاوین تو چاہیے کہ بجز حلال کے اور کچھ نہ کھاوے اور بجز سنت اور ضروری امور کے کوئی کام نہ کرے۔ اور کہتے ہین کہ جو شخص چالیس دن تک مال مشتبہ کھاتا ہی اُسکا دل سیاہ ہو جاتا ہی اور یہی معنی ہین اِس آیت کے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ اور ابن مبارک رح فرماتے ہین کہ شبہہ کے ایک درم کا پھیر دینا میرے نزدیک ایک لاکھ چھ لاکھ درم تک خیرات کرنے سے بہتر ہی۔ اور بعض اکابر سلف فرماتے ہین کہ آدمی ایک لقمہ کھاتا ہی اور اُس سے اُسکا دل چمڑے کی طرح بگڑ جاتا ہی اور پھر کبھی اپنی حالت اصلی پر نہین آتا۔ اور سہل تستری فرماتے ہین کہ جو شخص مال حرام کھاتا ہی اُسکے اعضا خواہ مخواہ نافرمان ہو جاتے ہین اُسکو خبر ہو یا نہ ہو اور جسکی غذا حلال ہوتی ہی اُسکے اعضا اطاعت کرتے ہین اور اُسکو خیرات کی توفیق ہوتی ہی۔ اور کسی بزرگ نے فرمایا ہی کہ آدمی غذا حلال کا جب اول لقمہ کھاتا ہی تو اُسکے پہلے کے گناہ بخش دیے جاتے ہین اور جو شخص حلال کی طلب مین ذلت کے مقام پر اپنے آپ کو کھڑا کرتا ہی اُسکے گناہ ایسے جھڑتے ہین جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہین اور اکابر سلف کے آثار مین ہی کہ جب واعظ لوگون مین وعظ کو بیٹھتا تو علما فرماتے کہ اسمین تین باتین دیکھو اگر بدعت کا معتقد ہو تو اُسکے پاس نہ بیٹھو کہ وہ شیطان کی زبان سے بولتا ہی اور اگر بُرا کھانا کھاتا ہو تو خواہش نفس سے کلام کرتا ہی اور اگر عقل کا پکا نہ ہو تو اُسکے وعظ سے خرابی زیادہ ہوگی اور اصلاح کم اُسکے پاس بھی مت بیٹھو۔ اور حدیث مشہور مین بروایت حضرت علی مرتضیٰ رض وغیرہم کے آیا ہی اِنَّ الدُّنْیَا حَلَالُہَا حِسَابٌ وَّحَرَامُہَا عَذَابٌ اور دوسرے راویون نے وَشُبْہَتُہَا عِتَابٌ بھی زیادہ کیا ہی اور کہتے ہین کہ کسی سیاح نے کچھ کھانا کسی ابدال کو دیا اُنھون نے نہ کھایا سیاح نے اُسکا سبب پوچھا اُنھون نے فرمایا کہ ہم بجز حلال اور کچھ نہین کھاتے اور اسی وجہ سے ہمارے دل مستقیم رہتے ہین اور حالت یکسان رہتی ہی اور عالم ملکوت کی سیر کرتے ہین اور آخرت کا مشاہدہ ہوتا ہی اور اگر ہم تین دن وہ غذا کھاوین جو لوگ کھاتے ہین تو نہ تو کچھ علم یقین ہمکو نصیب ہو اور نہ خوف اور مشاہدہ ہمارے دل مین باقی رہے اُس سیاح نے کہا کہ مین ہمیشہ روزہ رکھتا ہون اور ہر مہینہ مین تیس قرآن

[illegible]

ختم کرتا ہوں۔ ابدال نے فرمایا کہ یہ جز جو مین نے تیرے سامنے رات بھر پی ہی وہ میرے نزدیک تیرے تیس ختم سے جو تین سو رکعتوں مین ہون بہتر ہی اور انھون نے رات کو جنگلی ہرنی کا دودھ پیا تھا۔ اور امام احمد بن حنبل کو یحیی بن معین سے بہت الفت تھی اور مدتون تک ساتھ رہے ایکبار امام احمد رح نے سنا کہ یحیی بن معین کہتے ہین کہ مین کسی سے سوال نہین کرتا لیکن اگر بادشاہ مجھے کچھ دے تو لے لون آپ نے یہ حال سن کر اُنسے ملاقات چھوڑ دی یہان تک کہ انھون نے عذر کیا اور عرض کیا کہ مین تو ہنستا تھا فرمایا کہ تم دین کی باتمین ہنستے ہو تمکو معلوم نہین کہ غذا دین مین سے ہو اللہ تعالی نے اسکو عمل نیک پر مقدم بیان فرمایا ہو چنانچہ ارشاد ہو کُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا۔ اور ایک روایت مین ہو کہ توریت مین مذکور ہو کہ جو شخص اس بات کی پروا نہین کرتا کہ میری غذا کہان سے ہو خدا تعالی اس بات کی پروا نکریگا کہ اُسکو دوزخ کے کس دروازہ سے داخل کرے اور حضرت علی رض سے مروی ہو کہ آپ نے حضرت عثمان رض کے قتل ہونے اور دار الخلافت کے لُٹ جانے کے بعد جو غذا کھائی تو اُسپر اپنی مُہر دیکر لیتے تھے تاکہ شبہہ سے محفوظ رہین۔ اور ایک بار فضیل بن عیاض اور ابن عیینہ اور ابن مبارک کہ معظم مین وہیب بن الورد کے پاس جمع ہوئے اور خرما کا ذکر کیا وہیب رح نے فرمایا کہ خرما تو نہایت محبوب ہی مگر مین اُسکو کھاتا نہین اسلیے کہ مکہ معظمہ کے خرما زبیدہ وغیرہ کے باغون مین مل گئے ہین اُسپر عبد اللہ بن مبارک نے اُنسے کہا کہ اگر آپ اسطرح کے دقائق کا لحاظ کرینگے تو روٹی کھانی دشوار ہو جاویگی اُنھون نے پوچھا کہ کیا وجہ کہا کہ اصل زمینین اطراف و جوانب کی زمینون مین مل گئی ہین یہ سنتے ہی وہیب رح کو غش آگیا سفیان ثوری نے عبد اللہ بن مبارک سے فرمایا کہ تم نے اس شخص کو مار ڈالا انھون نے کہا کہ میری غرض تو یہ تھی کہ یہ وقت چھوڑ دین جب وہیب رح کو ہوش ہوا تو قسم کھائی کہ مین عمر بھر روٹی نہ کھاؤنگا بھوک کے وقت دودھ پی لیا کرتے ایکبار اُنکی ماں دودھ لائین آپ نے پوچھا کہ یہ کہان کا ہو انھون نے جواب دیا کہ فلان شخص کی بکری کا ہو آپ نے پوچھا کہ وہ بکری اُسکے پاس کہان سے آئی اور دام کہان سے دیا انھون نے بتا دیا جب برتن کو منھ کے پاس لے گئے تو فرمایا کہ ایک بات رہ گئی کہ یہ بکری کہان چرا کرتی تھی اُنکی ماں خاموش ہو گئین آپنے وہ دودھ نہ پیا اسلیے کہ وہ ایسی جگہ چرتی تھی جسمین کچھ حق مسلمانون کا تھا اُنکی مادر مشفقہ نے فرمایا کہ پی لو اللہ تعالی تمکو بخش دیگا انھون نے کہا کہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ اُسکی نافرمانی کرکے اُسکی مغفرت کا خواہان ہون یعنی پینے سے اُسکی نافرمانی یقینا ہوگی تو ایسی طرح اپنے اختیار سے نافرمانی کرکے جو یا مغفرت ہونا اچھا نہین۔ اور بشر حافی رح بھی پرہیزگارون مین سے تھے اُنسے کسی نے پوچھا کہ آپ کہان سے کھاتے ہین فرمایا کہ جہان سے تم کھاتے ہو مگر جو کھاوے اور روتا جاوے وہ اُس جیسا نہین جو کھاوے اور ہنستا جاوے اور نیز میرا ہاتھ دوسرون کی نسبت کوتاہ ہو اور لقمہ بھی اورون سے چھوٹا ہو یعنی بقدر حاجت اور ضرورت پر اکتفا کرتا ہون غرضکہ پہلے لوگ شبہات سے اس طرح بچا کرتے تھے

دوسرا بیان حلال اور حرام کے اقسام اور مداخل کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ حلال اور حرام کی تفصیل فقہ کی کتابون مین مشرح ہوتی ہی اور اگر طالب حق اپنی غذا ایسی طرح معین کرے کہ فتوی کے رو سے حلال ہو اور اُسکے سوا اور کسی جگہ سے نہ کھاوے تو اُسکو اس بحث طویل کی ضرورت نہین لیکن جو شخص اپنا کھانا چند وجوہ متفرق سے کھاوے تو اُسکے لیے حلال اور حرام کو مفصل جاننے کی ضرورت پڑیگی چنانچہ اُسکی تفصیل ہم نے فقہ کی کتابون مین لکھی ہی یہان ہم مجملاً تقسیم کے طور پر اشارۃً مال حلال کی آمدنی کی وجوہ بیان کرتے ہین اور وہ یہ ہو کہ مال دو حال سے خالی نہین یا تو خود اپنی ذات سے حرام ہوگا یا اس جہت سے کہ اُسکے حاصل کرنے مین کوئی خلل ہو گیا ہو قسم اول یعنی جسکی ذات مین کوئی صفت حرمت کی ہو وہ ایسی چیزین ہین جیسے شراب اور سور وغیرہ اور اسکی تفصیل یہ ہو کہ جو چیزین روے زمین پر کھانے مین آتی ہین وہ تین طرح کی ہوتی ہین اول معدنیات جیسے نمک اور مٹی وغیرہ دوم نباتات سوم حیوانات معدنیات وہ ہین جو زمین کے اجزا اور کانون مین سے نکلتی ہین اور ایسی وجہ سے حرام ہین کہ کھانے مین مضر ہین اور بعض بمنزلہ زہر کے ہین اگر بالفرض

روٹی کا کھانا مضر ہوتا تو وہ بھی حرام ہوتی اور جیسے مٹی کے کھانے کی عادت پڑگئی ہو وہ بھی ضرر ہی کے لحاظ سے حرام ہوتی ہو اس سے کہ
اگر کوئی چیز معدنیات میں سے شوربا یا اور کسی سائل غذا میں گر جاوے تو وہ اُسکے سبب سے حرام نہ ہوگا اور نباتات میں سے وہ چیزیں حرام ہیں
جو عقل کو یا زندگی کو یا تندرستی کو زائل کریں عقل کی دور کرنے والی جیسے بنگ اور شراب اور دوسری نشہ آور چیزیں اور زندگی کی زائل کرنے والی
جیسے بیش وغیرہ زہر ہیں اور تندرستی کی دور کرنے والی وہ دوائیں ہیں جنکا بے وقت استعمال کیا جاوے غرضکہ شراب اور نشہ کی چیزوں کے
سوا اسکے سب میں حرمت کی علت ضرر ہی اور مسکرات میں یہ بات نہیں انہیں سے تھوڑی بھی حرام ہی گو نشہ نہ کرے انہیں علت تیزی ہی جو
سرور پیدا کرتی ہی اور زہر کی چیزوں میں سے اگر صفت ضرر جاتی رہے خواہ مقدار کی کمی یا دوسری چیزیں ملانے سے تو وہ حرام نہ ہونگی۔ باقی
رہے حیوانات انکی دو نوع ہیں ایک ماکول دوسرے غیر ماکول اور اسکی تفصیل باب الاطعمہ میں ہی اور انکا مفصل بیان کرنا ایک بحث طویل ہی
خصوصاً اقسام پرند اور حیوانات خشکی اور تری کا بیان۔ اور جن حیوانات کا گوشت کھایا جاتا ہی وہ بھی اسطرح ہی کہ شرعی طور پر ذبح ہوا ہو
اور ذبح کرنے والے اور آلہ ذبح اور مقام ذبح کی شرطوں کا لحاظ کیا گیا ہو اور یہ باتیں باب الصید والذبائح میں مذکور ہیں اور جو جانور کہ شرعی
طور پر ذبح نہ ہوا ہو یا مرگیا ہو تو وہ حرام ہی انہیں سے سواے ٹڈی اور مچھلی کے اور کوئی حلال نہیں اور انہیں کے حکم میں وہ کیڑے ہیں جو غذا کے
بنجانے سے ہیں جیسے سیب اور گولرا اور پنیر اور سرکہ کے کہ اُنسے احتراز کرنا غیر ممکن ہی ہان اگر انکو علٰحدہ کرکے کھایا جاوے تو انکا حکم مکھی اور گوبریلے
اور بچھو وغیرہ جانوروں کا ہی جنمیں خون رواں نہیں یعنی انکی حرمت کی کوئی وجہ بجز کراہت طبعی کے نہیں اگر کراہت طبعی نہوتی تو وہ مکروہ
نہ ہوتے اور اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ اِن چیزوں سے کراہت نہ کرے تو خاص اُسکی طبیعت پر التفات نہ کیا جاویگا بلکہ اکثر طبائع کے اعتبار
سے اِن چیزوں کا کھانا مکروہ ہوگا جیسے کوئی تھوک یا سنک کو جمع کرکے پی لیوے تو مکروہ ہی حالانکہ کراہت نجاست کے سبب نہیں اسلیے
کہ صحیح یہی ہی کہ یہ چیزیں مرنے سے ناپاک نہیں ہوتیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہی کہ مکھی اگر کھانے میں گرجاوے تو اُسکو
غوطہ دیدو اور کھانا بعض وقت گرم ہوتا ہی کہ مکھی گرتے ہی مرجاتی ہی اور اگر کوئی چیونٹی یا مکھی ہانڈی میں پک کر پاش پاش ہوجاوے
تو اُسکا گرا دینا ضرور نہیں اسلیے کہ مکروہ صرف اُسکا جسم ہی وہ ناپاک نہیں ہی کہ ہانڈی کو ناپاک کردے غرضکہ اِن امور سے معلوم ہوتا ہی کہ
اِن چیزوں کی حرمت مکروہ جاننے کی جہت سے ہی اور اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ اگر مردہ آدمی کا کوئی ٹکڑا ہانڈی میں پڑجاوے گو تولہ بھر
ہو تو سب کھانا حرام ہوجاویگا نہ اِس جہت سے کہ وہ نجس ہوگیا کیونکہ آدمی تو مرنے سے ناپاک نہیں ہوتا بلکہ اِس وجہ سے کہ آدمی کا کھانا
تعظیم کی وجہ سے حرام ہی نہ کراہت طبعی کی وجہ سے۔ اور جو جانور کہ کھائے جاتے ہیں شرائط شرع کے بموجب ذبح ہونے سے بھی اُنکے سب
اجزا کا کھانا حلال نہیں ہوتا بلکہ خون اور غلیظ اور جتنی چیزیں انمیں نجس ہیں حرام ہیں اور نجاست کا کھانا مطلق حرام ہی لیکن نجس عین یا تو
حیوانوں میں سے ہیں یا مسکرات ہیں نباتات میں سے اور جو چیزیں کہ عقل کو دور کرتی ہیں اور نشہ نہیں لاتیں وہ نجس عین نہیں جیسے بھنگ
کیونکہ نشہ اور چیز کا پلید ہونا اُس سے باز رکھنے کے لیے کیا گیا ہے کہ ویسی چیزوں کی طرف لوگون کا دل چلتا ہی۔ اور جبکہ بہنے والی نجاست
کا ایک قطرہ یا بستہ نجاست کا کوئی حصہ شوربا خواہ کھانے یا تیل میں گرجاوے تو ان سب کا کھانا حرام ہوجاویگا مگر اور کام میں لانا حرام نہوگا
مثلاً ناپاک تیل کا جلانا یا کشتیوں میں ملنا یا جانوروں وغیرہ پر لگانا درست ہی غرضکہ جو چیزیں ذات میں کوئی حرمت کی صفت پائی جانے سے
حرام ہوتی ہیں وہ اسی قدر تھیں۔ اب دوسری قسم کو معلوم کرنا چاہیے یعنی جن چیزوں کے حاصل کرنے میں کوئی خلل واقع ہوا ہو اور اسکی
بحث وسیع ہی اسطرح کہ مال کا لینا یا تو مالک مال کے اختیار سے ہوگا یا بدون اختیار کے دوسری مثال مال ارث ہی کہ بدون اختیار وارث کے
اُسکی ملک میں آجاتا ہی اور اختیار سے مالک ہونا بھی دو طرح ہی یا تو کسی مالک کے پاس سے اُسکی ملک میں آیا یا بدون مالک کے جیسے کان کا
ملنا اور جو مالک کے پاس سے آیا ہو وہ اُس سے زبردستی لے لیا یا رضامندی سے اور زبردستی کی صورت میں یا مالک مال کی عصمت اُسپر

[illegible]

[illegible]

تو دور ہو گئی جیسے غنیمت ہو خواہ لینے کا استحقاق ثابت ہوگیا ہو جیسے زکوۃ اور واجب نفقات کے نہ دینے والون سے مال حاصل کرنا اور جو مال رضامندی سے لیا جائے اُسکے بھی دو طور ہین یا عوض مین لیا جاوے جیسے بیع اور مہر اور اُجرت ہو یا بدون عوض ہو جیسے ہبہ اور وصیت پس اس تقسیم سے چھہ قسمین حاصل ہوتی ہین اول وہ جسکا کوئی مالک نہو جیسے کان مین سے کچھ نکالنا یا افتادہ زمین کو آباد کرنا کسی ملک یا شکار کرنا یا لکڑیان لانا یا ندیون مین سے پانی لے لینا گھاس کھود لانا تو یہ سب چیزین حلال ہین بشرطیکہ کسی آدمی کی ملک کا علاقہ نہ ہو پس جس صورت مین کہ کسی کی ملک کی خصوصیت ان اشیا مین نہ ہوگی تو لینے والا انکا مالک ہو جاویگا اور اسکی تفصیل زمین لاوارث کے آباد کرنے کے باب مین ہوا کرتی ہے دوم وہ مال جو زبردستی لیا جاوے ایسے لوگون سے جنکی حرمت نہین جیسے مال غنیمت جو لڑائی سے ملے یا مال فی جو بدون لڑائی کے کفار سے حاصل ہو یہ مال اُس صورت مین حلال ہوتا ہے کہ مسلمان اُسمین سے خمس نکال کر مستحقون مین عدل کے ساتھ تقسیم کر دین اور ایسے کافرون سے اسکو نہ لیا ہو جو حرمت رکھتے ہین مثلاً ذمی اور امن اور عہد والے اور تفصیل اُن شرطون کی غنیمت اور جزیہ کے باب مین مذکور ہوتی ہے سوم وہ مال جو زبردستی لیا جاوے ایسے لوگون سے کہ حق واجب کو نہ ادا کرین اور بدون رضامندی کے لے لیے جانے کے مستحق ہون یہ مال بھی حلال ہے جس صورت مین کہ استحقاق کا سبب پورا ہو جاوے اور مستحق مین وصف استحقاق کا ہو اور مقدار واجب پر اکتفا کرے اور لینے والا قاضی یا بادشاہ یا مستحق ہو اور اس مال کی تفصیل تفریق صدقات اور کتاب الوقف اور نفقات کے بیان مین ہوتی ہے اسلیے کہ انہین مین بحث ہوتی ہے کہ مستحق زکوۃ کے اوصاف کیا ہین اور وقف و نفقات وغیرہا کے مستحق کیسے لوگ ہوتے ہین پس جبکہ یہ شرائط پوری ہونگی تو جو مال لیا جاویگا وہ حلال ہوگا۔ چہارم وہ مال جو معاوضہ کی صورت مین مالک کی رضامندی سے لیا جاوے یہ اُس صورت مین حلال ہے کہ عوض کی دونون چیزون کی شرطین اور عاقدین اور ایجاب و قبول کی شروط ملحوظ رہین اور بعد اُس شروط مفسدہ شارع نے مقرر فرما دی ہین اُنسے احتراز کیا جاوے ان امور کا بیان کتاب البیع اور سلم اور اجارہ اور حوالہ اور ضمان اور مضاربت اور شرکت اور مساقاۃ اور شفعہ اور صلح اور خلع اور کتابت اور مہر اور دوسرے معاوضات مین مشرح ہوتا ہے۔ پنجم وہ مال جو مالک کی رضامندی سے بے عوض لیا جاوے یہ اُس صورت مین حلال ہوتا ہے کہ معقود علیہ اور عاقدین اور عقد کی شروط کی رعایت کیجاوے اور کسی وارث وغیرہ کو ضرر نہ ہوتا ہو یہ ہبہ اور وصیتون اور صدقات کے ابواب مین لکھا رہتا ہے۔ ششم وہ مال جو بے اختیار آدمی کو ملے جیسے ترکہ مورث کا یہ اُس صورت مین حلال ہوتا ہے کہ مورث نے اسکو بوجہ حلال وجوہ پنجگانہ مذکورہ بالا سے پیدا کیا ہو علاوہ ازین ترکہ مذکورہ سے اول مورث کا قرض اور وصیتین ادا ہو چکی ہون اور وارثون کے حصے عدل کے ساتھ ہوے ہون اور حقوق واجب مثل زکوۃ اور حج اور کفارہ ادا ہو گئے ہون اسکی تصریح کتاب الوصایا اور فرائض مین ہوا کرتی ہے۔ غرض کہ آمدنی کی کل صورتین مجملاً یہی ہین ہم نے بطور اجمال انکی طرف اشارہ کر دیا تاکہ طالب حق کو معلوم ہو جاوے کہ اگر اُسکی غذا ایک وجہ معین سے نہ ہوگی بلکہ متفرق صورتون سے حاصل ہوتی ہوگی تو اسکو بدون ان سب امور کے جانے چارہ نہین اور جس جہت سے ان صورتون مین سے اسکو غذا ملے چاہیے کہ اہل علم سے اُس باب مین حکم پوچھ لے اور بدون جانے ہوے اُسپر جراُت نہ کرے اس لیے کہ جیسے عالم سے قیامت مین کہا جاویگا کہ تو نے اپنے علم کے خلاف کیون کیا ویسے ہی جاہل سے کہا جاویگا کہ تو اپنی جہالت پر کیون اڑا رہا سیکھ کیون نہ لیا تجھے تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد معلوم ہو چکا تھا

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ

تیسرا بیان حلال اور حرام کے درجون کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ حرام سب خبیث ہے لیکن بعض مین خباثت زیادہ ہے اور بعض مین کم اسیطرح حلال سب پاک و صاف ہے مگر بعض زیادہ ستھرا ہے اور بعض کم اسکی مثال ایسی سمجھو کہ طبیب کہتا ہے کہ سب مٹھائیان گرم ہین مگر اُسکے ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ بعض اول درجہ کی گرم ہین جیسے شکر ہے اور بعض دوم درجہ کی جیسے گڑ اور بعض سوم درجہ کی جیسے دوشاب اور بعض چہارم درجہ کی جیسے شہد اسی طرح حرام کی خباثت کو جانو کہ بعض کی اول درجہ کی ہے اور بعض کی دوم و سوم و چہارم درجہ کی اور ایسا ہی کچھ حلال کی پاکی کا حال ہے

اور ہم اس جگہ علما اصطلاح کا اتباع کرکے چار ہی درجے تخمیناً بیان کرتے ہین گو حقیقت مین درجات کا حصر ہونا ممکن نہین اسلیے کہ ایک درجہ سے لیکر دوسرے درجہ تک بھی بہت تفاوت ہوسکتا ہے مثلاً بعض شکر مین حرارت زیادہ ہوتی ہے اور بعض مین کم اسی طرح اور چیزون کا حال ہے غرض کہ اعتبار مذکورہ بالا سے حرام سے پرہیز کرنے کے چار درجے ہین۔ اول عادل شخصون کا ورع ہے یہ اُس حرام سے بچنے کو کہتے ہین کہ اگر آدمی اُسمین مبتلا ہو تو فاسق ہو جاوے اور اُسکا عادل ہونا جاتا رہے اور موجب دخول نار ہو اور گناہگار کہلاوے یہ ورع اُسوقت حاصل ہوتا ہے کہ جتنی باتونکو فقہا حرام کہین اُنسے اجتناب کرے دوسرا ورع صالحین کا ہے یہ اُس چیز سے بچنے کو کہتے ہین جسمین حرمت کے شبہہ کو دخل ہو گو مفتی ظاہر حال کے رو سے اُسکی حلت کا فتوی دے غرضکہ شبہہ کے موقعون سے بچنے کا نام ہم ورع صالحین کہتے ہین اور یہ دوسرے درجہ مین ہے تیسرا ورع متقین کا وہ اسطرح ہے کہ کوئی چیز نہ تو فتوے کے رو سے حرام ہے اور نہ اُسکی حلت مین شبہہ ہے مگر اُس سے یہ خوف ہے کہ نوبت حرام چیز کی طرف پہونچے یعنی جن چیزون مین کچھ خوف نہین اُنکو خوف کی چیزون کے خاطر چھوڑ دینا اسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین لَا یَبْلُغُ الْعَبْدُ دَرَجَۃَ الْمُتَّقِیْنَ حَتّٰی یَدَعَ مَالَا بَاْسَ بِہٖ مَخَافَۃً مِمَّا بِہٖ بَاْسٌ چوتھا ورع صدیقین کا ہے کہ نہ چیز مین کچھ خوف ہو اور نہ اس بات کا خوف کہ اُس سے نوبت دوسری چیز خوف والی کی پہونچیگی مگر اُسکو خاص اللہ کے لیے لینے کی نوبت نہ ہو یا اُسکی عبادت پر قوت حاصل کرنے کی یا جن اسباب سے کہ وہ حاصل ہوئی اُنمین کسی طرح کی کراہت ہو تو ایسی چیز سے احتراز کرنا صدیقین کا ورع ہے پس یہ درجے حلال کے بالاجمال ہوے اور جس حرام سے درجۂ اول مین بچنے کا ہمنے ذکر کیا ہے یعنی جسکے بچنے سے عدالت ہی رہتی ہے اور فسق کا اطلاق نہین ہوتا خباثت مین اُسکے بھی کئی درجے ہوسکتے ہین مثلاً جن چیزون مین صرف دا وستد سے بیع حرام ہے اگر اُنکو بدون ایجاب وقبول زبانی کے تعاطی سے لیا تو وہ حرام ہونگی مگر ایسی حرام نہ ہونگی جیسے کسی سے زبردستی چھینین یعنی حرام ہے بلکہ چھینی ہوئی چیز کی حرمت زیادہ ہے کہ اُسمین دو باتین ہوئین ایک تو جو راہ شریعت نے چیز کے حاصل کرنے کے لیے مقرر کی تھی اُسکو چھوڑ دیا دوم غیر شخص کو ایذا دی اور تعاطی مین گو اول بات موجود ہے مگر دوسرے کو ایذا دینا نہین پایا جاتا پھر طریق شرع کو ترک کرنا بھی تعاطی مین سہل ہے بہ نسبت سود سے مال حاصل کرنے کے اور اسطرح کا فرق یون معلوم ہوتا ہے کہ جن ممنوعات مین شریعت نے تشدد اور وعید اور تاکید زیادہ کی ہے اُنکا اختیار کرنا سخت گناہ ہے اور جنمین تشدد کم ہے اُنکا کم چنانچہ اسکا بیان باب التوبہ مین گناہ کبیرہ اور صغیرہ کے فرق کے ذکر مین آویگا اسی طرح اگر کوئی چیز کسی فقیر یا نیک بخت یا یتیم سے زبردستی لے لی جاوے تو وہ اُس شی کی نسبت کہ زیادہ خبیث ہوگی جو کسی قوی یا تونگر یا فاسق سے لیجاوے اسلیے کہ ایذا کے درجے بھی موافق حال ایذا رسیدہ شخصون کے جدا جدا ہوتے ہین پس خبائث کی تفصیل مین ان باتون سے غافل نہ ہونا چاہیے اور ایک یہ نکتہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر گناہگارون کے مختلف درجے نہوتے تو دوزخ کے طبقے بھی جدا جدا نہ ہوتے اور نیز جب یہ جان چکے کہ خباثت منحصر شریعت کے تشدد پر ہے تو پھر اُسکو تین یا چار درجون مین حصر کرنا زبردستی ہے علاوہ ازین درجات حرام کا اختلاف خباثت مین وہان خوب معلوم ہوتا ہے جہان ممنوع چیزون مین تعارض پڑتا ہے اور پھر بعض کو بعض پر ترجیح دی جاتی ہے مثلاً ایک شخص بھوک سے مضطر ہوا اور مردار اور مال غیر اور شکار حرام مل سکتا ہے تو خواہ مخواہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا پڑیگا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا۔ اب ورع کے چار درجون کی مثالون اور شواہد کو معلوم کرنا چاہیے۔ ورع کے اول درجہ یعنی عادل شخصون کے ورع کے باب مین تو یہ جاننا چاہیے کہ جو چیزین ایسی چیزین ہین کہ مقتضائے فتوی حرام ہین اور جو کچھ طریق حرام کی آمد کے اوپر مذکور ہوے اُنہین داخل ہون یعنی وجہ حلال کی شرائط کو ملحوظ نہ رکھنے سے وہی طریق حرام کا ہو جاتا ہے پس اوپر ذکر وجوہ حلال کی آمد کا ہوا ہے اُنہین کو حرام کی آمد کا بھی کہ سکتے ہین اگر شرائط علت مرعی نہ رہین تو ایسی چیزین حرام مطلق ہین انکا مرتکب فاسق اور گناہگار ہے اور ہماری غرض حرام مطلق سے اسی طرح کے اشیا مین انہین کچھ حاجت مثالون اور شواہد کی نہین۔ اور دوسرے درجہ کے ورع کی مثالین وشبہات جنکا جنسے بچنا واجب نہین بلکہ مستحب ہے چنانچہ شبہات کے باب مین اُسکا ذکر آویگا کیونکہ بعض شبہات سے بچنا واجب ہوتا ہے تو اسطرح کے

[illegible]

[illegible]

شبہات حرام میں داخل ہیں اور بعض شبہوں سے بچنا مکروہ ہوتا ہے اس سے احتراز کرنا وسوسہ والوں کا ورع ہے اسکی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص شکار مارنے سے احتیاط کرے اس خوف سے کہ شاید یہ شکار کسی آدمی سے چھوٹ کر نہ بھاگ آیا ہو تو دوسرے کی ملک کو قبضہ کرنا پڑیگا تو اسطرح کی احتیاط وسوسہ ہے اور بعض شبہات سے اجتناب کرنا مستحب ہے واجب نہیں اور اسی طرح کے شبہ پر اس حدیث شریف کو محمول کیا جاتا ہے دَعْ مَا یَرِیْبُكَ اِلٰی مَا لَا یَرِیْبُكَ اور ہم اسکو نہی تنزیہی پر محمول کرتے ہیں اور اسی طرح یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کُلْ مَا اَصْمَیْتَ وَدَعْ مَا اَنْمَیْتَ یعنی جس شکار کو تیر لگے اور تمہارے سامنے مر جاوے اسکو کھاوے اور جو زخمی ہو کر نظر سے غائب ہو جاوے اور پھر مردہ ملے اسکو مت کھا اسلیے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ گرنے یا اور کسی سبب سے مر گیا ہو تو ایسی صورت میں ہمارے نزدیک مختار یہی ہے کہ یہ شکار حرام نہیں بلکہ اسکا نہ کھانا دوم درجہ کا ورع ہے اور ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بصیغہ امر یعنی وَدَعْ مَا اَنْمَیْتَ امر تنزیہی ہے اسلیے کہ بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ اس شکار میں سے کھا اگرچہ تیری نظر سے غائب ہو جاوے بشرطیکہ سوا اپنے تیر کے اور کوئی علامت اسمیں نہ پاوے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عدی بن حاتم کو کتے کے معاملہ کے باب میں وَاِنْ اَکَلَ فَلَا تَاْکُلْ فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّکُوْنَ اِنَّمَا اَمْسَکَ عَلٰی نَفْسِهٖ بطور نہی تنزیہی اور خوف کی وجہ سے تھا کیونکہ ابو ثعلبہ خشنی کو یوں ارشاد فرمایا کہ کُلْ مِنْهُ فَقَالَ وَاِنْ اَکَلَ قَالَ وَاِنْ اَکَلَ اور اسکی وجہ یہی کہ ابو ثعلبہ خشنی فقیر شخص تھے ورنہ انکے نفس پر احتیاط نہ ہو سکتی تھی اور عدی بن حاتم اسکو نباہ سکتے تھے۔ حضرت ابن سیرین کی نقل ہے کہ انہوں نے اپنے شریک کو چار ہزار درہم چھوڑ دیے تھے اسوجہ سے کہ انکے دل میں کچھ کھٹکا ہو گیا تھا باوجودیکہ علما کا اتفاق تھا کہ انمیں کچھ مضائقہ نہیں تو اس درجہ کی مثالیں ہم شبہات کے درجات کے بیان میں ذکر کرینگے یہاں اتنا ہی کافی ہے کہ جو بات شبہہ کی ہو اور اس سے احتراز کرنا واجب نہ ہو وہ مثال اس درجہ کی ہے۔ اور درجہ سوم متقیوں کے ورع کا شاہد یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ آپ نے فرمایا لَا یَبْلُغُ الْعَبْدُ دَرَجَةَ الْمُتَّقِیْنَ حَتّٰی یَدَعَ مَا لَا بَاْسَ بِهٖ مَخَافَةً مِمَّا بِهٖ بَاْسٌ اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حلال کے نو دسویں حصے کو چھوڑ دیا کرتے تھے اس خوف سے کہ کہیں حرام میں مبتلا نہ ہو جاویں اور حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ تقوی کی تمام ہونے کی یہ صورت ہے کہ آدمی ذرہ بھر چیز میں بھی تقوی کرے یہاں تک کہ بعض چیزیں جنکو حلال جانتا ہو اس ڈر سے چھوڑ دے کہ کہیں حرام نہ ہوں تاکہ یہ چھوڑنا اسمیں اور دوزخ کی آگ میں آڑ ہو جاوے۔ اور اسی لیے کسی بزرگ کے سو درہم ایک شخص پر آتے تھے جب وہ دینے کو لایا تو ننانوے لیے اور کل کے لینے سے ورع کیا کہ کہیں زیادہ نہ ہو جاویں۔ اور بعض ایسے تھے کہ جب تجارت کرتے تھے جب اپنا دام لیتے تو ایک رتی کم لیتے اور دوسرے کو دیتے تو رتی زیادہ دیتے تاکہ یہ امر مانع دوزخ کی آگ کا ہو۔ اور اسی درجہ میں ان چیزوں سے احتراز کرنا داخل ہے جنمیں لوگ چشم پوشی کر جاتے ہیں ہر چند وہ فتوے کے رو سے حلال ہیں لیکن اگر انکا باب مفتوح ہو تو نوبت اور چیزوں کی طرف پہونچتی ہے اور نفس کاہل ہو کر ورع کو چھوڑ دیتا ہے چنانچہ اسی قسم کی یہ حکایت ہے کہ علی بن معبد فرماتے ہیں کہ میں ایک کرایہ کے مکان میں رہتا تھا ایک بار میں نے ایک خط لکھا اور چاہا کہ دیوار کی مٹی لیکر اسکو خشک کروں پھر میں نے سوچا کہ دیوار میری ملک نہیں میرے نفس نے کہا کہ دیوار میں سے اتنی مٹی کی کیا حقیقت ہے بس میں نے مٹی لیکر اپنا کام کیا جب میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کھڑا یوں کہتا ہے کہ میاں صاحب کل کو حال معلوم ہوگا کہ اس شخص کو جو کہتا ہے کہ دیوار کی اتنی مٹی کی کیا حقیقت ہے۔ اور شاید اسکے معنی یہ ہیں کہ قیامت میں اسکا درجہ کم ہو جاویگا یعنی ورع متقین کا درجہ اسکو نہ ملیگا یہ غرض نہیں کہ اس فعل پر کوئی سزا اسکو ملنا ہے۔ اور اسی قسم کی یہ حکایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس بحرین سے مشک آیا آپ نے فرمایا کہ مجھکو یوں اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عورت اسکو تول دیتی تو اسکو مسلمانوں میں بانٹ دیتا انکی بی بی عاتکہ نے کہا کہ مجھکو تولنا خوب آتا ہے آپ نے کچھ جواب نہ دیا پھر یہی فرمایا کہ اسکو کوئی عورت تول دیتی تو میں مسلمانوں میں تقسیم کرتا انکی بی بی نے پھر وہی کہا آپ نے فرمایا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ تو جب تولے تو اپنی انگلیوں کے غبار کو اپنی گردن میں مل لے اور اسوجہ سے اور مسلمانوں کی نسبت کے مجھکو زیادہ فائدہ مشک سے پہونچے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے سامنے مشک مسلمانوں کا تل رہا تھا آپ نے اپنی ناک بند کر لی کہ خوشبو نہ آوے

لوگون نے یہ امر آپ سے بعید جانا فرمایا کہ اسکا فائدہ تو صرف خوشبو ہی سے ہی مین کس طرح اورون سے زیادہ متمتع ہون - اور ایام طفلی مین حضرت امام حسن علیہ السلام نے صدقہ کے چھوارون مین سے ایک اٹھا لیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو فرمایا کہ چھی چھی یعنی اسکو ڈال دو - اور کسی بزرگ سے روایت ہی کہ انکی وفات شب کو ہوئی حالت نزع مین فرمایا کہ چراغ گل کر دو اسلیے کہ تیل مین وارثون کا حق متعلق ہو گیا - اور سلیمان تیمی نعیمہ عطارہ سے روایت کرتے ہین کہ حضرت عمر رضہ اپنی بی بی کو کچھ خوشبو مسلمانون کی خوشبو مین سے بیچنے کے لیے دیدیا کرتے تھے ایک بار انھون نے میرے ہاتھ خوشبو بیچی اور بڑھانے گھٹانے مین کسی قدر انکی انگلی مین لگ رہی انھون نے اسکو اپنے دوپٹے مین پونچھ لیا اتنے مین حضرت عمر رضہ تشریف لائے پوچھا کہ یہ خوشبو کیسی ہی انھون نے ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ مسلمانون کی خوشبو لیتی ہو پھر سر سے دوپٹہ اتار لیا اور ایک گھلیا مین پانی لیکر دوپٹے پر ڈالتے جاتے تھے اور زمین مین ملتے تھے پھر سونگھتے تھے پھر زمین مین ملکر دھوتے تھے یہان تک کہ اسمین خوشبو نہ رہی پھر جو مین ایکبار انکی بی بی کے پاس آئی تو خوشبو تولنے کے بعد جو انگلی مین لگی انھون نے انگلی اپنے منھ مین ڈال کر مٹی مین رگڑی پس یہ فعل حضرت عمر رضہ کا ورع تقوی تھا کہ کہین زیادہ کی نوبت نہ پہونچے ورنہ دوپٹے کے دھونے سے کچھ مسلمانون کو نہ پہونچ گیا مگر اسی لیے دھو ڈالا کہ آگے کو انکی جرأت نہ ہو اور خود کو زیادہ تمتع نہ حاصل ہو - اور اسی طرح کی یہ حکایت ہی کہ حضرت امام احمد بن حنبل رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسے شخص کے باب مین کیا فرماتے ہین کہ وہ مسجد مین موجود ہو اور کسی بادشاہ کی انگیٹھی مین عود سلگا کر مسجد کو بسایا جاتا ہو فرمایا کہ اس شخص کو مسجد مین سے نکل آنا چاہیے اسلیے کہ عود سے نفع خوشبو ہی کے ساتھ ہوتا ہی - اور یہ صورت کبھی حرام کی قریب ہو جاتی ہی اسلیے کہ جتنی خوشبو مین اسکے کپڑے بس جاوینگے کبھی ایسی ہوگی کہ مالک کی طرف سے مباح ہو اور کبھی زیادہ ہوگی معلوم نہوگا کہ مالک اسکو گوارا کرے یا نہ کرے - اور یہ بھی امام احمد صاحب سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کے پاس سے ایک پرچہ گر پڑا جسمین حدیثین لکھی ہین تو پانے والے کو جائز ہی کہ انکو نقل کرکے مالک کو واپس کرے آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ اول اجازت لے پھر نقل کرے - اور اسمین بھی شک رہتا ہو کہ مالک نقل پر راضی ہوگا کہ نہین حاصل یہ کہ جو چیز اصل مین شک مین ہو اور اصل اسکی حرمت ہو تو وہ حرام ہی رہیگی اور اسکا چھوڑنا پہلے درجہ کے ورع مین ہی اور تیسرے درجہ کے ورع مین زینت سے اجتناب کرنا ہی اسلیے کہ آئندہ بھی خوف اس امر کا ہو کہ اس سے زیادہ کسی اور امر مین مبتلا کر دے ورنہ زینت بذات خود مباح ہی - اور حضرت امام احمد رح سے کسی نے نوک دار جوتیون کا حال پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین انکو نہین پہنتا لیکن اگر کیچ گارے کے لیے پہنی جاوین تو مضائقہ نہین زینت کے لیے نہین چاہییں - اور اسی قسم کی یہ حکایت ہی کہ حضرت عمر رضہ جب خلیفہ ہوے تو ایک بی بی سے آپ کو محبت تھی اسکو آپنے طلاق دے دی اس خوف سے کہ کہین کسی کی سفارش ناحق نہ کر بیٹھے اور مین اسکی خوشی کے لیے اسکا کہنا مان لون - اور یہ بے خطرہ کی چیز کو اس خوف سے ترک کرنا ہی کہ کہین خطرناک امر کی نوبت نہ پہونچے - اور اکثر مباح چیزین ممنوع چیزون کی طرف داعی ہوا کرتی ہین یہان تک کہ بہت کھانا اور مجرد آدمی کو خوشبو لگانا شہوت کا محرک ہی پھر شہوت فکر کا سبب پڑتی ہی اور فکر باعث نظر ہوتی ہی اور نظر سے اور خرافات ہوتی ہی اسی طرح تو انگرون کے گھرون اور انکے تجمل کو دیکھنا فی نفسہ مباح ہی مگر اس سے حرص اٹھتی ہی اور ویسی ہی باتون کی طلب پیدا ہوتی ہی اور حرام چیزون کی تحصیل کا مرتکب ہونا پڑتا ہی اور سب مباحات کا یہی حال ہی کہ اگر دو باتون کا لحاظ نہ رہے تو انکا انجام خطرے سے کم خالی ہوگا اول یہ کہ حاجت کے وقت بقدر ضرورت لیجاوین اور انکی آفات کو جان لیا دوم آفات سے ہمیشہ حذرناک رہین - اور اسیطرح جو شخص کہ زیادتی حرص سے کوئی چیز لیگا وہ بھی خطرے سے کم خالی ہوگا - حضرت امام احمد رح نے زینت کے لیے دیوارون کی استرکاری کو مکروہ فرمایا ہی اور فرماتے ہین کہ زمین پر کچ کرنے سے تو یہ فائدہ ہی کہ مٹی نہ اڑے دیوارون کی استرکاری سے بجز زینت کے اور کیا فائدہ ہی یہان تک کہ مسجد کی دیوارون کی استرکاری کو بھی برا فرماتے ہین اور دلیل اس روایت کو کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ مسجد کو دھونی کا روغن لگایا جاوے آپ نے فرمایا کہ عریش موسیٰ کی عریش کے برابر نہین یعنی صرف

ا ح بخاری کی بروایت ابوہریرہ رضہ

۲ ح دارقطنی و ابوداؤد بروایت ابوالدرداء رضہ

سایہ دار ہونا کافی ہی غرضکہ اس حدیث مین آپ نے روغن ملنے کی اجازت نہ دی۔ اور اکابر سلف نے باریک کپڑے کو بھی مکروہ فرمایا ہی اُنکا قول ہی
جس شخص کا کپڑا پتلا ہوتا ہی اُسکا دین بھی پتلا ہوتا ہی۔ اور یہ سب باتین اسی لیے ہین کہ مباحات سے بڑھکر اور شہوات مین نہ جا پڑین کیونکہ مباح
اور ممنوع دونون کو نفس ایک ہی خواہش سے چاہتا ہی اور جب خواہش مین چشم پوشی کا عادی ہو جاتا ہی تو پاؤن پھیلاتا ہی اسی لیے خوف مقتضی
اس امر کا ہوا کہ اس قسم کی سب مباح چیزون سے اجتناب کیا جاوے اور جس مال حلال مین یہ خوف نہ ہو کہ کسی گناہ کی طرف لیجاویگا تو وہ تیسرے
درجہ کا پاک اور حلال ہی چوتھا درجہ صدیقین کے ورع کا باقی رہا اُنکے نزدیک حلال مطلق وہ مال ہی جسکے حاصل ہونے مین کوئی معصیت نہوئی ہو
اور نہ اُس سے معصیت پر مدد لیجاوے اور نہ حال اور مآل مین اس سے قضاء حاجت مقصود ہو بلکہ صرف خدا کے لیے اور اُسکی عبادت پر قوت حاصل کرنے
کے لیے اور زندگی قائم رہنے کو لیا جاوے اِن لوگون کے نزدیک جو چیز خدا کے واسطے نہ ہو وہ حرام ہی انکا عمل اِس آیت پر ہی قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْهُمْ
فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ اور یہ رتبہ اُن لوگون کا ہی جو اللہ تعالی کو ایک کہتے ہین اور اپنے نفس کے حظون سے جدا ہو کر قصداً خاص خدا ہی تعالی کے لیے
ہو رہے ہین اور اس مین شک نہین کہ جو شخص اِس بات سے اجتناب کریگا جو اُسکے پاس کسی معصیت کو لاوے یا اُسپر کسی معصیت کی استعانت کیجاوے
تو وہ ایسے امور سے بھی احتراز کریگا جنکے کرنے کے سبب سے کوئی معصیت یا کراہت مقترن ہو چنانچہ حضرت یحیی ابن یحیی سے مروی ہی کہ اُنھون نے دوا
پی اُنکی بی بی نے کہا کہ اگر تم مسجد مین کچھ ٹہل لو تو بہتر ہی کہ دوا اپنا اثر کرے آپنے فرمایا کہ مین اپنے نفس کا حساب تیس برس سے کر رہا ہون یہ رفتار
مجکو معلوم نہین ہوتا کہ کچھ دین سے تعلق ہو غرضکہ اُنھون نے اس خیال سے کہ یہ رفتار متعلق بدین نہین اُسپر جرأت کرنا جائز نہ سمجھا۔ اور سری سقطی رح
فرماتے ہین کہ ایکبار کسی پہاڑ مین مین نے گھانس دیکھی اور پانی پہاڑ مین سے رواں تھا مین نے وہ سبزہ کھایا اور پانی پیا اور اپنے دل مین کہا کہ
اگر مین نے کبھی روز حلال طیب کھایا ہوگا تو وہ یہی روز ہی پس مجکو ایک ہاتف نے آواز دی کہ جس قوت سے تو یہان تک پہونچا وہ کیسی تھی
اور کہان سے پیدا ہوئی تھی مین نے اُس قول سے رجوع کیا اور نادم ہوا۔ اور حضرت ذوالنون مصری رح ایکبار بھوکے اور محبوس تھے ایک عورت
نیک بخت نے اُنکے لیے کھانا داروغہ محبس کے ہاتھ بھیجا آپ نے نہ کھایا پھر اُس عورت سے عذر کیا کہ میرے پاس ظالم کے ہاتھ پر پہونچا تھا یعنی
جس قوت نے مجکو کھانا پہونچایا وہ اچھی نہ تھی اسلیے مین نے نہ کھایا اور یہ نہایت درجہ کا تقوی ہی۔ اور اسی قسم کی یہ حکایت ہی کہ بشر حافی رح اُن
نہرون کا پانی نہین پیا کرتے تھے جو اُمراء نے کھدوائی ہین کیونکہ نہر پانی کے رواں ہونے اور اُن تک پہونچنے کا سبب تھی اگرچہ پانی بذات خود
مباح تھا مگر گویا کہ کھدی ہوئی نہرون سے فائدہ لینا پڑتا اور اُنکے کھدوانے کی اجرت مال حرام سے دی گئی تھی۔ اور اسی وجہ سے بعض اکابر نے
انگور کھانے سے اجتناب کیا اور باغ والے سے کہا کہ تونے انکو خراب کر دیا کیونکہ ظالمون کی کھدی نہر کا پانی انکو دیا اور یہ ورع پانی پینے سے بھی
بڑھکر ہوا کیونکہ اُس پانی سے جو چیز پیدا ہوئی اُس سے بھی احتراز کیا۔ اور بعض اکابر حج کے راستہ مین جو کنوئین اور چشمے کہ ظالمون نے بنائے ہین
اُنکا پانی نہ پیتے تھے باوجودیکہ پانی مباح ہی مگر چونکہ ایسے چشمے مین محفوظ رہا جو مال حرام سے بنایا گیا تھا اسلیے نہ پیتے تھے کہ گویا اُس سے فائدہ لینا ہوگا
اور ان سب سے بڑھکر حضرت ذوالنون مصری رح کا ورع ہی کہ داروغہ محبس کے ہاتھ سے جو کھانا آیا نہ کھایا اُسکو اسلیے کہ داروغہ کے ہاتھ کو نہین
کہ سکتے کہ حرام ہی ہان اگر غصب کی رکابی مین آتا تو کہ سکتے تھے کہ مال حرام مین رکھا گیا مگر اُن تک اُس قوت سے پہونچا تھا جو غذاء حرام سے
پیدا ہوئی تھی اور اسی سبب سے حضرت صدیق رض نے وہ دودھ کو قے کر دیا اِسی خوف سے کہ مین قوت نہ پیدا کرے باوجودیکہ آپ نے نادانستگی مین
پیا تھا اور اُسکا نکالنا واجب نہ تھا لیکن پیٹ کا خالی ہونا خبیث مال سے صدیقون کا ورع ہی۔ اور اسی قبیل سے ہی احتیاط کرنی درزی کی کہ
جو مسجد مین بیٹھکر سیتا ہو اگرچہ اُسکا پیشہ حلال ہی مگر اُسکا مسجد مین بیٹھکر سینا مکروہ ہی امام احمد رح اُسکو مکروہ فرماتے ہین اور آپ سے کسی نے
پوچھا کہ مینہ کے خوف سے اگر سوت کاتنے والا کسی مقبرہ مین بیٹھ جاوے تو اُسکا کیا حکم ہی فرمایا کہ مقبرے صرف اسی لیے ہین کہ کوئی آخرت کا
کام کیا جاوے اِس لیے ایسے شخص کا بیٹھنا مکروہ ہی۔ اور بعض اکابر کا غلام چراغ ایسے لوگون کے پاس سے جلا لایا جنکا مال مکروہ تھا

[illegible]

آپ نے چراغ کو گل کر دیا۔ اور بعضے بزرگ نے تنور مین مکروہ لکڑی کی چنگاری رہی ہوئی سے آگ نہین جلائی۔ اور بعضون نے بادشاہ کی مشعل کی
روشنی مین اپنی جوتی کے تسمہ کو مضبوط باندھنے سے احتراز کیا۔ غرض کہ یہ باریکیان ورع کی راہ آخرت کے چلنے والون کے نزدیک ہین اور
تحقیق اسمین یہ ہے کہ ورع مین ایک تو ابتدا ہے یعنی جس چیز کو فتوی حرام کہے اُس سے اجتناب کرے کہ تو عادلون کا ورع کہتے ہین اور ایک اسکی انتہا ہے
جو صدیقون کا ورع ہے یعنی جتنی چیزین کہ خدا تعالی کے واسطے نہ ہون اور شہوت کے طور پر لی گئی ہون یا مکروہ طور سے پہونچی ہون یا
اُنکے سبب سے کوئی کراہت ہوئی ہو اُن سے اجتناب کرنا اور ان دونون درجون کے درمیان مین احتیاط کے بہت سے درجے ہین
تو جس قدر آدمی اپنے نفس پر احتیاط مین مبالغہ کریگا اسی قدر قیامت کے دن ہلکا ہوگا اور پل صراط پر سے جلد گذریگا اور برائی کے پلے
کے جھکنے سے دور رہیگا اور آخرت کے درجے اسی طرح مختلف ہوتے ہین جس طرح ورع کے درجے دنیا مین ہونگے جیسے ظالمون کے حق مین
دوزخ کے طبقات جدا جدا ہونگے جتنا حرام اور خبیث مال ہے انکا تفاوت ہوگا۔ جب اس تحقیق کو جان چکے تو اب تمکو اختیار ہو چاہے
احتیاط بہت کرو یا تھوڑی اگر احتیاط کروگے تو اپنے لیے کروگے اور نہ کروگے تو اپنے لیے نہ کروگے ع بر رسولان بلاغ باشد و بس ۞

دوسری فصل شبہون کے مرتبون اور انکے پیدا ہونے کے مقامات مین اور حلال اور حرام سے انکے جدا ہونے کے ذکر مین —

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَبَیْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَا یَعْلَمُهَا كَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَی الشُّبُهَاتِ
فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِعِرْضِهٖ وَدِیْنِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِی الْحَرَامِ كَالرَّاعِیْ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِكُ اَنْ یَّقَعَ فِیْهِ۔ اس حدیث مین تینون قسمون کی
نص صحیح ہے اور مشکل انہین سے درمیانی قسم ہے جسکو بہت لوگ نہین جانتے یعنی شبہہ اسلیے اُسکا بیان کرنا اور اُسکی حقیقت کا واضح کرنا
ضروری ہے کیونکہ جس چیز کو اکثر لوگ نہین جانتے اُسکو کمتر لوگ جانتے ہین پس ہم کہتے ہین کہ حلال مطلق تو وہ چیز ہے جسکی عین ذات سے تحریم کی
صفات علیحدہ ہون اور اُسکے اسباب مین اُن چیزون کا گذر نہ ہو جنمین تحریم ہے یا کراہت کو دخل ہو اُسکی مثال یہ ہے کہ پانی جس وقت برستے
اُسی وقت آدمی اُسکو اپنی زمین خواہ مباح زمین مین کھڑا ہو کر جمع کر لے۔ اور حرام محض وہ ہے جسمین کوئی صفت حرام کرنے والی پائی جاوے
جیسے تیزی سرور لانے والی شراب مین یا نجاست پیشاب مین یا یہ کہ وہ چیز کسی سبب قطعی ممنوع سے حاصل ہوئی ہو جیسے ظلم اور سود وغیرہ سے
چیز حاصل ہو یہ دونون طرفین ظاہر ہین کچھ شبہہ کو انمین دخل نہین اور انہین دونون طرفون مین وہ بھی داخل ہین جنکا حال تو معلوم ہے کہ
مثلاً حلال ہین مگر یہ بھی احتمال ہے کہ غیر کی ہون لیکن اس احتمال کے لیے کوئی سبب نہین بجز فرض و وہم کے جیسے شکار خشکی اور تری کا
کہ حلال ہے مگر جو کوئی مثلاً ہرن پکڑے تو احتمال یہ بھی ہے کہ اُسکو کسی نے پہلے پکڑا ہو اور اُس سے چھوٹ گیا ہو اسی طرح مچھلی اگر مارے تو احتمال
ہے کہ کسی اور شخص نے پکڑی ہو اور اُس سے پھسل کر پھر پانی مین جا رہی ہو ہر چند اس طرح کا احتمال دریا کے پانی مین نہین ہو سکتا مگر چونکہ اس
احتمال کا کوئی سبب نہین اسلیے یہ شکار بھی حلال مطلق مین داخل ہے اور اس احتمال کو وسواس سمجھنا چاہیے اور ہم اس سے احتراز کرنیکو
وہمیون کا ورع کہینگے کیونکہ اس احتمال کی کوئی دلیل بجز وہم کے نہین ہان جس صورت مین کہ احتمال کی کوئی دلیل قطعی ہو مثلاً مچھلی
کان مین بالی پڑی دیکھے یا کوئی دلیل شکی ہو مثلاً ہرن کے زخم ایسا پایا کہ داغ کا بھی ہو سکتا ہے اور دوسری طرح بھی ویسا ہو سکتا ہے تو اس
صورت مین البتہ ورع کرنا بجا ہے اور جب کہ کسی طرح کی دلالت نہ شکی نہ یقینی تو دلالت کا نہ ہونا ایسا ہی ہے جیسا احتمال کا نہ ہونا اسی لیے
اُسکو وہم اور وسواس کہا جاویگا۔ اور اسی طرح یہ صورت ہے کہ کسی شخص نے دوسرے سے گھر مانگ لیا اور مالک کہین کو چلا گیا تو وہ مکان سے
نکل جائے اور کہنے لگے کہ احتمال ہے کہ مالک مرگیا ہو اور اُسکے وارثون کا حق اس مکان سے متعلق ہو گیا ہو اس لحاظ سے مین نہین رہتا ہون
تو یہ بھی وسواس ہے کیونکہ مالک کی موت پر کوئی سبب قطعی یا شکی نہین پایا گیا اور شبہہ ممنوع وہی ہے جو شک سے پیدا ہو اور شک اسکو کہتے ہین
کہ دو اعتقاد ایک دوسرے کے خلاف دو سببون جدا گانہ سے پیدا ہون تو جس بات کا سبب ہی نہ ہوگا اُسکا اعتقاد دل مین کیسے جمیگا

ترجمہ حلال کھلا ہوا اور حرام کھلا ہوا اور ان دونون کے بیچ مین امور مشتبہ ہین جنکو بہت سے آدمی نہین جانتے تو جو کوئی ان مشتبہات سے بچا اُسنے اپنی آبرو اور دین کو صاف کرلیا اور جو کوئی اشتبہات

مین پڑا وہ حرام مین پڑیگا

کہ دوسرے اعتقاد کے مخالف ہوسکے اور شک پہنچاوے اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ اگر کسی کو شک ہوا کہ مین نے تین رکعتین پڑھی ہین یا چار تو وہ تین کو اختیار کرے کیونکہ چوتھی کی اصل معدوم ہے اور اگر کسی شخص سے سوال کیا جاوے کہ تم نے ظہر کی نماز دس برس پیشتر فلان روز تین پڑھی تھی یا چار تو اسکو یقیناً یاد نہ ہوگا کہ چار ہی پڑھی تھی اور جب یقین نہ ہوا تو وہم اسکا بھی کریگا کہ شاید تین ہوں مگر یہ وہم شک نہین اسلیے کہ اسکا کوئی سبب نہین جس سے تین رکعتون کا اعتقاد ہو۔ غرض کہ شک اور وہم کی حقیقت کو خوب سمجھ لینا چاہیے وہ اشیا جنمین جہر عنہ وہم اور تجویز پائی جاوے اور کوئی وجہ حرمت کی نہو وہ حلال مطلق مین داخل ہین اسی طرح اگر حرمت قطعی ہو اور حلت کی وجہ وہم کے طور پر ہو اور اسکا کوئی سبب نہو تو وہ حرام محض ہین مثلاً ایک شخص کے ہاتھ مین اسکے مورث کی چیز ہے اور اسکا دوسرا کوئی وارث نہین اور وہ چلا جاوے اور شخص مذکور کہنے لگے کہ ہوگا کہ وہ مرگیا ہو اور وہ چیز میری ہی ملک مین آگئی ہو اور اسی وہم سے اس چیز مین تصرف کر ڈالے تو مرتکب حرام محض کا ہوگا کیونکہ اسکے وہم کا کوئی سبب نہین۔ پس ایسی طرح کی اشیا کو شبہات مین نہ جاننا چاہیے بلکہ شبہہ کی چیزین وہی ہین جنکا حال ہم پر مشتبہ ہو جاوے یعنی دو اعتقاد دو سببون سے پیدا ہون اور کسی کو ترجیح نہو تو اس صورت کو شبہہ کہینگے اب معلوم کرنا چاہیے کہ شبہہ کے پیدا ہونے کے چار مقام ہین

مقام اول سبب حلت اور حرمت مین شک ہونا۔ اور یہ دو حال سے خالی نہین یا دو احتمال برابر ہونگے یا ایک غالب ہوگا اگر دونون برابر ہونگے تو جو امر پہلے سے معلوم ہوگا وہی رہیگا شک سے کوئی دوسرا حکم نہ کیا جاویگا اور یہ یعنی حکم سابق کو دیکھکر حال پر ویسا ہی حکم رکھنا استصحاب کہلاتا ہے اور اگر کوئی احتمال غالب ہوگا اور اسکا غلبہ بھی دلالت معتبر سے ہوا ہوگا تو غالب پر حکم کیا جاویگا اور یہ بات بدون مثالون اور دلائل کے واضح نہوگی اسلیے ہم اسکو چار قسمون مین منقسم کرتے ہین۔ پہلی قسم یہ کہ حلال ہونا پیشتر سے معلوم نہو پھر جس وجہ سے کہ چیز حلال ہوتی اسمین شک پڑ گیا تو ایسے شبہہ سے احتراز کرنا واجب ہے اور اسپر جراءت کرنی حرام ہے مثلاً ایک شخص نے شکار کے تیر مارا اور وہ زخمی ہوکر پانی مین گرا اور اسکو مردہ پایا اور یہ نہین معلوم کہ ڈوب کر مرا یا زخم سے مرا تو یہ حرام ہوگا اسلیے کہ اصل مین حرام تھا بجز ایک خاص طرح مرنے کے اور اس طریق معین مین شک پڑ گیا تو یقینی بات شک سے نہ چھوڑی جاویگی جیسے طہارتون اور نجاستون اور نماز کی رکعات وغیرہ مین یہی صورت کرتے ہین اور ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عدی بن حاتم کو اسی صورت پر محمول کیا جاویگا یعنی [1] اس شکار کو مت کھا شاید اسکو تیر سے کتے کے سوا اور کسی نے قتل کیا ہو اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس [2] جب کوئی چیز آتی اور اسکا حال آپ پر مشتبہ ہوتا کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ تو اسکو دریافت فرماتے یہان تک کہ معلوم ہو جاتا کہ دونون مین سے کونسا ہے۔ اور مروی [3] ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات جاگے آپ کی ازواج مطہرات مین سے کسی نے پوچھا کہ آپ جاگے آپ نے فرمایا کہ ہان مین نے ایک خرما پایا اور رکھا پس یہ خوف ہوا کہ کہین صدقہ کا نہو اور ایک روایت مین یہ ہے کہ مین نے اسکو کھا لیا اور خوف کیا۔ اور اسی قسم کی یہ روایت ہے جو کسی صحابی [4] سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے ہمکو بھوک لگی اور ایک منزل مین اترے جسمین گوہین بہت تھین ہم نے انکو ذبح کرکے ہنڈیون مین چڑھا دیا وہ پک رہی تھین کہ اسنے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک امت بنی اسرائیل مین مسخ ہوگئی تھی مجھے ڈر ہے کہ یہ اسی مین کی نہ ہون ہمنے ہانڈیون کو اوندھا دیا پھر بعد کو خدا تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ ہمنے کسی مخلوق کو ایسی طرح مسخ نہین کیا کہ اسکی نسل رہی ہو اور اول آپ کا رکنا اس وجہ سے تھا کہ اصل مین حلال نہ تھی مگر ذبح کی وجہ سے اور محل ذبح ہونے مین شک تھا۔ دوسری قسم یہ ہے کہ چیز پیشتر حلال ہو اور وجہ حرمت مین شک ہو جاوے تو اسمین اصل حلت ہی کا حکم رہیگا اسکی مثال یہ ہے کہ دو شخصون نے دو عورتون سے نکاح کیا اور ایک پرند اڑتا ہوا دیکھکر ایک نے کہا کہ اگر یہ کوا ہو تو اسکی بی بی پر طلاق ہے دوسرے نے کہا کہ اگر کوا نہ ہو تو اسکی زوجہ کو طلاق ہے اور اس پرند کا حال نہ کھلا کہ کوا تھا یا نہین تو کسی عورت کی حرمت کا حکم نہ لگیگا اور نہ ان مردون کو انسے اجتناب کرنا واجب ہوگا بلکہ ورع کی رو سے احتراز کرنا اور دونون کو طلاق دے دینا مناسب ہوگا تاکہ اور شوہرون کو حلال ہو جاوین اور مکحول رح نے اس مسئلہ مین اجتناب کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور اس

[1] بخاری و مسلم بروایت عدی بن حاتم ۱۲ [2] بخاری بروایت ابی ہریرہ رض ۱۲ [3] احمد بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ۱۲ [4] ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ بروایت صائب بن یزید نحوہ مع اختلاف ابن حبان و بیہقی بروایت عبد الرحمن بن حسنہ ۱۲

مسئلہ ہین کہ دو شخصون نے تنازع کیا اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو حاسد ہی اُسنے جواب دیا کہ ہم مین سے جو زیادہ حاسد ہو اُسکی جورو پر تین طلاق
اور یہ معلوم ہونا مشکل پڑا کہ زیادہ حاسد کون ہی شعبی رضنے فرمایا کہ دونون کو اپنی بی بی سے اجتناب چاہیے تو اگر شعبی اور مکحول رضہ کی غرض
اجتناب سے وہی ہی کہ ورع کے رو سے احتراز چاہیے تب تو درست ہی اور اگر یہ غرض ہی کہ حرمت ثابت ہو گئی تو حرمت کی کوئی وجہ ثابت نہین
کیونکہ طہارات اور نجاسات اور پانیون اور نمازون مین ثابت ہی کہ شک سے یقین کا ترک کرنا واجب نہین تو یہ معاملہ بھی ویسا ہی ہی یہان
بھی یہی حکم ہوگا۔ اب اگر یہ کہو کہ اِس مسئلہ مین اور طہارات کے مسئلہ مین مناسبت کیا ہی جو اسکا اور اُسکا ایک حکم کہتے ہو تو اسکا جواب یہ ہی
کہ مناسبت کی ضرورت نہین بعض صورتون مین یہ حکم بدون مناسبت بھی لازم آجاتا ہی مثلاً جس صورت مین کہ آدمی کو پانی کے پاک ہونے کا
یقین ہو پھر اُسکو اُسکی نجاست مین شک پڑجاوے تو اِس صورت مین اُس پانی سے اُسکو وضو کرنا جائز ہی علی ہذا القیاس پینا کیسے ناجائز ہوگا
وہ بھی درست ہوگا اور جب پینا درست ہوا تو ثابت ہوا کہ یقین شک سے نہین دور ہوتا ہان یہان ایک اور نکتہ ہی وہ یہ ہی کہ پانی کی نظیر
جب درست ہوتی کہ آدمی اِس بات مین شک کرتا کہ مین نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہی یا نہین تو اُسوقت یون جواب ہو سکتا تھا کہ اصل
یہی ہی کہ طلاق نہین دی مگر مسئلہ مذکور کی نظیر اِسپر منطبق نہین ہوتی کہ یقین شک سے نہین جاتا بلکہ اُسکی نظیر یہ ہو سکتی ہی کہ دو برتنون مین سے
ایک یقینی نجس ہو اور یاد نہ رہے کہ کونسا ہی تو اب اُنمین سے کسی کا استعمال درست نہین جب تک اجتہاد اور اٹکل نہ کرلے اسلیے کہ اُسمین
طہارت ایک کی یقینی ہی اور نجاست دوسرے کی بھی یقینی تو دونون یقینون کے مقابل ہونے سے استعمال درست نہ ہوگا مگر یہ کہ ایک یقین کو
اٹکل سے ترجیح دیجاوے یہی معاملہ مسئلہ مذکور مین ہی کہ ایک بی بی پر طلاق یقینی پڑگئی اور یہ معلوم نہین کہ کونسی پر پڑی تو چاہیے تھا کہ اجتہاد
ایک ہی حلال رہتی دوسری حرام ہو جاتی۔ پس اِس نکتہ کے باب مین ہم کہتے ہین کہ دو برتنون مین شافعیون کے تین قول ہین بعض تو فرماتے ہین
کہ بدون اجتہاد ایک سے وضو درست ہی اور بعض کہتے ہین کہ جب یقین نجاست طہارت کے یقین کے مقابل ہوا تو دونون سے اجتناب چاہیے
اور اجتہاد کرنا اسمین مفید نہ پڑیگا اور کچھ بیچ کی راہ چلے ہین اور فرماتے ہین کہ اجتہاد کرکے ایک کا استعمال جائز ہی اور یہی قول صحیح ہی مگر اسکی
نظیر مسئلہ مذکور اُس صورت مین ہی کہ ایک شخص کی دو بیبیان ہون اور وہ پرند کو دیکھکر کہے کہ اگر یہ کوا ہو تو ہندہ کو طلاق ہی ورنہ خالدہ کو تو اِس
صورت مین البتہ اُسکو دونون سے علیحدگی کرنا پڑیگی اور استصحاب کی وجہ سے دونون سے صحبت کرنی ناجائز ہوگی اور اجتہاد جائز نہوگا کیونکہ
کوئی علامت نہین ہی اور ہم اُسپر دونون کو حرام کہتے ہین اِسلیے کہ اگر وہ دونون سے صحبت کریگا تو قطعی حرام کا مرتکب ہوگا اور اگر ایک سے کریگا
اور کہیگا کہ مین اسی پر کفایت کرتا ہون تو ترجیح بلا مرجح زبردستی لازم آویگی اِس تقریر سے معلوم ہوا کہ اِس مسئلہ مذکور مین اگر ایک شخص ہو تو اسکا حکم
جدا ہی اور دو ہون تو حکم اور ہی کیونکہ ایک شخص مین تو حرمت یقینی ہی اور دو مین ہر ایک شخص کو حرمت مین شک ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ جس صورت
مین برتن دو شخصون کے ہون تو چاہیے کہ وہان بھی اجتہاد مفید نہ پڑے اور ہر ایک شخص اپنے اپنے برتن سے وضو کرلے اسلیے کہ طہارت
ہر ایک کی یقینی ہی اور نجاست مین شک ہو گیا ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ واقع مین احتمال فقہی تو اسی طرح ہی مگر ظن غالب کی رو سے اِس صورت کا
یہ حکم ہی کہ کوئی شخص وضو اُن دونون برتنون سے نہ کرے پانی کی صورت مین دو شخصون اور ایک کا حکم یکسان ہی اسلیے کہ وضو کا درست ہونا
اِس بات کو نہین چاہتا کہ پانی اُس شخص کی ملک بھی ہو بلکہ اگر کوئی شخص غیر کے پانی سے وضو کر لیگا تب بھی رفع حدث کے لیے ایسا ہی
ہوگا کہ گویا اپنے پانی سے وضو کیا پس پانی کے باب مین ملک جدا الگ نہ ہونا کچھ مؤثر نہ ہوا بخلاف دوسرے کی زوجہ سے صحبت کرنے کے
کہ وہ ناجائز ہی اور دوسری وجہ یہ ہی کہ نجاسات کے باب مین علامتون کو دخل ہی اور اجتہاد اُسمین ہو سکتا ہی اور طلاق مین یہ بات نہین
ہو سکتی اسلیے پانی مین استصحاب کی تقویت کسی علامت سے ضرور ہی تاکہ اُسکی نجاست کے یقین کو جو طہارت کے یقین کے مقابل ہی دفع
کر دیا جاوے اور یہ اقسام استصحابات اور ترجیحات کے فقہ کے دقائق مین سے ہین ہم نے اُنکو فقہ کی کتابون مین مکمل لکھا ہی اِس مقام پر

اسکے سوا اور کچھ قصد و ذہن میں کہ اسکے قواعد پر تنبیہ کر دیں تیسری قسم یہ ہے کہ اصل میں حرمت ہو مگر اسپر کوئی ایسی شئ طاری ہوئی ہو جو ظن غالب کی رو سے موجب حلت ہو تو ایسی چیز مشکوک ہوتی ہے اور غالب یہی ہے کہ حلال ہو اسکا حکم یہ ہے کہ دیکھنا چاہیے کہ غلبۂ ظن کا سبب اگر شرعی وجہ اور معتبر ہے تو ایسی صورت میں مختار یہ ہے کہ وہ چیز حلال ہے اور اس سے اجتناب کرنا ورع میں داخل ہے مثلاً ایک شکار پر تیر مارا اور وہ نظر سے غائب ہو گیا بعد اسکے مردہ ملا اور بجز تیر کے اور کوئی نشان زخم وغیرہ کا نہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ گر کر مر گیا ہو یا کسی اور سبب سے مرا ہو اگر کسی دوسرے صدمہ یا زخم کا نشان بھی ہو گا تب تو اول قسم میں لاحق ہو جاویگا کیونکہ جب اور نشان نہ ہو تو امام شافعی رح کا قول اسمیں مختلف ہے اور مختار یہی ہے کہ حلال ہے اسلیے کہ تیر کا زخم سبب ظاہر اور یقینی ہے اور اصل یہی ہے کہ اسپر اور کوئی امر ہلاک طاری نہیں فقط شک ہے کہ طاری ہو گیا ہو تو یقین شک کے باعث سے دور نہ کیا جاویگا۔ اب اگر یہ کہا جاوے کہ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ کُلْ مَا اَصْمَیْتَ وَدَعْ مَا اَنْمَیْتَ اور حضرت عائشہ رض نے روایت کی ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خرگوش لایا اور عرض کیا کہ یہ میرا شکار ہے میں نے اسمیں اپنا تیر [illegible] آپ نے فرمایا کہ یہ تیر لگتے ہی تیرے سامنے گر گیا تھا یا نظر سے غائب ہو گیا تھا اسنے عرض کیا کہ نظر سے غائب ہو گیا تھا آپ نے فرمایا کہ رات اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اسکا اندازہ سوا اسکے خالق کے اور کوئی نہیں کر سکتا شاید اسکے قتل پر کسی اور چیز نے مدد کی ہو اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم کو انکے کتے تعلیم یافتہ کے باب میں فرمایا کہ اگر وہ کھا وے تو مت کھا کیونکہ مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں اسنے اپنے ہی لیے شکار نہ پکڑا ہو حالانکہ غالب یہی ہے کہ کتا تربیت یافتہ اپنی عادت نہیں چھوڑتا اور مالک ہی کے لیے شکار پکڑتا ہے مگر باوجود اسکے آنکو ممانعت فرمائی اور اسکی وجہ یہ ہے کہ حلت جب ثابت ہوتی ہے کہ اسکا سبب کامل متحقق ہو جاوے اور سبب کا پورا ہونا اسطرح ہے کہ بدون دوسرے سبب کے طاری ہونے کے وہی موت کا باعث ہوا اور جب اسمیں شک ہو گا تو سبب کے کامل ہونے میں شک پڑیگا یہاں تک کہ یہ امر مشتبہ ہو جاویگا کہ اسکی موت حلت پر ہوئی یا حرمت پر توقف کہ یہ شکار اس طرح کا نہوگا جسکا مرنا یقینی حلت پر اسی دم ہوا ہو پھر شک سبب طاری میں واقع ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رض کا منع فرمانا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا ورع پر اور نہی تنزیہی پر محمول ہے کیونکہ بعض روایتوں میں یہ بھی تو وارد ہے کہ ایسے شکار میں سے کھا لے گو تجھ سے غائب ہو جاوے بشرطیکہ اپنے تیر کے سوا کوئی اور نشان مرنے کا نہ پاوے اور یہ روایت اسی علت کی تنبیہ ہے جو ہم نے ذکر کی ہے یعنی اگر دوسرا نشان پاویگا تو سبب میں تعارض ہو جاویگا اور اسی لیے گمان غالب میں تعارض ہوگا اور اگر اپنے زخم کرنے کے سوا کوئی نشان نہ پاویگا تو غالب ظن حاصل ہو جاویگا اور اسی کے لحاظ سے حلت کا اور استصحاب کا حکم کیا جاویگا جیسے خبر واحد اور قیاس ظنی وغیرہ کے موجب عمل کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ باقی معترض نے یہ جو کہا تھا کہ یقینی متحقق نہیں ہوا کہ اسکی موت اسی دم حلت پر ہوئی تو سبب میں شک واقع ہو گیا پس یہ اسطرح نہیں ہے جیسا معترض نے خیال کیا بلکہ سبب تو یقینی ہو گیا کیونکہ زخم ہی موت کا باعث ہوا ہے ہاں دوسرے سبب کے طاری ہونے میں شک ہے۔ اور ہمارے اس قول کی صحت پر اجماع دلالت کرتا ہے یعنی اگر کوئی شخص زخمی ہو کر غائب ہو جاوے اور پھر مردہ ملے تو اس بات پر اجماع ہے کہ اسکے زخمی کرنے والے پر قصاص واجب ہے بلکہ اگر وہ غائب نہ ہو تب بھی معترض کے قول بموجب قصاص نہ ہونا چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اسکی موت اسکی باطن کی کسی خلط کے ہیجان سے ہوئی ہو جیسے آدمی ایکبارگی مر جاتا ہے تو چاہیے کہ قصاص ایسی صورت [illegible] نہ ہوا کرے بلکہ جب ایک شخص دوسرے کی گردن کاٹ ڈالے یا ایسا زخم کاری لگا دے کہ فوراً ٹھنڈا کر دے تو اسی صورت میں قصاص لازم آوے کیونکہ باطن کے اسباب جو مہلک ہیں انسے بچاؤ کی صورت نہیں اور انکے باعث سے تندرست آدمی دفعۃً مر جاتا ہے حالانکہ اسکا قائل کوئی نہیں باوجودیکہ قصاص شبہہ کی صورت میں ساقط ہو جاتا ہے مگر یہاں کوئی قصاص کو ساقط نہیں کہتا اسی طرح ذبح کیے ہوئے جانور کے پیٹ میں سے جو بچہ نکلتا ہے وہ حلال ہوتا ہے حالانکہ ممکن ہے کہ وہ اپنی ماں کے ذبح ہونے کے پیشتر ہی مر گیا ہو اسکے ذبح ہونے سے نہ مرا ہو یا اسمیں روح شروع ہی سے نہ پڑی ہو اسی طرح اگر حاملہ عورت کو کوئی شخص صدمہ پہنچاوے اور اسکا بچہ مرا ہوا نکل پڑے تو اس شخص پر

غلام آزاد کرنا واجب ہوتا ہی اگرچہ ممکن ہی کہ بیچ مین پہلے ہی روح نہ پڑی ہو یا اُس شخص کے صدمہ سے پہلے کسی اور سبب سے مر گیا ہو لیکن ان
سب باتون کی بنا ظاہری اسباب پر لیجاتی ہی اور دوسرے احتمال کا اگر کوئی سبب نہ پایا جاویگا تو وہ وہم اور وسواس مین شامل ہی
جیسا کہ پیشتر ہم نے ذکر کیا ہی تو اسی طرح اِس مسئلہ کو سمجھنا چاہیے - اور یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے خوف ہی کہ
تعلیم یافتہ کتے نے اپنے لیے شکار نہ پکڑا ہو تو اِس باب مین امام شافعی رح کے دو قول ہین اور ہمارے نزدیک اُنمین سے مختار قول حرمت کا
اِسلیے کہ یہان سبب مین تعارض واقع ہوتا ہی کیونکہ تربیت یافتہ کتے کا حال مثل آلہ اور وکیل کے ہی اگر خود چھوٹ کر اپنے لیے پکڑ لیتا ہی
تو حرام ہو جاتا ہی اور مالک کے واسطے پکڑتا ہی تو حلال ہوتا ہی پس جس صورت مین کہ مالک کے اشارہ سے چھوٹے اور شکار کو پکڑ کر کھاوے
تو شکار پر اشارہ سے جانا تو اِس بات کو چاہتا ہی کہ کتا مالک کی وکالت اور نیابت کرتا ہی اور بعد کو شکار مین سے کھانا اِس بات پر دلالت
کرتا ہی کہ اُسنے اپنے واسطے شکار پکڑا ہی نہ مالک کے لیے تو اب اِن دونون سببون مین حلت اور حرمت کے تعارض ہوا اِسلیے احتمال مین
بھی تعارض ہوا اور اصل حرمت تھی تو وہی قائم رہیگی اور شک سے زائل نہ ہوگی اور یہ ایسی صورت ہوئی کہ ایک شخص نے دوسرے کو
وکیل کیا کہ میرے لیے ایک لونڈی خرید دے پھر وکیل نے ایک لونڈی خریدی اور ابھی یہ کہنے نہین پایا تھا کہ اپنے لیے لی ہی یا مالک کے لیے
کہ انتقال کر گیا تو موکل کو اُس صورت مین اُس لونڈی سے صحبت کرنی حلال نہ ہوگی کیونکہ وکیل کو اپنے لیے خریدنے کی بھی قدرت تھی اور
موکل کے لیے بھی اور ترجیح کی کوئی دلیل موجود نہین اور اصل حرمت ہی تو اُسی کا اعتبار ہوگا پس اِسطرح کی صورت پہلی قسم مین ملحق ہی نہ تیسری مین
چوتھی قسم یہ کہ حلت معلوم ہو اور کوئی وجہ شرعی معتبر حرمت کی طاری ہو گئی ہو جس سے غلبۂ ظن حرمت کا ہو جاوے پس اُسکی حلت سابقہ
دور کیجاویگی اور حرمت کا حکم دیا جاویگا کیونکہ ہمکو معلوم ہو گیا کہ استصحاب کی وجہ ضعیف ہی اور غلبۂ ظن کے ساتھ مین اُسکا حکم باقی نہ رہیگا
اُسکی مثال یہ ہی کہ دو برتنون مین سے ایک کی نجاست اجتہاد سے معلوم کرے یعنی کسی علامت معین پر اعتماد کر کے ظن غالب اِس بات کا کر
کہ یہ برتن نجس ہی تو یہ غلبۂ ظن اُس پانی کے پینے اور اُس سے وضو کرنے کی حرمت کا موجب ہوگا یا یہ کہ یون کہا کہ اگر زید عمرو کو مار ڈالے
یا شکار کو قتل کرے اور اُسکے مارنے مین تنہا وہی ہو تو میری بی بی کو طلاق ہو جاوے پھر زید نے عمرو خواہ شکار کو زخمی کیا اور مجروح غائب ہو گیا
اور بعد کو مُردہ ملا تو اُس شخص کی بی بی اُسپر حرام ہو جاویگی اِسلیے کہ ظاہر یہی ہی کہ مقتول کو صرف زید ہی نے مارا ہی جیسا کہ پیشتر بیان ہوا -
اور امام شافعی رح نے تصریح فرمادی ہی کہ اگر کوئی شخص چشمون مین پانی رنگ بدلا ہوا پاوے اور ہو سکتا ہو کہ زیادہ دنون کے رہنے سے بگڑ گیا ہو
یا کسی نجاست کے باعث سے متغیر ہوا ہو تو اُس پانی کو استعمال کرے اور اگر کسی ہرنی کو اُسمین پیشاب کرتے دیکھے پھر متغیر پاوے اور اب
احتمال ہو کہ پیشاب سے متغیر ہوا ہی یا زیادہ ٹھہرنے سے تو اِس صورت مین اُسکا احتمال درست نہین کیونکہ پیشاب کا دیکھنا غلبۂ احتمال
نجاست پر دلیل موجود ہی اور یہی مثال ہی قسم چہارم کی اور یہ غلبۂ ظن اُس صورت مین معتبر ہی کہ کسی علامت سے متعلق ہو جو اُس شی مین
موجود ہو اور جو غلبۂ ظن اِس طرح کی علامت سے متعلق نہ ہو گا تو اُسمین امام شافعی رح کا قول مختلف ہی کہ آیا اصل حلت اِسطرح کی غلبۂ ظن سے
جاتی رہتی ہی یا نہین چنانچہ مشرکون اور دائم الخمر آدمیون کے برتنون سے وضو کر لینے مین اور گُدڑی ہوئی قبرون مین نماز پڑھنے کے باب مین
اور سڑکون کی کیچڑ کے ساتھ نماز پڑھنے مین بشرطیکہ جس قدر سے احتراز دشوار ہی اُس سے زائد لگجاوے اُنکا قول مختلف ہی اور اِس مسئلہ کا
نام اصحاب شافعی نے یہ رکھا ہی کہ جب اصل اور غلبۂ ظن کا تعارض ہو تو کسکا اعتبار ہوتا ہی - غرضکہ یہ غلبۂ ظن دائم الخمر اور مشرکون کے
برتنون سے پانی پینے کی حلت مین جاری ہی کیونکہ نجس پانی کا پینا حلال نہین ہوتا پس معلوم ہوا کہ ماخذ نجاست اور حلت کا ایک ہی ہی
اور اگر دونون مین سے ایک مین تردد ہوگا تو دوسرے مین بھی تردد کا موجب ہوگا اور جس بات کو مین نے اختیار کیا ہی وہ یہ ہی کہ اعتبار
اصل کا ہی اور علامت اگر چیز کی ذات سے متعلق نہ ہوگی تو اصل کے دور کرنے کی موجب نہ ہوگی اور قریب ہی کہ اِسکا بیان اور دلیل

شبہہ کے اُٹھنے کی دوسرے مقام مین مذکور کرینگے جسکو شبہہ غلط کہتے ہین - اوپر کی تقریر سے حکم اُس حلال کا معلوم ہوگیا جسکے اندر حرمت کی وجہ طاری ہونے کا شک یا گمان غالب ہوا اور اُس حرام کا حکم معلوم ہوا جسمین حلت کی وجہ طاری ہونے کا شک یا ظن ہوا ہوا اور یہ فرق بھی معلوم ہوگیا کہ اگر ظن کسی ایسی علامت سے متعلق ہو جو چیز کی ذات مین پائی جاوے تو وہ اَور ہے اور جو ایسی علامت سے متعلق نہو تو وہ اَور ہے اور ان چارون قسمون مین جن چیزون کو ہمنے حلال کہا ہے وہ اول درجہ کی حلال ہین احتیاط یہی ہے کہ اُنسے اجتناب کیا جاوے اور جو کوئی اُنپر اقدام کریگا وہ متقیون اور صالحون سے نہ ہوگا بلکہ عادلون کے زمرہ مین متصور ہوگا یعنی شرع کے فتوی کے بموجب بدکار اور گناہگار اور مستوجب عزانہ ٹھہریگا ہان جن باتون کو ہم وسواس کے مرتبہ مین شامل کر چکے ہین اُنسے احتراز کرنا ورع مین ہرگز داخل نہین چنانچہ پہلے بھی ہم کہہ چکے ہین

دوسرا مقام شبہہ کے پیدا ہونے کا خلط ہے یعنی حلال اور حرام آپس مین ملجاوین اور تمیز نہ رہے اور امر مشتبہ ہو جاوے اب خلط کی تین صورتین ہین ایک یہ کہ دونون طرف عدد لا انتہا ہون دوم یہ کہ ایک ہی طرف ہون سوم یہ کہ دونون طرف محصور اور معدود ہون پھر اِس تیسری صورت کی دو نوع ہین ایک یہ کہ اختلاط امتزاج کے ساتھ ہو کہ حلال اور حرام کی افراد کی طرف اشارہ جدا جدا نہ کر سکین جیسے بہنے والی چیزین آپس مین مل جاوین یا اختلاط ابہام کے ساتھ ہو مگر افراد کی طرف جدا جدا اشارہ کر سکتے ہون جیسے غلامون اور مکانون اور گھوڑون وغیرہ کا ملجانا اور یہ دوسری صورت بھی دو حال سے خالی نہین کہ جو چیزین مختلط ہوئی ہین یا ایسی ہین کہ انکی ذات مقصود ہو جیسے اسباب یا ایسی ہین کہ انکی ذات مقصود نہین جیسے نقد تو اِس تقسیم سے اِسکی بہت سی قسمین پیدا ہوتی ہین قسم اول یہ کہ کوئی چیز چند محصور مین ملجاوے مثلاً ایک مردار بکری ذبح کی ہوئی ایک یا دس بکریون مین ملجاوے یا ایک عورت دودھ کی بہن دس عورتون مین ملجاوے یا دو بہنون مین سے ایک کے ساتھ نکاح کیا پھر شبہہ ہوگیا کہ کسکے ساتھ کیا تھا تو اِس قسم کے شبہہ سے بالاجماع احتراز کرنا واجب ہے کیونکہ علامتون اور اجتہاد کو اسمین دخل نہین اور چونکہ اختلاط عدد محصور مین ہوا ہے تو سب ملکر ایک چیز کی طرح ہوگئے ہین اور اُسمین یقین حلت اور یقین حرمت دونون ایک دوسرے کے متعارض بلا ترجیح ہین اور یہ اختلاط اگر ایسی طرح ہو کہ پہلے حلت ثابت ہو کر پھر حرمت کا اختلاط طاری ہو جاوے جیسے دو بیبیون مین سے ایک پر طلاق پڑنی مسئلہ پر نہ این گذری یا اِسطرح اختلاط ہو کہ حلت سے پیشتر ہی حرمت کا اختلاط ہوگیا ہو جیسے دودھ کی بہن اجنبی عورت کے ساتھ مشتبہ ہو جاوے اور ایک کا حلال کرنا چاہیے تو دونون صورتون مین کچھ فرق نہین دونون کا حکم حرمت ہی کا رہیگا - مگر حرمت کے طاری ہونے کی صورت مین کبھی مشکل ہوتی ہے مثلاً دو بیبیون مین سے ایک کی طلاق مین کہ بموجب بیان گذشتہ استصحاب ہو سکتا ہے لیکن ہمنے مسئلہ پرندین جواب کی وجہ بھی لکھدی ہے کہ یقین حرمت مقابل یقین حلت کے پڑا ہے اسوجہ سے استصحاب ضعیف ہے اور نظر شریعت مین خطر کی جانب غالب تر ہوتی ہے اِس لیے ترجیح حرمت کو رہتی ہے اور یہ صورت اُسی وقت ہے کہ حلال محصور حرام محصور مین مختلط ہوا اور جن صورتون مین کہ حلال تو محصور ہو اور حرام غیر محصور تو ظاہر ہے کہ اجتناب بطریق اولی ہوگا قسم دوم یہ کہ حرام محصور ہو اور حلال غیر محصور جیسے مثلاً ایک دودھ کی شریک یا دس عورتین دودھ کی شریک کسی بڑے شہر کی عورتون مین مختلط ہو جاوین تو اِس صورت مین سارے شہر کی عورتون سے نکاح کرنے مین اجتناب کرنا لازم نہین بلکہ جائز کہ جس سے چاہے نکاح کرلے اور اِس قسم مین علت یہ ٹھہرائی کہ حلال کی کثرت کی صورت مین حلت کو ترجیح چاہیے جائز نہین کیونکہ اِس صورت مین یہ لازم آویگا کہ اگر ایک دودھ کی شریک دس اجنبی عورتون مین مختلط ہو جاوے تو نکاح درست ہونا چاہیے حالانکہ اِسکا کوئی قائل نہین بلکہ علت کثرت اور حاجت دونون ہین کیونکہ جس شخص کا دودھ کا شریک یا اور کوئی محرم یا سسرال کے رشتہ سے یا اور کسی سبب سے حرام شخص مختلط ہو جاوے تو یہ نہین ہوسکتا کہ اُسپر باب نکاح بالکل بند کردیا جاوے - اور اِسی طرح جس شخص کو معلوم ہو کہ مال دنیا مین قطعاً حرام ملا ہوا ہے تو اُسپر ضرور نہین کہ خریدنا اور کھانا چھوڑدے کیونکہ اِسمین دقت اور حرج ہے حالانکہ دین اسلام مین کچھ حرج نہین ہے اور اِس امر کی دلیل یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

زمانہ مین ایک ڈھال چوری گئی تھی اور کسی شخص نے براہ خیانت غنیمت کے مال مین سے عبا لے لی تھی تو دنیا مین کسی نے ڈھال اور عبا کے خریدنے سے امتناع نہین کیا تھا اور یہی حال ہر چیز کا جو چوری ہو جاوے کہ دوسرون پر اسکی جنس کی بیع و شرا کا ترک کرنا لازم نہین اسی طرح یہ بھی لوگون کو معلوم تھا کہ بعض لوگ روپیون اشرفیون پر سود لیتے دیتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دوسرے نیک بختون نے روپیون اشرفیون کو بالکل چھوڑ نہین دیا تھا سب کے کاروبار انسے ہوتے تھے۔ حاصل یہ کہ دنیا حرام سے جب ہی بچتی ہی کہ جب تمام دنیا کے لوگ گناہ چھوڑ دین اور یہ محال ہی پس جب اسطرح کا اجتناب دنیا مین شرط نہین تو شہر مین بھی مشروط نہ ہونا چاہیے ہان جس صورت مین کہ عدد محصور ہو تو مضائقہ نہین اور عدد غیر محصور کی صورت مین اجتناب کرنا وسواسیون کا ورع ہی کیونکہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہی اور نہ کسی صحابی سے اور نہ کسی ملت اور کسی زمانہ مین اسطرح کے اجتناب کا نباہنا خیال مین آوے۔ اب اگر یہ کہو کہ خدا تعالی کے علم مین تو سب عدد محصور ہی ہین پھر عدد محصور کی حد کیا ہی اگر آدمی چاہے کہ کسی شہر کے باشندون کا شمار کرے تو ہو سکتا ہی بشرطیکہ کوئی اُسکے شمار مین مزاحم نہ ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ ان جیسے امور کی حد باندھنی ناممکن ہی مگر تقریباً حد کر دیا کرتے ہین پس ہم کہتے ہین کہ عدد غیر محصور کی یہ حد ہی کہ اگر ایک میدان مین سب اکٹھے ہو جاوین تو دیکھنے والے کو بمجرد نگاہ کرنے کے انکا شمار مشکل ہو جیسے ہزار اور دو ہزار کہ عدد غیر محصور ہین اور اگر شمار کرنے مین دقت نہ ہو بلکہ آسانی سے گن لیے جاوین جیسے دس اور بیس مین تو وہ محصور ہین اور ان دونون حدون کے درمیان کے عدد اوساط متشابہ ہین کہ گمان غالب کے ذریعہ سے کسی طرف انمین ملا دیے جاتے ہین اور جس عدد مین شک واقع ہو اسمین فتوی دل سے لینا چاہیے کہ گناہ دل مین کھٹکا کرتا ہی اور اسی جیسے مقام مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وابصہ کو ارشاد فرمایا کہ اسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَاِنْ اَفْتَوْكَ وَاَفْتَوْكَ اور اسی طرح جو چار قسمین کہ ہم نے مقام اول مین بیان کی ہین ان مین کچھ تو اطراف ایک دوسرے کے مقابل اور واضح ہوتی ہین علت یا حرمت کے باب مین اور کچھ اوساط متشابہ ہوتے ہین اور مفتی انہین ظن غالب سے فتوی دے دیتا ہی مگر سائل کو واجب ہی کہ اپنے دل سے بھی فتوی پوچھے اگر اسکے دل مین کچھ خلش رہیگی تو وہ امر اسکے اور اللہ تعالی کے درمیان کے معاملہ مین گناہ ہوگا مفتی کا فتوی آخرت مین اس گناہ سے اسکو نجات نہ دیگا کیونکہ مفتی ظاہر کے لحاظ سے فتوی دیتا ہی اور اللہ تعالی باطن کے حالات کا مالک ہی۔ قسم سوم یہ کہ حرام غیر محصور مال حلال غیر محصور سے مخلوط ہو جاوے جیسے کہ اس زمانہ کے مال ہین پس جو شخص کہ احکام کی صورتون سے لیتے ہین وہ یہ گمان کرتے ہین کہ غیر محصور کو غیر محصور کے ساتھ وہ نسبت ہی جو محصور کو ہی محصور سے اور چونکہ محصور کے محصور مین اختلاط ہونے کی صورت مین ہم حرمت لگا آئے ہین تو چاہیے کہ یہان بھی حکم حرمت کا دین حالانکہ جو بات ہمارے نزدیک مختار ہی وہ اور ہی یعنی اسطرح کے اختلاط سے کوئی معین چیز حرام نہین ہوتی جسمین احتمال حلت اور حرمت دونون کا موجود ہو ہان اگر اس چیز مین کوئی علامت ایسی ہو جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ چیز حرام مین سے ہی تو مضائقہ نہین لیکن جس صورت مین کہ کوئی علامت نہ ہو تو چیز کا ترک کرنا ورع ہی اور لینا حلال ہی اسکے کھانے سے آدمی فاسق نہ ہوگا اور علامتین مال حرام ہونے کی آگے مذکور ہونگی اُن سب مین سے ایک یہ ہی کہ وہ چیز بادشاہ ظالم کے ہاتھ سے پہونچے اور یہ حکم جو ہمنے بیان کیا اسپر اثر اور قیاس دلالت کرتے ہین اثر تو اسطرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد آپ کے خلفاء راشدین کے زمانہ مین سود کے روپئے اور شراب کی ثمن ذمیون کے ہاتھ سے وصول ہو کر اُن مین ملجاتے تھے اور غنیمت مین خیانت کا بھی یہی حال تھا اور جب سے کہ آپ نے سود سے منع فرمایا تھا یعنی جب سے کہ یہ ارشاد فرمایا تھا اَوَّلُ رِبًوا اَضَعُهُ رِبَوا الْعَبَّاسِ سب لوگون نے ربوا کا لین دین ترک نہین کیا تھا جیسے شراب کا پینا بالکل سب نے ترک نہین کیا تھا اور علی ہذا القیاس اور گناہون کے مرتکب بھی کچھ نہ کچھ ہوتے ہی تھے چنانچہ مروی ہی کہ کسی صحابی نے شراب بیچی تو حضرت عمر رض نے فرمایا کہ خدا تعالی لعنت کرے فلان پر کہ اُسنے اول شراب کے بیچنے کی رسم مقرر کی اور اس بیع کی وجہ یہ تھی کہ بعض لوگون نے شراب کی حرمت سے یہ نہین سمجھا کہ اسکا بیچنا اور ثمن حرام ہی اور آنحضرت صلعم نے فرمایا

کہ فلان شخص دوزخ مین اُس عبا کو گھسیٹتا ہی جسکو براہ خیانت لے لیا تھا اور ایک شخص لڑائی مین مارا گیا اُسکے اسباب کو جو ڈھونڈھا تو اُسمین ایک مُہرہ یہود کے مُہرون مین سے کہ دو درم کا بھی نہ تھا خیانت کا نکلا۔ اِسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم جو آپکے عہد یا بعد کے تھے بازار کی خرید و فروخت سے دستکش نہین ہوے اِس خیال سے کہ کہین یہ چیز مدینہ منورہ کی لوٹ کی نہو جو [illegible] یزید کے لشکر نے مدینہ طیبہ کو لوٹا تھا اور اگر کوئی ایسے مال سے دستکش بھی تھا تو وہ ورع مین انگشت نما تھا لیکن اکثر لوگون کا حال یہی تھا کہ باوجود کثرت مال لوٹ کے ظالمون کے عہد مین اُس سے دستکش نہین ہوے اور اختلاط کو ناجائز نہین سمجھا اب اگر کوئی [illegible] وہ بات لازم کرے جسکو سلف نے لازم نہین کیا تھا اور یہ گمان کرے کہ مین نے شریعت مین سے وہ بات سمجھ لی ہی جو اگلے لوگون نے نہین سمجھی تھی تو وہ شخص وہمی اور دیوانہ ہی اور اگر اِن جیسی باتون مین اُن لوگون سے بڑھکر کوئی بات کہا وے تو یہ بھی ہوسکتا ہی کہ جن امور مین کوئی سند سواے اجماع اکابر کے نہین اُنمین بھی اُنکا خلاف درست ہو مثلاً جیسے یہ مسئلہ کہ دادی مثل ماں کے ہی [illegible] یا یہ کہ پوتا مثل بیٹے کے ہی اور سُور کے بال اور چربی کا حکم مثل گوشت کے ہی جسکا ذکر قرآن مجید مین ہی اور سود چھہ چیزون کے سوا اور چیزون مین بھی پایا جاتا ہی پس اِن مسئلون مین مخالفت کرنی سراسر باطل اور محال ہی اسی طرح اُنسے زیادہ شریعت کا سمجھنا بھی محال ہی کہ وہ فہم شرعی اور دون کی نسبت کم زیادہ [illegible] اور قیاس اسطرح ہی کہ اگر دنیا کے اموال کا ترک کرنا شروع کیا جاوے تو سب [illegible] مسدود ہو جاوین اور عالم خراب ہو جاوے اسلئے کہ لوگون مین بدکاری غالب ہی اور اُسی کے باعث سے معاملات مین شرعی شرطون کے پورا کرنے مین تساہل کرتے ہین اور آخر کو بہت اختلاط کی نوبت اسی سبب سے پہونچتی ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ تم نے نقل کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوسمار کے کھانے سے انکار کیا تھا اور فرمایا تھا کہ مجھے ڈر ہی کہ کہین یہ جانور اُن لوگون مین سے نہو جنکو خدا تعالیٰ نے مسخ کر دیا تھا حالانکہ یہ [illegible] صورت اختلاط کی ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ نہی ورع اور تنزیہ پر محمول ہی یا یون کہین گے کہ سوسمار کی شکل عجیب ہی لہذا غالباً آپ [illegible] ایسا ہی معلوم ہوتا ہی کہ مسخ کیا ہوا ہی تو اسمین نفس چیز مین علامت درست موجود ہی پھر اگر کوئی یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رضی کے عہد مبارک مین سود اور چوری اور غارتگری اور غنیمت کی خیانت وغیرہ کے اموال بہ نسبت مال حلال کے بہت کم تھے [illegible] اِن علامت کے ہونے کا شمار نہ تھا اگر ہمارے زمانہ مین معاملات کی خرابی اور شروط کے لحاظ نہ رکھنے کے باعث سے اور سود کی کثرت اور ظالم بادشاہون کی زیادتی سے اکثر مال لوگون کے خراب اور حرام ہو رہے ہین تو اگر اِن مالون مین سے کوئی مال کسی شخص کو ملے اور اُسمین کوئی علامت خاص نہو تو اُسکو تم حرام کہوگے یا حلال تو اسکا جواب یہ ہی کہ مال مذکور حرام نہین بلکہ اُسکا نہ لینا ورع مین داخل ہی اور اِس قسم کا ورع اُس ورع سے نہایت مشکل ہی جو مال حرام کم ہونے کی صورت مین ہوا اور ٹھیک جواب اِسکا اسطرح ہی کہ یہ جو سائل کہتا ہی کہ ہمارے زمانہ مین اکثر اموال حرام ہین یہ مقدمہ غلط ہی اور اُسکی غلطی کی وجہ یہ ہی کہ کثیر اور اکثر کے معنون مین فرق نہین کرتا اور سائل پر کیا منحصر ہی اکثر آدمی بلکہ اکثر فقہا کو یہ گمان ہی کہ جو چیز کمیاب نہین وہ اکثر ہو اور کمیاب اور اکثر کو ایک دوسرے کی ضد سمجھتے ہین اُنکے گمان مین اِن دونون کے بیچ مین کوئی تیسرا مرتبہ نہین حالانکہ واقع مین اشیاء کی تین قسمین ہین ایک قلیل جسکو نادر کہتے ہین دوم کثیر سوم اکثر اب اِنکی مثالین معلوم کرنی چاہییں کہ خنثیٰ خلق مین نادر ہی اور اُسکی نسبت کہ اگر مریض کو دیکھو تو کثیر ہونگے اور ایسے ہی مسافر بھی خنثیٰ کی نسبت کثیر ہین چنانچہ کہتے ہین کہ مرض اور سفر عذر عام ہین اور استحاضہ نادر عذر ہی ظاہر ہی کہ مرض نہ تو نادر ہی اور نہ اکثر ہی بلکہ کثیر ہی اور فقیہ جو کہتے ہین کہ مرض اور سفر عذر عام اور غالب ہی اُس سے اُنکی مراد یہ ہوتی ہی کہ نادر نہین ہین اور اگر یہ مراد نہو تو یہ قول غلط ہوگا کیونکہ اکثر تو تندرست اور مقیم ہوتے ہین اور مسافر اور مریض کثیر ہین اور استحاضہ والی اور خنثیٰ نادر ہین جب یہ سمجھ چکے تو ہم کہتے ہین کہ سائل کا یہ کہنا کہ مال حرام اکثر ہی باطل ہی اسلئے کہ [illegible] کی وجہ یا ظالمون اور سپاہیون کی کثرت کا کیگا یا سود اور معاملات فاسدہ کی کثرت کو یا مالکون کی کثرت کو جو شروع اسلام سے آج تک اِن موجودہ مالون کی اصلون پر بدلتے رہے ہین۔ —

پہلی وجہ باطل ہی اسلیے کہ ظلم کثیر ہو سکتا ہی اکثر ناممکن ہی کیونکہ ظالم غالباً سپاہی ہی ہوتے ہین کہ بدون دباؤ اور شوکت کے ظلم ہو نہین سکتا اور سپاہیون کو اگر تمام جہان کے لحاظ سے خیال کرو تو دسوان حصّہ بھی نہ ہونگے مثلاً جس بادشاہ کی فوج ایک لاکھ ہوگی تو اُسکی ولایت مین کم سے کم دس لاکھ آدمی ہونگے اور غالباً ایک ہی بڑے شہر کے آدمی اُسکے تمام لشکر سے شمار مین زیادہ ہون اور اگر بادشاہون کا عدد رعایا کی گنتی سے زیادہ ہو تو سب ہلاک ہو جاوین کیونکہ اولی یہ ہی کہ رعیت کی افراد مین سے ایک سلطان دس خدمتگار رکھے حالانکہ بادشاہون کا گذر ہزار سے بھی نہین ہوتا اور یہی حال چورون کا ہی کہ وہ بھی بڑے شہرون مین تھوڑے ہی ہوتے ہین- اور دوسری وجہ بھی باطل ہی اس لیے کہ سود اور معاملات فاسدہ کثیر ہی ہین اکثر نہین کیونکہ اکثر اہل اسلام معاملے شریعت کی شرطون کے موافق کرتے ہین اور گنتی مین اُن لوگون کے شمار سے زیادہ ہین جو سود وغیرہ کے معاملات کرتے ہین علاوہ ازین سود وغیرہ کے معاملات کرنے والے اور معاملات صحیح بھی کرتے ہین اگر خود انکے صحیح اور فاسد معاملون کو شمار کرو تو غالباً صحیح زیادہ نکلین گے ہان اگر شہر مین کوئی ایسا خبیث ڈہونڈہ کر چھانٹ لیا جاوے جسکے معاملے فاسد زیادہ ہون تو اسطرح کے آدمی کم ہوتے ہین اور اگر کثیر بھی ہون تو اکثر نہین ہو سکتے جنکے معاملے فاسد ہون کیونکہ خود انکے معاملے بھی صحیح اکثر ہونگے کہ معاملات فاسد کی برابر یا اُن سے زائد ہونگے اور یہ بات تامل کرنے والے کے نزدیک یقینی ہی مگر چونکہ دلون مین فساد کی بُرائی اور کثرت اور عظمت زیادہ بیٹھی ہوئی ہی اسلیے اگر فاسد کم بھی ہوتا ہی تو بہت معلوم ہوتا ہی یہان تک کہ کبھی یہ گمان ہوتا ہی کہ زنا اور شراب خواری مال حرام کی طرح پھیل گئی ہی اور اس سے یہ خیال ہوتا ہی کہ زانی اور شراب خوار اکثر ہونگے حالانکہ یہ غلط ہی وہ لوگ کم ہین گو کثرت کے ساتھ ہون- باقی رہی تیسری وجہ وہ البتہ قرین قیاس ہی اسطرح کہ یون کہین کہ مال تین طرح حاصل ہوتے ہین یا کان سے یا حیوانات یا نباتات سے حیوان اور نباتات تو نسل لینے سے حاصل ہوتے ہین پس اگر بکری کو مثلاً دیکھین جو ایک برس مین بچہ دیتی ہی تو اُسکے اصول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ہمارے زمانہ سے پانسو کے قریب ہونگے اور ضرور ہی کہ انہین سے کسی اصل مین غصب یا معاملۂ فاسد ہوا ہی ہوگا تو کیسے فرض کیا جاوے کہ اُنکے اصول مین ہمارے زمانہ تک کوئی تصرف باطل نہین ہوا اسی طرح غلہ اور میوون کی بھی پانسو یا ہزار اصلین مثلاً ہونگی تو وہ بھی جبھی حلال ہونگی کہ اُنکی سب اصلین زمانہ نبوت تک حلال ہون- اور کان کی چیزون مین سے بعض تو اپنی کمہر زمانہ مین از سر نو نکالی جاتی ہین وہ تو کم ہین مگر جنکا استعمال زیادہ ہی وہ روپیے اور اشرفیان ہین جو ٹکسال مین بنتی ہین اور ٹکسالین سب ظالمون کے قبضہ مین ہین بلکہ کانین اُنہین کے قبضہ مین ہین کہ لوگون کو اُنسے روکتے ہین اور فقیرون پر زبردستی کرکے کان کہدواتے ہین پھر اُنسے چاندی سونا چھین لیتے ہین تو جب ان باتون کا لحاظ کیا جاوے تو کوئی روپیہ یا اشرفی ایسی کم ہوگی کہ نہ تو کان مین سے نکلتے وقت عقد فاسد یا ظلم ہوا ہو اور نہ ٹکسال مین بننے کے وقت اور نہ بعد کو معاملات صرف اور سود مین اُسکے عقد مین کوئی خرابی ہوئی ہو پس جس صورت مین کہ تینون قسمون کے مال کا یہ حال ہی تو اب بجز شکار یا لا وارثی زمین خواہ جنگل کی گہاس اور لکڑی کے اور کوئی چیز حلال نہ رہی پھر جو کوئی ان چیزون کو پیدا کرے تو ضرور ہی کہ کہانے کے لیے غلہ وغیرہ اُنکے عوض مول لیگا جو تناسل سے پیدا ہوتا ہی تو گویا مال حلال دیکر حرام خریدیگا غرضکہ یہ وجہ حرمت کی پہلی دو وجہون سے زیادہ مضبوط ہی اور اسکا جواب یہ ہی کہ یہ غلبہ حرمت کا حرام کثیر کے حلال کثیر مین اختلاط سے نہین پیدا ہوا تو جس قسم کا ہم بیان کر رہے ہین اُسین سے خارج ہو گیا اور اُس صورت مین ملگیا جسکا بیان ہم پہلے کر چکے ہین یعنی اصل اور سبب غالب کا تعارض کیونکہ اصل ان اموال مین یہ ہی کہ تصرفات کو قبول کرین اور تراضی طرفین کی انپر ہو جاوے اور اس اصل کے مخالف ایک احتمال غالب پڑا ہی جو اصل مذکور صلاحیت سابقہ نہین چھوڑتا تو اسکی ایسی ہی صورت ہوگی جیسے حکم نجاسات کے باب مین امام شافعی رحمہ کے دو قول ہین اور ہمارے نزدیک صحیح یہی ہی کہ راستون مین جب نجاست کا نشان معلوم نہو تو نماز پڑھنی درست ہی کیونکہ راستون کا کیچڑ پاک ہوتا ہی اور یہ بھی صحیح جانتے ہین کہ مشرکون کے برتنون سے وضو کرنا جائز ہی اور گھڑی ہوئی

قبرون مین نماز پڑھنی درست ہی پس اِن مسئلون کو اول ثابت کرکے پھر اس مسئلہ مال کو ہم اُنپر قیاس کرینگے مسئلہ وضو کی دلیل یہ ہی کہ حضرت عمرؓ نے ایک نصرانی عورت کی ٹھلیا سے وضو کیا تھا باوجودیکہ نصرانی شراب پیتے ہین اور سُور کھاتے ہین اور جس چیز کو ہماری شریعت نے نجس کہا ہی اُس سے احتراز نہین کرتے تو اُنکے برتن اُنکے ہاتھون سے کیسے صاف بچ رہتے ہونگے علاوہ ازین ہم قطعاً جانتے ہین کہ اکابر سلف پوستین دباغت دیا ہوا اور کپڑے رنگے ہوئے اور دھوئے ہوئے پہنا کرتے تھے اور جو شخص دباغت دینے والون اور دھوبیون اور رنگریزون کے احوال کو تامل کرے تو جان لے کہ اکثر نجاست ہی ہوتی ہی اور اُنکے یہان کپڑون کا طاہر رہنا محال یا اکثر ہی اسکے سوا ہمکو یہ بھی قطعاً معلوم ہی کہ اکابر سلف گیہون اور جَو کی روٹی کھایا کرتے تھے اور اُنکو دھوتے نہ تھے باوجودیکہ بیل وغیرہ جو خرمن کو روندتے ہین اناج پر پیشاب اور گوبر کرتے جاتے ہین ایسا غلہ کم ہوگا جسپر یہ کیفیت نہ گذرے اسی طرح گھوڑون پر پسینے کی حالت مین سوار ہوا کرتے تھے اور اُنکی پیٹھون کو بُرا نہ کرتے تھے باوجودیکہ سواریان اکثر نجاستون مین لوٹا کرتی تھین بلکہ جو چوپایہ اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہی آلودہ نجاسات ہوتا ہی اور وہ نجاست کبھی تو مینھ برسنے سے دھل جاتی ہی اور کبھی نہین دُھلتی اور اُس سے کوئی احتراز نہین کرتا تھا اور یہ بھی دستور تھا کہ راستے مین ننگے پاؤن اور جوتیون کے ساتھ چلتے تھے اور ویسے ہی نماز پڑھ لیتے تھے اور مٹی پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور بلا ضرورت کا رستے مین کو ہو لیا کرتے تھے کہ پیشاب اور پاخانہ مین کو نہ چلتے تھے اور نہ اُنپر بیٹھتے تھے بلکہ اُسے کنارہ کرتے تھے حالانکہ راستون کی نجاستون سے صاف رہنا ممکن نہین کیونکہ کتے اور گھوڑے وغیرہ پیشاب اور غلیظ کرتے رہتے ہین اور یہ گمان کرنا نہ چاہیے کہ اس باب مین ہمارے زمانہ کا حال جدا ہوگا کہ یہ کہا جاوے کہ اگلے زمانہ مین راستے دھوئے جاتے ہونگے یا جانورون کے گذر سے محفوظ رکھے جاتے ہونگے کیونکہ یہ امر عادت کے رو سے قطعاً محال ہی چونکہ معلوم ہوا کہ اُن لوگون نے اُسی نجاست سے احتراز کیا ہی جو ظاہر ہو یا اُسکی کوئی علامت دال ہو اور جو احتمال غالب کہ احوال بدلنے سے ہم دوڑانے سے پیدا ہوتا ہی اسکا اعتبار نہین کیا اور یہی مذہب امام شافعی رحمہ کا ہی کہ اُنکے نزدیک تھوڑا پانی بدون بدلنے اوصاف کے نجس نہین ہوتا کیونکہ صحابہؓ ہمیشہ حمامون مین جاتے اور حوضون مین وضو کرتے حالانکہ اُنمین پانی تھوڑا ہوتا تھا اور طرح طرح کے ہاتھ مدام پڑتے رہتے تھے اور انمین کسی طرح کا شبہہ نہین پس جب نصرانی عورت کی ٹھلیا سے وضو جائز ہوا تو اُس پانی کا پینا بھی درست ہوا اور حلت کا حکم طہارت کے حکم سے ملگیا اب اگر یہ کہو کہ حلت کا قیاس طہارت پر جائز نہین اسلیے کہ اکابر سلف امور طہارت مین تو بہت مسامحت کرتے تھے مگر شبہات حرام سے نہایت درجہ کو احتراز کیا کرتے تھے اِس صورت مین ایک کا قیاس دوسرے پر کیسے ہو سکتا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر طہارت کی مسامحت سے یہ غرض ہی کہ وہ لوگ نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرتے تھے حالانکہ نماز رکن دین ہی اور نجاست کے ساتھ اُسکا پڑھنا گناہ ہی تب تو اُنکی طرف نہایت بدگمانی ہی بلکہ یون اعتقاد کرنا واجب ہی کہ جن نجاستون سے اجتناب کرنا واجب ہی اُن سب سے اکابر سلف نے اجتناب کیا ہی صرف تسامح اُنکی صورت مین کیا ہی جس سے اجتناب کرنا واجب نہین اور وہ وہی صورت ہی جسمین کہ اصل اور احتمال غالب کا تعارض ہو پس اس سے صاف ظاہر ہوا کہ جس احتمال غالب کی کوئی علامت مشتبہ چیز مین نہ ہو اُسکا اعتبار نہین باقی رہا اُنکا ورع تو وہ تقوی کے طور پر تھا یعنی جس چیز مین کچھ خوف نہین اُسکو اُس چیز کے ڈر سے ترک کر دینا جس مین خوف ہو اسلیے کہ اموال کا حال خطرناک ہی اور اگر نفس کو اُنسے خو کیا جاوے تو اُنکی طرف جھکتا ہی اور طہارت کا حال ایسا نہین ہی چنانچہ کچھ لوگون نے محض حلال سے بھی دستکشی کی تھی کہ مبادا دل مشغول نہ ہو جاوے اور ایک شخص سے یہ بھی منقول ہی کہ سمندر کے پانی سے بھی وضو کرنے سے احتراز کیا تھا حالانکہ طاہر محض ہی پس اِس باب مین اختلاف کا ہونا ہمارے مطلب کا مخل نہین علاوہ ازین ہم اس وجہ کا جواب اس طرح بھی دے سکتے ہین جیسا پہلی دونون وجہون کا دیا ہی یعنی ہم یہ نہین کہتے کہ حرام مال اکثر ہی اسلیے کہ اموال کے اصول اگرچہ بہت ہون لیکن یہ کیا ضرور ہی کہ اُنکے اصول مین حرام بھی ہو بلکہ جو مال اس زمانہ مین موجود ہین اُنمین سے بعض ایسے بھی ہونگے کہ جنکے اصول مین کچھ فساد آگیا ہو سب ایسے نہین ہو سکتے نہ اکثر ہو سکتے ہین کیونکہ جیسے غصب اور چوری کا مال

ان دونون مین بہ نسبت اموال کے کم ہو اسی طرح ہر زمانہ مین اس طرح کا مال اور اموال سے کم ہی تھا اور یہ معلوم نہین کہ ایک فرد معین کو نسی قسم سے ہے اسلیے
ہم کیسے کہدین کہ احتمال غالب اسکی حرمت ہی کا ہی کیونکہ جیسے غصب اور چوری کی چیز نسل سے بڑھتی ہو دیسے ہی غیر مغصوب اور غیر مسروق بھی
نسل سے زیادہ ہوتی ہی تو اکثر کی نسل بھی ہر زمانہ مین اکثر ہی ہوگی بلکہ غالبا مغصوب غالبا کھانے کے لیے چھینا کرتے ہین نہ بونے کے لیے اسی طرح
حیوانات غصب اور چوری کے اکثر کھا لیے جاتے ہین اور نسل انسے نہین لی جاتی تو کیسے کہہ سکتے ہین کہ حرام کی فروع اکثر ہین جس صورت مین
کہ حلال کے اصول ہر زمانہ مین حرام کے اصول سے زیادہ رہے ہون ۔ طالب علم کو چاہیے کہ اس تقریر سے معرفت اکثر کا طریق سمجھ لے کہ یہ قدم
پھسلنے کی جگہ ہی اور اسمین اکثر علما غلطی کر جاتے ہین عوام کا تو کیا ذکر ہی ۔ یہ حال حیوانات اور غلون کا ہی جو تناسل سے ہوتے ہین اور کانون کا
یہ حال ہی کہ بلاد ترک وغیرہ مین چھوٹے رہتے ہین جس کا دل چاہے انمین سے لے مگر حکام اسمین سے کچھ لے لیا کرتے ہین سو وہ اقل ہوتا ہی
نہ اکثر ۔ اور بادشاہ جو کسی کان پر حاوی ہو جاتے ہین تو انکا ظلم تو یہ ہی کہ لوگون کو اس سے منع کرتے ہین مگر اور لوگ جو اسمین سے لیتے ہین تو
بادشاہ سے اجرت مین لیتے ہین انکے مالک ہونے مین کچھ خرابی نہین کیونکہ مباحات پر ملک ثابت ہونے اور انکے ٹھیکہ لینے کے باب مین صحیح
یہی ہی کہ نہایت درست ہی مثلاً پانی لانے کا مستاجر جب پانی گھیر لیتا ہی تو جسکی طرف سے مستاجر ہوتا ہی پانی اسکی ملک مین داخل ہو جاتا ہی اور
اجرت کا مستحق ہوتا ہی اسی طرح اس مسئلہ مین سمجھنا چاہیے کہ بادشاہ کی طرف سے لوگ مستاجر ہین پس اس تفریع سے یہ نکلتا ہی کہ سونے چاندی کی
ذات مین کوئی حرمت نہین ہان بادشاہ کا ظلم یون ہو سکتا ہی کہ کام کی اجرت کم دے اور یہ معاملہ اول تو کم ہوتا ہی دوسرے اس سے بھی
ذات نقدین مین کچھ خرابی نہین بلکہ اس نظر سے کہ اسکے ذمہ پر اجرت باقی رہ گئی ظالم ٹھہریگا ۔ اور ٹکسال کا حال یہ ہی کہ جو سونا اسمین سے
نکلتا ہی وہ خاص سلطان کا نہین ہوتا جو غصب اور ظلم سے لیتا ہی بلکہ سوداگر سونے کی ڈلیان یا خراب سکے اسکو دیتے ہین تاکہ نیا سکہ انپر ہو جاوے
اور اس کام کی اجرت سلطان کو مقرر کر دیتے ہین اور جسقدر سونا دیتے ہین اسی قدر تول کر لے لیتے ہین صرف تھوڑا سا اجرت کی قدر چھوڑ دیتے ہین
اور یہ جائز ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ اشرفیان خاص بادشاہ کے سونے کی بھی بنتی ہین تب بھی سوداگرون کے مال کی نسبت کر بیشک کم ہونگی
ہان سلطان جو ٹکسال جاری کرتا ہے اور سکہ لگانے پر اجرت لیتا ہے یہ ایک طرح کا ظلم ہے کہ چند لوگون کو تمام خلق مین سے اس کام کے لیے خاص
کرتا ہے یہان تک کہ سلطان کی حشمت کی وجہ سے انکے پاس مال زیادہ ہو جاتا ہے پس جو کچھ سلطان لیتا ہی وہ اپنی حشمت کا عوض لیتا ہی جو ظلم ہی
لیکن یہ مقدار انکی روپیون اشرفیون کی نسبت کہ جو ٹکسال سے نکلتی ہین بہت کم ہے یعنی ٹکسال والون اور سلطان کو سو پیچھے ایک روپیہ بچتا ہی
سو اسقدر اکثر کیسے ہو سکتا ہی ۔ غرضکہ اسطرح کے مغالطے مال حرام کے اکثر ہونے کے دلون پر چھا گئے ہین اور کچھ لوگ دین کے ضعیف اسمین ایسے
اٹک پڑے ہین کہ انھون نے ورع کو برا جانا ہی اور ورع کا باب بالکل بند کر دیا اور جو شخص ایک مال مین دوسرے مال سے فرق کرتا ہی
اسکو برا جانتے ہین اور یہ عین بدعت اور گمراہی ہی ۔ اب اگر یہ کہو کہ بالفرض اگر غلبہ مال حرام کو ہوا اور غیر محصور غیر محصور مین مخلوط ہو تو جس صورت مین
کہ کسی مال مین علامت خاص نہو اسکے باب مین تمہارا کیا قول ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اس مال کا ترک کرنا ورع ہی اور اسکا لینا حرام نہین
اسواسطے کہ اصل حلت ہی اور بدون علامت معین کے وہ دور نہین ہوگی جیسے کہ راستون کی کیچڑ وغیرہ مسائل مین حکم ہی بلکہ ہم اور بڑھکر کہتے ہین
کہ اگر بالفرض حرام دنیا کو ڈھانپ لے اسقدر کہ ہمین یقیناً نشان حلال کا نہ رہے تب بھی ایسی صورت مین ہم ازسرنو اپنے زمانہ سے شروط
حرمت کی تمہید کرینگے ۔ اور جو باتین گذر چکی ہین انکو چھوڑ دینگے یعنی ہمارا ادعا یہ ہی کہ جب کوئی چیز اپنی حد سے بڑھ جاتی ہی تو معکوس ہو کر
اپنی ضد مین داخل ہو جاتی ہی تو اس صورت مین جب چیزین حرام ہو جائینگی تو سب حلال ہو جائینگی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ جب یہ معاملہ واقع ہو
تو پانچ احتمال ہو سکتے ہین اول یہ کہ سب آدمی کھانا چھوڑ دین یہان تک کہ مر جاوین دوم یہ کہ اشیاء مین سے سد رمق پر قناعت کر کے زندگی
کاٹین سوم یہ کہ مقدار حاجت جس طرح سے مل سکے لے لیوین خواہ چوری سے یا غصب سے یا تراضی سے اور کسی مال مین اور کسی وجہ سے لینے مین

کچھ فرق نہو چہارم یہ کہ شرع کی شرطون کا اتباع کرکے اُسکے قواعد پر از سرنو عمل کرین اور قدر حاجت پر کفی نہون پنجم یہ کہ باوجود شروط شرع پر اکتفا کرنے کے قدر حاجت پر بھی اکتفا کرین اب ظاہر ہو کہ احتمال اول باطل ہو اور دوسرا بھی قطعاً باطل ہو اسلیے کہ جب آدمی سد رمق پر اکتفا کرینگے اور زندگی کے دن کمزوری پر کاٹینگے تو بہت موت مرجاینگے کیونکہ کوئی کام اور پیشہ نہو سکیگا اور دنیا بالکل خراب ہو جائیگی اور دنیا کی خرابی مین دین کی خرابی ہو اسلیے کہ دنیا آخرت کا مزرعہ ہو اور خلافت اور قضا اور سیاسات کے احکام بلکہ اکثر فقہ کے احکام سے مقصود دنیا کی مصلحتین ہین اس نظر سے کہ اُنسے دین پورا ہو جاوے تو ظاہر ہو کہ دنیا کی خرابی باعث دین کی خرابی کا ہو- اور تیسرا احتمال یعنی قدر حاجت پر اکتفا کرنا اور اُس سے زیادہ نہ لینا اور کسی مال اور جہت مین فرق نہ کرنا بلکہ غصب اور چوری اور تراضی یا کسی اور طرح سے حاصل ہونے کو برابر جاننا تو اسمین یہ خرابی ہو کہ باب شریعت مفسدون کے لیے بالکل بند ہو جائیگا اور طرح طرح کے فساد کرینگے غصب اور چوری اور انواع ظلم کی طرف ہاتھ بڑھینگے اور انکو زجر کرنا ممکن نہ ہوگا کیونکہ وہ یہ جواب دینگے کہ قابض کا استحقاق چیز کے لیے ہم سے زیادہ نہین اسلیے کہ وہ چیز ہمپر اور اُسپر دونون پر حرام ہو اُسکو اُسمین سے فقط مقدار حاجت لسکتی ہو لیکن جیسی اُسکو حاجت ہو ہمکو بھی حاجت ہو اور اگر بالفرض ہمنے اپنے حق سے زیادہ بھی لیا ہو تو ایسے شخص سے لیا ہو جسکے پاس اُس روز کی حاجت سے زائد چیز تھی تو اب ایک روز کی حاجت کا ضبط کرنا چاہیے تاکہ زیادتی اور کمی معلوم ہو غرضکہ اس احتمال کے جاری ہونے سے شرع کی سیاست بالکل باطل ہو جائیگی اور فساد والے فساد کرنے پر دلیر ہو کھڑے ہونگے اس صورت مین جب کہ تینون احتمال نہین ہو سکتے تو صرف چوتھا احتمال رہا یعنی یہ کہا جاویگا کہ جسکے قبضہ مین جو چیز ہو وہی اُسکا زیادہ مستحق ہو اُس سے بزور غصب اور دزدی لینا درست نہین بلکہ تراضی سے لینا چاہیے اور تراضی طریق شریعت ہو مگر مطلق تراضی کا بھی اعتبار نہین بلکہ وہ تراضی جس سے مالکین متعلق ہین اور اُسکا دستور شریعت مین مقرر ہو- اب باقی رہا پانچوان احتمال یعنی قبضہ والون سے چیز کو موجب شرع کے طریق سے حاصل کرنا اور مقدار حاجت پر اکتفا کرنا تو وہ یہ بات ہو کہ سالک طریق آخرت کے لیے ہمارے نزدیک یہی ورع کے مناسب ہو مگر عوام پر اسکے واجب کرنے کی کوئی وجہ نہین اور نہ فتوائے عام مین اسکو داخل کرسکتے ہین ورنہ اس صورت مین لوگون کے مالون پر قدر حاجت سے زیادہ دیکھکر ظالم دست درازی کرینگے اور چور بھی زائد از حاجت کے چرانے کا قصد کرینگے اور جو شخص غالب ہوگا وہ دوسرے مغلوب کا مال چھین لیگا اور جس شخص کو موقع ملیگا دوسرے کی چیز چرا لیگا اور کہیگا کہ مالک کا حق صرف قدر حاجت مین ہو اور ہمین محتاج ہون زائد از حاجت کو ہمنے لے لیا اب سلطان پر واجب ہوگا کہ قبضہ والون کے پاس جو چیز زائد از حاجت پاوے اُسکو اُنسے لیکر سب اہل حاجت کو دے دے اور اسطرح سب کا وظیفہ یومیہ یا سالانہ مثلاً کیا کرے پس اس صورت مین بے انتہا تکلیف اور مالون کا تلف کرنا ہو تکلیف تو خود ظاہر ہو کہ بادشاہ کو اتنی قدرت کہان کہ سب خلق مین اس صورت کو جاری کرے بلکہ جاری کرنا غیر ممکن ہو اور مال کا تلف کرنا اسطرح ہو کہ میوہ اور غلہ اور گوشت وغیرہ جو کچھ حاجت سے بچ رہیگا اُسکو سمندر مین ڈالنا چاہیے یا چھوڑ دیا جاوے یہان تک کہ سڑ جاوے کیونکہ میوہ اور غلہ خداے تعالی اتنا پیدا کرتا ہو کہ قدر حاجت کیا معنی اگر تمام خلق خوب وسعت کے ساتھ برتین تب بھی بچ رہے علاوہ ازین ایک خرابی اسمین یہ ہو کہ حج اور زکوۃ اور کفارہ مالی اور جتنی عبادتین کہ توانگری سے متعلق ہین سب لوگون کے ذمہ سے ساقط ہو جائینگی کیونکہ لوگون کے پاس بجز قدر حاجت کے اور کچھ نہ رہیگا اور یہ بھی نہایت بُری بات ہو- بلکہ ہم کہتے ہین کہ اگر فی المثل ایسے وقت مین کوئی نبی آوے تو اُسپر واجب ہوگا کہ معاملہ کو از سرنو کرے اور ملکون کے اسباب کی تفصیل خواہ تراضی سے ہون یا اور طریقون سے سب کی تمہید کرے اور وہی باتین کرے جو تمام مال حلال ہونے کی صورت مین کرتا اسمین کچھ فرق نہوگا- اور یہ جو ہمنے کہا کہ اُسپر واجب ہو اس سے مراد وہ صورت ہو کہ نبی موصوف اُن لوگون مین سے ہو جو مخلوق کے دین اور دنیا کی مصلحت کے لیے بھیجے جاتے ہین کیونکہ بہتری اس سے تو پوری نہوگی کہ تمام خلق کو قدر ضرورت اور حاجت پر پابند کر دیا جاوے تو ضرور یہ ہو کہ اسباب ملک کی تفصیل از سرنو ہونی چاہیے اور اگر نبی کی بعثت بہتری کے لیے نہوگی تو اُسپر امر مذکور واجب بھی نہ ہوگا اور گو ہمارے نزدیک یہ امر ممکن ہو کہ نبی کی بعثت بہتری کے لیے نہو مثلاً خداے تعالی کوئی ایسا سبب مقدر فرما وے کہ اُس سے تمام خلق ہلاک ہو جاوے تو دنیا بھی

اُنسے فوت ہو جاوے اور دین میں بھی گمراہ رہیں اسلیے کہ گمراہی اور ہدایت اور مارنا اور جلانا اُسکے اختیار میں ہی مگر جب بھی ہم اس امر کو خدا تعالیٰ کی عادت جاری کے موجب فرض کرتے ہیں کہ نبیوں کا بھیجنا دین اور دنیا کی بہتری کے لیے ہوتا ہی - اور ہمکو اسکے فرض کرنے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ جو امر ہم فرض کرتے ہیں وہ موجود ہی ہو گیا ہی یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے وقت میں مبعوث فرمایا کہ نبیوں کا ٹوٹا پڑ گیا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو گذرے قریب چھ سو برس کے ہو گئے تھے اور کچھ لوگ تو مثل یہودیوں اور بت پرستوں کے آپ کو نہ مانتے تھے اور کچھ مانتے تھے مگر اُنمین فسق پھیل گیا تھا جیسے ہمارے زمانہ میں پھیل گیا ہی اور فروع شریعت کا خطاب کفار کو بھی ہوتا ہی اور مال نہ ماننے والوں اور ماننے والوں دونوں کے قبضہ میں تھے پس نہ ماننے والے تو معاملات خلاف شریعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کرتے تھے اور ماننے والے آپس کے معاملات میں تساہل برتتے تھے جیسے کہ مسلمان اب کرتے ہیں حالانکہ زمانہ نبوت کو گذرے بہت عرصہ نہیں ہوا - غرضکہ اسوقت میں کل اموال یا اکثر یا کثیر حرام تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امور گذشتہ کو معاف فرمایا اور اُنکے باب میں کچھ تعرض نہ کیا اور مال قبضہ والوں کا ٹھہرا کر شرع کو تمہید کیا حالانکہ جس چیز کی حرمت شریعت میں ثابت ہو گئی ہو وہ نہ کسی رسول کے مبعوث ہونے سے حلال ہوا اور نہ اسطرح حلال ہو کہ جس شخص کے قبضہ میں حرام ہی وہ اُسکو دے ڈالے چنانچہ جزیہ میں اہل ذمہ اگر ہمکو وہ مال دیں جسکو ہم جانتے ہوں کہ شراب کا دام ہی یا سود کا مال ہی تو اُس خاص کو ہم نہ لینگے اور پہلے لوگوں کے مال بھی اُسوقت میں ایسے ہی تھے جیسے اب ہمارے مال ہیں بلکہ عرب کا حال کچھ زیادہ ہی تھا کہ لوٹ کھسوٹ اُنمین زیادہ تھی - پس اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ احتمال چہارم فتوی کے لیے معین ہی اور احتمال پنجم طریقہ ورع ہی بلکہ ورع کامل یون ہی کہ مباح میں بھی بقدر حاجت پر اکتفا کیا جاوے اور دنیا میں توسع کو بالکل ترک کیا جاوے اور یہ طریق آخرت کا ہی اور ہم اسوقت اُس فقہ کی بحث کرتے ہیں جو خلق کی بہتری سے متعلق ہی اور فتوی ظاہری کا رنگ ڈھنگ موافق مقتضاے مصلحتوں کے ہوا کرتا ہی اور دین کے طریق پر چلنا کسی ہی کسی سے ہو سکتا ہی اور اگر سب مخلوق طریق آخرت میں مشغول ہو جاوے تو انتظام بیکار اور عالم خراب ہو جاوے کیونکہ طریق آخرت کا چلنا دان کی بڑی سلطنت کا طالب ہونا ہی اور اسکو دنیا کی سلطنت پر قیاس کر لینا چاہیے کہ اگر سب آدمی سلطنت کی جستجو میں مشغول ہو جاویں اور ادنیٰ حرفوں اور خسیس صنعتوں کو چھوڑ دیں تو اول انتظام بگڑیگا پھر انجام کو سلطنت بھی باطل ہو جاویگی تو جس طرح دنیا کے انتظام کے لیے اہل حرفہ مسخر ہیں اور اپنے پیشے اسی لیے کرتے ہیں کہ بادشاہوں کا انتظام بنا رہے اسی طرح دنیا پر متوجہ ہونے والے اسلیے مسخر ہیں کہ طریق دین دینداروں کے لیے بنا رہے اور ملک آخرت کے طالبوں کا انتظام تمام ہونے پاوے اگر یہ بات نہ ہوتی تو اہل دین کی سلامتی نہوتی اسلیے کہ اُنکے حق میں دین کے سلامت رہنے کی یہ شرط ہی کہ اکثر لوگ اُنکے طریق سے اعراض کر کے دنیا کے امور میں مشغول رہیں اور یہ امر تقدیر ازلی نے اسی طرح پر تقسیم کر دیا ہی کہ ایک کو ایسا بنایا اور دوسرے کو دوسری طرح کا اور اسی تقسیم کی طرف اشارہ ہی اس آیت میں نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا - اب اگر یہ کہو کہ حرام کو اسی طرح عام فرض کرنا کہ حلال باقی ہی نہ رہے اسکی کچھ ضرورت نہیں اسلیے کہ یہ امر واقع میں موجود نہیں چنانچہ ظاہر ہی اور اسمین شک نہیں کہ بعض حرام موجود ہیں اور یہ معلوم نہیں کہ وہ بعض کمتر ہیں یا اکثر اور تمنے جو کہا ہی کہ وہ بعض کل کے اعتبار سے کمتر ہیں ایک امر صاف ہی مگر اسکے لیے کوئی دلیل قطعی چاہیے جسکا نتیجہ یہ ہو کہ کل کی نسبت کر حرام کمتر ہی اور تمنے جو تقسیمیں اس باب میں بیان کی ہیں وہ سب امور فرضی ہیں اور بعض علماء دلائل فرضیہ کو نہیں مانتے اسلیے ضرور ہی کہ کوئی نظیر معین بیان کرو تاکہ اُسپر قیاس کر لیا جاوے اور دلیل سبکے نزدیک مقبول ٹھہرے تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر یون مان لیا جاوے کہ حرام کمتر ہی تب تو ہماری دلیل کے لیے عہد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب رضی اللہ عنہم کا کفایت کرتا ہی کہ اُسمین بھی سود اور چوری اور خیانت اور لوٹ موجود تھی اور باوجود اسکے داد و ستد اموال کی بند نہ تھی اور اگر فرض کیا جاوے کہ زمانہ حال میں حرام اکثر ہی تب بھی حرام کا لینا حلال ہو جاویگا اور اسکی دلیل تین باتیں ہیں اول وہ تقسیم جسکو ہم نے

[illegible]

قبروں میں نماز پڑھنی درست ہے پس ان مسئلوں کو اول ثابت کرکے پھر اس مسئلہ مال کو ہم انپر قیاس کرینگے مسئلہ وضو کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک نصرانی عورت کی ٹھلیا سے وضو کیا تھا باوجودیکہ نصرانی شراب پیتے ہیں اور سؤر کھاتے ہیں اور جس چیز کو ہماری شریعت نے نجس کہا ہے اس سے احتراز نہیں کرتے تو انکے برتن انکے ہاتھوں سے کیسے صاف و پاک رہتے ہونگے علاوہ ازیں ہم قطعاً جانتے ہیں کہ اکابر سلف پوستین دباغت دیا ہوا اور کپڑے رنگے ہوئے اور دھوئے ہوئے پہنا کرتے تھے اور جو شخص دباغت دینے والوں اور دھوبیوں اور رنگریزوں کے احوال کو تامل کرے تو جان لے کہ اکثر نجاست ہی ہوتی ہے اور انکے یہاں کپڑوں کا طاہر رہنا محال یا کمتر ہے اسکے سوا ہمکو یہ بھی قطعاً معلوم ہے کہ اکابر سلف گیہوں اور جو کی روٹی کھایا کرتے تھے اور انکو دھوتے نہ تھے باوجودیکہ بیل وغیرہ جو خرمن کو روندتے ہیں اناج پر پیشاب اور گوبر کرتے جاتے ہیں ایسا غلہ کم ہوگا جسپر یہ کیفیت نہ گذرے اسی طرح گھوڑوں پر پسینے کی حالت میں سوار ہوا کرتے تھے اور انکی پیٹھوں کو پاک نہ کرتے تھے باوجودیکہ سواریاں اکثر نجاستوں میں لوٹا کرتی تھیں بلکہ جو چوپایہ اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے اور وہ نجاسات ہوتا ہے اور وہ نجاست کبھی تو مینہ برسنے سے دُھل جاتی ہے اور کبھی نہیں دُھلتی اور اس سے کوئی احتراز نہیں کرتا تھا اور یہ بھی دستور تھا کہ راستے میں ننگے پاؤں اور جوتیوں کے ساتھ چلتے تھے اور ویسے ہی نماز پڑھ لیتے تھے اور مٹی پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور بلا ضرورت گارے میں کو ہو لیا کرتے تھے مگر پیشاب اور پاخانہ میں کو نہ چلتے تھے اور نہ انپر بیٹھتے تھے بلکہ اُنسے کنارہ کرتے تھے حالانکہ راستوں کا نجاستوں سے صاف رہنا ممکن نہیں کہ کتے اور گھوڑے وغیرہ پیشاب اور نجاست کیا کرتے رہتے ہیں اور یہ گمان کرنا نہ چاہیے کہ اس باب میں ہر ایک زمانہ کا حال جدا ہوگا تاکہ یہ سمجھا جاوے کہ اگلے زمانہ میں راستے دھوئے جاتے ہونگے یا جانوروں کے گذر سے محفوظ رکھے جاتے ہونگے کیونکہ یہ امر عادت کے رو سے قطعاً محال ہے پس قطعاً معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے اسی نجاست سے احتراز کیا ہے جو ظاہر ہو یا اسکی کوئی علامت دال ہو اور جو احتمال غالب کہ احوال پر ... سے پیدا ہوتا ہے اسکا اعتبار نہیں کیا اور یہی مذہب امام شافعیؒ کا ہے کہ انکے نزدیک تھوڑا پانی بدون بدلنے اوصاف کے نجس نہیں ہوتا کیونکہ صحابہؓ ہمیشہ حماموں میں جاتے اور حوضوں ہی میں وضو کرتے حالانکہ انہیں پانی تھوڑا ہوتا تھا اور طرح طرح کے ہاتھ مدام پڑتے رہتے تھے اور انمیں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے جب نصرانی عورت کی ٹھلیا سے وضو جائز ہوا تو اُس پانی کا پینا بھی درست ہوا اور حلت کا حکم طہارت کے حکم سے ملگیا اسے اگر یہ کہو کہ حلت کا قیاس طہارت پر جائز نہیں اسلیے کہ اکابر سلف امور طہارت میں تو بہت مسامحت کرتے تھے مگر شبہات حرام سے نہایت درجہ احتراز کیا کرتے تھے اس صورت میں ایک کا قیاس دوسرے پر کیسے ہو سکتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر طہارت کی مسامحت سے یہ غرض ہے کہ وہ لوگ نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرتے تھے حالانکہ نماز کی درستی بدون طہارت نہیں اور نجاست کے ساتھ اسکا پڑھنا گناہ ہے تو انکی طرف نہایت بدگمانی ہے بلکہ یوں اعتقاد کرنا واجب ہے کہ جن نجاستوں سے اجتناب کرنا واجب ہے ان سب سے اکابر سلف نے اجتناب کیا ہے صرف تسامح انکا اس صورت میں کیا ہے جس سے اجتناب کرنا واجب نہیں اور وہ وہی صورت ہے جس میں کہ اصل اور احتمال غالب کا تعارض ہے پس اس سے صاف ظاہر ہوا کہ جس احتمال غالب کی کوئی علامت شبہ چیز میں نہ ہو اسکا اعتبار نہیں باقی رہا انکا ورع تو وہ تقوی کے طور پر تھا یعنی جس چیز میں کچھ خوف نہیں اسکو اس چیز کے ڈر سے ترک کر دینا جس میں خوف ہو اسلیے کہ اموال کا حال خطرناک ہے اور اگر نفس کو اُنسے نہ روکا جاوے تو انکی طرف جھکتا ہے اور طہارت کا حال ایسا نہیں اسوجہ سے کچھ لوگوں نے محض حلال سے بھی دستکشی کی تھی کہ مبادا دل مشغول نہ ہو جاوے اور ایک شخص سے یہ بھی منقول ہے کہ سمندر کے پانی سے بھی وضو کرنے سے احتراز کیا تھا حالانکہ طاہر محض ہے پس اس باب میں اختلاف کا ہونا ہمارے مطلب کا مخل نہیں علاوہ ازیں ہم اس وجہ کا جواب اُس طرح بھی دے سکتے ہیں جیسا پہلی دونوں وجہوں کا دیا ہے یعنی ہم یہ نہیں مانتے کہ حرام مال اکثر ہے اسلیے کہ اموال کے اصول اگرچہ بہت ہوں لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ انکے اصول میں حرام بھی ہو بلکہ جو مال اس زمانہ میں موجود ہیں انمیں سے بعض ایسے بھی ہونگے کہ جنکے اصول میں کچھ فساد آگیا ہو سب ایسے نہیں ہو سکتے نہ اکثر ہو سکتے ہیں کیونکہ ... چوروں اور ...

ان دنون مین بنسبت اموال کے کم ہو اسی طرح ہر زمانہ مین اس طرح کا مال با ور اموال سے کم ہی تھا اور یہ معلوم نہین کہ ایک فرد مین کونسی قسم ہی ہو اسلیے
ہم کیسے کہدین کہ احتمال غالب اُسکی حرمت ہی کا ہی کیونکہ جیسے غصب اور چوری کی چیز نسل سے بڑھتی ہی ویسے ہی غیر مغصوب اور غیر مسروق بھی
نسل سے زیادہ ہوتی ہی تو اکثر کی نسل بھی ہر زمانہ مین اکثر ہی ہو گی بلکہ غلہ مغصوب غالبا کھانے کے لیے چھینا کرتے ہین نہ بونے کے لیے اسی طرح
حیوانات غصب اور چوری کے اکثر کھا لیے جاتے ہین اور نسل اُنسے نہین لی جاتی تو کیسے کہہ سکتے ہین کہ حرام کی فروع اکثر ہین جس صورت مین
کہ حلال کے اصول ہر زمانہ مین حرام کے اصول سے زیادہ رہے ہون - طالب علم کو چاہیے کہ اس تقریر سے معرفت اکثر کا طریق سمجھ لے کہ یہ قدم
پھسلنے کی جگہ ہو اور اسمین اکثر علما غلطی کر جاتے ہین عوام کا تو کیا ذکر ہو - یہ حال حیوانات اور غلون کا ہی جو تناسل سے ہوتے ہین اور کانون کا
یہ حال ہی کہ بلاد ترک وغیرہ مین چھوٹے رہتے ہین جس کا دل چاہے اُنمین سے لے لے مگر حکام اُسمین سے کچھ لے لیا کرتے ہین سو وہ اقل ہوتا ہی
نہ اکثر - اور بادشاہ جو کسی کان پر حاوی ہو جاتے ہین تو انکا ظلم تو یہ ہی کہ لوگون کو اُس سے منع کرتے ہین مگر اور لوگ جو اسمین سے لیتے ہین تو
بادشاہ سے اجرت مین لیتے ہین اُنکے مالک ہوتے ہین کچھ خرابی نہین کیونکہ مباحات پر ملک ثابت ہونے اور اُنکے ٹھیکہ لینے کے باب مین صحیح
یہی ہی کہ نہایت درست ہی مثلاً پانی لانے کا مستاجر جب پانی گھیر لیتا ہی تو جسکی طرف سے مستاجر ہوتا ہی پانی اُسکی ملک مین داخل ہو جاتا ہی اور
اجرت کا مستحق ہوتا ہی اسی طرح اس مسئلہ مین سمجھنا چاہیے کہ بادشاہ کی طرف سے لوگ مستاجر ہین پس اس تفریع سے یہ نکلتا ہی کہ سونے چاندی کی
ذات مین کوئی حرمت نہین ہان بادشاہ کا ظلم یون ہو سکتا ہی کہ کام کی اجرت کم دے اور یہ معاملہ اول تو کم ہوتا ہی دوسرے اس سے بھی
ذات نقدین مین کچھ خرابی نہین بلکہ اس نظر سے کہ اُسکے ذمہ پر اُجرت باقی رہ گئی ظالم ٹھہریگا - اور ٹکسال کا حال یہ ہی کہ جو سونا اُسمین سے
نکلتا ہی وہ خاص سلطان کا نہین ہوتا جو غصب اور ظلم سے لیتا ہی بلکہ سوداگر سونے کی ڈلیان یا خراب سکے اُسکو دیتے ہین تاکہ نیا سکہ اُنپر ہو جاوے
اور اس کام کی اجرت سلطان کر مقرر کر دیتے ہین اور جسقدر سونا دیتے ہین اُسی قدر تول کر لے لیتے ہین صرف تھوڑا سا اجرت کی قدر چھوڑ دیتے ہین
اور یہ جائز ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ اشرفیان خاص بادشاہ کے سونے کی بھی بنتی ہین تب بھی سوداگرون کے مال کی نسبت کر بیشک کم ہونگی
ہان سلطان جو ٹکسال جاری کرتا ہے اور سکہ لگانے پر اُجرت لیتا ہے یہ ایک طرح کا ظلم ہے کہ چند لوگون کو تمام خلق مین سے اس کام کے لیے خاص
کرتا ہے یہان تک کہ سلطان کی حشمت کی وجہ سے اُنکے پاس مال زیادہ ہو جاتا ہے پس جو کچھ سلطان لیتا ہی وہ اپنی حشمت کا عوض لیتا ہی جو ظلم ہی
لیکن یہ مقدار اُن روپیون اشرفیون کی نسبت کر جو ٹکسال سے نکلتی ہین بہت کم ہے یعنی ٹکسال والون اور سلطان کو شاید ایک روپیہ پہنچتا ہی
سو اسقدر اکثر کیسے ہو سکتا ہی - غرضکہ اسطرح کے مغالطے مال حرام کے اکثر ہونے کے دلون پر چھا گئے ہین اور کچھ لوگ دین کے ضعیف ایسے ہم مین
اتنے پڑے ہین کہ اُنھون نے ورع کو بُرا جانا ہی اور ورع کا باب بالکل بند کر دیا اور جو شخص ایک مال مین دوسرے مال سے فرق بتاتا ہی
اُسکو بُرا جانتے ہین اور یہ عین بدعت اور گمراہی ہی - اب اگر یہ کہو کہ بالفرض اگر غلبہ مال حرام کو ہو اور غیر محصور غیر محصور مین مختلط ہو تو جس صورت مین
کہ کسی مال مین علامت خاص نہو اُسکے باب مین تمہارا کیا قول ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اُس مال کا ترک کرنا ورع ہی اور اُسکا لینا حرام نہین
اسواسطے کہ اصل حلت ہی اور بدون علامت معین کے وہ دور نہین ہو گی جیسے کہ راستون کی کیچڑ وغیرہ مسائل مین حکم ہی بلکہ ہم اور بڑھکر کہتے ہین
کہ اگر بالفرض حرام دنیا کو ڈھانپ لے اسقدر کہ کہین یقیناً نشان حلال کا نہ رہے تب بھی ایسی صورت مین ہم از سر نو اپنے زمانہ سے شروط
حرمت کی تمہید کرینگے - اور جو باتین گذر چکی ہین اُنکو چھوڑ دینگے یعنی ہمارا مدعا یہ ہی کہ جب کوئی چیز اپنی حد سے بڑھ جاتی ہی تو معکوس ہو کر
اپنی ضد مین داخل ہو جاتی ہی تو اس صورت مین جب چیزین حرام ہو جائینگی تو سب حلال ہو جائینگی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ جب یہ معاملہ واقع ہو
تو پانچ احتمال ہو سکتے ہین اول یہ کہ سب آدمی کھانا چھوڑ دین یہان تک کہ مر جاوین دوم یہ کہ اشیاء مین سے سد رمق پر قناعت کرکے زندگی
کاٹین سوم یہ کہ مقدار حاجت جس طرح سے مل سکے لے لیوین خواہ چوری سے یا غصب سے یا تراضی سے اور کسی مال مین اور کسی وجہ سے لینے مین

کچھ فرق نہو چہارم یہ کہ شرع کی شرطون کا اتباع کرکے اُسکے قواعد پر از سر نو عمل کرین اور قدر حاجت پر مکتفی نہون پنجم یہ کہ باوجود شروط شرع پر اکتفا کرنیکے قدر حاجت پر بھی اکتفا کرین اب ظاہر ہی کہ احتمال اول باطل ہی اور دوسرا بھی قطعاً باطل ہی اسلیے کہ جب آدمی سد رمق پر اکتفا کرینگے اور زندگی کے دن کمزوری پر کاٹینگے تو بن موت مرجائینگے کیونکہ کوئی کام اور پیشہ نہو سکیگا اور دنیا بالکل خراب ہوجائیگی اور دنیا کی خرابی مین دین کی خرابی ہی اسلیے کہ دنیا آخرت کا مزرعہ ہی اور خلافت اور قضا اور سیاسات کے احکام بلکہ اکثر فقہ کے احکام سے مقصود دنیا کی مصلحتین ہین اس نظر سے کہ اُنسے دین پورا ہوجاوے تو ظاہر ہی کہ دنیا کی خرابی باعث دین کی خرابی کا ہی۔ اور تیسرا احتمال یعنی قدر حاجت پر اکتفا کرنا اور اُس سے زیادہ نہ لینا اور کسی مال اور جہت مین فرق نہ کرنا بلکہ غصب اور چوری اور تراضی یا کسی اور طرح سے حاصل ہونیکو برابر جاننا تو اسمین یہ خرابی ہی کہ باب شریعت مفسدون کے لیے بالکل بند ہوجائیگا اور طرح طرح کے فساد کرینگے غصب اور چوری اور انواع ظلم کی طرف ہاتھ بڑھینگے اور اُنکو زجر کرنا ممکن نہوگا کیونکہ وہ یہ جواب دینگے کہ قابض کا استحقاق چیز کے لیے ہم سے زیادہ نہین اسلیے کہ وہ چیز ہمپر اور اُسپر دونون پر حرام ہی اُسکو اسمین سے فقط مقدار حاجت لیسکتی ہی لیکن جیسی اُسکو حاجت ہی ہمکو بھی حاجت ہی اور اگر بالفرض ہمنے اپنے حق سے زیادہ بھی لیا ہی تو ایسے شخص سے لیا ہی جسکے پاس اُس روز کی حاجت سے زائد چیز تھی تو اب ایک روز کی حاجت کا ضبط کرنا چاہیے تاکہ زیادتی اور کمی معلوم ہو غرضکہ اس احتمال کے جاری ہونے سے شرع کی سیاست بالکل باطل ہوجائیگی اور فساد والے فساد کرنے پر اُبھر کھڑے ہونگے اس صورت مین جب کہ تینون احتمال نہین ہوسکتے تو صرف چوتھا احتمال رہا یعنی یہ کہا جاویگا کہ جسکے قبضہ مین جو چیز ہی وہی اُسکا زیادہ مستحق ہی اُس سے بزور غصب اور دزدی لینا درست نہین بلکہ تراضی سے لینا چاہیے اور تراضی طریق شریعت ہی مگر مطلق تراضی کا بھی اعتبار نہین بلکہ وہ تراضی جس سے مصلحتین متعلق ہین اور اُسکا دستور شریعت مین مقرر ہی۔ اب باقی رہا پانچوان احتمال یعنی قبضہ والون سے چیز کو بموجب شرع کے طریق کے حاصل کرنا اور مقدار حاجت پر اکتفا کرنا تو وہ یہ بات ہی کہ سالک طریق آخرت کے لیے ہمارے عندیہ مین ورع کے مناسب ہی مگر عوام پر اسکے واجب کرنے کی کوئی وجہ نہین اور نہ فتواے عام مین اسکو داخل کرسکتے ہین ورنہ اس صورت مین لوگون کے مالون پر قدر حاجت سے زیادہ دیکھکر ظالم دست درازی کرینگے اور چور بھی زائد از حاجت کے چرانے کا قصد کرینگے اور جو شخص غالب ہوگا وہ دوسرے مغلوب کا مال چھین لیگا اور جس شخص کو موقع ملیگا دوسرے کی چیز چرا لیگا اور کہیگا کہ مالک کا حق صرف قدر حاجت مین ہی اور مین محتاج ہون زائد از حاجت کو مین نے لے لیا اب سلطان پر واجب ہوگا کہ قبضہ والون کے پاس جو چیز زائد از حاجت پاوے اُسکو اُنسے لیکر سب اہل حاجت کو دے دے اور اسطرح سب کا وظیفہ یومیہ یا سالانہ مثلاً کیا کرے پس اس صورت مین بے انتہا تکلیف اور مالون کا تلف کرنا ہی تکلیف تو خود ظاہر ہی کہ بادشاہ کو اتنی قدرت کہان کہ سب خلق مین اس صورت کو جاری کرے بلکہ جاری کرنا غیر ممکن ہی اور مال کا تلف کرنا اسطرح ہی کہ میوہ اور غلہ اور گوشت وغیرہ جو کچھ حاجت سے بچ رہیگا اُسکو سمندر مین ڈالنا چاہیے یا چھوڑ دیا جاے یہان تک کہ سڑ جاوے کیونکہ میوہ اور غلہ خداے تعالی اتنا پیدا کرتا ہی کہ قدر حاجت کیا معنی اگر تمام خلق خوب وسعت کے ساتھ برتین تب بھی بچ رہے علاوہ ازین ایک خرابی اسمین یہ ہی کہ حج اور زکوٰۃ اور کفارہ مالی اور جتنی عبادتین کہ تونگری سے متعلق ہین سب لوگون کے ذمہ سے ساقط ہوجائینگی کیونکہ لوگون کے پاس بجز قدر حاجت کے اور کچھ نہ رہیگا اور یہ بھی نہایت بُری بات ہی۔ بلکہ ہم کہتے ہین کہ اگر فی المثل ایسے وقت مین کوئی نبی آوے تو اُسپر واجب ہوگا کہ معاملہ کو از سر نو کرے اور لوگون کے اسباب کی تفصیل خواہ تراضی سے ہون یا اور طریقون سے سب کی تمہید کرے اور وہی باتین کرے جو تمام مال حلال ہونے کی صورت مین کرتا اسمین کچھ فرق نہوگا۔ اور یہ جو ہمنے کہا کہ اُسپر واجب ہی اس سے مراد وہ صورت ہی کہ نبی موصوف اُن لوگون مین سے ہو جو مخلوق کے دین اور دنیا کی مصلحت کے لیے بھیجے جاتے ہین کیونکہ بہتری اس سے تو پوری نہوگی کہ تمام خلق کو قدر ضرورت اور حاجت پر پابند کردیا جاوے تو ضرور ہی کہ اسباب ملک کی تفصیل از سر نو ہونی چاہیے اور اگر نبی کی بعثت بہتری کے لیے نہوگی تو اُسپر امر مذکور واجب بھی نہوگا اور گو ہمارے نزدیک یہ امر ممکن ہی کہ نبی کی بعثت بہتری کے لیے نہو مثلاً خداے تعالی کوئی ایسا سبب مقدر فرماوے کہ اُس سے تمام خلق ہلاک ہوجاوے تو دنیا بھی

اُنسے فوت ہو جاوے اور دین مین بھی گمراہ رہین اسلیے کہ گمراہی اور ہدایت اور مارنا اور جلانا اُسکے اختیار مین ہی مگر پھر بھی ہم اِس امر کو خداے تعالیٰ کی عادت جاری کے بموجب فرض کرتے ہین کہ نبیون کا بھیجنا دین اور دنیا کی بہتری کے لیے ہوتا ہی۔ اور ہمکو اسکے فرض کرنے کی بھی ضرورت نہین کیونکہ جو امر ہم فرض کرتے ہین وہ موجود ہی ہوگیا ہی یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے وقت مین مبعوث فرمایا کہ نبیون کا توڑا پڑ گیا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو گذرے قریب چھ سَو برس کے ہوگئے تھے اور کچھ لوگ تو مثل یہودیون اور بُت پرستون کے آپ کو نہ مانتے تھے اور کچھ مانتے تھے مگر اُنمین فسق پھیل گیا تھا جیسے ہمارے زمانہ مین پھیل گیا ہی اور فروع شریعت کا خطاب کفار کو بھی ہوتا ہی اور مال نہ ماننے والون اور ماننے والون دونون کے قبضہ مین تھے پس نہ ماننے والے تو معاملات خلاف شریعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کرتے تھے اور ماننے والے آپس کے معاملات مین تساہل برتتے تھے جیسے کہ مسلمان اب کرتے ہین حالانکہ زمانۂ نبوت کو گذرے بہت عرصہ نہین ہوا۔ غرضکہ اِس وقت مین کل اموال یا اکثر یا کثیر حرام تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امور گذشتہ کو معاف فرمایا اور اُنکے باب مین کچھ تعرض نہ کیا اور مال قبضہ والون کا ٹھہرا کر شرع کو تمہید کیا حالانکہ جس چیز کی حرمت شریعت مین ثابت ہوگئی ہو وہ کسی رسول کے مبعوث ہونے سے حلال نہوا اور نہ اسطرح حلال ہو کہ جس شخص کے قبضہ مین حرام ہی وہ اُسکو دے ڈالے چنانچہ جزیہ مین اہل ذمہ اگر ہمکو وہ مال دین جسکو ہم جانتے ہون کہ شراب کا دام ہی یا سود کا مال ہی تو اُس خاص کو ہم نہ لینگے اور پہلے لوگون کے مال بھی اُسوقت مین ایسے ہی تھے جیسے اب ہمارے مال ہین بلکہ عرب کا مال کچھ زیادہ ہی تھا کہ لوٹ کھسوٹ اُنمین زیادہ تھی۔ پس اِس تقریر سے ظاہر ہوا کہ احتمال چہارم فتوی کے لیے متعین ہی اور احتمال پنجم طریقۂ ورع ہی بلکہ ورع کامل یون ہی کہ مباح مین بھی بقدر حاجت پر اکتفا کیا جاوے اور دنیا مین توسع کو بالکل ترک کیا جاوے اور یہ طریق آخرت کا ہی اور ہم اِسوقت اُس فقہ کی بحث کرتے ہین جو خلق کی بہتری سے متعلق ہی اور فتوی ظاہری کا رنگ ڈھنگ موافق مقتضاے مصلحتون کے ہوا کرتا ہی اور دین کے طریق پر چلنا کسی ہی کسی سے ہوسکتا ہی اور اگر سب مخاوق طریق آخرت مین مشغول ہو جاوے تو انتظام بیکار اور عالم خراب ہو جاوے کیونکہ طریق آخرت کا چلنا دیان کی بڑی سلطنت کا طالب ہوتا ہی اور اسکو دنیا کی سلطنت پر قیاس کر لینا چاہیے کہ اگر سب آدمی سلطنت کی جستجو مین مشغول ہو جاوین اور ادنی حرفون اور خسیس صنعتون کو چھوڑ دین تو اول انتظام بگڑیگا پیچھے انجام کو سلطنت بھی باطل ہو جاویگی تو جس طرح دنیا کے انتظام کے لیے اہل حرفہ مسخر ہین اور اپنے پیشے اِسی لیے کرتے ہین کہ بادشاہون کا انتظام بنا رہے اِسی طرح دنیا پر متوجہ ہونے والے اسلیے مسخر ہین کہ طریق دین دینداروں کے لیے بنا رہے اور مالک آخرت کے طالبون کا انتظام تمام نہونے پاوے اگر یہ بات نہ ہوتی تو اہل دین کی سلامتی نہوتی اسلیے کہ اُنکے حق مین دین کے سلامت رہنے کی یہ شرط ہی کہ اکثر لوگ اُنکے طریق سے اعراض کرکے دنیا کے امور مین مشغول رہین اور یہ امر تقدیر ازلی نے اسی طرح پر تقسیم کر دیا ہی کہ ایک کو ایسا بنایا اور دوسرے کو دوسری طرح کا اور اِسی تقسیم کی طرف اشارہ ہی اِس آیت مین نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا۔ اب اگر یہ کہو کہ حرام کو اسی طرح عام فرض کرنا کہ حلال باقی ہی نہ رہے اسکی کچھ ضرورت نہین اسلیے کہ یہ امر واقع مین موجود نہین چنانچہ ظاہر ہی اور اِسمین شک نہین کہ بعض حرام موجود ہین اور یہ معلوم نہین کہ وہ بعض کمتر ہین یا اکثر اور تمنے جو کہا ہی کہ وہ بعض کل کے اعتبار سے کمتر ہین ایک امر صاف ہی مگر اُسکے لیے کوئی دلیل قطعی چاہیے جسکا نتیجہ یہ ہو کہ کل کی نسبت کر حرام کمتر ہی اور تمنے جو تقسیمین اِس باب مین بیان کی ہین وہ سب امور فرضی ہین اور بعض علما دلائل فرضیہ کو نہین مانتے اسلیے ضرور ہی کہ کوئی نظیر ہین بیان کرو تاکہ اُسپر قیاس کر لیا جاوے اور دلیل سب کے نزدیک مقبول ٹھہرے تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر یون مان لیا جاوے کہ حرام کمتر ہی تب تو ہماری دلیل کے لیے عہد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب رضی اللہ عنہم کا کفایت کرتا ہی کہ اُسمین بھی سود اور چوری اور خیانت اور لوٹ موجود تھی اور باوجود اسکے داد و ستد اموال کی بند نہ تھی اور اگر فرض کیا جاوے کہ زمانۂ حال مین حرام اکثر ہی تب بھی حرام کا لینا حلال ہو جاویگا اور اسکی دلیل تین باتین ہین اول وہ تقسیم جسکو ہم نے

ہم نے بانٹ دی ہے ان مین روزی ان کی دنیا کی زندگی مین اور بلند کر دیے درجے بعض کے بعض پر تاکہ ٹھہراوے ایک دوسرے کو خدمتگار ۱۲

حصر کی صورت مین لکہا ہی اور چار قسمین باطل کرکے پانچوین قسم کو قائم رکہا ہی کیونکہ جس صورت مین کہ وہ تقسیم ایسی طرح مین جاری ہی کہ کل مال حرام ہو تو اگر حرام اکثر یا کمتر ہوگا تو اسمین بطریق اولی جاری ہوگی اور یہ جو کہتے ہو کہ وہ دلیل فرضی اور وہمی ہی تو یہ خیال خام ہی اسلیے کہ امر وہمی مظنون یا توہمی ہوا کرتا ہی اور یہان امر مظنون نہین بلکہ یقینی ہی کیونکہ ہمکو اس بات مین شک نہین کہ شریعت کا مقصود دین و دنیا کی مصلحت ہی یہ امر بدیہۃ معلوم ہی ظنی بات نہین اور اسمین بھی کچھ شبہہ نہین کہ اگر تمام لوگون کو بقدر ضرورت خواہ حاجت پر منحصر کر دیا جاوے یا گہاس اور شکار ہی پر چہوڑا جاوے تو یہ امر اول تو دنیا کو خراب کریگا اور دنیا کے ذریعہ سے پہر دین کی خرابی لاویگا پس جس بات مین کچھ شک نہو اُسکے لیے کسی اصل شاہد کی حاجت نہین شاہد انھین خیالات کے لیے بیان ہوا کرتا ہی جو مظنون ہون اور جداگانہ فرد بشر سے متعلق ہون دوسری یہ کہ اسکی تعلیل مین ایک ایسا قیاس جزئی لکہا جاوے جسکا مآل ایسی اصل پر ہو کہ جتنے فقہا جزئی قیاسون سے مانوس ہین سب اُسپر متفق ہو جائین ہرچند جزئیات ارباب تحصیل کے نزدیک بہ نسبت امور کلی کے بہتر مقصود ہین چنانچہ امر کلی ہمنے اول ذکر کیا ہی کہ اگر بالفرض حرام عام ہو جاوے اور ضرورت کسی نبی کے بہیجنے کی پڑے تو وہ نبی بھی اسی امر کلی کے موافق کاربند ہوگا حتی کہ اگر اُسکے خلاف حکم کریگا تو عالم خراب ہو جائیگا۔ یہان قیاس جزئی یون ہو سکتا ہی کہ اصل اور ظن غالب متعارض ہین اور اُنکا تعارض ایسی صورت مین ہوا ہی جو امور غیر محصورہ مین سے ہی اور اُنمین کوئی علامت معین بھی موجود نہین تو اس صورت مین حکم اصل پر کیا جائیگا نہ ظن غالب پر جیسے راستون کی کیچڑ اور نصرانیہ کے گہڑے اور مشرکون کے برتنون مین اصل پر حکم ہوتا ہی چنانچہ اسکو صحابہ کے فعل سے ہم پہلے ثابت کر چکے ہین اور علامت معینہ کے نہونے کی قید ہمنے اسلیے کی کہ اس سے وہ برتن نکل جاوین جنمین اجتہاد کو دخل ہی اور غیر محصور اسلیے کہا کہ مسئلہ مردار اور مذبوح جانور کے مشتبہ ہو جانے اور دودہ کی بہن اور اجنبی کے مخلوط ہونے کا نکلجاوے۔ اب اگر یہ کہو کہ اس جواب مین یہ خرخشہ رہا کہ پانی کا طاہر ہونا یقینی ہی اور اصل ہی لیکن یہ کون مانتا ہی کہ اموال مین اصل حلت ہی بلکہ اُنمین تو اصل حرمت ہی پس اسکا جواب یہ ہی کہ جو اموال ایسے ہین کہ اُنکی حرمت اسوجہ سے نہین ہی کہ اُنکی ذات مین کوئی صفت خبیثہ ہو جیسے شراب اور سور کی ذات مین ہی تو وہ ایسی صفت پر مخلوق ہین جس مین استعداد معاملات کے قبول کرنے کی تراضی سے ہو جاتی ہی جس طرح کہ پانی مین استعداد وضو کی مخلوق ہوئی ہی اور شبہہ پڑا ہی وہ ایسی استعداد مین ہی تو دونون باتون مین کچھ فرق نہ رہا کیونکہ اموال پر جب ظلم آ جاتا ہی تو اُنمین صفت معاملہ کے قبول کی نہین رہتی جیسے نجاست کے آنے سے پانی مین استعداد وضو کے قبول کی نہین رہتی تو اب دونون مین کچھ فرق نہین۔ اور دوسرا جواب یہ ہی کہ قبضہ ایک دلیل ظاہر مالک کی ہی اور قائم مقام استصحاب کے اور اُس سے قوی تر ہی اسوجہ سے کہ شریعت نے استصحاب کو قبضہ کے ساتھ لاحق کیا ہی چنانچہ اگر کسی شخص پر دین کا دعوی کیا جاوے تو مدیون کا قول ہی معتبر ہوگا کیونکہ اصل تو یہی ہی کہ اُسکے ذمہ کچھ نہو تو یہ استصحاب ہوا کہ جو حکم پہلے تہا وہی اب باقی رہا اور جس شخص پر یہ دعوی ہو کہ جو چیز اُسکے قبضہ مین ہی وہ اسکی مالک ہی تو یہان بھی قابض کا قول معتبر ہی اسلیے کہ قبضہ قائم مقام استصحاب کے ہی کیونکہ جو چیز کسی آدمی کے قبضہ مین ہو تو اصل یہی ہی کہ اُسکی ملک ہوگی جب تک کہ اُسکے خلاف پر کوئی علامت معینہ دلالت نکرے۔ تیسری وجہ یہ ہی کہ جو چیز کسی جنس غیر محصور پر دلالت کیا کرتی ہی اور معین چیز پر دلالت نہین کرتی اُسکا اعتبار نہین کیا جاتا اگرچہ قطعی الدلالت ہو تو جس صورت مین کہ دلالت ظنی ہوگی اُسکا اعتبار بطریق اولی نہونا چاہیے مثلاً اگر کسی چیز کی نسبت معلوم ہو کہ یہ زید کی ملک ہی تو اُس چیز کا حکم یہ ہی کہ بدون اجازت زید کے اُسمین تصرف نکیا جاوے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اُسکا مالک جہان مین کوئی شخص ہی مگر وہ یا اُسکا وارث معلوم نہین ہو سکتا تو ایسی ملکیت کا اعتبار نہوگا اور وہ چیز مسلمانون کی مصلحت کے لیے قرار پائیگی اور بحکم مصلحت اسمین تصرف کرنا درست ہوگا اور اگر یہ معلوم ہو کہ اُس چیز کا مالک دس یا بیس شخصون مین ایک ہی تو اس صورت مین تصرف ممتنع ہوگا غرضکہ جس چیز کے مالک مین شک ہو کہ قابض مالک ہی یا نہین اور جس چیز کے مالک کے باب مین یقین ہو کہ کوئی مالک ہی مگر اسکی تعیین معلوم نہو تو ایسی دونون چیزین برابر ہین اول کچھ دوم سے زائد نہوگی تو ایسی چیزون مین تصرف مقتضائے مصلحت درست ہونا چاہیے اور مصلحت وہ ہی جسکو ہمنے اقسام پنجگانہ مین ذکر کیا ہی

پس یہ اصل اُسکی شاہد ہوگی اور کیسے نہو حالانکہ ہر ایک مال لاوارث جسکا مالک نہ ملے اُسکو بادشاہ مصلحتون مین صرف کیا کرتا ہی اور مصلحتون مین فقرا وغیرہم بھی ہین تو جب فقیر کو بادشاہ وہ مال دیگا وہ اُسکا مالک ہو جائیگا اور اُسکا تصرف اُسمین نافذ ہوگا اگر اُسکے پاس سے کوئی چور چرا لیگا تو چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا تو دیکھو کہ غیر کی ملک مین کیسے اُسکا تصرف نافذ ہوا اُسکی وجہ بجز اِسکے اور کچھ نہین کہ مصلحت اِس بات کی مقتضی ہی کہ ملکیت اُسکی طرف رجوع کرے اور وہ چیز اُسکو حلال ہو جاوے اِسلیے ہمنے مصلحت کے بموجب حکم کیا اب اگر یہ کہو کہ یہ صورت تو بادشاہ کے تصرف کی ہی تو اِسکا جواب یہ ہی کہ بادشاہ کو غیر کی ملک مین بدون اُسکی اجازت کے تصرف کیون درست ہی اُسکی وجہ بجز مصلحت کے اور کچھ نہین اور مصلحت یہ ہی کہ اگر ترک کر دے تو ضائع ہو جاوے پس اب دو صورتین بادشاہ کو پیش ہوتی ہین یا تو ضائع کر دے یا کسی امر ضروری مین صرف کرے اور امر ضروری مین صرف کرنا ضائع کرنے کی نسبت کہ بہتر ہی اسلیے صرف کرنے کو ترجیح دی گئی -- اور جس مین شک ہو اور اُسکی حرمت معلوم نہو اُسمین مصلحت یہ ہی کہ قبضہ کی دلالت پر حکم کیا جاوے اور قبضہ والون کی ملک مین چھوڑ دیا جاوے اسلیے کہ شک کی وجہ سے اُنکو اُنکے ہاتھ سے نکالنا اور اُنکو یہ تکلیف دینی کہ قدر حاجت پر اکتفا کرین اِس سے وہ ضرر ہوگا جسکو ہم لکھ آئے ہین -- اور مصلحت کی جہتین مختلف ہین اسلیے کہ بادشاہ کو کبھی تو اِسمین مصلحت معلوم ہوتی ہی کہ اُس مال سے پل بناوے اور کبھی لشکر اسلام مین اُسکا صرف کرنا اور کبھی فقرا کو دینا مصلحت سمجھتا ہی پس جیسی مصلحت ہوتی ہی ویسا ہی اُسکا تصرف ہوتا ہی اور اسطرح کے مال مین فتوی بھی مصلحت کے بموجب
اِس بیان سے یہ نکلا کہ اشیاء مالی مین خلق پر اُن ظنون کا مواخذہ نہین جنکی سند کوئی خاص دلالت اُن اشیا مین نہو جیسے کہ بادشاہ سے اور فقیرون سے جو بادشاہ سے مال لیجاتے ہین مواخذہ نہین گو یہ جانتے ہین کہ اِس مال کا کوئی مالک ہی لیکن چونکہ مالک معین مشار الیہ کا علم نہین اسلیے اُنسے مواخذہ متعلق نہین اور اِس باب مین ذات مالک اور ذات املاک مین کچھ فرق نہین یعنی اختلاط مین دونون کا حکم یکسان ہوتا ہی - یہ تھا بیان شبہہ اختلاط کا اب صرف اِس بات کی بحث باقی رہی کہ مائعات اور دراہم اور اسباب ایک مالک کے قبضہ مین اگر ملجاوین تو اُنکا کیا حکم ہی اور اسکا بیان عنقریب اُس فصل مین ہوگا جسمین مظالم سے بری ہونے کے طریق کی تفصیل مذکور ہی

تیسرا مقام شبہہ کے پیدا ہونے کا یہ ہی کہ جس سبب سے چیز حلال ہوئی ہی اُسمین کوئی معصیت ملجاوے اور یہ معصیت یا تو سبب کے قرائن یعنی ساتھ کی چیزون مین ہوگی یا نتائج مین یا مقدمات مین یا عوض مین اور اُسمین یہ شرط ہی کہ ایسی معصیت نہو جو عقد کے فاسد ہونے یا سبب محلل کے باطل کرنے کا موجب ہو اب اِن چارون معصیتون کی مثالین مذکور ہوتی ہین -- قرائن مین معصیت کی مثال یہ ہی کہ جمعہ کے روز اذان کے وقت بیع کرنا یا چھینی ہوئی چھری سے ذبح کرنا یا چھینی ہوئی کلھاڑی سے لکڑیان کاٹنی یا غیر کی بیع پر بیع کرنا یا دوسرے کی چکائی چیز کو چکانا اِسی طرح کی اور صورتین ہوسکتی ہین پس ایسے معاملات مین جو نہی وارد ہی اور اُس سے عقد کا فساد معلوم نہین ہوتا تو اُنسے باز رہنا البتہ ورع مین داخل ہی یہ نہین کہ جو چیز اسطرح حاصل ہو اُسپر حکم حرمت کا لگجاوے اور اِس قسم کا نام شبہہ رکھنا بھی تسامح ہی اسلیے کہ شبہہ اکثر ایسی ہی جگہ بولتے ہین جہان اشتباہ اور جہل ہو اور یہان اشتباہ کچھ نہین اسلیے کہ غیر کی چھری سے ذبح کرنے مین گناہ کا ہونا معلوم ہی اور ذبیحہ کا حلال ہونا بھی معلوم ہی تو اشتباہ اور جہالت نہین کہ شبہہ کہا جاوے ہان یہ ہوسکتا ہی کہ شبہہ کو مشتق مشابہت سے کیا جاوے اور یون کہا جاوے کہ چونکہ اِس طریق سے حاصل کی ہوئی چیز مکروہ ہی اور کراہت مشابہ حرمت کے ہی اِسلیے اُسکو بھی شبہہ قرار دیا گیا اِس صورت مین اِسکو شبہہ کہنا البتہ درست ہوگا ورنہ اِسکا نام کراہت ہونا چاہیے نہ شبہہ بہرحال جب معنی معلوم ہوگئے تو اب نام مین کچھ مضائقہ نہین کیونکہ فقہا کی عادت ہی کہ الفاظ کے اطلاق مین تسامح کیا کرتے ہین پھر جاننا چاہیے کہ اِس کراہت کے تین درجے ہین اُن مین سے اول حرام کے قریب ہی اور اُس سے ورع کرنا امر ضروری ہی اور درجۂ دوم کی انتہا ایک گونہ مبالغہ کی طرف ہی کہ گویا اُس سے بچنا وسواسیون کے ورع مین لاحق ہوتا ہی اور اِن دونون درجون کے درمیان اور مدارج ہین کہ وہ اُنھین دونون طرفون کی طرف مائل ہین مثلاً اگر شکاری کتے کو چھین کر اُس سے شکار کیلیے

تو کراہت اسمین بہت زیادہ ہوگی بہ نسبت اُس ذبیحہ کے جو غصب کی چھری سے ذبح ہوا ہو یا غصب کے تیر سے شکار ہوا ہو کیونکہ کتا ذی اختیار چیز ہو اور اسمین اختلاف ہی کہ جو کچھ اِس کتے سے شکار ہو وہ شکار کرنے والے کا ہوگا یا کتے کے مالک کا اور اسی کراہت کے قریب یہ ہی کہ تخم کو غصب کی زمین مین بووے ہرچند زراعت تخم والے کی ہوگی مگر اسمین شبہہ ہی اور اگر مالک زمین کے لیے ہم زراعت مین حق حبس ٹھہراوین تو ثمن حرام کے مانند ہوگا مگر قیاس کے مطابق یہی ہی کہ حق زمین کے روکنے کا ثابت نہ رکہا جائے جیسے غصب کی چکی سے آٹا کوئی پیسے یا غصب کے جال سے شکار کرے کہ جال والے کا حق شکار مین کچھ نہین اور اسکے قریب یہ ہی کہ غصب کی کلھاڑی سے لکڑیان جمع کرے اور اُس سے کمتر کراہت اسمین ہی کہ اپنی خاص ملک کو غصب کی چھری سے ذبح کرے کیونکہ ذبیحہ کی حرمت کا تو کوئی قائل نہین اور اسی کے قریب اذان جمعہ کے وقت بیع کرنا ہی اسلیے کہ مقصود عقد سے اسکو علاقہ ضعیف ہی مگر بعض شخص کہتے ہین کہ عقد فاسد ہو جاتا ہی کیونکہ غایت ما فی الباب یہ ہی کہ بائع اپنے ذمہ کے دوسرے واجب کو چھوڑ کر بیع مین مشغول ہوا اور اگر اسیقدر سے بیع فاسد ہو جایا کرے تو چاہیے کہ جس شخص کے ذمہ ایک درم زکوٰۃ کا ہو یا کوئی نماز قضا ہو جسکا وجوب فوراً ہو یا اُسکے ذمہ کسی کا حق ایک پیسا ہو تو اُسکی بیع فاسد ہو جاوے اسلیے کہ بیع مین مشغول ہونا اُسکے حق مین دوسرے واجبات کی بجاآوری سے مانع ہی اور جمعہ مین بھی اذان کے بعد صرف وجوب ہی پیدا ہوتا ہی تو جب اذان کے وقت کی بیع مانع جمعہ کے ادا کی ہوئی اور فاسد ٹھہری تو ایسی ہی اور واجبات کی بھی مانع ہوئی چاہیے اور آخر کو یہ ہوگا کہ ظالمون کی اولاد کا اور جنکے ذمہ ایک درم ہو اُنکی اولاد کا نکاح درست نہو اسلیے کہ وہ شخص نکاح کرنے مین مشغول ہوے اور جو ذمہ اُنکے ذمہ تہا اُسکے تارک ہوے ہان مگر چونکہ جمعہ کے دن مین خاصکر نہی وارد ہوئی ہی اسی لیے ذہن مین اسکی خصوصیت جلد آتی ہی اور یہین وجہ اسکی کراہت زیادہ ہی اور اُس سے احتراز کرنے کا کچھ مضائقہ نہین مگر کبھی نوبت وسواس کی پہونچ جاتی ہی حتی کہ جن لوگون کے ذمہ اورون کے حق ہوتے ہین اُنکی بیٹیون کے نکاح اور تمام معاملات سے کنارہ کشی ہونے لگتی ہی چنانچہ کسی بزرگ سے منقول ہی کہ اُنھون نے ایک شخص سے ایک چیز مول لی پھر سُنا کہ اُسنے یہ چیز جمعہ کے روز مول لی تھی تو وہ چیز اُسکو پھیر دی اِس خوف سے کہ کہین اُسنے اذان کے وقت نہ خریدی ہو اور یہ نہایت مبالغہ ہی کہ شک سے چیز کو پھیر دیا اگر شبہات اور مفسدات مین اسطرح کا وہم کیا جاوے تو جمعہ پر کیا منحصر ہی اور دنون مین بھی مشکل پڑیگی اور ورع اچھی چیز ہی اور مبالغہ کرنا اسمین زیادہ اچھا ہی مگر ایک حد معین تک ہی خوب ہی ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ یعنی ہلاک ہوے مبالغہ کرنے والے پس ان جیسے مبالغات سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ ہرچند مبالغہ کرنے والے کو تو ایسا مبالغہ ضرر نہین کرتا مگر غیر کو اِس سے اکثر یہ وہم ہو جاتا ہی کہ ایسا مبالغہ ضروری ہی پھر اُس سے کمتر سے بھی عاجز ہو جاتا ہی اور سرے سے ورع کو ترک کر دیتا ہی چنانچہ اِس زمانہ کے اکثر لوگون کو یہی حالت ہوگئی ہی کہ اول اپنے اوپر راہ تنگ کی اور جب اُسکی بجاآوری سے نا امید ہوے تو اُسکو چھوڑ دیا جیسے طہارت کے وسواسی کبھی طہارت سے عاجز ہو کر اُسکو چھوڑ دیتے ہین اسی طرح جو لوگ حلال کے باب مین وسواس کرتے ہین اور اُنکے وہم مین جم گیا ہی کہ دنیا کا تمام مال حرام ہی اُنھون نے بھی تمیز حلال و حرام کی اُٹھا ڈالی ہی اور یہ عین گمراہی کی بات ہی۔ اور نتائج مین معصیت کی مثال یہ ہی کہ جس تصرف کے کر لینے سے آیندہ کو معصیت ہو وہ اُسکی مثال ہو سکتا ہی اُنمین سے زیادہ کراہت ان مسائل مین ہی کہ انگور کو شراب بنانے والے کے ہاتھ فروخت کرے یا غلام امرد کو ایسے کے ہاتھ بیع کرے جو اغلام مین مشہور ہو یا تلوار کو رہزنون کے ہاتھ بیچے اور علما کو اسمین اختلاف ہی کہ یہ معاملات صحیح ہین یا نہین اور اُنسے جو ثمن آتا ہی وہ حلال ہی یا نہین اور قیاس کے موجب یہ ہی کہ یہ عقود صحیح ہین اور جو ثمن لیا جاتا ہی وہ حلال ہی ہان عاقد اِس عقد کے سبب سے گنہگار ہی جیسے غصب کی چھری سے ذبح کرنے سے گنہگار ہوتا ہی اور ذبیحہ حلال ہوتا ہی اسلیے کہ عاقد کو گناہ اِسی بات کا ہی کہ اُسنے معصیت پر دوسرے کی اعانت کی مگر یہ بات ذات عقد سے کچھ علاقہ نہین رکھتی اور جو ثمن اِس وجہ سے لیا جاتا ہی وہ سخت مکروہ ہی اور اُسکا نہ لینا ورع مہم مین منحصر ہی گو حرام نہین اور اسی کے قریب کراہت اسمین ہی کہ انگور ایسے کے ہاتھ فروخت کرے جو شراب پیتا ہو اور بناتا نہو یا تلوار ایسے شخص کے ہاتھ بیچے کہ وہ جہاد بھی کرتا ہو اور ظالم بھی ہو کیونکہ

اس صورت مین ایک احتمال دوسرے سے متعارض ہی اور اکابر سلف نے فتنہ کے وقت مین تلوار کو بیچنا مکروہ جانا ہی اس خوف سے کہ کہین ظالم
مول نہ لیوے تو یہ ورع پہلے کی نسبت کر زیادہ ہی اور اسمین کراہت کمتر ہی۔ اور اسکے بعد درجۂ مبالغہ ہی کہ گویا وسواس مین ملجاتا ہی اور وہ یہ
صورت ہی کہ بعض لوگ فرماتے ہین کہ کشتکارون کے ساتھ معاملہ آلات زراعت کا جائز نہین اسلیے کہ وہ ان آلات سے زراعت پیدا کرتے ہین
اور غلہ کو ظالمون کے ہاتھ فروخت کرتے ہین اسوجہ سے انکے ہاتھ ہلون اور بیلون اور دوسرے آلات کا بیچنا نہ چاہیے تو یہ ورع وسوسہ کا ہی
کیونکہ اسکا انجام یہ ہوگا کہ کاشتکار کے ہاتھ غلہ فروخت نہ کیا جاوے کیونکہ اُس سے بھی تو وہ زراعت پر تقویت پاویگا اور نہ اُسکو پانی دینا چاہیے
جو خاص کاشتکارون ہی کے لیے ہوتا ہی اور رفتہ رفتہ نوبت اُسی مبالغہ کی پہونچ جاویگی جس سے حدیث مین ممانعت ہوئی ہی اور جو شخص
کہ بقصد خیر کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہی اگر علم محقق اُسکو نہین روکتا تو وہ زیادتی ضرور کرتا ہی اور کیا عجب ہی کہ کسی ایسی بات پر اقدام کر بیٹھے
جو دین مین بدعت ہو اور اُسکے بعد لوگون کو اُس بدعت سے ضرر ہو اور وہ یہی خیال کرتا ہو کہ مین خیر مین مشغول ہون اور یہین وجہ کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنٰی رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِیْ وَالْمُتَنَطِّعُوْنَ ہُمُ الَّذِیْنَ یُخْشٰی عَلَیْہِمْ اَنْ یَّکُوْنُوْا مِنْ قِیْلِ
فِیْہِمُ الَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُہُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَہُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّہُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ حاصل یہ کہ آدمی کو نچاہیے کہ ورع کے دقائق مین بدون کسی عالم
زبردست کے پوچھے مشغول ہو اسلیے کہ اگر بدون سُنے اپنے ذہن سے کوئی بات تراشیگا اور جسقدر اُسکے لیے مقرر ہی اُس سے تجاوز کریگا تو
جسقدر اُسکے فعل سے خرابی ہوگی وہ اصلاح کی نسبت کر زیادہ ہوگی۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رض سے مروی ہی کہ آپ نے اپنا انگور کا باغ
جلادیا تھا اس خوف سے کہ کہین اُسکے انگور ایسے شخص کے ہاتھ نہ فروخت ہون جو شراب بناتا ہو اسکی وجہ ہمکو معلوم نہین ہوتی شاید کوئی اور
سبب خاص موجب جلانے کا آپ کو معلوم ہوا ہوگا ورنہ جو لوگ صحابہ رض مین آپ سے زیادہ رفیع القدر تھے اُنھون نے ایسا نہین کیا علاوہ
ازین اگر یہ بات درست ہو تو چاہیے کہ زنا کے خوف سے ذکر کا کاٹ ڈالنا اور جھوٹ کے ڈر سے زبان کو قلم کرنا اور اسی طرح اور اعضا کا تمام کرنا
درست ہو جاوے۔ اور مقدمات مین معصیت کے آنے کے تین درجے ہین سب مین بڑا درجہ جسمین سخت کراہت ہی یہ ہی کہ معصیت کا
اثر کسی ہوئی چیز مین باقی رہے مثلاً جس بکری نے غصب کی گھاس کھائی ہو یا چراگاہ حرام مین چری ہو اُسکو کھانا کہ غصب سے گھاس کھلانا
معصیت ہی اور یہی اُسکی بقا کا سبب ہی اور غالباً اُسکا گوشت اور خون اور اجزا اُس گھاس ہی سے ہون اور یہ ورع ضروری ہی گو واجب
نہین اور سلف کے بہت لوگون سے ایسا ورع منقول ہی چنانچہ ابو عبد اللہ طوسی بروغندی کے پاس ایک بکری تھی جسکا دودھ پیا کرتے تھے
ہر روز اُسکو گردن پر لاد کر جنگل مین چھوڑتے اور وہ چرتی رہتی اور خود نماز پڑھتے ایک روز ایک ساعت اُس سے غفلت ہوگئی وہ بکری ایک
باغ کے کنارے پر انگور کے پتے کھانے لگی اُسکو باغ ہی مین چھوڑ کر چلے آئے اور پکڑ لانا حلال نہ سمجھا اب اگر یہ کہو کہ حضرت عمر رض کے بیٹون عبد اللہ
اور عبید اللہ نے کچھ اونٹ لیکر رمنہ مین چھوڑ دیے وہ چر کر موٹے ہوگئے حضرت عمر رض نے اُنسے پوچھا کہ تمنے انکو رمنہ مین چرایا ہی اُنھون نے
عرض کیا کہ ہان آپ نے اُنسے نصف اونٹ لے لیے تو اس سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ آپ کی راے مین جو گوشت کہ گھاس سے پیدا ہوا وہ
گھاس والے کا تھا پس اس صورت مین ایسا جانور حرام ہونا چاہیے نہ مکروہ تو اسکا جواب یہ ہی کہ گوشت گھاس والے کا نہین ہوتا اسلیے کہ
گھاس کھانے سے جاتی رہتی ہی اور گوشت ایک نئی پیدائش ہی عین گھاس نہین پس شرعاً گھاس والا اسمین شریک نہین اور حضرت عمر رض
نے لڑکون سے گھاس کی قیمت کا تاوان لیا اور گھاس کی قیمت آپ کی راے مین نصف اونٹون کے برابر تھی اسلیے تخمیناً اجتہاد سے نصف
اونٹ لے لیے جیسے سعد بن ابی وقاص رض جب کوفہ سے آئے تھے تو اُنسے بھی نصف مال لے لیا تھا اسی طرح حضرت ابوہریرہ رض سے نصف
لے لیا تھا کیونکہ آپنے دیکھا کہ عامل سب کا مستحق نہین بقدر اُجرت عمل اُسکو ملنا چاہیے تو نصف مال کو اُنکے عمل کے عوض مین کافی سمجھا
اور یہ نصف بھی اجتہاد ہی سے ٹھہرایا تھا۔ درجۂ دوم وہ ہی جو بشر بن حارث سے منقول ہی کہ اُنھون نے اُس پانی کو نہین پیا جو ظالمون کی

ح عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی جیسے میری فضیلت کسی ادنی آدمی پر میرے اصحاب سے اور مبالغہ کرنے والے وہی ہین جنپر یہ خوف ہی کہ ان لوگون مین سے ہون جنکی شان مین کہا گیا ہی وہ لوگ کہ انکی دوڑ بھٹک ہی ہی دنیا کی زندگی مین اور وہ سمجھتے ہین کہ خوب بناتے ہین کام۔ اسکی سند باب العلم مین گذر چکی ۱۲

کھدوائی ہوئی نہر مین بہتا تھا اسلیے کہ نہر کے باعث وہ پانی ان تک پہونچا اور نہر کے کھودنے مین خداتعالی کی نافرمانی ہوئی تھی اور کسی دوسرے بزرگ نے اس باغ کے انگور نہ کھائے جسکو ظالمون کی کھودی ہوئی نہر سے پانی دیا گیا تھا یہ رتبہ اول کی نسبت کر بلند ہی اور ورع اسمین بہت زیادہ ہی اور ایک اور شخص اس پانی کے پینے سے باز رہا جو راستون پر بادشاہی چشمون مین رہتا ہی اور ان سب سے بڑھکر ذوالنون مصری کا ورع ہی کہ محبس مین حلال کھانا جو داروغہ محبس کے ہاتھ اُنکے پاس گیا تو نہ کھایا اور فرمایا کہ یہ کھانا ظالم کے ہاتھ پر میرے پاس آیا اور ان تینون کے درجے غیر منحصر ہین تیسرا رتبہ جو قریب وسواس اور مبالغہ کے ہی یہ ہی کہ ایسے حلال کھانے سے باز رہے جو کسی گناہگار کے ہاتھون پہونچے مثلاً کسی نے زنا کیا ہو یا گالی دی ہو تو ایسے شخص کے ہاتھون اگر پہونچے تو اسکو بھی نہ کھاوے اور اسکا حال ایسا نہین جیسا غذاء حرام کے کھانے والے کا ہی کیونکہ اس صورت مین پہونچانے والی چیز وہ قوت ہی جو غذاء حرام سے پیدا ہوئی اور زنا اور گالی ایسی چیز نہین جنسے قوت چیز کے لیجانے کی پیدا ہو غرضکہ حلال کھانا اگر کافر کے ہاتھ پہونچے تو اس سے باز رہنا بھی وسواس ہی بخلاف حرام کھانے کے کیونکہ کفر کھانا اٹھانے سے کچھ علاقہ نہین رکھتا اور اگر اسطرح کی احتیاط کیجاوے تو انجام کو یہ نوبت پہونچیگی کہ جس شخص نے غیبت یا جھوٹ یا کوئی اور ایسا گناہ کیا ہو اُسکے ہاتھ سے بھی کوئی چیز نہ لیجاوے اور یہ نہایت درجہ کا غلو اور اسراف ہی غرضکہ ورع مین وہ بات لحاظ رکھنی چاہیے جو ذوالنون مصری رح اور بشر بن حارث کے ورع مین معلوم ہو چکی کہ جو سبب موصل مین معصیت سے ورع کیا تھا مثلاً نہر اور ہاتھ کا زور کہ غذاء حرام سے حاصل ہوا تھا جب موصل یہ تھے انسے ورع کرنیکا مضائقہ نہین اب اگر کوئی اسپر قیاس کر کے آبخورہ سے پانی نہ پیوے اسوجہ سے کہ جس کمہار نے یہ کوزہ بنایا تھا اُسنے ایک روز کسی معصیت کی تھی کہ کسی آدمی کو مارا تھا یا گالی دی تھی تو یہ ورع وسواس ہوگا اسی طرح اگر اُس بکری کا گوشت نہ کھاوے جسکو کوئی شخص حرام کھانے والا ہانک کر لایا ہو تو یہ بھی ویسی صورت نہین جیسے داروغہ محبس کے ہاتھون کھانا گیا تھا اسلیے کہ کھانے کو داروغہ کی قوت پہونچاتی ہی اور بکری اپنے آپ چلی جاتی ہی ہانکنے والے کا صرف اتنا کام ہی کہ راستہ سے اور طرف نہین جانے دیتا پس اس سے ورع کرنا بھی وسواس کے قریب ہی اب دیکھو کہ یہ باتین جن امور کے بیان کی متقضی تھین اُنکو ہمنے کیسے درجہ وار بیان کر دیا اور اُنکے بعد یہ جاننا چاہیے کہ یہ درجات علماء ظاہر کے فتوی سے خارج ہین فقیہ کا فتوی صرف درجہ اول سے خاص ہی جسکے لیے عام خلق کو حکم شرعی ہو سکتا ہی اور اگر سب اسکی تعمیل کرنے لگین تو دنیا ویران نہو لیکن ورع متقیون اور صالحین کا ایسا نہین کہ علماء ظاہر کا فتوی اُسکے لیے ہو سکے بلکہ اس باب مین فتوی وہ ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وابصہ کو فرمایا استفت قلبک وان افتوک وافتوک وافتوک اور وہ دل سے معلوم ہی ہو جاتا ہی کیونکہ ارشاد ہی الاثم حزاز القلوب تو اگر مرید کے دل مین ان سببون مین سے کوئی سا کھٹکے اور وہ باوجود دل کھٹکنے کے اسپر اقدام کریگا تو بیشک خطر پاویگا اور جتنا کھٹکا اُسکو معلوم ہوتا ہوگا اُسی قدر دل تاریک ہو جاویگا بلکہ جو چیز خدا کے علم مین حرام ہی اور مرید اُسکو حلال خیال کر کے بدون کھٹکے اسپر اقدام کرے تو جسپر اقدام کریگا تو یہ امر اُسکے دل کی سختی مین موثر نہوگا اور اگر ایسی چیز پر اقدام کریگا جو علماء ظاہر کے فتوے کے رو سے حلال ہی گر خود اُسکے دل مین کھٹک ہی تو یہ اسکو مضر ہوگی اور جسے جو غلو اور مبالغہ سے منع کیا ہی اُس سے ہمارا مقصود یہ ہی کہ دل صاف اور معتدل ان جیسی باتون مین کچھ خلش نہین پاتا لیکن اگر کسی وسواسی کا دل اعتدال سے پھر جائے اور انمین خلش دل پاوے اور باوجود دل کی خلش کے اسپر جرات کرے تو اسکو ضرر ہوگا کیونکہ جو معاملہ اسمین اور خداے تعالی مین ہی اُسکے دل کا فتوی معتبر ہوگا اور اُسی کے بموجب اُس سے مواخذہ ہوگا و ہمین وجہ جس شخص کو طہارت مین یا نماز کی نیت مین وسواس ہوتا ہی اسپر تشدد کیا گیا ہی یعنی جب اُسکے دل پر یہ امر غالب ہو کہ تین دفعہ کے بہانے مین تمام اجزاء پر پانی نہین پہونچا اسلیے کہ وسوسہ غالب ہی تو اُسپر واجب ہی کہ چوتھی بار پانی استعمال کرے اور یہ حکم خاص اُسی شخص کے حق مین ہی اگرچہ نفس الامر مین وہ اس باب مین غلط وار ہو غرضکہ ان لوگون [illegible]

تو خدا سے تعالی نے بھی اُنپر تشدد کیا اور اِسی وجہ سے حضرت موسی علیہ السلام کی قوم نے جب گاے کے باب مین بہت سے سوال کیے تو
اُطرف سے بھی ویسا ہی تشدد ہوتا گیا اگر اول ہی دفعہ کے حکم مین لفظ بقرہ پر کاربند ہوتے اور کسی گاے کو ذبح کر دیتے تو کافی تھا پس
اِن دقائق کو بھولنا نچاہیے جنکو ہمنے لفیا آور اثبا تا مکرر لکھا ہو کیونکہ جو شخص کلام کی ماہیت پر مطلع اور آسکے مضامین پر واقف نہین ہوتا
وہ آسکے مقاصد کے دریافت کرنے مین عجب نہین کہ لغزش کرجائے۔ اور عوض مین معصیت کے بھی کئی درجے ہین سب سے بڑا درجہ
جسمین کراہت بہت ہی یہ ہو کہ کوئی چیز مول لے اور اسکا ثمن مال غصب یا حرام سے ادا کرے اب اس صورت مین دیکھا جائیگا کہ اگر
اُسکو بائع نے قبض ثمن سے پیشتر مبیع کو اپنی دل کی خوشی سے حوالہ کیا ہوگا اور مشتری نے ثمن ادا کرنے سے پہلے اسکو کھا لیا ہوگا
تب تو وہ حلال ہوگا اور اُسکا ترک کرنا بالاجماع واجب نہین یعنی ادائے ثمن سے پیشتر کسی کے نزدیک یہ واجب نہین کہ ایسی چیز نہ کھاوے
اور نہ ورع ہو کہ یہ مین داخل ہی پھر اگر ثمن بعد کھانے کے مال حرام سے ادا کیا تو ایسا ہوگا کہ گویا ادا ہی نہین کیا اور اگر بالفرض ادا ہی نکرتا
تو حق بائع کا یعنی دین اُسکے ذمہ رہتا مگر وہ مال حرام نہوجاتا پھر حرام سے ثمن ادا کرنے پر اگر بائع اُسکو بری کردے اور جانتا بھی ہو کہ
اُسنے مجکو مال حرام دیا ہی تو مشتری بری الذمہ ہوجاویگا اور اُسپر صرف اتنا گناہ رہیگا کہ حرام کے روپیون مین اُسنے تصرف کیا اور بائع کے
حوالہ کیے اور اگر بائع نے یہ سمجھکر بری کیا کہ ثمن حلال ہی تو مشتری بری نہوگا کیونکہ وہ تو یہ جانکر بری کرتا ہی کہ مین نے اپنا حق بھر پایا اور حرام کا
روپیہ اِس قابل نہین کہ اس سے حق بھر پاوے۔ اور اگر بائع نے اُسکو بخوشی خاطر وہ چیز نہ دی تھی مگر مشتری نے لے لی تو اب مشتری کو
اُسکا کھانا حرام ہی خواہ ثمن مال حرام سے اون ادا کردے یا بعد کھانے کے کیونکہ اِس باب مین فتوی جو ہم دیکھتے ہین وہ یہی ہی کہ بائع کو
مبیع کے روکنے کا حق اُسوقت تک ثابت ہونا چاہیے جب تک کہ اُسکی ملک ثمن مین متعین ہوجاوے جیسے مشتری کی ملک متعین ہوگئی ہی
اور اُسکے روکنے کا حق دو طرح سے ہی جاتا ہی یا مشتری کو معاف کردے یا اُس سے پورا حق بھر پاوے اور یہان دونون باتون مین سے
کوئی بھی نہین ہوئی تو اب مشتری جو اپنی ملک کھاتا ہی وہ اِس کھانے سے گناہگار ہوتا ہی جیسے راہن غلہ گرو کرے اور بدون اذن مرتہن
کے اُسکو کھا جاوے تو وہ بھی گو اپنی ملک کھاتا ہی مگر گناہگار ہی اور اسطرح اپنی ملک کھانے مین اور غیر کا مال کھانے مین فرق ہی مگر اصل
حرمت دونون مین شامل ہی یہ صورت اُسوقت ہی کہ مبیع کو ثمن دینے سے پیشتر لے لیوے خواہ بائع کی دل کی خوشی سے خواہ بدون اُسکے
دل کی خوشی کے لیکن جس صورت مین کہ ثمن مال حرام سے اولاً ادا کردے پھر مبیع کو لیوے تو اگر بائع جانتا ہو کہ ثمن حرام ہی اور باوجود اسکے
مبیع حوالہ کردے تو اُسکا حق مبیع کے روکنے کا باطل ہوجاویگا اور اُسکا دام مشتری کے ذمہ پر رہیگا کیونکہ جو کچھ بائع نے لیا ہی وہ ثمن نہین
اور ثمن کے باقی رہنے سے مشتری کو مبیع کا کھانا حرام نہوگا اور اگر بائع کو معلوم نہین کہ ثمن حرام ہی لیکن اگر ایسا ہی کہ اگر معلوم ہوتا تو وہ
مبیع کو نہ دیتا اور نہ ثمن سے راضی ہوتا تو اِس جہالت سے آسکا حق مبیع کے روکنے کا باطل نہوگا اِس صورت مین مشتری کو مبیع کا کھانا
حرام ہی جیسے مرہون چیز کو بدون اذن مرتہن کے کھانا حرام ہی یہان تک کہ بائع اُسکو بری کردے یا مشتری بائع کو مال حلال سے
ثمن ادا کردے یا خود بائع مال حرام سے راضی ہو کر مشتری کو دام معاف کردے تو معاف کرنا بائع کا درست ہوگا مگر حرام پر راضی ہوجانا
صحیح نہوگا غرضکہ مقتضاے فقہ اور حکم کا اِس درجہ مین یہ ہی جو اوپر بیان حلت و حرمت کا کیا گیا اب ایسے درجہ سے احتراز کرنے کو معلوم
کرنا چاہیے کہ اس سے احتراز ورع ضروری ہی کیونکہ معصیت جب سبب موصل سے شروع ہو کر چیز مین جم جاتی ہی تو اُس مین کراہت بہت
سخت ہوجاتی ہی جیسا کہ پہلے گذرا اور اِس باب موصل مین سب سے قوی ثمن ہی اگر بالفرض ثمن حرام نہوتا تو بائع اپنی چیز کو مشتری کے
حوالہ کرنے پر کب راضی ہوتا لیکن ثمن حرام سے بائع کا راضی ہونا مبیع کو سخت مکروہ ہونے سے خارج نہین کرتا صرف اتنی بات ہی کہ عدالت
اُس سے نہین جاتی مگر تقوی اور ورع کا درجہ اُس سے جاتا رہتا ہی اور اگر بادشاہ کوئی تھان یا زمین اُدھار مول لے اور اُسکو بائع کی خوشی ۹۰

ثمن ادا کرنے سے پہلے قبضہ کر کے کسی عالم وغیرہ کو انعام خواہ خلعت مین دے ڈالے اور اسکو شک ہو کہ اسکا دام نہ معلوم حلال سے ادا کریگا
یا حرام سے تو اسکی کراہت خفیف ہی بہ نسبت پہلی وجہ کے اسلیے کہ یہان اس بات مین شک ہی کہ ثمن مین معصیت داخل ہوگی یا نہین اور
کراہت کا خفیف ہونا اُسی حساب سے ہوگا جتنا اُس بادشاہ کے مال مین حرام کی قلت یا کثرت ہوگی یا غلبہ ظن سے اسکا حال معلوم ہوتا ہوگا
اور بعض صورت دوسری کی نسبت کریہ سخت تر ہوگی اور اسمین اُس بات کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو دل مین خلش کرے - درمیانی درجہ
یہ ہی کہ عوض نہ غصب ہو نہ حرام ہو بلکہ کسی گناہ کا آمادہ کرتا ہو مثلاً ثمن کے عوض انگور ایسے شخص کو دینے جو شراب پیتا ہی یا تلوار رہزن کو دینی
تو اسی طرح ثمن کے عوض دینے سے وہ بیع جو ادھار لی تھی حرام نہین ہوجاتی مگر اسپر حکم کراہت کا لگتا ہی اور یہ کراہت اُس سے کم ہی جو
غصب کے اندر تھی اور اس رتبہ کے درجات بھی اُسی قدر متفاوت ہوتے ہین جتنا ثمن کے لینے والے پر معصیت کا غلبہ ظن یا احتمال
کم ہوتا ہی - اور جس صورت مین کہ عوض عمل حرام ہو تو اسکا بدل حرام ہوتا ہی اور اگر اسکی حرمت محتمل ہو اور ظن سے مباح کیا جاوے تو اسکا
بدل مکروہ ہوتا ہی اور ہمارے نزدیک کسب پچھنے لگانے والے کی کراہت اسی قاعدہ کے بموجب ہی اسلیے کہ اُس سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے چند بار منع فرمایا پھر یہ اجازت دی کہ اسکو اپنے پانی کے اونٹ کو کھلاوے اور بعض لوگ جو یہ وہم کرتے ہین کہ اسکے کسب کی
کراہت کا سبب نجاست اور غلاظت کی مباشرت ہی تو یہ وہم فاسد ہی اسلیے کہ مباشرت نجاست باعث کراہت کسب کا ہو تو چاہیے کہ
دباغ اور جاروب کش کے کسب مین بھی کراہت ہو حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین اور اگر بالفرض انکی اجرت بھی کسی کے نزدیک مکروہ ہو تو
قصائی کے باب مین یہ قاعدہ نہ چل سکیگا کیونکہ اسکا کسب تو گوشت کا بدل ہی اور گوشت بذاتہ مکروہ نہین تو اسکا بدل کیسے مکروہ ہوگا حالانکہ
مباشرت نجاست اور غلاظت کی قصائی مین پچھنے والے اور فصاد کی نسبت کر زیادہ ہی کیونکہ پچھنے والا خون شاخ سے نکالتا ہی اور اسکو
روئی سے پونچھتا ہی اور قصائی اکثر ہاتھ سے ہی غلاظت کو دور کرتا ہی بلکہ سبب یہ ہی کہ پچھنے لگانے اور فصد کھولنے مین خون کا نکالنا ہوتا ہی
جس سے آدمی کی حیات قائم ہی تو اصل اسمین حرمت ہی اور حلال صرف ضرورت کی جہت سے ہوتا ہی اور ضرورت کا معلوم ہونا گمان
اور اجتہاد سے ہوتا ہی تو کیا عجب ہی کہ فصد کو مفید گمان کیا جاوے اور وہ مضر پڑے اور خدا کے نزدیک حرام ٹھہرے مگر ظن اور تخمین کے
اعتبار سے اسکی حلت کا حکم دیا جاتا ہی اور اسی وجہ سے فصاد کو لڑکے اور غلام اور بیہوش کی فصد کھولنی بدون انکے ولیون کی اجازت
اور طبیب کے کہنے کے درست نہین اور اگر فصد کھولنا ظاہر مین حلال نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پچھنے لگانے والے کو اجرت
عطا نہ فرماتے اور اگر اسمین احتمال حرمت نہ ہوتا تو اُس اجرت سے منع نہ فرماتے اب اِن دونون صورتون کا جمع کرنا بدون اُس علت کے
جو ہم نے بیان کی ممکن نہین اور اس صورت کو چاہیے یون تھا کہ ہم سبب کے قرائن متقدمہ مین لکھتے اسوجہ سے کہ یہ انہین سے زیادہ قرب
رکھتی ہی - اور سب سے نیچے کا رتبہ وسواس کا درجہ ہی مثلاً کوئی شخص قسم کھاوے کہ اپنی ماں کا کاتا نہ پہنونگا پھر اسکا سوت بیچ کر اُس سے
کپڑا مول لیا پہنے تو اسمین کچھ کراہت نہین اور اُس سے احتراز کرنا وسواس ہی اور حضرت مغیرہ رض سے مروی ہی کہ یہ حیلہ درست نہین
اور انھون نے اپنے قول کا شاہد یہ کہا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو لعنت کی اسلیے کہ انپر شراب حرام کی گئی تھی انھون نے
اسکو بیچا اور اسکا دام کھایا اس سے معلوم ہوا کہ جو شی اپنے اوپر حرام ہو اسکو بیچ کر اسکی قیمت سے انتفاع بھی درست نہین - اور یہ قیاس
مغیرہ رض کا درست نہین اسلیے کہ شراب کی بیع باطل ہی کیونکہ شریعت مین اسکا کوئی فائدہ باقی نہین رہا اور بیع باطل کا ثمن حرام ہوا کرتا ہی اور یہ
صورت سوت کے بیچنے کی شراب کے مانند نہین بلکہ اسکی مثال یہ ہی کہ آدمی ایک لونڈی کا مالک ہو جو اسکے دودھ کی بہن ہو اور پھر اسکو
ایک اور اجنبی لونڈی سے بدل لے تو اب اس اجنبی لونڈی سے ورع کرنا وسواس ہی اور اسطرح کا ورع نہایت غلو ہی اور ہمنے شبہات کو
اور انکے درمیان مین ہمارے بیچ داخل ہونے کی کیفیت کو بیان کر دیا ہی اور ہر چند اُن درجات کا تفاوت تین یا چار اور کسی عدد مین منحصر نہین

ح اور بیعکو واجب کی جاوے اس وجہ سے و نیز شبہ

ح اسطرح جانکو نہین کی محرم وغیرہ کیونکہ جب اسپر حرام ہوئی تھی اسکو کھا کر اور بدل کر کھایا جابر سے صحیحین مین بروایت جابر منقول ہی ۱۲

لیکن شمار سے مقصود تسہیل اور فہمایش ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ایک کپڑا دس درم کو مول لے جنمین ایک درم حرام کا ہو تو اللہ تعالی اسکی نماز قبول نہ کریگا جب تک اُسکے بدن پر وہ کپڑا رہیگا پھر حضرت ابن عمرؓ نے اپنی انگلیان دونون کانون مین دین اور فرمایا کہ یہ دونون بہرے ہو جائیو اگر مین نے یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سُنی ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ اس حدیث مین اُس خرید کا ذکر ہی جو معین روپیون سے خریدے اُدھار خریدنے کا ذکر نہین اور جس صورت مین کہ اُدھار پر ہو تو بیشتر اکثر صورتون مین حرمت کا حکم کیا ہی اسپر اسکو بھی محمول کرنا چاہیے علاوہ اسکے بہت سی ملکین ایسی ہوتی ہین کہ اُنپر وعید نماز کے قبول نہ ہونے کا پایا جاتا ہی کسی گناہ کے باعث سے جو اُس ملک کے سبب مین آگیا ہی گر باوجود اسکے فساد عقد نہین پایا جاتا جیسے اذان جمعہ کے وقت خریدی چیز وغیرہ

چوتھا مقام شبہ کے اُٹھنے کا دلیلون کا اختلاف ہی۔ اسلیے کہ دلیلون کا اختلاف ایسا ہی جیسے سبب مین اختلاف ہو کیونکہ سبب حلت اور حرمت کا سبب ہوتا ہی اور دلیل حلت اور حرمت کی معرفت کا سبب پڑتی ہی تو دلیل معرفت کے حق مین سبب ہوئی اور جب تک کہ دلیل بندہ کی معرفت مین ثابت نہ ہو گی تب تک اُس سے کچھ فائدہ نہین کیونکہ نفس الامر مین تو وہ ثابت ہی ہی اور دلیلون کا اختلاف شریعت کی دلیلون کے تعارض سے ہوتا ہی یا علامات والہ کے تعارض سے یا اشباہ و نظائر کے اختلاف سے۔ قسم اول یہ ہی کہ شریعت کی دلیلون کا تعارض ہو مثلاً دو آیتین عام قرآن مجید کی یا دو حدیثین یا دو قیاس ایک دوسرے کے متعارض ہون یا ایک قیاس اور ایک عام آیت یا حدیث متعارض ہون اور یہ سب قسمین تعارض کی شک کی موجب ہوتی ہین اور ان صورتون مین اُسی اصل کی طرف رجوع کیا جاتا ہی جو پہلے سے معلوم ہو اگر کوئی ترجیح نہو پھر اگر حرمت کی جانب کو ترجیح ہوگی تو اُس ترجیح کو اختیار کرنا واجب ہی اور اگر جانب حلت کو ترجیح ہو تو اسپر عمل کرنا جائز ہی مگر اُس سے ورع کرنا اچھا ہی اور ورع کے باب مین خلاف کی جگہون سے بچنا مفتی اور مقلد دونون کے حق مین ضروری ہی مگر مقلد کو جائز ہی کہ جس مفتی کو سمجھے کہ یہ تمام شہر کے علما سے افضل ہی اُسکے قول اور فتوی پر عمل کرے اور مفتی کا افضل ہونا لوگون کے سننے سے معلوم ہوتا ہی جیسے کہ طبیب کا شہر کے طبیبون سے افضل ہونا سننے اور قرینون سے پہچانا جاتا ہی گو طب اچھی طرح نہ جانتا ہو اور فتوی لینے والے کو یہ جائز نہین کہ مذہبون مین سے جس مین زیادہ گنجایش اور اپنے لیے سہولت دیکھے اسکو چھانٹ لے بلکہ اسکو چاہیے کہ تلاش کرتا رہے یہان تک کہ اُسکو ظن غالب کسی کے افضل ہونے کا ہو جاوے پھر اُس مذہب کا اتباع ایسی طرح کرے کہ ہرگز اُسکی مخالفت نہ کرے ہان اگر اُسکا امام کسی چیز کا فتوی دے اور اُسمین کسی اور امام کا خلاف بھی پایا جاتا ہو تو ایسی طرح عمل کرنا کہ دونون قولون پر عمل ہو اور خلاف سے بچا ورع موکد مین داخل ہی اسی طرح اگر مجتہد کے نزدیک دلیلین متعارض ہون اور ظن اور تخمین سے حلت کی جانب کو ترجیح معلوم ہوتی ہو تو اُسکے حق مین ورع یہ ہی کہ اُس چیز سے خود اجتناب کرے چنانچہ سلف کے مفتی بہت چیزون کی حلت کا فتوی دیا کرتے تھے مگر ورع کی جہت سے خود اُنپر اقدام نہ کرتے تھے کہ شبہ سے محترز رہین پس اسکو بھی ہم تین مرتبون پر منقسم کرتے ہین۔ پہلا مرتبہ وہ ہی کہ اُس سے احتراز کرنے مین نہایت درجہ کا استحباب ہو اور یہ وہ صورت ہی جسمین مخالف کی دلیل قوی ہو اور دوسرے مذہب کی ترجیح کی وجہ دقیق ہو تو ایسی صورت مین مستحب موکد یہی ہی کہ اُس سے اجتناب کیا جاوے مثلاً شکاری کتا تربیت یافتہ جو شکار پکڑکر خود کھانے لگے تو اُس شکار کے کھانے سے ورع ضروری ہی اگرچہ مفتی فتوی دے کہ وہ حلال ہی اسلیے کہ اس باب مین ترجیح بہت باریک ہی اور ہمنے اختیار کر لیا ہی کہ وہ شکار حرام ہی اور امام شافعی رح کے دو قولون مین سے قیاس کے مطابق یہی ہی اور جس صورت مین کہ امام شافعی کا کوئی نیا قول موافق مذہب امام ابو حنیفہ رح یا کسی اور امام کے پایا جاوے تو اسمین ورع کرنا ضروری ہوگا گو مفتی دوسرے قول کے بموجب فتوی دیدے اور اسی قبیل سے ہی احتراز کرنا اُس جانور سے

جسکا ذبح کرتے وقت بسم اللہ نکہی گئی ہو گو اس باب مین قول امام شافعی رح کا مختلف نہو اسلیے کہ آیت مین بظاہر بسم اللہ کہنے کا وجوب ہی اور اخبار اس باب مین متواردہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کسی نے شکار کا حال دریافت کیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ جب تو اپنے کتے تعلیم یافتہ کو چھوڑے اور اسپر بسم اللہ کہے تو اس شکار کو کہا اور مکرر ایسا ہی ارشاد منقول ہی اور ذبح کرنا بسم اللہ ہی پر مشہور رہورہا ہی اور یہ سب باتین اس بات کی تائید کرتی ہین کہ بسم اللہ وقت ذبح مشروط ہو لیکن چونکہ یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی صحیح ہی المؤمن یذبح علی اسم اللہ تعالی سمی ولم یسم اور یہ حدیث دو احتمال رکھتی ہی ایک یہ کہ عام ہو اور آیت و احادیث کو اُنکے ظاہری معنون سے بدل دیوے اور ایک یہ کہ یہ حدیث بھولنے والے کے لیے خاص ہو اور آیت اور دوسری احادیث اپنے معنی ظاہری پر رہین اور انہین کوئی تاویل نہ کیجاوے اس دوسرے احتمال کے ممکن ہونے کی یہ وجہ ہی کہ بھولنے والا بسم اللہ کے چھوڑنے مین معذور ہی اور احتمال اول کو رکھنا اور آیت کی تاویل کرنی زیادہ تر قریب الامکان تھی اس جہت سے ہمنے اُسی کو ترجیح دی اور جو کوئی احتمال اسکے مقابل ہو اُسکا انکار نہین کیا جاتا غرضکہ ایسے جانور سے اجتناب کرنا ضروری ہی اور درجۂ اول مین داخل ہی دوسرا مرتبہ وسواس کے درجہ کے قریب ہی وہ یہ ہی کہ آدمی اُس بچے کے کہانے سے ورع کرے جو مذبوح جانور کے پیٹ سے نکلے یا ضب کے یعنی سوسمار کے کہانے سے احتراز کرے حالانکہ صحیح حدیث مین آچکا ہی کہ بچہ کا ذبح ہونا اُسکی ماں کے ذبح ہونے سے ہو جاتا ہی اور اس حدیث کی صحت اس درجہ پر ہی کہ نہ کوئی احتمال اُسکے متن مین ہی اور نہ کوئی ضعف اُسکی سند مین اور اسی طرح صحیح ہوا ہی کہ ضب یعنی گوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کہائی گئی اور یہ روایت صحیح بخاری اور مسلم دونون مین منقول ہی پس امام ابوحنیفہ رح پر گمان کرنا کہ انکو یہ حدیث نہین پہونچی تھی اور اگر پہونچی تو اُسکے بموجب حکم دیتے کہ اگر کوئی منصف انصاف کرے یا نہ کرے انکا خلاف کرنا اس باب مین ٹھیک نہین اور نہ کسی طرح کے شبہہ کا مورد ہی جیسے اس صورت مین کہ کسی چیز کا حکم خبر واحد سے معلوم ہوا اور کوئی اُسکا مخالف نہو تیسرا مرتبہ جو ہین وسواس ہی یہ ہی کہ مسئلہ مین ہرگز کوئی خلاف نہو مگر حالت خبر واحد سے معلوم ہوئی ہو تو اب کوئی یون کہے کہ خبر واحد مین لوگونکو اختلاف ہی اور بعض اُسکو قبول نہین کرتے اسلیے مین اُس سے ورع کرتا ہون کیونکہ حدیث کے راوی ہرچند عادل ہین مگر غلطی اُنسے ممکن ہی اور کسی مخفی غرض کے لیے جھوٹ بھی اُنسے ہو سکتا ہی اسلیے کہ عادل بھی کبھی جھوٹ کہدیتا ہی اور وہم بھی اُنپر ممکن ہی کیونکہ ہو سکتا ہی کہ کہنے والے نے کچھ کہا ہو اور انہون نے کچھ اور سمجھا ہو تو اسطرح کا ورع صحابہ رض سے منقول نہین وہ لوگ جو عادل شخص سے سنتے تھے اُنکے نفوس کو اُسپر اطمینان ہو جاتا تھا ہان جب راوی کے حق مین کسی خاص سبب یا دلالت معینہ سے تہمت کو دخل ہو تو البتہ توقف کی وجہ ظاہر ہی گو وہ راوی عادل ہو مگر بلا وجہ اخبار احاد کا خلاف کرنا معتبر نہین جیسے نظام اجماع کے باب مین مخالف ہی اور کہتا ہی کہ اجماع حجت شرعی نہین اور اگر بالفرض اسطرح کا ورع جائز ہووے تو چاہیے کہ یہ بھی ورع مین شمار کیا جاوے کہ آدمی اپنے دادا کی میراث نہ لے اور کہے کہ قرآن مین تو پوتے کا ذکر نہین اُسمین تو صرف بیٹون کا ذکر ہی اور پوتے کو بیٹے کی جگہ قائم کرنا صحابہ کے اجماع سے ہوا ہی اور وہ لوگ معصوم نہ تھے غلطی اُنسے بھی ہو سکتی ہی چنانچہ نظام اس باب مین خلاف کرتا ہی تو یہ ایک خیال خام ہی اور اس سے یہ لازم آتا ہی کہ جو امور قرآن مجید کے عام الفاظ سے معلوم ہوتے ہین وہ بھی چھوڑ دیے جاوین اسلیے کہ بعض متکلمین کا یہ مذہب ہی کہ عمومات کے لیے کوئی لفظ نہین بلکہ جو بات انہین سے صحابہ رض نے قرائن اور علامات سے سمجھی ہی وہی حجت ہی اور جب صحابہ رض معاذ اللہ متہم ٹھہرے تو معانی عام آیتون پر کیسے عمل ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ شبہہ کی کوئی طرف ایسی نہین جسمین غلو اور مبالغہ نہو تو اُسکو سمجھ لینا چاہیے اور جب کوئی امر ان امور مین سے مشکل ہو تو اُسمین دل سے فتوی لینا چاہیے اور مقتضائے ورع کے بموجب شک کی چیز کو چھوڑ کر یقینی بات پر عمل کرنا چاہیے اور جو امر دل مین کھٹکے اور سینون مین کھٹکے اُس سے کنارہ کرنا چاہیے اور یہ امر اشخاص اور وقائع کے اختلاف سے مختلف ہوا کرتا ہی مگر آدمی کو چاہیے کہ اپنے دل کو ایسی

رواہ البخاری
ومسلم
ابن عمر
رواہ البخاری ومسلم
ابی سعید طبرانی
ابن عمر
ابو داؤد

چیزون سے بچا وے جو وسوسہ اس کی پیچھے ہون حتی کہ حسب حکم کرے تو حق بات ہی کا کرے اور یہ وسوسہ اس کے مواقع مین ذرا الفتش اسمین
ذرا تہمت اور کراہت کے مواقع مین کھٹکے سے خالی نہو اور ایسا دل نہایت کمیاب ہے اور یہی وجہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کو
دل کے فتوی پر راضی نہین فرمایا بلکہ صرف حضرت وابصہ کو ارشاد فرمایا کیونکہ انکے دل کا حال آپ کو معلوم تھا۔ دوسری قسم کہ معارض ان
علامات کا جو حل اور حرمت پر دلالت کرین مثلاً کوئی متاع کی قسم ایسی ہو کہ کسی وقت مین لٹ جاتی ہو اور بدون لوٹ کے اسکا ملنا
کم ہوتا ہو پھر وہ چیز کسی نیک بخت شخص کے قبضہ مین پائی جاوے تو یہان دونون علامتین موجود ہین قابض کی نیک بختی تو اس بات پر
دلیل ہے کہ یہ حلال ہے اور اس شیٔ کی قسم اور بدون لوٹ کے کم ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حرام ہے تو یہان دو باتین ایک دوسرے کی
متعارض ہین اسی طرح اگر ایک عادل کہدے کہ یہ چیز حرام ہے اور دوسرا کہے کہ حلال ہے یا دو فاسق شخصون کی گواہی ایک دوسرے کے مخالف ہو
یا لڑکے اور بالغ کے قول متعارض ہون تو سب صورتون مین امر مشتبہ رہیگا پھر اگر کسی جانب کو ترجیح معلوم ہوگی تو اسکا حکم اسپر لگیگا مگر ورع یہ ہے
کہ اس سے اجتناب کیا جاوے اور اگر ترجیح ظاہر نہو تو توقف واجب ہوگا اور اسکی تفصیل عنقریب تعرف اور بحث اور سوال کی فصل مین
مذکور ہوگی۔ تیسری قسم یہ ہے کہ تعارض اشباہ کا اُن صفات مین ہو جنسے احکام متعلق ہین اسکی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص مثلاً کسی مال کی وصیت
فقیہون کے لیے کرے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص فقہ مین فاضل ہے وہ اس وصیت مین داخل ہے اور جسنے کہ ایک روز یا ایک مہینے سے
فقہ شروع کیا ہے وہ داخل نہین اور ان دونون کے بیچ مین درجات بیشمار ہین جنمین شک پڑتا ہے پس مفتی اپنے ظن کے موافق حکم کرتا ہے اور
ورع کا حکم اجتناب ہے اور یہ قسم شبہ کے مقامات مین سے نہایت باریک ہے کیونکہ اسمین بعض صورتین ایسی بھی ہوتی ہین کہ مفتی کو اسمین حیرت
لازم ہوتی ہے اور کچھ حیلہ اسکو نہین سوجھتا یعنی جس صورت مین کہ موصوف ایسی صفت رکھتا ہو کہ وہ دو درجون متقابل کے ٹھیک درمیان ہو
تو اس صورت مین اسکو حیرت ہوتی ہے کہ کس طرف کو میل کیا جاوے بظاہر کوئی علامت کسی طرف میل کی موجود نہین۔ یہی حال اُن صدقات کا
ہے جو محتاجون مین صرف ہوتے ہین اسلیے کہ ظاہر ہے کہ جسکے پاس کچھ نہین وہ قطعاً محتاج ہے اور جسکے پاس بہت سا مال ہے وہ غنی ہے اور ان دونون کے
درمیان مین بہت سے مسائل باریک ہین مثلاً ایک شخص کے پاس ایک مکان اور اثاث البیت اور کپڑے اور کتابین ہین اب اگر یہ چیزین
بقدر حاجت ہین تو اس شخص کو صدقہ ملنے کی مانع نہین اور اگر مقدار حاجت سے زائد ہین تو مانع ہین اور حاجت کی کچھ حد مقرر نہین وہ
تخمین سے معلوم ہوتی ہے اور اسمین یہ بحث آپڑتی ہے کہ مکان کی وسعت اور عمارت کتنی ہو اور بیچ شہر مین یا کنارہ پر ہونے سے مقدار قیمت
کیا ہو اور ایک مکان سے کارروائی ہوتی ہے یا کثرت سے اسی طرح اثاث البیت اور تانبے کے برتنون مین لحاظ کرنی پڑیگی اور انکے شمار اور
قیمت مین گفتگو ہوگی پھر یہ کہ بعض چیزین ہر روز کی حاجت کی ہین اور بعض سال بھر مین کار آمد ہین مثلاً لوازم سرمائی اور بعض ایسی ہین
کہ برسون کے بعد انکی حاجت ہوتی ہین اور ان مین سے کسی چیز کی کچھ حد مقرر نہین اور اس صورت مین کار آمد وہی حدیث ہے کہ دع ما یریبک
الی ما لا یریبک۔ کیونکہ یہ سب چیزین محل ریب مین ہین اور اگر مفتی اس باب مین توقف کرے تو شایان ہے کہ بدون توقف کے اور کوئی صورت
نہین اور اگر ظن اور تخمین سے کچھ حکم کرے تو ورع کی رو سے توقف چاہیے اور ورع کے مقامات مین سے یہ مقام نہایت ضروری الورع ہے
اور یہی حال ان صورتون مین ہے کہ اقربا کا نفقہ اور بیبیون کا لباس کسقدر واجب ہے اور فقہا اور علما کو جو بیت المال مین سے کسقدر ملنا
کافی ہے اسلیے کہ یہان بھی دو طرفین ہین جنکا حال معلوم ہے کہ ایک کم ہے اور دوسری زائد اور ان دونون کے درمیان مین متشابہ امور ہین جو شخص
اور حال کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتی ہین اور حاجات پر اطلاع رکھنے والا خدا ے تعالی ہے آدمی کو اسکی حدود مین کچھ واقفیت نہین مثلاً اتنا تو
جانتے ہین کہ ایک قوی الجثہ آدمی کے لیے آدھ سیر سے کمتر غذا شب و روز مین کم ہے اور ڈیڑھ سیر قدر کفایت سے زائد ہے اور ان کے
درمیان کے اوزان کی کچھ حد نہین پس اہل ورع کو چاہیے کہ مشکوک چیز کو چھوڑے اور یقینی بات پہ کار بند ہو جیسے حدیث مذکور بالا مین ہے

له ورع کا ذکر ... سے مراد ... ۱۲

اور یہ قاعدہ اُن سب شکون مین چلیگا جو متعلق بسبب ہین اور اُنکے سبب القابات سے معلوم ہوتے ہین اسلیئے کہ عرب اور دوسری زبان والون نے لغات کے معنی کی ایسی حدود مقرر نہین کی ہین کہ اُنکے اطراف متقابل ایک دوسرے سے جدا ہوجاوین جیسے حسابیات مین ہوتے ہین مثلاً عدد چھہ کا اپنے سے کمتر اور زائد دونون کا احتمال نہین رکھتا اسی طرح سب حسابیات کی باتین مقرر ہین مگر الفاظ لغوی کا یہ حال نہین اسلیئے کہ کوئی لفظ قرآن مجید اور حدیث شریف مین ایسا نہین کہ اُسمین ترددِ درمیانی کا شک داخل نہو اور وہ اطراف متقابلہ کے بیچ مین واقع نہو یہی وجہ ہی وصایا اور اوقاف مین اس فن کی حاجت زیادہ ہوتی ہی مثلاً اگر صوفیون پر وقف کیا جاوے تو درست ہوگا لیکن اس لفظ کی مصداق کے اندر بہت سی باریکیان ہین اسی طرح اور الفاظ کو سمجھنا چاہیئے اور ہم خاص لفظ صوفیہ کے متعلق اشارہ کرینگے تاکہ اُس سے الفاظ مین تصرف کرنے کا طریق معلوم ہو ورنہ سب لفظون کا حال لکھنا تو غیر ممکن ہی غرضکہ جو علامتین متعارض ہوتی ہین اور دو طرفون متقابل کی طرف کو کھینچتی ہین اُنسے یہ اشتباہ پیدا ہوتے ہین اور یہ سب شبہہ ہین جنسے اجتناب کرنا واجب ہی جس صورت مین حلت کی جانب غلبۂ ظن کی دلالت سے یا بموجب ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دع ما یریبک الخ کے استصحاب کرنے سے یا کسی اور دلیل سے جنکا ذکر پہلے ہوچکا ہی راجح نظر نہ آوے پس مقامات شبہہ کے پیدا ہونے کے یہ تھے اور اُنمین ایک دوسرے کی نسبت کرزیادہ سخت ہی اور جس صورت مین کہ ایک چیز مین مختلف شبہات جمع ہوجاوین تو معاملہ اور بھی دشوار ہوگا مثلاً ایسا کھانا مول لے جو مختلف فیہ ہو اور بائع نے اُسکو شراب بنانے والے سے انگورون کے عوض جمعہ کی اذان کے بعد لیا ہوا اور بائع کے مال مین بھی حرام مخلوط ہو اگرچہ اکثر مال حرام نہین مگر مشتبہ تو ہوگیا ہی حاصل یہ ہی کہ اسطرح کے شبہون کے جمع ہونے سے یہ نوبت ہوتی ہی کہ اُس امر پر اقدام کرنا بہت ہی دشوار ہوجاتا ہی پس ہمنے ان مراتب پر وقوف ہونے کے طریقے بتلا دیئے ہین اور آدمی کی قوت سے خارج ہی کہ ان سب کو حصر کرے تو اس شرح سے جو مرتبہ واضح ہوجاوے اُسکو اخذ کرے اور جو گول مول رہے اُس سے اجتناب کرے کہ گناہ وہی ہوتا ہی جو دل مین کھٹکے۔ اور جس جگہ کہ ہمنے حکم کیا ہی کہ دل سے فتوی لے اُس سے ہماری یہ مراد ہی کہ جہان مفتی مباح کہتا ہو اور جس صورت کو وہ حرام کہتا ہو اُس سے باز رہنا واجب ہی پھر دل سے فتوی لینے مین بھی ہر ایک دل کا اعتبار نہین کیونکہ بہت لوگ وسواسی ہوتے ہین کہ ہر چیز سے بھاگتے ہین اور بہت سے حریص آسانی والے ہر چیز پر اطمینان کرتے ہین اور مباح سمجھتے ہین تو ان دونون دلونکا اعتبار نہین بلکہ عالم توفیق یافتہ کے دل کا اعتبار ہی جو احوال کی باریکیون کا نگران رہے اور وہ کسوٹی ہوتی ہی جس سے پوشیدہ امر امتحان کیئے جاتے ہین مگر ایسا دل کہان پایئے پس جس شخص کو اپنے دل پر اعتبار نہو اُسکو چاہیئے کہ اس صفت کے دل سے نور کا خواہان ہو اور اپنے حال کو اُسپر ظاہر کرے۔ اور کہتے ہین کہ زبور مین ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد کو وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل سے کہدو کہ مین تمہاری نماز اور روزہ کو نہین دیکھتا بلکہ اُس شخص کو دیکھتا ہون جو کسی چیز مین شک کرے اور پھر اُسکو میری خاطر ترک کردے ایسے شخص کی تائید مین اپنی مدد سے کرتا ہون اور اپنے فرشتون پر اُسکے سبب سے فخر کرتا ہون۔

تیسری فصل اس بات کے بیان مین کہ جو مال آدمی کے سامنے آوے اُسکی تفتیش اور تلاش کرے یا بدون پوچھے اُسکو لے لے اور بحث اور کھوج کے مقامات کون کون سے ہین۔ واضح ہو کہ جب کبھی کوئی شخص تمہارے سامنے کوئی کھانا یا ہدیہ پیش کرے یا تم اُسمین سے مول لینا چاہو یا ہبہ مین لینا چاہو تو تمکو یہ ضرور نہین کہ اُسکا حال تحقیق کرو اور یون کہو کہ ہمارے نزدیک اسکی حلت ثابت نہین اسلیئے نہین لیتے اور اسکی تحقیق کرتے ہین اور یہ بھی ضرور نہین کہ مطلق تفتیش نہ کرو اور جن چیزون کی حرمت یقینی نہو اُنکو لے لیا کرو بلکہ سوال کرنا اور حال کا تحقیق کرنا بعض صورتون مین واجب ہی اور بعض مین حرام اور کسی صورت مین مستحب ہی اور کسی مین مکروہ اسلیئے اسکی تفصیل ضرور ہی اور قول فیصل اس باب مین یہ ہی کہ مقام سوال شبہہ کی جگہین ہین اور شبہہ کے اُٹھنے کی جگہ یا تو ایسا امر ہوتا ہی جو مالک سے متعلق ہو یا ایسا کہ خود مال سے علاقہ رکھتا ہو اسلیئے اُسکو دو بیانون مین تحریر کیا جاتا ہی۔

پہلا بیان مالک کے حالات مین۔ مالک کا حال تمھاری معرفت کے اعتبار سے تین طرح ہوسکتا ہی یا یہ کہ مجہول ہو یا مشکوک ہو یا کسی طرح کے ظن سے معلوم ہو جسپر کوئی دلالت ہو۔ پہلی حالت مجہول ہونے کی ہو یعنی مالک کے ساتھ کوئی قرینہ ایسا نہین جس سے اُسکا فساد اور ظلم معلوم ہو جیسے سپاہیون کا لباس یا تمغا ہوتا ہی اور نہ کوئی علامت صلاح کی ہو جیسے تصوف والون اور تاجرون اور اہل علم کا لباس ہوتا ہی اور نہ اور کسی طرح کی علامت ہو تو ایسی صورت مین وہ مجہول الحال ہوگا جیسے تم اگر کسی گانؤن مین جاؤ جسکا حال تمکو معلوم نہین اور وہان کسی آدمی کو دیکھو جسکے حال کی تمکو کچھ اطلاع نہو اور نہ اُسمین کوئی ایسی علامت ہو جس سے وہ اہل صلاح یا اہل فساد کہا جاسکے تو وہ شخص مجہول الحال ہوگا اور جب کسی اجنبی شہر مین جاؤ اور وہان کوئی نانبائی یا قصائی یا اور کوئی پیشہ ور پاؤ اور کچھ علامت نہو جس سے اُسکا فریبی یا خائن ہونا پایا جاوے اور نہ ایسی علامت ہو جس سے ثقہ ہونا ثابت ہو تو وہ مجہول الحال ہوگا اور اُسکو مشکوک نہین کہہ سکتے اسلیے کہ شک اُسکو کہتے ہین کہ ایک امر مین دو اعتقاد ایک دوسرے کے متقابل ہون اور ان دونون اعتقادون کے سبب بھی ایک دوسرے کے متقابل ہون اور اس صورت مین نہ کوئی اعتقاد ہی اور نہ سبب ہی اور اکثر فقہا کو مجہول اور مشکوک مین فرق نہین معلوم ہوتا حالانکہ دونون جدا جدا چیزین ہین اور پہلے بیان سے تمنے جان لیا ہی کہ جس چیز کا حال معلوم نہو اُسمین ورع کا مقتضا ترک کرنا ہی۔ یوسف بن اسباط کہتے ہین کہ تیس برس سے میرا یہ حال ہی کہ جس چیز نے میرے دل مین خلش کی اُسکو مین نے ترک کردیا۔ اور کچھ لوگون نے باہم تذکرہ کیا کہ سب اعمال مین مشکل تر کونسا ہی اور یہ تجویز کیا کہ مشکل تر ورع ہی حسان بن سنان نے کہا کہ میرے نزدیک ورع سے آسان تر کوئی بات نہین جب کوئی چیز میرے سینہ مین خلش کرتی ہی مین اُسکو چھوڑ دیتا ہون تو یہ صورت ورع کی ہی مگر ہم اُسکا حکم ظاہری لکھتے ہین وہ یہ ہی کہ مجہول شخص اگر تمھارے سامنے کھانا پیش کرے یا تمکو ہدیہ بھیجے یا تم اُسکی دوکان سے کچھ خرید کرنا چاہو تو تمکو اُسکا حال پوچھنا ضروری نہین بلکہ اُسکا چیز پر قابض ہونا اور مسلمان ہونا اِس بات کو کافی ہی کہ وہ چیز تم لے لو اور تمکو یہ کہنا لازم نہین کہ فساد اور ظلم لوگون مین پھیل رہا ہی یہ مال بھی ایسا ہی ہوگا کیونکہ یہ وسوسہ ہی اور اِس سے اِس مسلمان خاص کے ساتھ بدگمانی ہوتی ہی حالانکہ بعض ظن گناہ ہین اور وہ مسلمان اپنے اسلام کی جہت سے تم پر یہ حق رکھتا ہی کہ تم اُسکے ساتھ بدگمانی نہ کرو پس اگر تم اُس خاص شخص پر بدگمانی اِس وجہ سے کروگے کہ دوسرون کو معاملہ مین خراب پایا ہی تو تم اُسکے قصوروار ٹھہروگے اور اِس بدگمانی کا گناہ تمکو سردست یقیناً بلاشبہہ ہو جاویگا اگر بالفرض اُس سے مال لے لو تو اتنی ہی خرابی ہو کہ اُسکی حرمت مشکوک ہی یقینی تو نہین ہی اور گناہ بدگمانی کا یقینی ہی اور مجہول الحال لوگون سے معاملہ کرنے کی دلیل یہ ہی کہ ہم جانتے ہین کہ صحابہ رضؓ غزوات اور سفرون مین گانؤن مین اُترتے تھے اور ضیافتون کو رد نہین کرتے تھے اور شہرون مین جاتے تھے تو بازارون سے احتراز نہ کرتے تھے حالانکہ مال حرام اُنکے زمانہ مین بھی موجود تھا اُنسے کبھی نہین سُنا گیا کہ بدون شک کے کچھ تفتیش کی ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی جو چیز سامنے آتی تھی اُسکا حال نہ پوچھتے تھے بلکہ ابتدا مین جو آپ مدینۂ منورہ مین رونق افروز ہوے تو البتہ جو کسی نے بھیجا اُسکا حال دریافت فرمایا کہ یہ صدقہ ہی یا ہدیہ کیونکہ قرینۂ حالیہ اُسوقت ایسا ہی تھا اسلیے کہ مدینہ منورہ مین جو مہاجرین داخل ہوے سب مفلس تھے اسلیے غالب ظن یہی تھا کہ جو کچھ اُنکو بھیجا جاتا ہی وہ صدقہ ہی ہوگا علاوہ ازین دینے والے کا قبضہ اور مسلمان ہونا اِس بات پر دلالت نہین کرتا کہ وہ چیز صدقہ نہین اور آپ کی ضیافت اگر کوئی کرتا تھا تو مان لیتے تھے اُسمین یہ استفسار نہ فرماتے تھے کہ صدقہ ہی یا نہین کیونکہ اِس بات کی عادت نہین کہ ضیافت صدقہ کی ہووے اور اسی وجہ سے آپ کی دعوت امّ سلیم نے کی اور انس رضؓ کی روایت مین ہی کہ ایک درزی نے آپ کی دعوت کی اور آپ کے سامنے کھانا رکھا جسمین کدو تھا اور ایک فارسی نے آپ کی دعوت کی تو آپ صلعم نے فرمایا کہ مین مع عائشہ منظور کرتا ہون اُسنے عرض کیا کہ نہین صرف آپ ہی کی دعوت ہی آپ نے فرمایا کہ تو مین نہین مانتا پھر وہ شخص راضی ہو گیا چنانچہ آپ مع عائشہ رضؓ کے ایک دوسرے کے پیچھے تشریف لے گئے اُسنے دونون کے سامنے سالن چربی کا رکھا

اور ان دعوتون مین سے کسی مین یہ منقول نہین کہ آپ نے سوال کیا ہو۔ اور حضرت ابوبکر رضہ نے جو اپنے غلام سے اُسکے کسب کا حال پوچھا تو اُسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کو اُسکے معاملہ مین کچھ شک پڑ گیا تھا اسی طرح حضرت عمر رضہ کو جس شخص نے زکوٰۃ کے اونٹون کا دودھ پلا دیا تھا اُس سے سوال کیا کہ یہ کہان سے آیا کیونکہ آپ کو اسوجہ سے شک پڑا کہ جیسا ہر شب پیا کرتے تھے اُس مزے کا نہ تھا تو یہ وجہ شک کی تھی دوم اگر کوئی شخص مجہول الحال کسی کی ضیافت کرے اور وہ دوسرا بدون تفتیش اُسکی ضیافت مان لے تو گنا ہگار نہو بلکہ اگر اُسکے گھر مین تجمل اور بہت سامان دیکھے تو یہ نہین کہ سکتا کہ حلال مال بہت کم ہی اسکے پاس اتنا بہت کہان سے آیا کیونکہ ہوسکتا ہی کہ اُس شخص کو وراثت مین ملا ہو یا اُسنے کمایا ہو بہرحال وہ اِس بات کا مستحق ہی کہ اُسکے ساتھ حسن ظن کیا جاوے اور اِس سے بڑھکر ہم کہتے ہین کہ اُس سے سوال کرنا نہ چاہیے بلکہ اگر دوسرا شخص یہ چاہے کہ اپنے پیٹ مین کوئی چیز نہ ڈالے جب تک کہ معلوم نہ کرلے کہ وہ کہان سے آئی تو یہ اچھی بات ہی پس سیدھی طرح اُسکا کھانا نہ کھاوے سوال کی کیا ضرورت ہی اور اگر کھانا ہی ضرور ہو تو بدون سوال کھالیوے کیونکہ سوال کرنا ایذا دینا اور پردہ دری اور وحشت دلانا ہی اور وہ بلاشبہہ حرام ہی اب اگر یہ کہو کہ شاید وہ ایذا نہ پاوے تو اسکا جواب یہ ہی کہ شاید کے ڈر سے تو تم سوال کرتے ہو اگر شاید ہی پر اکتفا کرو تو شاید اُسکا مال حلال ہو اور شاید اُسکو ایذا بھی ہو اور مسلمان کے ایذا دینے مین گناہ مال حرام اور شبہہ کے کھانے سے کم نہین اور اکثر لوگون کا حال یہی ہی کہ تفتیش سے وحشت پاتے ہین اور یہ بھی جائز نہین کہ اُسکا حال دوسرے کسی اور سے اِسطرح پوچھا جاوے کہ اُسکو بھی خبر ہو جاوے کیونکہ اِس صورت مین اور زیادہ ایذا ہوتی ہی اور اگر ایسی طرح پوچھے کہ اُسکو علم نہو تو اسمین بدگمانی اور پردہ دری اور تجسس اور غیبت کی تمہید ہی اور یہ سب باتین ایک ہی آیت مین ممنوع ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہی یاایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ۔ اور بہت سے جاہل زاہد ایسے ہین کہ تفتیش سے دلون کو متوحش کر دیتے ہین اور کلام سخت اور موذی کیا کرتے ہین اور یہ امر شیطان اُنکے دل مین اچھا کر دیتا ہی تاکہ حلال کے کھانے مین مشہور ہو جاوین اگر اُسکا باعث صرف دیانت ہوتی تو مسلمان کے دل کے ایذا پانے کا خوف اُسکو زیادہ ہوتا بہ نسبت اِس خوف کے کہ پیٹ مین ایسی چیز نہ جاوے جسکا حال معلوم نہو علاوہ ازین اگر ایسی چیز پیٹ مین جاویگی بھی تو اُس سے مواخذہ نہوگا پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جس چیز کا حال مجہول ہو اور کوئی علامت موجب اجتناب نہو تو طریق ورع اُسکو ترک کرنا ہی تجسس کرنا اور جب اُسکا کھانا ہی ضرور ہو تو ورع یہی ہی کہ کھالیوے اور حسن ظن مسلمان پر رکھے کیونکہ صحابہ رضہ کا طریق مالوف یہی ہی اور جو شخص ورع مین اُنسے زیادہ ہوا چاہے وہ گمراہ اور بدعتی ہی اُنکا پیرو نہین کیونکہ حدیث صحیح مین آگیا ہی کہ اگر کوئی کوہ احد کی برابر سونا خرچ کریگا تو صحابہ کے ایک مد کے برابر نہوگا اور نہ اُسکے نصف کو پہونچیگا علاوہ ازین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کا کھانا بھیجا ہوا تناول فرمایا لوگون نے عرض کیا کہ یہ کھانا اُسکو صدقہ مین آیا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ اُسکے لیے صدقہ تھا اور ہمارے واسطے ہدیہ ہی اور دریافت نہ فرمایا کہ اُسکو صدقہ کسنے دیا تھا کیونکہ صدقہ دینے والا آپ کے نزدیک مجہول تھا اور اُس کھانے سے دستکش بھی نہوے دوسری حالت یہ ہی کہ مالک مشکوک فیہ ہو یعنی کسی وجہ کی دلالت اُسمین شک کی موجب ہوگئی ہو اول ہم شک کی صورت لکھتے ہین پھر اُسکا حکم بیان کرینگے صورت شک یہ ہی کہ جو چیز مالک کے قبضہ مین ہو اُسکی حرمت پر کوئی دلیل مالک کی خلقت یا لباس یا فعل اور قول سے پائی جاوے خلقت مین اِسطرح کہ مثلاً ترکون یا جنگلیون یا رہزنون یا اور ظالمون کی خلقت پر مخلوق ہو اور مونچھین بڑی رکھتا ہو سر کے بال ایسے چھٹے ہون جیسے فسادیون کے ہوا کرتے ہین اور لباس مین اِسطرح کہ قبا اور ٹوپی اور ظالم سپاہیون وغیرہ کی وضع کا ہو اور فعل اور قول مین اِسطرح کہ اُسکے کردار اور گفتار مین ہر اُستاد ایسی باتون کی پائی جاوے جو حلال نہین تو آپ سمجھا جاویگا کہ شخص مال کا [illegible] بھی تسامح کرتا ہوگا اور بدون حلال [illegible] ہوگا [illegible] شک کی [illegible] ہوتی ہین [illegible]

کچھ مول لینا یا ہدیہ قبول کرنا یا اُسکی ضیافت کو ماننا چاہیے اور سوا اُن علامات کے اُسکا حال اور کچھ نہ جانتا ہو تو ایسی صورت مین دو احتمال ہو سکتے ہین ایک تو یون کہ سکتے ہین کہ قبضہ ملک کی دلیل ہی اور یہ علامتین ضعیف ہین تو چاہیے کہ اُس چیز پر اقدام درست ہو اور اُسکا ترک کرنا ورع مین متصور ہوا اور ایک احتمال یہ ہی کہ یون کہیے کہ قبضہ ایک دلالت ضعیف ہی اور اُسکے مقابل یہ علامات موجود ہین جنسے شک پیدا ہو گیا تو چاہیے کہ اُسپر اقدام کرنا درست نہو اور ہم اسی دوسرے احتمال کو پسند کرتے ہین اور اسی پر فتوی دیتے ہین اس جہت سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین دع ما یریبک الی ما لا یریبک کہ ظاہر اس حدیث مین امر جو بلی ہی گو مستحب ہونے کا احتمال بھی پایا جاتا ہی اور ایک یہ کہ آپ ارشاد فرماتے ہین الاثم حواز القلوب یعنی گناہ وہ ہی جو دل مین کھٹکے اور صورت مفروضہ مین دل پر وہ اثر ہی کہ اُسکا انکار کوئی نہین کرتا اور ایک وجہ یہ کہ آنحضرت صلعم نے دریافت فرمایا کہ وہ صدقہ ہی یا ہدیہ اور حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے غلام سے اسکی کمائی کا حال پوچھا اور حضرت عمر رض نے دودھ کا حال دریافت کیا یہ سب تحقیقات شک کے مقام مین ہوئین اور ہر چند انکا ورع پر محمول کرنا بھی ممکن ہی مگر ورع پر محمول کرنا بدون قیاس حکمی کے نہین ہو سکتا اور قیاس اسکی حلت کا شاہد نہین اسلیے کہ قبضہ اور اسلام کی دلالت اِن دلالتون کی مزاحم ہی اور جب دونون ایک دوسرے کی متعارض ہوئین تو حلت کی کوئی وجہ نہ رہی اور قبضہ کا اور اصل سابق کا حکم اُس شک مین نہین چھوڑا کرتے جسکے لیے کوئی علامت ہو مثلاً اگر پانی ہمکو متغیر ملے اور یہ احتمال ہو کہ زیادہ ٹھہرنے سے بدل گیا ہو گا اب اگر ہم کسی ہرنی کو اُسمین پیشاب کرتے ہوے دیکھین اور پھر یہ احتمال ہو کہ شاید پیشاب سے بدل گیا ہو یا کسی اور طرح سے تو استصحاب یعنی حکم سابق ہی ترک کر دینگے اور صورت مفروضہ بھی اُسی کے قریب ہی مگر ان دلالتون کے درمیان مین فرق ہوتا ہی مثلاً موچھیل ہونا اور ظلم والون کی وردی کا پہننا اور لشکریون کی صورت بنانا اس بات کی دلیل ہی کہ مال بھی ظلم سے لیتا ہو گا اور جو فعل اور قول کہ شریعت کے مخالف ہو اگر وہ مال کے ظلم سے متعلق ہو گا تو وہ بھی ظاہر ہی کہ اسی بات کی دلیل ہو گی کہ مال ظلم سے لیا ہو جیسے کسیکو دیکھا کہ وہ غصب کے لیے اجازت دیتا ہی یا ظلم کا امر کرتا ہی یا سود کا معاملہ کرتا ہی تو یہ باتین متعلق بمال ہین اِنسے معلوم ہوتا ہی کہ اُسکا مال ایسا ہی کچھ ہو گا لیکن اگر کسیکو دیکھا کہ غصہ کی حالت مین دوسرے کو گالی دیتا ہی یا جو عورت اُسکے پاس کو نکلی اُسکو گھورتا ہی تو یہ حرکات مال کے باب مین ضعیف دلالتین ہین اسلیے کہ بہت آدمی ایسے ہوتے ہین کہ طلب مال مین تنگی کھینچتے ہین اور حلال کے سوا اور کچھ نہین لیتے مگر غصہ کی حالت مین اپنے نفس کو نہین روک سکتے اور نہ شہوت مین نفس پر اُنکو اختیار رہتا ہی تو اِس قسم کے تفاوت کا لحاظ رکھنا چاہیے اور ممکن نہین کہ اُسکی کوئی حد مقرر کیجاوے تو ایسی صورت مین آدمی کو چاہیے کہ اپنے دل سے فتوی لیوے۔ اور ایک بات اور یاد رکھنے کی ہی کہ اگر اِن چیزون کو کسی مجہول آدمی سے سرزد ہوتے دیکھے تب تو اُنکا اور حکم ہی اور اگر ایسے شخص سے دیکھے جو طہارت اور نماز اور قرأت قرآن مین ورع کرنے والا مشہور ہو تو اور حکم ہی کیونکہ مال کی نسبت کر دونون دلالتین ایک دوسرے کی متعارض ہو کر ساقط ہو گئین اور آدمی کا حال مجہول الحال کا سا ہو گیا اسلیے کہ دونون دلالتون مین سے خاص کر مال کے مناسب کوئی بھی نہین اور بہت سے آدمی مال مین احتیاط کرتے ہین اور چیزون مین نہین کرتے اور بہت ایسے ہین کہ نماز اور وضو اور قرأت اچھی طرح کرتے ہین اور مال مین احتیاط نہین کرتے بلکہ جہان سے پاتے ہین کھا لیتے ہین اس نظر سے اِن جگہون مین حکم وہی ہی جسکی طرف دل کا میل ہو کیونکہ یہ معاملہ بندہ کے اور خداے تعالی کے درمیان ہی تو اسکا ربط بھی ایسے امر خفی سے مناسب ہی کہ بجز اُس بندہ یا پروردگار عالم کے اور کسی کو اُسکی اطلاع نہو اور یہی ہی حکم دل پر کھٹکنے کا۔ پھر ایک اور دقیقہ کو معلوم کر لینا چاہیے یعنی اِس دلالت کو ایسا ہونا چاہیے جس سے یہ معلوم ہو کہ اُس شخص کا اکثر مال حرام ہی مثلاً وہ شخص لشکری ہو یا بادشاہ کا عامل ہو یا نوحہ کرنے والی خواہ گانے والی عورت ہو اور اگر یہ معلوم ہو گا کہ اُسکا مال حرام تھوڑا ہی تو سوال کرنا ضروری نہ ہو گا بلکہ ورع کی رو سے البتہ داخل احتیاط ہو گا۔ تیسری حالت یہ ہی کہ مالک کا

ع اسکا ترجمہ [illegible] باب اول میں گزری ۱۲

حال کسی طرح کے تجربہ وغیرہ سے ایسا معلوم ہو جس سے غلبۂ ظن مال کی حلت یا حرمت مین ہو جاوے مثلاً کسی شخص کی نیک بختی اور دیانت بظاہر معلوم کرلی جائے اور ہو سکتا ہی کہ باطن ظاہر کے مخالف ہو تو ایسی صورت مین سوال اور تفتیش ضرور نہین بلکہ نا جائز ہی جیسے مجہول الحال مین بلکہ یہان بطریق اولی نا جائز ہونا چاہیے اور مال کے لینے مین اقدام کرنا یہان شبہہ سے زیادہ بعید ہی بہ نسبت مجہول الحال کے مال پر اقدام کرنے کے اسواسطے کہ مجہول کے کھانے پر اقدام کرنا ورع سے بعید ہی گو حرام نہین مگر نیک بختون کا کھانا تناول کرنا انبیا اور اولیا کی عادت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لاتاکل الاطعام تقی ولا یاکل طعامک الا التقی لیکن جس صورت مین کہ تجربہ سے معلوم ہو کہ وہ شخص لشکری ہی یا گانے والا یا ربوا خوار اور تجربہ کے سامنے حاجت وضع اور شکل اور لباس سے استدلال کی نہ رہی ہو تو یہان تفتیش بالضرور واجب ہی جیسے شک کی صورت مین چاہیے بلکہ یہان بطریق اولی چاہیے

دوسرا بیان اُس صورت کے ذکر مین جسمین شک متعلق بمال ہوتا ہی نہ مالک کے احوال سے۔ اور اُسکی یہ صورت ہی کہ مال حرام اور حلال مخلوط ہو جاوے جیسے کسی بازار مین کچھ لُٹے ہوئے غصب کے غلہ کے آوین اور انکو بازار والے خرید لیوین تو جو شخص اُس شہر مین اور اُس بازار مین خرید سے اُسپر واجب نہین کہ بیع کی تفتیش کرے ہان اگر یہ ظاہر ہو جاوے کہ بازاریون کا اکثر مال حرام ہی تو اُس صورت مین البتہ تفتیش واجب ہی اور اگر اُنکے پاس کا مال حرام اکثر نہو تو تفتیش واجب نہین بلکہ ورع مین داخل ہی اور بڑی منڈی کا حکم ایسا ہی جیسے شہر کا حکم ہی اور جس صورت مین کہ مال حرام اکثر نہو تو تفتیش نکرنے کی یہ دلیل ہی کہ صحابہ رضہ بازارون کی خرید سے دستکش نہین ہوے تھے حالانکہ اُنہین سود کے درم اور غنیمت کی خیانت وغیرہ کا مال موجود تھا اور ہر ایک معاملہ مین تفتیش نہین کیا کرتے تھے البتہ بعض صحابہ سے کسی حالت مین سوال بہت کم منقول ہی اور وہ مقام شک کا تھا اُن اشخاص معین کے حق مین اسی طرح کفار سے غنیمت لیا کرتے تھے حالانکہ کفار ایسے بھی تھے کہ مسلمانون سے لڑکر اُنکا مال بعض اوقات لیجاتے تھے تو ہو سکتا ہی کہ جو مال غنیمت کفار سے لیتے تھے اُسمین ایسی چیز بھی ہو جسکو کفار نے مسلمانون سے لی ہو اور ایسی چیز کا مفت لے لینا بالاتفاق نا جائز ہی بلکہ امام شافعی رضہ کے نزدیک وہ چیز مالک کو بجنس واپس ہونی چاہیے اور امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک اُسکا دام مالک کو ملنا چاہیے غرضکہ صحابہ رضہ سے اس مال کی تفتیش منقول نہین - اور حضرت عمر رضہ نے جو آذربیجان کو نامہ بھیجا اُسمین یہ مضمون لکھا کہ تم ایسے شہرون مین ہو جہان مردار کے چمڑے سو کھائے جاتے ہین تو ذبح کیے ہوے اور مردار کو دیکھ بھال لیا کرو اسمین تفتیش کی اجازت اور حکم پایا جاتا ہی مگر اسکے ساتھ ہی یہ حکم نہین کیا کہ روپیون اور نقد کی بھی تفتیش کر لیا کرو کہ مردار کا مول ہی یا مذبوح کا اسلیے کہ اکثر نقد اسطرح کے نہ تھے کہ چمڑون ہی کا دام ہو گو چمڑے بھی بیع ہوتے تھے لیکن چمڑے اکثر مردارون ہی کے ہوتے تھے اسلیے انکی تفتیش کے لیے امر فرمایا اسی طرح حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا کہ تم ایسے شہرون مین ہو کہ وہان کے اکثر قصاب مجوس ہین تو مذبوح اور مردار کو دیکھ لیا کرو اسمین بھی اکثر ایسے لحاظ سے تفتیش کا امر فرمایا ہی اور یہ مقصود بدون چند صورتون اور کئی مسئلون کے ذکر کرنے کے جو عادۃً اکثر واقع ہوتے ہین اچھی طرح واضح نہ ہوگا لہذا ہم اُن مسائل کو فرض کر کے لکھتے ہین - مسئلہ ایک شخص معین کے مال مین حرام ملگیا ہی مثلاً ایک غلہ فروش کی دوکان پر غصب کا غلہ یا لوٹ کا غلہ بھی بکتا ہی یا کوئی قاضی خواہ رئیس یا عامل یا فقیہ ہی کہ اُسکا کچھ روزینہ ظالم بادشاہ کے یہان سے بھی مقرر ہی اور کچھ مال موروثی یا کشتکاری یا تجارت بھی ہی یا ایک سوداگر ہی کہ سب معاملات ٹھیک کرتا ہی مگر سود بھی لیتا ہی تو ایسی صورتون مین اگر اُسکا مال اکثر حرام ہی تو نہ اُسکی ضیافت کا لینا جائز ہی اور نہ ہدیہ خواہ صدقہ کا لینا درست ہی لیکن بعد تحقیقات کے اگر معلوم ہو کہ ضیافت وغیرہ وجہ حلال سے ہی تب تو قبول کرے ورنہ ترک کرے اور اگر مال حرام کم ہو اور ہدیہ وغیرہ مشتبہ ہو تو اُسکے حکم مین تامل ہی اسلیے کہ اس صورت کو دو صورتون سے مناسبت ہی ایک وہ جسمین یہ حکم کیا ہی کہ اگر ایک [illegible]

ملجاوے توسب سے اجتناب کرنا واجب ہی اور ایسکے ساتھ مشابہت اسوجہ سے ہی کہ ایک شخص کا مال محصور چیز کے مانند ہی خصوصاً جب کہ
مال اُسکے پاس بہت نہو اور ایک طرح سے اس صورت کے مخالف بھی ہی کیونکہ مردار کا وجود تو فی الحال یقیناً معلوم ہوتا ہی اور حرام جو آدمی
کے مال میں ملگیا ہی اُسمین یہ بھی احتمال ہوسکتا ہی کہ شاید فی الحال اُسکے پاس نہو اُسکے ہاتھ سے نکل گیا ہو پس اگر مال تھوڑا ہو اور یہ بھی
معلوم ہوجاوے کہ وہ فی الحال قطعاً موجود ہی تو یہ صورت اور مردار کے ذبیحہ مین ملنے کی صورت یکسان ہی اور اگر مال بہت ہو اور یہ احتمال ہو
کہ حرام فی الحال اُسکے پاس نہ رہا ہوگا تو یہ البتہ پہلی صورت کی نسبت کرنا آسان ہی من وجہ اُس صورت کے مشابہ ہی جس مین حرام کا
ملنا غیر محصور چیز مین ہوتا ہی جیسے بازارون اور شہرون مین حرام ملجاوے لیکن یہ صورت اختلاط غیر محصور کی نسبت کرسخت تر ہی کیونکہ
یہان یہ معاملہ ایک ہی شخص کے ساتھ خاص ہی اور اسمین شک نہین کہ اس صورت پر اقدام کرنا ورع سے نہایت بعید ہی مگر بحث اسمین ہی
کہ اسکا ارتکاب موجب فسق اور مخالف عدل ہوتا ہی یا نہین یہ بحث معنی کے اعتبار سے باریک ہی کہ کوئی شکل کسی طرف کھینچتی ہی اور کوئی
کسی طرف اور نقل کی جہت سے بھی باریک ہی اس وجہ سے کہ اس باب مین صحابہ رض سے جو ان جیسی صورتون مین احتراز اور امتناع
منقول ہی یا تابعین سے کچھ مروی ہی وہ ورع پر محمول ہوسکتا ہی اور حرمت کے باب مین کوئی تصریح نہین پائی جاتی اور کھانے پر جو
اقدام منقول ہی جیسے حضرت ابو ہریرہ رض نے حضرت امیر معاویہ کا کھانا مثلاً کھایا ہی تو اگر فرض کرلیا جاوے کہ جو کچھ اُنکے قبضہ مین تھا وہ اکثر
حرام ہی تھا تب بھی یہ احتمال ممکن ہی کہ حضرت ابو ہریرہ رض نے تفتیش کے بعد اقدام کیا ہو اور پہلے معلوم کرلیا ہو کہ یہ کھانا خاص جو مین
کھاؤنگا مباح وجہ کا ہی غرضکہ افعال اس باب مین ضعیف الدلالت ہین اور علماء متاخرین کا مذہب مختلف ہی حتی کہ بعض فرماتے ہین کہ
اگر بادشاہ مجکو کچھ دیوے تو مین لے لون اور جس صورت مین کہ اکثر مال حرام ہو اُسمین بھی اُنھون نے اباحت کو عام رکھا ہی بشرطیکہ اُس
خاص چیز کا حال معلوم نہو اور ہوسکتا ہو کہ وہ وجہ حلال سے ہو اور اُنکی دلیل اس باب مین یہ ہی کہ اکابر سلف نے سلاطین سے جائزے
لیے ہین چنانچہ اموال سلاطین کے بیان مین اُسکا ذکر آویگا پس جس صورت مین کہ حرام کمتر ہو اور یہ بھی احتمال ہو کہ فی الحال وہ مالک کے
پاس موجود نہوگا تو ایسی صورت مین کھانا حرام نہوگا لیکن اگر اُسکا وجود فی الحال متحقق ہو جیسے ذبیحہ کا اشتباہ مردارون مین ہوجاوے
تو ایسے حال مین مجکو نہین معلوم کہ کیا کہون یہ مسئلہ اُن مشابہات مین سے ہی جنمین مفتی حیران رہجاتا اسلیے کہ یہ تردد ہی کہ اس صورت کو
محصور چیزون کی مشابہت ہی یا غیر محصور سے اور دودھ کی بہن اگر کسی گاؤن مین مشتبہ ہوجاوے جس مین دس عورتین ہون تو اجتناب
واجب ہوتا ہی اور اگر کسی شہر مین ہو جس مین دس ہزار عورتین ہون تو اجتناب سب سے کرنا واجب نہین اور اب دس اور دس ہزار
کے درمیان بہت سے اعداد ایسے ہین کہ اگر اُنکا حکم پوچھو تو مین نہین جانتا کہ کیا کہون اور علما نے چند مسائل مین توقف کیا ہی جو اس سے
بھی واضح تر ہین چنانچہ امام احمد رح سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص نے شکار پر تیر مارا اور وہ شکار بدکر دوسرے کی ملک مین جاپڑا
تو وہ تیر مارنے والے کا ہوگا یا زمین کے مالک کا امام احمد صاحب نے فرمایا کہ مجکو معلوم نہین کس کا ہوگا اُنسے کئی بار اس مسئلہ کو پوچھا گیا
تو ہربار یہی فرمایا کہ مین نہین جانتا اور اس قسم کے اکثر مسائل ہمنے باب العلم مین سلف سے نقل کیے ہین اس صورت مین مفتی کو طمع نکرنی چاہیے
کہ سب صورتون کا حکم اسکو معلوم ہی ہوجایا کرے ۔ اور ابن مبارک رح سے اُنکے کسی بصری شاگرد نے پوچھا کہ جو لوگ سلاطین سے معاملہ
کرتے ہین اُنسے معاملہ کرون یا نہین آپ نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ سوا سے سلاطین کے اور کسی سے معاملہ نکرتے ہون تو اُنسے معاملہ نکرنا
اور اگر سلطان اور غیر سلطان سب سے کرتے ہون تو اُنسے معاملہ کرنا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اقل مین مسامحت کا مضائقہ نہین
بلکہ اکثر مین بھی مسامحت کا احتمال ہی حاصل یہ ہی کہ صحابہ رض سے یہ منقول نہین کہ اگر قصاب اور نان بائی اور تاجر نے ایک معاملہ فاسد
کیا ہو یا ایکبار سلطان سے معاملہ کیا ہو تو اُنھون نے اُس سے بالکل معاملہ چھوڑ دیا ہو اور معاملون کا اس باب مین متعذر کرنا بعید ہی

اور مسئلہ بذات خود مشکل ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ سلطان تمکو دے اُسکو لے لو کہ وہ تمکو حلال ہی مین سے دیتا ہی اور جو کچھ حلال اُسکو ملتا ہی وہ حرام کی نسبت کر زیادہ ہی اور حضرت ابن مسعود رضہ سے ایک سائل نے پوچھا کہ میرا ایک ہمسایہ ہی کہ مین اُسکو بُرا ہی جانتا ہون اور وہ ہماری دعوت کرتا ہی اور ہم وقت حاجت اُس سے قرض کر لیتے ہین تو یہ امور کیسے ہین آپ نے فرمایا کہ جب تمھاری دعوت کرے تو قبول کیا کرو اور جب حاجت ہوا کرے تو اُس سے قرض لیا کرو کہ تمھارے لیے وہ مال اچھا ہی اُسکا وبال اُسی کے ذمہ رہیگا اور سلمان رح نے بھی ایسا ہی حکم دیا ہی تو یہان حضرت علی رضہ نے تو کثرت مال حلال کو علت ٹھہرایا اور حضرت ابن مسعود رضہ نے بطریق اشارہ بیان فرمایا کہ اُسی پر وبال ہی یعنی اسلیے کہ اُسکو اُس مال کا حال معلوم ہی اور لینے والے کے لیے اچھا ہی کیونکہ اُسکو حال معلوم نہین اسی طرح حضرت ابن مسعود سے ایک شخص نے پوچھا کہ میرا ایک ہمسایہ سود کھاتا ہی اور ہماری دعوت کرتا ہی تو ہم اُسکی دعوت مین جاوین یا نہین تو آپ نے فرمایا کہ ہان جاؤ اور یہ بات حضرت ابن مسعود رضہ سے بہت سی مختلف روایتون کے ساتھ مروی ہی اور حضرت امام شافعی اور مالک رضہ نے خلیفون اور سلطانون کے جائزے لیے ہین باوجودیکہ جانتے تھے کہ اُنکے مال مین حرام مخلوط ہی تو اگر اس مال مین خرابی ہوتی تو یہ لوگ ایسا کیون کرتے تو اسکا جواب یہ ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد جو ذکر کیا ہی تو اُنکا فعل اس ارشاد کے مخالف مشہور ہی اسلیے کہ وہ بیت المال کا مال نہین لیا کرتے تھے یہان تک کہ اپنی تلوار بیچڈالا کرتے تھے اور آپ کے پاس ایک ہی قمیص رہا کرتا تھا نہانے کے وقت دوسرا نہوتا تھا اور ہم نہین کہتے کہ آپ کا یہ فعل محتمل ورع کا نہین یا آپ کے قول سے اجازت صریح نہین پائی جاتی مگر یہ کہتے ہین کہ آپ کا ارشاد اگر واقع مین درست ہی تو بادشاہ کے مال مین جسکا حکم دوسرا ہی ہی کیونکہ وہ کثرت کے سبب سے گویا ایسا ہی جیسے غیر محصور ہوتا ہی چنانچہ عنقریب اُسکا بیان آویگا اور اسی طرح امام شافعی اور امام مالک رضہ کا فعل سلطان کے مال سے متعلق ہی اور ہمارا کلام دوسرے لوگون کے مال مین ہی جنکے مال قریب محصور ہونے کے ہین باقی رہا حضرت ابن مسعود رضہ کا قول تو اُسکا یہ حال ہی کہ اُسکا راوی خوات تیمی ہی اور اُسکا حافظہ ضعیف ہی مشہور قول حضرت ابن مسعود رضہ کا وہ ہی جس سے شبہات سے بچنا معلوم ہوتا ہی چنانچہ ارشاد فرماتے ہین کہ تم مین سے کوئی یہ نہ کہے کہ مین ڈرتا ہون کہ کہین یون نہ ہوا ور توقع رکھتا ہون کہ ایسا ہو اسلیے کہ حلال کھلا ہوا ہی اور حرام کھلا ہوا ہی اور اِن دونون کے درمیان مین کچھ باتین مشتبہ ہین پس شبہہ مین ڈالنے والی بات کو جانے دو اور جسمین شبہہ نہ پڑے اُسکو اختیار کرو اور یہ بھی آپ کا قول ہی کہ خلش کی باتون سے اجتناب کرو کہ گناہ اُنھین مین ہی جو دل مین کھٹکین اب اگر یہ کہو کہ تم نے یہ کیون کہا کہ جب حرام کی کثرت ہو تو چیز کا لینا درست نہین باوجودیکہ اُس چیز مین کوئی علامت ایسی نہین جو خاص اُسکی حرمت پر دلالت کرے اور قبضہ دلیل ملک موجود ہی یہان تک کہ اگر کوئی ایسے شخص کا مال چرا لیوے جسکے مال مین حرام زیادہ ہو تو چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہی اور کثرت حرام سے بھی ایک وہمی ظن ہوتا ہی جسکو چیز سے کچھ علاقہ نہین تو چاہیے کہ جس صورت مین حرام زیادہ ہو اُسکا حال ایسا ہو جیسے غالب ظن راستون کی کیچڑ مین ہوتا ہی یا غیر محصور مین اختلاط کی صورت مین ہوتا ہی اور اس صورت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد دَعْ مَا یَرِیبُکَ اِلٰی مَا لَا یَرِیبُکَ سے کرنا اور اس ارشاد کو عام ٹھہرانا نہین چاہیے کیونکہ یہ ارشاد بالاتفاق بعض جگہون مین مخصوص ہی یعنی اُن صورتون مین کہ عین ملک مین کوئی علامت شک کی موجود ہو کیونکہ اگر حرام قلیل غیر محصور مین ملجاوے تو باوجودیکہ موجب شک ہوتا ہی مگر اسپر بھی تم قطعاً کہتے ہو کہ وہ حرام نہین اس سے معلوم ہوتا ہی کہ حدیث مذکور اُنھین صورتون کے لیے ہی جنمین عین ملک مین شک ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ قبضہ ایک دلالت ضعیف ہی جیسے حکم اصل کا باقی رکھنا ضعیف ہی اور یہ قبضہ کی حجت اُسوقت چلتی ہی جبکہ اُسکے مقابل کوئی حجت قوی نہ ہو تو جس صورت مین کہ ہمکو یقین ہی کہ حرام جو ملگیا ہی وہ فی الحال موجود ہی اور مال مالک اُس سے خالی نہین اور یہ بھی یقین ہی کہ حرام

زیادہ ہو اور یہ صورت ایک معین شخص کے باب میں ہے جسکا مال اگر محصور ہے تو اب قبضہ کی جہت سے اعراض کرنا ضروری ہوا اور
اگر اس صورت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد بالا کو معمول نہ کیا جاوے تو اسکے لیے کوئی محل نہیں رہیگا کیونکہ اسکا محل
یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ حرام قلیل یا غیر محصور حلال میں مخلوط ہو اسلیے کہ ایسی صورت تو آپ کے زمانہ مبارک میں موجود تھی حالانکہ آپ
اسکو ترک نہ کرتے تھے اور جس جگہ پر اسکو محمول کیا جاوے تو وہ اسی کے معنوں میں ہوگی اور اگر اس ارشاد کو نہی تنزیہی پر حمل کرو تو
ظاہر الفاظ میں بدون قیاس کے تبدیل اور تاویل کرنی پڑیگی اسلیے کہ اس صورت کی حرمت علامتوں اور استصحابوں کے قیاس سے
کچھ بعید نہیں معلوم ہوتی علاوہ ازیں کثرت کو ظن کے برابر کر دینے میں دخل ہے اسی طرح حصر کو بھی اسمیں دخل ہے تو جس صورت میں
حرام کی کثرت اور مال کا محصور ہونا ایک جا جمع ہونگے تو کیسے ظن کی تقویت نہ ہوگی حتی کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضہ فرماتے ہیں کہ برتنوں میں
اجتہاد نہ کرو مگر جس صورت میں کہ پاک برتن زیادہ ہوں اور آپ نے حکم اصل اور اجتہاد کے کافی ہونے میں یہ شرط کر دی کہ علامت
اور کثرت ہو اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جونسا برتن چاہے بلا اجتہاد لے لیوے فقط استصحاب کی جہت سے تو وہ اسکے پینے کو درست
کہینگے اور صرف علامت کی باعث سے جواز کے قائل ہونگے اور انکی یہ دلیل اس جگہ نہ چلیگی جہاں پیشاب پانی سے مشتبہ ہو گیا ہو
کیونکہ یہاں حکم اصل باقی نہیں رہ سکتا اسی طرح اگر مردار مذبوحوں میں ملگیا ہو تو بھی وہ دلیل جاری نہ ہوگی کیونکہ مردار میں استصحاب
نہیں اور قبضہ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ جانور مردار نہیں اور اسی طرح کیا گیا ہے میں معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ غلو کب ہے غرض کہ ایسی صورتوں میں
چار امور متعلق ہوتے ہیں اول حکم اصل کا باقی رہنا دوم مخلوط چیز کی قلت یا کثرت سوم جس مال میں خلط ہوا اسکا محصور ہونا یا غیر محصور
ہونا چہارم کوئی علامت خاص کا چیز کے اندر ہونا جس سے کہ اجتہاد متعلق ہوتا ہے جو کوئی ان چاروں امور کے مجموعہ سے غفلت
کرتا ہے وہ اکثر غلطی کرکے بعض مسائل کو ایسی صورتوں میں مشابہ کر دیتا ہے جو واقع میں مشابہ نہیں ہوتے ۔ حاصل اس تقریر کا
یہ ہوا کہ جو مال ایک شخص کی ملک میں مخلوط ہو جاوے اسمیں یا حرام زیادہ ہوگا یا کم اور انمیں سے ہر ایک یقین سے جانا جائیگا یا ظن
مع العلامت سے یا وہم سے یعنی ہر ایک کے جاننے کے تین طور ہیں تو سب چھ صورتیں ہوئیں ایک یہ کہ حرام کی زیادتی یقین سے
معلوم ہو دوسرے یہ کہ حرام کی زیادتی ظن مع العلامت سے معلوم ہو تیسرے یہ کہ حرام کی زیادتی وہم سے معلوم ہو ۔ اسی طرح حرام
کی کمی کے معلوم ہونے کی تین صورتیں ہیں پس ان چھ صورتوں میں سے اول کی صورتوں میں یعنی جبکہ حرام کی زیادتی یقینا ہو
خواہ بغلبہ ظن جیسے کسی ترکی مجہول الحال کو دیکھا کہ ہو سکتا ہے کہ اسکا سب مال غنیمت کا ہو ان دونوں میں تفتیش واجب ہوا اور
جس صورت میں کہ حرام کی کمی یقینا معلوم ہو تو یہ صورت مقام توقف ہے اور اکابر سلف کی سیرت اور احوال کی ضرورت کا یہ اقتضا
اس طرف ہے کہ اس صورت میں حاجت تفتیش نہ باقی رہیگی اور تین صورتیں یعنی حرام کی زیادتی وہم سے معلوم ہو یا اسکی کمی ظن سے
معلوم ہو یا وہم سے دریافت ہو تو ان تینوں صورتوں میں تفتیش ہرگز واجب نہیں ۔ مسئلہ جب کسی شخص کے سامنے اسکا
کھانا پیش ہو اور وہ جانتا ہو کہ میری ملک میں کسی بادشاہی روزینہ کے لینے میں یا کسی اور طرح سے حرام بھی آیا تھا اور یہ نہ جانتا
کہ وہ مال حرام اسوقت تک باقی ہے یا نہیں تو اسکو وہ کھانا کھا لینا چاہیے اور تفتیش اسکے ذمہ پر لازم نہیں بلکہ ورع کے لحاظ
سے ہے اور اگر یہ تو جانتا ہو کہ اسمیں سے کچھ باقی ہے مگر یہ نہ معلوم ہو کہ بقیہ کم ہے یا زیادہ تو اسکو جائز ہے کہ یہ سمجھ لے کہ وہ بقیہ
کمتر ہے اور ابھی ہم لکھ آئے ہیں کہ جہاں حرام کی قلت معلوم یقینا ہوتی ہے وہ صورت مشکل ہوتا ہے اور یہ مسئلہ بھی اسی کے قریب ہو ۔
مسئلہ جب خیرات یا اوقاف یا وصیتوں کے متولی کے پاس دو مال ہوں کہ انمیں سے ایک مال کا تو ایک شخص مستحق ہے اور دوسرے
مال کا مستحق نہیں ہے اسواسطے کہ اسمیں وہ صفت نہیں جو اس مال کے مستحق میں ہونی چاہیے تو اب اگر متولی اس شخص کو کچھ دیوے

تو اسکو اسکا لینا درست ہے یا نہیں تو اسمین یہ بات دیکھنی چاہیے کہ جس صفت سے وہ شخص مستحق ہے وہ اگر ظاہر ہے کہ متولی بھی جانتا ہے اور متولی بظاہر عادل معلوم ہوتا ہے تب تو اس شخص کو چاہیے کہ بدون بحث کے لیوے کیونکہ متولی پر غلبۂ ظن اسی بات کا ہے کہ اسکو ایسی مال کا مصرف کریگا جسکا وہ شخص مستحق ہے اور اگر وہ صفت پوشیدہ ہو یا متولی کا حال معروف ہو کہ پرواہ نہیں کرتا اور خلط کردیا کرتا ہے تو اس صورت مین لازم ہے کہ تفتیش کرے کیونکہ یہان نہ تو قبضہ ہے اور نہ حکم اصل سابق ہے جسکا اعتماد ہو اور یہ صورت ایسی ہی ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا تھا کہ صدقہ ہے یا ہدیہ کیونکہ آپ کو اس مین تردد ہوگیا تھا اسوجہ سے کہ قبضہ سے خصوصیت ہدیہ اور صدقہ کی کچھ نہیں تھی اور نہ کچھ استصحاب تھا غرضکہ ایسی صورت مین بجز سوال کے اور کوئی مفر نہیں کیونکہ سوال جو شخص مجہول الحال مین ساقط کیا ہے تو ایسی ہی جگہ ساقط کیا ہے جہان قبضہ اور اسلام کی علامت ہو حتی کہ اگر کسی شخص کا حال معلوم نہو کہ مسلمان ہے اور کوئی شخص اسکے پاس سے گوشت اسکے ذبیحہ کا لیا چاہے اور یہ احتمال ہو کہ یہ شخص شاید مجوسی ہوگا تو اس شخص پر گوشت کا لینا درست نہوگا جب تک کہ یہ نہ جان لے کہ مسلمان ہے کیونکہ قبضہ سے مردار کی تمیز نہیں ہو سکتی اور نہ صورت سے اسلام معلوم ہوتی ہے ہان اگر کسی شہر مین اکثر مسلمان ہون تو ہو سکتا ہے کہ جس شخص پر کچھ نشان کفر نہو اسکو مسلمان گمان کیا جاوے گو اس گمان مین غلطی کا بھی امکان ہے حاصل یہ کہ ایسا نہ ہو کہ جن صورتون مین قبضہ اور حال کی شہادت معتبر ہے وہ ان صورتون مین ملائی نہ چاہئیں جنمین انکی شہادت معتبر نہین - مسئلہ اگر کوئی شخص شہر مین مکان مول لینا چاہے اور اسکو معلوم ہو گیا ہو کہ اس شہر مین مکانات مغصوب بھی ہین تو اسکو مول لینا درست ہے اسلیے کہ یہ صورت غیر محصور کے اختلاط کی ہے مگر پوچھ لینا احتیاط اور ورع کی بات ہے اور اگر کسی کوچہ مین مثلاً دس بیس گھر ہون جنمین سے ایک مغصوب ہو یا وقف ہو تو خریدنا درست نہین جب تک کہ وہ مکان متمیز نہو جاوے اور ایسے موقع پر اسکا حال پوچھنا واجب ہے اور جو شخص کسی شہر مین گیا جسمین بہت رباطین بنی ہوئی ہین مگر ایک ایک رباط ایک ایک مذہب والے کے لیے خاص ہے مثلاً حنفیون کی جدا ہے اور شافعیون کی جدا تو اس شخص کو جائز نہین کہ جو کسی مین چاہے اترکر ٹھہر کر اسکے وقف مین سے کھالے بلکہ جس مذہب کا خود ہو اس مذہب والون کی رباط کو پوچھنا چاہیے اور اسمین ٹھہرنا چاہیے کیونکہ رباط اور مدرسے شہرون مین محصور ہی ہوتے ہین تو محصور کے اختلاط کی صورت مین بدون تفتیش کے اقدام درست نہین - مسئلہ جن جگہون مین کہ ہم نے سوال کو ورع ٹھہرایا ہے تو وہان یہ نہین جائز ہے کہ خود چیز کے مالک سے سوال کرنے لگے کہ تمہارا مال حلال کیسا ہے کیونکہ وہ اس صورت مین غضبناک ہوگا بلکہ اگر وہ غصہ نہو تو اس سے پوچھنے کا مضائقہ نہین اور جب یقین ہو کہ اسکا مال اکثر حرام ہے تو اسوقت تفتیش کرنی واجب ہے اور پھر بے پرواہ کرنی چاہیے کہ پوچھنے سے مالک خفا ہوگا اسلیے کہ ظالم کو تو اس سے زیادہ ایذا دینی ضروری ہے اور غالب یہ ہے کہ اسطرح کا آدمی سوال سے غصہ بھی نہ کریگا ہان اگر شک پڑے اور چیز اسیکے وکیل خواہ غلام یا شاگرد یا کسی رشتہ دار یا نوکر چاکر کے ہاتھ سے پہنچے تو جائز ہے کہ انسے تفتیش کرلے کیونکہ وہ اسکے سوال سے خفا نہونگے علاوہ ازین انسے سوال اسلیے چاہیے کہ انکو حلال کا طریقہ تعلیم کرے اور اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رض نے اپنے غلام کی کمائی کا حال پوچھا اور حضرت عمر رض نے اس شخص سے تفتیش کی جسنے آپ کو زکوٰۃ کے اونٹون کا دودھ پلایا تھا اور حضرت ابو ہریرہ رض جب آپ کی خدمت مین بہت سا مال لیکر آئے تو انسے پوچھا کہ کیا یہ سب طیب ہے یا نہین وجہ کہ آپ کو کثرت مال سے تعجب ہوا اور حضرت ابو ہریرہ آپ کی رعیت سے تھے اور سوال بھی کتنا نرمی سے کیا تھا اور یہی وجہ حضرت علی رض فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے نزدیک امام کے عدل اور نرمی کی نسبت کوئی زیادہ محبوب چیز نہین اور نہ اسکے جہل و ستم سے زیادہ کوئی بری چیز - مسئلہ حارث محاسبی رح کا یہ قول ہے کہ اگر آدمی کا کوئی دوست یا بھائی ایسا ہو کہ اس کی تفتیش کرنے سے خفا نہو تب بھی ورع سے کہ وہ اس سے تفتیش نہین کرنی چاہیے کیونکہ کیا عجب ہے کہ جو چیز اس سے پوشیدہ تھی وہ اسپر

ظاہر ہو جاوے تو گویا یہی شخص اُسکی پردہ دری کا باعث ہوگا اور انجام کو دونون مین بغض پڑ جاویگا اور وارقع مین اُنھون نے خوب کہا اسلیے کہ تفتیش جس صورت مین کہ بمقتضاے احتیاط اور ورع کے ہی اور واجب نہین ہی تو ان جیسی باتون مین احتیاط اور ورع یہی ہی کہ پردہ دری سے اجتناب کیا جاوے اور بغض پیدا کرنے والی بات سے احتراز رہے اور محاسبی رح نے اتنا اور کہا ہی کہ اگر اُس شخص کو کچھ شبہہ بھی ہو تب بھی تفتیش نہ کرے اور اُسپر یون گمان رکھے کہ مجکو مال طیب ہی کھلاویگا اور بُرا مال مجھ سے علیحدہ رکھیگا اور اگر اُسکے دل کو تسکین نہو تو کسی عمدہ بہانہ سے نہ کھاوے مگر تفتیش سے اُسکی پردہ دری نہ کرے اسلیے کہ مین نے کسی عالم کو نہین دیکھا کہ اُسنے ایسا کیا ہو تو یہ قول آپ کا باوجود اُنکے زاہد ہونے کی شہرت کے اِس بات پر دلالت کرتا ہی کہ جب مال مین تھوڑا سا حرام ملگیا ہو تو مسامحت کرنی چاہیے مگر شرط یہ ہی کہ حرمت کا اختلاط وہم سے معلوم ہوا ہو چنانچہ اُنکے قول مین لفظ شبہہ اِسی پر دلالت کرتا ہی اور اگر حرام کا تحقق یقینی ہو تو اُسکا یہ حکم نہین پس تفتیش کرنے والے کو ان دقائق کا لحاظ بھی چاہیے۔ مسئلہ بعض لوگ کبھی کہنے لگتے ہین کہ جس شخص کا کچھ مال حرام ہو اُس سے استفسار کرنے مین کیا فائدہ ہی کیونکہ جو شخص مال حرام کو حلال جانتا ہی وہ عجب نہین کہ جھوٹ بھی بول دے اور اگر وس باب مین اُسکو امین جاننا چاہیے تو حلال مال کے باب مین بھی اُسکی دیانت پر اعتماد چاہیے تو اسکا جواب یہ ہی کہ جب تمکو معلوم ہو کہ کسی شخص کے مال مین حرام مخلوط ہی اور اُسکی ضیافت مین تمھارے جانے سے یا اُسکا ہدیہ قبول کرنے سے کوئی اُسکا مطلب نکلتا ہی تو اِس صورت مین البتہ اُسکے قول پر اعتماد نچاہیے اور اُس سے استفسار کرنے مین بلاشبہہ کچھ فائدہ نہین بلکہ چاہیے کہ اُسکے سوا دوسرے شخص سے استفسار کرے اسی طرح اگر وہ شخص کوئی چیز بیچتا ہو اور نفع لینے کے لیے اُسکی بیع کا راغب ہو تو اُسکے یہ کہدینے سے کہ یہ چیز حلال ہی اعتماد واثق نہوگا اور نہ اُس سے استفسار کرنے سے کچھ فائدہ ہی بلکہ سوال دوسرے شخص سے کرنا چاہیے غرضکہ قابض سے استفسار اُسی صورت مین چاہیے کہ اُسکی کوئی غرض متعلق نہو جیسے متولی وقف سے کوئی پوچھے کہ یہ جو تم دیتے ہو کس قسم کا مال ہی یا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ اور صدقہ کا حال پوچھا تھا کہ اِس طرح کے سوال سے نہ قابض کو ایذا ہی اور نہ کہ دینے مین اُسکی کوئی غرض ہی اسی طرح اگر دوسرے کو یون کہے کہ تمکو طریقہ کسب حلال کا معلوم نہین اور اُسکے جواب مین وہ اپنا طریق صحیح بتلادے تو تہمت نہ کیا جاویگا ایسا ہی اگر اپنے غلام اور خادم سے استفسار کرے اِس نظر سے کہ اُنکے کمانے کا طریق معلوم نہ ہو تو ایسی جگہ استفسار مفید پڑیگا اور جس صورت مین کہ مال والے کی کچھ غرض ہو اور وہ متہم ہو تو اُسکا حال دوسرے سے پوچھنا چاہیے اور جب ایک مرد عادل کچھ حال بتاوے تو اُسکا قول قبول کرے اور اگر فاسق کچھ حال کہے اور قرینہ حالیہ سے معلوم ہو کہ وہ جھوٹ نہین کہتا اسلیے کہ اُسکو اسمین کچھ غرض نہین تو فاسق کے قول کو قبول کرنا بھی جائز ہی کیونکہ یہ معاملہ اُسکے اور خداے تعالی کے درمیان ہی اور یہان مطلوب نفس کا اطمینان ہی اور بعض اوقات فاسق کے قول سے اتنا وثوق حاصل ہوتا ہی کہ بعض حالتون مین عادل کے قول سے بھی نہین ہوتا اور یہ کلیہ نہین کہ جو فاسق ہو وہ جھوٹھ ہی بولا کرے اور نہ یہ ہی کہ جو بظاہر عادل معلوم ہوتا ہی وہ سچ ہی کہا کرے ہان گواہی کا مدار جو ظاہری عدالت پر ہی وہ حکم کی ضرورت سے ہی کیونکہ دلون پر اطلاع نہین ہوسکتی اور حضرت امام ابو حنیفہ رح نے فاسق کی گواہی قبول فرمائی ہی اور اکثر ایسا ہوتا ہی کہ جس شخص کو تم پہچانتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ یہ مرتکب گناہون کا ہوتا ہی لیکن وہ شخص جب کسی چیز کا حال تم سے کہتا ہی تو تم اُسکا اعتبار کر لیتے ہو اسی طرح تمیزدار لڑکا جسکا حال تمکو معلوم ہو کہ اسکے مزاج مین استقلال ہی تو اُسکے کہنے سے بھی وثوق حاصل ہو جاتا ہی اور اُسپر اعتماد کرنا درست ہی لیکن اگر کوئی مجہول شخص جسکا حال کچھ معلوم نہ ہو خبر دے تو یہ اُن لوگون مین سے ہی جنکے قبضہ مین کی چیز کو کھانا ہم نے جائز لکھا ہی اسوجہ سے کہ اُسکا قبضہ بظاہر ملک کی دلیل ہی اور یون بھی کہسکتے ہین کہ اُسکا مسلمان ہونا اُسکی

راست گوئی کی دلیل ظاہر ہو مگر تامل اسی صورت مین ہو اور اُسکا قول کچھ نہ کچھ تاثیر نفس مین کرتا ہو یہان تک کہ اگر ایسے ہی بہت سے
آدمی ایک بات پر متفق ہون تو ظن غالب ہو جاوے لیکن ایک کے قول کی تاثیر نہایت ضعیف ہو پس اُسکی تاثیر کی حد دیکھنی چاہیے
کہ دل مین کتنی ہو اسلیے کہ ان جیسی جگہون مین دل ہی حسکم کیا کرتا ہو اور دل کو خفیہ قرینے ایسے سوجھتے ہین کہ اُنکے بیان سے
زبان قاصر ہو تو ہمین تامل کرنا ضروری ہوا اور اسکی طرف التفات کے واجب ہونے کی یہ دلیل ہو کہ عقبہ بن حارث آنحضرت صلعم کی
خدمت مین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مین نے ایک عورت سے نکاح کیا بعد اسکے ایک لونڈی سیاہ فام آئی اور اُسنے کہا کہ مین نے
تم دونون کو دودھ پلایا ہو اور وہ جھوٹی معلوم ہوتی ہو آپ نے فرمایا کہ اپنی منکوحہ کو چھوڑ دے اُنھون نے عرض کیا کہ حضرت وہ
لونڈی سیاہ فام ذلیل ہو آپ نے فرمایا کہ آخر اُسنے کہا تو کہ تم دونون کو دودھ پلایا ہو تیرے لیے اُس منکوحہ مین بہتری نہین تو اُسکو
چھوڑ دے اور ایک روایت مین یون ہو کہ کیسے نہ چھوڑیگا اب یہ جو کہا گیا (یعنی ایک عورت کا دونون کو دودھ پلانا زبان زد ہو گیا)
اور جس صورت مین کہ مجہول شخص کا جھوٹ بولنا معلوم نہو اور نہ کوئی ایسی علامت ظاہر ہو جس سے اُس امر مین اُسکی کوئی غرض پائی جاتی ہو
تو اسکے کہنے کا اثر دل مین ضرور رہتا ہو اور بہین وجہ احتراز ایسی صورت مین موکد ہو اور اگر اُسکے قول کو دل پر اطمینان ہو جاوے تو احتراز
واجب اور لازم ہو جاتا ہو۔ مسئلہ جس صورت مین استفسار واجب ہو اگر ہمین دو عادل شخصون یا دو فاسقون کے قول ایک دوسرے
کی ضد پڑین تو دونون کا اعتبار نہ کیا جاویگا اور جائز ہو کہ اپنے دل مین ایک عادل کے قول کو ترجیح دے لے خواہ ایک فاسق کے قول کو
اور یہ بھی ہو سکتا ہو کہ دونون طرفون مین سے ایک کو کثرت کے باعث خواہ اس خصوصیت سے کہ اُسکو تجربہ اور حالات سے واقفیت
زیادہ ہو ترجیح دے لیوے اور اِس مسئلہ کی صورتین اکثر پیش آیا کرتی ہین مسئلہ ایک خاص قسم کا اسباب لوٹا گیا اور اُس قسم کے اسباب
مین سے کوئی چیز ایک شخص کے پاس ہو اور دوسرا شخص اُسکو اُس سے مول لیا چاہتا ہو اور یہ احتمال بھی ہو کہ وہ چیز لوٹ مین کی نہ ہو تو
مشتری کو خریدنا درست ہو یا نہین تو اسکا جواب یہ ہو کہ اگر بائع نیک بختی مین معروف ہو اور مشتری بھی اُسکو صالح جانتا ہو تو خریدنا
درست ہو اور چھوڑنا ورع ہو اور اگر بائع مجہول الحال ہو کہ اُسکا کچھ حال معلوم نہو تو اب یہ خیال کرنا چاہیے کہ اگر اُس قسم کی چیز بدون
لُٹی ہوئی بھی بہت ملتی ہو تب تو مشتری کو جائز ہو کہ خرید کر لے اور اگر اُس جگہ مین وہ چیز کمیاب تھی مگر لوٹ سے بہت ہو گئی تو اس صورت
مین حلت پر دلالت صرف قبضہ کی رہ گئی اور اُسکے معارض ایک علامت خاص ہوئی یعنی شکل اُس اسباب کی اور قسم تو اب اُسکی خرید سے
باز رہنا ورع مہم ہو مگر وجوب ورع مین تامل ہو کیونکہ علامت متعارض ہو اور ہم اور کوئی حکم نہین کر سکتے بجز اُسکے کہ مشتری کے دل پر حوالہ
کر دین تاکہ وہ اپنے جی مین قوی بات کو تامل کر لے اگر اُسکے دل مین اسی بات کو قوت ہو کہ یہ چیز لوٹ کی ہو تو اُسکو اُسکا نہ لینا لازم ہو
ورنہ خریدنا حلال ہو۔ اور اسطرح کے واقعات اکثر مشتبہ ہو جاتے ہین اور بہت لوگ اُنکو نہین پہچانتے پس جو کوئی ایسے محترز رہیگا وہ اپنی
آبرو اور دین محفوظ رکھیگا اور جو کوئی ان مین گھسیگا وہ اپنے آپ کو خطرہ مین ڈالیگا۔ مسئلہ اب اگر کوئی یون کہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جب دودھ آپ کے سامنے پیش کیا گیا اُسکا حال استفسار فرمایا لوگون نے عرض کیا کہ بکری کا ہو آپ نے بکری کو پوچھا
کہ کہان کی تھی جب اُسکا حال بیان کر دیا گیا تو آپ خاموش ہو رہے تو ہم یہ پوچھتے ہین کہ مال کی اصل کا استفسار واجب ہو یا نہین اور
اگر واجب ہو تو ایک اصل کا ہو یا دو کا یا تین کا اور اِس باب مین قاعدہ کیا ہو تو اس کا جواب یہ ہو کہ اصل کا حال پوچھنے مین کوئی حال
اور حد مقرر نہین بلکہ جس شبہہ کے باعث سے اس استفسار کی نوبت ہوئی ہو اُسی کو دیکھنا پڑتا ہو اور جس جگہ شبہہ منقطع ہو جاتا ہو اُسی جگہ
استفسار موقوف ہو جاتا ہو اُسکی کچھ حد نہین اور یہ شبہہ حالات کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہو مثلاً اگر اِس بات مین شبہہ ہو کہ قابض کے
پاس یہ چیز بوجہ حلال پہونچی یا نہین تو جس وقت یہ کہدیگا کہ مین نے اُسکو مول لیا ہو تو ایک ہی سوال مین شبہہ منقطع ہو جاویگا اور اگر دو

کہ یہ دودھ میری بکری کا ہی تو شک پڑا کہ بکری کہان سے آئی ہوگی اِس صورت مین اگر کہدیگا کہ مین نے مول لی ہی تو شبہہ جاتا رہیگا اور اگر بدوون کا حال دیکھکر کہ جو کچھ اُنکے پاس ہی وہ چھینا ہوا مال ہی اور اُسی کی نسل جاری رہتی ہی شبہہ پڑیگا تو یہ شبہہ اتنا کہنے سے نہ جائیگا کہ یہ دودھ میری بکری کا ہی یا میری بکری کی چھیا کا ہی ہان اگر اُس بکری کو کہیگا کہ مجکو وراثت مین باپ سے پہونچی ہی اور اُسکا باپ مجہول الحال ہوگا تو البتہ استفسار منقطع ہوجاویگا اور اگر یہ معلوم ہوگا کہ اُسکے باپ کا تمام مال حرام تھا تو حرمت کھلجاویگی اور اگر یہ معلوم ہوگا کہ اُسکا اکثر مال حرام تھا تو تناسل کے ہونے اور مدت کے گذرنے اور وراثت کے جاری ہونے سے اُسکا حکم متغیر نہ ہوگا پس مال کی اصل کے استفسار مین ان باتون کو تامل کرنا چاہیے مسئلہ مجھ سے یہ سوال ہوا کہ کچھ لوگ صوفی ایک خانقاہ مین رہتے ہین اور جو شخص متولی خانقاہ ہی اُسکے پاس ایک وقف تو ایسا ہی جو خانقاہ والون کے لیے ہی اور دوسرا ایسا ہی جو اَور لوگون کے لیے ہی اور متولی مذکور دونون وقفون کا مال ملاکر ان خانقاہ کے لوگون کو کھانا کھلاتا ہی تو اُسکا کھانا صوفیون کو حلال ہی یا حرام یا شبہہ مین نے یہ جواب دیا کہ اصل مسئلہ مین سات اصولون کی طرف رجوع کرنا چاہیے **اصل اول** یہ کہ جو کھانا خادم خانقاہ ان صوفیون کے سامنے لاتا ہی غالباً اُسکو داد وستد سے خریدتا ہوگا یعنی الفاظ بیع و شرا کے نہ بولے جاتے ہونگے اور ہمارے نزدیک مختار یہ ہی کہ داد وستد سے بدون کہنے الفاظ بیع و شرا کے بیع درست ہوجاتی ہی خصوصاً کھانے کی چیزون اور کم قیمت والی چیزون مین تو اس کھانے مین اِس اصل کے بموجب صرف شبہہ خلاف ہی **دوسری اصل** یہ کہ دیکھنا چاہیے کہ خادم اُس کھانے کو مال حرام دیکر لیتا ہی یا اُدھار خریدتا ہی اگر مال حرام کے بدلے مین لیتا ہی تو وہ کھانا حرام ہی اور اگر معلوم نہو کہ کیسے خریدتا ہی تو غالب یہی ہی کہ اُدھار لیتا ہوا اور ظن غالب پر عمل کرنا درست ہی تو اِس اصل کے بموجب بھی حرمت نہین ثابت ہوتی بلکہ شبہہ احتمال بعید کا پیدا ہوتا ہی یعنی خادم نے مال حرام دیکر لیا ہو **تیسری اصل** یہ ہی کہ خادم وہ کھانا کہان سے مول لیتا ہی اگر ایسے شخص سے مول لیتا ہی جسکا اکثر مال حرام ہی تو درست نہین اور اگر ایسے سے لیتا ہی جسکا کمتر مال حرام ہی تو اُسمین تامل ہی جیسے ہم نے اوپر بیان کیا اور جبکہ معلوم نہو کہ کیسے شخص سے لیا تو اسپر عمل کرنا درست ہی کہ اُسنے ایسے ہی سے لیا ہی جسکا مال حلال ہی یا جسکا حال مشتری کو یقیناً معلوم نہین جیسے مجہول الحال ہوتا ہی اور ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ مجہول الحال سے خریدنا جائز ہی اسلیے کہ غالب یہی ہی تو اِس اصل سے بھی حرمت نہین پیدا ہوتی بلکہ شبہہ احتمال ہوتا ہی- **چوتھی اصل** یہ کہ کھانا اپنے لیے خریدکرتا ہی یا لوگون کے لیے کیونکہ متولی اور خادم مثل نائب کے ہوتے ہین اور نائب کو اختیار ہی چاہے اپنے لیے لے چاہے دوسرون کے لیے لیکن یہ امر یا نیت سے ہوتا ہی یا صریح الفاظ سے اور جس صورت مین کہ خرید داد وستد سے ہوئی ہی تو الفاظ کہان بولے گئے ہونگے اور غالباً متولی یا خادم داد وستد کے وقت کچھ نیت نہ کرتا ہو اور قصائی اور نانبائی اور دوسرے معاملہ کرنے والے اُسی پر اعتماد کرتے ہونگے اور اُسکے ہی ہاتھ بیچتے ہونگے نہ اُن لوگون کے ہاتھ جو موجود نہین تو یہ بیع بلاشبہہ متولی کی طرف سے ہوویگی اور مبیع اُسکی ملک مین داخل ہوگی اِس صورت مین نہ حرمت ہی اور نہ شبہہ لیکن اِس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ صوفی متولی کی ملک کھاتے ہین- **پانچوین اصل** یہ کہ خادم جو اُنکے سامنے کھانا رکھتا ہی اُسکو ضیافت خواہ ہدیہ بدون عوض نہین ٹھہراسکتے کیونکہ متولی اسپر راضی نہوگا بلکہ وہ اسلیے رکھتا ہی کہ اُسکا عوض وقف مین سے ملنے کا اُسکو اعتماد ہی تو واقع مین یہ معاوضہ ہوا مگر بیع اور قرض دینا نہین کیونکہ اگر بالفرض اُنسے ثمن مانگنے لگے تو بعید جانا جاویگا اور قرینہ حال سے بھی کچھ معلوم نہین ہوتا تو اب اِس صورت کو یہی کہہ سکتے ہین کہ ہدیہ بشرط عوض ہی یعنی ایسا ہدیہ ہی کہ جس مین ہدیہ کرنے والے نے کوئی لفظ نہین کہا مگر قرینہ اُسکے حال کا یہ چاہتا ہی کہ عوض کا طامع ہو اور ایسا ہدیہ صحیح ہی اور عوض بھی لازم ہی اور یہان خادم کو کوئی اور عوض کی طمع نہین بجز اسکے کہ جو کچھ اُن لوگون کا حق وقف مین ہو اُسکو لیوے اور اُس سے نانبائی اور قصائی اور بقال کا قرض ادا کرے

تو اِس اصل میں کچھ شبہہ بھی نہیں کیونکہ بطمع عوض ہدیہ بھیجنے اور کھانا سامنے رکھنے میں لفظون کا کہنا مشروط نہیں اور جو لوگ کہ طمع عوض کے ساتھ ہدیہ کو نادرست کہتے ہیں اُنکے قول کی پروا نہیں کرنی چاہیے چھٹی اصل یہ ہے کہ جو عوض ایسے ہدیہ کا لازم ہوتا ہے وہ کتنا ہے اسمیں اختلاف ہے بعضون کا یہ قول ہے کہ اتنا ہو کہ ادنیٰ درجہ کا مال کہلا سکے اور بعضون نے کہا ہے بمقدار قیمت ہدیہ کے ہونا چاہیے اور بعض یہ فرماتے ہیں کہ جس قدر سے ہدیہ دینے والا راضی ہو جاوے اُسقدر چاہیے گو وہ چیز کی قیمت کا دوناگنا ہو جاوے اور قول صحیح یہی ہے کہ عوض واہب کے رضا کا تابع ہوتا ہے اگر وہ راضی نہیں ہوتا تو مال کو واپس کر دیتا ہے اور صورت مفروضہ میں خادم کو جو حق ساکنین خانقاہ کا وقف میں سے ملتا ہے اُسپر راضی ہے اب یہ تین صورتون سے خالی نہیں یا تو یہ کہ جتنا اُسنے کھانے میں صرف کیا اُسی قدر وقف میں سے ملا تو کچھ خدشہ نہیں یا یہ کہ اُس مقدار سے کم ملا اور اُسپر خادم راضی ہو گیا تو اِس صورت میں بھی معاملہ ٹھیک ہوا یا یہ کہ خادم راضی نہو تا بشرطیکہ اُسکے قبضہ میں دوسرا وقف نہ ہوتا جسکو وہ انھیں ساکنین کی قوت سے تحصیل کرتا ہے تو اِس صورت میں وہ ایسے عوض پر راضی ہوا جسمیں کچھ حلال ہے اور کچھ حرام مگر حرام اُن دینے والون کے ہاتھ میں نہیں آیا تو یہ ایسی صورت ہوئی کہ گویا چیز کے ثمن میں خلل واقع ہوا جسکا حکم پہلے ہم لکھ آئے کہ کونسی صورت میں حرمت کا مقتضی ہے اور کونسی میں شبہہ کا اور یہ مقتضی حرمت کا نہیں جیسی ہم نے اوپر تفصیل کی ہے اور نہ یہ ہے کہ جس ہدیہ کے سبب سے ہدیہ دینے والا حرام کھا بیٹھے وہ ہدیہ خود حرام ہو جاوے ساتوین اصل یہ ہے کہ خادم نانبائی اور قصائی اور بقال کا قرض دونون وقفون کی پیداوار سے ادا کرتا ہے پس اگر جتنا کھانا صوفیون نے کھایا اُسیقدر اُنکے وقف میں سے اُن لوگون کے پاس پہونچا ہے تو معاملہ ٹھیک ہوا اور اگر اُسقدر سے کم پہونچا ہے تو انجام کو راضی ہو گئے ہیں خواہ ثمن حلال کا تھا یا حرام کا تو یہ صورت بھی کھانے کے ثمن میں خلل پڑنے کی ہوئی اسمیں اُس بیان کو دیکھنا چاہیے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ اُدھار خریدے اور ثمن مال حرام سے ادا کرے اور یہ صورت اُسوقت ہے کہ یقیناً معلوم ہو کہ مال حرام سے ثمن ادا کیا اور اگر اُس میں یہ بھی احتمال ہو کہ مال حلال ہی سے ادا کیا ہے تو شبہہ اور بھی کم ہو جاویگا۔ اِن سب اصلون کے بیان کرنے سے یہ حکم نکلا کہ صوفیون کو اُس مال کا کھانا حرام نہیں بلکہ شبہہ کے مال کا کھانا ہے جو ورع سے بعید ہے اسلیے کہ یہ اصول جب بہت ہو گئیں اور ہر ایک میں کچھ نہ احتمال ہے تو نفس میں حرمت کا احتمال قوی ہو گیا جیسے خبر میں اسناد طویل ہوتی ہے تو کذب کا احتمال زیادہ ہوتا ہے بہ نسبت اُس صورت کے کہ اسناد قریب ہو۔ غرضکہ اِس واقعہ کا حکم یہ ہے اور یہ کثیر الوقوع ہے اور ہمنے اُسکو اسلیے لکھا تاکہ تمکو معلوم ہو کہ جو مسائل پیچیدہ اور مشتبہ ہوتے ہیں اُنکا حکم کس طرح چاہیے اور اُنکے اصول کس طرح بنانے چاہییں کیونکہ یہ بات اکثر مفتیون کو نہیں آتی

چوتھی فصل اِس امر کے بیان میں کہ توبہ کرنے والا حقوق مالی سے کس طرح بری ہو ۔ واضح ہو کہ جو شخص توبہ کرے اور اُسکے قبضہ میں مال مخلوط ہو تو اُسپر دو باتیں لازم ہیں اوّل جدا کرنا مال حرام کا اپنے مال میں سے دوم اُسکا صرف کرنا اِسلیے اِس فصل کو دو بیانون میں منقسم کیا جاتا ہے ۔

بیان اول مال حرام کی تمیز اور علیحدہ کرنے کی کیفیت میں ۔ جاننا چاہیے کہ جو شخص توبہ کرے اور اُسکے قبضہ میں کوئی چیز غصب یا ودیعت وغیرہ کی بوجہ حرام ہے تو اُسکو اُسکا علیحدہ کرنا سہل ہے اور اگر مال حرام اُسکے مال میں ملا جلا ہو تو اُسکی دو صورتیں ہیں یا تو ایسا مال ہے جو مثلی یعنی وزنی خواہ کیلی ہے جیسے غلہ اور روپیہ اشرفی اور تیل وغیرہ یا ایسا ہے جو مثلی نہیں جیسے غلام اور گھر اور کپڑے تو اگر مال مثلی ہو یا مال حرام سب میں ملا جلا ہو مثلاً ایک شخص نے تجارت سے کچھ مال پیدا کیا اور جانتا ہے کہ میں نے بعض مال کو نفع پہنچنے میں جھوٹ بولا ہے اور بعض میں سچ کہا ہے یا کسی شخص نے تیل غصب کر کے اپنے تیل میں ملا لیا یا غلہ اور نقد روپیہ اشرفی میں ایسا ہی کیا تو اب دو حال سے خالی نہیں یا تو مال حرام کی مقدار اُسکو معلوم ہے یا نہیں اگر معلوم ہے یعنی جانتا ہے کہ مثلاً سب مال میں نصف حرام ہے تو اُسکو چاہیے کہ نصف مال

علیحدہ کر دے اور اگر مقدار معلوم نہو تو اُسکے دو طریق ہین اول یہ کہ یقین کو اختیار کرے دوم یہ کہ غلبۂ ظن پر عمل کرے چنانچہ رکعات نماز کے مشتبہ ہونے کی صورت مین علما کے دو قول ہین اور ہم نماز کے باب مین یقین ہی کو اختیار کرتے ہین اسلیے کہ اصل تو یہی ہو کہ رکعات مصلی کے ذمہ مین تو وہی حکم رہیگا اور اسمین بدون علامت قوی کے کوئی تبدیل نہوگی اور رکعتون کے شمار مین کوئی علامت ایسی نہین جسکا اعتبار کیا جاوے اور یہ صورت مال مین نہین کیونکہ یہان یہ نہین کہہ سکتے کہ جسقدر اُسکے قبضہ مین ہو سب حرام ہو بلکہ مشتبہ ہو اسی لیے اُسکو غلبۂ ظن پر اجتہاد سے عمل کرنا درست ہو مگر ورع یہ ہو کہ یقین کو اختیار کرے پس اگر ورع کا ارادہ کرے تو اسمین اجتہاد کا طریقہ یہ ہو کہ جس قدر مین حلال ہونے کا یقین ہو اُسی کو رکھے اور کچھ نہ رکھے اور اگر غلبۂ ظن کو اختیار کرنا چاہے تو اُسکا طریق یہ ہو کہ جو مال اُسکے قبضہ مین ہو اسمین مثلاً نصف تو حلال ہو اور ثلث حرام ہو تو اس صورت مین ایک سدس مال کا مشکوک رہا اسمین غلبۂ ظن پر عمل کرے اور ہر حال مین اٹکل کا طریق یہی ہو کہ جتنی مقدار یقینی حرام ہو اُسکو علیحدہ کر دے اور جسقدر یقیناً حلال ہو اُسکو علیحدہ رکھے اور جسقدر مین تردد ہو اُسمین اگر غلبۂ ظن حرمت کا ہو تو جدا کر دے اور اگر حلت غالب ہو تو اُسکا رکھ لینا درست ہو اور ورع یہ ہو کہ اُسکو بھی جدا کر دے اور اگر غلبۂ ظن کسی طرف نہ ہو بلکہ شک ہو تو اُسکو رکھ لینا جائز ہو اور ورع کے رو سے اُسکو نکالنا چاہیے اور یہ ورع موکد تر ہو کیونکہ مال مشکوک ہو اور اُسکا رکھ لینا صرف اِس اعتماد پر تھا کہ وہ مالک کے قبضہ مین ہو اور اِس سے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ حلت کی وجہ غالب ہو گر یہ وجہ اختلاط حرام کے یقین کے بعد ضعیف ہو گئی اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ اصل تو حرمت ہو تو ایسی ہی چیز لیوے جسمین غلبۂ ظن حلال ہونے کا ہو اور یہان دونون طرفون مین سے کسی کو ترجیح نہین اور ہمارے نزدیک فی الحال کوئی ترجیح معلوم نہین ہوتی تو یہ صورت مسائل مشکلہ سے ہو گئی۔ اب اگر یہ کہو کہ یہ تو مانا کہ اُسنے یقینی بات کو اختیار کیا لیکن جس مال کو وہ نکالیگا اُسکو کیا معلوم ہو کہ حرام وہی ہو شاید جو اُسکے پاس بچیگا حرام وہی ہو تو ایسی صورت مین اُسکا حرام کو علیحدہ کرنا بیکار رہا اور اگر یہ صورت درست ہو تو یہ بھی درست ہونی چاہیے کہ جب ایک مردار نو ذبیحون مین ملجاوے تو دسوان حصہ کل کا ہوا اس صورت مین وہ شخص جونسی ایک کو چاہے حرام جانکر نکال ڈالے اور باقی نو کو بیچ دے اور اُنکو حلال جانے لیکن تم اسمین یہ کہتے ہو کہ شاید حرام اُنھین مین ہو جو اُسنے رکھ لی ہین بلکہ اگر وہ نو کو نکال ڈالیگا اور ایک رکھ لیگا تب بھی حرام کہتے ہو اسی احتمال سے کہ شاید مردار وہی ایک ہو تو یہان مال باقی کو کیسے حلال بتلاتے ہو تو اِسکا جواب یہ ہو کہ یہ اعتراض جب درست ہوتا کہ مال اور مردار کا ایک سا حال ہوتا حالانکہ مال تو عوض نکال لینے سے حلال ہو جاتا ہو اسلیے کہ معاوضہ مال پر جاری ہو اور مُردار مین معاوضہ چل نہین سکتا اسلیے دونون کا حکم جدا جدا ہوا اب اِس اعتراض کے دفع کرنے کے لیے ہم فرض کرتے ہین کہ ایک شخص کے پاس دو درم ہین جنمین سے ایک حرام ہو اور وہ معلوم نہین کہ کونسا ہو حضرت امام احمد رح سے جو اِس قسم کا سوال ہوا تو آپنے فرمایا کہ دونون کو چھوڑ دے یہان تک کہ اُسکو معلوم ہو جاوے اور آپنے ایک برتن کو گرو رکھا تھا جب قرض ادا کیا تو مرتہن آپ کے سامنے دو برتن لے آیا اور کہا کہ مجکو معلوم نہین کہ آپ کا برتن کونسا ہو آپنے دونون کو نہ لیا مرتہن نے کہا کہ آپ کا برتن یہ ہو مجکو فقط آپکا امتحان منظور تھا آپنے اُسکا قرض دے دیا اور برتن نہ لیا اور یہ آپ کا ورع تھا یہ بات واجب نہین مثلاً مسئلہ مذکورہ مین فرض کرو کہ اُس درم ثانی کا مالک معین اُسوقت موجود ہو تو جب قابض نے اُسکو دونون درمون سے ایک دے دیا اور حقیقت حال کو جانکر راضی ہو گیا تو قابض کو دوسرا درم حلال ہو گیا اسلیے کہ دو حال سے خالی نہین یا تو یہ درم جو مالک کو ملا خدا تعالی کے علم مین وہی ہو جو قابض نے اُس سے لیا تھا تب تو مقصود حاصل ہو گیا اور اگر وہ دوسرا درم ہو تو اُس صورت مین اِن دونون شخصون مین سے ہر ایک کا درم دوسرے کے پاس ہو تو احتیاط یہی چاہتی ہو کہ یہ ایک دوسرے سے بلفظ بیع معاوضہ کرلین

اور اگر نہ کرینگے تب بھی داد و ستد سے ایک کا حق دوسرے کے حق سے مجرا ہوجاویگا تو یہ ایسی صورت ہوئی کہ غاصب کے پاس سے مالک کا درم جاتا رہا اور اُسکا بعینہ ملنا دشوار ہوگیا تو تاوان کا مستحق ہوا پس جو درم مالک کے پاس آیا وہ گویا تاوان اُسکے درم کا دوسرے شخص سے ملا ہی اور یہ صورت مالک کی جانب تو بن گئی اسلیے کہ جسکی خاطر ضمان لیا جاتا ہی وہ شخص ضمان کا مالک بغیر قبضہ کر لینے کے ہو جاتا ہی کچھ منہ سے کہنے کی ضرورت نہین مگر قابض کی جانب یہ صورت نہین بنتی کیونکہ اُسکے پاس کا درم اگر خود اُسکا نہین تو اُسکی ملک مین داخل نہین ہوا اگر ہم کہتے ہین کہ اگر اُسنے خاص اپنا درم مالک کو دیدیا تو اُسکا بھی ایک درم مالک کے ہاتھ مین جاتا رہا جسکا بعینہ ملنا ممکن نہین تو وہ بھی ایسا ہی جیسا کھویا جاوے تو وہ درم جو اُسکے پاس رہا وہ خدا کے علم مین اُسی کا عوض رہا جو اُسکا کھویا گیا اگر واقع مین ایسا ہی ہوا ہی اور یہ مبادلہ خداے تعالیٰ کے علم مین ہوجائیگا جیسے دو آدمی ایک دوسرے کا ایک درم ضائع کردین تو بدلہ ہوجاویگا اور کسی سے تاوان نہ لیا جاویگا بلکہ اگر اسی صورت مفروضہ مین دونون شخص اپنے اپنے ہاتھ کا درم دریا مین ڈال دین یا جلادین تو ایسا ہی ہی جیسے تلف کردیا اور کسی پر تاوان نہوگا کیونکہ ایک دوسرے کا حق مجرا ہوگیا تو ایسا ہی اُس صورت مین حکم چاہیے جبکہ تہمت نہوا ہو کیونکہ اِس حکم کا قائل ہونا اس سے اچھا ہی کہ یون کہا جاے کہ جو کوئی ایک درم حرام لیکر دس لاکھ مین دوسرے کے ملادے تو سارا مال دوسرے شخص پر ممنوع التصرف ہوجائیگا اُسمین اُسکو تصرف کرنا درست نہین تو دیکھو کہ اس مذہب مین کتنی دوری ہی اور جو حکم ہمنے بیان کیا ہی اُسمین بجز اسکے اور کوئی بات نہین کہ لفظ بیع کو ترک کردیا ہی حالانکہ داد و ستد بھی بیع ہی اور جو کوئی اُسکو بیع نہین کہتا تو ایسی جگہ نہین کہتا کہ اُسمین احتمال کو دخل ہو اس وجہ سے کہ فعل اُسکی دلالت کو ضعیف کردیتا ہی اور جس جگہ کہ تلفظ ہوسکتا ہو اور یہان اور کا دینا اور اپنا لینا قطعاً مبادلہ کے لیے ہی اور بیع ہو نہین سکتی اسلیے کہ مبیع نہ تو مشارالیہ ہی اور نہ بعینہ معلوم ہی علاوہ ازین بعض صورتین ایسی ہین کہ بیع کو قبول نہین کرتین جیسے مثلاً ایک رطل آٹا دوسرے کے ہزار رطل آٹے مین ملادے یا دوشاب خرما اور چھوہارے اسی طرح ملادے اور یہی حال ہر ایک چیز کا ہی جسکا ایک حصہ دوسرے کے بدلے مین بیع نہین کیا جاتا۔ اب اگر کوئی یون کہے کہ تمنے اس جیسی صورت مین اپنے حق کے موافق لے لینے کو جائز رکھا ہی اور اُسکو بیع قرار دیتے ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ اُسکو ہم بیع قرار نہین دیتے بلکہ یہ کہتے ہین کہ چونکہ وہ چیز عوض ہی اُس چیز کا جو دوسرے کے پاس سے جاتی رہی اسلیے وہ اُسکا مالک ہوجائیگا جیسے کسی کے چھوہارے دوسرے شخص نے تلف کردیے اور مالک نے اُسی قدر تلف کنندہ کے لے لیے تو وہ اُنکا مالک ہوجائیگا اور یہ اُس صورت مین ہی کہ مال والا بھی اس بات پر اُسکا موافق ہوا اور اگر وہ موافق نہوا اور یون کہے کہ مین تو ہرگز درم کوئی نہ لونگا بلکہ جو خاص میرا تھا وہی لونگا اگر وہ رل مل گیا ہی تو مین نہ چھوڑتا ہون نہ معاف کرتا ہون اور تجھپر تیرا مال بیکار کیے دیتا ہون کہ تو بھی تصرف نہ کرے تو اس صورت مین ہم کہتے ہین کہ قاضی پر لازم ہی کہ اُس شخص کی طرف سے نائب ہو کر اُسکا حق دوسرے شخص کے پاس سے قبضہ کرے تاکہ باقی مال اُسکو حلال ہوجاوے کیونکہ یہ حق والے کی ہٹ دھرمی اور تنگ گیری ہی اور شریعت مین کہین ایسی تنگی وارد نہین ہوئی اور اگر قاضی بھی نہ ملے تو مالک مال کو چاہیے کہ کسی شخص دیانت دار کو کہدے کہ وہ حق دار کی طرف سے اُسکا حق قبض کرلے اور اگر ایسا شخص بھی نہ ملے تو وہ شخص خود متولی قبض ہو کر اُسکا حق اس نیت سے علیحدہ کردے کہ یہ اُسکو دے دونگا اس صورت مین یہ حق اُس حق دار کے لیے متعین ہوجائیگا اور باقی مال اُسکو حلال ہوجائیگا اور یہ بات مالکات کے مختلط ہوجانے کی صورت مین ظاہر اور لازم تر ہی۔ اب اگر کوئی کہے کہ اس تقریر کے بموجب چاہیے کہ حق دار کا حق اُسکے ذمہ اُدھار ہوجاوے تو پھر اول جدا کرنے کی اور باقی مین تصرف کرنے کی کیا حاجت ہی پہلے ہی سے اُسکو دے لینا حلال ہونا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہی کہ بعض لوگ تو یہ کہتے ہین کہ جب تک مقدار حرام کی رہے تب تک اُسکو اُسمین سے لینا حلال ہی مثلاً سو درہم ہون اگر چار بہا دین تو چھیانوے روپیہ تک لینا درست ہی اور کل کا لینا درست نہین اور

نہ کوئی اسکو جائز کہتا ہی اور بعض لوگون نے فرمایا ہی کہ جب تک مقدار حرام مال مین سے بسبب توبہ اور قصد ابدال کے جدا نہ ہو جاوے اُسوقت تک اُسکو لینا درست نہین اور کچھ یہ کہتے ہین کہ دوسرے کو اُس شخص سے لینا درست ہی مگر اُسکو دینا نہ چاہیے اگر وہ اُس مال کو تصرف کرکے کسی اور کو دیگا تو گناہ اُسکے ذمہ ہوگا نہ لینے والے کے ذمہ لیکن کل مال کا لینا کسی نے تجویز نہین کیا اور یہ اسلیے کہ اگر مالک پیدا ہو تو وہ اُس سب مال مین سے اپنا حق لے سکتا ہی کیونکہ وہ کہہ سکتا ہی کہ شاید جو مجکو ملیگا وہ بعینہ میرا حق ہوا اور جب قابض قدر حرام کو معین کردیگا اور غیر کا حق نکال کر علٰحدہ کردیگا تو یہ احتمال جاتا رہیگا پس اس احتمال کی جہت سے اس مال کو دوسرے مال پر ترجیح دی جاویگی اور جو چیز کہ اقرب الی الحق ہوتی ہی اُسکو مقدم کیا کرتے ہین جیسے مثل کو قیمت پر مقدم کرتے ہین اور خود بعینہ چیز کو مثل پر مقدم کرتے ہین اسی طرح جسمین رجوع بمثل کا احتمال ہو وہ اُسپر مقدم ہوگی جسمین قیمت کی طرف رجوع کا احتمال ہو اور جسمین رجوع بالعین کا احتمال ہو وہ اُس سے مقدم ہوگی جسمین رجوع بالمثل کا احتمال ہو اور اگر بالفرض قابض کے لیے یہ بات درست ہووے کہ دوسرے کا مال اپنے ذمہ اُدھار کرکے اُسکا حق صرف کر ڈالے تو دوسرے درم والے کو بھی درست ہونا چاہیے کہ دونون درم لیکر تصرف کر ڈالے اور قابض سے کہہ کہ تیرے حق کو ادا کرنا دوسری جگہہ سے میرے ذمہ ہی کیونکہ اختلاط تو دونون کی چیز کا ہی تو قابض کے لیے کونسی ترجیح ہی کہ دوسرے سے اس باب مین مقدم کیا جاوے یا دوسرے کے مال کو فائت قرار دیا جاوے ہان اگر کمتر بہت مین ملگیا ہو تو فرض کرسکتے ہین کہ تھوڑا بہت مین جاتا رہا یا جسنے ملایا اُسکے اعتبار سے قرار دے سکتے ہین کہ یہ اپنے فعل سے دوسرے کے حق کا تلف کرنیوالا ہوا اور یہ دونون باتین یہان نہین اور یہ معاوضہ مثلی چیزون مین واضح ہی اسلیے کہ مثلی چیزین اتلافات مین بدون عقد کے بھی عوض ہو جاتی ہین لیکن جس صورت مین کہ کوئی مکان اور مکانون مین یا ایک غلام دوسرے غلامون مین مشتبہ ہو جاوے تو اسمین سبیل بجز صلح اور تراضی کے اور کچھ نہین اور اگر وہ نمانے بدون اس بات کے خاص اپنا ہی لے اور قابض سے یہ ہو نہ سکتا ہو اور دوسرا یہ چاہے کہ قابض پر سب ملک اُسکی بیکار اور معطل کردے تو یہ مکانات ایک دوسرے کے مثل ہون تب تو یہ طور ہی کہ قاضی سب مکانات کو بیچ کر حصہ رسد اُنکی قیمت مالکون کو دیدے اور اگر مکانات قیمت مین مختلف ہون تو قاضی بیع کے طالب سے سب سے نہین مگر کے دام لیکر جو بیع نہین چاہتا تھا اُسکو ادنی کی قیمت حوالہ کردے اور جسقدر بچ رہے اُسمین توقف کرے جب تک مدعی بیان کرے یا آپس مین دونون صلح کرلین اسلیے کہ یہ صورت مشکل ہی اور اگر قاضی نہ ملے تو جو شخص کہ اپنے آپ کو حرام سے بچایا چاہتا ہی اور کل پر قابض ہی وہ خود اس امر کا کفیل ہو بہتری اسی مین ہی اور اسکے سوا اور احتمالات ضعیف ہین جنکو ہم پسند نہین کرتے اور بیان سابق مین اُسکی وجہ بھی پائی جاتی ہی اور اختلاط مثلیات مین تو یہ امر ظاہر ہی اور نقد مین اس سے کم ہی اور اسباب مین دقیق تر ہی اسلیے کہ وہ ایک دوسرے سے بدل واقع نہین ہوتا اسی لیے اسمین بیع کی حاجت ہوئی- اب ہم کچھ مسائل لکھتے ہین جنسے اس اصل کا بیان کامل ہو- مسئلہ ایک شخص کئی دوسرے شخصون کے ساتھ مورث کا وارث ہی اور حاکم نے اُنکے مورث کی کوئی زمین چھین لی تھی اب حاکم مذکور نے وہی قطع اس شخص کو پھیر دیا تو وہ سب وارثون کا ہوگا اور اگر اُس قطعہ کا نصف پھیرا اور اُسکا حق بھی ترکہ مین نصف ہی ہی تب بھی دوسرے وارث اُسکے شریک رہینگے کیونکہ جو نصف اُسکا ہی وہ علٰحدہ نہین ہی تاکہ یہ کہا جاوے کہ اُسکا نصف پھر آیا اور باقی ضبط رہا اور بادشاہ کی نیت اور قصد سے بھی علٰحدہ نہوگا اگر وہ نیت کرے کہ دوسرون کا حصہ ہی ضبط رکھونگا- مسئلہ جب ایک شخص کے پاس کسی ظالم بادشاہ سے لیا ہوا مال ہو اور وہ توبہ کرے اور مال مذکور کوئی زمین ہو جس سے کچھ پیداوار اُسکو ملا کرتا تھا تو چاہیے کہ جتنے دنون اُسکا پیداوار رکھا یا ہو اُتنے دنون کا کرایہ موافق معمول گرد و پیش کے مالک کو دیوے اسی طرح جس مال مغصوب مین سے نفع حاصل ہو سب کا حکم یہی ہی یعنی اُسکی توجیہ بھی درست ہوگی

کہ مغصوب کی اُجرت اپنے پاس نہ رکھیگا یا جو زیادتی اُسمین سے حاصل ہوئی ہو اُسکو مال مین سے علیحدہ نہ کر دیگا اور غلامون اور کپڑون اور برتنون اور ایسی ہی اور چیزون کا کرایہ جنکے کرایہ دینے کی عادت نہو معلوم ہونا دشوار ہی اُسکا اندازہ صرف اٹکل اور تخمین پر منحصر ہی اور قیمت لگانا بہرحال اجتہاد ہی سے ہوتا ہی تو ایسی صورتون مین احتیاط یہی ہو زیادہ سے زیادہ اُجرت لگالیوے اور مال مغصوب سے اگر نفع اس طرح حاصل ہوا ہو کہ چیزین اُدھار خریدین اور اُنکا دام اُس مال مین سے ادا کیا تو وہ چیزین اُسکی ملک ہونگی مگر جس صورت مین کہ اُنکا ثمن حرام ہوگا تو انمین شبہہ ہوگا چنانچہ اُسکا حکم پہلے مذکور ہوا اور اگر مال مغصوب ہی دیگر معاملات کیے تھے تو وہ معاملات بالکل فاسد تھے اور بعض یہ کہتے ہین کہ اگر مالک مال اجازت دیدے تو وہ معاملات نافذ ہونگے اس صورت مین وہ چیزین مالک کی ہونگی نہ غاصب کی اور قیاس اس بات کا مقتضی ہی کہ یہ معاملات فسخ ہو کر ثمن پھیرا جاوے اور جسکی جو چیز ہو وہ اُسکے حوالہ کیجاوے یا اُسکا عوض دیا جاوے اور اگر کثرت معاملات کی جہت سے یہ بات نہ ہوسکے تو جتنا مال اُسکے قبضہ مین ہی سب حرام ہی مالک اُسکے راس المال کے موافق دیکر جتنا بچے اُسکو نکالنا واجب ہی تاکہ صدقہ کیا جاسے اور وہ نہ غاصب کو حلال ہی اور نہ مالک کو بلکہ اُسکا حکم اور حرام مالون کا سا ہی مسئلہ جو شخص مال ارث مین پاوے اور یہ نہ جانے کہ اُسکے مورث نے اُسکو حلال وجہ سے حاصل کیا تھا یا بوجہ حرام اور کوئی علامت بھی نہین جس سے حلت یا حرمت معلوم ہو تو سب علما متفق ہین اس بات پر کہ وہ مال حلال ہی اور اگر اُسکو یہ معلوم ہو یقیناً کہ اسمین حرام ہی اور مقدار حرام مین شک ہو تو اندازہ سے قدر حرام علیحدہ کر دے اور اگر حرام کے ہونے کا علم نہو مگر یہ جانتا ہو کہ مورث بادشاہون کا عامل تھا اور احتمال ہو کہ اُسنے اپنے عمل مین کچھ نہین لیا یا لیا تھا اگر طول مدت کے باعث اُسکے پاس نہین بچا تو یہ صورت شبہہ کی ہی اس سے ورع کرنا بہتر ہی واجب نہین اور اگر اُسکو یہ معلوم ہو کہ مورث کا کسی قدر مال ظلم کی وجہ سے تھا تو اُسپر اُس مقدار کا نکالنا لازم ہوگا اور بعض علما نے یہ فرمایا ہی کہ اُسپر نکالنا لازم نہین اور گناہ مورث کے ذمہ ہی اور اپنی دلیل مین اس روایت کو بیان کیا ہی کہ ایک شخص سلطان کا عامل مرگیا تو ایک صحابی نے فرمایا کہ اب اسکا مال اُسکے وارث کے حق مین طیب ہوگیا اور یہ روایت ضعیف ہی اسوجہ سے کہ صحابی کا نام نہین بیان کیا شاید کسی ایسے شخص نے کہدیا ہو جو تساہل کرتے ہون کہ صحابہ مین ایسے بھی بعض اشخاص تھے جو تساہل کیا کرتے تھے اور صحبت کی تعظیم کے باعث ہم اُنکا ذکر نہین کرتے سوچنے کی بات ہی کہ جب مال مین حرام یقیناً مختلط ہو تو قابض کی موت سے وہ مباح کیسے ہو جائیگا اور اسکا ماخذ کہان سے ہوگا ہان جس صورت مین کہ وارث کو معلوم نہو تو یہ کہسکتے ہین کہ جس بات کا علم اُسکو نہین اُسکا مواخذہ اُس سے نہوگا اس صورت مین جس وارث کو یہ علم نہو گا کہ اس مال مین یقیناً حرام ہی اُسکے لیے وہ طیب ہوگا ---

دوسرا بیان مال حرام کے صرف کرنے کے ذکر مین - جبکہ مال حرام کو علیحدہ کرے تو اب تین حال سے خالی نہین ایک یہ کہ اُس مال کا کوئی مالک معین ہو اس صورت مین اُس مال کو مالک خواہ اُسکے وارث کو حوالہ کرنا چاہیے اور اگر وہ اُس جگہ نہو تو اُسکے آنے کا انتظار کرنا چاہیے یا جس جگہ ہو اُس جگہ وہ مال اُسکو پہنچا دے اور اگر اس مال مین کچھ زیادتی اور نفع ہو تو مالک کے آنے تک اُسکو بھی جمع کر رکھے - دوسرے یہ کہ اُسکا مالک معین شخص نہین اور اُسکی تعیین سے یاس ہو جاوے اور یہ بھی معلوم نہو کہ مرنے کے بعد اُسکا کوئی وارث بچا یا نہین پس اس صورت مین مالک کو اُس مال کا پہونچانا ممکن نہین تو جب تک حال خوب واضح نہو اُس مال کو رہنے دینا چاہیے اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ مالکون کی کثرت کے باعث مال کا اُنکو واپس کرنا غیر ممکن ہوتا ہی جیسے مال غنیمت کی خیانت کہ بعد غازیون کے متفرق ہوجانے کے اُنکو اکٹھا کیسے کرے اور اگر جمع بھی کرپاوے تو ایک دینار کو مثلاً ایک دو ہزار شخصون کو کسطرح تقسیم کرے تو ایسے مال کو صدقہ کر دینا چاہیے - تیسرے یہ کہ وہ مال فی کا یا بیت المال کا ہو جو سب مسلمانون کے فائدہ کے لیے ہوتا ہی تو اُسکو پلون اور مسجدون اور سراؤن اور مکہ معظمہ کی راہ کے چشمون وغیرہ امور کی تیاری مین صرف کرنا چاہیے تاکہ جو مسلمان وہان کو گذرے

اُسنے فائدہ اُٹھاوے اور مسلمانون کے لیے عام ہو جاوے - اور قسم اول کے حکم مین کچھ شبہہ نہین مگر دوسری قسم کا حکم جو صدقہ کرنا اور
نہرین پل وغیرہ بنانا یہ کام ایسے ہین کہ انکا کفیل قاضی کو ہونا چاہیے تو اگر قاضی متدین ملے تو مال مذکور اُسکو حوالہ کرے اور اگر
قاضی مال حرام کو حلال جانتا ہوگا تو ایسے کو مال حوالہ کرنے سے مال کا تاوان اُسکے ذمہ رہیگا ایسی صورت مین شہر والون مین سے
کسی عالم متدین کو یہ کام سپرد کر دے یا قاضی کے ساتھ اُسکو شریک کر دے کہ ایک سے دو بہتر ہین اور اگر یہ صورت بھی نہ بن پڑے
تو خود اپنے آپ اُن امور کا کفیل ہو کیونکہ غرض تو صرف کرنے سے ہے اور معین صرف کرنے والے کی ضرورت اسلیے ہے کہ عوام کے
مصالح کے دقائق اور مصارف کی باریکیون سے ہر کوئی واقف نہین ہوتا تو جب ایسا شخص نہ ملے تو اصل صرف کر دینا چھوڑنا نہ چاہیے
ہان اگر واقف کار اور دیانت دار میسر ہو تو اُسکا ہونا اولی ہے اب اگر یہ کہو کہ حرام چیز کے صدقہ کرنے کے جواز کی دلیل کیا ہے اور جس
چیز کا آدمی مالک نہین اُسکو صدقہ کیسے کریگا علاوہ ازین کچھ لوگون کا مذہب یہ ہے کہ مال حرام سے صدقہ دینا درست ہی نہین چنانچہ
فضیل رح سے منقول ہے کہ اُنکے پاس دو درم آ گئے جب اُنکو معلوم ہوا کہ یہ بے وجہ کے ہین تو اُنکو پتھرون مین پھینک دیا اور فرمایا کہ
مین صدقہ بجز مال طیب کے اور کسی چیز کا نہ دونگا اور دوسرے کے لیے وہ چیز نہین پسند کرتا جسکو مین اپنے لیے ناپسند کرون تو اُسکا
جواب یہ ہے کہ مال حرام کو صدقہ نہ کرنے کی وجہ اور احتمال ہے مگر ہمنے اُسکا خلاف حدیث اور اثر اور قیاس کے لحاظ سے اختیار کیا
حدیث یہ ہے کہ جو بکری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھنی ہوئی پیش ہوئی تھی اور آپ سے بولی تھی کہ مین حرام ہون تو آپنے
اُسکے لیے تصدق کا ارشاد کیا تھا یعنی یہ فرمایا کہ اُسکو قیدیون کو کھلا دو اور نیز جب یہ آیت اُتری الم غلبت الروم فی ادنی الارض
وہم من بعد غلبہم سیغلبون - تو کفار نے آپ کو جھٹلایا اور حضرت صدیق اکبر رض سے کہا کہ تم دیکھتے نہین تمھارے یار کیا فرماتے ہین یون
ارشاد کرتے ہین کہ روم عنقریب غالب ہوگی پس حضرت صدیق اکبر رض نے باجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُنسے شرط بدی اور
جب اللہ تعالی نے اُنکو سچا کیا تو حضرت صدیق رض جو کچھ شرط مین جیتے تھے کفار سے لیکر آپ کی خدمت مین لائے آنحضرت صلعم نے
فرمایا کہ یہ حرام ہے اُنھون نے اُسکو خیرات کر دیا اور مسلمان اللہ تعالی کی نصرت عطا فرمانے سے خوش ہوئے اور جوئے کی حرمت بعد کو
اُتری یعنی آپ حضرت صدیق رض کو کفار سے شرط بدنے کی اجازت دے چکے تھے اُسکے بعد قمار کی حرمت نازل ہوئی - اور اثر اس
باب مین یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رض نے ایک لونڈی خریدی مگر اُسکا مالک پھر نہ ملا کہ اُسکو ثمن حوالہ کرتے آپ نے اُسکی بہت تلاش کی
کہین نہ ملا پھر آپ نے ثمن خیرات کر دیا اور کہا کہ الٰہی یہ مین اُسکے مالک کی طرف سے دیتا ہون اگر وہ راضی ہو تو خیر ورنہ اسکا ثواب
مجکو ملے - اور حضرت حسن بصری رح سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے مال غنیمت مین خیانت کی اور بعد لشکر کے متفرق ہونے کے توبہ کی
تو اس مال کو کیا کیا جاوے فرمایا کہ خیرات کر دیا جاوے - اور روایت ہے کہ ایک شخص کے دل مین بدی آئی اُسنے مال غنیمت سے
سو دینار چرا لیے پھر امیر لشکر کی خدمت مین اُنکو لیگیا کہ یہ مجھ سے قصور ہوا تھا اب انکو لے لیجیے اُنھون نے فرمایا کہ لشکر متفرق ہو گیا
مین نہین لونگا وہ شخص امیر معاویہ رض کے پاس آیا اُنھون نے بھی وہ دینار نہ لیے تب وہ ایک عابد کے پاس گیا اُسنے کہا کہ اس
مال کا پانچوان حصہ امیر معاویہ رض کے حوالہ کر اور باقی کو خیرات کر امیر معاویہ رض نے جو اُسکا قول سُنا تو افسوس کیا کہ ہمکو یہ نہ سوجھی
اور احمد بن حنبل اور حارث محاسبی اور کچھ اہل ورع کا مذہب یہی ہے - اور قیاس اس باب مین یہ ہے کہ اس مال کا دو حال سے
ایک حال ضرور ہونا چاہیے یا تو تلف کیا جاوے یا کسی مصرف خیر مین صرف کیا جاوے اسلیے کہ اُسکے مالک کے ملنے کی تو توقع ہے
اور یہ ظاہر ہے کہ سمندر مین ڈال دینے کی نسبت کار خیر مین اُسکا صرف کرنا بہتر ہے کیونکہ اگر بالفرض ہمنے اُسکو دریا مین ڈال دیا تو اپنے
آپ سے بھی کھویا اور مالک سے بھی اور اس سے کچھ فائدہ نہوا اور اگر کسی فقیر کو دے دینگے تو وہ مالک کے لیے دعا کریگا پس مالک کے

ح احمد و ابو داؤد بروایت مروی از انصار ۱۲ لے بدگئے ہین روم متصل زمین مین اور وہ اس لینے پیچھے اب غالب ہونگے کئی برس مین ۱۲ مح بیہقی نے دلائل النبوۃ مین اس قصہ کو نقل کیا ہے بروایت ابن عباس رض لیکن اُسمین یہ نہین کہ آپ کی اجازت سے ایسا ہوا اور حدیث ترمذی اور حاکم نے بھی نقل کی ہے مختصراً ۱۲

اُسکی دعا کی برکت ملیگی اور فقیر کی حاجت روائی ہوگی اور صدقہ میں مالک کو بدون اُسکے اختیار کے ثواب ملنے کا انکار نہیں چاہیے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ کاشتکار اور درخت لگانے والے کو اُسکی کھیتی اور پھلوں میں سے جسقدر آدمی اور پرند کھاتے ہیں ثواب ملتا ہے اور یہ کھانا بدون اختیار ہی ہے اور جو قول نقل کیا کہ صدقہ بجز مال طیب کے اور کا نہ دونگا تو یہ اُس صورت میں ہے کہ ہم اپنے لیے ثواب کے خواہاں ہوں اور یہاں تو صورت یہ ہے کہ ہم اس مظلمہ سے چھوٹنے کے طالب ہیں ثواب کے خواہاں نہیں اور مال کے تلف کرڈالنے اور خیرات کردینے میں متردد ہیں اور خیرات کی جانب کو ضائع کرنے کی جانب پر ترجیح دیتے ہیں اور یہ جو کسی کا قول تھا کہ ہم غیر کے لیے وہی پسند کرتے ہیں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں تو یہ ٹھیک ہے مگر مال مذکور ہمپر حرام ہے کہ ہمکو اُسکی حاجت نہیں اور فقیر کے لیے حلال ہے کیونکہ دلیل شرعی نے اُسکو حلال کیا ہے اور جب کہ مصلحت مقتضی حلت کی ہوئی تو حلال کہنا واجب ہے اور جس صورت میں کہ وہ مال فقیر کو حلال ہوا تو ہم اُسکے لیے حلال ہی کو پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُسکو جائز ہے کہ اُس مال کو اپنے نفس اور عیال پر تصدق کرے بشرطیکہ فقیر ہو اہل وعیال پر تصدق تو اسلیے کہ اُنکے اہل وعیال میں ہونے سے اُنکی فقیری جاتی نہیں رہی بلکہ اُنپر تصدق کرنا اوروں کی نسبت کہ بہتر ہے اور چونکہ وہ خود بھی فقیر ہے اسلیے اُسکو بھی اُسمیں سے بقدر حاجت لینا جائز ہے اگر بالفرض اُس مال کو کسی فقیر کو دیتا تو درست ہوتا تو جب وہ خود ہی فقیر ہے تب اپنے نفس پر بھی تصدق کرنا جائز ہونا چاہیے۔ اب اس اصل کے بیان میں بھی ہم چند مسئلے لکھتے ہیں مسئلہ جب کسی شخص کے ہاتھ میں بادشاہ کے پاس سے کوئی مال پہونچے تو بعض یہ فرماتے ہیں کہ اُس مال کو بادشاہ ہی کو واپس کردے کیونکہ بادشاہ کو خوب معلوم ہے کہ یہ کسکو دینا چاہیے اور یہ واپس کرنا اُس مال کے خیرات کرنے سے بہتر ہے اور محاسبی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ اُسکو خیرات کیسے کریگا شاید اُسکا کوئی مالک معین ہو اور اگر ایسے مال کو صدقہ کردینا درست ہے تو یہ بھی درست ہونا چاہیے کہ بادشاہ کے یہاں سے کوئی چیز چورا کر صدقہ کردے۔ اور بعض یہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ جانے کہ بادشاہ وہ مال اُسکے مالک کو نہ دیگا تو اُس صورت میں اُسکو خیرات کردے کیونکہ بادشاہ کو دینے میں ظلم پر اعانت اور اسباب ظلم کو زیادہ کرنا ہوگا اور مالک کا حق برباد جاویگا۔ اور بہتر یہ ہے کہ آدمی جب بادشاہ کی عادت جانتا ہو کہ وہ مال حوالہ مالک نہ کریگا تب تو مالک کی طرف سے خیرات کردے کیونکہ اگر اُسکا کوئی مالک معین ہوگا تو اُسکے حق میں بادشاہ کو واپس کرنے کی نسبت کہ یہی بہتر ہے اسلیے کہ بادشاہ کو دینا تو ضائع کرنا اور ظالم پر اعانت کرنا ہے اور مالک کو جو فقیر کی دعا کی برکت ہوتی اُس سے محروم کرنا اور اگر مالک معین نہو بلکہ وہ مال حق مسلمانوں کا ہو تب بھی بادشاہ کو واپس کرنا اُسکا ضائع کرنا ہے اور اگر بادشاہ کے پاس کا مال اُسکو میراث میں پہونچا ہو یا خود اُسنے بادشاہ سے حاصل کیا تھا میں تعدی نہ کی ہو تو اُسکا حال پڑی چیز کا سا ہے جسکا مالک نامعلوم ہو اُسکو بھی مالک کی طرف سے تصدق کرسکتا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ پڑی چیز کا مالک خود بھی ہوسکتا ہے گو تو انگر ہو اس لحاظ کہ اُسکو مباح وجہ سے حاصل کیا ہے یعنی پڑی ہوئی کو اُٹھا لی ہے اور یہاں ریت مفروضہ میں چونکہ مال وجہ مباح سے نہیں آیا اسلیے خود مالک بننے سے منع کرنا اور تصدق کو جائز کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے

مسئلہ جب کسی آدمی کے ہاتھ ایسا مال لگ جاوے جسکا کوئی مالک نہو اور ہمنے اس صورت میں یہ جائز رکھا ہے کہ وہ شخص اپنی مفلسی کے باعث اُسمیں سے حاجت کی مقدار رکھ لیوے تو اب مقدار حاجت میں بحث ہے جسکو ہمنے باب اسرار زکوۃ میں ذکر کیا ہے یعنی بعض یوں فرماتے ہیں کہ اُسمیں سے اسقدر رکھے کہ برس روز تک اُسکو اور اُسکے عیال کو کافی ہو اور اگر یہ کرسکے کہ اُس سے کوئی زمین خرید یا کوئی تجارت کرے جس سے گذر عیال کی ہوسکے تو یہی کرے اور اس بات کو محاسبی نے پسند کیا ہے لیکن یہ فرمایا ہے کہ اگر اپنے نفس میں توکل کی طاقت دیکھے تو کل مال خیرات کردے اور خداے تعالیٰ کے لطف کا امیدوار ہو کہ وہ اپنے فضل سے مال حلال عنایت فرمائے اور اگر توکل نہو سکے تو اُسکو جائز ہے کہ اُس مال سے کوئی زمین خرید کرے یا تجارت میں لگا دے جس سے بسر اوقات ممکن ہو اور جس روز کہ اُسمیں سے حلال کھانا ملے اُس روز اُسمیں سے نہ کھاوے جب وہ حلال ہو چکے تب پھر اُسمیں سے کھاوے پھر اگر مال حلال ہی گذرنے لگے

[illegible]

میں ہو جاوے تو جتنا مال حرام میں سے پہلے کہا چکا ہو اُسقدر خیرات کر دے اور وہ اُسکے ذمہ قرض رہیگا اور آئندہ میں سے کہانے میں بھی یہ دستور رکھے کہ اگر میسر ہوگی تو میدہ کی روٹی کہا دے گوشت نہ کہا دے تو بھی کی طرح کہا دے نہ آسایش اور وسعت کے طور پر یہ قول محاسبی کا بہت خوب ہی اسکا یا اُسکا ہی کہ یہ جو کہا کہ جس قدر کہا چکا ہو اُسکو اپنے ذمہ قرض کرے اسمیں کلام ہو اور ورع میں درج آئی مقتضی ہی کہ اسکو قرض جانے اور جب وجہ حلال کا مال ملے تو اُسمیں سے اتنا ہی تصدق کرے لیکن گفتگو وجوب میں ہو کہ جس فقیر کو خیرات دیتا ہی اُسپر تو قرض واجب نہیں ہوتا تو یہ شخص خود اگر مفلسی کے باعث کچھ لیگا تو اُسکے ذمہ واجب کیسے ہوگا خصوصاً اگر یہ مال مذکور اُسکو میراث میں ملا ہو اور اُسنے خود کسی پر غصب اور تعدی نہ کی ہو تو اُسپر ایسا سخت حکم کیونکر ہوگا — مسئلہ اگر کسی شخص کی ملک میں مال حلال اور حرام یا شبہہ کا ہو اور کل مال اُسکی حاجت سے زائد نہو تو اگر وہ شخص عیالدار ہو تو چاہیے کہ خاص اپنے اوپر مال حلال خرچ کرے کیونکہ آدمی سے خاص اپنے نفس کی باز پرس زیادہ ہوگی بہ نسبت غلاموں اور عیال اور چھوٹے بچوں کے اور بالغ اولاد کو حرام سے محفوظ رکھے بشرطیکہ نوبت اس سے بڑھکر کسی خرابی کی نہ پہنچی ہو اور اگر پہنچتی ہو تو انکو بقدر حاجت کہلاوے حاصل یہ کہ جو بات غیر کے حق میں ممنوع ہو وہ خود اُسکے حق میں بھی ممنوع اور اُس سے زیادہ ہی ہوتی ہے باوجود علم کے کہانا ہی عیال کو تو کہا بھی ہی کہ ہمکو معلوم نہ تھا اور نہ ہمارے اختیار میں تھا اسلیے چاہیے کہ حلال کو پہلے اپنے اوپر صرف کرے پھر عیال پر اور جب اپنے اخراجات ہی میں تردد ہو کہ کہانے اور کپڑے میں حلال مخصوص کرے یا اَور کاموں میں مثلاً نائی اور دھوبی اور رنگریز کی اجرت اور تیل ملنا اور مکان بنانا اور جانوروں کا گہاس دانہ خریدنا اور تنور گرم کرانا اور لکڑی کا دام اور چراغ کے تیل کا دام اور دوسرے خرچ اسی طرح کے سب میں حلال صرف کرنا چاہیے تو اس صورت میں اول غذا اور لباس میں حلال کو خاص کرنا چاہیے اسلیے کہ جو چیز بدن سے متعلق ہی اور بدون اُسکے کچھ مفر نہیں اُسکا حلال ہونا انسب ہی اب اگر غذا اور لباس میں سے پوچھا جاوے کہ کونسی چیز میں حلال کا ہونا زیادہ اچھا ہی تو ایک احتمال یہ ہی کہ غذا کو کہیں اسوجہ سے کہ غذا گوشت اور خون میں ملتی ہی اور جو گوشت حرام سے بڑھتا ہی بموجب روایت حدیث کے آتش دوزخ اُسکو زیادہ لائق ہی اور لباس سے اتنا فائدہ ہی کہ برہنگی کا چھپانا اور گرمی سردی کا دفع کرنا اور ظاہر بدن لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا اگرچہ وہ بدن نہیں ہوتا اسلیے ہمارے نزدیک ظاہر یہ ہی کہ غذا میں حلال کا ہونا مقدم ہی اور حارث محاسبی رح کا قول ہی کہ لباس میں صرف حلال مقدم چاہیے اسلیے کہ وہ مدت تک رہتا ہی اور غذا جلد فضلہ ہو کر جاتی رہتی ہی اور حدیث[ح] میں آچکا ہی کہ اللہ تعالی اُس شخص کی نماز نہیں قبول کرتا جسکے بدن پر کپڑا دس کی خرید ہو اور اُسمیں ایک درم حرام کا ہو تو یہ بھی ایک احتمال ہی مگر اسطرح کی وعید اُس شخص کے باب میں ہی جسکے پیٹ میں حرام ہو اور اُسکا گوشت حرام سے پیدا ہوا ہو اس بات کا لحاظ کرنا کہ گوشت اور ہڈی مال حلال سے پیدا ہو تو بہتر ہی اور اسیوجہ سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جو دودھ شبہ کا پی لیا تھا اُسکو قے کر دیا تاکہ اُس سے گوشت بنکر ثابت اور پائدار نہ ہو جاوے — اب اگر یوں کہو کہ سب طرح سے خرچ کرنے میں غرض اُسی کی نکلتی ہی تو پھر اپنے اوپر اور غیر پر خرچ کرنے میں کیا فرق ہوا اور غذا میں اور دوسرے مصارف میں خرچ کرنا کیسے علیحدہ ہوا اور یہ فرق کہاں سے معلوم ہوا تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ فرق اس روایت حدیث[ح] سے معلوم ہوا جب حضرت رافع بن خدیج کی وفات ہوئی تو اُنھوں نے اپنے ترکہ میں ایک غلام پچھنے لگانیوالا اور ایک اونٹ پانی لانے والا چھوڑا لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال کہا تو آپ نے اُس غلام کی کمائی سے منع فرمایا کئی بار آپ سے سوال ہوا آپ نے اُسکی اُجرت سے ممانعت ہی فرمائی لوگوں نے عرض کیا کہ متوفی کے یتیم اُسکی کمائی کہا لیں آپ نے فرمایا کہ اُسکی کمائی اونٹ پانی لانے والے کو کہلا دو تو اس سے معلوم ہوا کہ مال حرام کو خود کہانے اور اپنے جانور کے کہلانے میں فرق ہی تو جب فرق کا طریق واضح ہو گیا تو جو تفصیل ہمنے ذکر کی ہی اُسکو اُسپر قیاس کر لو — مسئلہ جس شخص کے پاس مال حرام ہی اگر اُسکو وہ فقیروں پر خیرات کرے

[ح] اسکی سند اوپر گذری ۱۲ [ح] اسکی سند اوپر گذری ۱۲ [ح] احمد و طبرانی بروایت عبایۃ بن رفاعۃ بن رافع بن خدیج مگر اسمیں جو مصنف نے رافع کی وفات لکھی ہی صحیح نہیں کیونکہ وہ ۷۴ھ میں مرے ہیں تو شاید یہ ذکر خدیج کا ہو لیکن انکا ذکر صحابہ میں نہیں دیکھا گیا اور طبرانی کی ایک روایت میں ذکر وفات رافع کا ہی اور دوسری میں رفاعہ کا غرضکہ حدیث مضطرب ہی ۱۲

تو بہتر یہ ہو کہ خوب فراخی کے ساتھ انکو دیوے اور جب اپنے نفس پر خرچ کرے تو چاہیے کہ جسقدر ہو سکے تنگی کرے اور اگر اپنے عیال پر خرچ کرے تو تنگی بہت نہ فراخی بلکہ متوسط طور پر خرچ کرے اور اس صورت مین بہتر یہ ہے کہ اسکو خرچ کر کے ہو جاوے یعنی اگر کوئی مہمان اسکے یہان آوے اور وہ مفلس ہو تو اسکو خوب کھلا دے اور اگر غنی ہو تو اسکو کچھ نہ کھلا دے ہان اگر جنگل مین ہو اور رات کو آوے اور کوئی چیز اسکو میسر نہ آوے تو کھلانے کا مضایقہ نہین اسلیے کہ اسوقت مین وہ فقیر ہے گو توانگر ہو تو کیا ہوا اور اگر جو مہمان آیا ہو وہ متقی ہو ایسا کہ اگر جان جاویگا تو کھانے سے احتراز کریگا تو اس سے حقیقت حال کہدے اور کھانا سامنے رکھدے تاکہ حق مہمانی بھی ادا ہو اور دھوکا بھی نہ دیا جاوے کیونکہ جس چیز کو اپنے آپ مکروہ جانتا ہو اس سے مسلمان بھائی کی تواضع نہ کرنی چاہیے اور یہ بھروسا نہ کرنا چاہیے کہ اسکو تو معلوم نہین تو اسکو ضرر بھی نہ کریگا اسلیے کہ حرام جب معدہ مین جگہ پکڑتا ہے تو سختی دل مین اثر ضرور کرتا ہے اگرچہ کھانے والے کو معلوم نہ ہو اور یہی وجہ حضرت صدیق رضی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ پیا تھا اسکو قے کر ڈالا حالانکہ نادانستگی مین پیا تھا اور اس مال کو اگرچہ ہمنے فتوی دیا ہے کہ فقیرون کے لیے حلال ہے مگر حاجت کے سبب سے اسکو حلال کہا ہے تو اسکا حال مثل سور اور شراب کے جاننا چاہیے کہ حالت اضطرار مین حلال کہا کرتے ہین نہ یہ کہ مال طیب ہو جاتا ہے پانچوین مسئلہ جس صورت مین کہ مال حرام یا شبہہ کا کسی شخص کے والدین کے قبضہ مین ہو تو چاہیے کہ انکے ساتھ کھانا چھوڑ دے اور اگر وہ ناراض ہون تو حرام محض کی صورت مین انکا کہنا نہ مانے اسلیے کہ خداے تعالی کی نافرمانی مین کسی مخلوق کی فرمانبرداری نہ کرنی چاہیے اور اگر مال شبہہ کا ہو تو کھانا نہ کھانا ورع مین داخل ہے اور اسکے مقابل یہ ہے کہ ماں باپ کی رضا جوئی بھی ورع بلکہ واجب ہے اس صورت مین اگر احتراز کرے تو ایسی طرح کرے کہ انکو ناگوار نہ گذرے اور اگر یہ نہو سکے تو کھانے مین شریک ہو جاوے مگر تھوڑا کھاوے اسطرح کہ چھوٹے چھوٹے لقمے لیکر دیر تک چباتا رہے اور بھائی اور بہن کا حق بھی موکد ہے انکے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ چاہیے اسی طرح اگر ماں شفقت سے کوئی شبہہ کا کپڑا اسکو پہناوے اور واپس کرنے سے ناراض ہوتی ہو تو چاہیے کہ اسکو قبول کرکے اسکے سامنے پہن لے اور اسکے پیٹھ پیچھے نکال ڈالے اور اس باب مین کوشش کرے کہ اس کپڑے سے نماز نہ پڑھے اور اگر والدہ کے سامنے پڑھے تو مجبورا نہ پڑھے اور جب ورع کے اسباب ایک دوسرے کے معارض ہون تو ان دقائق کی تلاش ضرور ہے آدر بشر حافی کا حال کہتے ہین کہ انکی ماں نے انکو ایک تر کھجور دیا اور کہا کہ تجھے میرے حقوق کی قسم اسکو کھالے اور وہ اسکو اچھا نہ سمجھتے تھے انھون نے کھا کر بالاخانہ کا قصد کیا اور انکی ماں بھی پیچھے گئی وہان چڑھکر دیکھا تو قے کر رہے ہین غرضکہ انھون نے چاہا کہ ماں بھی راضی رہے اور معدہ بھی بچا رہے چنانچہ حضرت امام احمد سے کسی نے کہا کہ بشر حافی سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ شبہہ کے مال مین والدین کی اطاعت ہے یا نہین تو انھون نے جواب دیا کہ نہین امام احمد نے فرمایا کہ سخت جواب ہے پھر انسے سائل نے کہا کہ محمد بن مقاتل عبادانی سے یہ مسئلہ پوچھا تھا تو انھون نے یہ فرمایا تھا کہ والدین کی اطاعت کرنی چاہیے اب آپ کیا فرماتے ہین امام صاحب نے فرمایا کہ جب دو شخصون کے قول کو سن چکے تو مجھے معاف رکھو پھر فرمایا کہ بہت بہتر یہ ہے کہ دونون باتون کی مدارا کرو یعنی شبہہ سے بھی احتراز رکھو اور والدین کی اطاعت بھی ہو جاوے مسئلہ جس شخص کے پاس مال حرام محض ہو تو اسپر نہ حج واجب ہے اور نہ کفارہ مالی اسکو دینا چاہیے اسلیے کہ مفلس ہے اور مفلس پر حج نہین نہ مالی کفارہ اور اسی طرح نہ زکوۃ کیونکہ اسپر واجب نہین کیونکہ زکوۃ کے یہ معنی ہین کہ مثلا مال کا چالیسوان حصہ نکالنا واجب ہو اور یہان تو کل کا نکالنا واجب ہے بشرطیکہ خود اسکے مالک کو جانتا ہو اگر جانتا ہو اور اگر مالک کو نہ جانتا ہو تو فقیرون کو دے ڈالے لیکن جس صورت مین کہ آدمی کے پاس شبہہ کا مال ہو کہ حلال ہونے کا احتمال بھی رکھتا ہو تو اس مال کو اگر اپنے پاس رکھیگا تو اسکی ملک کے احتمال سے حج اسپر واجب ہو جائیگا اور بدون مفلسی کے ساقط نہ ہوگا اور اس صورت مین اسکی مفلسی ثابت نہین اور اللہ تعالی فرماتا ہے ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا اور چونکہ جس صورت مین مال کی حرمت ظن غالب سے معلوم ہوتی ہے اسمین حاجت سے زائد مال کو تصدق کرنا واجب ہوتا ہے اسلیے کہ زکوۃ کا

وجوب اُسپر بطریق اولی ہونا چاہیے اور اگر کسی کفارہ کا دینا اُسکو لازم آوے تو بردہ بھی آزاد کر دے اور روزے بھی رکھے تاکہ یقیناً کفارہ
ادا ہو جاوے اور کچھ لوگون نے دونون باتین کرنے کو اُسپر واجب کہا ہی اور بعض یہ کہتے ہین کہ اُسکو روزے رکھنے لازم ہین کھانا کھلانا
یا بردہ آزاد کرنا لازم نہین اسلیے کہ جیسی توانگری چاہیے وہ اُسکو حاصل نہین اور محاسبی کہتے ہین کہ کھانا کھلانا بھی کافی ہی اور ہمارے نزدیک
مختار یہ ہی کہ جس شبہہ مین ہمنے حکم دیا ہی کہ اُس سے احتراز کرنا واجب ہی اور اُسکو اپنے قبضہ سے باہر کرنا لازم ہی اِس وجہ کہ احتمال حرمت
اُسپر غالب ہی تو ایسے شبہہ مین تو روزہ دن اور کھانا کھلانے مین جمع کرے روزے تو اسلیے کہ وہ شخص مفلس کے حکم مین ہی اور کھانا کھلانا
اِس وجہ سے کہ اُسپر سب کا تصدق کرنا واجب ہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ وہ مال اُسکا ہو تو کفارہ لازم ہونا چاہیے مسئلہ جس شخص کے
پاس مال حرام ہو اور اُسکو اپنی حاجت کے لیے روک رکھا ہو وہ اگر نفل حج کرنا چاہے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر پیادہ پا جاتا ہی تب تو کچھ
مضائقہ نہین اسلیے کہ وہ اُس مال کو بے عبادت بھی کھاتا ہی تو عبادت مین کھانا اولی ہی اور اگر پیادہ نہین چل سکتا سواری کا محتاج ہی تو
ایسی حاجت کے لیے اُس مال مین سے لینا جائز نہین جیسے کوئی شخص شہر مین رہ کر اگر مہمات عیال اور حقوق مالیہ کی بجاآوری مین تنگدست
ہو تو اُسکو سواری کا خریدنا جائز نہین اور اگر اُس شخص کو یہ توقع ہو کہ اگر چندے قیام کرونگا تو مال حلال میسر ہو جاویگا حتی کہ پھر بقیہ
حرام کی حاجت نہوگی تو مال حرام لیکر پیادہ حج کو جانے سے یہ بہتر ہی کہ حلال کی توقع مین ٹھہرا رہے مسئلہ جو شخص حج وغیرہ کے لیے
ایسا مال لیکر جاوے جسمین شبہہ ہو تو یہ کوشش کرے کہ غذا مال طیب سے کھاوے اور اگر تمام راستہ مین نہو سکے تو جسوقت سے احرام
باندھے اُسوقت سے حلال ہونے تک غذا طیب کی فکر کرے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو اتنا ہی کرے کہ عرفہ کے روز خدا تعالی کے
سامنے کھڑا ہونا اور دعا مانگنی ایسی طرح نہو کہ غذا بھی حرام ہو اور لباس بھی حرام بلکہ یہ کوشش کرے کہ اُس دن نہ اُسکے معدہ مین
حرام ہو اور نہ بدن پر اسلیے کہ اگرچہ ہمنے مال مشتبہ کو حاجت کے لیے جائز بتایا ہی تاہم وہ جواز ضرورت کے لیے ہی اُس سے یہ غرض نہین
کہ مال مذکور طیب ہو اور اگر یہ بھی نہ بن سکے تو اپنے دل مین خوف اور غم اِس بات کا رکھے کہ جو مال طیب نہین اُسکو مین اضطرار اور
مجبوری سے کھاتا ہون شاید اِس خوف و غم سے اللہ تعالی نظر عنایت فرماوے اور خطا کو معاف کر دے مسئلہ حضرت امام احمد رحمہ اللہ سے
ایک شخص نے یہ مسئلہ پوچھا کہ میرا باپ مر گیا اور اُسنے مال چھوڑا ہی اور وہ ایسے لوگون سے معاملات کرتا تھا جن سے معاملہ کرنا مکروہ ہی تو اب مین
کیا کرون آپنے فرمایا کہ جسقدر اُسکو نفع ہوا ہو اُسکو چھوڑ دے اور باقی رہنے دے اُسنے عرض کیا کہ اُسکا کچھ قرض اورون کے ذمہ ہی اور
کچھ دوسرون کا اُسکے ذمہ ہی آپنے فرمایا کہ اُسکے ذمہ کا ادا کر دے اور اُسکا لینا وصول کر لے اُسنے پوچھا کہ آپ اُسکو جائز جانتے ہین آپنے
فرمایا کہ تو تیری مرضی یہ ہی کہ وہ اپنے قرضہ مین پھنسا رہے اور یہ جواب امام صاحب کا درست ہی اِس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اٹکل سے مقدار
حرام کو نکال ڈالنا اُنکے نزدیک درست ہی کیونکہ یہ فرمایا کہ مقدار نفع کو نکال ڈال اور ایک یہ کہ راس المال کی چیزین آپکے نزدیک مالک
مالک ہو گئین اسطرح کہ فاسد معاملات مین جو اُسنے اُنکا عوض دیا اور تصرف بہت سے ہوے اور واپس کرنا اصل مالکون کو دشوار پڑا اور
تقابل اور مجرائی کے طور پر وہ اُس شخص کی ملک مین آگئین کہ اورون کے پاس اُسکی چیز گئی اور اُسکے پاس اورون کی آگئی اور قرض
ادا کرنے مین اُنھون نے اِس بات پر اعتماد کیا کہ قرض یقینی ہی شبہہ کے سبب سے اُسکو ترک کرنا نہین چاہیے

پانچوین فصل اِس ذکر مین کہ بادشاہون کے روزینون اور انعامات مین سے کون سے حلال ہین اور کون سے حرام واضح ہو کہ جو شخص
بادشاہ سے کوئی مال لے اُسکو دو باتین دیکھنی ضرور ہین اول یہ کہ وہ مال بادشاہ کے پاس کس آمدنی کی مد سے آیا دوسرے اپنی صفت
جس سے کہ مستحق مال کے لینے کا ہوا اور یہ کہ جو مقدار لیتا ہی اگر اُسکو بلحاظ اپنے حال اور دوسرے اپنے جیسے مستحقون کے حال کے دیکھا جائے
تو اُسی مقدار کا خود مستحق ہی یا نہین اسلیے اِس فصل کو دو بیانون مین لکھتے ہین —

بیان اول بادشاہ کی آمدنی کی مدات کے ذکر مین - زمین لاوارث کو قابل زراعت کرنے کے سوا جو مال کہ بادشاہ کو حلال ہے اور رعیت اُسمین شریک ہے وہ دو قسم پر ہے اول قسم وہ ہے جو کفار سے لیا جاوے جیسے غنیمت جو لڑائی جیتنے سے ہاتھ لگے اور فے جو بدون لڑائی ہاتھ لگے اور جزیہ اور صلح کے اموال جو شرائط کے بموجب لیے جاتے ہین - دوسری قسم وہ ہے جو مسلمانون سے بادشاہ کے ہاتھ لگے اس قسم کی آمدنی صرف دو طرح کے مال اُسکو حلال ہین اول وہ میراث یا مال جسکا کوئی وارث نہ ٹھہرے دوم وقف کا مال جسکا کوئی متولی نہو اور صدقات تو اس زمانہ مین لیے نہین جاتے کہ اُنکا حال لکھا جاوے اور ان مدون کے سوا جتنے خراج یا ڈانڈ کہ مسلمانون سے لیے جاتے ہین اور مال رشوت سب کے سب حرام ہین پس اگر بادشاہ کسی فقیہ وغیرہ کے لیے کوئی جاگیر یا انعام یا خلعت لکھے تو آٹھ حال سے خالی نہین یا تو جزیہ کی آمدنی پہ لکھیگا یا لاوارثی میراث پر یا اوقاف پر یا اپنی ملک پر جسکو قابل زراعت کیا ہے یا اپنی زر خرید ملک پر یا اُس عامل پر جو مسلمانون سے خراج لیتا ہے یا کسی سوداگر پر یا خزانۂ خاص پر اب ہر ایک کا حال سننا چاہیے اول جزیہ ہے جسکے چار خمس مسلمانون کی مصلحتون کے لیے ہین اور ایک خمس مصارف معینہ کے واسطے تو اگر بادشاہ ان مصارف کے خمس پر لکھیگا یا اُن چار خمسون پر لکھیگا اِس لحاظ کہ اُسمین مسلمانون کی بہتری ہے اور مقدار انعام مین بھی احتیاط ملحوظ ہوگی تو وہ مال حلال ہے اس شرط سے کہ جزیہ بوجہ شرعی مقرر کیا ہو یعنی فی کس ایک دینار یا چار دینار سالانہ سے زیادہ نہ ہو کیونکہ مقدار جزیہ مین اختلاف ہے اور بادشاہ کو جائز ہے کہ اختلافی صورت مین جس قول پر چاہے عمل کرلے اور ایک شرط یہ ہے کہ جس ذمی پر جزیہ لیا جاتا ہے وہ ایسا پیشہ اپنی کمائی کا نہ رکھتا ہو جسکی حرمت یقینی ہو مثلاً بادشاہ ظالم کا عامل نہو اور نہ شراب بیچتا ہو اور ایک یہ کہ لڑکا اور عورت نہ ہو اسلیے کہ ان دونون پر جزیہ نہین ہے تو جزیہ کے مقرر ہونے اور مقدار جزیہ مین اور جسکو وہ دیا جاوے اُسکی صفت مین اور جس قدر کہ دیا جاوے اُس مقدار مین ان باتون کا لحاظ ہونا چاہیے اسلیے ان سب باتون کی بحث واجب ہے - دوسرے میراث اور اموال لاوارث ہین کہ وہ بھی مسلمانون کی بہتری کے لیے ہین اُنپر لکھے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ جس شخص نے وہ مال چھوڑا ہے اُسکا سب مال حرام تھا یا اکثر اور اُنکا حکم پہلے لکھ چکے ہین اور اگر حرام نہ تھا تو اب یہ دیکھنا چاہیے کہ جس شخص کو دیا جاتا ہے اُسکے دینے مین کوئی بہتری ہے یا نہین اور کسقدر دینے مین بہتری ہے - تیسرے وقف کا مال ہے جو باتین میراثون مین قابل دیکھنے کے تھین وہ مال وقف مین بھی ملحوظ ہین اور ایک بات اُسمین اور زیادہ ہے کہ وقف کرنے والے کی شرط کو بھی دیکھنا چاہیے تاکہ جو چیز بادشاہ دیتا ہے وہ بموجب وقف کی شرائط کے ہو سرمو فرق نہ رکھتی ہو - چوتھے وہ زمین کہ بادشاہ نے اُسکو قابل زراعت کیا ہو اور اُسمین کوئی شرط معتبر نہین اسلیے کہ بادشاہ کو اختیار ہے کہ اپنی ملک مین سے جسکو چاہے جسقدر دلا کردے ہان یہ بات ضرور قابل لحاظ ہے کہ غالباً بادشاہ نے جو اُس زمین کو اُٹھایا ہے تو مزدورون کو زبردستی پکڑ لیا ہوگا یا اُنکی مزدوری مال حرام سے دی ہوگی کیونکہ زمین کو قابل زراعت کرنا خود بادشاہ کا تو کام نہین بلکہ کاریزون اور نہرون کا کھودنا اور احاطہ کا بنانا اور زمین کا برابر کرنا یہ سب باتین مزدورون کے متعلق ہین پس اگر اُن سے زبردستی بنوائی ہوگی تو بادشاہ اُس زمین کا مالک نہین ہوا اور وہ حرام ہے اور اگر مزدورون کو اُجرت دی مگر مال حرام سے ادا کی تو اس صورت مین شبہہ ہے جسپر ہم پہلے اشارہ کر آئے ہین کہ عوض مین کراہت کے ہوجانے سے مال مشتبہ ہو جاتا ہے - پانچوین مال زر خرید سلطانی یعنی زمین خواہ خلعت کے پارچے اور گھوڑا وغیرہ تو یہ بادشاہ کی ملک ہین اور اُسمین اُسکو تصرف کرنے کا اختیار ہے لیکن اگر اُنکا دام مال حرام سے ادا کریگا یا مشتبہ سے تو ایک صورت مین حرام ہونگے اور ایک مین مشتبہ اور اُنکی تفصیل پہلے گذر چکی چھٹے یہ صورت ہے کہ مسلمانون سے جو خراج لینے پر عامل ہو یا جو مال غنیمت اور ڈانڈ کو جمع کرتا ہے اُسکے نام لکھے تو یہ مال حرام محض ہے کچھ شبہہ اُسمین نہین اور اکثر جاگیرین اس زمانہ مین ایسی ہی ہین مگر عراق کی زمین ایسی نہین کہ وہ امام شافعی کے نزدیک مسلمانون کی بہتری کے لیے وقف ہین - ساتوین یہ کہ ایسے سوداگر کے نام لکھے جو خود بادشاہ سے معاملہ کرتا ہے وہ کسی دوسرے سے معاملہ کرتا ہو تو سب اسکا مال

ویسا ہی جیسے خزانہ بادشاہی کا مال ہی اور اگر دوسرون سے معاملہ زیادہ کرتا ہی تو جو کچھ بادشاہ کے لکھنے کے بموجب دیگا وہ بادشاہ پر اُدھار ہوگا
اور اُسکا عوض حرام سے وصول کریگا تو اس صورت مین عوض کے اندر خلل راہ پاویگا اور ہم ثمن حرام کا حکم پہلے لکھ چکے ہین۔ آٹھوین یہ
کہ خزانہ خاص پر لکھے یا ایسے عامل پر جسکے پاس حلال اور حرام جمع ہوتا ہو پس اگر بادشاہ کی آمدنی بجز حرام کے اور کچھ نہو تو قطعی حرام ہوگا
اور اگر یقیناً معلوم ہو کہ خزانۂ شاہی مین حلال اور حرام دونون ہین اور احتمال قریب یہ ہو کہ جو کچھ عامل مذکور کو دیتا ہی وہ بعینہ حلال ہی اور
دل مین بھی یہ احتمال جمتا ہو اور احتمال یہ بھی ہو کہ مال حرام ہو کیونکہ اِن دنون مین تو اموال سلاطین اکثر حرام ہی ہین اور مال حلال
اُنکے پاس نایاب یا کمیاب ہی تو اس صورت مین لوگون کو اختلاف ہی بعض کا قول تو یہ ہی کہ جس چیز پر مجکو یقین نہو کہ یہ حرام ہی تو مین
اُسکو لے سکتا ہون اور کچھ یہ فرماتے ہین کہ جب تک یہ ثابت نہو جاوے کہ چیز مذکور حلال ہی تب تک اُسکا لینا نہ چاہیے اسلیے کہ شبہہ
کبھی حلال نہین ہوتا اور یہ دونون قول حد اعتدال سے بڑھے ہوے ہین اور قول معتدل آمین وہی ہی جو ہمنے لکھا ہی کہ اگر اغلب
حرام ہی تو حرام ہی اور اگر حلال غالب ہی اور حرام کے ہونے کا بھی یقین ہی تو محل توقف ہی جیسا پیشتر گذرا۔ اور جو لوگ اموال سلاطین کا
لینا جائز کہتے ہین اِس صورت مین کہ اُنکے مال مین حرام اور حلال دونون ہون اور جو چیز لی جاتی ہی خود اُسکی حرمت بعینہٖ ثابت نہو
تو وہ اپنے قول کی دلیل یہ کہتے ہین کہ صحابہ رضؓ مین سے بہت ایسے ہین جنھون نے زمانہ ظالمون کا دیکھا اور اُنسے مال لیے چنانچہ
حضرات ابوہریرہ اور ابوسعید خدری اور زید بن ثابت اور ابوایوب انصاری اور جریر بن عبداللہ اور جابر اور انس بن مالک اور
مسور بن مخرمہ اور ابن عمر اور ابن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضؓ اور ابوسعید رضؓ نے مروان بن حکم اور یزید
بن عبدالملک سے مال لیا ہی اور حضرت ابن عمر رضؓ اور ابن عباس رضؓ نے حجاج بن یوسف سے لیا ہی اور بہت سے تابعین نے لیا ہی
جیسے شعبی اور ابراہیم اور حسن بصری اور ابن ابی لیلی ہین اور حضرت امام شافعی نے ہارون رشید سے ایک دفعہ مین ہزار دینار لیے تھے
اور امام مالک رح نے خلفا سے بہت سے اموال لیے ہین اور حضرت علی رضؓ فرماتے ہین کہ جو کچھ بادشاہ تجکو دے اُسکو قبول کر کہ وہ تجکو
حلال ہی سے دیتا ہی اور جو کچھ اُسکو حلال سے ملتا ہی وہی زیادہ ہوتا ہی اور جن لوگون نے عطاے شاہی سے انکار کیا ہی تو اُنکا ترک براہ ورع تھا
اور اِس خوف سے کہ کہین ایسی چیز نہ آجاوے جو حلال نہو اور باعث خرابی دین ہو دیکھو حضرت ابوذر غفاری نے احنف بن قیس کو فرمایا
کہ عطا کو اُسوقت تک لو کہ بطیب خاطر ہو اور جب تمھارے دین کا مول ہو جاوے تو ترک کرو اور حضرت ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا کہ جب ہم کو
کوئی عطا دیتا ہی تو قبول کر لیتے ہین اور نہین دیتا ہی تو سوال نہین کرتے اور حضرت سعید بن مسیب رضؓ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے ناقل ہین کہ
جب حضرت معاویہ اُنکو کچھ دیتے تھے تو خاموش رہتے تھے اور اگر نہین دیتے تھے تو اُنکو کچھ کہا کرتے تھے اور شعبی رح حضرت مسروق سے
ناقل ہین کہ عطا لینے والے ہمیشہ عطا لینگے یہان تک کہ اُنکو دوزخ مین داخل کرے یعنی ہوتے ہوتے حرام لینے لگین گے نہ یہ کہ عطا فی نفسہ
حرام ہی۔ اور نافع حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت کرتے ہین کہ مختار اُنکے پاس مال بھیجا کرتا تھا آپ اُسکو قبول کر لیتے تھے پھر فرماتے تھے کہ
مین کسی سے سوال نہین کرتا اور جو چیز مجکو اللہ تعالی نے دی اُسکو پھیرتا نہین اور ایکبار اُسنے آپ کو ایک سانڈنی بھیجی تھی اُسکو آپ نے
لے لیا اور وہ مختار کی سانڈنی کے نام سے مشہور تھی اور اِس روایت کی معارض وہ روایت ہی کہ حضرت ابن عمر رضؓ سے مروی ہی کہ آپنے
کسی کا ہدیہ واپس نہین کیا بجز مختار کے ہدیہ کے اور روایت واپس کرنے کی زیادہ ثابت ہی بہ نسبت قبول ہدیہ کے۔ اور نافع سے یہ بھی
مروی ہی کہ ابن معمر نے حضرت ابن عمر رضؓ کے پاس ساٹھ ہزار درم بھیجے آپ نے اُنکو اُسی وقت تقسیم کر دیا پھر جو ایک سائل آیا تو آپ نے
جو لوگون کو دیا تھا کسی سے قرض لیکر اُس سائل کو دیا۔ اور جب حضرت امام حسن رضؓ امیر معاویہ رضؓ کے پاس تشریف لائے تو امیر معاویہ نے
فرمایا کہ مین آپ کو پیشکش کرتا ہون کہ آپ سے پیشتر مین نے نہ کسی عرب کو دیا اور نہ آگے کو کسی کو دون پھر چار لاکھ درم پیشکش کیے آپنے

انکو لے لیا اور حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ مین نے مختار کا جائزہ حضرت ابن عمر اور ابن عباس کے واسطے دیکھا ہے دونون صاحبون نے
اُسکو قبول کر لیا لوگون نے پوچھا کہ وہ کیا تھا اُنھون نے کہا کہ مال نقد اور کپڑا تھا اور زبیر بن عدی سے مروی ہے کہ اُنھون نے کہا کہ حضرت
سلمان فارسی کا ارشاد ہے کہ جب تیرا کوئی دوست عامل یا تاجر ہو کہ مرتکب ربوا کا ہو اور وہ تجکو کھانے وغیرہ کی دعوت کرے یا کوئی چیز دیوے
تو قبول کرے کہ تیرے لیے جائز اور طیب ہے اور گناہ اور وبال اُسکے ذمہ ہے اور جب سود لینے والے کے باب مین قبول ثابت ہوا تو ظالم کو
بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے کہ دونون کا حال ایک ہی سا ہے - اور حضرت امام جعفر صادق رضہ اپنے باپ سے راوی ہین کہ حضرت امام حسن
اور امام حسین علیہما السلام امیر معاویہ رضہ کے جائزے قبول کر لیا کرتے تھے - اور حکیم بن جبیر کہتے ہین کہ ہم حضرت سعید بن جبیر رضہ کے پاس
گئے جبکہ وہ فرات کے سفل جانب کے عاشر مقرر ہوے تھے آپ نے اور عشر لینے والون کے پاس آدمی بھیجا کہ جو کچھ تمھارے پاس ہے اُسمین
سے ہمکو بھی کھلاؤ اُنھون نے کھانا بھیجا آپ نے اُسکو کھایا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ کھایا - اور عطار بن زہیر ازدی کہتے ہین کہ میرا باپ
عاملون مین عامل تھا اُسوقت ابراہیم نخعی اُنکے پاس آئے اُنھون نے کچھ پیشکش کیا آپ نے قبول کر لیا - اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہین
کہ عاملون کے جائزہ لینے کا کچھ مضائقہ نہین کیونکہ وہ محنت کرکے کھاتے ہین اور اُنکے بیت المال مین خبیث اور طیب سب طرح کا مال ہوتا ہے
تو جو کچھ تمکو دینگے وہ اپنے طیب مال مین سے دینگے - تو دیکھو کہ ان سب لوگون نے ظالم بادشاہون کے جائزے لیے حالانکہ جو کوئی سلاطین
کی اطاعت خداے تعالی کی معصیت مین کرتا تھا یہ سب اُسکو بُرا کہتے تھے اور سلف مین سے جسنے بادشاہی عطایا کو نہین لیا اُنکا نہ لینا
حرمت پر دلیل نہین بلکہ ورع کی راہ سے نہین لیا جیسے خلفاء راشدین اور ابو ذر غفاری اور دوسرے زاہد کہ وہ اپنے زہد کے باعث حلال
مطلق بھی نہین لیتے تھے اور جس حلال سے کہ کسی ممنوع کی طرف نوبت پہونچانے کا خوف ہوتا تھا اُسکو ورع اور تقوی کی جہت سے نہ لیتے تھے
پس اُن لوگون کے لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اموال سلطانی کا لینا جائز ہے اور حضرت سعید بن مسیب سے جو منقول ہے کہ اُنھون نے اپنی
عطا بیت المال مین چھوڑ دی یہان تک کہ کئی اوپر تیس ہزار جمع ہو گئے اور حضرت حسن بصری رح سے جو اُنکا قول نقل کرتے ہین کہ مین
صراف کے پانی سے وضو نہین کرتا گو نماز کا وقت تنگ ہو جاوے کیونکہ مجکو اُسکے اصل مال کی خبر نہین تو یہ سب ورع کے اقوال ہین
اور ہم اسکے منکر نہین ایسا کرنا واقع مین بہت خوب ہے بہ نسبت نہ کرنے کے لیکن کلام اسمین ہے کہ اگر کوئی انکا اتباع ورع مین نہ کرے
اور اموال سلطانی لیوے تو حرام نہین ہے بلکہ جائز ہے یہ تقریر ہے اُن لوگون کی جو ظالم بادشاہون سے مال لینا درست کہتے ہین - اور
اس تقریر کا جواب یہ ہے کہ جن لوگون سے لینا منقول ہے وہ بہت کم ہے بہ نسبت اُن روایات کے جو اُنکے انکار اور واپس کرنے مین
مروی ہین اور اگر نہ لینے مین صرف ایک احتمال ورع کا ہے تو لینے والون کے لینے مین تین احتمال مختلف درجون کے آسکتے ہین بسبب
ورع کے تفاوت کے کیونکہ سلاطین کے حق مین ورع کے چار درجے ہین - درجہ اول یہ ہے کہ اُنکے مال مین سے کچھ نہ لے جیسا سلف کے
ورع والون نے کیا اور جیسا کہ خلفاء راشدین رض کیا کرتے تھے یہان تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضہ نے جو کچھ بیت المال مین سے لیا تھا
اُس سب کا حساب کرکے جمع کیا تو چھ ہزار درہم ہوے وہ چھؤن ہزار آپ نے بیت المال مین دلوا دیے اور ایکبار حضرت عمر فاروق رضہ
بیت المال کا مال تقسیم کر رہے تھے کہ اُنکی ایک لڑکی آئی اور مال مین سے ایک درہم اُٹھا لیا آپ اُسکے پکڑنے کو ایسی طرح اُٹھے کہ چادر
آپکے ایک شانہ پر سے اُتر گئی اور وہ لڑکی روتی ہوئی گھر مین چلی گئی اور درہم کو اپنے منھ مین رکھ لیا آپ نے اپنی انگلی اُسکے منھ مین ڈالکر
وہ درہم نکال لیا اور لاکر خراج مین ڈال دیا اور فرمایا کہ لوگو عمر کو اور اُسکی اولاد کو اسمین سے اسی قدر ہے جو اور دور اور نزدیک کے
مسلمانون کو ہے - اور حضرت ابو موسی اشعری نے بیت المال مین جھاڑو دی اور ایک درہم اُنکو ملا آپ نے وہ درہم حضرت عمر رضہ کے
چھوٹے لڑکے کو دے دیا جو وہان پھرتا تھا حضرت عمر رضہ نے جو وہ درہم اُسکے ہاتھ مین دیکھا تو دریافت کیا کہ کہان سے آیا اُسنے عرض کیا

کہ ابو موسی نے مجکو دیا ہو آپ نے ابو موسی اشعری رضہ سے فرمایا کہ کیا تمام مدینہ والون مین کوئی گھر تمہاری دانست مین عمر کے گھر سے زیادہ ذلیل تھا تمہارا یہ ارادہ ہو کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین کوئی ایسا نہ رہے جو ہم سے اپنا حق طلب نہ کرے یہ کہکر وہ درم بیت المال مین ہٹا دیا باوجودیکہ وہ مال حلال تھا مگر آپ کو یہ خوف ہوا کہ کہین ہمارے حق مین اسقدر نہ ہو سبب یہ تھا کہ اپنے دین اور آبرو کے بچانے کے لیے اپنے حق سے کم پر کفایت کرتے تھے بموجب حدیث شریف دعوا ما یریبک الی ما لا یریبک اور نیز بسبب اس ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ومن ترکہا فقط استبرء لعرضہ ولدینہ۔ اور اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اموال سلطانی کے باب مین تشدیدات سنی تھین چنانچہ جب حضرت عبادہ بن صامت کو آپ نے صدقہ یعنی زکوۃ وغیرہ کے لینے کو بھیجا تو ارشاد فرمایا کہ ای ابو الولید خدا سے تعالی سے ڈرنا ایسا نہ ہو کہ قیامت مین تو ایک اونٹ کو اپنی گردن پر لاد کر لاوے جو بلبلاتا ہوگا یا گاے کو جو رانبھتی ہو یا بکری کو جو ممیاتی ہو انھون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ایسا ہی ہوگا آپ نے فرمایا کہ ہان قسم ہی مجکو اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی ایسا ہی ہوگا مگر جسپر خدا سے تعالی رحم کرے انھون نے عرض کیا کہ قسم ہی مجکو اس ذات کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا کہ مین کسی چیز پر کبھی عامل نہ ہونگا اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی لا اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکنی اخاف علیکم ان تنافسوا۔ اور خوف آپ کو صرف مال کے حریص ہو جانے کا تھا اور اسی لیے ایک بڑی حدیث مین حضرت عمر رضہ نے مال بیت المال کے باب مین یہ فرمایا کہ مین اپنے آپ کو اس مال کے باب مین ایسا پاتا ہون جیسے یتیم کے مال کا ولی ہوتا ہی اگر مجکو حاجت نہین ہوتی تو مین اس سے دور رہتا ہون اور اگر حاجت ہوتی ہی تو بطور شائستہ اسمین سے کھاتا ہون۔ اور روایت ہی کہ طاؤس رح کے ایک لڑکے نے انکی طرف سے ایک خط جعلی بنا کر حضرت عمر بن عبد العزیز کو دیا آپ نے تین سو اشرفیان اسکو دے دین طاؤس رح کو جو حال معلوم ہوا اپنی ایک زمین بیچ کر آپ کے پاس تین سو اشرفیان بھیجدین حالانکہ سلطان حضرت عمر بن عبد العزیز تھے تو یہ درجہ ورع کے درجون مین نہایت اونچا ہی۔ دوسرا درجہ یہ ہی کہ بادشاہ کا مال لیوے لیکن اسوقت مین کہ معلوم ہو جاوے کہ جو کچھ مین لیتا ہون بوجہ حلال ہی اب اگر سلطان کی بابت کوئی دوسرا احرام ہوگا تو اس شخص کو ضرر نہ کریگا اور اکثر آثار صحابہ خواہ بالکل خواہ اکابر صحابہ جو اہل ورع تھے ان سب کا لینا اسی درجہ پر محمول ہی مثلاً حضرت ابن عمر رضہ کہ ورع مین نہایت مبالغہ کرتے تھے وہ کیسے مال سلطان کو بے سمجھے بوجھے لے لیتے وہ تو سلاطین پر سب سے زیادہ انکار کرتے تھے اور انکے اموال کی برائی سب سے زیادہ کیا کرتے تھے چنانچہ ایک بار لوگ ابن عامر کے پاس جمع تھے جسوقت کہ وہ بیمار اور اپنے قابل ہوئے اور خدا سے تعالی کے نزدیک ماخوذ ہونے سے ڈرتے تھے لوگون نے انسے کہا کہ ہمکو توقع ہی کہ تمہارے حق مین بہتر ہو اسلیے کہ تم نے کنوئین کھدوائے اور حاجیون کے قافلون کو پانی پلوایا اور ایسا کیا اور ویسا کیا حضرت ابن عمر رضہ چپکے سنا کیے ابن عمر نے پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین یہ کہتا ہون کہ یہ باتین اسوقت ہین کہ کمائی اچھی ہو اور خرچ بھی اچھی طرح کیا ہو اور اب تم جاکر بھگت ہی لوگے اور دوسری روایت مین یون آیا ہی کہ آپ نے یون فرمایا کہ خبیث چیز گناہون کا عوض نہین ہو سکتی اور تم بصرہ کے حاکم رہے ہو میرے گمان مین تم نے اسمین سے برائی ہی کمائی ہی ابن عامر نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ میرے لیے دعا کیجیے آپ نے فرمایا کہ مین نے سنا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے لا یقبل اللہ صلوۃ بغیر طہور ولا صدقۃ من غلول۔ اور تم بصرہ کی حکومت رکھتے تھے غرض یہ کہ حضرت ابن عمر رضہ کا یہ قول اس مال مین تھا جسکو کہ ابن عامر نے خیرات مین صرف کیا تھا۔ اور یہ بھی حضرت ابن عمر رضہ سے مروی ہی کہ حجاج بن یوسف کے وقت مین آپ نے یہ فرمایا کہ جب سے کہ دار الخلافت لٹا ہی مین نے آج تک شکم سیر ہو کر کھانا نہین کھایا۔ اور حضرت علی مرتضی رضہ سے مروی ہی کہ آپ کے پاس ایک برتن سر بمہر مین کچھ ستو تھے جنمین سے آپ پیا کرتے تھے کسی نے آپ سے کہا کہ آپ اسکو عراق مین ہوکر سربمہر رکھتے ہین یہان تو کھانا بہت ہی یعنی کوئی اسکو کیون لیگا آپ نے فرمایا کہ مین اسپر مُہر اسلیے نہین لگاتا کہ

دوسرون کے ساتھ بخل منظور ہو مگر مجھکو یہ برا معلوم ہوتا ہی کہ اُنمین وہ چیز ملا دیجاوے جو اُنمین کی نہو اور یہ بھی برا جانتا ہون کہ میرے پیٹ مین
غیر طیب چیز داخل ہو غرض ان اکابر سے یہ اقوال و عادات مشہور ہین اور حضرت ابن عمر رضہ کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی چیز آپ کو اچھی معلوم ہوتی
اُسکو ملک سے خارج کر دیتے مثلاً ابن عامر نے آپ کے غلام نافع رح کو تیس ہزار کے عوض مانگا آپ نے فرمایا کہ مجھکو یہ خوف ہی کہ کہین ابن عامر
دراہم مجھکو فتنہ مین نہ ڈالین یہ کہکر نافع کو آزاد کر دیا اور حضرت ابو سعید خدری رضہ فرماتے ہین کہ ہم مین سے ایسا کوئی نہین جسکو دنیا نے مائل
نہ کر دیا بجز ابن عمر رضہ کے کہ انکو میل دنیا نہ ہوا تو اس سے واضح ہوتا ہی کہ حضرت ابن عمر یا جو کوئی اُنکے مثل منصب رکھتا ہو اُسپر یہ گمان
نہین ہو سکتا کہ اُنھون نے کوئی مال بدون اُسکے حلال جانے ہوے لے لیا ہو گا تیسرا درجہ یہ ہی کہ بادشاہ سے جو کچھ لیوے اُسکو فقیرون
اور مستحقون پر تقسیم کر دے اس لحاظ کہ جس مال کا مالک معین نہو حکم شریعت اُسمین یہی ہی تو جس صورت مین کہ بادشاہ ایسا ہو کہ اگر اُس سے
نہ لیا جاوے تو وہ خود تقسیم نہ کرے بلکہ اُس مال سے ظلم پر استعانت کرے تو اس حال مین ہم یہی کہتے ہین کہ مال کو اُس سے لیکر بانٹ دینا
اس سے اچھا ہی کہ اُسکے ہاتھ مین رہنے دیا جاوے بعض علما کی یہی راے ہی اور اسکی وجہ آگے مذکور ہوگی اور اکثر سلف کا لینا اسی پر محمول ہی
اور اسی وجہ سے حضرت ابن مبارک نے فرمایا کہ جو لوگ بادشاہی عطاؤن کو آج لیتے ہین اور اپنی حجت حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضہ کو
ٹھہراتے ہین وہ اُن دونون کا اقتدا نہین کرتے اسلیے کہ حضرت ابن عمر رضہ نے تو جو کچھ لیا اُسکو بانٹ دیا حتی کہ ساٹھ ہزار دیکر دوسرے سائل
کے لیے اُسی مجلس مین قرض لیا اور حضرت عائشہ رضہ نے بھی ایسا ہی کیا اور جابر بن زید نے قبول کرکے خیرات کر دیا اور فرمایا کہ اُنسے لیکر
بانٹ دینا بجاے اسکے اچھا معلوم ہوتا ہی کہ اُنکے قبضہ مین رہنے دون اور حضرت امام شافعی رح نے جو ہارون رشید سے لیا تھا اُسکو بھی
چند ہی روز مین خیرات کر دیا تھا یہان تک کہ اپنے لیے ایک حبہ نہین رکھا تھا۔ چوتھا درجہ یہ ہی کہ نہ تو یہ ثابت ہو کہ وہ مال حلال ہی
اور نہ تقسیم کے لیے لیتا ہی بلکہ رکھنے کے لیے لیتا ہی مگر ایسے سلطان سے لیتا ہی جسکا اکثر مال حلال ہی اور زمانہ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم
اجمعین مین خلفا اسی طرح کے تھے اور انکا اکثر مال حرام نہ تھا اور اسکی دلیل حضرت علی رضہ کا ارشاد ہی کہ فرمایا کہ بادشاہ کو جو مال بوجہ حلال
ملتا ہی وہ اکثر ہی اور اس امر کو علما کی ایک جماعت نے اکثر پر اعتماد کرنے سے جائز رکھا ہی اور بعضے صرف ایسی صورت مین عام لوگون کے
مال مین توقف کیا ہی جنکا مال بمنزلہ محصور کے ہین اور چونکہ مال سلطان حد حصر سے خارج سا معلوم ہوتا ہی تو عجب نہین کہ کسی مجتہد کا اجتہاد
اسی طرف پہونچے کہ جس چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو اُسکا لینا جائز ہی بسبب غلبہ مال حلال کے اور بعضے نے اس صورت مین کیا ہی
کہ حرام زیادہ ہو پس جب تم نے ان درجات کو سمجھ لیا تو معلوم کر لیا ہو گا کہ جاگیرین اور روزینے ظالم بادشاہون کے اس زمانہ مین
ویسے نہین جیسے پہلے تھے اور انمین اور اُنمین دو وجہون قطعی سے فرق ہی وجہ اول یہ ہی کہ اس زمانہ مین سلاطین کے اموال بالکل
خواہ اکثر حرام ہین اسلیے کہ حلال صرف صدقات اور فے اور غنیمت کی مدین تھین اُنمین سے کوئی بادشاہ کے پاس نہین آتی کہ اُنکا
وجود ہی نہین رہا تو اب جزیہ باقی رہا اور وہ ایسے ظلم سے لیا جاتا ہی کہ اُس ظلم کے ساتھ مین اُسکا لینا حلال نہین اسلیے کہ سلاطین نہ تو
مقدار جزیہ مین حدود شرع کو لحاظ رکھتے ہین اور نہ ذمیون کے باب مین اور نہ اُنکی شرطون کو پورا کرتے ہین اور ما اسپر طرہ یہ ہی کہ جو
آمدنی اُنکی مسلمانون کے خراج اور ڈانڈ اور رشوتون سے ہوتی ہی اُسکی نسبت کر جزیہ سوان حصہ بھی نہین ہی اور دوسری وجہ یہ
کہ پہلے زمانہ کے ظالم چونکہ خلفاء راشدین کے زمانہ کے قریب تھے اپنے ظلم کو جانتے تھے اور صحابہ اور تابعین کی دلداری کا شوق
رکھتے تھے اور اس بات کے حریص رہتے کہ وہ لوگ ہماری عطا اور جائزہ قبول کر لین اور بدون اُنکے مانگے اور ذلیل کرنے کے اُنکی
خدمت مین بھیجا کرتے تھے اور اُنکے قبول کرنے سے احسانمند ہو کر خوش ہوا کرتے تھے اور وہ لوگ سلاطین سے لیکر تقسیم
کر دیا کرتے تھے اور سلاطین کی خوشیون کی اطاعت نہ کرتے تھے نہ اُنکی مجلسون مین جاتے نہ اُنکی بھیڑ بڑھاتے تھے نہ اُنکا باقی رہنا

پسند کرتے بلکہ باقی کے لیے دعا بد کرتے اور اُنکے حق مین بُرا بھلا کہتے اُنکی برائیون کو بُرا جانتے رہتے تو اُنپر یہ خوف نہ تھا کہ جس قدر سلاطین سے اُنکو دنیا ملیگی اُسقدر اُنکے دین مین نقصان پڑیگا اور اُنکو بھی سلاطین کا کچھ خوف نہ تھا اور اب تو یہ حال ہی کہ سلاطین کا دل اُسی شخص کے دینے کو چاہتا ہی جس سے توقع ہو کہ ہمارا کچھ کار خدمت کریگا اور ہماری جماعت بڑھاویگا اور مدد کریگا اور ہماری مجلسون مین شریک ہوکر باعث زینت ہوگا اور ہمارے حق مین دعا اور ثنا مدام کرتا رہیگا اور سامنے اور غیبت مین ہماری تعریف مین مبالغہ کرتا رہیگا پس اگر لینے والا ان ساتون ذلتون کو اپنے اوپر نہ لے یعنی اوّل مذلت سوال دوم خدمت مین دوڑنا تیسرے دعا اور ثنا کہنی چوتھے استعانت کے وقت اُنکے مقاصد مین مدد کرنی پانچوین مجلس اور سواری کے وقت اُنکی جمعیت زیادہ کرنی چھٹے اُنکی محبت اور اُنکے دشمنون پر اُنکی شرکت کا ظاہر کرنا ساتوین اُنکے ظلمون اور بُرے کامون کو چھپانا تو یقین ہی کہ سلاطین اُسکو ایک درم بھی نہ دیوین اور اگرچہ وہ اپنے وقت کا مثلاً امام شافعی ہی ہو پس ان وجوہات کی نظر سے اس زمانہ کے سلاطین سے مال حلال بھی ہوتا تو لینا درست نہ تھا تو جس صورت مین کہ معلوم ہی کہ مال اُنکا حرام یا مشکوک ہی تب بطریق اولی ناجائز ہوگا اب جو کوئی اُنکے مال پر جرأت کرے اور اپنے نفس کو صحابہ اور تابعین رضہ سے تشبیہ دیوے تو وہ فرشتون پر لوہارون کو قیاس کرتا ہی اور اُنسے مال لینے مین اُنسے ملنے کی حاجت ہوتی ہی اور اُنکی پاسداری کرنی پڑتی ہی اور اُنکے عاملون کی خدمت اور اُنکے سامنے ذلت اُٹھانی اور اُنکی تعریف کرنی اور ڈیوڑھی پر حاضرباشی کرنی پڑتی ہی اور یہ سب باتین گناہ ہین چنانچہ چھٹی فصل مین مذکور کرینگے۔ اور جب کہ بیان گذشتہ سے مدات سلاطین کی آمدنی کے معلوم ہوگئے کہ فلان حلال ہی اور فلان حرام اب اگر فرض کیا جاوے کہ کسی شخص کو مد حلال مین سے بقدر اُسکے استحقاق کے گھر بیٹھے ملجایا کرے اور کسی عامل کی خوشامد اور خدمت کی ضرورت نہ پڑے نہ سلاطین کی تعریف اور تزکیہ کی نوبت آوے اور نہ اُنکے مطالب مین موافقت ہو تو ایسی صورت مین مال کا لینا حرام تو نہ ہوگا مگر کئی وجہون سے مکروہ ہوگا جنکا بیان چھٹی فصل مین کیا جاویگا۔

دوسرا بیان ماخوذ کی مقدار اور لینے والے کی صفت کے ذکر مین۔ چونکہ بعض اموال ایسے ہین کہ اُنکے مستحق معین ہوتے ہین جیسے مال وقف یا زکوٰۃ یا خمس فَی یا خمس غنیمت اور بعض اموال ملک سلطان کے ہین جیسے وہ زمین جسکو قابل زراعت کرے یا جو چیز اُسکی زر خرید ہو کہ ان مین بادشاہ کو اختیار ہی جسکو چاہے اور جس قدر چاہے دیوے اسی لیے ہم اُن اموال مین بحث کرتے ہین جو مسلمانون کی مصلحتون کے لیے ہون جیسے چار خمس فَی کے اور میراثین لاوارثی ہین تو ان اموال کا دینا انہین لوگون کو چاہیے جنکے دینے مین عوام کی بہتری ہو یا جو شخص اُسکا محتاج اور کمانے سے عاجز ہی اور جو شخص تونگر ہو اور اُسکے دینے مین کسی طرح کی بہتری نہ ہو تو بیت المال کا مال اُسکو نہ دینا چاہیے ہرچند اسمین علما کو اختلاف ہی مگر صحیح یہی ہی کہ نہ دینا چاہیے۔ اور حضرت عمر رضہ کے کلام سے ایسا پایا جاتا ہی کہ بیت المال کے مال مین ہر مسلمان کا حق ہی بوجہ مسلمان ہونے اور جماعت اسلام کے زیادہ کرنے کے مگر باوجود اسکے حضرت عمر رضہ سب مسلمانون کو مال تقسیم نہین کیا کرتے تھے بلکہ اُنھین کو دیتے تھے جنمین خاص صفتین ہوا کرتی تھین جب یہ ثابت ہوا تو معلوم ہوا کہ جو شخص ایسا کام کرتا ہو کہ اُسکا نفع مسلمانون کو ہو اور اگر وہ اُس کام کو چھوڑکر کمائی کی فکر مین پڑے تو وہ کام نہ ہوسکے تو ایسے شخص کا حق بقدر کفایت بیت المال مین ہوگا اس قاعدہ کے رو سے تمام علما کا حق بیت المال مین ہی کہ بقدر کفایت اُنکو ملے مگر علوم سے ہماری غرض وہ علوم ہین جنسے دین کی بہتری ہو جیسے فقہ اور حدیث اور تفسیر اور قرأت مین یہان تک کہ پڑھانے والے اور اذان دینے والے بھی اسی مین ہین اور ان علوم کے طالب علم بھی داخل ہین کیونکہ اگر اُنکو بقدر کفایت نہ ملیگا تو تحصیل نہ کرسکینگے اور اسی مین وہ عامل بھی داخل ہین جنکے عمل سے مصالح دنیاوی وابستہ ہین جیسے فوج کے آدمی جو ملک کو تلوار کے زور سے باغیون اور ڈانڈ ڈالنے والون اور اسلام کے دشمنون سے بچاتے ہین اور اسی مین حساب دان اور کاتب اور متصدی اور جن لوگون کی ضرورت دفتر خراج مین پڑتی ہی داخل ہین بشرطیکہ دفتر اموال حلال کا ہو۔ غرضکہ یہ مال مصلحتون کے واسطے

ہوتا ہی اور مصلحت یا متعلق بہ دین ہو یا متعلق بدنیا پس علماسے دین کی حراست ہی اور لشکریون سے دنیا کی حفاظت اور دین اور ملک توام ہین ایسا نہین کہ ایک کو دوسرے کی حاجت نہو اور طبیب کے علم سے ہرچند کوئی امر دینی متعلق نہین مگر چونکہ اُسپر صحت جسم کی منحصر ہی اور دین صحت کے بعد ہی تو اس علم والے کے لیے خواہ اور علم جو ایسا ہی ہو کہ اُسکی حاجت مصلحت بدن مین یا مصلحت بلاد مین ہوتی ہو اُسکے لیے روزینہ بیت المال مین سے ہونا چاہیے تاکہ جو شخص بدون اجرت اُنسے علاج کرانا چاہے تو کر سکین- اور ان لوگون مین حاجت کا ہونا شرط نہین بلکہ تونگری کے ہوتے ہوے بھی اُنکو دینا درست ہی چنانچہ خلفاے راشدین مہاجرین اور انصار کو دیا کرتے تھے حالانکہ حاجت سب کو نہ تھی اور روزینہ کی بھی کوئی مقدار معین نہین بلکہ امام کی راے پر منحصر ہی اُسکو اختیار ہی کہ چاہے اتنا دے کہ غنی کر دے چاہے بقدر کفایت پر اکتفا کرے جیسی مصلحت وقت اور مال مین گنجایش ہو کر سکتا ہی چنانچہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے امیر معاویہ رض سے ایک دفعہ مین چار لاکھ درم لیے تھے اور حضرت عمر رض کچھ لوگون کو بارہ ہزار درم سالانہ دیا کرتے تھے اور حضرت عائشہ رض کو اسی فہرست مین لکھ رکھا تھا اور کچھ لوگون کو دس ہزار اور کچھ کو چھ ہزار اور اسی طرح ہر ایک کے لیے مختلف مقرر تھا- ماحصل یہ کہ مال بیت المال ان لوگون کا حق ہی اور تقسیم کیا جاے یہان تک کہ کچھ نہ رہے اور اگر کسی شخص کو مال بہت دیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہین اسی طرح بادشاہ کو اختیار ہی کہ اس مال مین سے خصوصیات والون کو خلعت اور انعام کے ساتھ مخصوص کرے کہ یہ امر پہلے بھی ہوتا تھا مگر اُسمین لحاظ مصلحت کا ضرور رہنا چاہیے اور جب کبھی کوئی عالم یا شجاع انعام کے ساتھ مخصوص ہوگا تو دوسرے شخصون کو اُس سے ترغیب ہوگی اور یہ شوق پیدا ہوگا کہ ہم بھی انھین کی طرح کام کرین تو معلوم ہوا کہ خلعت اور انعام سے یہ فائدہ ہوتا ہی کہ اچھی بات کی ترقی ہو اور یہ سب باتین سلطان کے اجتہاد سے وابستہ ہین- اور ظالم سلطانون کے باب مین دو باتون پر نظر چاہیے اول یہ کہ سلطان ظالم حکومت سے برطرف کرنے کے قابل ہی تو وہ یا معزول ہی یا واجب العزل پھر جب وہ حقیقت مین سلطان ہی نہین تو اُسکے پاس سے مال لینا کب درست ہوگا- دوسرے یہ کہ سلطان ظالم اپنا مال سب مستحقون کو دیتا نہین تو پھر ایک دو کو اُس سے لینا کیسے درست ہوگا اور پھر اسمین کلام ہی کہ ایک دو کو بقدر اپنے حصہ کے لینا درست ہی یا بالکل نہ لینا چاہیے یا جسکو جو کچھ ملے اُسکو لے لینا درست ہی پہلی صورت مین ہماری راے ہی کہ وہ شخص اپنے حق لینے سے منع نہ کیا جاوے اسلیے کہ سلطان جس صورت مین کہ صاحب شوکت ہوتا ہی اور اُسکا برطرف کرنا دشوار ہوتا ہی اور دوسرے کو ایسی جگہ مقرر کرنے مین ایسا فساد برپا ہوتا ہو جسکی تاب نہو تو اُسی سلطان کو رہنے دینا اور اُسکی فرمانبرداری کرنی واجب ہوا کرتی ہی جیسے کہ امرا کی طاعت واجب ہی اور امیرون کی طاعت کرنی اور اُنکی مساعدت سے باز رہنے کے ترک مین بہت سے امر اور وعید وارد ہین (ح) پس ہماری راے یہی ہی کہ جس خلافت کا متکفل کوئی شخص حضرت عباس رض کی اولاد مین سے ہی وہ منعقد ہی اور جن سلطانون نے خلیفہ سے عہد کر لیا ہی اطراف بلاد مین اُنکی حکومت نافذ ہی اور اس باب مین جو مصلحت ہی اُسکو ہم نے اپنی کتاب مستظہری مین بیان کیا ہی اور مختصر یہ ہی کہ ہم سلاطین مین صفات و شروط کا لحاظ اسلیے کرتے ہین کہ اُنمین توقع زیادتی مصلحت کی ہی اور اگر ہم حکومتون کو باطل کہدین تو سرے سے مصالح باطل ہوے جاتے ہین تو نفع کے طلب مین ہم راس المال کو کیسے کھو بیٹھین بلکہ اب تو حکومت شوکت کے تابع ہی شوکت والے جس سے بیعت کرلین وہی خلیفہ ہی اور جسکی شوکت مستقل ہو اور خطبہ اور سکہ مین خلیفہ کا مطیع ہو تو وہی سلطان نافذ الحکم ہی اور اطراف زمین مین قاضی و والی اور نافذ الحکم ہین اور اسکی تحقیق ہم نے رسالہ اقتصاد فی الاعتقاد مین احکام امامت کے ذکر مین لکھی ہی اب یہان لکھکر طول کلام نہین کرتے باقی رہی دوسری بات کہ بادشاہ کی عطا چونکہ ہر مستحق کو عام نہین تو ایک شخص کو اُسکا لینا جائز ہی یا نہین تو اسمین علما کے چار قول مختلف ہین بعض نے نہایت مبالغہ کرکے یہ کہا ہی کہ جو کچھ لیگا اُسمین سب مسلمان شریک ہونگے اور راز انکا کہ یہ معلوم نہین کہ اُسکا حصہ اسقدر مین سے ایک خرمہرہ ہی یا زائد ہی یا کم اسلیے کل کو ترک کرنا چاہیے اور کچھ لوگ یہ کہتے ہین کہ اُسکو اُس روز کی غذا کی مقدار لینا درست ہی اسلیے کہ حاجت کی ضرورت مین مسلمانون پر اسی قدر کا

(ح) بخاری نے بروایت انس اور مسلم نے بروایت ابوہریرہ امر اہلی در اطاعت اُمرا کو نقل کیا ہی اور دونون کی بروایت ابن عباس نقل کیا ہی کہ اُنکی مساعدت سے دست کش نہونا چاہیے ۱۲

استحقاق اسکو حاصل ہو اور بعض نے یہ فرمایا ہو کہ اسکو سال بھر کی غذا کا لینا جائز ہی کیونکہ ہر روز کی مقدار کفایت کا لینا مشکل ہو اور اس
مال مین اسکا حق ثابت ہو تو اپنا حق کیسے چھوڑ دے اور کچھ یہ کہتے ہین کہ جس قدر اسکو ملے اتنا لے لے ظلم رہیگا تو باقیون پر رہیگا اور
یہی قیاس ہو اسلیے کہ یہ مال مسلمانون مین مشترک تو ہو نہین جیسے غنیمت لڑنے والون مین ہوتی ہو اور نہ میراث ہو کہ ورثہ کی ملک ہو گئی ہو
کہ اگر بالفرض وہ مرجاوین اور ان پر تقسیم نہ ہو تو انکے وارثون پر ارث کے بموجب بانٹنا واجب ہو بلکہ یہ مال حق غیر معین ہو اور اسکا تعین
قبضہ سے ہو یا اسکو صدقات کا سا مال کہو کہ جب صدقہ مین سے فقیرون کو انکا حصہ دیا جاتا ہو تب انکی ملک ہو جاتا ہو اور اگر مالک مال
مثلاً ظلم کرے اور صدقات مین سے مساکین اور مسافرون اور قرضدارون وغیرہ کو نہ دے صرف ایک جنس اپنی فقیرون کو دے دے
تو یہ نہ ہوگا کہ فقیر مالک کے ظلم کے سبب سے اس صدقہ کے مالک نہون یہ اس صورت مین ہو کہ بادشاہ اسکو کل مال حوالہ نہین کرتا بلکہ
اسقدر دیتا ہو کہ اگر اورون کو بھی دیتا اور انکی نسبت کر اسکو زیادہ دیتا تو اسکو لینا درست ہوتا کیونکہ عطا مین کمی بیشی درست ہو چنانچہ
حضرت ابو بکر رض نے سب کو برابر دیا اور حضرت عمر رض نے آپ سے عرض کیا کہ انکی فضیلت اللہ تعالی کے نزدیک ثابت ہو اور دنیا بقدر
کفایت ہی ہو اور جب خود خلیفہ ہوے تو کمی بیشی کی حضرت عائشہ رض کے لیے بارہ ہزار اور حضرت زینب کے لیے دس ہزار اور حضرت
جویریہ کے لیے چھ ہزار اور اتنے ہی حضرت صفیہ کے لیے مقرر فرماے اور ایک جاگیر حضرت علی مرتضی رض کے لیے جدا کر دی اور حضرت عثمان رض
نے بھی پانچ باغ اپنے لیے خاص کیے تھے پھر اپنے نفس پر حضرت علی کو ترجیح دی کہ آپ لے لیوین اور آپ نے منظور کر لیے اور انکار نہ فرمایا
اور اختلافات مین یہ سب باتین مجتہد کی جانب سے درست ہین اور یہ ان مسائل مین سے ہو جن مین ہم کہتے ہین کہ ہر مجتہد صواب ہی کرتا ہو
یعنی ایسے مسائل جنمین بعینہا کوئی نص نہین اور نہ انکے قریب اور مثل پر نص ہو کہ وہ بھی قیاس جلی کے اعتبار سے اسی کے حکم مین ہو جاتا ہو
جیسے یہ مسئلہ ہو اور جیسا سزا ے شراب نوشی بھی ایسا ہی ہو کہ صحابہ کرام نے اسمین چالیس کوڑے بھی لگاے اور اسی بھی اور دونون سنت
اور حق ہین اور حضرت ابو بکر صدیق رض اور عمر فاروق رض دونون صواب پر ہین اس جہت سے کہ صحابہ دونون کے فعل پر متفق تھے جس شخص کو
حضرت صدیق کے زمانہ مین زیادہ ملا تھا اور فاروق کے زمانہ مین کم ملا اسنے اپنی پہلی بیشی واپس نہ کی اور نہ ان لوگون نے جنکو زمانہ
حضرت فاروق مین زیادہ ملا زیادتی کے قبول کرنے سے انکار کیا اور اس باب مین سب صحابہ مشترک تھے سبھون نے یہی اعتقاد کیا کہ دونون
رائین حق ہین تو جن اختلافات مین مجتہد کی راے صواب پر ہوا کرتی ہو ان مین اسی قسم کو دستور کر لینا چاہیے لیکن جس مسئلہ مین نص موجود تھی یا
قیاس جلی ہو اور مجتہد نے غفلت سے یا سوء تدبیر سے اسمین خلاف قیاس کہدیا یا نص کو چھوڑ دیا تو ایسے مسئلہ مین ہم یہ نہ کہین گے کہ ہر مجتہد
صواب پر ہو بلکہ صواب پر وہی ہو جو ٹھیک نص کو پہونچا یا معنی نص کو اور ان سب باتون کے مجموعہ سے یہ حاصل ہوا کہ جو شخص ایسی صفت سے
موصوف ہو کہ اس سے دین یا دنیا کی مصلحت متعلق ہو اور سلاطین سے کوئی خلعت یا روزینہ لیوے میراث یا جزیہ کے مال پر تو صرف لینے ہی سے
فاسق نہ ہو جاویگا بلکہ فسق کی یہ حرکات ہین کہ سلاطین کی خدمت اور اعانت کرے اور انکے دربار مین جاوے اور تعریف مین مبالغہ وغیرہ
امور کہ بدون انکے مال غالباً نہین ملتا بجا لاوے چنانچہ فصل ذیل مین ہم اسکو بیان کرینگے۔

چھٹی فصل اس ذکر مین کہ سلاطین سے اختلاط کونسا حلال ہو اور کونسا حرام اور انکے دربار مین جانے اور انکی تعظیم کرنے کے حالات
واضح ہو کہ ظالم حاکمون اور عاملون کے ساتھ تین حالتین ہو سکتی ہین ایک جو سب مین بڑی ہو یہ ہو کہ تم انکے پاس جاؤ اور دوسری
جو اس سے کم ہو وہ یہ ہو کہ وہ لوگ تمہارے پاس آویں اور تیسری جو برائی سے محفوظ ہی یہ ہو کہ تم انسے الگ رہو نہ وہ تمکو دیکھین اور
نہ تم انکو اب انکو جدا جدا لکھو پہلی حالت سلاطین کے پاس جانا شریعت مین نہایت مذموم ہو اور احادیث و آثار مین اسکی ادب تشدید وارد ہوا ہے
وارد ہین ہم انکو یہان نقل کرتے ہین تاکہ تمکو معلوم ہو کہ شریعت نے کیا کچھ برا کہا ہو اور راہبر کو کیونکر اسکو تمکو اسنے علم لیا ہری

کونسا جانا حرام ہی اور کونسا مکروہ اور مباح احادیث اِس باب مین یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ظالم امرا کا ذکر فرمایا تو یہ ارشاد فرمایا
فمن نابذہم نجا ومن اعتزلہم سلم او کاد ان یسلم ومن وقع معہم فی دنیاہم فہو منہم - اور اس سے یہ غرض ہی کہ جو کوئی اُنسے علیحدہ رہیگا وہ اُنکے
گناہ سے محفوظ رہیگا لیکن اگر انپر عذاب نازل ہوگا تو اُس سے نہین بچیگا اِس وجہ سے کہ اُنکے ساتھ نزاع نہ کیا اور امر بالمعروف کا تارک ہوا
اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ میرے بعد امیر ہونگے جو جھوٹ بولین گے اور ظلم کرینگے تو جو کوئی اُنکو جھوٹ پر سچا کہیگا اور اُنکی اعانت ظلم پر
کریگا وہ مجھ سے نہین اور نہ مین اُس سے اور وہ میرے پاس حوض پر وارد نہ ہوگا اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ابغض القراء الی اللہ تعالی الذین یزورون الامراء - اور ایک حدیث مین ہی کہ امیرون سے بہتر وہ ہین جو علما کے پاس آتے ہین
اور علما مین سے بدتر وہ ہین جو امرا کے پاس جاتے ہین اور حضرت انس رض سے یہ حدیث مروی ہی العلماء امناء الرسل علی عباد اللہ ما لم یخالطوا
السلطان فاذا فعلوا ذلک فقد خانوا الرسل فاحذروہم واعتزلوہم - اور آثار اِس باب مین یہ ہین کہ حضرت حذیفہ رض فرماتے ہین کہ فتنون
کی جگہ سے دور رہو لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا ہین فرمایا کہ امیرون کے دروازے ہین جب کوئی تم مین سے امیر کے پاس جاتا ہی تو جھوٹ
بات پر اُسکو سچا کہتا ہی اور جو بات اُسمین نہین ہوتی اُسکو اُسمین بتلاتا ہی - اور حضرت ابو ذر رض نے سلمہ کو نصیحت کی کہ اے سلمہ سلطانون کے
دروازون پر نہ جانا کہ تجکو اُنکی دنیا مین جسقدر ملیگا اُس سے افضل وہ تیرے دین مین سے لے لینگے - اور سفیان ثوری فرماتے ہین کہ دوزخ
مین ایک وادی ہی جسمین وہی قاری رہین گے جو بادشاہون کے یہان جاتے ہین - اور اوزاعی فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے نزدیک
اُس عالم سے بُرا کوئی نہین جو کسی عامل کے پاس جاوے - اور سحنون فرماتے ہین کہ عالم کے حق مین کتنا بُرا ہی کہ جب اُسکی مجلس مین کوئی
آوے اور اُسکو نہ پاوے اور پوچھے کہ کہان ہین تو یہ جواب ملے کہ وہ امیر کے یہان ہین اور مین یہ قول سُنا کرتا تھا کہ جب تم عالم کو دیکھو کہ
وہ دنیا سے محبت رکھتا ہی تو اُسکو اپنے دین پر متہم کرو اب اِس قول کو مین نے خود امتحان کر لیا یعنی مین جب کبھی اِس سلطان کے پاس گیا
اور دربار سے نکلنے کے بعد اپنے نفس کا حساب لیا تو اُسپر میل پایا باوجودیکہ مین اُنسے سختی کے ساتھ بولتا ہون اور اُنکی خواہشون کے مخالف
کہتا ہون - اور حضرت عبادہ بن الصامت فرماتے ہین کہ قاری عابد اگر امیرون سے دوستی کرے تو یہ نفاق ہی اور اگر تو انگرون سے
محبت کرے تو ریا ہی - اور حضرت ابو ذر فرماتے ہین کہ جو شخص کسی قوم کی بھیڑ کو زیادہ کرے تو وہ اُنھین مین شمار ہوتا ہی اِس سے مراد یہ ہی
کہ ظالمون کی جماعت بڑھانے سے ظالم کہلائیگا - اور حضرت ابن مسعود رض کا ارشاد ہی کہ آدمی جب بادشاہ کے پاس جاتا ہی تو اُسکا دین
اُسکے پاس ہوتا ہی اور وہان سے پھر کر آتا ہی تو دین رخصت ہو جاتا ہی لوگون نے پوچھا کہ اُسکی کیا وجہ فرمایا کہ وہ شخص بادشاہ کو ایسی
باتون سے خوش کرتا ہی جنسے خداے تعالی ناخوش ہو - اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے ایک شخص کو عامل کیا پھر سُنا کہ وہ حجاج
بن یوسف کا عامل رہا ہی آپ نے اُسکو معزول کر دیا اُسنے عرض کیا کہ مین نے تو اُسکے عہد مین تھوڑے دن کام کیا تھا آپ نے فرمایا
کہ اُسکی صحبت ایک روز خواہ چند پاس ہی کی نحوست اور شرارت کے لیے کافی ہی اور فضیل رح فرماتے ہین کہ جسقدر آدمی سلطنت سے
مقرب ہوتا جاتا ہی اسی قدر اللہ تعالی سے دور ہوتا جاتا ہی اور حضرت سعید بن مسیب تیل کی تجارت کیا کرتے اور فرماتے کہ اُنکی وجہ سے
ان سلاطینون سے کچھ حاجت نہین رہتی - اور وہیب رح فرماتے ہین کہ لوگ بادشاہون کے یہان جاتے ہین وہ امت کے حق مین
جواریون سے بھی زیادہ مضر ہین اور محمد بن مسلمہ فرماتے ہین کہ جو قاری ان سلطانون کے دروازہ پر ہو اُسکی نسبت کرپا خانہ کے اوپر کی
مکھی بہتر ہی - اور جب زہری رح نے سلطان سے اختلاط کیا تو اُنکے ایک برادر دینی نے اُنکو خط لکھا جسکا مضمون یہ تھا کہ خداے تعالی
ہمکو اور اے ابو بکر تمکو فتنون سے بچاوے کہ تمھارا یہ حال ہو گیا ہی کہ جو کوئی تم سے شناسائی رکھتا ہی اُسکو شایان ہی کہ خداے تعالی سے دعا
کرے کہ وہ تمپر رحم کرے تم بڑے بوڑھے ہو اور اللہ تعالی کی نعمتون نے تمکو بھاری کر دیا ہی کہ اپنی کتاب کی سمجھ تمکو عنایت کی اور طریق اپنے

پیغمبر محمد رسول اللہ صلعم کا تعلیم فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ نے علماء سے عہد لیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ چنانچہ تم اس بات کے مرتکب تم ہوئے ہو اسکی ادنیٰ خرابی یہ ہے کہ تم نے ظالم کی وحشت کو دور کیا اور اپنے قرب سے اس شخص پر گمراہی کا طریق آسان کر دیا جسنے کوئی حق ادا کیا اور نہ کوئی باطل ترک کیا تمکو ان لوگون نے اپنا مقرب بنا کر مرکز اپنے ظلم کا ٹھہرا لیا کہ اُنکے ظلم کی چکی تمہارے گرد گھومے اور تم اُنکے لیے پل بن گئے ہو کہ اپنی مصیبت مین تم پر عبور کرین سو تم راہ زینہ ہو کہ تمہاری بدولت گمراہی کے مدارج طے کرین تمہارے سبب سے علما پر شک ڈالین گے اور جاہلون کے دلون کو اپنی طرف کھینچین گے تو جتنا انھون نے تمہارا بگاڑ کیا اُسکے مقابل تمہارا فائدہ ہیچ ہے تمکو کیا یہ خوف نہین کہ مصداق اس آیت کے ہو جاؤ فخلف من بعدہم خلف اضاعوا الصلوٰۃ الآیۃ۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ تمکو معاملہ ایسے شخص سے ہے جو تمہارے حال سے نادان نہین اور تمہارے افعال کے وہ لوگ محافظ ہین جو غافل نہین تو اب تم اپنے دین کا علاج کرو کہ اُسمین روگ آگیا ہے اور اپنے توشہ کی تیاری کرو کہ سفر دور دراز موجود ہے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز زمین اور آسمان مین پوشیدہ نہین والسلام۔

اِن اخبار اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ سلاطین کے اختلاط مین کس طرح کے فتنے اور فساد واقع ہین مگر ہم انکی تفصیل فقہ کے طور پر کرتے ہین جس سے معلوم ہو کہ اس اختلاط مین سے حرام کونسا ہے اور مکروہ اور مباح کونسا اسلیے ہم کہتے ہین کہ جو شخص بادشاہ کے پاس جاتا ہے وہ اپنے خدا تعالیٰ کی معصیت کا متعرض کرتا ہے خواہ اپنے فعل سے خواہ ساکت رہنے سے خواہ قول سے خواہ اعتقاد سے اِن چارون مین سے ایک نہ ایک ضرور ہوتی ہے فعل کی معصیت اسطرح ہے کہ بادشاہون کے پاس جانا اغلب احوال مین چھینے ہوئے مکانات مین ہوتا ہے اور مکانون مین رستہ چلنا اور بدون اجازت مالکون کے اُنمین داخل ہونا حرام ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ امر خفیف ہے لوگ اُسمین در گذر کیا کرتے ہین جیسے ایک خرما یا روٹی کا ٹکڑا اُٹھا لینے مین تعرض نہین کرتے تو اس تقریر سے تم دھوکا مت کھانا کیونکہ در گذر کرنا غیر مغصوب چیزون مین ہوتا ہے غصب کی چیزون مین نہین ہوتا اسلیے کہ اگر یہ کہا جاوے کہ ادنیٰ بیٹھنے سے زمین کا نقصان نہین ہوتا اس قابل درگذر کے ہے اسیطرح زمین کو گذر جانے سے کچھ نقصان نہین تو ہر ایک گذرنے والے کے لیے یہی کہا جاویگا پس سب کا حکم ایک ہی ہوا اور غصب سب کے فعل سے پورا ہوا ہے اور در گذر وہان کیا جاتا ہے کہ گذرنے والا اکیلا ہو کیونکہ بعض اوقات مالک کو ایک شخص کا گذر جانا برا نہین معلوم ہوتا لیکن جب کہ اُسکی ملک سب کا راستہ کر لیا جاوے تو حرمت سب کے اوپر آجاویگی اور کسی کا گذرنا جائز نہوگا حاصل یہ کہ اس اعتماد پر کہ ہر ایک چلنے والے کے ایک بار گذرنے سے ملک مین نقصان نہین آتا کسی کی ملک کو رستہ بنا لینا درست نہین کیونکہ سب کا گذرنا تو ملک کو تباہ کرتا ہے اسکی مثال ایسی سمجھو کہ ضرب خفیف تعلیم مین مباح ہے مگر اسی شرط پر کہ تنہا ہو اب اگر بہت سے آدمی ملکر ایک شخص کے ضرب خفیف ہی لگا دین جس سے وہ مر جاوے تو سب پر قصاص ہوگا حالانکہ اگر اتنی ضرب تنہا ایک کی طرف ہوتی تو موجب قصاص نہ تھی اب اگر یہ فرض کرو کہ ظالم مغصوب جگہ مین نہین بلکہ خود اپنی زمین مین ہے جو اسکی ملک مین ہے تو اگر خیمہ وغیرہ مین ہوگا تب بھی اُسکے پاس جانا حرام ہے اسلیے کہ خیمہ اُسی کے مال حرام سے بنا ہے اور حرام کے خیمہ وغیرہ سے فائدہ لینا اور سایہ مین بیٹھنا حرام ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ یہ سب چیزین مال حلال سے ہین تو اس صورت مین صرف رو برو جانے اور السلام علیکم کہنے سے گنہگار نہ ہوگا لیکن اگر سجدہ کریگا یا جھکیگا یا سلام و مجرے کے لیے کھڑا رہیگا تو ظالم کی تعظیم اُسکی حکومت کی جہت سے کریگا اور حکومت اُسکے ظلم کا سامان ہے اور ظالم کے سامنے گردن جھکانی گناہ ہے بلکہ اگر کسی ایسے غنی کے سامنے گردن جھکاوے جو ظالم نہ ہو اور وجہ اس تعظیم کی سوائے تونگری کے اور کوئی بات نہ ہو تو دین کے دو ثلث کم ہو جاتے ہین تو جس صورت مین کہ ظالم کے سامنے یہ نوبت ہو قیاس کرنا چاہیے کہ دین کی خرابی کس قدر ہوگی غرضکہ سوائے لفظ سلام کے اور کوئی حرکت تعظیمی مباح نہین اور ہاتھون کو بوسہ دینا اور سلام کے لیے جھکنا معصیت نہین مگر خوف کے سبب سے یا امام عادل کے لیے یا کسی عالم کے لیے یا اور کسی کے لیے جو امر دینی کی وجہ سے بوسہ کا مستحق ہو تو مضائقہ نہین چنانچہ حضرت ابو عبیدہ جراح رض نے جب حضرت فاروق رض

ف [illegible]

شام مین ملاقات کی تو آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور حضرت فاروق رضی نے انکو منع نہ فرمایا- اور بعض علما نے اس باب مین ایسا مبالغہ کیا ہی کہ سلاطین کے سلام کا جواب دینا بھی منع کیا ہی اور فرمایا کہ انکو حقیر جان کر اُنکی طرف سے مُنھہ پھیر لینا عمدہ ثواب کی بات ہی مگر ہم یہ کہتے ہین کہ سلام کے جواب نہ دینے مین کلام ہی کیونکہ جواب سلام واجب ہی اُسکے ظلم کی جہت سے وہ واجب کیسے دوسرے شخص کے ذمہ ساقط ہو جاویگا پھر اگر جانے والا اِن باتون مین سے کوئی نہ کرے صرف سلام پر اکتفا کرے تو یہ ضرور ہوگا کہ اُنکے فرش پر بیٹھے اور چونکہ انکا سب مال حرام ہی تو اُنکے فرش پر بیٹھنا بھی درست نہین یہ امور بلحاظ فعل کے ہوے- اب سکوت کو سُننا چاہیے کہ جانے والا اُنکے دربار مین حریر کے فرش اور چاندی کے برتن اور انکا اور اُنکے غلامون کا حریری لباس یا زیور وغیرہ جو حرام ہین دیکھیگا اور جو شخص کہ گناہ کی چیز دیکھکر خاموش ہو رہے وہ اُس برائی مین شریک ہوتا ہی اسکے سوا اُنکی گفتگو مین فحش اور جھوٹ اور گالی اور ایذا کے کلمات اور غیبت سنیگا اور اِن سبکو سُنکر چُپ رہنا حرام ہی خود انکو لباس پہنے اور کھانا کھاتے دیکھیگا اور جو کچھ اُنکے پاس ہی وہ سب حرام ہی تو اسپر بھی سکوت کرنا جائز نہین پس اُسکو امر بالمعروف اور نہی منکر اپنی زبان سے واجب ہی اگر فعل سے نہ کر سکے اور اگر یہ کہو کہ وہ ڈر کے مارے کچھ نہین بولتا اسلیے یہ سکوت عذر سے ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اسکو وہان جانے کی ضرورت کیا تھی غیر مباح چیز کے ارتکاب کی ضرورت صرف عذر شرعی سے ہو سکتی ہی تو اگر یہ نہ جاتا اور اِن حالات کو نہ دیکھتا تو اُسکو شرعاً حکم بھی نہ ہوتا کہ امر معروف بجا لاوے وہ تو اپنے آپ باعث اِس ارتکاب کا ہوا ہی اسلیے اُسکا عذر بھی مسموع نہین- اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ جو شخص جانے کہ فلان جگہ مین فساد کی بات ہی اور مجبوری سے اُسکا دُور کرنا ممکن نہین تو اُسکو وہان جانا جائز نہین تاکہ جاکر اپنے سامنے وہ خرابی دیکھے اور چپ ہو رہے بلکہ یہ چاہیے کہ اُسکے دیکھنے سے محترز رہے- اور قول یہ ہی کہ سلطان ظالم کے لیے دعا اور ثنا کرے یا جو کوئی صریح باطل اُسکی زبان سے نکلے تو کہدے کہ حضور بجا فرماتے ہین یا سر سے اشارہ کر دے کہ درست ہی یا چہرہ پر بشاشت ظاہر کرے یا اُسکی محبت اور حمایت داری کا اظہار کرے اور شوق ملازمت اور اُسکی عمر دراز ہونے اور باقی رہنے کی حرص بیان کرے کیونکہ غالب یہی ہی کہ دربار مین جاکر صرف سلام کرکے کھڑا نہ رہیگا کچھ نہ کچھ بولیگا تو وہان کا کلام انہین اقسام مین سے کوئی نہ کوئی ہوگا- دعا مین سے ظالم کے لیے یہ الفاظ حلال ہین خدا تعالی آپ کو نیکی دے یا اللہ تعالی آپکو توفیق خیر عنایت فرماوے یا ایزد پاک اپنی طاعت مین آپ کی زندگی زیادہ کرے یا جو اِس قسم کے الفاظ ہون لیکن اُسکو مولی کہکر طول بقا اور حراست اور اتمام نعمت کی دعا مانگنی جائز نہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من دعا الظالم بالبقاء فقد احب ان یعصی اللہ فی ارضہ- اور اگر دعا مین مبالغہ کرکے اُسکی ثنا کریگا تو عجب نہین کہ وہ صفات ذکر کرے جو اُسمین نہون تو اُس سے جھوٹا اور منافق اور ظالم کا اکرام کرنے والا ہوگا اور یہ تینون گناہ ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی غصہ کرتا ہی جس وقت کہ فاسق کی تعریف کیجاتی ہی اور ایک اور حدیث مین ہی من اکرم فاسقاً فقد اعان علی ہدم الاسلام- اور اگر ثنا سے گذر کر اُسکے قول کو سچا کہیگا یا اُسکے افعال کو اچھا بتاویگا تو گناہگار ہوگا اسلیے کہ معصیت کو اچھا بتانا اور اُسپر ثنا کرنی گویا اُس معصیت پر مدد کرنا ہی اور اُسکی رغبت پر جنبش دینا جیسے کہ بُرا کہنا اور جھوٹا ٹھہرانا کسی کام زجر اور اُسکے لوازم کے ضعیف کرنے مین مفید ہوتا ہی اور معصیت پر اعانت کرنا بھی معصیت ہی اگر ایک لفظ کے آدھی ہی سے ہو- حضرت سفیان ثوری رح سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ ایک ظالم جنگل مین مرا جاتا ہی اُسکو پانی پلانا چاہیے یا نہین آپ نے فرمایا کہ نہین اُسکو مرنے دینا چاہیے کیونکہ پانی پلانا اُسکی اعانت ہی اور دوسرے لوگون کا اس مسئلہ مین یہ قول ہی کہ اُسکو پانی اتنا پلا دے کہ اُسکے دم مین دم آجاوے- اور اگر ثنا سے تجاوز کرکے اظہار محبت اور شوق ملازمت کا ذکر کریگا تو اگر جھوٹا ہوگا تو جھوٹ اور نفاق کی معصیت مین مبتلا ہوگا اور اگر سچا ہوگا تو ظالم کی محبت اور دیرپائی چاہنے کے باعث گناہگار ہوگا کیونکہ وہ مستحق اِس بات کا ہی کہ اُس سے بغض فی اللہ کیا جاوے اور بغض فی اللہ واجب ہی اور معصیت سے محبت رکھنے والا اور راضی ہونے والا گناہگار ہی اور جو شخص ظالم سے محبت کریگا وہ اگر ظلم کے باعث کریگا تب تو

اُسکی محبت کے سبب سے گنہگار ہوگا اور اگر کسی اور وجہ سے محبت کریگا تب ترک واجب کے سبب سے عاصی ہوگا کہ واجب یہ تھا کہ اُس سے
بغض رکھے اور اُسنے بغض نہ کیا بلکہ اُلٹی محبت کی۔ اور اگر ایک شخص مین دو باتین خیر و شر کی جمع ہون تو چاہیے خیر کی وجہ سے اُس سے
محبت کی جاوے اور شر کی وجہ سے اُسکو بُرا جانا جاوے اور باب پنجم مین ہم بیان کرینگے کہ بغض اور محبت جمع کس طرح ہوسکتی ہین اب
اگر ان سب باتون سے محفوظ رہے گو محفوظ رہنا معلوم تو اپنے دل مین خرابی آنے سے قطعی نہ بچیگا یعنی یہ دیکھیگا کہ ظالم اتنی بڑی آسایش مین ہی
اور مجھپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کم ہی اور اس صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ کی ممانعت کا مرتکب ہوگا کہ آپنے فرمایا ہی یا معاشر المہاجرین
لاتدخلوا علی اہل الدنیا فانہا مسخطۃ للرزق۔ اسکے سوا اتنی خرابیان اسکے جانے مین اور ہونگی کہ دوسرے آدمی اسکا اقتدا کرینگے اور خود
انہین شریک ہوکر انکی جماعت کو زیادہ کریگا اور اگر یہ شخص باعث اُنکے تجمل کا ہوگا تو اپنے جانے سے اُنکے تجمل کو بڑھاویگا اور یہ سب باتین یا
مکروہ ہین یا ممنوع۔ منقول ہی کہ حضرت سعید بن مسیب سے کہا گیا کہ ولید اور سلیمان جو عبد الملک کے بیٹے تھے ان دونون کی بیعت کرلو
آپنے فرمایا کہ جب تک رات دن بدلتے ہین مین دو کی بیعت نہ کرونگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بیعتون سے منع فرمایا ہی
لوگون نے کہا کہ تو ایک دروازہ سے گھسکر دوسرے سے نکل آئیے آپ نے فرمایا کہ بخدا کبھی نہ کرونگا اسلیے کہ کوئی میرا اقتدا نہ کرے آپکے
تسلو کوڑے لگائے گئے اور ٹاٹ پہنایا گیا مگر وہان کا جانا منظور نہ کیا غرضکہ سلاطین کے پاس جانا بدون دو عذرون کے جائز نہین اول
یہ کہ اُنکی طرف سے امر الزامی حاضری کا ہو نہ پیام اکرامی اور یہ معلوم ہو کہ اگر مین نہ جاؤنگا تو مجھکو ستاوینگے یا رعیت کی طاعت فاسد ہوجاویگی
اور انتظام درہم برہم ہوگا تو اس صورت مین اُسپر جانا واجب ہوگا مگر نہ اُنکی اطاعت کے لیے بلکہ مصلحت خلق کے لحاظ سے کہ ولایت
درہم برہم نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اسلیے اُنکے پاس جاوے کہ کسی بھائی مسلمان پر سے ظلم کو دور کرے یا نیت ہو کہ خود اپنے اوپر ظلم نہ ہو
خواہ اُسکو سمجھانے سے یا فریاد و واویلا کرنے سے تو اس طرح جانے کی اجازت ہی اس شرط سے کہ جھوٹ نہ بولے اور نہ تعریف کرے
اور جس نصیحت کے قبول ہونے کی توقع ہو اُسکو بدون بیان کیے نہ رہے یہ حکم ہی بادشاہون کے پاس جانے کا۔ دوسری حالت
یہ ہی کہ خود سلطان ظالم تمہاری ملاقات کو آوے تو اس صورت مین جواب سلام دینا تو ضروری ہی باقی رہا اُسکی تعظیم کرنی اور کھڑا ہونا تو
یہ بھی حرام نہین اسلیے کہ اُسنے جو علم اور دین کی تعظیم کی تو اس وجہ سے قابل تعظیم ہوگیا جیسے ظلم کے باعث مستحق دوری کے تھا تو تعظیم کے بدلہ
تعظیم اور سلام کے بدلہ مین جواب دینا چاہیے لیکن بہتر یہ ہی کہ اگر وہ خلوت مین آوے تو اُسکے لیے کھڑا نہ ہو تاکہ اس باعث سے اُسکو دین کی
عزت ظاہر ہو اور ظلم اُسکی نظر مین حقیر معلوم ہو اور جانے کہ یہ دین کے لیے خفا ہوتے ہین اور جس سے خداے تعالیٰ روگردانی کرتا ہی اُسی سے
اُسکے خاص بندے اعراض کرتے ہین اور اگر مجمع مین ملاقات کو آوے تو ارباب حکومت کی حشمت کا پاس کرنا اُنکی رعایا کے سامنے ضروری
ہی پس اس نیت سے کھڑا ہونے مین کچھ مضائقہ نہین اور اگر جانے کہ نہ کھڑے ہونے سے رعیت مین کچھ فساد نہ ہوگا اور اُسکے غصہ سے
مجھکو کچھ ایذا نہ پہونچے گی تو کھڑا ہونے کو ترک کرنا بہتر ہی۔ پھر ملاقات کے بعد واجب ہی کہ سلطان کو نصیحت کرے اور اگر وہ ایسی چیز کا
مرتکب ہو جسکی حرمت نہ جانتا ہو اور توقع یہ ہو کہ حرمت جان جاویگا تو چھوڑ دیگا تو اُسکو اُس چیز کی حرمت بتلا دینی واجب ہی اور جن
چیزون کی حرمت اُسکو خود معلوم ہی مثلاً شراب پینا اور ظلم کرنا تو اُنکے ذکر کی کچھ ضرورت نہین بلکہ جن گناہون کا وہ مرتکب ہی اگر یہ
گمان ہو کہ ڈرانا کچھ اثر کریگا تو اُن گناہون سے ڈرا دینا چاہیے اور ایک یہ واجب ہی کہ سلطان کو راہ مصلحت بتلا دے یعنی اگر ظالم
کی مطلب براری کا کوئی طریق موافق شرع کے خود جانتا ہو تو اُسکو راہ بتا دے تاکہ اُسکا مطلب بھی ہو اور ظلم سے بچا بھی رہے غرضکہ
اگر اپنی بات کو یہ جانے کہ سلطان مین تاثیر کریگی تو تین باتین اُسپر واجب ہین اول جو بات سلطان کو معلوم نہ ہو اُسکا بتانا دوسرے
جن باتون کو وہ جان بوجھکر کرتا ہی اُنسے دھمکانا سوم جس چیز سے وہ غافل ہو اُسکی طرف رہنمونی کرنی۔ اور یہ تینون باتین اُس شخص کو بھی

ح اے گروہ مہاجرین دنیادارون کے پاس مت جاؤ کہ دنیا روزی کو خفا کردیتی ہی۔ حاکم بروایت عبد اللہ بن الشخیر بالفاظ دیگر ۱۲ ع ح ابونعیم در حلیہ بسند صحیح ۱۲

لازم ہین تو ہکو خود بادشاہ کے پاس جانے کا اتفاق بغیر ضرورت شرعی بلا عذر ہو محمد بن صالح کہتے ہین کہ مین حماد بن سلمہ کے پاس تھا دیکھا تو
انکے گھر مین چار چیزون کے سوا اور کچھ نہ تھا ایک انکے بیٹھنے کا بوریا دوم تلاوت کا قرآن سوم کتابون کا بستہ چہارم وضو کا لوٹا ایک
روز مین انکے پاس ہی تھا کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی معلوم ہوا کہ محمد بن سلیمان ہی آپ نے اُسکو اجازت دی وہ اندر آکر
سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ یہ کیا بات ہی کہ جب مین آپکو دیکھتا ہون تو رعب مجھپر چھا جاتا ہی آپ نے فرمایا کہ اسکی یہ وجہ ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ عالم جب اپنے علم سے اللہ تعالی کی رضا چاہتا ہو تو اُس سے ہر چیز ڈرتی ہی اور جب علم سے خزانہ کا جمع کرنا
چاہتا ہی تو ہر چیز سے خود ڈرتا ہی پھر محمد بن سلیمان نے چالیس ہزار درہم آپکو نذر دیے اور عرض کیا کہ انکو اپنے حوائج مین صرف فرمایئے
آپ نے فرمایا کہ جن لوگون پر تم نے ظلم کرکے یہ حاصل کیے ہین انکو واپس کردو اُسنے عرض کیا کہ بخدا مین نے آپکی نذر وہ مال
کیا ہی جو مجھکو وراثت مین ملا ہی مین نے ظلم کسی سے نہین لیا آپ نے فرمایا کہ مجھکو اِس مال کی ضرورت نہین اُسنے عرض کیا کہ
آپ انکو لیکر لوگون کو تقسیم کر دیجیے آپ نے فرمایا کہ اگر مین تقسیم کرنے مین شاید عدل کرون تو مجھے یہ ڈر ہی کہ جسکو اُسمین سے کچھ نہ ملے
وہ یون کہے کہ اِس شخص نے تقسیم مین عدل نہین کیا اور یہ بڑی بات ہے اُسکو گناہ ہو پس انکو مجھ سے علیحدہ ہی رکھو تیسری حالت
یہ ہی کہ سلاطین سے علیحدہ رہے نہ خود انکو دیکھے نہ وہ اُسکو دیکھین اور یہ امر واجب ہی اسلیے کہ اس باب مین سلامتی اسی صورت مین
ہی پس آدمی پر واجب ہی کہ سلاطین کے ظلم کی وجہ سے دل مین انکی عداوت رکھے اور انکی درازی عمر نہ چاہے اور نہ انکی تعریف کرے
نہ انکے حالات کا جویا رہے اور نہ اُن لوگون سے جو انکے متصل رہتے ہین انکے نزدیک جاوے اور انسے جدا رہنے کے باعث اگر کوئی چیز
اپنے آپکو نہ ملے تو اُسپر افسوس نہ کرے اور یہ اُس صورت مین ہی کہ دل مین اُسکا دھیان گذرے اور اگر بالکل انسے غافل ہی
ہو جاوے تو اور بھی اچھا ہی اور جب دل مین یہ بات گذرے کہ انکے پاس مال اور سامان عشرت بہت ہی تو یہ قول حاتم اصم کا
یاد کرے کہ وہ فرماتے تھے کہ مجھ مین اور بادشاہون مین ایک ہی روز کا فرق ہی اسلیے کہ کل گذشتہ کی لذت تو انکو بھی نہین اور
آیندہ کل مین مجھکو اور انکو دونون کو خوف ہی پس صرف آج کا دن باقی رہا ایک روز سے کیا ہو سکتا ہی یا حضرت ابو الدرداء کے قول کو
یاد کرے کہ انھون نے فرمایا کہ مالدار کھاتے ہین اور پیتے ہین اور ہم بھی کھاتے ہین اور پیتے ہین اور ہم بھی ایسا ہی
کرتے ہین اور انکے پاس فضول مال ہی جسکو وہ دیکھا کرتے ہین اور ہم بھی انکے ساتھ دیکھ لیتے ہین فرق اتنا ہی کہ انکو اُسکا حساب دینا پڑیگا
اور ہم اس سے بری ہین اور جو شخص کسی ظالم کے ظلم یا عاصی کی معصیت پر واقف ہو چاہیے کہ اُسکا درجہ جس قدر اُس ظلم کا مرتبہ
اُسکے دل مین گھٹا دے کہ یہ ضروری ہی کیونکہ جو شخص حرکت مکروہ کا مرتکب ہوتا ہی بالضرور دل سے اُتر جاتا ہی اور معصیت کا مکروہ جاننا ضروری
کیونکہ اِس حال سے خالی نہین یا تو اُسکو بھول جاوے یا راضی ہو یا مکروہ جانے تو باوجود جاننے کے بھول تو سکتا نہین اور معصیت پر راضی
ہونے کی کوئی وجہ نہین تو ضرور یہ ہوا کہ اُسکو برا ہی جانا جاوے تو یون چاہیے کہ جو شخص خدا تعالی کے حق مین قصور کرے اُسکو ایسا برا
جانو جیسا اپنے حق مین قصور کرنے سے جانتے اب اگر یہ کہو کہ دل سے برا جاننا تو اختیاری بات نہین تو واجب کیسے ہوگا تو اسکا جواب
یہ ہی کہ جو چیز محبوب کے نزدیک بری ہوتی ہی عاشق اپنی طبیعت سے اُسکو برا جانتا ہی اور جو شخص اللہ تعالی سے محبت نہین رکھتا وہ اُسکو پہچانتا نہین
حالانکہ اللہ تعالی کی معرفت اور محبت واجب ہی اور جب اللہ تعالی سے محبت کریگا تو بالضرور جس چیز کو خدا تعالی برا جانتا ہی اُسکو وہ بھی
برا جانیگا اور جسکو اللہ تعالی چاہیگا اُسکو وہ دوست رکھیگا اور اسکی تحقیق باب محبت اور رضا مین مذکور ہوگی اب اگر یہ کہو کہ سلف کے علما
تو سلاطین کے پاس جایا کرتے تھے تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہان سلف کے لوگون سے اول جانے کا طریقہ سیکھ لو تب جاتے ہین مضائقہ نہین
چنانچہ مروی ہی کہ ہشام بن عبد الملک بادشاہ حج کے لیے آیا جب مکہ معظمہ مین داخل ہوا تو کہا کہ کسی شخص کو صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے میرے پاس لاؤ

لوگون نے کہا کہ وہ تو انتقال کر گئے اُسنے کہا کسی تابعی کو لاؤ تو حضرت طاؤس یمنی کو لوگ بُلا لائے جب آپ ہشام کے سامنے گئے تو جوڑا فرش کے کنارے پر آتارا اور امیر المومنین کہکر سلام نہ کیا بلکہ یون کہا کہ اے ہشام السلام علیک اور نہ اُسکی کنیت ذکر کی اور بعد سلام کے اُسکے مقابل بیٹھ گئے اور پوچھا کہ اے ہشام تم کیسے ہو سلطان انکی حرکات سے افروختہ ہوا یہان تک کہ قصد مار ڈالنے کا کیا مگر لوگون نے کہا کہ تو حرم خدا اور حرم رسول میں ہے یہ نہین ہو سکتا اُسنے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمنے یہ حرکت کیون کی آپ نے فرمایا کہ مین نے کیا کیا اُسکو اور بھی غصہ زیادہ ہوا اور کہا کہ تمنے میرے سامنے جوڑا آتارا اور میرے ہاتھ کو بوسہ نہ دیا اور مجکو امیر المومنین کہکر سلام نہ کیا اور میری کنیت نہ بیان کی اور میرے مقابل بدون اجازت بیٹھ گئے اور پوچھا کہ ہشام تم کیسے ہو آپ نے جواب دیا کہ جوڑا آتارنے کا حال یہ ہے کہ رب العزت کے سامنے ہر روز پانچ بار اُتارتا ہون وہ مجھپر خفا ہوتا ہے نہ سزا دیتا ہے اور بوسہ نہ دینے کی یہ وجہ ہے کہ مین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ مرد کے لیے حلال نہین کہ کسی کے ہاتھ کو بوسہ دے بجز اپنی بی بی کے بہراہ شہوت اور اپنی اولاد کے بطور رحمت اور یہ جو کہتے ہو کہ مجکو امیر المومنین کہکر سلام نہ کیا تو اسکا سبب یہ ہے کہ سب آدمی تمہاری حکومت سے راضی نہین اسلیے مجکو اچھا نہ معلوم ہوا کہ جھوٹ بولون اور کنیت نہ بیان کرنے کی یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے تو نام لیے ہین اور فرمایا یا داؤد یا یحییٰ یا عیسیٰ اور اپنے دشمنون کو کنیت سے ذکر فرمایا جیسے تبت یدا ابی لہب اور یہ جو کہتے ہو کہ میرے سامنے بیٹھ گئے اسکا باعث یہ ہے کہ مین نے حضرت علی رض سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جب تم کسی دوزخی کو دیکھنا چاہو تو ایسے شخص کو دیکھ لو کہ خود بیٹھا ہو اور لوگ اُسکے گرد کھڑے ہون ہشام یہ باتین سُنکر بولا کہ آپ مجکو نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ مین نے حضرت علی مرتضیٰ رض سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ دوزخ مین پہاڑون کی چوٹیون کے مانند سانپ اور بچھو خچرون کے برابر ہین وہ اُن امیرون کو کاٹینگے جو اپنی رعیت مین عدل نہین کرتے پھر آپ وہان سے اُٹھکر جلدی سے چل دیے۔ اور حضرت سفیان ثوری رض سے منقول ہے کہ وہ منا مین ابوجعفر منصور کے پاس تشریف لے گئے اُسنے عرض کیا کہ آپ اپنی حاجت بیان فرمایئے آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ سے خوف کر کہ تو نے اپنے ظلم و تعدی سے زمین کو بھر دیا ہے منصور نے گردن جھکا لی پھر سر اُٹھا کر کہا کہ آپ اپنی حاجت مجھسے بیان کرین فرمایا کہ تو جو اس مرتبہ کو پہونچا ہے تو صرف مہاجرین اور انصار کی تلوارون سے پہونچا ہے اب اُنکے بچے بھوکون مرتے ہین خدا کا خوف کر اور اُنکا حق اُنکو حوالہ کر پھر سر نیچے کر لیا اور آخر کو سر اُٹھا کر کہا کہ اپنی حاجت پیش فرمایئے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رض نے جب حج کیا تھا تو اپنے خزانچی سے پوچھا تھا کہ مین نے کتنا خرچ کیا اُسنے عرض کیا کہ کچھ اوپر دس درم اور تیرے ساتھ اتنے مال دیکھتا ہون کہ جنکو اونٹ بھی نہین اُٹھا سکتے یہ کہکر آپ چلے آئے تو اکابر سلف اگرچہ درو تکلیف جانتے بھی تھے تو اسطرح جایا کرتے تھے اور سلاطین کے ظلم سے خدا اور اسکا انتقام لینے کے لیے اپنی جان لڑا دیتے تھے اور ابن ابی شمیلہ عبدالملک بن مروان کے پاس تشریف لے گئے اُسنے عرض کیا کہ کچھ فرمایئے آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن قیامت کے غمون اور تلخیون سے اور وہان کی تباہی دیکھنے سے وہی لوگ بچین گے جنھون نے اپنے نفس کو ناراض کر کے خدا تعالیٰ کو راضی کیا ہوگا عبدالملک رو پڑا کہ جب تک مین زندہ رہونگا اس جملہ کو اپنی آنکھ کے سامنے رکھونگا۔ اور جب حضرت عثمان غنی رض خلیفہ ہوئے تو تمام اصحاب آپ کی خدمت مین آئے مگر حضرت ابوذر غفاری جو آپ کے دوست تھے اُنھون نے تاخیر کی حضرت عثمان رض نے اُنکو تاخیر پر عتاب فرمایا۔ اُنھون نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ آدمی جب کسی حکومت کا والی کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے دور ہو جاتا ہے اور حضرت مالک بن دینار رح بصرہ کے حاکم کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مین نے کسی کتاب مین دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سلطان سے زیادہ بیوقوف کوئی نہین اور جو شخص میری نافرمانی کرے اُس سے بڑھکر نادان کوئی نہین اور جو شخص مجھپر گھمنڈ کرے اُس سے زیادہ دھوکا کھانے والا کوئی نہین اے خراب چرانے والے مین نے تجکو موٹی تندرست بھیڑ بکریان دین تونے اُنکا گوشت کھایا اور اُون پہنی اور اُنکو ہلتا ہوا ڈھانچ کر دیا حاکم بصرہ نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ ہمپر دلیر اور ہم سے سیر کیون ہین آپ نے فرمایا کہ نہین

بار الٰہا ... سوائے انبیاء کے کسی کو ... معلوم نہین ہوتی ۱۲

اسنے کہا کہ اسکی یہ وجہ ہی کہ آپ ہم سے طمع کم رکھتے اور مال کو رکھ نہین چھوڑتے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح سلیمان بن عبد الملک کے ساتھ
کھڑے تھے اتنے مین سلیمان رعد کی آواز سنکر ڈر گیا اور اپنی چھاتی چار جامہ کے اگلے حصہ پر رکھدی حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ یہ
آواز اللہ تعالی کی رحمت کی تھی جب اسکے عذاب کی آواز سنوگے تب کیا صورت ہوگی پھر سلیمان نے لوگون کی طرف دیکھکر کہا کہ کتنے
زیادہ آدمی ہین آپ نے فرمایا کہ اے امیر المومنین یہ سب آپ کے مدعی ہین اسنے کہا کہ خداے تعالی تمکو انسے حوالہ ڈالے۔ اور کہتے ہین کہ
سلیمان بن عبد الملک بقصد مکہ معظمہ مدینہ منورہ مین آیا اور حضرت ابو حازم کو بلوایا اور کہا کہ یہ کیا بات ہی کہ ہم موت کو برا جانتے ہین
آپ نے فرمایا کہ اسکی یہ وجہ ہی کہ تمنے اپنی آخرت خراب کی اور دنیا کو آباد کیا اسلیے آبادی سے ویرانے مین جانے کو برا جانتے ہو اسنے
پوچھا کہ اللہ تعالی کے سامنے جانا کیسے ہوگا آپ نے فرمایا کہ نیک بندے تو ایسے جاوینگے جیسے باہر رہتا ہوا آدمی اپنے گھر آوے اور گنہگار
ایسے آوینگے جیسے بھاگا ہوا غلام آقا کے سامنے لایا جاوے سلیمان رویا اور کہنے لگا کہ کاش ہمکو معلوم ہو کہ خداے تعالی کے یہان ہم کیسے
ہونگے ابو حازم نے فرمایا کہ اپنے حال کو قرآن مجید سے مطابق کرلو اللہ تعالی فرماتا ہی ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم سلیمان نے کہا
کہ پھر خداے تعالی کی رحمت کہان ہی آپ نے فرمایا کہ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین سلیمان نے پوچھا کہ اللہ کے بندون مین سے
زیادہ بزرگ کون ہی فرمایا کہ مروت اور تقوی والے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کونسا ہی فرمایا کہ فرائض کا ادا کرنا حرام چیزون سے اجتناب
کے ساتھ پوچھا کہ کلام مین سے زیادہ کونسا سننے کے قابل ہی فرمایا کہ سچ کہنا ایسے شخص کے سامنے جس سے بیم و رجا ہو پوچھا کہ ایمان والون مین
سے کون سا زیادہ دانا ہی فرمایا کہ وہ شخص جو اللہ تعالی کی طاعت پر عمل کرے اور لوگون کو اسی طرف طالب ہو پوچھا کہ اہل ایمان سے
زیادہ خسارہ مین کون ہی فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی ظالم کی خواہش مین چلے اور اپنی آخرت دوسرے کی دنیا کے عوض فروخت کرے
پھر سلیمان نے پوچھا کہ ہم جس حال مین اب ہین اسمین تم کیا کہتے ہو آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجکو سزا دوگے اسنے کہا کہ نہین بلکہ نصیحت فرمایئے
فرمایا کہ اے امیر المومنین تمہارے باپ دادون نے لوگون پر تلوار رکھا دبا ڈالکر یہ ملک زبردستی لیا ہی نہ تو مسلمانون سے مشورہ کیا اور
نہ انکی خوشی سے لیا یہان تک کہ بڑا کشت و خون کرکے چلدیے تو کاش اب تم جان لو کہ انھون نے کیا کیا اور لوگون نے انکو کیا کہا
ایک شخص نے سلیمان کے جلیسون مین سے کہا کہ اے ابو حازم تمنے برا کلام کیا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے علما سے عہد لے لیا ہی کہ
لوگون مین امر حق کو بیان کرین اور پوشیدہ نہ رکھین سلیمان نے عرض کیا کہ ہم کیسے اس خرابی کو دور کرین آپ نے فرمایا کہ وجہ حلال سے
تحصیل کرو اور اسکے موقع مین صرف کرو اسنے کہا کہ یہ بات کس سے ہوسکتی ہی آپ نے فرمایا کہ جو شخص جنت کا طالب اور دوزخ سے
خائف ہو اس سے ہوسکتی ہی اسنے عرض کیا کہ آپ میرے حق مین دعا فرمایئے آپ نے فرمایا کہ الٰہی اگر سلیمان تیرا دوست ہی تو اسکے لیے
دنیا اور آخرت کی بھلائی آسان کردے اور اگر دشمن ہی تو اسکو زبردستی اپنے محبوب اور پسند چیز کی طرف پہونچا دے پھر سلیمان نے عرض کیا
کہ مجکو وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ مین مختصر سی وصیت کرتا ہون کہ اپنے رب کی عظمت اور پاکی اس درجہ پر تصور کر کہ جس کام سے اسنے
تجکو منع کیا ہی اسکا مرتکب نہ دیکھے اور جس کام کا امر کیا ہی اسمین قاصر نہ پاوے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے ابو حازم سے فرمایا
کہ مجکو نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ لیٹ کر یہ تصور کرو کہ موت سر پر موجود ہی اور یہ وقت واپسین ہی پھر یہ دھیان کرو کہ ایسے وقت مین
تم کونسی صفت کو اپنے آپ مین ہونا پسند کرتے ہو اور کونسی ہونا نہین پسند کرتے جس صفت کا ہونا پسند کرو اسکو اسی وقت اختیار کرلو
اور جسکا ہونا پسند نہین کرتے اسکو اسی وقت ترک کرو کیونکہ شاید وقت آخر قریب ہی آلگا ہو۔ اور ایک اعرابی سلیمان بن عبد الملک کے
پاس آیا اس سے سلیمان نے کہا کہ کچھ فرمایئے اسنے کہا کہ اے امیر المومنین مین آپ سے کچھ کہتا ہون اسکو برداشت کرنا اور اگر برا لگے
تو پچتاوگے کہ ہم نے برداشت کیون نہ کیا سلیمان نے کہا کہ ہمارا حلم تو اتنا وسیع ہی کہ جس شخص سے نصیحت کی توقع نہین ہوتی اسکا احتمال

[illegible]

دغا کا ہوتا ہو آپکے ساتھ حلم کرتے ہین تو جو شخص ہماری نصیحت کو کہیگا اور بہت کچھ فریب نہ کریگا اُسکے ساتھ ہم کیسے نہ پیش آئینگے اعرابی نے کہا
ای امیر المومنین آپکے گرد وپیش ایسے لوگ ہین کہ انھون نے اپنی جانون کے لیے برائی اختیار کی اور دین کو بیچ کر دنیا مول لی اور تمہاری
رضامندی خدا تعالی کی خفگی کے عوض اختیار کی اللہ تعالی کے باب مین تو تمہارا خوف کیا اور تمہارے باب مین اللہ تعالی کا خوف نہ کیا
آخرت کے ساتھ لڑائی اور دنیا کے ساتھ صلح پسند کی تو جس چیز پر اللہ تعالی نے تمکو امین کیا ہو تم اسپر ان لوگون کو امین مت کرو کہ انھون نے
امانت کے ضائع کرنے اور امت کے ذلیل وخوار کرنے مین کوئی دقیقہ نہین چھوڑا اور تم سے انکے اعمال کی باز پرس ہوگی اور انسے تمہارے
اعمال کا سوال نہوگا تو تم اپنی آخرت بگاڑ کر انکی دنیا کو درست مت کرو کیونکہ لوگون مین زیادہ تر خسارہ اُسکو ہو جو دوسرے کی دنیا کے بدلہ مین
اپنی آخرت کھو بیٹھے سلیمان نے کہا کہ ای اعرابی تو نے اپنی تیغ زبان سے خوب پھول کر کے اتنا کاٹا تو تیری تلوار مین بھی نہ ہوتا اعرابی نے
کہا کہ بجا ہو مگر یہ باتین آپکے فائدہ کی ہین نہ ضرر کی اور حکایت ہو کہ ابوبکرہ معاویہ رضہ کے پاس گئے اور فرمایا کہ ای معاویہ خدا تعالی سے
خوف کرو اور جان لو کہ جو دن گذرتا جاتا ہو اور رات تمہارے پاس آتی ہو اتنا ہی تم دنیا سے دور اور آخرت سے نزدیک ہوتے جاتے ہو اور
تمہارے پیچھے طالب ایسا ہو کہ اُس سے تم بچ نہین سکتے اور ایک حد تمہارے لیے مقرر ہو جس سے آگے نہین نکل سکتے اب تم بہت جلد اُس
حد تک پہونچا چاہتے ہو اور عنقریب وہ طالب تمکو آپکڑتا ہو اور ہم اور ہمارے حالات سب فانی ہین اور جسکی طرف ہم جاینگے وہ باقی ہو اگر تمہارے
اعمال اچھے ہونگے تو جزا اچھی ہوگی اور اگر برے ہونگے تو جزا بری ہوگی غرضکہ علماء آخرت کا جانا سلاطین کے پاس اسطرح پر تھا مگر علماء دنیا
اسطرح جاتے ہین کہ انکے دلون مین تقرب حاصل کرین انکو طرح طرح کی اجازتین دیتے ہین اور بار بار حیلے اور گنجایش کے راستے جو انکے مطلب کے
موافق پڑین سوجھاتے ہین اور اگر جس قسم کی باتین ہمنے لکھی ہین وعظ کے ضمن مین کہتے بھی ہین تو انسے غرض اصلاح نہین ہوتی بلکہ جاہ
اور قبول سلاطین کی نظرون مین حاصل کرنا مقصود ہوتا ہو اور اس امر مین دو دھوکے ہین جنمین احمق مبتلا ہو جاتے ہین اول یہ کہ ظاہر یہ
کرین کہ ہمارا مقصود سلاطین کے پاس جانے سے یہ ہو کہ وعظ سے انکی اصلاح کرین اور غالباً جی مین یہ بات نہین ہوتی مگر خود انکو بھی باعث اصلی
اسکا معلوم نہین ہوتا وہ باعث خفیہ شہرت کی ہوتی ہو اور یہ کہ سلاطین انکو پہچان جاوین اور غرض اصلاح کے سچ ہونے کی یہ علامت ہو کہ اگر
دوسرا شخص عالم اُس وعظ کا متکفل ہو اور اُسکا وعظ مقبول ہو کر اصلاح کا اثر ظاہر ہونے لگے تو چاہیے کہ اُس سے خوش ہو اور اللہ تعالی کا شکر
کرے کہ جس مہم مین درپے تھا اُسکو اللہ تعالی نے دوسرے کے ہاتھ سے سر انجام کرا دیا اور میری تکلیف کو بچا دیا جیسے کسی شخص پر واجب ہو
کہ ایک مریض از کار رفتہ کا علاج کرے اس صورت مین اگر دوسرا کوئی طبیب اس خدمت کو اپنے ذمہ لیوے تو پہلے طبیب کو
نہایت خوشی ہوگی پس اگر اپنے دل مین اپنے وعظ کو دوسرے کے وعظ پر ترجیح جانتا ہوگا تو معلوم ہوگا کہ اُسکو دھوکا ہوا غرض اصلی اصلاح
سلاطین نہین کچھ اور ہی مطلب ہو۔ دوم یہ کہ یون بیان کرے کہ مین اسلیے جاتا ہون کہ کسی مسلمان پر سے ظلم دفع کرا دون تو یہ بھی دھوکا
مقام ہو اور اسکی کسوٹی بھی وہی ہو جو اوپر مذکور ہوئی۔ اور جب کہ سلاطین کے پاس جانے کا طریق ظاہر ہوگیا تو اب ہم چند مسائل لکھتے ہین
جنسے مخالطت سلاطین اور انکے مال کے لینے مین جو حالات عارض ہوتے ہین انکی کیفیت معلوم ہوگی مسئلہ جب سلطان تمکو کوئی
مال فقیرون کے دینے کے لیے بھیجے تو دو حال سے خالی نہین یا تو اُس مال کا کوئی مالک معین ہوگا اس صورت مین تو اُسکا لینا تمکو
حلال نہین یا کوئی مالک معین نہ ہوگا بلکہ اُس مال کا حکم یہ ہو کہ اُسکو صدقہ کر دینا مساکین پر بموجب بیان گذشتہ واجب ہو تو تمکو جائز ہو
کہ اُسکو لیکر بانٹنے کے کفیل ہو جاؤ اور خود لیکر گنہگار مت ہو لیکن بعض علما لینے ہی سے انکار کرتے ہین تو اب بہتر صورت کو دیکھنا چاہیے
اسلیے ہم کہتے ہین کہ اگر تم تین خطرون سے مامون ہو تو لے لینا تمہارے حق مین بہتر ہے۔ اول خطرہ یہ ہو کہ بادشاہ تمہارے لینے سے یہ
سمجھے کہ ہمارا مال طیب ہو اگر طیب نہ ہوتا تو تم اُسکے لیے ہاتھ نہ بڑھاتے اور اپنی تحویل مین نہ کرتے پس اگر ایسی ہی صورت ہو تو مال

سخت لوکہ خطرناک ہی کیونکہ جتنی بہتری تمھارے اُس مال کے تقسیم کرنے سے ہوگی وہ اُس بُرائی سے کم ہوگی جو سلطان کو مال حرام پر جرأت ہونے سے ہوگی۔ وجہ دوم یہ کہ دوسرے عالم خواہ جاہل تمکو دیکھکر تمھارا اقتدا کرین اور لینے کو جائز سمجھین اور مساکین کو نہ دیوین تو یہ خرابی پہلی خرابی سے بھی زیادہ ہی چنانچہ کچھ لوگ لینے کے جائز ہونے پر حضرت امام شافعی کے لینے کی سند لاتے ہین اور اُنکے تقسیم کردینے کو نہین دیکھتے کہ فقیرون کو دینے کی نیت سے لیا کرتے تھے تو جو شخص مقتدا ہو اُسکو اِس امر سے نہایت بچنا چاہیے کیونکہ اُسکا فعل بہت مخلوق کی گمراہی کا سبب ہوجاتا ہی وہب بن منبہ کہتے ہین کہ کسی بادشاہ کے سامنے ایک شخص پکڑا آیا اور لوگون کے سامنے سلطان نے اُسکو زبردستی سُور کا گوشت کھلانا چاہا اُسنے نہ کھایا پھر اُسکے سامنے بکری کا گوشت کیا گیا اور تلوار سے دھمکایا گیا اُسنے وہ بھی نہ کھایا لوگون نے اُس سے وجہ پوچھی اُسنے کہا کہ آدمیون کو یہ یقین ہوچکا کہ مجکو سُور کا گوشت کھلانا تجویز ہوا ہی اب اگر مین زندہ باہر نکلتا اور کچھ کھا جاتا تو لوگ نہ جانتے کہ مین نے کیا کھایا اور گمراہ ہوجاتے اور وہب بن منبہ اور طاؤس رح حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کے پاس گئے وہ لڑکا ہی سا تھا اور جاڑے کے دن مین اُگلی مجلس مین بیٹھا تھا یہ دونون بھی کرسی پر بیٹھ گئے محمد بن یوسف نے اپنے غلام سے کہا کہ ایک چادر لاکر طاؤس رح کو اُڑھادے اُسنے حکم کی تعمیل کی آپ نے اپنے شانے ہلانے شروع کیے یہان تک کہ چادر گرپڑی محمد بن یوسف غصہ ہوا اور کہا کہ یہ مانا کہ آپ کو اسکے استعمال کی ضرورت نہین لیکن اگر آپ اسکو لیکر صدقہ کردیتے تو کیا ہوتا آپ نے فرمایا کہ درست ہی کہ اگر مجکو یہ ڈر نہ ہوتا کہ بعد کو لوگ کہین گے کہ طاؤس نے لیا تھا اور جو مین کرتا وہ نہ کرینگے تو مین ایسا ہی کرتا۔ سوم یہ کہ اِسوجہ سے کہ بادشاہ نے تمکو خاص کیا اور مال تمھارے ہی پاس بھیجا دوسرے کے پاس ارسال نہ کیا تمھارے دل مین اُسکی محبت جنبش کرجاے اگر یہ معاملہ ہو تو ہرگز مال قبول مت کرو کہ زہر قاتل ہی اور ظالمون کی محبت درد لاعلاج ہی اسلیے کہ جسکو آدمی دوست رکھتا ہی اُسکے باب مین مداہنت کیا کرتا ہی اور محسن سے محبت بلاشبہ ہوتی ہی چنانچہ حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ نفوس کی سرشت مین رکھا گیا ہی کہ جو اُنکے ساتھ سلوک کرے اُس سے محبت کرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اللھم لاتجعل لفاجر عندی یدا فیحبہ قلبی۔ اِس ارشاد مین آپ نے بیان فرمادیا کہ قلب غالباً محبت سے خالی نہین رہتا۔ اور کہتے ہین کہ کسی حاکم نے حضرت مالک بن دینار رح کے پاس دس ہزار درہم بھیجے آپ نے اُن سب کو تقسیم کردیا اُنکے پاس محمد بن واسع آئے اور پوچھا کہ جو کچھ تمکو اِس امیر نے بھیجا تھا اُسکو کیا کیا آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھیون سے دریافت کرلو سب نے کہا کہ بالکل تقسیم کردیا محمد بن واسع نے کہا کہ مین تمکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ تمھارے دل مین اُس امیر کی محبت اب زیادہ ہی یا مال بھیجنے سے پہلے زیادہ تھی آپ نے فرمایا کہ اب زیادہ ہی اُنھون نے کہا کہ مجکو اِسی کا خوف تھا اور واقع مین درست کہا کیونکہ جب اُس سے محبت رکھیگا تو اُسکی بقا چاہیگا اور معزول ہونے کو بُرا جانیگا اور اُسکے مرنے اور ادبار کو اچھا نہ سمجھیگا اور یہ پسند کریگا کہ اُسکی حکومت پھیلے اور مال زیادہ ہو اور یہ سب باتین اسباب ظلم کی اور محبت کی ہین اور وہ مذموم ہی حضرت سلمان فارسی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ جو شخص کسی کام سے راضی ہو اگرچہ وہ غیر حاضر ہو مگر ایسا ہوگا کہ گویا اُسکے کرنے مین شریک تھا اللہ تعالی فرماتا ہی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا۔ اسکے معنی بعض مفسرین نے یہی فرماتے ہین کہ ظالمون کے اعمال پر راضی مت ہو پس اگر تمکو اسقدر قوت ہو کہ مال لینے سے سلاطین کی محبت زیادہ نہ ہو تو لینے مین کچھ مضائقہ نہین چنانچہ کسی بصرہ کے عابد کا حال کہتے ہین کہ وہ مال لیکر تقسیم کردیا کرتا تھا لوگون نے اُس سے کہا کہ تمکو یہ ڈر نہین کہ سلاطین کی محبت کرنے لگو فرمایا کہ اگر کوئی شخص میرا ہاتھ پکڑکر مجکو جنت مین داخل کردے اور پھر خدا تعالی کی نافرمانی کرے تو باوجود اِتنے سلوک کے پھر بھی میرا دل اُس سے محبت نہ کریگا کیونکہ جس شخص نے اُسکو میرے ہاتھ پکڑنے کے لیے مسخر کیا ہی اُسی کی خاطر سے مین اُس سے بغض رکھتا ہون تقریر گذشتہ سے معلوم ہوا کہ اِس زمانہ مین سلاطین سے مال لینا گو وہ وجہ حلال ہی سے ہو ممنوع اور مذموم ہی اسلیے کہ اِن خرابیون مذکورہ بالا سے خالی نہین ہوتا مسئلہ اگر اگر کوئی یہ کہے کہ مال کا لینا اور مساکین کا دینا تو درست ہی بلکہ چوری بھی ہو سکتا ہی کہ نہین کہ سلاطین کا مال چراکر یا اُسکی ودیعت کو چھپاکر خواہ انکار کر

لوگون کو بانٹ دیا جاوے تو اُسکا جواب یہ ہی کہ یہ امر جائز نہین اسلیے کہ کیا معلوم ہو شاید اس مال کا کوئی مالک نہین ہو اور سلطان کی نیت یہ ہی
کہ اُسکو واپس کر دونگا اور یہ مال ویسا نہین ہوسکتا جیسا وہ خود تمھارے پاس بھیجدے کیونکہ عاقل سلطان پر یہ گمان نہین کرتا کہ جس مال کا
مالک اُسکو معلوم ہو اُسکو خیرات کر دے تو اُسکا دینا اس بات کی دلیل ہی کہ اُسکو مالک کا حال معلوم نہین پس اگر بادشاہ ایسا ہو کہ اس قسم کے
حالات اُسپر مشتبہ رہتے ہین تو اُس مال کا قبول کرنا نہ چاہیے جب تک کہ خوب دریافت نہ کرے پھر چوری کیسے ہوسکتی ہی اسلیے کہ یہ بھی تو
ہوسکتا ہی کہ مال مسروق سلطان کی ملک ہو اُسنے اُدھار خریدا ہو کہ بظاہر اُسکا قبضہ ملک کی دلیل موجود ہی بلکہ اگر کوئی گری ہوئی چیز پاوے
اور ظاہر ہو کہ اُسکا مالک کوئی لشکری ہی اور یہ احتمال ہو کہ اُسنے وہ چیز اُدھار لی ہوگی یا اور کسی طور سے اُسکی ملک مین آئی ہوگی تو اُس چیز کا
اُسکو واپس کرنا واجب ہی تو معلوم ہوا کہ سلاطین کا مال چرانا واجب نہین نہ خود اُنکے پاس سے اور نہ اُسکے پاس سے کہ اُنھون نے ودیعت
رکھا ہو اور اُنکی ودیعت کا انکار کرنا بھی جائز نہین اور جو کوئی اُنکا مال چراوے اُسپر چوری کی سزا ہونی واجب ہی لیکن اگر چور دعوی کرے
کہ یہ مال اُنکی ملک نہین تو دعوی سے حد ساقط ہو جاویگی — مسئلہ سلاطین کے ساتھ معاملہ کرنا حرام ہی اسلیے کہ اُنکے اکثر اموال حرام ہین
تو جو کچھ عوض مین آویگا وہ حرام ہی ہوگا ہان اگر وہ چیز کا مول ایسی جگہ سے دیوین جسکی حلت قطعًا معلوم ہو تو اب اُس چیز مین کلام ہی جو
اُنکے ہاتھ فروخت کیجاتی ہی اگر یہ معلوم ہو کہ بیچ کو لیکر وہ خدا تعالی کی معصیت کرینگے مثلًا ریشمی کپڑا بیچ ہی اور بائع کو معلوم ہی کہ سلطان
اُسکو پہنیگا تو یہ بیع حرام ہی جیسے انگور کا بیچنا شراب بنانے والے کے ہاتھ اور خلاف اُس صورت مین ہی کہ بیع درست ہوا اور اگر یہ احتمال ہو
کہ بادشاہ خود پہنیگا اور یہ بھی ہو کہ مستورات کو پہناویگا تو یہ معاملہ شبہہ مکروہ ہوگا یہ اُن اشیاء کا حال ہی جنسے خود معصیت ہوتی ہی
اور یہی حال ہی اُنکے گھوڑا بیچنے کا خصوص جب کہ مسلمانون سے لڑنے کو یا اُنسے خراج لینے کو سوار ہوتے ہون کیونکہ اس سے بھی اُنکی
اعانت ہوتی ہی اور اعانت بھی ممنوع ہی باقی رہین وہ چیزین جنسے خود معصیت بلکہ وہ ذریعہ معصیت ہین جیسے دراہم و دنانیر کا بیچنا یا جو
ایسی ہی چیز ہو تو یہ بیع مکروہ ہی اسوجہ سے کہ ظلم پر اعانت ہی کیونکہ وہ ظلم کرتے ہین مال اور گھوڑون اور اسباب ہی سے اعانت کرتے ہین
اور یہ کراہت اُنکو کسی چیز کے تحفہ بھیجنے اور اُنکا کام بلا اُجرت کر دینے مین بھی جاری ہی یہان تک کہ اُنکی تعلیم مین اور اُنکی اولاد کو رسم خط
و کتابت اور حساب سکھلانے مین ہان البتہ قرآن کا سکھلانا مکروہ نہین اُسمین اگر کراہت ہی تو بلحاظ اُجرت کے لینے کے ہی کہ وہ مال حرام
ملتی ہی اُسکی حلت اگر قطعی معلوم ہو تو مضائقہ نہین اور اگر سلاطین کسی کو اپنا وکیل کر دین کہ بازارون مین سے اُنکے واسطے خرید و فروخت بدون
اُجرت کیا کرے تو بوجہ اعانت یہ وکالت مکروہ ہی اور اگر ایسی چیز خریدیگا جس سے جانتا ہی کہ وہ معصیت کا قصد کرینگے جیسے غلام اور ریشمی کپڑا
مثلًا ہم بستری اور لباس کے لیے اور ظلم اور قتل کے وقت گھوڑا سواری کے لیے تو یہ حرام ہوگا غرضکہ بیع سے قصد معصیت اگر ظاہر ہوگا تو حرمت
حاصل ہوگی اور اگر ظاہر ہوگا اور بمقتضائے دلالت حال پایا جاتا ہوگا تو کراہت ہوگی — مسئلہ جو بازار کہ سلاطین نے حرام سے بنائے ہین
اُنمین تجارت حرام ہی اور اُنمین سکونت کرنا جائز نہین اگر کوئی سوداگر اُنمین رہکر شرعی طریق سے کچھ پیدا کریگا تو اُسکا مال حرام نہ ہوگا مگر اپنی
سکونت کے باعث سے گناہگار ہوگا اور لوگون کو اُن تاجرون سے خریدنا درست ہی لیکن اگر دوسرا بازار میسر ہو تو بہتر یہ ہی کہ اُسمین سے
خریدین کیونکہ اُن تاجرون سے خریدنے مین اُنکو سکونت پر اعانت اور دوکانون کے کرایہ کا زیادہ کرنا ہی اسی طرح جس منڈی پر سلاطین نے
خراج مقرر نہین کیا اُسمین معاملات کرنے اچھے ہین بہ نسبت اُن منڈیون کے جنپر خراج ہی اور بعض لوگون نے اتنا مبالغہ کیا ہی کہ جن اراضی پر
سلاطین نے خراج مقرر کیا ہی اُنکے زمیندارون اور کسانون سے بھی معاملہ جائز نہین کہتے اسواسطے کہ بعض اوقات جو مال اُنکو ملتا ہی
اُسکو خراج مین ادا کر دیتے ہین تو اعانت ظلم کی ہو جاتی ہی مگر یہ دین مین غلو کرنا اور مسلمانون پر تنگی ڈالنا ہی اسلیے کہ خراج سب زمینون پر
ہوگیا ہی اور بغیر ان زمینون کی پیداوار کے لوگ رہ نہین سکتے اور اُسکے منع کرنے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی اگر وجہ اعانت ہی ہو تو چاہیے

کہ مالک کو زمین کی کشتکاری کرانی بھی حرام ہوتا کہ خراج بھی نہ مانگا جاوے اور اسی طرح طول ہوتے ہوتے باب معاش بالکل منقطع اور مسدود ہو جاوے بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ سلاطین کے قاضیون اور عاملون اور خادمون سے بھی معاملہ کرنا حرام ہے جیسا خود اُنسے حرام ہے بلکہ قاضیون وغیرہ سے حرمت زیادہ ہے قاضیون سے تو اِس وجہ سے کہ وہ اُنکا صریح مال حرام لیتے ہین اور اُنکی جماعت کو زیادہ کرتے ہین اور لوگون کو اپنے لباس سے دھوکا دیتے ہین کیونکہ وہ عالمون کا لباس پہنکر سلاطین سے اختلاط کرتے ہین اور اُنکے مال لیتے ہین اور طبیعتون کی سرشت مین ہے کہ جاہ و حشمت والون کی مشابہت اور اقتدا کرتے ہین تو باعث مخلوق کے اُنکی طرف کھینچنے کا قاضی ہی ہوتے ہین اور خادمون اور حشم سے اسلیے معاملہ حرام ہے کہ اُنکا اکثر مال صریح غصب کا ہوتا ہے اُنکے ہاتھ مال مصالحت اور میراث اور جزیہ اور وجہ حلال کا نہین لگتا تاکہ یہ کہا جاوے کہ اُنکے مال مین مال حلال کے ملجانے سے شبہہ حرمت ضعیف ہوگیا۔ طاؤس رح فرماتے ہین کہ مین سلاطین کے قاضیون کے پاس گواہی نہین دیتا ہون گو مجکو یقیناً معلوم ہو اسلیے کہ مین ڈرتا ہون کہ کہین وہ لوگ اُنپر تعدی نہ کرین جنپر مین گواہی دون۔ حاصل یہ کہ رعیت کی خرابی بادشاہون کی خرابی سے ہوئی اور بادشاہون کی خرابی علما کی خرابی سے ہوئی اگر قاضی اور علما خراب نہوتے تو بادشاہ کم بگڑتے اِس خوف سے کہ مبادا یہ لوگ کہین ہمکو بُرا نہ جانین اور ہمارا حکم نہ مانین اور اِسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لاتزال ہذہ الامۃ تحت ید اللہ وکنفہ مالم تمالی قراوہا وامرأہا - اِس ارشاد مین قرا کو اسلیے ذکر فرمایا کہ وہی اُس زمانہ مین عالم تھے اور اُنکا علم صرف قرآن مجید تھا اور اُسکے معانی جو حدیث سے سمجھے جاتے ہین اور اُنکے سوا اور علوم اُنکے بعد پیدا ہوئے ۔ اور حضرت سفیان ثوری رح نے فرمایا ہے کہ نہ سلطان سے میل کرو اور نہ اُس سے جو سلطان سے ملے اور فرمایا کہ قلم بردار اور دوات والا اور کاغذ اور صوف والا سب ایک دوسرے کے شریک ہین اور یہ آپ نے درست فرمایا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے باب مین دس شخصون کو لعنت کی کہ اُنمین نچوڑنے والا اور نچوڑوانے والا بھی ہین اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ سود کا کھانے والا اور کھلانے والا اور دونون گواہ اور کاتب سود کے ملعون ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اور اِسی طرح حضرت جابر اور حضرت فاروق رض نے اِسکو مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابن سیرین رح فرماتے ہین کہ سلطان کا خط کہین مت لیجاؤ جب تک کہ یہ جان لو کہ اُسمین کوئی مضمون ظلم نہین ۔ اور حضرت سفیان رح نے خلیفۂ وقت کو اپنے سامنے سے دوات اُٹھاکر دینے سے انکار کردیا تھا اور فرمایا تھا کہ جب تک یہ نہ جان لون کہ تم کیا لکھوگے تب تک نہ دونگا غرضکہ سلاطین کے گرد و پیش جتنے خادم اور توابعین ہوتے ہین سب ظالم ہین اُنسے بغض فی اللہ رکھنا واجب ہے۔ عثمان بن زائدہ کے حال مین لکھتے ہین کہ اُنسے کسی سپاہی نے رستہ پوچھا وہ خاموش ہو رہے اور اونچا سننا ظاہر کیا اِس خوف سے کہ مبادا یہ ظلم کو جاتا ہو تو راستہ بتلانے سے ظلم پر اعانت ہوگی ۔ اور یہ مبالغہ جو سلاطین کے باب مین ہو سلف سے فاسق تاجرون اور جولاہون اور پچھنے لگانے والون اور حمامیون اور سادہ کارون اور رنگریزون اور دوسرے حرفہ والون کے ساتھ منقول نہین باوجودیکہ جھوٹ اور فسق ان لوگون پر غالب ہے بلکہ ذمی کافرون کے ساتھ بھی اتنا تشدد منقول نہین یہ تو خاص ظالمون کے ساتھ ہے جو یتیمون اور مسکینون کا مال کھاتے اور مسلمانون کو مدام ستاتے ہین اور شریعت کے آثار و علامات کے مٹانے پر آمادہ ہین اور اِس تشدد کی وجہ اِنکے ساتھ یہ ہے کہ معصیت دو قسم کی ہے ایک لازمی اور ایک متعدی فسق اور کفر قصور لازم ہین یعنی اُنکا مرتکب اللہ تعالیٰ کا گنہگار ہے اور کسیکو ضرر نہین پہونچاتا اور اُسکا حساب خدائے تعالیٰ پر ہے اور حکام کی معصیت ظلم ہے اور وہ متعدی ہے اِسی وجہ سے اُنکے باب مین تشدد زیادہ ہے اور جسقدر اُنکا ظلم زیادہ اور عام ہوگا اُسی قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ خفگی کے مستحق ہونگے اِسی لیے اُنسے بہت اجتناب کرنا اور اُنکی داد و ستد سے بشدت محترز رہنا واجب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین یقال للشرطی دع سوطک وادخل النار اور فرمایا من اشراط الساعۃ رجال معہم سیاط کاذناب البقر ۔ پس یہ ہے اُنکا حکم اور جو شخص اُنمین سے

معروف ہی وہ تو معروف ہی ہی اور جو معروف نہین اُسکی علامت قبا پہننا اور مونچھون کا زیادہ ہونا اور تمام ہئیتین مشہورہ ہین تو جو کوئی
اُس ہئیت پر نظر آوے اُس سے اجتناب کرنا چاہیئے اور یہ امر بدگمانی مین داخل نہین اسلیے کہ اُسنے تو خود ظاہر کی کہ ظالمون کا لباس پہننا
لباس کی برابری سے دل کی مساوات معلوم ہوتی ہی اور دیوانہ وہی بنتا ہی جو مجنون ہو اور فاسقون کی صورت وہی بناویگا جو فاسق ہو
ہان فاسق کبھی نیکبختون کی صورت بنالیا کرتا ہی مگر نیکبخت کو نہین چاہیئے کہ فسادیون کی سی صورت بناوے کیونکہ اِس حرکت سے انکی
جماعت کو زیادہ کرتا ہی اور اللہ تعالی کا ارشاد اِنّ الذین توفیٰھم الملائکۃ ظالمی انفسہم۔ اُنھین لوگون مین تو نازل ہوا ہی جو مسلمان تھے
اور مشرکون سے ملکر انکی جماعت کو بڑھایا کرتے تھے۔ اور مروی ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت یوشع بن نون کو وحی بھیجی کہ مین تیری قوم سے
چالیس ہزار اچھے بندے اور ساٹھ ہزار بُرے تباہ کرونگا اُنھون نے عرض کیا کہ نیکون کی تباہی کا کیا باعث ہی ارشاد ہوا کہ وہ بُرون پر
غصہ کے ساتھ بُرون پر غصہ نہوے اور اُنکے کھانے پینے مین شریک رہے اِس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ ظالمون سے بغض رکھنا
اور خدا کے واسطے اُنپر غصہ کرنا واجب ہی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ اللہ تعالی نے علماء بنی اسرائیل پر
لعنت کی اسلیے کہ اُنھون نے معاش کے باب مین ظالمون کے ساتھ اختلاط کیا۔ مسئلہ جو مقامات کہ ظالمون کے بنائے ہوئے ہون مثلاً
پل اور سرائین اور مسجدین اور باولیان تو اُنمین بھی احتیاط کرنی چاہیئے یعنی پلون کے اوپر سے اُترنا حاجت کے وقت درست ہی اور تقوی یہ ہی کہ
اُس سے احتراز کرنا ورع ہی اور اگر کوئی کشتی ملجاوے تو ورع موکد ہوجاتا ہی اور باوجود کشتی بہم پہونچنے کے جو ہم نے پلون پر اُترنا جائز کہا ہی اُسکی
وجہ یہ ہی کہ جب پلون کی چیزون کا کوئی مالک معلوم نہین تو انکا حکم یہی ہی کہ خیرات مین صرف کی جاوین اور اُترنا بھی ایک امر خیر ہی لیکن اگر
معلوم ہو کہ پل کی اینٹین اور پتھر فلان مکان سے یا مقبرہ خواہ مسجد سے اُکھڑ کر لگے ہین تو اُس پل پر سے اُترنا حلال نہین ہان اگر ایسا اضطرار ہو
جسکے ہوتے ہوئے غیر کا مال حلال ہوجاتا ہی تو کچھ مضائقہ نہین اُسپر سے اُترکر چیز کے مالک سے معاف کرالے بشرطیکہ خود جانتا ہو۔ اور مسجد کا
حال یہ ہی کہ اگر زمین مغصوب مین بنی ہو یا کسی اور مسجد مین کی لکڑی یا کسی مالک مین کی غصب کرکے لگائی ہو تو اُسکے اندر جانا ہرگز جائز
نہین نہ جماعت کے لیے اور نہ جمعہ کے واسطے بلکہ اگر امام اُس مسجد کے اندر کھڑا ہو تو چاہیئے کہ خود اُسکے پیچھے مسجد کے باہر کھڑا ہو اسلیے کہ غصب کی
زمین مین نماز ادا کرنی اگرچہ فرض کو ساقط کردیتی ہی اور اقتدا کے حکم مین بھی منعقد ہی مگر اُسکے اندر کھڑا ہونے سے گنہگار رہتا ہی اور اگر ایسے
مال سے بنی ہو جسکا مالک معلوم نہو تو اگر دوسری مسجد بہم پہونچے تب تو ورع یہ ہی کہ دوسری مین چلا جاوے اور اگر دوسری نہ ہو تو جمعہ اور جماعت
اُسمین ترک نہ کرے اسوجہ سے کہ یہ بھی تو احتمال ہی کہ شاید بنانے والے نے اپنی ملک سے بنائی ہو گو یہ احتمال ان ظالمون کے حالات کے
لحاظ سے بعید ہی اور اگر اُسکا مالک معین نہین تب وہ مسلمانون کی بہتری کے لیے ہی اُسمین پڑھنے کا مضائقہ نہین اور جس صورت مین کہ بڑی
مسجد مین کسی ظالم سلطان کی عمارت ہو تو باوجود مسجد مین گنجائش ہونے کے جو کوئی اُس عمارت مین نماز پڑھیگا اُسکا عذر ورع مین صحیح نہوگا۔
اور امام احمد رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ جو جماعت کی نماز کے لیے نہین نکلتے اِسکی کیا وجہ ہی حالانکہ ہم لشکر مین موجود ہین آپ نے فرمایا کہ میری حجت
یہ ہی کہ حسن بصری اور ابراہیم تیمی کو یہ خوف تھا کہ حجاج اُنکو فتنہ مین نہ ڈالے اسلیے شریک جماعت نہ ہوتے تھے مین بھی ڈرتا ہون کہ فتنہ مین مبتلا
ہون اسلیے نہین نکلتا۔ اور مسجد کی رنگت اور گچکاری اِس بات کی مانع نہین کہ اُسمین داخل ہو کیونکہ یہ چیزین فائدہ لینے کی نہین صرف زینت
کی ہین اور بہتر یہ ہی کہ نماز کو جاوے تو اُنکی طرف نگاہ نہ کرے اور چٹائیان جو مسجد مین ڈالتے ہین اگر انکا کوئی مالک معین ہو تو اُنپر بیٹھنا حرام ہی
ورنہ چونکہ مصلحت عام کے لیے ہوتی ہین تو انکا بچھانا جائز ہی مگر حتی الوسع اُنکو ترک کرنا اور دوسری مسجد مین جہان فرش ظالمون کا ڈالا ہوا نہو
جانا تقاضائے ورع ہی اسلیے کہ انکی چٹائیان شبہہ کا مقام ہی اور باولیون کا بھی حکم وہی ہی جو ہم نے ذکر کیا کہ ورع کے رو سے اُنمین وضو کرنا اور پانی پینا
اور اُنکے اندر جانا درست نہین لیکن اگر نماز کے فوت ہوجانے کا خوف ہو تو وضو کرلے اور یہی حال مکہ معظمہ کی راہ کے چشمون کا ہی اور سرائین

[illegible]

اور مدرسون کی زمین اگر مغصوب ہو یا انٹین کسی معین جگہ سے اٹھوا کر لگی ہون اور انکے مستحق کو واپس کرنا انکا ممکن ہو تو اس صورت مین اُنکے اندر جانے کی اجازت نہین اور اگر مالک کا حال مشتبہ ہو تو وہ ایک امر خیر مین لگی ہین انمین جانے کا مضائقہ نہین مگر احتیاطاً انسے اجتناب کرلے مین ہی مگر اُنکے اندر جانے سے فسق لازم نہ آویگا اور یہ عمارتین اگر سلاطین کے خادمون نے بنائی ہون تو اُنکا معاملہ نہایت شدید ہی اسلیے کہ لاوارثی مالون کو مصالح مین خرچ کرنے کا اُنکو اختیار نہین اور ایک وجہ یہ ہی کہ اُنکے مال غالباً حرام ہوتے ہین کیونکہ مال مصالح انکو لینا درست نہین یہ کام والیان ملک اور ارباب حکومت کا ہی مسئلہ زمین مغصوب اگر شارع عام کردی جاسکے تو اُسپر راستہ چلنا جائز نہین اور اگر اُسکا کوئی مالک معین نہ ہو تو راہ چلنا جائز ہی مگر ورع یہ ہی کہ حتی الوسع نہ چلے پس اگر شارع مباح ہوا اور اُسپر چھتا پٹا ہو تو راہ سے گذر جاناً اور اُس چھتے کے نیچے بیٹھ جانا جیسے کھلے میدان مین کسی ضرورت کو بیٹھتے ہین جائز ہی مگر دھوپ یا مینہ کے بچاؤ کے لیے اُسکے تلے بیٹھنا حرام ہی اسلیے کہ چھتا انھین غرضون کے لیے بناتے ہین اور جیسے وہ حرام کا ہو الغرض اُس سے نفع لینا حرام ہی اور ایسا ہی حکم ہی اُس شخص کا جو مسجد یا زمین مباح مین جاوے جسکی چھت یا چار دیواری غصب کی ہو یعنی صرف اُسپر گذرنے سے منتفع نہین ہو گا مگر خاص چھت یا دیوار سے گرمی یا سردی یا آنکھ سے آڑ منظور ہو گی تو حرام ہو گی اسلیے کہ حرام سے انتفاع ہوا اور جیسے کہ زمین غصب پر سکون اور استقرار سے انتفاع ہوتا ہی ویسا ہی چھت سے سایہ لینے مین انتفاع ہی تو دونون مین کچھ فرق نہین۔

ساتوین فصل مسائل متفرقہ کے ذکر مین جنکی حاجت بہت ہوتی ہی اور اُنکے استفتا پوچھے گئے ہین مسئلہ یہ پوچھا گیا کہ صوفیون کا خادم بازار مین جاکر کھانا جمع کرتا ہی یا نقد لیکر اُسکا کھانا مول لیتا ہی تو اس کھانے مین سے کسکو کھانا حلال ہی اور صوفیون کے لیے مخصوص ہی یا نہین ہم نے اسکا جواب یہ دیا کہ صوفیون کے حق مین اُسکے کھا لینے کے حلال ہونے مین تو کچھ شبہہ ہی نہین لیکن غیر شخص اگر خادم کی رضامندی سے کھالے تو اُسکو بھی حلال ہی مگر شبہہ سے خالی نہین حلت کی وجہ تو یہ ہی کہ صوفیون کے خادم کو جو کوئی کچھ دیتا ہی وہ صوفیون کی سبب سے دیتا ہی مگر لینے والا وہ خود ہی صوفی نہین ہوتا وہ ایسا ہو جیسا عیال دار آدمی عیال کے باعث سے کچھ لوگون سے پاوے کیونکہ وہ اُنکا کفیل ہی اور جو کچھ وہ لیتا ہی وہ اُسکی ملک ہو جاتی ہی عیال کی ملک نہین ہوتی اور اُسکو جائز ہی کہ عیال کے سوا دوسرے شخص کو کھلا دے اور یہ کہنا بعید ہی کہ خادم کو جو کچھ ملا وہ دینے والے کی ملک سے باہر نہین ہوا اور خادم اُس سے کوئی چیز مول لینے اور سپرد کرنے پر مسلط نہین اسلیے کہ اس قول کا انجام یہ ہی کہ تعاطی کافی نہین حالانکہ یہ بات ضعیف ہی قوی یہی ہی کہ تعاطی کافی ہی خصوصاً صدقات اور ہدایا مین کوئی ایسا نہین کہ تعاطی کو کافی نہ کہتا ہو اور یہ بھی کہنا بعید ہی کہ خادم کو جو کچھ ملا وہ اُن صوفیون کی ملک مین آگیا جو اُسکے سوال کے وقت خانقاہ مین موجود ہین اسلیے کہ بالاتفاق خادم مذکور کو جائز ہی کہ جو شخص اُنکے بعد آوے اُسکو اُس کھانے مین سے کھلا دے اور اگر بالفرض موجود اشخاص یا اُنہین سے ایک مر جاوے تو واجب نہین کہ اُسکا حصہ اُسکے وارث ہی پر صرف کرے اور یہ کہنا بھی ممکن نہین کہ خادم کا دیا جانا جنس اہل تصوف کے لیے ہی اور اُسکا مستحق کوئی شخص نہین اسلیے ملک کا ذکر تا جنس کی طرف اس بات کا موجب نہین کہ چند افراد اُسکے تصرف پر مسلط کردیے جاوین کیونکہ اُسمین تو بیشمار داخل ہین بلکہ قیامت تک جو اُس جنس کا پیدا ہو گا وہ بھی داخل ہی اور ایسے اموال مین حکام تصرف کیا کرتے ہین خادم ساری جنس کا نائب نہین ہو سکتا پس اب بجز اسکے اور کچھ نہین کہہ سکتے کہ وہ کھانا خادم کی ملک ہی اور وہ صوفیون کو شرط تصوف اور مروت کے پورا کرنے کو کھلاتا ہی اگر وہ اُنکو کھانے سے منع کر دے تو وہ بھی اُسکو روک دین کہ ہماری کفالت کے نام سے سوال مت کر و پھر لوگ اُسپر سلوک کچھ نہ کرین جیسے عیال دار کے ساتھ عیال کے باعث سلوک کرتے ہین اگر عیال نہ رہین تو سلوک سے ہاتھ روک لین مسئلہ یہ پوچھا گیا کہ ایک مال صوفیون کے لیے وصیت کیا گیا اُسکا صرف کرنا کس شخص پر جائز ہی ہمنے جواب دیا کہ تصوف امر باطن ہی اُسپر واقفیت نہین ہوا کرتی اور نہ یہ ہو سکتا ہی کہ حقیقت تصوف کو قطعاً منضبط کردین بلکہ چند امور ظاہری بیان کرسکتے ہین جنپر اعتماد کرکے عرف والے آدمی کو صوفی کہا کرتے ہین اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو شخص ایسی صفت کا ہو

اگر صوفیون کی خانقاہ مین اُترے تو اُسکا وہان رہنا اور اُن لوگون مین ملنا جلنا اُنکے نزدیک جائز نہو تو ایسا شخص صوفیون کے جرگہ مین داخل ہوگا
اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ اُسمین پانچ صفتین دیکھنی چاہیین اوّل نیک بختی دوم فقیری سوم لباس صوفیون کا چہارم کسی حرفہ مین مشغول نہ ہونا
پنجم خانقاہ مین بطور ایک ساتھ رہنے کے اُنسے ملا جلا رہنا پھر اِن صفات مین سے بعض ایسی ہین کہ اگر آدمی مین نہ ہون تو صوفی کا لفظ بھی اُسپر
نہ بولا جائیگا اور بعض ایسی ہین کہ گو وہ نہ ہون دوسری صفات سے اُنکا جبر نقصان ہو جاتا ہے مثلاً جس شخص مین نیک بختی نہو بلکہ فسق ہو تو
وہ اُس مال کا مستحق نہوگا اسلیے کہ صوفی نیک بخت آدمی کو کہتے ہین جو صفت مخصوص کے ساتھ موصوف ہو تو جس شخص کا فسق ظاہر ہوگا گو
وہ لباس صوفیون کا رکھتا ہو مستحق اُس مال کا نہین جو صوفیون کے لیے وصیت ہوا ہو اور صغیرہ گناہون کا ہم اعتبار نہین کرتے فسق سے
غرض ارتکاب کبیرہ ہے اور حرفہ کرنا اور مال پیدا کرنے مین مشغول ہونا بھی مانع استحقاق ہے تو کسان اور عامل اور تاجر اور پیشہ ور دوکان پر یا
خواہ گھر پر اور مزدور جو اجرت پر خدمت کرے یہ سب اُس مال کے مستحق نہین جو صوفیون کے لیے وصیت ہوا اور لباس سے اور صوفیون مین
ملے جلے رہنے سے اسکا جبر نقصان نہین ہوتا ہان کتابت اور سینا یا کوئی ایسا ہی کام جو صوفیون سے ہوسکے کرنا مانع استحقاق نہین بشرطیکہ
اِن کامون کو دوکان پر نہ کرے اور نہ پیشہ اور حرفہ کے طور پر ہو اور اسکا جبر نقصان اُنکے ساتھ رہنے اور دوسری صفات کے پائے جانے سے
ہو جائیگا اور حرفون پر قادر ہونا بدون اُنکے کرنے کے مانع استحقاق نہین اور وعظ کہنا اور درس دینا منافی لفظ صوفی کے نہین بشرطیکہ لباس
اور ساتھ رہنا صوفیون کے اور فقیری موجود ہو کیونکہ اسمین کچھ تناقض نہین کہ صوفی کے ساتھ مین قاری یا واعظ یا عالم خواہ مدرس کہا جاوے
بلکہ اُسکے ساتھ مین کسان خواہ سوداگر خواہ عامل کہنا نازیبا اور منافی ہے اور فقیری کا حال یہ ہے کہ اگر آدمی کے پاس اتنا مال ہو جاوے کہ جسکے
بظاہر لوگ امیر کہنے لگین تو اتنے مال کے ہوتے ہوے صوفیون کی وصیت کا لینا اُسکو درست نہین اور اگر مال ہو مگر آمدنی خرچ کو کفایت
نہ کرتی ہو تو اُس سے اُسکا حق باطل نہوگا اور یہی حال ہے اگر مال اتنا ہو کہ زکوٰۃ کے واجب ہونے سے کم ہو گو اُسکا خرچ کچھ نہ ہوتا ہو اور یہ ایسی
باتین ہین کہ اُنکی دلیل بجز عادتون کے اور کچھ نہین اور اُنسے ملا جلا رہنے اور خانقاہ کی سکونت مین شریک ہونے کو بھی کچھ اثر ہے لیکن جس
شخص مین خاص یہ صفت نہ ہو اور وہ اپنے مکان خواہ مسجد مین اُنہین کے لباس اور اخلاق مین رہتا ہو تو وہ اُنکے حصہ مین شریک ہوگا
اور ترک مخالطت کا جبر لباس کی مداومت سے ہو جاویگا اور اگر لباس بھی ویسا نہ ہوگا صرف باقی صفات پائی جائینگی تو مستحق نہ ہوگا ہان اگر
اِس صورت مین خانقاہ مین اُنکے ساتھ رہتا ہوگا تو اُسپر بھی اُنکی تبعیت سے اُنہین کا حکم لگ جاویگا غرضکہ لباس اور اختلاط ایک دوسرے
کے عوض ہوسکتے ہین اور جو فقیہ کہ لباس صوفیانہ نہین رکھتا اگر وہ خانقاہ مین نہین رہتا تو صوفی شمار نہ ہوگا اور اگر صوفیون کے ساتھ رہتا ہے
اور باقی صفتون سے بھی موصوف ہے تو بعید نہین کہ اُنکی تبعیت مین اُسپر بھی اُنکا حکم کھنچ آوے اور صوفی کے لیے استحقاق مال مذکور مین یہ شرط نہین
کہ کسی مشائخ کے ہاتھ سے اُسنے خرقہ بھی پہنا ہو یہان تک کہ اگر اور شرائط پائی جاوین اور خرقہ کا پہننا نہ پایا جاوے تو اس سے کچھ ضرر نہین
اور جو صوفی کہ بی بی رکھتا ہو اور اسوجہ سے کبھی گھر پر اور کبھی خانقاہ مین رہتا ہو تو وہ اُنکے زمرہ سے خارج نہ ہوگا مسئلہ جو مال کہ خانقاہ
اور اُسکے رہنے والون کے لیے وقف ہو تو وصیت کی بہ نسبت اُسمین گنجایش زیادہ ہے اسلیے کہ وقف کے معنی یہ ہین کہ صوفیون کی مصلحتون مین
صرف ہو تو جو صوفی نہو وہ بھی اُنکی رضامندی سے اُنکے دسترخوان پر ایک یا دو بار کھالے تو درست ہے کیونکہ کھانے کی چیزون کی بنا
تسامح پر ہے یہان تک کہ مشترک غنیمت مین سے اُنکو تنہا ایک شخص کا لینا درست ہے اور صوفیون کے ساتھ مین اُس مال وقف سے قوال بھی
کھاسکتا ہے کہ وہ اُنکے مصالح سے شمار ہوتا ہے مگر جو مال کہ صوفیون پر وصیت ہوا ہو اُسکا قوال کو دینا جائز نہین اسی طرح جو لوگ کہ صوفیون کے
پاس آوین یعنی عامل اور تاجر اور قاضی اور عالم اور دوسرے لوگ جنکو صوفیون کی توجہ منظور ہو تو اُنکو بھی مال وقف مین سے اُنکی رضا کے
ساتھ کھا لینا حلال ہے اسلیے کہ وقف کرنے والا اسی نیت سے وقف کرتا ہے کہ صوفیون کی جو عادت ہے اُسی صورت سے اُسکو صرف کرینگے تو اِن

عوض ملحوظ ہوگا لیکن یہ حال دوامی نہین یعنی جو شخص صوفی نہین اُسکو اُنکے ساتھ رہنا اور کھانا علی الدوام جائز نہین گو صوفی راضی ہون کیونکہ اُنکے اختیار مین یہ تو نہین کہ وقف کرنے والے کی شرط کو بدل دین اور اپنے ساتھ غیر جنس کو ملالین اور عالم اگر اُنکا سا لباس اور اخلاق رکھتا ہو تو اُسکو اُنکے پاس اُترنا درست ہی اور عالم ہونا منافی صوفی ہونے کے نہین اور نہ تصوف مین جاہل ہونا شرط ہی اُن لوگون کے نزدیک جو تصوف سے واقف ہین اور بعض احمق جو یہ بکتے ہین کہ علم حجاب اکبر ہی اور جہل حجاب خاص ہی تو اُنکے قول پر التفات نہ کرنا چاہیے اور ہمنے اس حجاب کے معنی باب العلم مین بیان کیے اور یہ کہ حجاب علم مذموم ہوتا ہی نہ علم محمود اور ان دونون علمون کی تفصیل بھی اُسی جگہ بیان کی ہی اور جب صورت ہین کہ فقیہ اُنکے لباس اور اخلاق سے متصف نہو تو صوفیون کو پہونچتا ہی کہ اُسکو اپنے پاس نہ اُترنے دین اور اگر اُسکے اُترنے سے راضی ہو جاوین تو اُسکو اُنکے ساتھ بطور تبعیت کھانا حلال ہوگا اور ترک لباس کا جبر نقصان اُنکے ساتھ رہنے سے اور لباس والون کی رضامندی سے ہو جاویگا اور یہ وہ باتین ہین کہ عادات اُنکے شاہد ہین اور انہین بعض امور متقابل ہین جنکے اطراف کا حکم نفی اور اثبات مین مخفی نہین اور اوساط متشابہ ہوتے ہین تو جو کوئی اشتباہ کی جگہون سے محترز رہیگا وہ اپنے دین کو پاک و صاف رکھیگا چنانچہ شبہات کے بیان مین ہمنے اُسکو لکھ دیا ہی مسئلہ یہ پوچھا گیا کہ رشوت اور ہدیہ مین فرق کیا ہی رضامندی سے دونون دیے جاتے ہین اور غرض بھی دونون مین ہوتی ہی پھر کیا وجہ ہی کہ رشوت حرام ہوئی اور ہدیہ حرام نہوا ہمنے یہ جواب دیا کہ مال کا خرچ کرنے والا کبھی مال بدون غرض کے نہین خرچ کرتا لیکن غرض یا اخروی ہوتی ہی جیسے ثواب یا دنیاوی ہوتی ہی اور غرض دنیاوی یا مال ہی یا فعل یا کوئی مقصود معین یا تقرب دوسرے کے دل مین بطلب محبت محض یا محبت کے ذریعہ سے کسی اور غرض کا نکالنا تو یہ پانچ قسمین ہوئین اول وہ دینا جس سے ثواب آخرت مقصود ہو اور یہ اس وجہ سے کہ جسکو دینا منظور ہی وہ محتاج ہی یا شریف النسب ہی یا عالم ہی یا فی نفسہ صالح اور متدین ہی پس اگر محتاج جانکر دیا جاتا ہی اور در واقع مین محتاج نہین تو لینے والے کو اُسکا لینا حلال نہین اور اگر شرف نسب کے سبب سے دیا جاتا ہی اور جانتا ہی کہ مین اپنے دعوی نسب مین جھوٹا ہون تو اُسکا لینا حلال نہین اور اگر علم کی جہت سے دیا جاتا ہی تو لینا اُسوقت حلال ہوگا کہ علم مین اُسیقدر ہو جتنا دینے والے کو اعتقاد ہی اور اگر ایسی صورت ہو کہ وہ تو اپنے دل مین اُسکو کامل سمجھ کر دیتا ہی کہ ثواب زیادہ ہو اور یہ کامل نہین تو لینا حلال نہوگا اور اگر دینداری اور صلاح کی وجہ سے دیا جاتا ہی اور یہ باطن مین فاسق ہی اس درجہ کو کہ اگر دینے والا جان لے تو نہ دے تو اس صورت مین بھی لینا حلال نہوگا اور نیکبخت ایسے کم ہوتے ہین کہ اگر اُنکے باطن کا حال ظاہر ہو جاوے تو لوگون کے دل اُنکی طرف مائل ہین بلکہ اللہ تعالی کا ستر جمیل ہی ایک مخلوق کو دوسرے کا محبوب کر دیتا ہی اور اگلے درجے والے خرید مین ایسے شخص کو اپنا وکیل کیا کرتے تھے جسکو آدمی نہ جانین کہ یہ شخص اُنکا وکیل ہی اور اس سے غرض یہ ہوتی تھی کہ اہل معاملہ ہمکو خریدار سمجھ کر کچھ دام کم لینگے اور اجنبی خریدار سے نرخ بازار لینگے تو یہ خوف تھا کہ اُنکا درگذر کرنا کہین ہماری دیانت کا عوض نہ ہو اور ہم دین کے بدلے مین کھانے والے نہ ٹھہرین کیونکہ دین کا معاملہ نازک ہی اور تقوی اس باب مین پوشیدہ ہی علم اور نسب اور فقیری کا سا حال نہین تو چاہیے کہ دین کی وجہ سے جو چیز ملے اُسکے لینے سے حتی الوسع اجتناب کیا جائے۔ دوم وہ دینا جس سے سردست کوئی غرض معین منظور ہی جیسے فقیر کسی دولتمند کو بطمع خلعت ہدیہ دے تو یہ ہبہ بشرط عوض ہی اسکا حکم ظاہر ہی یہ اُسوقت لینا حلال ہوتا ہی کہ جس عوض کی طمع ہو وہ ملجاوے اور معاملہ کی شرطین بھی سب پائی جاوین سوم وہ دینا جس سے کوئی فعل معین مراد ہو مثلاً ایک شخص کو بادشاہ سے حاجت ہی اور وکیل سلطانی یا اور کسی ذی رتبہ خواہ خواص کو ہدیہ دے تو ظاہر ہی کہ یہ ہدیہ بشرط عوض ہی کہ قرینۂ حال سے جانا جاتا ہی تو جو عمل کہ اس ہدیہ کا عوض ہی اُسکو دیکھنا چاہیے اگر وہ حرام ہی مثلاً سعی کرنی اس باب مین کہ روزینہ حرام جاری ہو جاوے یا کسی آدمی کو ستایا جاوے یا اور کوئی فعل اسی طرح کا ہو تو اُس ہدیہ کا لینا حرام ہی اور اگر وہ عمل واجب ہی مثلاً دفع کرنا ظلم کا کہ جو شخص اُسکو دفع کرسکے اُسپر واجب ہی یا شہادت متعین کا ادا کرنا کہ یہ بھی واقف کار پر واجب ہی

توان جیسے امور پر لینا حرام ہی اور مال رشوت ہی ہی جسکی حرمت مین کچھ شک نہین اور اگر وہ عمل نہ تو حرام ہو اور نہ واجب بلکہ مباح ہو اور اُسمین اتنی مشقت بھی ہو کہ اُسپر اُجرت عرفاً لیا کرتے ہون تو ایسے عمل کے عوض مین ہدیہ لینا حلال ہوگا بشرطیکہ لینے والا اُسکی غرض پوری کر دے اور یہ ہدیہ قائم مقام اجرت کے ہی جیسے یون کہنا کہ اگر یہ عرضی بادشاہ تک پہونچا دو تو تمکو ایک دینار دین اور پہونچانے مین کچھ مشقت اور عمل قیمت والے کی ضرورت پڑتی ہو یا یون کہے کہ فلان شخص سے یہ درخواست کرو کہ فلان غرض مین میرا مددگار ہو یا مجھکو فلان چیز انعام مین دے اور وہ شخص اُسکی غرض کے پورا کرنے مین بہت سی باتین طویل کرے تو ہدیہ اُسکے حق مین ان باتون کی اجرت ہوگی جیسے قاضی کے سامنے جھگڑے کے وکیل کی گفتگو پر اُجرت ملتی ہی تو وہ حرام نہین بشرطیکہ حرام مین سعی نہ کرے اور اگر اُسکا مقصود ایسے کلمہ سے حاصل ہوتا ہو جسمین کچھ مشقت نہو لیکن اُس کلمہ کا نکلنا ذی عزت کی زبان سے یا فعل کا صادر ہونا کسی جاہ و حشم والے سے مفید پڑتا ہو مثلاً امیر یا وزیر کا دربان سے یہ کہدینا کہ جب یہ شخص آوے تو روکنا مت یا عرضی کو فقط بادشاہ کے سامنے رکھدینا تو اِسکے عوض مین کچھ لینا حرام ہی کیونکہ جاہ کے عوض مین کچھ لینے کا جواز شریعت مین ثابت نہین بلکہ اُس سے نہی وارد ہی چنانچہ بادشاہون کو ہدایا دینے کے باب مین بیان ہوگا اور جس صورت مین کہ بعض غرضون کا عوض باوجود مقصود ہونے کے لینا جائز نہین مثلاً شفعہ سے دست بردار ہونے کا عوض اور مبیع کو عیب کے سبب سے پھیر دینے کا اور درخت کی شاخین جو ہوا مین پھیلتی ہین اور ہوا ملک بادشاہ ہی اُنکا عوض ناجائز ہی تو صرف جاہ کا عوض کیسے جائز ہوگا اور اُسی کے قریب یہ ہی کہ جس شخص کو کوئی دوا معلوم ہو کہ اُسکو دوسرا نہ جانتا ہو اُسکے بتانے پر عوض لینا مثلاً ایک آدمی ایسی بوٹی جانتا ہی جس سے بواسیر یا کوئی اور مرض دور ہو جاتا ہی اور بدون اُجرت کے اُسکو نہین بتاتا تو یہ اُجرت جائز نہین اسلیے کہ ذرا زبان ہلا دینی کوئی قیمتی چیز نہین جسکی اُجرت ہو جیسے ایک تل کا دانہ کہ اُسکی قیمت کچھ نہین ہوتی اور نیز اُسکے بتلانے پر اُجرت چاہیے اسلیے کہ اُسکے بتلانے سے اُسکا علم تو کم ہوتا ہی نہین دوسرے کو ویسا ہی علم ہو جاتا ہی اور وہ بھی عالم بدستور رہتا ہی اور اُس سے کم اِس ماہر کی اُجرت ہی جو کسی فن کو خوب جانتا ہی اور ادنی عمل سے کام کرتا ہی اور اُجرت بہت لیتا ہی مثلاً ایک شخص صیقل گر ہی کہ اپنے فن مین اتنی مہارت اور خوبی رکھتا ہی کہ تلوار اور آئینہ کا میل ایک دفعہ کے ہاتھ مارنے مین نکال دیتا ہی لیکن اسطرح کی اُجرت مین ہمارے نزدیک کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ اول تو اُسکی صنعت سے تلوار اور آئینہ کی قیمت بعض اوقات بہت زیادہ ہو جاتی ہی دوسرے یہ کہ ایسی صنعتون کے سیکھنے مین آدمی بہت مشقتین اِسی لیے اُٹھایا کرتا ہی کہ اُس سے روزی پیدا کرے اور اپنے نفس پر کثرت عمل کو ہلکا کرے

چہارم وہ دینا جس سے صرف محبت دوسرے شخص کی مراد ہو یعنی جسکو دے اُسکے دل کی محبت کا حاصل کرنا مقصود ہو اور اُس محبت سے کوئی غرض معین نہو بلکہ صرف اُنس اور تاکید صحبت اور دلون کا ایک دوسرے کو چاہنا منظور ہو تو یہ دینا عقلا کا مقصود اور شریعت مین مستحب اور مطلوب ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تہادوا تحابوا[1]- حاصل یہ کہ ہر چند انسان کی غرض غالباً غیر کی محبت سے نو محبت ہی نہین ہوتی بلکہ اُسکی محبت سے کسی فائدہ کے لیے ہوتی ہی لیکن جس صورت مین کہ وہ فائدہ متعین نہو اور اُسکے نفس مین کوئی ایسی غرض معین نہ جم جاوے جو حال مین یا آیندہ کو اُس فائدہ کا باعث ہو تو اُسکو ہدیہ کہتے ہین اور اُسکا لینا حلال ہی- پنجم وہ دینا کہ جس سے دوسرے شخص کے دل مین تقرب اور محبت مطلوب ہو مگر نہ صرف محبت اور اُنس کی وجہ سے بلکہ اِس جہت سے کہ اُسکے جاہ کی بدولت اپنی غرضین نکلین اور اُن اغراض کی جنس منحصر ہو گو جدا جدا معین نہون اور ایسی صورت ہو کہ اگر اُس شخص کو جاہ و حشمت نہ ہوتی تو ہدیہ نہ دیتا پس اگر اُسکو جاہ علم خواہ نسب کا ہو تو معاملہ خفیف ہی اور ہدیہ کا لینا مکروہ ہی کیونکہ اُسمین رشوت کی مشابہت ہی لیکن ظاہر مین ہدیہ ہی اور اگر جاہ حکومت ہو مثلاً قاضی ہو یا عامل یا زکوٰۃ وغیرہ کا محصل یا خراج وغیرہ کا تحصیل کرنے والا یا کوئی اور سلطانی کام رکھتا ہو یہان تک کہ اوقاف کا متولی ہو مثلاً اور اگر بالفرض اِس حکومت پر نہ ہوتا تو کوئی اُسکو ہدیہ نہ دیتا تو یہ رشوت ہی

[1] حدیث تہادوا تحابوا کو بیہقی نے روایت کیا ابی ہریرہ رضی سے اور ابن عدی نے اسکو ضعیف کہا ہے ۱۲

ہدیہ کی صورت میں پیشکش ہوئی ہے کیونکہ دینے والے کا مقصود فی الحال طلب تقرب اور اکتساب محبت ہے مگر ایک غرض کے لیے جسکی جنس منحصر ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ حکومت سے بہت کچھ مطالب نکل سکتے ہیں اور اسکو محبت محض نہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر اسی وقت دوسرا حاکم ہو جاوے تو ہدیہ مذکور حاکم معزول کو نہ دیگا بلکہ نئے حاکم کو دیگا تو اسطرح کے ہدیہ میں باتفاق سخت کراہت ہے اور اسکے حرام ہونے میں اختلاف ہے اور علت متعارض ہے یعنی محض ہدیہ کہیں یا وہ رشوت کہیں جو صرف جاہ کے مقابل کسی غرض معین میں دیتے ہیں اور جب مشابہت قیاسی ایک دوسرے کے متعارض ہوتی ہے اور اخبار اور آثار انمیں سے ایک کی تقویت کر دیتے ہیں تو اسی کیطرف میل کرنا متعین ہو جاتا ہے اب اس باب میں جو اخبار کو دیکھتے ہیں تو تشدد پاتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگوں پر ایک زمانہ آویگا جسمیں ہدیہ کے نام حرام کو حلال سمجھا جاویگا اور عبرت کے لیے قتل حلال جانینگے بیگناہ مارا جاویگا تاکہ عام لوگوں کو عبرت ہو۔ اور حضرت ابن مسعود رض سے کسی نے پوچھا کہ سحت کیا ہے آپ نے فرمایا کہ آدمی کسی کا کام کر دے پھر اسکے پاس ہدیہ آوے۔ غالباً آپ کی غرض کام کر دینے سے یہ ہے کہ ذرا سے کہدینے میں جسمیں مشقت نہو کام کر دیا ہو یا یہ کہ بغیر دام اجرت کی نیت سے کیا ہو تو اب اگر کوئی چیز عوض کے طور پر لیکر کو آوے اسکا لینا درست نہوگا۔ اور حضرت مسروق نے ایک شخص کی سفارش کی اسنے آپ کی خدمت میں ایک لونڈی ہدیہ بھیجی آپ غصہ ہوئے اور اسکو واپس کر دیا اور فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ تیرے دل میں یہ ہے تو ہرگز تیری حاجت میں نہ بولتا اور جس قدر رہ گئی ہے اسمیں کچھ نہ کہونگا۔ اور طاؤس رح سے بادشاہ کے ہدایا کا حال پوچھا گیا فرمایا کہ حرام ہے اور حضرت عمر فاروق رض نے اپنے دو بیٹوں سے اس مال کا نفع لے لیا جو انھوں نے بیت المال میں سے مضاربت کے طور پر لیا تھا اور فرمایا کہ تمکو جو لوگوں نے دیا تو اسی وجہ سے دیا کہ میرا رشتہ دار سمجھا یعنی بوجہ جاہ حکومت نفع ہوا اسلیے اسکو لیکر بیت المال میں شامل کر دیا۔ اور حضرت ابو عبیدہ جراح کی بی بی نے خاتون ملکہ روم کے پاس خوشبو ہدیہ بھیجی ملکہ نے انکے پاس ایک جواہر بھیجا حضرت عمر رض نے وہ جواہر انسے لے لیا اور اسکو بیچ کر خوشبو کا دام انکے حوالہ کیا اور باقی بیت المال میں ملا دیا۔ اور حضرت جابر اور ابو ہریرہ رض سے بادشاہوں کے لیے ہدایا کا حال پوچھا گیا فرمایا کہ مال خیانت ہے اور جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ہدیہ کو واپس کیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے آپ نے فرمایا کہ آپ کے لیے وہ ہدیہ تھا اور ہمارے حق میں رشوت ہے یعنی آپ کو جو لوگ دیتے تھے تو نبوت کی وجہ سے دیتے تھے نہ حکومت کے باعث سے اور ہمکو حکومت ہی کی وجہ سے ملتا ہے اور ان سب اخبار اور آثار سے بڑھکر وہ حدیث ہے جسکو ابو حمید ساعدی رض نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازد کے صدقات پر ایک والی بھیجا جب وہ آپ کی خدمت میں آیا تو بعض چیزیں اپنے ساتھ کی روک لیں اور کہا کہ یہ مجھکو ہدیہ ملی ہیں اور یہ باقی تمہارے لیے ہیں آپ نے فرمایا کہ پھر تو اگر سچا ہے تو اپنے باپ اور ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھا کہ تجھکو ہدیہ آتا پھر آپ نے ارشاد فرمایا مالی استعمل الرجل منکم فیقول ہذا لکم وہذا لی ہدیۃ الا جلس فی بیت امہ لیہدی لہ والذی نفسی بیدہ لا یاخذ منکم احد شیئا بغیر حقہ الا اتی اللہ یحملہ فلا یاتین احدکم یوم القیامۃ ببعیر لہ رغاء او بقرۃ لہ خوار او شاۃ تیعر۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے یہانتک کہ میں نے سفیدی آپ کی بغلوں کی دیکھی پھر ارشاد فرمایا کہ الٰہی میں نے پہونچا دیا یا نہیں۔ غرضکہ جب اخبار و آثار سے یہ تشدد ثابت ہے تو قاضی اور والی کو چاہیے کہ اپنے آپ کو خانہ نشین فرض کر لے پھر جو چیز کہ حالت معزولی اور خانہ نشینی میں اسکو ملتی تھی وہ حکومت کے وقت میں آوے تو اسکا لینا درست ہے اور جس چیز کو جانے کہ یہ خاص حکومت کے سبب سے ملتی ہے اسکا لینا حرام ہے اور اگر بعض دوستوں کے ہدیہ میں اشتباہ پڑے کہ نہیں معلوم حالت معزولی میں دیتے یا نہیں تو وہ مال مشتبہ ہے اس لیے اجتناب کرنا چاہیے۔ باب حلال و حرام خدا تعالیٰ کے فضل و انعام سے تمام ہوا۔ الحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً

وصلی اللہ علی کل عبد مصطفیٰ

پانچوان باب

دوستی اور صحبت کے آداب اور اقسام خلق کے ساتھ بسر کرنے کے طریقون کے ذکر مین رباعی

الفت کے سبب سے ہو دنیا کا نظام
بے الفتی ہرگز نہین ایمان کا کام
المؤمن الف ہے معروف حدیث
ہو خلق حسن کا سبب سے پابند مدام

واضح ہو کہ ایک دوسرے سے محبت فی اللہ کرنی اور دین مین بھائی بننا افضل قربات ہے اور جو طاعتین کہ عادات مین سے نکلتی ہین اُن سب مین یہ زیادہ لطیف ہے لیکن اسکی کچھ شرطین ہین جنکے باعث سے آدمی دوست فی اللہ کے زمرہ مین گنے جاتے ہین اور چند حقوق ہین کہ اُنکے لحاظ سے یہ دوستی آمیزش کدورت اور وساوس شیطانی سے خالی ہو جاتی ہے جو اُسکے حقوق کی بجاآوری سے قرب خدا اور اداے شروط سے درجات عُلی حاصل ہوتے ہین اسلیے ہم اسکی تفصیل تین فصلون مین بیان کرتے ہین ۔

پہلی فصل الفت اور اخوت کی فضیلت اور اسکی شرطون اور درجون اور فوائد کے ذکر مین مشتمل پانچ بیانون پر

پہلا بیان الفت اور اخوت کی فضیلت مین ۔ واضح ہو کہ الفت خوش خلقی کا نتیجہ ہے اور جدا رہنا بد خلقی کا ثمرہ پس خوش خلقی آپس کی دوستی اور الفت اور موافقت کا موجب ہوتی ہے اور بد خلقی بغض اور حسد اور جدائی کا پھل لاتی ہے اور ظاہر ہے کہ اصل اچھی ہوتی ہے تو پھل بھی اچھا ہوتا ہے اور دین کے اندر خوش خلقی کی فضیلت عیان ہے کہ یہ وہی چیز ہے جس سے خداوند پاک نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی اور فرمایا وانک لعلی خلق عظیم ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکثر ما یدخل الناس الجنۃ تقوی اللہ وحسن الخلق ۔ اور حضرت اسامہ بن شریک رضہ کہتے ہین کہ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو چیزین انسان کو ملی ہین اُنہین سے بہتر کونسی ہے آپ نے فرمایا کہ خلق حسن اور فرمایا بعثت لاتمم محاسن الاخلاق ۔ اور فرمایا اثقل ما یوضع فی المیزان خلق حسن ۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے کسی آدمی کی پیدایش اور خلق اچھا نہین بنایا کہ پھر اُسکو آگ کھاوے یعنی جسکی صورت اور سیرت دونون اچھی ہون وہ مستحق آتش نہین ۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ کو ارشاد فرمایا کہ اے ابو ہریرہ حسن خلق کو اپنے اوپر لازم کر لے اُنھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن خلق کیا ہے فرمایا کہ تو ملے اُس سے جو تجھسے جدا ہوا اور معاف کرے اُسکو جو تجھپر ظلم کرے اور دیوے اُسکو جو تجکو محروم رکھے ۔ اور یہ بھی مخفی نہین کہ خلق حسن کا ثمرہ الفت اور انقطاع وحشت ہے تو جب حسن خلق اچھا ٹھہرا تو اُسکا ثمرہ بھی اچھا ہوگا علاوہ اُسکے خاص الفت کی تعریف مین اتنی آیتین اور اخبار و آثار وارد ہین کہ اُسکی فضیلت کو کافی ہین خصوص جس صورت مین کہ رابطہ الفت تقوی اور دیانت اور اللہ تعالی کی محبت ہو ۔ اللہ تعالی الفت کی نعمت کا مخلوق پر احسان عظیم جتا کر فرماتا ہے لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم ۔ پھر پھوٹ کی بُرائی اور اُس سے زجر کے لیے ارشاد فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا کذلک یبین اللہ لکم آیاتہ لعلکم تھتدون ۔ اس آیت مین نعمت سے مراد الفت ہے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اقربکم منی مجلسا احاسنکم اخلاقا الموطؤن اکنافا الذین یالفون ویولفون ۔ اور فرمایا المؤمن الف مالوف ولا خیر فیمن لا یالف ولا یولف ۔ اور دینی برادری کی تعریف مین ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالی بہتری چاہتا ہے اُسکو دوست نیک بخت عنایت فرماتا ہے کہ اگر وہ بھولے تو یاد دلاوے اور یاد کرے تو اُسکو مدد کرے ۔ اور فرمایا کہ جب دو دینی بھائی

ملتے ہین اُنکی مثال ایسی ہے جیسے دو ہاتھ کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہے اور دو ایماندار جب کبھی ملتے ہین تو اللہ تعالیٰ ایک کو دوسرے سے بہتری کا کچھ فائدہ دلواہی دیتا ہے۔ اور اخوت فی اللہ کی ترغیب کے باب مین فرمایا جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی سے اخوت فی اللہ کرے تو اللہ تعالیٰ جنت مین اُسکو ایسے عالی درجہ پر پہونچا دے کہ اُسکو کسی عمل سے اُسکا ملنا نصیب نہ ہو۔ اور ابو ادریس خولانی فرماتے ہین کہ مین نے حضرت معاذ رض کی خدمت مین عرض کیا کہ مجھکو آپ سے محبت فی اللہ ہے فرمایا کہ تمکو مژدہ ہو پھر مژدہ ہو کہ مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے روز کچھ لوگون کے لیے عرش کے گرد کرسیان بچھین گی اُنکے چہرے چودھوین رات کے چاند کی طرح ہونگے لوگ گھبراوینگے اور ڈرینگے اور وہ نہ گھبراوینگے اور نہ خوف کرینگے اور وہ اللہ کے ولی ہین کہ نہ اُنپر کچھ خوف ہے اور نہ وہ غم کرین لوگون نے عرض کیا کہ وہ کون ہین یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ وہ محبت فی اللہ رکھنے والے ہین۔ اور حضرت ابوہریرہ رض نے اسکو روایت کیا ہے اسمین یون فرمایا ہے کہ عرش کے گرد نور کے منبر ہونگے اُنپر ایک قوم ہوگی جنکے لباس اور چہرے نور کے ہونگے وہ لوگ نہ نبی ہونگے نہ شہید مگر نبی اور شہید اُنپر غبطہ کرینگے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اُنکا وصف ہمسے بیان فرمایئے آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ آپس مین محبت فی اللہ رکھنے والے ہین اور آپس مین فی اللہ نشست رکھنے والے اور باہم فی اللہ علیحدہ ہونے والے۔ اور فرمایا کہ جو دو شخص فی اللہ محبت کرتے ہین اُن دونون مین سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہوتا ہے جو دوسرے سے زیادہ محبت رکھتا ہو۔ اور کہتے ہین کہ دو شخص جو فی اللہ برادر ہین اگر اُن مین سے ایک کا مقام اعلیٰ ہوگا تو دوسرا بھی اُسی مقام پر اُسکے ساتھ بلند کیا جاویگا اور وہ اُسکے ساتھ لاحق کردیا جاویگا جیسے اولاد ماں باپ کے ساتھ اور رشتہ دار ایک دوسرے کے ساتھ لاحق کیے جاوینگے کیونکہ جب برادری فی اللہ حاصل ہوگی تو رشتہ داری قرابت سے کم نہ ہوگی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الحقنا بہم ذریتہم وما التناہم من عملہم من شیٔ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری محبت اُن لوگون کے لیے ثابت ہے جو میری خاطر ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے ہین اور میری محبت اُن لوگون کے واسطے واجب ہے جو میرے واسطے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہین اور میری محبت اُن لوگون کے لیے ثابت ہے جو میرے لیے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہین اور میری محبت اُن لوگون کے لیے واجب ہے جو ایک دوسرے کی مدد میری خاطر کرتے ہین۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ان اللہ تعالیٰ یقول یوم القیامۃ این المتحابون بجلالی الیوم اظلہم فی ظلی یوم لا ظل الا ظلی۔ اور فرمایا سبعۃ یظلہم اللہ فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ امام عادل وشاب نشأ فی عبادۃ اللہ ورجل قلبہ متعلق بالمسجد اذا خرج منہ حتی یعود الیہ ورجلان تحابا فی اللہ اجتمعا علی ذلک وتفرقا علیہ ورجل ذکر اللہ خالیا ففاضت عیناہ ورجل دعتہ امرأۃ ذات حسب وجمال فقال انی اخاف اللہ تعالیٰ ورجل تصدق بصدقۃ فاخفاہا حتی لا تعلم شمالہ ما تنفق یمینہ۔ اور فرمایا جب کوئی شخص دوسرے شخص سے فی اللہ ملتا ہے اُسکی زیارت کے شوق اور دیدار کی رغبت مین تو ایک فرشتہ اُسکے پیچھے سے اسکو یون کہتا ہے کہ تو پاک ہوا اور تیرا چلنا ستھرا ہوا اور تجھکو جنت ستھری ہوئی۔ اور فرمایا کہ ایک شخص اپنے کسی برادر فی اللہ کے ملنے کو چلا اللہ تعالیٰ نے راہ مین اُسکے لیے فرشتہ بٹھلا دیا اُسنے پوچھا کہ تمہارا قصد کہان کو ہے اُسنے کہا کہ اپنے فلان بھائی کے ملنے کو جاتا ہون کہا کہ تمکو اُس سے کچھ مطلب ہے کہا کہ نہین پوچھا کہ تمسے اور اُس سے کچھ قرابت ہے جواب دیا کہ نہین پوچھا کہ اُسنے کچھ تمہارے ساتھ سلوک کیا ہے کہا نہین فرشتہ نے پوچھا پھر کس وجہ سے اُسنے جواب دیا کہ مین فی اللہ اُس سے محبت رکھتا ہون فرشتہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو تیرے پاس بھیجا ہے کہ تجھکو اطلاع کردون کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت رکھتا ہے اسوجہ سے کہ تو اُس اپنے بھائی سے محبت رکھتا ہے اور تیرے لیے جنت واجب کردی۔ اور فرمایا کہ ایمان کی رسیون مین زیادہ مضبوط محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ ہے اسی حدیث کے باعث

واجب ہی کہ آدمی کے کچھ دشمن ہون جنسے بغض فی اللہ رکھتا ہو اور کچھ دوست ہون جنسے محبت فی اللہ رکھتا ہو اور مروی ہی کہ اللہ تعالی نے کسی نبی پر وحی بھیجی کہ تو نے دنیا مین جو زہد کیا تو اس سے تجکو سردست راحت ملی اور ٹوٹ کر میری طرف ہو رہا تو اس سے تجکو عزت ہوئی پر بتا تو کہ میرے باب مین کسی دشمن سے عداوت یا کسی دوست سے محبت کی ہی یا نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الٰہی کسی فاجر کا مجھپر احسان مت کرنا کہ اسوجہ سے میری محبت اسکو نصیب ہو اور مروی ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اگر تم میری عبادت تمام آسمانون اور زمین کے باشندون کی عبادت سی کرو اور محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ تم مین نہ ہو تو وہ عبادت تمہاری کچھ کام نہ آویگی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ اہل معصیت سے دشمنی کرکے خداے تعالی کی محبت پیدا کرو اور اُنسے دور رہنے سے اللہ تعالی کا قرب حاصل کرو اور اُنکو ناراض کرکے خداے تعالی کی رضا کی طالب ہو لوگون نے عرض کیا کہ یا روح اللہ پھر ہم کسکے پاس بیٹھین فرمایا کہ اُن لوگون کے پاس بیٹھو جنکے دیکھنے سے خدا یاد آوے اور جنکی تقریر تمہارا علم بڑھاوے اور جنکا عمل تمکو شوق آخرت دلاوے اور اخبار گذشتہ مین مروی ہی کہ اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے پسر عمران ہوشیار ہو اور اپنے لیے یار غار طلب کر اور جو دوست کہ میری خوشی پر تیرا موافق نہ ہو وہ تیرا دشمن ہی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے داؤد یہ کیا بات ہی کہ تم الگ کونے مین تنہا رہتے ہو عرض کیا کہ الٰہی مین نے تیری خاطر خلق کو برا جانا ارشاد ہوا کہ اے داؤد ہوشیار رہو اور اپنے لیے دوست طلب کر اور جو دوست کہ میری مسرت پر تیرا موافق نہ ہو اُسکے ساتھ مت رہنا کہ وہ تیرا دشمن ہی تیرے دل کو سخت کر دیگا اور تجکو مجھ سے دور کریگا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی اخبار مین ہی کہ آپ نے جناب احدیت مین عرض کیا کہ الٰہی یہ بات کسطرح سے ہو کہ سب لوگ مجھ سے محبت کرین اور جو معاملہ کہ میرے اور تیرے درمیان ہی اُسمین مین سلامت بھی رہون حکم ہوا کہ لوگون سے اُنکے اخلاق کے موافق سلوک کر اور جو معاملہ مجھ مین اور تجھ مین ہی اُسمین احسان کر اور ایک روایت مین یون ہی کہ دنیا والون سے اُنکے اخلاق سے اقتیادا کر اور آخرت والون سے اُنکے اخلاق سے احتیاط کر اور آخرت والون سے اُنکے اخلاق سے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین سے خداے تعالی کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہین جو الفت کرتے ہین اور الفت کیے جاتے ہین اور زیادہ مبغوض وہ ہین جو چغلی کھاتے ہین اور بھائیون مین جدائی ڈالتے ہین اور فرمایا کہ اللہ تعالی کا ایک فرشتہ ہی جسکا بدن نصف آگ کا ہی اور نصف برف کا وہ یہ کہتا ہی کہ الٰہی تو نے جیسی برف اور آگ مین الفت کی ویسی ہی اپنے نیک بندون کے دلون مین الفت کر۔ اور فرمایا کہ جب کوئی بندہ نیا دوست فی اللہ پیدا کرتا ہی تب ہی اللہ تعالی اُسکے لیے جنت مین ایک نیا درجہ مقرر کرتا ہی۔ اور فرمایا کہ دوست فی اللہ قیامت مین سرخ یاقوت کے عمود پر ہونگے اُس عمود کے سرے پر ستر ہزار کمرے ہونگی وہ لوگ جنت والون کو جھانکین گے اُنکا حسن جنت والون پر ایسا چمکیگا جیسا سورج دنیا والون کے اوپر چمکتا ہی تو جنت والے کہین گے کہ چلو فی اللہ دوستون کو دیکھین پس اُنکا حسن اہل جنت کی نظر مین سورج کی جوت کی طرح چمکیگا اُنکا لباس سبز دیبا کا سا ہوگا اور اُنکی پیشانیون پر لفظ المتحابون فی اللہ لکھا ہوگا۔ اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت علی رض نے فرمایا کہ دوستون کو ضرور پیدا کرو کہ وہ دنیا مین بھی کام آتے ہین اور آخرت مین بھی دیکھو دوزخ والے اُس روز یہ کہین گے فما لنا من شافعین ولا صدیق حمیم۔ اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ بخدا اگر مین اتنے روزے رکھون کہ افطار نہ کرون اور رات بھر عبادت کیا کرون کہ نہ سوؤن اور اپنا مال نفیس نفیس خداے تعالی کی راہ مین دے دون لیکن جس روز مین مرون میرے دل مین اللہ تعالی کی فرمانبرداری کی محبت اور اُسکے عاصیون کا بغض نہ ہو تو یہ سب باتین میرے کچھ کام نہ آوینگی۔ اور ابن سماک رح نے اپنی موت کے وقت عرض کیا کہ الٰہی تو جانتا ہی کہ مین ہرچند تیری نافرمانی کرتا تھا مگر جو شخص تیرا مطیع ہوتا تھا اُس سے محبت رکھتا تھا الٰہی میری اس عادت کو میرے لیے اپنے قرب کا باعث کر۔ اور حضرت حسن بصری رح وہ مضمون فرماتے ہین جو اسکی ضد ہی یعنی اے ابن آدم اس قول سے دھوکے مین مت آنا المرء مع من احب کیونکہ تجکو ابرار کا درجہ بدون اُنکے اعمال کے ہرگز نہ ملیگا یہود اور

نصاری بھی تو اپنے انبیا سے محبت رکھتے ہین اور اُنکے ساتھ نہین ہین۔ اور اسمین یہ اشارہ ہی کہ صرف محبت بدون موافقت بعض اعمال یا کل اعمال کے مفید نہین۔ اور حضرت فضیل رح نے اپنے کسی وعظ مین فرمایا این تو فردوس برین مین رہنا چاہتا ہی اور خدا سے تعالی کی ہمسائگی آرامگاہ مکان مین انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کے ساتھ ڈھونڈھتا ہی کس پر تجھے پتا پائی کونسی شہوت کو تو نے ترک کیا کون سے غصہ کو پیا کون سے قاطع رحم سے تو ملا کون سے اپنے بھائی کے قصور کو معاف کیا کون سے قریب سے تو فی اللہ دور ہوا کون سے بعید سے تو فی اللہ قریب ہوا اور یہ مروی ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ تو نے کبھی میرے لیے کوئی کام کیا ہی عرض کیا کہ الٰہی مین نے تیرے لیے نماز پڑھی روزہ رکھا صدقہ دیا زکوۃ دی حکم ہوا کہ نماز تیرے لیے برہان ہی اور روزہ سپر ہی اور صدقہ سایہ ہی اور زکوۃ نور ہی میرے لیے کونسا عمل کیا حضرت موسی نے عرض کیا کہ الٰہی مجھے بتا دے کہ تیرے لیے کونسا عمل ہی ارشاد ہوا کہ تو نے کبھی میرے لیے کسی دوست سے دوستی یا کسی دشمن سے دشمنی کی ہی یا نہین تب حضرت موسی علیہ السلام نے جانا کہ محبت فی اللہ اور عداوت فی اللہ افضل اعمال ہی۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہوکر ستر برس عبادت کرے تب بھی اللہ تعالی اُسکا حشر اُسی کے ساتھ کریگا جس سے اُسکو محبت ہوگی۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ فاسق سے بغض فی اللہ رکھنا موجب تقرب الی اللہ ہی۔ اور ایک شخص نے محمد بن واسع رح سے کہا کہ مین آپ سے محبت فی اللہ رکھتا ہون اُنھون نے فرمایا کہ جس شخص کی خاطر تم مجھ سے محبت کرتے ہو وہ تم سے محبت کرے پھر اپنا منھ پھیر کر کہا کہ الٰہی مین تجھ سے پناہ مانگتا ہون اِس بات سے کہ لوگ مجکو تیری خاطر سے محبوب جانین اور تو مجھسے بغض رکھے۔ اور ایک شخص داؤد طائی رح کے پاس گیا آپ نے فرمایا کہ تمھارا کیا مطلب ہی اُسنے کہا کہ صرف آپ کی زیارت آپ نے فرمایا کہ تم تو اچھا کام کیا کہ زیارت کی مگر مین اپنے حال کو سوچتا ہون کہ اگر مجھ سے یہ کہا جائیگا کہ تو کون ہی کہ زیارت کیا جاتا ہی کیا زاہد ہی یا عابد ہی یا نیک بخت ہی تو اُسوقت کیا ہوگا مین تو اُنمین سے بخدا ایک بھی نہین پھر اپنے نفس کی توبیخ پر متوجہ ہوکر کہنے لگے کہ جوانی مین تو فاسق تھا اب بڑھاپے مین ریاکار ہوگیا بخدا ریاکار کا فاسق سے بہت بدتر ہی۔ اور حضرت عمر رض نے فرمایا ہی کہ جب کوئی تم مین سے کسی بھائی کو دوست پاوے تو اُسکو مضبوط پکڑ لے کہ ایسے آدمی کم ملا کرتے ہین۔ اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ جب فی اللہ محبت کرنے والے آپس مین ملکر ایک دوسرے کو دیکھکر خوش ہوتے ہین تو اُنکے گناہ ایسے جھڑتے ہین جیسے جاڑے مین درخت کے پتے سوکھ کر گرتے ہین اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ آدمی کا اپنے بھائی کے چہرے پر نظر مودت اور رحمت سے دیکھنا عبادت ہی

دوسرا بیان اِس ذکر مین کہ اخوت فی اللہ کے معنی کیا ہین اور اسمین اور دنیا کی اخوت مین کیا فرق ہی جاننا چاہیے کہ محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ دقیق باتین ہین انکا حال تقریر آیندہ سے منکشف ہوگا وہ یہ ہی کہ صحبت دو طرح کی ہی ایک یہ کہ اتفاقی ہوجاے جیسے ہمسایہ مین رہنے سے یا مکتب خواہ مدرسہ مین ساتھ رہنے سے یا بازار مین یکجائی ہونے سے یا ایک جگہ نوکر ہونے سے یا سفر مین رفیق ہونے سے دوسرے وہ کہ بقصد و اختیار پیدا کیجاوے اور ہمکو بیان اسی کا منظور ہی کیونکہ اخوت فی الدین یقیناً اسی قسم مین واقع ہی اسلیے کہ ثواب اور ترغیب انھین افعال مین ہوتی جو اختیاری ہون اور صحبت کے معنی ہین پاس بیٹھنا اور ملنا جلنا اور یہ باتین انسان دوسرے سے جبھی کرتا ہی جب اسکو محبوب جانتا ہی کیونکہ غیر محبوب سے تو اجتناب اور دوری کیا کرتا ہی اور اُس سے اختلاط نہین چاہتا اور جس سے محبت رکھتا ہی تو دو حال سے خالی نہین یا صرف اسکی ذات سے محبت ہی کوئی اور مقصود اور محبوب چیز نہین جسکا ذریعہ اسکی محبت کو کیا جائے یا اسلیے محبت کرتا ہی کہ اُسکے ذریعہ سے دوسرا مقصود حاصل ہو پھر یہ مقصود تین صورت سے خالی نہین یا صرف متعلق بمنافع دنیاوی سے ہو یا آخرت سے متعلق ہو یا متعلق باللہ تعالی ہو تو یہ چار قسم کی محبت ہوئی اب ان چارون کو جدا جدا لکھا جاتا ہی۔ قسم اول یہ کہ انسان دوسرے شخص سے محبت صرف اسکی ذات کے لیے کرے اور یہ ہوسکتا ہی کہ ایک آدمی دوسرے کے نزدیک فی ذاتہ محبوب ہو یعنی جب وہ اُسکو دیکھے اور پہچانے اور اُسکے اخلاق کا مشاہدہ کرے تو اُسکو لذت حاصل ہو اسوجہ

کہ وہ اُسکو اچھا جانتا ہی کیونکہ اہل جمال اُس شخص کے حق مین لذیذ ہوتا ہی جو اُسکے جمال کو معلوم کرے اور ہر لذیذ محبوب ہوتا ہی اور لذت اچھا جاننے کے بعد ہوتی ہی اور اچھا جاننا صرف مناسبت اور موافقت کا تابع ہوتا ہی پھر وہ مستحسن یا تو ظاہری خوبصورتی ہو یعنی اعضا ظاہری کا اچھا ہونا یا صورت باطنی ہو یعنی عقل کا کامل ہونا اور اخلاق کا اچھا ہونا اور اخلاق کے اچھے ہونے سے افعال اچھے ہوتے ہین اور کمال عقل کی تابع علم کی کثرت ہی اور یہ سب باتین طبع سلیم اور عقل مستقیم کے نزدیک مستحسن ہین اور ہر مستحسن چیز قابل لذت اور محبوب ہوتی ہی بلکہ دلون کی الفت کے باب مین ایک اور بات اس سے باریک تر ہی یعنی دیکھتے ہین کہ بعض اوقات دو شخصون مین دوستی اور مودت مضبوط ہو جاتی ہی حالانکہ اسکا باعث نہ ظاہری ملاحت ہوتی ہی نہ خوبی عادت بلکہ وجہ اسکی مناسبت باطنی اور مشابہت معنوی ہوتی ہی جو اُن دونون مین الفت اور موافقت کا موجب ہوتی ہی کیونکہ ہر چیز کا مشابہ اپنی سرشت سے اُسکی طرف کھینچتا ہی اور اسی مضمون کا شعر کسی نے کہا ہی شعر جانب مثل ولا مثل کو ہوتی ہی کشش ۞ جیسے ہر عضو مین جاتی ہی غذا اُس جیسی ۞ اور باطنی مشابہتین پوشیدہ ہین اور اُنکے اسباب دقیق ہین آدمی کی طاقت نہین کہ اُنپر واقف ہو

اور اسی رمز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین ارشاد فرمایا الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف کہ جانون مین ملاپ کا نہ ہونا نتیجہ جدا رہنے کا ہی اور الفت نتیجہ تناسب کا ہی جسکو تعارف سے تعبیر فرمایا اور ایک روایت مین یون ہی ان الارواح جنود مجندۃ فی الہواء فتلتقی فتشام – اور بعض علما نے اس مضمون کو اسطرح بیان کیا ہی کہ اللہ تعالی نے ارواح کو پیدا کرکے انمین سے بعض کے دو ٹکڑے کیے اور انکو اپنے عرش کے گرد طواف کرایا تو اُن دو ٹکڑون مین سے جن دو دو مین تعارف وہان ہوگیا وہ دنیا مین بھی ملے رہے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ دو مومنون کی روحین ایک مہینے کے فاصلہ سے ملتی ہین حالانکہ اُنھون نے آپس مین ایک دوسرے کو کبھی نہین دیکھا – اور مروی ہی کہ ایک عورت مکہ معظمہ مین عورتون کو ہنسایا کرتی تھی اور دوسری ایسی ہی مدینہ منورہ مین تھی وہ مکہ والی اتفاقاً مدینہ منورہ کو گئی اور اُس والی عورت کے پاس اُتر کر حضرت عائشہ رض کے پاس گئی اور آپ کو ہنسایا آپ نے پوچھا کہ تو کہان اُتری ہی اُسنے کہا فلان عورت کے پاس آپ نے فرمایا کہ سچ کہا ہی اللہ تعالی اور اُسکے رسول نے مین نے سُنا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے الارواح جنود مجندۃ الخ – اور واقعی یہ ہی کہ مشاہدہ اور تجربہ شاہد ہی کہ تناسب کے وقت الفت باہمی ہوتی ہی اور طبیعتون اور اخلاق باطنی اور ظاہری مین تناسب کا ہونا سمجھ مین آتا ہی اور جن اسباب سے کہ یہ مناسبت ہوتی ہی اُنکا دریافت کرنا قوت بشری سے خارج ہی غایت یہ ہی کہ منجم یہ ہذیان سرائی کرے کہ جب ایک کا زائچہ دوسرے کے زائچہ کی تسدیس یا تثلیث پر ہوتا ہی تو یہ صورت موافقت اور دوستی کی ہی اور مقتضی تناسب اور میل کی اور جب مقابلہ یا تربیع پر ہوتا ہی تو مقتضی دوری اور عداوت کا ہوتا ہی تو یہ قول اگر سچا بھی ہو یعنی خدا تعالی نے جو عادت آسمانون اور زمین کی پیدائش مین مقرر کرلی ہی اُسکے مطابق ایسا ہی ہوا کرتا ہی تو جتنا اشکال اصل تناسب کے معلوم ہونے مین تھا اُس سے زیادہ اُسمین ہوگا پس ایسی بات مین خوض کرنے کی کیا ضرورت ہی جسکا راز بشر کے لیے واضح نہین کیا گیا کیونکہ انسان کو تو علم مین سے تھوڑا ہی سا عنایت ہوا ہی اور اسکی تصدیق کے لیے تجربے اور مشاہدے ہمکو کافی ہین اور حدیث شریف مین یہ آچکا ہی کہ اگر ایک مومن اُس مجلس مین جاوے جسمین سَو منافق اور ایک ایماندار ہو تو وہ اُسی ایماندار کے پاس آکر بیٹھیگا اور اگر ایک منافق ایسی مجلس مین جاوے جسمین سَو ایماندار اور ایک منافق ہو تو وہ اُسی منافق کے پاس آکر ہمنشست ہوگا – اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ مثل کو اپنی مثل کی طرف کشش ہوتی ہی اگرچہ اُسکو علم نہ ہو اور حضرت مالک بن دینار رح فرمایا کرتے تھے کہ دس آدمیون مین دو کا اتفاق جبھی ہوگا کہ ایک مین دوسرے کا کوئی وصف پایا جاوے اور لوگون کی شکلین ایسی ہین جیسے پرندون کی جنسین کہ اُڑنے مین دو قسم کے پرند کبھی نہین متفق ہوتے اور بدون مناسبت اُنکا پرواز ایک ساتھ نہین ہوتا ہی چنانچہ مشہور ہی کبوتر با کبوتر باز با باز ۞ کند ہمجنس با ہمجنس پرواز ۞ ایک روز اُنھون نے کوّے کو کبوتر کے ساتھ اُڑتا دیکھکر تعجب کیا کہ یہ کیسے ساتھ ہوے یہ تو ایک شکل کے نہین پھر جو اُنکو دیکھا تو معلوم ہوا کہ دونون لنگڑے تھے تب فرمایا کہ اسی وجہ سے انمین اتفاق ہوا

و بیہقی در شعب موقوفاً علی ابن مسعود رض ۱۲

اور اسی وجہ سے بعض حکما نے کہا ہے کہ ہر انسان اپنے ہم شکل سے انس کیا کرتا ہے جیسے ہر پرندہ اپنے ہم جنس کے ساتھ اڑتا ہے اور جب دو شخص چند ساتھ رہیں اور حالت میں ہم شکل نہ ہوں تو ضرور ہے کہ جدا ہو جاوینگے اور یہ بات ایسی ظاہر ہے کہ شاعر بھی اسکو جان گئے ہیں چنانچہ کسی نے اس مضمون کو باندھا ہے شعر وجہ فرقت کی جو پوچھی تو یہ مین نے کہا ہ میری صورت کا نہ تھا اسلیے ہوں اس سے جدا ہ غرضکہ انسان کو محبت دوسرے سے کبھی لذاتہ ہوتی ہے نہ کسی فائدہ کے سبب سے کہ اسکو حال میں یا مآل میں حاصل ہو بلکہ صرف اس مجانست اور مناسبت کی وجہ سے جو باطن کی سرشتوں اور پوشیدہ اخلاق میں ہوتی ہے اور اسی قسم میں خوبصورتی کی محبت بھی داخل ہے بشرطیکہ اس سے شہوت رانی مقصود نہ ہو کیونکہ اچھی صورتیں بذات خود لذت بخش ہوتی ہیں گو وہاں اصل شہوت بھی نہ ہو مثلاً میوؤں اور کلیوں اور پھولوں اور سرخی آمیز سیبوں اور آب رواں اور سبزے کے دیکھنے سے آنکھ کو لذت ہوتی ہے اور سوا ہے انکی ذات کے اور کوئی غرض ان سے نہیں ہوتی اور یہ محبت چونکہ سرشتی اور خواہش نفس سے ہے اور ملحدوں کو بھی ہوتی ہے اسلیے خدا کے واسطے کی محبت اسمین داخل نہیں لیکن اگر اس محبت میں کوئی غرض بد ملجاوےگی تو بری ہو جاوےگی مثلاً محبت کسی اچھی صورت کی شہوت رانی کے لیے ہو اور اسکی تحصیل حلال نہ ہو اور اگر کوئی بری غرض نملے تو یہ محبت مباح ہے کہ نہ اسکو محمود کہینگے نہ مذموم کیونکہ محبت تین ہی طرح کی ہوتی ہے یا قابل تعریف یا قابل مذمت یا مباح کہ نہ قابل تعریف ہو نہ قابل مذمت — دوسری قسم یہ ہے کہ انسان دوسرے سے محبت اس نظر سے کرے کہ اسکی ذات سے اسکا مقصود حاصل ہو اور محبت دوسری چیز کا وسیلہ ہوتی ہے اور محبوب چیز کا وسیلہ بھی محبوب ہوتا ہے اور جو چیز کہ غیر چیز کی خاطر محبت کی جاتی ہے تو حقیقت میں محبوب وہ غیر ہی ہوتی ہے مگر پہلی چیز چونکہ ذریعہ محبوب ہے اسلیے محبوب ہے اور اسی وجہ سے لوگ سونے اور چاندی کو محبوب سمجھتے ہیں حالانکہ ان دونوں کی ذات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کیونکہ نہ کہائی جاتی ہیں نہ پہنی جاتی ہیں مگر چونکہ وہ ذریعہ دوسری محبوب چیزوں کی ہیں اسلیے محبوب ہیں تو یہی حال بعض لوگوں کا ہے کہ انسے لوگ اسی طرح سے محبت کرتے ہیں جیسے چاندی اور سونے سے اس لحاظ سے کہ وہ ذریعہ مقصود ہوتے ہیں یعنی انکی وجہ سے جاہ یا مال یا علم حاصل ہوتا ہے مثلاً آدمی جو بادشاہ سے محبت کرتا ہے تو اسی وجہ سے کہ اسکے مال یا جاہ سے نفع ہوتا ہے اور اسکے خواص سے جو محبت کرتا ہے تو اس غرض سے کہ وہ لوگ بادشاہ کے سامنے اسکا حال اچھی طرح پیش کریں اور اسکے دل میں اسکی جگہ کر دیں اور جس مقصود کے لیے شخص محبوب کو ذریعہ کیا جاتا ہے اگر اسکا فائدہ فقط دنیاوی ہی ہو تو ذریعہ کی محبت فی اللہ محبت نہوگی اور اگر دنیاوی فائدہ پر انحصار نہیں مگر محبت کرنے والے کی غرض اس سے دنیا ہی کا فائدہ ہے تب بھی وہ محبت للہ مقصود نہوگی جیسے شاگرد محبت استاد سے تحصیل علم کے لیے کرے تو ہر چند علم کے فوائد منحصر بدنیا نہیں مگر شاگرد کی غرض اس سے اگر تحصیل دنیا اور مقبول ہونا مخلوق میں ہوگی تو اسکی محبت للہ نہوگی کیونکہ مقصود اسکا اس صورت میں جاہ و مال ہے گیا جسکے حصول کا ذریعہ علم ہے اور علم کے حاصل ہونے کا وسیلہ استاد ہے تو یہ محبت فی اللہ کچھ بھی نہ ہوئی ہاں اگر علم کو تقرب الی اللہ کی نظر سے تحصیل کرتا تو البتہ محبت فی اللہ ہوتی ورنہ اس طرح کی محبت استاد کی تو کافر سے بھی سرزد ہوتی ہے پھر اس محبت کی بھی دو قسمیں ہیں ایک مذموم دوسری مباح یعنی اگر علم کو مقاصد مذمومہ کا ذریعہ کرنے کی نیت ہے مثلاً ہمسروں کا زیر کرنا اور یتیموں کے مال کا جمع کرنا اور قاضی بن کر رعیت کو ستانا وغیرہ تو محبت بھی مذموم ہوگی اور اگر مباح مقاصد کی نیت ہوگی تو محبت بھی مباح ہوگی غرضکہ ذریعہ چونکہ بذات خود مستقل نہیں ہوتا اور مقصود کا تابع ہوتا ہے اس لیے حکم اور صفت ذریعہ پر وہی ہوتی ہے جو مقصود پر ہو تیسری قسم یہ ہے کہ محبت لذاتہ نہو غیر کے لیے ہو اور وہ غیر بھی حظوظ دنیاوی میں سے نہ ہو بلکہ حظوظ آخرت میں سے ہو اور یہ محبت ظاہر ہے کہ محبت فی اللہ میں معدود رہوگی مثلاً کوئی شخص اپنے استاد اور مرشد سے یا ہیں وجہ محبت کرے کہ انکے ذریعہ سے علم کی تحصیل اور عمل کی درستی ہوگی اور علم و عمل سے اسکا مقصود آخرت کی بہتری ہو تو اسکی محبت فی اللہ محبت میں شمار ہوگی۔ اسی طرح جو استاد اپنے شاگرد سے محبت کرے اور مقصود دنیاوی نہو صرف یہ لحاظ ہو کہ یہ مجھ سے علم سیکھتا ہے اسکی بدولت مجکو رتبہ تعلیم ملیگا اور عالم ملکوت میں درجہ تعلیم پر ترقی کرونگا کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص جانے اور عمل کرے اور لوگوں کو سکھاوے وہ آسمان کے

ملکوت مین عظیم پایا جاتا ہی اور ظاہر ہی کہ تعلیم بدون متعلم کے نہین ہوسکتی تو اس صورت مین اُستاد کو اس کمال کے حاصل ہونے کا سبب شاگرد ہی ہوا
پس اگر اُستاد اس سے محبت بدین لحاظ کرے کہ وہ میرے لیے ذریعہ حصول سعادت اخروی ہی کہ اسی کے باعث سے درجہ تعظیم آسمان کے ملکوت
مین ملیگا تو وہ محب فی اللہ ہوگا۔ اسی طرح جو شخص اپنا مال خیرات کرتا ہو اور مہمانون کو اکٹھا کرکے اُنکے لیے عمدہ اور عجیب کھانے مزہ دار خدا تعالی
کے تقرب کے لیے پکواتا ہو وہ اگر کسی باورچی سے اپنے فن کے طاق سے محبت کریگا تو وہ بھی محبین فی اللہ مین سے ہوگا ایسا ہی اگر کسی ایسے شخص سے
محبت کریگا جو اسکے صدقات کو مستحقون کو پہونچا دیا کرے تو وہ بھی محبت فی اللہ رکھنے والا ہوگا بلکہ اس سے بڑھکر ہم کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص اس
آدمی سے محبت کرے جو اسکی خدمت خود کرتا ہو یعنی اُسکے کپڑے دھوئے اور گھر مین جھاڑو دیتی اور کھانا پکانا اپنے ذمہ کرلے تاکہ اُسکو علم و عمل کے لیے
فراغت ملے اور اُسکا مقصود ان کامون کے لینے سے عبادت کے لیے فارغ ہونا ہو تو وہ بھی محب فی اللہ ہوگا۔ اور اس سے زیادہ اور ہم کہتے ہین کہ
جب ایک شخص دوسرے کی سب اغراض دنیاوی کا کفیل ہو جاوے یعنی کھانا اور لباس اور مسکن وغیرہ ضروریات اپنے پاس سے دے تاکہ
اُسکو علم و عمل کے لیے فراغت ہو جاوے اور دوسرا شخص بہین لحاظ اُس سے محبت رکھے اور اپنے علم و عمل سے اللہ تعالی سے تقرب چاہتا ہو تو وہ
بھی محب فی اللہ ہی چنانچہ اگلے لوگون مین کچھ صلحا ایسے تھے کہ اُنکے مقاصد دنیاوی کی کفالت بعض اہل ثروت نے کرلی تھی اور یہ دونون
شخص محبین فی اللہ مین سے تھے۔ اور اس سے زیادہ ہم کہتے ہین کہ جو شخص ایک نیک بخت عورت سے نکاح کرے اس غرض سے کہ اُسکے
سبب سے شیطانی وسوسہ سے بچے اور اپنے دین کو بچاوے یا اس نیت سے کہ اس سے کوئی فرزند نیک بخت ہو جو میرے لیے دعاء خیر کرے
اور وہ شخص اپنی بی بی کو ذریعہ مقاصد دینی سمجھ کر محبوب جانے تو وہ بھی محب فی اللہ ہوگا اور اسی وجہ سے احادیث مین عیال پر انفاق کرنے کا
بہت اجر اور ثواب وارد ہی حتی کہ اگر لقمہ کھانے کا اپنی بی بی کے مُنہ مین دیوے تو اُسپر بھی ثواب ملتا ہی بلکہ ہم کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالی کی
محبت اور اُسکی رضا اور دیدار اخروی کی محبت مین مشہور ہو تو وہ شخص اگر کسی غیر سے محبت کریگا تو محب فی اللہ ہوگا اسلیے کہ یہ ہو نہین سکتا
کہ وہ کسی ایسی چیز سے محبت کرے جسمین اُسکے محبوب کی مناسبت نہ ہو تو جس چیز سے محبت کریگا رضاء مولی جو اُسکا محبوب اور مطلوب ہی اول
مد نظر رکھیگا۔ بلکہ ہم اس سے زیادہ کہتے ہین کہ جب ایک شخص مین دو باتین جمع ہون کہ ایک ذریعہ تقرب الی اللہ ہو اور دوسرا ذریعہ حصول
دنیا اور کوئی دوسرا شخص جسکے دل مین اللہ تعالی اور دنیا کی محبت اکٹھی ہو اس سے بہین وجہ محبت کرے کہ اُسکو دونون باتون کی حاجت
ہی تو وہ بھی محبین فی اللہ مین سے ہوگا جیسے کوئی اُستاد اپنے شاگرد کو دین سکھاوے اور مال دیکر دنیا کی ضروریات سے بچاوے اور شاگرد جسکی
طبیعت مین طلب راحت دنیا اور سعادت آخرت دونون ہون اُسکو دونون امر کا ذریعہ سمجھکر اُستاد سے محبت کرے تو یہ محبت فی اللہ ہوگی کیونکہ
محبت فی اللہ مین یہ شرط نہین کہ حظ دنیا کی محبت بالکل نہو اسلیے کہ جس دعا کا حکم انبیاء علیہم السلام کو ہوا ہی اُسمین دنیا اور آخرت دونون کو
جمع کیا ہی چنانچہ ایک دعا یہ ہی ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنی دعا مین فرمایا الٰہی مت ہنسا مجھپر
میرے دشمن کو اور مت بُرائی پہونچا میرے سبب سے میرے دوست کو اور مت کر میری مصیبت میرے دین مین اور مت کر دنیا کو سب سے
بڑا مقصد میرا تو اس دعا مین دشمنون کی ہنسی کو ٹالنا حظوظ دنیاوی مین سے ہی اور یہ نہین کہا کہ دنیا کو میرا مقصد ہرگز مت کر بلکہ یون دعا مانگی
کہ دنیا کو میرا بڑا مقصد مت کر۔ اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا مین یہ فرمایا اللّٰھم انی اسالک رحمۃ انال بہا شرف کرامتک فی الدنیا
والآخرۃ۔ اور فرمایا اللّٰھم عافنی من بلاء الدنیا و عذاب الآخرۃ۔ حاصل یہ کہ جس صورت مین سعادت اخروی کی محبت اللہ تعالی کی محبت کی منافی
نہین تو دنیا مین صحت اور سلامتی اور کفایت اور کرامت کی محبت کیسے محبت الٰہی کی منافی ہوگی کیونکہ دنیا اور آخرت دو حالتین ایک دوسرے
کے قریب مین ایک حال مین ہی اور ایک مآل مین تو یہ کیسے ہوسکتا ہی کہ انسان اپنے کل کے حظوظ کو تو محبوب سمجھے اور آج اُنسے محبت نہ کرے
اور کل مین جو اُنسے محبت کرتا ہی تو اسی وجہ سے کہ کل حالت دائمی ہو جائیگی تو معلوم ہوا کہ حالت دائمی بھی مطلوب ہی اور وہ آج کی محبت

[illegible]

[illegible]

حاصل ہوتی ہے ان حظوظ دنیاوی کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ حظوظ اخروی کے مخالف ہوں اور ان سے روک دیں یہ وہ امور ہیں جنسے انبیا اور اولیا نے خود احتراز کیا ہے اور دوسرون کو انسے اجتناب کرنے کا حکم دیا اور دوسرے وہ کہ انکے مخالف نہیں یہ وہ باتیں ہیں کہ انبیا اور اولیا انسے دست کش نہیں کی جیسے نکاح کرنا اور حلال کھانا وغیرہ پس جو چیزیں کہ آخرت کے حظوظ کے مخالف ہوں تو شایان عاقل یہ ہے کہ انسے نفرت کرے نہ محبت یعنی ایسے نفرت عقلی کرے نہ طبعی مثلاً اگر کسی بادشاہ کا کھانا لذیذ موجود ہو اور آدمی جانتا ہو کہ اگر اسکو کھاؤنگا تو میرا ہاتھ کاٹا جائیگا یا گردن اڑا دی جائیگی تو جیسی نفرت اس کھانے سے ہوتی ہے ویسی ہی حظوظ دنیاوی سے چاہیے پر مقصود نہیں کہ لذیذ کھانے کو طبیعت نہ چاہے اور اگر کھانے تو لذیذ معلوم نہ ہو کیونکہ یہ امر تو محال ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ عقل اسکے کھانے سے مانع ہو اور نفرت کی وجہ وہی ضرر ہو جو ہاتھ کٹنے اور گردن مارے جانے سے متصور ہے اور مقصود اس سے یہ ہے کہ اگر شاگرد اپنے استاد سے محبت باینوجہ کریگا کہ اسکو دین سکھاتا ہے کہ دنیوی مہمات کا خبر گیران ہے یا استاد شاگرد سے باین لحاظ محبت کرے کہ علم دین سیکھتا ہے اور دنیا کی ضرورتون میں کام آتا ہے یعنی محبت کی علت ایک دنیاوی حظ ہوا اور ایک اخروی تو وہ بھی فی اللہ میں منحصر ہوگا مگر اسمین ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر استاد مثلاً شاگرد کو علم پڑھانا موقوف کردے یا شاگرد کو استاد سے تحصیل کرنا میسر نہ آوے تو محبت اسوجہ سے کم ہو جاوے تو اس شرط کے نہ پائے جانے سے جس قدر محبت کم ہوگی اسی قدر محبت خدا کے واسطے ہوگی اور اسی قدر پر فی اللہ محبت کا ثواب بھی ملیگا۔ اور یہ کچھ محال نہیں کہ جس آدمی سے تمہاری بہت سی غرضیں وابستہ ہوں اس سے تم زیادہ محبت کرو اور اگر وہ کچھ غرضوں کے پورا کرنے سے باز رہے تو تمہاری محبت بھی کم ہو جاوے اور زیادہ مطلب برآری ہو تو محبت بھی اور زیادہ ہو جاوے چنانچہ سونا اور چاندی اگر مقدار میں برابر ہوں تو جتنی محبت سونے کی تمکو ہوگی اتنی چاندی کی نہ ہوگی اسلیے کہ جتنی غرضیں سونے سے نکلتی ہیں وہ چاندی کی بہ نسبت کہ زیادہ ہوتی ہیں تو جب محبت کی زیادتی غرض کی زیادتی سے ہوسکتی ہے اور اجتماع اغراض دنیوی اور اخروی کا محال نہیں اور جس محبت میں دونون غرضیں ہونگی وہ منجملہ محبت فی اللہ ہوگی اور محبت فی اللہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ محبت ایسی ہو کہ اگر خدا تعالی اور آخرت پر ایمان نہ ہوتا تو وہ محبت بھی نہ ہوتی تو وہ محبت فی اللہ ہوگی اسی طرح جو زیادتی محبت کہ خدا تعالی اور روز آخرت پر ایمان نہونے سے موجود نہ ہو وہ بھی فی اللہ محبت میں سے ہوگی اور یہ ہر چند دقیق ہے مگر کیا اچھا جریری نے کہا ہے کہ لوگون نے قرن اول میں دین کا اتنا برتاؤ کیا کہ دین پتلا ہوگیا پھر دوسری قرن میں وفا کا معاملہ کیا یہان تک کہ وفا جاتی رہی اور تیسرے قرن میں مروت کا اتعامل کیا کہ وہ بھی جاتی رہی اب بجز خوف اور خواہش کے اور کچھ نہیں رہا چوتھی قسم یہ ہے کہ آدمی دوسرے سے اللہ فی اللہ محبت کرے یعنی نہ اس غرض سے کہ اس سے کوئی غرض علمی یا عملی حاصل ہو یا سوا ذات الہی کے اور کوئی مقصود ہو یہ قسم محبت کی سب سے اعلی اور سب سے دقیق اور نفیس ہے مگر تاہم ممکن الوجود ہے اسلیے کہ غلبہ محبت کی تاثیر یہ ہے کہ محبوب سے محبت متجاوز ہو کر ان لوگون اور چیزون پر پہونچتی ہے جو محبوب سے متعلق ہون گو دور کا علاقہ ہو مثلاً اگر کسی کو دوسرے شخص سے محبت زیادہ ہوتی ہے تو وہ محبوب کے محبوب اور خادم اور ثنا خوان سے اور اس شخص سے جسکی تعریف محبوب کرے محبت کیا کرتا ہے اور اس سے بھی محبت کرتا ہے جو محبوب کی رضامندی میں قدم ہو یہان تک کہ بقیہ بن ولید کہتے ہیں کہ ایماندار جب دوسرے ایماندار سے محبت کرتا ہے تو اسکے کتے سے بھی محبت کرتا ہے اور درحقیقت میں انکا قول درست ہے اور تجربہ و مثال سے جانا جاتا کہ اسکا شاہد ہے اور شعرا کے اشعار سے یہی مضمون ٹپکتا ہے اور یہی وجہ محبوب کا کپڑا یا دوسرا نشان رکھ چھوڑتے ہیں اور انکو [illegible] رکھتے ہیں اور اسکے گھر اور محلہ اور ہمسایون سے محبت کرتے ہیں چنانچہ مجنون بنی عامر نے اس مضمون کا قطعہ کہا ہے قطعہ

سیر اگذر دیار مین لیلی کے جب ہوا — بوسہ پہ بوسہ مین در و دیوار کو دیا
تڑپاتی نہیں دیار کی الفت سے میرا دل — پر ساکن دیار کی الفت مین مرمٹا

غرضکہ مشاہدہ اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت محبوب کی ذات سے بڑھکر ان چیزون پر بھی پہونچتی ہے جو اسکو محیط ہون یا اسکے اسباب سے متعلق ہون یا کوئی دور ہی کی مناسبت اس سے رکھتی ہون مگر یہ خاصیت غلبہ محبت کی ہے اصل محبت اتنی کافی نہیں اور جسقدر غلبہ محبت کو

قوت ہوتی ہو اُسی قدر ذات محبوب سے اُسکے گرد کی چیزون اور اسباب متعلقہ مین زیادہ پھیلتی جاتی ہو اسی طرح جب اللہ پاک کی محبت غالب ہوتی اور دل پر زور سے چھا جاتی ہو اور نوبت شیفتگی کی پہونچتی ہو تو جو چیز اُسکے سوا موجود ہو اُسکی طرف بھی پھیلتی ہو اس سبب سے کہ ماسوے کا وجود اُسکی قدرت کا نشان ہو اور یہ قاعدہ ہو کہ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہو وہ اُسکی صنعت اور کتابت اور تمام افعال سے محبت کرتا ہو اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کوئی نیا پھل آپ کے پاس لاتا تو آپ اُسکو اپنی آنکھ سے لگاتے اور اُسکی تعظیم کرتے اور فرماتے کہ یہ میرے رب نے ابھی موجود فرمایا ہو (یعنی بہت سے خطاوار ہاتھون مین نہین ملا گیا نہ پاؤن مین روندا گیا نہ زمین پر پڑا رہا بلکہ عالم الغیب کے حکم پاکر عالم شہادت مین تازہ وارد ہوا ہو اسکو وہ عالم چھوڑے تھوڑا زمانہ گذرا ہو) اور اللہ تعالی کی محبت کبھی اس لحاظ سے ہوتی ہو کہ آیندہ کو اُسکے وعدون کی توقع اور دولت اخروی کے ملنے کی امید ہوتی ہو اور کبھی اس لحاظ سے کہ اُسنے زمانہ سلف مین طرح طرح کی نعمتین اور احسان عطا فرمائے ہین اور کبھی صرف لذاتہ ہوتی ہو کوئی اور بات اگلی یا پچھلی کچھ نہین ہوتی اور اقسام محبت مین سے یہ سب سے دقیق اور اعلی ہو اور اسکا بیان چہارم جلد کے باب المحبت مین مذکور ہوگا بہرحال محبت الہی کسی طرح پر ہو جب وہ قوت پکڑتی ہو تو جو چیزین کسی وجہ کا بھی تعلق اُس سے رکھتی ہین اُنپر بھی پھیلتی ہو یہان تک کہ جو چیزین فی نفسہ درد دہندہ اور مکروہ ہوتی ہین وہ نظر مین اچھی معلوم ہوتی ہین اور فرط محبت سے انکا درد معلوم نہین ہوتا اور وہ درد اس خوشی مین چھپ جاتا ہو کہ یہ کام ہمارے محبوب کا ہو اور اُسنے ہماری درد رسانی کا قصد کیا ہو اسکی مثال ایسی جانو جیسے کوئی محبوب اپنے عاشق کو بوجہ عتاب کوئی ضرب لگا دے یا چٹکی لے کہ اس صورت مین فرط محبت سے وہ خوشی ہوتی ہو کہ درد انہین نہین معلوم ہوتا بلکہ اسکو خوش قسمتی اور رحمت سمجھتے ہین۔ اللہ تعالی کی محبت مین بعض لوگون کی یہ نوبت ہوگئی ہو کہ وہ کہتے ہین کہ مصیبت اور نعمت مین ہم کچھ فرق نہین کرتے کیونکہ دونون اللہ تعالی کی طرف سے ہین ع ہرچہ از دوست میرسد نیکوست ۞ اور ہم خوش اُسی چیز سے ہوتے ہین جسمین اُسکی رضا ہو یہان تک کہ بعض اُنمین سے یہ فرماتے ہین کہ خدا تعالی کی معصیت کے اگر مغفرت بھی ملے تو مین اُسکو نہین چاہتا۔ اور سمنون نے اس مضمون کا ایک شعر کہا ہو سے تجھ بن نہین ای خدا مجھے چین ۞ جس طرح سے چاہے آزمالے ۞ اور اسکی تحقیق باب المحبت مین انشاء اللہ آویگی اور مقصود یہ ہو کہ اللہ تعالی کی محبت جب قوی ہوتی ہو تو اس بات کا موجب ہوتی ہو کہ جو شخص اُسکی عبادت کا حق ادا کرے یا اُسکی صفت اُسکے نزدیک پسند ہو یعنی خوش خلق ہو یا شریعت کے آداب سے متصف ہو اُسکے ساتھ بھی محبت کیجاے۔ اور جو ایماندار کہ اللہ تعالی اور آخرت کا محب ہو اُسکے سامنے جب دو آدمیون کا ذکر کیا جاویگا کہ ایک عالم اور عابد ہو اور دوسرا فاسق اور جاہل تو وہ اپنے دل مین اول شخص کی طرف میل پاویگا پھر یہ میل جسقدر ایمان مین اور اللہ تعالی کی محبت مین ضعف ہوگا اُسی قدر ضعیف ہوگا اور جسقدر ان دونون باتون مین قوت ہوگی اُسی قدر قوی ہوگا اور یہ میل ضرور حاصل ہوگا گو وہ دونون شخص غائب ہون اور اُسکو یقین ہو کہ مجکو ان دونون سے دین مین اور دنیا مین کسی قسم کی بہتری یا بُرائی نہ پہونچیگی تو اس میل کا نام محبت للہ فی اللہ ہو بدون کسی مطلب کے کیونکہ اس سے محبت کرنے کی یہی وجہ ہو کہ اللہ تعالی اس سے محبت رکھتا ہو اور خداے تعالی کے نزدیک وہ پسندیدہ ہو اور خداے تعالی سے محبت رکھتا ہو اور اُسکی عبادت مین مشغول ہو اگر یہ میل ضعیف ہوتا ہو تو اُسکی کچھ تاثیر ظاہر نہین ہوتی اور نہ اُسکا کچھ ثواب اور اجر ظاہر ہو مگر جس صورت مین کہ قوی ہوتا ہو تو اس بات کا موجب ہوتا ہو کہ محبوب کا طرفدار ہو جیے اور جان و مال اور زبان سے اُسکی مدد کیجیے اور اس باب مین لوگ اُسی قدر متفاوت ہوتے ہین جسقدر کہ اللہ تعالی کی محبت مین متفاوت کرتے ہین اور بالفرض محبت اسی باب پر منحصر ہوتی کہ محب محبوب سے کوئی حظ حال مین یا مآل مین حاصل ہو تو جو نیک بخت عالم اور عابد اور صحابہ اور تابعین وفات پاچکے ہین اُنسے محبت ہو ہی نہ سکتی بلکہ انبیا علیہم الصلوات والسلام سے بھی محبت ممکن نہ تھی حالانکہ ان سب کی محبت ہر مسلمان دیندار کے دل مین مرکوز ہو اور اُسکا ظہور اُسوقت ہوتا ہو کہ کوئی دشمن اگر اُنمین سے کسی کو

۱۲ جو طبرانی نے صغیر مین روایت ابن عباس سے اور بیہقی نے دعوات کبیر مین روایت ابو ہریرہ سے ذکر کیا ہو با اختلاف الفاظ ۱۲

برا کہتا ہے تو اپنا ہارا کو غصہ آتا ہے اور اگر کوئی انکی مدح و ثنا بیان کرتا ہے اور انکی خوبیون مین رطب اللسان ہوتا ہے تو اسکو خوشی ہوتی ہے اور ان سب کی محبت للہ محبت مین داخل ہے اسلیے کہ یہ لوگ اللہ تعالی کے بندگان خاص ہین اور یون دستور ہے کہ جو کوئی بادشاہ سے یا کسی خوبصورت سے محبت رکھتا ہے تو اسکے خواص اور خادمون سے اور اسکے محبوب شخصون سے بھی محبت رکھتا ہے مگر محبت کا امتحان حظوظ نفس کے مقابلہ سے کیا جاتا ہے اور کبھی محبت ایسی غالب ہوتی ہے کہ اپنے نفس مین کوئی خواہش بجز محبوب کی خواہش کے نہین رہتی چنانچہ اسی مضمون کو کسی نے اس شعر مین باندھا ہے ؎ مجکو منظور ہے وصل اسکو ہے منظور فراق ٭ اسکی مرضی کے لیے اپنی خوشی کو چھوڑا ٭ اور کسی دوسرے نے کہا ہے ؎ جس زخم مین رضا ہو تمھاری نہین الم ٭ جو تاج میری کھال کا پیتے نہین ہے غم ٭ اور کبھی محبت اس طرح ہوتی ہے کہ اسکے باعث بعض حظوظ چھوڑ دیے جاتے ہین اور بعض نہین چھوڑے جاتے مثلاً نفس یہ گوارا کرتا ہے کہ محبوب کو نصف مال دے دے یا تہائی یا دسواں حصہ تو چونکہ مال بھی محبوب چیز ہے اسلیے مال کی مقدارین میزان محبت ہوتی ہین یعنی درجہ محبت کا اسی سے پہچانا جاتا ہے کہ اسکے مقابلہ مین دوسرا محبوب ترک کیا جاتا ہے پس جس شخص کے دل کو محبت گھیر لیتی ہے اسکے دل مین سواے محبوب کے اور کوئی چیز نہین رہتی وہ اپنے لیے کچھ مال باقی نہین رکھتا جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے کہ نہ اپنے لیے اہل رکھا نہ مال یعنی اپنی لخت جگر حضرت عائشہ صدیقہ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کیا اور تمام مال بھی آپ پر صرف کیا حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور آپ کی خدمت مین حضرت ابو بکر رض ایک کمل پہنے حاضر تھے جسکے دونون پلون کو اپنی چھاتی پر ایک لکڑی کا کانٹے سے ٹانک رکھا تھا کہ استنے مین حضرت جبرئیل علیہ السلام اترے اور سلام عزیز علام کی طرف سے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مین پہونچا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا بات ہے کہ ابو بکر کو مین دیکھتا ہون کہ کمل پہنے ہین اور اسکے پلون کو اپنی چھاتی پر خلال سے ٹانک رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ انھون نے اپنا مال فتح مکہ سے پیشتر مجھپر خرچ کر دیا حضرت جبرئیل ع نے فرمایا کہ انکو اللہ تعالی کی طرف سے سلام کہیے اور یہ فرمائیے کہ تمھارا رب تم سے فرماتا ہے کہ تم اپنی اس فقیری مین مجھ سے راضی ہو یا ناراض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رض کی طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اے ابو بکر یہ جبرئیل علیہ السلام ہین کہ تمکو اللہ تعالی کی طرف سے سلام کہتے ہین اور پوچھتے ہین کہ تم اپنی فقیری مین اللہ تعالی سے راضی ہو یا ناراض حضرت ابو بکر رض روئے اور عرض کیا کہ بھلا مین اپنے رب سے ناراض ہونگا مین اپنے رب سے راضی ہون اس تقریر سے یہ حاصل ہوا کہ شخص کسی عالم یا کسی ایسے شخص سے جو علم خواہ عبادت یا خیرات کی رغبت رکھتا ہو محبت رکھے تو اسکی محبت للہ اور فی اللہ ہوگی اور جس قدر محبت قوی ہوگی اسی قدر اسکو ثواب ہوگا یہ ہے شرح محبت فی اللہ اور اسکے درجات کی اگرچہ اسکے ضمن مین بغض

فی اللہ بھی سمجھ مین آسکتا ہے مگر ہم اسکو جدا گانہ لکھتے ہین

بغض اور بیان بغض فی اللہ کے ذکر مین مخفی نہ رہے کہ جن شخصون سے فی اللہ محبت کرنی واجب ہے انھین سے فی اللہ بغض کرنا ضروری ہے مثلاً اگر تم کسی شخص سے اسلیے محبت کرو کہ وہ اللہ تعالی کا مطیع اور اسکے نزدیک محبوب ہے تو اگر وہ شخص خدا تعالی کی نافرمانی کرے تو تمکو لازم ہے کہ اس سے بغض رکھو اسلیے کہ وہ خداے تعالی کا نافرمان اور اسکے نزدیک مستحق خفگی ہوا غرضکہ محبت اگر کسی سبب سے ہوتی ہے تو اسکی ضد سے بغض ہوا کرتا ہے اور یہ دونون باتین لازم ملزوم ہین ایک دوسرے سے جدا نہین ہوتی اور یہ قاعدہ محبت اور بغض فی اللہ دونون مین عام ہے مگر ہر ایک ان دونون مین سے دل مین گڑی رہتی ہے اور غلبہ کے وقت ظاہر ہوتی ہے اور اسی کے موجب افعال مترشح ہوتے ہین یعنی اقتضاے محبت قرب اور موافقت ہوتی ہے اور بغض کی صورت مین بعد اور مخالفت مترشح ہوتی ہے اور فعل مین ظاہر ہونے کے بعد اول صورت مین موالات کہلائی جاتی ہے اور دوسری مین معادات اور اسی لیے اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو فرمایا کہ تونے میرے باب مین کسی سے موالات یا معادات کی ہے کہ نہین جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا اور یہ دونون منفرد ہونے کی صورت مین ظاہر ہین مثلاً اگر کسی شخص کی طاعت ہی تمکو معلوم ہو تو تم اسباب

قادر ہو کہ اُسکے ساتھ محبت کرو یا کسی کا فسق و فجور ہی تمکو معلوم ہو تو ہو سکتا ہی کہ تم اُس سے بغض رکھو لیکن مشکل اُس صورت مین ہی کہ طاعت اور معاصی ملے ہون کہ تم یہ کہوگے کہ محبت اور بغض تو ایک دوسرے کی ضد ہین یہ دونون کیسے جمع کرون اسی طرح اُنکے نتائج مختلف ہین یعنی موافقت اور مخالفت اور موالات اور معادات کہ دونون ایک ساتھ کیسے کیے جاوین تو اسکا جواب یہ ہی کہ خدا تعالی کے حق مین ان دونون مین تناقض نہین جیسے کہ حظوظ انسانی مین بھی تناقض نہین کیونکہ اگر ایک شخص مین چند خصلتین جمع ہون کہ کچھ اُنمین سے محبوب ہون اور کچھ مکروہ تو تمکو اُس شخص کے ساتھ بعض وجوہ سے محبت ہوگی اور بعض سے بغض مثلاً کسی کی بی بی نہایت خوبصورت ہی مگر بدذات ہی یا لڑکا ذکی خدمتگزار ہی مگر بدکار ہی تو ایسا ظاہر ہی کہ اُسکو اِن دونون سے من وجہ محبت ہوگی اور ایک وجہ سے بغض ہوگا تو اِسکا حال اُنکے ساتھ دو حالتون کے درمیان مین ہوگا نہ محض محبت ہوگی نہ صرف بغض اسی طرح اگر ایک شخص کے بالفرض تین لڑکے ہون ایک ذکی اور خدمتگزار ہو اور دوسرا غبی اور نافرمان اور تیسرا غبی اور خدمتگزار یا ذکی اور نافرمان ہو تو وہ اپنے جی مین ان تینون کے ساتھ تین حالتین متفاوت رکھیگا جیسے ان تینون کی خصلتین متفاوت ہین اسی طرح تمہارا حال بھی لوگون کے ساتھ متفاوت ہونا چاہیے یعنی جس شخص پر غلبہ فجور ہو اسکے ساتھ بغض اور اعراض اور جدا رہنا ہو اور جسپر غلبہ طاعت ہو اُسکے ساتھ محبت اور التفات اور صحبت ہو اور جسمین دونون چیزین جمع ہون اُسکے ساتھ کچھ محبت کی باتین اور کچھ بغض کی ہون۔ اب اگر یہ کہو کہ ہر ایک مسلمان کے حق مین اسلام طاعت ہی تو باوجود اسلام کے اس سے بغض کیسے کیا جاوے تو اسکا جواب یہ ہی کہ اسلام کی وجہ سے اُس سے محبت کرو اور معصیت کی وجہ سے اس سے بغض کرو اور ایسی صورت اُسکے ساتھ رکھو کہ اگر مثلاً اُسکو کافر کی یا بدکار کی حالت پر قیاس کرو تو دونون مین کچھ فرق معلوم ہوگا یہی فرق اسلام کی وجہ سے محبت ہی اور اسی سے حق اُسکا ادا ہو جاتا ہی اور خدا تعالی کے حق مین طاعت اور قصور کو ایسا سمجھو جیسے اپنے حق کی طاعت اور قصور کو جانتے ہو مثلاً جو شخص ایک غرض مین تمہاری مساعدت کرے اور دوسری مین مخالفت تو اُسکے ساتھ ایک درمیانی حالت مین رہو کہ نہ راضی رہو نہ ناراض اور نہ التفات ہو نہ اعراض اور نہ محبت ہو نہ نفرت اور نہ اتنا مبالغہ اسکی تعظیم مین کرو جتنا اس شخص کے لیے کرتے ہو جو تمام غرضون مین تمہارا موافق ہو اور نہ اتنی زیادتی اُسکی اہانت مین کرو جتنی اُس شخص کے لیے کرو جو سب غرضون مین تمہارا مخالف ہو پھر اس حالت درمیانی کا میل کبھی تو اہانت کی طرف ہو جاتا ہی جبکہ قصور کا غلبہ ہوتا ہی اور کبھی تعظیم کی طرف جس صورت مین کہ غلبہ موافقت ہوتا ہی تو ایسا ہی تمہارا حال اس شخص کے ساتھ مین ہونا چاہیے جو کبھی اللہ تعالی کی اطاعت کرے اور کبھی معصیت اور بعض اوقات اسکی رضا کا متعرض ہو اور کبھی اُسکی خفگی کا۔ اب اگر یہ پوچھو کہ بغض کا اظہار کونسی بات سے ہو سکتا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ قول سے بھی ممکن ہی اور فعل سے بھی قول سے اسطرح کہ کبھی تو اُس سے گفتگو کرنی ترک کر دے اور کبھی سخت و سست کہے اور خفیف کرے اور فعل سے اسطرح کہ کبھی تو اسکی اعانت مین سعی نہ کرے اور کبھی اُسکو برائی پہونچانے اور کام بگاڑنے مین کوشش کرے اور ان باتون مین بعض بنسبت اَوروں کے زیادہ سخت ہین اگر فسق و معصیت جو اس شخص سے سرزد ہون اُنکے مطابق ہونی چاہیے جیسی خطا کرے اُسی قسم کا بغض کیا جاوے لیکن جو لغزش اسطرح کی اس سے سرزد ہو کہ معلوم ہو کہ وہ خود اُسپر نادم ہی اور آگے کو اصرار نہ کریگا تو بہتر یہ ہی کہ اُس سے چشم پوشی اور درگذر کی جاوے اور اگر کسی صغیرہ یا کبیرہ پر اصرار کرے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ تم مین اور اس شخص مین اگر پہلے سے پکا یارانہ اور صحبت اور الفت ہی تو اُسکا حکم اور ہی جسکو ہم آگے بیان کرینگے اور اسی مین علما کا اختلاف ہی لیکن اگر الفت اور صحبت نہو تو بغض کے آثار کا ظاہر کرنا ضروری ہی یا تو اسطرح کہ اس سے اعراض کرکے علیحدگی اختیار کرے اور توجہ کم کر دے یا اُسکو زبان سے سخت و سست کہکر خفیف کرے یہ صورت اعراض کی نسبت کڑی ہی تو خفیف معصیتون مین اعراض کا استعمال کرنا چاہیے اور سخت معصیتون مین برا بھلا کہنا۔ اسی طرح فعل سے بغض ظاہر کرنے کے بھی دو درجے ہین ایک تو یہ کہ اُسکی اعانت اور رفاقت اور مساعدت ترک کیجاوے یہ ادنی مرتبہ ہی اور دوسرا یہ کہ اُسکے کام بگاڑ دے اور کوئی غرض اُسکی پوری نہونے دے جیسے دشمن ایک دوسرے کے مطالب کے

مانع ہوتے ہین مگر یہ صورت انھین مطالب مین برتنی چاہیے جنسے طریق معصیت خراب ہو جاوے اور وہ معصیت نہ کرنے پاوے اور جن مطالب کی تاثیر معصیت کے ترک کرنے مین نہ ہو انکا بگاڑنا نہین چاہیے مثلاً ایک شخص نے شراب خواری سے خدا تعالی کی معصیت کی اور اب وہ ایک عورت سے نسبت چاہتا ہی کہ اگر بالفرض اس سے نکاح ہو جاوے تو لوگ اُسکے مال اور جمال اور جاہ پر رشک کرین لیکن اُسکا نکاح نہ تو مانع اُسکی شراب خواری کا ہی اور نہ باعث ترغیب مے نوشی ہی اب اگر تمکو یہ قدرت ہو کہ چاہو تو اُسکی اعانت کرکے اُسکا نکاح کرادو اور چاہو کوئی رخنہ ڈالکر نکاح نہ ہونے دو تو اس صورت مین تمکو یہ ضرور نہین کہ خواہی نخواہی اُسکے مطالب کے فوت مین کوشش کرو ہان اگر اعانت اپنے غصہ کے ظاہر کرنے کو نہ کرو تو کچھ مضائقہ نہین مگر اعانت کا ترک کرنا واجب نہین کیونکہ کیا عجب ہی کہ تمھاری نیت اعانت سے یہ ہو کہ ہماری وجہ سے اسکا کام اگر نکل جائیگا تو یہ ہماری دوستی کا معتقد ہوکر جو کچھ ہم کہین گے اُسکو وہ مان لیگا تو ایسی نیت اعانت کرنی بہتر ہی اور اگر یہ نیت نہ ہو تب بھی برعایت اداے حق اسلام اُسکی اعانت ممنوع نہین بلکہ اگر اُسنے کوئی قصور خاص تمھارا یا تمھارے کسی متعلق کا کیا ہو تو اُسوقت اُسکے انجاح مرام مین اعانت کرنی بہت بہتر ہی اور اسی باب مین یہ آیت نازل ہوئی ہی ولا یاتل اولو الفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربی والمساکین والمہاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم اُسکی شان نزول یہی کہ مسطح بن اثاثہ نے حضرت عائشہ رضہ کے بہتان مین شرکت کی تھی اور حضرت ابو بکر صدیق رضہ انکو کچھ مال پہلے دیا کرتے تھے اس واقعہ کے بعد آپنے قسم کھائی کہ اُسکو کچھ نہ دونگا تب یہ آیت اُتری تو باوجودیکہ مسطح کی خطا ایسی بڑی تھی کہ اس سے زیادہ اور کوئی نہین یعنی حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت گستاخی اور حضرت عائشہ رضہ جیسی بی بی پر زبان درازی کی مگر چونکہ اس حادثہ مین گویا قصور حضرت ابو بکر صدیق رضہ کا کیا تھا اور صدیقون کی عادت یہ ہی کہ جو شخص اُنپر ظلم کرے اُسکو معاف کرین اور جو انکے ساتھ بُرائی کرے اُسپر احسان کرین لہذا یہ آیت اُتری اور حضرت صدیق رضہ نے جو مسطح کا دینا موقوف کردیا تھا اُسکو جاری کردیا اور اس مضمون پر کاربند ہوے ۞ بدی را بدی سہل باشد جزا ۞ اگر مردی احسن الی من اساء ۞ اور احسان اُسی پر اچھا ہوتا ہی جو اپنے اوپر ظلم کرے لیکن جو شخص کسی دوسرے پر ظلم کرے اور خدا تعالی کی نافرمانی کرے تو اُسپر احسان کرنا اچھا نہین اسلیے کہ ظالم پر احسان کرنا مظلوم کے ساتھ بُرائی کرنی ہی حالانکہ مظلوم کے حق کا لحاظ کرنا اور ظالم سے اعراض کرکے اُسکے دل کو قوی کرنا خدا تعالی کے نزدیک اس سے اچھا ہی کہ ظالم کے دل کو تقویت ہو لیکن جس صورت مین کہ تم خود مظلوم ہو تو تمھارے حق مین بہتر یہی ہی کہ معاف کردو اور درگذر کرو۔ اور سلف کے طریق اہل معاصی پر بغض ظاہر کرنے کے باب مین مختلف ہین مگر اس بات پر سب متفق ہین کہ ظالمون اور بدعتیون اور اُن لوگون پر جو اللہ تعالی کی معصیت ایسی کرین جسکا ضرر دوسرون کو پہونچے بغض کا اظہار چاہیے اور جن لوگون نے کہ معصیت خود اپنے حق مین کی تو اس باب مین سلف کے طریق مختلف ہوے کسی نے تو اہل معصیت پر رحم کی نگاہ کی اور بعض نے بہت مبالغہ انکار مین کیا اور اُنسے ملنا چھوڑ دیا چنانچہ امام احمد حنبل رح ادنی بات مین اکابر کا ملنا ترک کردیتے تھے یہان تک کہ یحیی بن معین کے اس قول پر کہ مین کسی سے نہین مانگتا اور اگر بادشاہ مجکو کچھ بھیج دیگا تو مین لے لونگا اُنسے ملنا چھوڑ دیا اسی طرح حارث محاسبی سے ملنا قاصت ترک کردی کہ اُنھون نے ایک کتاب فرقہ معتزلہ کے رد مین لکھی تھی اور فرمایا کہ تم پہلے انکا اعتراض نقل کرتے ہو تب جواب دیتے ہو تو لوگون کو ان شبہات مین خود ڈالتے ہو اور ابو ثور سے بوجہ سے ملنا چھوڑ دیا تھا کہ اُنھون نے اس حدیث کی تاویل کی تھی ان اللہ خلق آدم علی صورتہ اور درگذر کرنا ایک امر ہی جو نیت کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہی اور اختلاف حال کے باعث نیت مختلف ہوتی ہی پس اگر دل پر یہ گمان غالب ہو کہ مخلوق مضطر اور عاجز ہین جو انکی تقدیر مین لکھ گیا ہی اسی کے مسخر ہین تب تو عداوت اور بغض مین تساہل کا موجب ہوگا اور اُسکی بھی ایک وجہ ہی لیکن کبھی اسطرح کی حالت مداہنت مین سے مشتبہ ہو جاتی ہی کہ اکثر معاصی سے چشم پوشی کی وجہ مداہنت ہوتی ہی

اور لوگون کی دلداری اور یہ خوف کہ کہین لوگ محبت سے وحشت اور نفرت نہ کرنے لگین اور شیطان اس بات کو جاہل احمق کے خیال مین ڈالتا ہی کہ مین لوگون کو بنظر رحم دیکھتا ہون کہ یہ حرکت انسے بوجہ اضطرار اور مجبور ہونے کے سرزد ہوئی ہی اور اسکے صادق ہونے کی کسوٹی یہ ہی کہ اگر کوئی شخص خاص اسکا کوئی قصور کرے اور اسوقت بھی مجرم کو یہ شخص بنظر رحم دیکھے اور کہے کہ شدنی یہی تھی اور تقدیر کے آگے تدبیر نہین چلتی یہ جرم تو اسپر لکھا ہوا تھا اسکا مرتکب کیسے نہ ہوتا تب تو البتہ خدا تعالیٰ کے حق مین قصور پر اغماض کرنا صحیح ہوگا اور اگر اپنے قصور پر تو جلے مرین اور خداے تعالیٰ کے قصور پر اغماض کرین تو یہ صورت مداہنت اور لوگون کی رعایت اور شیطان کے دھوکے کی ہی اس سے آگاہ رہنا چاہیئے۔ اب اگر یہ کہو کہ ادنیٰ درجہ بغض کے اظہار کا ترک ملاقات اور اعراض کرنا اور رفاقت اور اعانت کا قطع کر ڈالنا ہی تو کیا یہ باتین واجب ہین کہ اگر بندہ ایسا نہ کرے تو گنہگار ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ علم ظاہر مین یہ باتین تکلیف کے اندر داخل نہین اور نہ انکے واجب ہونے کا حکم پایا جاتا ہی اسلیے کہ قطعاً ہم جانتے ہین کہ جن لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رض کے زمانہ مین شراب پی اور بدکاریان کین وہ ملاقاتون مین بالکل چھوڑے نہ جاتے تھے بلکہ یون ہوتا تھا کہ بعض لوگ تو انکو سخت سست کہتے تھے اور اظہار بغض کرتے تھے اور بعض انسے اعراض کرتے تھے اور انسے کسی طرح مزاحمت نہ کرتے تھے اور بعض انکو بنظر رحمت دیکھتے تھے اور انسے میل کرنا اور دور رہنا پسند نہ کرتے تھے۔ غرضکہ یہ دینی دقائق ہین طریق آخرت کے چلنے والون کی راہین انہین مختلف ہین ہر ایک کا عمل اسی طرح کا ہوتا ہی جسکو اسکا حال مقتضی ہو اور مقتضاے احوال ان امور مین یا کراہت ہی یا استحباب تو بھی ان باتون کا کرنا فضائل کے رتبہ مین ہوگا حرمت یا وجوب کی حد کو نہ پہونچیگا اسلیے کہ تکلیف شرعی مین تو اصل معرفت اللہ تعالیٰ کی اور صرف محبت داخل ہی اور یہ محبت کبھی محبوب سے متعدی ہو کر اسکے غیر پر پہونچتی ہی اور متعدی وہی محبت ہوتی ہی جو درجہ افراط اور استیلا کو پہونچے تو اس درجے کی محبت عوام خلق کے حق مین فتوی کے رد سے ہرگز تکلیف شرعی مین داخل نہین۔

چوتھا بیان ان لوگون کے مراتب کے ذکر مین جو فی اللہ بغض کرتے ہین اور انکے معاملہ کی کیفیت مین۔ اب اگر یہ کہو کہ فعل سے بغض و عداوت کا ظاہر کرنا گو واجب نہین مگر اسکے مستحب ہونے مین تو شک نہین اور عاصی اور فاسق مراتب مختلف پر ہین تو انسے معاملہ کرنے مین فضل کیسے حاصل ہو اور سب کے ساتھ ایک ہی طرح چلنا چاہیئے یا نہین۔ تو اسکا جواب یہ ہی کہ مخالفت حکم خداے تعالیٰ کا دو قسم ہی ایک مخالفت فی العقیدۃ دوم مخالفت در عمل اور مخالفت فی العقیدہ تین طرح پر ہوسکتا ہی یا کافر یا بدعتی اور بدعتی دو حال سے خالی نہین یا دوسرون کو اپنی بدعت کی طرف طالب ہی یا اپنے عجز خواہ اختیار سے خاموش ہی اب تینون کو جدا جدا سنو اول کافر کا حکم دریافت کرو کہ اگر حربی ہو تو مستحق قتل اور غلام بنانے کا ہی ان دونون باتون سے بڑھکر کوئی اہانت نہین اور اگر ذمی ہی تو اسکو ایذا دینا جائز نہین بجز اسکے کہ اس سے اعراض کیا جاوے اور راستون مین دبا کر نکلے اور سلام کی ابتدا اپنی طرف سے نہ ہو اور اگر وہ السلام علیک کہے تو جواب مین وعلیک کہدیا جاے اور بہتر یہ ہی کہ اس سے گفتگو اور معاملہ اور ساتھ کھانا نہ کیا جاے لیکن انبساط اور اختلاط جیسا دوستون کے ساتھ ہوتا ہی وہ تو سخت مکروہ ہی گویا کہ اختلاط کوئی حرمت کی حد کو پہونچتا ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہی لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباءہم وابناءہم الآیۃ اور فرمایا یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء الآیۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین المسلم والمشرک لا تتراءی ناراہما۔ دوسرے وہ بدعتی جو اپنی بدعت کی طرف دوسرون کا طالب ہو اسکا یہ حکم ہی کہ اگر بدعت ایسی ہو جس سے کافر ہو جاتا ہو تو اسکا معاملہ ذمی سے بڑھکر ہی اسلیے کہ وہ نہ اقرار جزیہ کا کرے اور نہ عقد ذمہ کے لیے مانع اور اگر ایسی بدعت ہو کہ اس سے کافر نہ ہوتا ہو تو اسکا معاملہ جو ہمین اور اللہ تعالیٰ مین ہی کافر کی نسبت کم خفیف ہی مگر اہل اسلام کو اسپر انکار کرنا کافر کی نسبت زیادہ چاہیئے اسلیے کہ کافر کی برائی مسلمانون پر متعدی نہین کیونکہ اسکے کفر کے معتقد نہین اور نہ وجہ اسکے قول پر التفات نہین کرتے اور نہ وہ دعوی اپنے مسلمان ہونے اور اعتقاد حق کا کرتا ہی بخلاف بدعتی کے جو طالب اپنی بدعت کی طرف

کہ وہ لوگون کو اپنی بدعت کی طرف بلاتا ہو وہی حق ہی پس وہ خلق کی گمراہی کا باعث ہو اور اسکی برائی دوسرون کو لگتی ہو تو اسکے بغض کا ظاہر کرنا اور اس سے عداوت رکھنی اور ملاقات ترک کرنی اور اسکی بدعت کی وجہ سے اسکی حقارت کرنی اور اسکو برا کہنا اور لوگون کو اسکے پاس سے نفرت دلانا نہایت درجہ کو مستحب ہی اور اگر وہ تنہائی مین سلام کرے تو جواب دینے مین کچھ مضائقہ نہین اور اگر یہ معلوم ہو کہ اس سے اعراض کرنا اور جواب کا نہ دینا اسکے دل مین بدعت کو برا کر دیگا اور اسکی زجر و توبیخ مین اثر کریگا تو اس صورت مین جواب کا نہ دینا بہتر ہی اس لیے کہ جواب سلام اگرچہ واجب ہی مگر ادنی غرض مصلحت آمیز کے باعث ساقط ہو جاتا ہی مثلاً آدمی اگر حمام مین ہو یا قضاء حاجت کرتا ہو تو جواب سلام اسپر سے ساقط ہی اور بدعتی کا زجر کرنا ان غرضون کی نسبت کر زیادہ ضروری ہی اور اگر سلام مجمع مین کرے تو ترک جواب بہتر ہی کہ لوگ اس سے نفرت کرین اور اسکی بدعت کو برا سمجھین اور اسی طرح اسپر سلوک نہ کرنا اور اسکی مدد نہ کرنی خصوص ان امور مین جو لوگون پر ظاہر ہون بہتر بات ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین جو شخص بدعت والے کو جھڑکے اور اسکے قول و فعل کو نہ مانے اللہ تعالی اسکے دل کو امن اور ایمان سے بھر دیگا اور جو شخص بدعت والے کی اہانت کریگا اللہ تعالی اسکو قیامت کے دن امن دیگا اور جو شخص اس سے نرمی کریگا یا اسکی تعظیم کریگا یا کشادہ پیشانی اس سے ملیگا تو وہ اس بات کو خفیف جانیگا جو اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہی۔ سوم عامی بدعتی جو دوسرون کو اپنے عقیدہ کی طرف نہ بلاوے اور نہ اسکی اقتدا کا خوف ہو تو اسکا معاملہ آسان ہی اسکے ساتھ یون کرنا چاہیے کہ ابتدا ہی سے سخت کہنا اور اہانت نہ چاہیے بلکہ نرمی سے اسکو نصیحت کرنی چاہیے کیونکہ عوام کے دل جلد بدل جاتے ہین اور اگر نصیحت مفید نہ ہو اور اعراض کرنے سے بدعت اسکی نظر مین بری ہوتی ہو تو اعراض ہی زیادہ مستحب ہو جائیگا اور اگر یہ معلوم ہو کہ خواہ کچھ کرو وہ کاٹھ کا الو ہی رہیگا کہ دل مین جو بات جم گئی وہ نہ نکلیگی اور طبیعت کند ہی تو اس صورت مین بھی اعراض اولی ہی کیونکہ بدعت کے قبیح جاننے مین اگر مبالغہ نہین کیا جاتا تو پھیل جاتی ہی اور اسکا فساد عام ہو جاتا ہی۔ اب اسکا حال سنو جو عمل اور فعل سے معصیت کرے اور عقیدہ مین مخالف نہو پس اسکی معصیت یا تو ایسی ہوگی کہ اس سے دوسرون کو ایذا ہو جیسے ظلم اور غصب اور جھوٹی گواہی اور غیبت اور لوگون کو بھڑا دینا اور چغلی کھانا وغیرہ اور یا ایسی ہوگی کہ اس سے دوسرون کو ایذا نہو اور یہ بھی دو حال سے خالی نہین ایک یہ کہ دوسرون کو شر اور فساد کی طرف بلاوے جیسے شراب فروش کہ عورت مرد کو جمع کرکے اسباب شر و فساد انکے لیے آمادہ کرتا ہی دوسرے وہ کہ غیر کو اپنے فعل کی طرف نہین بلاتا جیسے وہ شخص کہ شراب پیتا ہی یا زنا کرتا ہی پھر یہ بھی دو قسم ہی یا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہی یا صغیرہ کا اور دونون صورتون مین یا اصرار کرتا ہی یا نہین تو ان سب تقسیمون سے تین قسمین حاصل ہوتی ہین اور ہر ایک قسم کے لیے ایک مرتبہ ہی کہ کسی مین شدت زیادہ ہی کسی مین کم اور سب کے ساتھ ایک چال نہین چلا جاتا پہلی قسم معصیت کی جو سب مین شدید ہی وہ ہی جس سے لوگون کو ضرر ہو مثلاً ظلم اور غصب اور جھوٹی گواہی اور غیبت اور چغلی تو جو لوگ ان حرکات کے مرتکب ہون بہتر یہ کہ انسے اعراض کیا جاوے اور انکا اختلاط متروک ہو اور انکے معاملات سے کنارہ کشی ظاہر کیجاوے اس لیے کہ جس معصیت سے خلق کو ایذا ہو وہ شدید ہوتی ہی پھر اس قسم کی معصیت بھی کئی قسم ہی مثلاً ایک شخص خون کا ظلم کرتا ہی اور دوسرا مال کا اور تیسرا آبرو کا اور ہر ایک دوسرے سے سخت ہی تو انکی اہانت کرنی اور انسے اعراض کرنا نہایت موکد ہی اور جس صورت مین کہ اہانت سے یہ توقع ہو کہ انکو یا غیرون کو تنبیہ ہوگی تو اس صورت مین حکم اور زیادہ موکد اور سخت ہوگا۔ دوسری قسم کا عاصی خرابی کے اسباب فساد کو آمادہ کرتا ہی اور خلق پر طریق فساد آسان کرتا ہی تو وہ جس مخلوق کو دنیا مین ایذا نہین دیتا مگر اپنے فعل سے انکا دین چھینتا ہی گو انکی مرضی سے ہو تو یہ بھی اول قسم کے قریب ہی گو اس سے ہلکا ہی کیونکہ جو گناہ بندہ کے اور اللہ تعالی کے درمیان ہی ہر چند عفو کے قریب ہی مگر اس جہت سے کہ وہ فی الجملہ دوسرون کی طرف متعدی ہوتا ہی خفیف ہی تو ایسے شخص کا حکم بھی یہی ہی کہ اسکی اہانت کیجاوے اور اعراض اور علیحدگی اور سلام کا جواب نہ دینا اگر یہ امید ہو کہ اس ترک سے اسکو خواہ غیرون کو کسی قسم کا زجر ہوگا۔ سوم وہ گناہگار کہ خود شراب خواری یا کسی واجب کے ترک کرنے یا امر ممنوع کے ارتکاب سے

فاسق ہوتا ہی تو اسکا معاملہ خفیف ہی لیکن اُس گناہ کے ارتکاب کے وقت اگر دیکھ لیا جائے تو اسی طرح اُسکا روکنا واجب ہی جس سے وہ باز رہے
گو مارنے سے ہو یا خفیف کرنے سے اسلیے کہ بُری بات سے منع کرنا واجب ہی اور اگر وہ گناہ سے فارغ ہو چکا اور معلوم ہی کہ یہ فلان گناہ کا عادی ہی
اور اُسپر اصرار کرتا ہی تو اگر یہ ثابت ہو کہ نصیحت کرنے سے دوبارہ نہ کریگا تو نصیحت کرنا واجب ہی اور اگر یقینی معلوم نہین کہ باز آویگا مگر ظن غالب ہی
تو افضل ہی کہ نصیحت اور زجر نرمی سے کیا جائے یا اگر سختی سے مفید پڑے تو سختی سے زجر کیا جائے اور جس صورت مین کہ معلوم ہو کہ وہ اصرار کرتا ہی
اور نصیحت اُسکو کارگر نہین تو اُسکے سلام کے جواب نہ دینے اور اُسکے اختلاط سے باز رہنے مین کلام ہی اور علما کا اس باب مین اختلاف ہی اور
صحیح یہ ہی کہ اسکا مدار آدمی کی نیت پر ہی کہ مدار اعمال نیتون پر ہوا کرتا ہی کیونکہ نرمی کرنے اور خلق کو نظر رحمت سے دیکھنے مین ایک طرح کی تواضع
اور انکسار ہی اور درشتی اور اعراض مین یک گونہ زجر ہی تو آدمی اُسکا حکم اپنے دل سے پوچھے اور جس بات کو اپنی خواہش نفس اور مقتضاے
طبع کے مطابق پاوے اُسکا اُلٹا کرے کیونکہ اُسکا خفیف کرنا اور اُسپر درشتی برتنی کبھی تکبر اور شیخی سے ہوتی ہی اور اپنی برتری کا اظہار اور
نیک بختی پر گھمنڈ ہوتا ہی اسی طرح ملائمت بعض اوقات مداہنت کے سبب سے اور لوگون کے دلون کو اپنی طرف مائل کرنے سے ہوتی ہی کہ
اُس سے اپنا کوئی مطلب نکالنا مقصود ہوتا ہی بالجملہ قریب قریب ہوتا ہی کہ کہین لوگون کی وحشت اور نفرت ہمارے جاہ یا مال مین تاثیر
نہ کر جائے اور یہ سب باتین اشارات شیطانی کے بموجب چلنے کی ہین اہل آخرت کے اعمال سے بعید ہین غرضکہ جو شخص اعمال دین کا راغب ہی
وہ اپنے نفس کے ساتھ ان دقائق کے کرید نے اور ان حالات کی نگرانی مین اجتہاد کرتا ہی اور اس باب مین دل مفتی ہوتا ہی اور کبھی تو اپنے
اجتہاد مین حق کو پہونچتا ہی اور کبھی چوک جاتا ہی اور کبھی جان بوجھکر اپنی خواہش نفس کا اتباع کر بیٹھتا ہی اور کبھی اس دھوکے مین اقدام کرتا ہی
کہ اُسکو یہی گمان ہوتا ہی کہ مین خداے تعالی کے لیے عمل کرتا ہون اور راہ آخرت پر چلتا ہون اور ان دقائق کا بیان تیسری جلد کے باب الغرور
مین آویگا۔ اور جو فسق اس طرح کا ہی کہ اُسکا گناہ بندہ اور خداے تعالی کے درمیان ہی اور اُسکا ضرر خاص عاصی ہی پر ہی دوسرے پر نہین۔
اُسکے معاملہ کے ہلکا ہونے کی دلیل یہ روایت ہی کہ یہ شراب پینے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کئی بار پٹا گیا پھر وہ دوبارہ وہی حرکت
کرتا تھا اور پکڑا آتا تھا ایک نے اصحاب مین سے کہا کہ خدا اُسپر لعنت کرے بہت ہی شراب پیتا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی پر
شیطان کا مددگار نہو یا کوئی اور لفظ فرمایا جسکا مضمون یہ تھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ ملائمت کرنی بہ نسبت درشتی اور سختی کے بہتر ہی

پانچوان بیان اس ذکر مین کہ جس شخص سے صحبت اختیار کیجائے اُسمین کون کون صفتین ہونی ضروری ہین۔ واضح ہو کہ ہر ایک انسان
اس بات کی لیاقت نہین رکھتا کہ اُسکی صحبت اختیار کیجیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ آدمی اپنے خلیل کے طریق پر ہوتا ہی تو
تم مین سے کوئی جس کسی کو خلیل بناوے اُسکو دیکھ بھال لیوے پس ضرور ہی کہ آدمی کچھ خصلتون اور صفتون سے متمیز ہون جنکے سبب سے
اُسکی صحبت کی رغبت ہو اور جو فوائد کہ صحبت سے مطلوب ہین اُنکے لحاظ سے ان خصلتون کا ہونا شرط ہونا چاہیے اسلیے کہ شرط اُسی کو کہتے ہین
جسکا پایا جانا مقصود تک پہونچنے کے لیے ضروری ہو تو معلوم ہوا کہ شرطون کا ظہور بلحاظ مقصود کے ہوتا ہی۔ اب صحبت سے فوائد دنیاوی اور
دینی دونون مطلوب ہوتے ہین دنیاوی فوائد جیسے مال سے یا جاہ سے نفع لینا یا صرف دیدار اور ہم نشینی سے دل کا بہلانا وغیرہ اور یہ ہوا اُنکا
بیان کرنا منظور نہین اور فوائد دینی مین بھی بہت سی غرضین مجتمع ہوا کرتی ہین مثلاً ایک یہ کہ علم اور عمل کا استفادہ منظور ہو۔ دوم جاہ سے
استفادہ یا ین لحاظ کہ جو لوگ دل کو پریشان کرین اور عبادت سے مانع ہون اُنکی ایذا سے محفوظ رہے۔ سوم استفادہ مال سے تاکہ غذا کی
طلب مین اوقات ضائع نہ ہون اور عبادت مین اس سے بیفکری ہو جائے۔ چہارم ضروریات مین مدد لینا تاکہ مصیبت اور حوادث مین کام آوے
پنجم صرف دعا کی برکت حاصل کرنی۔ ششم آخرت مین اُسکی شفاعت کی توقع کرنی چنانچہ بعض اکابر سلف نے فرمایا ہی کہ دوست بہت سے پیدا کرو
کہ ہر ایک کی شفاعت کریگا تو کیا عجب ہی کہ تم کسی اپنے دوست کی شفاعت مین داخل ہو جاؤ اور ایک غریب تفسیر آیت ویستجیب الذین آمنوا

۱ بخاری روایت ابی ہریرہ ۱۲
۲ ...روایت ابی ہریرہ ۱۲

وعملوا الصالحات ویزیدہم من فضلہ کے معنی یون مذکور ہین کہ ایماندارون کی شفاعت دوستون کے باب مین قبول فرماکر دوستون کو انکے ساتھ جنت مین داخل کریگا - اور کہتے ہین کہ بندہ کی جب مغفرت ہوجاویگی تو وہ اپنے دوستون کے لیے سفارش کریگا اور اسی سبب سلف کے کچھ لوگون نے صحبت اور الفت اور اختلاط کی ترغیب کی ہے اور تنہائی اور جدا رہنے کو برا سمجھا ہے بہت فوائد دینی ہین کہ ہر ایک فائدہ انمین سے کچھ شرطین چاہتا ہے کہ بدون اُنکے حاصل نہ ہوگا اور انکی تفصیل طویل ہے مگر مجملاً یہ ہے کہ جس شخص کی صحبت اختیار کی جاوے اُسمین پانچ باتین ہونی چاہیین اول عقل دوم خوش خلقی سوم یہ کہ بدکار نہ ہو چہارم یہ کہ بدعتی نہ ہو پنجم یہ کہ دنیا کا حریص نہ ہو عقل کا ہونا اسلیے چاہیے کہ راس المال اور اصل یہی ہے احمق کی صحبت مین کچھ خیر نہیں اور اُسکا انجام وحشت اور جدائی ہے گو کتنی ہی مدت کی ہو حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین ؎

ان ہیرے قول کو تو جاہلون سے کر گریز		دوستی جاہل کی کر دیتی ہے عاقل کو برباد		صحبت ناجنس کا انجام ہے ہوتا یہی
لفظ جاہل سے تجھے بیشک کریگی خلق یاد		دل کو دل سے راہ ہے اور ہر چیز کا شی پر قیاس		ہے اثر صحبت کو پیارے کر لے اسکو دل نشا

اور سعدی شیرازی نے پندنامہ مین گویا یہی مضمون کہا ہے ؎ ز جاہل حذر کردن اولی بود ٭ کہ ننگ دنیا و عقبی بود ٭ کیونکہ ممکن ہے کہ احمق آدمی قصد دوست کے نفع اور اعانت کا کرے اور وہ اُسکے حق مین موجب ضرر ہو اور اس احمق کو خبر بھی نہ ہو اور اسی لیے کسی شاعر نے قطعہ کہا ہے

قطعہ گر عدو ہووے خردمند نہین مجکو ڈر		دوست سے ڈرتا ہون جو ہووے گرفتار جنون		فن واحد ہے خرد اسکا طریقہ معلوم
تاک سکتا ہون اسے ایک جنون کے ہین فنون		اور اسی لیے کہتے ہین کہ احمق سے جدا رہنا اللہ تعالی سے قربت حاصل کرنا ہے - اور حضرت		

سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ احمق کے چہرہ کو دیکھنا خطا مکتوب ہے اور ہماری غرض عاقل سے یہ ہے کہ جو باتون کو ایسی طرح سمجھے جس طرح نفس الامر مین ہین اگر خود سمجھے فبہا ورنہ سمجھانے اور سکھانے کے بعد جلد اور ٹھیک معلوم کرلے - اور خوش خلقی کی ضرورت اسلیے ہے کہ اکثر عاقل چیزون کو مطابق نفس الامر کے سمجھتے ہین مگر جب اُنپر غصہ یا شہوت کا غلبہ ہوتا ہے یا بخل یا نامردی کا دباؤ پڑتا ہے تو وہ اپنی خواہش کی اطاعت کر جاتے ہین اور جو بات انکو معلوم ہوتی ہے اُسکے خلاف کرتے ہین اسلیے کہ اپنی صفات کے زیر کرنے اور اخلاق کے درست کرنے سے عاجز ہوتے ہین تو ایسون کی صحبت سے کچھ نفع نہین - اور فاسق نہ ہونے کی ضرورت اسلیے ہے کہ جو فاسق اپنے فسق پر اصرار کرے اُسکی صحبت مین کچھ فائدہ نہین کیونکہ جو شخص اللہ تعالی سے خوف کرتا ہے وہ کبیرہ پر اصرار نہین کرتا اور جو شخص خداے تعالی سے نہین ڈرتا اُسکے فساد سے مامون رہنا اور اُسکی دوستی پر اعتماد کرنا نہ چاہیے وہ تو غرضون کے متغیر ہونے سے بدلتا رہیگا اور اللہ تعالی فرماتا ہے ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ہواہ اور فرمایا فلا یصدنک عنہا من لا یومن بہا واتبع ہواہ اور فرمایا فاعرض عمن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا اور فرمایا واتبع سبیل من اناب الی اور اسکے مفہوم مین فاسق سے زجر پایا جاتا ہے علاوہ اسکے فسق اور فاسقون کے دیکھنے اور ملنے سے معصیت کا معاملہ دل پر آسان ہوجاتا ہے دل کو اُس سے نفرت نہین رہتی حضرت سعید بن مسیب رح فرماتے ہین کہ ظالمون کی طرف ست دیکھو ورنہ تمھارے اچھے اعمال حبط ہو جاوینگے بلکہ اُن لوگون کے اختلاط مین سلامتی نہین سلامتی انسے علیحدہ رہنے مین ہے اللہ تعالی فرماتا ہے واذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلاما لفظ سلاما مین الف عوض ۃ کے ہے یعنی سلامۃ کہتے ہین مراد یہ ہے کہ ہم تمھارے گناہ سے سلامت رہے - اور بدعتی نہ ہونے کی ضرورت اسلیے ہے کہ اُسکی صحبت مین یہ خوف ہے کہ کہین اُسکی بدعت اپنے آپ مین اثر نہ کرے اور اُسکی نحوست دوسرے مین متعدی ہو اور بدعتی تو قابل ترک ملاقات اور جدا رہنے کے ہے تو اُسکی صحبت کیسے اختیار کیجاویگی حضرت عمر رض دوست دین کی طلب کی ترغیب مین ارشاد فرماتے ہین بموجب روایت سعید بن مسیب کے کہ یاران صادق کو لازم پکڑو اور انکی حمایت مین زندگی کرو کیونکہ وہ عیش کے وقت زینت ہین اور مصیبت کے وقت سامان اُسکے دفع کا اور اپنے دوست کے حال کو اچھی صورت پر محمول کیا کرو یہان تک کہ ایسی بات اُسکی تمکو معلوم ہو جس سے تمکو ظن غالب ہو اور اپنے دشمن سے کنارہ کرو اور اپنے دوست سے

ف اور نہ کہا مان اسکا جسکا دل غافل کیا ہمنے اپنی یاد سے اور پیچھے لگا ہے اپنے چاؤ کے ۱۲ ف سو کہین تجکو نہ روک دے اس سے وہ جو یقین نہین رکھتا اسکا اور پیچھے پڑا ہے اپنے مزون کے ۱۲ ف سو تو خیال نکر اسپر جو منہ موڑے ہماری یاد سے اور کچھ نہ چاہے مگر دنیا کا جینا ۱۲ ف اور راہ چل اسکی جو رجوع ہوا میری طرف ۱۲ ف اور جب بات کرنے لگین انسے بے سمجھ لوگ کہین صاحب سلامت ۱۲

پر حذر رہو بجز امین کے اور امین وہی ہے جو خدائے تعالیٰ سے خوف کرے پس بدکار کی صحبت مت اختیار کرو ورنہ اُسکی بدکاری سیکھ جاؤگے اور اُسکو اپنے راز کی اطلاع مت کرو اور اپنے معاملہ مین مشورہ اُن لوگون سے لو جو خدائے تعالیٰ سے ڈرتے ہین۔ اور دنیا پر حریص ہونے کی یہ وجہ ہے کہ ایسے شخص کی صحبت زہر قاتل ہے اسلیے کہ آدمی کی سرشت مین ہے کہ دوسرے کی مشابہت اور اقتدا کیا کرتا ہے بلکہ ایک کی طبیعت اپنے ہمنشین کی طبیعت مین سے کچھ باتین چرا لیتی ہے اور صاحب طبیعت کو خبر بھی نہین ہوتی پس اگر دنیا کے حریص کی مجالست ہوگی تو اُس سے حرص دنیا اسی جنبش مین آویگی اور زاہد کی مجالست سے زہد کو تحریک ہوگی اسی وجہ سے دنیا کے طالبون کی صحبت مکروہ ہے اور راغبین آخرت کی صحبت مستحب ہے اب بیان کرنا چاہیے کہ حسن خلق کو اور ہمنے اجمالاً بیان کر دیا ہے اُسکو مفصل علقمہ عطاردی نے اپنی وصیت مین مرنے کے وقت اپنے بیٹے سے بیان کیا ہے چنانچہ یون کہا ہے کہ بیٹا اگر تجکو لوگون کی صحبت کی ضرورت پڑے تو ایسے شخص کے ساتھ رہنا کہ جب تو اُسکی خدمت کرے تو تیری حفاظت کرے اور جب تو اُسکے پاس بیٹھے تو تجکو زینت دے اور اگر تجکو کوئی مشقت پیش ہو تو وہ برداشت کرے اگر تو اپنا ہاتھ خیر کے لیے پھیلانا چاہے تو وہ پھیلا دے اور اگر تجھسے کوئی خوبی دیکھے تو اُسکو شمار کرے اور اگر بُرائی دیکھے تو اُسکو روک دے جس وقت تو اُس سے سوال کرے تو دیوے اور اگر تو خاموش رہے تو خود ابتدا کرے اور اگر تجھپر کوئی بلا نازل ہو تو تیری غمخواری کرے جب تو کوئی بات کہے تو تیرے قول کی تصدیق کرے اور اگر تو کسی کام کا قصد کرے تو اچھا مشورہ دے اور اگر تم دونون مین اختلاف ہو تو تجکو اپنے نفس پر ترجیح دے یہ وصیت جمیع حقوق صحبت کی جامع ہے اور سب کی بجا آوری کو شرط کر دیا ہے یحییٰ بن اکثم کہتے ہین کہ خلیفہ مامون نے اِن باتون کو دیکھکر کہا کہ ایسا شخص کہان ہے کسی نے خلیفہ سے کہا کہ آپ سمجھے کہ یہ وصیت کیون کی ہے خلیفہ نے کہا کہ نہین اُسنے کہا کہ علقمہ کی غرض یہ تھی کہ کسی کی صحبت اختیار نہ کرے اسلیے ایسی شرطین لگادین۔ اور بعض ادبا نے فرمایا ہے کہ آدمیون مین اُنہی کی صحبت کر جو تیرے راز کو چھپا دے اور عیب کو ظاہر نہ کرے اور مصیبتون مین ساتھ دے اور نفیس چیزون مین تجکو اپنے اوپر مقدم رکھے اور تیری خوبیون کو پھیلا دے اور بُرائیون کو تہ کر رکھے اور اگر ایسا شخص نہ ملے تو پھر اپنے ہی نفس کی صحبت اختیار کر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اِس مضمون کا قطعہ ارشاد فرمایا ہے قطعہ وہ تیرا سچا دوست ہے جو تیرے ساتھ ہو * تیرے بھلے کے واسطے اپنا ضرر کرے * دنیا کے حادثون سے جو تیرا حال آرام اپنا دور کرکے تجکو چین دے * اور بعض علما نے فرمایا ہے کہ صرف دو آدمیون سے صحبت اختیار کرنی چاہیے ایک وہ کہ تم اُس سے کچھ امر دین سیکھو کہ تمھارے کام آوے اور دوسرے وہ کہ تم اُسکو کچھ دین کی بات بتاؤ تو وہ مان لے اور تیسرے شخص کے پاس نہ پھٹکو اور بعض فرماتے ہین کہ آدمی چار قسم کے ہین ایک بالکل شیرین کہ اُس سے سیری نہ ہو دوسرا بالکل تلخ کہ اُس سے کھایا نہ جاوے تیسرا جو کھٹ مٹھا ہو تو اُس سے کچھ حاصل کر پیشتر اس سے کہ وہ تجھسے حاصل کرے اور چوتھا جو نمکین ہو تو اُسکو فقط حاجت کے وقت اختیار کرنا چاہیے۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ پانچ آدمیون کا ساتھ مت اختیار کر اول جھوٹا کہ تجکو اُس سے دھوکا ہوگیا ہے اُسکا حال مثل سراب کے ہے بعید کو تجھسے قریب کریگا اور قریب کو بعید دوم احمق کہ اُس سے تجکو کچھ نہ ملیگا وہ تجکو نفع پہونچانا چاہیگا اور اپنی بے وقوفی سے ضرر پہونچاویگا سوم بخیل کہ جب تجکو اُسکی طرف حد سے زیادہ حاجت ہوگی اُسوقت مین تجھسے یاری توڑ دیگا چہارم نامرد کہ شدت کے وقت تجکو چھوڑکر آپ رفو چکر ہوگا پنجم فاسق کہ ایک لقمہ یا اُس سے کمتر کے عوض مین تجکو بیچ کریگا کسی نے پوچھا کہ لقمہ سے کمتر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ لقمہ کی طمع کرنی اور پھر اُسکا نہ ملنا اور حضرت جنید رح نے فرمایا ہے کہ میرے پاس اگر فاسق خوش خلق بیٹھے تو اِس سے بہتر ہے کہ میری صحبت مین قاری بدخلق رہے اور ابن ابی الحواری رح فرماتے ہین کہ مجکو میرے اُستاد ابو سلیمان نے فرمایا کہ اے احمد دو آدمیون کے سوا اور کسی کے پاس مت بیٹھنا ایک وہ شخص کہ اُس سے اپنے دنیاوی معاملہ مین مستفید ہو اور ایک وہ کہ اُسکے ساتھ ہو کر امر آخرت سے منتفع ہو اور اِن دو کے سوا آور سے مشغول ہونا بڑی بے وقوفی ہے۔ اور سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ اصناف مردم مین سے تین آدمیون کی صحبت سے اجتناب کرنا چاہیے

اول جاہر غافلون سے دوم علما ء مداہنون سے سوم صوفیون جاہلون سے - اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر ان کلمات کے صحبت کے تمام
مقاصد کو محیط نہین اور احاطہ مقاصد اُسی طور سے ہی جو ہمنے ذکر کیا ہی کہ مقاصد کو دیکھکر انھین کے اعتبار سے شرائط ملحوظ ہون کیونکہ جو شرطین
صحبت کی مقاصد دنیاوی کے لیے ہین وہ مقاصد آخرت اور اخوت دینی کی صحبت مین شروط نہین چنانچہ بشر رح فرماتے ہین کہ بہائی تین ہوتے ہین ایک
آخرت کے لیے اور ایک دنیا کے لیے اور ایک دل بہلانے کے لیے اور یہ سب باتین ایک شخص مین کم مجتمع ہوتی ہین بلکہ چند شخصون مین متفرق ہوتی ہین
تو ضرور ہی کہ شرطین بھی انہین متفرق ہون اور مامون رح نے کہا ہی کہ بھائی تین طرح کے ہین ایک تو مثل غذا کے ہی کہ اس سے مفر نہین
وہ ہمراہ رہے اسکی مثل ہی کہ کبھی اسکی ضرورت ہو اور کبھی نہو تیسرا روگ کے مثل ہی کہ اسکی کبھی ضرورت نہ پڑے مگر انسان ا بتلا ہو کبھی اُس سے
کام پڑجاتا ہی یہ شخص ہی کہ جس سے نہ انس ہو نہ نفع ہو - اور کہتے ہین کہ سب آدمیون کی مثال ایسی ہی جیسے درخت اور سبزہ ہی کہ اُن مین سے
بعض سایہ دار ہوتے ہین اور ثمر دار نہین ہوتے تو وہ ایسے لوگ ہین جنسے دنیا مین فائدہ ہو نہ آخرت مین اسلیے کہ دنیا کا نفع ڈھلتے سایہ
کی طرح سریع الزوال ہوتا ہی اور بعض درخت ایسے ہین کہ پھل رکھتے ہین سایہ نہین رکھتے تو انکے مثل وہ لوگ ہین جو آخرت کے کام کے ہین
نہ دنیا کے اور بعض درخت ایسے ہین جنمین پھل اور سایہ دونون ہوتے ہین اور بعض ایسے ہین جنمین دونون چیزون مین سے ایک بھی نہین جیسے
ببول کا درخت کہ کپڑے پھاڑنے کا ہو نہ کھانے کا نہ پینے کا اور حیوانات مین اُس جیسے چوہا اور بچھو ہین اور آدمیون مین وہ ہین جنسے نہ نفع دین
نہ دنیا بلکہ مردم آزار ہین اللہ تعالی فرماتا ہی یدعوالمن ضرہ اقرب من نفعہ لبئس المولی ولبئس العشیر - ایک شاعر نے یہ مضمون باندھا ہی

ہر ایک فرد بشر کا مزہ نرالا ہی ٭ جو غور کیجیے یکسان نہین برنگ شجر ٭ کسی کے پھل مین حلاوت ہی اور شیرینی ٭ کسی مین ذائقہ کوئی نہین نہ کوئی ثمر

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو ایسا رفیق نہ ملے جس سے اخوت کرے اور ان مقاصد مین سے کوئی اُس سے حاصل کرے تو اُسکے لیے تنہائی
بہتر ہی - حضرت ابو ذر رض فرماتے ہین کہ بُرے ہمنشین سے تنہائی بہتر ہی اور تنہا رہنے سے نیک بخت ہمنشین اچھا ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین
کہ زندہ کرو طاعات کو ان لوگون کے پاس بیٹھنے سے جنسے لوگ حیا کرین - اور حضرت امام احمد رح فرماتے ہین کہ مجکو بلا مین ایسے ہی لوگون کی
صحبت نے ڈالا جنسے مین حیا نہین کرتا اور عثمان سے فرمایا کہ بیٹا علما کے پاس بیٹھ اور انکے زانو سے اپنا زانو بھڑا کہ دل حکمت سے ایسا زندہ ہوتا ہی
جیسے زمین مُردہ موسلا دھار پانی پڑنے سے - یہان تک بیان اخوت کے معانی اور شرائط اور فوائد کا جتنا ہمکو لکھنا منظور تھا ہو گیا اب ہم اُسکے
حقوق اور لوازم اور حقوق کی بجا آوری کے طریق لکھتے ہین ف اس بیان مین مضامین مقدم موخر بہت تھے مترجم نے سب کو بطور خود مسلسل
اور مرتب کر دیا ہی تاکہ محل مطالب فہمی نہو -

دوسری فصل اخوت اور صحبت کے حقوق کے ذکر مین - واضح ہو کہ عقد اخوت دو شخصون مین ایک علاقہ ہی جیسے نکاح خاوند بی بی مین
ایک علاقہ ہوتا ہی اور جس طرح کہ نکاح چند حقوق کا مقتضی ہی جنکا پورا کرنا حق نکاح کے ادا کرنے کے لیے واجب ہی چنانچہ انکا ذکر باب النکاح
مین بیان ہو چکا اسی طرح عقد اخوت مین کچھ حقوق کی بجا آوری ضروری ہی مثلاً جس سے بھائی چارہ کرو تو اُسکا حق تمہارے مال مین اور نفس مین
اور زبان مین اور دل مین ہوگا اور سب حقوق کا مجموعہ آٹھ ہی جنکی تفصیل یہ ہی - اول حق مال مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
کہ دو بھائیون کی مثال دو ہاتھون کے مثل ہی کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہی - دو ہاتھون کی مثال فرمائی اور ایک ہاتھ اور ایک پاؤن کی
نہ فرمائی اسلیے کہ دونون ہاتھ ایک ہی غرض پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہین اسی طرح دونون بھائیون کی اخوت کامل اُسوقت ہوتی ہی
کہ دونون ایک مقصد مین ایک دوسرے کی رفاقت کرین تو وہ گویا من وجہ ایک شخص ہین اور یہ امر اس بات کا مقتضی ہی کہ نفع اور نقصان
مین دونون ایک دوسرے کے سہیم اور مال حال مین باہم شریک ہون اور خصوصیت مرتفع ہو جائے اور یارون کے ساتھ مال سے سلوک کرنا
تین مراتب رکھتا ہی سب سے کمتر یہ ہی کہ یار کو بمنزلہ اپنے خادم وغیرہ کے جانو اور جو کچھ تمہارے مال مین بے انداز ہو اُس سے اُسکی خبرگیری کرو

اور جس وقت اسکو ضرورت داعی ہو اور تمھارے پاس بس انداز مال مین سے موجود ہو تو تم اسکو بدون مانگنے کے حوالہ کردو اور اگر اسکو حاجت تم سے
مانگنے کی ہوئی تو حق اخوت مین نہایت کوتاہی ہوگی - دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اسکو قائم مقام اپنے نفس کا جانو اور اسکی شرکت اپنے مال مین پسند کرو
یہان تک کہ اپنا مال اُس سے نصفا نصف بانٹنے کو گوارا ہو حسن بصری رح فرماتے ہین کہ سلف کا دوستون کا یہ دستور تھا کہ ایک چادر کے
دو ٹکڑے کرکے آدھی آپ رکھتے اور آدھی اپنے دوست کو دیتے اور تیسرا مرتبہ جو سب سے بڑھکر ہے وہ یہ ہے کہ دوست کو اپنے نفس پر ترجیح دو
اور اسکی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم جانو اور یہ مرتبہ صدیقین کا اور انتہا رتبہ دوستان فی اللہ ہے اور اس رتبہ کا کمال یہ ہے کہ نفس مین
دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دے چنانچہ مروی ہے کہ چند صوفیون کی چغلی کسی خلیفہ کے سامنے ہوئی جنمین ابو الحسین نوری رح بھی تھے اسنے
سب کو گردن مارنے کا حکم دیا ابو الحسین نوری سب سے پیشتر جلاد کے سامنے گئے اور فرمایا کہ اول مجکو قتل کر اُنسے اس بات کی وجہ پوچھی گئی
آپ نے فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ اس لحظہ مین اپنے بھائیون کی زندگی کو اپنی زندگی پر مقدم کرون اسی قول کے سبب سب کی رہائی
ہوگئی - پس اگر ان تینون مرتبون مین سے تمکو کوئی مرتبہ اپنے بھائی کے ساتھ میسر نہو تو جان لو کہ عقد اخوت تمھارے باطن مین ابھی تک منعقد
نہین ہوئی بلکہ رسم اختلاط حسب معمولی درواج جاری ہے جس کا اعتبار عقل اور دین مین کچھ نہین - اور میمون بن مہران کہتے ہین کہ جو شخص
یارون سے اس بات پر راضی ہو کہ اسکو زیادہ نہ سمجھین تو اسکو چاہیے کہ اہل قبور سے بھائی چارہ کرے اور دینداروں کے نزدیک تو درجہ
کمتر بھی پسند نہین چنانچہ مروی ہے کہ عتبہ غلام ایک اپنے یار کے گھر تشریف لائے اور اُس سے فرمایا کہ مجکو تیرے مال مین سے چار ہزار کی
حاجت ہے اُسنے کہا کہ دو ہزار لے لو انھون نے اُس سے منھ پھیر لیا اور فرمایا کہ تو نے دنیا کو خدا تعالیٰ پر ترجیح دی تجکو شرم نہین آتی کہ
فی اللہ محبت کا دعوی کرکے یہ کہتا ہے اور جو شخص کہ اخوت کے مراتب مین سے سب سے کمتر رکھتا ہو چاہیے کہ اُس سے تم دنیا کا معاملہ مت کرو
ابو حازم رح فرماتے ہین کہ جب کوئی تمھارا بھائی فی اللہ ہو تو اُس سے اپنے دنیاوی معاملات نہ کرو اس سے اُنکی غرض یہی ہے کہ جو کوئی ادنیٰ
مرتبہ اخوت کا رکھتا ہو - اور سب سے اعلیٰ مرتبہ وہ ہے جسکے سبب سے اللہ تعالیٰ ایمان دارون کی تعریف اس آیت مین فرماتا ہے وامرہم شوری
بینہم ومما رزقناہم ینفقون - یعنی اُنکے مال ملے جلے تھے کوئی اپنے اسباب کو دوسرے سے علیحدہ نہ کرتا تھا اور بعض انکا ایسے تھے کہ اگر کوئی
یون کہتا کہ میری جوتی تو اُسکا ساتھ چھوڑ دیتے تھے کہ اُسکو اپنے نفس کی طرف کیون نسبت کیا - اور فتح موصلی رح اپنے ایک یار کے یہان
تشریف لائے وہ گھر پر موجود نہ تھے آپ نے اُنکی بی بی کو حکم کیا وہ اُنکا صندوق لائین آپ نے اپنی حاجت کی چیز اُسمین سے لے لی اور
تشریف لے گئے جب صاحب خانہ تشریف لائے تو اُنکی لونڈی نے اُنسے یہ حال کہا انھون نے خوش ہوکر فرمایا کہ اگر تو سچی ہے تو تو خدا تعالیٰ
کے واسطے آزاد ہے - اور ایک شخص حضرت ابو ہریرہ رض کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ آپ سے اخوت فی اللہ کرون
آپ نے فرمایا کہ تو اخوت کا حق بھی جانتا ہے اُسنے عرض کیا کہ مجکو بتا دیجیے آپ نے فرمایا کہ تو اس اخوت کے بعد اپنے دینار و درم کا مستحق مجھسے
زیادہ نہ رہیگا اُسنے کہا کہ مین ابھی اس درجہ کو نہین پہونچا آپ نے فرمایا کہ اچھا میرے پاس سے رخصت ہو - اور حضرت امام زین العابدین
علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا کہ تم مین سے کوئی اپنے بھائی کی آستین یا تھیلی مین ہاتھ ڈالکر جو چاہتا ہے بدون اُسکی اجازت کے
لے لیتا ہے یا نہین اُسنے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا تو تم بھائی نہین ہو - اور کچھ لوگ حضرت حسن بصری رض کی خدمت مین آئے اور
عرض کیا کہ آپ نے نماز پڑھلی آپ نے فرمایا کہ ہان انھون نے کہا کہ بازار والون نے تو ابھی نہین پڑھی آپ نے فرمایا کہ بازار والون سے
دین کا طریق کون سیکھے مین نے یہ بھی تو سُنا ہے کہ اُنمین سے ایک اپنے بھائی کو درم نہین دیتا - یہ بات آپ نے بڑا تعجب فرمائی - اور
ایک شخص حضرت ابراہیم ادہم کی خدمت مین آیا اور آپ کا ارادہ بیت المقدس کا تھا اُسنے عرض کیا کہ مین آپ کا رفیق ہوا چاہتا ہون آپ نے
فرمایا کہ اس شرط پر کہ جو تیری چیز ہو اُسپر مجھسے زیادہ میرا اختیار ہو اُسنے کہا کہ یہ مجکو منظور نہین آپ نے فرمایا کہ مجکو تیرا سچ کہنا اچھا معلوم ہوا

[illegible]

راوی کہتا ہی کہ آپ کی رفاقت مین جب کوئی شخص ہوا کرتا تھا تو آپ کی خلاف مرضی نہ کرتا تھا اور آپ ساتھ بھی اُسی کو لیتے تھے جو آپ کا موافق
ہوتا تھا ایک بار آپ کے ساتھ ایک شراکت جانے والا ساتھ ہوا کسی منزل مین ایک شخص نے آپ کے لیے ایک پیالہ ثرید کا ہدیہ بھیجا آپ نے
اپنے رفیق کی گٹھری کھول کر ایک مٹھا شراکون کا نکال کر پیالہ مین بھرا اور ہدیہ والے کے پاس بھیجا جب رفیق آیا تو اُسنے پوچھا کہ شراک
کہان ہین آپ نے فرمایا کہ یہ ثرید کس چیز کا کھایا اسی کے عوض مین گئے اُسنے عرض کیا کہ آپ دو یا تین عطا فرما دیتے یہ تو بہت تھے فرمایا
درگذر کر خداے تعالیٰ تجھسے درگذر فرماویگا اور ایک بار اپنے رفیق کا گدھا بدون اُسکی اجازت کے ایک اور شخص کو پیادہ پاد یکھکر دے دیا
جب رفیق آیا تو خاموش ہو رہا اور بُرا نہین مانا حضرت ابن عمر رضؓ فرماتے ہین کہ ایک شخص کے پاس اصحاب مین سے بکری کی سری ہدیہ مین
آئی اُنھون نے سوچا کہ میرے فلان بھائی کو میری نسبت زیادہ اسکی حاجت ہی وہ سری اُنکے پاس بھیجدی اُنھون نے تیسرے کے پاس
بھیجدی اور تیسرے نے چوتھے کے پاس یہان تک کہ سات ہاتھون پھرکر پھر اول شخص کے پاس آگئی۔ اور مروی ہی کہ حضرت مسروق رضؓ نے
بہت بھاری قرض لیا اور اُنکے یار خثیمہ کے ذمہ قرض تھا تو آپ نے جاکر وہ قرض ادا کردیا اور اُنکو خبر بھی نہ ہوئی اور خثیمہ رح نے حضرت
مسروق کا قرض اُنکی ناواقفگی مین ادا کردیا۔ اور جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ربیع مین
بھائی چارہ مقرر فرمادیا تو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے اُنکو اپنے نفس اور مال کا اختیار دے دیا کہ تمہارا ہی جو چاہو کرو حضرت سعد رضؓ نے
کہا کہ خداے تعالیٰ تمکو ان دونون مین برکت دے اور اُنکو قبول کرکے پھر وہی کیا جو اُنھون نے کیا تھا یعنی دونون کا اختیار اُنکو دیدیا
تو حضرت سعد کا فعل تو مساوات ہی اور حضرت عبدالرحمن کا فعل جو ابتدائً تھا وہ ایثار ہی اور ایثار مساوات سے افضل ہی اور حضرت ابو سلیمان
دارانی فرماتے ہین کہ اگر بالفرض ساری دنیا میرے ساتھ ہو اور مین اُسکو اپنے ایک فی اللہ دوست کے مُنہ مین رکھدون تو اُسکے حق مین
اِس بات کو بھی کمتر جانون۔ اور یہ بھی اُنھین کا ارشاد ہی کہ مین لقمہ تو اپنے کسی دوست کو کھلاتا ہون اور اُسکا مزہ اپنے گلے مین پاتا ہون۔
اور چونکہ دوستون پر خرچ کرنا فقیرون پر خیرات کرنے سے افضل ہی اسی لیے حضرت علی رضؓ فرماتے ہین کہ بیس درم جنکو مین کسی اپنے دوست
فی اللہ کو دون میرے نزدیک اِس سے بہتر ہین کہ سو درم مساکین پر خیرات کرون۔ اور یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہی کہ اگر مین ایک صاع
کھانا تیار کرکے اُسپر اپنے فی اللہ دوستون کو جمع کرون تو میرے نزدیک اِس سے اچھا ہی کہ ایک بردہ آزاد کرون۔ اور ایثار کے باب مین
سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہین کہ آپ کا دستور مبارک یہی تھا چنانچہ مروی ہی کہ آپ اپنے کسی صحابی کے ساتھ ایک
جنگل مین تشریف لے گئے اور اُسمین سے دو مسواکین جنمین ایک ٹیڑھی اور ایک سیدھی جو سیدھی تھی وہ ساتھ والے کو عنایت فرمائی
اُسنے عرض کیا کہ میری نسبت کہ آپ اسکے لیے زیادہ مستحق ہین آپ نے فرمایا کہ جو شخص دوسرے کے ساتھ رہتا ہی گو دن مین سے ایک
ساعت ہی کو ہو اُس سے اُس صحبت کی بازپرس ہوگی کہ اُسمین اللہ تعالیٰ کے حق کو بجا لایا تھا یا ضائع کیا تھا۔ اِس حدیث مین ارشاد
فرمایا کہ صحبت مین ایثار کرنا اللہ تعالیٰ کے حق کو بجا لانا ہی۔ اور ایک روز آپ ایک کنوئین پر غسل کے لیے تشریف لے گئے حضرت
حذیفہ بن یمان رضؓ نے ایک چادر کی آڑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کرلی یہان تک کہ آپ غسل فرما چکے پھر حضرت حذیفہ رضؓ غسل کو بیٹھے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا لیا اور کھڑے ہوئے کہ اُنکو لوگون سے آڑ مین کردین حضرت حذیفہ رضؓ نے عرض کیا کہ فدا ہون آپ پر
میرے والدین آپ ایسا نہ کرین آپ نے نہ مانا اور آڑ کیے رہے جبتک کہ وہ غسل سے فارغ ہوئے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا
کہ جب دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہین تو اُن دونون مین سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہوتا ہی جو اپنے ساتھی
کے ساتھ زیادہ ملائم ہو۔ اور مروی ہی کہ مالک بن دینار اور محمد بن واسع حضرت حسن بصری کے گھر ایسے وقت گئے کہ وہ گھر پر نہ تھے
محمد بن واسع نے اُنکی چارپائی کے نیچے سے ایک پیالہ نکالا اُسمین کچھ کھانا تھا اور اُسکو کھانے لگے مالک بن دینار رح نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ

روکا لوجب تک کہ وہ تشریف لاوین محمد نے اُنکا کہنا سُنا اور کھانے پر متوجہ رہے اور اُنکی نسبت کر زیادہ بے تکلف اور خوش خلق تھے اتنے مین حضرت حسن بصری رح تشریف لائے اور فرمایا کہ میاں مالک ہم لوگوں کا پہلے یہی حال تھا کہ ایک دوسرے سے تکلف نہ کرتے تھے یہان تک کہ تم اور تمھارے ہم عصر پیدا ہوے۔ انہین یہ اشارہ ہوا کہ دوستوں کے گھر مین بے تکلفی کرنی صفا اخوت مین سے ہے اور کیسے نہو کہ اللہ تعالی خود فرماتا ہے او ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم۔ اور سلف مین اول یہ دستور تھا کہ آدمی اپنے گھر کی کنجی اپنے دوست کو سپرد کر دیتا تھا اور ہر طرح کے تصرف کا اُسکو اختیار دے دیتا تھا مگر وہ شخص بباعث تقوی کے اُسکا مال نہ کھاتا تھا یہان تک کہ اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اور دوستوں کے مال مین انبساط اور بے تکلفی کی اجازت دی۔ دوسرا حق دوست کا یہ ہے کہ اپنے نفس سے اُسکی اعانت کرے یعنی حاجتون کے پورا کرنے اور قبل سوال کے اُنکے بجا لانے اور اپنی خاص حاجتون پر اُنکے مقدم کرنے مین مدد کرے اور جیسے مالی رعایت کے کئی درجے تھے ویسے ہی اِس اعانت کے بھی کئی مرتبے ہین اُنمین سے ادنی یہ ہے کہ سوال کے وقت اُسکی حاجت پوری کرے مگر بشاشت اور اظہار فرحت اور قبول منت ہو بعض اکابر فرماتے ہین کہ جب تم اپنے کسی دوست سے کوئی حاجت چاہو اور وہ اُسکو پورا نہ کرے تو اُسکو دوبارہ یاد دلا دو کہ شاید بھول گیا ہو اگر پھر بھی وہ پورا نہ کرے تو اللہ اکبر اُسپر کہکر اِس آیت کو پڑھو والموتی یبعثہم اللہ الآیۃ یعنی وہ اور مُردہ اِس صورت مین برابر ہین۔ اور ابن شبرمہ نے اپنے کسی دوست کا بڑا کام کر دیا وہ اُنکے پاس کچھ ہدیہ لایا اُنھون نے پوچھا کہ یہ کیسا ہے کہا اِس وجہ سے ہے کہ آپ نے میرے ساتھ بڑا سلوک کیا اُنھون نے کہا کہ خدا تعالی تمکو عافیت دے اپنا مال اپنے پاس رکھو جب تم کسی اپنے دوست سے حاجت چاہو اور وہ اُسکے پورا کرنے مین ہمہ تن کوشش نہ کرے تو وضو کرکے اُسپر نماز جنازہ پڑھو اور اُسکو مردہ تصور کرو۔ اور حضرت جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ مین اپنے دشمنون کی حاجات کے پورا کرنے مین مبادرت کرتا ہون اِس خوف سے کہ مبادا اُنکو واپس کر دون تو مجھ سے بے پروا نہو جاوین جب دشمنون سے یہ حال ہو تو دوستون سے کیسے نہوگا۔ اور سلف مین کچھ لوگ ایسے تھے کہ اپنے دوست کے عیال کی خبرگیری اُسکے مرنے کے بعد چالیس برس تک کرتے تھے کہ اُنکی حاجتین پوری کرتے اور ہر روز اُنکے پاس جاتے اور اپنا مال صرف کرتے تھے غرضکہ متوفی کے بال بچے صرف اپنے باپ کو آنکھ سے نہ دیکھتے تھے اُسکی شفقت اور رعایت سب موجود پاتے تھے بلکہ جو رحمت کہ باپ کی زندگی مین نہ ہوئی وہ باپ کے دوستون اور رفیقون کی طرف سے پاتے تھے۔ اور کسی کا یہ دستور تھا کہ اپنے بھائی کے دروازہ پر جاتے اور پوچھتے کہ تمھارے یہان تیل ہے کہ نہین نمک ہے کہ نہین کوئی اور کسی طرح کی حاجت ہے کہ نہین جو ضرورت دیکھتے اُسکو بدون اطلاع صاحب خانہ موجود کر دیتے اور انہین باتون سے شفقت ظاہر ہوتی ہے اور اخوت مین اگر تمھیں ایسی شفقت کا نہ ہو جیسے خود اپنے نفس پر ہوتی ہے تو اِس اخوت مین کچھ خیر نہین میمون بن مہران کہتے ہین کہ جس شخص کی دوستی سے تمکو فائدہ نہو اُسکی دشمنی بھی تمکو ضرر نہ کریگی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ آگاہ رہو کہ اللہ تعالی کے زمین مین اُسکے کچھ برتن ہین اور وہ دل ہین تو سب برتنون مین اللہ تعالی کے نزدیک محبوب تر وہ ہین جو سب سے زیادہ صاف اور سخت تر اور نرم تر ہون زیادہ صاف گناہون سے ہون اور زیادہ سخت دین مین اور زیادہ نرم بھائیون پر۔ حاصل یہ کہ یون ہونا چاہیے کہ تمھارے نزدیک اپنے بھائی کی ضرورت اپنی ضرورت کے مانند ہو جائے بلکہ اُس سے بھی اہم اور یہ کہ اُسکی حاجت کے اوقات کے جویا رہو اور اُسکے احوال سے غافل نہ رہو جیسے اپنے احوال سے غافل نہین رہتے اور اُسکی مدد کرنے مین اُسکے سوال اور اظہار حاجت کی ضرورت نہ پڑے بلکہ اُسکی ضرورت کو ایسی طرح ادا کرو کہ تمکو گویا یہ علم ہی نہ ہو کہ مینے ادا کی اور نہ اِس ادا کرنے سے اُسپر کچھ اپنا حق سمجھو بلکہ اپنے باب مین جو اُسنے تمھاری سعی منظور کی اُسکے ممنون ہو اور صرف قضاء حاجت پر ہی کفایت نہ کرو بلکہ کوشش کرو کہ زیادت اکرام اور ایثار مین ابتدا تمھاری جانب سے ہو اور اقارب اور اولاد سے اُسکو مقدم سمجھو۔ حضرت حسن بصری رح فرمایا کرتے

کہ ہمارے دوست ہمکو ہمارے گھر والون اور اولاد سے زیادہ محبوب ہین اسلیے کہ گھر والے تو تمکو دنیا کی یاد دلاتے ہین اور دوست آخرت کی
اور یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے دوست فی اللہ کی شفاعت کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن چند فرشتے اپنے عرش کے نیچے سے
بھیجیگا جو اُسکی ہمراہی جنت تک کرینگے - اور ایک حدیث مین ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کسی دوست فی اللہ کی زیارت اُسکی ملاقات کے شوق
سے کرتا ہے تو ایک فرشتہ اُسکے پیچھے سے آواز دیتا ہے کہ تو اچھا ہوا اور تیرے لیے جنت خوب ہوئی - اور عطا رح فرماتے ہین کہ تین باتون پر
اپنے یارون کی خبر لو اگر مریض ہون اُنکی عیادت کرو اور اگر کام مین پھنسے ہون اُنکی اعانت کرو اور اگر بھول گئے ہون تو اُنکو یاد دلاؤ - اور
مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین دہنے بائین تاکتے تھے آپ نے استفسار فرمایا اُنھون نے عرض کیا
کہ مجھکو ایک شخص سے محبت ہے اُسکو دیکھتا ہون وہ معلوم نہین ہوتا آپ نے فرمایا کہ جب تم کسی سے محبت کرو تو اُسکا نام اور اُسکے باپ کا نام
اور اُسکا مکان پوچھ لیا کرو پھر اگر وہ بیمار ہو تو اُسکی عیادت کرو اور اگر کام مین ہو تو اعانت کرو - اور ایک روایت مین ہے کہ اُسکے دادے کا
نام اور قوم بھی دریافت کرلیا کرو - اور شعبی رح فرماتے ہین کہ جو شخص دوسرے کے پاس بیٹھا ہوا اور پھر کہے کہ مین اُسکی صورت پہچانتا ہون اور
نام نہین جانتا تو یہ شناسائی بیوقوفون کی ہے - اور حضرت ابن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک سب لوگون سے زیادہ محبوب کون ہے
آپ نے فرمایا کہ میرا جلیس اور فرمایا کہ جو شخص میری مجلس مین تین بار آتا ہے اور اُسکو کوئی کام مجھ سے نہین ہوتا تو مین جان لیتا ہون کہ اُسکا
تدارک دنیا سے نہ ہوگا - اور سعید بن العاص فرماتے ہین کہ میرے جلیس کے حق مجھپر تین ہین جب میرے قریب ہو تو مرحبا کہون اور جب
بات کرے تو اُسکی طرف متوجہ ہون اور اگر بیٹھے تو اُسکو اچھی طرح جگہ دون - اور اللہ تعالیٰ نے جو رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ فرمایا ہے اسمین بھی شفقت اور
اکرام کی طرف اشارہ ہے اور تتمہ شفقت یہ ہے کہ کوئی لذیذ کھانا تنہا نہ کھاوے اور نہ کسی خوشی مین بدون اُسکے جاوے بلکہ اُسکے فراق مین
مکدر اور وحشت زدہ رہے - تیسرا حق دوست کا زبان پر ہے کہ چند مواضع مین سکوت کرے اوّل یہ کہ اُسکے عیب نہ اُسکے سامنے ذکر کرے
نہ پیٹھ پیچھے بلکہ عیبون سے تجاہل کرے دوسرے یہ کہ جب وہ کلام کرے تو اُسکو رد نہ کرے اور نہ اُسکی بات کاٹے اور نہ جھگڑا کرے تیسرے
یہ کہ اُسکے احوال کو تجسس نہ کرے اور جب اُسکو راہ مین یا کسی کام مین دیکھے اور وہ خود اپنا مطلب ابتداءً بیان نہ کرے کہ کہان سے آتا ہون
اور کہان جاتا ہون تو اُس سے سوال کرنے مین سکوت کرے کیونکہ عجب نہین کہ بعض اوقات اُسکو بیان کرنا دشوار ہو یا شکایت جھوٹ
بولنا پڑے چوتھے یہ کہ جو اسرار اُس نے کہے ہون اُنکے افشا سے خاموش رہے اُسکے سوا دوسرے سے ہرگز نہ کہے یہان تک کہ اپنے یا اُسکے
خاص دوستون سے بھی ذکر نہ کرے بلکہ بعد یاری جاتی رہنے کے بھی ایسا نہ کرے کہ راز کا فاش کرنا خبث باطن کا نشان ہے پانچوین یہ کہ اُسکے
احبا اور اقارب اور اہل و فرزند کی طعن سے سکوت کرے چھٹے یہ کہ اگر کسی نے اُسکو برا کہا ہو تو اُسکے سامنے اُسکا ذکر نہ کرے کیونکہ گالی
گویا وہی دیتا ہے جو اُسکی نقل آدمی کے سامنے کرتا ہے اور حضرت انسؓ فرماتے ہین کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یواجہ احداً بشیءٍ
یکرہہ اور ایذا اول کلام کے نقل کرنے والے سے ہوتی ہے پھر اصل کہنے والے سے چنانچہ سعدی شیرازی فرماتے ہین ؎ کسے تیرے افگند
و در رہ افتاد ٭ وجودم نیازرد و رنجم نداد ٭ تو برداشتی و آمدی سوے من ٭ ہمی در سپوزی بہ پہلوے من ٭ ہان دیکھو کوئی اُسکی تعریف
کرے اُسکا چھپانا نہین چاہیے کیونکہ اول سرور نقل کرنے والے سے ہوتا ہے اور پھر اصل کہنے والے سے اور اسکا چھپانا داخل حسد ہے غرضکہ
خاموشی اُن باتون سے چاہیے جو اُسکو بری لگین لیکن جس صورت مین کہ امر معروف یا بری بات سے منع کرنے کےلیے آدمی پر بولنا
واجب ہو اور خاموشی کی اجازت شرعاً نہ پاوے تو ایسی صورت مین اُسکے برا ماننے کی پروا نہ کرے اسلیے کہ یہ بولنا حقیقت مین اُسکے ساتھ
سلوک کرنا ہے گو اُسکے گمان مین بدی ہے کہ میرے ساتھ بظاہر بدی کرتے ہین مگر اُسکی برائیان اور عیب اور اُسکے گھر والون کے عیب بیان کرنے
غیبت مین داخل ہین جو ہر مسلمان کے حق مین حرام ہین اور تم اگر دو باتون کو سوچو تو پھر اُسکو برا کہنے پر زبان نہ کھولوگے اول یہ کہ اپنے

احوال پر غور کرو اور اگر انمین کوئی برائی پاؤ تو جو بات اپنے بھائی مین دیکھو اسکو اپنے نفس پر ناگوار ست جانو اور یہ سمجھو کہ جیسے مین ایک برائی کے کرنے مین معذور ہون اور اُسکے ترک سے عاجز ویسے ہی یہ شخص بھی اس ایک خصلت مین اپنے نفس کو نہین دبا سکتا اور ایسا آدمی کہان ہی جو برائی سے خالی ہو اور یہ بات کہ تم حق اللہ مین ترک کرتے ہو اُسکی توقع اپنے دوست سے نہ کرو کہ خاص تمہارے حق مین وہ اسکو بجا لاویگا کیونکہ جتنا حق خداے تعالی کا تمپر ہی اُس سے زیادہ تمھارا حق اُسپر نہین ہی - اور دوسری بات یہ ہی کہ اگر تمکو یہی منظور ہو کہ مصاحب ہر عیب سے پاک ہو تو خلق سے عزلت اختیار کرو اور کسی سے صحبت مت رکھو کیونکہ دنیا مین جتنے آدمی ہین انمین برائیان بھی ہین اور بھلائیان بھی اگر کسی کی خوبیان ہی زیادہ ہون تو اسی کو غنیمت جاننا چاہیے - غرضکہ کریم ایماندار ہمیشہ اپنے نفس مین اپنے دوست کی خوبیان موجود رکھتے ہین تاکہ دل سے دوستی اور توقیر اور حرمت ابھرے اور منافق لئیم ہمیشہ برائیان اور عیب تاکا رہتا ہی چنانچہ مشہور ہی ؎ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد * عیب نماید ہنرش در نظر * ور ہنرے داری و ہفتاد عیب * دوست نبیند بجز آن یک ہنر

حضرت ابن مبارک فرماتے ہین کہ ایماندار معذرت کا جویا رہتا ہی اور منافق لغزشون کا طالب - اور فضیل رح فرماتے ہین کہ بھائیون کے قصورون کو معاف کرنا جوانمردی ہی اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا استعیذوا باللہ من جار السوء الذی ان رای خیرا سترہ وان رای شرا اظہرہ - اور کوئی آدمی ایسا نہین جسکی چند خصلتون کے سبب سے اسکو اچھا کہنا ممکن نہ ہو اسی طرح اُسکو برا بھی کہہ سکتے ہین چنانچہ مروی ہی کہ ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین ایک شخص کی تعریف کی جب دوسرا روز ہوا تو اسکی برائی کی آپ نے فرمایا کہ کل تو اسکی تعریف کرتا تھا اور آج مذمت کرتا ہی اُسنے عرض کیا کہ مین نے کل بھی اُسپر سچ بولا تھا اور آج بھی جھوٹ نہین کہتا اُسنے کل مجکو راضی رکھا تھا اسلیے جو باتین مین اُسمین بہتر جانتا تھا اُنکو ذکر کیا اور آج جو اُسنے مجکو ناراض کیا تو جو بری سی بری بات اُسکی مجکو معلوم تھی اُسکو بیان کیا آپ نے فرمایا ان من البیان لسحرا - گویا کہ اس امر کو آپ نے برا سمجھکر اُسکو سحر سے تشبیہ دی اسیطرح ایک دوسری حدیث مین ارشاد فرمایا البذاء والبیان شعبتان من النفاق - اور ایک حدیث مین ہی ان اللہ یکرہ لکم البیان کل البیان

اسی طرح حضرت امام شافعی رض نے فرمایا ہی کہ مسلمانون مین کوئی ایسا نہین کہ خداے تعالی کی طاعت ہی کرے اور معصیت نہ کرے اور نہ ایسا ہی کہ معصیت ہی کرے طاعت نہ کرے تو جس شخص کی طاعت معصیت سے غالب ہو وہی عدل ہی تو جب حق اللہ مین ایسا شخص عدل ٹھہرتا ہی تو تم اگر ایسے کو اپنے حق مین اور مقتضاے اخوت مین عدل سمجھو تو مناسب تر ہی اور جس طرح کہ تمکو اپنے یار کی برائیان بیان کرنے سے خاموشی واجب ہی اسی طرح دل سے سکوت کرنا بھی واجب ہی یعنی اُسکے ساتھ بدگمانی مت کرو کیونکہ بدگمانی دل سے غیبت کرنی ہی اور اُس سے بھی ممانعت شرعی پائی جاتی ہی اور اُسکی غایت یہ ہی کہ جب تک دوست کے فعل کے لیے اچھا محمل مل سکے خراب موقع پر اُسکو حمل نہ کرنا چاہیے مگر جو بات کہ یقین اور مشاہدے سے منکشف ہو جاوے تو ہوسکتا ہی کہ تم اُسکو آگاہ کرو ولیکن اُسکا حمل کرنا سہو اور نسیان پر حتی الوسع ضروری ہی اور اس ظن کی دو قسمین ہین ایک تو تفرس ہی جسکی کوئی علامت ہو کہ علامت کے موجود ہونے سے ظن کو جنبش ضروری ہوتی ہی جسکو آدمی دور نہین کرسکتا اور دوسرا وہ ہی جسکا منشا تمھاری بداعتقادی ہوتی ہی مثلاً کوئی کام اُسنے کیا جو دو وجہون پر محتمل ہوسکتا ہی مگر چونکہ تمھارا اعتقاد اُسکی طرف اچھا نہین تو تم اُس فعل کو خراب ہی وجہ پر محمول کرتے ہو حالانکہ کوئی علامت ایسی نہین جس سے وہ فعل اسی وجہ سے خاص ہو جاوے تو ایسا ظن باطن کا قصور ہی دوست پر منحصر نہین ہر مسلمان کے ساتھ اسطرح کا ظن حرام ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ان اللہ قد حرم علی المومن من المومن دمه وماله وعرضه وان یظن به ظن السوء اور فرمایا ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث اور بدگمانی کا مقتضا یہ ہی کہ آدمی دوسرے کے احوال خفیہ دریافت کرے اور خود چوری سے اُسکی حرکات کا نگران ہو حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ولا تجسسوا

ولا تجسسوا ولا تقاطعوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا یہان تجسس سے مراد اخبار کا معلوم کرنا ہی اور تجسس سے غرض خود اپنے آپ دوسرے کو تاکتے رہنا کہ کیا کرتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ عیبون کا چھپانا اور اُنسے تجاہل اور تغافل کرنا دینداروں کی خصلت ہی اور بُرائی کے چھپانے اور اچھی بات کے ظاہر کرنے کی فضیلت اتنی ہی کافی ہی کہ دعا ماثورہ مین اللہ تعالی کو اُن اوصاف سے متصف کیا ہی یا من اظہر الجمیل وستر القبیح اور خدا تعالی کے نزدیک پسندیدہ ہی کہ جو اخلاق اُسکے ہین اُنھین کو آدمی اپنی عادت ٹھہراوے تو جب وہ عیبون کو چھپاتا ہی اور گناہون کو بخشتا ہی اور اپنے بندون سے درگذر فرماتا ہی تو تم کیسے ایسے شخص سے درگذر نہ کروگے جو تمھارے برابر ہی یا زیادہ ہی اور کسی حال مین تمھارا غلام یا پیدا کیا ہوا نہین اور حضرت عیسی علیہ السلام نے حواریون سے ارشاد فرمایا کہ جب تم اپنے کسی بھائی کو سوتا ہوا دیکھتے ہو اور ہوا سے اُسکا کپڑا اڑ گیا ہو تو کیا کرتے ہو اُنھون نے عرض کیا کہ ہم اُسکو ڈھانپ دیتے ہین اور کپڑا اڑھا دیتے ہین آپ نے فرمایا نہین بلکہ تم اُسکا ستر کھول دیتے ہو اُنھون نے عرض کیا کہ سبحان اللہ ایسا کون کرتا ہی آپ نے فرمایا کہ جب کوئی تم مین سے اپنے بھائی کے باب مین کوئی بات سُنتا ہی تو اُسپر زیادہ کرتا ہی اور اُسکے ساتھ مین ایک دوسری بات اول سے بڑھکر ملا دیتا ہی۔ اور واضح ہو کہ آدمی کا ایمان کامل نہین ہوتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہ بات پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہی اور درجات اخوت مین سے ادنی یہ ہی کہ اپنے بھائی سے ایسا معاملہ کرے جیسا خود چاہتا ہو کہ دوسرا مجھ سے کرے اور اسمین کچھ شک نہین کہ آدمی دوسرے سے یہی توقع کیا کرتا ہی کہ ہمارے عیبون سے چشم پوشی کرے اور اگر اپنی توقع کے خلاف اُس سے ظاہر ہوتا ہی تو اُسپر نہایت ناراض ہوتا ہی تو بڑے تعجب کی بات ہی کہ خود توقع چشم پوشی کی رکھے اور اُسکے عیبون سے چشم پوشی نہ کرے ایسے بے انصاف کے لیے نص قرآنی مین خرابی موجود ہی چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوھم او وزنوھم یخسرون۔ اور جو شخص انصاف اُس مقدار سے زیادہ چاہے جتنا اُسکا دل دوسرے کے لیے گوارا کرتا ہی تو وہ اس آیت کے مضمون مین داخل ہی اور عیب پوشی مین کوتاہی کرنی اور اُسکے ظاہر کرنے مین سعی کرنے کی علت ایک روگ ہی جو باطن کے اندر گڑ رہتا ہی یعنی حقد اور حسد کہ یہ دونون چیزین جسکے اندر ہوتی ہین اُسکے باطن کو خباثت سے پُر کر دیتی ہین مگر اُسکے باطن مین یہ چیزین دبی ہوئی اور مقید رہتی ہین جب تک کہ کوئی موقع نہین ہوتا اور جب کسطرح کا موقع ملتا ہی تو بیڑی ٹوٹ جاتی ہی اور پردۂ حیا اٹھ جاتا ہی اور وہی خباثت درونی ٹپکنے لگتی ہی تو جس صورت مین کہ حقد اور حسد باطن مین ہو اس صورت مین کسی سے اخوت نہ کرنی چاہیے بلکہ علاحدگی بہتر ہی۔ بعض حکما کا قول ہی کہ بھائیون پر ظاہر کا عتاب بہ نسبت باطنی کینہ کے اچھا ہی اور کینہ ور کا لطف بجز اُس سے وحشت کرنے کے اور کچھ نہین بڑھاتا اور جس شخص کے دل مین کسی مسلمان کا کینہ ہوتا ہی تو اُسکا ایمان ضعیف ہی اور اُسکا معاملہ خطرناک ہی اُسکا دل صلاحیت دیدار الہی کی نہین رکھتا چنانچہ عبد الرحمن بن جبیر اپنے باپ سے راوی ہین کہ اُنھون نے کہا کہ مین یمن مین تھا اور میرا ہمسایہ ایک یہودی تھا کہ توریت کی خبرین مجھ سے کہا کرتا تھا جب وہ سفر سے آیا تو مین نے اُس سے کہا کہ اللہ تعالی نے ہم مین ایک پیغمبر مبعوث فرمایا جسنے ہمکو مسلمان ہونے کو فرمایا ہم مسلمان ہوگئے اور ہمارے لیے ایک کتاب اللہ تعالی نے نازل فرمائی ہی جو توریت کی تصدیق کرتی ہی اُس یہودی نے کہا کہ تم درست کہتے ہو مگر جو کچھ تمھارے پیغمبر لائے ہین اُنکو تم کر نہ سکوگے ہم اُنکی اور اُنکی اُمت کی پہچان توریت مین اسطرح پاتے ہین کہ کسی آدمی کو اپنے دروازے کی چوکھٹ سے باہر پاؤن رکھنا نہین اُس حال مین کہ اُسکے دل مین کسی مسلمان پر کینہ ہو۔ اور حقوق ربانی مین سے یہ بھی ہی کہ جس راز کو اُسنے ودیعت اپنے پاس رکھا ہو اُسکا افشا نہ کیجے اور اگر ضرورت ہو تو اُسکا انکار بھی درست ہی کہ اُسنے مجھ سے کوئی راز نہین کہا گو یہ جھوٹ ہوگا مگر ایسے موقع پر سچ واجب نہین بلکہ یون سمجھنا چاہیے کہ جیسے آدمی کو اپنے عیبون اور اسرار کا چھپانا جائز ہی گو جھوٹ بولنا پڑے اسی طرح یہ بات اپنے بھائی کے حق مین کرنی جائز ہی کیونکہ وہ بھی قائم مقام اپنے نفس کے ہی گویا ایک جان دو قالب ہین یہ حقیقت اخوت کی ہی اسی لیے جو عمل کرا سے دو۔ اُسکے سامنے

آدمی کرے تو ریا کار نہ ہوگا اور نہ عمل باطنی سے نکل کر عمل ظاہری مین داخل ہوگا کیونکہ بھائی کے عمل کو جاننا ایسا ہی جیسا خود اپنے آپ کو جاننا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من ستر عورۃ اخیہ ستر اللہ تعالی فی الدنیا والآخرۃ اور دوسری روایت مین یون ہی فکانما احیا موؤدۃ اور فرمایا اذا حدث الرجل بحدیث ثم التفت فھو امانۃ اور فرمایا کہ مجالس امانت کے ساتھ ہین مگر تین مجلسین ایک وہ جسمین ناحق خون کیا جاوے دوسری وہ جسمین زنا حلال سمجھا جاوے تیسری وہ جسمین مال بوجہ ناجائز حلال کیا جاوے اور فرمایا کہ دو آپس کے بیٹھنے والے امانت کے ساتھ بیٹھتے ہین انمین سے ایک کو حلال نہین کہ ایک کی بات ایسی ظاہر کرے جو اسکو بری لگے کسی ادیب سے سوال کیا گیا کہ تم راز کی حفاظت کیسے کرتے ہو کہا کہ مین راز کے حق مین قبر بنجاتا ہون اور یہ مثل بھی مشہور ہے بھلے انسون کے صدور رازون کے قبور ہین۔ اور کہتے ہین کہ احمق کا دل منہ مین ہوتا ہی اور عاقل کی زبان دل مین ہوتی ہی یعنی احمق اپنے دل کی بات چھپا نہین سکتا اور ایسی طرح ظاہر کردیتا ہی کہ اسکو خبر بھی نہین ہوتی اور یہین وجہ احمقون سے ترک ملاقات اور انکی صحبت بلکہ انکی صورت دیکھنے سے احتراز واجب ہی اور کسی دوسرے سے پوچھا گیا کہ تم راز کو کس طرح چھپاتے ہو کہا کہ کہنے والے سے انکار کرتا ہون اور پوچھنے والے سے قسم کھاتا ہون۔ اور کسی اور کا قول ہی کہ مین راز کو چھپاتا ہون اور اس امر کو بھی پوشیدہ رکھتا ہون کہ راز کو چھپاتا ہون اور ابن المعتز نے راز کے چھپانے کے باب مین یون کہا ہی شعر راز کو مجھسے کہا جسنے چھپانے کے لیے × رکھا مین نے اسکو سینہ مین وہین دفنا دیا ×

اور ایک شخص نے اس سے بڑھ چڑھکر قطعہ کہا ہی قطعہ

ہی نہین راز میرے سینہ مین مردہ کی طرح	کیونکہ مردہ کو توقع ہی اٹھے روز جزا	بلکہ مین بھولتا ہون راز کو اس صورت سے
گویا اس سے کبھی اک دم کو بھی آگاہ نہ تھا	ہو نا سینہ سے اگر راز چھپانا ممکن	راز کا راز مرے دل سے بھی مخفی رہتا

اور ایک شخص نے اپنا راز کسی اپنے دوست سے کہا پھر اس سے کہا کہ تم نے یاد کرلیا اسنے جواب دیا کہ مین تو بھول گیا اور ابو سعید ثوری فرمایا کرتے تھے کہ جب تمکو کسی شخص سے بھائی چارہ منظور ہو تو اول اسکو خفا کردو پھر خفیہ ایک آدمی معین کردو کہ اس سے تمھارا حال اور تمھارا راز دریافت کرے اور اگر وہ تمھارے حق مین بہتر کہے اور تمھارے راز افشا نہ کرے تب اسکی صحبت اختیار کرو۔ اور ابو یزید سے کسی نے پوچھا کہ تم کس صفت کے آدمی سے صحبت رکھتے ہو فرمایا کہ جو میرے وہ مخفی حال جانتا ہی جو خدا تعالی کو معلوم ہین اور پھر انکو ایسا ہی چھپاتا ہی جیسا خدا تعالی پردہ پوشی کرتا ہی۔ اور ذوالنون مصری رح فرماتے ہین کہ جس شخص کو یہ بات پسند نہ ہو کہ تجھکو گناہون سے معصوم دیکھے اسکے ساتھ رہنے مین تجھے بہتری نہین اور جو آدمی غصہ کی حالت مین راز افشا کرے وہ پاجی ہی رضا کے وقت تو رازداری ہر ایک طبیعت سلیم کا مقتضا ہی۔ اور کسی حکیم کا قول ہی کہ جو شخص چار باتون مین بدل جاوے اسکی صحبت اختیار مت کر یعنی غصہ مین اور ہوا اور رضا اور طمع مین جدا ہو اور بے طمعی مین جدا بلکہ چاہیے کہ ان سب صورتون مین صادق الاخوۃ او رہے اسی لیے کسی نے یہ قطعہ کہا ہی قطعہ جدائی مین بھی دستور ہی کریمون کا + چھپائین زشتی کو احسان کو کرین ظاہر + وہ لئیم اگر دوستی کو ترک کرین + چھپائین خوبی کو بہتان کو کرین ظاہر + اور حضرت ابن عباس رض بن عبد المطلب نے اپنے صاحبزادہ ابن عباس رض کو ارشاد فرمایا کہ چونکہ مین دیکھتا ہون کہ امیر المومنین عمر رض تمکو بوڑھون پر مقدم کرتے ہین اسلیے مین پانچ باتین کہتا ہون انکو یاد کرلو اول یہ کہ انکا راز فاش مت کرنا دوسرے یہ کہ انکے پاس کسی کی غیبت مت کرنا تیسرے یہ کہ انکے سامنے کوئی جھوٹ مت بولنا چوتھے یہ کہ انکے کسی حکم کی نافرمانی مت کرنا پانچوین یہ کہ ایسی بات مت کرنا کہ انکو تمھاری خیانت ثابت ہو شعبی رح فرماتے ہین کہ ان مین سے ہر ایک بات ہزار سے بہتر ہی۔ اور منجملہ حقوق زبانی مین سے یہ بھی ہی کہ جو بات اپنا دوست کہے اسکو نہ کاٹے اور نہ اسکا مزاحم ہو حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ تم کسی بیوقوف کی بات کاٹو کہ وہ تمکو ایذا دیوے اور نہ کسی حلیم کی بات کاٹو کہ وہ تمھسے بغض کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خود باطل پر ہو کر بات کا کاٹنا ترک کرے اسکے لیے

نبی نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کا عیب چھپاوے اللہ تعالی دنیا اور آخرت مین اسکی پردہ پوشی کریگا ۱۲ بروایت ابی ہریرہ بلفظ من ستر مسلما اور الفاظ ابن ماجہ کے ابن ماجہ نے بروایت ابن عباس نقل کیا ہی اسمین یوم القیامہ کہا ہی بجا فی الدنیا والآخرۃ ۱۲ یعنی جس شخص نے اپنے بھائی کا عیب چھپایا گویا اسنے زندہ در گور کو جلایا۔ ابو داؤد و نسائی

روایت عقبہ بن عامر ۱۲ جب آدمی کوئی بات کہکر دوسری طرف دیکھے تو وہ بات امانت ہی ۱۲ ابو داؤد و ترمذی بروایت جابر ۱۲ ابو داؤد بروایت جابر ۱۲ یعنی جسکا احتمال ہو ابو بکر بن لال نے مکارم الاخلاق مین بروایت ابن مسعود سند ضعیف سے روایت کیا ہی بسند ضعیف ۱۲ ابن ابی الدنیا نے الصمت مین

جنت کے ایک کنارہ میں گھر ملیگا اور جو کوئی حق پر ہو کر بات کاٹنے کو ترک کریگا اُسکے لیے سب سے اوپر کی جنت میں مکان بنایا جائیگا۔ یہ ثواب بات کاٹنے کے چھوڑنے کا ہے حالانکہ باطل پر ہو کر ترک کرنا واجب ہے اور حق پر ہو کر ساکت رہنا نفل ہے مگر نفل پر ثواب اسلیے زیادہ ہوا کہ حق پر ہو کر خاموش ہونا نفس پر نہایت شاق ہے بہ نسبت باطل ہو کر سکوت کرنے کے اور ثواب بقدر مشقت کے ہوا کرتا ہے۔ اور آتش حقد دو بھائیوں میں بھڑک اُٹھنے کا سبب قوی یہی بات کاٹنا اور مناقشہ ہے اسلیے خلاف اول رایوں میں ہوتا ہے پھر اقوال میں پھر بدنوں میں تو گویا عین تقاطع اور تخالف یہی بات کاٹنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نہ ایک دوسرے سے تقاطع کرو نہ آپس میں بغض رکھو نہ حسد کرو نہ باہم جدائی رکھو اور اللہ کے بندے بھائی ہو جاؤ۔ اور فرمایا المسلم اخ المسلم لا یظلمہ ولا یحرمہ ولا یخذلہ بحسب المرء من الشر ان یحقر اخاہ المسلم۔ اور سب سے زیادہ حقیر سمجھنا بات کاٹنا ہے کیونکہ جو شخص دوسرے کی گفتگو کو رد کرتا ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اسکو جہل و حماقت کی طرف نسبت کرتا ہے یا حقیقت اشیا کے فہم سے اُسکی غفلت اور سہو ثابت کرتا ہے اور یہ دونوں باتیں موجب حقارت اور باعث کینہ اور وحشت ہیں۔ اور ابو امامہ باہلی رض کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اُس وقت میں کہ ہم ایک دوسرے کی بات کاٹ رہے تھے تو آپ غصہ ہوے اور فرمایا کہ بات کاٹنے کو چھوڑ دو کہ اسمیں بہتری کم ہے اور اسکو جانے دو کہ اسمیں فائدہ تھوڑا ہے اور بھائیوں میں عداوت پیدا کرتا ہے اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ جو شخص بھائیوں سے ہمیشہ مشت کرے اور انکی بات کاٹے اُسکی مروت کم ہو جاتی ہے اور بزرگی جاتی رہتی ہے۔ اور عبد اللہ بن حسن فرماتے ہیں کہ لوگوں کی بات کاٹنے سے دور بھاگو ورنہ تم پر کسی عاقل کا داؤں چل جائیگا یا کوئی جاہل گلے پڑ ہو جائیگا۔ اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ لوگوں میں سب سے عاجز وہ ہے جو یاروں کی طلب میں کوتاہی کرے اور اُس سے بھی عاجز وہ ہے جو یار حاصل کر کے تلف کر دے اور ظاہر ہے کہ کثرت مناقشہ باعث تلف کرنے اور جدائی اور عداوت کا ہوتی ہے اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ ہزار شخصوں کی دوستی کے عوض ایک آدمی کی عداوت مت مول لو حاصل یہ کہ مناقشہ کا باعث صرف یہی ہے کہ اپنی تمیز اور عقل اور فضل کو زیادہ ظاہر کرنا اور دوسرے کو جاہل ٹھہرانا اور اسمیں تکبر اور حقیر سمجھنا اور ایذا دینا اور حمق و جہالت کی گالی دینی سب کچھ پایا جاتا ہے اور دشمنی میں بجز ان باتوں کے اور کیا ہوتا ہے پس اخوت اور دوستی میں یہ باتیں کیسے شامل ہونگی کہ حضرت ابن عباس رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی بات مت کاٹ اور اُس سے مزاح مت کر اور نہ کوئی وعدہ ایسا کر جسکا تو خلاف کرے۔ اور ایک حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ تم لوگوں کو اپنے مال دیتے ہو لیکن اُنکو تم سے کشادگی پیشانی اور خوش خلقی ملنی چاہیے اور بات کاٹنا خوش خلقی کے خلاف ہے اور سلف کے لوگ بات کاٹنے سے اتنا ڈرتے تھے کہ دوست کی بات پر تکرار نہ کرتے انکا مذہب یہ تھا کہ اگر کوئی اپنے بھائی سے یہ کہے کہ اُٹھ اور وہ پوچھے کہ کہاں کو تو اُسکا ساتھ چھوڑ دے بلکہ یوں چاہیے کہ اُسکے کہنے کے ساتھ ہی کھڑا ہو جائے اور کچھ نہ پوچھے۔ اور ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ میرا ایک دوست عراق میں تھا حوادث کے وقت میں اُسکے پاس جا کر کہتا کہ اپنے مال میں سے کچھ مجھکو دو وہ ایک تھیلی میرے سامنے رکھ دیتا میں اُسمیں سے بقدر حاجت کے لیتا ایک روز جو میں اُسکے پاس گیا اور کہا کہ مجھکو کچھ ضرورت ہے تو اُسنے کہا کہ کسقدر چاہتے ہو اسکے سنتے ہی اُسکی دوستی کی حلاوت میرے دل میں سے جاتی رہی۔ اور کسی دوسرے کا قول ہے کہ جب تم اپنے بھائی سے کچھ مانگو اور وہ پوچھے کہ کیا کروگے تو اُسنے حق اخوت کو ترک کر دیا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ اخوت کا قائم ہونا کلام کی موافقت اور فعل کی مطابقت اور شفقت سے ہوتا ہے ابو عثمان حیری کہتے ہیں کہ دوستوں کے ساتھ نیک خو ہونا بہ نسبت شفقت کرنے کی نسبت کے بہتر ہوا اور واقع میں بھی ایسا ہی ہے جیسا اُنھوں نے کہا۔ جو کچھ حق اخوت کا زبان پر ہے یہ نہیں ہے کیونکہ اخوت جیسا اس بات کی مقتضی ہے کہ اُسکے سامنے بُری باتوں سے سکوت کیا جاوے ایسا ہی اس بات کو چاہتی ہے کہ جو باتیں یار کو پسند ہوں وہ اُسکے سامنے بیان کی جاویں بلکہ یہ امر تو ہی سے خاص ہے ورنہ جو شخص سکوت ہی پر قانع ہے وہ گویا مُردوں کا ساتھی ہے یار دوستوں کی تلاش اسلیے ہوتی ہے کہ اُنسے کچھ فائدہ ہو نہ یہ کہ انکی

ابو امامہ ... ابی الدرداء ... ابو منصور ... بروایت ابو امامہ اخرجہ ... دونوں کی ... ضعیف ہے ۱۲ ... ترمذی بروایت ابن ابی ... ضعیف ہے ۱۲

ایذا سے بچے رہیں اور خاموشی کے معنی یہی ہیں کہ دوسرے کو زبان سے نہ ستایا جاوے پس آدمی کو چاہیے کہ اپنے یار سے بولے بات کرے اور جن باتوں کا پوچھنا واجب ہو انکو پوچھے مثلاً اگر کوئی مانع پیش آجاوے جس سے دل کو اضطرار ہو یا اسکی تندرستی معلوم ہوے مدت ہو گئی ہو یا کوئی اور حالت جو اسکو بری معلوم ہوتی ہو طاری ہو تو چاہیے کہ اسکو زبان سے کہے کہ ہمکو بھی اس سے رنج ہے اور جن حالتوں سے کہ وہ خوش ہوتا ہو انمیں اپنا شریک ہونا زبان سے بیان کرے کیونکہ اخوت کے معنی یہی ہیں کہ درد و راحت میں شریک ہو - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا احب احدکم اخاہ فلیخبرہ - اس حدیث میں جو خبر دینے کے لیے ارشاد فرمایا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے مثلاً اگر تم کسی سے محبت کرو اور اسکو معلوم نہو کہ تمکو اس سے محبت ہے تو محبت کی ترقی نہو گی لیکن اگر وہ جان جاویگا کہ تمکو محبت ہے تو بالطبع تم سے محبت کریگا اور جب تمکو معلوم ہو گا کہ یہ بھی مجھ سے محبت کرتا ہے تو بالضرور تمکو محبت اسکے ساتھ زیادہ ہو گی اسی طرح دونوں طرفوں سے محبت دم بدم بڑھتی جائیگی اور شریعت میں ایمانداروں کا باہم محبت کرنا مطلوب ہے اور دین میں بھی یہ امر محبوب ہے اور اسی وجہ سے شارع علیہ السلام نے اسکا طریق سکھایا اور ارشاد فرمایا تھادوا تحابوا - اور ایک حق زبان سے بولنے کا یہ ہے کہ جس نام سے دوست کو پکارا جانا پسند ہو وہی نام لیکر پکارے اور سامنے اور پیچھے اسکا نام وہی لے جو اسکو محبوب ہو حضرت عمر رض فرماتے ہیں کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ اگر تم انکو بھائی کے ساتھ برتو تو اسکی دوستی تمہارے ساتھ خالص ہو جاویگی اول یہ کہ جب اس سے ملو اول سلام کرو دوم یہ کہ اچھی طرح اسکو بٹھلاؤ سوم یہ کہ اسکو جونسا نام اپنا اچھا معلوم ہوتا ہو اسکو لیکر پکارو - اور ایک حق یہ ہے کہ جس شخص کے سامنے دوست کو اپنی تعریف پسند ہو اسکے سامنے جو خوبیاں تمکو معلوم ہوں انکو ذکر کرو کہ یہ امر کشش محبت کا بڑا سبب ہے اور اسی طرح اسکی اولاد اور اہل خانہ اور کردار کی تعریف کرنی بلکہ اسکی عقل اور صورت اور نوشت اور اشعار اور تصنیف غرض اور چیزوں کی خوبی بیان کرنی جنسے وہ خوش ہو مگر اس تعریف میں جھوٹ اور مبالغہ نہو بلکہ جو بات قابل تحسین ہو اسکی خوبی بیان کیجاوے اور اس سے زیادہ ضروری یہ امر ہے کہ اگر غیر شخص اسکی تعریف کرتا ہو تو اظہار فرحت کے ساتھ دوست سے اسکا قول نقل کرے کہ اسکا خفیہ کرنا محض حسد ہے - اور ایک حق یہ ہے کہ اگر دوست نے کوئی سلوک تمہارے ساتھ کیا ہو تو اسکا شکر ادا کرو بلکہ اگر اسنے نیت سلوک کی کی ہو اور وہ پورا نہ ہوا ہو تب بھی مشکور ہونا بیان کرے کہ حضرت علی مرتضیٰ رض فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے بھائی کی حسن نیت پر شکور نہ ہو گا وہ اسکے حسن سلوک پر بھی مشکور نہو گا - اور سب سے زیادہ تاثیر محبت کے کھینچنے کی یہ ہے کہ جب کوئی شخص اسکو پیٹھ پیچھے برا کہے یعنی صراحتاً یا کنایتاً اسکی عزت کے درپے ہو تو خود دوست کی طرف داری اور حمایت کے لیے مستعد ہو اور اس بدگو کو چپکا کرے اور للکارے اس سے خاموشی کرنی موجب کینہ اور نفرت دل ہے اور حق اخوت کے ادا کرنے میں کوتاہی کا باعث ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دو دوستوں کو دو دو ہاتھوں سے تشبیہ دی ہے کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہو تو اسکی وجہ یہی ہے کہ ایک دوست دوسرے کی مدد کرے اور اسکا قائم مقام بنے - اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا المسلم اخ المسلم لا یظلمه ولا یخذله ولا یسلمه - اور اسکی برائی سننی چین رسوا کرنا اور اسکو اعدا کے حوالہ کرنا ہے اسلیے کہ اسکی حرمت کو ٹکڑے ہونے دینا ایسا ہی ہے جیسے اسکے گوشت کو پارہ پارہ ہونے دینا اسکو ایسا سمجھو کہ کتے تمکو چیرے ڈالتے ہوں اور تمہاری بوٹیاں اڑاتے ہوں اور کوئی تمہارا بھائی تمکو ویسا کھڑا دیکھے اور تمپر ترس نہ کھاوے تو تمکو کیسا برا معلوم ہو گا حالانکہ حرمت کا ہتک ہونا دلوں پر گوشت کے پارہ پارہ ہونے سے زیادہ ناگوار ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ غیبت کو خدا تعالیٰ نے مردار کے گوشت کھانے سے مشابہ فرمایا چنانچہ ارشاد ہے ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرہتموہ - اور روحیں جو خواب میں لوح محفوظ کو دیکھتی ہیں تو فرشتہ انکو دیکھے ہوے معاملات کو محسوسات کی شکل میں بنا کر دکھلا دیتا ہے اور غیبت کو مردار گوشت کھانے کی صورت میں پیش کرتا ہے یہانتک کہ اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ گوشت مردار کا کھاتا ہے تو اسکی تعبیر یہی ہے کہ لوگوں کی غیبت کرتا ہے اسلیے کہ وہ فرشتہ جو کسی بات کی صورت بناتا ہے تو صورت ظاہر کا لحاظ نہیں کرتا بلکہ اس چیز اور صورت مثالیہ میں مشارکت اور مناسبت معنوی کا لحاظ رکھتا ہے جو مثال بمنزلہ روح کے ہے - اس

تقریر سے مقصود یہ ہی کہ حق اخوت کی رعایت کرنی اور دشمنون کی برائی کے وقت اُسکی حمایت کرنی اور بدگویون کی بدگوئی سے اُسکو رہائی دینی آدمی پر واجب ہی۔ اور مجاہد رح فرماتے ہین کہ دوست کو اُسکی غیبت مین اسطرح ذکر کرو جیسا تم چاہتے ہو کہ تمھاری غیبت مین کوئی تمھارا ذکر کرے تو اس صورت مین تمھارے لیے دو باتین سمجھنی کار آمد ہین اول یہ کہ فرض کرو کہ جو بات دوست کو کسی نے کہی وہ تمکو کہتا اور دوست مذکور وہان موجود ہوتا تو تمھارا دل اُسوقت کیا چاہتا کہ تمھارا دوست تمھارے باب مین کیا کہے تو جو تقریر دوست کی اُسوقت تمکو پسند ہوتی وہی تمکو اُسپر طعنہ کرنے والے کے ساتھ کرنی چاہیے دوسرے یہ کہ فرض کرلو کہ تمھارا دوست دیوار کے پیچھے موجود ہی اور تمھاری تقریر سنتا ہی اور اُسکے گمان مین یہ ہی کہ تم اُسکا موجود ہونا نہین جانتے تو اُسوقت مین اُسکی طرفداری جتانی اور اُسکے سنانے کو جو کچھ تمھارے دل مین جنبش ہو وہی اُسکے پیٹھ پیچھے بھی ہونی چاہیے چنانچہ بعض اکابر فرماتے ہین کہ جب میرے کسی بھائی کا ذکر اُسکی غیبت مین ہوتا ہی تو مین خیال کرلیتا ہون کہ وہ بیٹھا ہوا ہی اور پھر وہ باتین کہتا ہون کہ اگر بالفرض وہ ہوتا اور سنتا تو اُسکو اچھی معلوم ہوتین۔ اور کسی دوسرے بزرگ کا قول ہی کہ جب میرے کسی بھائی کا مذکور ہوتا ہی تو اپنے آپ کو اُسکی صورت مین سمجھ لیتا ہون اور اُسکے باب مین وہ بات کہتا ہون جسکو اپنے حق مین کہا جانا بہتر سمجھتا ہون۔ اور یہ امر بھی مسلمانی مین سے ہی کہ اپنے بھائی کے لیے وہی بات مناسب معلوم کرے جو اپنے حق مین بہتر سمجھتا ہی۔ اور حضرت ابو درداء نے ایک ہل مین دو بیل جتے ہوے دیکھے کہ قلبہ رانی کر رہے ہین اتنے مین ایک کھڑا ہو کر اپنا بدن کھجلانے لگا دوسرا بھی کھڑا ہو رہا آپ یہ دیکھکر رو پڑے اور فرمایا کہ یہی حال فی اللہ دوستون کا ہی کہ دونون اللہ تعالی کے واسطے کام مین لگے ہوتے ہین اور ایک کھڑا ہو جاتا ہی تو دوسرا بھی اُسکا موافق ہوتا ہی اور پورا اخلاص موافقت ہی سے ہوتا ہی اور جو شخص محبت مین اخلاص نہ رکھتا ہو وہ منافق ہی اور اخلاص یہ ہی کہ آگے اور پیچھے اور زبان اور دل اور ظاہر و باطن اور تنہائی اور جماعت مین یکسان ہووے ان دو چیزون مین سے اگر کسی مین اختلاف اور فرق ہوگا وہی دوستی کا بگاڑ اور دین کا خلل اور اہل ایمان کے طریق کا رخنہ ہی اور جو شخص اپنے نفس پر اس بات کا قادر نہو کہ ہر حال مین یکسان رکھ سکے تو اُسکو چاہیے کہ صحبت اور دوستی کا نام نہ لے تنہائی اختیار کرے کیونکہ دوستی کا حق نباہنا مشکل ہی اسکی تاب اُسی کو ہوتی ہی جو محقق ہو اور اسکے ثواب جزیل کا شایان بھی وہی ہی جو موافق ہو اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تیرے ہمسایہ مین ہو اُسکی ہمسائگی اچھی طرح کر تو مسلمان ہو جائیگا اور جو شخص تیری صحبت مین ہو اُسکی مصاحبت اچھی طرح کر تو ایمان دار ہو جائیگا۔ تو دیکھو اس حدیث مین ایمان کو تو صحبت کی جزا فرمایا اور اسلام کو ہمسایہ کی جزا تو جتنا فرق ایمان اور اسلام کی فضیلت مین ہی وہی حق صحبت اور حق ہمسائگی کی بجا آوری کی مشقت مین ہی اسلیے کہ صحبت کے لیے بہت سے حقوق قریبہ متوالیہ بلکہ علی الدوام درکار ہین اور ہمسائگی کے لیے حقوق قریبہ ہوتے ہین مگر کبھی کبھی ہوتے ہین اُنکے لیے دوام کی قید نہین۔ اور منجملہ حقوق زبانی کے ایک تعلیم اور نصیحت ہی کیونکہ علم کی حاجت اپنے دوست کو مال کی ضرورت سے کم نہین جب مال مین اُسکو اپنا شریک کرنا حق الفت ٹھیرا تو علم مین بھی بطریق اولی شریک کرنا چاہیے یعنی اگر تمکو سب علوم سے بہرہ وافی ہی تو چاہیے کہ جو امور دین مین خواہ دنیا مین دوست کے کار آمد اور مفید ہون اُسکو تعلیم کرو اور تمھاری تعلیم کے بعد اگر وہ علم کے بموجب کاربند نہو تو تمکو لازم ہی کہ اُسکو نصیحت کرو اسطرح کہ افعال بد کی برائیان اور اُنکے ترک کے فوائد اُسکے سامنے ذکر کرو اور جو بات کہ اُسکو دنیا اور آخرت مین بری معلوم ہوتی ہو اُس سے ڈراؤ تاکہ وہ اُن حرکات سے باز آوے اور اُسکے عیوب پر اُسکو خبردار کرو اور بری بات کی قباحت اور اچھی بات کی خوبی اُسکے دل مین جماؤ مگر چاہیے کہ یہ امور خفیہ تنہائی مین آپس سے کہو تاکہ کسی کو اُسکی اطلاع نہو اسلیے کہ مجمع مین کہنا توبیخ اور فضیحت مین داخل ہی اور تنہائی مین کہنا شفقت اور نصیحت شمار کیا جاتا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین المومن مراۃ المومن اس سے یہ مراد ہی کہ اُسکے باعث سے وہ بات معلوم کرلیتا ہی جو اپنے آپ نہین سوجھتی یعنی ایک ایماندار اپنے دوسرے بھائی کی وجہ سے اپنے عیبون پر

مطلع ہوجاتا ہے اگر تنہا ہوتا تو یہ بات حاصل نہ ہوتی جیسے آئینہ سے اپنی ظاہری صورت کے عیب پر واقف ہوجاتا ہے اور بدون آئینہ کے نہیں معلوم کرسکتا۔ اور حضرت امام شافعی رض فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے بھائی کو خفیہ سمجھاوے وہ اسکو نصیحت کرتا ہے اور زینت دیتا ہے اور جو اسکو مجمع میں فہمایش کرے تو فضیحت کرتا ہے اور عیب لگاتا ہے۔ اور مسعر سے پوچھا گیا کہ جو شخص تمکو تمھارے عیوب بتاوے اس سے تم محبت کرتے ہو کہ نہیں کہا کہ اگر وہ مجھکو خود تنہا ایکر نصیحت کرے تو البتہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور مجمع میں مجھکو فضیحت کرتا ہے تو محبت نہیں کرتا ہوں اور واقع میں درست کہا اسلیے کہ مجمع میں نصیحت کرنا فضیحت ہی ہے دیکھو قیامت کے دن خداے تعالیٰ اپنے دوستوں پر جو عتاب فرماویگا تو انکو اپنی پناہ کے اندر اور پردہ ستاری کے سایہ میں علیحدہ گناہوں پر خفیہ مطلع کریگا اور اسکا نامہ اعمال مہر لگا ہوا ان فرشتوں کو دیگا جو اسکے ساتھ جنت تک جاوینگے جب دروازۂ جنت کے قریب پہونچیں گے اسوقت وہ نوشتہ سربند اسکے حوالہ کرینگے کہ اسکو پڑھ لے اور جو لوگ مستحق خفگی کے ہیں وہ برسر مجمع پکارے جاوینگے اور انکے گناہوں کے لیے انکے اعضا بولینگے جس سے زیادہ تر رسوائی اور فضیحت ہوگی خداے تعالیٰ اس روز کی فضیحت سے ہمکو پناہ میں رکھے غرضکہ فضیحت اور نصیحت میں فرق یہی ہے کہ نصیحت تنہائی میں ہوتی ہے اور فضیحت مجمع میں جیسے مدارا اور مداہنت کہ دونون چشم پوشی ہوتی ہیں لیکن اگر چشم پوشی اسلیے کہ تمھارا دین سلامت رہے اور بھائی کی اصلاح ہو تب تو مدارات ہے اور اگر اسلیے ہے کہ اپنے نفس کا حظ اور شہوتیں حاصل ہون اور جاہ بنا رہے تو اسکا نام مداہنت ہے۔ اور ذوالنون مصری رح فرماتے ہیں کہ خداے تعالیٰ سے صحبت موافقت ہی کے ساتھ اختیار کرو اور خلق سے نصیحت ہی کے ساتھ اور نفس سے مخالفت ہی کے ساتھ اور شیطان سے عداوت ہی کے ساتھ۔ اب اگر یہ کہو کہ جس صورت میں نصیحت کے اندر عیوب کا ذکر ہوگا تو اس سے تو دل کا نفرت لانا ہوا یہ امر حق اخوت میں کیسے ہوا تو اسکا جواب یہ ہے کہ متنفر کرنا دل کا اس عیب کے ذکر سے ہوتا ہے جسکو دوسرا شخص اپنے آپ میں خود جانتا ہو اور جس عیب کو وہ اپنے نفس میں نہیں جانتا اسپر اسکا آگاہ کرنا عین شفقت اور اسکے دل کو اپنی طرف مائل کرتا ہے بشرطیکہ عاقل ہو اور بیوقوفون سے ہمکو بحث نہیں کیونکہ اگر کوئی حرکت مذموم تم سے ہوگئی یا کوئی بری صفت تم میں ہو اور دوسرا شخص تمکو اس فعل یا صفت سے آگاہ کردے تو اسکی مثال ایسی ہوگی جیسے تمھارے کپڑون میں بچھو یا سانپ ہو اور وہ قصد تمھارے ہلاک کرنے کا رکھتا ہو اور دوسرا شخص تمکو آگاہ کردے تو اب اگر تم اس شخص کی نصیحت کو برا جانو تو تم سے زیادہ بیوقوف اور کون ہوگا اور ظاہر ہے کہ بری صفتیں بھی بچھو اور سانپ ہیں اور آخرت میں ہلاک کرنے والی ہیں کیونکہ وہ دلون اور روحون کو کاٹتی ہیں اور انکا درد بہ نسبت دنیا کے سانپ بچھوون کے جو ظاہر بدن کو کاٹتے ہیں زیادہ ہیں اور وہ اس آگ سے پیدا ہیں جو دلون کو جھانکتی ہے۔ اور حضرت عمر رض عیوب پر آگاہی کرنے کو ہدیہ فرمایا کرتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو اپنے بھائی کے پاس اسکے عیبون کا ہدیہ لیجاوے اور یہی وجہ جب حضرت سلمان آپکے پاس آئے تو آپ نے اس سے پوچھا کہ اپنے نزدیک میری بری بات جو تم نے سنی ہو بیان کرو انھون نے کہا کہ اس سے مجھکو معاف فرمایئے آپنے اصرار کیا انھون نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ آپکے پاس دو لباس ہیں ایک دن کو پہنتے ہیں اور ایک رات کو اور میں نے سنا ہے کہ آپنے ایک دسترخوان پر دو سالن جمع کیے حضرت عمر رض نے فرمایا کہ انکی فکر مت کرو ان دو باتون کے سوا کچھ اور سنا ہے انھون نے کہا نہیں اور حذیفہ مرعشی نے یوسف بن اسباط کو لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے اپنا دین دو پیسے کے عوض بیچ ڈالا کہ دودھ والا جو تمھارا آشنا تھا اس سے تمنے دودھ کو پوچھا کہ کتنے کا ہے اسنے کہا کہ چھ پیسے کا تمنے کہا کہ نہیں چار پیسے کا اسنے کہا کہ لیجاؤ تم اپنے سر سے غافلون کا پلہ اتارو اور خواب غفلت سے جاگو اور جان لو کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اسکے سبب سے غنی نہیں ہوتا اور دنیا کو اختیار کرتا ہے مجھکو ڈر ہے کہ کہیں وہ خداے تعالیٰ کی آیتون سے ٹھٹھول کرنے والا نہو اور اللہ تعالیٰ نے جھوٹون کا وصف فرمایا ہے کہ اپنے ناصحون سے بغض رکھتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے لکن لا تحبون الناصحین اور یہ صورت اسی عیب میں ہے جس سے آدمی غافل ہو لیکن اگر تمکو معلوم ہے کہ وہ اپنی خطا کو جانتا ہے مگر اپنی طبیعت سے مجبور رہے

تو اگر وہ اِس گناہ کو چھپاتا ہو تو اُسکی پردہ دری چاہیے اور اگر ظاہر کرکے مرتکب ہوتا ہو تب البتہ نصیحت مین نرمی کرنی چاہیے اور کبھی تصریح سے ایسی طرح سمجھانا چاہیے کہ اُسکو وحشت نہو اور اگر جانو کہ نصیحت اُسمین اثر نہ کریگی اور وہ اپنی طبیعت سے مضطر ہی اور یہین وجہ گناہ پر مصر تو اُس سے سکوت کرنا بہتر ہی اور یہ سب باتین اُن امور مین ہین جو دوست کے مقاصد دینی اور دنیوی سے متعلق ہون اور امور اِس طرح کے ہون کہ تمھارے حق مین کوتاہی کرنے سے علاقہ رکھتے ہون تو اُنمین تحمل کرنا اور درگذر اور معاف کرنا واجب ہی اُنسے دانستہ چشم پوشی کرنی چاہیے اُنکے لیے اُس سے مزاحمت کرنی نصیحت کی بات نہین ہان اگر وہ امور ایسے ہون کہ اُنسے نوبت ترک ملاقات کی پہونچ جائیگی تو تنہائی مین اُسپر عتاب کرلینا اِس سے بہتر ہی کہ اُس سے یاری ترک کی جاوے اور عتاب بھی کنایۃً کہنا صریح کہنے سے بہتر ہی اور لکھکر اُسکو دے دینا زبانی کہنے سے اچھا ہی اور تحمل کرنا سب سے اچھا ہی اسلیے کہ دوستی سے تمھاری یہ غرض ہونی چاہیے کہ تم اُسکا لحاظ کرو اور اُسکا حق ادا کرو اور اُسکے قصور پر تحمل کرو یہ نیت نہ ہونی چاہیے کہ اِس سے اپنے کامون مین مدد لو اور وہ تمھارے ساتھ نرمی کرے غرضکہ نیت اپنے نفس کی اصلاح کی ہونی چاہیے۔ ابو بکر کتانی کہتے ہین کہ ایک شخص میری صحبت مین رہنے لگا اور میرے دل پر گران تھا مین نے ایک روز اُسکو ایک چیز دے ڈالی تاکہ جو بات میرے دل مین ہی وہ جاتی رہے مگر وہ بات نہ گئی پھر مین نے اُسکا ہاتھ پکڑا اور حجرہ مین لیجا کر اُس سے کہا کہ اپنا پاؤن میرے گال پر رکھ اُسنے انکار کیا مین نے کہا کہ ضرور رکھنا پڑیگا اُسنے ویسا ہی کیا تب وہ بات میرے دل سے نکلی۔ اور ابو علی رباطی کہتے ہین کہ مین نے عبد اللہ رازی کے ساتھ ہونا چاہا وہ جنگل مین جایا کرتے تھے اُنھون نے فرمایا کہ پہلے یہ ٹھہرا لو کہ حاکم تم ہوگے یا مین مین نے کہا کہ حاکم آپ ہی ہونگے فرمایا کہ پھر تمکو کہنا ماننا ہوگا مین نے کہا کہ بہتر آپ نے پھر ایک تھیلا لیکر اُسمین سامان سفر رکھا اور اُسکو اپنی پیٹھ پر لاد لیا جب مین آپ سے کہتا کہ یہ بوجھ مجھکو دے دیجیے تو آپ فرماتے کہ مین حاکم ہون کہ نہین تمکو میرا کہنا ماننا چاہیے ایک رات ہمکو مینھ نے آلیا آپ کے پاس ایک چادر تھی مجھکو بٹھلا دیا اور صبح تک پھر اُس چادر کو تانے کھڑے رہے کہ مجھپر پانی نہ پڑے مین اپنے جی مین کہتا تھا کہ کاش مین مرجاتا اور یہ نہ کہتا کہ حاکم تم ہو۔ پانچوان حق اخوت کا یہ ہی کہ دوست کی لغزشون اور خطاؤن کو معاف کرے۔ اور قصور جسکا دوست مرتکب ہو دو حال سے خالی نہین یا تو کسی معصیت کے ارتکاب سے اپنے دین مین کوتاہی کرتا ہی یا خاص تمھارے حق مین کمی کرتا ہی تو جو قصور دین مین یا گناہ کے مرتکب ہونے یا اُسپر اصرار کرنے سے ہو تو اُسکے لیے تمکو نصیحت مین ایسی نرمی برتنی چاہیے جس سے اُسکی کجی مبدل براستی اور ابتری مبدل بجمعیت ہو جائے اور اُسکے حال مین از سر نو صلاح اور ورع آجائے پس اگر یہ بات تم سے نہ ہو سکے اور وہ اصرار پر جا رہے تو ایسے شخص سے دوستی کے باقی رکھنے یا جدائی اختیار کرنے مین صحابہ اور تابعین کا طریق مختلف ہی حضرت ابو ذر رض کا مذہب تو یہ ہی کہ اُس سے جدائی کرنی چاہیے اور فرماتے ہین کہ جب آدمی کا دوست اپنے پہلے حال سے بدل جائے تو اُسکو چاہیے کہ جیسے اچھی حالت کی وجہ سے اُس سے محبت کرتا تھا اب بری حالت کے سبب سے اُس سے بغض کرے اور اُنکے نزدیک محبت اور بغض فی اللہ کا مقتضا یہی ہی۔ اور حضرت ابو درداء اور کچھ دوسرے صحابی یہ فرماتے ہین کہ جب تمھارے بھائی کا احوال بدل جائے اور بحالت سابقہ نہ رہے تو اُسکے سبب سے اُسکو ترک مت کرو کیونکہ آدمی کبھی سیدھا ہوتا ہی کبھی کج ہو جاتا ہی سدا ایک حال پر نہین رہتا۔ اور حضرت ابراہیم نخعی رح فرماتے ہین کہ اگر تمھارے بھائی نے گناہ کیا ہو تو اُس گناہ کے باعث اُس سے جدائی اور ترک ملاقات مت کرو اسلیے کہ وہ آج گناہ کا مرتکب ہوگا اور کل کو چھوڑ دیگا اور یہ بھی اُنھین کا قول ہی کہ لوگون سے عالم کی لغزش کا ذکر مت کرو اسلیے کہ عالم لغزش کرتا ہی اور پھر اُسکو چھوڑ دیتا ہی۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ عالم کی لغزش سے ڈرو اور اُس سے ترک ملاقات کرو اور توقع کرو کہ وہ اپنی حرکت سے رجوع کریگا اور حضرت عمر رض نے ایک شخص سے اخوت کی تھی اور وہ شام کو چلا گیا تھا جب کوئی شخص شام سے آیا تو آپ نے اُس سے پوچھا کہ میرے فلان بھائی کا کیسا حال ہی اُس نے عرض کیا کہ وہ آپکا بھائی کیون ہوتا وہ تو شیطان کا بھائی ہی آپ نے فرمایا کہ کیا وجہ اُسنے کہا کہ اُسنے بہت سے گناہ کبیرہ کیے یہان تک

کہ شراب مین مبتلا ہوا آپ نے فرمایا کہ جب تم شام کو جاؤ مجھے اطلاع کرنا اور جس وقت وہ جانے لگا تو آپ نے ایک پرچہ اُسکو لکھا اس طرح
بسم اللہ الرحمن الرحیم تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول لا الٰہ الا ہو الیہ المصیر۔ پھر
اُسکے بعد اُسکو عتاب اور ملامت کیا جب اُس شخص نے یہ مضمون پڑھا رو دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے درست فرمایا اور عمر رضؓ نے مجکو نصیحت کی
پھر توبہ کی اور اپنی پہلی حالت پر رجوع کیا۔ اور کہتے ہین کہ ایک شخص کسی پر عاشق ہوگیا اُسنے اپنے فی اللہ دوست کو اُس حال سے اطلاع دی
اور کہا بھائی مین تو قصوروار ہوگیا اب اگر تیرا دل میرے ساتھ قید محبت کرنے کو نہ چاہے تو مت کر اُسنے جواب دیا کہ مین ایسا نہین ہون کہ
تیری خطا کی جہت سے معاملۂ دوستی فسخ کردون پھر اُس شخص نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ جب تک میرے یار کو اُس خواہش نفسانی سے
نہ بچاویگا مین نہ کھاؤنگا اور نہ پیونگا اور بھوکا پیاسا رہنا شروع کیا اور ہر روز دوست سے پوچھ لیتا کہ تمھارا کیا حال ہی وہ یہی کہتا کہ دل اُسی پر
جما ہی اور یہ مارے غم اور بھوک کے روز بروز گھلتا جاتا تھا یہان تک کہ چالیس روز بے آب ودانہ گذر گئے اب جو اُسنے دوست سے پوچھا
تو اُسنے کہا کہ میرے دل سے وہ خواہش نفسانی دور ہوئی غرضکہ اتنے دنون کے بعد کھایا اور پیا حالانکہ دوست کے غم مین قریب مرگ ہوگیا تھا
اسی طرح ایک اور حکایت سلف کے دو بھائیون کی ہی کہ ایک راہ راست سے منحرف ہوگیا تھا کسی نے دوسرے سے کہا کہ تم اسکی ملاقات
چھوڑ نہین دیتے وہ تو بگڑ گیا اُنھون نے جواب دیا کہ اسی وقت مین تو اُسکو میری زیادہ ضرورت پڑی ہی ایسے وقت مین کیونکر ترک کرون بلکہ
اب اُسکا ہاتھ پکڑ کے بملائمت عتاب کرونگا اور پہلی حالت پر رجوع کرنے کو کہونگا سچ ہی ۔ دوست آن دانم کہ گیرد دست دوست ۔ در
پریشان حالی و درماندگی ۔ اور بنی اسرائیل کی حکایت مین ہی کہ دو بھائی ایک پہاڑ پر عبادت کیا کرتے تھے اُنمین سے ایک گوشت خریدنے کو
نیچے اُترا قصائی کی دوکان پر ایک کسبی کو دیکھکر فریفتہ ہوا اور تنہائی مین لیجا کر اُس سے ہم بستر ہوا اور تین روز اُسکے پاس ٹھہرا رہا اور مارے
حیا کے اپنے بھائی پاس نہ گیا جب اُسکے بھائی نے تین روز تک اُسکو نہ دیکھا تو شہر مین اُترا اور پوچھتے پوچھتے اُسکا سراغ لگا پا جا کر دیکھا
تو اُس کسبی کے پاس بیٹھا ہی دیکھتے ہی اُسکو گلے لگایا اور چومنے چمٹنے لگا اور وہ چونکہ اپنی خطا سے نہایت شرمندہ تھا اسلیے انکار کرنے لگا
کہ مین تمکو پہچانتا ہی نہین پھر دوسرے نے کہا کہ لو بھائی اب مجکو تمھارا حال اور قصہ معلوم ہوگیا تم جیسے اسوقت مین مجکو عزیز اور محبوب ہو
ایسے کسی وقت مین نہ تھے جب اُس شخص نے دیکھا کہ باوجود اپنی خطا کے مین اسکی نظرون سے نہین گرا ساتھ ہو لیا اور پھر جیسے تھے ویسے
ہوگئے پس کچھ لوگون کا طریقہ خطا وار دوستون سے اسطرح ہوا کرتا ہی اور یہ طریق بہ نسبت حضرت ابو ذر رضؓ کے طریق کے زیادہ لطیف
اور زیادہ فقہ کے مطابق ہی اسمین کچھ شک نہین کہ آپ کا طریق بہتر اور اسلم ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ تمنے اس طریق کو زیادہ لطیف اور فقہ کے
زیادہ موافق کیون کہا معصیت کے مرتکب سے تو ابتداءً ہی اخوت کرنی جائز نہین تو آخر اس سے علیحدگی واجب ہونی چاہیے اسلیے
کہ حکم جب کسی علت سے ثابت ہوتا ہی تو قیاس یہی ہی کہ اُس علت کے دور ہونے سے جاتا رہے اور چونکہ معاملۂ اخوت کی علت دین مین
ایک دوسرے کا معاون ہوتا ہی تو ظاہر ہی کہ ارتکاب معصیت سے یہ علت مفقود ہوگئی تو اب یہ اخوت بھی نہ رہنی چاہیے تو اسکا جواب یہ ہی کہ اس
طریق کو لطیف کہنے کی وجہ یہ ہی کہ اسمین نرمی اور دل کا مائل کرنا اور مہربانی پائی جاتی ہی جس سے نوبت گناہ سے رجوع اور توبہ کی پہونچتی ہی
کیونکہ صحبت کے باقی رہنے سے حیا کو پائداری ہوگی اور علیحدگی اور ترک ملاقات ہوگی اور مجرم کو توقع صحبت کی نہ رہیگی تو گناہ پر اصرار ہمیشہ
کریگا۔ اور فقہ سے زیادہ تر موافق ہونے کی یہ وجہ ہی کہ اخوت قائم مقام قرابت کے ہو جاتی ہی اور جب منعقد ہو جاتی ہی تو اُسکا حق مستحکم ہو جاتا ہی
اور اُسکا نباہنا اور اسکے عہد کا پابند ہونا واجب ہوتا ہی اور منجملہ اُسکے نباہنے کے یہ ہی کہ دوست ایام حاجت مین نہ چھوڑا جاوے اور دین مین
حاجت پڑنی بہ نسبت باقی حاجت کے زیادہ سخت ہی اور ارتکاب گناہ سے وہ ایسی آفت مین مبتلا ہوگیا جسکے سبب سے اُسکو دین مین حاجت
پڑی تو اب ضرور ہی کہ اُسکی رعایت کیجاوے اور چھوڑ نہ دینا چاہیے بلکہ ہمیشہ اُسکے ساتھ نرمی برتی جاوے تاکہ جس حادثہ مین وہ پھنس گیا ہی

اس سے نجات پانے پر مدد دے کہ دوستی مصائب اور حوادث ہی کے لیے ہوتی ہے اور اس سے بڑی مصیبت کونسی ہوگی جس سے دین مین خلل ہو جب گنہگار کسی پرہیزگار کی صحبت مین رہتا ہے اور اُسکے خوف اور وظائف کو دیکھتا ہے تو چند روز مین وہ بھی اپنے گناہ سے مُنہ موڑ کر اسپر اصرار کرنے سے شرماتا ہے بلکہ سست آدمی جب کام کے حریص کے ساتھ رہتا ہے تو اُس سے شرماکر خود بھی کام کرنے کی حرص کرتا ہے جعفر بن سلیمان رح کہتے ہین کہ جب مین عمل مین سستی کرتا ہون تو محمد بن واسع کو دیکھتا ہون اور اُنکے بہ تن طاعت پر متوجہ ہونے کو خیال کرتا ہون تو مجکو سر و عبادت مین پھر دین کا قوت ہو جاتا ہے اور سستی دور جاتی ہے اور ایک ہفتہ خوب چُست تیار رہتا ہون - اور اُسکی تحقیق یہ ہے کہ دوستی کا سلسلہ مثل نسب کے سلسلہ کے ہے اور معصیت کے سبب سے قریب کو چھوڑنا نہ چاہیے اور یہین وجہ اللہ تعالی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اقارب کے باب مین ارشاد فرماتا ہے - فان عصوک فقل انی بری مما تعملون - اور یہ ارشاد نہوا کہ مین تم سے بری ہون اسلیے کہ حق قرابت اور سلسلہ نسب کا ملحوظ رہے - اور اسی کی طرف حضرت ابو درداء نے اشارہ فرمایا یعنی جب اُنسے کہا گیا کہ تم اپنے فلان بھائی سے بغض نہین رکھتے وہ تو مرتکب فلان فلان حرکات کا ہوا آپ نے فرمایا کہ مین اسکی حرکات کو بُرا جانتا ہون اور وہ خود تو میرا بھائی ہے - اور دین کی اخوت قرابت کی اخوت سے زیادہ مستحکم ہوتی ہے اور اسی جہت سے جب کسی حکیم سے یہ سوال ہوا کہ تمھارے نزدیک بھائی اور دوست مین سے کونسا محبوب تر ہے تو اُسنے جواب دیا کہ بھائی سے بھی اُسی صورت مین محبت کرتا ہون کہ وہ میرا دوست ہو اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ بہت بھائی تمھارے ایسے ہین جو تمھاری مان سے نہین پیدا ہوے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ قرابت دوستی کی محتاج ہے اور دوستی کو قرابت کی حاجت نہین - اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ ایک روز کی دوستی صلہ ہے اور ایک مہینہ کی دوستی قرابت ہے اور ایک سال کی دوستی قرابت قریبہ ہے جو کوئی اُسکو قطع کریگا اللہ تعالی اُسکو قطع کریگا - غرضکہ عقد اخوت منعقد ہونے کے بعد اُسکا نباہنا واجب ہے اور اسی سے جواب اس بات کا بھی نکل آیا کہ فاسق کے ساتھ ابتداءً مواخات کس لیے نہین چاہیے یعنی اُسکی وجہ یہی ہے کہ پہلے سے اُسکا کوئی حق نہین پس اگر پیشتر سے اُسکا کوئی ساتھ قرابت ہو تو اُسکے ساتھ بھی ترک ملاقات نہ چاہیے بلکہ اچھی طرح پیش آنا چاہیے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ ابتداءً صحبت اور اخوت کا ترک کرنا نہ تو مذموم ہے نہ مکروہ بلکہ یون کہتے ہین کہ تنہائی بہتر ہے لیکن اخوت کو ہمیشہ کے لیے منقطع کرنے سے نہی آئی ہے اور فی نفسہ بُری چیز ہے اور انقطاع اخوت کی نسبت ابتداءً ترک کی طرف ایسی ہے جیسی طلاق کو ہے ترک نکاح کی طرف کہ طلاق ترک نکاح سے بھی زیادہ اللہ تعالی کے نزدیک بُری ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قطع اخوت کے باب مین فرماتے ہین شرار عباد اللہ المشاؤن بالنمیمۃ المفرقون بین الاحبۃ - اور بعض اکابر سلف فرماتے ہین کہ شیطان کو یہی منظور تھا کہ تمھارے بھائی سے کوئی ایسی ہی حرکت کرا دے تاکہ تم اُسکو چھوڑ دو اور ترک ملاقات کرو تو جب تمنے ایسا ہی کیا تو شیطان کی دل چاہتی بات سے کیا چھوڑا اُسکے دونون مطلب پورے ہوے یعنی جیساکہ آدمی کو مبتلاء عصیان کرنا شیطان کو محبوب ہے ویساہی دوستون مین بگاڑ ہو جانا اُسکو پسند ہے تو جب کسی دوست سے خطا ہو جائے اور شیطان کا ایک مطلب پورا ہو تو کیا ضرور ہے کہ دوست سے ترک ملاقات کرکے اپنے دشمن کی دوسری غرض پوری کرین اور جب ایک شخص نے ارتکاب معصیت کیا تھا اور دوسرے نے اُسکو گالی دی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس دوسرے کو جھڑکا اور فرمایا کہ اپنے بھائی پر شیطان کے مددگار مت ہو یعنی ایک غرض تو اُسکی ہو چکی دوسری پوری مت کرو - پس اس سبب تقریب صحبت کے باقی رکھنے اور ابتداءً صحبت نہ کرنے مین فرق معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یون کہ سکتے ہین کہ فاسقون سے اختلاط کرنا بھی ممنوع ہے اور دوستون سے مفارقت بھی ممنوع ہے تو یہ دونون امر ایک دوسرے کے متعارض ہین اور جو صورت کہ معارض سے خالی ہو وہ ایسی نہین جو اُس سے خالی ہو اور ابتداءً ترک اخوت مین کوئی معارض نہین صرف ایک ہی جملہ کی تعمیل ہے کہ فاسقون سے اختلاط ممنوع ہے تو اس صورت مین مناسب یہی ہے کہ اُنسے مہاجرت اور دور رہنے کو اولی کہا جائے اور صحبت کی بقا مین دونون ایک دوسرے کے معارض ہین مگر حق اخوت کا نباہنا دوسرے کی

تاکید کرتا ہے اسلیے وہی اولی ہوگا۔ یہ سب حال دوست کی اُن خطاؤن کا ہے جو اُسکے دین میں ہون اور جو خطائیں کہ خاص دوست کے حق میں ہون اور موجب وحشت اور نفرت ہون اُنمین بالاتفاق حلم کرنا اور معاف کرنا بہتر ہے بلکہ جن باتون کا محل کوئی عمدہ وجہ ہو سکے اور اُنمین کوئی عذر قریب یا بعید متصور ہو تو اُنکو اُسی پر حمل کرنا بمقتضائے عقد اخوت واجب ہے چنانچہ کہتے ہین کہ دوست کو چاہیے کہ اپنے دوست کی خطا کے لیے ستر عذر نکالے اور پھر بھی دل نہ مانے تو اپنے نفس کو ملامت کرے اور کہے کہ تو کتنا سخت دل ہے کہ تیرا یار ستر عذر کرتا ہے اور تو نہین مانتا اس سے معلوم ہوا کہ معیوب تو ہی ہے اُسکی خطا نہین۔ پس اگر اسکو اچھا کہنا قبول نہ کرے تو اتنا ہی ہو کہ اگر ہو سکے تو غصہ نہو مگر یہ بات ہو نہین سکیگی کیونکہ حضرت امام شافعی رح فرماتے ہین کہ جس شخص کو غصہ دلایا جاوے اور غصہ وہ نہ ہو تو وہ گدھا ہے اور جس شخص کو منایا جاوے اور وہ نہ منے تو وہ شیطان ہے پس آدمی کو چاہیے کہ نہ گدھا بنے نہ شیطان بنے بلکہ خود اپنے دوست کا نائب ہوکر اپنے دل کو مناوے اور اس بات سے احتراز کرے کہ درصورت نہ ماننے کے شیطان بنجائے۔ احنف رح فرماتے ہین کہ دوست کا حق یہ ہے کہ اُسکی تین باتون پر تحمل کرو اول غصہ کے ظلم دوسرے ناز کے ظلم پر تیسرے لغزش کے ظلم پر۔ اور کسی دوسرے نے فرمایا ہے کہ مین نے کبھی کسی کو گالی نہین دی اسلیے کہ اگر مجھکو کسی کریم نے بُرا کہا تو ایسے شخص کی خطا معاف کرنے کا مین زیادہ مستحق ہون اور اگر کسی لئیم نے مجھکو بُرا کہا تو اُسکی مکافات اسلیے نہ کی کہ اپنی آبرو کو اُسکا نشانہ کیون بناؤن پھر یہ شعر پڑھا ؎ عفو کرتا ہون کریمون کی خطا تا ہووے اجر ٭ گالیان گر دون لئیمون کو تو مجھکو عار ہے ٭ اور کسی دوسرے نے ایک قطعہ کہا ہے جسکا مضمون یہ ہے قطعہ

روٹھے ہے دوستون سے کرون کی زندگی پر ٭ یہ اختلاط باہم تو جان لے غنیمت ٭ خذ ما صفا کو سُن لے وع ما کدر کو کر یاد ٭ گر دوست سے خطا ہو دل مین نہ لا کدورت ٭

اور جب آدمی کا دوست عذر کرے خواہ سچا ہو عذر یا جھوٹھا تو اُسکا عذر قبول کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من اعتذر الیہ اخوہ فلم یقبل عذرہ فعلیہ مثل اثم صاحب المکس۔ اور دوسری حدیث مین ارشاد فرمایا المومن سریع الغضب سریع الرضا تو سریع الغضب ارشاد فرمایا یہ نہین فرمایا کہ غصہ کرتا ہی نہین اور اسی طرح اللہ تعالی نے فرمایا ہے الکاظمین الغیظ یہ نہین فرمایا کہ جنہین غصہ بالکل نہ ہو۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ عادت کے رو سے یہ امر ممکن نہین کہ انسان کے زخم لگایا جاوے اور اسکا درد نہ معلوم ہو ہان یہ ہو سکتا ہے کہ اُسکو صبر اور تحمل کرے اور جسطرح کہ زخم سے ایذا ہونی بدن کی طبیعت کا مقتضا ہے اسیطرح اسباب غضب سے دردمند ہونا دل کی طبیعت کا مقتضا ہے تو یہ ہو سکتا ہے کہ غصہ کو پی جاوے اور اُسپر تحمل کیا جاوے اور اُسکے مقتضا کے خلاف عمل کیا جاوے یعنی غصہ کا اقتضا یہ ہوتا ہے کہ دوسرے سے بدلہ لیجیے تو عوض کا ترک کرنا ہو سکتا ہے مگر یہ ممکن نہین کہ اُسکو دل سے بالکل نکال ڈالا جاوے کیونکہ شہر کا بدلنا ممکن نہین اور کسی شاعر نے کہا ہے ؎ ترک الفت دوستون سے جرم پر کرتے ہو تم ٭ پھر بتاؤ وہ کہان ہے جو خطا کرتا نہین ٭ اور ابو سلیمان دارانی نے احمد بن ابی الحواری سے فرمایا کہ اگر اس زمانہ مین تم کسی سے اخوت کرو تو چاہیے کہ جو بات تمکو اُس سے بُری معلوم ہو اُسپر اُسکو عتاب مت کرو ورنہ یہ خوف ہے کہ جواب مین تم وہ بات دیکھو کہ پہلے سے بھی بدتر ہو احمد کہتے ہین کہ مین نے اس امر کا امتحان کیا تو ویسا ہی پایا جیسا آپ نے ارشاد کیا تھا۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ دوست کی خطا پر صبر کرنا اُسپر عتاب کرنے سے اچھا ہے اور عتاب کرنا ترک ملاقات کی نسبت کہ بہتر ہے اور ترک ملاقات غیبت کی نسبت کہ بہتر ہے اور چاہیے کہ غیبت کرنے کے وقت بغض مین مبالغہ نہ کرے کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم منہم مودۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین احبب حبیبک ہونا ما عسی ان یکون بغیضک یوما ما فابغض بغیضک ہونا ما عسی ان یکون حبیبک یوما ما۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ نہ دوستی ہی اتنی کرو کہ افراط کو پہونچے اور نہ بغض اس درجہ کو ہو کہ اپنے ساتھی کا تلف ہو جانا چاہو

چھٹا حق اخوت کا یہ ہے کہ اپنے دوست کے لیے اُسکی زندگی مین اور اُسکے مرنے کے بعد وہ دعا مانگے جو اپنے لیے محبوب جانتا ہو اسی طرح اُسکے گھروالون اور متعلقون کے حق مین دعا مانگے اور اُسکے لیے اور اپنے لیے دعا مانگنے مین فرق نہ کرے جس طرح اپنے لیے مانگے اسی طرح اُسکے لیے مانگے کیونکہ واقع مین اُسکے لیے دعا مانگنی اپنے ہی لیے دعا مانگنی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اذا دعا الرجل

لاخیہ بظہر الغیب قال الملک ولک بمثل ذالک - اور ایک روایت مین قال الملک الخ کی جگہ یہ مضمون ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ مین تجھسے شروع کرونگا یعنی اس دعا کو اول تیرے حق مین قبول کرونگا اور ایک حدیث مین ارشاد ہی کہ آدمی کی دعا اُسکے بھائی کے حق مین اسقدر قبول ہوتی ہی کہ خود اُسکے حق مین نہین ہوتی اور ایک حدیث مین یہ ارشاد ہی دعوۃ الرجل لاخیہ فی الغیب لاترد - اور حضرت ابو درداءؓ فرمایا کرتے تھے کہ مین اپنے ستر بھائیون کے لیے سجدہ مین دعا مانگا کرتا ہون سب کے نام لے لیکر - اور محمد بن یوسف اصفہانی فرماتے کہ نیک بخت دوست جیسا آدمی کہان ملے کہ تمھارے مرنے کے بعد گھر والے تو تمھارا ترکہ بانٹین اور جو کچھ تمنے چھوڑا ہو اُس سے چین اُڑائین اور صرف وہ تنہا تمھارا غم کرے اور تمھارے اعمال گذشتہ اور احوال آیندہ کا اُسکو تردد ہو رات کی تاریکی مین تمھارے لیے دعا مانگے اور تم مٹی کے ڈھیر کے نیچے ہو گویا کہ وہ اس باب مین فرشتون کا اقتدا کرتا ہی چنانچہ حدیث مین ہی کہ جب آدمی مرتا ہی تو لوگ کہتے ہین کہ پیچھے کیا چھوڑا اور فرشتے کہتے ہین کہ آگے کیا بھیجا اعمال گذشتہ اچھے ہوتے ہین تو خوش ہوتے ہین اور اُسکا حال پوچھتے ہین اور اُسکی سفارش کرتے ہین - اور کہتے ہین کہ جس شخص کو اپنے دوست کے مرنے کی خبر پہونچے اور وہ اُسپر رحمت بھیجے اور اُسکے لیے دعاء مغفرت کرے تو ایسا لکھا جاویگا کہ گویا اُسکے جنازہ پر حاضر تھا اور اُسکی نماز پڑھی اور یہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ مُردے کا حال اپنی قبر مین ڈوبتے کا سا حال ہی جو سب چیز کا سہارا چاہتا ہی مُردہ بھی اپنے بیٹے یا باپ یا بھائی یا قریب کی دعا کا منتظر رہتا ہی اور مُردون کی قبرون پر زندون کی دعا سے نور پہاڑون کے برابر آجاتے ہین - اور بعض سلف کا قول ہی کہ مُردون کے حق مین دعا ایسی ہی جیسے زندون کے ہدایا کہ ایک فرشتہ دعا کو ایک نور کے طباق مین رکھکر اور اُسپر وہاں نور کا ڈھانپ کر مُردہ کے پاس لیجاتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ ہدیہ تیرے فلان دوست نے یا تیرے فلان رشتہ دار نے بھیجا ہی تو مُردہ اُس سے ایسا خوش ہوتا ہی جیسے زندہ ہدیہ سے خوش ہوتا ہی - ساتوان حق اخوت کا وفا اور اخلاص ہی وفا کے معنی یہ ہین کہ دوست کی زندگی تک اُسکی دوستی پر ثابت اور قائم رہے اور اُسکے مرنے کے بعد اُسکی اولاد اور دوستون اور اقارب سے وہی معاملہ رکھے اسلیے کہ دوستی سے غرض یہ ہوتی ہی کہ آخرت مین کام آوے پس اگر مرنے کے پیشتر ہی جاتی رہے تو اتنی محبت اور سعی بیکار ہو جاتے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سات شخصون کے ذکر مین جنکو خداے تعالیٰ اپنے سایہ مین جگہ دیگا فرمایا اور وہ شخص وہ ہین جنھون نے باہم محبت فی اللہ کی اُسی پر اکٹھے رہے اور اُسی پر جدا ہوے - اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ وفات کے بعد تھوڑی سی وفا بھی زندگی حالت مین بہت سی وفا سے بہتر ہی اور یہین وجہ مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑھیا کی تعظیم کی جو آپ کے پاس آئی تھی آپ سے جو اُسکا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ ہمارے پاس خدیجہ رضؓ کے وقت مین آیا کرتی تھی اور پہلے وقت کو نہ بھولنا دین کی بات ہی - غرضکہ دوست کی دوستی نباہنے مین یہ بھی ہی کہ اُسکے تمام دوستون اور قریبون اور متعلقون کی رعایت کرے اور اُنکی مراعات کا اثر دوست کے دل مین بہ نسبت اُسکے خود کی مراعات کے زیادہ ہوتا ہی اسلیے کہ وہ خود اپنے متعلقین کے تفقد سے زیادہ خوش ہوتا ہی علاوہ اسکے شفقت اور محبت کا زور اُسیوقت معلوم ہوتا ہی کہ محبوب سے تجاوز کرکے متعلقون تک ہو پہنچے یہان تک کہ اُسکے دروازہ کے کتے کو بھی اور کتون پر دل مین ترجیح ہو - اور اگر دوام محبت کا نباہنا منقطع ہو جائیگا تو شیطان کی بن پڑیگی کیونکہ اُسکو جتنی حسد فی اللہ دوستون سے ہی اتنی اُن دو شخصون سے نہین جو کسی اچھے کام مین ایک دوسرے کی مدد کرین اور وہ ہمیشہ اسی تاک مین رہتا ہی کہ دو دوستون مین بگاڑ کردے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وقل لعبادی یقولوا التی ہی احسن ان الشیطان ینزغ بینھم اور حضرت یوسف کے حال مین ارشاد فرماتا ہی وقد احسن بی اذ اخرجنی من السجن وجاء بکم من البدو من بعد ان نزغ الشیطان بینی وبین اخوتی - اور کہتے ہین کہ جب دو شخص فی اللہ محبت کرتے ہین تو اُنمین جدائی کی کوئی صورت نہین بجز اسکے کہ اُنمین سے کوئی گناہ کا مرتکب ہو اور بشر رحؒ فرمایا کرتے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی طاعت مین قصور کرتا ہی تو اللہ تعالیٰ اُس سے اُسکے انیس کو چھین لیتا ہی اسلیے کہ دوستون کے باعث دل کے تردد دفع ہوتے ہین اور دین پر مدد ملتی ہی - اور اسی وجہ سے حضرت ابن مبارک نے فرمایا

کہ سب چیزون مین لذیذ تر دوستون کے ساتھ بیٹھنا اور کفایت کی جانب رجوع کرنا ہی اور محبت دائمہ اُسکو کہتے ہین جو فی اللہ ہو اور جو کسی مطلب کے لیے ہوتی ہی وہ اِس مطلب کے زائل ہونے کے بعد جاتی رہتی ہی اور محبت فی اللہ کا ایک ثمرہ یہ ہی کہ اُس مین نہ دین کے باب مین حسد ہو نہ دنیا کے باب مین اور حسد کی وجہ کیا ہی کیونکہ جو کچھ دوست کا ہی اُسکا فائدہ دوسرے دوست کو معلوم ہوا اور اللہ تعالیٰ نے فی اللہ دوستون کی یہی وصف سے یاد فرمایا ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ مما اوتوا ویوثرون علی انفسہم - اور حاجت کا پایا جانا ہی حسد ہی - اور وفا محبت سے ایک یہ بات ہی کہ دوست کی خاطر داری مین اپنا حال نہ بدلے گو کسی بلند مرتبہ پر خود پہونچ جائے اور اگر جاہ و حشمت کے زیادہ ہونے سے دوستون پر برتری کریگا تو پاجی پن ہی کسی شاعر نے کہا ہی ع مطالع کی یاوری سے جو خوش وقت ہون کریم * کرتے ہین مفلسی کے جلیسون کو اپنے یاد * اور کسی بزرگ نے اپنے لڑکے کو وصیت کی کہ بیٹا لوگون مین سے کسی سے صحبت اختیار کرنا کہ جسمین یہ صفات ہون کہ جب تجکو اُسکی طرف حاجت ہو تو وہ تجھ سے قریب ہو اور اگر تو اسکی پروا نہ رکھتا ہو تو تجھ سے طمع نہ کرے اور اگر اُسکا مرتبہ بڑھ جاوے تو تجھ پر برتری نہ کرے - اور کسی حکیم کا قول ہی کہ جب تمہارا کوئی دوست کہین کا حاکم ہو جاوے اور اپنی حکومت مین تمہارے ساتھ پہلی کی نسبت کم آدھی ہی دوستی رکھے تو بہت ہی اور ربیع نقل کرتے ہین کہ حضرت امام شافعی رح نے بغداد مین کسی شخص سے دوستی کی تھی چند روز کے بعد وہ شخص سیبین کا حاکم ہوگیا اور اُسکا حال سابق کی طرح پر نہ رہا تو امام شافعی رض نے اُسکے پاس یہ مضمون اشعار مین لکھکر بھیج دیا قطعہ

جا تری الفت کو دے دی میرے دل نے اک طلاق * ہی ہمیشہ کو وہ بائن نہین اب تاب ہوئی * باز آؤ اپنی خصلت سے تو ہی یہ ایک بس * اور آیندہ کو الفت آپکی دو پر رہی * ورنہ تو کر دون اُسکو جفت اُس جیسی ملا * دو طلاقون سے پڑے الفت پہ پھر آفت نئی * اور اگر مین تین قطعی دے دون تو یہ جان لو * کچھ نہ کام آویگی تکو سلطنت سیبین کی *

اور یاد رکھو کہ جو امر حق متعلق بدین ہو اُسکے خلاف پر دوست کی موافقت کرنی داخل وفا نہین بلکہ مقتضاے وفا یہ ہی کہ ایسی صورت مین اُسکی مرضی کے خلاف کرے چنانچہ امام شافعی رض نے محمد بن عبد الحکم سے دوستی کی تھی اور اُنکو اپنا مقرب بنایا تھا اور توجہ کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مصر مین میرے ٹھہرنے کا باعث بجز اِس شخص کے اور کوئی نہین ایک بار وہ بیمار پڑے اور امام شافعی رض اُنکی عیادت کو تشریف لے گئے تو اُنھون نے اِس مضمون کا قطعہ پڑھا قطعہ

دوست بیمار ہوا مین جو عیادت کو گیا * اُسکی بیماری کے ڈر سے مجھے آزار ہوا * پھر جو وہ آیا عیادت کو مرے بالین پر * اُسکا دیدار مجھے ہوگیا معجون شفا *

اور لوگون کو اُنکے صدق مودت سے یہ گمان غالب تھا کہ امام صاحب بعد اپنی وفات کے حلقہ کا امر اُنکے سپرد کرینگے مگر جب امام صاحب کو مرض موت ہوا تو لوگون نے پوچھا کہ آپ کے بعد ہم کس کے پاس بیٹھین گے محمد بن عبد الحکم آپ کے سرہانے موجود تھے اُنکو یہ توقع ہوئی کہ مجکو اشارہ فرماوینگے لیکن امام صاحب نے فرمایا کہ سبحان اللہ ابو یعقوب بویطی کے سوا اور کون بیٹھیگا اسمین کیا تردد ہی اِس بات سے محمد بن عبد الحکم کچھ کبیدہ خاطر ہوے اور امام صاحب کے شاگرد سب بویطی کی طرف مائل ہوگئے پس باوجودیکہ محمد بن عبد الحکم نے تمام مذہب امام صاحب کا اُنسے یاد کیا تھا مگر چونکہ بویطی محمد بن عبد الحکم سے افضل اور قریب بہ زہد تھے اسلیے امام صاحب نے مسلمانون کی خیر خواہی خدا تعالیٰ کے واسطے کی اور مداہنت کو بالاے طاق رکھا اور دوست کی رضا کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر ترجیح نہ دی جب آپکا انتقال ہوگیا تو محمد بن عبد الحکم نے آپ کا مذہب ترک کرکے اپنے باپ کا مذہب اختیار کیا اور امام مالک کی کتابین پڑھین اور اِس مذہب مین بڑے مرتبہ کا شخص ہوا اور بویطی نے زہد اور گمنامی کو پسند کیا اور یہ اچھا نہ سمجھا کہ سب کے ساتھ حلقہ مین بیٹھے اور عبادت مین مشغول ہوے اور کتاب اُم تصنیفات کی جو ربیع بن سلیمان کی طرف منسوب و معروف ہی واقع مین بنائی ہوئی بویطی کی ہی مگر اُنھون نے اُسمین اپنا نام نہین لکھا بعد کو ربیع نے اُسمین کچھ زیادہ کیا اور تصرف کرکے مشہور کیا - غرضکہ کمال محبت کی وفا کا ایک یہ ہی کہ خیر خواہی خدا واسطے کی ہو آنحضرت فرماتے ہین کہ محبت ایک جوہر ہی کہ اگر اُسکی حفاظت نہ کرو تو آفت مین جاؤ اسلیے تو اُسکی حفاظت کیلیے

ف [illegible]

غصہ کو اتنا پیو کہ اگر کوئی دوست تم پر ستم کرے تو اسکے سامنے خود عذر کرو اور رضا اس درجہ کی اختیار کرو کہ اپنے نفس مین فضیلت جانو دوست کی طرف سے تقصیر- اور صدق اور اخلاص اور وفاے کامل کی علامت ایک یہ ہی کہ اسکی جدائی اور فراق نہایت شاق گذرے اور نفرت کرے جیسا کسی نے کہا ہی ع جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہ ہو۔ یہ داغ وہ ہی کہ دشمن کو بھی نصیب نہو۔ ابن عیینہ کے سامنے جب اس مضمون کا شعر پڑھا گیا تو انھون نے فرمایا کہ مین کچھ لوگون کے ساتھ رہا ہون کہ تیس برس سے اُنسے جدا ہو گیا ہون مگر میرے خیال مین کبھی نہین آتا کہ اُنکی حسرت میرے دل سے جاتی رہی ہو- اور ایک وفا کی بات یہ ہی کہ دوست کے حق مین لوگون کی شکایت نہ سنے خصوص ایسے لوگون سے کہ پہلے تو ظاہر کرین کہ ہم فلان شخص کے دوست ہین اور پھر اُسکی طرف سے ایسی باتین کہین جس سے دلون مین کینہ پیدا ہوا اور یہ بڑی باریک تدبیر آپس مین پھوٹ ڈالنے کی ہی کہ اول اظہار دوستی کا کرین تا کہ سامع کے گمان مین متہم نہ ٹھیرین اور آخر کو یہ گل کھلا دین اور جو شخص دوستی مین اس امر سے احتراز نہین کرتا اور دوست کے حق مین چغلی سنتا ہی تو اسکی دوستی ہمیشہ نہین رہتی کسی شخص نے ایک حکیم سے کہا کہ مین آپ سے دوستی کیا چاہتا ہون اُسنے جواب دیا کہ تین باتین منظور کرو تو مین دوستی کرونگا اول تو یہ کہ میری شکایت نہ سُننا دوسرے یہ کہ میرے کہنے کے مخالف مت کرنا تیسرے یہ کہ ناز و نخرے سے مجھے پامال مت کرنا- اور ایک وفا کی بات یہ ہی کہ دوست کے دشمن سے دوستی نہ کرے امام شافعی رح فرماتے ہین کہ جب تمہارا دوست تمہارے دشمن کا مطیع ہو گیا تو دونون تمہاری عداوت مین شریک ہو گئے

آٹھوان حق اخوت کا یہ ہی کہ دوست کو تکلیف نہ دے اور اُس سے تکلف نہ کرے یعنی اُسپر اپنا کوئی بوجھ نہ ڈالے اور ایسی فرمایش نہ کرے جس سے اُسکو مشقت ہو تو اُسکے جاہ و مال سے مدد کی درخواست نہ کرے اور نہ یہ کہے کہ ہماری تواضع اور خبرگیری کیا کرو اور ہمارے حقوق ادا کرو بلکہ اُسکی دوستی سے سواے خداے تعالیٰ کے اور کوئی مقصود نہ رکھے اور یہی سمجھے کہ اُسکی دعا سے برکت ہوگی اور ملاقات سے جی خوش ہوگا اور دین پر مدد ملیگی اور اُسکا کوئی کام اگر ہم کر دینگے اور بوجھ ہلکا کر دینگے تو اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل ہوگی بعض اکابر کا قول ہی کہ جو کوئی دوستون سے ایسی چیز کی خواہش کرے جسکی خواہش وہ اُس سے نہ کرین تب تو اُنپر ظلم کرتا ہی اور جو شخص ایسی ہی چیز کی خواہش کرے جو وہ کرتے ہین تو اُنپر مشقت ڈالتا ہی اور جو کوئی کچھ درخواست اُنسے نہین کرتا تو وہ اُنسے سلوک کرتا ہی- اور کسی حکیم کا قول ہی کہ جو کوئی اپنے آپ کو دوستون مین اپنی قدر سے زیادہ رکھے تو خود بھی گناہگار ہوگا اور وہ بھی گناہگار ہونگے اور جو کوئی اپنی ہستی کے موافق ہی اُنسے رہیگا تو خود مشقت اُٹھائیگا اور اُنکو مشقت مین ڈالیگا اور جو کوئی اپنی قدر سے کم ہو کر اُنمین رہیگا تو اپنے آپ اور وہ سب آرام سے رہینگے اور زیادہ تر ہلکا پھلکا رہنے کی صورت یہ ہی کہ تکلف کو تہ کر رکھے حتی کہ جس بات مین اپنے نفس سے نہ شرمائے اُسمین دوست سے بھی حیا نہ کرے اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ فی اللہ دو محبت کرنے والے اگر ایک دوسرے سے وحشت یا حیا کرتے ہین تو دونون مین سے کسی مین روگ ضرور ہوتا ہی- اور حضرت علی مرتضیٰ رض فرماتے ہین کہ دوستون مین سے بدتر وہ ہی جو تیرے لیے تکلف کرے اور اُسکی مدارات تجکو کرنی پڑے اور نہ بن سکے تو عذر کرنے کی ضرورت ہو اور فضیل رح فرماتے ہین کہ آدمی مین پھوٹ تکلف ہی سے ہوتی ہی ایک دوسرے کے پاس جاتا ہی اور وہ اُسکے لیے تکلف کرتا ہی اور یہی تکلف باعث ترک ملاقات ہو جاتا ہی اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ ایمان دار اہل ایمان کا بھائی ہی کہ نہ اُسکو لوٹتا ہی اور نہ اُس سے تکلف کرتا ہی- اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ صوفیہ کرام کے چار طبقون کے ساتھ مین رہا ہون ہر طبقہ مین تیس شخصون سے صحبت رہی یعنی حارث محاسبی اور اُنکا گروہ اور حسن مسوحی اور اُنکی جماعت اور سری سقطی اور اُنکا طبقہ اور ابن کربی اور اُنکے ہمراہی اِن لوگون مین سے جن دو شخصون نے باہم محبت کی اور ایک نے دوسرے سے وحشت اور تکلف کیا تو اُسکی وجہ یہی ہوئی ہی کہ دونون مین سے کسی مین کچھ علت تھی- اور کسی شخص سے سوال ہوا کہ صحبت کس سے کیجائے جواب دیا کہ جو شخص تم سے تکلف کا بار دور کر دے اور حیا کی مشقت باہم ساقط کرے-

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ سب مین بھاری میرے دوستون مین سے مجھپر وہ ہی جو میرے لیے تکلف کرتا ہی اور مین اُس سے شرماتا ہون اور سب سے ہلکا مجھپر وہ ہی جسکے ساتھ مین اُسی طرح رہتا ہون جیسا تنہا رہتا ہون اور کسی صوفی کا قول ہی کہ لوگون مین سے ایسے ہی کے ساتھ رہا کرو کہ اگر نیکی کرو تو اُسکی نظرون مین زیادہ نہو اور گناہ کرو تو اُسکے نزدیک کم نہو دونون حال مین اُسکے نزدیک برابر ہو نیکی کرو تو اپنے لیے اور گناہ کرو تو اپنے لیے۔ اور یہ اسلیے کہا کہ اس سے تکلف اور ریا سے نجات ہو جاتی ہی ورنہ جب آدمی کو یہ معلوم ہو جاتا ہی کہ فلان بات کرنے سے دوسرے کی نظرون مین اُتر جاؤنگا تو طبیعت مین حیا اور رُکاؤ آجاتا ہی۔ اور بعضون نے فرمایا ہی کہ دنیا دارون کے ساتھ ادب سے رہنا چاہیے اور آخرت والون کے ساتھ علم سے اور عارفون کے ساتھ جیسے چاہو رہو۔ اور کسی اور شخص نے کہا ہی کہ صحبت ایسے ہی کی اختیار کرو کہ اگر گناہ تم کرو تو وہ تمھاری طرف سے توبہ کرے اور اُسکے ساتھ بُرائی کرو تو اُلٹا عذر تم سے کرے اور تمھاری مشقت کو خود اُٹھالے اور اپنی مشقت تم پر نہ ڈالے۔ اس قول کے کہنے والے نے دوستی کی راہ لوگون پر تنگ کردی واقع مین یون نہین ہی بلکہ یون چاہیے کہ ہر دیندار عاقل سے دوستی کرے اور خود نیت کرے کہ ان شرطون کو اُسکے ساتھ ادا کرے اور اُسکو تکلیف ان شرائط کی نہ دے تاکہ بہت سے دوست ہو جائین کیونکہ اس صورت مین محبت فی اللہ ہوگی اور اگر دوسرے سے توقع اُن امور کی کریگا تو محبت صرف اپنے نفس کے فائدون کے لیے ہوگی اور یہی جہت حضرت جنید رح سے کسی نے کہا کہ اس زمانہ مین دوست کمیاب ہین فی اللہ دوست کہان ہی آپ نے اُس سے اعراض کیا اُسنے تین بار یہی کہا جب بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا دوست چاہتے ہو کہ تمکو مشقت سے بچالے اور تمھاری تکلیف اپنے سر دھرے تب تو البتہ کم ہی اور اگر ایسا دوست فی اللہ چاہتے ہو کہ تم اُسکی خدمت کرو اور اگر وہ تکلیف دے تو صبر کرو تو میرے پاس اس قسم کے بہت لوگ ہین جس سے چاہو محبت کرلو وہ شخص خاموش ہو رہا۔

اب جاننا چاہیے کہ آدمی تین طرح کے ہین ایک تو وہ ہی کہ جسکی صحبت سے تمکو فائدہ ہو دوسرا وہ کہ اُسکو تم کچھ فائدہ دے سکتے ہو اور اُس سے تمکو کچھ ضرر نہو تیسرا وہ کہ اُسکو تم فائدہ کبھی نہ پہونچا سکو اور اُسکی صحبت سے تمکو ضرر بھی ہو تو ایسا شخص احمق یا بدخلق ہی اُسکی صحبت سے تو احتراز چاہیے اور دوسری قسم کے آدمی سے اجتناب مت کرو کیونکہ دنیا مین اگر اُس سے کوئی نفع نہین تو آخرت مین تو فائدہ ہوگا کہ اُسکی سفارش اور دعا اور اُسکی خدمت کرنے کا ثواب تمکو ملیگا اور تیسری قسم کا شخص بہرحال قابل صحبت ہی۔ اور اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اگر تو میرا کہنا مانے تو تیرے بہت سے دوست ہو جائین یعنی اگر اُنکی غمخواری کرو اور اُنکی ایذا کو برداشت کرو اور اُنپر حسد نہ کرو تو یار بنجائینگے۔ اور کسی بزرگ کا قول ہی کہ مین نے لوگون سے پچاس برس صحبت اختیار کی کبھی مجھمین اور اُنمین جھگڑا نہوا اسلیے کہ مین اُنکے ساتھ اپنے بھروسے پر رہا کسی پر بار نہ ڈالا اور جسکی یہ عادت ہوگی اُسکے بہت دوست ہو جائینگے اور ترک تکلف کی ایک بات یہ ہی کہ نفل عبادتون مین دوست کا مزاحم اور معترض نہو کچھ صوفی اس شرط پر ایک دوسرے کی اخوت کرتے تھے کہ چار باتون مین یکسان رہنا اول یہ کہ ہمیشہ اگر ایک روزہ رکھے تو دوسرا یہ نہ کہے کہ افطار کر دوم یہ کہ اگر ہمیشہ افطار کرے تو یہ نہ کہے کہ روزہ رکھ سوم یہ کہ ساری رات سوئے تو یہ نہ کہے کہ اُٹھ چہارم یہ کہ تمام شب جاگے تو سونے کو نہ کہے اور یہ چارون حالتین برابر رہین کسی مین اخوت کی کمی بیشی نہو اسلیے کہ اگر انمین تفاوت ہوتا ہی تو طبیعت ریا و رُکاوٹ کی طرف جنبش بالضرور کرتی ہی۔ اور کہتے ہین کہ جسکی کلفت گئی اُسکی الفت دائمی ہوئی اور جسکا کھڑاک کم ہوا اُسکی دوستی ہمیشہ رہی۔ اور کسی صحابی رض کا قول ہی کہ اللہ تعالی نے تکلف کرنے والون پر لعنت فرمائی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین انا والاتقیاء من امتی براء من التکلف۔ اور کسی بزرگ کا قول ہی کہ جس شخص نے اپنے دوست کے گھر چار باتین کین اُسکا اُنس اُس سے کامل ہوگیا اول اُسکے یہان کھانا کھائے دوم بیت الخلا مین جائے سوم نماز پڑھے چہارم سو رہے ان باتون کا ذکر کسی بزرگ کے سامنے ہوا اُنھون نے فرمایا کہ پانچوین بات رہ گئی

وہ یہ ہو کہ اگر اپنی بی بی کے ساتھ اُسکے گھر جائے تو اُسکی کوٹھری مین اُس سے ہمبستر ہو اسلیے کہ گھر انھین پانچ باتون کے لیے بنا کرتے ہین ورنہ عابدون کی عبادت کے لیے تو مسجدون مین زیادہ آرام ہوتا ہی جب یہ باتین دوست کے گھر مین ہوئین تو اب اخوت کامل اور تکلف زائل اور بے تکلفی حاصل ہوئی اور عرب کے لوگ جو سلام کا جواب دیتے ہین اور کہتے ہین مرحبا اور اہلا اور سہلا تو اسمین انھین امور کی طرف اشارہ ہی اسلیے کہ اول لفظ کے معنی ہین کہ تمھارے لیے ہمارے دل اور مکان مین جگہ وسعت سے ہی اور دوسری لفظ کے معنی ہین کہ یہ گھر تمھارا ہی یہان تمھارا دل لگیگا کسی طرح ہم سے تمکو وحشت نہ ہوگی اور تیسری لفظ سے یہ مراد ہی کہ ان سب باتون مین تمپر آسانی ہی جو تم چاہوگے ہم پر گران نہ گذریگا۔ اور آسانی اور ترک تکلف اسی بات سے پورا ہوتا ہی کہ اپنے آپ کو اپنے دوستون سے کم سمجھے اور اُنپر اچھا گمان کرے اور اپنے نفس پر بدگمان رہے تو جب اُنکو اپنے آپ سے بہتر جانیگا تو واقع مین سب سے اچھا آپ ہوگا ابو معاویہ اسود نے فرمایا کہ میرے یار سب مجھ سے بہتر ہین لوگون نے پوچھا کہ یہ کیسے ہی فرمایا کہ ہر ایک مجکو اپنے آپ سے بہتر سمجھتا ہی اور جو شخص مجکو اپنے اوپر فضیلت دے وہ مجھ سے اچھا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہی اور جو شخص کہ تیرے لیے وہ بات تجویز نہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہی اُسکی صحبت مین کچھ خیر نہین۔ اور نظر مساوات سے دوست کو دیکھنا ادنی درجہ ہی اور کامل درجہ اسی مین ہی کہ دوست کو افضل جانے اور یہین وجہ حضرت سفیان رح نے فرمایا ہی کہ جب کوئی تجکو کہے کہ اے بدترین خلق اور تو غصہ ہووے تو اس صورت مین تو بدترین خلق ہی یعنی اپنے بدتر ہونے کا اعتقاد ہمیشہ اپنے دل مین ہونا چاہیے اور باب کبر و عجب جلد سوم مین اسکی وجہ مذکور ہوگی اور کسی شخص نے اپنے انکسار اور دوستون کو افضل جاننے کے باب مین یہ قطعہ کہا ہی قطعہ ایسے شخصون سے کرو تم تواضع اختیار ٭ جو تمھین احمق نہ جانین بلکہ سمجھین ہو لئیق ٭ اور جو سب دوستون سے آپ کو سمجھے بڑا ٭ ایک ساعت کے لیے بھی تم نہو اُسکے رفیق ٭

اور دوسرے نے اسی باب مین یہ کہا ہی قطعہ

معرفت یارون کے ہمکو یار کچھ ایسے ملے ٭ جنکے باعث سے ملے آفت بھی کامل تر ہوے ٭ اور کچھ یارون کو ہم نے راہ مین دیکھا فقط ٭ لیک یاران حقیقی سے بھی وہ بڑھکر ہوے ٭ اور جب اپنے آپ کو بہتر سمجھے گا تو اپنے دوست کو حقیر جانیگا حالانکہ حقارت عام مسلمانون کی بھی بری ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین بحسب امرء من الشر ان یحقر اخاہ المسلم۔ اور ایک وجہ انبساط اور ترک تکلف کی یہ ہی کہ اپنے سب مقاصد مین دوستون سے مشورہ کیا کرے اور اُنکی صلاح مانا کرے اللہ تعالی فرماتا ہی وشاورھم فی الامر اور اپنا راز اُن سے کوئی نہ چھپانا چاہیے چنانچہ مولانا یعقوب کرخی کہتے ہین کہ اسود بن سالم میرے چچا حضرت معروف کرخی کے دوست تھے ایکبار اُنسے آکر یہ کہا کہ بشر بن حارث آپ سے عقد محبت چاہتے ہین اور آپ سے بالمشافہ کہتے ہوے شرماتے ہین اسلیے مجکو بھیجا ہی کہ آپ سے اُنکی التجا ہی کہ آپ عقد محبت اُنسے کرلین اس طرح کہ آپ جانین یا وہ اور محبت اسطرح کی ہو جسکو وہ باعث ثواب جانین اور قابل اعتبار مانین اور اُسمین وہ چند شرطین کرتے ہین ایک یہ معاملہ محبت مشہور نہو دوسرے یہ کہ اُنکے اور آپ کے درمیان رسم زیارت اور طریق ملاقات جاری نہ ہو کہ اُنکو بہت ملاقات اچھی نہین معلوم ہوتی حضرت معروف رح نے ارشاد فرمایا کہ برادر میرا تو یہ حال ہی کہ جب کسی سے محبت کرتا ہون تو رات دن اُسکی جدائی نہین چاہتا ہون اور ہر وقت اُسکی زیارت کیا کرتا ہون اور ہر حال مین اُسکو اپنے اوپر ترجیح دیتا ہون پھر آپ نے اخوت کی فضیلت مین بہت سی حدیثین بیان فرمائین اور اثناء تقریر مین فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضی رض کے ساتھ اخوت کی تو اُنکو علم دین مین شریک کیا اور قربانی کے اونٹ اُنکو بانٹ دیے اور جو لڑکی کہ سب مین افضل اور محبوب تر تھی وہ اُنکو بیاہ دی اور اسکی وجہ صرف اخوت ہی تھی اور چونکہ بشر ہی کی درخواست تم لیکر آئے ہو اسلیے مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اپنے اور اُنکے درمیان عقد اخوت فی اللہ [illegible] شرط یہ کیا کہ اگر اُنکا ملنا پسند ہو تو وہ میرے ملنے کو نہ آوین مگر میرا جب دل چاہیگا مین اُنکے ملنے کو جاؤنگا اور یہین اُنکو کہے دیتا ہون کہ جس جگہ ملون انکا ہم دونو

[illegible]

بروایت ابن عباس نقل کیا ہو کہ حضرت علی رض [illegible]

مجتمع ہون اُنہین مجھ سے ملا کرین اور یہ اجازت دیتا ہون کہ کوئی بھید اپنا مجھ سے نہ چھپاوین اور اپنے سب حالات پر مجکو واقف کرین پھر ابن سالم نے یہ سب تقریر بشرح سے جاکر کہی وہ خوش ہوے اور اُنکے ارشادات کو منظور کر لیا۔ غرضکہ حقوق صحبت یہی تھے جو ہمنے مجملاً اور مفصلاً دونون طور سے بیان کر دیے اور یہ پورے اُسی وقت ہوتے ہین کہ ایسی طرح ادا ہون کہ دوستون کا فائدہ ہو اور تمہارا نقصان اور ایسی طرح نہ ہون کہ تمہارا فائدہ ہو اور اُنکا نقصان۔ اور ایک بات اَور کرنی چاہیے کہ اپنے آپ کو اُنکے خادم کا قائم مقام سمجھو کہ اپنے تمام اعضا کو اُنکے حقوق مین مقید رکھو مثلاً آنکھ سے اُنکو بنظر مودت دیکھو کہ وہ بھی یہ امر پہچان جائین اور اُنکی خوبیون کی طرف دیکھو اور عیبون سے اندھے بنجاؤ اور جب وہ تمہاری طرف متوجہ ہو کر گفتگو کرین تو اپنی آنکھ دوسری طرف نہ پھراؤ مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جو لوگ آپ کے پاس بیٹھتے ہر ایک اپنے چہرۂ مبارک سے حصہ عطا فرماتے یعنی ہر ایک کی طرف کو توجہ کرتے اور جو کوئی آپ سے سُنتا وہ بھی گمان کرتا کہ سب سے زیادہ آپ کا کرم مجھی پر ہی یہان تک کہ آپ کی نشست اور سُننا اور بیان فرمانا اور لطیف طور پر سوال فرمانا اور توجہ کرنا سب حاضرین جلسہ کے لیے ہوتا تھا اور آپ کی مجلس شریف حیا اور تواضع اور امانت کی مجلس ہوتی تھی اور آپ کا دستور تھا کہ اپنے یارون کے سامنے سب لوگون سے زیادہ تبسم اور ضحک فرماتے اور جس چیز سے اصحاب تعجب کرتے اُس سے آپ زیادہ تعجب کرتے اور اصحاب رض کی ہنسی بھی آپ کی خدمت مین مسکرانا تھا ایک تو آپ کے فعل کی اقتدا کے باعث اور دوسرے آپ کی توقیر کی جہت سے اور زبان کے حقوق اخوت کو ہم لکھ ہی چکے ہین اب مکرر طول دینا ضرور نہین اور منجملہ حقوق زبانی یہ ہی کہ دوستون پر چیخ نہ بیٹھے اور اُنسے گفتگو ایسی ہی طرح کرے کہ وہ سمجھ لین اور کان پر یہ حق ہی کہ جب دوست کچھ کہین اُنکی گفتگو لذت سے سُنے اور اُسکو سچ جانے اور اپنی خوشنودی ظاہر کرے اور اُنپر اعتراض اور جھگڑا انکال کر بات نہ کاٹ دے اور اگر کسی وجہ سے اُنکی گفتگو نہ سُن سکے تو اُنسے معذرت کرے اور کان کو ایسی باتون کے سُننے سے بچا دے جو دوستون کو بُری معلوم ہون۔ اور ہاتھون پر یہ حق ہی کہ جن امور مین کہ ہاتھ سے کیے جاتے ہین دوستون کی اعانت سے اُنکو نہ کھینچے۔ اور پاؤن پر یہ حق ہی کہ اُنسے دوستون کے پیچھے خادمون کی طرح چلے نہ مخدومون کی طرح اور اُنسے اُسی قدر آگے بڑھے جتنا وہ بڑھا دین اور اُنکے پاس اتنا ہی ہو جتنا وہ نزدیک کرین اور جب وہ اسکے پاس آوین تو اُنکے لیے کھڑا ہو جاوے اور جب تک وہ نہ بیٹھ لین آپ نہ بیٹھے اور جہان جگہ ملے وہان بیٹھ جائے اور جبکہ اتحاد کامل ہو جاتا ہی تو اُن حقوق مین سے بعض سہل بھی ہو جاتے ہین جیسے کھڑا ہونا اور عذر کرنا اور تعریف کرنی کہ ہر چند حقوق صحبت سے ہین مگر اُنمین ایک قسم کی اجنبیت اور تکلیف ہی اسلیے کہ جب بساط تکلف نہ ہو جاتا ہی تو پھر دوستون کے ساتھ وہی معاملے برتے جاتے ہین جو اپنے نفس سے کیے جائین اسلیے کہ یہ ظاہری آداب باطن کے آداب اور صفائے قلب کے عنوان ہین اور جب دل صاف ہو جاتے ہین تو ان ظاہری تکلفون کی ضرورت نہین رہتی۔ اور جس شخص کی نظر خلق کی صحبت کی طرف ہوتی ہی وہ کبھی توکج ہوتا ہی اور کبھی راست اور جسکی نظر خالق کی طرف ہوتی وہ ظاہر مین راستی کا ساتھی ہوتا ہی اور اپنے باطن کو حب اللہ اور محبت خلق سے زینت دیتا ہی اور ظاہر کو خدا تعالیٰ کی عبادت اور اُسکے بندون کی خدمت سے زینت دیتا ہی اسلیے کہ بندون کی خدمت اللہ واسطے کی خدمتون مین سے اعلیٰ قسم ہی کہ اُسکو بدون حسن خلق کے آدمی حاصل نہین کر سکتا ہی اور اپنے حُسن خلق سے درجہ صائم النہار اور قائم اللیل کا بلکہ زیادہ پاتا ہی۔ خاتمہ فصل اسمین ہم چند آداب اصناف خلق کے ساتھ ہمنشینی اور زیست بسر کرنے کے بعض حکما کے کلام سے منتخب کر کے لکھتے ہین۔ اگر تمکو اچھی طرح میل جول منظور ہی تو ان امور مفصلہ ذیل پر عمل کرو دوست اور دشمن سے کشادہ پیشانی ملو نہ اُنکو ذلیل کرو نہ آپ ہیبت مین پڑو۔ وقار اختیار کرو نہ اتنا کہ تکبر ہو جائے اور تواضع کرو نہ اتنی کہ ذلیل ہو اپنے سب کامون مین اوسط درجہ پہ رہو کہ افراط اور تفریط سب باتون مین مذموم ہی۔ اپنے دونون جانب کو مت دیکھو۔ کثرت سے مڑ کر نگاہ مت کرو۔ جماعتون کے پاس کھڑے مت رہو۔ اور جب بیٹھو تو اطمینان سے بیٹھو جس سے یہ معلوم نہو کہ اٹھا چاہتے ہین

۱ح ترمذی اور شمائل بروایت علی مرتضیٰ رض درضمن حدیث طویل ۱۲

۲ح ترمذی نے بروایت عبداللہ بن حارث بن جزء کثرت تبسم کو نقل کیا اور کہا کہ غریب ہے اور آخر جملہ تعجب کا شمائل ترمذی مین باسناد سابق مذکور ہے ۱۲

انگلیان مت چٹکاؤ۔ داڑھی اور انگوٹھے وغیرہ سے مت کھیلو۔ دانتون مین خلال مت کرو۔ ناک مین انگلی مت دو۔ کثرت سے نہ تھوکو۔ بہت سے ناک صاف مت کرو۔ منھ پر سے مکھیان بہت مت اڑاؤ۔ انگڑائی اور جمہائی لوگون کے سامنے بہت مت لو اسی طرح نماز اور تنہائی مین بھی۔ مجلس مین غل اور شور مت کرو۔ بات مسلسل اور ترتیب وار کہو۔ جو کوئی اچھی بات کہے اسپر کان لگاؤ بدون اس بات کے کہ تعجب مبالغہ کیساتھ ظاہر کرو اور دوبارہ کہنے کے لیے درخواست نہ کرو مضحکات اور کہانیون کے لیے خاموش رہو۔ اور اسکا ذکر کیجو کہ مجکو اپنا لڑکا یا شعر یا تصنیف یا فلان چیز اچھی معلوم ہوتی ہی۔ عورتون کی طرح بہت زینت مت کرو اور نہ غلامون کی طرح میلے کچیلے رہو۔ سرمہ اور تیل کثرت سے مت لگاؤ۔ حاجتون مین اصرار مت کرو۔ ظلم پہ کسی کو شجاع مت کہو۔ اپنے زن و فرزند سے بھی اپنے مال کی مقدار مت کہو غیرون کا تو کیا ذکر ہی اسلیے کہ اگر انکے عندیہ مین تھوڑا ہوگا تو تم انکی نظرون مین خوار ہوگے اور اگر بہت ہوگا تو کبھی تم سے خوش نہ رہینگے۔ انکو نہ اتنا ڈراؤ کہ تمہارے پاس نہ پھٹکین اور نہ اتنا پرچاؤ کہ سر پر چڑھ بیٹھین۔ اپنی لونڈی غلامون سے ہنسی مت کرو ورنہ تمہارا وقار جاتا رہیگا۔ اور جب کسی مقدمہ کی جوابدہی کرو تو عزت کے ساتھ رہو اور نادانی سے احتراز کرو اور جلدی مت کرو اور اپنی حجت کو تامل کرلو اور ہاتھون سے بہت اشارہ مت کرو اور جو لوگ پیچھے ہون انکو گردن موڑ کر بہت مت دیکھو اور پالتی مار کر مت بیٹھو اور جب غصہ تھم جاوے تب بولو۔ اور اگر بادشاہ تمکو اپنا مقرب کرے تو اس سے ایسی طرح رہو کہ گویا بھال کی نوک پر ہو اور اگر تم سے ہنسی خوشی رہے تو یہ مت سمجھو کہ اب نہین بگڑیگا بلکہ اسکے انقلاب سے ڈرتے رہو کہ دم بھر مین بگڑ جاتا ہی اور اسکے ساتھ ملائمت ایسی کرو جیسی بچون سے کرتے ہین تو اس سے وہ گفتگو کرو جسکی اسکو تمنا ہو اور وہ اگر تمہارے ساتھ بلطف پیش آوے تو اس وجہ سے اسکے زن و فرزند اور نوکرون کے معاملہ مین دخل نہ دو گو اسکے عندیہ مین تم دخل دینے کے مستحق ہو اسلیے کہ بادشاہ اور اسکے گھر والون کے معاملہ مین دخل دینے والا ایسا گرتا ہی کہ کبھی نہین اٹھتا۔ اور جو دوست کہ تندرستی کا یار ہو اس سے احتراز کرو کہ وہ دشمنون سے زیادہ ہی۔ اپنے مال کو آبرو کی نسبت کم عزیز سمجھو۔ اور اگر کسی مجلس مین جاؤ تو اسکا طریق یہ ہی کہ اول سلام کرو اور جو لوگ پہلے آچکے ہون انکے اوپر مت جاؤ اور جہان جگہ دیکھو وہان بیٹھو بشرطیکہ تواضع اور انکسار کے بھی مناسب ہو اور بیٹھنے مین جو شخص پاس ہو اسکو سلام کرو۔ اور راستہ مین اول تو بیٹھنا نہ چاہیے اور اگر بیٹھو تو اسکے آداب یہ ہین کہ نگاہ نیچی رکھو اور مظلوم کی مدد کرو اور فریادی داد خواہ کا ساتھ دو اور کمزور کو سہارا دو اور بھولے ہوے کو راہ بتاؤ اور سلام کا جواب دو سائل کو کچھ عطا کرو اچھی بات کا امر کرو بری بات سے روکو۔ تھوکنے کا موقع تلاش کرو قبلہ کی جانب مت تھوکو اور نہ دہنی جانب بلکہ بائین طرف یا بائین پاؤن کے نیچے تھوکو۔ اور بادشاہون سے ہمنشین مت ہو اور اگر ہو تو اسکا ادب یہ ہی کہ غیبت اور جھوٹ سے احتراز کرو اور راز کو مخفی رکھو اور حاجتین کم بیان کرو اور گفتگو مین الفاظ شستہ اور شائستہ بیان کرو اور بادشاہون کے اخلاق کا ذکر کرو اور ہنسی کم کرو اور انسے بہت خوف کرو اگرچہ تم سے دوستی ظاہر کرین اور انکے سامنے ڈکار مت لو اور نہ کھانے کے بعد انکے پاس خلال کرو۔ اور بادشاہ کو چاہیے کہ ہمنشینون کی ہر ایک بات کا تحمل کرے لیکن افشاء راز اور ملک مین خلل ڈالنے اور حرمت کے درپے ہونے کو تحمل نہ کرے۔ اور عوام کے پاس نہ بیٹھے اور اگر اتفاق ہو تو اسکا طریق یہ ہی کہ انکی بات مین دخل نہ دے اور انکی بیہودہ باتین کم سنے اور جو الفاظ انسے برے سرزد ہون انسے تغافل کرے اور باوجودیکہ انسے کچھ غرض متعلق ہو تب بھی انسے ملاقات کم کرے ہنسی ٹھٹھا نہ عاقل سے کرو نہ غیر عاقل سے اسلیے کہ عاقل تم سے کینہ کریگا اور بیوقوف کو تمپر جرأت ہوگی کیونکہ ٹھٹھا کرنا ہیبت دور کرتا ہی اور آبرو کھوتا ہی اور آخر کو کینہ لاتا ہی اور دوستی کی حلاوت کھوتا ہی اور عالم کی سمجھ مین عیب لگاتا ہی اور بیوقوف کو دلیر کرتا ہی اور دانا کے نزدیک مرتبہ کم کرتا ہی اور پرہیزگار ٹھٹھے والے کو برا سمجھتے ہین اور ٹھٹھا دل کو بجھاتا ہی اور خدا تعالی سے دور کرتا ہی اور غفلت پیدا کرتا ہی اور ذلت کا موجب ہی اسی سے باطن اندھے ہوتے ہین اور دل مرتے ہین اسی سے عیبون کی کثرت ہوتی ہی اور گناہ کھل جاتے ہین۔ اور کہتے ہین کہ ٹھٹھا بجز حماقت اور اترانے کے

نہین ہوتا۔ اور اگر کوئی شخص کسی مجلس مین مبتلا ہو مزاح یا شور و غوغا کا ہو تو چاہیے کہ اُٹھنے کے وقت خدا تعالی کا ذکر کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من جلس فی مجلس فکثر فیہ لغطہ فقال قبل ان یقوم من مجلسہ ذلک سبحانک اللہم وبحمدک اشہد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک الا غفر لہ ما کان فی مجلسہ ذلک —

تیسری فصل مسلمانون اور یگانون اور ہمسایون اور لونڈی غلامون کے حقوق اور انسے پیش آنے کی کیفیت کے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ انسان یا تنہا رہتا ہے یا غیر کے ساتھ اور چونکہ انسان کا تنہا رہنا بدون اختلاط اپنے ہم جنس کے دشوار ہے اسلیے اُسکو اختلاط کا طریق سیکھنا بھی ضرور ہے اور ملنے والے کے ساتھ ادب اُسی قدر ہوتا ہے جتنا اُسکا حق ہو اور حق اُسقدر ہوتا ہے جتنا اُسکا علاقہ ہو جس سے کہ اختلاط ہوا ہے اور علاقہ یا تو قرابت کا ہوگا جو سب سے خاص ہے یا اسلام کی اخوت کا جو سب سے عام ہے یا ہمسائگی یا سفر خواہ مدرسہ کی صحبت یا دوستی کا اور ان علاقون مین سے ہر ایک کے بہت سے درجے ہین مثلاً قرابت کا کوئی حق ہے مگر قریب اگر محرم ہوگا تو اُسکا حق زیادہ ہے اور جسقدر محرم کا حق ہے اُس سے زیادہ والدین کا حق ہے اسی طرح ہمسایہ کا حق مکان کے نزدیک اور دور ہونے کے موافق مختلف ہوتا ہے اور فرق اُس صورت مین معلوم ہوتا ہے کہ کسی نسبت کر اُسکو لحاظ کرین مثلاً بیگانہ شہرون مین ہمسایہ وطن کے رشتہ دار کا قائم مقام ہوتا ہے کہ شہر مین ہمسائگی کا حق اُسکو حاصل ہے یہی حال مسلمان کے حق کا ہے کہ جتنی معرفت اور شناسائی زیادہ ہوگی اُسی قدر حق زیادہ ہوگا مثلاً جس سے شناخت جان پہچان ہے اُسکے حق کی نسبت کر اُسکا زیادہ حق ہے جس سے صورت شناسی ہے اور شناسائی ہونے کے بعد اختلاط سے اسکا استحکام ہو جاتا ہے اسی طرح صحبت کے درجات بھی مختلف ہین مثلاً صحبت درس اور مکتب کا حق بہ نسبت صحبت سفر کے مؤکد تر ہے اور یہی حال دوستی کا ہے کہ متفاوت ہوا کرتی ہے یعنی جب قوی ہو جاتی ہے تو اخوت ہو جاتی ہے اور اُس سے بڑھتی ہے تو محبت ہوتی ہے اور اُس سے تجاوز کرتی ہے تو خلت ہو جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ خلیل بہ نسبت حبیب کے زیادہ قریب ہوتا ہے اسلیے کہ محبت اُسکو کہتے ہین جو دل مین جگہ کرے اور خلت وہ ہے جو دل کی رگ رگ مین پیوستہ ہو جائے تو جو خلیل ہوگا وہ حبیب بھی ہوگا اور یہ نہین کہ جو حبیب ہو وہ خلیل بھی ہو اور تجربہ اور مشاہدہ سے دوستی کے درجات کا متفاوت ہونا ظاہر ہے اور خلت کو جو ہمنے اخوت سے زیادہ کہا اُسکے معنی یہ ہین کہ خلت ایسی حالت کا نام ہے جو اخوت کی نسبت کامل تر ہے اور اُسکو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے پہچانتے ہین لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکن صاحبکم خلیل اللہ اسلیے کہ خلیل اُسکو کہتے ہین کہ محبت محبوب کی اُسکے دل کے تمام اجزا ظاہری اور باطنی مین گھس جائے اور تمام دل کو گھیر لے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو بالکلیہ بجز محبت الٰہی کے اور کسی چیز نے نہین گھیرا تھا اسلیے خلت مین شرکت نہ ہوسکی باوجودیکہ آپنے حضرت علی رض کو بھائی بنایا اور ارشاد فرمایا علی منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا النبوۃ تو حضرت مرتضی علی کے لیے نبوت سے عدول فرمایا جیسے حضرت صدیق کے لیے خلت سے پس حضرت صدیق رض اخوت مین حضرت علی مرتضی رض کے شریک رہے اور اس امر مین بڑھے رہے کہ آپ کو قربت اور لیاقت خلت کی حاصل تھی بشرطیکہ خلت مین شرکت کی گنجایش ہوتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس لیاقت پر آگاہ کرنے کو فرمایا لاتخذت ابابکر خلیلا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے خلیل اور حبیب دونون ہین چنانچہ مروی ہے کہ آپ ایک روز فرحان اور شادان منبر پر چڑھے اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھکو خلیل کیا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیا پس مین اللہ تعالی کا حبیب ہون اور مین اُسکا خلیل ہون — اِس تقریر سے معلوم ہوا کہ شناسائی سے پہلے کوئی اور علاقہ نہین اور خلت کے بعد کوئی درجہ اور ان دونون کے سوا جو اور مدارج ہین وہ ان دونون کے درمیان ہین اور ہم حق صحبت اور اخوت کو بیان کر چکے اور محبت اور خلت وغیرہ جو اور چیزین ہین وہ سب انھین مین آ گئین مگر جسقدر محبت اور اخوت کے مراتب مین تفاوت ہوتا ہے اُسی قدر اُن حقوق مراتب مین بھی تفاوت ہوتا ہے جیسا پہلے مذکور ہوا یا انکے انتہائے حقوق یہ ہے کہ محبوب کو اپنے نفس اور مال سے ترجیح دے جیسے حضرت ابوبکر رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے نفس اور مال کو لٹایا

اور حضرت طلحہ رض نے اپنے بدن کو آپ کے تن مبارک کا سپر بنایا اور ہم اب یہ چاہتے ہیں کہ اخوت اسلامی اور اقربا اور ہمسایہ اور لونڈی غلاموں کے حقوق لکھیں اس لیے اس فصل کو چار بیانوں میں منقسم کیا ہے

بیان اول مسلمانوں کے حقوق میں مجمل حقوق یہ ہیں کہ مسلمان سے جب ملاقات ہو اُسکو سلام کرنا اور جب پکارے اُسکا جواب دینا اور چھینکے تو یرحمک اللہ کہنا اور بیمار ہو تو عیادت کرنی اور مر جائے تو جنازہ پر جانا اور اگر قسم کھالے تو اُسکی قسم کو سچا کرنا اور نصیحت چاہے تو اُسکو بہتر بات بتانی اور اُسکے پیٹھ پیچھے اُسکو برا نہ کہنا اور اُسکے لیے وہ بات پسند کرنی جو اپنے لیے پسند ہو اور اُسکے حق میں وہ بات بری سمجھنی جو اپنے حق میں بری لگے اور یہ سب امور احادیث و آثار میں وارد ہیں اور حضرت انس رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے حقوق سے چار باتیں تجھپر لازم ہیں اول یہ کہ نیکی کرنے والے کی مدد کرے دوم گناہ کرنے والے کے لیے مغفرت چاہے سوم اُنکے بدنصیب کے لیے دعا مانگے چہارم اُنمین کے تائب سے محبت رکھے۔ اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے ارشاد رحماء بینہم کے معنی یہ ہیں کہ نیک آدمی بدکار کے لیے دعا مانگے اور بدکار نیک کے واسطے یعنی جب بدکار شخص امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی نیک کو دیکھے تو یون دعا مانگے الٰہی تو نے جو اُسکو خیر عنایت کی اُسکو اُسمین برکت کر اور اُسکو اُسی پر ثابت رکھ اور ہمکو اُس سے فائدہ عنایت فرما اور جب نیکبخت کسی بدکار کو دیکھے تو یہ دعا مانگے الٰہی اُسکو ہدایت کر اور توفیق توبہ عنایت فرما اور اُسکی خطا معاف کر۔ اب حقوق کو شرح لکھتے ہیں **اول حق** یہ ہے کہ جمیع اہل ایمان کے لیے وہی بات چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہو اور اُنکے لیے وہی بات بری سمجھے جو اپنے لیے بری سمجھتا ہے نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا مثل المؤمنین فی توادہم وتراحمہم کمثل الجسد اذا اشتکی عضو منہ تداعی سائرہ بالحمی والسہر۔ اور حضرت ابو موسی آپ سے راوی ہیں کہ فرمایا المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضا۔ **دوسرا حق** یہ ہے کہ کسی مسلمان کو اپنے فعل یا قول سے ایذا نہ دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ اور ایک بڑی حدیث شریف میں جو فضیلت کی باتوں کے لیے حکم فرمایا ہے اُسمین یہ ارشاد ہے کہ اگر تجھسے یہ امور نہ بن پڑیں تو اتنا ہی کر کہ لوگوں کو بدی سے بچا کہ یہ ایک صدقہ ہے کہ تو نے اپنی طرف سے خیرات کیا۔ اور فرمایا افضل المسلمین من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ مسلم کون ہے لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالی اور اُسکا رسول زیادہ جانتا ہے فرمایا کہ مسلم وہ ہے جسکے ہاتھ اور زبان سے مسلمان بچے رہیں انھون نے عرض کیا کہ پھر مومن کون ہے آپ نے فرمایا کہ جس سے اہل ایمان اپنی جانوں اور مالوں کے باب میں مامون ہوں انھون نے عرض کیا کہ پھر مہاجر کون ہے فرمایا کہ جو برائی کو چھوڑ دے اور اُس سے اجتناب کرے۔ اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اسلام کیا چیز ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تیرا دل اللہ تعالی کا فرمانبردار ہو اور مسلمان تیرے ہاتھ اور زبان سے سلامت رہیں اور مجاہد رح فرماتے ہیں کہ دوزخیوں پر خارش مسلط کیجاویگی پھر وہ اتنا کھجاوینگے کہ اُنمین سے کسی کی ہڈی ظاہر ہو جاویگی اور چمڑا اور گوشت اُڑ جاویگا اُسکو کوئی نام لیکر پکاریگا کہ تجکو اسکی تکلیف ہوتی یا نہیں وہ کہیگا کہ ہاں بہت تکلیف ہے جواب دیگا کہ یہ اُسکی سزا ہے کہ تو اہل ایمان کو ستایا کرتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو جنت میں مزہ سے کروٹیں لیتا دیکھا اُسنے راہ میں سے ایک درخت کاٹا تھا جو لوگوں کو ایذا دیتا تھا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجکو کچھ تعلیم فرمائیے جسکی تعمیل سے میں نفع اُٹھاؤں آپ نے فرمایا اعزل الاذی عن طریق المسلمین۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا جو کوئی مسلمانوں کی راہ میں سے ایسی چیز دور کرے جو اُنکو ستاتی ہو تو اللہ تعالی اُسکے لیے اُسکے عوض میں ایک نیکی لکھیگا اور جسکے لیے خدا تعالی ایک نیکی لکھیگا اُسکے لیے اُس نیکی کے سبب سے جنت واجب کردیگا اور فرمایا کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ اپنے بھائی کی طرف ایسی نگاہ سے اشارہ کرے جس سے اُسکو ایذا ہو۔ اور فرمایا کہ کسی مسلمان کو حلال نہیں

کہ مسلمان کو ڈراوے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ایذا دیے جانے کو برا جانتا ہے۔ اور ربیع بن خثیم کہتے ہیں کہ آدمی دو قسم ہیں ایک
اہل ایمان انکو تو ایذا مت دو دوسرے جاہل اسکے ساتھ جاہل مت ہو۔ تیسرا حق یہ ہے کہ ہر مسلمان سے تواضع کرے اور اسپر تکبر نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
ان اللہ لا یحب کل مختال فخور۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی کہ یہاں تک فروتنی کرو کہ کوئی کسی پر
فخر نہ کرے۔ پھر اگر دوسرا شخص آدمی پر فخر کرے تو اسکو تحمل کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے خذ العفو وامر بالعرف
واعرض عن الجاہلین۔ اور ابن ابی اوفی سے یہ حدیث مروی ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یانف ولا یتکبر ان یمشی مع الارملة والمسکین
فیقضی حاجتہ۔ چوتھا حق یہ ہے کہ ایک مسلمان کی چغلی دوسرے سے نہ کھاوے اور جو کچھ ایک سے سنے وہ دوسرے کو نہ پہونچاوے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یدخل الجنة قتات۔ اور خلیل بن احمد کہتے ہیں کہ جو شخص تجھ سے دوسروں کی چغلی کھائیگا وہ تیری چغلی دوسروں سے
کھائیگا اور جو تجھ سے غیروں کی خبر کہیگا وہ تیری خبر غیروں سے کہیگا اسی مضمون کو سعدی رح فرماتے ہیں ؎ ہر کہ عیب دگران پیش تو آورد و شمرد
بیگمان عیب تو پیش دگران خواہد برد۔ پانچواں حق یہ ہے کہ جس شخص سے شناسائی ہو اس سے اگر کبیدگی کی صورت ہو جاوے تو تین دن سے
زیادہ ترک ملاقات نہ کرے کہ ابو ایوب انصاری فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یحل لمسلم ان یہجر اخاہ فوق ثلث یلتقیان
فیعرض ہذا ویعرض ہذا وخیرہما الذی یبدأ بالسلام اور فرمایا من اقال مسلما عثرتہ اقالہ اللہ یوم القیامة۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
حضرت یوسف علیہ السلام کو فرمایا کہ چونکہ تم نے اپنے بھائیوں کی خطا معاف فرمائی اسلیے میں نے تمہارا ذکر ذاکروں میں بلند کر دیا۔ اور حضرت
عائشہ رض فرماتی ہیں ما انتقم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لنفسہ قط الا ان تنتہک حرمة اللہ فینتقم للہ۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ جب
کسی آدمی نے اپنا مظلمہ معاف کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اسکی عزت ہی بڑھائی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما نقص مال من صدقة
وما زاد اللہ رجلا بعفو الا عزا وما من احد تواضع للہ الا رفعہ اللہ۔ چھٹا حق یہ ہے کہ اگر بن سکے تو ہر شخص پر حتی الوسع احسان ہی کرے یہ تمیز
نہ کرے کہ لائق احسان کون ہے اور عدم لیاقت کس میں ہے حضرت امام زین العابدین اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادے علیہم السلام سے راوی ہیں
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قابل سلوک پر بھی احسان کرو اور ناقابل پر بھی کیونکہ اگر احسان ایسے شخص کو نہ پہونچیگا جو قابل احسان ہو
تو تم تو بہر حال قابل احسان ہو۔ اور اسی روایت سے یہ حدیث شریف منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کے بعد عقل کی
اصل لوگوں سے دوستی کرنی اور ہر نیک و بد سے سلوک کرنا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ
جب کوئی شخص آپ کا دست مبارک پکڑ لیتا تو آپ اپنا ہاتھ اس سے نہ چھڑاتے یہاں تک کہ وہ خود ہی چھوڑ دیتا اور آپ کا زانوے مبارک
جلیس کے زانو سے نکلا ہوا معلوم نہوتا اور جو کوئی آپ سے گفتگو کرتا اسکی طرف آپ متوجہ ہوتے پھر اسکی طرف سے روے مبارک نہ پھیرتے
یہاں تک کہ وہ گفتگو سے فارغ نہ ہو لیتا۔ ساتواں حق یہ ہے کہ کسی مسلمان کے پاس بدون اسکی اجازت کے نہ جاوے بلکہ تین بار اجازت
چاہے اگر وہ اجازت دے تو فبہا اور اگر وہ اجازت نہ دے تو واپس چلا آوے حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اجازت لینا تین بار ہے اول بار میں وہ چپکے ہو جائینگے اور دوسری میں مشورہ بلانے کا کرینگے اور تیسری میں خواہ اجازت دینگے
یا کہدینگے کہ چلے جاؤ۔ آٹھواں حق یہ ہے کہ سب لوگوں سے خوش خلقی سے پیش آوے ہر شخص کی لیاقت کے موافق گفتگو کرے اگر جاہل سے
علم کی باتیں اور عاجز کے ساتھ تقریر دقیق پیش کریگا تو خود بھی تکلیف ہوگی اور دوسرے کو ایذا دیگا ؎ با ہیچ نہ فہم ادسخن معنی چہ زنی

[illegible]

طفلانہ بطفل گفتگو باید کرد۔ نواں حق یہ ہے کہ بوڑھوں کی عزت کرے اور لڑکوں پر رحم کرے۔ حضرت جابر رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس منا من لم یوقر کبیرنا و لم یرحم صغیرنا۔ اور لڑکوں پر لطف کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم۔ اور بوڑھوں کی تعظیم کا تتمہ یہ ہے کہ انکی اجازت کے بدون انکے سامنے کلام نہ کرے چنانچہ حضرت جابر رضی فرماتے ہیں کہ جہینہ کا قافلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا انہیں سے ایک لڑکا بولنے کے لیے کھڑا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھہر بڑا شخص کہاں ہے کہ وہ گفتگو کرے۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی جوان آدمی کسی بوڑھے کی تعظیم کرتا ہے اللہ تعالی اسکے لیے بھی بڑھاپے کی عمر میں پہنچنے پر کسی کو مقرر کر دیتا ہے کہ اسکی تعظیم کرے۔ اس میں زندگی کے دوام کی خوشخبری ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھوں کی تعظیم کی توفیق اسی کو ہوتی ہے جسکے لیے اللہ تعالی نے عمر کی زیادتی لکھدی ہے۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ لڑکا موجب غصہ نہ ہو جاوے اور مینہ باعث نہ ہو سبزہ کا اور کم ہونے والا اور پاجی ہر طرف بہت نکلیں اور کریم غائب نہ ہو جاویں اور چھوٹا بڑے اور لئیم آدمی کریم پر جرأت نہ کرنے لگے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لاتے اور لڑکے آپ کو ملتے تو انکے پاس آپ توقف فرماتے اور لوگوں سے کہتے کہ انکو میرے پاس لاؤ جب وہ پاس آتے تو کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے بٹھا لیتے اور کسی کے لیے صحابہ رضی کو اجازت فرماتے کہ تم اٹھا لو تو اکثر آخر کو لڑکے فخر کیا کرتے اور ایک دوسرے سے کہتا کہ مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اپنے آگے بٹھلایا اور تجھکو پیچھے سوار کیا اور بعض یوں کہتے کہ صحابہ رضی سے کہدیا کہ تمکو اپنے پیچھے سوار کر لیں اور چھوٹے بچوں کو جو آپ کی خدمت میں دعا اور برکت اور نام رکھنے کو لاتے تو آپ کی گود میں انکو لٹا دیتے اور کبھی ایسا ہوتا کہ بچہ آپ کے اوپر پیشاب کر دیتا اور جو شخص دیکھتا ہوتا وہ بچہ کو للکارتا تو آپ اس شخص کو ارشاد فرماتے کہ اسکا پیشاب بند مت کرو اور اسکو ویسے ہی رہنے دیتے یہاں تک کہ بالکل پیشاب کر چکتا پھر اسکے لیے دعا کرتے اور اسکا نام رکھتے یہاں تک کہ اسکے گھر والے خوش ہو جاتے اور یہ گمان نہ کرتے کہ آپ کو اسکے پیشاب سے ایذا ہوئی اور جب وہ چلے جاتے تب اپنا کپڑا دھو ڈالتے۔

دسواں حق یہ ہے کہ سب خلق کے ساتھ ہشاش بشاش اور نرم رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی سے فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ دوزخ کس شخص پر حرام ہے انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالی اور اسکا رسول زیادہ جانتا ہے آپ نے فرمایا کہ اس پر حرام ہے جو نرم اور منکسر اور آسان گیر اور ملنسار ہو۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی آسانی کرنے والے اور کشادہ پیشانی کو دوست رکھتا ہے۔ اور کسی نے آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھکو ایسا عمل بتا دیجیے کہ مجھکو جنت میں داخل کرے آپ نے فرمایا کہ موجبات مغفرت کی یہ باتیں ہیں بذل سلام اور خوبی کلام۔ اور حضرت ابن عمر رضی فرماتے ہیں کہ نیکی ایک ادنی چیز ہے یعنی خندہ پیشانی اور نرم گفتار رہنا۔ اور ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا اتقوا النار ولو بشق تمرۃ فان لم تجدوا فبکلمۃ طیبۃ۔ اور فرمایا کہ بہشت میں چند دریچے ہیں کہ انکے باہر کی چیز اندر سے اور اندر کی باہر سے معلوم ہوتی ہے ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کن لوگوں کے لیے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو کلام اچھی طرح کرے اور کھانا کھلاوے اور رات کو اسوقت نماز پڑھے کہ لوگ سوتے ہوں اور حضرت معاذ بن جبل رضی فرماتے ہیں کہ مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھکو وصیت کرتا ہوں خدا تعالی سے ڈرنے اور راست گفتاری اور وفاء عہد اور ادا امانت اور ترک خیانت اور ہمسایہ کی رعایت اور یتیم پر رحمت اور نرم بولنے اور سلام کرنے اور تواضع کرنے کی۔ اور حضرت انس رضی فرماتے ہیں کہ ایک عورت راہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوئی اور عرض کیا کہ مجھکو خدمت اقدس میں کچھ عرض ہے اور آپ کے ہمراہ اسوقت کچھ صحابہ رضی تھے آپ نے اس سے فرمایا کہ کوچوں کی جون سی طرف میں تیرا دل چاہے بیٹھ جا میں تیرے پاس بیٹھکر سن لونگا اسنے ویسا ہی کیا آپ اسکے پاس بیٹھ گئے یہاں تک کہ جو کچھ اسکو کہنا تھا اسنے کہدیا

اور وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ بنی اسرائیل مین سے ایک شخص نے ستر برس اسطرح روزے رکھے کہ ساتوین روز افطار کرتا تھا اُسنے اللہ تعالی
سے دعا مانگی کہ مجکو یہ دکھلا دے کہ شیطان آدمیون کو کس طرح بہکاتے ہین جب بہت عرصہ گذرا اور اُسکی دعا مقبول نہ ہوئی تو اُسنے
کہا کہ یہ خطا میری ہے اور میرے پروردگار کے معاملہ مجھسے ہوئی ہے اگر مین اُسپر اطلاع پاتا تو میرے حق مین اس دعا کے مانگنے سے بہتر ہوتا۔
اتنے مین اللہ تعالی نے اُسکے پاس ایک فرشتہ بھیجا اُسنے اُس سے کہا کہ مجکو اللہ تعالی نے تیرے پاس بھیجا ہے اور وہ فرماتا ہے کہ یہ کلام جو تو نے
کیا ہے میرے نزدیک تیری گذشتہ عبادت کی نسبت کہ بہتر ہے اور اللہ تعالی نے تیری آنکھین کھولدی ہین اب تو دیکھ لے اُسنے جو دیکھا تو
معلوم کیا کہ آدمیون مین سے کوئی ایسا نہین جسکے گرد شیطان مکھیون کی طرح نہ ہون اُسنے عرض کیا کہ الٰہی ایسے کون بچتا ہے ارشاد ہوا
کہ پرہیزگار اور نرم شخص بچتا ہے۔ گیارھوان حق یہ ہے کہ جس مسلمان سے کوئی وعدہ کرے اُسکو پورا کرنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ وعدہ عطا ہے اور فرمایا کہ وعدہ قرض ہے اور فرمایا ثلث فی المنافق اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا احدث خان
اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ثلث من کن فیہ فھو منافق وان صلی وصام اذا حدث کذب الخ۔ بارھوان حق یہ ہے کہ لوگون کا
عوض اپنے نفس سے لے اور اُنکے ساتھ وہی کام کرے جسکو چاہے کہ لوگ اُسکے ساتھ کرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
کہ بندہ اپنے ایمان کو پورا نہین کرتا جبتک اُسمین تین خصلتین نہون اول مفلسی کے ہوتے ہوے خرچ کرنا دوم اپنے نفس سے انصاف لینا
سوم سلام کرنا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ دوزخ سے دور رہے اور جنت مین داخل ہو تو چاہیے کہ ایسے
حال مین مرے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیتے رہا ہو اور لوگون کے ساتھ وہ کام کرے جسکو خود اپنے ساتھ دوسرون سے
چاہتا ہو اور حضرت ابو درداءؓ کو فرمایا کہ اپنے ہمسایہ کی ہمنشینی اچھی طرح کرکہ تو ایماندار ہو جائیگا اور لوگون کے لیے وہ بات پسند کر جو اپنے
لیے پسند کرتا ہے کہ تو مسلم ہو جائیگا۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ چار باتین کرجو تمھارے
لیے اور تمھاری اولاد کے لیے سب باتون کی اصل ہین اور اُنمین سے ایک خاص میرے لیے ہے اور خاص تیرے لیے اور ایک مشترک ہے
مجھ مین اور تجھ مین اور ایک تجھ مین اور مخلوق مین مشترک ہے جو بات کہ خاص میرے لیے ہے وہ یہ ہے کہ تو میری عبادت کرے اور میرا شریک کسیکو
نہ کرے اور جو تیرے لیے خاص ہے وہ تیرا عمل ہے کہ اُسکی جزا تجکو ایسے وقت مین دونگا کہ تجکو اپنے عمل کی اُسوقت شدت سے حاجت ہو اور
جو بات تجھ مین اور مجھ مین مشترک ہے وہ یہ ہے کہ تو دعا مانگے اور مین قبول کرون اور جو تجھ مین اور مخلوق مین ہے وہ یہ ہے کہ تو اُنکی صحبت اُس طور
کرے جس سے تو چاہے کہ وہ تیرے ساتھ رہین۔ اور حضرت موسی علیہ السلام نے درخواست کی کہ الٰہی تیرے بندون مین سب سے عادل
زیادہ کون ہے فرمایا کہ جو لوگون کا عوض اپنے نفس سے لیوے۔ تیرھوان حق یہ ہے کہ جس شخص کے لباس اور صورت سے معلوم ہوتا ہو کہ شخص
بڑے رتبہ کا ہے تو اُسکی تعظیم زیادہ کرے یعنی ہر ایک شخص کے ساتھ اُسکے رتبہ کے موافق پیش آنا چاہیے۔ مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کسی
سفر مین ایک منزل مین اُترین اتنے مین اُنکا کھانا آیا اور ایک سائل مانگنے آیا آپ نے فرمایا کہ اس مسکین کو ایک روٹی دیدو پھر ایک شخص
سوار آیا آپ نے فرمایا کہ اسکو بلاؤ اور کھانا کھلاؤ لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے مسکین کو تو دیکر ٹال دیا اور اسکو بلواتی ہو آپ نے فرمایا کہ
اللہ تعالی نے آدمیون کا ایک رتبہ بنایا ہے ہمکو بھی اُنکو اُسی مرتبہ پر رکھنا چاہیے وہ مسکین تو ایک روٹی پر راضی ہو گیا لیکن ہمکو نامناسب ہے کہ
اس تونگر کو اس صورت پر ایک روٹی دیدین۔ اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی اپنے حجرہ مین تشریف لے گئے اور آپکے
اصحاب رضی اللہ عنہم آپکی خدمت مین حاضر ہوے کہ حجرہ شریف بھر گیا پھر جریر بن عبداللہ بجلی تشریف لائے اندر جگہ نہ دیکھی تو دروازہ پر بیٹھ گئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک لپیٹ کر اُنکے پاس پھینکدی اور فرمایا کہ اس چادر پر بیٹھ جاؤ جریرؓ نے اُسکو لیکر آنکھون سے
لگایا اور اُسکو بوسہ دیکر رونے لگے اور پھر تہ کرکے آپکے پاس پھینکدی اور عرض کیا کہ مین اس قابل نہین کہ آپکے کپڑے پر بیٹھون

الله تعالی آپ کا اکرام فرماوے جیسے آپ نے میرا اکرام کیا پھر آنحضرت صلی الله علیہ وسلم نے دہنے بائین دیکھکر فرمایا کہ جب تمھارے پاس کسی قوم کا کریم شخص آوے تو اسکی تعظیم کرو۔ اسی طرح جس شخص کا آدمی کے اوپر قدیمی حق ہو اسکی تعظیم بھی ضرور ہے۔ مروی ہے کہ آنحضرت صلی الله علیہ وسلم کی دایہ جنھون نے آپ کو دودھ پلایا تھا آپ کی خدمت مین آئین آپ نے انکے لیے اپنی چادر بچھادی پھر فرمایا کہ مرحبا اور خوب کیا آپ تشریف لائین پھر انکو چادر پر بٹھلا کر فرمایا کہ سفارش کرو تمھاری سفارش قبول کرونگا اور جو سوال کروگی وہ دونگا انھون نے فرمایا کہ مین اپنی قوم کی سفارش کرتی ہون آپ نے فرمایا کہ مین نے اپنا اور بنی ہاشم کا حق تمکو دیا یعنی جسقدر انکے حصہ مین لوگ آوین انکو تمھارے حوالہ کردونگا پس ہر طرف سے لوگ اُٹھے اور عرض کیا کہ یا رسول الله صلی الله علیہ وسلم ہم نے بھی اپنا حق انکو دیا پھر آپ نے انکے ساتھ بعد کو سلوک کیا اور خیبر مین سے اپنا حصہ انکو بخش دیا جو حضرت عثمان غنی رض نے ایک لاکھ درہم کو اُنسے مول لے لیا۔ اور بعض اوقات آپ کی خدمت مین کوئی حاضر ہوتا اور آپ تکیہ لگائے بیٹھے ہوتے جس مین اتنی گنجایش نہ ہوتی کہ اسکو اپنے ساتھ بٹھلاتے تو تکیہ کو نکال کر اس شخص کے لیے ڈال دیتے اور اگر وہ انکار کرتا تو اسکو قسم دیکر بٹھلاتے۔ چودھوان حق یہ ہے کہ اگر صورت مسلمانون مین اصلاح کردینے کی بن سکے تو چاہیے کہ انمین صلح کرادے آنحضرت صلی الله علیہ وسلم فرماتے ہین کہ کیا مین تمکو وہ بات نہ بتادون جو نماز اور روزون اور خیرات کے درجہ سے افضل ہو صحابہ رض نے عرض کیا کہ ضرور ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ آپس مین صلح کرا دینی ہے اور باہم کی پھوٹ ڈالنا دین کا مٹانے والا ہے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا افضل الصدقۃ اصلاح ذات البین۔ اور حضرت انس رض راوی ہین کہ ایک بار آنحضرت صلی الله علیہ وسلم بیٹھے تھے کہ اتنے مین آپ اتنا ہنسے کہ آپ کے سامنے کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے حضرت عمر رض نے عرض کیا کہ یا رسول الله صلی الله علیہ وسلم فدا ہون آپ پر میرے والدین آپ کس بات سے ہنسے فرمایا کہ میری امت کے دو شخص رب العزت کے سامنے دو زانو بیٹھے اور ایک نے عرض کیا کہ یارب میرا حق اس سے دلادے الله تعالی نے دوسرے کو ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کا حق دیدے اسنے عرض کیا کہ الٰہی میری نیکیون مین سے کچھ نہین رہا جو اسکو حوالہ کرون الله تعالی نے مدعی کو فرمایا کہ اب تو کیا کریگا اسکے پاس تو نیکیون مین سے کچھ نہین رہا اسنے عرض کیا کہ میرے گناہ کچھ اسپر کردیے جاوین پھر آنحضرت صلی الله علیہ وسلم کی آنکھون سے آنسو جاری ہوے اور فرمایا کہ وہ دن بڑا سخت ہے آدمی کو اس روز یہ حاجت پڑیگی کہ اسکے گناہ کوئی اپنے ذمہ کرلے پھر آپ نے فرمایا کہ الله تعالی نے مظلوم کو ارشاد فرمایا کہ اپنی آنکھ اٹھاکر جنت مین نگاہ کر وہ دیکھکر عرض کرنے لگا کہ یا رب مجھے معلوم ہوتا ہے کہ چاندی کے شہر اور سونے کے محل موتیون سے جڑے ہین یہ کسی نبی کے ہین یا صدیق یا شہید کے الله تعالی نے فرمایا کہ یہ اس شخص کے ہین جو انکا دام دے اسنے عرض کیا کہ پروردگار انکا دام کسکے پاس ہوگا ارشاد ہوا کہ تیرے پاس اسنے عرض کیا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ اپنے بھائی کو معاف کردینا اسنے عرض کیا کہ الٰہی مین نے معاف کیا الله تعالی نے ارشاد فرمایا کہ تو اٹھ اور اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑکے اسکو جنت مین داخل کر پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ الله تعالی سے ڈرو اور آپس مین صلح کرتے رہو کیونکہ الله تعالی قیامت مین اہل ایمان کے درمیان صلح کریگا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا لیس بکذاب من اصلح بین اثنین فقال خیرا او نمی خیرا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگون مین صلح کرا دینی واجب ہے کیونکہ جھوٹ کا ترک کرنا واجب ہے اور کوئی واجب ذمہ سے ساقط نہین ہوتا الا اس صورت مین کہ دوسرا واجب اس سے زیادہ موکد ذمہ پر ہو جاوے تو جب دو شخصون مین صلح کرنے والا جھوٹا نہ ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ اصلاح باہم ترک کذب کی نسبت کر زیادہ موکد ہے اور آنحضرت صلی الله علیہ وسلم فرماتے ہین کل الکذب مکتوب الا ان یکذب الرجل فی الحرب فان الحرب خدعۃ او یکذب بین الاثنین فیصلح بینہما او یکذب لامرأتہ لیرضیہا۔ پندرھوان حق یہ ہے کہ سب مسلمانون کے عیبون کو چھپاوے آنحضرت صلی الله علیہ وسلم فرماتے ہین من ستر علی مسلم سترہ الله تعالی فی الدنیا والآخرۃ اور فرمایا کہ جو بندہ دوسرے کی عیب پوشی کریگا الله تعالی قیامت کے دن اسکی عیب پوشی فرمائیگا۔ اور حضرت ابو سعید خدری رض

فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے بھائی کا کوئی عیب دیکھے اور پھر اُسکو چھپا وے تو وہ جنت مین داخل ہوگا
اور جب ماعزؓ نے اپنے زنا کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو اُسکو اپنے کپڑے کے تلے
دبا لیتا تو تیرے حق مین اچھا ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کو اپنے عیب کا پوشیدہ رکھنا بھی لازم ہے اسلیے کہ اُسکے خود
اسلام کا حق اُسکے ذمہ ایسا ہی ہے جیسے غیر کے اسلام کا حق۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ فرماتے ہین کہ اگر مین کسی شرابخوار کو پکڑ پاؤن تو
مجھکو یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالی اُسکا عیب چھپاوے اور اگر کسی چور کو پکڑون تب بھی یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی اُسکی
عیب پوشی فرماوے۔ اور مروی ہے کہ حضرت عمر رضؓ مدینہ منورہ مین ایک رات گشت فرماتے تھے آپ نے ایک مرد اور ایک عورت کو زنا کرتے
دیکھا صبح کو لوگون سے کہا کہ اگر بالفرض کوئی امام کسی مرد اور عورت کو زنا کرتے دیکھے اور ان دونون کو حد مارے تو بتاؤ تمھاری کیا راے ہے
اُنھون نے عرض کیا کہ آپ امام ہین آپکو اختیار ہے لیکن حضرت علی مرتضی رضؓ نے فرمایا کہ آپ کو حد مارنا جائز نہین ورنہ تمھارے اوپر حد قایم
کیجاویگی اسلیے کہ خدا تعالی نے زنا کیلیے چار شاہدون سے کم نہین فرمائے پھر آپ نے چند روز توقف کرکے وہی سوال کیا اور سب لوگون نے
اپنا پہلا ہی جواب دیا اور حضرت علی رضؓ نے بھی وہی فرمایا جو پیشتر فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضؓ کو اس امر مین تردد تھا کہ حدود
الہی مین امام کو اپنے علم کے بموجب حکم دینا جائز ہے یا نہین اسلیے بطور مثال فرضی کے اُنسے سوال کیا یہ نہ فرمایا کہ مین نے ایسا دیکھا ہے اس ڈر
سے کہ کہین ایسا نہو کہ یہ امر آپکو درست نہو تو اس صورت مین اُنکا حال بیان کرنا گالی ٹھہرے اور حضرت علی مرتضی رضؓ کی راے اسطرف
مائل ہوئی کہ امام کو یہ امر جائز نہین اور شریعت مین عیب پوشی کے مطلوب ہونے کیلیے یہ معاملہ بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ سب عیبون مین
فاحش تر زنا ہے جسکا ثبوت چار گواہون پر ہے جو مرد کے عضو کو عورت کے عضو کے اندر اسطرح دیکھین جیسے سرمہ دانی مین سلائی اور یہ امر کبھی
نہین ہوتا اور اگر قاضی اُسکو تحقیقا معلوم بھی کرلے تو اُسکو جائز نہین کہ اُسکو افشا کرے تو باب زنا کے انسداد کی حکمت کو دیکھو کہ اُسکے لیے سزا
سنگسار کرنا ہے جو سب سے بڑی سزا ہے مگر اللہ تعالی کی پردہ پوشی کو بھی تامل کرو کہ اپنی مخلوق کے گنہگارون پر کیسا بھاری پردہ ڈالا ہے
کہ زنا کا حال کھلنے کا رستہ تنگ کردیا ہے ہمکو توقع ہے کہ قیامت کے دن اُسکے اس کرم سے ہم محروم نہ رہین کہ حدیث شریف مین وارد ہے
کہ اللہ تعالی جب کسی بندہ کا عیب دنیا مین چھپاتا ہے تو اُسکا کرم اس بات کا مقتضی کب ہوگا کہ قیامت مین اُسکو فاش کرے اور اگر دنیا مین
فاش کریگا تو اس بات سے کریم تر ہے کہ دوبارہ اُسکو افشا کرے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضؓ روایت کرتے ہین کہ ایک رات مین
مدینہ منورہ مین ہمراہ حضرت عمر رضؓ کے گشت کرتا تھا کہ رستے مین ہمکو ایک چراغ معلوم ہوا ہم اُسکی طرف کو چلے جب اُسکے قریب پہونچے
تو دیکھا کہ ایک دروازہ بند ہے اور مکان کے اندر لوگ شور و غل مچارہے ہین حضرت عمر رضؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ کسکا
گھر ہے مین نے کہا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ یہ گھر ربیعہ بن اُمیہ کا ہے اور یہ لوگ اسوقت نشہ مین ہین تمھاری کیا راے ہے انکو گرفتار کرین مین نے
کہا کہ ہم نے وہ کام کیا جسکو اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے ولا تجسسوا یعنی کسی بھید کی تلاش مت کرو پس حضرت عمر رضؓ انکو ویسے ہی
چھوڑ کر واپس چلے آئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیب کا چھپانا اور اُسکے درپے نہ ہونا واجب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
معاویہ رضؓ کو فرمایا کہ اگر تم لوگون کے عیبون کے درپے ہوگے تو انکو خراب کردوگے یا قریب ہے کہ انکو بگاڑ دوگے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا
کہ اے گروہ اُن لوگون کی جو زبان سے ایمان لائے ہو اور دل مین ایمان داخل نہین ہوا مسلمانون کی غیبت مت کرو اور اُنکے عیبون کے
درپے نہو اسلیے کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کے عیب کے درپے ہوتا ہے اللہ تعالی اُسکے عیب کے درپے ہوتا ہے اور جس شخص کے عیب کے
درپے خدا تعالی ہوتا ہے وہ اُسکو رسوا کردیتا ہے گو اپنے گھر کے اندر ہی رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ فرماتے ہین کہ اگر بالفرض مین کسی شخص کو
حدود الہی مین سے کسی حد پر دیکھون تو مین اُسکو گرفتار نہ کرون اور نہ اُسکے لیے کسی کو بلاؤن یہانتک کہ میرے ساتھ کوئی دوسرا ہو

یعنی دو شاہد ہونے سے البتہ قابل مواخذہ ہوجائیگا - اور کسی بزرگ نے فرمایا کہ میں حضرت ابن مسعود رض کی خدمت میں تھا کہ ایک شخص دوسرے کو پکڑ کر آپ کے پاس لایا اور عرض کیا کہ یہ متوالا ہی آپ نے فرمایا کہ اسکو سونگھو لوگوں نے سونگھا تو معلوم ہوا کہ واقع میں شراب پی ہی آپ نے اسکو قید کیا یہاں تک کہ اسکا خمار جاتا رہا پھر ایک کوڑا منگایا اور اسکی چوٹی کی گرہ کھول دی اور جلاد کو فرمایا کہ اسکے کوڑے لگا اور ہاتھ کو اونچا کر لگا اور سب اعضا پر متفرق لگا جلاد نے تعمیل ارشاد کی وہ شخص قبا یا کرتہ پہنے ہوئے تھا جب جلاد کوڑے سے فارغ ہوا تو جو شخص اس مجرم کو لایا تھا اس سے آپ نے پوچھا کہ تو مجرم کا کون ہی اسنے کہا کہ میں اسکا چچا ہوں آپ نے فرمایا کہ تو نے اسکی تعلیم اور تادیب خوب نہ کی اور نہ اسکی عیب پوشی کی اور امام کو چاہیے کہ جب حد اس تک پہونچے تو اسکی تعمیل کرے اللہ تعالی بہت معاف کرنے والا ہی اور معاف کرنے کو پسند فرماتا ہی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ولیعفوا ولیصفحوا - الآیہ - پھر فرمایا کہ مجھے یاد ہی آنحضرت صلعم نے اول کس شخص کا ہاتھ کاٹا تھا آپ کی خدمت میں ایک چور حاضر کیا گیا آپ نے اسکا ہاتھ قطع کیا مگر گویا آپ کا چہرہ تاندر ہو گیا لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے گویا اسکا ہاتھ کاٹنا برا جانا آپ نے فرمایا کہ مجھکو برا نہ جاننے کا مانع کون بات ہی اپنے بھائی پر شیطان کے مددگار مت بنو انھوں نے عرض کیا کہ پھر آپ نے معاف کیوں نہ فرما دیا آپ نے فرمایا کہ حاکم کو چاہیے جب کسی حد تک پہونچ جاوے تو اسکو جاری کرے اللہ تعالی بہت درگذر کرتا ہی اور درگذر کرنے کو پسند کرتا ہی پھر آپ نے آیت پڑھی ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم - اور ایک روایت میں یوں ہی کہ ہاتھ کاٹنے کے بعد آپ کا چہرہ ایسا متغیر ہو گیا گویا چہرہ مبارک پر راکھ پڑگئی ہی - اور مروی ہی کہ حضرت عمر رض رات کو مدینہ منورہ میں گشت کر رہے تھے کہ ایک مکان میں سے ایک مرد کے گانے کی آواز سنی آپ دیوار پر چڑھ گئے دیکھا تو اسکے پاس ایک عورت اور شیشہ شراب موجود ہی آپ نے فرمایا کہ ای خدا کے دشمن کیا تو سمجھتا ہی کہ خدا تعالی تیری پردہ پوشی فرمائیگا اور تو اسکی نافرمانی کرتا رہیگا اسنے عرض کیا کہ ای امیر المومنین اب جلدی نہ فرمائیے اگر میں نے ایک بات میں خدا تعالی کی نافرمانی کی تو آپ نے تین باتوں میں نافرمانی کی اسکا ارشاد ہی ولا تجسسوا حالانکہ آپ نے تجسس کیا اور اسنے فرمایا ہی ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورہا - اور آپ میرے پاس دیوار پھاند کر آئے اور وہ فرماتا ہی لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اہلہا اور آپ میرے گھر میں بدون اجازت اور سلام کے چلے آئے حضرت عمر رض نے فرمایا کہ بھلا اگر میں تجھکو چھوڑ دوں تو تجھ آگے کو درست ہو جائیگا اسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین اگر آپ مجھکو معاف کرینگے تو میں ایسی حرکت کے گرد کبھی نہ پھرونگا آپ نے اسکو اسی حالت پر چھوڑ کر مراجعت فرمائی - اور ایک شخص نے حضرت عمر رض سے کہا کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے دن کی سرگوشی کے باب میں کس طرح سنا ہی آپ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہی کہ اللہ تعالی ایماندار کو اپنے قریب بلاویگا اور اسکے اوپر اپنا سایہ رحمت کرکے لوگوں سے چھپائیگا اور فرمائیگا کہ تو فلان گناہ پہچانتا ہی فلان گناہ یاد ہی وہ عرض کریگا کہ یا رب ہاں پہچانتا ہوں یہاں تک کہ جب اس سے اسکے گناہوں کا اقرار لے لیگا اور وہ اپنے دل میں سمجھیگا کہ میں تباہ ہوا اس سے ارشاد فرمائیگا کہ ای میرے بندہ میں نے تیری عیب پوشی دنیا میں اسلیے کی تھی کہ آج تیری خطاؤں کو معاف کروں پھر اسکو نیکیوں کا نامہ دیا جاویگا اور کافروں اور منافقوں کا یہ حال ہوگا کہ انپر گواہ کہینگے کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا آگاہ رہو اللہ کی لعنت ہی ظالموں پر - اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کل امتی معافی الا المجاہرون اور وہ شخص بھی مجاہر ہوگا جو برا عمل خفیہ کرے پھر اسکی اطلاع کر دے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من استمع سر قوم وہم کارہون صب فی اذنہ الآنک یوم القیامۃ - سوم یہ ان کا حق یہ ہی کہ تہمت کی جگہوں سے احتراز کرے تاکہ اہل اسلام کے دل بدگمانی سے اور انکی زبانیں غیبت سے بچی رہیں کیونکہ اگر وہ اسکو برا کہکر خدا تعالی کی نافرمانی کرینگے اور اس معصیت کا باعث وہی شخص ہوگا تو وہ بھی اسمیں شریک ہوگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم کیا سمجھتے ہو کہ جو شخص اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہی لوگوں نے عرض کیا کہ بھلا کوئی اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہی

ع معاف ہوگی مگر جو لوگ کھلا گناہ کرتے ہیں وہ معاف نہ ہونگے - بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ ۱۲

ع جو شخص کسی قوم کا بھید سنے اور وہ لوگ اسکو برا جانیں تو قیامت کے دن اسکے کانوں میں رانگ گلا کر ڈالا جائیگا - بخاری بروایت ابن عباس ۱۲

ع اور گالی نہ دو انکو جو پکارتے ہیں اللہ کے سوا کو وہ برائی کرینگے اللہ کی بے ادبی سے بن سمجھے ۱۲ ع بخاری و مسلم بروایت عبداللہ بن عمرو سے نقل کیا ہے ۱۲

آپ نے فرمایا کہ ہاں دوسرے کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اُسکے ماں باپ کو گالی دیتا ہے - حاصل یہ ہے کہ معصیت کا باعث ہونا ایسا ہے گویا خود اُسکا مرتکب ہوا اور حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بی بی سے گفتگو فرمائی کہ اتنے میں کوئی شخص گذرا آپ نے اُسکو بلا کر فرمایا کہ یہ میری بی بی صفیہ ہے اُسنے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اگر میں کسی پر گمان کرتا تو یہ نہیں تھا کہ آپ پر گمان کروں آپ نے فرمایا کہ شیطان آدمی میں اُسکے خون کی جگہ چلتا ہے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ عشرۂ آخر رمضان میں آپ اعتکاف میں تھے اور دو شخص گذرے آپ نے فرمایا علی رسلکما انہا صفیۃ انی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شرا - اور حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو تہمتوں کی جگہ میں کھڑا کرے تو پھر اگر اُسپر کوئی بدگمانی کرے تو بجز اپنے نفس کے اور کسی کو ملامت نہ کرے کیونکہ نہ ایسا کرتا نہ کوئی بدگمان ہوتا - اور حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ رستہ پر ایک عورت سے باتیں کرتا ہے آپ اُسکو درہ سے مارنے لگے اُسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین یہ میری بی بی ہے آپ نے فرمایا کہ پھر ایسی جگہ کیوں نہیں باتیں کرتا جہاں تجھکو لوگ نہ دیکھیں - سترھواں حق یہ ہے کہ جس شخص کے عندیہ میں اپنی قدر و منزلت ہو اگر اُس سے کسی دوسرے کو کام آپڑے تو اُس سے کسی کی سفارش کردے اور اُسکی مطلب برآری کے لیے جو کچھ اپنے آپ سے ہوسکے کر گذرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انی اوتی واسأل وتطلب الی الحاجۃ وانتم عندی فاشفعوا لتوجروا ویقضی اللہ علی یدی نبیہ ما احب - اور حضرت معاویہؓ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے سفارش کیا کرو تاکہ تمکو ثواب ملے اور میں کوئی معاملہ کرنا چاہتا ہوں لیکن اُسمیں دیر لگاتا ہوں کہ تم میرے سامنے سفارش کرو اور ثواب پاؤ - اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ کوئی صدقہ زبان کے صدقہ سے افضل نہیں کسی نے پوچھا زبان کا صدقہ کسطرح ہوتا ہے فرمایا کہ سفارش کرنے سے کہ اُسکے باعث خون محفوظ ہو جاتا ہے اور دوسرے کو فائدہ پہونچتا ہے اور غیر سے بلا ٹلتی ہے - اور عکرمہؓ حضرت ابن عباسؓ سے راوی ہیں کہ بریرہ کا شوہر ایک غلام مغیث نام تھا اُسکی صورت گویا میرے سامنے ہے کہ بریرہ کے پیچھے کھڑا رو رہا ہے اور اُسکے آنسو ڈاڑھی پر جاری ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ عجیب بات ہے کہ مغیث بریرہ کو اتنا چاہتا ہے اور بریرہ اُس سے بشدت متنفر ہے پھر آپ نے بریرہ کو فرمایا کہ خوب ہو جو تو اُسکے پاس پھر جاوے کہ وہ تیرے بچہ کا باپ ہے اُسنے عرض کیا کہ اگر آپ مجھکو حکم فرماتے ہیں تو میں ایسا ہی کروں آپ نے فرمایا کہ میں حکم تو نہیں کرتا ہوں بلکہ سفارش کرتا ہوں - اٹھارواں حق یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان سے کلام سے پیشتر سلام سے ابتدا کرے اور سلام کے وقت مصافحہ کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص سلام سے پیشتر کلام شروع کرے اُسکو جواب مت دو جب تک اول سلام نہ کرلے - اور ایک صحابی کہتے ہیں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام نہ کیا اور نہ اجازت مانگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہٹ جا اور یہ کہہ السلام علیکم مجھے اندر آنے کی اجازت ہے - اور حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنے گھروں میں جاؤ تو گھر والوں پر سلام کرو کیونکہ جب کوئی تم میں سے سلام کرتا ہے تو اُسکے گھر میں شیطان نہیں آتا - اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت آٹھ برس کی آپ نے مجھکو ارشاد فرمایا کہ اے انس وضو پورا کیا کر اس سے تیری عمر زیادہ ہوگی اور میری امت میں سے جس سے ملے اُس سے سلام کیا کر کہ تیری نیکیاں زیادہ ہونگی اور جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کیا کر تیرے گھر میں برکت بہت ہوگی اور اللہ تعالی فرماتا ہے واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا او ردوہا - اور ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا والذی نفسی بیدہ لا تدخلوا الجنۃ حتی تؤمنوا ولا تؤمنوا حتی تحابوا افلا ادلکم علی عمل اذا عملتموہ تحاببتم قالوا بلی یا رسول اللہ قال افشوا السلام بینکم - اور فرمایا جب مسلمان دوسرے پر سلام کرتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے تو فرشتے اُسپر ستر بار رحمت بھیجتے ہیں اور فرمایا کہ جب مسلمان دوسرے پر گذرتا ہے اور سلام نہیں کرتا تو فرشتے تعجب کرتے ہیں اور فرمایا یسلم الراکب علی الماشی واذا سلم من القوم واحد اجزأ عنہم - اور حضرت قتادہؓ سے منقول ہے کہ پہلے لوگوں کے لیے ملاقات کا تحفہ سجدہ تھا اللہ تعالی نے اس امت کے لیے سلام عطا فرمایا اور یہ تحفہ اہل جنت کا ہے اور ابو مسلم خولانی جب کسی قوم پر گذرتے تو سلام کرتے

اور کہا کہ تیرے کا اور تو کوئی وجہ سلام نہ کرنے کی نہیں ہے مگر مجھے یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ میرے سلام کا جواب نہ دیں اور فرشتے ان پر لعنت کریں اور سلام کے ساتھ مصافحہ بھی سنت ہے۔ اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا سلام علیکم آپ نے فرمایا کہ اسکے واسطے دس نیکیاں ہیں پھر دوسرا شخص آیا اور کہا سلام علیکم آپ نے فرمایا بیس پھر اور آیا اور کہا سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ نے فرمایا تیس۔ اور حضرت انس رض کا دستور تھا کہ لڑکوں کے پاس کو جاتے تو انکو سلام کرتے اور فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔ اور عبدالحمید بن بہرام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد میں تشریف لے گئے اور ایک جماعت عورتوں کی بیٹھی تھی آپ نے اپنے دست مبارک سے سلام کا اشارہ فرمایا اور عبدالحمید راوی حدیث نے بھی اس حدیث کے بیان کرنے کے وقت ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا لا تبدأوا الیہود ولا النصاری بالسلام واذا لقیتم احدہم فی الطریق فاضطروہم الی اضیقہ۔ اور حضرت ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تصافحوا اہل الذمہ ولا تبدأوہم بالسلام فاذا لقیتموہم فی الطریق فاضطروہم الی اضیقہ۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ یہود کی ایک قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہا السام علیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیکم حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ میں نے کہا بل علیکم السام واللعنۃ۔ آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ اللہ تعالی نرمی کو پسند فرماتا ہے حضرت عائشہ رض نے عرض کیا کہ آپ نے سنا نہیں انھوں نے کیا کہا آپ نے فرمایا کہ میں نے کہہ دیا علیکم۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا یسلم الراکب علی الماشی والماشی علی القاعد والقلیل علی الکثیر والصغیر علی الکبیر۔ اور فرمایا کہ یہود اور نصاری کی مشابہت مت کرو کہ یہودیوں کا سلام انگلیوں کے اشارہ سے ہے اور نصاری کا سلام ہتھیلیوں کے اشارہ سے ابو عیسی صاحب ترمذی نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے۔ اور ایک حدیث میں فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے کسی مجلس میں آوے تو چاہیے کہ سلام کرے اور اگر مرضی ہو تو بیٹھ جاوے پھر جب کھڑا ہو تو سلام کرے اور اگر مرضی ہو دوسرے کی نسبت کر زیادہ مستحق نہیں۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو ایماندار ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں میں سو رحمتیں تقسیم کیجاتی ہیں انمیں سے نناوے اسکو ملتی ہیں جو دونوں میں زیادہ کشادہ پیشانی ہو۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جب دو مسلمان ملتے ہیں اور ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے درمیان سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں نوے تو ابتدا کرنے والے کو ملتی ہیں اور دس دوسرے کو۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ مصافحہ دوستی بڑھاتا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے آپس کے سلام کا مصافحہ ہے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ مسلمان کا بوسہ دینا اپنے بھائی کو مصافحہ ہے۔ اور جو شخص دین کا بزرگ ہو اسکے ہاتھ کو بوسہ دینا برکت حاصل کرنے کے لیے اور اسکی تعظیم کے لیے مضائقہ نہیں۔ اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دیا ہے۔ اور کعب بن مالک رض راوی ہیں کہ جب میری توبہ نازل ہوئی تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور مروی ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھکو اجازت دیجیے کہ آپ کے سر اور ہاتھ کو بوسہ دوں آپ نے اجازت دیدی اسنے بوسہ دیا سر اور ہاتھ مبارک کو۔ اور حضرت ابو عبیدہ رض حضرت عمر رض سے ملے تو آپ سے مصافحہ کیا اور ہاتھ کو بوسہ دیا اور دونوں چیخ کر رونے لگے۔ اور حضرت براء بن عازب رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تھے کہ میں نے سلام کیا آپ نے جواب سلام نہ دیا یہانتک کہ وضو سے فارغ ہوئے اسوقت جواب سلام دیا اور ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کیا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جانتا تھا کہ مصافحہ کرنا عجمیوں کی عادت ہے آپ نے فرمایا کہ دو مسلمان جب ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جب آدمی کسی قوم پر گذرے اور انپر سلام کرے اور وہ جواب سلام دیں

تو اسکو آپپر ایک درجہ کی زیادتی ہوگی کہ انکو سلام یاد دلادیا اور اگر اسکے سلام کا جواب نہ دینگے تو جماعت اُنسے بہتر اور اطیب خواہ افضل ہوگی وہ اُسکے سلام کا جواب دیگی (یعنی فرشتے جواب سلام دینگے) اور سلام کے وقت جھکنا ممنوع ہے حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم میں سے کوئی دوسرے کے لیے جھکے یا نہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں عرض کیا کہ ایک دوسرے کو بوسہ دے کہ نہیں آپ نے فرمایا نہیں عرض کیا باہم مصافحہ کرے یا نہیں آپ نے فرمایا ہاں۔ اور معانقہ اور بوسہ کے باب میں سفر سے آنے کے وقت حدیث وارد ہے اور حضرت ابوذر رض فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ملا ہوں تب ہی آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا ہے اور ایک روز آپ نے مجکو تلاش کیا میں گھر پر نہ تھا جب مجکو معلوم ہوا تو حاضر ہوا آپ تخت پر رونق افروز تھے مجھ سے معانقہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ بہت اچھا ہے اور علما کی تعظیم کے لیے رکاب کا تھامنا آثار میں آیا ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رض نے حضرت زید بن ثابت کی رکاب تھامی تھی اور حضرت عمر رض نے بھی آپ کی رکاب تھامی یہاں تک کہ آپ سوار ہوگئے اور فرمایا کہ زید بن ثابت اور اُنکے ساتھیوں سے ایسا ہی کیا کرو۔ اور کسی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوجانا مکروہ نہیں بشرطیکہ وہ شخص اسکا طالب نہ ہو اور اگر وہ خود چاہے کہ لوگ میری عظمت کریں اور کھڑے ہوں تو اس صورت میں کھڑا ہونا مکروہ ہے حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کے نزدیک کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا مگر ہمارا دستور تھا کہ جب آپ کو دیکھتے تھے تو کھڑے نہ ہوتے تھے اسلیے کہ جانتے تھے کہ یہ امر آپکے لیے ناپسند ہے۔ اور مروی ہے کہ آپ نے ایک بار فرمایا کہ جب تم مجکو دیکھو تو کھڑے مت ہو جیسے عجمی کرتے ہیں اور فرمایا من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوء مقعدہ من النار۔ اور فرمایا لا یقیم الرجل الرجل عن مجلسہ ثم یجلس فیہ ولکن توسعوا وتفسحوا۔ اور اس امر سے اکابر سلف احتراز کرتے تھے اسی نہی کے سبب سے۔ اور فرمایا کہ جب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ چکیں اور کوئی شخص اپنے بھائی کو بلاوے اور اسکو جگہ دے تو اسکو اسکے پاس چلا جانا چاہیے کیونکہ اسنے اپنے بھائی کا اکرام کیا اور اگر اسنے جگہ نہ دی تو یہ شخص جہاں زیادہ وسعت پاوے وہاں بیٹھ جاوے۔ اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشاب کرنے کے وقت میں کسی نے سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص قضاء حاجت میں مصروف ہو اُسکو سلام کرنا مکروہ ہے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ سلام اس طرح ابتدا کرے کہ علیک السلام اس لفظ کو ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہا تھا آپ نے فرمایا کہ علیک السلام مردہ کا تحفہ ہے اسکو تین بار فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملے تو یوں کہنا چاہیے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور جو شخص کسی مجلس میں آوے اور سلام کرے اور جگہ بیٹھنے کی نہ پاوے تو چاہیے کہ وہاں سے واپس نہ جاوے بلکہ صف کے پیچھے بیٹھ جاوے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں تین شخص آئے انمیں سے دو آپ کی طرف بڑھے ایک کو تو تھوڑی سی جگہ مل گئی وہ اسمیں بیٹھ گیا اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پشت پھیر کر چلا گیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ان تینوں شخصوں کا حال میں تم سے کہتا ہوں کہ ایک نے تو اللہ تعالی کی طرف لگاؤ کیا اسکو اللہ تعالی نے جگہ دی اور دوسرے نے حیا اختیار کی تو اللہ تعالی نے اس سے حیا کی اور تیسرے نے روگردانی کی تو اللہ تعالی نے اس سے روگردانی کی۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا مامن مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفر لہما قبل ان یتفرقا۔ اور حضرت ام ہانی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہے کسی نے عرض کیا کہ ام ہانی ہیں آپ نے فرمایا کہ مرحبا ام ہانی۔ انیسواں حق یہ ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی عزت اور جان اور مال کو ظالم سے بچاوے بشرطیکہ بچانے پر قادر ہو اور ظالم کو اسپر سے دفع کرے اور اسکی طرف ہو کر ظالم سے لڑے اور مظلوم کی ہر طرح مدد کرے کہ اخوت اسلامی کا مقتضا یہی امر آدمی پر واجب ہے حضرت ابو الدرداء روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

برا کہا اور کسی نے دوسرے کی طرف ہوکر اسکو رد کیا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من رد عن عرض اخیہ کان لہ حجابا من النار۔ اور ایک حدیث
میں ارشاد فرمایا کہ جو مرد مسلمان اپنے بھائی کی عزت بچائیگا اللہ تعالی پر ضرور ہے کہ قیامت کے دن اسکو آتش دوزخ سے بچالے۔ اور حضرت انس رض
سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے سامنے اسکے کسی بھائی مسلمان کا ذکر ہو اور وہ اسکی مدد کی طاقت رکھتا ہو
اور مدد نہ کرے تو اللہ تعالی اُس سے دنیا و آخرت میں دھر پکڑ کریگا اور جسکے پاس کسی بھائی مسلمان کا ذکر ہو اور وہ اسکی مدد کرے تو اللہ تعالی
دنیا اور آخرت میں اُسکی مدد کریگا۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی عزت دنیا میں بچائیگا اللہ تعالی قیامت کے
دن اُسکے لیے ایک فرشتہ بھیجیگا کہ اسکو دوزخ سے بچالے۔ اور حضرت جابر اور ابو طلحہ رض فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ
آپ نے فرمایا کہ جو مسلمان دوسرے مسلمان کی نصرت ایسی جگہ کرے کہ وہاں اسکی ہتک عزت اور زوال حرمت ہو تو اللہ تعالی اسکی نصرت ایسی جگہ
میں کریگا جہاں اُسکا دل نصرت کو چاہتا ہوگا اور جو شخص کسی مسلمان کی طرفداری ایسے موقع میں نہ کریگا جہاں اسکی حرمت جاتی ہو تو اللہ تعالی
اُسکو ایسے موقع میں بے یار و مددگار چھوڑیگا جہاں اسکو مدد کا ملنا محبوب ہوگا۔ بیسواں حق یہ ہے کہ اُسکی چھینک کا جواب دے۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ چھینکنے والا کہے الحمد للہ علی کل حال۔ اور جو اسکا جواب دے وہ یہ کہے یرحمکم اللہ اور چھینکنے والا پھر اسکو کہے یہدیکم
اللہ ویصلح بالکم۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو تعلیم کیا کرتے اور فرماتے کہ جب کوئی تم میں سے چھینکے تو
یوں کہے الحمد للہ رب العالمین جب وہ یہ کہے تو جو شخص اسکے پاس ہو وہ کہے یرحمک اللہ اور جب پاس والے یہ کہ چکیں تو چھینکنے والا یہ کہے کہ یغفر اللہ
لی ولکم۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھینکنے والے کو جواب دیا اور دوسرے کو نہ دیا دوسرے نے اسکی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا کہ اسنے
خدا تعالی کا شکر کیا اور تو چپ ہو رہا۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو تین بار چھینکنے کا جواب دیا جائے اور زیادہ وہ چھینکے تو
زکام ہے۔ اور مروی ہے کہ آپ نے ایک چھینکنے والے کو تین بار جواب دیا جب اسنے اور چھینکا تو آپ نے فرمایا کہ تجکو زکام ہوگیا ہے۔ اور حضرت
ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب چھینکتے تو آواز پست کرتے اور ناک کپڑے یا ہاتھ سے چھپا لیتے اور ایک روایت
میں ہے کہ منہ ڈھانپ لیتے تھے۔ اور حضرت ابو موسی اشعری فرماتے ہیں کہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس توقع پر
چھینکتے کہ آپ یرحمکم اللہ فرماویں مگر آپ یہدیکم اللہ فرمایا کرتے۔ اور عبد اللہ بن عامر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نماز میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چھینکا اور کہا الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یرضی ربنا وبعد ما یرضی والحمد للہ علی کل حال۔ پھر جب
آپ نے سلام پھیرا تو استفسار فرمایا کہ یہ کلمات کس نے کہے تھے اس شخص نے عرض کیا کہ میں نے کہے تھے اور میری نیت اُنکے کہنے سے
خیر ہی کی تھی آپ نے فرمایا کہ میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا کہ ہر ایک انکی طرف مبادرت کرتا تھا کہ کون سا انکو لکھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جس شخص کے پاس چھینک ہو اور وہ پہلے الحمد للہ کہے تو اُسکو درد گردہ نہو گا۔ اور ایک حدیث میں فرمایا العطاس من اللہ والتثاؤب
من الشیطان فاذا تثاءب احدکم فلیضع یدہ علی فیہ فاذا قال آہ آہ فان الشیطان یضحک من جوفہ۔ اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جب
آدمی استنجا کرنے کی حالت میں چھینکے تو اللہ تعالی کا ذکر کرنے میں کچھ نقصان نہیں اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ اپنے جی میں الحمد للہ کہلے۔
اور کعب احبار رض حضرت موسی علیہ السلام کا حال فرماتے ہیں کہ آپ نے جناب احدیت میں عرض کیا کہ الہی تو قریب ہے کہ میں آہستہ کچھ تجھ سے
کہوں یا بعید ہے کہ تجکو آواز دوں ارشاد ہوا کہ جو کوئی مجھکو یاد کرتا ہے میں اسکا جلیس ہوں عرض کیا کہ ہم ایسے حال میں ہوتے ہیں کہ تیری

الح ابو داؤد و ترمذی ۱۲ [illegible]
الح ابو نعیم و دیلمی وغیرہ ۱۲ [illegible]
[illegible]

تیرا ذکر کرنا محل ہو جیسے جنابت اور قضاء حاجت ہو ارشاد ہوا کہ میرا ذکر ہر حال میں کرو۔ اکیسوان حق یہ ہو کہ اگر کسی شریر سے پالا پڑے تو بچنے کو اس سے خوش خلقی کر کے محفوظ رہے بعض اکابر فرماتے ہین کہ اپا نداروں سے اخلاص دلی کرنا چاہیے اور بدکاروں سے انکے کردار کے مخالف کام کرنا چاہیے کیونکہ وہ ظاہری خوش خلقی سے راضی ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ ہم بعض لوگون کے سامنے ہنستے ہین اور ہمارے دل انکو لعنت کرتے ہین اور ظاہرداری کے معنی یہی ہین اور یہ امر ایسے ہی لوگون کے ساتھ ہوتا ہے جنکے شر سے ڈر ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ادفع بالتی ہی احسن اور حضرت ابن عباس رض ویدرؤن بالحسنۃ السیئۃ کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ سیئہ سے مراد فحش اور ایذا ہے اور حسنہ سے سلام اور مدارات اور آیت ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض مین فرماتے ہین کہ خوف ورجا اور حیا اور مدارات سے مراد ہے۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آنے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اسکو آنے دو کہ یہ اپنی قوم مین نہایت برا شخص ہے جب وہ اندر آیا تو آپ نے اس سے ایسی نرمی باتون مین فرمائی کہ مجکو یہ گمان ہوا کہ آپکے نزدیک اسکی کچھ عزت ہے جب وہ چلا گیا تو مین نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ جس وقت وہ آنے کو تھا اسوقت تو آپ نے وہ کچھ فرمایا پھر اسکے ساتھ نرم گفتگو فرمائی آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ خدا تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب مین برا مرتبہ اس شخص کا ہو گا جسکو لوگ اسکے فحش کے خوف سے چھوڑ دین اور ایک صحیح حدیث مین ہے کہ جس چیز کو دیکر آدمی اپنی عزت بچا وے وہ اسکے حق مین صدقہ ہے اور آثار مین وارد ہے کہ لوگون سے اخلاق والے اعمال کے موافق کرو اور دلون سے ان سے علیحدہ رہو۔ اور محمد بن حنفیہ رض فرماتے ہین کہ جو شخص ایسے لوگون سے جنکی صحبت سے مفر نہین باخلاق پیش آوے جبتک کہ خدا تعالیٰ کوئی راہ نکالے تو وہ دانشمند نہین۔ بائیسوان حق یہ ہے کہ توانگرون کے پاس بیٹھنے سے احتراز کرے اور مساکین سے اختلاط رکھے اور یتیمون کے ساتھ سلوک کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے اللہم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین اور حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے عہد سلطنت مین جب مسجد مین داخل ہوتے اور کسی مسکین کو دیکھتے تو اسکے پاس بیٹھتے اور فرماتے کہ مسکین دوسرے مسکین کا ہمنشین ہوا اور کہتے ہین کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی لفظ سے پکارا جانا اتنا محبوب نہ تھا جتنا یا مسکین کہکر پکارا جانا اچھا معلوم ہوتا تھا۔ اور کعب احبار رض سے مروی ہے کہ قرآن مین جس جگہ یا ایہا الذین آمنوا ہے وہ توریت مین یا ایہا المساکین ہے۔ اور عبادہ بن صامت رض فرماتے ہین کہ دوزخ کے سات دروازے ہین تین توانگرون کے لیے ہین اور تین عورتون کے لیے اور ایک فقیر اور مساکین کے واسطے ہے۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ مین نے سنا ہے کہ کسی نبی نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ الٰہی مین کس طرح جانون کہ تو مجھ سے راضی ہے ارشاد ہوا کہ اس بات کو دیکھ لے کہ مساکین تجھ سے راضی ہین۔ اور ایک حدیث مین ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو مُردون کے پاس بیٹھنے سے بچاؤ لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مُردے کون ہین آپنے فرمایا کہ توانگر۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ الٰہی مین تجکو کہان تلاش کرون ارشاد ہوا کہ شکستہ دلون کے پاس۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ فاجر کی نعمت پر رشک مت کرو کیونکہ تمکو معلوم نہین کہ مرنے کے بعد اسکا کیا حال ہو گا اسکے پیچھے تو ایک طالب جلد لگا ہوا ہے اور یتیم کی تیمارداری کے فضائل ان روایات سے معلوم ہوتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہ کسی ایسے یتیم کو اپنے پاس بالغ ہونے تک رکھے جسکے ماں باپ مسلمان تھے تو اسکے لیے قطعاً جنت واجب ہے اور فرمایا انا وکافل الیتیم کہاتین ویشیر باصبعیہ۔ اور فرمایا جو شخص یتیم کے سر پر رحم کا ہاتھ پھیرے تو جتنے بالون پر اسکا ہاتھ گذرےگا ہر ایک بال کے عوض مین ایک نیکی اسکو ملیگی اور فرمایا کہ مسلمانون کے گھرون مین سے اچھا وہ ہے جسمین یتیم ہو اور اسکے ساتھ سلوک کیا جاتا اور مسلمانون کے گھرون مین برا گھر وہ ہے جسمین یتیم ہو اور اسکے ساتھ برائی کیجاتی ہو۔ تیئیسوان حق یہ ہے کہ ہر مسلمان کی خیرخواہی کرے اور اسکے دل مین خوشی داخل کرنے کی کوشش کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ اور فرمایا ان احدکم مرآۃ اخیہ فاذا رای فیہ شیئا فلیمطہ عنہ۔ اور فرمایا

کہ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کردے تو گویا تمام عمر اللہ تعالیٰ کی خدمت کرے۔ اور فرمایا کہ جو شخص کسی ایماندار کو راحت پہونچاوے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسکو آرام دیگا۔ اور فرمایا کہ جو شخص رات یا دن میں ایک ساعت اپنے بھائی کے کام میں چلیگا خواہ اُسکو پورا کرے یا نہ کرے یہ امر اُسکے حق میں دو مہینے کے اعتکاف سے بہتر ہوگا۔ اور فرمایا جو شخص غمزدہ ایماندار کی مشکل آسان کرے یا کسی مظلوم کی مدد کرے اللہ تعالیٰ اُسکو تہتر مغفرت بخشدے۔ اور فرمایا انصر اخاک ظالما او مظلوما فقیل کیف تنصرہ ظالما قال تمنعہ من الظلم۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ امر زیادہ محبوب ہے ایماندار کا دل خوش کرنا اُس سے کسی غم کو ٹالنا اُسکا قرض ادا کرنا اور بھوکا ہو تو کھانا کھلانا اور فرمایا کہ جو شخص کسی ایماندار کو منافق سے بچاوے جو اُسکو دق کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسکے پاس ایک فرشتہ بھیجیگا جو اُسکے گوشت کو دوزخ کی آگ سے بچائیگا۔ اور فرمایا کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ اُنسے زیادہ کوئی بُرائی نہیں ایک خدا تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا دوسرے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ضرر پہونچانا۔ اور دو خصلتیں ایسی ہیں کہ اُنسے بڑھکر کوئی نیکی نہیں اول اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا دوم اُسکے بندوں کو فائدہ پہونچانا۔ اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مسلمانوں کی غمخواری نہ کرے وہ اُنمیں نہیں۔ اور حضرت معروف کرخی فرماتے ہیں کہ جو کوئی ہر روز تین بار یہ دعا پڑھ لیا کرے اللھم اصلح امۃ محمد اللھم ارحم امۃ محمد اللھم فرج عن امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ اُسکو ابدال میں لکھ لیگا۔ اور ایک روز علی بن فضیل رونے لگے لوگوں نے پوچھا آپ کیوں روتے ہیں فرمایا کہ مجکو اُس شخص کے حال پر رونا آتا ہے جسنے مجھپر ظلم کیا ہے کہ کل کو خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا اور اُس سے پوچھا جائیگا کہ ظلم کیوں کیا تھا اور اُسکے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی۔ چوبیسواں حق یہ ہے کہ بیمار پرسی کرے کہ اس حق کے ثابت ہونے اور ثواب پانے کو جان پہچان اور مسلمان ہونا مریض کا کافی ہے اور بیمار پرسی کے آداب یہ ہیں کہ بیمار کے پاس تھوڑا بیٹھنا اور اُس سے کم سوال کرنا اور اُسکے حال پر ترس ظاہر کرنا اور شفا کی دعا مانگنی اور اُس جگہ کے قبائح سے نگاہ نیچی رکھنی۔ اور اجازت چاہنے کا طریق یہ ہے کہ دروازہ کے مقابل کھڑا نہ ہو اور نرمی سے کواڑ کھٹکھٹاوے اور جب کوئی پوچھے کون ہے تو یہ نہ کہے کہ میں ہوں اور نہ یوں پکارے کہ او لڑکے بلکہ الحمد للہ یا سبحان اللہ کہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریض کی عیادت کامل یہ ہے کہ اُسکی پیشانی یا ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھکر پوچھو کہ کیسے ہو اور سلام کی تکمیل مصافحہ ہے۔ اور فرمایا کہ جو شخص بیمار کی عیادت کرے وہ گویا جنت کے نخلستان میں بیٹھا ہے یہاں تک کہ جب اُٹھتا ہے اُسپر ستر ہزار فرشتے متعین ہوتے ہیں کہ رات تک اُسپر رحمت بھیجتے۔ اور فرمایا جب کوئی آدمی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو رحمت میں داخل ہوتا ہے اور جب بیمار کے پاس بیٹھتا ہے تو رحمت اُسکے اندر مستحکم ہو جاتی ہے۔ اور فرمایا کہ جو کوئی اپنے بھائی مسلمان کی عیادت یا زیارت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو اچھا ہوا اور تیری رفتار طیب ہوئی اور تو نے جنت میں ایک گھر بنا لیا۔ اور فرمایا کہ جب بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسکے پاس دو فرشتے بھیجتا ہے اور اُنکو حکم دیتا ہے کہ دیکھو یہ اپنے عیادت کرنے والوں سے کیا کہتا ہے پس اگر عیادت کرنے والوں کے آنے پر مریض مذکور خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہے تو فرشتے جناب الٰہی میں عرض کرتے ہیں حالانکہ وہ خود زیادہ جانتا ہے پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھپر لازم ہے کہ اگر میں اس بندہ کو وفات دونگا تو اُسکو جنت میں داخل کرونگا اور اگر اُسکو شفا بخشونگا تو اُسکے گوشت سے بہتر گوشت بدل دونگا اور خون سے بہتر خون اور اُسکے گناہ معاف کردونگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسکی بہتری چاہتا ہے اُسکو مبتلائے مصائب کرتا ہے کہ گناہوں سے پاک ہو جاوے۔ اور حضرت عثمان رض فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت کی اور یہ فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم اعیذک باللہ الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد من شر ما تجد۔ اسکو کئی بار آپ نے فرمایا۔ اور ایک بار حضرت علی مرتضیٰ بیمار تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپکے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ یوں کہو اللھم انی اسالک تعجیل عافیتک او صبرا علی بلیتک او خروجا من الدنیا

الی رحمتک کہ انہیں سے ایک بات تکو عنایت ہوگی۔ اور بیمار کو مستحب ہے کہ یون کہے اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد۔ اور حضرت علی مرتضیٰ رض فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی کو پیٹ کی بیماری ہو جائے تو چاہیے کہ اپنی بی بی سے اسکی مہر میں سے کچھ مانگے اور اسکا شہد خرید کر مینہ کے پانی میں ملا کر پی جائے تو اسکو یہ نسخہ رچتا پچتا اور برکت کی شفا ہوگی یعنی اسلیے کہ ان تینوں چیزوں کے باب میں قرآن مجید میں یہی صفات مذکور ہین مہر میں فرمایا فکلوہ ہنیئا مریئا۔ اور شہد کے باب میں فرمایا فیہ شفاء للناس۔ اور مینہ کے لیے فرمایا وانزلنا من السماء ماء مبارکا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رض کو فرمایا کہ کیا میں تجکو ایسی بات نہ بتادوں جو اسکے شایان تر ہے کہ اگر آدمی اپنے مرض سے اول ہی کے گرنے میں پڑھ لے تو اللہ تعالی اسکو دوزخ سے نجات دے حضرت ابوہریرہ نے عرض کیا کہ بہتر ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ یہ پڑھ لیا کرے لا الہ الا اللہ یحیی ویمیت وہو حی لا یموت سبحان اللہ رب العباد والبلاد والحمد للہ کثیرا طیبا مبارکا فیہ علی کل حال اللہ اکبر کبیرا ان کبریاء ربنا وجلالہ وقدرتہ بکل مکان اللہم ان انت امرضتنی لتقبض روحی فی مرضی ہذا فاجعل روحی فی ارواح من سبقت لہم منک الحسنی وباعدلی من النار کما باعدت اولیاءک الذین سبقت لہم منک الحسنی۔ اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریض کی عیادت اتنی ہے جتنی مدت اونٹنی کے دوبارہ دھار نکالنے میں ہے۔ اور طاؤس رح فرماتے ہیں کہ افضل عیادت وہ ہے جو سب میں ہلکی اور جلد ہو۔ اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ بیمار پرسی ایک بار تو سنت ہے اور زیادہ ہو تو نفل ہے۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ عیادت تین دن کے بعد چاہیے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیادت ناغہ دیکر کرو اور اسمین نرمی اختیار کرو اور مریض کے لیے جمل آداب یہ ہین کہ اچھی طرح صبر کرے اور شکایت اور اضطراب کم کرے اور ملتجی بدعا رہے اور دوا کے ساتھ خالق دوا پر توکل رکھے پچیسوان حق یہ ہے کہ انکے جنازہ کے ہمراہ جاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من شیع جنازۃ فلہ قیراط من الاجر فان وقف حتی تدفن فلہ قیراطان۔ اور حدیث صحیح کہ قیراط کوہ احد کے مثل ہے اور جب حضرت ابوہریرہ رض نے اس حدیث کو بیان کیا اور حضرت ابن عمر رض نے سنا تو فرمایا کہ ہم نے اب تک بہت سی قیراطوں کو ذخیرۂ آخرت کر لیا ہے۔ اور ہمراہی جنازہ سے مسلمان کا حق ادا کرنا اور عبرت حاصل کرنی مقصود ہے مکحول دمشقی جب کوئی جنازہ دیکھتے تو فرماتے کہ ہم بھی آتے ہین نصیحت پوری ہے مگر غفلت چھا رہی ہے پہلے لوگ چلے جاتے ہین اور پچھلے نہیں سمجھتے۔ اور مالک بن دینار رح اپنے بھائی کے جنازہ کے ساتھ نکلے روتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ بخدا مجکو چین نہ پڑیگی جب تک یہ نہ جان لون کہ تمہارا انجام کیا ہوا اور زندگی بھر تو وہ مجکو یہ حال کیون کھلتا ہے۔ اور اعمش رح فرماتے ہیں کہ ہم جنازون پر حاضر ہوتے تھے گر یہ نہ جانتے تھے کہ تعزیت اور تسلی کسکی کرین کیونکہ اندوہ و ملال سب کو یکسان ہوتا تھا۔ اور ابراہیم زیات نے لوگون کو دیکھا کہ ایک مردہ پر دعاء رحمت کرتے ہین فرمایا کہ اگر تم اپنے لیے دعاء رحمت کرو تو بہتر ہے اسلیے کہ یہ مردہ تو تین ہولون سے نجات پا چکا یعنی ملک الموت کی صورت دیکھ چکا اور موت کی تلخی بھی چکھ لی اور خاتمہ کے خوف سے مامون ہوا اور تمکو یہ سب باتین باقی ہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین یتبع المیت ثلثۃ فیرجع اثنان ویبقی واحد یتبعہ اہلہ ومالہ وعملہ فیرجع اہلہ ومالہ ویبقی عملہ چھبیسوان حق یہ ہے کہ انکی قبرون کی زیارت کرے اور اس سے مقصود دعا اور عبرت اور دل کا نرم کرنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین نے جو دیکھنے کی جگہ دیکھی ہے اس سے قبر زیادہ ہولناک ہے۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ باہر نکلے آپ قبرستان مین تشریف لائے اور ایک قبر کے پاس بیٹھے ہین اور لوگون کی نسبت آپ سے بہت قریب تھا آپ روئے تو ہم بھی روئے آپ نے پوچھا کہ تم کیون روئے ہم نے عرض کیا کہ آپ کے رونے کی جہت سے آپ نے فرمایا کہ یہ قبر آمنہ بنت وہب یعنی والدہ ماجدہ کی ہے مین نے اپنے رب سے اجازت زیارت کی مانگی تو اجازت عنایت فرمائی پھر مین نے درخواست کی کہ

اُنکے لیے دعاے مغفرت کرون اُسکو اللہ تعالیٰ اُسلیے نہ مانا اسوجہ سے مجکو وہ رقت ہوئی جو اولاد کو ہوا کرتی ہے۔ اور حضرت عثمان رضہ جب قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ آپ کی ڈاڑھی تر ہو جاتی اور فرماتے کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے ان القبر اول منازل الآخرۃ فان نجا منہ صاحبہ فما بعدہ ایسر وان لم ینج منہ فما بعدہ اشد۔ اور مجاہد رح فرماتے ہین کہ آدمی سے اُسکی قبر اول یہ کلام کرتی ہے کہ مین کیڑون کا گھر ہون تنہائی کا مکان ہون خانۂ غربت ہون منزل ظلمت ہون یہ چیزین مین نے تیرے لیے رکھ چھوڑی ہین تو نے میرے لیے کیا سامان کیا ہے اور حضرت ابوذر رضہ فرماتے ہین کہ مین تمکو اپنی مفلسی کا دن بتاتا ہون وہ روز ہے جسمین قبر مین رکھا جاؤنگا اور حضرت ابو درداء قبرون کے پاس بیٹھتے لوگون نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مین ایسے لوگون کے پاس بیٹھتا ہون کہ مجکو آخرت کی یاد دلاتے ہین اور اگر اُنکے پاس سے چلا جاتا ہون تو میری غیبت نہین کرتے۔ اور حاتم اصم رح فرماتے ہین کہ جو شخص قبرستان مین گذرے اور اپنے انجام فکر نہ کرے اور نہ اُنکے لیے دعا مانگے تو وہ اپنے نفس کی اور اُنکی خیانت کرتا ہے۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ ہر ایک رات کو ایک منادی پکارتا ہے کہ اے قبر والو تم کن لوگون کا رشک کرتے ہو وہ کہتے ہین کہ ہم اہل مسجد کا رشک کرتے ہین کہ وہ روزے رکھتے ہین اور نماز پڑھتے ہین اور اللہ کا ذکر کرتے ہین اور ہمکو یہ باتین میسر نہین۔ اور حضرت سفیان فرماتے ہین کہ جو شخص قبر کو زیادہ یاد رکھیگا وہ اُسکو جنت کے باغون کا ایک باغ پائیگا اور جو اُسکی یاد سے غافل رہیگا وہ اُسکو دوزخ کے گڑھون کا ایک گڑھا پائیگا۔ اور ربیع بن خثیم نے اپنے گھر مین ایک قبر کھود رکھی تھی جب اپنے دل مین سختی پاتے تو اُسکے اندر لیٹتے اور ساعت بھر ٹھہر کر کہتے رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت۔ پھر فرماتے کہ اے ربیع اب تو لوٹا دیا گیا اب عمل کر لے پیشتر اس سے کہ لوٹا یا نجاے۔ اور میمون بن مہران کہتے ہین کہ مین حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے ساتھ قبرستان مین گیا جب آپ نے قبرون کو دیکھا تو روپڑے اور فرمایا کہ اے میمون یہ قبرین بنی امیہ میرے آبا کی ہین گویا دنیا کے لوگون کی لذتون مین کبھی شریک نہ تھے دیکھو اب پچھڑے پڑے ہین اور صرف قصے کہانی رہ گئے کیڑے اُنکے بدنون کو کھا گئے پھر آپ روئے اور فرمایا کہ بخدا مین ان لوگون سے زیادہ کسی کو نہین جانتا کہ عیش کیا ہو اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون رہا ہو اور تعزیت اور تسلی دینے والے کے آداب یہ ہین کہ انکسار کرنا اور غم کا اظہار اور قلت کلام اور ترک تبسم ملحوظ رکھے اور جنازہ کی ہمراہی کے آداب خشوع اور ترک سخن اور میت کے حال مین تامل کرنا اور اپنی موت کو سوچنا اور اُسکے سامان کی تیاری کی فکر کرنا اور جنازہ کے قریب بڑھا ہوا چلنا ہین اور جنازہ کو جلد لیجانا سنت ہے یہ باتین ہین جنسے عام خلق کے ساتھ بسر کرنے کے آداب معلوم ہوتے ہین اور مجملاً آداب جو ان سب کے جامع ہون یہ ہین کہ کسی کو حقیر مت جانو خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ ورنہ تباہ ہو جاؤگے اسلیے کہ تمکو کیا خبر ہے شاید وہی تم سے بہتر ہو کیونکہ وہ ہرچند فاسق ہے مگر شاید خاتمہ بخیر ہو اور تمھارا خاتمہ اُسکے حال کے موجب ہو۔ اور کسی کو دنیا کی حالت کے اعتبار سے بچشم تعظیم نہ دیکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا حقیر ہے اور اُسکی چیزین ذلیل اور جس صورت مین تمھارے نفس کے اندر دنیا والون کی عظمت ہوگی تو دنیا کی پہلے ہوگی اسلیے خداے تعالیٰ کی نظرون سے گر جاؤگے۔ اور اُنکو اپنا دین اس غرض سے مت دو کہ اُنسے دنیا حاصل کرو ورنہ اُنکی نظرون مین حقیر ہو جاؤگے پھر دنیا بھی نہ ملیگی اور اگر ملی بھی تو ادنیٰ چیز کو لیکر عمدہ چیز عوض مین کھو بیٹھوگے اور اُنسے دشمنی مت کرو اسطرح کہ عداوت ظاہر ہو جاوے اور پھر اسی کے ہو رہو اور دین و دنیا سب اسی مین چلی جاے اور اُنکا دین تمھارے بابت مین جاتا رہے ہان اگر کوئی بات دین کی خرابی کی اُنسے نظر پڑے تو اُنکے برے افعالون سے عداوت رکھو اور اُنپر بچشم ترحم نظر کرو کہ بیچارے خداے تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے مستحق اُسکے غضب اور عذاب کے ہوگئے اُنکو یہی درد کافی ہے کہ دوزخ مین جاینگے تمکو کیا ضرورت ہے کہ اُنسے عداوت کرو۔ اور اُنکی دوستی اور منھ پر تعریف کرنے اور ظاہر مین تمکو دیکھکر خوش ہونے پر اطمینان مت کرو اسلیے کہ اگر یہ باتین تلاش کروگے تو واقع مین ظاہر کے مطابق سو مین سے ایک مین پاؤگے یا کچھ عجب نہین کہ ایسا شخص نہ ملے جسکا ظاہر و باطن یکسان ہو۔ اور اپنے حالات کی شکایت اُنسے نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمکو اُنہین کے حوالہ کریگا۔ اور یہ توقع نہ کرو کہ غیبت و باطن مین وہ تمھارے حق مین ایسے ہین

جیسے سامنے ظاہر ہین کیونکہ یہ طمع جھوٹی ہے ایسے لوگ کہان ملتے ہین اور اُنکے پاس کی چیزون مین طمع مت کرو کہ سر دست تمکو ذلت ہوگی اور غرض بھی پوری نہ ہوگی - اور اگر تمکو اُنکی حاجت ہو تو تکبر کی راہ سے اُنکو کاٹ کھانے کو نہ دوڑو اور اگر اپنا استغنا ظاہر کرنے سے تکبر کروگے تو اللہ تعالی اسکی سزا یہ دیگا کہ تمکو اُنکی التجا کرنی پڑیگی اور جب کسی بھائی سے حاجت مانگو اور وہ پوری کر دے تو وہ بھائی کام کا ہے اور اگر پوری نہ کرے تو اُسپر عتاب مت کرو ورنہ دشمن ہو جائیگا اور مدت تک اُسکا رنج تمکو کھینچنا پڑیگا - اور جس شخص کو جانو کہ یہ کہنا نہین مانیگا اور دشمن ہو جائیگا اُسکو نصیحت مت کرو بلکہ اُسکی نصیحت اسطرح ہے کہ کنایۃً اور علی الاطلاق بیان کیا جاوے خاص کسی کی تصریح نہو - اور جب تم دیکھو کہ لوگ تمھاری تعظیم کرتے ہین اور سلوک سے پیش آتے ہین تو اللہ تعالی کا شکر کرو جسنے اُنکو تمھارے لیے مسخر کر دیا اور اللہ تعالی سے پناہ مانگو اس بات سے کہ تمکو اُنکے حوالہ کر دے - اور جب تمکو خبر پہونچے کہ لوگ میری غیبت کرتے ہین یا اُنکی کوئی شرارت دیکھو یا کوئی بُرائی اُنسے تمکو پہونچے تو اُنکا معاملہ خدائے تعالی کے سپرد کرو اور اُنکے شر سے پناہ مانگو اپنے نفس کو مکافات کی فکر مین مشغول مت کرو ورنہ ضرر زیادہ ہوگا اور اس شغل مین عمر مفت برباد جائیگی - اور اُنسے یہ نہ کہو کہ تم نے ہماری قدر و منزلت نہ پہچانی اور یہ عقیدہ رکھو کہ اگر تم قدر و منزلت کے مستحق ہوگے تو اللہ تعالی اُنکے دل مین ڈال ہی دیگا کیونکہ دلون مین محبت اور بغض کا ڈالنے والا وہی ہے - اور اُنمین اسطرح رہو کہ حق بات کو سُن لو اور باطل سے بہرے ہو اُنکے حق کو زبان پر لاؤ اور باطل سے سکوت کرو - اور اکثر لوگون کی صحبت سے احتراز کرو کہ وہ نہ لغزش کو معاف کرین نہ خطا کو بخشین نہ عیب کو چھپائین حساب کوڑی کوڑی کا کرین تھوڑے بہت پر حسد کرین اپنا انتقام لین دوسرون کا انصاف نہ کرین بھول چوک کا مواخذہ کرنے لئے ہین عفو کرنے سے اُنھین بھائیون کو بہکائین اور چغلی اور بہتان سے اُنمین مفارقت کرائین اکثرون کی صحبت مین نقصان اور زیان ہے اور اُنسے علیحدہ رہنا زیبا اور شایان ہے - اگر خوش ہوے تو بظاہر خوشامد ہے اور اگر ناخوش ہوے تو دل مین کینہ اور حسد ہے نہ کینہ کی حالت مین اُنسے چین موجود ہے نہ خوشامد کی صورت مین توقع بہبود ہے بظاہر نرمی لباس مین اور باطن مین موذی خناس کہان کہان خیال دوڑاتے ہین تمھارے پیچھے چٹکلون سے اشارے کرتے ہین دوستون کا یہ وقار ہے کہ حسد کے مارے اُنکی موت کا انتظار ہے جلسون مین تمھاری خطائین شمار کرین تاکہ غصہ اور وحشت کی حالت مین اُن سب کی تمپر بھر مار کرین - اور جسکو خوب نہ آزما لو اُسکی دوستی پر اعتبار نہ کرو اور آزمانے کا طریقہ یہ ہے کہ مدت تک ایک مکان خواہ ایک جگہ مین اُسکے ساتھ رہو اور بحالی اور موقوفی اور تونگری اور مفلسی مین اُسکو دیکھو یا اُسکے ساتھ کوئی سفر کرو یا روپیہ اشرفی کا معاملہ اُس سے کرو یا تمکو کوئی سختی پیش آوے اور تم اُسکے محتاج ہو تو اِن باتون مین اگر اُسکو اچھا پاؤ تو اگر وہ عمر مین تم سے بڑا ہے تو اُسکو بمنزلہ باپ کے جانو اور اگر چھوٹا ہو تو بیٹا تصور کرو اور اگر برابر ہو تو بھائی بناؤ - غرضکہ خلق کے ساتھ بسر کرنے کے یہ آداب ہین جو مذکور ہوے

دوسرا بیان ہمسایہ کے حقوق کے ذکر مین - واضح ہو کہ جسقدر اخوت اسلامی کے حق ہین ہمسایگی کے اُنسے سوا ہین اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر ہمسایہ مسلمان ہوگا تو اُسکا حق بہ نسبت اور مسلمانون کے زیادہ ہوگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ہمسایہ تین ہین اول وہ جسکا ایک حق ہو دوم وہ جسکے دو حق ہون سوم وہ جسکے تین حق ہون جسکے تین حق ہین وہ تو مسلمان ہمسایہ رشتہ دار ہے کہ اُسکو حق ہمسایگی اور حق اسلام اور حق قرابت حاصل ہے اور جسکے دو حق ہین وہ مسلمان ہمسایہ ہے کہ اُسکو حق ہمسایگی اور حق اسلام ہے اور جسکا ایک حق ہے وہ مشرک ہمسایہ ہے - تو دیکھنا چاہیے کہ شارع علیہ السلام نے صرف ہمسایگی کے سبب سے مشرک کا حق ثابت کیا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو شخص تیرے ہمسایہ مین رہے اُسکی ہمسایگی اچھی طرح کر کہ اس سے تو مسلمان ہو جائیگا اور فرمایا مازال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ اور فرمایا من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم جارہ اور فرمایا لا یؤمن عبد حتی یامن جارہ بوائقہ - اور فرمایا قیامت کے دن اول جو باہم دو شخص خصومت کرینگے وہ دو ہمسایہ ہونگے - اور فرمایا جب تو نے اپنے ہمسایہ کے کتے کو کچھ پھینک مارا تو تو نے اُسکو ایذا دی - اور کہتے ہین کہ ایک شخص

حضرت ابن مسعودؓ کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ میرا ایک ہمسایہ ہی کہ وہ مجکو ستاتا ہی اور گالی دیتا ہی اور تنگ کرتا ہی آپ نے فرمایا کہ جاؤ اگر اسنے تمھارے باب مین خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی تو تم اُسکے باب مین خدا تعالیٰ کی اطاعت کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا گیا کہ فلانی عورت دن کو روزہ رکھتی ہی اور رات بھر عبادت کرتی ہی مگر اپنے پروسیون کو ستاتی ہی آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخ مین جائیگی۔ اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر ہمسایہ کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ صبر کر پھر تیسری یا چوتھی بار کی شکایت مین آپ نے فرمایا کہ اپنا اسباب راستہ مین ڈال دے وہ شخص کہتا ہی کہ لوگ اسباب کے پاس آتے تو پوچھتے کہ تجھے کیا ہوا ہی کوئی کہدیتا اسکے ہمسایہ نے اسکو ستایا ہی تو وہ کہتے کہ خدا تعالیٰ اُسپر لعنت کرے غرضکہ وہ ہمسایہ اُسکے پاس آیا اور کہا کہ اپنا اسباب اُٹھا لے بعد اسکے اب دوبارہ ایسی حرکت نہ کرونگا۔ اور زہریؓ سے مروی ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلعم کی خدمت مین اپنے ہمسایہ کی شکایت کرنے آیا آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ مسجد شریف کے دروازہ پر پکار دیا جائے کہ سن لو چالیس گھر ہمسایہ ہین زہری فرماتے ہین کہ چالیس ادھر اور چالیس اُدھر اور چالیس پیچھے اور چالیس آگے اور چارون طرف کو اشارہ کیا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ برکت اور نحوست عورت اور مکان اور گھوڑے مین ہی عورت کا مبارک ہونا یہ ہی کہ مہر تھوڑا ہونا اور نکاح سہولت سے ہونا اور اُسکا خوش خلق ہونا اور اُسکی نحوست یہ ہی کہ مہر کا زیادہ ہونا اور نکاح بدشواری ہونا اور اُسکا خلق بُرا ہونا اور مکان کا مبارک ہونا یہ ہی کہ فراخ ہو اور ہمسایہ کے لوگ اچھے ہون اور اُسکی نحوست یہ ہی کہ تنگ ہو اور ہمسایہ بُرا ہو اور گھوڑے کا مبارک ہونا اُسکا فرمانبردار ہونا اور عادتون کا اچھا ہونا ہی اور اُسکی نحوست عیبی اور بدرکاب ہونا ہی۔ اب جاننا چاہیے کہ ہمسایہ کا حق یہی نہین کہ اُسکو ایذا نہ دیجیے کیونکہ یہ بات اینٹ پتھر وغیرہ مین بھی ہی کہ اُنسے ایذا نہین پہونچتی بلکہ یہ چاہیے کہ اگر ہمسایہ ایذا دے تو برداشت کرے اور صرف برداشت ہی پر اکتفا نہ کرے بلکہ اُسکے ساتھ نرمی کر اور سلوک اور احسان سے پیش آوے کیونکہ کہتے ہین کہ مفلس ہمسایہ قیامت کے دن اپنے ہمسایہ تونگر سے لپٹیگا اور عرض کریگا کہ یارب اس سے سوال کر کہ اپنے سلوک سے مجکو کیون محروم رکھا اور مجھسے اپنا دروازہ کیون بند کیا۔ اور ابن مقفع کو خبر پہونچی کہ اُنکا کوئی ہمسایہ مدیون ہوگیا ہی اور اپنے قرضہ مین مکان بیچتا ہی اور آپ اُسکی دیوار کے سایہ مین بیٹھا کرتے تھے فرمایا کہ اگر اس شخص نے مفلسی کے سبب اپنا گھر بیچ دیا تو ہم نے اُسکی دیوار کے سایہ مین بیٹھنے کا حق بھی ادا نہ کیا پھر اُسکو مکان کا دام دیکر کہا کہ گھر کو فروخت مت کرو۔ اور کسی بزرگ نے ذکر کیا کہ ہمارے گھر مین چوہے بہت ہو گئے ہین اُنسے کسی نے کہا آپ بلی کیون نہین پال لیتے اُنھون نے کہا کہ یہ ڈر ہی کہ کہین بلی کی آواز سنکر چوہے ہمسایون کے مکانون مین نہ چلے جائین اور جو بات اپنے لیے پسند نہین کرتا وہ اُنکے لیے پسند کرون۔ اور ہمسایہ کے حقوق مجمل یہ ہین کہ اُس سے پیشتر سلام کرے اور گفتگو اُسکے ساتھ طوالت نہ دے اور نہ اُسکے حال کو بہت استفسار کرے اور حالت مرض مین اُسکی بیمار پرسی کرے اور مصیبت مین اُسکو تسلی دے اور اُسکا ساتھ نہ چھوڑے اور خوشی مین مبارکباد دے اور آپ بھی اُسکے ساتھ خوشی ظاہر کرے اور اُسکی خطاؤن سے درگذر کرے اور چھت پر سے اُسکے گھر مین نہ جھانکے اور دیوار پر کڑیان رکھنے یا پرنالہ سے پانی گرنے یا صحن سے مٹی ڈالنے مین اُسکو دقت نہ کرے اور اُسکے گھر مین جانے کا راستہ تنگ نہ کرے اور جو کچھ وہ اپنے گھر مین لیجاوے اُسپر تاک نہ لگاوے اور اگر اُسکا کوئی عیب معلوم ہو تو اُسکو چھپا لے اور اگر اُسپر کوئی حادثہ واقع ہو تو جھٹ پٹ اُسکی دستگیری کرے اور وہ جب گھر پر نہ ہو تو اُسکے مکان کے دیکھنے سے غافل نہ رہے اور اُسکی بُرائی نہ سنے اور اُسکے ابرو سے آنکھ نیچی رکھے اور اُسکی خادمہ پر نگاہ نہ لگائے اور اُسکے بچے سے گفتگو مین نرمی برتے اور جو کچھ اُسکو دنیا اور دین کا معاملہ معلوم نہ ہو اُسکو ٹھیک ٹھیک بتا دے اور سوا اُسکے وہ حقوق جو عام مسلمانون کے لیے ہم ذکر کرچکے ہین اُنکا لحاظ ہمسایہ کے ساتھ بھی رکھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تمکو معلوم ہی کہ ہمسایہ کا حق کیا ہی اُسکے حق یہ ہین کہ اگر تم سے مدد چاہے تو اُسکی مدد کرو اور قرض مانگے تو قرض دو اور اگر تم سے کوئی کام پڑے تو پورا کردو اور بیمار ہو تو عیادت کرو اور مرجاوے تو جنازہ کے ہمراہ جاؤ اور اگر اُسکو کچھ بہتری حاصل ہو تو مبارکباد کہو اور مصیبت پڑے تو تعزیت کرو اور بدون اُسکی

اجازت اپنی عمارت اونچی مت کرو کہ اُسکی ہوا رُکے اور اگر کوئی میوہ خرید کرو تو اُسکو ہدیہ دو ورنہ چھپا کر اپنے گھر مین لاؤ اور اپنے بچے کو میوہ لیکر باہر نہ جانے دو تاکہ اُسکے بچے کو رنج نہ ہو اور اپنی ہانڈی کی خوشبو اور بگھار سے اُسکو ایذا مت دو مگر اُس صورت مین کہ ایک چمچہ اُسکے یہان بھی بھیجو تمکو معلوم ہی کہ ہمسایہ کے حقوق کیا ہین قسم ہی اُس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہی کہ ہمسایہ کا حق اُسی سے ادا ہوگا جسپر خدا تعالیٰ رحم کرے - اِسی طرح اس حدیث کو روایت کیا ہی کہ عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور اُسنے اپنے دادے سے اور اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے - حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ مین حضرت ابن عمر رض کے پاس تھا اور اُنکا ایک غلام بکری کا پوست اُتار رہا تھا آپ نے فرمایا کہ اے غلام جب بکری صاف کر چکے تو اول ہمارے ہمسایہ یہودی کو دینا کئی بار آپ نے ایسا ہی فرمایا تب اُس غلام نے عرض کیا کہ آپ کتنی بار فرمائینگے آپنے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہمکو ہمسایہ کے باب مین وصیت کیا کرتے تھے یہانتک کہ ہمکو خوف ہوا کہ کہین اُسکو وارث تو نہین کر دینگے - اور ہشام فرماتے ہین کہ حضرت حسن بصری کے نزدیک قربانی کا گوشت یہود اور نصاریٰ کو کھلانے مین کچھ مضائقہ نہ تھا اور ابو ذر رض فرماتے ہین کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو وصیت کی کہ جب تم ہانڈی پکاؤ تو اُسمین شوربا زیادہ کرو پھر اپنے ہمسایہ کے گھر والونکو دیکھو اور اُسمین سے اُنکے لیئے نکالکر بھیجدو - اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دو ہمسایہ ہین ایک کا دروازہ تو میرے سامنے ہی اور دوسرے کا دروازہ مجھسے دُور ہی اور بعض اوقات میرے پاس اتنی چیز ہوتی ہی کہ دونون کو دینیکی گنجائش نہین ہوتی تو اُن دونون مین کس کا حق زیادہ ہی آپنے فرمایا جسکا دروازہ تمھارے سامنے ہی اُسکا حق زیادہ ہی - اور حضرت ابو بکر صدیق رض نے اپنے فرزند عبد الرحمن کو دیکھا کہ اپنے ہمسایہ سے تندخوئی اور درشت کلامی کرتے ہین آپنے فرمایا کہ ہمسایہ سے ایسا نہ کرو کہ بات رہ جاتی ہی اور آدمی چل دیتے ہین - اور حسن بن عیسیٰ نیشاپوری کہتے ہین کہ مین نے عبد اللہ بن مبارک رض سے پوچھا کہ میرا ہمسایہ میرے پاس آکر شکایت کرتا ہی کہ تمھارے غلام نے ایسا کیا اور غلام اُس فعل سے انکار کرتا ہی تو اب غلام کو مارنے کو بھی دل نہین چاہتا کہ شاید وہ مجرم نہو اور اُسکا چھوڑ دینا بھی بُرا معلوم ہوتا ہی کہ ہمسایہ مجھسے ناراض ہوگا تو اب مین کیا کرون آپ نے فرمایا کہ تمھارا غلام اگر کوئی تمھارا قصور کرے تو اُسکو اُسوقت سزا نہ دو جب ہمسایہ اُسکی شکایت کرے تو اُسی قصور سابق پر اُسے ادب دو کہ اِس صورت مین ہمسایہ بھی راضی رہیگا اور اُسکی سزا بھی قصور ہی پر ہو جاویگی - اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ دس باتین مکارم اخلاق کی ہین اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہی اُسکو عنایت کرتا ہی ممکن ہی کہ آدمی مین ہون اور اُسکے باپ مین نہون اور غلام مین ہون اور اُسکے آقا مین نہون اول راست گفتاری دوم لوگون سے راستی برتنی سوم سائل کو دینا چہارم ساوکون کا مکافات کرنا پنجم صلہ رحم ششم امانت کی حفاظت ہفتم ہمسایہ کے حق کی رعایت ہشتم صحبتی کا پاس نہم مہمان کی دعوت دہم جو سب کی اصل ہی وہ حیا ہی - اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمان عورتو کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کی بھیجی ہوئی چیز کو حقیر نہ جانے گو بکری کی کھری ہی ہو اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مرد مسلمان کی یہی سعادت ہی کہ مکان وسیع اور ہمسایہ نیک اور سواری عمدہ سیدھی ہو - اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ وسلم مجکو کیسے معلوم ہو کہ مین نے کوئی کام اچھا کیا یا بُرا آپ نے فرمایا کہ اگر تو اپنے ہمسایون کو کہتے سُنے کہ اچھا کیا تو جان لے کہ اچھا کیا اور اگر یون کہتے سنے کہ بُرا کیا تو معلوم کر کہ بُرا کیا - اور حضرت جابر رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی دیوار مین کوئی ہمسایہ یا شریک ہو تو اُسکو فروخت نہ کرے جبتک ہمسایہ یا شریک پر پیش نہ کر لے - اور حضرت ابو ہریرہ رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلعم نے حکم فرمایا ہی کہ ہمسایہ اپنے ہمسایہ کی دیوار مین کڑیان رکھ لے خواہ وہ راضی ہو یا نہو - اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلعم فرمایا لا یمنعن احدکم جارہ ان یغرز خشبۃ فی حائطہ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرمایا کرتے تھے کہ تم اس بات سے اعراض کیون کرتے ہو مین تو اُسکو تمھارے شانون کے بیچ مین لا دونگا یعنی ہمسایہ کو لکڑی دیوار پر رکھنے سے منع مت کرو اور اُسکو ناگوار مت جانو مین تم سے اس سنت کی تعمیل ضرور لونگا

ترمذی نے اسکو نقل کیا اور کہا کہ حسن غریب ہے ۱۲ ع ح مسلم نے نقل کیا ہے ۱۲ ع ح اسکو بخاری نے روایت کیا ہے ۱۲ ع ح بخاری و مسلم روایت ابو داؤد ۱۲ ع ح احمد و حاکم روایت نافع بن عبد الحارث و سعد بن ابی وقاص ۱۲ ع ح احمد و طبرانی نے اسکو نقل کیا ہے ۱۲ ع ح بخاری و حاکم نے اسکو نقل کیا ہے [illegible] نہیں اور خرائطی نے [illegible]

اور بعض علما اسکے وجوب کی طرف گئے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین عن اراد اللہ بہ خیرا عسلہ کسی نے عرض کیا عسلہ کے کیا معنی ہین آپ نے فرمایا کہ ہمسایون کے نزدیک اسکو محبوب کر دیا ہے

تیسرا بیان اقارب کے حقوق کے ذکر مین — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین یقول اللہ تعالی انا الرحمن وہذہ الرحم شققت لہا اسما من اسمی فمن وصلہا وصلتہ ومن قطعہا بتتہ — اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا من سرہ ان ینسا لہ فی اثرہ ویوسع لہ فی رزقہ فلیصل رحمہ — اور ایک حدیث مین روایت یون ہے جس شخص کو خوشی معلوم ہو کہ اسکی عمر دراز ہو اور رزق مین وسعت ہو تو چاہیے کہ خدا سے تعالی سے ڈرے اور اپنے رشتہ قرابت کو ملا رکھے — اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا آدمی افضل ہے آپ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالی سے زیادہ ڈرتا ہو اور صلہ رحم بیشتر کرتا ہو اور امر معروف اور نہی عن المنکر بہت کرتا ہو — اور حضرت ابوذر رض فرماتے ہین کہ مجکو میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی کہ صلہ رحم کرا اگرچہ تجھ سے اعراض کیا جاے اور مجکو حکم فرمایا کہ حق کہون اگرچہ تلخ ہو — اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرابت عرش سے لٹکی ہے اسکو جوڑنے والا وہ نہین جو مکافات کرے بلکہ جوڑنے والا وہ ہے کہ جب اسکی قرابت منقطع ہو جاے تو وہ اسکو جوڑ دے — اور فرمایا کہ سب طاعتون مین جلد تر ثواب صلہ رحم کا ملتا ہے یہان تک کہ گھر والے بدکار ہوتے ہین لیکن انکے مال بڑھتے ہین اور شمار زیادہ ہو جاتا ہے جسوقت کہ باہم صلہ رحم کرتے ہین — اور زید بن اسلم رض فرماتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کے فتح کے لیے نکلے تو ایک شخص نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ اگر آپ کا ارادہ خوبصورت عورتون اور سرخ اونٹنیون کا ہو تو آپ بنی مدلج پر قصد کرین آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجکو بنی مدلج سے منع فرمایا ہے اسلیے کہ وہ صلہ رحم کرتے ہین اور حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رض فرماتی ہین کہ میرے پاس میری مان تشریف لائین مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ میری مان آئی ہے اور وہ ابھی تک مشرک ہے کیا مین اس سے ملون آپ نے فرمایا ہان اور ایک روایت مین یون ہے کہ مین اسکو کچھ دون آپ نے فرمایا ہان صلہ رحم کر — اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مساکین پر صدقہ کرنا ایک ہی صدقہ ہے اور قرابت والے کو کچھ دینا دو صدقے ہین — اور جب حضرت ابو طلحہ رض نے چاہا کہ اپنا باغ جو انکو محبوب تھا صدقہ کرین بموجب اس آیت کے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون — تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یہ باغ فی سبیل اللہ اور فقرا و مساکین کے لیے ہے آپ نے فرمایا کہ تمہارا ثواب ثابت ہو گیا اب اسکو اپنے اقارب مین تقسیم کر دو — اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل دینا اس قرابتی کا ہے جو باطن مین عداوت رکھتا ہو اور یہ ارشاد ایسا ہی ہے جیسا یہ فرمایا ہے کہ نیکیون مین افضل یہ ہے کہ ملو اس سے جو تم سے علیحدہ رہے اور دو اسکو جو تمکو محروم کرے اور درگذر کرو اس سے جو تم پر ظلم کرے — اور مروی ہے کہ حضرت عمر رض نے اپنے عاملون کو لکھا کہ اقارب سے کہدو کہ باہم ملاقات کیا کرین اور ایک دوسرے کے ہمسایہ مین نہ رہین — اور پاس رہنے کو اسلیے منع فرمایا کہ ہمسایہ مین رہنے سے حقوق بہت سے ہو جاتے ہین اور بعض اوقات موجب وحشت اور قطع قرابت ہوا کرتے ہین — اب معلوم کرنا چاہیے کہ جس قدر قرابت مضبوط ہوتی ہے اسی قدر حقوق بھی موکد ہوتے ہین اور سب سے زیادہ مخصوص اور قریب ماباپ کی قرابت اولاد کے ساتھ ہے اسلیے والدین اور اولاد کے حقوق اور اقارب سے زیادہ ہین والدین اور اولاد کے حقوق اور اقارب سے زیادہ ہین والدین کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لن یجزی ولد والدہ حتی یجدہ مملوکا فیشتریہ فیعتقہ اور فرمایا والدین کے ساتھ سلوک کرنا نماز اور روزہ اور حج اور عمرہ اور جہاد فی سبیل اللہ سے افضل ہے اور فرمایا

کہ جو شخص صبح کے وقت اپنے ماباپ دونون کو خوش رکھے اُسکے لیے جنت کی طرف دو دروازے کھل جاتے ہین اور جو شخص شام کے وقت اُنکی مرضی کی مطابق ہو اُسکو بھی ایسا ہی ہے اور اگر ماباپ مین سے ایک ہی ہوگا تو ایک ہی دروازہ کھلیگا اگرچہ وہ دونون ظلم کرین اس جملہ کو تین بار فرمایا اور جو کوئی صبح کو اپنے ماباپ کو ناراض کریگا اُسکے لیے دو دروازے دوزخ کی جانب کھل جاینگے اور جو شام کو ناراض کریگا اُسکا بھی یہی حال ہے اور اگر ایک ہوگا تو ایک ہوگا اگرچہ وہ ظلم کرین اُسکو تین بار مکرر فرمایا۔ اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جنت کی خوشبو پانسو برس کی راہ سے معلوم ہوتی ہے مگر فرزند نافرمان اور قرابت کا توڑنے والا اُسکو نہ سونگھینگے۔ اور فرمایا کہ احسان کر اپنے مادر باپ اور بہن اور بھائی کے ساتھ پھر اور رشتہ دارون کے ساتھ بحسب قرب قرابت۔ اور مروی ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو فرمایا کہ اے موسی جو شخص اپنے ماباپ کی اطاعت کرتا ہے اور میری نافرمانی کرتا ہے اُسکو مین مطیع لکھتا ہون اور جو شخص ماباپ کی نافرمانی کرے اور میری اطاعت کرے اُسکو مین نافرمان لکھتا ہون۔ اور کہتے ہین کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو حضرت یوسف کھڑے نہوے اللہ تعالی نے اُنپر وحی بھیجی کہ کیا تم اپنے باپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کو گران جانتے ہو قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی تیری پشت سے کوئی نبی نہین پیدا کرونگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص صدقہ دینا چاہے تو کچھ مضائقہ نہین کہ اپنے ماباپ کے نام سے دیدے جس صورت مین کہ وہ دونون مسلمان ہون پس اُسکا ثواب اُن دونون کو ملیگا اور اُسکو بھی انھین کی برابر ثواب ملتا ہے بدون اس بات کے کہ اُنکے ثواب مین کچھ کمی ہو۔ اور مالک بن ربیعہ کہتے ہین کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین تھے کہ اتنے مین ایک شخص بنی سلمہ مین سے آپکے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والدین مرگئے ہین اُنکا حق مجھپر کوئی ہے کہ ادا کرون فرمایا کہ ہان اُنکے لیے نماز پڑھ اور دعا مغفرت مانگ اور اُنکا عہد وصیت بجا لا اور اُنکے دوستون کی تعظیم کر اور صلہ رحم کر جسکا پیوند انھین دونون کے سبب سے ہو۔

اور فرمایا ان من ابر البر ان یصل الرجل اہل ود ابیہ۔ اور فرمایا کہ ماں کے ساتھ سلوک کرنا باپ کی نسبت دو چند ہے۔ اور فرمایا کہ ماں کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے لوگون نے عرض کیا کہ اسکی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ وہ باپ کی نسبت کہ زیادہ مہربان ہوتی ہے اور رحم کی دعا ساقط نہین ہوتی۔ اور اولاد کے حقوق یہ ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ مین کسکے ساتھ سلوک کرون آپ نے فرمایا کہ اپنے والدین کے ساتھ اُسنے عرض کیا کہ میرے ماباپ نہین فرمایا کہ اپنے بچے پر احسان کر جیسا تیرے والدین کا حق تجھپر ہے ویسا ہی تیرے بچے کا حق ہے۔ اور ایک حدیث مین فرمایا اللہ رحم کرے اُس باپ پر جو اپنے فرزند کی مدد نیک ہونے پر کرے یعنی اُس سے ایسے بُرے کام نہ کرے جس سے وہ نافرمان ہو جاے۔ اور فرمایا کہ دینے مین اپنی سب اولاد کو برابر کرو۔ اور کہتے ہین کہ فرزند سات برس کی عمر تک آدمی کا کھلونا اور گلدستہ ہے اور سات برس تک خادم ہے یا دشمن ہے یا شریک۔ اور انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فرزند کی پیدائش کے ساتوین روز اُسکا عقیقہ ہو اور نام رکھا جاے اور آلائش دور کیجاے اور جب چھ برس کا ہو تو اُسکو ادب سکھایا جاوے اور نو برس کا ہو تو اُسکا بستر علیحدہ کیا جاوے اور تیرہ برس کا ہو تو نماز نہ پڑھنے پر پیٹا جاوے اور جب سولہ برس کا ہو جاوے تو اُسکا باپ اُسکی شادی کر دے پھر اُسکا ہاتھ پکڑ کر کہے کہ مین نے تجکو ادب سکھایا علم پڑھایا نکاح کر دیا مین اللہ تعالی کی پناہ مانگتا ہون دنیا مین تیرے فتنہ سے اور آخرت مین تیرے عذاب سے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ فرزند کا حق والد پر یہ ہے کہ اُسکو اچھی طرح ادب سکھاوے اور اُسکا نام اچھا رکھے۔ اور فرمایا کل غلام رہین بعقیقتہ یذبح عنہ یوم السابع ویحلق راسہ اور حضرت قتادہ رض فرماتے ہین کہ جب تم عقیقہ ذبح کرو تو اُسکے بال لیکر شہرگ کے سامنے کرو پھر اسی طرح خون مین تر کرکے لڑکے کی چندیا پر رکھدو تاکہ خون تار کی طرح بہ جاوے پھر اُسکا سر دھو ڈالا جاوے اُسکے بعد بال مونڈے جاوین۔ اور ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مبارک کی خدمت مین

[illegible]

آیا اور اپنے کسی لڑکے کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ تو نے اُسکو کبھی بددعا دی ہے اُسنے کہا ہاں آپ نے فرمایا کہ تو خود گردہ راجہ علاج اُسکو تو نے ہی
بگاڑا۔ اور بچہ کے اوپر رحم اور نرمی کرنا مستحب ہے اقرع بن حابس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے فرزند حضرت امام حسن علیہ السلام کو
پیار کر رہے ہین اُسنے عرض کیا کہ میرے دس لڑکے ہین مین نے اُنمین سے کسی کو پیار نہین کیا آپ نے فرمایا من لا یرحم لا یرحم۔ اور حضرت عائشہ رض
فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو ایک روز فرمایا کہ اُسامہ کا منھ دھو دو مین دھونے لگی مگر گھن کرتی تھی آپ نے میرا ہاتھ جھٹک دیا پھر اُسامہ کو لیکر
اُسکا منھ دھویا اور پیار کیا اور فرمایا کہ اسنے ہمپر احسان کیا کہ لڑکی نہین ہوا۔ اور ایک بار آپ منبر پر تھے اور حضرت امام حسن علیہ السلام پھسلے آپ نے
اُترکر اُنکو اُٹھالیا اور یہ آیت پڑھی انما اموالکم واولادکم فتنۃ۔ اور عبداللہ بن شداد کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کو نماز پڑھا رہے تھے
کہ اتنے مین حضرت امام حسن علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کی گردن پر سوار ہوگئے جس وقت کہ آپ سجدہ مین تھے آپ نے سجدہ مین
بہت سی دیر لگائی یہان تک کہ لوگون کو گمان ہوا کہ کوئی نیا معاملہ ہوا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے
سجدہ لنبا کیا یہان تک کہ ہم نے گمان کیا کہ کوئی اور بات ہوگئی آپ نے فرمایا کہ یہ میرا فرزند مجھپر سوار ہوگیا تھا اسلیے مجھے اچھا نہ معلوم ہوا کہ
بدون اُسکے مطلب پورا ہونے کے جلدی اُتار دون اور اسمین کئی فائدے بھی ہوے اول تو قرب الی اللہ کہ سب سے زیادہ قرب حالت
سجدہ مین ہوتا ہے دوسرے اولاد پر رحم کرنا تیسرے امت کو ترحم سکھلانا۔ اور ایک صحیح حدیث مین ارشاد فرمایا کہ فرزند کی بو جنت کی خوشبو ہے
اور حضرت امیر معاویہ نے احنف بن قیس کو بلوایا جب وہ آئے تو دریافت کیا کہ اولاد کے باب مین آپ کیا کہتے ہین انھون نے فرمایا اے
امیر المومنین وہ ہمارے دلون کے میوے اور پشتون کے تکیے ہین ہم انکے حق مین زمین فرمان بردار اور آسمان سایہ دار ہین بڑی بڑی
مہمات مین ہم انھین کی خاطر گھستے ہین اگر وہ کچھ مانگین تو اُنکو دو اور اگر روٹھ جائین تو مناؤ کہ پھر تمکو دل و جان سے چاہینگے اور حتی الوسع
تم سے محبت کرینگے اور تم اُنپر بھاری مت ہو اور سخت مت پکڑو ورنہ تمھاری زندگی سے عاجز ہوکر چاہینگے کہ جلد مر جاؤ اور تمھارے پاس
رہنا اُنکو برا معلوم ہوگا امیر صاحب نے اُنسے فرمایا کہ ای احنف بخدا تمھارے آنے سے پیشتر مین یزید پر جلا بھنا بیٹھا تھا جب احنف رخصت
ہوئے تو امیر صاحب یزید سے خوش ہوئے اور اُسکے پاس دو لاکھ درم اور دو سو تھان بھیجے یزید نے اُسمین سے آدھا احنف کو بانٹ دیا
یعنی لاکھ درم اور سو تھان اُنکے پاس روانہ کیے۔ غرض کہ ان اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کا حق نہایت موکد ہے اور اُنکے حقوق کی بجا آوری
اخوت کے بیان سے تمکو معلوم ہوگئی جسکو ہم پہلے لکھ آئے ہین کیونکہ یہ علاقہ اخوت سے موکدتر ہے بلکہ اسمین دو باتین زائد ہین اول یہ کہ اکثر علما
اس بات پر ہین کہ طاعت والدین کی شبہات مین واجب ہے گو حرام محض مین واجب نہین یہان تک کہ اگر تمھارے بغیر کھانا کھانے سے وہ
ناراض ہوں تو تمکو چاہیے کہ اُنکے ساتھ کھاؤ اسلیے کہ شبہہ کا ترک کرنا ورع ہے اور راضی رکھنا والدین کا واجب تو واجب پر ورع کو تقدیم نہین
ہوسکتی اسی طرح کسی امر مباح یا نفل مین تمکو جائز نہین کہ بدون اُنکی اجازت کے سفر کرو اور فرض اسلام کے حج کو جلد جانا بھی نفل ہے اسلیے
کہ اُسکا ادا تاخیر کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے اور طلب علم کے لیے سفر کرنا بھی نفل ہے مگر اُس صورت مین کہ نماز اور روزہ اور دوسرے فرائض کا علم
حاصل کرنا منظور ہو اور شہر مین کوئی بتانے والا نہ ہو جیسے کوئی شخص مثلاً اول اول اسلام لایا اور شہر مین شریعت اسلامیہ کا سکھانے والا کوئی نہین
تو اس صورت مین والدین کے حقوق کا مقید نہ رہے اور وطن چھوڑ دے ورنہ بدون اُنکی مرضی کے سفر اختیار نہ کرے۔ حضرت ابو سعید خدری رض
فرماتے ہین کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور جہاد کا ارادہ کیا تو آپ نے اُس سے استفسار فرمایا
کہ یمن مین تیرے والدین ہین یا نہین اُسنے عرض کیا کہ ہین آپ نے پوچھا کہ اُنھون نے تجھکو اجازت دے دی اُسنے عرض کیا کہ نہین آپ نے
فرمایا کہ تو اول جاکر اپنے والدین سے اجازت لے اگر وہ اجازت دین تو جہاد کرنا ورنہ جتنا تجھ سے ہوسکے اُنکی اطاعت کرنا کہ یہ امر توحید کے بعد
اور اعمال سے بہتر ہے جنکو تو خدا تعالیٰ کے سامنے لیجائیگا۔ اور ایک اور شخص آپ کی خدمت مین حاضر ہوا کہ جہاد کے باب مین آپ سے مشورہ لے

[Margin notes:] ع اصحاب سنن بروایت بریدہ ۱۲ ... تمھارے مال اور اولاد ہی مین ... ابن عباس ... ۱۲ [illegible]

آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تیری ماں ہے کہ نہیں اُسنے عرض کیا کہ ہے آپ نے فرمایا کہ اُسکے ساتھ رہ کہ جنت اُسکے پاؤن کے تلے ہے۔ اور ایک اور شخص آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اُسکی درخواست تھی کہ ہجرت پر بیعت کرے اور عرض کیا کہ مین آپ کی خدمت مین جب حاضر ہوا ہون کہ اپنے والدین کو رولا آیا ہون آپ نے فرمایا کہ تو اُن دونون کے پاس جا اور جیسا انکو رولایا ہے اُسی طرح انکو ہنسا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ حق کبیر الاخوۃ علی صغیرہم کحق الوالد علی ولدہ۔ اور فرمایا کہ جب تم مین سے کسی کی سواری شوخی کرے یا اُسکی بی بی خواہ اور کوئی گھر والا بدخلق ہو جاوے تو چاہیے کہ اُسکے کان مین اذان کہے یعنی اس سے سواری کی شوخی اور آدمی کی بدخلقی زائل ہو جائیگی

چوتھا بیان مملوک کے حق کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ ملک کی دو قسمین ہین ایک ملک نکاح دوسری ملک رقبہ اول کے حقوق آداب نکاح مین گذر چکے اور ملک رقبہ بھی کچھ حقوق کی مقتضی ہے جنکی رعایت لونڈی غلامون کے ساتھ ضروری ہے اسلیے کہ سب سے پچھلی وصیت آنحضرت صلعم نے یہی فرمائی کہ اپنے لونڈی غلامون کے باب مین خداے تعالی سے ڈرو جو کچھ تم کھاتے ہو اسمین سے انکو کھلاؤ اور جو پہنتے ہو اسمین سے انکو پہناؤ اور انسے ایسے کام بزور مت لو جنکی انکو طاقت نہ ہو اور جو تمکو پسند ہون انکو رہنے دو اور جنکو برا جانو انکو فروخت کر ڈالو اور اللہ تعالی کی مخلوق کو عذاب مت دو کہ خداے تعالی نے انکو تمہارے بس مین کر دیا ہے اور اگر وہ چاہتا تو تمکو انکی ملک مین کر دیتا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مملوک کو کھانا اور لباس اچھی طرح دینا چاہیے اور اس سے زبردستی وہ کام نہ لیا جاوے کہ جسکی اسکو طاقت نہ ہو۔ اور فرمایا لا یدخل الجنۃ خب ولا متکبر ولا خائن ولا سیئ الملکۃ۔ اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہم خادم سے کتنی بار قصور کو معاف کیا کرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا پھر یہ ارشاد فرمایا کہ ہر روز ستر بار معاف کیا کرو۔ اور حضرت عمر رض کا دستور تھا کہ ہر شنبہ کے روز عوالی کو جایا کرتے جو مدینہ منورہ سے تین میل ہے پس اگر کسی غلام کو ایسے کام مین پاتے جسکی طاقت اسکو نہوتی تو اس سے کچھ کام کم کر دیتے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو اپنی سواری پر دیکھا اور اُسکا غلام پیچھے دوڑتا آتا تھا فرمایا کہ اے بندۂ خدا اسکو بھی اپنے پیچھے بٹھا لے کہ وہ تیرا بھائی ہے جیسی جان تجھ مین ہے ویسی ہی اُسمین بھی ہے اُسنے اسکو بھی بٹھا لیا پھر حضرت ابو ہریرہ رض نے فرمایا کہ بندہ اللہ تعالی سے دور ہی ہوتا جاتا ہے جب تک کہ آدمی اُسکے پیچھے پیادہ چلتے ہین اور حضرت ابو درداء رض کی ایک لونڈی نے آپسے عرض کیا کہ مین نے تمکو ایک برس سے زہر دیا مگر تم مین کچھ اثر نہ ہوا آپ نے پوچھا کہ تونے زہر کیون دیا اُسنے عرض کیا کہ اس خیال سے کہ آپ سے رخصت ملجاوے آپ نے فرمایا کہ تو جا مین نے خداے تعالی کی رضا کے لیے تجھکو آزاد کیا۔ اور زہری رض فرماتے ہین کہ جب تو مملوک کو کہے کہ خدا تعالی تجھکو رسوا کرے تو وہ آزاد ہے۔ اور احنف بن قیس سے کسی نے پوچھا کہ کہ تمنے بردباری کس سے سیکھی انھون نے کہا کہ قیس بن عاصم سے سائل نے کہا کہ انکا حلم کیا مشہور ہے کہا کہ وہ اپنے گھر مین بیٹھے تھے کہ اتنے مین انکی لونڈی ایک سیخ کباب کی انکے پاس لائی وہ سیخ اُسکے ہاتھ سے چھوٹ کر انکے لڑکے پر گری جو اُسی وقت زخمی ہو کر مر گیا اُس لونڈی کے حواس جاتے رہے اور نہایت ہراسان ہوئی انھون نے سوچا کہ بدون آزاد کرنے کے اسکا ڈر موقوف نہ ہوگا اُس سے کہا کہ خوف مت کر جا تو آزاد ہے۔ اور عون بن عبد اللہ کا غلام جب انکی حکم عدولی کرتا تو فرماتے کہ تو اپنے آقا کے مثل ہو گیا کہ تیرا آقا اپنے خاوند کی نافرمانی کرتا ہے اور تو اپنے آقا کی نافرمانی کرتا ہے ایک روز اس غلام نے انکو بہت آزردہ کیا تو فرمایا کہ تو یہ چاہتا ہے کہ مین تجھکو مارون سو یہ نہوگا جا تو آزاد ہے۔ اور میمون بن مہران کے پاس ایک لونڈی تھی آپ کے یہان کوئی مہمان آگیا آپ نے لونڈی سے کہا کہ کھانا جلد لے آ وہ ہاتھ مین بھرا پیالہ لیکر جلد چلی اور رپٹی پھسلی کہ وہ پیالہ آقا کے سر پر گر گیا انھون نے فرمایا کہ تو نے مجھکو جلا دیا لونڈی نے عرض کیا کہ اے خیر کے سکھانے والے اور لوگون کے ادب دینے والے اللہ تعالی کے ارشاد کے بموجب کاربند ہوجیے انھون نے پوچھا کہ کہ اللہ تعالی نے کیا ارشاد فرمایا ہے اُسنے کہا کہ وہ فرماتا ہے والکاظمین الغیظ۔ انھون نے فرمایا کہ مین نے اپنے غصہ کو ضبط کیا اُسنے کہا کہ آگے

ا ح نسائی و ابن ماجہ و حاکم بسند معاویہ بن جاہمہ یا جاہمہ صاحب قصہ ہے ۱۲ ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ حاکم بروایت عبد اللہ بن ۱۲ یعنی بھائیون مین بڑے کا حق چھوٹے پر ایسا ہی جیسا باپ کا حق بیٹے پر ابوداؤد در مراسیل بروایت ... عمرو بن عاص ... ابن حبان بروایت ابو ہریرہ ۱۲ ابو منصور دیلمی در مسند ... بروایت حسین بن ... بسند ضعیف ۱۲

یہ ارشاد ہو والعافین عن الناس۔ انھون نے فرمایا کہ مین نے تجکو معاف کیا اُسنے کہا کہ کچھ اور بھی سلوک کیجیے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی واللہ یحب المحسنین انھون نے فرمایا کہ تو خدا تعالی کے لیے آزاد ہی۔ اور ابن منکدر فرماتے ہین کہ ایک شخص نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے غلام کو مارنا اُسنے پر کہنا شروع کیا کہ خدا تعالی کے لیے اور اُسکی رضا کے لیے مجھے چھوڑ دو مگر اس شخص نے معاف نہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کی فریاد سنی اور اس شخص کے پاس قدم رنجہ فرمایا جب اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اپنا ہاتھ روک لیا آپ نے فرمایا کہ اس غلام نے تمکو خدا کے واسطے دیے تم نے معاف نہ کیا اب مجکو دیکھکر دست کش ہوے اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آزاد ہی خدا تعالی کی رضا کے لیے آپ نے فرمایا کہ اگر تم ایسا نہ کرتے تو آتش دوزخ تمہارا مُنھ پھونک دیتی۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ غلام جب اپنے آقا کی خیر خواہی کرتا ہی اور اللہ تعالی کی عبادت اچھی طرح کرتا ہی تو اُسکو دوہرا ثواب ملتا ہی۔ اور جب ابو رافع رضہ آزاد ہوے تو روے اور کہا کہ مجکو دو ثواب ملتے تھے اب ایک جاتا رہا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے تین ایسے شخص پیش کیے گئے جو سب سے پیشتر بہشت مین جائین گے اور تین ایسے جو اول دوزخ مین داخل ہونگے جو تین کہ اول جنت مین جاینگے ایک شہید ہی دوسرا غلام جسنے اپنے پروردگار کی عبادت اچھی طرح کی اور اپنے آقا کی خیر خواہی کی سوم پارسا عیالدار سوال کا تارک اور جو تین دوزخ مین اول جاینگے ایک امیر ظالم دوسرے مالدار کہ خدا تعالی کا حق ادا نہین کرتا تیسرے فقیر شیخی باز۔ اور ابو مسعود انصاری فرماتے ہین کہ مین اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا کہ اتنے مین اپنی پشت کی جانب سے دوبارہ آواز سنی خبردار اے ابو مسعود مین نے جو منھ پھیر کر دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے مین نے کوڑا ہاتھ سے ڈال دیا آپ نے فرمایا کہ بخدا جتنی قدرت تجکو اسپر ہی اس سے زیادہ اللہ تعالی کو تجھ پر قدرت ہی۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جب کوئی تم مین خادم مول لے تو چاہیے کہ اول اُسکو شیرینی کھلائے کہ اُسکے نفس کے حق مین اچھی ہی اس حدیث کو معاذ رضہ نے روایت کیا ہی۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ جب تم مین سے کسی کا خادم اُسکا کھانا لاوے تو چاہیے کہ اُسکو ساتھ بٹھلا کر کھلائے اور اگر ایسا نہ کرے تو اُسکو علیحدہ دے دے اور ایک روایت مین یون ہی کہ جب کسی کے غلام نے کھانا تیار کر کے اسکو پکانے مین دھوئین کی محنت سے بچا دیا اور کھانا اُسکے سامنے لا رکھا تو چاہیے کہ اُسکو بٹھلا کر ساتھ کھلائے ورنہ علیحدہ دے دے یا ایک لقمہ کو روغن مین تر کر کے اُسکے ہاتھ پر رکھدے اور کہے کہ اسکو کھالے اور جب آپ نے فرمایا کہ روغن مین تر کرکے تو ہاتھ سے اشارہ بھی کر دیا کہ ایسے تر کرے۔ اور ایک شخص حضرت سلمان فارسی رضہ کی خدمت مین گیا دیکھا تو آپ آٹا گوندھتے ہین اُسنے عرض کیا کہ آپ کیون گوندھتے ہین خادم کہان ہین فرمایا کہ اُسکو ہم نے اور کام کو بھیجا ہی ہمکو اچھا نہ معلوم ہوا کہ اُسپر دو کام اکٹھے کر دین۔ اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من کانت عندہ جاریۃ فعالہا واحسن الیہا ثم اعتقہا وتزوجہا فذالک لہ اجران۔ اور ایک اور حدیث مین فرمایا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ غرضکہ مملوک کے حقوق مجمل یہ ہین کہ خوراک اور پوشاک مین اُنکو اپنا شریک کرے اور طاقت سے زیادہ کام نہ لیوے اور اُنکی طرف تکبر اور حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور اُنکے قصور معاف کرے اور جب اُنپر غصہ آوے تو یون سوچے کہ مین بھی تو آخر اللہ تعالی کی سرکار کا غلام ہون اُسکی طاعت مین قصور کرتا ہون اور وہ سزا نہین دیتا اگر اُسنے کوئی خطا کی تو کیا عجب ہی حالانکہ خدا تعالی مجھپر زیادہ قادر ہی بہ نسبت اُسکے کہ مین اُسپر قادر ہون۔ فضالہ بن عبید روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصون کے احوال کی پرسش نہ ہوگی ایک وہ جو جماعت سے علیحدہ ہوا اور امام کی نافرمانی کی اور اسی حالت مین مرا ان دونون کی پرسش نہ ہوگی سوم وہ عورت جسکا خاوند چلا گیا اور دنیا کی ضروریات سے اُسکو فارغ کر گیا تھا اُسکے بعد اُسنے بناؤ سنگار کیا اور باہر نکلی تو اُسکی بھی پرسش نہ ہوگی اور تین اور ہین جنکے حال کی پرسش نہ ہوگی ایک یہ کہ اللہ تعالی سے اُسکی چادر مین منازعت کرے اور اُسکی چادر کبریا اور ازار عزت ہی اور ایک وہ شخص کہ اللہ تعالی سے شک ... اور ایک وہ کہ اُسکی رحمت سے ناامید ہو ... چادر کبریا ہی اور ازار عزت ہی بیٹھے

لباد رشال کہتے ہیں یعنی جیسے ایک چادر اور ازار میں دو شریک نہیں ہوتا ویسے ہی خدا تعالیٰ اپنی کبریائی اور عزت میں یکتا ہے اسکا کوئی شریک نہیں۔ باب آداب صحبت تمام ہوا والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً والحمد للہ علی کل عبدہ المصطفیٰ

چھٹا باب عزلت کے آداب کے بیان میں

رباعی
دنیا میں بہت کم ہیں جو ہون خوش خلق
بچنا جو ہو منظور تو ان سے اے حسن
ان لوگون کے ملنے سے بھلی ہو عزلت
وحدت میں سلامت ہے دوئی میں آفت

واضح ہو کہ گوشہ نشینی اور اختلاط میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے میں لوگون کا اختلاف بہت ہے باوجودیکہ ہر ایک میں کچھ خرابیان ہیں جنکے باعث آدمی کو نفرت ہوتی ہے اور کچھ خوبیان ہیں کہ انکی جہت سے رغبت ہوتی ہے اور اکثر عابدون اور زاہدون کا میل اختیار عزلت کی جانب ہے اور اسکو اختلاط پر ترجیح دیتے ہیں اور ہمنے باب پنجم میں جو اختلاط اور اخوت اور الفت کی فضیلت مذکور کی وہ گویا اس مضمون کی مخالفت پڑتی ہے جسکی طرف اکثرون کا میل ہے کہ خلوت اختیار کرتے ہیں اسلیے اس مادہ میں امر حق کو واضح کر دینا ضرور ہوا اور یہ مطلب دو فصلون کے لکھنے سے حاصل ہوگا۔

پہلی فصل اس ذکر میں کہ لوگون کے مذاہب اور اقوال اس باب میں کیا ہیں اور فریقین کے دلائل کیا۔ مذہبون کا اختلاف اس باب میں اتنا ہوا ہے کہ تابعین میں بھی ظاہر ہوا چنانچہ سفیان ثوری اور ابراہیم بن ادہم اور داؤد طائی اور فضیل بن عیاض اور سلیمان خواص اور یوسف بن اسباط اور حذیفہ مرعشی اور بشر حافی کا مذہب یہ ہے کہ عزلت اختیار کرنی چاہیے اور اختلاط پر اسکو فضیلت ہے۔ اور اکثر تابعین یہ فرماتے ہیں کہ اختلاط کرنا اور بہت سے یار اور دوست بنانے اور مومنین سے الفت اور محبت پیدا کرنی اور دین پر انکے سبب سے مدد پانی مستحب ہے اسلیے کہ نیکی اور تقوی پر ایک دوسرے کو مدد دینا اسی صورت میں پایا جاتا ہے جسکا حکم وتعاونوا علی البر والتقوی میں ہے اور اس رائے کی طرف سعید بن مسیب اور شعبی اور ابن ابی لیلیٰ اور ہشام بن عروہ اور ابن شبرمہ اور شریح اور شریک بن عبد اللہ اور ابن عیینہ اور ابن مبارک اور شافعی اور احمد بن حنبل اور دوسرے بہت لوگ مائل ہیں اور علماء نے جو اس باب میں جملے فرمائے ہیں انمین سے بعض مطلق ہیں جنسے دونون رایون میں سے ایک کی جانب میل پایا جاتا ہے اور بعض میں کچھ ایسے کلمات بھی ہیں جنسے میل کی علت معلوم ہوتی ہے اب ہم اول قسم کے جملون کو لکھتے ہیں اور دوسری قسم کے جملون کو وہان لکھینگے جہان خرابیون اور فوائد کا ذکر کرینگے پس کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپنے فرمایا کہ تم اپنا حصہ عزلت میں سے لو۔ اور حضرت ابن سیرین رح فرماتے ہیں کہ عزلت عبادت ہے۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مصاحب ہونے کے لیے کافی ہے اور قرآن مونس ہونے کو اور موت واعظ ہونے کو کفایت ہے اللہ تعالیٰ کو ساتھی بنا لے اور لوگون کو ایک طرف کر۔ اور ابو الربیع زاہد نے داؤد طائی سے کہا کہ مجھکو نصیحت فرمائیے انھون نے فرمایا کہ دنیا سے روزہ رکھ اور آخرت کو اپنے افطار کے لیے مقرر کر اور لوگون سے ایسا بھاگ جیسا شیر سے بھاگتا ہے۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ کچھ جملے مجھکو توریت کے یاد ہیں۔ آدمی نے قناعت کی اور بے پروا ہوا۔ لوگون سے علیحدہ ہوا اور سالم رہا۔ شہوتون کو ترک کیا اور آزاد ہوا۔ حسد کو ترک کیا تو صاحب مروت ہوا۔ تھوڑا صبر کیا تو بہت نفع اٹھایا۔ اور وہیب بن الورد فرماتے ہیں کہ ہمنے سنا ہے کہ حکمت کے دس جزو ہیں نو تو سکوت میں ہیں اور ایک آدمیون سے عزلت اختیار کرنے میں۔ اور یوسف بن اسباط نے علی بن بکار سے کہا کہ آپ تنہائی پر بڑے صابر ہیں اور علی بن بکار ان دنون میں اپنے گھر بیٹھ رہے تھے باہر نکلتے تھے انھون نے جواب دیا کہ جوانی میں تو اس سے بھی زیادہ چیز پر صبر کرتا تھا یعنی لوگون کے پاس بیٹھتا تھا اور ان سے کلام نہ کرتا تھا۔ اور سفیان ثوری رح فرماتے ہیں کہ اب وہ زمانہ

کہ آدمی چپ ہو کر اپنے گھر بیٹھ رہے - اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ ہم ایک کشتی مین سوار تھے اور ہمارے ساتھ ایک جوان شخص علوی بھی اسکو
تھا سات روز ہمارے ہمراہ رہا مگر ہم نے اسکو بولتے نہ سنا آخر ہم نے اس سے کہا کہ خدا تعالی نے ہکو اور تکو سات دن سے یکجا کیا ہے
یہ کیا بات ہے کہ تم ہم سے نہ ملو نہ بولو اُسنے اس مضمون کا قطعہ پڑھا قطعہ کبیر اکم ہو نہ غم ہے بسر کے مرنے کا نہ ڈر ہے یہ کہ کوئی امر فوت ہو گا
یہ علم سیکھا ہے طفل کی چاؤ پوری کر نہ نہایت اسکی ہے تنہائی اور چپ رہنا - اور ابراہیم نخعی رح نے ایک شخص سے کہا کہ علم تحصیل کر پھر عزلت
اختیار کر اور ایسا ہی ربیع بن خثیم نے فرمایا ہے - اور کہتے ہین کہ حضرت مالک بن انس رض جنازون پر آتے تھے اور بیمارون کو پوچھتے اور یار دوستون
ملتے تھے مگر رفتہ رفتہ ایک ایک بات ترک کی یہان تک کہ سب کو چھوڑ دیا اور فرمایا کرتے کہ آسان بات نہین کہ آدمی اپنے سب عذر دل کو بیان ہی
کر دیا کرے - اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح سے کسی نے کہا کہ بہتر ہو اگر آپ کچھ فرصت ہم لوگون کے لیے نکال لین آپ نے فرمایا کہ فرصت
رخصت ہوئی اب خدا تعالی کے پاس ہی فرصت ملیگی - اور فضیل رح فرماتے ہین کہ مین آدمی کا ممنون ہون اگر وہ راستہ مین مجھ سے ملے
اور مجکو سلام نہ کرے اور جب مین بیمار پڑون تو عیادت نہ کرے - اور ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ ربیع بن خثیم اپنے مکان کے دروازہ پر
بیٹھے ہوے تھے کہ اتنے مین ایک پتھر آپ کی پیشانی پر لگا اور اسکو زخمی کیا آپ پیشانی پر سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ اے ربیع
اب تو تجکو نصیحت ہو گئی پھر اٹھکر مکان مین چلے گئے اور اپنے جنازہ کے نکلنے تک پھر کبھی دروازہ پر نہ بیٹھے - اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور
سعید بن زید رض عقیق مین اپنے اپنے گھرون کے اندر بیٹھ رہے مدینہ منورہ مین جمعہ کو نہ آتے تھے یہان تک کہ عقیق ہی مین دونون کا انتقال
ہوا - اور یوسف بن اسباط کہتے ہین کہ مین نے سفیان ثوری رح کو کہتے سنا ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے سوا اور کوئی معبود نہین کہ اب عزلت
ضروری ہو گئی - اور بشر بن عبد اللہ فرماتے ہین کہ لوگون سے شناسائی کم کرو اسلیے کہ تکو کیا خبر ہے کہ قیامت مین تمھارا کیا حال ہو گا اگر بالفرض
رسوائی ہوگی تو تمھارے واقف کار تھوڑے سے ہی ہون تو بہتر ہے - اور کوئی امیر حاتم اصم رح کے پاس گیا اور عرض کیا کہ آپ کو کچھ مجھ سے کام ہو تو
ارشاد فرمایئے انھون نے فرمایا کہ بڑا مطلب یہ ہے کہ نہ تو مجکو دیکھے اور نہ مین تجکو - اور ایک شخص نے سہل تستری رح سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ آپ کے
ساتھ رہون آپ نے فرمایا کہ ہم دونون مین سے جب ایک شخص مر جائیگا اُسوقت کون ساتھ ہوگا جو اُسوقت ساتھی ہو اُسی کے ساتھ رہنا چاہیے
اور فضیل رح سے کسی نے کہا کہ تمھارا لڑکا علی یہ کہتا ہے کہ کاش مین ایسی جگہ ہون کہ لوگون کو دیکھون اور وہ مجکو نہ دیکھین فضیل رح رو پڑے اور کہا
افسوس ہے علی کے حال پر اُسنے بات کہی مگر ادھوری کہی پوری جب ہوتی کہ یون کہتا کہ نہ مین لوگون کو دیکھون نہ وہ مجھے دیکھین - اور یہ بھی فضیل کا
قول ہے کہ بہت سے لوگون سے شناسائی ہونی آدمی کے عقل کے ضعیف ہونے کی علامت ہے - اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ مجلسون
مین سے افضل وہ ہے جو تمھارے گھر کے اندر ہو کہ نہ تم کسی کو دیکھو اور نہ کوئی تکو دیکھے - غرضکہ جو لوگ عزلت کی طرف مائل ہین یہ انکے
اقوال ہین اب مناسب ہے کہ اس فصل کو دو بیانون مین تقسیم کیا جاے اور ہر ایک بیان مین فریقین کی حجتین اور انکا خلل ذکر کیا جا
پہلا بیان اُن لوگون کی حجتون کے ذکر مین جو اختلاط کی طرف مائل ہین اور اُن حجتون کے ضعیف ہونے کی وجہ ان لوگون کی اول دلیل
یہ آیت ہے ولاتکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا الآیہ - اور یہ آیت واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم کہ اس آیت مین اللہ تعالی
نے لوگون پر اپنا احسان بتایا کہ انہین سبب الفت پیدا کیا اور یہ دلیل ضعیف ہے اسلیے کہ تفرق سے مراد اس آیت مین قرآن مجید اور اصول
شریعت مین رایون کا جدا ہونا اور نہ ہونا ان کا اختلاف ہے اور الفت سے یہ غرض ہے کہ دلون مین سے اُن کینون کو نکال ڈالا جو موجب فتنہ
اور باعث خصومات ہون اور عزلت ان امور کی منافی نہین یہ باتین اسمین بھی ممکن ہین - دوسری دلیل یہ حدیث شریف ہے المؤمن الف مالوف
ولاخیر فیمن لایالف ولایولف اور یہ بھی ضعیف ہے اسلیے کہ اسمین اشارہ بدخلقی کی برائی کی طرف ہے جسکے سبب سے الفت نہین ہو سکتی اسکا
مصداق وہ شخص نہین ہے جو خوش خلق ہو اور اگر اختلاط کرے تو خود دوسرون سے الفت کرے اور دوسرے اس سے الفت کرین لیکن اپنے

نفس کی سلامتی اور اصلاح کے بارے اختلاط کو ترک کردیا ہو تیسری دلیل یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من فارق الجماعۃ فمات
میتۃ جاہلیۃ اور ایک حدیث مین یون ارشاد فرمایا من شق عصا المسلمین والمسلمون فی اسلام دامج فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ اور یہ دلیل بھی
ضعیف ہو اسلیے یہ جماعت سے یہان وہ جماعت مراد ہو جو ایک امام کی بیعت پر متفق ہو گئی ہو تو جو شخص اُن لوگون کے خلاف کریگا وہ
باغی ہوگا تو جدائی سے غرض راے کی مخالفت ہو اور یہ اسلیے ممنوع ہو کہ مخلوق کے لیے ایک امام ضرور ہونا چاہیے جسکی وہ اطاعت کرین
اور سب اسپر متفق ہو جائین اور یہ صورت بدون اکثرون کی بیعت کے ہو نہین سکتی اسلیے اِس امر مین مخالف ہونا معاملۂ دینی کو برہم کرنا اور فتنہ کو
برپا کرنا ہو اسمین عزلت کا کچھ ذکر نہین۔ چوتھی دلیل یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ ترک ملاقات سے منع فرمایا۔
چنانچہ ارشاد فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے اور مرجاے تو دوزخ مین جاویگا۔ اور فرمایا کسی مرد مسلمان کو حلال
نہین کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے اور جو ملاقات مین سبقت کریگا وہ جنت مین داخل ہوگا۔ اور فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو
چھ دن سے زیادہ چھوڑے تو وہ مثل اُسکے قاتل کے ہو پس اگر آدمی عزلت کریگا تو بالکل دوست آشناؤن کو چھوڑ دیگا جو اِن احادیث
کے رو سے ممنوع ہو اور یہ دلیل بھی ضعیف ہو کیونکہ اِس چھوڑنے سے مراد یہ ہو کہ لوگون سے ناراض ہو کر بات کرنی اور سلام اور معمولی
اختلاط ترک کرے اسمین یہ صورت داخل نہین کہ بدون ناراضی کے اختلاط ترک کردے علاوہ اسکے دو جگہ مین تین دن سے زائد بھی ترک اختلاط
درست ہو ایک یہ کہ معلوم ہو کہ تین دن سے زائد چھوڑنے مین دوسرا شخص درست ہو جائیگا دوم یہ کہ اپنی سلامتی اسی مین سمجھے اور ممانعت
حدیث کی ہر چند عام ہو مگر اُس سے یہ دونون صورتین مخصوص و مستثنیٰ ہین اسلیے کہ حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اُنکو ذوالحجہ اور محرم اور صفر کے کچھ دنون تک چھوڑ دیا تھا اور حضرت عمر رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج
مطہرات کو ایک مہینے کو ترک کیا تھا اور اُنسے قسم کھائی تھی اور اپنے اُس مقام مین جہان بیٹھ گئے تھے جسمین آپکا غلہ وغیرہ رہتا تھا اسمین
انتیس دن ٹھیرے جب آپ اُترے تو عرض کیا گیا کہ آپ تو انتیس دن رہے آپ نے فرمایا کہ مہینا کبھی انتیس دن کا ہوتا ہو۔ اور حضرت عائشہ رضہ
سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مرد مسلمان کو حلال نہین کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زائد چھوڑے مگر اُس
صورت مین کہ اُسکے شر سے مخفوظ و مامون نہو۔ تو اِس حدیث مین تخصیص کی صراحت موجود ہو اور حضرت حسن بصری رح کا قول بھی اسی حدیث پر
مبنی ہو کہ آپ نے فرمایا کہ احمق سے جدا رہنا خداے تعالیٰ کے قریب ہو یعنی زندگی بھر اُس سے جدائی چاہیے کیونکہ حماقت علاج ممکن نہین
اور محمد بن عمر واقدی کے سامنے کسی نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ترک ملاقات کی اور مرتے دم تک نہ ملا اُنھون نے کہا کہ یہ بات
پہلے بھی کچھ لوگون نے کیا ہو چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضہ نے عمار بن یاسر رضہ سے ملاقات ترک کی یہان تک کہ دونون کی وفات ہوئی
اور حضرت عثمان غنی رضہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضہ سے ملتے نہ تھے اور حضرت عائشہ رضہ نے حضرت حفصہ رضہ کو چھوڑ دیا تھا اور طاؤس رح نے
وہب بن منبہ رح سے ملاقات زندگی بھر کو چھوڑ دی تھی اور یہ جدائی اِس بات پر محمول ہو کہ اِن بزرگون نے اپنی سلامتی اسی مین دیکھی تھی۔
پانچوین دلیل یہ ہو کہ مروی ہو کہ کوئی شخص کوہستان مین گیا کہ وہان عبادت کرے اُسکو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین
لاے آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کر اور تم مین سے کوئی ایسا نہ کرے اسلیے کہ بعض اسلام کے مواقع مین تم مین سے کسی کا رہنا تنہائی چالیس برس
عبادت سے بہتر ہو۔ اور غالبًا یہ اسلیے فرمایا تھا کہ اُسوقت ابتداء اسلام مین جہاد بہت ضرور تھا اور عزلت سے جہاد چھوٹا جاتا تھا چنانچہ حضرت
ابوہریرہ رضہ سے مروی ہو کہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین جہاد کو نکلے ہمارا گذر ایک گھاٹی پر ہوا جسمین ایک چھوٹا سا
چشمہ شیرین پانی کا تھا ایک شخص نے ہم مین سے کہا کہ خوب ہو کہ اِس گھاٹی مین لوگون سے علیحدہ ہو کر مین عزلت کرون مگر جب تک آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر نہ کرلونگا تب تک ایسا نہ کرونگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو ارشاد فرمایا کہ ایسا نہ کر کیونکہ خدا کی راہ مین تم

کسی کا ٹھیرنا اپنے گھر میں ساٹھ برس عبادت کرنے سے بہتر ہی کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ خداے تعالی تمھاری مغفرت کرے اور تم جنت میں داخل ہو اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کرو اسلیے کہ جو کوئی خدا کی راہ میں اتنی دیر لڑیگا جتنی دودھ کی دو دھارین نکالنے کے بیچ میں عرصہ ہوتا ہی تو اللہ تعالی اُسکو جنت میں داخل کریگا چھٹی دلیل یہ ہی کہ حضرت معاذ بن جبل رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ القاصیۃ والناحیۃ والشاذۃ وایاکم والشعاب وعلیکم بالعامۃ والجماعۃ والمساجد اور اس حدیث میں ایسا شخص مراد ہی جو علم کی تکمیل سے پیشتر عزلت کرے اور اسکا بیان عنقریب آویگا اور یہ بھی کہ قبل تحصیل علم عزلت منع ہی مگر ضرورت کے لیے مضائقہ نہیں۔

دوسرا بیان اُن لوگون کے دلائل کے ذکر میں جو عزلت کی تفضیل طرف مائل ہیں اور وجہ اُنکے ضعیف ہونے کی۔ اُن لوگون کی دلیل اول یہ ہی کہ خداے تعالی حضرت ابراہیم کا قول نقل فرماتا ہی واعتزلکم وما تدعون من دون اللہ وادعو ربی الآیہ اور ارشاد فرمایا فلما اعتزلہم وما یعبدون من دون اللہ وہبنا لہ اسحق ویعقوب وکلا جعلنا نبیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نعمت عزلت کے باعث سے ملی اور یہ دلیل ضعیف ہی اسلیے کہ ہر کافرون کے اختلاط سے یہی فائدہ ہی کہ اُنکو اسلام کی طرف بلاوین اور جب اُس سے ناامید ہو اور جان لیا کہ جاہئے یہ لوگ نہ مانینگے تو بجز اُنکو چھوڑ دینے کے اور کوئی صورت نہیں اور گفتگو مسلمان کے اختلاط میں ہی کہ اُنکے ملنے سے برکت ہوتی ہی چنانچہ مروی ہی کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مٹی کے ڈھکے ہوے برتنون سے وضو کرنا زیادہ پسند ہی یا ان پانی کے حوضون سے جنسے لوگ طہارت کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ ان پانی کے حوضون سے وضو کرنا محبوب ہی اسوجہ سے کہ مسلمانون کے ہاتھون کی برکت حاصل ہو۔ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خانہ کعبہ کا طواف کیا تو چاہ زمزم کی طرف توجہ فرمائی کہ اُسکا پانی نوش فرمائین اتنے مین دیکھا کہ چمڑے کے کٹرون مین کھجورین بھیگی ہوئی ہین اور لوگون نے اُنکو ہاتھون سے مل دیا ہی اور اُسی کو لے لے کر پی رہے ہین آپ نے فرمایا کہ مجھکو بھی اسمین سے پلاؤ حضرت عباس رض نے عرض کیا کہ یہ تو نبیذ ہی کہ ہاتھون سے ملا اور چھولا گیا ہی آپ فرمائین تو آپکے لیے ان ڈھکے ہوے گھڑون میں سے جو مکان کے اندر ہین ستھرا شربت لا دون آپ نے فرمایا کہ مجھکو اسی میں سے پلاؤ جس میں سے لوگ پیتے ہین مین مسلمانون کے ہاتھون کی برکت کا خواہان ہون غرضکہ اُسمین سے نوش فرمایا۔ حاصل یہ کہ کفار اور اصنام سے عزلت کرنے سے یہ لازم نکلتا ہے کہ مسلمانون سے عزلت چاہیے حالانکہ اُنکے اختلاط میں بہت سی برکت ہی۔ دوسری دلیل یہ ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ کہا تھا وان لم تؤمنوا لی فاعتزلون یعنی یاس کی صورت میں آپ نے عزلت کی طرف التجا کی اور اصحاب کہف کے حال میں اللہ تعالی فرماتا ہی واذ اعتزلتموہم وما یعبدون الا اللہ فأووا الی الکہف ینشر لکم ربکم من رحمتہ انہین عزلت کے لیے امر کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب قریش نے ایذا دی اور آپ پر جفا کی تو آپ اُنسے علیحدہ ہو کر پہاڑ کی گھاٹی مین چلے گئے اور اپنے یاران خاص کو عزلت کا اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ سب ہجرت کر گئے اور جب اللہ تعالی نے اپنا بول بالا کیا سب مدینہ منورہ میں آپ سے جا ملے۔ اس دلیل میں بھی یہی بات ہی کہ کافرون سے جسوقت یاس ہوئی اُنسے عزلت اختیار کی یہ نہیں ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون سے عزلت کی ہو یا کافرون میں سے جسکے مسلمان ہونے کی توقع تھی اُس سے علیحدگی اختیار فرمائی ہو۔ اور اصحاب کہف نے باہم ہرگز عزلت نہیں کی حالانکہ سب ایماندار تھے بلکہ کفار سے علیحدگی کی تھی اور گفتگو مسلمانون سے عزلت کرنے میں ہی پس اصحاب کہف کی عزلت حجت نہیں ہو سکتی۔ تیسری دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقبہ بن عامر جہنی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات کی کیا صورت ہی آپ نے فرمایا کہ اپنے مکان ہی کے ہو رہو اور اپنی زبان بند کرو اور اپنی خطا پر رؤو اور مروی ہی کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا

کہ کونسا آدمی افضل ہی آپ نے ارشاد فرمایا مومن مجاہد بنفسہ ومالہ فی سبیل اللہ تعالیٰ قیل ثم من قال رجل معتزل فی شعب من الشعاب یعبد ربہ ویدع الناس من شرہ - اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ان اللہ یحب العبد التقی الغنی الخفی - اور ان احادیث سے حجت لانے مین بحث ہی اسلیے کہ آپ کا ارشاد عقبہ بن عامر کو اسوجہ سے تھا کہ آپ نے اُنکا حال نور نبوت سے دریافت کرلیا تھا کہ اُنکے حق مین گھر مین بیٹھا رہنا اختلاط کی نسبت کرلائق اور سالم تر ہی کیونکہ سب اصحاب کو آپ نے یہ حکم نہین دیا اور ایسا اکثر ہوتا ہی کہ کسی شخص کے حق مین عزلت ہی مین سلامتی ہوتی ہی نہ اختلاط مین جیسے بعض کے حق مین گھر بیٹھ رہنا اچھا ہوتا ہی جہاد مین جانے سے اور اس سے یہ نہین پایا جاتا کہ مطلقاً ترک جہاد افضل ہو اور لوگون کے اختلاط مین مجاہدہ اور مشقت ہوا کرتی ہی اور اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ جو شخص لوگون سے اختلاط کرتا ہی اور اُنکی ایذا پر صبر کرتا ہی وہ اُسکی نسبت کہ بہتر ہی جو لوگون سے نہ ملے اور اُنکی ایذا پر صبر نہ کرے اور اسی امر پر ارشاد آپ کا محمول ہی رجل معتزل یعبد ربہ ویدع الناس من شرہ یعنی اسمین اشارہ اُس شخص کی طرف ہی جو سرشت مین شریر ہو اور لوگ اُسکے اختلاط سے ایذا پاوین اور یہ جو آپ کا ارشاد ہی ان اللہ یحب التقی الخفی الخفی - اسمین اشارہ ہی گمنامی کے اختلاط کرنے اور شہرت سے محترز رہنے کے لیے اور یہ امر عزلت سے متعلق نہین اسلیے کہ بہت سے راہب ایسے ہوتے ہین کہ اُنکو تمام خلق جانتی ہی اور بہت اختلاط کرنے والے ایسے ہین کہ اُنکی شہرت کچھ بھی نہین ہوتی تو پھر ایسی حدیث کو حجت ٹھہرانا جو عزلت سے متعلق ہی نہین کیا مفید ہوگا - چوتھی دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ کو ارشاد فرمایا کہ کیا مین تمکو سب لوگون مین سے بہتر کو نہ بتادون اُنھون نے عرض کیا کہ کیون نہین آپ ارشاد فرمادیجیے آپنے اپنے دست مبارک سے مغرب کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا کہ بہتر وہ شخص ہی جو خدا تعالیٰ کے راستہ مین اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے منتظر ہی کہ خود دھاوا کرے یا دوسرے لوگ اُسپر دھاوا کرین اور مین تمکو وہ بھی بتائے دیتا ہون جو بعد اُسکے سب سے اچھا ہی اور اپنے ہاتھ سے حجاز کی طرف کو اشارہ کرکے فرمایا کہ اُسکے بعد وہ آدمی ہی جو بکریون کے گلہ مین نماز ادا کرتا ہی اور زکوٰۃ دیتا ہی اور اپنے مال مین خدا تعالیٰ کا حق پہچانتا ہی اور لوگون کے شرون سے الگ ہی اب فریقین کی حجتین بیان کرنے کے بعد ہم کہتے ہین کہ دونون جانب کی دلیلون سے خاطر خواہ تسکین نہین ہوتی اسلیے ضرور ہوا کہ عزلت کے فوائد اور ضررون کو مفصل لکھکر اور ایک کو دوسرے مقابل کرکے دیکھین تاکہ امر حق واضح ہو جاوے -

دوسری فصل عزلت کے فوائد اور آفات مین اور اُسکی فضیلت کے باب مین امر حق کی توضیح مین - واضح ہو کہ عزلت اور اختلاط مین لوگون کا اختلاف ایسا ہی جیسا نکاح اور تجرد کی فضیلت مین اختلاف ہی اور باب النکاح مین ہم ذکر کر چکے ہین کہ مطلق فضیلت ایک کو دوسرے پر نہین کہہ سکتے بلکہ احوال اور اشخاص کے لحاظ سے کسی کے حق مین نکاح افضل ہی اور کسی کے حق مین ترک نکاح چنانچہ نکاح کی آفات و فوائد مفصل بیان کرکے ہم نے اِس حکم کو متفرع کیا ہی پس اسیطرح ہم مضمون متنازع فیہ کو بیان کرتے ہین اور اول عزلت کے فوائد کو لکھتے ہین عزلت کے فوائد دو قسم ہین ایک دنیاوی اور ایک دینی فوائد دینی جیسے تنہائی مین عبادت اور فکر اور تربیت علمی پر مواظبت کرنے سے طاعتون کا حاصل کرنا یا جن منہیات کا مرتکب ہونا اختلاط پر منحصر ہی اُنسے بچا رہنا مثلاً ریا اور غیبت کرنا اور امر معروف اور نہی منکر سے ساکت رہنا اور جلیسان بد کے بُرے اخلاق اور خبیث اعمال کا اپنی طبیعت مین آجانا وغیرہ اور فوائد دنیاوی یہ ہین کہ خلوت مین تحصیل پر قادر ہونا جیسے پیشہ ور تنہائی مین اپنا کام خوب کرتے ہین اور اُن خرابیون سے بچا رہنا جو اختلاط کی صورت مین پیش ہوتی ہین مثلاً دنیا کی بہار کو تاکنا اور لوگون کا بہمہ تن اُسکی طرف متوجہ ہونا اور خود دوسرون کی چیز پر طمع کرنا اور اپنی چیز مین دوسرون کا طمع کرنا اور اختلاط کی جہت سے پردہ مروت کا دور ہونا اور ہمنشین کی بُری عادت سے ایذا پانا یعنی بات کاٹنے یا بدگمان ہونے یا چغلی کھانے یا باہم حسد کرنے سے یا اُسکی بدصورتی اور گرانی سے ایذا پانا کہ عزلت کے باعث اِن سب سے محفوظ رہتا ہی غرضکہ سب فوائد عزلت کے یہی ہین انکو ہم چھ فائدون مین منحصر کرتے ہین

ح ایمان والا ... جو اپنی جان و مال سے خدا کی راہ میں کوشش کرے عرض کیا کہ پھر کون فرمایا وہ شخص جو کسی گھاٹی میں ... گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں اپنے رب کی عبادت کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے - بخاری و مسلم بروایت ابی سعید ۱۲

پہلا فائدہ عزلت کا یہ ہے کہ عبادت اور فکر کے لیے فارغ ہونا اور خلق کی مناجات کے عوض میں اللہ تعالیٰ کی مناجات سے اُنس حاصل کرنا اور معاملۂ دین و دنیا اور ملکوت زمین و آسمان میں اسرار الٰہی کے معلوم کرنے میں لگا رہنا نصیب ہوتا ہے کیونکہ یہ امور فراغ کو چاہتے ہیں اور اختلاط کی صورت میں فراغ میسر نہیں پس عزلت ہی ان امور کا وسیلہ ہوتی ہے اور اسیلیے کسی حکیم نے کہا ہے کہ کوئی شخص بدون کتاب اللہ کے تمسک کے خلوت نہیں کرسکتا اور جو لوگ کتاب اللہ پر تمسک کرتے ہیں وہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دنیا سے راحت پائی اور اللہ تعالیٰ کی یاد ہی کے سبب سے کرتے ہیں ذکر اللہ ہی پر زندہ رہے اور ذکر اللہ ہی پر وفات پائی اور ذکر اللہ ہی پر اللہ تعالیٰ سے ملے اور اسمیں شک نہیں کہ ایسے لوگوں کو اختلاط فکر اور ذکر سے مانع ہوتا ہے اسیلیے اُنکے حق میں عزلت ہی بہتر ہے اور یہی وجہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا میں جبل حرا پر سب سے علیحدہ ہوکر عزلت فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ میں نور نبوت قوی ہوگیا پھر مخلوق آپ کو اللہ تعالیٰ سے حاجب نہ ہوتی تھی ظاہر کے بدن سے آپ مخلوق کے ساتھ تھے اور دل سے متوجہ الی اللہ حتیٰ کہ لوگوں کو گمان تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے خلیل ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا کہ ہماری ہمت والا ہمت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مستغرق ہے اور ارشاد فرمایا لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکن صاحبکم خلیل اللہ اور ظاہر میں لوگوں سے ملا رہنا اور باطن میں ہمہ تن خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا بجز ذوی نبوت کے اور کسی کی مجال نہیں ایسا نہو کہ ہر ضعیف شخص اپنے نفس سے دھوکے میں آکر اس مرتبہ کی طمع کرنے لگے اور بعض اولیاء اللہ کا درجہ اسقدر ہو جاتا کچھ بعید بھی نہیں چنانچہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں تیس برس سے اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتا ہوں اور لوگوں کو گمان ہے کہ ہم سے باتیں کرتے ہیں اور یہ بات اُس شخص کو میسر ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں اتنا ڈوبے کہ اسمیں غیر کی گنجایش نہ رہے اور ایسا ہونا محال نہیں اسیلیے کہ یہ تو مخلوق کے عاشقوں کا حال بھی ہو جاتا ہے کہ ظاہر میں لوگوں سے ملتے ہیں مگر یہ نہیں سمجھتے کہ خود کیا کہتے ہیں اور وہ اُنسے کیا گفتگو کرتے ہیں کیونکہ محبوب کی فریفتگی دل پر کمال درجہ کی ہوتی ہے بلکہ جس شخص پر دنیاوی امور کے باب میں کوئی سخت تردد آپڑتا ہے تو بعض اوقات اُسکی فکر میں ایسا ڈوبتا ہے کہ لوگوں سے ملتا ہے مگر کسی کو نہیں پہچانتا اور نہ اُنکی آواز سنتا ہے اور عاقلوں کے نزدیک آخرت کا معاملہ بہت بڑا ہے اگر اسکی فکر میں آدمی کا ایسا حال ہو جاوے تو کیا بعید ہے مگر اکثروں کے لیے عزلت سے مدد لینا بہتر ہے اور یہی وجہ کسی حکیم سے جو پوچھا گیا کہ خلوت سے لوگوں کی غرض کیا ہے تو اُسنے جواب دیا کہ اس سے یہ مطلوب ہے کہ فکر دائم ہو جائے اور علوم دلوں میں ثابت اور مستحکم ہوں تاکہ عمدہ طور سے زندگی کریں اور شیرینی معرفت کی چکھیں۔ اور کسی راہب سے کہا گیا کہ تم تنہائی پر بڑے صابر ہو اُسنے کہا کہ میں تو تنہا نہیں رہتا اپنے پروردگار کا ہمنشین ہوں جب میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے کچھ فرمائے تو اُسکی کتاب پڑھنے لگتا ہوں اور اگر چاہتا ہوں کہ میں اُس سے کچھ کہوں تو نماز پڑھتا ہوں۔ اور کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ زہد اور عزلت نے تمکو کیا چیز ملی اُسنے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا اُنس۔ اور سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو شام کے شہروں میں دیکھا اور عرض کیا کہ خراسان کو آپ نے بالکل چھوڑ دیا فرمایا کہ مجھکو آرام اسی جگہ ملا ہے کہ میں اپنا دین ایک پہاڑ سے دوسرے پر لیے پھرتا ہوں اگر مجھکو کوئی دیکھ پاتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ شخص وسواسی ہے یا کوئی شتربان خواہ ملاح ہے۔ اور غزوان رقاشی سے کسی نے کہا کہ ہم نے مانا کہ تم ہنستے نہیں مگر اپنے دوستوں کے پاس بیٹھنے سے کونسی چیز مانع ہے انھوں نے کہا کہ جس سے مجھے غرض تھی اُسکی ہمنشینی سے میرے دل کو راحت مل گئی اور دوستوں کے پاس بیٹھنے سے کیا مطلب رہا اور حضرت حسن بصری سے لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک شخص ہے کہ ہم نے اُسکو جب دیکھا ہے تو تنہا ایک ستون کی آڑ میں بیٹھا دیکھا ہے وہ آپ کی مجلس میں شریک نہیں ہوتا آپ نے فرمایا کہ اگر تم دیکھو تو مجھکو اطلاع کرنا چنانچہ ایک روز اُسکو دیکھکر آپ سے کہدیا کہ وہ شخص ہے جسکا حال ہم نے آپ سے کہا تھا آپ اُسکے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ای بندۂ خدا مجھکو معلوم ہوتا ہے کہ تمکو عزلت پسند ہے مگر کیا بات ہے کہ تم لوگوں کے پاس نہیں بیٹھتے انھوں نے جواب دیا کہ ایک ایسا ہی معاملہ ہے جسنے مجھکو لوگوں سے روک دیا ہے آپ نے فرمایا کہ پھر اسی شخص کے پاس

بٹھا کر و جسکو حسن کہتے ہین اُسنے کہا کہ مین ایسے امر مین لگا ہون کہ نہ مجھے لوگون کے پاس بیٹھنے کی فرصت ہی نہ حسن کے پاس آپ نے پوچھا کہ میان صاحب وہ کون سا امر ہی اُسنے کہا کہ صبح اور شام مجھپر خداے تعالی کی نعمت ہوتی رہتی ہی اور مین گناہ کرتا ہون تو مین نے یہ بہتر سمجھا کہ نعمت الٰہی پر اُسکا شکر کرون اور اپنے گناہ سے اُس سے مغفرت کی درخواست کرون پس ان دونون باتون سے مجھکو فرصت نہین ملتی آپ نے فرمایا کہ ای بندۂ خدا میرے نزدیک تو حسن سے زیادہ سمجھتا ہی جو کام کرتا ہی اُسی کو لپٹا رہ کہتے ہین کہ حضرت اویس قرنی بیٹھے ہوے تھے کہ اُسنے مین ہرم بن حیان اُنکی خدمت مین حاضر ہوے اُنھون نے پوچھا کہ کیسے آئے اُنھون نے جواب دیا کہ تم سے اُنس حاصل کرنے کو آیا ہون حضرت اویس نے فرمایا کہ مجھے ایسا کوئی نہین معلوم ہوتا کہ اپنے پروردگار کو پہچان کر اُسکے غیر سے اُنس حاصل کرے۔ اور فضیل رح کا قول ہی کہ جب مین رات آتی دیکھتا ہون تو خوش ہوتا ہون اور کہتا ہون کہ اب اپنے پروردگار سے خلوت کرونگا اور جب دیکھتا ہون کہ صبح ہو گئی تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہون کہ اب لوگ مجھکو آ گھیرینگے اور کوئی ایسا شخص میرے پاس آ جاویگا جو مجھکو میرے پروردگار سے غافل کر دیگا اور عبد اللہ بن زید کہتے ہین کہ خوش حال اُن لوگون کا جنھون نے دنیا مین بھی عیش کی اور آخرت مین بھی عیش کرینگے لوگون نے پوچھا یہ کس طرح ہوگا اُنھون نے فرمایا کہ دنیا مین تو اللہ تعالی سے مناجات کرتے رہے اور آخرت مین اُسکے پروس مین رہینگے۔ اور ذوالنون مصری رح فرماتے ہین کہ اہل ایمان کی خوشی اور لذت اسی مین ہی کہ تنہائی مین اپنے پروردگار سے مناجات کیا کرے اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ جسکو مخلوق کی ہم کلامی کے عوض مین خداے تعالی کی ہم کلامی سے اُنس حاصل نہو وہ کم علم اور دل کا اندھا ہی اُسنے اپنی عمر مفت کھو دی۔ اور ابن مبارک رح فرماتے ہین کہ کیا اچھا حال ہی اُس شخص کا جو حضرت اللہ تعالی کا ہو رہے۔ اور ایک شخص نقل کرتے ہین کہ مین شام کی سیر کرتا پھرتا تھا کہ ایک عابد کو کسی پہاڑ سے نکلتے دیکھا اُسنے جو مجھکو دیکھا تو ایک درخت کی آڑ مین چھپ گیا مین نے اُسکے پاس جا کر کہا کہ سبحان اللہ آپکو اتنا بخل ہی کہ یہ بھی گوارا نہین کرتے کہ مین تمکو دیکھون اُسنے کہا کہ میان صاحب اصل یہ ہی کہ مین اس پہاڑ مین مدت دراز سے اپنے دل کا علاج کر رہا ہون کہ دنیا اور اہل دنیا سے صبر کرے اور اس باب مین مین نے بہت مشقت اُٹھائی اور عمر صرف کی ہی اور اللہ تعالی سے دعائین مانگی ہین کہ ایسا نہ کرنا کہ مجھے جد و جہد اور مشقت کے اور کچھ ہاتھ نہ لگے بارے اللہ تعالی نے میرے دل کا اضطراب دور کیا اور تنہائی اور علیحدگی سے اسکو مانوس کر دیا اب جو مین نے تمکو دیکھا تو یہ خوف ہوا کہ کہین دل کا حال پھر پیشتر کا سا نہو جاوے پس تم مجھسے علیحدہ رہو کہ مین تمھارے شر سے پناہ مانگتا ہون رب العارفین اور حبیب القانتین کی پھر ایک نعرہ مارا کہ آہ افسوس دنیا مین اتنا زیادہ ٹھہرے پھر میری طرف سے منہ پھیر لیا اور ہاتھون کو جھٹک کر کہا کہ ای دنیا مجھ سے علیحدہ رہ میرے سوا کسی اور کو اپنی زینت دکھا اور جو تجھکو چاہے اُسکو دھوکا دے پھر کہا پاک ہی وہ ذات جسنے اپنی خدمت کی لذت اور اپنی طرف منقطع ہونے کی حلاوت عارفون کے دلون کو ایسی چکھائی جس سے اُنکے دل بہشت اور حورون کی یاد بھول گئے اور اُنکی ہمتون کو صرف اپنی ہی یاد مین لگا دیا کہ اُنکے نزدیک کوئی چیز اُسکی مناجات سے بڑھ کر مزہ دار نہین پھر قدوس قدوس کہتا ہوا چلا گیا۔ غرضکہ تنہائی مین اللہ تعالی کے ذکر سے اُنس اور اُسکی معرفت کی کثرت ہوتی ہی اور اسی باب مین کسی نے یہ مضمون کہا ہی قطعہ

مجھکو بیہوشی نہین ہی جا کر بیہوش ہوا ہون ؛ تا ملاقی ہو دوست شاید تیرا اور میرا خیال ؛ ہمنشینون سے الگ ہوتا ہون مین اس تاک مین ؛ تا کرون فرصت سے اپنے دل مین تیری قیل و قال ؛

اور یہین وجہ کسی حکیم نے کہا ہی کہ جب آدمی اپنے آپ مین کوئی فضیلت نہین پاتا تو خود اپنے نفس سے وحشت کرتا ہی اور اسی وجہ سے لوگون سے بہت یاری کر کے وحشت اپنے نفس پر سے دفع کرتا ہی لیکن جسمین خود کہ اُسکی ذات مین فضیلت ہوتی ہی تو تنہائی کو تلاش کیا کرتا ہی تاکہ خلوت کے باعث فکر پیدا ہوے اور علم و حکمت کو ظاہر کرے۔ اور کہتے ہین کہ آدمیون سے اُنس حاصل کرنا افلاس کی نشانی ہی حاصل یہ کہ خلوت سے فراغ کا ملنا بہت بڑا فائدہ ہی مگر بعض خواص کے حق مین ہی نہ کل کے لیے اور جس شخص کو ذکر دائمی سے اللہ تعالی کے ساتھ اُنس میسر ہو اور دوام فکر سے خداے تعالی کی معرفت مین استحکام ہوتا ہو اُسکے حق مین جتنی باتین کہ اختلاط سے

اختلاطات سے متعلق ہیں پہ ان سب کی نسبت کہ تنہا رہنا افضل ہے اسلیے کہ علت غائی تمام عبادات کی اور ثمرہ سب معاملات کا یہ ہے کہ آدمی اللہ کا محب اور عارف ہو اور ایسے حال میں مرے اور محبت جبھی ہوتی ہے کہ دوام ذکر سے انس حاصل ہو اور معرفت بدون دوام فکر کے نہیں ہوتی اور ان دونوں کے لیے فارغ ہونا محبت اور معرفت دونوں کے لیے شرط ہے اور اختلاط کے ساتھ فراغ نہیں ہو سکتا۔

دوسرا فائدہ عزلت کا یہ ہے کہ جو گناہ آدمی کو اکثر اختلاط سے پیش ہوا کرتے ہیں اور تنہائی میں آدمی ان سے محفوظ رہتا ہے انسے بچا رہتا ہے اور وہ گناہ چار ہیں غیبت اور ریا اور چپ رہنا امر معروف اور نہی منکر سے اور چوری پوری طبیعت میں اخلاق خبیثہ اور اعمال خبیثہ کا داخل ہونا جنکا باعث حرص دنیا دی ہوتی ہے غیبت کا تو یہ حال ہے کہ اگر آپ آفات زبان کو اس کتاب کی جلد سوم میں مطالعہ کریں گے غیبت کی قسمیں معلوم کروگے تو جانوگے کہ اختلاط کی صورت میں اس سے بچا رہنا ایک بڑا کام ہے بجز صدیقوں کے اور کوئی نہیں بچ سکتا اسلیے کہ لوگوں کی عادت پڑگئی ہے کہ جہاں بیٹھتے ہیں آبرو کا چرچا کرتے ہیں بلکہ اسمیں چاشنی اور لذت اور نقل اور گزک کی سی حلاوت سمجھتے ہیں اور تنہائی کی وحشت کو اسی سے دفع کرتے ہیں پس اگر تم لوگوں سے اختلاط کرکے انہیں کی سی کہوگے تب تو گنہگار اور مستحق غضب پروردگار ہوگے اور اگر خاموش رہوگے تب بھی غیبت کرنے والوں میں گنے جاؤگے ہر سننے والا غیبت کا ایسا ہی ہے جیسا غیبت کرنے والا اور اگر تم لوگوں کو غیبت سے منع کروگے تو وہ تمہارے دشمن ہو جاوینگے اور جسکی غیبت کرتے تھے اسکو چھوڑ کر تمہاری غیبت کرینگے اور ایک نشد و شد کا مضمون ہوگا بلکہ عجب نہیں کہ غیبت سے بڑھکر نکو تکفیر جانیں اور گالیاں سنائیں۔ اور امر بالمعروف اور نہی منکر دین کے اصول میں سے ہے اور واجب ہے چنانچہ اسکا ذکر اس جلد کے آخر میں آویگا اور جو شخص لوگوں سے اختلاط کریگا تو بالضرور بری باتیں دیکھیگا پس اگر ان پر سکوت کریگا تب تو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ٹھہریگا اور اگر منع کریگا تو اپنے آپ کو انواع ضرر کا ہدف بنائیگا اور عجب نہیں کہ جن افعال سے منع کیا ہو انسے زیادہ اور معاصی میں پڑیں اور انسے رخصت زیادہ کرنا پڑے اور عزلت انہی امور سے نجات رہتی ہے کیونکہ اختلاط کی صورت میں انکو دیکھکر خموش رہنے میں گناہ ہے اور کہنے میں مشکل کا مضمون ہوتا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک بار خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ لوگو تم یہ آیت پڑھتے ہو یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اهتدیتم۔ اور اسکو اسکی جگہ میں استعمال نہیں کرتے اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے اذا رأی الناس المنکر فلم یغیروہ اوشک ان یعمہم اللہ بعقاب۔ اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ سے پرسش فرمائیگا یہاں تک کہ یوں ارشاد کریگا کہ دنیا میں جب تو نے بری بات دیکھی تھی اسکو کس لیے منع نہ کیا پس اگر اللہ تعالیٰ بندہ کو جواب سکھا دیگا تو وہ عرض کریگا کہ الٰہی مجکو تیرے رحم کی توقع تھی اور لوگوں سے ڈرتا تھا اور یہ اس صورت میں ہے کہ مار پیٹ سے ڈرے یا ایسی بات سے جسکی طاقت اپنے آپ میں نہو اور اسکی پہچان مشکل ہے اور خالی از خطر نہیں اور عزلت میں اس سے نجات ہے اور اچھی بات کے امر کرنے سے خصومت کا ابھار اور سینوں میں کینہ ہوتا ہے جیسے کسی نے کہا ہے کہ زندگی میں نصیحت میں تمہاری معرفت کی وجہ سے پر افسوس ہے انکو عداوت ہو گئی ہے اور جو شخص امر بالمعروف کا امتحان کرتا ہے اکثر ندامت اٹھاتا ہے کیونکہ امر معروف کرنا ایسا ہے جیسا کوئی ٹیڑھی دیوار کو سیدھا کرنا چاہے اور عجب نہیں کہ دیوار آدمی پر آرہے اور پھر پچھتا ئے کہ کاش میں اسکو ٹیڑھی ہی رہنے دیتا ہاں اگر کچھ لوگ اسکو مدد دیں اسطرح کہ دیوار کو تھام لیں یہاں تک کہ یہ شخص اسمیں اٹرانا وغیرہ خوب مضبوط لگا دے تو البتہ اسکا سیدھا ہونا بدون ضرر کے ہو سکتا ہے لیکن امر معروف کرنے میں مددگار اس زمانہ میں کہاں کہ انکے سہارے کسی کو کچھ کہیے اسی لیے یہ بہتر ہے کہ آدمی کنج عافیت اختیار کرے اور ریا ایک ایسا لاعلاج ہے جس سے احتراز کرنا ابدال و اوتاد کو بھی دشوار ہے اور وں کا تو کیا ذکر ہے کیونکہ جو شخص لوگوں سے ملیگا انکی مدارات کرنی پڑیگی اور جو مدارات کریگا وہ ریا کریگا اور جو انکے دکھلاوے کے لیے اعمال کریگا وہ انہیں باتوں میں مبتلا ہوگا جنمیں وہ مبتلا ہیں اور جیسے وہ تباہ ہوے ویسا ہی وہ بھی تباہ ہوگا اور ادنیٰ خرابی اسمیں یہ ہے کہ نفاق لازم آویگا مثلاً اگر تم دو عداوت والوں سے ملو تو اگر اسی طرح ہر ایک سے ملو جو اسکی مرضی کے موافق ہو تب تو دونوں کے نزدیک دشمن ٹھہروگے اور اگر دونوں سے اسی کی سی کہیں یا بات کروگے تو بدترین خلق

ٹھیر ہوگئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تجدون من شرار الناس ذا الوجہین الذی یاتی ہؤلاء بوجہ وہؤلاء بوجہ ۔ اور لوگوں کے اختلاط میں ادنیٰ بات یہ ضرور ہے کہ ملنے کے وقت اظہار شوق اور شدت سے اشتیاق بیان کیا جاوے حالانکہ یہ امر یا تو اصل ہی میں جھوٹ ہوتا ہے یا بقدر زیادتی میں دروغ یقیناً ہوتا ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ ملنے والے سے اسکے حالات پوچھنے سے اپنی شفقت ظاہر کریں پس اگر تم کسی سے پوچھو کہ آپ کا مزاج شریف اور آپ کے اہل وعیال کیسے ہیں اور دل میں تمہارے انکا کچھ دھیان نہ ہو تو یہ نفاق خالص ہے اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی اپنے گھر سے نکلتا ہے اور راستہ میں کوئی شخص اس سے اپنی حاجت کہتا ہے کہ فلان کام میرا کر دیجیے تو وہ بظاہر اسکا شاکر ہوتا ہے کہ خوب کیا تم نے اپنا مطلب مجھ سے کہا اگر شاید اسکی حاجت میں کچھ کام نہیں کرتا پس ایسا شخص گھر کو پھرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر جدا خفا کرتا ہے اور اپنے دین کو جدا برباد کرتا ہے اور سری سقطی فرماتے ہیں کہ اگر میرے پاس میرا کوئی دوست آوے اور میں اسکے دکھانے کو اپنی ڈاڑھی ہاتھ سے برابر کرون تو مجھے یہ ڈر ہے کہ میرا نام کہیں منافقوں کے دفتر میں نہ لکھا جائے ۔ اور فضیل رح تنہا مسجد حرام میں بیٹھے تھے کہ ایک انکا دوست انکے پاس گیا انھوں نے پوچھا کہ کیسے آئے اُسنے کہا دل بہلانے کے لیے انھوں نے فرمایا کہ یہ تو وحشت کا کام ہے کیونکہ تم یہی چاہتے ہو کہ میرے دکھانے کو زینت کرو اور میں تمہارے دکھانے کو بن سنور بیٹھوں اور تم میری خاطر جھوٹ بولو اور میں تمہاری خاطر پس اس سے بہتر یہ ہے کہ یا تم میرے پاس سے چلے جاؤ یا میں تمہارے پاس سے اٹھ جاؤں ۔ اور کسی عالم کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جس بندہ سے محبت کرتا ہے تو یہ بھی چاہتا ہے کہ اسکی اطلاع اسکو نہ ہو ۔ اور طاؤس رح خلیفہ ہشام کے پاس تشریف لے گئے اور گفتگو فرمایا کہ اے ہشام کیسے ہو ہشام غصہ ہوا اور کہا کہ تم نے مجھکو امیر المومنین کیوں نہ کہا آپ نے فرمایا کہ اسلیے کہ سب مسلمان تمہاری خلافت پر متفق نہیں تو مجھکو خوف ہوا کہ امیر المومنین کہنے سے کہیں میں دروغگو نہ ہو جاؤں تو جس شخص سے اسطرح کا احتراز ہو سکے اسکو لوگوں سے اختلاط کرنے کا مضائقہ نہیں ورنہ اپنا نام منافقوں کے دفتر میں لکھوانے پر راضی ہو تو اختلاط کرے ۔ اور سلف کے اکابر جو آپس میں ملتے تھے تو مزاج پوچھتے اور اسکے جواب دینے سے احتراز کرتے تھے کیونکہ انکا دستور احوال دین دریافت کرنے کا تھا نہ حالات دنیا کے پوچھنے کا چنانچہ حاتم اصم نے حامد لفاف سے پوچھا کہ تمہارا حال کیسا ہے انھوں نے جواب دیا کہ سالم اور عافیت سے ہوں حاتم کو یہ جواب برا معلوم ہوا کہا کہ اے حامد سلامتی تو پل صراط کے پار اور عافیت جنت میں ہے ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب کوئی پوچھتا کہ آپ آج کیسے ہیں تو فرماتے کہ ایسا ہوں کہ جس چیز کی توقع کرتا ہوں اسکی تقدیم پر قادر نہیں اور جس چیز سے ڈرتا ہوں اسکو ٹال نہیں سکتا اپنے عمل کے بدلے میں گرو ہوں اور بہتری بالکل دوسرے کے ہاتھ ہے پس کوئی محتاج مجھ سے زیادہ محتاج نہیں اور ربیع بن خثیم سے اگر کوئی پوچھتا کہ آج آپ کیسے ہیں تو کہتے کہ ضعیف گنہگار ہیں اپنی قسمت کا دانہ پانی پورا کرتے ہیں اور اس انتظار میں ہیں کہ کب مرتے ہیں ۔ اور حضرت ابو درداء سے اگر کوئی پوچھتا کہ آج آپ کیسے ہیں فرماتے کہ اچھا ہوں اگر دوزخ سے بچ جاؤں ۔ اور سفیان ثوری رح سے اگر کوئی پوچھتا کہ آپ کیسے ہیں فرماتے کہ اسکا شکر اسکے سامنے کرتا ہوں اور ایک کی برائی دوسرے کے سامنے اور ایک سے بھاگ کر دوسرے کے پاس جاتا ہوں ۔ اور حضرت اویس قرنی رض سے کسی نے پوچھا کہ آپ کیسے ہیں آپ نے فرمایا کہ اس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو کہ شام کو تو یہ نہیں جانتا کہ صبح پکڑونگا اور صبح ہو تو یہ نہ جانے کہ شام پکڑونگا ۔ اور مالک بن دینار رح سے کسی نے پوچھا کہ آج آپ کیسے ہیں فرمایا کہ ایسا ہوں کہ عمر گھٹتی جاتی ہے اور گناہ بڑھتے جاتے ہیں ۔ اور کسی حکیم سے پوچھا کہ تم کیسے ہو کہا کہ موت کی خاطر اپنی زندگی کو پسند نہیں کرتا اور اپنے رب کے سامنے اپنے نفس سے راضی نہیں ۔ اور کسی دوسرے حکیم سے سوال کیا گیا کہ تم کیسے ہو کہا کہ اپنے رب کا رزق کھاتا ہوں اور اسکے دشمن ابلیس کی اطاعت کرتا ہوں ۔ اور کسی نے محمد بن واسع سے پوچھا کہ آپ کیسے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو شخص ہر روز آخرت کی طرف ایک منزل چلتا ہو اسکا حال تم ہی سمجھ لو کہ کیا ہوگا ۔ اور حامد لفاف سے کسی نے پوچھا کہ تم کیسے ہو کہا کہ یہ تمنا ہے کہ ایک دن اور رات عافیت میں گذرے سائل نے کہا کہ کیا آپ ہر روز عافیت سے نہیں ہیں فرمایا کہ عافیت اُس روز ہوتی ہے جسمیں خدا تعالیٰ کی نافرمانی نہ کروں

اور ایک شخص نزع کی حالت میں تھا اُس سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہی اُسنے کہا کہ اُس شخص کا کیا حال ہوگا جو کہ سفر دور دراز بدون زاد کے
طی کیا چاہتا ہی اور قبر وحشت ناک میں بدون مونس کے جاتا ہی اور بادشاہ عادل کے سامنے بدون حجت کے حاضر ہوتا ہی۔ اور حسان بن سنان سے
کسی نے پوچھا کہ آپ کیسے ہین فرمایا کہ اُس شخص کا کیا حال پوچھتے ہو جو مریگا پھر اُٹھایا جائیگا پھر حساب لیا جائیگا۔ اور حضرت ابن سیرین رح نے
ایک شخص عیال دار تنگدست سے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہی اُسنے کہا کہ کیا حال پوچھتے ہو اُسکا جسکے ذمہ پانسو درم قرض ہون اور وہ عیال دار ہو
حضرت ابن سیرین اپنے گھر مین جاکر ہزار درم نکال لائے اور اُس شخص کو دیکر فرمایا کہ پانسو سے تو اپنا قرضہ ادا کرنا اور پانسو اپنے عیال کے لیے رکھنا
اور آپ کے پاس بجز اُن ہزار درم کے اور نہ تھے پھر فرمایا کہ بخدا اب کسی سے اُسکے حال کا استفسار کبھی نہ کرونگا اور یہ عہد اسلیے کیا کہ آپ کو یہ خوف
ہوا کہ استفسار کرنے کے بعد اگر اعانت نہ ہوسکیگی تو استفسار ریا اور نفاق میں متصور ہوگا۔ حاصل یہ کہ اکابر سلف کا سوال دین کے احوال اور خدا کیسا تھ
کے معاملہ مین دل کے حالات سے ہوتا تھا اور اگر دنیا کے امور کو پوچھتے تھے تو جو کچھ دوسرے کی حاجت معلوم ہوتی تھی اُسکے پورا کرنے مین اہتمام
کرتے تھے اور حتی الوسع انجاح مرام کر دیتے تھے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین اُن لوگون کو جانتا ہون کہ ایک دوسرے سے ملاقات نہ کرتے تھے
لیکن اگر ایک شخص دوسرے کی تمام متاع پر حکم کرتا تو دوسرا اُسکو کبھی نہین روکتا اور اب مین ایسے لوگ دیکھتا ہون کہ آپس مین ملتے ہین اور ایک دوسر
سے اشتیاق کرتے ہین کہ گھر کی مرغی کا تک حال پوچھتے ہین لیکن اگر ایک شخص بے تکلفی کرکے دوسرے سے بالفرض ایک پیسا لینا چاہے تو وہ ہرگز
نہین دیتا تو یہ بات بجز ریا اور نفاق کے اور کیا ہی اور اسکی علامت یہ ہی کہ تم دیکھتے ہو کہ جب دو شخص ملتے ہین تو ایک کہتا ہی مزاج شریف اور دوسرا
کہتا ہی آپکا مزاج لطیف کہ نہ اول انتظار جواب کا کرتا ہی نہ دوسرا اُسکے سوال کا جواب دیتا ہی بلکہ اپنا سوال پیش کرتا ہی اور اسکی وجہ یہی ہی کہ اُنکو
معلوم ہی کہ یہ امر دوسرے کے دکھانے اور تکلف کا ہی بلکہ بعضے اوقات دل مین تو کینہ اور بغض ہوتا ہی اور زبان سے خیریت پوچھی جاتی ہی۔ اور
حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ پہلے لوگ جو السلام علیکم کہتے تھے تو اُسی وقت کہتے تھے کہ دل سلامت ہوتے تھے اور اب یہ کہتے ہین کہ آپ
کیسے ہین اور خدا آپ کو تندرست رکھے اور آپکا مزاج مبارک کس طرح ہی اللہ تعالی آپکو بخیر رکھے اور اگر ان اقوال کو ہم تامل کرین تو
یہ سب بدعت کی راہ سے ہین نہ تعلیم کے طور پر چاہین لوگ ہم سے ناراض ہون چاہین راضی رہین۔ اور یہ آپنے اسلیے فرمایا کہ اگر تم ملتے ہی دوسرے
سے کہنے لگو کہ مزاج شریف تو یہ بدعت ہی ایک شخص نے ابو بکر بن عیاش سے پوچھا کہ مزاج شریف آپنے اُسکا جواب نہ دیا اور کہا کہ ہمکو اس بدعت
سے معاف رکھو اور فرمایا کہ ابتدا اس استفسار کی اسطرح ہوئی کہ حضرت عمر رض کے عہد مبارک مین جب شہر عمواس مین جو شام کے ملک مین ہی وبا طاعون
پھیلی اور لوگ نہایت کثرت سے مرے تو اُسوقت اگر کوئی اپنے بھائی سے صبح کو ملتا تھا تو پوچھتا تھا کہ آپ کو صبح بخیر ہوئی یعنی رات کو طاعون
سے محفوظ رہے کہ نہین اور شام کو ملتا تھا تو دن کی خیریت پوچھتا تھا کہ شام بخیر گذری پھر رفتہ رفتہ ہر ملاقات مین یہ تکلف جاری ہوگیا۔ غرضکہ اختلاط
عادتون کے اقتضا سے غالبًا اقسام تکلف اور ریا اور نفاق سے خالی نہین ہوتا اور یہ سب باتین بری ہین انہین سے کوئی ممنوع اور حرام ہی
اور کوئی مکروہ اور عزلت کی وجہ سے اِن برائیون سے نجات رہتی ہی کیونکہ جو شخص خلق سے ملے اور اُنکی عادات مین اُنکا شریک نہو تو لوگ اُس سے
ناخوش ہونگے اور اُسکو گران جانینگے اور اُسکی غیبت کرینگے اور ایذا کے درپے ہونگے تو اُنکا دین اُس شخص کے باب مین برباد جاویگا اور اگر یہ اُنسے
بدلا لیگا تو اُسکی دنیا اور دین دونون ضائع ہونگے اور لوگون کے اعمال اور اخلاق کو دیکھکر دیکھنے والے کی طبیعت کا اُنکو چرا لینا ایک خفیہ مرض ہی
کہ اُسپر عاقلون کو بھی آگاہی نہین ہوتی غافلون کا تو کیا ذکر ہی مثلاً اگر کوئی شخص کسی فاسق کے پاس مدت تک بیٹھے تو دل مین اُسکو برا جانتا ہو تب بھی
اپنے دل کا حال پیشتر کی نسبت کرکے متفاوت پاویگا یعنی اُسکے پاس بیٹھنے سے پہلے جتنی نفرت اور گرانی اپنے دل مین فساد سے معلوم کرتا ہوگا اُسقدر
نفرت فساد سے اب نہ رہیگی اسلیے کہ برائی کے دیکھتے دیکھتے طبیعت پر سہل ہو جاتی ہی اور اُسکا برا ہونا دل مین جاتا رہتا ہی اور خرابی سے رکنے کی وجہ
یہی ہوتی ہی کہ دل مین اُسکی وقعت بہت ہوتی ہی جب کثرت سے دیکھنے کے باعث وہ حقیر ہو جاتی ہی تو کیا عجب ہی کہ روکنے والی قوت مضمحل ہو کر

تو آدمی خود اس برائی یا اُس سے کمتر کرنے کا آمادہ ہو جاتا ہے۔ اور جس صورت مین کہ آدمی دوسرے کو کبیرہ گناہ کرتے دیکھتا ہی تو اپنے گناہ صغیرہ اُسکی نظرون مین حقیر معلوم ہوتے ہین اور یہین وجہ جو شخص تو انگرون کی طرف نظر کرتا ہی تو اللہ تعالی کی نعمت اپنے اوپر کم سمجھتا ہی تو انگرون کی صحبت اسی لیے اختیار کیجاتی ہی تا کہ جو کچھ اپنے پاس ہی اُسکو کم جانا جاوے اور فقیرون کی صحبت اسلیے پسند ہوتی ہی کہ جو نعمتین اللہ تعالی نے عنایت فرمائی ہین اُنکو بڑا سمجھین یہی حال مطیعون اور عاصیون کی طرف دیکھنے کا ہی کہ اسکی تاثیر بھی طبیعت مین ویسی ہی ہی یعنی جو شخص صرف صحابہ اور تابعین کے حال دیکھے کہ انھون نے عبادت کس طرح کی اور دنیا سے کیسے برکنار رہے تو وہ اپنے نفس کو ہمیشہ ذلیل اور اپنی عبادت کو حقیر سمجھیگا اور جبتک اسمین نہایت قاصر ہون اسی وجہ سے کوشش اپنی تکمیل مین ضرور کرتا رہیگا اور یہ چاہیگا کہ ان اکابر کا اقتدا کامل طور پر نصیب ہو اور جو شخص اُن حالات کو دیکھیگا جو دنیا دارون پر غالب ہین یعنی خدا سے تعالی سے اُنکا روگردان رہنا اور دنیا کی طرف متوجہ رہنا اور معاصی کا عادی ہونا تو وہ شخص اپنے دل مین اگر ادنی رغبت نیک بات کی پائیگا اُسی کے سبب سے اپنے نفس کو بڑا سمجھیگا۔ اور یہی تباہ ہونے کی صورت ہی۔ اور طبیعت کے بدلنے کے لیے صرف خیر اور شر کی باتون کا سننا کافی ہوا کرتا ہی دیکھنا تو درکنار رہا اور اسی دقیقہ سے اس حدیث کے معنی معلوم ہوتے ہین عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ۔ اسلیے کہ رحمت تو جنت کے داخل ہونے اور دیدار الٰہی کو کہتے ہین اور یہ باتین ذکر کے وقت نازل نہین ہوتین بلکہ انکا سبب نازل ہوتا ہی یعنی دل کے اندر سے ایک جوش اور حرص صالحون کے اقتدا کی اور اپنی تقصیر اور کمی پر خجالت اور کراہت اُبھرتی ہی غرضکہ رحمت فعل خیر کے باعث ہوتی ہی اور فعل خیر رغبت کی جہت سے اور رغبت احوال صالحین کے ذکر کرنے سے تو نزول رحمت کے یہی معنی ہوے کہ وہ چیز نزول کرتی ہی جو انجام کو ذریعہ رحمت ہو اور جیسا اس حدیث کے الفاظ سے یہ معنی سمجھ مین آتے ہین ایسا ہی زیرک آدمی اس کلام کے فحوی سے یہ سمجھ سکتا ہی کہ فاسقون کا احوال بیان کرنے کے وقت لعنت برستی ہی اسلیے کہ کثرت سے اُنکا ذکر کرنا گناہون کو طبیعت پر ہلکا کر دیتا اور لعنت اللہ تعالی سے دور ہونے کو کہتے ہین اور دور ہونے کا سبب معاصی ہین اور دنیاوی لذات اور سردست کی شہوات باطل پر مشغول متوجہ ہونا اور خداے تعالی سے منہ پھیرنا اور اُن معاصی کا سبب یہ ہی کہ دل سے انکی گرانی اور برائی جاتی رہے اور گرانی کے جانے کا باعث اُنکے ساتھ مانوس ہونا ہی اور اُنس کثرت سے سننے کے سبب سے ہوتا ہی۔ تو جس صورت مین صالحون اور فاسقون کے احوال سننے کا یہ حال ہو تو اُنکے دیکھنے کو سمجھ لو کہ بطریق اولی مؤثر ہوگا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تصریح فرمائی ہی چنانچہ ارشاد فرمایا مثل الجلیس السوء کمثل الکیر ان لم یحرقک بشررہ علق بک من ریحہ۔ یعنی جیسے کپڑا بو مین بس جاتا ہی اور آدمی کو خبر نہین ہوتی ہی اسی طرح فساد دل پر سہل ہو جاتا ہی اور اُسکو خبر نہین ہوتی اور فرمایا مثل الجلیس الصالح مثل صاحب المسک ان لم یہب لک منہ تجد ریحہ۔ اور اسی لیے ہم کہتے ہین کہ جس شخص کو کسی عالم کی لغزش معلوم ہو تو دو وجہ سے اُسکا ذکر کرنا حرام ہی اول تو یہ کہ غیبت عالم کی ہوگی دوسرے یہ کہ لوگ عالم کا حال سنکر اس خطا مین سہل انکاری کرینگے اور اسکی گرانی اُنکے دلون سے ساقط ہو جائیگی اور اُسپر جرأت کرنا بڑی بات نہ جانینگے کیونکہ جب کوئی اُس خطا کا مرتکب ہوگا اور اُسپر کوئی اعتراض کریگا تو وہ یہ جواب دیگا کہ ہم سے ایسا ہو جانا کیا بعید ہی جبکہ علما اور عابد بھی مجبور ہین اور جبتک اُسکے اعتقاد مین یہ بات ہوگی کہ ایسی حرکت پر عالم اور انگشت نما شخص بھی جرأت نہین کیا کرتے تب تک اُسکو اس حرکت کا ارتکاب برا معلوم ہوگا اور جہان معتبر اور مقتدا لوگون کی کوئی اس قسم کی بات سن پائی تھی اُنکو اپنی حرکت کی سند ہو جاتی ہی مثلاً اگر شخص جو دنیا مین لڑنے جھگڑنے مین اور اُسکے جمع کرنے کے حریص ہین اور ریاست کی محبت پر گرے مرتے ہین اُنکے دلون پر اُن امور کی برائی اسی وجہ سے آسان ہی کہ خیال کرتے ہین کہ صحابہ رض ریاست کی محبت سے محترز نہ تھے بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رض کے مناقشہ کو اپنی سند بیان کرنے لگتے ہین اور اپنے جی مین تصور کرتے ہین کہ یہ مناقشہ طلب حق کے لیے نہ تھا بلکہ طلب ریاست کے لیے تھا بس اسی جھوٹے اعتقاد سے امر ریاست اُنپر آسان ہو جاتا ہی اور اسی قسم کی سختیون کے مرتکب ہونے لگتے ہین اور سرشتہ بد لغزشون کے اتباع اور حسنات سے اعراض پر مائل ہوتی ہی بلکہ جس جگہ لغزش نہین ہوتی اپنی غرض کے لیے لغزش مان لیتی ہی تاکہ بہانہ

ملتجا ہے اور یہ امر شیطان کے دقیق مکروں میں سے ہے اور یہی جہت اللہ تعالیٰ نے شیطان کے خلاف کرنے والوں کو ان الفاظ سے تعریف فرمائی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی مثل بیان فرمائی کہ جو شخص بیٹھکر حکمت کی بات سُنے پھر انہیں برائی کے سوا اور کچھ یاد نہ رکھے اُسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی چرواہے کے پاس آوے اور اُس سے کہے کہ اپنے گلہ میں سے مجکو ایک موٹی بکری ذبح کرنے کے لیے دے دے اور وہ جواب دے کہ گلہ میں جا اور جو بکری اُنمیں سب سے بہتر تجکو ہے اُسکو پکڑ لے اور وہ جاکر گلے کے کتے کا کان پکڑ لاوے پس جو شخص کہ ائمہ کی لغزشیں نقل کرتا ہے یہ مثال اُسکی بھی ہو سکتی ہے علاوہ ازیں اکثر آدمیوں کا دستور ہے کہ جب کسی مسلمان کو دیکھیں کہ رمضان کے دنوں میں بلا وجہ روزہ نہیں رکھتا تو اس امر کو اتنا بعید جانیں کہ عجب نہیں کہ اُسکو کافر جاننے لگیں لیکن ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ نماز نہیں پڑھتے یا قضا کرتے ہیں تو اُنسے نفرت اُنکی طبیعت کو نہیں ہوتی ہے جیسے روزہ نہ رکھنے والوں سے نفرت ہوتی ہے باوجودیکہ ایک نماز کا ترک کرنا بعضوں کے نزدیک موجب کفر ہے اور بعض کے نزدیک گردن مارنے کا باعث ہے اور رمضان کے سب روزے نہ رکھنے سے بھی یہ امر کسی کے نزدیک نہیں پھر اُسکی وجہ اور کچھ نہیں بجز اسکے کہ نماز میں تساہل اکثر ہوتا ہے اور دن میں پانچ بار اسکا مشاہدہ ہوتا ہے تو دیکھتے دیکھتے دل میں اس برائی کی وقعت جاتی رہی ہے اور روزہ چونکہ سال میں ایکبار ہوتا ہے اُسکی وقعت بدستور ہے اسی طرح اگر کوئی عالم ریشمی کپڑا پہنے یا سونے کی انگوٹھی پہنے یا چاندی کے برتن سے پانی پی لے تو لوگ اُسکو سخت بعید جانیں اور بہت انکار کریں حالانکہ اُسکو بارہا بڑی دیر تک لوگوں کی غیبت ہی کرتے دیکھتے ہیں اور برا نہیں جانتے اگرچہ غیبت زنا سے بڑھکر ہے تو حریر پہننے سے بڑھکر کیسے نہ ہوگی مگر چونکہ غیبت سنتے سنتے اور غیبت کرنے والوں کو دیکھتے دیکھتے دل پر اُسکی برائی نہیں رہی اسی لیے اُنمیں سہل انکاری برتی جاتی ہے پس ان دقائق کو سمجھکر لوگوں سے ایسا بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہو اسلیے کہ لوگوں میں تم وہی بات دیکھوگے جس سے تمکو دنیا کی حرص اور آخرت سے غفلت زیادہ ہو اور معصیت کو سہل سمجھو اور طاعت میں رغبت کم کرو پھر اگر کوئی ہمنشین تمکو ایسا مل جاوے جسکی صورت اور سیرت تمکو اللہ تعالیٰ کی یاد دلاوے تو اُسکا ساتھ دو اور اُسکو غنیمت سمجھو اور اُس سے علیحدہ نہ ہو کہ عاقل کے حق میں اُسکا وجود اکسیر اور سونے کی جڑ یا ہے اور یہ بھی خوب طرح جان لو کہ اچھا ہمنشین تنہائی کی نسبت کہیں بہتر ہے اور برے جلیس سے تنہا رہنا اچھا ہے اور جب تم ان باتوں کو سمجھ لوگے اور اپنی طبیعت کا حال ملاحظہ کروگے اور پھر جس سے اختلاط کیا چاہتے ہو اُسکے حال پر التفات کروگے تو تمکو واضح ہو جائیگا کہ اس سے عزلت اختیار کرنی بہتر ہے یا مختلط رہنا لیکن خبردار مطلق حکم مت کر بیٹھنا کہ عزلت بہتر ہے یا اختلاط اسلیے کہ جو چیزیں تفصیل کے ساتھ ہیں اُنمیں مطلق ہاں یا نہیں کہدینا محض خلاف ہے بلکہ تفصیل وار ان میں تفصیل ہی شایان ہے

تیسرا فائدہ عزلت کا یہ ہے کہ فتنوں اور خصومتوں سے نجات ملتی ہے اور انمیں گرفتار نہ ہونے سے دین اور نفس دونوں محفوظ رہتے ہیں اور چونکہ فتنوں اور تعصبات سے شہر کمتر خالی ہیں تو جو کوئی لوگوں سے علیحدہ رہیگا وہ اُنکے فتنوں وغیرہ سے بھی سلامت رہیگا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فتنوں کا ذکر فرمایا اور اُنکا حال اسطرح ارشاد فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ لوگوں کے عہد مرج ہو گئے اور امانتیں ہلکی پڑ گئیں اور وہ اس صورت سے ہو گئے اور آپ نے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال لیں تو میں نے عرض کیا کہ آپ ایسے وقت میں مجکو کیا حکم فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اپنے گھر میں بیٹھے رہو اور زبان بند کرو اور جو بات جانتے ہو اُسکو کرو اور جو نہیں پہچانتے اُسکو ترک کرو اور خاص لوگوں کا طریق لازم پکڑو عوام کا ترک کرو۔ اور حضرت ابو سعید خدری رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوشک ان یکون خیر مال المسلم غنما یتبع بہا شعف الجبال ومواقع القطر یفر بدینہ من الفتن۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رض روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر ایسا وقت آویگا کہ دیندار کا دین سلامت نہ رہیگا مگر جو شخص اپنا دین لیکر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں اور ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ میں اور ایک بل سے دوسرے بل میں لومڑی کی طرح ادھر اُدھر بھاگا پھریگا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ زمانہ کب ہوگا آپ نے فرمایا کہ جسوقت معیشت خدا تعالیٰ کی معصیت کے سوا اور کسی چیز سے نہ ملیگی

جب ایسا وقت ہوگا تو مجرّد رہنا واجب ہوگا لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے تو ہمکو نکاح کرنے کا حکم فرمایا ہی مجرد رہنا کیسے واجب ہوگا آپ نے فرمایا کہ جب وہ وقت ہوگا تو آدمی کی تباہی اُسکے والدین کے ہاتھون ہوگی اور اُسکے ماں باپ نہ ہونگے تو اُسکی بی بی اور اولاد کے ہاتھ سے اور یہ بھی نہ ہونگے تو رشتہ دارون کے ہاتھ سے ہوگی لوگون نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہی آپ نے فرمایا کہ اُسکو تنگدستی کا عیب لگاتے ہین تو وہ بتکلف وہ کام کرتا ہی جسکی طاقت اُسکو نہین ہوتی اور یہی امر اُسکو تباہی کی جگہ مین پہونچا دیتا ہی - اور یہ حدیث ہرچند تجرّد کے باب مین ہی مگر عزلت بھی اِس سے سمجھی جاتی ہی کیونکہ عیالدار معیشت اور اختلاط سے خالی نہین رہتا اور کسب معیشت بدون معصیت کے نہین کرتا - اور مین یہ نہین کہتا کہ جو زمانہ حدیث بالا مین فرمایا ہی اُسکا وقت یہ ہی بلکہ اس حال کے وقت سے بہت پیشتر سے ہوگیا ہی اور اسی وجہ سے حضرت سفیان ثوری کا قول مشہور ہی کہ بخدا عزلت واجب ہوگئی - اور حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ اور ایام ہرج کا ذکر فرمایا مین نے عرض کیا کہ ہرج کیا ہی آپ نے فرمایا کہ جس وقت آدمی اپنے ہمنشین سے مامون نہ رہے مین نے عرض کیا کہ اگر مین وہ زمانہ پاؤن تو آپ مجھکو کیا حکم فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ اپنے نفس اور ہاتھ کو روک اور اپنے گھر مین داخل ہو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص میرے پاس مکان مین چلا آوے آپ نے فرمایا کہ اپنی کوٹھری مین گھس جا مین نے عرض کیا کہ اگر کوئی کوٹھری مین بھی گھس جاوے آپ نے فرمایا کہ اپنی مسجد مین داخل ہو اور اسطرح کر اور آپ نے اپنا پہونچا پکڑ لیا اور کہہ میرا رب خدا ہی یہان تک کہ تو وفات پاوے - اور حضرت سعد رض کو جب لوگون نے امیر معاویہ رض کے عہد مین نکلنے کے لیے اور لڑنے کو کہا اُنھون نے جواب دیا کہ مین لڑنے کو نہین جاتا ہان ایک طرح چل سکتا ہون کہ مجھکو ایسی تلوار دو جو آنکھون سے دیکھے اور زبان سے بولتی ہو کہ اگر کافر کو دیکھے تو بتا دے اور مین اُسکو مار ڈالون اور ایماندار کو دیکھکر اُسکا حال مجھ سے کہدے تاکہ مین اُسکو نہ مارون اور فرمایا کہ ہماری اور تمھاری مثل ایسی ہی جیسے کہ کچھ لوگ کھلے راستہ پر چلے جاتے ہون اور یکبارگی آندھی غبار آلود چلے اور راہ بھول جائین تو کوئی کہے کہ راہ دہنی طرف کو ہی اور اُسی طرف کو چلدین اور حیران پریشان بھٹکے پھرین اور کوئی کہے کہ بائین کو ہی اور اُس طرف جاکر خراب خستہ ہون اور جو کچھ لوگ اُسی جگہ ٹھہرین اور اتنا صبر کرین کہ آندھی موقوف ہو جاوے اور راہ معلوم ہونے لگے - غرضکہ حضرت سعد اور کچھ اور لوگون نے فتنون مین شرکت نہ کی اور جب تک فتنہ فرو نہ ہولیا لوگون سے اختلاط نہ کیا - اور حضرت ابن عمر رض کا حال لکھتے ہین کہ جب آپ کو خبر پہونچی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عراق کو قصد فرمایا آپ روانہ ہوے اور تین منزل پر ملازمت حاصل کی اور پوچھا کہ آپ کہان کا ارادہ کرتے ہین فرمایا کہ عراق کا - اور جو خطوط عراق سے آئے وہ دکھلائے اور فرمایا کہ یہ اُنکے خطوط اور عہد نامے ہین آپ نے فرمایا کہ ان خطون پر آپ لحاظ نہ فرمائین اور وہان تشریف نہ لیجائین حضرت امام حسین علیہ السلام نے نہ مانا آپ نے فرمایا کہ مین آپ سے ایک حدیث بیان کرتا ہون کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے اور آپ کو دنیا اور آخرت کے پسند کرنے مین اختیار دیا آپ نے آخرت کو پسند فرمایا اور دنیا کو ناپسند کیا اور آپ لخت جگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین بخدا کہ آپ لوگون مین سے کوئی دنیا کا والی نہ ہوگا اور تم سے دنیا کو اسی چیز نے علیحدہ رکھا ہی جو تمہارے حق مین بہتر ہی آپ نے واپس پھرنے سے انکار کیا تو حضرت ابن عمر رض اُنسے معانقہ کرکے رونے لگے اور فرمایا کہ اے شہید آپ کو خداے تعالی کے سپرد کرتا ہون - اور صحابہ رض مین دس ہزار آدمی تھے مگر فتنہ کے دنون مین چالیس سے زیادہ آدمیون نے جرأت نہ کی - طاؤس رح اپنے گھر مین بیٹھ رہے لوگون نے اُنسے وجہ پوچھی فرمایا کہ زمانہ کی خرابی اور حاکمون کے ظلم کے باعث بیٹھ رہا ہون - اور جب حضرت عروہ نے عقیق مین محل بنوایا اور اُسمین بیٹھ رہے لوگون نے کہا کہ آپ محل مین بیٹھ رہے اور مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کیا فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ تمھاری مسجدون مین لہو و لعب ہوتا ہی اور بازارون مین لغو اور کوچون مین فحش کا عمل ہی اسلیے یہ امر اختیار کیا کہ اسمین ان سب باتون سے نجات ہی - اِس سب تقریر سے معلوم ہوا کہ عزلت کا ایک فائدہ یہ ہی کہ آدمی خصومات اور فتنون سے محفوظ رہتا ہے -

[illegible]

چوتھا فائدہ عزلت کا یہ ہی کہ لوگون کی ایذا سے رہائی رہتی ہی یعنی لوگ کبھی تو ہمکو غیبت سے ستاتے ہین اور کبھی بدگمان ہو کر تہمت لگاتے ہین اور کبھی تم سے وہ سوال کرتے ہین جو تم سے پورا نہ ہو سکے اور کبھی چغلی اور جھوٹ سے ایذا دیتے ہین کیونکہ اختلاط کی صورت مین تمھارے اعمال اور اقوال اُنکے پیش نظر ہوتے ہین جس عمل اور قول کی کُنہ کو اُنکی عقل دریافت نہین کرتی اُسکو یاد رکھتے ہین اور جب موقع شر کا پاتے ہین اُسوقت اُسکو ظاہر کرتے ہین پس جس صورت مین کہ تم اُنسے عزلت کر لوگے تو ان سب اُمور سے احتراز رکھنے کی حاجت نہ ہوگی جو چاہو گے سو کرو گے ان امور سے احتیاط اختلاط ہی مین درکار ہی اور اسیلیے کسی حکیم نے دوسرے شخص سے کہا کہ مین تجھکو ایک قطعہ سکھاتا ہون جو دس ہزار درم سے اچھا ہی اُسنے پوچھا کہ وہ کیا ہی اُسنے اس مضمون کا قطعہ پڑھا قطعہ کہنا ہو کچھ اگر کہو آہستہ رات مین ٭ دن کو اگر کہو کہ تو کرو پہلے التفات ٭ مشہور ہی مثل کہ نہین لوٹتے کبھی ٭ چھٹکر کمان سے تیر نکل کر دہن سے بات ٭ اور اسمین کچھ شک نہین کہ جو شخص لوگون سے اختلاط رکھیگا اور اُنکے اعمال مین شریک ہوگا تو اُسکا حاسد یا دشمن ضرور ہوگا جو اُسپر بدگمانی کریگا اور یہ وہم کریگا کہ یہ شخص میری دشمنی پر آمادہ ہی اور اُسپر کوئی داؤ چلیگا اور خفیہ دغا کریگا اسلیے کہ آدمی جب کسی چیز کے زیادہ حریص ہوتے ہین تو ہر کھٹکے کو اپنے ہی حق مین مضر جانتے ہین اور چونکہ دنیا پر شدت سے حریص ہین تو غیر کو یہی سمجھتے ہین کہ یہ شخص ہمارا رقیب ہی متنبی نے دو شعر کہے ہین جنکا ترجمہ یہ ہی قطعہ بدگمان ہوتا ہی انسان جب کرے اعمال بد ٭ جانتا ہی وہ ہمہ معمولی کو صادق برملا ٭ دشمنون کے قول پر رکھتا ہی بغض احباب سے ٭ شک کی تاریکی مین وہ آخر کو رہتا ہی پھنسا ٭ اور کہتے ہین کہ بدون کی صحبت مین بیٹھنا ابرار کے ساتھ بدگمانی کا موجب ہوتا ہی اور اقسام بدی کے جو انسان کو آشناؤن اور اختلاط والون سے پہونچتے ہین بہت ہین ہم اُنکی تفصیل کو ترک کرتے ہین اسلیے کہ جتنا ہم لکھ چکے ہین اسمین مجملاً سب آگئے ہین اور عزلت مین ان سب سے نجات ہوتی ہی اور جن لوگون نے عزلت اختیار کی ہی اُنکے اقوال سے بھی ایسا ہی کچھ پایا جاتا ہی چنانچہ حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ آدمی کو آزما لے تاکہ اُسکو دشمن جانے اور کسی شاعر نے اس مضمون کا قطعہ کہا ہی قطعہ بدون تجربہ مخلوق کی کرے جو ثنا ٭ تو بعد تجربہ ممدوح کو کہیگا بُرا ٭ یہان تلک کہ قریب اور بعید کو کر ترک ٭ نہ دل لگے کہین جز کنج عافیت اُسکا ٭ اور حضرت عمر رض نے فرمایا کہ عزلت مین ہمنشین بد سے راحت ملتی ہی۔ اور کسی نے عبد اللہ بن زبیر رض سے کہا کہ آپ مدینہ منورہ مین تشریف نہین لاتے فرمایا کہ جو لوگ وہان اب باقی ہین وہ یا نعمت پر حسد کرتے ہین یا دوسرے کی تکلیف پر خوش ہوتے ہین اور ابن سماک رح کہتے ہین کہ ہمارے ایک دوست نے ہمکو خط مین یہ مضمون لکھا کہ آدمی دوا تھے کہ ہم اُس سے علاج کیا کرتے تھے اور اب ایسے روگ ہو گئے ہین جسکا کچھ علاج نہین تو اُنسے ایسا بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہو۔ اور کوئی عرب مدام ایک درخت کے پاس رہتا اور کہا کرتا کہ یہ ہمنشین تین خصلتین رکھتا ہی جو میری بات سنتا ہی تو میری چغلی نہین کھاتا اور اگر مین اُسپر تھوک بھی دیتا ہون تو برداشت کرتا ہی اور اگر بدخلقی کرتا ہون تو مجھپر غصہ نہین ہوتا۔ یہ بات ہارون رشید نے سُنی فرمایا کہ اس شخص نے مصاحبون کے باب مین مجھکو زاہد بنا دیا۔ اور کسی بزرگ کا ذکر ہی کہ دفتر مین یا قبرستان مین بیٹھے رہتے کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ تنہائی سے کسی چیز مین مجھکو سلامتی نہ معلوم ہوئی اور نہ قبر سے زیادہ کوئی شی واعظ ہی اور نہ دفتر سے زیادہ کوئی جلیس مونس و غمگسار ہی۔ اور حضرت حسن رح کہتے ہین کہ مین نے قصد حج کیا ثابت بنانی جو اولیاء اللہ مین سے تھے اُنھون نے خبر سُنکر کہا کہ مین نے سُنا ہی کہ آپ حج کو جاتے ہین مین چاہتا ہون کہ آپ کے ساتھ رہون حسن رح نے فرمایا کہ میان صاحب اسی مین خیر ہی کہ خدا تعالی کی پردہ پوشی کے ساتھ رہین مجھے یہ ڈر ہی کہ ساتھ اگر رہینگے تو ایسے حال ایک دوسرے کے دیکھین گے جنسے باہم بغض کی صورت ہو اور اس قول سے ایک اور فائدہ عزلت کا معلوم ہوا یعنی دین اور مروت اور اخلاق اور فقر وغیرہ کا بھرم بندھا رہتا ہی اور عیوب ڈھکے رہتے ہین اور اللہ تعالی نے پردہ پوشی کرنے والون کی تعریف فرمائی ہی چنانچہ ارشاد ہی یحسبہم الجاہل اغنیاء من التعفف اور کسی شاعر نے کہا ہی سوال کا جانا شریفون کے لیے عیب نہین ٭ وضع ظاہر کے بگڑنے سے ہی اُنکو شکست ٭ اور انسان اپنے دین اور دنیا اور اخلاق اور افعال مین ایسے عیوب ضرور رکھتا ہی جنکا چھپانا ہی دارین مین اُسکے حق مین مناسب ہوتا ہی اور اُنکے ظاہر ہونے پر سلامتی

باقی نہیں رہتی۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ پتے تھے جنمیں کانٹا نہ تھا اور آج کانٹے ہیں جنمیں پتے نہیں اور جب حضرت ابو درداءؓ کے زمانہ کا حال یہ ہو جو آخر قرن میں اول تھا تو ظاہر ہے کہ جو زمانہ آپ کے زمانہ کے بعد ہوا وہ اُس سے بدتر ہی ہوا اور سفیان ثوری رح نے اپنی زندگی کے ایام میں مجکو بیداری میں اور بعد مرنے کے خواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ لوگوں سے آشنائی کم کر کہ اُنسے بچنا بہت مشکل ہے اور میرے گمان میں جو برائی مجکو پہنچی وہ آشنا ہی سے پہونچی۔ اور ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں مالک بن دینار کی خدمت میں آیا آپ تنہا بیٹھے تھے اور ایک کتا آپکے زانو پر اپنی گردن رکھے ہوے تھا میں نے چاہا کہ کتے کو ہٹا دوں آپ نے فرمایا کہ اسکو کچھ مت کہو یہ کچھ ضرر اور ایذا نہیں دیتا اور ہمنشین بد سے بہتر ہے۔ اور کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے لوگوں سے عزلت اختیار کی اُنھوں نے جواب دیا کہ مجکو یہ خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہو کہ میرا دین چھین جاوے اور مجکو خبر بھی نہو۔ اسمیں یہ اشارہ ہوا کہ ہمنشین بد کے اخلاق کو طبیعت چرا لیتی ہے۔ اور حضرت ابو ذر داءؓ فرماتے ہیں کہ اللہ سے ڈرو اور لوگوں سے احتراز رکھو کیونکہ یہ لوگ اگر اونٹ پر چڑھتے ہیں تو اُسکی پیٹھ زخمی کر دیتے ہیں اور گھوڑے پر سوار ہوں تو اُسکی کمر لگا دیتے ہیں اور اہل ایمان کے دل میں جگہ کرتے ہیں تو اُسکو خراب کر دیتے ہیں اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ آشنا کم کرو کہ تمھارا دل و دین خوب محفوظ رہیگا اور حقوق سے ہلکے پھلکے رہوگے اسلیے کہ جسقدر آشنا زیادہ ہونگے اُسی قدر حقوق زیادہ ہونگے اور سب کا ادا کرنا دشوار ہوگا

اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ جسکو پہچانتے ہو اُس سے اجنبی بنو اور جسکو نہیں پہچانتے اُس سے آشنائی مت کرو

پانچواں فائدہ عزلت کا یہ ہے کہ نہ لوگ تم سے کچھ طمع کرینگے نہ تم اوروں سے اور لوگوں کی طمع کا تم سے منقطع ہونا ایک امر نہایت مفید ہے اسلیے کہ لوگوں کا راضی کر دینا تو ممکن نہیں اس سے یہی بہتر ہے کہ آدمی اپنے ہی نفس کی اصلاح کرے اور ادنی اور آسان حقوق میں سے جنازہ پر جانا اور بیمار پرسی اور ولیموں اور عقد نکاح میں حاضر ہونا ہے اور ان سب میں تضیع اوقات اور آفات کا متعرض ہونا ہے پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی انمیں سے بعض حقوق نہیں ادا کر سکتا ہے اور عذر ہرچند مقبول ہوتا ہے مگر ہر ایک عذر قابل ظاہر کرنے کے نہیں ہوتا تو لوگ یہی کہتے ہیں کہ آپنے فلاں شخص کا حق ادا کیا اور ہمارا حق ادا نہ کیا اور یہی وجہ عداوت کی ہو جاتی ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ جو شخص بیمار کو عیادت کے وقت میں نہیں پوچھتا وہ یہ چاہتا ہے کہ بیمار مرجاوے تاکہ اچھا ہونے پر اُسکی نظر میں عیادت نہ کرنے سے شرمندگی نہو اور جو شخص کسی کی شادی غمی میں شریک نہو اُس سے سب راضی بیٹھے ہیں اور جو ایک کا شریک ہوا اور دوسرے کا نہو اُس سے وحشت کرتے ہیں اور اگر آدمی دن اور رات تمام اوقات میں التزام اداء حقوق کا کرے تب بھی سب حقوق ادا نہو سکینگے اور جس صورت میں کہ کسی کو دنیا یا دین کا شغل بھی ہو تو اُس سے کیسے ادا ہو سکتے ہیں حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ دوستوں کا زیادہ ہونا قرضخواہوں کا زیادہ ہونا ہے یعنی جتنے دوست زیادہ ہونگے اتنے ہی اُنکے حق ادا کرنے ہونگے۔ اور ابن رومی نے ایک قطعہ کہا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے۔ قطعہ دوست ہی ہوتا ہے آخر کو عدو دیکھیں نہ کرو کثرت احباب کا نام تو دیکھو کہ یہ امراض بدن کو کھانے یا پینے سے ہوتے ہیں تمام۔ حضرت امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ کمینوں کے ساتھ سلوک کرنا ہر عداوت کی جڑ ہے۔ بات یہی ہے۔ دوسری شق یعنی تمہاری طمع کا منقطع ہونا دوسروں سے تو یہ بھی بڑا فائدہ ہے اسلیے کہ جو کوئی دنیا کی بہار اور زینت کو دیکھتا ہے اُسکی حرص جنبش کرتی ہے اور جسکے نزدیک طمع ابھرتی ہے اور اکثر طلب میں بیشتر نامرادی کے اور کچھ نہیں پاتا اسلیے بہت ایذا اٹھاتا ہے اور جس صورت میں کہ عزلت کر لی تو نوبت دیکھنے کی نہ آئیگی اور جب دیکھنے کو نہیں تو اُسکی تمنا اور طمع بھی نہ کریگا اور یہی وجہ اللہ تعالی نے فرمایا ولا تمدن عینیک الی ما متعنا به ازواجا منہم۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انظروا الی من هو دونكم ولا تنظروا الی من هو فوقكم فانه اجدر ان لا تزدروا نعمة الله علیکم۔ اور عون بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں ابتداء میں تو امیروں کے پاس بیٹھا کرتا تھا تو ہمیشہ رنجیدہ اور اداس رہتا کیونکہ اُنکے کپڑے اپنے کپڑوں سے بہتر دیکھتا اور اُنکی سواری اپنی سواری سے اچھی پاتا مگر پھر میں نے فقیروں کی ہمنشینی اختیار کی تو مجکو راحت ہو گئی۔ اور کہتے ہیں کہ مزنی رح ایک روز جامع فسطاط کے دروازہ سے نکلے تھے کہ اتنے میں ابن عبد الحکم

اپنے لشکر کے ہمراہ وہاں کو گذرا مزنی اُسکا حال دیکھکر ششدر رہ گئے اور یہ آیت پڑھی وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ - پھر فرمایا کہ ہان میں صبر کرونگا اور راضی ہونگا اور آپ تنگ دست اور کم مایہ تھے غرضکہ جو شخص اپنے گھر میں رہتا ہے وہ ان جیسے فتنوں میں مبتلا نہیں ہوتا اور دنیا کی زینت دیکھنے پر تو وہی حال ہونگے یا یہ کہ دین اور یقین آدمی کا قوی ہو اور صبر کرے اور ظاہر ہے کہ صبر کی تلخی صبر سے بھی زیادہ ہے یا یہ کہ اُسکی خواہش اور طمع اُبھر کھڑی ہو اور دنیا کی طلب کی تدبیر کرے اور ہمیشہ کو تباہ ہو جاوے دنیا میں تو اسطرح کہ اکثر طمعین آدمی کی پوری نہین ہوتین ہر طالب اور طامع اِس مصرع سے گویا تر زبان رہتا ہے ع ای بسا آرزو کہ خاک شدہ ۔ اور آخرت میں تباہی کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی متاع کو اللہ تعالی کے ذکر پر ترجیح دے اور یہین وجہ ابن اعرابی نے ایک شعر اِس مضمون کا کہا ہے ع ذلت نظر جب آئی اسیری کی راہ مین ۔ پہونچا میں برتری مین فقیری کی راہ سے ۔ اِسمین یہ اشارہ ہے کہ طمع سر دست موجب ذلت کی ہے چنانچہ کسی دوسرے کا شعر ہے شعر

طمع را سہ حرف ست وہر سہ تہی ۔ ازان نیست مر طمعان را بہی

چھٹا فائدہ عزلت کا یہ ہے کہ جہلاؤن اور احمقون کے دیکھنے اور انکی بے وقوفی اور اخلاق سے ایذا اُٹھانے سے نجات ہوتی ہے کہ ایسے لوگون کا دیکھنا گویا نصف نابینائی ہے - اعمش رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی آنکھیں چندھی کیون ہو گئین فرمایا کہ ثقیل لوگون کے دیکھنے سے اور کہتے ہین کہ امام ابو حنیفہ رح بھی اُنکے پاس گئے تھے اور کہا تھا کہ حدیث مین ہے کہ اللہ تعالی جس شخص کی آنکھیں چھین لیتا ہے اُنکے عوض مین اُسکو وہ چیز دیتا ہے جو آنکھون سے بہتر ہو تو تمکو کون چیز عوض مین ملی اُنھون نے ظرافت کی راہ سے کہا کہ مجکو آنکھون کا عوض یہ دیا کہ گران لوگون کے دیکھنے سے بچایا اور تم بھی اُنھیں مین سے ہو - اور ابن سیرین رض کہتے ہین کہ ایک شخص مجھ سے کہتا تھا کہ مین نے ایکبار گران شخص کو دیکھا تو مجکو غش آگیا - اور جالینوس نے کہا ہے کہ ہر شی کا ایک بخار ہے اور روح کی تپ ثقیل شخصون کو دیکھنا ہے - اور امام شافعی رح فرماتے ہین کہ جب مین گران شخصون کے پاس بیٹھا ہون تو میری بدن کی جو طرف اُنکی جانب ہوتی ہے وہ دوسری طرف کی نسبت کہ مجکو بھاری معلوم ہوتی ہے اور پہلے دو فائدون کے سوا چار فائدے مقاصد دنیوی سے متعلق ہین گر یہ فوائد دین سے بھی متعلق ہو سکتے ہین کیونکہ انسان جب ثقیل آدمی کے دیکھنے سے ایذا پائیگا تو اُسکی غیبت کرنے لگیگا اور خدا تعالی کی حکمت کو بُرا سمجھیگا اور جب دوسرے شخصون سے غیبت یا بدگمانی یا حسد یا چغلی وغیرہ کے باعث ایذا اُٹھائیگا تو بدون اُنکی مکافات کے چین نہ لیگا اور یہ سب باتین انجام کو دین مین خرابی لاتی ہین اور عزلت مین ان سب سلامتی رہتی ہے اسکو سمجھ لینا چاہیے - اب آفات عزلت کے بیان کی طرف ہم متوجہ ہوتے ہین - واضح ہو کہ جو مقاصد دینی اور دنیاوی کہ غیر کی مدد سے حاصل ہوتے ہین وہ بدون اختلاط کے میسر نہین ہو سکتے اور جو امور کہ اختلاط سے بہم ہوتے ہین ظاہر ہے کہ عزلت سے وہ جاتے رہینگے اور اُنکا جاتا رہنا ہی عزلت کا نقصان ہے تو اب اختلاط کے فوائد کو اگر لحاظ کرو تو معلوم ہو جائیگا کہ عزلت کے باعث اتنے فوائد فوت ہو جاوینگے یعنی اختلاط سے یہ فوائد ہین تعلیم اور تعلّم نفع پہونچانا اور حاصل کرنا ادب دینا اور ادب سیکھنا انس حاصل کرنا اور دوسرون کا انیس ہونا اور حقوق کی بجا آوری سے ثواب پانا اور پہونچانا تواضع کا عادی ہونا اور حالات کے دیکھنے سے تجربون کا حاصل کرنا اور عبرت پکڑنی تو یہ فوائد

اختلاط کے ساتھ ہوتے اب اُنکی تفصیل لکھی جاتی ہے

آفت اول عزلت کی یہ ہے کہ تعلیم و تعلّم فوت ہو جاتا ہے جنکی فضیلت ہم باب العلم مین ذکر کر چکے ہین اور یہ دونون دنیا کے اندر بڑی عبادت مین سے ہین اور بدون اختلاط کے یہ ہو نہین سکتے ان اتنی بات ہے کہ علوم بہت ہین اور بعض ضروری نہین ہین اور بعض ضروری ہین تو جن علوم کا سیکھنا آدمی پر فرض ہے اگر اُنکو نہ سیکھیگا اور عزلت کریگا تو گنہگار ہوگا اور اگر بقدر فرض کو سیکھ چکا ہے اور باقی علوم مین خوض اُس سے نہین ہو سکتا ہے اور عبادت کرنے کو دل چاہتا ہے تو عزلت کرلے اور اگر علوم نقلی اور عقلی کی تکمیل پر قادر ہے تو قبل تعلم عزلت کرنا اُسکے حق مین نہایت خسارہ ہے اور اسی واسطے ابراہیم نخعی اور دوسرے اکابر نے فرمایا ہے کہ پہلے عالم ہو پھر عزلت کرو - اور جو شخص علم سیکھنے سے پہلے عزلت کرتا ہے وہ اکثر اپنی اوقات

سونے مین یا کسی ہوس کی فکر مین ضائع کرتا ہو اور غایت یہ ہو کہ تمام اوقات وظیفہ مین ڈوبا رہے اور بدن سے اعمال کرتا رہے مگر دل طرح طرح کے فریبون سے اُسکی سعی کو بیکار اور عمل کو باطل کر دیگا کہ اُسکو خبر بھی نہ ہوگی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے اعتقاد مین کچھ کے کچھ وہم باندھکر اُنسے انس حاصل کریگا اور اکثر فاسد وسوسے اُسکو پیش آئینگے جنکے باعث اکثر حالات مین شیطان کا کھلونا بنیگا اور دل مین اپنے آپکو عابد سمجھیگا غرضکہ علم دین کی اصل ہو اور عوام اور جاہلون کی عزلت مین کچھ خیر نہین یعنی جو شخص تنہائی مین عبادت کرنا اچھی طرح نہین جانتا اور اُسکو معلوم نہین کہ خلوت مین کونسی باتین ضروری ہین اُسکو عزلت سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اسلیے کہ آدمی کا نفس ایسا ہی ہو جیسا مریض کہ طبیب شفیق کے علاج کا حاجتمند ہوتا ہو تو اگر کوئی جاہل مریض طب سیکھے اور طبیب سے تنہا رہنا چاہے تو ظاہر ہو کہ مرض سے دونی ایذا پائیگا پس بجز عالم کے اور کسی کو عزلت زیبا نہین — اور تعلیم مین بھی بڑا ثواب ہو بشرطیکہ معلم اور متعلم دونون کی نیت درست ہو اور جس صورت مین کہ معلم کا قصد یہ کہ میری قدر بہت ہو اور شاگرد اور پیرو زیادہ ہون تو یہ امر دین کی خرابی ہو اور ہم نے اسکی وجہ باب العلم مین مذکور کی ہو — اور اس زمانہ مین عالم کا حکم یہ ہو کہ اگر اپنے دین کی سلامتی چاہے تو عزلت کرے کیونکہ اب کوئی طالب علم ایسا نظر نہین آتا جو دین کے فائدے کے لیے تحصیل کرتا ہو بلکہ ایسی چکنی باتون کے طالب ہین جنسے وعظ مین عوام کو اپنی طرف پھیر لین یا مضامین مناظرہ سیکھتے ہین کہ اُنسے ہمسرون کو بند کرین اور حکام کے یہان تقرب حاصل کرین اور فخر و مباہات کے مقام مین استعمال مین لاوین اور مرغوب علمون مین سے سب مین اقرب علم مذہب ہو یعنی روایات فقہیہ جنپر فتویٰ ہو مگر اُنکو غالباً اسلیے سیکھتے ہین کہ ہمسرون سے بڑھکر رہین اور عہدہ جات سلطانی پر مامور ہو کر مال جمع کرین تو دین اور احتیاط اسی امر کی مقتضی ہین کہ عالم ایسے طالب علمون سے احتراز کرے اور اگر کوئی طالب علم ایسا ملے جو اللہ تعالیٰ کے واسطے علم سیکھے اور علم سے مد نظر خداے تعالیٰ کا تقرب ہو تو ایسے طالب علم سے احتراز کرنا اور اُس سے علم کا چھپانا سخت گناہ کبیرہ ہو اور ایسا طالب علم اگر میسر بھی ہوتا ہو تو بڑے بڑے شہرون مین ایک دو سے زائد نہین ہوتا — اور سفیان ثوری کے اس قول سے دھوکا مت کھانا کہ ہم نے علم کو غیر اللہ کے لیے سیکھا مگر علم نے نہ مانا بجز اسکے کہ خدا ہی کے لیے ہو اور اس دھوکے مین آکر یہ مت سمجھنا کہ عالم علم کو غیر اللہ کے لیے سیکھتے ہین مگر بعد کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہین کیونکہ اکثر لوگون کا حال تمھارے پیش نظر ہو اُسکو دیکھکر عبرت کرو کہ اکثر دنیا کی طلب ہی مین مرتے ہین اور اُسی کے حریص رہتے ہین کم دیکھوگے کہ دنیا سے اعراض کرین یا اُسکے زاہد ہین اور مثل مشہور ہو کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ — اور جان لو کہ جس علم کی طرف سفیان رحمہ نے اشارہ فرمایا ہو وہ علم حدیث اور تفسیر اور سیر انبیا اور اصحاب کبار کا ہو کہ اُسمین خوض کرنا موجب خوف الٰہی کا ہوتا ہو اور اگر وہ اُسوقت اثر نہین کرتا تو مآل مین موثر ہوتا ہو اور علم کلام اور فقہ محض جو معاملات کے فتاویٰ اور خصومات مذہبی کے فیصلون پر مشتمل ہو اُسکی تاثیر نہین کہ جو کوئی اُسمین دنیا کی وجہ سے رغبت کرے تو اُسکو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دے بلکہ اسکے پڑھنے سے تو آخر عمر تک دنیا کا حریص ہی رہیگا اور رقائق یا وہ باتین کہ ہمنے اپنی اس کتاب مین لکھی ہین اگر طالب علم اُنکو دنیا ہی کی رغبت کے لیے سیکھے تو اُسکو اجازت دی جاسکتی ہو اسوجہ سے کہ توقع پڑتی ہو کہ آخر عمر مین اپنی حرکت سے باز آوے کیونکہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کا خوف دلانے اور آخرت پر راغب کرنے اور دنیا سے ڈرانے سے بھری ہوئی ہو اور یہ وہ باتین ہین کہ احادیث اور تفسیر قرآن مجید مین ملتی ہین اور علم کلام اور اقوال راجح اور مرجوح فقہیہ مین نہین ملتین تو ایسا نہ ہو کہ آدمی اپنے دل مین دھوکا کھا کر صرف اسکی تحصیل کا ہو رہے اور جانے کہ مین بہتر کرتا ہون کیونکہ تقصیر والا اگر اپنے قصور کو جانتا ہو تو وہ اس سے اچھا ہوتا ہو جو نادان اور دھوکا کھایا ہوا عمداً نادان بنکر گھٹی اُٹھائے — اور جو عالم کہ تعلیم پر شدت سے حریص ہو عجب نہین کہ اُسکی غرض قبول اور جاہ ہو اور اُسکا سرپرست بھی نفع ہو کہ جاہون پر فخر اور ناز کرکے اپنا دل خوش کر لیا کیونکہ علم کی آفت تکبر ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو ع اور بشر رح سے مروی ہو کہ اُنھون نے سترہ صندوق کتب احادیث کے جنکو اُنھون نے سنا تھا دفن کر دیے تھے اور روایت حدیث نہین کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھکو تمنا ہو کہ روایت حدیث کرون اسی وجہ سے

نہین

ع معروف یہ ہو کہ آپ نے یون فرمایا ہو کہ علم کی آفت بھولنا ہو اور جمال کی آفت تکبر ہو چنانچہ مطیّن نے اپنی مسند مین بروایت علی مرتضیٰ بسند ضعیف روایت کیا ہو ۱۲

نہیں کرتا اگر ایسی صورت ہو کہ دل میں ہوس حدیث کے بیان کرنے کی نہ ہو تو البتہ روایت کروں اور اسی وجہ سے انھوں نے فرمایا ہی کہ لفظ
حدثنا دنیا کے دروازوں میں کا ایک پھاٹک ہی اور جب کوئی حدثنا کہتا ہی تو وہ یہی کہتا ہی کہ میرے لیے وسعت کرو۔ اور رابعہ عدویہ نے حضرت
سفیان ثوری سے فرمایا کہ تم اچھے آدمی ہو بشرطیکہ دنیا کی رغبت نہ ہوتی آپ نے پوچھا کہ مین نے کونسی چیز مین رغبت کی ہی رابعہ نے کہا کہ حدیث مین
اور یہی وجہ ابو سلیمان دارانی نے کہی فرمایا کہ جسنے نکاح کیا یا حدیث کو لکھا یا سیاحی مین مشغول ہوا تو اُسنے دنیا کی طرف میل کیا اور ان آفات پر
ہم باب العلم مین آگاہ کر چکے ہین اور احتیاط اسی مین ہی کہ بمقدار ہو سکے شاگرد کم کرے اور عزلت اختیار کرکے اس امر سے احتراز کرے بلکہ جو شخص
تدریس اور تعلیم سے دنیا کا طالب ہو تو اُس زمانہ مین اُسکے حق مین بہتر یہی ہی کہ اگر عاقل ہو تو اپنا کام چھوڑ دے کیونکہ ابو سلیمان خطابی نے ہمزمانہ کا
حال یون بیان کیا ہی اور واقع مین درست کہا ہی جو لوگ تمھارے پاس بیٹھنے اور تم سے پڑھنے کے راغب ہون اُنکو ترک کرو کہ تمکو اُنسے نہ مال ملے
نہ جمال وہ لوگ ظاہر کے دوست اور باطن کے دشمن ہین جب تمکو دیکھتے ہین تو خوشامد کرتے ہین اور پیٹھ پیچھے برا کہتے ہین اگر کوئی پاس آتا ہی تو تمھارے
افعال کا نگران رہتا ہی اور باہر جاکر تمھاری برائیان کہتا ہی یہ لوگ نفاق اور چغلی اور کینہ اور فریب کے بندے ہین اُنکے جمع ہونے سے دھوکا
مت کھانا اُنکی غرض علم کی تحصیل نہین بلکہ جاہ و مال کے خواہان ہین تمکو اپنے مطالب کا زینہ خواہ اپنی حاجات کا گدھا بنایا چاہتے ہین اگر اُنکی کسی
غرض مین تمسے کوتاہی ہو جائے تو سخت دشمن ہو جاتے ہین پھر تمھارے پاس اپنی آمد و رفت کا ناز کرتے ہین اور اس امر کو تم پر حق واجب سمجھتے ہین
اور تم سے اس بات کے خواہان ہین کہ اپنی عزت اور دنیا و دین سب اُنکے لیے خرچ کرو یعنی اُنکے دشمن سے عداوت کرو اور اُنکے قریب کی مدد
اور خادم اور دوست کی اعانت کرو اُنکی یہ مرضی ہی کہ تم عالم ہو کر اُنکے لیے بیوقوف بنو اور متبوع اور رئیس ہو کر اُنکے تابع خسیس ٹھہرو اور یہی جو
مشہور ہی کہ عوام سے کنارہ کرنا مروت کا اول ہی یہ خلاصہ تقریر ابو سلیمان کا ہی اور بہت درست و بجا ہی کہ مدرس بیچارے ہمیشہ کی غلامی مین پھنسے رہتے ہین
یعنی جو کوئی اُنکے پاس آتا ہی وہ اپنا حق جتاتا ہی اور بڑا احسان جتاتا ہی گویا مدرس کو کوئی جاگیر بخش دی ہی اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہی کہ اگر
مدرس اپنے روزینہ سے طالب علم کے کھانے کی خبر لے تو اُسکے پاس کوئی نہین جاتا اور اُسکا روزینہ اسقدر نہین ہوتا کہ طلبہ کی خوراک کو بھی
صورت ہو جائے تو وہ بیچارہ سلاطین کا سلامی ہوتا ہی اور اقسام کی ذلت اور رسوائی کھینچتا ہی یہان تک کہ سلطان کسی حرام آمدنی پر اُسکے لیے
کچھ لکھ دیتا ہی اب اُسکو عامل کی خدمت اور غلامی کرنی پڑتی ہی اور بہت دنون اُسکی دربارداری مین ذلیل ہوتا ہی حتیٰ کہ مال اُس سے اسطرح
وصول ہوتا ہی کہ گویا اُسنے اپنی گرہ سے دیا ان سب دقتون کے بعد طلبہ مین تقسیم کرنے کا نیا درد اٹھاتا ہی یعنی اگر سب کو برابر دیتا ہی تو منتہی شخص ناراض
ہوتے ہین اور مدرس کو احمق کہتے ہین کہ اُنکو تمیز نہین کہ مصارف اہل فضل کے کیسے ہوتے ہین اور طریق عدل کا قائم رکھنا نہین جانتے اور اگر باہم
تفاوت کے ساتھ دیتا ہی تو بیوقوف زبان سے اُسپر گل تراشتے ہین اور شیر و اژدہا کی طرح اُسپر جھپکتے اور لپکتے ہین غرضکہ دنیا مین تو یون مٹی خراب
رہتی ہی اور آخرت مین جو مال لیکر تقسیم کرتا ہی اُسکے مظلمہ مین خراب ہوگا اور طرفہ یہ ہی کہ مدرس صاحب کا نفس باوجود ان مصائب کے اُنکو جھوٹی
آرزو مین ڈالتا ہی اور فریب کے داؤ کھیلتا ہی کہ تو اپنے کام مین سستی نہ کر جو کچھ تو کرتا ہی اُس سے رضاے الٰہی کا طالب ہی اور شریعت محمدی صلی اللہ
علیہ وسلم اور علم دین کے پھیلانے مین ساعی ہی اور بندگان خدا مین سے جو علم کے طالب ہین اُنکی خدمت کرتا ہی اور سلاطین کے مال ناس
اُنکی ملک نہین بلکہ وہ مصلحتون کے لیے ہین اور علم کے زیادہ کرنے سے کوئی مصلحت زیادہ نہین کیونکہ علما کے سبب سے دین کا اظہار اور
اہل دین کی تقویت ہی۔ اور اگر یہ مدرس شیطان کا کھلونا نہ ہوتا تو ادنیٰ تامل سے جان لیتا کہ زمانہ کی خرابی کی وجہ یہی ہی کہ ایسے فقیہ بہت
ہو گئے ہین کہ جو پاتے ہین کھا جاتے ہین اور حلال و حرام مین کچھ فرق نہین کرتے اور جاہل اُنکو دیکھ کر گناہون پر جرأت کرتے ہین اور اُنکے
قدم بقدم چلتے ہین اور اسی وجہ سے کہتے ہین کہ رعیت نہین خراب ہوتی مگر بادشاہون کے خراب ہونے سے اور بادشاہ نہین خراب ہوتے
مگر علما کے خراب ہونے سے ہم خداے تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہین مثال علما کے آنے اور رہبرون کے جانے سے کیونکہ یہ ایسا روگ ہی جسکا کوئی علاج نہین

دوسری آفت عزلت کی یہ ہی کہ نفع اور انتفاع فوت ہوجاتا ہی یعنی لوگون سے خود نفع اُٹھانا کمانے اور معاملہ کرنے سے ہوتا ہی اور یہ بدون اختلاط کے میسر نہین تو جو شخص معاملات و کسب کا حاجتمند ہو وہ خواہی نخواہی عزلت کا تارک ہوگا پھر معاملات مین اگر شریعت کے بموجب کاربند ہوگا تو اختلاط مین بڑی دقت اُٹھانی پڑیگی چنانچہ باب الکسب مین ہم اسکو لکھ چکے ہین۔ پس اگر آدمی کے پاس اسقدر مایہ ہو کہ کفایت سے چلے تو کافی ہوجائے تو ایسے کے حق مین عزلت فضل ہی اسلیے کہ اب کسب معیشت کا باب بجز معاصی کے اور نہین ہی ہان اگر یہ منظور ہو کہ کسب معیشت مین خیرات کا صیغہ جاری رکھے اور حلال وجہ سے کما کر صدقہ دیا کرے تو اُس عزلت سے بہتر ہی جو صرف نفل کے لیے اختیار کرے مگر اُس عزلت سے فضل نہین جو خداے تعالی کی معرفت اور علوم شریعت کی تحقیق کے لیے ہو اور نہ اِس امر سے بہتر ہی کہ آدمی اپنی ہمہ تن ہمت خداے تعالی کی طرف متوجہ ہوجائے اور صرف ذکر الٰہی کے لیے ہو رہے یعنی اُسکو مناجات الٰہی سے اُنس ہو کشف اور بصیرت کے ساتھ نہ وہمی باتون اور خیالات فاسدہ کے طور پر اور دوسرون کو نفع پہونچانا اسطرح ہی کہ یا مال سے اُنکے ساتھ سلوک کرے یا بدن سے کوئی اُنکی خدمت بجا لاوے اور ظاہر ہی کہ مسلمانون کی حاجات کو پورا کرنا اجر جزیل رکھتا ہی مگر بدون اختلاط کے بن نہین پڑتا تو جو شخص کہ لوگون کی کاربرآری پر قادر ہو اور اُسکے ساتھ شریعت کی حدود کو بھی ہاتھ سے نہ دیوے تو ایسے شخص کے لیے اختلاط عزلت کی نسبت کہ فضل ہی بشرطیکہ عزلت مین نوافل نماز اور اعمال بدنی کے سوا اور کچھ نہ کرتا ہو اور جس شخص کو دل سے عمل کرنے کا رستہ کھل گیا ہو اور مدام ذکر و فکر مین رہتا ہو تو اُسکی برابر البتہ دوسری بات نہین ہوسکتی۔

تیسری آفت عزلت کی یہ ہی کہ تادیب اور تادب سے باز رہنا پڑتا ہی اور ہماری غرض تادب سے یہ ہی کہ نفس کا مرتاض ہوجانا اور لوگون سے ایذا کا تحمل کرنا تاکہ نفس ڈھیلا ہوجائے اور شہوت مغلوب ہووے اور نفس کا مرتاض ہونا بھی بدون اختلاط کے نہین ہوسکتا اور یہ اختلاط عزلت سے اُس شخص کے حق مین بہتر ہی جسکے اخلاق مہذب اور شہوات حدود شرعیہ کی منقاد نہون اور یہین وجہ خانقاہون کے خادم جو صوفیون کی خدمت کرتے ہین اِس کام کو بہتر سمجھتے ہین اسوجہ سے کہ لوگون سے سوال کرنے مین نفس کی رعونت ٹوٹتی ہی اور صوفیون کی دعا سے برکت ہوتی ہی جو ہمہ تن متوجہ الی اللہ ہین گذشتہ زمانون کی ابتدا مین اس کام کی وجہ یہی تھی اب آمیزین اور اغراض فاسدہ ملگئے ہین اور پہلا قانون باقی نہین رہا جیسے اور دین کے شعائر اپنی اصلی ہیئت سے مائل ہوگئے اب خدمت کے لیے تواضع اسلیے کرتے ہین کہ بہت سے لوگ تابع ہوجائین اور بہت سا مال ملجائے تو اگر خدمت اور ریاضت سے یہی نیت ہو تو اس سے تو عزلت ہی بہتر ہی گو کسی قبر ہی کے پاس ہو اور اگر واقع مین نیت نفس کی رعونت دُور کرنے کی ہو تو جو شخص ریاضت کا محتاج ہو اُسکے حق مین عزلت کی نسبت کہ بہتر ہی اور ریاضت کی احتیاج ابتداء سلوک مین ہوتی ہی بعد حصول ریاضت کے یہ سمجھنا ضرور ہی کہ گھوڑے کو جو پھیرتے ہین اُس سے فقط پھیرنا مقصود نہین ہی بلکہ غرض یہ ہوتی ہی کہ بعد شائستگی کے اُسکو قطع منازل کے لیے مرکب کیا جاے اور جس منزل کو جانا چاہین اُسکے ذریعہ سے پہونچ سکین اسی طرح آدمی کا بدن دل کی سواری ہی کہ اُسپر سوار ہوکر طریق آخرت کے منازل کو قطع کرے اور چونکہ اسمین بہت سی شہوات ہین کہ اگر اُنکو دور نہ کیا جاے تو راستہ مین سرکشی کریگا اسلیے حاجت ریاضت کی ہوئی مگر مقصود وہی سواری ہی پس اگر کوئی عمر بھر ریاضت مین رہے تو اُسکی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص تمام عمر گھوڑے کو پھیراوے اور سوار نہو تو اِس صورت مین اُسکی شائستگی کا یہی فائدہ ہوگا کہ سر دست کاٹنے اور لات اور ٹاپ مارنے سے محفوظ رہیگا اور ہر چند یہ فائدہ بھی مقصود ہی مگر ایسا فائدہ تو مُردار جانور سے بھی حاصل ہی گھوڑا تو اسلیے ہوتا ہی کہ اُس سے زندگی مین کچھ کام لیا جاوے اسی طرح بدن کی شہوات سے رہائی تو سونے اور مرنے سے بھی حاصل ہی مگر صرف ترک شہوات ہی مقصود نہین بلکہ اُسکے بعد راہ آخرت کو طے کرنا بھی مقصود ہی پس آدمی کو چاہیے کہ ترک شہوات اور صرف ریاضت پر قانع نہو جیسے کسی نے ایک راہب کو کہا تھا اے راہب اُسنے جواب دیا کہ مین تو راہب نہین ہون بلکہ ایک باولا کتا ہون مین نے اپنے نفس کو روک لیا ہی کہ آدمیون کو نہ کاٹون اور ایسا شخص

بہ نسبت ایذا دہندہ کے بہتر ہو مگر صرف اسی قدر پر قناعت نہ چاہیے کیونکہ جو شخص اپنے آپ کو قتل کر ڈالے اسکے عدم ایذا مردم تو اُسمین بھی ہو جائیگا مگر طریق آخرت کچھ طے نہ ہوگا اسلیے یہ چاہیے کہ اپنے انتہائے مقصود کو مدنظر کرے کہ ریاضت کے بعد کیسا کرنا ہوگا اور جب کوئی اِس فقرہ کو سمجھ لیگا اور راہ ریاضت پر اگر سلوک پر قادر ہوگا اسکو صاف معلوم ہو جائیگا کہ عزلت اُسکے لیے اِس طریق مین زیادہ معین ہی بہ نسبت اختلاط کے یعنی ایسے شخص کے لیے ابتدا امر مین اختلاط افضل ہی اور انجام کو عزلت - اور تادیب سے ہماری غرض دوسرے کو ریاضت کش کرنا ہی جیسے صوفیون کے مرشد صوفیون کے ساتھ کرتے ہین اور یہ بھی بدون اختلاط کے نہین ہو سکتا یعنی مرشد جب تک مریدون کے ساتھ اختلاط نہ کریگا اُنکی تہذیب پر قادر نہ ہوگا اور مرشد کا حال معلم کی طرح ہی اور جو حکم معلم کا ہی وہی مرشد کا ہی اور ارشاد مین بھی آفتین دقیق اور ریا ایسی آتی ہین جیسے علم کے سکھانے مین آتی ہین ہان اتنا فرق ہی کہ جو مرید طالب ریاضت ہین اُنمین آثار طلب دنیا کے بعید ہوتے ہین اور طالبان علم مین طلب دنیا کے علامات قریب ہین اور اسی باعث سے طالبان ریاضت کم نظر آتے ہین اور طلبہ علم بہت تو اِس صورت مین یہ چاہیے کہ جو بات خلوت سے حاصل ہو اسکو اُس سے مقابل کرے جو اختلاط سے میسر ہو اور دونون مین سے افضل کو اختیار کرے اور افضل کا معلوم کرنا دقیق اجتہاد سے متعلق ہی اور احوال اور اشخاص کے سبب سے مختلف ہوا کرتا ہی اِس جہت سے اسپر حکم نفی یا اثبات کا مطلقاً نہین کر سکتے بدون تفصیل کے

چوتھی آفت عزلت کی یہ ہی کہ دوسرون سے اُنس کا حاصل ہونا اور اُنکو اُنس دینا فوت ہو جاتا ہی اور یہ امر اس شخص کو منظور ہوتا ہی جو ولیمون اور دعوتون اور دل لگی کی جگہون مین شریک ہوتا ہی اور اسکا مآل سر دست لذت نفسانی ہوتی ہی اور کبھی دیانت بھی ہوا کرتی ہی جیسے کوئی مشایخ سے اُنس حاصل کرے اسوجہ سے کہ وہ ہمیشہ تقوی اور ورع مین رہتے ہین تو اُنکے اقوال اور حالات کو دیکھکر اُنس حاصل کرنا دین کے باب مین مستحب ہی اور حظ نفسانی کبھی تو حرام ہوتا ہی جیسے اُس شخص سے دوستی کرنی جسکی موانست درست نہو اور کبھی مباح ہوتا ہی اور بعض اوقات مستحب ہی بشرطیکہ حظ نفسانی سے مقصود یہ ہو کہ عبادت مین کچھ نشاط و کیفیت اُبھرے اور دل کو راحت ملے اسلیے کہ دل سے اگر بزور مشقت کام لیا جاتا ہی تو اندھا ہو جاتا ہی تو جس صورت مین تنہائی مین وحشت ہو اور دوسرون کے پاس بیٹھنے سے دل کو اُنس اور راحت ہو جاتی ہو تو اختلاط اولی ہی کیونکہ عبادت مین نرمی برتنی احتیاط کا کام ہی اور اِسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی ان اللہ لا یمل حتی تملوا اور یہ امر بھی ضروری ہی باین وجہ کہ دل علی الدوام بدون رخصت کے امر حق سے الفت نہین کرتا اور اگر بزور اُس سے کام لیا جاتا ہی تو گھبرا جاتا ہی اور دین مین جو کوئی طاقت سے زیادہ اپنے ذمہ پر کوئی بات کر لیتا ہی تو آخر کو وہی مغلوب ہو جاتا ہی اور دین غالب رہتا ہی احتیاط اسی مین ہی کہ دین مین نرمی سے داخل ہو اور یہی وجہ ہی حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ اگر مجھکو خوف وسواس نہ ہوتا تو مین آدمیون سے ہمنشینی نہ کرتا اور ایکبار یون فرمایا کہ ایسے شہرون مین چلا جاتا جہان کوئی اُنیس نہین ہوتا - اور آدمیون کی خرابی آدمیون ہی سے لگا کرتی ہی تو اس صورت مین عزلت کرنے والے کے لیے ایک رفیق ضروری ہی جس سے رات دن کے عرصہ مین دیکھنے اور بات کرنے سے گھنٹہ بھر دل بہلا وے مگر ایسا شخص تلاش کرنا چاہیے جو فقط اسی ایک گھنٹہ مین اُسکے تمام گھنٹون کی محنت رائگان نہ کرے چنانچہ آنحضرت صلعم فرماتے ہین المرء علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل اور چاہیے کہ فرصت ملنے کے وقت زیادہ تر تمنا اِس بات کی کرے کہ امور دینی مین گفتگو ہو اور دل کا احوال اور اُسکی شکایت بیان کیجائے کہ امر حق پر ثابت اور مستقل رہنا ہی اسکی تدبیر کیا ہی تو اسطرح کے اختلاط مین البتہ نفس کو راحت ملتی ہی اور جو شخص اُسکی درستی کے درپے ہی اُسکو اِسمین بہت گنجایش ہی کیونکہ گو کتنی ہی عمر زیادہ ہو شکایت کبھی منقطع نہ ہوگی اور جو شخص اپنے نفس کے حال سے راضی ہو جاتا ہی وہ یقیناً مغالطہ مین پڑا ہی غرضکہ اُنس کا یہ طور البتہ دن کے کسی حصہ مین بعض اشخاص کے حق مین عزلت سے بہتر ہی تو عزلت والے کو چاہیے کہ اپنے دل کا حال دریافت کرے پھر جلیس کے معلوم کرے تب اُس سے ہمنشینی کا مضائقہ نہین

پانچوین آفت عزلت کی یہ ہی کہ ثواب کے پہونچنے اور پہونچانے سے محروم رہتا ہی ثواب اپنے آپ کو ہونا تو اسطرح ہی کہ جنازون پر جانا

ح اللہ تعالی نہین تھکتا ہی یہان تک کہ تم تھک جاؤ - اسکی سند پیشتر گذر چکی ۱۲ ح آدمی اپنے خلیل کے دین پر ہی تو تم مین سے کوئی جس سے خلت کرے اُسکو دیکھ لے اسکی سند باب آداب صحبت مین گذری ۱۲

اور بیمارون کا پوچھنا اور عیدین مین شریک ہونا وغیرہ اور جمعہ مین حاضر ہونا عزلت والے کو ضرور چاہیے اسی طرح سب نمازون کی جماعت مین بھی شرکت ضروری ہی جماعت کے ترک کی اجازت کسی صورت مین نہین ہان اگر خوف کسی ایسے ظاہری نقصان کا ہو جو جماعت کے ثواب نہ ملنے کا ہم پلہ ہو تب ترک جماعت ہو سکتا ہی مگر ایسا اتفاق بہت کم ہوتا ہی اور ولیمون اور دعوتون اور نکاحون مین شریک ہونے سے بھی ثواب ملتا ہی کہ ایک مسلمان کے دل کو خوش کرنا ہوتا ہی - اور دوسرون کو ثواب پہونچانا اس طرح ہی کہ اپنا دروازہ کھلا رکھے تاکہ لوگ اسکی عیادت کرین اور مصیبت مین تسکین اور خوشی مین تہنیت کرین کیونکہ ان باتون سے لوگون کو ثواب ملتا ہی اسی طرح اگر آدمی عالم ہو اور وہ اجازت دے کہ لوگ زیارت کرین تو انکو زیارت کا ثواب ملیگا اور اسکا سبب یہی شخص ہوگا تو سالک کو چاہیے کہ ان اختلاطون کے ثواب کو اُن آفتون سے مقابل کرے جو ہم نے مذکور کی ہین اس صورت مین کبھی تو عزلت کو ترجیح ہوگی اور کبھی اختلاط کو اور سلف کے بعض لوگ شل مالک وغیرہ اپنے گھرون مین بیٹھ رہے تھے دعوتون کا قبول کرنا اور بیمارون کا پوچھنا اور جنازون پر جانا بالکل ترک کر دیا تھا بجز جمعہ اور زیارت قبور کے مطلق باہر نہ نکلتے تھے اور بعضون نے سکونت شہرون کی ترک کر کے پہاڑون کی چوٹیون پر پناہ لی تھی کہ عبادت مین فراغت ملے اور کوئی مانع پیش نہ آئے -

چھٹی آفت عزلت کی یہ ہی کہ تواضع فوت ہوتی ہی جو افضل مقامات ہی اور تنہائی مین نہین بن سکتی بلکہ تنہائی کا باعث کبھی تکبر ہی ہوا کرتا چنانچہ بنی اسرائیل کی خبرون مین مذکور ہی کہ کسی حکیم نے حکمت کے باب مین تین سو ساٹھ کتابین بنائی تھین یہان تک کہ اسکو گمان ہوا کہ خدا تعالے کے نزدیک مجکو بڑا مرتبہ ہوا ہوگا اللہ تعالی نے اُسوقت کے نبی پر وحی بھیجی کہ فلان شخص سے کہدو کہ تو نے زمین بکواس سے تمام زمین بھردی مین تیری اس بات مین سے کچھ قبول نہین کرتا اُس حکیم نے خلوت اختیار کی اور زمین کے نیچے کسی تہ خانہ مین جا رہا اور دل مین کہا کہ اب مین اپنے پروردگار کی محبت کو پہونچ گیا اللہ تعالی نے اپنے نبی پر وحی بھیجی کہ اُسکو کہدو کہ تو میری رضا کو نہ پہونچیگا جب تک کہ لوگون سے اختلاط کر کے انکی ایذا نہ سہے اسکے بعد اُسنے عوام سے اختلاط کیا اور اُنکے پاس بیٹھا اور ساتھ کھانا کھایا اور بازارون مین اُنکے ہمراہ پھرا تب اللہ تعالی نے اپنے نبی کو حکم فرمایا کہ اُس سے کہدو کہ اب تو ہماری رضا کو پہونچا پس بعض عزلت گزین ایسے بھی ہوتے ہین کہ اُنکی عزلت کا باعث تکبر ہی ہوتا ہی اور محفلون مین اسی وجہ سے نہین جاتے کہ کوئی توقیر نہ کریگا یا مقدم نہ بٹھائیگا یا یہ سمجھتے ہین کہ ہم لوگون نہ ملینگے تو ہمارا رتبہ بڑھیگا اور نام زیادہ مشہور ہوگا اور کچھ لوگ اسوجہ سے عزلت اختیار کرتے ہین کہ مبادا اختلاط کے باعث ہماری قلعی کھل جاوے اور زہد و عبادت کا اعتقاد جو ہم پر رکھتے ہین وہ نابود ہو جائے اسلیے وہ اپنے گھر کو اپنی برائیون کی آڑ بنا لیتے ہین تاکہ لوگ اُنکو عابد و زاہد جانتے جائین حالانکہ خود بدولت گھر مین کوئی وقت بھی ذکر و فکر مین صرف نہین کرتے اور اُن لوگون کی پہچان یہ ہی کہ خود کسی کے یہان جانا پسند نہین کرتے اور دوسرون کا اپنے یہان آنا چاہتے ہین بلکہ اس بات سے خوش ہوتے ہین کہ عوام اور سلاطین اُنکے دروازہ اور راستہ پر جمع ہون اور اُنکے ہاتھ کو تبرک جانکر بوسہ دین تو ایسے لوگون کو اگر اختلاط کی نفرت شغل عبادت کی محبت سے ہوتی تو جیسا اپنا جانا اچھا نہین معلوم ہوتا تھا دوسرے کا آنا بھی اپنے پاس برا جانتے جیسے فضیل رح کا حال ہم نے انکی بیان کیا ہی کہ دوست کو دیکھکر یہ فرمایا کہ تم صرف اسلیے آئے ہو کہ مین تمہارے سامنے بن سنور کر بیٹھون اور تم میرے سامنے یا جیسے حاتم اصم نے اُس حاکم سے کہا تھا جو اُنسے ملنے گیا تھا کہ میری حاجت یہ ہی کہ نہ مین تمکو دیکھون اور نہ تم مجکو تو جو شخص تنہائی مین مشغول بذکر خدا نہین اُسکی عزلت کرنے کا سبب یہی ہی کہ شدت سے لوگون مین مشغول ہی یعنی اُسکا دل یہی چاہتا ہی کہ لوگ مجکو وقار اور حرمت کی نظر سے دیکھین پس ایسی عزلت کئی وجہ سے جہالت ہی اول یہ کہ شخص علم اور دین مین بڑا ہوتا ہی تو اختلاط اور تواضع سے اسکا منصب کم نہین ہوتا چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خرما اور نمک اپنے کپڑے اور ہاتھ مین اُٹھا لاتے اور فرماتے ہ کامل کو کچھ ضرر نہین اسکے کمال مین ہ اگر فائدہ کی چیز وہ لاوے عیال مین ہ اور حضرت ابوہریرہ اور حذیفہ بن یمان

اور ابی بن کعب اور ابن مسعود رض لکڑی کے گٹھے اور آٹے کی گٹھریاں اپنے شانوں پر لے آتے تھے اور حضرت ابوہریرہ رض اپنے عہد حکومت میں لکڑیاں سر پر لیے جاتے اور کہتے کہ اپنے امیر کو راستہ دو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چیز خرید فرماتے اور خود مکان کو لے چلتے اگر کوئی صحابی عرض کرتا کہ مجھکو عنایت فرمائیے کہ میں لے چلوں تو فرماتے کہ چیز کا مالک اسکے لے چلنے کا زیادہ مستحق ہے۔ اور حضرت امام حسن علیہ السلام سائلوں پر گذرتے کہ وہ ٹکڑے کھاتے ہوتے اور کہتے کہ صاحبزادہ آؤ کچھ تناول فرماؤ تو آپ سواری سے اُترتے اور راستہ پر بیٹھکر اُنکے ساتھ کھاتے پھر سوار ہو کر فرماتے کہ اللہ تعالی تکبر والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص اس کام میں لگا ہے کہ لوگ مجھ سے راضی رہیں اور میرے باب میں اپنا اعتقاد درست رکھیں وہ مغالطہ میں پڑا ہے اسلیے کہ اگر خدا تعالی کو کما حقہٗ پہچانے اور جانے کہ خلق سے کوئی کام نہیں نکلتا نفع اور نقصان سب اللہ تعالی کے قبضہ میں ہے کوئی اُسکے سوا نہ فائدہ پہونچا سکے نہ ضرر اور جو شخص لوگوں کی رضامندی اور محبت اللہ تعالی کی ناراضی سے چاہتا ہے تو اللہ تعالی اُس سے ناراض ہوتا ہے اور خلق کو بھی اُس سے ناخوش کرتا ہے علاوہ اُسکے لوگوں کی رضامندی ایک ایسی بات ہے کہ حاصل نہیں ہو سکتی تو اس سے یہی بہتر ہے کہ خدا تعالی کی رضامندی طلب کیجائے اور اسی جہت سے حضرت امام شافعی نے یونس بن عبد الاعلی کو فرمایا کہ بخدا میں تیرے بھلے کی کہتا ہوں کہ آدمیوں سے سلامت رہنے کی کوئی تدبیر نہیں اس صورت میں تامل کر کے جو اپنے حق میں صلاحیت جانو اسکو کرو۔ اور اسی لیے کسی نے کہا ہے کہ جو غم سے مرتا ہے کہ جو کوئی لوگوں کا لحاظ رکھتا ہے دنیا میں لذت اسکو نصیب نہیں ہوا اور سہیل تستری رح نے اپنے کسی مرید کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ فلاں عمل کرو اُسنے عرض کیا کہ یہ تو لوگوں کی جہت سے میں نہیں کر سکتا آپ اپنے مریدوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ آدمی کو حقیقت معرفت نہیں ملتی جبتک کہ دو باتوں میں سے ایک کے ساتھ متصف نہ ہو یا یہ کہ لوگ اُسکی نظر سے گر جاویں کہ دنیا میں سوا اپنے پروردگار کے اور کسی کو نہ دیکھے اور سمجھ لے کہ کوئی مجھکو نفع اور ضرر نہیں پہونچا سکتا یا یہ کہ اُسکا نفس اُسکے دل کے سامنے ہیچ ہو جاوے کہ اُسکی پروا نہ رہے کہ لوگ کس حال پر مجھکو دیکھیں گے اور حضرت امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا نہیں جسکا دوست اور دشمن نہ ہو تو جب یہ بات ہے تو اُنہیں کے ساتھ رہنا چاہیے جو اللہ تعالی کی اطاعت والے ہیں اور حضرت حسن بصری رح سے کسی نے کہا کہ آپ کی مجلس میں کچھ لوگ صرف اسی غرض سے آتے ہیں کہ دیکھیں آپ کہاں کہاں وعظ میں غلطی کرتے ہیں یا سوال کر کے آپ کو دق کریں آپ نے تبسم فرما کر اُس شخص سے کہا کہ اس بات سے تعجب نہ کرو کیونکہ میں نے اپنے نفس کو جنت میں رہنے اور خدا تعالی کی ہمسایگی کے لیے کہا ہے تو اُسی کا میں طامع ہوں اور یہ میں نے کبھی نہیں کہا کہ لوگوں سے سلامت رہونگا اسلیے کہ مجھکو معلوم ہے کہ اللہ تعالی جو لوگوں کا خالق اور رازق اور زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہے وہ تو اُنسے سلامت ہی نہیں رہا میں کیسے سلامت رہونگا اور حضرت موسی علیہ السلام نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ یارب لوگوں کی زبان مجھ سے روک دے حکم ہوا کہ اے موسی یہ وہ بات ہے کہ اسکو میں نے اپنی ذات پاک کے لیے نہیں پسند کیا تو تیرے لیے کیسے کروں۔ اور اللہ تعالی نے حضرت عزیر علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اگر تمکو یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ میں تمکو لوگوں کے منہ میں مسواک کی طرح کر دوں کہ تمکو چبایا کریں تو میں تمکو اپنے یہاں تواضع کرنے والوں میں نہ لکھونگا۔ حاصل یہ کہ جو شخص اپنے آپ کو گھر میں اسلیے روک رکھے کہ اُسکے باب میں لوگوں کا اعتقاد اچھا ہو جاوے اور سب نیک کہیں تو اُسکو دنیا میں بھی مشقت ہوگی اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے اگر سمجھے اس سے یہ نکلتا ہے کہ عزلت ایسے ہی شخص کو مستحب ہے جو ہر وقت اپنے پروردگار کے ذکر اور فکر اور عبادت اور معرفت میں ڈوبا رہے اور اگر لوگوں سے اختلاط کرے تو اُسکی اوقات رائگاں ہوا اور عبادت پریشان تو عزلت کے اختیار کرنے میں یہ آفتیں پوشیدہ ہیں انسے ضرور بچنا چاہیے کہ ظاہر میں تو نجات دینے والی معلوم ہوتی ہیں مگر واقع میں ہلاک کرنے والی ہیں

ساتویں آفت عزلت کی یہ ہے کہ تجربے فوت ہوتے ہیں جنکا مدار لوگوں سے ملنے اور اُنکے روزمرہ کے حالات دیکھنے پر ہے اور عقل طبعی دین اور دنیا کی مصلحتوں کے سمجھنے کے لیے کافی نہیں بلکہ مصلحتیں تجربہ اور مہارت سے معلوم ہوتی ہیں اور جو شخص تجربوں سے خوب ماہر نہ ہو اُسکی

عزلت مین کچھ بہتری نہین مثلاً اگر کوئی لڑکا عزلت کرے تو ناتجربہ کار اور جاہل رہیگا بلکہ چاہیے کہ اول علم پڑھے اور اس عرصہ مین جتنے تجربے کہ ضروری ہین اُسکو حاصل ہو جائینگے اور اسی قدر کافی ہونگے اور باقی تجربے حالات کے سننے سے بھی معلوم ہو سکتے ہین اختلاط ہی سکے محتاج نہین اور زیادہ ضروری تجربون مین سے یہ ہی کہ آدمی اپنے نفس اور اخلاق اور صفات باطنی کو آزماوے اور یہ امر تنہائی مین نہین ہو سکتا اسلیے کہ تنہائی مین تو ہر تجربہ کرنے والا راحت پاتا ہی اور جتنے غصہ والے اور کینہ اور حسد والے ہین جب اکیلے ہوتے ہین تو اُنسے کوئی خباثت سرزد نہین ہوتی اور یہ صفتین سب مہلکات مین انکا دور کرنا واجب ہی اور مغلوب کرنا ضرور نہین یہ کافی نہین کہ جن امور سے انکو جنبش ہوتی ہو اُنسے دور رہ کر انکو ساکن کر دیا جاوے کیونکہ دل کی مثال جسمین ایسی صفات بھری ہون ایسی ہی جیسے دنبل جسمین پیپ اور کچھ لہو بھرا ہوا اور جب تک اُسکو جنبش نہ ہو یا کوئی ہاتھ نہ لگاوے تب تک دنبل والے کو اُسکا درد معلوم نہ ہو اب اگر فرض کرو کہ اُس شخص کے ہاتھ نہین جو اُسکو چھوے اور نہ آنکھ ہی کہ دیکھے اور نہ کوئی اُسکے پاس ہی جو اُسکو جنبش دے تو غالباً وہ اپنے دل مین یہی سمجھیگا کہ مین تندرست ہون اور میرے بدن مین کوئی دنبل نہین لیکن اگر کوئی اُسکو حرکت دیگا یا نشتر لگا دیگا تو اُسمین سے پیپ اور مادہ ایسا بہنے لگیگا جیسے بند پانی فوارہ مین اُبھرتا ہی اسی طرح جس دل مین کینہ اور بخل اور حسد اور غصہ اور دوسرے بُرے اخلاق بھرے ہوتے ہین وہ بھی جبھی جوش کرتے ہین جب انکو حرکت دیجاتی ہی اور یہین وجہ سالکان طریق آخرت جو اپنے دلون کو صاف کیا چاہتے تھے وہ اپنے نفسون کا امتحان لیا کرتے تھے تو جس شخص کو اپنے نفس مین تکبر معلوم ہوتا تھا تو پانی کی مشک کمر پر یا لکڑیون کا بوجھ سر پر لیکر بازارون مین پھرتا تھا کہ اُس سے نفس کا تکبر دور ہو غرضکہ نفس کی آفات اور شیطان کے مکر پوشیدہ ہوتے ہین ایسے لوگ کم ہین جو انکو جانتے ہون اور یہین وجہ ایک بزرگ سے نقل ہی فرمایا کہ مین نے تیس برس کی نماز دوبارہ پڑھی باوجودیکہ مین اُسکو صف اول مین پڑھا کرتا تھا مگر دوہرانے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک روز کسی عذر سے مین پیچھے رہ گیا اور اول صف مین جگہ نہ پائی لہذا دوسری صف مین کھڑا ہو گیا تو مین نے اپنے نفس کو دیکھا کہ دوسرے پیچھے رہجانے کے باعث سے جو لوگ مجھے دیکھتے تھے تو خجالت کرتا تھا اُسوقت مین سمجھا کہ میری تمام نماز ریا سے ملی ہوئی تھی اور یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ لوگ مجھکو خیرات کی طرف سبقت کرنے والا دیکھین۔ حاصل یہ کہ اختلاط کا ایک بڑا فائدہ کھلا ہوا یہ ہی کہ اُس سے صفات مذمومہ معلوم ہو جاتی ہین اور یہین وجہ کہتے ہین کہ سفر اخلاق کو ظاہر کر دیتا ہی اسلیے کہ وہ بھی ایک قسم کا اختلاط ہی جو دیرپا رہتا ہی اور ان صفات کے معانی اور باریکیان جلد ثالث مین مذکور ہونگی کیونکہ انکو نہ جاننے کے سبب سے بہت سا عمل خراب ہو جاتا ہی اور انکے جاننے کے باعث سے تھوڑا سا عمل عمدہ ہو جاتا ہی اور اگر یہ بات نہین ہوتی تو علم کو فضیلت عمل پر نہ ہوتی کیونکہ محال ہی کہ نماز کا علم جو صرف نماز کے لیے مقصود ہی نماز سے افضل ہو اسلیے کہ ہم جانتے ہین کہ جو چیز غیر کے لیے مقصود ہوتی ہی تو وہ غیر اُس سے اشرف ہوا کرتا ہی مگر شریعت نے عابد سے عالم کے افضل ہونے کا حکم کیا یہان تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنی رجل من اصحابی (ح) تو معلوم ہوا کہ علم کو فضیلت تین وجہون سے ہی اول تو وہی جو ہم نے ذکر کی یعنی اُسکے باعث سے تھوڑا عمل بھی صاف و شستہ ہوتا ہی دوم یہ کہ علم کا فائدہ دوسرے کو پہونچتا ہی اور عمل کا فائدہ متعدی نہین سوم یہ کہ علم سے مراد اللہ تعالی کی ذات اور صفات اور افعال کا علم ہو جو سب اعمال سے افضل ہی بلکہ اعمال سے غرض یہی ہی کہ دل مخلوق کی طرف سے خالق کی طرف راجع ہو اور بعد رجوع الی اللہ کے خدا تعالی کی معرفت اور محبت کے لیے اُبھرے تو علم اور عمل دونون اسی علم کے لیے ہوتے ہین اور مریدون کی انتہا یہی علم ہی اور عمل اسکے لیے شرط کا قائم مقام ہی اور اسی کی طرف اشارہ ہی اس آیت مین الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ (ت) تو کلم طیب یہی علم ہی اور عمل ایسا ہی جیسا بوجھ اُٹھانے والا کہ اُسکو اُٹھا کر منزل مقصود کو پہونچا دیتا ہی تو ظاہر ہی کہ سواری کی نسبت کرسوار بہتر ہوگا یہ تقریر بطور جملہ معترضہ کے آگئی کہ اس بحث مین مناسب نہین اسلیے کہ اسکو چھوڑ کر غرض اصلی کی طرف متوجہ ہوتے ہین کہ جب تم نے عزلت کے فوائد اور آفات معلوم کر لیے تو جان لیا ہوگا کہ عزلت پر مطلق حکم کرنا افضل ہی کہ نہین غلط ہی بلکہ چاہیے کہ اُس شخص کو

ح عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی جیسے میری فضیلت ایک ادنیٰ شخص پر میرے اصحاب مین سے۔ اسکی سند باب العلم مین گذر گئی ہو ۱۲

ت اُسکی طرف چڑھتا ہی کلام ستھرا اور کام نیک اُسکو اُٹھا لیتا ہی ۱۲

اور اسکے حال کو اولیٰ ہیں اور اسکے احوال کو دیکھا جائے اور یہ بھی کہ اختلاط کا باعث کیا ہی اور اختلاط کے باعث سے کون کون سے فوائد جاتے رہینگے
اور کیا نفع ہوگا پھر نفع اور نقصان کا مقابلہ کیا جائے تب البتہ امر حق واضح ہوگا اور فضیلت معلوم ہوگی اور امام شافعی رح کی تقریر اس باب مین
قول فیصل ہی کہ آپ نے فرمایا کہ اے یونس آدمیون سے منقبض رہنا موجب عداوت کا ہی اور انسے کھل کر ملنا بُرے ہمنشین پیدا کرتا ہی تو ایسی طرح
رہنا چاہیے کہ نہ منقبض ہو نہ منبسط چنانچہ سعدی رح فرماتے ہین نہ چندان درشتی کن کز تو سیر گردند نہ چندان نرمی کہ بر تو دلیر - غرضکہ اختلاط اور
عزلت مین اعتدال ضروری ہی اور یہ امر حالات کے تفاوت سے مختلف ہوا کرتا ہی اور فوائد و آفات کے دیکھنے سے افضل طریق واضح ہوجاتا ہی
اس باب مین امر حق ٹھیک ٹھیک یہی ہی اور اسکے سوا جو کچھ کسی نے ذکر کیا ہی وہ ناتمام ہی بلکہ ہر ایک نے ایک ایسی حالت خاص کا ذکر کیا ہی جسمین
وہ خود موجود ہی تو اگر غیر شخص جو اس حال مین نہین اُسپر بھی وہی حکم کیا جائیگا تو درست نہ ہوگا اور علم ظاہر مین صوفی اور عالم کے درمیان بھی
یہی فرق ہی کہ صوفی وہی تقریر کرتا ہی جس حال مین خود ہوتا ہی اسی وجہ سے مسائل مین سب صوفیون کے جواب جدا جدا ہوتے ہین اور عالم
وہ ہی کہ امر حق کو نفس الامر مین دریافت کرتا ہی اور اپنے حال کا لحاظ نہین کرتا اسی وجہ سے جو کہتا ہی وہی حق ہوتا ہی اسمین مجال اختلاف
نہین ہوسکتی کیونکہ امر حق تو ہمیشہ ایک ہی ہوگا اور حق سے قاصر بیشمار ہوا کرتے ہین اور یہی وجہ ہی صوفیہ کرام سے جو درویشی کا حال پوچھا گیا ہی
تو ہر ایک نے وہ جواب دیا جو دوسرے کے جواب کا غیر تھا اور وہ جواب ہر چند باعتبار ہر ایک کے حال کے حق ہین مگر نفس الامر مین حق نہین ہین
اسلیے کہ حق تو ایک ہی ہوا کرتا ہی مثلاً ابو عبد اللہ جَلا سے جو پوچھا گیا کہ فقیری کیا ہی فرمایا کہ اپنی دونون آستینین دیوار سے مار کر کہو کہ ہمارا رب
اللہ تعالیٰ ہی یہی فقیری ہی اور حضرت جنید بغدادی رح نے اسکا جواب یہ فرمایا ہی کہ فقیر وہ ہی جو نہ سوال کرے نہ کسی سے مزاحمت کرے اور
اگر اُس سے کوئی مناقشہ کرے تو خاموش ہوجائے اور سہل بن عبد اللہ رح نے فرمایا کہ فقیر وہ ہی جو سوال نہ کرے اور نہ ذخیرہ کرے اور کسی اور
بزرگ نے فرمایا ہی کہ فقیری یہ ہی کہ تمہارے پاس کچھ نہ ہو اور جب ہو بھی جاوے تو اپنی نہ سمجھو اور چونکہ تمہاری نہ تھی تو اب بھی تمہاری نہین اور
ابراہیم خواص رح کہتے ہین کہ فقیری یہ ہی کہ شکایت نہ کرے اور سختی کا اثر ظاہر ہو - اور مقصود یہ ہی کہ اگر سو آدمیون سے سوال کیا جائے تو سو جواب جدا جدا
ہونگے کہ غالباً دو بھی ایک سے نہ ہونگے اور وہ من وجہ سب درست ہونگے اسلیے کہ ہر ایک کا جواب اُسکے حال کی خبر اور جو کچھ اُسکے دل پر غالب ہو رہا ہی
اُسکی حکایت ہوگی اور اسی وجہ سے اس فرقہ کے دو آدمی ایسے نہ دیکھوگے جنمین سے ایک اپنے ساتھی کو تصوف مین ثابت قدم بتلاسکے
اور اُسکی تعریف کرے بلکہ ہر ایک کو یہی دعوی ہوتا ہی کہ واصل اور واقف بحق مین ہی ہون اسلیے کہ انکی ڈور انہین احوال کے مقتضا تک ہی
جو اُنکے دلون پر پیش ہوتے ہین اور اسی وجہ سے وہ اپنے ہی نفس سے مشغول رہتے ہین دوسرون کی طرف التفات نہین کرتے - اور علم کا
نور جب چمکتا ہی تو سب پر محیط ہوتا ہی اور پردۂ خفا کو دور کرتا ہی اور اختلاف اُٹھا ڈالتا ہی اور اس اختلاف کی مثال یہ ہی کہ ہمیشہ زوال کے
وقت سایۂ اصلی کے باب مین اقوال دیکھے ہین کہ کچھ کہتے ہین کہ گرمیون مین سایہ دو قدم ہوتا ہی اور کوئی کہتا ہی کہ نصف قدم ہوتا ہی اور
دوسرا اُسپر اعتراض کرتا ہی اور کہتا ہی کہ جاڑون مین سات قدم ہوتا ہی اور کوئی پانچ قدم بتاتا ہی اور دوسرا اُسکو رد کرتا ہی تو یہ حال صوفیون کے
جوابون کا سا ہی یعنی ہر شخص نے اپنے شہر کے سایۂ اصلی کو دیکھکر کہدیا کہ اتنا ہی اور یہ بات درست ہی مگر دوسرے کی غلطی جو بیان کرتا ہی وہ
بیجا ہی کیونکہ تمام دنیا کو اُسنے اپنا شہر یا اُسکے مثل سمجھ لیا ہی جیسے صوفی اپنے حال پر قیاس کرکے دنیا پر حکم لگا دیتا ہی اور جو شخص زوال کو جانتا ہی
اُسکو معلوم ہی کہ سایہ کس باعث سے چھوٹا اور بڑا ہوا کرتا ہی اور شہرون مین کس وجہ سے مختلف ہوتا ہی اسی وجہ سے اسکا جواب ہر شہر کے لیے
ایک جدا حکم پر مشتمل ہوگا مثلاً کہیگا کہ بعض شہرون مین سایہ نہین رہتا اور بعض مین لمبا اور بعض مین کوتاہ ہوتا ہی - یہ ہی عزلت اور اختلاط
کی فضیلت کا بیان جسکو ہمنے ذکر کرنا چاہا تھا - اب اگر یہ کہو کہ اگر کوئی شخص اپنے حق مین عزلت کو افضل اور اسلم سمجھے تو عزلت کے آداب
اُسکے لیے کیا ہین تو اُسکا جواب یہ ہی کہ آداب اختلاط کا بیان کرنا البتہ طویل تھا اُسکو ہم باب آداب صحبت مین لکھ آئے اور عزلت کے آداب کو

ہم طول نہیں دیتے مختصر بیان کیے دیتے ہیں کہ عزلت کرنے والے کو اول یہ نیت کرنی چاہیے کہ میری برائی لوگوں کو نہ پہونچے دوم یہ کہ لوگوں کی شرارت سے سلامت رہوں سوم حقوق مسلمین کی بجاآوری میں قاصر ہونے سے نجات پاؤں چہارم تمام ہمت خدا تعالیٰ کی عبادت کے لیے مجرد ہو جاؤں جب اسطرح عزلت کرنے میں نیت کر چکے تو پھر خلوت میں علم اور عمل اور ذکر اور فکر پر مداومت کرے تاکہ ثمرۂ عزلت سے دامن مراد بھرے اور لوگوں کو روک دے کہ میرے پاس بہت آمد و رفت نہ کرو ورنہ اکثر اوقات میں جمعیت نہ ہوگی اور لوگوں کے احوال اور شہر کی خبریں نہ پوچھے اور نہ سُنے اور نہ اس بات پر کان لگا دے کہ لوگ کیا کرتے ہیں کیونکہ یہ سب باتیں دل میں گھب جاتی ہیں حتیٰ کہ نماز کے اندر اور فکر کے اثنا میں اسی طرح ابھر کھڑی ہوتی ہیں آدمی کو خبر بھی نہیں ہوتی کان میں خبروں کا پڑنا ایسا ہی ہے جیسے زمین میں تخم کا گرنا کہ وہ بھی ضرور نکلتا ہے اور رگ و ریشہ و برگ و شاخ پیدا کرتا ہے اسی طرح خبروں سے اور خبریں متفرع ہوتی ہیں اور وسوسے پیدا ہوتے ہیں اور عزلت میں ایک امر ضروری یہ ہے کہ وسوسے منقطع ہوں جو ذکر الٰہی سے روکتے ہیں اور خبریں انکا منبع ٹھہریں تو انسے احتراز ضروری ہوا اور چاہیے کہ تھوڑی سی معیشت پر قناعت کرے ورنہ اگر وسعت چاہیگا تو ناچار لوگوں سے اختلاط کرنا پڑیگا اور چاہیے کہ ہمسایوں کی ایذا پر صابر ہو اور اگر وہ عزلت کرنے سے اُسکے ثنا خواں ہوں یا ترک اختلاط پر طعن کریں تو کچھ نہ سُنے اور اپنے دھیان میں لگا رہے اسلیے کہ یہ باتیں اگر تھوڑی دیر بھی سُنی جاتی ہیں تو بہت ضرر کرتی ہیں اور اپنے شغل دل کے وقت یہ بھی ضرور ہے کہ طریق آخرت کی رہ سے واقف ہو اتنی یہ میسر ہو تو اسطرح ہوتی ہے کہ کسی وظیفہ یا ذکر پر حضور دل کے ساتھ مواظبت کرے یا اسطرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جلال اور صفات اور افعال اور زمین و آسمان کے اسرار میں فکر کرے یا یوں ہے کہ اعمال کی باریکیوں اور دل کے مفسدات میں تامل کرے اور ان امور سے بچنے کی تجویز میں رہے اور یہ سب طریقے فراغت کو چاہتی ہیں اور جس صورت میں کہ آدمی اخبار وغیرہ پر کان لگا دیگا تو فراغت کا ہونا معلوم بلکہ اُسی وقت دل کو پریشانی ہوگی اور بعض اوقات ان حالات کا یاد آجانا دوام ذکر کا بھی مخل ہوتا ہے اور ایک بات یہ چاہیے کہ کوئی گھر کا آدمی یا جلیس نیک بخت بھی ہو تاکہ عزلت نشین دن بھر میں ایک گھنٹہ اُسکی صحبت میں دل بہلائے اور محنت متواتر سے راحت پائے کہ اسطرح سے باقی اوقات پر سہارا ہو جاتا ہے اور عزلت پر صبر کرنا اسوقت کامل ہوتا ہے کہ آدمی دنیا سے اور جن باتوں میں دنیا والے مصروف ہوں اس سے طمع قطع کرے اور طمع کے منقطع ہونے کی صورت بجز امل کے مختصر کرنے کے اور کوئی نہیں یعنی اپنی زندگی بہت نہ سمجھے بلکہ یوں جانے کہ صبح ہولی تو شام نہ پکڑیگا اور شام ہو تو صبح نہ پکڑیگا اس صورت میں اسے چار پہر کا صبر کرنا آسان ہوگا اور اگر بالفرض یہ سوچیگا کہ میری مدت بیس برس کے بعد آویگی تو اتنے عرصہ تک صبر کرنا دشوار ہوگا اور چاہیے کہ عزلت میں موت کو بہت یاد کرے اور جب تنہائی سے دل تنگ ہو تو یہ سمجھے کہ آخر قبر میں کون ساتھ ہوگا وہاں بھی تو تنہا پڑا رہنا ہوگا اور یہ یقین کرلے کہ جس کسی کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر اور معرفت سے انس حاصل کریگا اسکو مرنے کے بعد تنہائی کی وحشت کی تاب نہوگی اور جو شخص خدا تعالیٰ کے ذکر اور معرفت سے مانوس ہوگا تو مرنے سے اسکا انس جاتا نہ رہیگا کیونکہ موت انس اور معرفت کے محل کو نہیں ڈھاتی بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اُسکی معرفت اور انس سے زندہ اور خوش رہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے شہدا کے باب میں فرمایا ہے ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما آتاہم اللہ من فضلہ اور جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے نفس پر مشقت کرتا ہے وہ مرنے کے بعد شہید ہوتا ہے کیونکہ جہاد کرنے والا وہی ہے جو اپنے نفس اور خواہش پر جہاد کرے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تصریح فرمائی ہے اور جہاد اکبر نفس ہی کا جہاد ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ ہم نے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کیا اس سے مراد اُنکی یہی تھی کہ نفس کا جہاد شروع کیا

باب عزلت تمام ہوا والحمد للہ اولاً و آخراً والسلام علی محمد المصطفیٰ

ساتوان باب سفر کے آداب میں

ہو تی ہی وصلے اُس سے بھی آخر کو ظفر	ریاضتی ہی تعب و مشقت میں سفر شل سقر
تا تجھپہ کھلے راز ہمارے سفر	ہی قول خدا دیکھیے سیروا فی الارض

واضح ہو کہ سفر نفرت کی چیز سے خلاصی کا ذریعہ اور مطلوب چیز کے ملنے کا وسیلہ ہی اور سفر دو قسم ہی ایک ظاہر بدن سے کہ اپنے وطن اور قرارگاہ سے جدا ہو کر صحرا و دشت نوردی کرے دوسرے سفر باطن دل کا کہ اسفل السافلین سے ملکوت سموات کی سیر کرے اور ان دونون قسمون مین سے سفر باطن اشرف ہی اسلیے کہ جو شخص اُسی حالت پر ٹھہرا رہتا ہی جس پر کہ پیدا ہوا ہی اور جو کچھ باپ دادون کی تقلید سے سیکھ لیا ہی اُسی پر جار رہتا ہی تو وہ درجۂ قصور پر لازم اور مرتبۂ نقصان پر قانع ہی اور وسعت فضاء جنت کے عوض تاریکی محبس دار وحشت اختیار کرتا ہی اور کسی نے سچ کہا ہی سے اس سے بڑھکر ہی نہین انسان مین کوئی بدی ہو کے قادر اپنی وہ تکمیل پر ناقص رہے مگر چونکہ اس سفر مین گھنا وشوار ہی اسلیے اسکے واسطے کوئی راہبر اور رفیق درکار ہی اور از انجا کہ راہ نامعلوم ہی اور راہبر اور رفیق معدوم اور راہ کے چلنے والے تھوڑے سے بہرہ پر مائل ہوتے ہین اور اس دولت کثیر سے غافل لہذا ان راہون مین کوئی پھرنے والا رہا نہ انفس و آفاق اور ملکوت کی سیر گاہون مین کوئی سیر کرنے والا حالانکہ اللہ تعالی اسی راستہ کی طرف بلاتا ہی چنانچہ ارشاد فرماتا ہی سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم اور فرمایا وفی الارض آیات للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون۔ اور اس سفر سے بیٹھ رہنے پر اللہ تعالی انکار فرماتا ہی اپنے اس ارشاد مین وانکم لتمرون علیہم مصبحین وباللیل افلا تعقلون اور اس آیت مین وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وہم عنہا معرضون۔ تو جس شخص کو یہ سفر نصیب ہوتا ہی وہ بدن سے تو اپنے وطن اور قرارگاہ مین رہتا ہی اور باطن سے تماشا سیرگاہ جنت کا جسکا پھیلاؤ افلاک و زمین کے برابر ہی کیا کرتا ہی یہ وہی سفر ہی جسکے چشمون اور گھاٹون پر تنگی کا خطر نہین اور کثرت ازدحام سے اُسکو کچھ ضرر نہین بلکہ مسافرون کی کثرت سے اُسکے ثمرات اور فوائد زیادہ ہوتے ہین نہ اُسکے ثمرات واثمی سے کسی کو مزاحمت اور نہ فوائد متزائد سے کسی کو ممانعت ہان جو مسافر خود دامن سستی بھرے یا اپنی حرکت مین وقفہ کرے تو اپنا کیا پاتا ہی کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم اور فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبہم۔ اور اللہ تعالی اپنے بندون پر ظلم نہین کرتا مگر بندے ہی اپنی جانون پر ظلم کرتے ہین اور جو شخص مرد اس میدان کا اور تماشائی اس بوستان کا نہیں وہ عجب نہین کہ بہت سی مدت مین ظاہر بدن سے چند فرسخ گنتی کے چلے اور تجارت دنیاوی خواہ ذخیرۂ اُخروی کے لیے اُسی کو غنیمت سمجھے پس اگر اُسکا مطلب سفر سے علم کا سیکھنا اور دین ہوگا یا دین پر مدد لینے کے لیے کفایت چاہتا ہوگا تو اس صورت مین تو وہ راہ آخرت کا سالک ہوگا اور اس سفر کے لیے اسکو کچھ شرطین اور آداب چاہیین کہ اگر انکا لحاظ نہ کرے تو دنیادار اور زمرۂ شیاطین مین منصور ہو اور اگر انکا لحاظ مدام رکھے تو اس سفر مین اُسکو وہ فوائد ملین جنسے آخرت کے طلبگارون مین لاحق ہو جائے اس لیے ہم سفر کے آداب وشروط کو دو فصلون مین لکھتے ہین۔

پہلی فصل شروع سفر سے واپس آنے تک کے آداب مین اور سفر کی نیت اور فائدہ کے ذکر مین مشتمل دو بیانون پر

پہلا بیان سفر کے فوائد اور فضیلت اور نیت کے ذکر مین مخفی نہ رہے کہ سفر ایک قسم کی حرکت اور اختلاط کا نام ہی اور اسمین بہت سے فائدہ اور آفتین ہین چنانچہ باب الصحبت اور عزلت مین ہمنے ذکر کیا ہی اور جو فوائد کہ آدمی کو سفر پر آمادہ کرتے ہین وہ یا تو کسی چیز سے گریز کرنا یا کسی چیز کا طلب کرنا ہی یعنی مسافر جو سفر کرتا ہی تو وہ یا اسلیے کرتا ہی کہ کوئی چیز اُسکو بزور اپنے مقام سے نکالے دیتی ہی اور اگر بالفرض وہ نہوتی تو یہ سفر بھی نہ کرتا یا اسلیے کرتا ہی کہ کسی مقصد یا مطلوب کو حاصل کرے اور گریز کرنے کی چیز یا ایسی ہی جسکی تاثیر امور دنیاوی پر ہو مثلاً طاعون اور وبا کا شہر مین ہونا یا کسی فتنہ اور خصومت کا برپا ہو جانا یا غلہ کا گران ہو جانا یہ اشیا تو اسباب عام ہین اور کبھی سبب خاص بھی ہوتا ہی کہ شہر والون کو خاص اُسی شخص کو ایذا دینی منظور ہو اسلیے شہر سے چلا جائے اور ایک صورت ہی کہ اُسکی تاثیر دین مین ہو مثلاً شہر مین رہنے سے جاہ و مال مین مبتلا ہو جانا اور ایسے اسباب کی کثرت ہونی جنسے خدا تعالی کے ذکر کے لیے فارغ بالی میسر نہو تو اس وجہ سے سفر اور گمنامی اختیار کرے اور جاہ و غنا سے احتراز چاہے

اور بہتری نشانیان آسمان و زمین مین جن پر ہو گذرتے ہین اور انپر دھیان نہین کرتے ۱۲ بیشک اللہ نہین بدلتا جو کچھ کسی قوم کو جب تک وہ نہ بدلین جو انکے جیون مین ہے ۱۲

یا کسی شخص کو شہر والے جبراً بدعت کے ارتکاب کے لیے کہین خواہ ایسے عمل کی ولایت اُسکے سر دھرین جسکا کرنا شرعاً مباح اور حلال نہو تو اس نظر سے شہر کو چھوڑنا چاہیے۔ اور مطلوب چیز بھی یا دنیاوی ہو جیسے مال وجاہ کی طلب یا کوئی امر دینی ہو پھر دینی مطلب یا علم ہوگا یا عمل اور علم تین طرح پر ہی ایک فقہ و حدیث و تفسیر اور اُنکے متعلقات کا علم دوسرے اپنے اخلاق اور صفات کا علم تجربہ کے طور پر تیسرے زمین کی نشانیان اور اُسکے عجائبات کا علم جیسے ذوالقرنین نے زمین کے اطراف مین سفر کیا تھا اور عمل دو طرح پر ہی یا عبادت یا زیارت عبادت تو جیسے حج اور عمرہ اور جہاد کا سفر ہی اور زیارت کا سفر یا مکانات کی طرف ہوگا جیسے مکہ اور مدینہ زادہما اللہ شرفاً اور بیت المقدس کا سفر یا دار الاسلام کی حدود پر کفار کو روکنے کے لیے جانا اور کبھی سفر زیارت سے مقصود اولیا اور علما ہوتے ہین اور وہ یا تو زندہ ہونگے جنکو دیکھنا موجب برکت ہی اور اُنکے حال کا مشاہدہ کرنے سے اُنکی پیروی کی رغبت کو زور ہوتا ہی یا وہ مر دے ہین کہ اُنکی قبرون کی زیارت ہوا کرتی ہی غرضکہ سفر کی اتنی ہی قسمین ہین اور اس تقسیم سے اقسام مفصلۂ ذیل نکلتی ہین قسم اول طلب علم کے لیے سفر کرنا اور چونکہ علم یا واجب ہی یا نفل ہی تو سفر بھی واجب کے لیے واجب ہوگا اور نفل کے لیے نفل اور ایسی ہم نے لکھا ہی کہ علم یا امور دینی کا علم ہی یا اپنے اخلاق کا یا زمین کی عجائب قدرت الٰہی کا تو انمین سے جس علم کے لیے سفر کریگا ثواب پاویگا چنانچہ علم دین کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین [۱ح] من خرج من بیتہ فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتی یرجع اور دوسری حدیث مین ارشاد فرمایا [۲ح] من سلک طریقا یلتمس فیہ علما سہل اللہ لہ طریقا الی الجنۃ اور حضرت سعید بن المسیب ایک حدیث کی طلب مین بہت سے دنون کا سفر کیا کرتے تھے اور شعبی رح فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص ایسے کلمہ کی تلاش مین جو اُسکو نیک بات بتائے یا ہلاک سے بچائے شام سے لیکر یمن کے اس کنارہ تک چلا جائے تو اُسکا سفر ضائع نہ ہوگا۔ اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ صحابہ رض کے مدینہ منورہ سے مصر کو تشریف لیگئے کیونکہ اُنھون نے سُنا کہ عبد اللہ بن انیس انصاری رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کرتے ہین چنانچہ ایک مہینہ بھر چلے اور اُس حدیث کو سُنا۔ اور صحابہ رض کے زمانہ سے ہمارے اس زمانہ تک علما ایسے کم ہونگے جنھون نے علم دین کی تحصیل مین سفر نہ کیا ہو۔ اور اپنے نفس اور اخلاق کا علم بھی ضروری ہی اسلیے کہ طریق آخرت کا چلنا بدون عادات کی درستی اور اخلاق کی تہذیب کے ممکن نہین اور جو شخص اپنے باطن کے اسرار اور صفات کی برائیون سے واقف نہوگا وہ اپنے دل کو اُنسے صاف کیسے کریگا اور سفر تو اُسی کو کہتے ہین جس سے اخلاق ظاہر ہون اور اُسی اللہ تعالی آسمانون اور زمین کے امور مخفی کو نکالتا ہی اور سفر کا نام بھی سفر اسی وجہ سے ہی کہ مشتق سفر سے ہی جسکے معنی ظہور کے ہین تو اخلاق کا ظاہر کرنے والا ہونے سے سفر کہلایا گیا اور اسلیے حضرت عمر رض کے سامنے جب کسی گواہ کا پہچاننا ایک شخص نے بیان کیا تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو اس گواہ کے ساتھ کبھی سفر مین بھی رہا ہی جس سے اسکا رم اخلاق معلوم ہوا کرتے ہین اُسنے عرض کیا کہ یہ بات تو نہین ہوئی آپنے فرمایا کہ میری دانست مین تو اس سے واقف ہی اور بشر رح فرمایا کرتے کہ اے گروہ قاریان سفر کرو تاکہ طیب ہو جاؤ کیونکہ پانی جب روان ہوتا ہی تو طیب ہوتا ہی اور اگر مدت ایک جگہ مین ٹھہرتا ہی تو متغیر ہو جاتا ہی حاصل یہ کہ آدمی جب تک وطن مین رہتا ہی تو جن امور کی عادت اُسکی طبیعت کو ہوتی ہی اُنھین سے مانوس رہتا ہی اور برے اخلاق ظاہر نہین ہوتے کیونکہ طبیعت کے خلاف کرنے کی نوبت ہی نہین آتی اور جب سفر کی سختی اُٹھاتا ہی اور امور معمولی اور معتادہ مین تغیر پاتا ہی تو اخلاق کی خفیہ آفات منکشف ہو جاتی ہین اور اُنکے عیوب پر مطلع ہوتا ہی تو آپ اُنکا علاج بھی کر سکتا ہی جیسا سعدی فرماتے ہین ~ تا بدکان خانہ در گرو ہی ۞ ہرگز اے خام آدمی نشوی ۞ اور عزلت کی آفات کے ضمن مین ہم اختلاط کے فوائد ذکر کر چکے ہین سفر مین اختلاط کے سوا اتنی بات اور ہی کہ کچھ زیادتی شغل کی اور مشقتون کا اُٹھانا بھی ہوتا ہی باقی رہا زمین مین خدا تعالی کی نشانیون کا دیکھنا سو اُنکے دیکھنے مین بھی بہت فائدے ہین اہل بصیرت کے لیے مثلاً امکنہ مختلفہ ایک دوسرے سے متصل اور کوہ و دشت اور بحر و بر اور اقسام حیوانات و نباتات سب کچھ دیکھنے مین آتی ہین اور انمین سے کوئی ایسی چیز نہین جو خدا تعالی کی وحدانیت پر شاہد نہ ہو اور زبان گویا سے اُسکی تسبیح نہ کرتی ہو مگر اُنکی شہادت اور تسبیح کو وہی سمجھتا ہی جو کان لگا وے اور

[۱ح] جو شخص اپنے گھر سے علم کی طلب مین نکلے تو وہ واپس آنے تک اللہ کی راہ مین ہی ترمذی بروایت انس اور کہا کہ حسن غریب ہی [۲ح] جو شخص کوئی راہ چلے کہ اُسمین علم طلب کرتا ہو تو اللہ تعالی اُسکے لیے جنت کی راہ سہل کردیتا ہی مسلم کی حدیث ہی بشیر گزری [۳ح] بخاری نے اسکو نقل کیا ہی

حضور دل سے سنتے ورنہ منکر اور غافل جو دنیا کی ظاہری بہار پر فریفتہ ہیں وہ نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں اسلیے کہ انکو وہ کان ہی نہیں اور نہ وہ آنکھیں وہ تو اس آیت کے مصداق ہیں یعلمون ظاہرا من الحیوۃ الدنیا وہم عن الآخرۃ ہم غافلون اور اسکے انہم عن السمع لمعزولون۔ اسمین ظاہر کے کان مراد نہیں کیونکہ گوش ظاہر سے تو وہ لوگ معزول نہ تھے بلکہ گوش باطن مراد ہیں اور گوش ظاہر سے بجز آواز کی چیزون کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا اور اس باب مین خصوصیت انسان ہی کو نہیں سب حیوانات بھی اصوات سنتے ہیں اور گوش باطن سے زبان حال سنی جاتی ہے جو زبان قال سے علیحدہ چیز ہی جیسے کوئی میخ اور دیوار کا قصہ بیان کرے کہ دیوار نے میخ سے کہا کہ تو مجکو کیون چیرتی ہی میخ نے جواب دیا کہ یہ امر اُس سے دریافت کر جو میرے سر پر چوٹ کرتا ہی یعنی پتھر سے پوچھ کہ مجکو میری تجھ پر کیون نہین چھوڑتا مجکو کیون ٹھوکتا ہی غرضکہ آسمانون اور زمین میں کوئی ذرہ نہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر انواع شہادت نہ رکھتا ہو اور یہی شہادتیں اُسکی توحید ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاک ہونے پر جو شہادتیں ہر ذرہ میں ہیں وہ اُسکی تسبیح ہیں مگر لوگ ذرہ کی تسبیح کو نہیں سمجھتے اس وجہ سے کہ انکو گوش ظاہر سے میدان وسیع باطن کا سفر میسر نہیں ہوا اور زبان قال کی رکاکت سے زبان حال کی فصاحت پر گذر نصیب نہین ہوا اور اگر بالفرض ہر عاجز شخص اسطرح کا سفر کر لیا کرتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام ہی پرندون کی گفتگو سمجھنے سے مخصوص نہوتے اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام الٰہی کے سننے کی خصوصیت ہوتی جس کلام کا پاک جاننا حروف اور اصوات کی مشابہت سے واجب ہی اور جو شخص سفر کرتا ہی اس غرض سے کہ ان شہادتون کو جو صفحات جمادات پر خطوط الٰہی سے لکھی ہوئی ہیں تلاش کرے اُسکو سفر بدنی بہت سا نہین کرنا پڑیگا بلکہ ایک جگہ ٹھہر کر اپنے دل کو فارغ کریگا تاکہ ہر ذرہ سے صداے تسبیح سنکر رہنے پاوے ایسے شخص کو جنگلون میں پھرنے سے کیا کام اُسکا مطلب تو آسمانون کے اسرار سے نکل سکتا ہی کہ سورج اور چاند اور ستارے سب اسکے حکم کے مطیع ہیں اور ارباب بصیرت کی نگاہون مین سال اور مہینہ میں کئی بار دورے کرتے ہیں بلکہ ہر لحظہ حرکت کی مشقت اٹھاتے ہیں تو جس شخص کے گرد خود کعبہ طواف کرے وہ اگر کسی مسجد کے طواف کے لیے محنت کرے تو خالی از تعجب نہیں اسی طرح جس شخص کے گرد اطراف آسمان کے گردش کرتے ہوں وہ زمین کی سمتون میں دورہ کریگا تو خالی از تعجب نہیں۔ پھر مسافر جبتک چشم ظاہر کے دیکھنے کا محتاج رہیگا اور سیر عالم ظاہری کو بغرض آنکھ سے دیکھنے پر جائیگا تبتک وہ خداے تعالیٰ کی طرف چلنے والون کی اول منزل میں رہیگا گویا کہ وطن کے دروازہ پر بیٹھا ہی اور میدان وسیع تک پہونچنے کی نوبت نہین آئی اور اس منزل مین پڑے رہنے کا سبب سواے نامردی اور کاہلی کے اور کچھ نہیں اور یہی وجہ کسی اہل دل نے فرمایا ہی کہ آدمی یون کہتے ہیں کہ اپنی آنکھیں کھول تاکہ دیکھو اور میں یہ کہتا ہون کہ آنکھیں بند کر تاکہ دیکھو اور یہ دونون قول حق ہیں لیکن اتنا فرق ہی کہ قول اول حکایت منزل اول کی ہی جو وطن سے قریب ہی اور دوسرا قول ان منازل کا حال ہی جو وطن سے دور ہیں اور انکو وہی طے کرتا ہی جو اپنے نفس کو خطرہ میں ڈالتا ہی اور انکی طرف گذرنے والا بعض اوقات برسون حیران پھرتا ہی اور کبھی توفیق اُسکا ہاتھ پکڑ کر سیدھا راستہ بتا دیتی ہی لیکن اس جنگل میں ہلاک ہونے والے بہت ہیں سعہ درین ورطہ کشتی فروشد ہزار ۔ کہ پیدا نشد تختہ بر کنار مگر جن لوگون کو توفیق یاوری دیتی انکو سعادت ابدی اور سلطنت سرمدی ملی اور وہی لوگ ہیں کہ کاتب ازل نے انکی قسمت مین خوبی لکھی ہی اس سلطنت کا حال دنیا کی سلطنت کا سا جانو کہ اول تو باوجود لوگون کی کثرت کے اُسکے طالب کم ہوتے ہیں پھر طالبون میں سے ہلاک ہونے والے زیادہ ہوتے ہیں اور مراد کو پہونچنے والے کم اور یہ دستور ہی کہ جب مطلب بڑا ہوتا ہی تو آمین ہزار گار کم ہوتے ہیں اور نامرد اور عاجز طالب سلطنت کے درپے نہیں ہوتا اسلیے کہ اسمیں خطرہ اور مشقت بہت ہی اسکا نتیجہ اسی وقت ہوتا ہی کہ نفس حوصلہ دار ہو جیسا کسی نے کہا ہی سعہ نفس جب حوصلہ ور ہوتے ہیں اُس وقت اجسام بہ مشقت انکی مرادون کے لیے ستے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے دین اور دنیا کی عزت اور سلطنت کو بجز محل خطر کے اور کسی جگہ نہیں رکھا اگر نامرد اپنے عجز اور قصور کا نام ہوشیاری اور پرہیز رکھ لیتا ہی چنانچہ کسی کا شعر ہی سعہ نامرد بزدلی کو ثابت احتیاط کا برحق یہ ہی کہ دھوکا ہی طبع لئیم کا۔ غرضکہ سفر ظاہر سے نہ اسلئے اللہ تعالیٰ کی مقدرہ کشائیان زمین میں دیکھ کر اگر سفر باطن منظور ہو تو اسکا حکم کیا

اس بھنور میں [illegible] ۱۲

چونکہ مذکور ہوا اب ہم اس مطلب کو لکھتے ہین جسکے بیان کے درپے ہین — دوسری قسم یہ ہی کہ سفر عبادت کے لیے ہو مثلاً حج یا جہاد کے واسطے ہو اور اس سفر کی فضیلت اور آداب ظاہری اور باطنی اعمال باب اسرار حج مین ہم لکھ چکے ہین اور اسی مین داخل ہی انبیا علیہم السلام اور صحابہ وتابعین رضی اور علما اور اولیا کی قبرون کی زیارت یعنی جن لوگون کا دیکھنا زندگی مین موجب برکت ہی تو اُنکے مرنے کے بعد اُنکی قبرون کی زیارت باعث برکت ہی اور اس غرض کے لیے سفر کرنا درست ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لا تشد الرحال الا الی ثلثہ مساجد المسجد الحرام ومسجدی ہذا والمسجد الاقصیٰ اس سفر کا مانع نہین اسلیے کہ یہ حکم مسجدون کے باب مین ہی کہ ان تینون کے سوا سب ایک سی ہین ورنہ یہ تو معلوم ہی ہی کہ انبیا اور اولیا کی قبرون کی زیارت مین اصل فضیلت یکسان ہی گو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جتنا اُنکے مدارج مین فرق ہی اُسی قدر فضیلت بھی متفاوت ہوتی ہی اور حاصل یہ ہی کہ زندون کی زیارت بہ نسبت مُردون کے افضل ہی اور زندون کی زیارت سے یہ فائدے ہین کہ اُنکی دعا کی برکت اور اُنکو دیکھنے کی برکت حاصل ہوتی ہی اسلیے کہ علما اور صلحا کے چہرون کو دیکھنا عبادت ہی اور نیز اُنکی زیارت مین اُنکی پیروی اور اُنکے اخلاق سے موصوف ہونے کی رغبت اُٹھتی ہی علاوہ ازین اُنکی ذات اور افعال سے فوائد علمیہ کے حاصل ہونے کی توقع رہتی ہی اور خود فی اللہ بھائیون کی زیارت ہی کو دیکھ لو کہ قطع نظر اور فوائد کے اُسمین کتنی فضیلت ہی چنانچہ باب آداب صحبت مین ہم لکھ آئے ہین اور توریت مین ہی کہ چار میل سفر کرکے فی اللہ برادر کی زیارت کر باقی رہا مکانون کا زیارت کرنا تو اُنکی زیارت کے کچھ معنی نہین بجز مساجد سہ گانہ اور حدود اسلام کی محافظت کے تو حدیث بالا کا مضمون ظاہر یہ ہوا کہ جگہون کی برکت حاصل کرنے کے لیے بجز تینون مسجدون کے اور جگہ کو سفر نہ کیا جائے اور حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً کے فضائل باب حج مین ہم لکھ آئے ہین اور بیت المقدس کے فضائل بھی بہت ہین حضرت ابن عمر رضی مدینہ منورہ سے چل کر بیت المقدس مین پہونچے اور پانچ نمازین اُسمین ادا کرکے دوسرے روز وہان سے مدینہ طیبہ کو رجوع فرمایا اور حضرت سلیمان علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پروردگار سے یہ دعا مانگی تھی کہ الٰہی جو کوئی اس مسجد کا قصد کرے اور بجز اسمین نماز پڑھنے کے اور کچھ اُسکی غرض نہ ہو تو وہ جب تک اس مسجد مین رہے تو اپنی نظر عنایت اُس سے مت ہٹائیو یہان تک کہ وہ اسمین سے باہر ہو جائے اور اُسکو گناہون سے نکال دینا جیسا وہ اُس روز تھا کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے یہ دعا حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبول فرمائی پس ظاہر ہی کہ مسجد موصوف کی زیارت کا بہت ثواب ہی

تیسری قسم سفر کی یہ ہی کہ جس سبب سے دین کے اندر تشویش ہو اُسکی وجہ سے سفر کر جائے یہ سفر بھی اچھا ہی اسلیے کہ جس چیز کی برداشت نہو اُس سے گریز کرنا انبیا اور مرسلین کی سنت ہی اور جن چیزون سے بھاگنا واجب ہی اُنمین سے حکومت اور جاہ اور علائق کا بہت ہونا اور اسباب کی کثرت ہی اسلیے کہ یہ سب دل کی فراغت کو ابتر کرتے ہین اور دین اُسی وقت کامل ہوتا ہی کہ دل غیر اللہ سے فارغ ہو تو اگر فراغت کامل نہوگی تو جسقدر فراغت ہوگی اُسی قدر دین مین مشغول ہو سکیگا اور دنیا مین دل کا فارغ ہونا کاروبار دنیاوی اور حاجات ضروری سے ممکن نہین ہان یہ ہو سکتا ہی کہ حاجتین خفیف ہون یا قلیل اور ہلکی حاجت والے ناجی ہین اور بھاری والے ہلاک اور خداے تعالیٰ کا بڑا شکر ہی کہ اُسنے نجات کو اس امر پر وابستہ نہین کیا کہ سب گناہون اور بوجھون سے بالکل فارغ ہو بلکہ اپنے فضل کامل اور رحمت وسیع سے ہلکے بوجھ والون کو قبول کر لیا اور خفیف بوجھ والا وہ ہی کہ جسکی ہمت زیادہ تر دنیا کی طرف متوجہ نہو اور یہ بات وطن مین بسبب وسعت جاہ اور کثرت علائق کے میسر نہین اسلیے بدون سفر اور گمنامی اور ان علائق کے منقطع کرنے کے جیسے میسر ہو سکتا ہی اور مدت دراز تک نفس کو مرتاض کرنے کے مقصود پورا نہوگا اور اسکے بعد کیا عجب ہی کہ اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے اُسپر انعام کرے اور نفس کی تقویت اور دل کا اطمینان عنایت فرماوے اور اُسکے نزدیک حضر اور سفر یکسان ہو جائے اور اسباب کا عدم اور وجود برابر ہو تو اس صورت مین ذکر الٰہی سے اُسکو کوئی چیز نہ روکے مگر ایسا ہونا نہایت کمتر ہی اب تو دلون پر ضعف ہی غالب ہی اور گنجایش مخلوق اور خالق کی ایکساتھ اُنمین ہوتی نہایت قلیل ہان

[illegible]

اس قوت سے انبیا اور اولیا سرافراز ہوا کرتے ہیں اور کسب سے اس تک پہونچنا مشکل ہے گو محنت وکسب کو کسی قدر اُسمیں دخل ہے۔ اس باطنی قوت باطنی کا مختلف ہونا ایسا ہی ہے جیسا اعضا میں قوت ظاہری مختلف ہوتی ہے مثلاً بعض پہلوان ہٹے کٹے تنہا ڈھائی من بوجھ اُٹھا سکتے ہیں پس اگر کوئی ناتوان اور بیمار چاہے کہ بوجھ اُٹھانے کی مشق کرنے سے بتدریج پہلوان کا رتبہ حاصل کرلے تو ہرگز نہ ہوگا ہاں مہارت اور کوشش سے اُسکی قوت کسی قدر زیادہ ہو جائیگی گو اُسکے درجہ کو نہ پہونچے پس اگر آدمی مرتبۂ عالی پر پہونچنے سے مایوس ہو تو محنت کو ترک کرنا نہ چاہیے کہ یہ نہایت جہالت اور کمال درجہ کی گمراہی ہے چنانچہ سلف کے اکابر کی عادت تھی کہ فتنوں کے ڈر سے وطن چھوڑ دیتے تھے اور سفیان ثوری رح فرماتے ہیں کہ یہ وقت ایسا بُرا ہے کہ اسمیں گمناموں کو بھی اس کی ضرورت نہیں مشہوروں کا تو کیا ذکر ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ آدمی ایک شہر سے دوسرے شہر میں جائے اور جب ہاں مشہور ہو جائے وہاں سے دوسری جگہ چلدے۔ اور ابو نعیم کہتے ہیں کہ مین نے سفیان ثوری رح کو دیکھا توشہ دان کمر پر رکھے اور ہاتھ مین ٹھلیا لٹکائے جاتے ہیں مین نے پوچھا کہ کہان کو فرمایا کہ مین نے سُنا ہے کہ ایک گانون میں ارزانی ہے اسلیے چاہتا ہون کہ اُسمین ٹھہرون مین نے کہا کہ آپ ایسا کرتے ہیں فرمایا کہ ہان جب تم سنو کہ فلان گانون مین ارزانی ہے تو اُسمین جا رہو کہ اس سے تمہارا دین بھی سلامت رہیگا اور تردد بھی کمتر ہوگا غرضکہ یہ سفر نرخ کی گرانی کی وجہ سے تھا اور سری سقطی رح صوفیوں سے فرمایا کرتے کہ جب جاڑا نکل گیا تو چیت کی آمد ہوئی اور درخت برگ دار ہوے اور نکلنے کی بہار ہوئی تو اب نکلو اور چلو پھرو۔ اور ابراہیم خواص کسی شہر میں ایک چلّہ سے زیادہ نہ ٹھہرتے اور متوکلون میں سے تھے اسباب پر اعتماد کرکے کسی جگہ ٹھہرنے کو توکل کا مخل جانتے تھے اور اسباب پر اعتماد کرنے کے اسرار باب التوکل مین انشاء اللہ مذکور ہونگے۔

چوتھی قسم سفر کی یہ ہے کہ ایسی چیز سے گریز کرے جو بدن مین ضرر کرے جیسے طاعون یا مال مین خلل ڈالے جیسے نرخ کی گرانی یا اور کوئی ایسی ہی مضرت ہو اور اس قسم کے سفر مین بھی کچھ حرج نہیں بلکہ بعض فائدے اس سفر مین مترتب ہوتے ہیں اگر وہ واجب ہون تو بعض صورتون میں یہ سفر بھی واجب ہوگا اور اگر وہ مستحب ہون تو سفر بھی مستحب ہوگا مگر اس سفر سے طاعون کی صورت مستثنیٰ ہے کہ اس سے بھاگنا نہ چاہیے کیونکہ حدیث شریف مین طاعون سے بھاگنے پر نہی وارد ہے چنانچہ اسامہ بن زید رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ہذا الوجع او السقم رجز عذب بہ بعض الامم قبلکم ثم بقی بعد فی الارض فیذہب المرۃ ویاتی الاخری فمن سمع بہ فی الارض فلا یقدمن علیہ ومن وقع بارض وھو بہا فلا یخرجنہ الفرار منہ۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی تباہی طعن اور طاعون سے ہوگی میں نے عرض کیا کہ طعن کے معنی تو ہمنے جانے مگر طاعون کیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ ایک گومڑا ہے مثل اونٹ کے طاعون کے جو لوگون کی پیٹھ کے سفل اور نرم حصہ مین پیدا ہوتا ہے جو مسلمان اُس سے مرتا ہے وہ شہید ہے اور جو شخص طلب ثواب مین طاعون کی جگہ مقیم رہتا ہے وہ ایسا ہے کہ گویا جہاد کی تاک مین تیار بیٹھا ہے اور جو اُس سے بھاگتا ہے وہ ایسا ہے کہ گویا جہاد کی صف مین سے بھاگتا ہے۔ اور مکحول رح ام ایمن رض سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی صحابی کو وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا شریک کسی چیز کو مت کر گو تجھکو تکلیف دی جائے یا دھمکایا جائے اور اپنے ماں باپ کی اطاعت کر اور اگر تجھکو یہ کہیں کہ جو چیز تیری ہے سب سے دست بردار ہو تو سب سے دست بردار ہو جا نماز کو عمداً مت چھوڑ کہ جو کوئی نماز عمداً چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ کا ذمہ اُس سے بری ہو جاتا ہے اور شراب سے اجتناب کر کہ وہ ہر بُرائی کی کنجی ہے اور گناہ سے احتراز کر کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے اور صف جہاد سے مت بھاگ اور اگر لوگون مین مری پڑے اور تو اُنمین موجود ہو تو وہین ٹھہرا رہ اپنی [illegible] اپنے گھر والون پر خرچ کر اور تادیب اُنکو کیا کر اور خدا سے تعالیٰ سے اُنکو ڈرایا کر۔ غرضکہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون سے بھاگنا ممنوع ہے اور اسی طرح طاعون مین جانا بھی ممنوع ہے اور اسکا بھید باب التوکل جلد چہارم مین مذکور ہوگا۔ یہ قسمیں سفر کی تھیں اسکے بیان سے یہ حاصل ہوا کہ سفر یا بُرا ہوتا ہے یا اچھا یا مباح اور بُرا سفر یا تو حرام ہوگا جیسے غلام کا بھاگنا یا ماں باپ کی نافرمانی کرکے جانا یا مکروہ ہوگا جیسے طاعون والے شہر سے نکل جانا اور اچھا سفر بھی یا واجب ہوگا جیسے حج کو جانا خواہ اُس علم کی طلب مین نکلنا جو ہر مسلمان پر فرض ہے یا مستحب ہوگا جیسے علما اور انکے مشاہد کی زیارت

اور انھیں سببوں سے نیت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ نیت کے معنی یہی ہیں کہ ابھرنا اس سبب کے لیے جو فعل پر آمادہ کرے اور قائم ہو جانا خواہش کے
کہنا ماننے کے واسطے تو چاہیے کہ آدمی کی نیت تمام سفروں میں آخرت ہی ہو اور یہ بات جب آخرت میں تو ہو سکتی ہے مگر مکروہ اور ممنوع میں محال ہے باقی رہا
سفر مباح تو اسکا مآل نیت پر ہے یعنی اگر سفر سے غرض مال کی طلب ہے اسلیے کہ مثلاً سوال نہ کرنا چاہے اور اہل و عیال پر مروت کا لحاظ بنا رہے اور
جو حاجت سے زائد رہے اسکو صدقہ کر دیا کرے تو یہ مباح اس نیت کے باعث اعمال آخرت میں سے ہو جاویگا اور اگر بالفرض حج کو جاتا ہے اور نیت
ریا اور شہرت ہے تو اس نیت سے یہ سفر اعمال آخرت سے نکل جائیگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں (۱) انما الاعمال بالنیات اور یہ حکم واجبات
اور مستحبات اور مباحات میں عام ہے ممنوعات میں نہیں اسلیے کہ نیت کی تاثیر یہ نہیں کہ ممنوع کو ممنوع نہ رکھے بعض اکابر سلف نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ
نے مسافروں پر کچھ فرشتے معین کر دیے ہیں کہ وہ انکے مقصدوں کو دیکھتے ہیں پھر ہر شخص کو اسکی نیت کے موافق دیا جاتا ہے یعنی جسکا مقصود دنیا
ہوتی ہے اسکو دنیا ہی ملتی ہے اور اسکی آخرت میں سے کمی گھٹا دیا جاتا ہے اور ہمت اسکی پریشان کر دی جاتی ہے اور حرص اور رغبت کا شغل زیادہ
ہو جاتا ہے اور جسکا مقصود آخرت ہوتی ہے تو اسکو بصیرت اور حکمت اور تیزی طبع عنایت ہوتی ہے اور بقدر نیت تذکرہ اور عبرت کا باب کھول دیا جاتا
اور اسکی ہمت مجتمع کر دی جاتی ہے اور فرشتے اسکے حق میں دعا اور استغفار کرتے ہیں - اب یہ بحث کہ سفر بہتر ہے یا اقامت تو یہ ایسی ہے جیسے یوں
کہنا کہ عزلت افضل ہے یا اختلاط اور اسکا طریق باب عزلت میں ہم لکھ آئے ہیں اس بحث کو وہاں سے سمجھ لینا چاہیے کہ سفر بھی ایک قسم کا اختلاط
اتنی ہی زیادتی ہے کہ اسمیں مشقت زیادہ اور تفرقہ ہمت اور پریشانی دل اکثروں کے حق میں ہوتی ہے اور فصل اس باب میں وہی ہے جس سے دین کی
مدد زیادہ ہو اور دین کا ثمرہ کامل دنیا میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حاصل ہونا اور اسکے ذکر سے انس کا پایا جاتا ہے اور انس ذکر دائمی سے اور معرفت
ہمیشہ کی فکر سے حاصل ہوتی ہے اور جو شخص ذکر اور فکر کا طریق نہ سیکھیگا ہو گا اس سے یہ دونوں باتیں ہو نہ سکینگی اور سیکھنے کے لیے ابتدا میں سفر
اعانت کرتا ہے اور انجام کو علم کے بموجب عمل کرنے کی اقامت مدد کرتی ہے اور ملکوں میں ہمیشہ پھرنا ہی کرنی دل کو پریشان کرتی ہے اسمیں بجز قوی
شخصوں کے اور قادر نہیں ہو سکتا کیونکہ سفر میں جان اور مال دونوں کا خطرہ ہوا ہی کیا واسطے تو پس مسافر کو کبھی تو اپنی جان و مال کی
فکر ہوتی ہے اور کبھی اپنی مالوف اور معتاد چیزوں کے جدا ہو جانے کا خیال ہوتا ہے کہ اقامت میں یہ بات نصیب تھی اسوقت نہیں اور اگر اسکے
پاس مال نہیں ہوتا جسکا خوف ہو تو لوگوں کی طرف طمع کرنے سے خالی نہیں رہتا کبھی مفلسی کے باعث دل ضعیف ہو جاتا ہے اور کبھی اسباب
طمع کے قوی ہونے سے دل قوی رہتا ہے پھر یہ زمرہ کے کوچ و مقام کا تردد ایسا ہے کہ یہ سب حالات کو ابتر کر دیتا ہے تو سالک آخرت کو بجز
طالب علم یا زیارت کسی بزرگ مقتدا کے جسکے دیکھنے سے رغبت اسکی بصیرت اور خیر کی حاصل ہو سفر کرنا نہ چاہیے پھر اگر قوی النفس اور واقف کار
ہو اور فکر کا طریق اور عمل کا راستہ انکے لیے کھلا ہو تو اسکے لیے ٹھہرنا ہی بہتر ہے مگر اس زمانہ کے اکثر صوفیوں کے باطن چونکہ لطائف افکار اور
دقائق اعمال سے خالی ہیں اور خلوت میں انکو اللہ تعالیٰ سے انس اور اسکے ذکر سے الفت نہیں حاصل ہے فن اور ذاکر شاغل ہونے کی جگہ باطل
و کاہل ہو رہے ہیں اسلیے انکو کاہلی کی عادت ہو گئی ہے عمل کو دشوار اور طریق کسب کو مشکل سمجھ لیا ہے سوال اور گداگری سہل جان لی ہے کہ اچھا
سمجھتے ہیں کہ شہروں میں جو رباطیں صوفیوں کے لیے بنی ہیں انھیں جا رہیں اور وہاں کے خادم جو اہل دل کی خدمت پر مستعد ہیں انسے اپنی
خدمت لیں ان لوگوں نے اپنی عقل اور دین دونوں کو حقیر کر دیا اسوجہ سے کہ انکا مقصود خدمت سے بجز ریا و شہرت اور آوازہ پھیلانے اور اسباب
سے مال جمع کرنے کے اور کچھ نہیں اور سوال کا بہانہ یہ کرتے ہیں کہ راہ خدا میں گشت کے واسطے بہت پھرتے ہیں پس ایسے شخصوں سے خانقاہوں میں کیا کام
ہوگی اور مریدوں کی تادیب کیا نفع ہوگی کہ کوئی ان کا مانع زبردست نہیں گدڑیاں پہنکر خانقاہوں کو سیرگاہ بنا لیا ہے اور کبھی چند الفاظ جانچی پڑی
کی طرح کے سیکھ لیے ہیں اور اپنے آپ کو لباس اور سفر اور اول حال اور آداب ظاہری میں اہل صوفیوں کے مشابہ دیکھکر ہر ایک کا سلیس کو جانتا
سمجھتے ہیں اور اپنے نفس کو بہتر گمان کرتے ہیں اور یہ وہم کرتے ہیں کہ ظاہر کے امور میں شریک ہونے سے ضرور ہے کہ حقائق میں بھی شریک ہوا جاوے

(۱) مدار اعمال کا نیتوں پر ہے - بخاری و مسلم از عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ۱۲

کہان ہوسکتی ہی سو ہوتے سیرت سے ہین مردان دلاور ممتاز ہو ورنہ صورت مین تو کچھ کم نہین شہباز سے چیل ہر جو شخص فربہی اور ورم مین تمیز نہ کرے اس سے زیادہ بیوقوف اور کون ہوگا تو اسطرح کے صوفی اللہ تعالی کے نزدیک برے ہین کیونکہ اللہ تعالی جوان شخص بیکار کو ناپسند رکھتا ہی اور ان حضرات کو جو سفر پر آمادہ کیا ہی تو جوانی اور بیکاری ہی نے کیا ہی ہان جو کوئی حج یا عمرہ کے لیے بدون ریا اور شہرت کے یا کسی بزرگ مقتدا کی زیارت کے واسطے سفر کرے تو وہ البتہ آفرین کے قابل ہی مگر اس زمانہ مین شہر ایسے لوگون سے خالی ہوگئے اور امور دینی سب کے سب ضعیف اور خراب ہوگئے ہین مگر تصوف تو بالکل ہی نیست و نابود ہوگیا ہی اسلیے کہ اور علوم تو ابھی تک موجود ہین گو عالم بگڑ گئے ہین مگر عالم کا بگڑنا اسکی سیرت کا فساد ہی نہ علم کی خرابی تو ہوسکتا ہی کہ عالم بے عمل کا علم بنا رہے کہ عمل اور چیز ہی اور علم دوسری چیز لیکن تصوف اسکا نام ہی کہ اللہ تعالی کے واسطے دل کا مجرد ہونا اور اسکے سوا دوسری چیزون کو حقیر جاننا اور یہ بات دل اور اعضا کے عمل سے متعلق ہی تو جس صورت مین عمل خراب ہوگا اصل ہی مفقود ہو جائیگی فقہا کو ان صوفیون کے سفر کرنے مین تامل ہی اسوجہ سے کہ بیفائدہ نفس کو مشقت مین ڈالنا ہی اور کہتے ہین کہ نفس کو بلا وجہ مشقت مین ڈالنا ممنوع ہی تو اس بنا پر انکا سفر بھی ممنوع ہوا لیکن ہمارے نزدیک صواب یہ ہی کہ اس سفر کو انکے حق مین مباح کہا جاے کیونکہ غایت انکی اس سفر سے یہی ہی کہ مختلف شہرون کی سیر کرکے محنت بطالت سے آسایش پاوین اور یہ علت غائی اگرچہ خسیس اور حقیر ہی لیکن انکے نفوس بھی اسی قسم کے ہین تو گویا انکی مثال اس سفر مین ایسی ہوئی سو گر آب چاہ نصرانی نہ پاک ست ٭ یہودی مردہ بشوید چہ باک ست ٭ اور فتوی اس بات کا مقتضی ہی کہ عوام کو جن مباحات مین نہ نفع ہو نہ نقصان مطلق العنان کردینا جائز ہی اور جو لوگ بدون کسی غرض دینی کے دنیا مین صرف سیر کی نیت سے سیاحی کرتے ہین وہ ایسے ہی ہین جیسے جنگل مین بہائم پھرتے ہین تو انکی سیاحی کا کچھ مضائقہ نہین جب تک کہ لوگون کو ایذا نہ دین اور اپنے حال سے مخلوق کو مغالطہ نہ دین اس صورت مین ان صوفیون کی خطا یہی ہی کہ مغالطہ دیتے ہین اور تصوف کے نام سے مانگتے ہین اور جو اوقاف کہ صوفیون کے لیے ہین انہین سے کھاتے ہین حالانکہ صوفی اسکو کہتے ہین جو مرد نیکبخت اور دین مین عادل ہو اور سوا نیکبختی کے اور صفات بھی رکھتا ہو تو یہ ظاہر ہی کہ صوفی اصل صوفی نہین ہوسکتے اسلیے کہ ان لوگون کی ادنی صفت یہ ہی کہ بادشاہون کا مال کھاتے ہین اور مال حرام کا کھانا گناہ کبیرہ ہی تو کبیرہ کے ارتکاب کے ساتھ عدالت اور نیکبختی دونون نہین رہتین اور اگر کوئی صوفی فاسق بھی ہوسکتا ہو تو چاہیے کہ کافر بھی ہوسکتا ہو اور کوئی فقیہ یہودی بھی ہو تو جیسے فقیہ ایک مسلمان خاص کا نام ہی ویسے ہی صوفی بھی ایک عادل خاص کا نام ہی جو کہ مین اسی قدر پر اکتفا نہ کرے جس سے عدالت حاصل ہو۔ اور اسی طرح جو شخص ان لوگون کے ظاہر کو دیکھے اور باطن کو نہ جانے اور انکو اپنے مال مین بطور تقرب الی اللہ کچھ دیوے تو انکو اس مال کا لینا حرام ہی اور اسکا کھانا جائز نہین یعنی جس صورت مین دینے والا ایسا ہو کہ اگر انکے باطن کا حال معلوم کر جائے تو انکو کچھ نہ دے تو ایسے شخص سے تصوف کا اظہار کرکے لینا اور واقع مین حقیقت تصوف سے بے بہرہ ہونا ایسا ہی جیسے کوئی اپنے آپ کو سید کہکر لیوے تو جو شخص اپنے سید ہونے کا مدعی ہو اور واقع مین جھوٹا ہو تو اسکو اگر کوئی مسلمان باقتضاے محبت اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ دیوے اور اگر جان لیوے کہ مدعی جھوٹا ہی تو کچھ نہ دے تو اس مال کا اسکو لینا حرام ہی اور یہی حال صوفی کا ہی اور یہین وجہ احتیاط کرنے والون نے دین کے بدلے مین مال کھانے سے احتراز کیا ہی یعنی جو شخص اپنے دین کے باب مین بہت احتیاط کرتا ہو اسکے باطن مین بھی کسی قدر عیوب ایسے ہوا کرتے ہین کہ اگر وہ ظاہر ہو جائین تو جو لوگ اسکے ساتھ رعایت کی رغبت رکھتے ہین وہ رعایت مین کوتاہی کرنے لگین تو ایسی صورت مین اسکا لینا ویسا ہی ٹھیریگا جیسے جھوٹے صوفی اور سید کا تھا تو اسی خیال سے احتیاط والے کوئی چیز اپنے لیے اپنے آپ خرید نہ کرتے تھے اس خوف سے کہ کہین ظاہر کی نیکبختی کو دیکھکر بائع کچھ رعایت نہ کرے اور دین کے عوض کھانا نصیب نہ ہو پس اس نظر سے دوسرے شخص کو خریدنے کا وکیل کردیتے تھے اور وکیل سے شرط یہ کرلیتے تھے کہ بائع سے نہ کہیو کہ مشتری کون ہی ہان دینداری کے لیے جو مال ملتا ہی اسکا لینا اسوقت حلال ہی کہ اگر دینے والے کو لینے والے کے باطن کا حال کما حقہ معلوم ہو تب بھی اپنے

سلوک میں سر مو فرق نہ کرے اور عاقل منصف جانتا ہے کہ یہ امر محال خواہ کمیاب ہے اور جو شخص جاہل اور اپنے نفس کے مغالطہ میں پڑا ہوا ہے اسکو معاملہ دین سے ناواقف رہنا زیبا ہے کیونکہ اسکے بدن سے زیادہ تر نزدیک اسکا دل ہے جب دل ہی کا حال اسپر مشتبہ ہے تو غیر کا حال کیسے ظاہر ہو جائیگا اور جو شخص اس حقیقت کو پہچانتا ہے اسکو بالضرور لازم ہے کہ اپنی کمائی سے اپنی قوت کرے تاکہ اس آفت سے مامون ہو جائے یا ایسے شخص کا مال کھائے جسکو قطعاً جانتا ہو کہ اگر میرے عیوب پنہانی اسپر آشکار ہونگے تب بھی یہ سلوک سے باز نہ رہیگا اور بدستور مواسات جاری رکھیگا اگر طالب حلال اور طریق آخرت کے سالک کو مجبوری غیر سے مال لینا ہی پڑے تو چاہیے کہ دینے والے سے صاف صاف کہدے کہ اگر تم مجکو اس اعتقاد سے دیتے ہو کہ میں دیندار ہوں تو میں اس مال کا مستحق نہیں اگر اللہ تعالی میرا پردہ فاش کردے تو تم مجکو توقیر کی نگاہ سے نہ دیکھوگے بلکہ اعتقاد کروگے کہ سب میں برا میں ہوں پھر اگر باوجود اس تصریح کے بھی وہ دیوے تو لے لیوے اس لیے کہ بعض اوقات دینے والے کو اسکی یہی خصلت اچھی معلوم ہوگی کہ اپنے دین کی سستی کا اقرار کردیا اور کہدیا کہ میں اس مال کا مستحق نہیں۔ مگر یہاں نفس کا ایک فریب بھی ہے اس سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے وہ یہ ہے کہ کبھی اسطرح پر اقرار کرنا اسلیے ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ اپنے آپ کو نیک بختوں کے مشابہ سمجھیں یعنی صلحا کا دستور ہے کہ اپنے آپ کو برا کہا کرتے ہیں اور اپنے نفسوں کو حقیر جانتے ہیں اور انکو بچشم حقارت دیکھتے ہیں تو اس صورت میں ظاہر کلام تو حقارت پر مشتمل ہوگا اور باطن اور روح کلام مدح و ثنا ٹھہریگی کیونکہ اکثر لوگ اپنے نفس کو برا کہتے ہیں مگر واقع میں انکی مذہب سے گویا تعریف کرتے ہوتے ہیں اس نظر سے نفس کو خلوت ہی میں برا کہنا اچھا ہے اور مجمع میں تو عین ریا ہے ہاں اگر بار زبیان اسطرح ہو کہ سننے والا قطعاً جان لے کہ یہ شخص اپنے گناہوں کا مقر اور خطاؤں کا معترف ہے تو البتہ اس مکر سے محفوظ ہو سکتا ہے اور جو شخص اپنے اور خدا تعالی کے درمیانی معاملہ میں سچا ہے وہ جانتا ہے کہ خدائے تعالی کو یا اپنے نفس کو فریب دینا محال ہے تو اسکو ایسی باتوں سے احتراز کرنا کچھ دشوار نہیں سفر کے اقسام اور مسافر کی نیت اور فضیلت سفر کی بحث یہاں تک ہو چکی اب دوسرا بیان شروع کرتے ہیں

دوسرا بیان مسافر کے آداب میں شروع ارادہ سفر سے گھر کو واپس آنے تک اور وہ کل گیارہ آداب ہیں۔ پہلا ادب یہ ہے کہ سفر کے ارادہ کرنے کے وقت پیشتر جنکے حقوق دبالیے ہوں انکے حوالہ کرے اور قرضخواہوں کا قرض بیباق کرے اور جن لوگوں کو خرچ دینا اپنے ذمہ ہو اسکی فکر کرے اور اگر کسی کی امانت اپنے پاس ہو اور وہ مالک کے پاس پہونچائے اور زاد راہ بجز مال حلال اور طیب کے اور مال نہ لے اور اتنا زاد راہ لے کہ انمیں سے رفیقوں کے دینے کی بھی گنجایش ہو حضرت ابن عمر رضی نے فرمایا ہے کہ آدمی کا کرم ایک یہ ہے کہ زاد سفر طیب ہو۔ اور سفر میں اچھی طرح بولنا اور کھانا کھلانا اور مکارم اخلاق کو ظاہر کرنا ضرور ہے اسلیے کہ سفر باطن کی پوشیدہ باتیں ظاہر کرتا ہے اور جو شخص سفر میں ساتھ رہنے کی لیاقت رکھتا ہے وہ حضر میں ساتھ رہنے کی لیاقت رکھتا ہے مگر بعض شخص حضر کی صحبت کے تو قابل ہوتے ہیں اور سفر کی صحبت کے قابل نہیں ہوتے اور اسی لیے کہتے ہیں کہ جب کسی شخص کی تعریف اسکے ساتھ حضر میں معاملہ کرنے والے اور سفر کے رفیق دونوں فرماتے ہیں تو اسکی نیک بختی میں کچھ شک نہیں گرد اور سفر تکلیف کے اسباب میں سے ہے تو جو شخص تکلیف میں خوش خلق رہے تو واقع میں خوش خلق وہی ہے ورنہ جب ہر ایک کام غرض کے موافق خاطر خواہ ہوتا جاے تو ایسی صورت میں کج خلقی بہت کم ہوتی ہے اور مشہور ہے کہ تین شخصوں کی بیقراری پر ملامت نہیں ہوتی ایک روزہ دار دوم بیمار سوم مسافر اور مسافر کا حسن خلق اسوقت کامل ہوتا ہے کہ کرایہ والے سے سلوک کرے اور رفیقوں کے امور ممکنہ سے اعانت کرے اور اگر کوئی علٰحدہ رہ گیا ہو تو اسکی دلجوئی کرے یعنی بدون اسکی اعانت کیے آگے نہ بڑھے سواری یا زاد راہ جسکی اسکو حاجت ہو اگر بن سکے تو دریغ نہ کرے اور اولی یہ ہے کہ اسکی خاطر ٹھہر جائے اور رفیقوں کے ساتھ حسن خلق کا کمال یہ بھی ہے کہ بعض اوقات ہنسی اور دل لگی جسمیں فحش اور گناہ نہو کرتا رہے تاکہ تکلیف سفر اور مشقت راہ کا غم غلط ہو۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ رفیق سفر کے لیے تجویز کرے تنہا سفر نہ کرے کہ اول رفیق پھر طریق مشہور ہے اور رفیق ایسا ہونا چاہیے جو دین پر مددگار ہو یعنی اگر یہ بھولے تو وہ یاد دلائے اور یہ یاد کرے تو اسکا

موافق اور معین ہو کہ آدمی اپنے خلیل کے دین پر ہوتا ہے اور مرد بدون اپنے رفیق کے پہچانا نہیں جاتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ تین شخص جماعت ہیں اور فرمایا کہ سفر میں جب تم تین ہو جاؤ تو ایک کو اپنا حاکم کر لو اور اکابر سلف ایسا ہی کیا کرتے اور کہا کرتے کہ یہ وہ امیر ہے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر کیا ہے اور چاہیے کہ ایسے شخص کو امیر کریں جو اخلاق میں سب سے اچھا اور ساتھیوں کے ساتھ زیادہ نرم اور اپنے اوپر غیر کو ترجیح دینے اور طالب موافقت میں جلد باز ہو اور امیر کی ضرورت اسلیے ہے کہ منزلوں اور راہوں اور سفر کی مصلحتوں کے تعیین میں رائیں مختلف ہوتی ہیں تو اگر ایک کی رائے پر مدار رہیگا تو انتظام درست رہیگا ورنہ شرکت کی ہنڈیا چوراہے پر مشہور ہے دنیا کا انتظام بھی اسی لیے بنا ہوا ہے کہ سب کا مدبر ایک ہے اگر بہت سے معبود ہوتے تو خرابی پڑتی جیسے اللہ تعالی فرماتا ہے لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا اور یہ قاعدہ سفر اور حضر سب میں ہے کہ ایک کی رائے پر کام ہو تو درست رہتا ہے اور بہتوں کی رائے پر خراب ہوتا ہے مگر حضر کے مقام میں تو کوئی امیر عام ہوتا ہے جیسے شہر کا حاکم یا امیر خاص ہوتا ہے جیسے مکان کا مالک لیکن سفر میں بدون مقرر کرنے کے کوئی معین نہیں ہوتا اسلیے امیر کرنا ضرور ہوا تاکہ مختلف رائیں جمع ہو جائیں۔ پھر امیر پر لازم ہے کہ وہ تدبیر سوچے جسمیں قوم کی بہتری ہو اور اپنے آپکو انکی سپر کرلے جیسے عبد اللہ مروزی سے منقول ہے کہ ابو علی رباطی نے سفر میں انکی ہمراہی چاہی انھون نے کہا کہ اس شرط پر منظور ہے کہ یا تم حاکم ہو یا میں ابو علی نے کہا کہ حاکم آپ ہی ہیں پس سارے سفر میں اپنا اور ابو علی کا زاد اپنی کمر پر رکھتے اور ایک رات جو مینھ برسا تو تمام رات رفیق کے سر پر چادر لیے کھڑے رہے کہ مینھ میں نہ بھیگے اور جب ابو علی انسے کہتے کہ خدا کو مان کر ایسا مت کرو تو جواب دیتے کہ اپنے قول سے مت پھرو تم کہہ چکے ہو کہ حاکم میں ہوں جو میرا دل چاہیگا کرونگا تمکو میری اطاعت چاہیے ابو علی دل میں کہتے تھے کہ میں نے کیا غضب کیا کہ انکو حاکم کہدیا اس سے تو میں مر جاتا تو خوب ہوتا کہ میرے واسطے اتنی تکلیف اٹھاتے ہیں حاصل یہ کہ سفر کا امیر ایسا ہونا چاہیے اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہتر ساتھی چار ہیں اس حدیث میں جو سب اعداد میں سے چار کو خاص کیا تو اسمیں کوئی فائدہ ضرور ہوگا ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسافر کے لیے دو کام ضروری ہیں ایک تو حفاظت اسباب کی دوم حاجات کے لیے آنا جانا تو اگر تین رفیق ہوں اور انمیں سے دو حفاظت کریں اور ایک حاجات کے لیے جاوے تو وہ اکیلا گھبرائیگا کہ رفیق کی دل لگی نہ رہی اور اگر دو جائینگے تو حفاظت پر ایک رہجائیگا اور تنگدل ہوگا اور دونوں صورتیں خطرہ سے بھی خالی نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ چار سے کمتر میں کام نہیں نکلتا چار ہوں تو دو سودا سلف لائیں اور دو حفاظت اسباب کریں اور چار سے زائد اگر ہونگے تو انمیں ربط رفاقت خوب نہ ہوگا اسلیے کہ پانچواں شخص زائد از حاجت ہے اسی لحاظ سے جسبات اسکی حاجت نہوگی وہ کیسے اسکی طرف متوجہ ہوگا اور شرط رفاقت بجا لائیگا ہاں رفیقوں کی کثرت سے یہ فائدہ ہے کہ خوف کی جگہوں سے مامون رہتے ہیں اور حدیث میں جو مذکور ہے وہ عدد رفاقت خاصہ کے لیے ہے نہ رفاقت عامہ کے واسطے اور کثرت رفیقوں کی صورت میں اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ تمام رستہ میں ایک کو دوسرے سے بولنے کی نوبت نہیں بھی آتی کیونکہ کچھ کام ہو تو کلام بھی ہو تیسرا ادب یہ ہے کہ حضر کے رفیقوں اور گھر والوں کو رخصت کرے اور چلتے وقت وہ دعا مانگے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور ہے یعنی استودع اللہ دینک وامانتک وخواتیم عملک۔ بعض تابعی فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رض کے ہمراہ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کو رہا جب میں نے آپ سے جدا ہونا چاہا تو آپ چند قدم میرے ہمراہ ہوے اور فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ لقمان کا قول ہے کہ اللہ تعالی کو اگر کوئی چیز سپرد کیجاتی ہے تو وہ اسکی حفاظت فرماتا ہے اور میں اللہ تعالی کو تیرا دین اور گھر بار اور اواخر اعمال سپرد کرتا ہوں اور زید بن ارقم سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے سفر کیا چاہے تو اپنے بھائیوں سے رخصت ہو کہ اللہ تعالی انکی دعا سے اسکے حق میں برکت کرتا ہے۔ اور عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو رخصت کیا کرتے تھے تو یوں فرماتے تھے زودک اللہ التقوی وغفر ذنبک ووجہک للخیر حیث توجہت۔ یہ دعا مقیم کی ہے مسافر کے لیے اور موسی بن وردان کہتے ہیں کہ میں نے ایک سفر کا ارادہ کیا اور حضرت ابو ہریرہ رض سے رخصت ہونے گیا آپ نے فرمایا کہ بھتیجے میں تجھکو وہ چیز

سکھاتا ہون جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو رخصت ہونے کے وقت کے لیے سکھائی ہی مین نے کہا بہتر آپ نے فرمایا کہ اسطرح کہو
استودعتک اللہ الذی لا تضیع ودائعہ۔ اور حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا
اور عرض کیا کہ مین سفر کیا چاہتا ہون مجکو کچھ وصیت فرمایئے آپ نے یہ ارشاد فرمایا فی حفظ اللہ و فی کنفہ زودک اللہ التقوی وغفر ذنبک
ووجہک للخیر حیث کنت یا اینما کنت فرمایا اور چاہیے کہ جب اپنے پس ماندون کو سپرد بخدا کرے تو سبکو سپرد کرے کسی کی تخصیص نہ کرے چنانچہ
مروی ہی کہ حضرت عمرؓ لوگون کو مال رحمت فرماتے تھے کہ اتنے مین ایک شخص اپنے بیٹے کو لیکر آیا آپ نے اس سے فرمایا کہ جتنا یہ لڑکا
تیرے مشابہ ہی مین نے کسی کو اتنا دوسرے کا ہمشکل نہین دیکھا اسنے عرض کیا کہ مین اسکا حال آپ کی خدمت مین عرض کرتا ہون کہ
جسوقت یہ حمل مین تھا مین نے سفر کرنا چاہا اسکی مان نے کہا کہ تم باہر جاتے ہو اور مجکو اس حال پر چھوڑتے ہو مین نے کہا کہ جو کچھ تیرے
پیٹ مین ہی اسکو مین خدائے تعالی کے سپرد کرتا ہون یہ کہکر مین چلا گیا پھر جو مین سفر سے آیا تو اسکی مان مرچکی تھی ہم بیٹھے ہوئے باتین
کر رہے تھے کہ اسکی قبر پر آگ کی سی روشنی معلوم ہوئی مین نے لوگون سے پوچھا کہ یہ آگ کہان جلتی ہی انھون نے کہا کہ فلان عورت کی
قبر مین سے نمودار ہی اور ہم ہر شب ایسا ہی دیکھتے ہین مین نے کہا کہ بخدا وہ تو دن کو روزہ رکھتی تھی اور رات کو عبادت کیا کرتی تھی یہ کیا بات
ہی اسکو دیکھنا چاہیے مین نے ایک پھاوڑا لیکر قبر کی راہ لی لوگ بھی ہمراہ گئے اور اسکی قبر کو کھودا دیکھا تو ایک چراغ جلتا ہی اور یہ لڑکا بیٹھا
چلا رہا ہی اسوقت آواز آئی کہ یہ تیری ودیعت ہی اور اگر تو اسکی مان کو بھی سپرد کر دیتا تو وہ بھی تجکو ملتی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جتنا کوا دوسرے
کوے کے ہمشکل ہوتا ہی یہ اس سے بھی زیادہ تجھ سے ملتا ہی۔ چوتھا ادب یہ ہی کہ سفر سے پہلے نماز استخارہ پڑھے جسطرح کہ باب الصلوۃ مین اسکی
ترکیب ہمنے لکھی ہی اور چلنے کے وقت سفر کی چار رکعتین پڑھے چنانچہ انس بن مالکؓ سے مروی ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ مین نے ایک سفر کی منت مانی ہی اور وصیت لکھ رکھی ہی تو تینون شخصون مین سے کسکو وہ وصیت سپرد کرون اپنے
باپ کو دون یا بیٹے کو یا بھائی کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی کے نزدیک کوئی نائب جو آدمی اپنے پیچھے گھر پر چھوڑے اس سے بہتر نہین
کہ جب سفر کے کپڑے (یعنی کمر) سے لگائے تو چار رکعتین اپنے گھر مین پڑھے اور ہر ایک مین سورۂ فاتحہ اور اخلاص پڑھے پھر یہ دعا پڑھے اللھم انی
اتقرب بھن الیک فاخلفنی بھن فی اھلی ومالی تو یہ رکعتین اسکے اہل اور مال مین نائب اور اسکے مکان کے گرد محافظ رہینگی جب تک کہ وہ شخص
اپنے گھر کو واپس آوے۔ پانچوان ادب یہ ہی کہ جب مکان کے دروازہ پر پہونچے تو یون کہے بسم اللہ توکلت علی اللہ لا حول ولا قوۃ
الا باللہ رب اعوذ بک ان اضل او اضل او ازل او ازل او اظلم او اظلم او اجھل او یجھل علی۔ اور جب دروازہ سے نکل کر چلے اور کہے اللھم
بک انتشرت وعلیک توکلت وبک اعتصمت والیک توجھت اللھم انت ثقتی وانت رجائی فاکفنی ما اھمنی وما لا اھتم بہ وما انت اعلم بہ منی عز جارک
وجل ثناؤک ولا الہ غیرک اللھم زودنی التقوی واغفر لی ذنبی ووجھنی للخیر اینما توجھت۔ اور اس دعا کو ہر منزل سے کوچ کرتے وقت بھی پڑھ لیا کرے
اور جب سواری پر سوار ہو تو کہے بسم اللہ وباللہ واللہ اکبر توکلت علی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ما شاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن
سبحان الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون۔ اور جب سواری آسکے نیچے دب جاوے یعنی سواری پر اچھی طرح جم جاوے تو
کہے الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ اللھم انت الحامل علی الظھر وانت المستعان علی الامور۔ چھٹا ادب یہ ہی کہ منزل پر
سے تڑکے کوچ کرے چنانچہ حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پنجشنبہ کو بارادہ تبوک کوچ بہت تڑکے سے فرمایا اور

مدا الٰہی تو بشقون پر سوار کرنے والا اور کجاوون پر بند چالا گیا ہو ۱۲ سح شرح المطی در مکارم اخلاق اور جابر الہم بارک الحسنین اربعین بروایت سخرہ عامدی منقول ہی ۱۲

ارشاد کیا اللھم بارک لامتی فی بکورہا یعنی خدایا میری امت کے لیے تڑکے چلنے میں برکت کر اور مستحب ہی کہ ابتدا سفر پنجشنبہ کو کرے کہ عبد اللہ
بن کعب بن مالک اپنے باپ سے راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ کا کم دستور تھا کہ سفر کو سواے پنجشنبہ کے نہضت فرمائیں اور حضرت انس رض
راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی میری امت کے لیے شنبہ کے روز کے تڑکے چلنے مین برکت کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا دستور مبارک تھا کہ جب کوئی لشکر روانہ فرمایا کرتے تھے تو صبح کے وقت روانہ فرماتے تھے اور حضرت ابو ہریرہ رض سے مروی ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی میری امت کو پنجشنبہ کے تڑکے اُٹھنے مین برکت کر۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ جب تمکو کسی شخص سے
کچھ کام ہو تو اُسکو دن مین تڑکے جا کر پورا کرو رات مین اُسکی تلاش مت کرو کیونکہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہی کہ فرماتے تھے الٰہی میری
امت کے تڑکے اُٹھنے مین برکت دے اور چاہیے کہ جمعہ کے روز فجر ہونے کے بعد سفر نہ کرے ورنہ گناہگار ہوگا جمعہ کے ترک کرنے سے کیونکہ تمام روز
منسوب بجمعہ ہی تو شروع کا حصہ بھی جمعہ کے واجب ہونے کا ایک سبب ہی۔ اور رخصت کے لیے مسافر کے ہمراہ چلنا مستحب بلکہ سنت ہی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خدا کی راہ مین جہاد کرنے والے کے ساتھ مجکو چلنا اور صبح یا شام کو اُسکی سواری کے گرد ہونا دنیا و ما فیہا سے
میرے نزدیک اچھا ہی۔ ساتوان ادب یہ ہی کہ جب تک آفتاب خوب گرم نہولے تب تک منزل نہ کرے کہ یہ امر سنت ہی اور اکثر راستہ
رات کو قطع کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اندھیرے مین چلا کرو کیونکہ مسافت رات کو اسقدر طے ہوتی ہی کہ دن کو اتنی نہین
ہوتی۔ اور جب منزل معلوم ہونے لگے تو کہے اللھم رب السموات السبع وما اظللن ورب الارضین السبع وما اقللن ورب الشیاطین وما اضللن
ورب الریاح وما ذرین ورب البحار وما جرین اسالک خیر ہذا المنزل وخیر اہلہ واعوذ بک من شر ہذا المنزل وشر ما فیہ اصرف عنی شر اشرارہم اور
جب منزل پر اُترے تو دوگانہ پڑھکر یون کہے اللھم انی اعوذ بکلمات اللہ التامات التی لا یجاوزہن بر ولا فاجر من شر ما خلق۔ اور جب رات
ہو جائے تو یہ دعا پڑھے یا ارض ربی وربک اللہ اعوذ باللہ من شرک وشر ما فیک وشر ما دب علیک اعوذ باللہ من شر کل اسد واسود وحیۃ و
عقرب ومن شر ساکنی البلد ووالد وما ولد ولہ ما سکن فی اللیل والنہار وہو السمیع العلیم اور جب راہ مین کسی بلند زمین پر چڑھے تو یون کہنا چاہیے
اللھم لک الشرف علی کل شرف ولک الحمد علی کل حال۔ اور جب اُنچائی پر سے اُترے تو سبحان اللہ کہے اور جسوقت سفر مین وحشت سے
ڈرے تو یہ کہے سبحان الملک القدوس رب الملائکۃ والروح جللت السموات بالعزۃ والجبروت۔ آٹھوان ادب یہ ہی کہ دن کو اسباب
کی احتیاط رکھے کہ قافلہ سے علیحدہ نہ چلے اسلیے کہ عجب نہین کہ ناگہانی مارا جائے یا جدا رہجائے اور رات کو سونے کے وقت چوکنا رہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب ابتداے شب مین سفر مین سوتے تو دست مبارک کو بچھا لیتے اور اگر آخر شب مین
سوتے تو ہاتھ کسی قدر کھڑا کر لیتے اور سر مبارک ہتیلی پر رکھتے اور اس سے غرض یہ تھی کہ گہری نیند نہ آوے اور ایسا نہو کہ سوتے رہین اور
آفتاب بیخبری مین نکل آئے اور جو بات کہ سفر سے مطلوب ہی اُس سے بہتر چیز یعنی نماز قضا ہو جائے۔ اور رات کو یہ مستحب ہی کہ سب رفیق
ملکر چوکی دینے کی باری مقرر کر لین اور ایک سو جائے تو دوسرا جاگتا رہے کہ یہ طریق مسنون ہی۔ اور جب رات یا دن کو کوئی دشمن خواہ درندہ
چڑھ آئے تو آیۃ الکرسی اور شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو آخر تک اور سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھے اور پھر یہ دعا پڑھنی چاہیے بسم اللہ ما شاء اللہ
لا قوۃ الا باللہ حسبی اللہ توکلت علی اللہ ما شاء اللہ لا یاتی بالخیرات الا اللہ ما شاء اللہ لا یصرف السوء الا اللہ حسبی اللہ وکفی سمع اللہ لمن دعا لیس

وزاد التقوى ولا دون الله ملجأ وكتب الله لاغلبن انا ورسلي ان الله قوي عزيز تحصنت بالله العظيم واستعنت بالحي الذي لا يموت اللهم احرسنا
بعينك التي لا تنام واكنفنا بركنك الذي لا يرام اللهم ارحمنا بقدرتك علينا فلا نهلك وانت ثقتنا ورجاؤنا اللهم اعطف علينا قلوب عبادك وامائك
برأفة ورحمة انك انت ارحم الراحمين — نواں ادب یہ ہے کہ اگر سوار ہو تو سواری کے جانور پر نرمی کرے یعنی اُسکی طاقت سے زیادہ بوجھ
نہ لادے اور نہ منہ پر مارے کہ یہ امر ممنوع ہے اور سواری پر نہ سووے کہ سونے سے آدمی بھاری پڑ جاتا ہے اور جانور کو اُس سے ایذا ہوتی ہے
اہل ورع سواری کے جانور پر ہرگز نہ سوتے تھے مگر اسکے کہ اونگھ جائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنی سواری کی پشت کو
چوکیاں مت بناؤ — اور مستحب ہے کہ سواری سے صبح وشام اُتر کر اُسکو آرام دے دیا کرے کہ مسنون ہے اور اُسمیں سلف سے آثار بھی ہیں بعض
اکابر کا دستور تھا کہ کرایہ میں یہ شرط کر لیتے کہ ہم سواری پر سے نہ اُترینگے اور کرایہ پورا دینگے مگر پھر اُتر لیا کرتے تھے اُس سے انکی غرض یہ تھی
کہ اس صورت میں جانور پر احسان ہوتا کہ ہمارے حسنات کے پلہ میں رہے مالک کے پلہ میں نہ جائے اور جو شخص چوپایہ کو مارنے سے یا خواہ طاقت
سے زیادہ لادنے سے ایذا دیتا ہے قیامت کو اس سے مطالبہ کیا جائیگا جیسے اُسکی خدمت میں ثواب پاتا ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے فی کل
کبد حرّی اجر یعنی ہر جگر والے پیاسے کے پانی پلانے میں ثواب ہے حضرت ابو درداؓ کا جو ایک اونٹ مر گیا تو اُس سے فرمایا کہ اے شتر اپنے
پروردگار کے سامنے مجھ سے خصومت نہ کرنا کہ میں تجھ پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادتا تھا — اور ایک ساعت کے لیے اُترنے میں دو صدقے ہیں
ایک سواری کو آرام دینا دوسرے کرایہ والے کے دل کو خوش کرنا اور اپنا فائدہ بھی ہے کہ سواری پر چڑھے رہنے سے خوف ٹھیوں کے
سُست ہو جانے کا ہے اسلیے اُتر کر کچھ دور قدم رنجہ کرنا اور چلنے کی عادت ڈالنی بہتر ہے — اور چاہیے کہ جو کچھ سواری پر لادے کرایہ والے سے
پہلے تمام چیزوں کو کہدے اور اسکو دکھلادے تاکہ عقد کرایہ صحیح ہو اور جھگڑے کی بات باقی نہ رہے کہ نوبت طول کلام کی پہونچے اور طول کلام
اور خصومت سے احتراز چاہیے کہ ہر ایک لفظ پر بموجب قول خداوند تعالیٰ شانہ محافظ موجود ہیں ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید کرایہ والے
سے بحث وتکرار کرنی نہ چاہیے اور جو اشیاء مقرر ہو چکے ہوں اُنسے زیادہ کوئی چیز جانور پر نہ رکھے گو ہلکی ہی ہو کیونکہ تھوڑا ہی تھوڑا بہت ہو جاتا ہے
اور جو کاجل کی کوٹھری میں داخل ہوگا دھبہ سے خالی نہ بچیگا — ایک شخص نے حضرت ابن مبارک سے کہا کہ میرا یہ خط فلاں شخص کو دیدیجیے گا
آپ کرایہ کے جانور پر سوار تھے فرمایا کہ میں نے سب چیزیں کرایہ والے سے شرط کرلی ہیں اور اس رقعہ کی شرط نہیں کی جب تک اُس سے
اجازت نہ لے لوں میں اسکو نہیں لے سکتا تو دیکھو کہ فقہا کا قول اس باب میں یہی ہے کہ ایسی چیز کا مضائقہ نہیں کہ ہر کوئی ادنیٰ امور سے تسامح
کیا کرتا ہے مگر آپ نے فتوی پر لحاظ نہ کیا تقوی کی راہ اختیار کی — دسواں ادب یہ ہے کہ چھ چیزیں اپنے ساتھ لے لینی چاہییں حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کیا کرتے تو اپنے ساتھ پانچ چیزیں لیجاتے آئینہ اور سرمہ دانی اور مسواک اور
کنگھی اور مدری یعنی داتنا اور ایک روایت میں چھ چیزیں فرمائی ہیں یعنی آئینہ اور شیشی اور مقراض اور مسواک اور سرمہ دانی اور
کنگھی اور ام سعد انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سفر میں دو چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتی تھیں آئینہ اور سرمہ دانی — اور
صہیب رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے کے وقت اثمد لگایا کرو کہ وہ بینائی کو زیادہ کرتا ہے اور بال کو اُگاتا ہے اور
مروی ہے کہ آپ ہر آنکھ میں تین تین سلائیاں ڈالا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ داہنی میں تین اور بائیں میں دو لگاتے تھے
اور صوفیہ کرام نے سفر کی چیزوں میں ڈولچی اور رسی زیادہ کی ہے اور کسی صوفی کا قول ہے کہ اگر فقیر کے ساتھ ڈولچی اور رسی نہو تو معلوم ہوگا
کہ اُسکا دین ناقص ہے اور ان دونوں کو اسلیے زیادہ کیا کہ پانی کی طہارت اور کپڑوں کا دھونا احتیاط کی چیز ہے تو ڈولچی اس غرض کے لیے
کہ پاک پانی جہاں موجود رہے اور رسی کپڑے سکھانے اور پانی کھینچنے کے مطلب کی ہے اور پہلے لوگ تیمم پر کفایت کرتے تھے اور پانی کے
بھرنے کی ضرورت نہ سمجھتے تھے اور حوضوں وغیرہ کے پانی سے وضو کرنے میں مضائقہ نہ جانتے تھے جب تک کہ نجاست پر یقین نہو جاوے

یہان تک کہ حضرت عمر رضہ نے ایک نصرانی عورت کی ٹھلیا کے پانی سے وضو کیا تھا اور کپڑے زمین اور پہاڑون پر پھیلا دیتے تھے اسلیے رسّی کی حاجت نہ تھی اس سے معلوم ہوا کہ ڈولچی اور رسّی بدعت ہی مگر بدعت حسنہ ہی بری بدعت وہی ہوتی ہی جو صحیح اور ثابت سنتون کی مزاحم ہو اور جو چیز کہ دینی احتیاط پر مدد ہو وہ مستحسن ہی جیسے ڈولچی اور رسّی ہی اور پہنے طہارت مین مبالغہ کرنے کے احکام باب الطہارت مین لکھے ہین اور ہم نے لکھا ہی کہ جو شخص خاص امر دینی ہی کا ہو رہے اسکو نہ چاہیے کہ طریق جواز پر کاربند ہو بلکہ طہارت ہی احتیاط کرے ہان اگر احتیاط کرنے مین کوئی عمل اس سے بہی افضل فوت ہوتا ہو تو البتہ جواز پر کاربند ہونے کا مضائقہ نہین۔ اور کہتے ہین کہ خواص رح جو اہل توکل تھے سفر اور حضر مین چار چیزین اُنسے علحدہ نہ ہوتی تھین ڈولچی اور رسّی اور سوئی تاگا اور مقراض اور فرمایا کرتے کہ یہ چیزین دنیا کی نہین۔ گیارھوان ادب سفر سے واپس آنے کے باب مین ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کبھی لڑائی یا حج یا عمرہ یا کسی اور سفر سے واپس تشریف لاتے تو ہر زمین بلند پر تین بار اللہ اکبر کہتے پھر یون ارشاد فرماتے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علیٰ کل شیٔ قدیر آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ۔ اور جب اپنی بستی نظر آنے لگے تو یون کہے اللہم اجعل لنا بہا قرارا ورزقا حسنا۔ پھر کسی شخص کو اپنے گھر روانہ کر دے کہ اُسکے آنے کی اطلاع کر دے تاکہ ناگہان گھر پر نہ پہونچے اور یہی بات دیکھے ہوا پنے آپکو بری معلوم ہو اور چاہیے کہ گھر پر رات کو نہ پہونچے کہ اس سے ممانعت وارد ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے تھے تو اول مسجد مین داخل ہوکر دوگانہ ادا فرماتے پھر گھر مین تشریف لیجاتے۔ اور جب گھر مین داخل ہوتے تو کہتے توبا توبا لربنا اوبا لایغادر علینا حوبا۔ اور چاہیے کہ اپنے گھر والون اور قریبون کے لیے کچھ تحفہ کھانے کی چیز اور جس قدر بن سکے ساتھ لے کہ مسنون ہی چنانچہ مروی ہی کہ اگر کچہ نہ پاسکے تو اپنے برتن ہی مین ڈھیلا ہی ڈال لے اور غالباً تحفہ کے لیجانے مین ترغیب کے لیے ایسا مبالغہ کیا گیا ہی کیونکہ سفر سے آنے والے کی طرف سب کی تاک ہوتی ہی اور تحفہ سے دلون کو سرور ہوتا ہی اور اس خیال سے کہ انھون نے ہمکو سفر مین بھی یاد رکھا اور زیادہ خوش ہوتے ہین پس یہین وجہ تحفہ کا لیجانا مستحب ہوا۔ یہ سب آداب ظاہری تھے اب سفر کے آداب باطنی کو لکھتے ہین کہ انکا مجموعہ تو بیان اول مین گذر گیا مگر مجملاً یہان بھی اسقدر لکھا جاتا ہی کہ سفر اُسی صورت مین اختیار کرے کہ سفر مین دین کی زیادتی ہو اور جسوقت اپنے دل کو متغیر پائے اُسی جگہ ٹھہر جائے اور واپس چلا آئے اور منزل اُسی جگہ کرنی چاہیے جہان دل مقتضی ہو اُسکے خلاف نہ کرے اور ہر شہر مین داخل ہونے سے نیت کرے کہ وہان کے کاملون کی زیارت کرے گا اور اس باب مین کوشش کرے کہ جس کامل کی زیارت کرے اُس سے کوئی ادب یا کوئی جامہ کام کا سیکھ لے اس غرض سے ملاقات نہ کرے کہ لوگون سے کہا کریگا کہ اتنے مشائخ کی زیارت کی ہی۔ اور کسی شہر مین ایک ہفتہ یا عشرہ سے زیادہ نہ ٹھہرے ہان اگر کوئی مرشد جسکے پاس گیا ہی زیادہ رہنے کو کہے تو مضائقہ نہین۔ اور جتنے دنون ٹھہرے بجز سچے فقیرون کے اورون کے پاس نہ بیٹھے۔ اور اگر کسی بھائی سے ملنے گیا ہی تو تین دن سے زیادہ نہ رہے کہ مہمانی کی حد یہی ہی لیکن اگر بھائی کو اُسکی جدائی شاق ہو تو زیادہ رہنے کا بھی مضائقہ نہین اور اگر کسی شیخ کی زیارت کو جائے تو اُسکے پاس ایک دن رات سے زیادہ نہ ٹھہرے اور اپنے نفس کو عشرت مین مشغول نہ کرے کہ اس سے سفر کی برکت جاتی رہیگی اور جب شہر مین گھسے تو کسی چیز سے مشغول نہو بلکہ سیدھا شیخ کے مکان کو چلا جائے اور اگر وہ مکان مین تشریف رکھتے ہون تو کواڑ نہ کھٹکھٹائے اور نہ اندر جانے کے لیے اجازت چاہے یہان تک کہ خود ہی باہر نکلین اور باہر تشریف لانے کے وقت ادب سے اُنکے سامنے جاکر سلام کرے اور کوئی بات نہ کہے لیکن اگر وہ سوال کرین تو جس قدر پوچھین اُسی کا صرف جواب دے اور اُنسے کوئی مسئلہ نہ پوچھے جب تک کہ پیشتر اجازت حاصل نہ کر لے اور جب سفر مین ہو تو شہرون کے کھانون اور پینون کا ہرگز ذکر نہ کرے اور نہ اپنے دوستون کا کثرت سے نام لے بلکہ وہان کے مشائخ اور فقرا کا ذکر کیا کرے۔ اور سفر مین صالحین کی قبرون کی زیارت ترک نہ کرے بلکہ ہر گاؤن اور شہر مین اُسکا جویان رہے اور اپنی حاجت بقدر ضرورت ہی اظہار کرے اور وہ بھی ایسے کے سامنے جو اُسکو پورا کر سکے اور اثنائے راہ مین ذکر الٰہی اور قرآن کی

قرأت اسی طرح کرتا رہے کہ دوسرا نہ سُنے اور جب کوئی شخص اُس سے کلام کرے تو ذکر کو چھوڑ کر اُسکو جواب دے اور جب تک وہ گفتگو کرے ذکر موقوف رکھے پھر بدستور ذکر کرنے لگے اور اگر آدمی کا دل سفر یا اقامت سے گھبرا جائے تو اُسکی مخالفت کرنی چاہیے کہ نفس کی مخالفت مین برکت ہو اور اگر نیک بخت لوگون کی خدمت قسمت سے میسر ہو جائے تو اُنکی خدمت سے ملول ہو کر سفر کرنا نہ چاہیے کہ یہ نعمت کی ناشکری ہے اور جب اپنے نفس مین حضر کی نسبت سفر مین نقصان پاوے تو جان لے کہ سفر اچھا نہین اور مکان کو رجوع کرے اسلیے کہ اگر اچھا ہوتا تو اُسکا اثر ظاہر ہوتا ایک شخص نے ابو عثمان مغربی سے کہا کہ فلان شخص سفر کو نکلا ہے فرمایا کہ سفر مین اجنبی بنتا ہے اور اجنبیت ذلت ہے اور مومن کو جائز نہین کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے اس جواب مین یہ اشارہ کیا کہ جس شخص کو سفر مین دین کی زیادتی نہو اُسنے اپنے نفس کو ذلیل کیا ورنہ ظاہر ہے کہ دین کی عزت بجز سفر کی ذلت کے حاصل نہین ہوتی تو چاہیے کہ سالک آخرت اپنی خواہش اور مراد اور طبیعت کے وطن سے سفر کرے تاکہ اس غربت مین عزت ملے اور ذلیل نہو ورنہ جو شخص کہ سفر مین اپنی خواہش کا مطیع ہوگا وہ ذلت ضرور اُٹھائیگا خواہ فی الحال ہو یا آیندہ کو۔

دوسری فصل سفر کی رخصتون اور قبلہ اور وقتون کی دلیلون کے ذکر مین جنکا سیکھنا مسافر کو ضرور ہے۔ واضح ہو کہ مسافر ابتداء سفر مین اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ دنیا و آخرت کے لیے کچھ زاد ساتھ لے دنیا کا توشہ تو کھانا اور پینا اور دوسری ضرورت کی چیزین ہین پس اگر سفر قافلہ کے ساتھ ہو یا اثناء راہ مین گاؤن برابر پڑتے ہون تو اس صورت مین اگر خداے تعالیٰ پر توکل کرکے بدون زاد بھی نکلیگا تو کچھ مضائقہ نہین اور اگر تنہا سفر کرتا ہو یا ایسے لوگون کے ساتھ ہو جنکے پاس کھانا پینا نہین اور راہ مین آبادی بھی نہین تو ایسی صورت مین اگر وہ شخص ایسا ہو کہ بھوک کی برداشت ہفتہ عشرہ کرسکتا ہو یا جنگل کی گھاس پر اکتفا کرسکتا ہو تو اُسکو بدون زاد سفر کرنا جائز ہے اور نہ تو بھوک پر صبر کرسکتا ہو اور نہ گھاس پر اکتفا کرسکتا ہو تو ایسی صورت مین بدون زاد کے نکلنا گناہ ہے اسلیے کہ اپنے نفس کو اپنے ہاتھ سے ہلاکی مین ڈالتا ہے اور اسکا ایک راز ہے جو باب التوکل مین مذکور ہوگا اور توکل سے یہ معنی نہین کہ اسباب بالکل دور ہو جائے اگر یہی ہو تو چاہیے کہ ڈولچی اور رسّی کی تلاش سے بھی توکل جاتا رہے اور کنوئین مین سے پانی نکالنے سے بھی باطل ہو جائے اور متوکل پر اتنا صبر واجب ہو جائے کہ خداے تعالیٰ اُسکے لیے کوئی فرشتہ یا انسان کو مسخر کرے کہ وہ اُسکے مُنھ مین پانی ڈال دے حالانکہ ایسا نہین ہے یہ چیزین توکل مین خلل انداز نہین ہین جیسے ڈولچی اور رسّی کی حفاظت توکل کی مخل نہین جو پانی ملنے کے آلات ہین تو خود کھانے پینے کی چیز کا ایسی جگہ ساتھ رکھنا جہان توقع اُنکے موجود ہونے کی نہو بطریق اولیٰ توکل کا مخل نہوگا اور توکل کی حقیقت انشاء اللہ جلد چہارم مین مذکور ہوگی جو علما دین کے مقتون کے سوا سے اور دن پر مشتبہ اور مخفی ہے۔ اور زاد آخرت سفر مین علم ہے جسکی ضرورت طہارت اور روزہ اور نماز اور عبادتون مین ہوتی ہے تو اسمین سے بھی مسافر کو ضرور زاد لینا چاہیے اسلیے کہ سفر بعض باتون کو مسافر پر تخفیف کردیتا ہے جیسے نماز کا قصر کرنا اور دو نمازون کا اکٹھا پڑھ لینا اور روزہ کا افطار کرنا تو ان مین یہ بات معلوم کرنی کی حاجت ہوتی ہے کہ تخفیف کس قدر اور کس صورت مین ہے اور بعض باتین سفر مین سخت بھی ہو جاتی ہین کہ جنکی حضر مین کچھ حاجت نہ تھی جیسے قبلہ کا حال معلوم کرنا اور اوقات نماز کا دریافت کرنا کہ حضر مین مسجدون کے رُخ دیکھنے سے قبلہ معلوم ہو جاتا ہے اور موذنون کی اذان سے وقت دریافت ہو جاتا ہے اور سفر مین ان امور کو کبھی خود معلوم کرنے کی حاجت ہوا کرتی ہے لہذا اسکا سیکھنا بھی ضرور ہوا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ جن اشیا کے سیکھنے کی ضرورت سفر مین ہے وہ دو قسم کی ہین اسلیے اُنکا بیان بھی دو قسمون مین کیا جاتا ہے۔

قسم اول سفر کی رخصتون کے معلوم کرنے کے بیان مین۔ سفر سے سات رخصتین حاصل ہوتی ہین دو تو طہارت مین یعنی موزون پر مسح کرنے (ھمیشہ) اور دو فرض نماز مین یعنی قصر کرنا اور دو فرضون کا جمع کرلینا اور نماز نفل مین دو یعنی سواری پر اور پیادہ چلنے مین ادا کرنا اور ایک روزہ مین ہے یعنی افطار کرنا اب ان مین سے ہر ایک کو مفصل سُننا چاہیے۔ پہلی رخصت موزون پر مسح کرنے کی ہے صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ہم مسافر ہون تو تین دن اور رات تک موزے نہ نکالین۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے موزون کو ایسی طہارت کے بعد پہنا ہو جس سے نماز مباح ہو پھر بے وضو ہو گیا ہو تو اسکو جائز ہی کہ بے وضو ہونے کے وقت سے لیکر تین دن رات تک اپنے موزہ پر مسح کرے اگر مسافر ہو اور ایک دن رات کرے اگر مقیم ہو مگر پانچ شرطون کے ساتھ موزون پر مسح چاہیے اول یہ کہ موزون کو پوری طہارت پر پہنا ہو تو اگر دہنا پاؤن دھوکر موزہ کے اندر کرلیگا پھر بایان پاؤن دھوکر دوسرا موزہ پہنیگا تو امام شافعی کے نزدیک مسح درست نہوگا جب تک کہ دہنے موزہ کو نکال کر پھر سے نہ پہنے دوم یہ کہ موزے ایسے مضبوط ہون کہ انکو پہنکر چل سکے اور موزون پر مسح جائز ہی گو انمین جدا تلے نہ لگے ہون اسلیے کہ عادت ہو گئی ہی کہ موزے پہنکر منزلین چلے جاتے ہین کیونکہ انمین فی الجملہ قوت ہوتی بخلاف صوفیون کی جرابون کے اور ان پاتابون کے جو موزون کے اوپر پہنتے ہین کہ انپر مسح درست نہین ضعیف ہونے کی وجہ سے سوم یہ کہ جہان تک پاؤن کا دھونا فرض ہی اتنی جگہ موزہ پھٹا نہو پس اگر اسقدر پھٹ گیا ہو کہ محل فرض کھل گیا تو اسپر مسح درست نہوگا اور امام شافعی کا پہلا قول یہ ہی کہ جب تک موزہ پاؤن پر چپٹا رہے تب تک مسح درست ہی گو پھٹ گیا ہو اور یہی مذہب امام مالک کا ہی اور پھٹنے کا مضائقہ نہین کیونکہ سفر مین ہر وقت سینا دشوار ہی اور حاجت بہت ہی اور پھٹے ہوے پاتابے پر مسح جائز ہی بشرطیکہ اتنے کھلے ہون کہ قدم کی جلد نظر آتی ہو اور یہی حال اس پھٹے موزہ کا ہی جسکی درز بڑے بڑے ٹانکون سے سی گئی ہو اسلیے کہ ان سب کی طرف ضرورت پڑتی ہی تو اور باتون کا اعتبار نہین اور اتنا دیکھ لینا چاہیے کہ ٹخنون سے اوپر تک چھپا رہتا ہی کہ نہین اور اگر پشت قدم کا کچھ حصہ موزہ سے چھپا ہو اور کچھ لفافہ سے تو اسپر مسح درست نہوگا چہارم یہ کہ موزہ کے پہننے کے بعد نہ نکالے اور اگر نکالیگا تو نئے سر سے وضو چاہیے اور صرف دونون پاؤن دھو لیگا تب بھی کافی ہوگا پنجم یہ کہ مسح ایسی جگہ کرے جو دھونے کے مقام کے اوپر واقع ہو تو اگر پنڈلی پر مسح کرلیگا تو درست نہوگا اور ادنی مرتبہ مسح کا یہ ہی کہ پشت قدم پر ہاتھ اسطرح لگا دے جسکو مسح کہ سکین اور اگر تین انگلیون سے مسح کرلیگا تو کسی کا خلاف نہ رہیگا اور کامل تر مسح کی صورت یہ ہی کہ موزہ کے اوپر اور نیچے ایکبار مسح کرلے دو دفعہ نہ کرے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی اور مسح کی کیفیت یون ہی کہ دونون ہاتھ تر کرکے دہنے ہاتھ کی انگلیون کے سرے دہنے پاؤن کی انگلیون پر رکھکر انکو اپنی طرف کھینچتا چلا آئے اور بائین ہاتھ کی انگلیون کے سرے بائین موزے کی ایڑی کے نیچے رکھکر پاؤن کی انگلیون تک پہونچا دے اور جس صورت مین کہ حالت اقامت مین مسح کیا پھر مسافر ہو گیا یا حالت سفر مین مسح شروع کیا پھر مقیم ہو گیا تو دونون حالتون مین اقامت کا حکم غالب رہیگا یعنی ایک دن رات مسح کرے اور دنون کی گنتی کا حساب موزے پہننے کے بعد بے وضو ہونے کے وقت سے لیا جاتا ہی مثلاً اگر حضر مین صبح کے وقت موزے پہنے اور مسح کی نوبت نہین آئی کہ سفر کو نکلا اور زوال کے وقت بے وضو ہوا تو تین دن رات کا شمار زوال کے وقت سے کرنے یعنی چوتھے روز جب زوال کا وقت ہو جاویگا تو اب جائز نہوگا کہ بدون پاؤن دھونے کے نماز پڑھ لے بلکہ پاؤن دھوکر پھر سے موزے پہن لے اور خیال رکھے کہ کس وقت سے بے وضو ہو جائیگا جب سے بے وضو ہوا اسی وقت سے تین رات تین دن رات کی حساب کر لے اور اگر حضر مین موزہ پہننے کے بعد بے وضو ہو گیا پھر سفر کو نکلا تب بھی تین دن رات تک مسح کرنے [illegible] یون بھی ہی کہ کبھی موزہ سفر سے پیشتر پہن لیتے ہین اور بے وضو ہونے سے احتراز ہو نہین سکتا لیکن اگر حضر مین موزون پر مسح بھی کر لیا ہو پھر سفر کو اتفاق ہو تو صرف مقیم کی مدت پر اکتفا کرنی چاہیے اور جو شخص حضر یا سفر مین موزہ پہننا چاہے اسکو مستحب ہی کہ موزہ کو الٹا کرکے جھاڑ دے تاکہ سانپ اور بچھو اور کانٹے وغیرہ کے ضرر سے بچا رہے چنانچہ ابی امامہ رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موزون کی جوڑی منگائی اور ایک کو پہن لیا اتنے مین ایک کوا آیا اور دوسرے موزے کو اٹھا لے گیا پھر پھینک دیا تو اسمین سے سانپ نکلا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالی اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے موزے بدون جھاڑے ہوے نہ پہنے ۔ دوسری رخصت تیمم ہی اور تیمم پانی کا بدلہ ہی جب پانی کا ملنا دشوار ہو اور اسکی دشواری کی یہ صورت ہی کہ منزل سے اتنی دور ہو کہ اگر وہان جائیگا تو چیخنے اور چلانے سے قافلہ تک آواز نہ آئیگی اور کوئی مدد نہ پہونچیگی اور یہ وہ فاصلہ ہی کہ منزل والے اتنی دور قضاء حاجت کو نہین جایا کرتے اور ایک صورت

پانی کی دشواری کی یہ ہی کہ پانی پر کوئی دشمن یا درندہ ہو تو اس صورت مین بھی تیمم درست ہی گو پانی نزدیک ہو اور ایک صورت یہ ہی کہ اُس وقت خواہ دوسرے دن موجود پانی پینے کی ضرورت ہو اور اُسکے سوا اور کوئی پانی نہو تب بھی تیمم کرنا چاہیے اور ایک صورت یہ ہی کہ کوئی اپنے رفیقون مین اُسکے پینے کا حاجتمند ہو تو اس صورت مین بھی وضو کرنا درست نہین بلکہ پانی رفیق کو قیمت یا بدون قیمت کے دینا لازم ہی اور اگر پانی کی ضرورت شوربا پکانے یا گوشت کے پکانے یا روٹی کے ٹکڑے بھگولینے کے لیے ہو تو اس حال مین تیمم درست نہو گا بلکہ چاہیے کہ سوکھے ٹکڑون پر گذر کرے اور شوربا نہ پکاے۔ اور اگر کوئی دوسرا شخص اُسکو پانی ہبہ کرے تو اُسکا قبول کرنا واجب ہی اور اگر پانی کا دام ہبہ کرے تو اُسکا قبول کرنا واجب نہین اسلیے کہ پہلی صورت مین منت نہین اور دوسری صورت مین منت ہی۔ اور اگر پانی معمولی قیمت سے فروخت ہوتا ہو تو خریدنا لازم ہی اور اگر مہنگا بکتا ہو تو لازم نہین۔ تو جس صورت مین کہ آدمی کے پاس پانی نہو اور تیمم کرنا چاہیے تو اگر تلاش سے اُسکا ملنا ہو سکتا ہو تو اول تلاش کرنی چاہیے یعنی منزل کے اِدھر اُدھر پھر چل کر دیکھے اور اپنے اسباب اور برتنون کو ٹٹولے اور گھڑون بدھنون مین جو کچھ بچا کھچا ہو اُسکو دیکھے تو اگر پانی اسباب مین رکھا ہوا بھول گیا یا کنوان قریب تھا مگر تلاش نہ کیا اور نماز پڑھ لی تو نماز کا دوبارہ پڑھنا لازم ہوگا کہ تلاش مین قصور کیا۔ اور اگر یہ جانے کہ پانی آخر وقت مین ملجائیگا تو بہتر یہ ہی کہ اول وقت مین نماز تیمم کے ساتھ پڑھ لے کیونکہ زندگی کا اعتبار نہین اور اول وقت خدا تعالی کی رضامندی ہی اسلیے اُسی کو ترجیح ہی چنانچہ حضرت ابن عمر رضہ نے ایکبار تیمم کیا لوگون نے عرض کیا کہ آپ تیمم کرتے ہین اور مدینہ طیبہ کی دیوارین سو جھتی ہین آپ نے فرمایا کہ کیا مین وہان جانے تک زندہ رہونگا۔ اور جب نماز شروع کرنے کے بعد پانی ملیگا تو نماز باطل نہو گی اور نہ وضو کرنا لازم ہوگا اور اگر نماز شروع کرنے کے پہلے پانی ملیگا تو البتہ وضو لازم ہی۔ اور جس صورت مین کہ باوجود تلاش کے پانی نہ ملے تو قصد زمین پاک کا کرے جسکی مٹی مین سے غبار اُٹھتا ہو اور چاہیے کہ اُسپر دونون ہاتھون کی اُنگلیان بند کرکے ایک ضرب لگا دے اور دونون ہاتھون کو مُنھ پر پھیر لے پھر اُنگلیان پھیلا کر اور انگوٹھے نکال کر دوسری ضرب لگا دے اور اُس سے دونون ہاتھون کو کہنیون تک مسح کرے اور اگر ایک ضرب سے سب جگہ غبار نہ پہنچ سکے تو ایک ضرب زیادہ کرلے اور جس تدبیر سے کہ سب جگہ پہونچ سکتا ہی اُسکو ہمنے باب الطہارۃ مین لکھدیا ہی دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہین پھر جبتک تیمم سے ایک فرض پڑھ چکے تو اُس سے نفلین جسقدر چاہے پڑھے لیکن اگر دوسرا فرض پڑھنا چاہے تو تیمم کرلے۔ غرضکہ ہر فرض نماز کے لیے جدا تیمم کرنا چاہیے۔ اور یون ہی چاہیے کہ وقت نماز کے داخل ہونے سے پیشتر تیمم کرلے اور اگر ایسا کریگا تو دوبارہ تیمم کرنا واجب ہوگا۔ اور جب تیمم مین مُنھ پر ہاتھ پھیرے تو چاہیے کہ نماز کو مباح کرنے کی نیت کرلے اور اگر پانی اتنا ملے کہ اُس سے بعض اعضا کی طہارت ہوسکے تو اُستدر اعضا پر پانی کا استعمال کرکے پھر پورا تیمم کرلے۔ تیسری رخصت نماز فرض مین قصر کی ہی کہ مسافر ظہر اور عصر اور عشا مین چار کی جگہ دو پر اکتفا کرسکتا ہی مگر اسکے لیے تین شرطین ہین اول یہ کہ عین وقت پر یہ نمازین ادا ہون اور اگر بالفرض قضا ہو جاینگی تو ظاہر یہ ہی کہ پوری چار پڑھنی لازم ہونگی۔ دوسری یہ کہ نیت قصر کی کرے پس اگر پوری پڑھنے کی نیت کریگا تو چار پڑھنی لازم ہونگی اور اگر شک کیا کہ قصر کی نیت کی ہی یا پوری کی تو اس صورت مین بھی پوری پڑھنی لازم ہی۔ تیسری یہ کہ مقیم امام کے پیچھے نہو اور نہ ایسے مسافر کے جو پوری نماز پڑھتا ہو ورنہ پوری پڑھنی پڑیگی بلکہ اگر اُسکو شک ہوگا کہ امام مقیم ہی یا مسافر تب بھی پوری ہی پڑھنی لازم ہوگی گو بعد کو یہ معلوم ہو کہ وہ مسافر ہی اسلیے کہ مسافر کی وضع چھپی نہین رہتی تو چاہیے کہ نیت کے وقت مستقل ہو اور اگر یہ تو معلوم کرلیا کہ امام مسافر ہی مگر یہ نہین جانا کہ اُسنے نیت قصر کی کی ہی یا اتمام کی تو اس بات کے شک سے کچھ ضرر نہین کیونکہ نیتون پر اطلاع نہین ہوا کرتی اور یہ سب اُسوقت ہی کہ سفر دراز اور مباح ہو اور سفر کی تعریف باعتبار آغاز اور انجام کے مشکل ہی اُسکا جان لینا ضروری ہی تو سفر اُسکو کہتے ہین کہ اقامت کی جگہ سے دوسری جگہ معین پر بالقصد جاوے اس صورت مین جو شخص حیران پھرتا ہو یا لوٹ مار کرنے کو جاتا ہو اور کسی خاص جگہ کا قصد نہو اُسکے حق مین قصر کی رخصت نہو گی۔ اور جبتک شہر کی آبادی سے باہر نہو یگا تب تک مسافر نہو گا اور یہ شرط نہین کہ ویران مکانات اور باغون سے بھی نکلجاے

جہان تک شہر والے ہوا کھانے کو گاہ گاہ چلے آتے ہین لیکن اگر گانون سے سفر کرے تو یہ شرط ہی کہ جن باغون کا احاطہ بنا ہو اُنسے نکلجاے اور جنکا احاطہ نہین اُنسے نکلنے کی کچھ قید نہین اور اگر مسافر شہر سے نکلکر پھر کسی بھولی چیز کے لینے کو واپس آسے تو اگر یہ شہر اُسکا وطن ہی تو جب تک پھر آبادی سے باہر نہ نکل جاسے قصر نہ کرے اور اگر وطن نہین ہی تو قصر جائز ہی اسلیے کہ اول ہی مرتبہ کی حرکت اور باہر جانے سے مسافر ہو گیا یہ حال آغاز کا ہوا اور سفر کا انجام تین باتون مین سے ایک کے پائے جانے سے ہوتا ہی اول یہ کہ جس شہر مین اقامت کی نیت کی ہی اُسکی آبادی مین پہونچ جاسے دوسری یہ کہ تین روز یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لے خواہ جنگل مین یا شہر مین تیسری یہ کہ صورت اقامت کی ہوجاسے گو نیت عزم نہ کیا ہو مثلاً اگر ایک جگہ مین جانے کے دن کے سوا تین دن اقامت کی تو اسکے بعد اسکو رخصت قصر جائز نہین ہان اگر عزم اقامت نہین اور کوئی کام درپیش ہی کہ ہر روز اُسکے پورا ہونے کی توقع ہی مگر اتفاقاً تعویق اور تاخیر ہو جاتی ہی تو اس صورت مین دو قولون مین سے قیاس کے مطابق یہی ہی کہ گو کتنی ہی مدت ہو جاسے قصر کیے جاسے اسلیے کہ وہ دل سے متحرک ہی اور ظاہر وطن سے مسافر اور یہی حالت کو دل برقرار ہو اور ظاہر مین ایک جا ٹھیر رہے اس رہنے کا اعتبار نہین اور وہ کام جو اُسکو درپیش ہی خواہ قتال ہو یا کوئی اور دونون مین حکم ایک ہی ہی اسی طرح مدت کی درازی اور کمی مین بھی حکم کا فرق نہین اور نہ اس مین فرق ہی کہ سفر مین دیر مینہ کے باعث ہوئی یا کسی اور حاجت سے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رخصت پر بعض غزوات مین عمل فرمایا اور ایک ہی جگہ پر اٹھارہ روز تک نماز قصر کی اور ظاہر یہ ہی کہ اگر جنگ مین اور تاخیر ہوتی تو زیادہ دنون تک قصر فرماتے کیونکہ اٹھارہ روز کے تعین کی تو کوئی وجہ نہین اور یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ قصر کی وجہ یہی تھی کہ آپ مسافر تھے نہ یہ کہ غازی اور مقاتل تھے اب سفر طویل کی تعریف معلوم کرنی چاہیے سفر طویل اُسکو کہتے ہین جو دو منزل ہو ہر منزل چوبیس میل اور ہر میل چار ہزار قدم اور ہر قدم مین پاؤن کا (یعنی حساب کی وجہ حال سے قریب بارہ کوس کے) اور سفر مباح سے یہ غرض ہی کہ ماں باپ کا نافرمان ہو کر نہ جاتا ہو نہ اُنسے بھاگ کر اور نہ غلام اپنے آقا سے اور نہ عورت اپنے شوہر سے اور نہ قرضدار قرضخواہ سے بھاگ کر جاتا ہو اور نہ رہزنی اور قتل ناحق کے لیے متوجہ ہوا ہو اور نہ بادشاہ ظالم سے حرام روزینہ مانگنے جاتا ہو اور نہ مسلمانون مین فساد ڈالنے کے لیے سفر کرتا ہو حاصل یہ کہ آدمی کسی غرض کے لیے سفر کرتا ہی تو اگر اُس غرض کا حاصل کرنا حرام ہو اور وہ غرض اگر بالفرض اُسکو نہوتی تو سفر نہ کرتا تو ایسی غرض کے لیے سفر کرنا گناہ ہی اور اس سفر مین قصر کرنا نماز کا درست نہین اور جس سفر مین کہ شراب پینے وغیرہ سے فسق کا مرتکب ہو تو وہ مانع رخصت نہین بلکہ شریعت نے جس سفر سے منع فرمایا ہی اُسپر البتہ رخصت قصر سے مدد نہین فرمائی اور اگر سفر کے باعث دو ہون ایک مباح اور دوسرا ممنوع لیکن اگر باعث ممنوع نہوتا تب بھی باعث مباح نہ چھوڑتا اسکو آمادہ سفر کرتا اور باعث مباح اُسکے لیے سفر کرتا تو اس صورت مین قصر درست ہی اور ظاہر کے صوفی جو شہرون مین پھرتے ہین اور بجز سیر کے اور کوئی غرض نہین رکھتے انکو اس رخصت پر عمل کرنے مین اختلاف ہی اور مختار یہی ہی کہ درست ہی چوتھی رخصت ظہر اور عصر کو ان دونون کے وقتون مین اور مغرب اور عشا کو ان دونون کے اوقات مین ایک ساتھ پڑھنے کی ہی اور یہ رخصت بھی اُسی سفر مین جائز ہی جو طویل اور مباح ہو سفر قصیر مین اُسکے جواز مین گفتگو ہی پھر اگر عصر کو ظہر کے وقت مین جمع کرے تو چاہیے کہ ظہر سے فارغ ہونے سے پیشتر ظہر اور عصر کے اکٹھا کرنے کی نیت کر لے اور ظہر کے لیے اذان اور تکبیر دونون کہے اور فراغ ظہر کے بعد عصر کی تکبیر کہے اور اگر تیمم سے پڑھتا ہو تو تکبیر سے پیشتر تیمم کر لے اور ظہر اور عصر مین اتنی ہی تاخیر کرے کہ تیمم اور تکبیر ہو سکے زیادہ دیر نہ کرے اور اگر پیشتر عصر کو پڑھیگا تو جائز نہ ہوگی اور اگر ظہر کے فراغ سے پیشتر جمع کی نیت نہ کی بلکہ نماز عصر کی نیت سے وقت جمع کی نیت کی تو مزنی کے نزدیک درست ہی اور قیاس کے رو سے بھی اسکی ایک وجہ ہی کیونکہ تقدیم نیت کے وجوب کی کوئی دلیل نہین شریعت نے جمع کو درست فرمایا ہی اور یہ صورت بھی جمع ہی کی ہی اور چونکہ ظہر کو بموجب دستور کے پڑھ لیا اور عصر کو اسکے وقت مین جمع کرنے کی رخصت ہی تو نیت صرف عصر مین کافی ہونی چاہیے پھر جب فرضون سے فارغ ہو لے تو دونون نمازون کی سنتون کو بھی جمع کرنا چاہیے عصر کے بعد تو کوئی سنت ہی نہین مگر ظہر کے بعد کی سنتین عصر کی

[illegible]

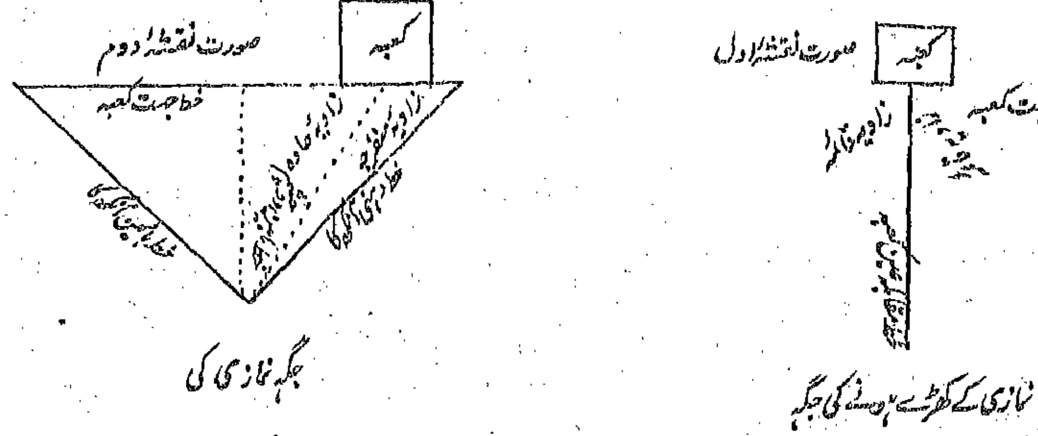
نماز سے فارغ ہو کر خواہ سوار پڑھ لے یا ٹھہر کر کیونکہ اگر ظہر کا دوگانہ سنت عصر سے پیشتر پڑھ لیگا تو ظہر اور عصر کے فرضوں میں پے درپے ہونا نہ رہیگا جو ایک صورت سے واجب ہے اور اگر دونوں نمازوں کے پیشتر کی روایت ادا کرنا چاہتے تو اسطرح پڑھے کہ پہلے چار سنتیں قبل ظہر کے پھر چار قبل عصر کے پھر دوگانہ فرض ظہر پھر دوگانہ فرض عصر پھر ظہر کے بعد کی سنتوں کا دوگانہ - اور چاہیے کہ سفر میں نفلین نہ چھوڑے اسلیے کہ جسقدر انکا ثواب جاتا رہیگا اسقدر نفع نہ ملیگا علاوہ ازین شریعت نے نوافل میں تخفیف بہت کر دی ہے کہ سواری پر ادا کرنا درست فرما دیا ہے تاکہ اپنے رفیقوں سے نوافل کے باعث علیحدہ نہ رہ جائے - اور اگر ظہر کو دیر کر کے عصر کے وقت میں جمع کرے تب بھی یہی صورت و ترتیب ملحوظ رکھے اور اسکی پروا نہ کرے کہ ظہر کے بعد کی سنتیں عصر کے بعد مکروہ وقت میں پڑھنا پڑینگی اسلیے کہ جن نوافل کے لیے کوئی سبب ہے وہ اسوقت میں مکروہ نہیں - اور مغرب اور عشا اور وترین بھی ایسا ہی کرے خواہ عشا کو مقدم کرکے مغرب کے وقت پڑھے یا مغرب کو تاخیر کرکے عشا کے وقت میں پڑھے اور دونوں کے فرضوں سے فارغ ہونے کے بعد سب نوافل کو جمع کرے اور سب سے آخر وتر پڑھے - اور اگر ظہر کا وقت نکلنے سے پیشتر دل میں اسکی نماز کا خیال ہوا تو چاہیے کہ عزم کر لے کہ عصر کے ساتھ اسکو جمع کر لونگا کہ یہی نیت جمع کی ہے اسلیے کہ یہ نیت نہوگی تو یا ترک ظہر کی نیت ہوگی یا عصر سے ظہر کو موخر کرنے کی نیت ہوگی اور یہ دونوں باتین حرام ہین اور انپر نیت کرنی بھی حرام ہے اور اگر ظہر کو یاد نہ کیا یہانتک کہ اسکا وقت نکل گیا خواہ سونے کی جہت سے یا کسی اور شغل کے باعث سے تو اسکو جائز ہے کہ ظہر کو عصر کے ساتھ ادا کرلے اور اس صورت میں گنہگار نہ ہوگا اس وجہ سے کہ سفر جیسا فعل نماز سے مشغول کر دیتا ہے ویسا ہی نماز کی یاد سے بھی بعض اوقات غافل کر دیتا ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ظہر ادا اسی صورت میں واقع ہوگا کہ اسکے وقت کے نکلنے سے پیشتر نیت اسکے پڑھنے کی کر لی ہو مگر ظاہر تر یہ ہے کہ ظہر اور عصر دونوں کے وقت کا مجموعہ سفر میں ان دونوں نمازوں کے لیے مشترک ہو گیا ہے تو اگر بلا نیت سابق بھی عصر کے وقت میں پڑھیگا تو ادا ہی واقع ہوگی اور اسی وجہ اگر حالفہ عورت سفر میں مغرب سے پیشتر طاہر ہوگی تو اسکو ظہر کی نماز بھی قضا کرنی پڑیگی جیسے عصر کی نماز کو قضا پڑھیگی اور اسی بنا پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ ظہر اور عصر کی نمازوں میں ترتیب اور پے درپے پڑھنا شرط نہ ہونا چاہیے حالانکہ تم کہتے ہو کہ اگر عصر کو پہلے پڑھ لیگا تو درست نہوگی اور اسکا جواب یہ ہے کہ ہر چند سب وقت دونوں نمازوں میں مشترک ہے مگر ظہر سے فارغ ہونے کے بعد کا وقت عصر کے لیے کیا گیا ہے تو اب بدون ظہر کے پڑھے عصر کیسے پڑھ سکتا ہے - اور مینہ کے عذر سے بھی جمع کرنا ان نمازوں کا درست ہے جیسے سفر کے عذر سے جائز ہے - اور جمعہ کا ترک کرنا بھی سفر کی رخصتوں میں سے ہے اور یہ فرض نمازوں سے متعلق ہے - اور اگر نماز عصر سفر میں پڑھ لی تھی اسکے بعد اقامت کی نیت کی اور ہنوز وقت عصر باقی ہے تو اسپر عصر کا ادا کرنا واجب ہے اور جو ادا کر چکا ہے وہ اس صورت میں کافی تھی کہ عذر سفر عصر کے وقت نکلنے تک باقی رہتا - پانچوین رخصت سواری کی نفل پڑھنے کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نماز نفل پڑھا کرتے تھے چاہے وہ کدھر کو جاتی ہو اور آپ نے وتر بھی سواری پر پڑھے ہین اور جو شخص سواری پر نفل پڑھے وہ رکوع اور سجدہ میں اشارہ کرلے اور سجدہ کے لیے رکوع کی نسبت زیادہ جھکے مگر ایسا جھکنا ضرور نہیں جس سے کوئی خطرہ درپیش ہو یا جانور کی شرارت کا خوف ہو اور اگر خوابگاہ میں نفل پڑھے تو رکوع سجدہ پورا کرے کہ وہاں قدرت پورا کرنے کی حاصل ہے باقی رہا قبلہ کی طرف متوجہ ہونا تو وہ نہ ابتدا سے نماز میں واجب ہے اور نہ اثنائے نماز میں آخر تک بلکہ رستہ کا رخ قبلہ کا بدل ہے اب نمازی کو اختیار ہے چاہے تمام نماز میں قبلہ رخ رہے یا رستہ کی جانب متوجہ رہے کہ یہ ایسی جہت ہے کہ اسمین ثابت رہیگا پس اگر سواری کو قصداً رستہ سے موڑیگا تو نماز باطل ہوجائیگی لیکن اگر قبلہ کی طرف موڑیگا تو درست ہے اور اگر بھولے سے موڑیگا تو اگر زمانہ کم ہوگا تو نماز نہ جائیگی اور اگر زیادہ عرصہ لگیگا تو اسمین خلاف ہے - اور اگر سواری بھٹک کر خود رستہ سے پھر گئی ہو تو نماز نہ جائیگی کیونکہ ایسا بہت ہوا کرتا ہے اور اس صورت میں نمازی پر سجدہ سہو بھی نہیں کیونکہ بھٹکنا سواری کا نمازی کا کام نہیں بخلاف اس صورت کے کہ بھول کر موڑ دیا ہو کہ اسمین سجدہ سہو اشارہ سے کرلے چھٹی رخصت یہ ہے کہ پیادہ چلنے کی حالت میں سفر کے اندر

نفل پڑھنی درست ہی اور رکوع اور سجدے کے لیے اشارہ کرے اور تشہد کے لیے بیٹھے نہین اسلیے کہ اگر بیٹھنا پڑے تو رخصت سے کیا فائدہ ہوا اور
پیادہ چلنے والے کا حکم یہی ہی جو سوار کا بیان ہوا مگر اتنا فرق ہی کہ چلتا آدمی اگر نفل پڑھے تو قبلہ رخ ہوکر تکبیر تحریمہ کرلے کہ ایک لمحہ کے لیے راہ سے
دوسری طرف کو منھ پھیرنا کچھ دقت نہین بخلاف سوار کے کہ سواری کا پھیرنا گو باگ ہاتھ مین ہو خالی دقت سے نہین علاوہ ازین اگر نمازین کئی
پڑھنی ہون تو ہر بار سواری کو متوجہ بقبلہ کرنے مین بڑا حرج ہی اور چاہیے کہ اگر راہ مین نجاست تر ہو تو اُسمین نہ چلے اور اگر چلیگا تو نماز جاتی رہیگی
بخلاف سوار کے کہ اگر سواری کے پاؤن کے نیچے نجاست آجائیگی تو نماز باطل نہوگی - اور یہ لازم نہین ہی کہ جو نجاستین راستہ مین اکثر پڑی رہتی ہین
اُنسے بچنے کے واسطے تکلف کرے اور جو شخص کہ دشمن یا درندہ یا سیل سے بھاگنے والا ہو وہ نماز فرض سوار خواہ پیادہ اسی طرح پڑھ لے جیسے
ہمنے نفل کا حال لکھا ہی - ساتوین رخصت افطار کی ہی کہ مسافر کو جائز ہی کہ سفر مین روزہ افطار کرلے لیکن اگر صبح کو مقیم تھا پھر سفر کیا تو اس دن کا
روزہ پورا کرنا اُسکو لازم ہی - اور اگر مسافر روزہ دار تھا پھر اقامت کی تو اب روزہ کا پورا کرنا واجب ہی اور اگر روزہ سفر مین افطار کرلیا تھا پھر
اقامت کی تو باقی دن مین امساک واجب نہین اور اگر مسافر روزہ کی نیت پختہ کرلے تو اُسکو روزہ کا پورا کرنا لازم نہین بلکہ جب چاہے افطار کرنا
جائز ہی - اور روزہ رکھنا افطار سے بہتر ہی اور قصر کرنا نماز کے تمام پڑھنے سے افضل ہی کہ خلاف کا شبہہ نہین رہتا اور ایک وجہ روزہ کے افضل
ہونے کی مسافر کے حق مین یہ بھی ہی کہ اگر افطار کریگا تو اُسکے ذمہ قضا لازم ہوگی اور ہوسکتا ہی کہ کسی وجہ سے قضا مشکل پڑجائے تو یہ فرض ذمہ پر
رہجائیگا ہان اگر روزہ اُسکو ضرر کرتا ہو تو اس صورت مین افطار ہی افضل ہی - تو یہ سات رخصتین ہوئین کہ تین سفر طویل سے متعلق ہین یعنی
قصر نماز کرنا اور افطار کرنا روزہ کا اور موزون پر تین دن رات مسح کرنا اور دو مطلق سفر سے متعلق ہین خواہ سفر طویل ہو یا قصیر یعنی جمعہ کا ساقط ہونا
اور تیمم سے نماز پڑھنے کے بعد اُسکی قضا کا ساقط ہوجانا اور نماز نفل کو پیادہ پا چلتے ہوے یا سواری پر پڑھنے مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ سفر
قصیر مین بھی جائز ہی اور دو نمازون کے ایک ساتھ پڑھنے مین بھی خلاف ہی اور ظاہر تر یہی ہی کہ یہ امر سفر طویل سے مخصوص ہی اور فرض نماز کو
سواری پر اور چلتے ہوے پڑھنا خوف کی جہت سے سفر کی خصوصیت نہین رکھتا اسی طرح مردار کا کھانا اور پانی نہ ملنے کی صورت مین تیمم سے
نماز کا پڑھنا سفر سے مخصوص نہین بلکہ حضر اور سفر مین سے جسمین انکے اسباب پائے جائینگے اُسی مین درست ہو جاتے ہین آپ اگر یہ کہو کہ مسافر کو
ان رخصتون کا سیکھنا سفر سے پیشتر واجب ہی یا مستحب تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر مسافر پہلے سے نیت پختہ کرلے کہ مین مسح اور قصر اور جمع اور
افطار نہ کرونگا اور سواری پر اور پیادہ چلتے ہوے نفل نہ پڑھونگا تو اُسکو ان رخصتون کی شرطون کا جاننا ضرور نہین اسلیے کہ رخصت پر
عمل کرنا اُسپر واجب نہین مگر تیمم کی رخصت کا علم ہونا ضرور ہی کہ یہ پانی کے نہ ملنے پر موقوف ہی اور پانی کا ملنا اُسکے اختیار مین نہین ہان اگر
نہر کے کنارہ کنارہ جاتا ہو اور جانتا ہو کہ انتہاء سفر تک یقیناً پانی باقی رہیگا یا راستہ مین کوئی عالم ساتھ ہو کہ ضرورت کے وقت اُس سے
مسئلہ پوچھ لیگا تو البتہ سیکھنا اُن مسائل تیمم کا حاجت کے وقت تک ملتوی کرسکتا ہی اور جس صورت مین کہ گمان پانی کے نہ ملنے کا ہو
اور ساتھ مین کوئی عالم مسئلہ بتانے والا نہو تو سیکھنا ضرور ہی - اور اگر یہ کہو کہ تیمم کی حاجت نماز کے لیے ہوگی جسکا وقت ابھی تک داخل
نہین ہوا تو ایسی نماز کے لیے جسکا وقت ابھی نہین آیا اور ذمہ پر واجب نہین اور شاید واجب ہی نہو علم طہارت کیسے واجب ہوگا تو اسکا
جواب یہ ہی کہ جس شخص کے درمیان کعبہ سے فاصلہ ایک برس کی راہ کا ہو تو اُسکو حج کے مہینون سے پیشتر سفر کا شروع کرنا اور افعال حج کا
سیکھنا لازم ہوتا ہی بشرطیکہ گمان غالب ہو کہ اثناء راہ مین کوئی بتانے والا نہ ملیگا اسلیے کہ اصل زندہ رہنا اور انتہاء سفر تک زندگی کا
بنا رہنا ہی اور جو چیز اسطرح کی ہوتی ہی کہ واجب تک بدون اُسکے رسائی نہو تو وہ واجب ہوتی ہی اور جس چیز کی توقع ہو کہ ظاہر مین بگمان غالب
واجب ہو جائیگی اور اُسکی کوئی شرط ایسی ہو کہ اُسکی تقدیم سے اُس چیز تک رسائی ہو تو اُس شرط کا سیکھنا بھی واجب ہوتا ہی جیسے حج کے
وقت سے پیشتر اور اُسکے کرنے سے پہلے افعال حج کا سیکھنا ضروری ہوتا ہی - اِس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو سفر کرنا بدون اِسقدر مسائل تیمم کے سیکھے

حلال نہوگا اور اگر سب رخصتون پر عمل کرلے کی نیت پختہ ہو تو اُسپر سب رخصتون کا علم سیکھنا جسقدر ہمنے ذکر کیا ہی واجب ہی اسلیے کہ اگر اُسکو سفر کی رخصت کا حال معلوم نہوگا کہ جائز کیا بات ہی تو وہ اُسپر اقتصار کیسے کریگا - اب اگر یہ کہو کہ مسافر اگر بالفرض سواری پر اور پیادہ چلتے ہوے نفل نماز پڑھنے کی کیفیت نہ سیکھیگا تو اُسکا کیا نقصان ہی غایت یہ ہی کہ اگر مثلاً نفل پڑھیگا تو فاسد ہوگی تو نفل اُسکے ذمہ واجب نہین اگر فاسد ہوگئی تو کیا خرابی ہوئی پس اُسکے لیے غیر واجب چیز کا علم واجب کیسے ہوگا تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ امر واجب ہی کہ نفل نماز کو فساد کی صورت پر نہ پڑھے جیسے بے وضو نفل پڑھنا اور نجاست کے ساتھ اور قبلہ کے سوا اور جانب کو رخ کرنا اور بدون نماز کی شرطون کے اتمام کے پڑھنا حرام ہی تو اس صورت مین اُن باتون کا سیکھنا جنسے نفل فاسد ہے احتراز ہو اُسپر واجب ہی تاکہ مرتکب حرام کا نہو یہانتک بیان اُن اشیا کے سیکھنے کا ہوا جو سفر مین مسافر پر خفیف ہو جاتی ہین

دوسری قسم وہ ہی کہ سفر کے سبب سے نئے وظیفے مسافر پر ہو جاتے ہین اور وہ قبلہ کا جاننا اور وقتون کا پہچاننا ہی اور ہرچند یہ باتین حضر میں بھی آدمی پر واجب ہین مگر حضر مین تو مسجدون کے رخ سے تو قبلہ کے دریافت کرنے کی حاجت نہین ہوتی کہ سب کا اُسپر اتفاق ہوتا ہی اور موذن کی اذان سے وقت کی شناخت کی ضرورت نہین رہتی کہ وہ وقت کا لحاظ رکھتا ہی اور مسافر کو کبھی قبلہ کا حال معلوم نہین ہوتا اور کبھی وقت مشتبہ ہو جاتا ہی اسلیے اُسکو قبلہ اور وقت کی دلیلون کا جاننا ضروری ہی تو قبلہ کی دلیلین تو تین قسم کی ہین - اول زمین کے اشیا مثلاً پہاڑون اور گانوُن اور نہرون سے قبلہ پہچاننا دوم ہوائی جیسے شمالی اور جنوبی اور شرقی اور غربی ہواؤن سے حال دریافت کرنا سوم آسمانی مثلاً ستارون سے شناخت کرنی تو زمین اور ہوا کی علامتین ہر شہرون مین جدا جدا ہوتی ہین مثلاً بعض رستے ایسے ہین کہ اُنمین کوئی اونچا پہاڑ ہی اور معلوم ہی کہ قبلہ رخ کھڑے ہونے سے وہ دہنے یا بائین یا آگے یا پیچھے پڑتا ہی تو اُسکو جان بوجھ لینا چاہیے اور یہی حال ہواؤن کا ہی کہ بعض ملکون مین کبھی اُس سے سمت معلوم ہو جاتی ہی تو اُسکو سمجھ رکھے کہ اسطرح سمت قبلہ معلوم ہو سکتی ہی اور ہمسے اِن اشیا کا پورا بیان نہین ہو سکتا کیونکہ ہر شہر اور ولایت کا جدا حکم ہی لیکن آسمانی علامتین دو طرح کی ہین ایک دن کی اور ایک رات کی دن کی علامت آفتاب ہی تو شہر سے نکلنے کے پیشتر امتحان کرلے کہ زوال کے وقت آفتاب کہان ہوتا ہی آیا دونون ابرو کے بیچ مین رہتا ہی یا دہنی آنکھ پر یا بائین پر ہوتا ہی یا پیشانی کی جانب ان جگہون کی نسبت کر زیادہ مائل ہی کیونکہ شمالی ممالک مین آفتاب انہین جگہون مین سے ایک نہ ایک پر رہا کرتا ہی تو جب اسطرح سے زوال کو پہچان جائیگا تو پھر قبلہ کو معلوم کرلے اُس دلیل سے جو ہم آگے لکھتے ہین اسی طرح عصر کے وقت آفتاب کا موقع اپنے بدن سے محفوظ رکھے کہ انھین دونون وقتون کے دریافت کی حاجت ہوگی اور تین وقت تو ظاہری ہین اور چونکہ یہ امر بھی ہر ملک مین جدا گانہ ہی اسلیے اسکا بیان بھی کامل ممکن نہین باقی رہا قبلہ کا حال تو وہ مغرب کے وقت تو غروب آفتاب سے ہو سکتا ہی اسطرح کہ اپنے شہر مین معلوم کرلے کہ غروب کی جگہ قبلہ رخ آدمی سے کس جانب کو رہتی ہی اُس سمت کو یاد کرلے اور عشا کے وقت قبلہ شفق سے معلوم ہو سکتا ہی اور صبح کے وقت مطلع سے پتا لگ سکتا ہی غرضکہ آفتاب سے گویا پانچون وقت کا قبلہ دریافت ہو سکتا ہی مگر جاڑے اور گرمی مین کسی قدر تخلف ہوگا اسوجہ سے کہ طلوع و غروب کی جگہ بدلتی رہتی ہی گو دونون طرف مین محدود ہی تو اسکو بھی سیکھ لینا چاہیے لیکن کبھی مغرب اور عشا کے پڑھنے کا اتفاق بعد شفق کے غائب ہونے کے ہوتا ہی تو اِس صورت مین شفق سے اُسکا پتا لگنا ممکن نہین بلکہ اسکے لیے اُس ستارہ کا لحاظ کرے جو قطب کے نام سے مشہور ہی کیونکہ وہ ایسا ستارہ ہی کہ اُسکی حرکت ظاہر نہین ایک جگہ ثابت معلوم ہوتا ہی پس اُسکو دیکھ لینا چاہیے کہ قبلہ رخ شخص کے پیچھے رہتا ہی یا دہنے شانہ پر یا بائین پر اُن ممالک مین جو مکہ معظمہ سے شمال کو ہین اور جنوبی ملکون مین مثل یمن اور متعلقات کے تو قبلہ رخ شخص کے مقابل پڑتا ہی تو قطب کا حال سیکھ لے اور جو صورت اپنے شہر مین پاوے اُسی کی رعایت تمام رستہ مین رکھے لیکن جس صورت مین کہ مسافت بہت ہو تو وہان آفتاب اور قطب کے موقع مین اور طلوع اور غروب کے مواقع مین اختلاف ہو جاتا ہی تو اُسکی تدبیر یہ ہی کہ جس بڑے شہر مین جائے

اُس جگہ کے واقف کارون سے دریافت کرلے یا مسجد جامع کے مقابل کھڑا ہو کر قطب کو خود دیکھ لے کہ کس سمت پر واقع ہوا تو جب ان دلائل کو سیکھ چکے تو اُنپر اعتماد کرے اور اگر معلوم ہو کہ قبلہ کی جہت چوک گئی کسی اور طرف کو نماز پڑھ لی تو چاہیے کہ نماز کو قضا کرے اور اگر اس طرح سے منحرف ہو کہ ٹھیک محاذی قبلہ کے نہیں رہا مگر جہت قبلہ سے نہیں نکلا تو قضا و نماز اُسپر لازم نہوگی - اور فقہا کا اسمین خلاف ہے کہ کعبہ کی جہت مطلوب ہے یا اُسکی ذات اور بعض لوگون پر یہ مضمون ہی مشتبہ رہا اس جہت سے کہ وہ یہ کہتے ہین کہ اگر ہم یہ کہین کہ عین کعبہ مطلوب ہے تو مالک بعیدہ مین ٹھیک کعبہ کی طرف ہونا کیسے بن پڑیگا اور اگر یہ کہین کہ جہت مطلوب ہے تو جو شخص مسجد حرام کے اندر کھڑا ہو کر جہت کعبہ کی طرف رُخ کرے اور بدن کعبہ کے مقابل نہو تو سب کے نزدیک اسکی نماز درست نہین اور جہت اور عین کے خلاف کے باب مین بہت سی لمبی تقریر کی ہے پس ضرور ہوا کہ اول یہ سمجھ لیا جائے کہ مقابلہ ذات کعبہ کا کسکو کہتے ہین اور جہت کعبہ کے مقابل ہونے کے کیا معنی ہین تو عین کے مقابل ہونے کی تو یہ صورت ہے کہ نمازی ایسی جگہ مین کھڑا ہو کہ اگر اُسکی دونون آنکھون کے بیچ سے ایک سیدھا خط کعبہ کی دیوار تک کھینچا جائے تو وہ دیوار سے ملجائے اور اس خط کے دونون جانب دو زاویہ متساوی پیدا ہون یعنی جس نقطہ پر دیوار کے یہ خط ملے اُس نقطہ سے اگر دیوار پر خط کھینچین تو خط مذکور پر یہ خط عمود ہوجائیگا نقشۂ اول مین بنا دیا گیا ہے اور نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ سے اگر خط نکالا جائے تو فرض کر لیا جاتا ہے کہ یہی اُسکی دونون آنکھون کے درمیان سے نکلا ہے یہ صورت تو عین کعبہ کے مقابل ہونے کی ہے اور جہت کعبہ کے مقابل ہونے کی صورت یہ ہے کہ دونون آنکھون کے درمیان سے خط مستقیم



کعبہ کی دیوار سے مل سکتا ہے مگر دونون جانب کے زاویے برابر نہین ہوتے کیونکہ زاویے جبھی برابر ہونگے کہ خط عمود ہو اور عمود کا نقطہ ایک ہی ہوگا اُسکے سوا جتنے نقطون مین اور آنکھ کے درمیان خط ملائے جائینگے اُنسے برابر زاویے پیدا نہونگے پس جس صورت مین کہ کعبہ خط عمود سے ہٹا ہوا ہوگا تو جو خط آنکھون سے اُس تک ملیگا اُس سے زاویے برابر نہونگے ایک چھوٹا اور ایک بڑا ہوگا اس صورت مین مقابلہ عین کعبہ کا نہ رہیگا بلکہ جہت کعبہ کا مقابلہ ہوگا اور خط جہتی اسطرح معلوم ہوتا ہے کہ فرض کیا جاوے کہ مصلی کی دہنی آنکھ سے ایک خط نکلے اور ایک بائین آنکھ سے اس طرح کہ اگر ان دونون آنکھ کی سمت مین کھینچین تو دونون ملکر زاویہ قائمہ بنجائین پھر ان دونون خطون کو کعبہ کے محاذی تک کھینچین یعنی دونون کو برابر اتنا کھینچین کہ اگر ان دونون مین خط ملایا جاوے تو وہ دیوار کعبہ کو مس کرتا گذرے اس خط کا نام جہت کعبہ ہے اور اسکی وسعت اُسی قدر ہوگی جسقدر دوری مصلی کو کعبہ سے ہوگی اُسکی صورت نقشۂ دوم مین بنی ہے تو جس قدر مصلی کعبہ سے دور ہوگا اُسی قدر اُسکا خط جہت بڑا ہوگا جب عین اور جہت کے معنی سمجھ چکے تو اب ہم کہتے ہین کہ فتوی ہمارے نزدیک اس طرح درست ہے کہ اگر کعبہ کا دیکھ لینا ممکن ہو تب تو عین کعبہ کا مقابلہ مطلوب ہے اور اگر دیکھنا دشوار ہو تو مقابل ہونا جہت کا کافی ہے دیکھنے کی صورت مین عین کا مقابلہ اس جہت سے مطلوب ہے کہ اُسپر اجماع ہے اور بعدم معاینہ کے وقت جہت کے مقابل ہونے پر قرآن اور حدیث اور صحابہ رضو کا فعل اور قیاس دلالت کرتا ہے قرآن مجید کی دلالت اس آیت مین ہے وحیث ما کنتم فولوا وجوہکم شطرہ - انہین شطر سے مرادہی جہت چنانچہ جو شخص کعبہ کی جہت کے مقابل ہو اُسکو عرب واسطے کہتے ہین ولی وجہ شطرہ

یعنی اپنا منھہ کعبہ کی جہت کو پھیر لیا اور حدیث مین وہ روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو ارشاد فرمایا ما بین المشرق والمغرب قبلۃ اور اہل مدینہ کی دہنی طرف مغرب اور بائین ہاتھہ مشرق پڑتی ہی پس اِس حدیث مین جو فاصلہ کہ مغرب اور مشرق مین تھا اُس سب کو آپ نے قبلہ ٹھیرا دیا حالانکہ کعبہ کی مساحت اِس فاصلہ کو کافی نہین البتہ جہت کعبہ کی کافی ہی تو معلوم ہوا کہ خط جہت کو قبلہ فرمایا اور یہی الفاظ حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہین۔ اور فعل صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ ہی کہ مدینہ منورہ مین مسجد قبا کے لوگ بیت المقدس کی طرف منھہ اور کعبہ کو پشت کیے صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کیونکہ مدینہ منورہ دونون کے درمیان مین ہی اتنے مین اُنسے کسی نے کہا کہ قبلہ بدل گیا اور کعبہ اوسطرف کو ہوگیا تو وہ لوگ بدون کسی علامت کے پوچھے کعبہ کی طرف کو عین نماز مین پھر گئے اور اُنکے اِسی پھرنے پر کسی نے انکار نکیا اور اُنکی مسجد کا نام دو قبلون کی مسجد رکھا گیا اور اگر عین کعبہ مطلوب ہوتا تو مدینہ منورہ سے اُسکی سیدھہ بدون دلائل ہندسہ کے معلوم ہونی دشوار تھی جو نہایت غور و تأمل سے معلوم ہوتی ہی تو اُن لوگون نے فی البدیہہ نماز کے اندر تاریکی کی حالت مین اُسکو کیسے جان لیا اور اُنکے اِس فعل سے بھی جہت ہی معلوم ہوتی ہی کہ اُنھون نے مکہ معظمہ سے کُل نواح مین اور تمام بلاد اسلام مین مسجدین بنائین اور کہین سمت قبلہ کے معلوم کرنے کے لیے کسی مہندس کو نہین بلوایا حالانکہ عین کعبہ کا مقابلہ بدون نظر دقیق ہندسہ کے معلوم نہین ہوسکتا۔ اور قیاس یہ ہی کہ قبلہ رُخ ہونے اور مسجدون کے بنانے کی حاجت زمین کی تمام طرفون مین ہی اور بدون علوم ہندسہ کے مقابلہ عین کعبہ ممکن نہین اور شریعت مین کہین ذکر نہین کہ اِن علوم مین بحث کیجائے بلکہ اگر ہی تو اِن علوم مین زیادہ توغل کرنے سے توبیخ وارد ہی پھر ایسی صورت مین شریعت کا مدار اُسپر کیسے بنی کیا جائیگا اِس سے معلوم ہوا کہ مقابل ہونا جہت کا ضرورت کے سبب سے کافی ہی۔ اور جس صورت کو ہمنے لکھا ہی یعنی عالم کی جہتون کا منحصر ہونا چار مین اُسکے صحیح ہونے کی یہ دلیل ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ مین قضاء حاجت کے آداب مین یہ ارشاد فرمایا کہ نہ قبلہ کو منھہ کرو اور نہ پشت کرو بلکہ شرق کو منھہ کرو یا غرب کو اور مدینہ معطرہ مین قبلہ رُخ آدمی کے بائین طرف مشرق اور دہنی طرف مغرب پڑتی ہی تو دو جہتون سے منع فرمایا اور دو کی اجازت دی اِس سے معلوم ہوا کہ کُل جہتین چار ہین اور یہ کسی کے دل مین بھی نہین آتا کہ عالم کی طرفین چھہ یا سات یا دس ہوسکتی ہین بہرحال باقی طرفون کا کچھہ حکم نہین بلکہ جہات اُسی طرح رہتی ہین جیسے آدمی کے اعتقاد مین ہون اور بنظر سرشت انسان کے اُسکے لیے بظاہر چار ہی سمت ہین یعنی دہنے بائین آگے پیچھے اور شریعت کی بنا انھین جیسے اعتقادات ظاہری پر ہوا کرتی ہی تو معلوم ہوا کہ مقابلہ جہت ہی مطلوب ہی اور اِسی کے دریافت مین کوشش آسان پڑتی ہی اور قبلہ کی علامتون کا سیکھنا بھی اسکے لیے دشوار نہین اور عین کا مقابل ہونا اِس طرح ہوگا کہ اول مکہ معظمہ کا عرض خط استوا سے اور درجات طول کسی مقام خاص سے معلوم کرنا چاہیے پھر جس جگہ نمازی کھڑا ہی اُس مقام کا طول و عرض دریافت کرنا چاہیے پھر آپس مین مقابلہ کیا جائے اور خط عمودی کے لیے آلات و اسباب بہت سے درکار ہین حالانکہ شریعت کی بنا اُنپر یقیناً نہین۔ غرضکہ قبلہ کی دلیلون مین سے جس قدر سیکھنا چاہیے وہ یہی ہی کہ آفتاب کے نکلنے اور غروب ہونے کی جگہ اور زوال کی کیفیت اور عصر کے وقت وہ کہان ہوتا ہی اُسکا حال دریافت ہو جائے تو اِسقدر سیکھہ لینے سے وجوب ساقط ہو جائیگا۔ اب اگر یہ پوچھو کہ مسافر اگر بدون اِن باتون کے سیکھے سفر کرے تو وہ گناہگار ہوگا یا نہین تو اِسکا جواب یہ ہی کہ اگر اُس رستہ مین گانون پاس پاس پڑتے ہون جنمین مسجدین بنی ہون یا اُسکے ساتھہ کوئی قبلہ کی علامتون کا واقف کار ہو جسکے عادل اور تجربہ کار ہونے پر اعتماد ہو تو بھی گناہگار نہوگا اور اگر اِن باتون مین سے کوئی بھی نہوگی تو البتہ گناہگار ہوگا کہ قبلہ کا متوجہ ہونا تو اُسکو پیش ہی ہونے والا تھا اور قبلہ رُخ ہونا واجب ہی تو اُسکا علم پہلے سے کیون نہ سیکھا تو اُسکا حال ایسا ہی ہوگیا جیسے مثلاً پانی نہ ملے اور پہلے سے مسئلہ تیمم کا نہ سیکھے اور نماز نہ پڑھے تو اِس صورت مین بھی تیمم کے نہ سیکھنے سے گناہگار ہوگا۔ پھر اگر علامات کو سیکھہ لیا اور راہ مین بباعث ابر سیاہ کے قبلہ کا حال معلوم نہوا یا بالکل سیکھا ہی نہ تھا اور راہ مین کوئی ایسا نہ ملا جسکی تقلید کرتا تو ایسی صورت مین اُسپر واجب ہی کہ وقت پر نماز اپنے طور پر پڑھہ لے پھر اُسکی قضا کرے

ع مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲ ع مسلم بروایت انس ۱۲ ع بخاری و مسلم بروایت ابی ایوب ۱۲

پڑھے

خواہ ٹھیک پڑھی ہو یا اور کسی طرف کو۔ اور اندھے آدمی کو بجز تقلید کے اور کوئی چارہ نہین تو جس شخص کو دین اور عقل مین معتمد جانے اُسکی تقلید کرے بشرطیکہ قبلہ کے حال دریافت کرنے مین کوشش کرتا ہو اور اگر قبلہ سب کو معلوم ہو تو اندھے کو جائز ہی کہ جو شخص اُس سے حضر یا سفر مین رُخ بتلاوے اُسکے قول پر اعتماد کرے اور اندھے اور جاہل آدمی کو ایسے قافلہ مین سفر کرنا جائز نہین جسمین کوئی قبلہ پہچاننے والا نہو جیسے عامی آدمی کو ایسی بستی مین رہنا درست نہین جسمین کوئی فقیہ نہو جو شریعت کا حال مفصل جانتا ہو بلکہ اُس بستی سے ایسی جگہ ہجرت کرنی لازم ہی جہان کوئی اُسکو دین کی تعلیم کرے اور یہی حال ہی اگر شہر مین فاسق فقیہ کے سوا دوسرا عالم نہو تو اس صورت مین بھی ہجرت لازم ہی اسلیے کہ فاسق کے فتوی پر اعتماد جائز نہین بلکہ فتوے کے قبول کے لیے عدالت شرط ہی جیسا کہ روایت مین ہی اور اگر ایسا شخص فقیہ ہو جسکا حال عدالت اور فسق کا مخفی ہو تو اگر عادل شخص عالم نہ ملے تو اُس مستور کا قول قبول کرنا جائز ہی اسلیے کہ شہرون مین مسافر سے نہین ہو سکتا کہ مفتیون کی عدالت تحقیق کرتا پھرے پس اگر اُسکو حریر پہنے دیکھے یا ایسا کپڑا اُسکے بدن پر ہو جسمین ریشم غالب ہو یا سونے کے زین پر سوار ہو تو ایسی صورت مین وہ کھلا فاسق ہی اُسکے قول کا ماننا ممتنع ہی اُسکے سوا دوسرے کو تلاش کرکے اُس سے مسئلہ پوچھے اور اسی طرح اگر اُسکو بادشاہ کے دسترخوان پر کھاتا دیکھے جسکا اکثر مال حرام ہی یا اُس سے روزینہ خواہ انعام لیتا ہی اور تحقیق نہین کرتا کہ وجہ حلال کا ہی یا نہین تو یہ باتین بھی فسق کی ہین اور عدالت مین خلل ڈالتی ہین اور فتوے کے قبول کرنے اور روایت اور گواہی کی مانع ہین اور پانچون وقتون کا پہچاننا سفر مین ضروری ہی تو ظہر کا وقت زوال پر داخل ہوتا ہی اور ہر شخص کا سایہ آفتاب کے نکلنے کے بعد مغرب کی طرف کو لمبا ہوا کرتا ہی پھر جس قدر دن چڑھتا جاتا ہی وہ سایہ کم ہوتا جاتا ہی زوال کے وقت تک پھر پورب کی طرف کو بڑھنا شروع ہوتا ہی اور غروب تک بڑھتا رہتا ہی تو دوپہر کے قریب مسافر ایک جگہ خواہ خود کھڑا ہو جاوے خواہ ایک لکڑی سیدھی دھوپ مین گاڑ دے اور اُسکے سایہ کے سرے پر کچھ نشان کر دے پھر ایک ساعت کے بعد اُس سایہ کو دیکھے اگر وہ نشان سے کم ہو گیا ہو تو ابھی ظہر کا وقت نہین آیا اور اگر بڑھنے لگا ہو تو ظہر کا وقت آگیا اور ایک طریق اُسکے پہچاننے کا یہ ہی کہ اپنے شہر مین جس مؤذن کی اذان پر اعتماد ہو اُسکی اذان کے وقت اپنا سایہ ناپ لے اگر مثلاً تین قدم اپنے قدم سے ہو تو سفر مین جسوقت سایہ تین قدم ہو کر زیادہ ہونے لگے اُسوقت نماز پڑھ لے اور جب ساڑھے نو قدم سایہ ہو اُسوقت عصر کا وقت داخل ہوگا کیونکہ ہر شخص کا سایہ اُسکے قدم سے ساڑھے چھ قدم تخمیناً ہوتا ہی اور سایہ اصلی مثلاً تین قدم تھا تو ساڑھے نو پر ایک مثل ہو جائیگا۔ پھر اگر سفر گرمیون کے سبب سے بڑے دن کے بعد شروع کیا ہوگا تو سایہ زوال ہر روز کسی قدر زائد ہوتا جاویگا اور اگر جاڑون کے سبب سے چھوٹے دن کے بعد کیا ہوگا تو سایہ ہر روز کم ہوتا جائیگا اور زوال کے پہچاننے کا عمدہ طریق یہ ہی کہ مسافر اپنے ساتھ میزان زوال رکھے اور اس آلہ سے ہر وقت سایہ کے بدلنے کو سیکھ لے۔ اور اگر زوال کے وقت سورج کا حال پہلے سے جانتا ہو کہ قبلہ رُخ آدمی کے فلان موقع پر ہوتا ہی تو سفر مین اگر ایسی جگہ ہو کہ وہان قبلہ کسی اور علامت سے معلوم ہی تو اُس جگہ زوال کا معلوم ہو جانا ممکن ہی کہ جب قبلہ رُخ ہو کر آفتاب کو موقع مذکور پر پاوے معلوم کرے کہ زوال کا وقت ہو گیا۔ اور مغرب کا وقت آفتاب کے غروب سے ہوتا ہی اور جس صورت مین کہ پہاڑون کے سبب سے غروب کی جگہ نظر نہ آوے تو مشرق کی طرف سیاہی پر غور کرے جب سیاہی مشرق کے اُفق سے ایک نیزہ اونچی ہو جاوے اُسی وقت مغرب کا وقت ہو جاتا ہی۔ اور عشا کا وقت شفق کی سُرخی کے غائب ہونے سے ہوتا ہی اور اگر پہاڑون کی آڑ سے شفق کا حال معلوم نہو تو یہ خیال کرے کہ جب چھوٹے ستارے کثرت سے نکل آوین تو جان لے کہ شفق نہین رہی کیونکہ وہ سُرخی کے غائب ہونے کے بعد ہی ظاہر ہوا کرتے ہین۔ اور صبح کا وقت اسطرح معلوم کرے کہ اول ایک روشنی لمبی مثل بھیڑیے کی دُم کے مشرق کی جانب پیدا ہوتی ہی اور اُفق پر کچھ اُسکی علامت نہین ہوتی وہ صبح جھوٹی ہوتی ہی اُسکا کچھ اعتبار نہین پھر کچھ عرصہ گذرنے کے بعد ایک سفیدی چوڑی ظاہر ہوتی ہی کہ اُسکا معلوم کرنا آنکھ سے دشوار نہین اسلیے کہ ظاہر ہوتی ہی اور اُفق تک ہوتی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح ایسی نہین ہوتی اور دونون ہتھیلیون کو ملا دیا بلکہ صبح ایسی ہوتی ہی اور ایک سبابہ کو دوسری پر رکھ دیا اور دونون کو کھول دیا اسمین اشارہ فرمایا کہ وہ عریض اور پھیلی ہوئی ہوتی ہی اور بعض اوقات صبح پر منزلون سے استدلال کیا کرتے ہین

اور یہ صورت تخمین کی ہو نہ تحقیق کی اسلیے اسمین اعتماد مشاہدہ پر کرے یعنی جب عرض مین روشنی پھیلی دیکھے جان لے کہ صبح ہو گئی - اور یہ جو کچھ لوگون نے کہا ہی کہ صبح آفتاب کے طلوع سے چار منزل پیشتر نکلتی ہی یعنی قریب ایک پہر کے تو یہ غلطی ہی اسلیے کہ اسوقت فجر کاذب ہوتی ہی اور تحقیق والون کے نزدیک صبح صادق آفتاب کے طلوع سے دو منزل پیشتر ہوتی ہی اور یہ بھی تخمینی بات ہی قابل اعتماد نہین اسلیے کہ بعض منزلین پھیلی ہوئی اور ترچھی نکلتی ہین انکے طلوع کا زمانہ کم ہوتا ہی اور بعض سیدھی نکلتی ہین تو انکے طلوع کا زمانہ دراز ہوتا ہی اور یہ امر ہر ملک مین مختلف ہوتا ہی جسکا ذکر کرنا طول کلام چاہتا ہی ہان منازل سے اتنا فائدہ ہوتا ہی کہ صبح کا قریب ہونا اور دیر مین ہونا معلوم ہو جاتا ہی لیکن نہین ہو سکتا کہ ابتداء وقت صبح کو دو منزل کہدین حاصل یہ کہ جب آفتاب کے نکلنے تک چار منزل رہین تو انمین سے ایک منزل تو قطعاً صبح کاذب کی ہی اور جب دو منزل کے قریب طلوع آفتاب کو رہجاتی ہین تو اسوقت یقیناً صبح صادق ہو جاتی ہی اب ان دونون صبحون کے بیچ مین بقدر دو تہائی ایک منزل کے وقت مشکوک رہتا ہی کہ معلوم نہین ہوتا کہ صبح کاذب کا حصہ ہی یا صبح صادق کا اور یہ وقت وہ ہی جسمین سفیدی کا ظہور اور انتشار شروع ہوتا ہی اور ابھی پھیلتا نہین تو اسوقت سے روزہ دار کو چاہیے کہ سحر کھانی موقوف کرے اور شب بیدار نماز وتر کو وقت مذکور سے پہلے پڑھ لے اور جب تک یہ وقت گذر نجائے تب تک صبح کی نماز نہ پڑھے جب وقت یقینی شروع ہو اسوقت نماز پڑھے اور اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ ایک وقت معین ٹھیک ایسا معلوم کرلے کہ اسمین سحر کے لیے پانی پیے اور معاً اسکے بعد ہی بلا مہلت نماز صبح ادا کرے تو یہ بات آدمی کی قوت مین نہین بلکہ مہلت ضرور رہی کیونکہ اعتماد آنکھ سے دیکھنے پر ہی اور آنکھ سے دیکھنے پر اعتماد جبھی ہی کہ روشنی عرض مین پھیل جاے اور زردی کا آغاز شروع ہو جاے اور اس باب مین بہت لوگون نے غلطی کی ہی وہ وقت سے پہلے ہی نماز پڑھتے ہین اور ہمارے قول کی صحت پر یہ حدیث دال ہی جو ابو عیسیٰ ترمذی نے اپنی کتاب جامع ترمذی مین طلق بن علی رضی سے مسنداً روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھاؤ اور پیو اور چاہیے کہ تمکو روشنی اوپر چڑھنے والی مضطرب نہ کردے اور کھاؤ اور پیو یہان تک کہ تمہارے لیے سرخی پھیل جاے تو یہ حدیث سرخی کے لحاظ کو نہین صریح ہی اور ابو عیسیٰ رح نے فرمایا کہ اس باب مین عدی ابن حاتم اور ابی ذر اور سمرہ بن جندب سے بھی مروی ہی اور یہ حدیث حسن غریب ہی اور اسپر عمل اہل علم کے نزدیک ہی اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ کھاؤ اور پیو جب تک روشنی لمبی رہے اس سے معلوم ہوا کہ زردی کے ظہور کے سوا اور چیز پر اعتماد نہ کرنا چاہیے اور وہی گویا آغاز سرخی کی ہوتی ہی اور مسافر کو ضرورت اوقات کے پہچاننے کی اسلیے ہوتی ہی کہ بعض اوقات کوچ سے پیشتر نماز پڑھ لینی چاہتا ہی تاکہ راہ مین سواری سے اترنا یا ٹھہرنا نہ پڑے یا یہ چاہتا ہی کہ نماز سونے سے پیشتر ادا کرکے جلدی سے آرام کرے پس اگر اول وقت کی فضیلت سے قطع نظر کرکے تھوڑی کلفت اترنے کی اور دیر کر کے سونے کی اپنے نفس پر گوارا کرلے اور یقینی وقت مین نماز پڑھے تو اوقات سیکھنے کی ضرورت بھی نہ رہے اسلیے کہ دقت اوقات کی ابتدا کا حال معلوم کرنے کی ہی کہ اول وقت کونسا ہی اور درمیانی اوقات تو ہر شخص نمازی جانا کرتا ہی - والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً و صلی اللہ علی کل عبد مصطفیٰ -

آٹھوان باب سماع یعنی راگ اور وجد کے آداب مین

سرباطنی اسرار دلی راگ سے ہوتے ہین عیان نہ ہی راگ غذاے روح ہر اک انسان جو شرطون کے موافق ہو گر تو اس سے ہو حاصل بہی ہوتا ہی نفاق اور عصیان ہو واضح ہو کہ جیسے لوہے اور پتھر مین آگ مخفی رہتی ہی یا جیسے پانی کے نیچے مٹی چھپی ہی اسی طرح دلون کے اندر باطن کے جواہر اور اسرار انمین پوشیدہ ہین اور انکے اظہار کی تدبیر راگ سے بہتر کوئی نہین دلون کی طرف رستہ بجز کان کے معدوم ہی نغمات موزون اور لذیذ انکے اندر کے راز ظاہر کرتے ہین خواہ برے ہون یا بھلے کیونکہ دل کا حال بھرے برتن کا سا ہی کہ جب چھلکا دُگے تو وہی نکلیگا جو اسمین بھرا ہی اسی طرح راگ بھی دلون کے حق مین سچی کسوٹی ہی جب اس سے دلون کو حرکت ہوگی تو انسے وہی باتین ظاہر ہونگی جو انپر غالب ہین اور اور انجا کہ دل بالطبع

راگ کے مطلع ہین بیان تک کہ اُسکے سبب سے اپنی بُرائی بھلائی سب ظاہر کردیتے ہین تو ضرور ہوا کہ سماع اور وجد کو شرح ذکر کیا جاسے اور ان دونون کے فوائد و آفات اور آداب و ہیات اور علما کا اختلاف اس باب مین کہ یہ ممنوع ہین یا مباح بتفصیل بیان ہوا اور ہم ان امور کو دو فصلون مین ذکر کرتے ہین ۔

پہلی فصل راگ کے مباح ہونے مین علما کے اختلاف کا ذکر اور جو بات کہ اس باب مین حق ہے ۔ اور اسمین چار بیان ہین ۔ واضح ہو کہ اول راگ ہوتا ہے اور اُس سے دل پر ایک حالت ہوتی ہے جسکو وجد کہتے ہین اور وجد کے سبب سے اعضا کو حرکت ہوتی ہے وہ اگر غیر موزون ہوتی ہے تو اُسکو اضطراب کہتے ہین اور اگر موزون ہوتی ہے تو تال اور ناچ نام ہوتا ہے اب ہم اول راگ کا حکم لکھتے ہین اور جتنے اقوال مختلف اس باب مین ہین اُنکو نقل کرتے ہین پھر راگ کی اباحت کا ذکر کرینگے اور سب سے آخر مین اُن لوگون کی حجت کا جواب دینگے جو اُسکی حرمت کے قائل ہین

پہلا بیان علما اور صوفیون کے اقوال راگ کی حلت و حرمت مین ۔ قاضی ابو طیب طبری نے امام شافعی اور امام مالک اور امام اعظم اور سفیان ثوری اور دوسرے بہت علما سے ایسے الفاظ نقل کیے ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب راگ کی حرمت کے قائل تھے ۔ اور امام شافعی رح کتاب آداب القضا مین فرمایا ہے کہ گانا ایک بُرا کھیل ہے باطل کی طرح کا جو شخص اُسکا مرتکب زیادہ ہو وہ بیوقوف ہے اُسکی گواہی نہ مانی جاسے اور قاضی ابو طیب نے فرمایا ہے کہ اصحاب شافعی کے نزدیک ایسی عورت سے سُننا جو مرد کی محرم نہو کسی حال مین درست نہین خواہ وہ کھلی ہو یا پردہ کی آڑ مین اور آزاد ہو یا لونڈی اور حضرت امام شافعی رح نے فرمایا ہے کہ جب لونڈی کا مالک لوگون کو اُسکے گیت سننے کے لیے جمع کرے تو وہ سفلہ ہے اُسکی گواہی نہ مانی جائیگی اور یہ بھی اُنھین سے منقول ہے کہ آپ لکڑی وغیرہ سے گت لگانی بُری جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ زندیقون کی ایجاد کی ہوئی ہے تاکہ اُسکے باعث قرآن سے غافل ہو جائین اور امام شافعی رح یہ بھی فرماتے ہین کہ نرد سے کھیلنا زیادہ مکروہ ہے بہ نسبت ملاہی کے دوسری چیزون سے کھیلنے کے چنانچہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور مین شطرنج کھیلنا پسند نہین کرتا اور جن چیزون سے لوگ کھیلتے ہین مین سب کو مکروہ جانتا ہون کیونکہ کھیلنا دین اور مروت والون کا کام نہین ۔ اور امام مالک رح نے راگ سے منع فرمایا اور فتوی دیا کہ جب کوئی لونڈی خریدے اور معلوم ہو کہ گانے والی ہے تو مشتری کو جائز ہے کہ اُسکو واپس کردے اور یہی مذہب تمام اہل مدینہ منورہ کا ہے بجز ایک شخص تنہا ابراہیم بن سعد کے ۔ اور امام ابو حنیفہ رح ان ملاہی کو سب کو بُرا جانتے تھے اور راگ سُننے کو گناہ فرماتے تھے اور یہی حال تمام اہل کوفہ سفیان ثوری اور حماد اور ابراہیم اور شعبی وغیرہم کا ہے ۔ یہ سب اقوال ابو طیب طبری نے نقل کیے ہین اور ابو طالب مکی رح نے بہت لوگون سے اباحت راگ کی نقل کی ہے اور فرمایا ہے کہ صحابہ کرام مین سے عبد اللہ بن جعفر اور ابن زبیر اور مغیرہ بن شعبہ اور معاویہ رض وغیرہم نے سُنا ہے اور بہت سے سلف صالحین صحابہ و تابعین نے اُسکو سُنا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ہمارے نزدیک مکہ کے اندر ہمیشہ حجاز والے برس کے فضل دنون مین سماع سُنتے چلے آئے ہین یا وہ ایسے چند روز ہین جنمین اللہ تعالی نے اپنے بندون کو ذکر کا حکم فرمایا ہے جیسے ایام تشریق ہین اور مکہ معظمہ والون کی طرح مدینہ مطہرہ والے ہمیشہ راگ سنتے رہے ہمارے اس زمانہ تک چنانچہ ہمنے ابو مروان قاضی کو دیکھا کہ اُنکے پاس چند لونڈیان گانے والی تھین جنکو صوفیون کے لیے رکھ چھوڑا تھا وہ لوگون کو راگ سُنایا کرتی تھین اور حضرت عطا رح کے پاس دو لونڈیان گانے والی تھین اُنکے دوست اُنکا راگ سُنا کرتے تھے اور یہ بھی ابو طالب کا قول ہے کہ ابو الحسن بن سالم رح سے کسی نے پوچھا کہ تم راگ کا کیسے انکار کرتے ہو حالانکہ حضرت جنید اور سری سقطی اور ذو النون رح راگ سُنا کرتے تھے انھون نے کہا کہ مین اُسکو کیسے انکار کرون کہ مجھسے بہتر شخصون نے اُسکو جائز کہا ہے اور سُنا ہے چنانچہ عبد اللہ بن جعفر طیار سُنا کرتے تھے اور صرف انکار لہو و لعب کا راگ مین کیا کرتے تھے اور یحیی بن معاذ رح سے مروی ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ تین چیزین ہم سے جاتی رہین اور اب وہ ہمکو ہمیشہ کم ہی ہوتی نظر آتی ہین اول خوبصورت ہونا مع محفوظ رہنے کے دوم خوبی گفتار مع دیانت کے سوم بھائی بندی و وفا کے ساتھ اور مین نے یہی قول بعینہ بعض کتابون مین حارث محاسبی رح سے منقول دیکھا ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ حارث محاسبی

باوجود اپنے زہد اور حفاظت اور زیرکی مین جد وجہد و آمادگی کے راگ کو جائز جانتے تھے ۔ اور ابن مجاہد کا دستور تھا کہ دعوت جبھی منظور کرتے تھے
کہ اسمین راگ بھی ہو ۔ اور کسی بزرگ سے منقول ہی کہ ایکبار ہم ایک دعوت مین گئے جسمین ابو القاسم منیع کے نواسے اور ابو بکر بن ابی داؤد اور
ابن مجاہد اور دوسرے انکے ہمسر تھے اتنے مین راگ موجود ہوا ابن مجاہد نے منیع کے نواسے کو ترغیب شروع کی کہ ابن ابی داؤد کو راگ سننے کو
کہو ابن ابی داؤد نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے نقل کی ہی کہ حضرت امام احمد بن حنبل رح راگ کو برا جانتے تھے اور میرا باپ بھی اسکو برا سمجھتا تھا
اور مین اپنے باپ ہی کے مذہب پر ہون اور ابو القاسم نے کہا کہ میرے نانا احمد بن منیع نے مجھ سے بیان کیا صالح بن احمد سے کہ انکا باپ ابن جنازہ کا
قول سنا کرتا تھا ابن مجاہد نے ابن ابی داؤد سے کہا کہ تم تو اپنے باپ کے قول سے مجکو معاف کرو اور ابو القاسم سے کہا کہ تم اپنے نانا کے قول سے مجھے
معاف رکھو پھر ابو بکر کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ اگر کوئی ایک شعر پڑھے تو کیا وہ تمہارے نزدیک حرام ہی ابن ابی داؤد رح نے کہا کہ نہین پھر پوچھا
کہ اگر وہ شخص پڑھنے والا خوش آواز ہو تو اسپر شعر پڑھنا حرام ہو جائیگا انہون نے کہا نہین پھر پوچھا کہ اگر شعر کو ایسی طرح پڑھے کہ جو ممدود حرف تھا
وہ مقصور ہو جاوے اور مقصور ممدود تو کیا اسپر حرام ہوگا ابو بکر رض نے کہا کہ مین ایک شیطان پر تو غالب ہی نہین آیا اب دو پر کیسے غالب ہون
اور ابو الحسن عسقلانی اسود جو اولیا مین سے تھے راگ سنتے تھے اور بیہوش ہو جاتے تھے اور سماع کے باب مین ایک کتاب لکھی ہی اسمین
منکرون پر رد کیا ہی اور بہت سے لوگون نے منکرون کے اقوال کے رد مین کتابین لکھی ہین ۔ اور کسی بزرگ سے منقول ہی کہ مین نے خضر علیہ السلام کو
دیکھا اور انسے عرض کیا کہ آپ اس راگ کے باب مین کیا فرماتے ہین جسمین ہمارے اصحاب اختلاف کرتے ہین انھون نے فرمایا کہ وہ بے کدورت
اور صاف ہی کہ بجز عالمون کے قدم کے اسپر کوئی نہین جمتا ۔ اور ممشاد دینوری رح نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین
دیکھا اور عرض کیا کہ اس راگ مین سے آپ کچھ برا جانتے ہین آپ نے ارشاد فرمایا کہ مین اسمین سے کچھ برا نہین جانتا مگر انسے کہدینا کہ اس سے
پیشتر قرآن پڑھا کرین اور ختم کے بعد قرآن ہی پر تمام کیا کرین ۔ اور طاہر بن بلال ہمدانی وراق جو علما مین سے تھے کہتے ہین کہ مین مسجد جامع جدہ کا
سمندر کے کنارہ پر معتکف تھا کہ ایک روز ایک جماعت کو دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشہ مین کچھ گا رہے ہین اور سنتے ہین مین نے دل مین برا جانا
اور کہا کہ خدا تعالی کے گھر مین شعر پڑھتے ہین پس اسی رات مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ اسی گوشہ مین بیٹھے ہین
اور آپ کے برابر حضرت صدیق اکبر رض ہین اور حضرت صدیق رض کچھ شعر پڑھتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہین اور وجد کی سی حالت
مین ہوکر اپنا دست مبارک سینہ شریف پر رکھتے ہین مین نے اپنے دل مین کہا کہ مجکو نہین مناسب تھا کہ جو لوگ اشعار سن رہے تھے انکو برا
جانون یہان تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہین اور حضرت صدیق رض سنا رہے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہوکر
فرمایا کہ ہذا حق بحق ۔ یا یون فرمایا کہ حق من حق ۔ مجکو صحیح یاد نہین رہا کہ کونسا لفظ فرمایا ۔ اور حضرت جنید رح نے فرمایا کہ اس جماعت پر تین جگہون
رحمت اترتی ہی ایک کھانے کے وقت اسلیے کہ بدون فاقہ کے یہ لوگ نہین کھایا کرتے دوسرا باہم ذکر کرنے کے وقت کیونکہ بجز صدیقون کے مقامون
کے اور کسی چیز کا ذکر نہین کرتے تیسرے راگ سننے کے وقت اسوجہ سے کہ اسکو وجد کیساتھ سنتے ہین اور حق کے سامنے ہوتے ہین ۔ اور
ابن جریج سے منقول ہی کہ وہ راگ سننے کی اجازت دیا کرتے تھے کسی نے انسے پوچھا کہ قیامت کے روز راگ آپ کی حسنات مین ہوگا یا سئیات مین
فرمایا کہ نہ حسنات مین ہوگا نہ سئیات مین اسلیے کہ لغو کے مشابہ ہی اور اللہ تعالی فرماتا ہی لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ۔ یہ اقوال راگ کے
باب مین منقول ہین اور جو شخص تقلید مین حق کا طالب ہوتا ہی جب وہ سب اقوال کو دیکھتا ہی تو بعض اوقات ایک دوسرے کے معارض پاکر
حیران رہجاتا ہی یا جدھر کو رغبت طبع دیکھی اسطرف مائل ہو جاتا ہی اور یہ امر نقصان ہی مین داخل ہی بلکہ چاہیے کہ حق کو حق کے طور پر طلب کرے یعنی
جتنی باتین اسمین ممنوع یا مباح معلوم ہون ہر ایک کا حال دریافت کرے تاکہ انجام کو امر حق واضح ہو جاوے جیسا ہم ذکر کرتے ہین
دوسرا بیان سماع کے مباح ہونے کی دلیل مین ۔ جاننا چاہیے کہ جو شخص راگ کو حرام کہتے ہین اسکے یہ معنی ہین کہ خدا تعالی اسپر عذاب کریگا

عـه یہ درست ہے حق کے بوجہ بیا حق کی جانب سے ..ٹ نہین پڑتا تکو اتقد ناکارہ قصور پر بخاری ۱۲

اور یہ بات ایسی نہین کہ صرف عقل سے معلوم ہو جاسکے بلکہ اسکے لیے دلیل نقلی چاہیے اور شرعیات منحصر ہی نص مین اور قیاس مین جو منصوص چیز پر کیا جاسکے اور نص سے ہماری غرض وہ بات ہی جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول یا فعل سے ظاہر فرمایا ہو اور قیاس سے وہ معنی مراد ہین جو آپ کے الفاظ اور افعال سے سمجھ مین آتے ہون پس اگر کسی چیز مین نہ نص ہو نہ قیاس رہ سکتا ہو تو اس چیز کی حرمت کا قول باطل ہی بلکہ وہ چیز دوسرے مباحات کی طرح متصور رہیگی کہ اُسکے فعل مین کچھ حرج نہین اب راگ کو جو ہم دیکھتے ہین تو اسکی حرمت پر نہ تو کوئی نص دلالت کرتا ہی اور نہ قیاس چنانچہ یہ امر بیان چہارم سے پایۂ وضوح کو پہونچیگا جسمین ہم نے قائلین حرمت کی دلیلون کا جواب لکھا ہی اور جب اُنکی دلیلون کا جواب پورا ہو جائیگا تو اباحت کے لیے یہ طریق کافی ہوگا اگر بیان دوسرا طریق ہم بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ نص اور قیاس دونون راگ کے مباح ہونے پر دلالت کرتے ہین قیاس تو اسطرح ہی کہ راگ مین کئی باتین مجتمع ہین تو چاہیے کہ اول اُن باتون کو جدا جدا دیکھین پھر مجموعہ پر لحاظ کرین یعنی راگ کیا ہی کہ سُننا آواز خوش اور موزون کا جسکے معنی سمجھ مین آوین اور دل کو حرکت دین تو اس تعریف مین وصف عام آواز خوش ہی پھر اسکی بھی دو قسمین ہین ایک موزون اور ایک غیر موزون اور موزون بھی دو قسم ہی ایک وہ کہ سمجھ مین آوے جیسے اشعار ہوتے ہین اور ایک وہ کہ سمجھ مین نہ آوے جیسے جمادات اور حیوانات کی آوازین ہین پھر خوش آوازون کا سُننا باعتبار اچھا ہونے کے ایسی چیز نہین کہ حرام ہو بلکہ نص اور قیاس کے رو سے حلال ہی قیاس تو یہ ہی کہ اسکا مآل یہ ہی کہ حاسہ سمع اپنی مخصوص چیز سے لذت پاتا ہی اور انسان کے لیے ایک عقل اور پانچ حواس ہین اور ہر حاسہ کا ایک ادراک ہی اور جو چیزین اُس سے مدرک ہوتی ہین اُنمین سے بعض تو اسکو اچھی معلوم ہوتی ہین اور بعض بُری مثلاً آنکھ کو سبزہ اور جاری پانی اور اچھا چہرہ اور تمام خوبصورت رنگون کے دیکھنے سے لذت ہوتی ہی اور بُرے رنگون اور بُری صورتون وغیرہ دیکھنے کو بُرا جانتی ہی اور سونگھنے کے حاسہ کو خوشبوؤن سے لذت اور بدبوؤن سے نفرت ہی اور ذائقہ کو لذیذ چیزین روغنی اور شیرینی اور کھٹی اور چٹ پٹی اچھی معلوم ہوتی ہین اور تلخ اور بدمزہ کسیلی اور پھیکی بُری معلوم ہوتی ہین اور حاسہ لمس کو نرمی اور چکناہٹ اور برابری اچھی معلوم ہوتی ہی اور کھردراپن اور اونچا نیچا بُرا معلوم ہوتا ہی اور عقل کو علم اور معرفت سے لذت ہی اور جہالت اور بلادت سے نفرت اور یہی حال اُن اشیا کا ہی جو حاسہ سمع سے معلوم ہون کہ بعض لذیذ ہونگی جیسے بلبلون کے چہچہے اور نغمہ باجون کی آوازاور بعض کریہہ ہونگے جیسے گدھے کی آواز تو اس حاسہ کی لذت کو اور حاسون کی لذت پر قیاس کرنا نہایت ظاہر ہی اور نص سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ سُننا آواز خوش کا مباح ہی کیونکہ اللہ تعالی نے اپنے بندون کو آواز خوش سے احسان جتایا ہی چنانچہ ارشاد فرمایا یزید فی الخلق ما یشاء کہتے ہین کہ اس سے مراد آواز خوش ہی اور حدیث مین ہی ما بعث اللہ نبیا الا حسن الصوت اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن کو آواز خوش سے پڑھے اللہ تعالی اُسکی تلاوت کو زیادہ سنتا ہی بہ نسبت گانے والی لونڈی کے مالک کے اپنی لونڈی کے راگ کو اور ایک حدیث مین حضرت داؤد علیہ السلام کی مدح کے طور پر ارشاد ہی کہ وہ اپنے نفس پر نوحہ کرتے اور زبور کی تلاوت مین خوش آواز تھے یہان تک کہ اُنکی آواز سُننے کو انسان اور جن اور وحشی اور پرند جمع ہوا کرتے تھے اور آپ کی مجلس سے چار سو کے قریب جنازے اُٹھا کرتے تھے کئی وقتون مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسی اشعری کی تعریف مین فرمایا لقد اعطی مزمارا من مزامیر آل داؤد اور اللہ تعالی کا ارشاد ان انکر الاصوات لصوت الحمیر اپنے مفہوم سے آواز خوش کی مدح پر دلالت کرتا ہی اور اگر کوئی یہ کہے کہ آواز خوش مباح اس شرط سے ہی کہ قرآن کی تلاوت مین ہو تو اسکو یہ کہنا بھی ضرور ہوگا کہ آواز بلبل کا سُننا حرام ہی کیونکہ وہ بھی قرآن خوانی نہین اور اگر صوت بلبل یعنی کا سُننا درست ہی تو جس آواز خوش مین حکمت اور معنی صحیح پائے جائین اُسکا سُننا کیون ناجائز ہوگا اور ظاہر ہی کہ بعض اشعار سراسر حکمت ہوتے ہین یہ بحث تو خوش آوازی مین ہوئی اب دوسری بات کی بحث کرتے ہین یعنی خوش آوازی کے ساتھ موزونی بھی ہو کہ وزن اور چیز ہی اور حسن اور چیز اکثر ایسا ہوتا ہی کہ آواز اچھی ہوتی ہی مگر وزن نہین ہوتا اور بعض اوقات موزون ہوتی ہی اچھی نہین ہوتی اور موزون آوازین بلحاظ اپنے مخارج کے تین ہین ایک وہ کہ جمادات سے نکلین جیسے مزامیر اور تارون کی آوازین

باجگانکی

فـــه بہترین آسیانی آفت جو ہے ۱۲ منہ ح نہیں بھیجا اللہ تعالی نے کوئی نبی مگر خوش آواز ترمذی بروایت قتادہ در شمائل ۱۲ منہ ح اسکی سند باب تلاوت قرآن مین گذری ۱۲ منہ ح اسکی سند مجھکو نہین ملی ۱۲ منہ ح دیئے گئے ہین ابو موسی ایک نغمہ آل داؤد کی خوش آوازیون مین سے ۱۲ باب تلاوت قرآن مین اسکی سند گذری ۱۲ منہ ح بیشک بُری سے بُری آواز گدھون کی آواز ہے ۱۲

اور لکڑی کی گت اور ڈھولکی کی آواز ہو دوسرے وہ کہ انسان کے گلے سے نکلین تیسرے وہ کہ حیوانون کے گلے سے نکلے جیسے بلبلون اور
قمریون اور دوسرے جانورون خوش الحان سجع والون کی آواز کہ اس قسم کی آوازین اچھی بھی ہوتی ہین اور موزون بھی اور انکا آغاز و انجام
متناسب ہوتا ہی اور اسی جہت سے انکا سننا اچھا معلوم ہوتا ہی اور آوازون مین اصل حیوانات کے گلے ہین کہ مزامیر کو انھین کے مشابہ بنالیا ہی
تاکہ صنعت خلقت کے مشابہ ہو جاوے اور جتنی چیزین کہ کاریگرون نے ایجاد کی ہین کوئی ایسی نہین جسکی مثال خدا تعالی کی مخلوق مین
نہو اول مبدا فیاض نے اسکو اختراع فرمایا پھر اس سے کاریگرون نے سیکھکر خالق کا اقتدا کیا اور اسکی شرح طول چاہتی ہی حاصل یہ کہ ان
آوازون کا سننا حرام نہین ہوسکتا اس وجہ سے کہ اچھی ہین یا موزون ہین کیونکہ کسی کا مذہب یہ نہین کہ بلبل کی آواز سننی حرام ہی یا کسی
اور پرند کی اور سب پرندون کے گلے یکسان ہین ایک کی حرام ہو اور دوسرے کی نہو یہ ہو نہین سکتا اور نہ جماد اور حیوان مین کچھ فرق ہی کہ
حیوان کی آواز تو درست ہو اور جماد کی نادرست تو چاہیے کہ جتنی آوازین کہ تمام اجسام سے آدمی کے اختیار سے نکلتی ہین انکو بلبل کی آواز پر
قیاس کیا جاوے مثلاً جو آدمی کے حلق سے نکلے یا لکڑی سے گت لگاوے یا ڈھولکی اور دف وغیرہ بجاوے سب جائز ہو وین اور انھین سے انکا
استثنا کیا جاوے جنکو شرع نے منع کیا ہی یعنی آلات لہو اور تار کے باجے اور انکی حرمت لذت کی باعث نہین اسلیے کہ اگر لذت کی وجہ سے
یہ چیزین حرام ہوتین تو جن چیزون سے آدمی لذت پاتا ہی سب حرام ہوتین بلکہ انکی حرمت کی یہ وجہ ہی کہ لوگون کو شراب کی حرص زیادہ تھی اسلیے
اسکی حرمت اس درجہ کو سخت ہوئی کہ ابتدا مین مٹکون کے توڑنے کا حکم ہوا اور انھی کی حرمت کے لحاظ سے جو باتین کہ میخوارون کے شعار مین سے تھین مثل مزامیر
وغیرہ کے وہ بھی حرام ہوئین کہ یہ چیزین اسکی توابع ہین جیسے اجنبی عورت کے ساتھ خلوت حرام ہی اس وجہ سے کہ وہ مقدمہ ہی جماع کا یا جیسے ران کا
دیکھنا حرام ہوا کہ پیشاب و پاخانہ کے مقام سے ملحق ہی اور شراب مقدار قلیل حرام ہوئی گو نشہ نہ کرے اسلیے کہ تھوڑی کا عادی ہونا بہت کی نوبت
پہونچاویگا اور جتنی چیزین حرام ہین انکے لیے ایک حد اور احاطہ انکے متصل ہی کہ حرمت اس تک موجود ہی تاکہ حرام کی آڑ اور مانع اسکے آس پاس رہے
جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ہر بادشاہ کا ایک رمنہ ہوتا ہی اور اللہ تعالی کا رمنہ اسکے محرمات ہین غرضکہ مزامیر وغیرہ کی حرمت شراب
کی تبعیت کی وجہ سے ہوئی ہی اور اسکے تین سبب ہین اول یہ کہ یہ چیزین مے نوشی کی طرف بلاتی ہین کیونکہ جو لذت انسے حاصل ہوتی ہی وہ شراب ہی
سے کامل ہوتی ہی اور اسی سبب سے تھوڑی سی شراب حرام ہوئی کہ بہت کی طرف داعی ہوتی ہی دوسرا سبب یہ ہی کہ جسکو شراب چھوڑے
تھوڑے دن ہوے ہون اسکو یہ آلات دہی اشراب کے جلسے یاد دلاتے ہین تو یہ یاد کا سبب پڑتے ہین اور یاد سے شوق ابھرتا ہی اور شوق
جب زیادہ ابھرتا ہی تو وہ فعل پر جرأت کا سبب ہوتا ہی اور اسی علت کے باعث ابتدا مین دُبا اور مزفت اور حنتم اور نقیر کہ خاص شراب ہی کے
برتن ہوتے تھے ممنوع الاستعمال ہوے کیونکہ ان برتنون کے دیکھنے سے شراب یاد آتی تھی اور یہ علت پہلی علت سے جدا ہی کیونکہ پہلی مین
تذکر لذت معتبر نہ تھا اور یہان معتبر ہی یہان اگر راگ ایسی طرح ہو کہ جو شخص میخواری کے ساتھ سننے کا عادی ہو اسکو میخواری یاد دلاوے تو وہ
شخص راگ سے اسی وجہ سے منع کیا جاویگا تیسرا سبب یہ ہی کہ ان آلات پر اجتماع کرنا اہل فسق کی عادت ہی تو انکی مشابہت سے منع کیا گیا
کیونکہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرتا ہو وہ انھین مین سے ہوتا ہی اور اس علت کے سبب سے ہم کہتے ہین کہ اگر کسی سنت کو اہل بدعت نے
اپنا شعار کرلیا ہو تو انکی مشابہت کے خوف سے اس سنت کا ترک کرنا جائز ہی اور اسی علت کی وجہ سے دور و بجانا حرام ہی کہ اسکو مخنث
بجاتے ہین اور سابق مین ہجڑے بجایا کرتے تھے اگر اسمین مشابہت نہوتی تو یہ بھی مثل حج کے یا جہاد کے ڈھول کے ہوتا اور اسی علت پر
یہ متفرع ہی کہ اگر کچھ لوگ ایک مجلس مرتب کرین اور اسمین آلات مے نوشی اور پیالے شراب کے جمع کرین اور انمین سکنجبین ڈال دین
اور ایک ساقی مقرر کرین کہ وہ انکو بھر بھر پلاوے اور ساقی سے لیکر پیتے جائین اور اپنی بولیان میخوارون کی بولتے جاوین تو یہ فعل
حرام ہوگا اگرچہ سکنجبین کا پینا مباح ہی مگر چونکہ اہل فساد کی صورت پر اسکو پیا اسلیے پینا حرام ہوا اور اسی وجہ سے قبا پہننے اور سر کے بال

[illegible] عن ابن عباس ۱۲

پیٹھ رکھانے سے اُن بستیوں میں منع کیا جائے جہاں یہ طور اہل فساد کا ہو اور ماوراء النہر کے شہروں میں چونکہ یہ طور اہل صلاح کا ہے منع کرنا چاہیے۔ حاصل یہ ہے کہ انھیں تینوں علتوں کے سبب سے مزامیر عراقی اور تاروں کے باجے مثل عود اور چنگ اور رباب اور سارنگی وغیرہ حرام ہوئے اور انکے سوا اور باجے اپنی اصل پر قیاس کیے گئے جیسے شاہین چرواہوں اور حاجیوں کے اور شاہین ڈھول والوں کی اور نقارہ اور جن آلات میں سے آپ ہی آواز موزون نکلتی ہے اور مے نوشوں کی عادت انکے بجانے کی نہیں وہ سب اسلیے مباح ہوئے کہ نہ شراب سے متعلق ہیں اور نہ اُسکی یاد دلاتے ہیں اور نہ شایق مے نوشی کرتے ہیں اور نہ موجب مشابہت اُس فرقہ کے ہیں اسلیے اصل اباحت پر مثل پرندوں کی آواز کے باقی رہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تاروں کے باجے کو ناموزون بجائے کہ اُس سے لذت بھی نہ ہو تب بھی وہ حرام ہی ہیں اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُنکی حرمت میں علت صرف لذت نہیں اور نہ طیب ہونا بلکہ قیاس کے رو سے تو سب طیبات حلال ہیں بجز اُسکے جنکی حلت میں کوئی فساد ہو اللہ تعالی فرماتا ہے قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق تو یہ آوازیں اس جہت سے حرام نہیں کہ وہ موزون ہیں بلکہ اُنکی حرمت ایک امر عارض کی جہت سے ہے اور امور عارضہ جنکے باعث راگ حرام ہوتا ہے ہم اصلی بیان میں ذکر کرینگے۔ تیسری بات راگ میں یہ ہے کہ سمجھ میں آتا ہے یعنی شعر ہوتا ہے اور شعر انسان ہی کے گلے سے نکلتا ہے تو قطعاً مباح ہوا اسلیے کہ اب فقط اتنی زیادتی ہوئی کہ کلام مفہوم ہو گیا اور کلام مفہوم حرام نہیں اور آواز طیب اور موزون بھی حرام نہیں تو جب افراد حرام نہوے تو مجموع کیسے حرام ہوگا ہاں اس بات کو دیکھنا چاہیے کہ شعر میں سے کیا مضمون سمجھ میں آتا ہے اگر اسکا مفہوم امر ممنوع ہے تو اُسکی نثر اور نظم دونوں حرام ہیں اور اسکو منہ سے نکالنا بھی حرام ہے خواہ نغمہ کے ساتھ ہو یا نہو اور اس باب میں حق وہ ہے جو امام شافعی رح نے فرمایا ہے کہ شعر ایک کلام ہے اگر اچھا ہے تو اچھا ہے اور برا ہے تو برا ہے جب شعر کا پڑھنا بدون آواز اور نغمہ کے درست ہے تو نغمہ کے ساتھ بھی درست ہے اسلیے کہ جب افراد مباح ہوتے ہیں تو مجموعہ بھی مباح ہوگا اور ایک مباح کو جب دوسرے سے ملاتے ہیں تو کل حرام نہیں ہوتا بشرطیکہ مجموع متضمن کسی امر ممنوع کا نہو جو افراد میں نہ پایا جاتا ہو اور راگ میں کوئی ممنوع بات نہیں پائی جاتی اور شعر پڑھنے کا انکار کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر پڑھا گیا اور آپ نے فرمایا ان من الشعر لحکمۃ اور حضرت عائشہ رض نے اس مضمون کا شعر پڑھا ہے۔ گئے وہ لوگ جنکو عیش تھا جنکی حمایت میں ۔ میں پچھلوں میں رہی اس طرح جیسے جلد اجرب کی ۔ اور صحیحین میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رض اور بلال رض کو بخار چڑھا اور اُن دنوں مدینہ منورہ میں وبا تھی میں نے حضرت صدیق اکبر رض کی خدمت میں عرض کیا کہ اے پدر مہربان کیا حال ہے اور بلال سے پوچھا کہ تم کیسے ہو تو حضرت صدیق کو جب بخار چڑھتا تو اس مضمون کا شعر پڑھتے۔ ہر ایک شخص کو ہوتی ہے صبح گھر میں ولے ۔ شراک نعل سے بھی موت ہے قریب اُس سے ۔ اور بلال رض کا جب بخار اترتا تو بلند آواز سے یوں کہتے ۔ کاش میں جانتا کب اترونگا اُس وادی میں ۔ اذخر اک سمت کو ہو مجھ سے اور اک سو ہو جلیل ۔ یا مجنہ کے ہو چشموں پہ کبھی میرا گذر ۔ یا کسی روز پڑے شامہ نظر اور طفیل ۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ میں نے اس حال کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کر دی آپ نے دعا مانگی کہ الٰہی ہمکو مدینہ ایسا محبوب کر دے جیسا ہم مکہ سے محبت رکھتے ہیں یا اُس سے بھی زیادہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مدینہ طیبہ کے بنانے میں لوگوں کے ساتھ اینٹیں اُٹھاتے تھے اور یہ مضمون ارشاد فرماتے تھے ۔ یہ بوجھ نہیں خیبر کے ۔ یہ تو اچھا ہے کہیں اور اطہر ۔ اور ایک بار آپ نے یہ بھی فرمایا ہے ۔ عیش ہے گر یا الٰہی تو ہے عیش آخرت ۔ اہل ہجرت اور سب انصار کو کر رحمت ۔ اور یہ مضمون صحیحین میں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رض کے لیے مسجد میں منبر رکھا کرتے تھے کہ وہ اُس پر کھڑے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فخر بیان کرتے اور کفار سے اشعار میں مباحثہ اور خصومت کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ اللہ تعالی حسان کو روح القدس سے تائید کرتا ہے جب تک وہ

مذمت اور مفاخرت اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کرتا ہے اور جب نابغہ نے اپنا شعر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا تو آپ نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے دانت نہ توڑے اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر پڑھا کرتے تھے اور آپ تبسم فرمایا کرتے تھے۔ اور عمرو بن شرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلعم کے سامنے سو قافیہ امیہ بن ابی الصلت کے اشعار سے پڑھے ہر بار آپ یہی فرماتے تھے کہ اور پڑھو پھر آپ نے فرمایا کہ یہ شاعر تو اپنے اشعار میں گویا مسلمان ہے۔ اور حضرت انس رض سے مروی ہے کہ سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حدی پڑھی جاتی تھی انجشہ آپ کا غلام تو عورتوں کے لیے حدی پڑھتا تھا اور براء بن مالک مردوں کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انجشہ کو ارشاد فرمایا کہ اونٹ ہانکنے میں نرمی کر کہ اسکے سوار شیشہ کے برتن ہیں۔ اور حدی خوانی اونٹوں کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کے زمانہ میں ہمیشہ رہی اور وہ اشعار ہی ہوتے ہیں کہ خوش آوازی اور موزون نغموں سے پڑھے جاتے ہیں اور صحابہ میں سے کسی سے اسکا انکار منقول نہیں ہوا بلکہ بعض اوقات اسکی التجا کیا کرتے تھے یا تو اونٹوں کی حرکت کے واسطے یا خود لذت حاصل کرنے کے لیے پس راگ اس جہت سے بھی حرام نہیں ہو سکتا کہ وہ کلام مفہوم ہو اور آواز خوش اور نغمہ موزون سے ادا کیا جاتا ہے۔ چوتھی بات راگ میں یہ ہے کہ دل کو حرکت دیتا ہے اور جو چیز اسپر غالب ہوتی ہے اسکو ابھارتا ہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ایک بھید ہے کہ موزون نغموں کو روحوں کے ساتھ مناسبت رکھی ہے یہاں تک کہ وہ ارواح میں عجیب تاثیر کرتے ہیں مثلاً بعض نغمات سے سرور ہوتا ہے اور بعض سے غم کسی سے نیند آتی ہے کسی سے ہنسی کسی میں یہ اثر ہے کہ اُس سے موزونیت کی حرکتیں ہاتھ اور پاؤں اور سر وغیرہ اعضا میں پیدا کر دیتا ہے اور یہ گمان کرنا نہ چاہیے کہ یہ بات شعر کے معانی سمجھنے سے ہوتی ہے بلکہ تاروں کے نغمات سے بھی یہی حال ہوتا ہے یہاں تک کہتے ہیں کہ جس شخص کو بہار اور اسکے شگوفے اور ستار اور اسکے نغمے حرکت نہ دیں تو وہ مزاج کا خراب ہے اسکی کوئی تدبیر نہیں اور معنی کے سمجھنے سے کیسے کہ سکتے ہیں کہ یہ امر تو شیر خوار بچوں میں بھی پایا جاتا ہے کہ جہاں آواز خوش سنی تو وہ رونا چھوڑ کر اسی آواز کو سنتا ہے اور اونٹ باوجود غبی ہونے کے حدی سے ایسا اثر پاتا ہے کہ بھاری بھار بوجھ اسکے سبب سے ہلکے جانتا ہے اور شدت نشاط میں بڑی مسافت کو تھوڑی سمجھتا ہے اور حدی کا نشہ اسکو ایسا چڑھتا ہے کہ بڑے بیابانوں میں جب بوجھ اور محمل سے تھکتا ہے تو جہاں آواز حدی کی سنی گردن بڑھاتا ہے اور کان آواز حدی کی طرف لگا کر چلتا ہے حتی کہ بوجھ اور محمل سب ہل جاکر ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات بوجھ کی زیادتی اور محنت چلنے سے ہلاک بھی ہو جاتا ہے مگر اسوقت حدی کے سرور میں اسکو کچھ معلوم نہیں ہوتا چنانچہ ابو بکر محمد بن داؤد دینوری جو رقی کے نام سے مشہور ہیں نقل کرتے ہیں کہ میں جنگل میں تھا کہ ایک قبیلہ عرب کا مجکو ملا آخر ان میں ایک شخص نے میری دعوت کی اور اپنے خیمہ میں لیگیا میں نے خیمہ میں گھسکر دیکھا کہ ایک غلام سیاہ مقید ہے اور چند اونٹ پیش دروازہ مرے پڑے ہیں اور ایک جو باقی ہے وہ بھی اتنا دبلا اور مریض ہے کہ مرنے کے قریب ہے اس غلام نے مجسے کہا کہ تم مہمان ہو اور تمہارا حق ہے تم میری سفارش میرے آقا سے کرو کہ وہ مہمانوں کی خاطر کرتا ہے تمہاری سفارش اتنی بات کے لیے رد نہ کریگا اور غالباً مجکو قید سے چھوڑ دیگا جب وہ شخص کھانا لایا میں نے کھانے سے انکار کیا اور کہا کہ جب تک تم اس غلام کے باب میں میری سفارش منظور نہ کروگے میں کھانا نہ کھاؤنگا اس شخص نے کہا کہ اس غلام نے تو مجکو محتاج کر دیا میرا سارا مال مار ڈالا میں نے پوچھا کہ اس نے کیا کیا اس نے کہا کہ میری گذران اونٹوں کے کرایہ پر تھی اسنے ان پر بوجھ بہت لادا اسکی آواز اچھی ہے جب اس نے حدی پڑھی تو تین دن کی راہ ایک دن میں طے کر گئے جب انکے بوجھ اتارے گئے تو سب مر گئے صرف ایک رہ گیا ہے کہ وہ بھی قریب المرگ ہے مگر تم میرے مہمان ہو تمہاری خاطر سے میں نے یہ غلام تمکو ہبہ کیا میں نے چاہا کہ اسکی آواز سنوں صبح کو اس شخص نے غلام سے کہا کہ حدی پڑھ اور وہ اسوقت ایک کنوئیں سے پانی کا اونٹ لیے آتا تھا جب اسنے اپنی آواز بلند کی تو وہ اونٹ ادھر ادھر دوڑنے لگا اور سب رسیاں توڑ ڈالیں اور میں بھی منہ کے بل گر پڑا مجکو گمان نہیں ہوتا کہ میں نے

اح بغوی نے معجم صحابہ میں بروایت نابغہ بسند ضعیف اور نام نابغہ کا قیس بن عبد اللہ ہے ۱۲ ع ح ترمذی نے بروایت جابر بن سمرہ اسکو نقل کیا ہے اور بروایت عائشہ مجکو نہیں ملی ۱۲ ع ح مسلم نے اسکو نقل کیا ہے ۱۲ ع ح انجشہ کا حدی پڑھنا بخاری و مسلم میں ہے اور براء کی حدیث ابو داؤد و نسائی نے نقل کی ہے ۱۲

اُس سے عمدہ آواز بھی سُنی ہو اس سے معلوم ہوا کہ راگ کی تاثیر دلون مین محسوس ہوتی ہو اور جس شخص کو راگ سے حرکت نہو تو وہ ناقص اور اعتدال سے ہٹا ہوا اور روحانیت سے دور اور اونٹون اور پرندون بلکہ تمام بہائم سے طبیعت مین کثیف تر ہو اسلیے کہ موزون نغمون سے سب کو اثر ہوتا ہو شیخ سعدی رح فرماتے ہین ؎ اشتر بشعر عرب در حالت ست و طرب ٭ گر ذوق نیست ترا کژ طبع جانوری ٭ اور اسی وجہ سے پرند حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز سُننے کو ہوا مین ٹھہر جاتے تھے اور جس صورت مین کہ راگ کو دل مین تاثیر کرنے کے لحاظ سے خیال کرین تو اُسپر مطلق اباحت یا مطلق حرمت کا حکم کرنا درست نہین بلکہ یہ امر احوال اور اشخاص کے اعتبار سے اور طریق نغمات کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہو اور اُسکا حکم وہی ہو جو دل کے اندر کی چیز کا حکم ہو ابو سلیمان رح نے فرمایا ہو کہ راگ دل مین وہ بات نہین پیدا کرتا جو اُسمین موجود نہو بلکہ جو بات دل کے اندر ہوتی ہو اُسکو حرکت دیدیتا ہو غرضکہ کلمات موزون اور مقفی کا لگانا چند موقعون پر خاص غرضون کے لیے دستور ہو جنسے دل مین اثر ہوا کرتا ہو اور وہ سات جگہ ہین۔ اول حاجیون کا گانا کہ وہ اول شہرون مین نقارہ اور شاہین بجاتے ہین اور راگ گاتے پھرا کرتے ہین اور یہ امر مباح ہو اسلیے کہ ان اشعار مین تعریف کعبہ اور مقام ابراہیم اور زمزم اور حطیم اور دوسرے مقامات متبرکہ کی اور جنگل وغیرہ کا ذکر ہوتا ہو اور اسکا اثر یہ ہوتا ہو کہ اگر شوق پہلے سے ہوتا ہو تو حج بیت اللہ کا اشتیاق دوبالا ہو جاتا ہو ورنہ شوق اُسوقت اُبھر کھڑا ہوتا ہو اور چونکہ حج کار ثواب ہو اور اُسکا شوق اچھا ہو تو شوق کا پیدا کرنا خواہ کسی چیز سے ہو اچھا ہی ہوگا اور جیسے وعظ کہنے والے کو جائز ہو کہ وعظ مین کلام منظوم اور مقفی پڑھکر اور خانہ کعبہ اور افعال حج اور اُسکا ثواب بیان کرکے لوگون کو حج کا اشتیاق بڑھادے تو دوسرے شخص کو بھی جائز ہوگا کہ نظم دلکش سے شوق عرب کا اُبھارے اسلیے کہ وزن وقافیہ جب کلام مین ہوتا ہو تو کلام کی تاثیر دل مین زیادہ ہوتی ہو اور جب اُسپر آواز خوش اور نغمۂ دلکش زیادہ ہو تو اور زیادہ اثر ہوتا ہو اور اگر نقارہ اور شاہین اور گت ہو تو تاثیر اُنکی ہوتی ہو اور یہ سب امور جائز ہین بشرطیکہ انمین مزمار اور تار کے باجے جو شراب خوارون کے شغل ہین داخل نہون ہان اگر اس راگ سے اُس شخص کا شوق دلانا منظور ہو جسکو حج کو جانا جائز نہین مثلاً ایک شخص فرض حج ادا کرچکا ہو اور اب اُسکے ماں باپ اُسکو جانے کی اجازت نہین دیتے تو اُسکے حق مین حج کو جانا حرام ہو اور راگ سے اُسکو شوق حج کا دلانا بھی حرام ہو اسلیے کہ حرام بات کا شوق دلانا بھی حرام ہو خواہ راگ سے ہو یا اور کسی چیز سے اسی طرح اگر راستہ مامون نہو اور اکثر تلف ہی ہوتے ہون تب بھی تحریک اور تشویق جائز نہین۔ دوم وہ اشعار جسکے غازی عادی ہین لوگون کو جہاد پر اُبھارنے کے لیے وہ بھی مباح ہین جیسے حاجیون کو مباح ہین مگر چاہیے کہ غازیون کے اشعار اور اُنکے گانے کے طریق اور ہون اور حاجیون کے جدا کیونکہ جہاد کا شوق بیان شجاعت اور کافرون پر غیظ وغضب کی تحریک اور نفس ومال کو جہاد کے سامنے حقیر جاننے سے اور بہادری کے اشعار سے ہوتا ہو جیسے متنبی نے اس مضمون کا ایک شعر کہا ہو ؎ مرے نہ تو جو تہ تیغ ہوکے عزت سے ٭ تو پھر مریگا کبھی خواری اور ذلت سے ٭ اور دوسرا شعر اسی مضمون کا اُسنے کہا ہو ؎ نامرد بزدلی کو سمجھتے ہین احتیاط ٭ یہ اصل مین ہو دھوکا ہی طبع لئیم کا ٭ اور کسی دوسرے کا شعر ہو ؎ اے برادر تو حدیث نبوی کو سن لے ٭ باغ فردوس ہو تلوارون کے سایہ کے تلے ٭ غرضکہ اشعار شجاعت کے طریق جداگانہ ہین اور تشویق کے جداگانہ اور شجاع بنانا امر مباح ہو جسوقت جہاد مباح ہو تو اور مستحب ہو اُسوقت کہ جہاد مستحب ہو مگر انھین لوگون کے حق مین جنکو جہاد مین جانا جائز ہو۔ سوم وہ اشعار جنکو بہادر مقابلہ کے وقت پڑھتے ہین اُنسے مقصود یہ ہوتا ہو کہ نفس شجاعت کرے اور مددگار دلیری پر اقدام کرین اور لڑنے مین اُنکو سرور وجوش کرے ان اشعار مین شجاعت اور فتح کی تعریف ہوتی ہو اور اگر الفاظ عمدہ اور آواز اچھی ہوتی ہو تو دل پر اثر بہت ہوتا ہو اور اُنکا پڑھنا بھی مباح لڑائی مین مباح اور مستحب مین مستحب ہوتا ہو اور مسلمانون سے جنگ کرنے مین ممنوع ہو اور اسی طرح ذمیون کے لڑنے اور دوسری لڑائیون مین کہ ممنوع ہون انکا پڑھنا ممنوع ہو کیونکہ ممنوع بات کا شوق دلانا بھی ممنوع ہو اور ان اشعار کا پڑھنا بہادران صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہو جیسے

حضرت امام الاشجعین علی بن ابی طالب اور حضرت سیف اللہ المسلول خالد بن ولید رضی اللہ عنہما وغیرہما ایسا کرتے تھے اور اسی بنا پر
ہم کہتے ہیں کہ غازیوں کے لشکر میں شاہین کا بجانا نہ چاہیے اسلیے کہ اسکی آواز نرم کنندہ اور رنج پیدا کرنے والی ہے عقدہ شجاعت اس سے
ڈھیلی ہو جاتی ہے اور نفس کی حمیت مبدل بسستی ہوتی ہے اور اہل وعیال اور وطن کا شوق پیدا ہوتا ہے اور جنگ میں کھنڈت پڑتی ہے
اسی طرح جتنی آوازیں اور نغمات کہ دل کو نرم کریں اور حزن میں مبتلا کریں وہ بہادری دلانے والے نغمات کے مخالف ہیں تو جو کوئی انکو
اس قصد سے پڑھے کہ دل متغیر ہو جاویں اور جنگ میں فتور پڑ جاوے تو وہ گنہگار نافرمان ہوگا ہاں اگر قتال ممنوع ہو اور اس سے دل
ہٹانے کی نیت سے کریگا تو مطیع ہوگا۔ چہارم نوحہ کی آوازیں اور نغمات ہیں اور انکی تاثیر یہ ہے کہ حزن کو ابھارتی ہیں اور رونا اور ہلتیشو
اور اس کرنا انکا اثر ہے اور حزن دو طرح کا ہے ایک اچھا اور ایک برا حزن مذموم تو وہ ہے جو فوت ہوئی چیزوں پر ہو کہ خداے تعالیٰ انپر غم
نہ کرنے کے لیے ارشاد فرماتا ہے چنانچہ فرمایا لکیلا تاسوا علی ما فاتکم۔ اور مُردوں پر غم کرنا بھی اسی میں داخل ہے کیونکہ گویا حکم الٰہی پر ناراض ہونا
اور ایسی چیز پر افسوس کرنا ہے جسکے لیے کچھ تدارک نہیں تو اسطرح کا حزن چونکہ مذموم ہے اسلیے نوحہ سے اسکو ابھارنا بھی برا ہے اور یہیں وجہ
نوحہ کرنے سے صریح نہی آگئی اور حزن محمود وہ ہے کہ آدمی امر دین میں اپنے قاصر ہونے اور اپنی خطاؤں کو یاد کرنے پر حزن کرے اور
اسکے لیے رونا اور رونی صورت بنانی اور غم کرنا اور غم کی صورت کرنی اچھی ہے اور اسی پر حضرت آدم علیہ السلام روتے تھے تو اس غم
کی تحریک اور تقویت اچھی ہے کیونکہ اس سے تدارک کی آمادگی ہوتی ہے اور اسی سبب سے حضرت داؤد علیہ السلام کا نوحہ کرنا اچھا تھا
کیونکہ دوام حزن اور کثرت گریہ خطاؤں اور گناہوں کے باعث سے تھی چنانچہ آپ خود غم کرتے اور دوسروں کو غمگین کرتے اور آپ روتے
اور دوسروں کو رُلاتے تھے کہ آپکے نوحہ کی مجلسوں میں سے جنازے اُٹھتے تھے اور یہ نوحہ الفاظ اور نغمہ سے کرتے تھے اور ایسا نوحہ
اچھا ہے کیونکہ جو اچھی بات کی طرف پہونچاے وہ اچھا ہے اور اس بنا پر اگر کوئی واعظ خوش آواز منبر پر لحن سے کچھ اشعار غم میں ڈالنے والے
اور دل نرم کرنے والے پڑھے یا روے اور رونی صورت اسلیے بناوے کہ دوسرے لوگ اپنی خطاؤں پر غم کریں تو اسکو یہ افعال حرام
نہونگے۔ پنجم خوشی کے اوقات میں سرور کی تاکید کے لیے گانا کہ یہ مباح بھی ہے بشرطیکہ وہ سرور مباح ہو جیسے ایام عید میں اور شادی کی
تقریبوں میں اور غائب شخص کے آنے میں اور ولیمہ اور عقیقہ اور لڑکا پیدا ہونے اور ختنہ اور حفظ قرآن مجید میں سرور کی جہت سے
گانا مباح ہے اور وجہ اس راگ کے جائز ہونے کی یہ ہے کہ الحان سے بعض ایسے ہیں کہ اُنسے خوشی اور سرور امنگ ابھرتی ہے تو جن موقعوں پہ
سرور جائز ہے اُنمیں سرور کا ابھارنا بھی درست ہے اور دلیل نقلی اسکے جواز کی یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو اپنے
قدوم میمنت لزوم سے رشک روضۂ رضوان فرمایا تو عورتیں چھتوں پر دف بجا کر گیت کی طرح یہ گاتی تھیں ع بدر طالع گشت برما از ثنایا ے
وداع ع شکر واجب ہست برما تا دعا داعی کند ؂ تو چونکہ یہ حضرت کی تشریف آوری کا سرور تھا اور وہ سرور عمدہ تھا تو اسکا ظاہر کرنا شعر ونغمات اور
اُچھلنے اور حرکات سے بھی اچھا تھا اور بعض اصحابؓ سے مروی ہے کہ انکو جب سرور ہوا ہے تو ایک ٹانگ پر خوشی کے مارے اچھلتے تھے چنانچہ انکا حال
احکام رقص میں آویگا اور یہ بات ہر آنے والے کے آنے میں جائز ہے جسکے آنے میں خوشی درست ہو اور اسباب سرور میں سے جونسا سبب
مباح ہو اسمیں بھی درست ہے اور اسپر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو صحیحین میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ میں نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ مجکو اپنی چادر سے چھپا دیتے اور میں حبشیوں کو دیکھا کرتی کہ مسجد میں کھیلا کرتے تھے یہاں تک کہ میں خود ہی
تھک جاتی۔ تو اب حضرت عائشہ رض کی نوعمری کے لحاظ سے کہ اس عمر میں عورتیں حریص کھیل کی ہوتی ہیں خیال کرلو کہ کتنی دیر کھڑی
ہوتی ہونگی کہ تھک جاتی تھیں۔ اور بخاری اور مسلم نے یہ حدیث عقیل کی زہری سے انھوں نے عروہ سے انھوں نے حضرت عائشہ رض سے
روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رض حضرت عائشہ رض کے پاس تشریف لے گئے اور اُنکے پاس دو لڑکیاں ایام منیٰ میں دف بجاتی تھیں

اور ناچتی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام بدن مبارک چادر سے چھپائے ہوئے تھے اُن لڑکیون کو حضرت صدیق اکبر نے جھڑکا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرۂ مبارک کھول کر فرمایا ای ابوبکر جانے دو اور کچھ مت کہو کہ یہ عید کے دن ہین۔ اور حضرت
عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مجھکو اپنی چادر مین چھپائے تھے اور مین حبشیون کا تماشا دیکھ رہی تھی
اور وہ مسجد مین کھیل رہے تھے پس حضرت عمرؓ نے اُنکو جھڑکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو فرمایا کہ ای بنی ارفدہ تم بیخوف رہو اور
عمرو بن حارث نے جو ابن شہاب سے حدیث کی روایت کی ہو اُسمین بھی اسی طرح ہو اور اسمین یہ ہو کہ دونون لڑکیان گاتی اور بجاتی تھین
اور حدیث ابوطاہر بن ابن وہب سے قول حضرت عائشہ رضہ کا یون ہو کہ بخدا مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھا ہو کہ میرے
حجرے کے دروازہ پر کھڑے ہوتے اور حبشی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین اپنے ہتھیارون کا تماشا کرتے اور آپ اپنی چادر سے مجھکو
چھپا دیتے کہ مین اُنکا تماشا دیکھون پھر میری خاطر کھڑے رہتے یہان تک کہ مین خود ہی ہٹ جاتی۔ اور حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہو کہ
کہ فرمایا کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گوڑیون سے کھیلا کرتی اور میری ساتھنین میرے پاس آیا کرتین اور وہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے حیا کرکے کوٹھری مین گھس جاتین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنکو میرے پاس بھیج دیتے تاکہ میرے ساتھ کھیلین۔ اور ایک
روایت مین ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز حضرت عائشہ رضہ سے پوچھا کہ یہ کیا ہین اُنھون نے عرض کیا کہ میری گڑیان ہین۔
آپ نے فرمایا کہ اُنکے بیچ مین جو نظر آتا ہو وہ کیا ہو اُنھون نے عرض کیا کہ گھوڑا ہو آپ نے فرمایا کہ اس گھوڑے کے ادھر ادھر کیا ہین آپ نے
عرض کیا کہ اُڑنے کے پر ہین آپ نے فرمایا کہ گھوڑے کے دو بازو ہین حضرت عائشہ رضہ نے عرض کیا کہ آپ نے نہین سنا کہ حضرت سلیمان کا
کے گھوڑون کے پر تھے حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکو سنکر اتنا ہنسے کہ آپ کی کچلیان ظاہر ہوگئین۔ اور ہمارے
نزدیک یہ حدیث لڑکیون کی عادت پر محمول ہو کہ تصویر مٹی یا کپڑے کی بدون پوری صورت کے بنا لیتی ہین چنانچہ بعض روایت مین آیا ہو
کہ اس گھوڑے کے دو پر کپڑے کے تھے اور حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہو کہ میرے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اُس وقت
کہ میرے پاس دو لڑکیان روز بعاث کا ذکر گا رہی تھین آپ بستر پر لیٹ رہے اور اپنا منھ پھیر لیا اتنے مین حضرت ابوبکر رضہ آ گئے اور مجھکو
جھڑکا کہ شیطان کا مزمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روا رکھتی ہو پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کی طرف متوجہ ہو کر
فرمایا کہ انکو کچھ مت کہو جب حضرت صدیق اُن لڑکیون سے غافل ہوئے تو مین نے اُنکو اشارہ کیا وہ باہر چلی گئین اور عید کا دن تھا کہ
اُس روز حبشی پھری گدکے سے کھیل رہے تھے مجھکو شک ہو کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی یا خود آپ نے
ارشاد فرمایا کہ تم دیکھنا چاہتی ہو مین نے عرض کیا کہ ہان آپ نے مجھکو اپنی پس پشت کھڑا کیا اور میرا رخسار آپ کے رخسار مبارک پر تھا اور آپ یہ
فرماتے تھے کہ تماشا کیے جاؤ یہان تک کہ جب مین تھک گئی تو آپ نے پوچھا کہ بس مین نے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ تو اب جاؤ
اور صحیح مسلم مین یون ہو کہ مین نے اپنا سر آپ کے شانۂ مبارک پر رکھکر اُنکا کھیل دیکھنا شروع کیا یہان تک کہ مین خود ہی ہٹ گئی۔ یہ سب
روایتین صحیحین مین ہین اور اُنسے صاف ظاہر ہو کہ راگ اور کھیل حرام نہین اور ان احادیث مین چند اقسام کی اجازت پائی جاتی ہو
اول کھیلنے کی رخصت اور ظاہر ہو کہ حبشیون کی عادت ہو کہ ناچتے اور کھیلتے ہین دوسرے اس تماشا کا مسجد مین ہونا تیسرے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا اُنکو یہ فرمانا کہ تماشا کیے جاؤ کہ اسمین اجازت کھیل کی اور اُسکی درخواست ہو تو اُسکو حرام کیسے کہہ سکتے ہین چوتھے حضرت
ابوبکر اور حضرت عمر رضہ کو انکار اور تغیر سے منع فرمانا اور اُسکی وجہ یہ بیان کرنی کہ عید کا روز ہو اور وہ سرور کا وقت ہو اور راگ باجا اسباب
سرور مین سے ہو پانچوین بہت دیر تک آپ کا کھڑے رہنا اُسکے دیکھنے اور سننے کو حضرت عائشہ رضہ کی خاطر داری کے لیے اور اسمین یہ بھی
پایا جاتا ہو کہ عورتون اور لڑکون کے دل خوش کرنے کے لیے خوش خلقی کرنی اور کھیل کو دیکھنا بہتر ہو اس سے کہ زہد کی راہ سے بدخلقی

اور کچھ ادائی اُنکے ساتھہ کی جاسکے اور نہ آپ دیکھیے نہ اُنکو دیکھنے دیتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتدا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ فرمانا کہ تم دیکھنا چاہتی ہو اور یہ فرمانا کچھ اہل خانہ کی موافقت کی مجبوری سے نہ تھا کہ خوف اُنکے غصہ اور وحشت کا تھا اسلیے کہ اگر بالفرض اول اُنکی درخواست ہوتی اور آپ نہ منظور فرماتے تو عجب نہ تھا کہ سبب وحشت ہوتا لیکن ابتدا سوال کرنے مین تو کوئی خدشہ نہ تھا پھر اُسکی کیا حاجت ہوئی ساتوین گانا اور دف بجانا دونون لڑکیون کا جائز ہوا باوجودیکہ مزمار شیطان سے اسکو تشبیہ دی گئی اور اس سے یہ بھی نکلا کہ حرام مزمار اور چیز ہی ہے آٹھوین یہ کہ دونون لڑکیون کی آواز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مین پڑتی تھی اور آپ لیٹے رہے اگر بالفرض کسی جگہ مین تارون کے باجے بجتے ہوتے تو آپ وہان کا بیٹھنا پھر کانون مین اُسکی آواز کا آنا ہرگز روا نہ رکھتے اس سے معلوم ہوا کہ عورتون کی آواز کی حرمت مزامیر کی آواز کی حرمت کی طرح نہین بلکہ عورتون کی آواز اُسی جگہ حرام ہوتی ہے جہان فتنہ کا خوف ہو غرضکہ یہ قیاسات اور تصدیق دلالت کرتے ہین کہ راگ اور ناچ اور دف بجانا اور سپر اور ہتھیارون سے کھیلنا اور حبشیون اور زنگیون کے ناچ کو دیکھنا اسباب و اوقات سرور مین مباح ہے بقیاس روز عید کہ وہ بھی سرور کا وقت ہے اور اسی کی مثل شادی اور ولیمہ اور عقیقہ اور ختنہ اور مسافر کے گھر آنے کا دن ہے اور تمام اسباب فرح یعنی جنمین شرعًا خوشی کرنا درست ہے انکا یہی حال ہے اور ازانجا کہ یارون کے ایک جگہ جمع ہونے اور ملاقات کرنے اور باہمکر کھانا کھانے اور گفتگو کرنے سے بھی خوشی کرنی جائز ہے تو یہ موقع بھی راگ سننے کا ہے ششم عاشقون کا راگ شوق کی تحریک اور عشق کے دوبالا ہونے اور نفس کی تسکین کے لیے تو اگر معشوق کے سامنے ہو تب تو غرض لذت کے زیادہ ہونے سے ہوتی ہے اور اگر اسکی جدائی مین ہو تو مقصود شوق کا اُبھارنا ہوتا ہے اور شوق ہرچند رنج ہے مگر اسوجہ سے کہ اسمین وصال کی توقع ملی ہے گونہ لذت بھی رہتا ہے کیونکہ توقع لذیذ ہوتی ہے اور یاس درد دہندہ ہوتی ہے اور لذت توقع اُسی قدر قوی ہوتی ہے جس قدر شوق قوی ہوتا ہے غرضکہ اس راگ مین عشق کا دوبالا کرنا اور شوق کو حرکت دینا اور توقع وصال کی لذت کا حاصل کرنا ہوتا ہے اور حسن محبوب کا بیان طول دیا جاتا ہے اور اسطرح کا راگ بھی حلال ہے بشرطیکہ معشوق اُن لوگون مین سے ہو جنکا وصال مباح ہو مثلاً کوئی شخص اپنی منکوحہ یا حرم پر عاشق ہو جائے تو اُسکے راگ پر کان لگاتا ہو تاکہ آنکھ کو اُسکے دیدار سے اور کان کو اُسکی آواز سے لذت ہو اور معانی لطیف وصال اور فراق کے دل سمجھتا جائے تو یہ لذت کے اسباب پیدا ہو جائینگے اور یہ اقسام لذت دنیا کی مباحات اور متاع سے تمتع لینے کی ہین اور متاع دنیا سب لہو ولعب ہے اور یہ امور بھی اُنہین سے ہین اور اسی طرح اگر اُسکے پاس سے لونڈی چھین جائے یا کسی اور سبب سے جدائی واقع ہو تو اُسکو جائز ہے کہ اپنے شوق کی تحریک راگ سے کرے اور سماع سے لذت رجاء وصال اُبھارے لیکن اگر اُسکو بیچ ڈالے یا زوجہ کو طلاق دیدے تو اس صورت مین تحریک شوق راگ سے اُسپر حرام ہے اسلیے کہ جس جگہ وصال اور دیدار رجاء نہین وہان تحریک شوق بھی ناجائز ہے اور جو شخص اپنے دل مین صورت کسی عورت یا لڑکے کی خیال کرے جسکی طرف دیکھنا اُسکو حلال نہین اور جو کچھ راگ سنے اُسکو اُسی صورت پر ڈھالتا جائے تو یہ حرام ہے کیونکہ اس سے فکر افعال ممنوعہ کا پیدا ہوتا ہے اور اکثر عشاق اور جوانان بیوقوف غلبہ شہوت مین اس خیال سے خالی نہین ہوتے کچھ کچھ دل مین رکھتے ہین اور یہ امر اُنکے حق مین ممنوع ہے اسوجہ سے کہ اُنمین آفت اور راگ مخفی ہے نہ اسوجہ سے کہ خود راگ مین کوئی بات ہو اور یہی وجہ جب کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ عشق کیا چیز ہے تو کہا کہ ایک دھوان ہے جو آدمی کے دماغ مین چڑھ جاتا ہے جماع سے جاتا رہتا ہے اور سماع سے بڑھتا ہے ہفتم اُن لوگون کا سماع جو اللہ تعالی کے عاشق اور اُسکے دیدار کے مشتاق ہون کہ جس چیز پر نظر کرین اُسمین اُسی نور پاک کو دیکھین اور جو آواز سنین اُسکو اُسی سے یا اُسکے باب مین جانین تو ایسے لوگون کے حق مین راگ اُنکے شوق کو اُبھارتا ہے اور عشق و محبت کو پختہ کرتا ہے اور یہ دل پر کام چقماق کا کرتا ہے اور اُسمین سے اُن مکاشفات اور لطائف کو ظاہر کرتا ہے کہ خارج از حیطۂ وصف ہین جو اُنکو چکھتا ہے وہی اُنکو پہچانتا ہے اور جسکی حس اُنکے چکھنے سے کند ہوتی ہے وہ اُنکو کیا جانے اور اُن حالات کا نام ارباب تصوف کے یہان وجد ہے وجد وجود سے ماخوذ ہے یعنی اپنے نفس مین وہ احوال موجود پائے جو راگ سے پیشتر نہین معلوم ہوتے تھے پھر اُن حالات کے سبب سے بعد کو اُنکے لواحق

دتوابع ایسے پیدا ہوتے ہین کہ دل کو اپنی آگ سے پھونک دیتے ہین اور اُسکو کدورات سے ایسا صاف کر دیتے ہین جیسے آگ مین سے تپا کر میل سونے چاندی وغیرہ کا دُور ہوجاتا ہی اور اس صفائی کے بعد مشاہدات اور مکاشفات ہوتے ہین جو علت غائی عاشقان خدا اور ثمرہ جمیع عبادات ہی تو ان چیزون کا ذریعہ بھی منجملہ عبادات ہوگا نہ معصیت یا مباح - اور دل کو راگ سے ان حالات کے حاصل ہونے کا سبب یہی ہی کہ نغمات موزون اور ارواح مین مناسبت ہونی خداے تعالی کا راز ہی ارواح کو اللہ تعالی نے نغمات کا مسخر بنایا ہی اور انکے اثر سے شوق اور خوشی اور غم اور انبساط اور انقباض ارواح مین پیدا ہوتے ہین اور آوازون سے ارواح کے متاثر ہونے کا سبب علوم مکاشفات کے دقائق مین سے ہی غبی آدمی سنگدل طبیعت کا منجمد راگ کی لذت سے محروم ہی اور سننے والے کو جو لذت معلوم ہوتی ہی اور وجد کی حالت مین اسکا حال دگرگون ہوتا ہی اور رنگ بدل جاتا ہی اُسکو دیکھکر تعجب کرتا ہی لیکن اسکا تعجب ایسا ہی جیسا چوپایہ لوزینہ کی لذت سے تعجب کرے یا نامرد لذت مباشرت سے اور لڑکا لذت ریاست اور اسباب جاہ کی وسعت سے اور جاہل آدمی لذت معرفت الٰہی اور اُسکے جلال وعظمت اور عجائب صنعت کے ادراک کی لذت سے تعجب کرے اور ان سب کا سبب ایک ہی ہی یعنی لذت ایک قسم کا ادراک ہی جو قوت مدرکہ کو چاہتا ہی تو جسکی قوت مدرکہ کامل نہوگی اُسکو لذت کیسے معلوم ہوگی مثلاً اگر کسی شخص مین قوت ذائقہ نہوگی وہ مزہ کیسے معلوم کریگا اور جو بہرا ہوگا اُسکو آوازون کی لذت کیسے معلوم ہوگی اور جسکے عقل نہوگی وہ عقلی چیزون کا کیسے ادراک کریگا اسی طرح کان مین آواز پہونچنے سے راگ کا حظ دل کے اندر کی حس باطنی سے معلوم ہوتا ہی تو جسکو وہ حس نہوگی اُسکو راگ کی لذت بھی نہوگی - اب شاید تم یہ کہو کہ خداے تعالی کے حق مین کیسے ہوسکتا ہی کہ راگ اسکا محرک ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ جو شخص اللہ تعالی کو پہچانتا ہی اُس سے بالضرور محبت کرتا ہی اور جسکی معرفت پختہ ہوجاتی ہی اُسکی محبت بھی پختہ ہوجاتی ہی اور محبت جب زیادہ پختہ ہوتی ہی تو اسکو عشق کہتے ہین کیونکہ عشق کے معنی فرط محبت موکدہ کے ہین اور اسی وجہ سے جب عرب کے لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ غار حرا مین عبادت الٰہی کے لیے تنہا رہتے ہین تو کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب پر عاشق ہوگئے ہین —

اور نیز جاننا چاہیے کہ جمال جس قوت مدرکہ سے معلوم ہوتا ہی اُسکے نزدیک محبوب ہوتا ہی اور یہ پرتو خالق جل شانہ کا ہی کہ وہ خود جمیل ہی اور جمال کو محبوب رکھتا ہی تو اگر جمال ظاہری ہوگا یعنی آدمی کا سڈول ہونا اور رنگ صاف ہونا وغیرہ تو یہ آنکھ کے حاسہ سے معلوم ہوتا ہی اور اگر جمال باطنی ہی یعنی جلال وعظمت اور علو رتبت اور صفات واخلاق کا اچھا ہونا اور جمیع خلق کے ساتھ ارادہ خیر کرنا اور ہمیشہ مخلوق پر خیرات کا جاری رکھنا وغیرہ تو یہ دل کے حاسہ سے معلوم ہوتا ہی اور لفظ جمال کبھی صفات باطنی کی خوبی کے لیے بھی بولتے ہین چنانچہ کہتے ہین کہ فلان شخص جمیل ہی حالانکہ اُسکی صورت مقصود نہین ہوتی بلکہ یہ غرض ہوتی ہی کہ جمیل الاخلاق اور محمود الصفات اور سیرت کا اچھا ہی یہان تک کہ بعض اوقات ایک کو دوسرے سے انھین صفات باطنی کی جہت سے محبت ہوتی ہی جیسے ظاہر کی خوبصورتی کی وجہ سے محبت ہوتی ہی اور یہی محبت کبھی بڑھکر عشق کہلانے لگتی ہی چنانچہ امام شافعی اور امام مالک اور امام اعظم رحمہم اللہ کی محبت مین بڑھے ہوے بہت لوگ ہین کہ اپنے جان ومال انکی طرفداری اور یاری مین صرف کر ڈالین اور غلو اور مبالغہ کسی عاشق مین بھی اتنا نہوگا جتنا اُنکو حاصل ہی تو بڑے تعجب کی بات ہی کہ ایسے لوگون پر عاشق ہونا جنکی صورت کبھی نہین دیکھی کہ خوبصورت تھے یا بدصورت اور اب وہ انتقال کر گئے صرف جمال باطنی اور خصائل حمیدہ اور علم دینی کی خیرات جاری دیکھنے سے تو سمجھ مین آوے اور ممکن ہو اور جس ذات پاک کا یہ حال ہو کہ دنیا مین جتنی خیرات اور جمال اور محبوب ہین وہ سب اُسکی خوبیون کا پرتو ہون اور اُسکے آثار کرم کی علامت اور دریاے جود کا قطرہ بلکہ تمام حسن وجمال جو عالم مین عقل سے خواہ حواس ظاہری آنکھ کان وغیرہ سے شروع پیدایش دنیا سے آخر تک اور ثریا سے لیکر اسفل السافلین تک معلوم ہوتا ہی وہ اُسکے خزائن قدرت کا ایک ذرہ اور اُسکے انوار حضرت کا ایک لمعہ ہی تو جس ذات پاک کا وصف یہ ہو ہمکو معلوم نہین کہ اُسکی محبت کیسے سمجھ مین نہین آتی اور جو لوگ اُسکے اوصاف کے عارف ہون اُنکے نزدیک یہ محبت کیسے نہین بڑھتی بلکہ محبت تو اتنی زیادہ ہوجاتی ہی

کہ اسکو عشق کہنا بھی خطا ہے یعنی لفظ عشق بھی اُس افراط کے مفہوم سے قاصر پڑتا ہے سبحان اللہ عجب ذات پاک ہے کہ شدت ظہور ہی اُسکے ظہور ہی کا حجاب ہے اور اُسکے نور کی چمک ہی آنکھون کا پردہ اگر نور کے ستر پردون مین وہ ذات مستتر نہوتی تو اُسکے چہرہ کے انوار اُسکے جمال پاک کو دیکھنے والون کی آنکھین پھونک دیتے اور اگر اُسکا ظہور سبب اُسکے مخفی ہونے کا نہوتا تو عقلین حیران اور دل پریشان اور قوتین ابتر اور اعضا منتشر ہو جاتے اور اگر بالفرض دل پتھر اور لوہے کے ہوتے تو اُسکے ادنیٰ انوار تجلی کے سامنے چکنا چور ہو جاتے کیونکہ نور آفتاب کے اہمیت کی تاب شپر مین کہان ہو سکتی ہے اور عنقریب اس اشارہ کی تحقیق باب محبت جلد چہارم مین مذکور ہوگی اور معلوم ہوگا کہ محبت غیر اللہ کی قصور اور جہالت ہے بلکہ معرفت کا حق سوا خدا سے تعالیٰ کے اور کسی کو نہین پہچانتا کیونکہ حقیقت مین سوا سے اللہ تعالیٰ کے اور اُسکے افعال کے اور کوئی چیز موجود نہین تو جو کوئی افعال کو اس نظر سے پہچانیگا کہ افعال ہین اسکی معرفت فاعل سے آگے نہ بڑھیگی اور دوسرے کی طرف نہ جائیگی مثلاً جو شخص امام شافعی رح اور اُنکے علم و تصنیف کو اس لحاظ سے پہچانیگا کہ یہ اُنکی تصنیف قطع نظر اس سے کہ وہ کاغذ مجلد اور سیاہی اور کلام منتظم اور زبان عربی ہے تو اُسکی معرفت امام شافعی رح سے دوسرے کی طرف نہ جائیگی اور نہ اُنکے غیر کی محبت دل مین آویگی اب دنیا کی موجودات کو جو نظر کیجیے تو کل موجودات اللہ تعالیٰ کی تصنیف اور اُسکا فعل ہین جو کوئی اُنکو اس اعتبار سے پہچانیگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے تو وہ اِن مصنوعات مین صانع ہی کی صفات دیکھیگا جیسے خوبی تصنیف سے مصنف کی فضیلت اور اُسکی قدر کی بزرگی معلوم ہوتی ہے اور اُسکی معرفت و محبت بھی خدا سے تعالیٰ ہی پر منحصر رہیگی دوسرے کی طرف تجاوز نہ کریگی اور اس عشق کی تعریف یہ ہے کہ شرکت کو قبول نہین کرتا اور اُسکے سوا جتنے عشق ہین وہ شرکت قبول کرتے ہیں کیونکہ خدا سے تعالیٰ کے سوا جو محبوب ہے اُسکا نظیر ممکن ہے خواہ وجود مین یا امکان مین مگر اس جمال کا ثانی نہ امکان مین ہوسکتا ہے نہ وجود مین اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی محبت کو عشق کہنا مجازی ہے حقیقی ہان جو شخص کہ کم عقل چوپایہ کے قریب ہوتے ہین وہ لفظ عشق سے طلب وصال ہی سمجھتے ہین جسکے معنی اجسام ظاہری کے ملنے اور شہوت جماع کے پورا کرنے کے ہین تو ان جیسے گدھون کے سامنے الفاظ عشق اور شوق اور وصال اور انس کے بولنے نہ چاہیین بلکہ اُنکے استعمال سے اجتناب چاہیے جیسے چوپایہ کے سامنے نرگس و ریحان نہین کرنے اور صرف گھاس اور بھوسا اور شاخون کے پتے رکھ دیتے ہین اسلیے کہ اللہ تعالیٰ کے حق مین اُن الفاظ کا بولنا جائز ہے جنسے سننے والے کو اُنہین باتون کا وہم نہو جنسے اللہ تعالیٰ کو منزہ کہنا واجب ہے اور وہم لوگون مین اُنکی سمجھ کے موافق مختلف ہوا کرتے تو ان جیسے الفاظ مین اس دقیقہ کو یاد رکھنا چاہیے ؎ باہیچ نفہم لاف معنی چہ زنی ۔ طفلانہ بطفل گفتگو باید کرد ۔ بلکہ عجب نہین کہ صفات الٰہی کے سنتے ہی دل پر وہ وجد غالب ہو جسکے سبب سے دل پھٹ جاے چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے ذکر فرمایا کہ بنی اسرائیل مین ایک لڑکا کسی پہاڑ پر تھا اُسنے اپنی مان سے پوچھا کہ آسمان کسنے پیدا کیا اُسنے کہا اللہ عزوجل نے اُسنے کہا کہ زمین کو کسنے پیدا کیا اُسنے کہا اللہ تعالیٰ نے پھر پوچھا کہ پہاڑون کو کسنے بنایا اُسکی مان نے کہا کہ اللہ جل شانہ نے اُسنے پوچھا کہ بادل کسنے پیدا کیا کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اُس لڑکے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے اور یہ کہکر اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا دیا اور پاش پاش ہوگیا ۔ اور اسکا سبب غالباً یہی معلوم ہے کہ جب اُسنے وہ باتین سُنین جو اللہ تعالیٰ کے جلال اور قدرت کامل کی دلیل ہون تو اُسکو طرب و وجد ہوا اور وجد کی حالت مین اپنے آپ کو گرا دیا اور کتابین آسمانی سب اسلیے اُتری ہین کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے لوگ طرب کرین بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین نے انجیل مین لکھا دیکھا ہے کہ ہمنے تمہارے سامنے گایا اگر تمنے طرب نہ کیا اور ہمنے تمہارے لیے مزمار بجایا مگر تم نہ ناچے یعنی ہمنے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا تمکو شوق دلایا مگر تم مشتاق نہوے ۔ یہ ہے جو ہمنے راگ کے اقسام اور اسباب اور مقتضاؤن کا ذکر کرنا چاہا تھا اور یہان تک یقیناً معلوم ہوگیا کہ بعض جگہ مین راگ مباح ہے اور بعض مین مستحب ہے ہم اُن عوارض کو لکھتے ہین جنسے راگ حرام ہو جاتا ہے اور وہ پانچ ہین ۔

تیسرا بیان اُن عوارض کے ذکر مین جنسے راگ حرام ہو جاتا ہے اور وہ پانچ عارض ہین اول یہ کہ گانے والی عورت ہو جسکی طرف دیکھنا

حلال نہو اور اسکے راگ سننے سے فتنہ کا خوف ہو اور اسی کے حکم مین لڑکا بے ریشا ہی جسکا گانا سننے سے فتنہ کا خوف ہو اور یہ حرام ہو اسوجہ سے کہ اسمین فتنہ کا خوف ہی اور یہ حرمت راگ کی وجہ سے نہین بلکہ اگر عورت ایسی ہو کہ باتین کرنے سے اسکی آواز کے باعث فتنہ کا خوف ہو تو اس سے کلام کرنا درست نہین اور نہ تلاوت مین اسکی آواز کا سننا جائز ہی اور یہی حال لڑکے کا ہی بشرطیکہ فتنہ کا خوف ہو اب اگر یہ کہو کہ تم اسکو حرام ہر حال مین کہتے ہو تاکہ یہ بات بالکلیہ جاتی رہی یا حرام اسی جگہ کہتے ہو جہان فتنہ کا خوف ہو اور جس شخص کے حق مین فتنہ کا خوف ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ فقہ کے رو سے یہ مسئلہ دو احتمال رکھتا ہی اور دو اصلون مین منطبق ہو سکتا ہی ایک اصل تو یہ ہی کہ اجنبی عورت سے خلوت کرنی اور اسکی صورت دیکھنی حرام ہی خواہ فتنہ کا خوف ہو یا نہو اسلیے کہ یہ امر فی الجملہ محل فتنہ ہی تو شریعت نے اس باب کو بند کرنے کے لیے حکم فرمایا اور صورتون کی طرف التفات نہین کیا اور دوسری اصل یہ ہی کہ لڑکون کی طرف دیکھنا مباح ہی بجز اس حال کے کہ فتنہ کا خوف ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ لڑکون کا حال عورتون کی طرح پر عام نہین بلکہ انکے باب مین خوف فتنہ کی پیروی کیجاتی ہی اور عورت کی آواز ان دونون اصلون پر منطبق ہو سکتی ہی تو اگر اسکو اسکے دیکھنے پر قیاس کرین تب تو اسکی آواز کا نہ سننا ہی چاہیے اور یہی قیاس قریب ہی مگر دیکھنے اور آواز سننے مین فرق بھی ہی اسلیے کہ شہوت اول ہی وہلہ مین دیکھنے کی مقتضی ہوتی ہی اور آواز سننے کی داعی نہین ہوتی علاوہ ازین دیکھنے سے شہوت چھڑنے کی زیادہ حرکت کرتی ہی بہ نسبت آواز سننے کے اور آواز عورت کی راگ کے سوا بہتر بھی نہین کیونکہ عورتین صحابہ کے وقت مین مردون سے باتین کیا کرتی تھین یعنی سلام اور استفتا اور سوال اور مشورہ وغیرہ کرتی تھین مگر راگ کو شہوت کی تحریک مین زیادہ اثر ہی تو آواز کا قیاس کرنا لڑکون کے دیکھنے پر بہتر ہی اسلیے کہ جیسا عورتون کو آواز مخفی رکھنے کا حکم نہین ویسا ہی مردون کو پردہ کرنے کا حکم نہین اس صورت مین خوف فتنہ پر حرمت منحصر ہونی چاہیے ہمارے نزدیک قرین قیاس یہی ہی اور حدیث دونون لڑکیون کی حضرت عائشہ رضہ کے گھر مین گانے کی اسی کی مؤید ہی کہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکی آواز سنتے رہے اور آواز سے احتراز نہ کیا کیونکہ فتنہ کا خوف آپ کو نہ تھا غرضکہ اسکا حال عورت اور مرد کے احوال کے لحاظ سے مختلف ہوگا جوان کا اور حکم ہوگا اور بوڑھے کا اور اور ان جیسی باتون مین حکم کا مختلف ہونا کچھ بعید نہین مثلاً ہم کہتے ہین کہ اگر روزہ دار بوڑھا ہو اور وہ اپنی بی بی کا بوسہ لیوے تو اسکو جائز ہی اور جوان کو بوسہ لینا درست نہین اسلیے کہ بوسہ مقتضی جماع کا ہوگا روزہ کی حالت مین اور وہ ممنوع ہی اور سماع بھی مقتضی دیکھنے اور قربت کا ہوتا ہی تو جس شخص کے حق مین ہو اسکو حرام ہوگا پس سماع بھی ہر شخص کے حق مین جدا حکم رکھتا ہی۔ دوم یہ کہ آلات سماع اچھے نہون مثلاً میخوارون اور مخنثون کے شعار ہون جیسے مزامیر اور دو رو اور تار کے باجے اور ان تینون کے سوا اور اپنی اصل پر یعنی اباحت پر ہین جیسے دف اگرچہ اسمین جھانجھ ہون اور نقارہ اور شاہین اور لکڑی پر گت لگانا اور دوسرے آلات مین۔ سوم یہ کہ نظم مین خرابی ہو یعنی شعر مین اگر فحش اور بیہودگی اور ہجو اور جو باتین کہ اللہ تعالی اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یا صحابہ رضہ پر جھوٹ ہون جیسے رفضی اصحاب رضہ کی شان مین بنالیتے ہین تو اسطرح کی باتون کا سننا گیت کی طرح اور بدون گیت کے حرام ہی اور سننے والا کہنے والے کا شریک ہی اسی طرح وہ اشعار جنمین کسی خاص عورت کا وصف ہو کیونکہ عورت کا ذکر مردون کے سامنے جائز نہین جس سے اسکے بدن یا اعضا کا حال معلوم ہو لیکن کافرون اور بدعتیون کی ہجو کرنی درست ہی چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کافرون سے ہجو کیا کرتے اور کفار کی ہجو بیان کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اسکے لیے اجازت دے دی تھی لیکن اشعار تشبیب کے یعنی ذکر خط و خال اور رخسار و قد وغیرہ عورتون کے اعضا جو شروع قصائد مین معمول ہی تو اسمین شامل ہی اور صحیح یہ ہی کہ اسکا نظم کرنا اور پڑھنا خواہ آواز سے ہو یا بدون آواز کے حرام نہین اور سننے والے کو چاہیے کہ ان اوصاف کو کسی معین عورت پر نہ ڈھالے اور اگر ڈھالے تو ایسی عورت پر ڈھالے جو اسکو حلال ہو مثلاً اپنی منکوحہ یا حرم پر اور اگر اجنبی عورت پر ڈھالیگا تو اس ڈھالنے اور اس باب مین فکر دوڑانے سے گناہگار ہوگا اور جس شخص کا حال یہ ہو کہ مضامین اشعار کو

اجنبی عورت پر ڈھالتا ہو تو اسکو سرے سے راگ نہ سننا چاہیے اسلیے کہ جس شخص پر عشق غالب ہوتا ہی وہ جو کچھ سنتا ہی اپنے معشوق پر ڈھال لیتا ہی خواہ لفظ مناسب ہو یا نہو کیونکہ کوئی لفظ ایسا نہیں جسکو استعارہ کے طور پر بہت سے معانی پر نہ ڈھال سکین مثلاً جسکے دل پر عشق الٰہی غالب ہوتا ہی وہ زلفون کی سیاہی سے کفر کی تاریکی خیال کرتا ہی اور سفیدی اور تازگی رخسار سے نور ایمان اور وصال کے ذکر سے دیدار الٰہی اور فراق کے مضمون سے اسکی جناب سے مردود ہونے کے زمرہ مین محجوب ہونا اور رقیب وصال کے مخل سے دنیا کے عوائق و آفات جو اللہ تعالی کے ساتھ انس دائمی مین خلل انداز ہین سمجھ لیتا ہی اور ان الفاظ کو معانی مذکورہ پر ڈھال لینے مین اسکو کچھ تامل اور فکر و مہلت کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ جو باتین اسکے دل پر غالب ہین وہ لفظون کے ساتھ ہی جھٹ پٹ سمجھ مین آتی ہین چنانچہ کسی بزرگ کا ذکر ہی کہ بازار مین گزرے اور کسی کو کہتے سنا کہ خیار ہیپے کے دس ہین انکو اسی وقت وجد آگیا کسی نے جو حال پوچھا تو کہا کہ جب خیار پیپے کے دس ہین تو اشرار کی کیا قیمت ہوگی یعنی خیار جو ہینی کھیرا کے تھا اسکو فوراً جمع خیر بمعنی بہتر سمجھ لیا اور ایک اور شخص کا گزر بازار مین ہوا اور کسی کو کہتے سنا سعتر بری تو انکو وجد آگیا لوگون نے پوچھا کہ آپکا وجد کس وجہ سے تھا کہا کہ مین نے سنا کہ گو یا وہ یہ کہتا ہی اسع تری یعنی تو کوشش کر میرا سلوک دیکھیگا حتی کہ فارسی والون پر کبھی وجد آجاتا ہی عرب کے اشعار سے اسلیے کہ عربی کے بعض کلمات فارسی الفاظ کے ہموزن ہوتے ہین اسلیے انسے اور معنی سمجھ لیتے ہین مثلاً کسی نے یہ مصرع پڑھا ع وما زارنی فی اللیل الا خیالہ۔ اسپر ایک فارسی نے وجد کیا اس سے لوگون نے وجد کا سبب پوچھا اسنے کہا کہ یہ کہتا ہی کہ ما زاریم یعنی لفظ زار فارسی مین نحیف اور قریب المرگ کو کہتے ہین اور ما فیہ کو فارسی کی ضمیر جمع متکلم سمجھکر یہ خیال کیا کہ یہ شخص یون کہتا ہی کہ ہم سب آمادۂ ہلاک ہین اور اسوقت اسکے دل مین اندیشہ آخرت کی ہلاکی کا ہوا جو باعث وجد ہوا اور جو شخص آتش محبت الٰہی مین جل رہا ہی اسکا وجد اسکی سمجھ کے موافق ہی اور اسکی سمجھ اسکے خیال کے موافق اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ اسکا تخیل شاعر کی مراد کے موافق پڑے یا شعر کی زبان سمجھے تو اسطرح کا وجد حق اور درست ہی اور جو کوئی آخرت کے ہلاک ہونے کا خطرہ معلوم کرے تو اسپر جو کچھ کیفیت نہو جائے وہ تھوڑی ہی عقل کا مختل اور اعضا کا مضطرب ہو جانا کیا بڑی بات ہی غرضکہ حقانی وجد والون کے لیے الفاظ تشبیب کے بدلنے مین کچھ بڑا فائدہ نہیں وہ تو جونسا لفظ جس زبان کا سنینگے اس سے اپنا ہی مطلب نکال لینگے چنانچہ حضرت شیخ سعدی فرماتے ہین شعر جو شوریدگان می پرستی کنند۔ برآواز دولاب مستی کنند۔ بلکہ جس شخص پر مخلوق کا عشق غالب ہو اسکو چاہیے کہ کسی لفظ سے راگ نہ سنے اور اس سے محترز رہے — چہارم یہ کہ سننے والے مین خرابی ہو یعنی شہوت غالب ہو اور عین بہار جوانی مین ہو اور یہ صفت اور صفات کی نسبت اسپر غالب ہو تو اسکو راگ سننا حرام ہی خواہ اسکے دل پر کسی معین شخص کی محبت غالب ہو یا نہیں کیونکہ وہ کسی حال مین ہوا کرے مگر جب وصف زلف و رخسار اور فراق اور وصال کا سنیگا تو اسکی شہوت جنبش کریگی اور ان الفاظ کو کسی معین صورت پر ڈھالیگا جسکو شیطان اسکے دل مین پھونک دیگا اس صورت مین شہوت کی آگ بھڑک اٹھیگی اور شر کے اسباب تیز ہو جائینگے اور اسی کا نام شیطان کے لشکر کو مدد دینا اور عقل کو جو لشکر الٰہی ہی اور شیطان سے بچاتی ہی شکست دینا ہی اور دل کے اندر شیطان کے لشکر یعنی شہوات اور اللہ تعالی کے لشکر یعنی نور عقل مین ہمیشہ لڑائی رہا کرتی ہی بجز اس دل کے جسمین ایک لشکر کی فتح ہو گئی ہو اور دوسرا بالکل مغلوب ہو گیا ہو کہ اسمین جنگ موقوف ہو جاتی ہی اور اب تو اکثر دل ایسے ہی ہین جنکو لشکر شیطان نے جیت لیا ہی اور انپر وہی غالب ہو رہا ہی تو اس صورت مین ضرور ہوا کہ از سر نو سامان جنگ مہیا کیا جائے تاکہ لشکر شیطان کا دل مین سے پاؤن اکھڑے نہ یہ کہ شیطان کے ہتھیار بہت کر دیے جاوین اور اسکی تلوارون پر باڑھ رکھی جاوے اور بھالین نکیلی کر دی جاوین اور اس قسم کے لوگون کے حق مین راگ ایسا ہی ہی کہ شیطانی لشکر کے ہتھیار تیز کر دینا ہی تو ایسے آدمی کو سماع کی مجلس سے نکل جانا چاہیے ورنہ اسکو سماع سے ضرر کثیر ہوگا پنجم یہ کہ سننے والا عام لوگون مین سے ہو اور اسپر نہ محبت خدا تعالی کی غالب ہی کہ سماع اسکو اچھا معلوم ہو اور نہ شہوت ہی غالب ہی کہ اسکے حق مین راگ ممنوع ہو تو ایسے شخص کے حق مین سماع ایسا ہوتا ہی جیسے اور لذتین مباح ہین لیکن اگر عامی شخص راگ کو

اپنی عادت بنا لیگا اور اپنے اکثر اوقات اُسی مین صرف کریگا تو بھی احمق ہی جسکی گواہی مقبول نہوگی اسلیے کہ کھیل پر مواظبت کرنی گناہ ہی اور جیسے کہ
گناہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے کبیرہ ہو جاتا ہی اسی طرح مباح پر اصرار کرنے سے گناہ ہو جاتا ہی مثلاً زنگیون اور حبشیون کے پیچھے پڑا رہنا اور انکے
کھیل تماشے مدام دیکھنے ممنوع ہین اگرچہ اصل اُنکی ممنوع نہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو کیا ہی اور قبیل سے شطرنج کھیلنا کہ یہ بھی مباح ہی
لیکن ہمیشہ کھیلنا سخت مکروہ ہی اور جس صورت مین کہ اُس سے کھیل اور لذت مقصود ہو تو مباح اسی وجہ سے ہوتی ہی کہ دل کو آرام دیتا ہی
اور بعض اوقات دل کو راحت پہونچاتا ہی اُسکا علاج ہوتا ہی تاکہ تھوڑا سا سستا کر باقی اوقات دنیا کے کامون مین جہد و جہد کرے مثل
کاروبار تجارت کے یا دینی کامون مین مشغول ہو مثل نماز و تلاوت کے اور بہت سی محنت مین تھوڑا سا کھیل ایسا سمجھنا چاہیے جیسے رخسار پر
تل ہوتا ہی کہ ہر چند کالا ہوتا ہی مگر اچھا معلوم ہوتا ہی اور اگر بالکل رخسار پر بہت سے تل ہو جاتے ہین کہ تل رکھنے کی جگہ نرہے تو ظاہر ہی کہ رخسار نہایت
بدصورت ہو جائیگا اور جو چیز حسن کی تھی وہی کثرت کے سبب قباحت کی ہو جائیگی تو یہ بات نہین کہ جو چیز اچھی ہو وہ بہت ہو کر بھی اچھی ہوا کرے
یا جو چیز مباح ہی وہ کثیر بھی مباح ہی رہے بلکہ اکثر یہی ہی کہ کثرت کے باعث کراہیت اور حرمت کو پہونچ جاتی ہی مثلاً روٹی مباح ہی اور کثرت سے
کھانا حرام ہی تو سماع بھی اور مباحون کی طرح ہی کہ کبھی کا مضائقہ نہین اور روزمرہ کا معمول ڈالنا مکروہ اور ممنوع ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ تمہاری تقریر
سے پایا جاتا ہی کہ سماع بعض احوال مین مباح ہی اور بعض مین مباح نہین تو تمنے اول اسکو مباح مطلق کیون کہدیا تم تو خود قائل ہو کہ جس امر مین
تفصیل ہو اُسکے باب مین مطلق ہان یا نہین کہدینا خلاف اور غلط ہی پھر تمنے بدون تفصیل مطلق کیسے کہا تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اطلاق حکم
اُس تفصیل مین ممنوع ہی جو خود اُس شے مین بدون لحاظ دوسری چیز کے پائی جاوے اور جو تفصیل کہ عوارض کے سبب سے پیدا ہو تو اُسمین مطلق
بیان کر دینا ممنوع نہین دیکھو جیسے اگر کوئی سوال کرے کہ شہد حلال ہی یا نہین تو ہم مطلق یہ کہین گے کہ حلال ہی باوجودیکہ وہ ایسے گرم مزاج والے پر
حرام ہی جسکو اُس سے ضرر ہوتا ہی اور اگر کوئی ہم سے شراب کا حال پوچھے تو ہم یہی کہینگے کہ حرام ہی حالانکہ وہ اُس شخص کے حق مین حلال ہی جسکے
گلے مین لقمہ اٹک جائے اور دوسری چیز اُسکے نیچے اُتارنے کی نہ پائے لیکن اس لحاظ سے کہ وہ شراب ہی بلاشبہ حرام ہی صرف حاجت کی
وجہ سے حلال ہو گئی اور شہد اس اعتبار سے کہ شہد ہی حلال ہی حرام صرف ضرر کے عارض ہونے سے ہو جاتا ہی اور جو بات کہ عارض کی
وجہ سے ہوتی ہی اُسکا کچھ اعتبار نہین جیسے بیع حلال ہی لیکن اگر جمعہ کی اذان کے وقت پڑے تو حرام ہو جاتی اسی طرح اور عوارض سے حرمت
ہو سکتی ہی مگر اُنپر التفات نہین کیا جاتا پس سماع کو بھی ایسا ہی جاننا چاہیے کہ اگر بدون لحاظ عوارض کے دیکھو تو اس لحاظ سے کہ وہ سننا عمدہ
آواز مفہوم المعنی اور موزون کا ہی مباح ہی اور اُسکی حرمت صرف کسی امر خارجی سے ہو جاتی ہی جو اُسکی حقیقت ذاتی مین داخل نہین ہوتی
پس جب کہ دلیل اباحت کا حال خوب واضح ہو گیا تو اب ہمکو اُس شخص کی پروا نہین جو بعد دلیل ظاہر ہونے کے اُسکے خلاف کہے
اور امام شافعی رح کا تو مذہب ہی نہین کہ راگ کو حرام کہین اور اُنھون نے یہ تصریح کی ہی کہ جو کوئی اُسکو اپنا پیشہ مقرر کر لے اُسکی گواہی درست
نہین اور اُسکی وجہ یہ ہی کہ وہ اُس قسم کا مکروہ ہی جو باطل کا مشابہ ہی اور جو ایسے امر کو اپنا پیشہ بنائیگا تو سفاہت اور بے مروتی کی طرف
منسوب ہوگا گو سماع حرام ظاہر حرمت والا نہین اور اگر اپنے آپ کو راگ والا نہ کہلائیگا اور نہ اس وجہ سے کوئی اُسکے پاس آوے اور نہ وہ
اُسکی خاطر دوسرے کے یہان جائے بلکہ یون مشہور ہو کہ کبھی کبھی کچھ گا کر دل خوش کر لیتا ہی تو یہ امر مروت کو ساقط نہین کرتا اور نہ گواہی باطل ہی
اور استدلال امام شافعی کا وہی حدیث دونون لڑکیون کی ہی جو اوپر گذری۔ اور یونس بن عبد الاعلی کہتے ہین کہ مین نے امام شافعی رح سے
پوچھا کہ اہل مدینہ راگ کو مباح کہتے ہین اسکا حال فرمایئے آپ نے فرمایا کہ علماء حجاز مین سے مین کسی کو نہین جانتا جسنے راگ کو مکروہ کہا ہو بجز اس
راگ کے جو اوصاف کے باب مین ہو اور حدی اور منزلون اور اُنکے آثار کا گانا شعرون کے نغمات کی طرح اُسکے مباح ہونے مین کچھ تردد نہین
اور یہ جو فرمایا کہ راگ وہ کھیل ہی جو باطل کے مشابہ ہی تو کھیل فرمانا درست ہی مگر کھیل اس نظر سے کہ کھیل ہی حرام نہین چنانچہ حبشیون کا کھیلنا

اور ناچنا بھی ایک کھیل ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو دیکھا اور برا نہین جانا بلکہ کھیل کے اگر یہ معنی لو کہ ایسا کام کرنا جسمین کچھ فائدہ نہین تو اُسپر خدا تعالی بھی مواخذہ نہ فرمائیگا مثلاً کوئی آدمی اپنا وظیفہ کرے کہ تمام دن مین سو بار اپنا ہاتھ سر پر رکھ لیا کرے تو یہ حرکت لغو بیفائدہ ہی مگر اُسپر مواخذہ نہین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم - تو جب خدا کا نام بطور قسم لینے کے بدون اُس شی پر عزم کرنے کے مواخذہ نہین تو شعر اور ناچ پر کیسے مواخذہ ہوگا - اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ باطل کے مشابہ ہی اِس سے بھی حرمت نہین سمجھی جاتی بلکہ باطل ہی فرما دیتے تو حرمت نہ پائی جاتی اسلیے کہ باطل اُسکو کہتے ہین جسمین فائدہ نہو تو فقط اتنا ثابت ہوگا کہ اسمین کوئی فائدہ نہین مثلاً اگر کوئی شخص اپنی بی بی کو کہے کہ مین نے اپنے آپکو تیرے ہاتھ بیچ دیا اور وہ جواب دے کہ مین نے خرید لیا تو یہ معاملہ باطل ہی بشرطیکہ مقصود دل لگی اور ٹھٹھا ہو حالانکہ ایسا کرنا حرام نہین ہان اگر اِس معاملہ سے اُسکے حقیقی معنی مراد لیگا اور اپنے آپکو مملوک ٹھہرائیگا تو حرام ہوگا کہ شرع نے اُسکو منع فرمایا ہی - اور یہ جو فرمایا ہی کہ مکروہ ہو تو اُسکی کراہت انھین چند جگہون مین ہی جنکو ہمنے مذکور کیا ہی یا کراہت تنزیہی مراد ہی جیسے آپ نے شطرنج کھیلنے کی تصریح کی ہی اور یہ بھی ذکر کیا کہ مین ہر ایک کھیل مکروہ جانتا ہون اور آپ کا علت بیان کرنا بھی اِسی بات پر دلالت کرتا ہی کہ کراہت تنزیہی ہی یعنی آپ نے وجہ کراہت یہ فرمائی ہی کہ یہ امر دینداروں اور اہل مروت کی عادت نہین - اور راگ پر مواظبت کرنے سے جو آپ نے گواہی نامنظور کرنے کو ارشاد فرمایا ہی تو اِس سے بھی حرمت نہین پائی جاتی کیونکہ شہادت تو بازارمین کھانے سے بھی نہین مقبول ہوتی حالانکہ اُس سے مروت قطع نہین ہوتی بلکہ نورہ بافی ایک امر مباح ہی مگر اہل مروت کا پیشہ نہین اِسی طرح شہادت کبھی خسیس پیشہ کرنے سے بھی نامنظور ہوتی ہی غرضکہ بیان علت سے یہی معلوم ہوتا ہی کہ آپ نے کراہت سے کراہت تنزیہی مراد لی ہی اور گمان غالب یہ ہی کہ اور اماموں نے بھی مکروہ تنزیہی ہی مراد لیا ہو اور اگر حرمت مراد لی ہو تو ہمنے جو کچھ لکھا ہی یہی اُنکا جواب ہی -

چوتھا بیان اُن لوگون کی دلیلون کے ذکر مین جو راگ کی حرمت کے قائل ہین اور اُنکے جواب ہین - اول حجت یہ ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی ومن الناس من یشتری لہو الحدیث حضرت ابن مسعود اور حسن بصری اور نخعی رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ لہو الحدیث راگ ہی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے حرام کیا گانے والی لونڈی کو اور اُسکی فروخت کو اور اُسکے دام کو اور اُسکی تعلیم کو تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اِس حدیث مین گانیوالی لونڈی سے وہ لونڈی مقصود ہی جو شراب کی مجلس مین مردون کے سامنے گا دے اور یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ اجنبی عورت کا گانا فاسقون کے اور ایسے لوگون کے سامنے جنسے فتنہ کا خوف ہو حرام ہی اور عرب والے گانیوالی لونڈی سے ممنوع ہی گانا گوانے تھے اور اگر صرف مالک اپنے سامنے گوانے کو لیتا تو اِس حدیث سے اُسکی حرمت نہین سمجھی جاتی بلکہ غیر مالک کو بھی اُسکا راگ سُننا درست ہی بشرطیکہ فتنہ نہو اور اُسکی دلیل وہی حدیث دونون لڑکیون کی ہی جو حضرت عائشہ رضہ کے مکان مین گاتی تھین اور آیت مین جو لہو الحدیث خریدنا مذکور ہی اُسکے آگے یہ بھی ہی کہ اِس بہت سے کہ اسسے اللہ تعالی کی راہ سے گمراہ کرے تو وہ واقع مین حرام اور برا ہی اور اسمین گفتگو بھی نہین مگر ہر ایک غنا ایسا نہین کہ دین کے عوض خریدا جائے اور اللہ تعالی کی راہ سے گمراہ کرنے کے لیے ادا ہو مقصود آیت شریف مین حرمت ایسے ہی راگ کی ہی بلکہ راگ پر کیا موقوف ہی اگر بالفرض قرآن کو اِس نیت سے پڑھے کہ لوگ گمراہ ہون تو اُسکا پڑھنا بھی حرام ہوگا چنانچہ کسی منافق کا ذکر ہی کہ وہ لوگون کی امامت کیا کرتا اور سورہ عبس کے سوا دوسرا نہ پڑھتا اِس لحاظ سے کہ اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب ہی حضرت عمر رضہ نے اُسکے اِس فعل کو حرام جانا اور اُسکے قتل کا ارادہ کیا اِس نظر سے کہ اُسکا منشا گمراہ کرنے کا تھا تو اگر شعر اور راگ سے غرض گمراہ کرنا ہو تو بطریق اولی حرام ہی - دوم حجت یہ ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی افمن ہذا الحدیث تعجبون وتضحکون ولا تبکون وانتم سامدون حضرت ابن عباس رضا فرماتے ہین کہ زبان حمیر مین سمود راگ کو کہتے ہین جس سے سامدون نکلا ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اگر آیت مین مذکور ہونے کی وجہ سے حرمت ہی تو چاہیے کہ ہنسنا اور نہ رونا بھی حرام ہو کہ یہ دونون بھی آیت مین مذکور ہین اور اگر یہ کہو کہ ہنسی سے ہنسی مخصوص مراد ہی یعنی مسلمانون پر بوجہ مسلمان ہونے کے

ہنسانا تو ہم بھی کہتے ہین کہ راگ سے اشعار اور راگ مخصوص مراد ہی جو مسلمانون کے قسم کے باب مین ہو جیسا اللہ تعالی فرماتا ہو والشعراء یتبعہم الغاوون
کہ اسمین شعراء کفار سے غرض ہو یہ نہین پایا جاتا کہ شعر کا نظم کرنا فی نفسہ حرام ہو سوم حجت یہ ہو کہ حضرت جابر رض سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے شیطان نے نوحہ کیا اور نا سنے ہی اول راگ گایا اس حدیث مین راگ اور نوحہ کو اکٹھا کر دیا تو اسکا جواب یہ ہو
کہ کچھ حرج نہین آخر نوحہ مین سے حضرت داؤد علیہ السلام کا نوحہ اور گناہگارون کا نوحہ اپنی خطاؤن پر مستثنی ہو اسی طرح راگ مین سے وہ راگ
مستثنی ہوگا جس سے سرور اور حزن اور شوق کی تحریک مباح چیزون کی طرف مراد ہو جیسے عید کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مین
دونون لڑکیون کا گانا اور جس روز آپ مدینہ منورہ مین رونق افروز ہوئے عورتون کا اس مضمون کا گانا مستثنی ہو طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع چہارم حجت یہ ہو کہ حضرت ابو امامہ رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جب کوئی شخص اپنی آواز راگ مین بلند کرتا ہی تو اللہ تعالی دو فرشتے اسکے دونون مونڈھون پر بھیجتا ہی کہ وہ دونون اپنی ایڑیان اسکے سینہ پر
مارتے رہتے ہین جب تک کہ چپکا ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ یہ حدیث راگ کے بعض قسم پر محمول ہو یعنی جس راگ سے شیطان کی مراد کو حرکت ہو
یعنی شہوت اور مخلوق کا عشق ابھرے لیکن جس راگ سے شوق الی اللہ یا عید کی خوشی یا لڑکا ہونے کی مسرت یا کسی غائب کے آنے کی فرحت
پائی جاوے تو یہ سب امور شیطان کی مراد کے مخالف ہین اور انکی دلیل قصہ ان دونون لڑکیون اور حبشیون کا اور وہ اخبار ہین جو ہم صحاح سے
نقل کر چکے اسلیے کہ جائز ہونا ایک ہی جگہ مین اباحت کی تصریح کر دیتا ہی اور منع ہزار جگہ مین بھی تاویل کا محتمل ہو اور تنزیہ کا بھی احتمال رکھتا ہو مگر
فعل مین کچھ تاویل نہین ہو اسلیے کہ جسکا کرنا حرام ہو وہ صرف زبردستی کے عارض ہونے سے حلال ہوتا ہو اور جسکا کرنا مباح ہو وہ بہت سے
عوارض سے حرام ہو جاتا ہو یہان تک کہ نیتون اور قصدون کی بابت سے بھی پنجم حجت یہ ہو کہ عقبہ بن عامر رض نے روایت کیا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنی چیزین کہ آدمی اُنسے کھیلتا ہو باطل ہین مگر اپنے گھوڑے کو پھیرنا اور تیر پھینکنا اور اپنی بی بی سے چہل کرنی تو اسکا جواب یہ ہو
کہ باطل فرمانے سے حرمت نہین پائی جاتی بلکہ بے فائدہ ہونے پر دلالت کرتا ہو اور اگر تسلیم بھی کیا جاوے تو حبشیون کی طرف دیکھنے کا کھیل ان
تینون مین داخل رہیگا اور حرام نہوگا اور محصور مین غیر محصور کو قیاس کی وجہ سے ملا لیا جائیگا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد لا یحل
دم امرء مسلم الا باحدی ثلث کہ اسمین چوتھا اور پانچوان ملا لیا جاتا ہو تو ایسا ہی بی بی سے چہل کرنا ہو کہ اُس سے بجز لذت کے اور کچھ فائدہ نہین
علاوہ ازین باغون کی سیر اور پرندون کی آوازون کا سننا اور دوسرے ہنسی کھٹھے جنسے آدمی کھیلتا ہو اُنمین سے کوئی حرام نہین اگرچہ انکو باطل
کہہ سکتے ہین ششم یہ حجت ہو کہ حضرت عثمان غنی رض فرماتے ہین کہ جب سے مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہو نہ کبھی گیت گایا
نہ جھوٹ بولا اور نہ اپنے دہنے ہاتھ سے آلہ تناسل کو چھوا تو اسکا جواب یہ ہو کہ اگر یہ قول دلیل حرمت ہو تو چاہیے کہ داہنے ہاتھ سے آلہ تناسل کا
چھونا بھی حرام ہو سو اسکے یہ کہان سے ثابت ہوا کہ حضرت عثمان رض جس چیز کو ترک کرتے تھے وہ حرام ہی ہوتی تھی ہفتم حجت یہ ہو کہ حضرت
ابن مسعود رض نے فرمایا ہو کہ راگ دل مین نفاق کو اگاتا ہو اور بعضون نے اتنا اور زیادہ کیا ہو کہ جیسے پانی ترکاری کو اگاتا ہو اور بعض لوگون نے
اس قول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کیا ہو حالانکہ مرفوع صحیح نہین اور یہ بھی کہتے ہین کہ کچھ لوگ حضرت ابن عمر رض کے سامنے احرام
باندھے ہوئے گذرے اور انمین ایک شخص راگ گاتا تھا آپ نے فرمایا دو بار کہ خدا تعالی تمہاری دعا نہ سنے اور نافع سے مروی ہو کہ مین حضرت
ابن عمر رض کے ساتھ ایک رستہ مین تھا آپ نے ایک چرواہے کی بانسری سنی اور دونون انگلیان دونون کانون مین دے لین اور اُس راہ
دوسری طرف ہو لیے اور مجھ سے پوچھتے جاتے تھے کہ نافع وہ آواز تو سنتا ہی کہ نہین یہان تک کہ جب مین نے کہا کہ اب آواز نہین آتی تو آپ نے
انگلیان کانون مین سے نکال لین اور فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ایسا ہی کیا تھا اور فضیل بن عیاض رح نے
فرمایا کہ راگ زنا کا منتر ہو اور بعض اکابر نے فرمایا ہو کہ راگ بدکاری کا ایلچی ہو اور یزید بن ولید رض نے فرمایا کہ راگ سے کنارہ کرو کہ وہ شہوت

بڑھاتا ہے اور مروت کو ڈھاتا ہے اور شراب کا قائم مقام ہے اور نشہ کا سا اثر کرتا ہے اگر تم خواہ مخواہ سنو ہی تو راگ عورتون کا مت سنو کہ وہ زنا کا مقتضی ہے
تو ان سب اقوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کا قول کہ وہ نفاق اُگاتا ہے اُس سے یہ غرض ہے کہ گانے والے کے حق مین یہ تاثیر
کرتا ہے کیونکہ اُسکی غرض یہی ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو دوسرے پر پیش کرے اور اپنی آواز اُسکو سُنا دے اور لوگون سے میل اسلیے کرتا ہے کہ اُسکے
راگ پر راغب ہون اور ریجھین اور یہ نفاق کی بات ہے مگر اس سے حرمت نہین ثابت ہوتی کیونکہ نفاق اور زیبا عمدہ پوشاک پہننے اور
خوب بچھے گھوڑے پر سوار ہونے اور اقسام آرایش اور کھیتی او ساز و سامان وغیرہ سے باہم فخر کرنے سے بھی دل مین پیدا ہوتا ہے مگر ان کل اشیا کو
مطلق حرام نہین کہا جاتا اور دل مین اُگنے کی وجہ سے صرف گناہ ہی نہین ہوتے بلکہ جو مباحات کہ مخلوق کے دیکھنے کے محل ہوتے ہین وہ بھی
باعث ظہور نفاق ہو جاتے ہین اور بڑا اثر کرتے ہین اور اسی وجہ سے حضرت عمر رضہ کے نیچے جب گھوڑا بگڑا اور بہت شور کر کے آہستہ چلا تو آپ اُسپر
اُتر پڑے اور اُسکی دم کاٹ ڈالی کیونکہ اُسکی خوش رفتاری سے اپنے دل مین تکبر معلوم فرمایا تو یہ نفاق مباح سے بھی ہوتا ہے خصوصاً یہ حرام نہین
کہ قول ابن مسعودؓ سے راگ کو حرام ہی کہا جائے اور حضرت ابن عمرؓ کا فرمانا کہ خدا تمھاری دعا قبول نہ کرے اس سے بھی حرمت معلوم نہین ہوتی
بلکہ چونکہ وہ لوگ احرام باندھے تھے اور اُنکو عورتون کا ذکر سننا مناسب نہ تھا اور اُنکے آثار سے آپ کو ظاہر ہو گیا کہ یہ راگ وجد کے لیے اور زیارت بیت اللہ
کے شوق کے واسطے نہین بلکہ صرف کھیل کے لیے ہے اسی بابت سے آپ انکار کیا کہ بلحاظ اُنکے حال اور احرام کے برا تھا اور ظاہر ہے کہ جتنی حالتین پیدا
ہوتی ہین اُتنی ہی احتمال کی صورتین زیادہ ہو جاتی ہین اور آپ کے کانون مین اُنگلیان دینے سے بھی حرمت ثابت نہین ہوتی کیونکہ اسی قصہ مین
اسکا جواب موجود ہے کہ آپ نے نافع کو ارشاد نہ فرمایا کہ تو بھی کان اپنے بند کر لے اور مت سن اور اپنے آپ جو یہ فعل کیا تو اُسکی وجہ یہ ہے کہ اپنے دل کو
سرود سے ایسی آواز کے سننے سے پاک رکھا کہ عجب نہین کہ لہو کی محرک ہو کر ذکر و فکر مین آپ تھے اُس سے مانع ہو یا جو ذکر کہ راگ کی نسبت اولی
تھا اُس سے باز رکھے اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے کہ آپ نے بھی حضرت ابن عمرؓ کو منع نہ فرمایا تو آپ کے اس فعل سے بھی حرمت
نہین پائی جاتی بلکہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُسکا ترک کرنا اولی ہے اور ہمارے نزدیک اسکا ترک اکثر حالات مین بہتر ہے بلکہ دنیا کے اکثر مباح اشیا کا
ترک بہتر ہے بشرطیکہ گمان غالب ہو کہ اُنکا اثر دل مین ہوگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ابی جہم کا بھیجا ہوا
کپڑا اُتار ڈالا تھا کہ اُسمین نقش و نگار تھے جنسے آپکا دل مشغول ہوا اب کیا تم اس سے یہ سمجھتے ہو کہ کپڑے پر نقش حرام ہین تو شاید آنحضرت صلعم بھی
ایسی حالت مین ہونگے کہ چرواہے کی بانسری کی آواز آپ کو اُس حالت سے روکتی ہوگی جیسے نقش نے نماز مین حضور کامل سے روکا بلکہ جن لوگون کو
ہمیشہ حق کی حضوری حاصل ہے اُنکو راگ کے حیلہ سے اپنے دلون مین سے احوال شریفہ کا پیدا کرنا مقصود ہے اگرچہ یہ تدبیر غیرون کے لیے کمال ہے اور
اسی وجہ سے حصری نے کہا کہ مین اُس راگ کو کیا کرون کہ گانے والا مر جائے تو موقوف ہو جائے اسمین یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالی سے سُننا ہمیشہ کو
باقی ہے تو چونکہ انبیا علیہم السلام ہمیشہ سننے اور دیکھنے کی لذت مین رہتے ہین اُنکو حاجت کسی حیلہ سے تحریک کی نہین۔ اور قول فضیل رح کا کہ راگ
زنا کا منتر ہے اور اسی طرح اور اقوال جنکا مضمون اسی کے قریب ہے تو وہ فاسقون اور جوان شہوت پرستون کے راگ کا حال ہے اور اگر سب راگون کا
یہی حال ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خانہ اقدس مین اُن دونون لڑکیون کا راگ کیون سُنا جاتا یہ ذکر کتاب و سنت کی دلیلون کا ہوا اور
دلیل قیاسی کی غایت یہ ہے کہ یون کہا جائے کہ جیسے تار کے باجے حرام ہین ویسے ہی راگ بھی حرام ہے تو راگ مین اور تار کے باجون مین فرق پہلے مذکور
ہو چکا اُسپر قیاس کرنا ٹھیک نہین یا یون کہا جائے کہ راگ کھیل کود ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ واقع مین ایسا ہی ہے مگر دنیا سب کھیل کود ہے چنانچہ حضرت
عمر رضہ نے اپنی منکوحہ کو فرمایا تھا کہ تو ایک کھلونا ہے گھر کے کونے مین اور عورتون کے ساتھ ہر طرح کی چہل کھیل ہی ہے بجز قربت کے کہ لڑکا ہونے کا باعث ہے
اسی طرح ہنسی مین فحش نہو حلال ہے اسطرح کی ہنسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رض سے منقول ہے چنانچہ باب آفات اللسان جلد سوم مین
انشاء اللہ مذکور ہوگی اور حبشیون اور زنگیون کے کھیل سے بڑھکر کونسا کھیل ہے اُسکی بھی اباحت نص سے ثابت ہوگئی علاوہ ازین ہم کہتے ہین

یعنی بیل بوٹے جیسے باریک صورتین اور گلکاری ۱۲

کہ کھیل دل کو راحت پہونچاتا ہی اور فکر کا بوجھ اسپر سے ہلکا کرتا ہی اگر دلوں سے زبردستی کام لیا جاے تب بھی کام دینگے مگر انکو راحت دینے سے اس بات کی اعانت ہی کہ اچھی طرح محنت کے ساتھ کام دیوین مثلاً جو شخص فقہ پڑھتا ہو اسکو چاہیے کہ جمعہ کے روز تعطیل کرے اسلیے کہ ایک روز کی تعطیل اور ایام کے لیے باعث نشاط ہوتی ہی اور دل تھکتا نہیں اسی طرح جو شخص نوافل پر سب وقتوں میں مواظبت کرے چاہیے کہ بعض اوقات میں سستالیوے اور یہیں لحاظ کچھ وقت شریعت نے ایسے مقرر کر دیے کہ انمین نماز مکروہ ہوتی ہی حاصل یہ کہ تعطیل سے عمل پر اعانت ہوتی ہی اور کھیل محنت اور جد و جہد پر اعانت کرتا ہی اور محض جد و جہد اور تلخی امر حق پر بجز انبیا علیہم السلام کے نفوس قدسیہ کے دوسرا صبر نہیں کر سکتا تو چونکہ کھیل دل کے لیے تھکن اور ماندگی کا علاج ہی اسلیے اسکا مباح ہونا چاہیے مگر اسکی کثرت نہ کرنی چاہیے جیسے دوا کثرت سے نہیں پیتے ہیں تو اس نیت سے کھیل ثواب ہو جائیگا اور یہ اس شخص کے حق میں ہی کہ راگ اسکے دل سے کوئی صفت محمودہ پیدا نہ کرے جسکی تحریک منظور ہو بلکہ بجز لذت اور صرف استراحت کے اور کچھ فائدہ نہو تو اسکے لیے راگ مستحب ہونا چاہیے تاکہ اسکے ذریعہ سے منزل مقصود کو پہونچے ہان اسمین شک نہیں کہ یہ امر رتبہ کمال سے ناقص ہونے پر دلالت کرتا ہی بلکہ کامل وہ ہی جو اپنے نفس کو راحت دینے میں سوا حق کے دوسری چیز کا محتاج نہو مگر چونکہ نیک بندوں کی نیکیاں مقربوں کے حق میں برائیاں ہیں تو گو راگ مقربوں کے لحاظ سے برا ہو مگر ابرار کے لیے کارآمد ہی اور جو شخص کہ دلوں کے علاج کے علم پر مطلع ہو اور رفق و لطائف الحیل سے حق کی طرف انکا لیجانا جانتا ہو وہ یقیناً جان لیگا کہ ان جیسی باتوں سے دلوں کو راحت دینا ایسی دوا نافع ہی کہ بدون اسکے کوئی چارہ نہیں ہی۔

دوسری فصل سماع کے آثار اور آداب کے بیان میں

واضح ہو کہ اول درجہ سماع کا یہ ہی کہ جو سنا جاے وہ سمجھ میں آوے اور یہ بات کہ سننے والے کے ذہن میں آوے اسکو اسپر ڈھال لے پھر سمجھنے کے بعد وجد ہوتا ہی اور وجد اعضا پر حرکت پیدا کرتا ہی تو اس نظر سے ان تینوں باتوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہی تین مقاموں میں۔

پہلا مقام سمجھنے کے ذکر میں جو سننے والے کے حالات کے اختلاف کے موافق مختلف ہوتا ہی اور سننے والے کی چار حالتیں ہیں حالت اول تو یہ ہی کہ سننا صرف طبعی ہو یعنی بجز نغمات اور الحان کی لذت کے اور کچھ سماع کی کیفیت نہ جانے اور یہ سننا مباح ہی مگر سماع کے مراتب میں سب سے کمتر ہی کیونکہ اس امر میں تو اسکے شریک اونٹ اور بہائم بھی ہیں بلکہ اس ذوق کے لیے تو صرف زندگی ہی چاہیے کہ ہر ایک حیوان کو آواز خوش سے ایک طرح کی لذت حاصل ہوتی ہی۔ دوسری حالت یہ ہی کہ سمجھ کے ساتھ سنے مگر مضمون کو کسی مخلوق معین یا غیر معین پر ڈھالتا جاے اور یہ سننا جوانوں اور شہوت والوں کا ہی کہ جو کچھ سنتے ہیں اسکے موافق اپنی شہوتوں اور مقتضاے احوال کے ڈھال لیتے ہیں اور یہ حالت بھی ایسی نہیں کہ اسکا کچھ ذکر کیا جاے بلکہ اسکی برائی اور اس سے ممانعت پر ہی بس کرنا کافی ہی تیسری حالت یہ ہی کہ جو کچھ سنے اسکو اپنے حال پر ڈھالے یعنی خدا تعالیٰ کے معاملہ میں جو اسکے حالات بدلتے ہیں کبھی تمکن ہوتا ہی اور کبھی تعذر تو انھیں پر ڈھالتا جاوے یہ سماع مریدوں کا خصوص مبتدیوں کا ہوتا ہی کیونکہ مرید کا کوئی نہ کوئی مطلب ضرور ہوگا اور اسکا مقصود خدا تعالیٰ کی معرفت اور اسکا دیدار اور مشاہدہ باطنی کے طریق سے اس تک پہونچنا اور حقیقت واضح ہوتی ہی اور اس مقصد کا ایک رستہ ہی جسکو وہ چلتا ہی اور کچھ معاملے ہیں جنپر مواظبت کرتا ہی اور کچھ حالات ہیں جو اسکو پیش آتے ہیں تو جب عتاب یا خطاب کا ذکر سنتا ہی یا قبول خواہ رد کا یا وصل و ہجر کا یا قرب و بعد کا یا افسوس فوت شدہ چیز کا یا اشتیاق متوقع کا یا شوق کسی آنے والے کا یا طمع کا یا خوف کا یا گھبرانے کا یا دل لگنے کا یا ایفاے وعدہ خواہ عہد شکنی کا یا خوف فراق خواہ سرور وصال کا یا حبیب کے دیکھنے کا یا رقیب کے برطرف ہونے کا یا اشک افشانی یا تواتر سرگردانی کا یا طول فراق خواہ وعدہ وصال کا یا اور کسی بات کا ذکر سنتا ہی جسکا بیان اشعار میں ہوتا ہی تو ضرور ہی کہ بعض ان حالات میں سے مرید کے مطابق حال ہوں تو انکا سننا ایسا ہوتا ہی جیسا چقماق سے آگ کا پیدا ہونا کہ فوراً دل کی آگ بھڑک اٹھتی ہی اور شوق کا ابھار اور غلبہ زور پکڑ جاتا ہی اور اسکے سبب سے حالات اسکی عادت کے خلاف

اسپر ہجوم کرتے ہین اور الفاظ کو اپنے احوال پر ڈھالنے کی اُسکو بڑی گنجایش ہے یہ ضرور نہین کہ وہ اشعار سے وہی معنی سمجھے جو شاعر کی مراد ہو بلکہ ہر کلام کئی صورتون پر محمول ہو سکتا ہے اور ہر ذی فہم اُس سے اپنی سمجھ کے موافق معنی نکال سکتا ہے اب ہم کچھ مثالین لکھتے ہین کہ لوگون نے الفاظ کو اپنے مقصود پر کیسے ڈھال لیا تاکہ کوئی جاہل یہ نہ گمان کرے کہ جن شعرون مین ذکر شمع اور رخسار اور زلف کا ہوگا اُنسے تو ظاہری ہی معنی سمجھین گے اور بات کوئی کیا سمجھیگا اور ہمکو اسکی حاجت نہین کہ اشعار سے سمجھنے کی کیفیت کو بھی بیان کرین اسلیے کہ یہ امر سماع والون کی حکایات سے معلوم ہوجاتا ہے عیان را چہ بیان چنانچہ کہتے ہین کہ کسی صوفی نے ایک شخص کو کہتے سنا ؎ مجھسے کہا رسول نے کل کو ملوگے تم مین نے کہا کہ کہتا ہے کیا کچھ خبر بھی ہے ❊ اِس آواز سے اُسکو اشتعال کہ ہوئی اور وجد مین آگر مصرعہ اول بکر پڑھنے لگا اور صیغہ مخاطب کی جگہ متکلم کہنے لگا یہان تک کہ شدت سرور اور لذت سے بیہوش ہوگیا جب ہوش مین آیا تب اُس سے وجد کا سبب دریافت کیا گیا کہا کہ مجکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آیا کہ جنت والے اپنے پروردگار کی زیارت ہر ہفتہ مین ایکبار کرینگے ۔ اور رقی نے ابن دراج سے نقل کیا ہے کہ اُسنے کہا کہ مین اور ابن فوطی بصرہ اور ابلہ کے درمیان دجلہ پر چلے جاتے تھے کہ اتنے مین ایک محل خوبصورت نظر آیا اُسکے برآمدہ مین ایک شخص بیٹھا ہوا اور اُسکے سامنے ایک لونڈی یہ گا رہی تھی ؎ ہے تیرے احوال مین ہر روز نیا ❊ تجکو آؤ اسکے سوا اور بھی کچھ ہے زیبا ❊ اتفاقاً ایک جوان رعنا ڈول ہاتھ مین گدڑی پہنے برآمدہ کے نیچے نکلا تھا کہ یہ آواز اُسکے کان مین پڑی اُس لونڈی سے کہا کہ تجھے قسم ہے خدا کی اور اپنے مولی کی حیات کی کہ اسکو دوبارہ کہدے اُسنے وہی شعر دوبارہ پڑھا کہ بخدا حق کے ساتھ میرے حال کا تلون یہی ہے پھر ایک نعرہ جانسوز ارکر مرگیا راوی کہتا ہے کہ ہمنے کہا کہ اب تو ایک امر فرض ہمپیش ہوگیا یہان ٹھہرنا چاہیے اسکی تجہیز و تکفین کے لیے ہم ٹھہر گئے صاحب مکان نے اُس لونڈی سے کہا کہ تو لوجہ اللہ آزاد ہے پھر بصرہ والے نکلے اور اُس جوان پر نماز پڑھی اور جب دفن سے فارغ ہوچکے تو صاحب مکان نے اُنسے کہا کہ مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ جتنی چیزین میری ہین مع اس محل کے سب وقف ہین اور میری سب لونڈیان آزاد ہین پھر اُسنے اپنے کپڑے اُتار ڈالے اور ایک تہمت باندھکر دوسرا بدن پر ڈال لیا اور جدہر کو منھ ہوا چلدیا لوگ دیکھتے رہ گئے یہانتک کہ آنکی نظر سے غائب ہوگیا سب اُسکے فراق سے روتے تھے پھر اُسکا حال کچھ نہ سنا گیا کہ کہان گیا اور کیا ہوا اور مقصود یہ ہے کہ وہ جوان ہر وقت اپنے حال مین حق کے ساتھ مستغرق تھا اور معاملہ کے اندر حسن ادب پر ثابت رہنے سے اپنے آپ کو عاجز جانتا تھا اور اپنے دل کے عدم استقلال اور طریق حق سے مائل ہونے پر متاسف تھا تو جب اُسکے کان وہی بات پڑی جو اُسکے حال کے موافق تھی تو اُسکو یون خیال کیا کہ اللہ تعالی کی طرف سے مجکو یون خطاب ہے کہ تو ہر روز نئے رنگ بدلتا ہے اگر ایسا نہ کرے تو تیرے حق مین اچھا ہو اور جس شخص کا سماع من اللہ اور علی اللہ اور فی اللہ ہو اُسکو چاہیے کہ معرفت الہی اور اُسکی صفات کی معرفت کا علم خوب مضبوط کرلے ورنہ سماع سے اُسکے حق مین خطرہ ہے کہ شاید اللہ تعالی کے حق مین ایسی بات تصور کرے جو اُسکے حق مین محال ہے اور اِس سے کافر ہوجاے تو جو مرید مبتدی ہو اُسکو سماع مین خطرہ ہے ہان اگر جو کچھ سنے اُسکو اپنے حال پر ڈھالے اسطرح کہ خدا تعالی کے وصف سے متعلق نہو تو مضائقہ نہین ورنہ وقت ہے مثلاً شعر مذکور مین غلط اسطرح ہوسکتی ہے کہ اپنے آپ کو متکلم سمجھے اور خداے تعالی کو مخاطب اور اُسکی طرف تلون کو نسبت کرے تو کافر ہوجائیگا اور ایسی غلطی کبھی تو محض جہالت سے ہوتی ہے جسمین کچھ تحقیق کی آمیزش نہین ہوتی اور کبھی ایسی جہالت سے ہوتی ہے کہ اُسمین گونہ تحقیق بھی ہوتی ہے اُسکی صورت یہ ہے کہ مثلاً اپنے حالات کا بدلنا بلکہ تمام عالم کا متغیر ہونا خداے تعالی کی طرف سے جانے تو اتنی بات حق ہے کیونکہ خداے تعالی کبھی آدمی کا دل کشادہ کرتا ہے اور کبھی تنگ اور گاہے نورانی فرماتا ہے اور گاہے ظلمانی اور کبھی اُسکو سخت کرتا ہے اور کبھی نرم اور گاہے اُسکو اپنی طاعت پر ثابت اور مستحکم کردیتا ہے اور کبھی اُسپر شیطان کو مسلط کرتا ہے کہ اُسکو طریق حق سے پھیر دے اور یہ سب باتین اللہ تعالی کی طرف سے ہین اور جس شخص سے کہ اوقات قریبہ مین مختلف احوال سرزد ہوا کرتے ہین اُسکو عادت اور عرف مین غیر مستقل اور متلون بولا کرتے ہین

اور غالبا شاعر نے اپنے محبوب ہی کو تلون کی طرف نسبت کیا ہی اس لحاظ سے کہ کبھی قبول کرتا ہی اور کبھی مردود او رگاہے نزدیک کرتا ہی اور گاہے
دور مگر سماع سے اس امر کو خدا تعالی کی طرف منسوب کرنا کفر محض ہی بلکہ اللہ جل شانہ کے ساتھ یہ عقیدہ چاہیے کہ وہ دوسرے کو بدلتا ہی خود متلون
نہین ہوتا اُسکی طرف سے تغیر ہی بخلاف بندون کے کہ وہ متغیر ہوتے ہین اور یہ علم مرید کو تو اعتقاد تقلیدی اور ایمانی سے حاصل ہوا کرتا ہی
اور عارف کو یقین کشفی حقیقی سے اور یہ وصف خداوند حقیقی کا کہ دوسرے کو بدل دینا اور خود نہ بدلنا اوصاف عجیب مین سے ہی اور اُسکے سوا
دوسرے مین ہو نہین سکتا کیونکہ جتنے بدل دینے والے اُسکے سوا ہین وہ اُسی وقت دوسرے کو بدلتے ہین کہ خود بھی بدل جاوین - اور بعض
ارباب وجد وہ ہین جنپر ایسا حال غالب ہوتا ہی جیسا نشا بیہوش کر دیتا ہی ایسے حال مین اُنکی زبان اللہ تعالی کے ساتھ عتاب پر کھل جاتی ہی
اور اس بات کو بعید جانتے ہین کہ دل کو اُسنے اپنا مطیع کر رکھا ہی اور اُنکے حالات کو مختلف طور پر تقسیم کیا ہی کہ صدیقین کے دل کو صفائی اور
حضوری عنایت کی اور منکرون اور مغرورون کے دل کو دوری اور مہجوری تو اُسکی دی ہوئی چیز کا کوئی رد کرنے والا اور نہ اُسکی روکی چیز کا
کوئی دینے والا کفار سے جو توفیق منقطع کر دی تو کسی پہلے قصور کی جہت سے نہین اور انبیا علیہم السلام کو جو اپنی توفیق اور نور ہدایت سے مدد کی
تو کسی سابق کے ذریعہ سے نہین بلکہ اپنے آپ کو یون فرماتا ہی ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین اور فرمایا ولکن حق القول منی لاملان جہنم من الجنۃ
والناس اجمعین اور فرمایا ان الذین سبقت لہم منا الحسنی اولئک عنہا مبعدون - اب اگر تمھارے دل مین یہ خطرہ گذرے کہ تقدیر سابق ہی کیون
مختلف ہوئی بندہ ہونے مین تو سب مشترک ہین تو تمکو سراپردہ جلال سے للکارا جاویگا کہ حدادب سے باہر مت ہو یہ وہ ذات پاک ہی جسکی شان
لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون ہی - اور اصل تو یہ ہی کہ زبان سے اور ظاہر مین ادب کرنے پر تو اکثر قادر ہین مگر دل مین ایسے اختلاف ظاہری کا بعید
معلوم ہونا کہ کوئی تو ہمیشہ کو شقی ہی رہے اور راندہ درگاہ اور کوئی سعید ہوا اور مقبول بارگاہ اس امر پر بجز راسخ علما کے اور کو قدرت نہین
اور یہین وجہ حضرت خضر علیہ السلام سے جو کسی نے خواب مین راگ کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ صاف تھرا ہی اسپر بجز علما کے قدمون کے
اور لوگون کے قدم نہین جمتے اور یہ اس وجہ سے فرمایا کہ راگ دلون کے اسرار مخفی کو تحریک کرتا ہی اور جیسے نشہ مدہوش کرنے والا آدمی کو پریشان
کر دیتا ہی اور ادب کا عقدہ کھول دیتا ہی اسی طرح راگ بھی دلون کو پریشان کرتا ہی اس درجہ تک کہ عجب نہین کہ ادب باطنی بالاے طاق ہو جاوے
مگر جسکو خدا تعالی اپنے نور ہدایت اور عصمت سے بچالیوے اور اسی وجہ سے کسی نے کہا ہی کہ کاش ہم راگ سے یون ہی ٹلون بچ جاوین
کہ نہ ہمکو کچھ ثواب ہو نہ عذاب غرض کہ اس قسم کے سماع مین اس سماع سے زیادہ خطرہ ہی جو شہوت کا محرک ہو کیونکہ محرک شہوت کی غایت
یہ ہی کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو جاوے یہ تو نہین کہ کافر ٹھہر جاوے جو اس راگ کی نہایت ہی - اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ سمجھ کبھی سننے والے کی حالات کے
لحاظ سے مختلف ہوتی ہی حتی کہ ایک ہی شعر کے دو سننے والون کو وجد ہوتا ہی حالانکہ ایک کی سمجھ درست ہوتی ہی اور دوسرے کی غلط یا دونون کی
سمجھ درست ہوتی ہی مگر ایک کچھ معنی سمجھا اور دوسرا کچھ اور ہر چند یہ دونون معنی ایک دوسرے کے ضد ہین مگر ان دونون شخصون کے حالات کے لحاظ سے
ضد نہین جیسے عتبہ غلام سے مروی ہی کہ انھون نے کسی کو گاتے سنا سبحان اللہ پاک ہی قدوس ذات کبریا بیشک ریخ مین رہتا ہی عاشق بتلا تو کہا کہ
سچ کہتا ہی اور ایک اور شخص نے جو اسکو سنا تو کہا کہ جھوٹ کہتا ہی کسی اہل دل نے فرمایا کہ دونون درست و بجا کہتے ہین اسلیے کہ اول کا قول
اُس عاشق کا ہی جسکو مراد پر دسترس نہین ہوئی بلکہ اعراض اور انکار محبوب سے مبتلاے آلام فراق ہی اور دوسرا کلام اُس عاشق کا ہی جسکو محبت سے
اُنس ہی اور فرط محبت مین اچھا دوست میسر ہے اور دوست پر کار بند ہی درد و تکلیف کا اثر نہین معلوم کرتا ہی بلکہ اُس سے مزہ اور لذت اُٹھاتا ہی یا
ایسے عاشق کا کلام ہی جو اپنی مراد سے فی الحال کامیاب ہوا اور آیندہ کو خطرہ اعراض سے واقف نہین یعنی رجا اور حسن ظن اس درجہ کو اُسکے دل پر
غالب ہوا ہی کہ خطرہ اعراض سے بالکل غافل ہی تو اسطرح حالات کے مختلف ہونے سے سمجھ مین اختلاف ہو جاتا ہی اور ابو القاسم بن مروان جو
ابو سعید خراز کی صحبت مین رہتے تھے اور بہت برسون سے راگ سننا چھوڑ دیا تھا اُنکی حکایت ہی کہ کسی دعوت مین گئے وہان ایک شخص کو

یہ گات تشنا سے برلب جو تشنہ لب استادہ ام ہر جام از دستش نمی یابم ہنوز ہر حاضرین اُٹھے اور وجد کیا جب ساکت ہوے تو انھون نے لوگون سے پوچھا کہ اسکے معنی آپ کیا سمجھے سب نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ احوال شریفہ کا اشتیاق ہے اور باوجود اُنکے سامان موجود ہونے کے اُنسے محرومی ہے اس جواب سے اُنکی تشفی نہوئی لوگون نے کہا کہ آپ کے نزدیک کیا مقصود ہے فرمایا کہ یہ مراد ہے کہ حالات کے بیچ مین ہوا ور کرامات مرحمت کیجاے مگر اصل حقیقت سے کچھ نہ عطا کیا جاے (ور اسمین اشارہ ہے کہ حقیقت احوال اور کرامات کے سوا اور چیز ہے لیکے بعد ہے اس سے پیشتر احوال ہوتے ہین اور کرامات اسکے مبادی ہین کرامات کے ہونے پر بھی حقیقت پر وصول نہین ہوتا منزل مقصود دور رہتی ہے اب ان معنون مین جو انھون نے سمجھے اور ان مین جو لوگون نے سمجھے تھے اتنا ہی فرق ہے کہ وہ اور جگہ کا اشتیاق بیان کرتے تھے اور ابوالقاسم نے اور رتبہ کی تشنہ لبی بیان کی اور دونون صحیح ہین اسلیے کہ جو شخص احوال شریفہ سے محروم ہوتا ہے وہ اول انھین کا مشتاق ہوتا ہے جب اُنپر دسترس ہوجاتی ہے تو اُنکے بعد کے مقامات کا اشتیاق کرتا ہے تو جس مقام پر سالک کو پہونچنا نصیب ہوگا اُسکے نیچے کے مقامات کا اشتیاق نہ رہیگا اوپر کے مقامات کا راغب ہوگا۔ اور شبلی رح اکثر اس مضمون کے شعر پر وجد کیا کرتے تھے ؎ بجر ست الفت تو صحبت عدا وستم ۞ وصل تو قطع باشد وصلحت ستیزہ ام ۞ اس شعر کو کئی مختلف صورتون مین سمجھ سکتے ہین کہ انمین سے بعض حق ہین اور بعض باطل سب سے ظاہر تر وجہ یہ ہے کہ اسکو خلق کے باب مین بلکہ تمام دنیا اور ماسوے اللہ کے باب مین سمجھا جاے اسلیے کہ یہ حال دنیا ہی کا ہے کہ دغا باز فریبی اور اپنے ارباب کے قاتل باطن مین اُنکی دشمن ظاہر مین دوست ہے جس مکان مین کہ اُس نے عیش مالامال ہے آخر کو اُسی کا بُرا حال ہے ابھی مکان والے شادان وفرحان ہین اور ابھی نالہ کنان وگریان چنانچہ حدیث مین بھی اسکا انقلاب مذکور ہے اور ثعالبی نے اسکا وصف اس مضمون سے بیان کیا ہے۔ نظم

بھاگ دنیا سے نہ کر نسبت کا اُس سے تو خیال	قاتل شوہر جو بلی ہو نہ دے اُسکو پیام	اسکے خوفون کے مقابل ہین ہین امیدین قلیل
سختیان زائد ہین اُسکی بے تردد لاکلام	خوب کثرت سے کہے ہین جو مضمون نے اسکے وصف	لیک مین کہتا ہون اسکے حق مین یہ تشبیہ تام
بادہ گلگون ہے ولیکن ہے ہموت اُسکا خمار	بادہ ہی ہے یہ جو حصہ اسمین تو ہو دے بدانجام	ہے وہ مہ پارہ کہ جسکا حسن ہے مردم فریب
لیک باطن مین وہ رکھتی ہے خباثت ہاے عام	شعر مذکور الصدر سب مضمون دنیا پر منطبق ہوسکتے ہین۔ اور دوسرے معنی یہ ہین	

کہ اس شعر کو اپنے نفس پر اچھی طرح ڈھالے کہ خداے تعالی کے حقوق مین نفس کا یہی حال ہے مثلاً اُسکی معرفت جہالت ہے اسلیے کہ اللہ تعالی خود فرماتا ہے وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ اور طاعت اُسکی ریا ہے اسوجہ سے کہ اللہ تعالی سے کما ینبغی ڈرتا نہین اور محبت بالکل روگی ہے کیونکہ اللہ تعالی کی محبت مین کوئی شہوت اپنی شہوتون مین سے چھوڑتا نہین اسی طرح اور اوصاف کمال کو قیاس کرلینا چاہیے اور جس شخص کے ساتھ اللہ تعالی کو بہتری کرنی منظور ہوتی ہے اُسکو اُسکے نفس کے عیبون پر واقف کردیتا ہے وہ اس شعر کو اپنے حال کا مصداق سمجھتا ہے گو فافلون کی نسبت کر وہ عالی رتبہ ہو اور یہین وجہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک اور دوسری حدیث مین فرمایا انی لاستغفر اللہ فی الیوم واللیلۃ سبعین مرۃ۔ اور آپ کا استغفار اسی وجہ سے تھا کہ ہر وقت مقامات واحوال کے منازل آپ طے فرماتے تھے اور مدارج عالیہ کی نسبت اُن مقامات کو بعید سمجھکر استغفار کرتے تھے گو وہ مقامات اپنے ماقبل کی نسبت کو درجات قرب مین سے تھے مگر قرب وبعد امور اضافی ہین کوئی قرب ایسا نہین کہ اُسکے آگے اور قرب نہو بے انتہا درجے ہین جیسا کہ مولوی روم فرماتے ہین ؎ اے برادر بے نہایت درگہیست ۞ ہرچہ بر وے میرسی بر وے مایست ۞ اور درجات قرب کے اعلی درجہ پر پہونچ جانا محال ہے اور تیسرے معنی یہ ہین کہ اپنے احوال کے مبادی کو دیکھکر اُنپر راضی ہوا ور پسند کرے اور پھر اُنکے انجامون کو دیکھکر اُن حالات کو حقیر جانے یعنی ہر ایک مین پوشیدہ مغالطے پاوے اور اس امر کو خدا تعالی کی طرف سے جانکر جب یہ شعر سنے تو اسکو قضا وقدر کی شکایت پر ڈھال دے تو یہ کفر ہے جیسا ہمنے اوپر لکھا ہے اور کوئی شعر ایسا نہین جسکا ڈھالنا کئی مضمون پر ممکن نہو اور یہ امر سننے والے کی کثرت علم اور دل کی صفائی پر موقوف ہے۔ چوتھی حالت یہ ہے کہ

راگ سننے والا احوال و مقامات کو ترک کرکے ماسوے اللہ کے دیکھنے سے جاتا رہا ہو یہان تک کہ اپنے نفس اور احوال اور معاملات سب سے بیخبر ہو
اور ایسا مدہوش ہو کہ گویا عین شہود کے دریا مین مستغرق ہی اور اُسکا حال اُن عورتون کے مشابہ ہو جنھون نے حضرت یوسف علیہ السلام کے
جمال دیکھنے کے وقت اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے اور ایسی مدہوش ہوئی تھین کہ ہاتھون کا کٹنا معلوم نہوا اور اسی جیسی حالت کو صوفی فنا عن النفس
بولتے ہین یعنی خودی سے جاتا رہنا اور جب اپنے نفس سے فنا ہو جائیگا تو ظاہر ہی کہ دوسرے سے زیادہ تر فنا ہو گا تو وہ گویا بجز ذات مشہود کے
اور سب چیزون سے فنا ہو جاتا ہی یہان تک کہ مشاہدہ کرنے سے بھی فنا ہو جاتا ہی اسلیے کہ دل اگر مشاہدہ کرنے کی طرف التفات کریگا اور اپنے
نفس کی طرف متوجہ ہوگا کہ مین مشاہدہ کر رہا ہون تو مشہود سے غافل ہو گا بلکہ عاشقان مشہود کو مشاہدہ سے سروکار نہین رہتا جیسے کوئی مرئی
چیز کا حریص جب اُسکے دیکھنے مین زیادہ مستغرق ہوتا ہی تو اُسکو نہ اپنے دیکھنے کی طرف التفات رہتا ہی اور نہ آنکھ کی طرف جس سے رویت ہوئی ہی
اور نہ دل کی طرف جس سے لذت معلوم ہوتی ہی اسی طرح متوالے کو اپنے نشہ کی خبر نہین ہوتی اور نہ لذت پانے والے کو لذت پانے کی طرف
توجہ ہو بلکہ جس سے لذت ہوتی ہی فقط اُسی کا حال جانتا ہی اسی طرح کسی چیز کا جاننا اور چیز ہی اور اُسکے جاننے کا علم ہونا اور ہی تو جو شخص ایک چیز کا
عالم ہی جب اُسکے دھیان مین اُسکے عالم ہونے کا علم ہوگا تو وہ اُس چیز سے اعتراض کنندہ ٹھہریگا اور یہ حالت فنا عن النفس کی کبھی تو مخلوق کے
حق مین طاری ہوتی ہی اور کبھی خداے تعالی کے حق مین بھی ہوتی ہی مگر اکثر یون ہی کہ یہ حالت بجلی کی سی چمک ہوتی ہی کہ ثابت اور دائم نہین رہتی
اور اگر ثابت رہے تو اُسکے تحمل کی تاب قوت بشری مین نہین بلکہ بعض اوقات اُسکے بوجھ مین ایسا اضطراب کرتا ہی کہ اُس سے اُسکا نفس ہلاک
ہو جاتا ہی چنانچہ ابو الحسن نوری رح کا حال لکھتے ہین کہ وہ ایک مجلس سماع مین موجود تھے کہ اس مضمون کا شعر سنا ؏ پہونچتا ہون تری الفت
سے دائم ایسی منزل مین ٭ اُترتے وقت جسمین ہوتی ہی عقلون کو حیرانی ٭ سنتے ہی اُٹھے اور وجد مین آکر جدھر منھ ہوا چل دیے اتفاقاً ایک جنگل مین
پہونچے کہ جہان سے بانس کاٹ لیے تھے اور اُنکی جڑین تیز دھار دار کھڑی تھین بس اُنھین مین دوڑتے رہے اور دوسری صبح تک شعر مذکور کا
اعادہ کرتے رہے اور پاؤن مین سے خون نکلتا جاتا تھا یہان تک کہ دونون پانون اور پنڈلیان ورم کر گئین اور بعد اسکے آپ چند روز زندہ رہکر
واصل بحق ہوے رحمۃ اللہ تعالی تو اسطرح کی سمجھ اور وجد صدیقون کا درجہ ہی اور یہ سب درجون مین اعلی ہی کیونکہ سماع احوال کے ہونے پر درجۂ کمال
سے ناقص ہی اور وہ صفات بشری سے مخلوط رہتا ہی جو ایک طرح کا قصور ہی بلکہ کمال اسکا نام ہی کہ اپنے نفس اور احوال سے بالکل فنا ہو جاوے یعنی
نہ نفس کی یاد رہے نہ احوال کی اور اُنکی طرف التفات ہی نہ رہے جیسے کہ مصر کی عورتون کو ہاتھون اور چھری پر التفات نہ رہا تھا اور راگ کو اللہ اور
باللہ اور فی اللہ اور من اللہ سنے اور یہ رتبہ اُس شخص کا ہی کہ ساحل احوال اور اعمال سے پار ہو کر بحر حقیقت مین گھسے اور صفائی توحید اور اخلاص
محض مین رل ملجاوے اور خودی کا نشان کچھ اُسمین نہ رہے بشریت بالکل منطفی اور صفات بشری کی طرف التفات یک قلم منتفی ہو اور ہماری غرض
فنا سے فناء جسم نہین بلکہ فناء دل مقصود ہی اور دل سے مراد گوشت و خون نہین بلکہ وہ ستر لطیف مراد ہی جسکو قلب ظاہری کے ساتھ ایک علاقہ
مخفی ہی اور اُسکے بعد ستر روح ہی جو خداے عزوجل کے حکم سے ہی اُسکو جو جانتا ہی وہی پہچانتا ہی اور جو جاہل ہی وہ نہین جانتا اور اُس ستر کے لیے ایک
وجود ہی اور صورت اُس وجود کی وہ ہی جو اُسمین موجود ہو تو جب اُسکے اندر غیر چیز موجود ہوگی تو گویا بجز اُس حاضر چیز کے اور چیز کا وجود نہ رہیگا اور
اُسکی مثال جلا والے آئینہ کی سی ہی کہ بذات خود اُسمین کوئی رنگ نہین ہوتا بلکہ جو چیز اُسمین حاضر ہوتی ہی اُسی کا رنگ اُس آئینہ کا رنگ ہوتا ہی
اور یہی حال شیشہ کا ہوتا ہی کہ خاص اُسمین کوئی رنگ نہین ہوتا بلکہ جو چیز اُسکے اندر قرار پاتی اُسی کے رنگ سے رنگین ہو جاتا ہی تو اُسکا رنگ
یہی ہی کہ سب رنگون کے قبول کرنے کی استعداد اُسمین موجود ہی اور ستر قلب کی حقیقت بلحاظ اُسکے اندر کی چیز کے کسی شاعر کے اس قطعہ سے خوب
معلوم ہوتی ہی قطعہ صہبا اور آبگینہ مے دونون ہین رقیق ٭ ہی ایک شکل دونون کی اور ایک آب و تاب ٭ گویا کہ ہی شراب نہین جام کا وجود ٭
یا یہ کہو کہ ساغر مے ہی نہین شراب ٭ اور یہ امر علوم مکاشفہ کے اُن مقامات مین سے ہی جنسے بعض لوگون نے حلول و اتحاد ذات حق کا دعوی کرکے

انا الحق کہدیا اور فرقہ نصاری جو عالم لاہوت اور ناسوت کے اتحاد کا دعوی کرتے ہین یا اول کا لباس دوم کو بتاتے ہین یا اول کا حلول دوسرے مین
کہتے ہین انکے قول کی اصل بھی یہی امر ہی اور یہ انکی غلطی ہی انکا کلام ایسا ہی جیسے کوئی آئینہ کے اندر کی سرخی کو دیکھکر اسکو سرخ رنگ بتا دے اور
یہ نہ جانے کہ یہ رنگ آئینہ کا نہین بلکہ اس چیز کا ہی جو اسکے سامنے ہی اور جسکا عکس اسکے اندر پڑا ہی اور چونکہ یہ تقریر علم معاملہ سے مناسبت نہین رکھتی
سمجھنے کے درجات کا حال لکھ چکے ہین
اسلیے اب اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہین کہ فرق

دوسرا مقام وجد ہی جو سمجھنے اور جاننے کے بعد ہوتا ہی۔ صوفیہ کرام اور وہ حکما جو سماع کو ارواح سے مناسبت ہونے کی وجہ مین تقریرین کرتے ہین
دونون فرقون نے وجد کی ماہیت مین بہت سے اقوال ہین اول ہم انکے اقوال کو نقل کرتے ہین پھر جو امر محقق ہی اسکو بیان کرینگے۔ صوفیون کے
اقوال تو اس باب مین یہ ہین کہ ذوالنون مصری رح سماع کے لیے فرماتے ہین کہ وہ حق کا وارد ہی اسلیے آتا ہی کہ دلون کی تحریک حق کی طرف کرے
تو جو کوئی اسکو حق کے سبب سے سنیگا وہ محقق ہی اور جو نفس کے باعث سنیگا وہ زندیق ہی تو گویا انکے نزدیک وجد سماع مین یہی ہی کہ دلون کا
میل حق کی طرف ہو یعنی جب سماع کا وارد آوے تو حق موجود پاوے کہ اسکا نام ہی وارد حق ہی اور ابو الحسین دراج سماع مین وجد کا حال یون
فرماتے ہین کہ وجد اس حالت کا نام ہی جو سماع کے وقت پائی جائے اور کہا کہ سماع مجکو رونق کے میدانون مین دوڑا لیگیا اور عطا کے وقت
حق کے واجب ہونے نے مجکو وجد مین ڈالا پھر جام صفا سے مجکو پلایا اور اس رضا کے مراتب مین نے حاصل کیے اور ریاض نزاہت اور
فضا مین مجکو سیر کرائی۔ شبلی رح نے فرمایا ہی کہ سماع کا ظاہر تو فتنہ ہی اور باطن عبرت تو جو کوئی اشارے کو پہچانتا ہی اسکو عبرت کا سننا حلال ہی
ورنہ وہ خواستگار فتنہ کا اور بلا مین پڑنا چاہتا ہی۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اہل معرفت کے لیے سماع غذا ارواح کی ہی اسلیے کہ یہ ایسا
وصف ہی کہ سبب اعمال سے باریک ہی اور اپنے رقیق ہونے کی وجہ سے طبیعت کی رقت ہی سے حاصل ہوتا ہی اور باین وجہ کہ جو اسکے اہل ہین
انکے نزدیک یہ صاف اور لطیف ہی تو بجز سر قلبی کی صفائی کے اور کسی بات سے نہین دریافت ہوتا۔ اور عمرو بن عثمان مکی رح فرماتے ہین
کہ وجد کی کیفیت کو کوئی عبارت ادا نہین کرسکتی اسلیے کہ وہ ایماندار یقین والون کی عبادت کے وقت کا راز الہی ہی۔ اور بعض فرماتے ہین
کہ وجد حق کی طرف کے مکاشفات کا نام ہی اور ابو سعید بن اعرابی فرماتے ہین کہ وجد یہ ہی کہ حجاب کا دور ہونا اور دوست کا مشاہدہ کرنا
اور فہم کا موجود ہونا اور غیب کا دیکھنا اور راز قلبی سے گفتگو کرنا اور مفقود کو انس دینا یعنی اپنی خودی کو زائل کرنے سے مانوس ہو جانا
اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ وجد خصوصیت کے درجات مین سے اول ہی اور سبب امور غائبہ کی تصدیق کا ہی کہ جب سالک وجد کا مزہ
چکھتے ہین اور انکے دلون پر اسکا نور چمکتا ہی تو انکو کوئی شک اور شبہہ باقی نہین رہتا۔ اور یہ بھی انکا ہی قول ہی کہ نفس کے آثار کا دیکھنا اور
علائق اور اسباب کا تعلق وجد کا مانع ہوتا ہی اسلیے کہ نفس اپنے اسباب کے باعث سے محجوب ہی تو جب اسکے اسباب منقطع ہو جاتے ہین اور ذکر
خالص ہو اور دل ہوشیار اور رقیق اور صاف ہو اور نصیحت اسمین اثر کرے اور مناجات کے اجنبی مقام مین پہنچ جاوے اور سادہ طرح سے
خطاب ہونے لگے اور خطاب گوش ہوش اور دل حاضر اور سر ظاہر سے سنے اور جوابات اپنے آپ مین نہ تھی اسکو مشاہدہ کرے تو اسکا نام
وجد ہی کہ جو بات معدوم تھی اسکو خود مین موجود پایا۔ اور یہ بھی انکا قول ہی کہ وجد وہ ہی جو امور متصلہ ذیل کے وقت ہو یعنی ذکر محرک کے وقت
یا خوف قلق مین ڈالنے والے کے وقت یا لغزش پر توبیخ کرنے یا کوئی لطیفہ کہنے یا کسی فائدہ کی طرف اشارہ کرنے یا غائب کی طرف مشتاق ہونے
یا گم شدہ پر افسوس کرنے یا گذشتہ پر نادم ہونے یا کسی حال کی طرف کھنچ جانے یا کسی واجب کی طرف مائل ہونے یا سر قلبی سے سرگوشی کرنے کے وقت
اور وجد کی کیفیت یہ ہی کہ ظاہر کو ظاہر کے مقابل کرنا اور باطن کو باطن کے اور غیب کو غیب کے اور سر کو سر کے اور جو کچھ تقدیر مین فائدہ انکا
مقدر ہی اسکے بدلے مین اسکو پیدا کرنا تاکہ بندہ کی سعی اس باب مین اسکے لیے لکھ لی جاوے اور اسی کی جانب سے شمار کیا جاوے تو اس صورت مین
بدون سعی کے تو اسکے پاس سعی ہو جائیگی اور بدون ذکر کے اسلیے کہ شروع مین نعمت دینے والا اور ذمہ ور تو وہی کفیل مطلق تھا اور تمام معاملہ

آیندہ کو اسکی طرف رجوع کریگا تو علم و وجد کا ظاہر یہ ہی جو بیان ہوا اور صوفیہ کے اقوال وجد کے باب مین اسی طرح کے بہت ہین - اب حکما کے اقوال کو سنو کہ بعض تو یہ کہتے ہین کہ دل مین ایک عمدہ فضیلت تھی جسکو قوت نطق لفظون سے نکال نہ سکی پس اسکو نفس نے نغمون سے باہر نکالا اور جب وہ ظاہر ہوئی تو نفس خوش ہوا اور اسکے سامنے طرب مین آیا تو تم نفس سے سنا کرو اور اسی سے سرگوشی کرو اور ظاہری مناجات کو ترک کردو - اور بعض یہ کہتے ہین کہ سماع کا نتیجہ یہ باتین ہین کہ راستے سے عاجز رہنے کا طالب بمقصد پہنچ جائے اور جو فکر سے خالی ہو اسکو فکر حاصل ہو جائے اور جو فہم کا کند ہو اسکی فہم تیز ہو جائے حتی کہ جو بات نہ رہی ہو وہ پھر سے چلی آئے اور جو تھک گیا ہو وہ چست ہو جائے اور جو میلا ہو وہ صاف ہو جائے اور ہر راستے اور نیت مین بھلائی کرے اور درست کہے اور خطا نہ ہو اور کام کرے مگر تاخیر نہ کرے - اور دوسرے حکیم نے کہا ہے کہ جیسا فکر علم کو معلوم کی طرف سے راہ بتاتا ہے ویسا ہی سماع دل سے عالم روحانی کی راہ بتاتا ہے - اور کسی حکیم سے سوال ہوا کہ لوگون کے وزن اور گت پر ہاتھ پاؤن کا بالطبع ہل جانا کس وجہ سے ہے تو اسنے کہا کہ عشق عقلی ہے عاشق عقلی اس بات کا محتاج نہین کہ اپنے معشوق سے زبان ہی سے گفتگو کرے بلکہ وہ اس سے کلام اور سرگوشی تبسم اور پلک جھپکنے اور ابرو اور آنکھ کے لطیف اشارے سے کیا کرتا ہے اور یہ چیزین باتین کیا کرتی ہین مگر روحانی زبان مین ہین کہ بدون عقل کے اور طرح نہین سمجھی جاتین اور جو عاشق بہیمی ہین وہ اپنی زبان کو مستعمل کرتے ہین تاکہ اپنے شوق ضعیف اور کھوٹے عشق کو تقریر زبانی سے طے کردین - اور ایک اور حکیم کا قول ہے کہ جو شخص حزین ہو اسکو نغمات کا سننا چاہیے اسلیے کہ نفس پر جب غم آتا ہے تو اسکا نور بجھ جاتا ہے اور جب خوش ہوتا ہے تو اسکا نور مشتعل ہوتا ہے اور اسکی رونق جگمگاتی ہے اس صورت مین جسقدر آدمی کو استعداد ہوگی اور طہارت اور پاکی سے صفائی ہوگی اسی قدر اشتیاق پیدا ہوگا - اور سماع اور وجد کے باب مین اقوال بہت سے ہین ان سب کے بیان کرنے سے کچھ فائدہ نہین معلوم ہوتا اسلیے ہم امر حق کو لکھتے ہین جسکو وجد کہنا چاہیے پس واضح ہو کہ وجد اس حالت کا نام ہے جو سماع کا ثمرہ ہوتا ہے یعنی ایک نئی حالت راگ سننے کے بعد سننے والا اپنے نفس کے اندر پاتا ہے اور یہ حالت دو قسمون سے خالی نہین یا تو اسکا انجام وہ مشاہدات اور مکاشفات ہون جو منجملہ علوم اور تنبیہات گنے جاوین اور یا تغیرات اور احوال ہون کہ وہ از قبیل علوم نہون بلکہ مثل شوق اور خوف اور حزن اور قلق اور سرور اور افسوس اور ندامت اور بسط اور قبض کے ہون اور سماع ان احوال کو یا تو جوش مین لاتا ہے یا قوی کر دیتا ہے پس اگر سماع ایسا ضعیف ہو کہ نہ تو ظاہر بدن کو حرکت یا سکون دے نہ کوئی سننے والے کی حالت ہے کہ خلاف عادت بولنے لگے یا گردن جھکالے یا چیخنے اور بات کرنے سے ساکن ہو جائے تو ایسی حالت کو وجد نہ کہینگے اور اگر ظاہر بدن پر حال کا منتشر ہونا معلوم پڑیگا تو اسکو وجد کہینگے اور جسقدر اسکا ظہور اور ظاہر حال کو بدلنا ہوگا اسی نسبت سے وجد کو ضعیف یا قوی ہوگا اور اسکی تحریک اسقدر زور سے ہوگی جسقدر قوت سے کہ وہ حالت آویگی اور ظاہر کو تغیر سے محفوظ رکھنا بقدر وجد والے کے زور اور ہاتھ پاؤن کے قابو مین رکھنے کے ہوتا ہے تو اکثر ایسا ہو جاتا ہے کہ وجد باطن مین قوی ہوتا ہے مگر ظاہر مین تغیر نہین آتا کہ وجد لینے والا قوی ہوتا ہے اور بعض اوقات اس حالت جدیدہ کے ضعیف ہونے سے ظاہر مین اثر نہین کرتا کہ وہ حالت تحریک مین اور عقدہ ضبط کے کھولنے مین قاصر ہوتی ہے اور اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے ابو سعید ابن اعرابی نے وجد کی تعریف مین کہ رقیب کا مشاہدہ اور حضور فہم و غیب کا ملاحظہ ہوتا ہے چنانچہ اوپر بیان ہوا اور بعید نہین کہ سماع ایسی چیز کے منکشف ہونے کا سبب ہو جو پہلے سے مکشوف نہو اسلیے کہ کشف کئی سببون سے ہوتا ہے اول تنبیہ سے اور سماع تنبیہ کرنے والا ہے دوم احوال کا بدلنا اور انکا مشاہدہ اور ادراک کہ انکے ادراک مین بھی ایک طرح کا علم ہے جو ایسی باتون کو واضح کر دیتا ہے جو پیشتر معلوم نہ تھین سوم دل کی صفائی اور راگ سبب ہے دل کی صفائی کا چہارم دل کا قوی ہونا اور قوت سماع سے دل کا سرور اتنا برانگیختہ ہوتا ہے کہ اس شدت سرور مین ان اشیا کا مشاہدہ کرسکتا ہے جنکے مشاہدہ سے پیشتر عاجز تھا جیسے شتر راگ کے باعث وہ بوجھ اٹھا سکتا ہے جسکے اٹھانے کی پیشتر اسکو طاقت نہ تھی تو چونکہ دل کا عمل کشف ہونا اور اسرار ملکوت کا ملاحظہ کرنا ہے تو جب دل قوی ہوگا تو اسکا عمل بھی زیادہ ہوگا جیسے شتر کے قوی دل ہونے سے

اسکا عمل زیادہ ہوتا ہی یعنی بوجھ کا اُٹھانا پس انھین اسباب کے وسیلہ سے سماع کشف کا سبب ہوتا ہی بلکہ دل جب صاف ہوتا ہی تو بعض اوقات امر حق اُسکے سامنے صورت پکڑکر سوجھنے لگتا ہی یا لفظ منظوم بنکر اُسکے کان مین پڑتا ہی اور اِس آواز کو اگر بیداری مین ہوتی ہو تو آواز ہاتف کہتے ہین اور سونے کی حالت مین ہوتی ہو تو خواب کہتے ہین اور یہ نبوت کے چھیالیس حصون مین سے ایک حصہ ہی کہ امر حق اسطرح آدمی پر واضح ہوجائے اور علم معاملہ سے اِس علم کی تحقیق خارج ہی مگر تجربہ شاہد ہی کہ صلحا کو اسطرح کے معاملات پیش ہوتے ہین چنانچہ محمد بن مسروق بغدادی کہتے ہین کہ جن دنون مین مین جاہل تھا ایکبار نشہ کی حالت مین اِس شعر کو گاتا ہوا باہر نکلا ؎ گذر کرتا ہون جسدم بلغ زر یر طور سینا کے ٭ عجب کرتا ہون اُن لوگون پہ جو پیتے ہین پانی کو ٭ پس مین نے سُنا کہ کوئی یون کہتا ہی ؎ جہنم مین وہ پانی ہی اگر کوئی پیے اُسکو ٭ تو اک دم مین گلا ڈالے وہ امعا نہانی کو ٭ تو یہی آواز میرے لیے توبہ کرنے اور علم و عبادت مین مشغول ہونے کا باعث ہوئی تو اب دیکھو کہ راگ نے اُسکے دل کی صفائی مین کیسے اثر کیا کہ حق بات کی حقیقت جہنم کی صفت مین صورت پکڑ کر اور الفاظ موزون ہو کر اُسکے گوش ہوش مین پڑ گئے - اور مسلم عبادانی کہتے ہین کہ ہمارے پاس ایکبار صالح مری اور عتبہ غلام اور عبد الواحد بن زید اور مسلم اسواری تشریف لائے اور ساحل دریا پر فروکش ہوئے مین نے ایک رات اُنکے لیے کھانا تیار کرایا اور اُنکی دعوت کی چنانچہ سب صاحب تشریف لائے جب کھانا سامنے آچکا تو اتنے مین کسی نے غیب سے پکارکر یہ شعر پڑھا ؎ یاد تمکو نہین کھانون کے مزہ مین غفلت ٭ کچھ نہ کام آئیگی یہ لذت نفس آخر کار ٭ اسکو سُنکر عتبہ غلام نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوکر گر پڑے اور دوسرے لوگ بھی رونے لگے کھانا جون کا تون رکھا رہا کسی نے ایک لقمہ نہ کھایا - اور جس طرح کہ قلب کی صفائی کے وقت ہاتف کی آواز سنائی دیتی ہی اسی طرح آنکھ سے صورت خضر علیہ السلام کی بھی سوجھتی ہی کہ وہ اہل دل کے سامنے مختلف صورتون مین شکل پکڑتے ہین اور اسی جیسی حالت مین فرشتے انبیا علیہم السلام کے سامنے صورت پکڑتے ہین خواہ اپنی حقیقی صورت مین خواہ ایسی شکل مین کہ کسی قدر اُنکی صورت اصلی سے مشابہت رکھتی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دو بار اُنکی صورت پر دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ اُنھون نے اُفق کو روک لیا اور یہی صورت مراد ہی ان آیتون مین علمہ شدید القوی ذو مرۃ فاستوی وہو بالافق الاعلی آخر آیات تک - اور انھین جیسے احوال مین دلون کا حال آدمی کو معلوم ہو جاتا ہی اور اِس معلوم ہونے کو تفرس کہتے ہین اور یہین وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ کہتے ہین کہ کوئی یہودی مسلمانون کے پاس جاتا اور پوچھتا کہ اِس حدیث کے کیا معنی ہین اتقوا فراسۃ المومن تو لوگ اُسکے معنی بیان کر دیتے مگر اُسکی تشفی نہوتی ایکبار وہ کسی صوفی صاحب باطن کے پاس گیا اور اُنسے بھی یہی سوال کیا اُنھون نے فرمایا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ جو زنار تیرے کپڑون کے اندر کمر مین ہوتا ہی اُسکو توڑ ڈال اُسنے کہا کہ آپ نے سچ کہا اسکے یہی معنی ہین اور مسلمان ہو گیا اور کہا کہ اب مین نے جانا کہ آپ ایماندار ہین اور آپ کا ایمان حق ہی - اسی طرح ابراہیم خواص فرماتے ہین کہ جامع بغداد مین چند درویشون کے ساتھ مین بیٹھا تھا کہ اتنے مین ایک جوان ظریف خوبصورت اچھی خوشبو کا آیا مین نے اپنے یارون سے کہا کہ مجھکو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہ شخص یہودی ہی سبکو یہ بات بُری معلوم ہوئی آخر مین باہر چلا آیا اور وہ شخص بھی چلا گیا پھر اُن لوگون سے آکر دریافت کیا کہ شیخ نے میرے باب مین کیا فرمایا تھا اُنھون نے بتانے مین تکلف کیا مگر اُسنے اصرار کیا کہ سچ بتا دو تب اُنھون نے کہا کہ یون کہا تھا کہ تم یہودی ہو پھر وہ شخص میرے پاس آیا اور میرے ہاتھون پر جھکا اور سر کو بوسہ دیا اور مسلمان ہو گیا اور کہا کہ ہمنے اپنی کتابون مین یہ مضمون لکھا ہی کہ صدیق کی فراست خطا نہین کرتی تو مین نے دل مین کہا کہ مسلمانون کا امتحان لون پھر جو مسلمانون کو تاڑا تو کہا کہ اگر مسلمانون مین صدیق ہوتا ہوگا تو درویشون کے فرقہ مین ہوگا کہ یہ خداے تعالی کا ذکر کرتے ہین اِس نظر سے مین تمھارے مجمع مین صورت بدل کر آیا جب شیخ نے فراست سے میرا حال دریافت کرلیا تو مین نے جانا کہ وہ صدیق ہین راوی کہتا ہی کہ پھر وہ جوان بڑے صوفیون مین سے ہو گیا اور یہی طرح کے کشف کی طرف اِس حدیث مین اشارہ ہی لولا ان الشیاطین یحومون علی قلوب بنی آدم لنظروا الی ملکوت السماء - اور شیطانون کا دورہ دلون پر اُسی وقت

ہوتا ہی کہ صفات مذمومہ سے بھرے ہوے ہون کیونکہ شیطانون کی تماشاگاہ وہی ہین اور جو شخص ان صفات سے اپنے دل کو خالص اور صاف کرے شیطان اُسکے دل کے گرد نہین پھرتا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اِلّا عبادک منہم المخلصین - اور فرمایا اِنّ عبادی لیس لک علیہم سلطان - اور سماع دل کی صفائی کا سبب ہی اور بذریعہ صفائی کے حق کا جال ہوا کرتا ہی کہ اسمین حق ہی جاتا ہی اور اس بات پر یہ روایت دلالت کرتی ہی کہ حضرت ذوالنون مصری بغداد مین داخل ہوے اُنکے پاس کچھ صوفی جمع ہوے جنکے ساتھ ایک قوال تھا اور آپ سے اجازت چاہی کہ یہ شخص ہمارے سامنے کچھ گاوے آپنے اجازت دی تو اُسنے اس مضمون کے اشعار پڑھے ــ ترجمہ تری چھوٹی سی الفت نے ستایا ٭ بڑی ہوگی تو ہوگی کیسا غضب کی ٭ اکٹھی کردی تونے دل مین میرے ٭ محبت جو کہ باہم مشترک تھی ٭ نہ ترس آیگا تجھکو اُس حزین پر ٭ کہ جب بیغم ہنسی کرتا ہو زاری ٭ ذوالنون مصری اسکو سنکر کھڑے ہوے اور منہ کے بل گر پڑے پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا آپنے فرمایا اَلّذی یراک حین تقوم وہ شخص بیٹھ گیا آپکو اُسکے دل کا حال معلوم ہوگیا تھا کہ یہ تکلف سے وجد کرتا ہی اسلیے اُسکو جتادیا کہ اگر غیر اللہ کے لیے اُٹھوگے تو وہی تمہارا مدعی ہوگا جو اُٹھتے وقت تمکو دیکھتا ہی اور اگر وہ مرد سچا ہوتا تو ہرگز نہ بیٹھتا - غرضکہ وجد کا انجام اسپر آرہا کہ وجد یا مکاشفہ ہوتا ہی یا حالت اور ان مین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ افاقہ کے بعد اُسکو بیان کرسکین اور ایک وہ کہ بیان نہ کرسکین اور شاید تم اس امر کو بعید جانو کہ ایسی حالت اور علم کیسے ہو جسکی حالت بیان نہ کی جاسکے تو اُسکو بعید مت جانو کیونکہ تمکو اسکی نظیرین اپنے حالات مین ملسکتی ہین علم کی مثال تو یہ ہی کہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ کسی فقیہ کے سامنے دو مسئلے ایک ہی صورت کے پیش ہوتے ہین اور وہ اپنے ذہن مین اُن دونون کا فرق حکم مین جانتا ہی لیکن اگر اس سے کوئی فرق پوچھتا ہی تو زبان یاری نہین کرتی کہ فرق بیان کرے گو کیسا ہی فصیح ہو اور فرق کا معلوم کرنا ایک علم ہی جو اُسکا دل ذوق سے دریافت کرلیتا ہی اور اسمین کچھ شک نہین کرتا کہ دل مین اُسکے پڑنے کا کوئی سبب ہی اور خدا تعالیٰ کے نزدیک اُسکی کوئی حقیقت ہی مگر اُسکو بتا نہین سکتا نہ اس وجہ سے کہ اُسکی زبان مین قصور ہی بلکہ اس وجہ سے کہ خود وہ معنی ہی دقیق ہین کہ لفظون مین نہین آسکتے اور جو لوگ ہمیشہ مشکلات کی بحث کرتے رہتے ہین اُنکو یہ امر معلوم ہی کہ ایسا ہوا کرتا ہی - اور حال کی مثال یہ ہی کہ اکثر آدمیون کو جس وقت دل مین قبض یا بسط ہوتا ہی معلوم ہوجاتا ہی مگر اُسکا سبب نہین جانتے اور بعض اوقات آدمی ایک چیز مین فکر کرتا ہی اور اس سے اُسکے دل مین اثر ہوتا ہی پھر اس سبب کو بھول جاتا ہی اور اثر دل مین معلوم ہوتا ہی اور باقی رہتا ہی اور کبھی یہی حالت سرور ہوتی ہی کہ کسی ایسے سبب کے سوچنے سے جو موجب سرور ہو دل مین قرار پکڑتی ہی یا حالت حزن کسی غم کی بات مین تامل کرنے سے پیدا ہوتی ہی اور جس بات مین فکر کی تھی وہ یاد سے اُترجاتی ہی لیکن اُسکے بعد اُسکا اثر باقی رہتا ہی اور یہی حالت کبھی ایسی عجیب غریب ہوتی ہی کہ نہ اُسکو سرور کہ سکتے ہین نہ حزن اور نہ کوئی اور لفظ ملتا ہی جو ٹھیک اُسکے معنی بتاوے اور مقصود ظاہر کرے بلکہ ذوق موزون شعر کا اور موزون اور ناموزون مین تمیز کرنے کا ایسا ہی کہ کسی مین ہوتا ہی اور کسی مین نہین ہوتا یہ بھی ایک حالت ہی کہ ذوق والے اسکو معلوم کرلیتے ہین کہ یہ موزون ہی اور یہ زحاف والا ہی اور جسکو ذوق نہین اُسکے سامنے ایسی طرح بیان نہین کرسکتے کہ جس سے مقصود واضح ہوجاوے اور نفس مین احوال عجیب غریب ہین کہ اُن سب کی یہی کیفیت ہی بلکہ حالات مشہورہ خوف اور حزن اور سرور تو آدمی سماع سے ہوتے ہین جو مفہوم ہی لیکن تارون کے باجے اور تمام نغمے جو سمجھ مین نہین آتے اُنسے نفس مین تاثیر عجیب پیدا ہوتی ہی اور اُن آثار عجیب کا لفظون سے بیان کرنا ممکن نہین اور کبھی اُنکو شوق سے تعبیر کرتے ہین مگر ایسا شوق ہی کہ جسکی طرف شوق ہی اُسکا حال معلوم نہین مثلاً جسکا دل تارون کے باجے اور شہنائی اور ایسی چیزون کے سننے سے مضطرب ہوتا ہی وہ یہ نہین جانتا کہ دل کس چیز کا مشتاق ہی جسکے لیے اضطراب کرتا ہی اور دل مین ایسی حالت پاتا ہی کہ کسی بات کا مقتضی ہی مگر یہ نہین معلوم کہ وہ کیا ہی یہانتک کہ یہ کیفیت عوام پر اور اُن لوگون پر بھی گزرتی ہی جنکے دل پر نہ آدمی کی محبت غالب ہوتی ہی نہ اللہ تعالیٰ کی اور اس بات کا ایک بھید ہی وہ یہ ہی کہ ہر شوق کے دو رکن ہوتے ہین ایک

صفت مشتاق کی یعنی مشتاق کو گونہ مناسبت ہوئی اُس سے جسکی طرف اشتیاق ہو دوسرے مشتاق الیہ کی صورت کا پہچاننا اور اُسکی طرف پہونچنے کی صورت معلوم ہوتی تو اگر آدمی مین شوق کے دونون رکن پائے جائینگے تب تو ظاہر ہی ہو کہ شوق مین اضطراب ہونا بعید نہین اور اگر وہ صفت تو ہو جس سے شوق ہو مگر مشتاق الیہ کا علم نہو تو جسوقت وہ صفت مشوقہ حرکت کریگی اور اُسکی آگ مشتعل ہوگی تو موجب دہشت اور حیرت کی ہوگی مثلاً کوئی آدمی اسطرح سے پرورش پاوے کہ عورتون کی صورت نہ دیکھے اور نہ جماع کی صورت سے واقف ہو پھر اگر وہ بالغ ہوگا اور شہوت غالب ہوگی تو اپنے نفس مین شہوت کی آگ معلوم کریگا مگر یہ نجانیگا کہ یہ اشتیاق جماع کا ہی کیونکہ وہ تو نہ اُسکی کیفیت سے واقف ہی نہ عورتون کی صورت دیکھی ہی اسی طرح آدمی مین صفت شوق دلانے والی موجود ہی یعنی اُسکو ملاء اعلی سے مناسبت ہی اور جن لذات کا وعدہ اُس سے سدرۃ المنتہی اور فردوس برین مین ہوا ہی وہ اسکے مشتاق الیہ ہین مگر اسکے خیال مین ان باتون کا علم بجز صفات اور نامون کے اور کچھ نہین جیسے کوئی لفظ جماع اور عورتون کے نام سن لے اور کسی عورت کی صورت کبھی نہ دیکھی ہو نہ مرد کی اور نہ اپنی صورت آئینہ مین دیکھی کہ اُسپر قیاس کرکے جان لے تو اب راگ سُننے سے اُسکا شوق حرکت کرتا ہی مگر چونکہ زیادتی جہل اور دنیا مین مشغول ہونے سے وہ اپنے نفس کو اور اپنے پروردگار کو بھول گیا ہی اور اپنا وہ ٹھکانا بھی یاد نہین جسکی طرف اُسکا شوق طبعی ہی اسلیے اُسکا دل ایسے امر کا خواہان ہوتا ہی کہ جانتا نہین کہ وہ کیا ہی پھر مدہوش اور متحیر اور مضطرب ہوتا ہی اور اُس گلا گھونٹے ہوے کی طرح ہو جاتا ہی جسکو کیفیت اُس دردسے چھوٹنے کی معلوم نہو۔ غرضکہ اسی طرح کے حالات کی حقیقت پوری نہین معلوم ہوتی اور نہ حال والا اُنکو تقریر سے بیان کرسکتا ہی۔ اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ وجد دو طرح کا ہی ایک وہ کہ اُسکا بیان لفظون مین ہوسکے اور ایک وہ کہ نہوسکے پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وجد کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ خود بخود دل پر ہجوم کرے دوسرے وہ کہ بتکلف وجد کیا جاوے اس دوسری صورت کو تواجد یعنی حال لینا کہتے ہین اور تواجد مین اگر مقصود رہا ہو یا احوال شریفہ کا اپنے آپ مین ظاہر کرنا حالانکہ واقع مین اُنسے مفلس ہی تب تو بُرا ہی اور اگر اسلیے ہی کہ احوال شریفہ کا اپنے اندر حاصل ہونا اور اُنکو کسب کرنا اور تدبیر سے کھینچ لانا چاہتا ہی تو اچھا ہی اِس نظر سے کہ آخر کسب کو احوال شریفہ کے کھینچ لانے مین دخل ہی اور اسی نظر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت قرآن مجید مین فرمایا کہ جس شخص کو رونا نہ آوے وہ رونی صورت بناوے اور بتکلف حزن کرے کیونکہ یہ احوال ہر چند ابتدا مین بتکلف کیے جاتے ہین مگر انجام مین ثابت اور متحقق ہو جاتے ہین اور اسکا انکار نہین ہوسکتا کیونکہ جو شخص قرآن مجید سیکھتا ہی اول بڑے تکلف سے یاد کرتا ہی اور تکلف کے ساتھ خوب سوچ سوچ کر ذہن لگا کر پڑھتا ہی مگر خوب یاد ہونے کے بعد زبان پر ایسا چڑھ جاتا ہی کہ نماز وغیرہ مین غفلت کی حالت مین بھی تمام سورت پڑھ جاتا ہی اور تمام ہونے کے بعد جو ہشیار ہوتا ہی تو جانتا ہی کہ غفلت مین پڑھا اسی طرح کاتب اول مین بڑی محنت لکھنے پر کرتا ہی پھر جو مشق چڑھ جاتی ہی تو لکھنا سرشتی ہو جاتا ہی حتی کہ ورق کے ورق لکھتا اور نقل کرتا چلا جاتا ہی اور دل دوسری فکر مین ڈوبا رہتا ہی حاصل یہ کہ جن صفات کو نفس اور اعضا قبول کرتے ہین اُنکے اکتساب کی صورت اول مین یہی ہوتی ہی کہ تکلف اور بناوٹ کرنا پڑتی ہی اور آخر کو عادت سے سرشت ہو جاتی ہین اور یہی غرض ہی اس قول سے کہ عادت طبع پنجم ہی پس اگر احوال شریفہ کسی شخص کے اندر مفقود ہون تو اُنسے ناامیدی کرنی نچاہیے بلکہ چاہیے کہ اُنکو بتکلف راگ سے یا اور کسی تدبیر سے حاصل کرے کیونکہ عادت مین ایسا دیکھا گیا ہی کہ جس شخص نے کسی دوسرے پر عاشق ہونا چاہا ہی اور پہلے سے عاشق نہین تھا تو اُسنے یہ تدبیر کی کہ اپنے نفس کے سامنے اُسکا ذکر مدام کرنا اور جو باتین اُسمین عمدہ اور اخلاق حمیدہ تھے اُنکا تقریر کرنا اور علی الدوام اُسکی طرف دیکھنا شروع کیا یہان تک کہ اُسپر عاشق ہوگیا اور عشق اُسکے دل مین ایسا جمگیا کہ اُسکی حد اختیار سے باہر نکل گیا پھر اُسنے اسکے بعد اُس سے چھوٹنا چاہا تو نہ چھوٹ سکا تو اسی طرح اللہ تعالی کی محبت اور اُسکی دیدار کا شوق اور اُسکی خفگی کا خوف اور دوسرے احوال شریفہ اگر آدمی مین نہون تو چاہیے کہ اُنکے حاصل کرنے کی تدبیر کرے بطرح کہ جو لوگ ان حالات سے موصوف ہون اُنکے پاس بیٹھکر اُنکے احوال دیکھا کرے اور اُنکی صفات کو

دل میں اچھا کیا کرے اور راگ سننے میں انکا شریک ہو کر خدا تعالی کی جناب میں دعا اور تضرع کرے کہ وہ حالت مجکو بھی مرحمت کر اور اُسکے سامان میرے لیے مہیا فرما اور ان احوال کے سامانوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ راگ سننے اور نیکبخت بندوں اور خوف کرنے والوں اور مجنونوں اور مشتاقوں اور خاشعین کے پاس بیٹھے اسلیے کہ جو شخص دوسرے کے پاس بیٹھتا ہے اسکی صفات اسکے اندر بھی سرایت کر جاتی ہیں ایسی طرح کہ اسکو خبر بھی نہیں ہوتی اور اسباب کی جہت سے محبت وغیرہ احوال کے حاصل ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دلیل ہے کہ آپ نے دعا میں فرمایا اللھم ارزقنی حبک وحب من احبک وحب من اقربنی الی حبک ۔ تو دیکھو اس دعا میں آپ نے محبت کی طلب فرمائی اگر یہ امر سرشتی ہوتا تو اسکی درخواست کیسے ہوتی ۔ یہاں تک کے بیان سے معلوم ہوا کہ وجد کی دو قسمیں ہیں مکاشفہ اور حالت اور پھر دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ اسکا اظہار ممکن ہو دوسرے وہ کہ اسکا اظہار ممکن نہو اور نیز وجد کی دو اور قسمیں ہیں ایک وہ کہ تکلف ہو دوسری وہ کہ طبعی ہو ۔ اب اگر کہو کہ یہ کیا بات ہے کہ صوفیوں کو قرآن مجید کے سننے سے جو اللہ تعالی کا کلام ہے وجد نہیں ہوتا اور راگ پر جو کلام شعرا کا ہے وجد ظاہر ہوتا ہے اگر بالفرض وجد خدا تعالی کی عنایت ہی سے ہوتا اور حق ہوتا اور شیطان کے فریب سے اور باطل نہوتا تو چاہیے تھا کہ راگ کی نسبت کہ قرآن مجید سے بطریق اولی ہوا کرتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو وجد حق ہوتا ہے وہ اللہ تعالی کی فرط محبت اور صدق ارادت اور اُسکے شوق دیدار سے پیدا ہوتا ہے اور اسطرح کا وجد قرآن مجید کے سننے سے بھی جوش کرتا ہے اور جو وجد کہ خلق کی محبت اور مخلوق کے عشق سے ہوا کرتا ہے وہ البتہ قرآن مجید کے سننے سے جوش میں نہیں آتا اور قرآن مجید سے وجد ہونے پر خود قرآن گواہ ہے کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اور فرمایا مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم ثم تلین جلودہم وقلوبہم الی ذکر اللہ ۔ تو طمانینت اور بدن پر رونگٹون کا کھڑا ہوجانا اور خوف اور دل کی نرمی جو ان آیتون میں مذکور ہیں وہ وجد ہی ہیں اسلیے کہ وجد وہی ہوتا ہے جو سننے کے سبب سے سننے کے بعد نفس میں پایا جاوے اور دوسری جا یون ارشاد ہے انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم اور فرمایا لو انزلنا ہذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ سو ان آیتون میں ترس اور خشوع وجد ہے حالات کے قبیل سے گو مکاشفات کے قبیل سے نہیں مگر کبھی مکاشفات اور تنبیہات کا سبب ہوجاتا ہے اور اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زینت دو قرآن کو اپنی آوازون سے اور حضرت ابو موسی اشعری رض کی شان میں فرمایا لقد اوتی مزمارا من مزامیر آل داود علیہ السلام ۔ اور جن حکایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل دل کو قرآن سننے کے وقت وجد ہوا ہے وہ بہت ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیبتنی سورۃ ہود تو یہ بھی وجد کی خبر ہے اسلیے کہ بڑھاپا حزن اور خوف سے حاصل ہوتا ہے اور حزن اور خوف وجد میں داخل ہے ۔ اور مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورہ نسا پڑھی جب اس آیت پر پہونچے فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ہولاء شہیدا ۔ آپ نے فرمایا کہ بس کرو اور دونون آنکھون سے اشک جاری تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ وسلم نے خود پڑھا یا کسی اور شخص نے آپکے سامنے یہ آیت پڑھی ان لدینا انکالا وجحیما وطعاما ذا غصۃ وعذابا الیما ۔ پس آپ بیہوش ہوگئے ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلعم اس آیت کو پڑھکر رو دیے ان تعذبہم فانہم عبادک الآیۃ اور یہ آپ کا دستور تھا کہ آیت رحمت پر گذرتے تو دعا مانگتے اور بشارت کی درخواست کرتے اور بشارت کی التجا وجد ہے اور جو لوگ قرآن مجید پر وجد کرتے ہیں انکی تعریف خدا تعالی نے کی ہے چنانچہ فرمایا واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینہم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اور آپ کے

سینۂ مبارک میں ایسا جوش ہوتا تھا جیسے ہنڈیا کے کف گیر ہونے کی آواز ہوتی ہے۔ اور صحابہ اور تابعین نے جو قرآن پر وجد کیا ہے اُنکی نقلیں بہت سی ہیں کہ بعضوں نے پچھاڑ کھائی اور کچھ روئے اور کچھ بیہوش ہوگئے اور بعضے غشی کی حالت میں مرگئے چنانچہ کہتے ہیں کہ زرارہ بن اوفی بصرہ میں لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے کہ کسی رکعت میں یہ آیت پڑھی فاذا نقر فی الناقور فذلک یومئذ یوم عسیر اسکو پڑھتے ہی بیہوش ہوکر پڑے اور محراب ہی میں مرگئے یہ بزرگ تابعین میں سے تھے اور حضرت عمر رض نے ایک شخص کو پڑھتے سنا ان عذاب ربک لواقع ما لہ من دافع۔ آپ نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوکر گر پڑے لوگ مکان پر اُٹھا لائے ایک مہینہ بھر آپ بیمار رہے۔ اور ابو جریر تابعی کے سامنے صالح مری نے قرآن میں سے کچھ پڑھا وہ چیخ مار کر مرگئے اور حضرت امام شافعی رح نے کسی قاری کو یہ پڑھتے سنا ہذا یوم لا ینطقون ولا یؤذن لہم فیعتذرون۔ آپ کو غش آگیا۔ اور علی بن فضیل رح نے کسی قاری کو پڑھتے سنا یوم یقوم الناس لرب العالمین۔ تو غش کھا کر گر پڑے حضرت فضیل رح نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے تجکو وہ بدلہ کہ جو اللہ تعالیٰ نے تجھ سے معلوم کرلیا ہے اسی طرح بہت سے لوگوں سے اس طرح کی حکایتیں منقول ہیں۔ اور ایسا ہی صوفیوں کا حال ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ شبلی رح رمضان کی شب میں ایک امام کے پیچھے اپنی مسجد میں نماز پڑھتے تھے امام نے یہ آیت پڑھی ولئن شئنا لنذہبن بالذی اوحینا الیک حضرت شبلی رح نے ایک چیخ ایسی ماری کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کرگیا اور آپ کا رنگ زرد پڑگیا اور شانے تھرانے لگے اور یہی بار بار کہتے تھے کہ احباب کو ایسی ہی طرح خطاب کیا کرتے ہیں اور حضرت جنید بغدادی رح حضرت سری سقطی رح کے پاس گئے کہتے ہیں کہ میں نے وہاں دیکھا کہ ایک شخص کو غش آیا ہوا ہے مجھ سے فرمایا کہ ایک شخص ہے کہ قرآن مجید کی آیت سنکر اسکو غش آگیا ہے میں نے کہا کہ اسپر وہی آیت دوبارہ پڑھو جب وہ آیت پڑھی گئی تو اسکو افاقہ ہوگیا حضرت سری سقطی نے پوچھا کہ یہ مضمون تم نے کہاں سے کہا میں نے کہا کہ حضرت یعقوب علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نابینائی مخلوق کے باعث سے تھی تو مخلوق ہی کے سبب سے اچھی ہوگئی اگر آپ کا نابینا ہونا حق کے واسطے ہوتا تو مخلوق کے سبب سے بینا نہوتے حضرت سری سقطی نے اس جواب کو اچھا کہا اور موید ہے کہ حضرت جنید رح نے فرمایا تھی اسی کی طرف شاعر کا قول اشارہ کرتا ہے۔ میں نے اول تو پیا جام مزہ میں آکر۔ دوسرا فی ہے یہ پیو جو کہ ہو دور خمار۔ اور کسی صوفی کا قول ہے کہ میں ایک شب اس آیت کو پڑھ رہا تھا کل نفس ذائقۃ الموت میں نے اسکو مکرر پڑھنا شروع کیا اتنے میں غیب سے ایک آواز آئی کہ کہاں تک اس آیت کو مکرر پڑھیگا چار جن تو تو نے قتل کردیے جنہوں نے روز ولادت سے اپنا سر آسمان کی طرف نہیں اُٹھایا تھا۔ اور ابو علی مغازلی نے شبلی رح سے کہا کہ بعض اوقات میرے کان میں کوئی آیت قرآن مجید کی پڑتی ہے تو مجکو دنیا سے اعراض کرنے کی طرف کشش کرتی ہے پھر جو اپنے کاروبار اور لوگوں کی طرف رجوع کرتا ہوں تو کیفیت مذکور باقی نہیں رہتی حضرت شبلی نے فرمایا کہ اگر قرآن سنکر تم متوجہ اور مائل الی اللہ ہوتے ہو تو یہ بھی خدا تعالیٰ کی توجہ اور عنایت ہے اور اگر تمکو تمہارے نفس کی طرف رجوع کردیتا ہے تو یہ بھی اُسکی شفقت اور رحمت ہے کیونکہ اُسکی طرف متوجہ ہونے میں تمکو بجز اس امر کے اور کچھ شایاں نہیں کہ اپنی قدرت سے بری ہوجاؤ۔ اور کسی صوفی نے ایک قاری کو پڑھتے سنا یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ تو اسکو قاری سے دوبارہ پڑھوا کر کہا کہ نفس کو کب تک کہے جاؤں کہ رجوع کر اور یہ رجوع نہیں کرتا پھر حالت میں آکر ایسی چیخ ماری کہ جان نکل گئی۔ اور بکر بن معاذ نے کسی کو پڑھتے سنا وانذرہم یوم الآزفۃ الآیۃ تو مضطرب ہوئے پھر چیخ کر کہا کہ رحم کر اُسپر جسکو تو نے ڈرایا اور ڈرانے کے بعد بھی وہ تیری طاعت پر متوجہ نہوا اتنا کہکر انکو غش آگیا۔ اور ابراہیم ادہم رح جب کبھی اذا السماء انشقت پڑھتے سنتے تو آپ کے جوڑ ایسے مضطرب ہوتے تھے کہ گویا بدن ہل رہا ہے۔ اور محمد بن صبیح کہتے ہیں کہ ایک شخص فرات کے اندر غسل کرتا تھا اتنے میں ایک آدمی کنارہ پر یہ آیت پڑھتا ہوا نکلا وامتازوا الیوم ایہا المجرمون تو وہ نہانے والا تڑپنے لگا یہاں تک کہ ڈوب کر مرگیا۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رض نے کسی جوان کو تلاوت کرتے دیکھا اور جب وہ ایک آیت پر پہونچا تو اُسکے رونگٹے کھڑے ہوگئے حضرت سلمان کو

اُس سے محبت ہوگئی چند روز جو اُسکو نہ دیکھا تو لوگون سے اُسکا حال دریافت کیا کسی نے کہا کہ بیمار ہو آپ اُسکی عیادت کو تشریف لے گئے دیکھا تو وہ نزع میں ہو اُسنے حضرت سلمان سے کہا کہ جو مہربانی کہ آپ نے میرے بدن پر ملاحظہ فرمائی تھی وہ بہت اچھی صورت بنکر میرے پاس آئی اور مجھ سے کہا کہ خدا نے تعالی نے تیرے سب گناہ بخشدیے - حاصل یہ کہ اہل دل قرآن سننے کے وقت بھی وجد سے خالی نہیں ہوتے اور اگر قرآن کا سننا اُسمین ہرگز کچھ اثر نہ کرے تو اُسکو اس آیت کا مصداق سمجھنا چاہیے کمثل الذی ینعق بما لا یسمع الا دعاء و نداء صم بکم عمی فہم لا یعقلون یا یکہ اہل دل کو تو کلمہ حکمت بھی اثر کرتا ہو چنانچہ جعفر خلدی کہتے ہیں کہ ایک شخص خراسانی حضرت جنید کی خدمت میں حاضر ہوا اُسوقت آپکے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اُس سے پوچھا کہ آدمی کے نزدیک اُسکے ثنا خوان اور برا کہنے والے یکسان کب ہو جاتے ہیں کسی درویش نے کہا کہ جب آدمی شفاخانہ میں جاتا ہو اور دو قیدون میں مقید ہوتا ہو حضرت جنید رح نے فرمایا کہ یہ جواب تمہاری شان کے شایان نہیں پھر آپ اُس خراسانی کی طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے کہ یہ نوبت اُسوقت ہوتی ہو کہ یقین کرے کہ مین مخلوق ہون اُس شخص نے ایک چیخ ماری اور مرگیا اب اگر کہو کہ اگر قرآن کا سننا وجد پیدا کرتا ہو تو وہ صوفی قوالون کے راگ سننے پر کیون جمع ہوتے ہیں قاریون سے قرآن مجید کیون نہیں سنتے مناسب تو یہ تھا کہ اُنکا اجتماع اور حال لینا قاریون کے حلقہ میں ہوتا نہ ڈھاڑیون کے طائفہ میں اور یہ بھی چاہیے تھا کہ ہر ایک دعوت میں اجتماع کے وقت کوئی قاری بلایا جاتا نہ قوال کیونکہ اللہ تعالی کا کلام راگ سے بلا شبہ افضل ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ گو قرآن مجید کا سننا باعث وجد ہو مگر اُسکی نسبت کر وجد کا جوش سماع سے زیادہ ہوتا ہو سات وجہون کے سبب سے - وجہ اول یہ ہو کہ قرآن مجید کی سب آیتین سننے والے کے مناسب حال نہیں اور نہ اس قابل ہین کہ سب کو سمجھکر جس حال مین وہ مبتلا ہو اُسپر ڈھال لے مثلاً جس شخص پر حزن اور شوق اور ندامت غالب ہو تو اُسکے حال کے مناسب یہ آیت کیسے ہوگی یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین اور یہ آیت والذین یرمون المحصنات اور اسی طرح اور آیتین جنمین احکام میراث اور طلاق اور حدود وغیرہ لکھے ہیں اور دل کی بات کی محرک وہی چیز ہوتی ہو جو اُسکے مناسب ہو اور اشعار کو جو شعرا نے نظم کیا ہو تو حالات دل کے ہی ظاہر کرنے کے لیے ہو ان اشعار سے حال کے سمجھنے مین کچھ تکلف نہین کرنا پڑتا ہان جس شخص پر حالت زبردست غالب ہو کہ اُسکے ہوتے ہوئے دوسری حالت کی گنجایش ہی نہو اور اُسکو تیزی طبع اور ذکاء ذہن اتنا ہو کہ الفاظ مین سے دور دور کے معنی سمجھ لیا کرے تو ایسا شخص البتہ ہر قول کے سننے پر وجد کر سکتا ہو مثلاً اگر کوئی شخص یوصیکم اللہ فی اولادکم سے موت کی حالت سمجھے جس سے وصیت کی حاجت ہوتی ہو اور یہ کہ ہر انسان کو ضرور ہو کہ اپنا مال اور اولاد جو دنیا کے اندر دو محبوب چیزین ہین انمین سے ایک محبوب کو دوسرے کے قبضہ کے لیے چھوڑ کے اور دونون سے مفارقت کر جائے تو اس خیال سے اُسپر خوف اور فزع غالب ہو جائے یا یوصیکم اللہ مین صرف اسم ذات سنکر مدہوش ہو جائے نہ اُسکے آگے کے مضمون کی خبر رہے نہ پیچھے کے مضمون کی یا دل مین یہ گذرے کہ اللہ تعالی کی رحمت اور شفقت کو دیکھنا چاہیے کہ بندون کی میراثون کی تقسیم کا متولی بھی خود ہوا کہ زندگی اور موت دونون حالتون مین بندہ پر عنایت رہے اور اس سے یہ خیال کرے کہ جب اللہ تعالی نے ہمارے مرنے کے بعد ہماری اولاد پر شفقت فرمائی ہو تو بیشک وہ ہمپر بھی نظر رحمت فرماویگا اور اس خیال سے رجا کی حالت جوش کریگی اور موجب اُسکے سرور اور استبشار کا ہوگی یا للذکر مثل حظ الانثیین سے دل مین یہ خیال بندھے کہ مرد کو مردمی کے باعث سے عورت پر فضیلت ہو اور آخرت مین فضیلت اُن مردون کو ہو جنکی شان یہ ہو رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ اور یہ کہ جس شخص کو غیر اللہ خدا تعالی کی یاد سے بھلا دے تو وہ حقیقت مین مرد نہین عورت ہو اور اس خیال سے خوف کرے کہ کہین ایسا نہو کہ جیسے عورت اموال دنیا مین پیچھے رہ گئی ویسے ہی ہم بھی نعیم آخرت سے پیچھے نہ پڑ جائین تو اصلاح کے خیالات سے البتہ بعض اوقات وجد کی تحریک ہوتی ہو لیکن اسی شخص کو جسمین دو وصف ہون ایک تو حالت مستغرق غالب دوسرے فطانت جید اور ذکاوت کامل کہ قریب کی

باتون میں واقف ہو جاتے ہیں اور ایسا شخص جو کہ کیا ب ہو اسی پیٹ لگ کی طرف التجا کی جاتی ہو کہ اسمین الفاظ اقوال سنے مناسب کے ہیں جسمین بیٹھتا جھٹ پٹ حالت آجاتی ہے۔ اور مروی ہے کہ حضرت ابو الحسین نوری کسی دعوت میں ایک جماعت کے ساتھ تھے ان لوگوں میں کچھ ذکر علم ہونے لگا ابو الحسین خاموش سنتے رہے کیبارگی سر اٹھا کر یہ شعر ان کے اشعار پڑھے

تجھ کو کسی سے کرتی کبھی دل اپنا افگار	دلبر و ہمدم خوش یاد وہ کر رونے لگی تھا	جانشت کو فاختہ دل یا شرم سے ...
اپنی زاری سے کبھی اسکو جگاتا ہون میں	کچھ سمجھ کرتی ہے وہ اپنے فغان سے بیدار	اسکے رونے سے ہوا دل ...
سمجھتا ہون جو کچھ کہتی ہے اپنا آزار	سوزش دل سے جو یکرن ہے یہ اپنی کی شفا	مین جو دکھ کہتا ہون اسکو ...
		مین اسے جانتا ہون اور وہ مجھے عاشق زار

راوی کہتا ہے کہ ان لوگوں میں کوئی ایسا نہ رہا جسنے اٹھکر وجد نہ کیا ہو اور یہ وجد انکو اس علم سے نہ ہوا جسمین بحث کر رہے تھے حالانکہ وہ علم بھی یقینی اور حق ہی تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید اکثر لوگوں کو یاد ہوتا ہے اور کانون اور دلون پر کثرت سے آتا ہے اور جو بات کہ اول ہی سنی جاتی ہے اسکا اثر دلون میں بہت ہوتا ہے اور دوسری دفعہ میں اثر ضعیف ہو جاتا ہے اور تیسری بار تو کچھ رہتا ہی نہیں اور اگر بالفرض کسی ایسے شخص کو کہا جاوے جسپر وجد غالب ہو کہ ہمیشہ ایک ہی شعر پر تھوڑے تھوڑے عرصہ میں ایک دن یا ہفتہ کے اندر حال لیا کرے تو اس سے کبھی نہ ہو سکیگا اور اگر شعر بدل دیا جائیگا تو البتہ اسکا اثر اسکے دل میں نیا پیدا ہوگا کہ مضمون وہی ہو جو پہلے شعر کا تھا مگر لفظ اور وزن و قافیہ کا پہلے سے جدا ہونا نفس کو حرکت دیتا ہے گو قوال وہی ہو اور قاری سے ممکن نہیں کہ ہر وقت نیا قرآن پڑھے اور ہر دعوت میں نئی تلاوت کیا کرے اسلیے کہ قرآن تو محدود ہے اسمین کچھ بڑھ نہیں سکتا نہ الفاظ بدل سکیں وہ تو کل محفوظ ہے اور بہت دفعہ سنا جاتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت صدیق اکبر رض نے جب اعراب کو دیکھا کہ قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اسکو سنتے ہیں اور روتے ہیں تو فرمایا کہ ہم بھی کبھی ایسے ہی تھے جیسے تم ہو مگر اب ہمارے دل سخت ہو گئے تو اس سے یہ گمان نہ کرنا کہ صدیق رض کا دل اجلاف عرب سے بھی زیادہ سخت تھا یا آپکو اللہ تعالی اور اسکے کلام سے محبت انکی نسبت کم تھی نہیں انکی بلکہ اصل یہی تھی کہ دل پر مکرر گذرنے سے عادی سے ہو گئے تھے اور کثرت استماع کی جہت سے اس سے انس ہو گیا تھا کہ اثر معلوم ہوتا تھا کیونکہ عادت میں محال ہے کہ کوئی سننے والا ایک آیت جسکو پہلے نہ سنا ہو اور گریہ کرے پھر بیس برس تک ہمیشہ اسکو کرے پڑھکر رویا کرے حالانکہ آیت وہی ہے مگر چونکہ نئی بات نہیں ہوتی اسلیے کچھ اثر نہیں ہوتا اور یہ مشہور ہے کہ کل جدید لذیذ ہر نئی بات کا ایک صدمہ ہوتا ہے اور ہر الفت کے ساتھ انس ہوتا ہے جو صدمہ کے مخالف ہے اور اسی وجہ سے حضرت عمر رض نے قصد کیا تھا کہ لوگون کو خانہ کعبہ کا طواف کثرت سے کرنے سے منع کرین اور فرمایا کہ مجھکو خوف ہے کہ لوگ کہین اس گھر سے مانوس نہو جائین اور جو وقت دل میں تعظیم کا ہے جاتا رہے اور جو شخص حج کو جاتا ہے اور پہلے بیت اللہ کو دیکھتا ہے پہلے اسکی نگاہ پڑتی ہے تو روتا ہے اور چلاتا ہے اور بعض وقت دیکھتے ہی غش آجاتا ہے اور جو اتفاقا مکہ معظمہ میں مہینہ بھر ٹھہرتا ہے تو وہ بات اپنے دل میں نہیں پاتا حاصل یہ کہ قوال اجنبی اور نئے اشعار ہر وقت پڑھ سکتا ہے اور ہر وقت قاری سے ایسا نہیں ہو سکتا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ کلام کے موزون ہونے سے شعر کا مزہ بدل جاتا ہے اور دل میں اثر ہر اک ذکر کرتا ہے کیونکہ آواز موزون اور مزہ کی ہے اور ہر کلام طیب باموزون آور ہوتا ہے اور وزن اشعار ہی میں پایا جاتا ہے آیات میں نہیں ہوتا اور وزن کو اس باب میں اعتبار ہے کہ اگر قوال جس شعر کو پڑھتا ہو اسمین زحاف کرے یا غلطی کرے یا اس کی حد سے جو نغمہ میں ہوتی ہے مائل ہو جائے تو سننے والے کا دل گھبرائیگا اور اسکا وجد و سماع باطل ہو جائیگا طبیعت کو عدم مناسبت کی جہت سے وحشت ہوگی اور جب طبیعت پریشان ہوگی تو دل بھی پریشان ہوگا غرضکہ اس لحاظ کہ وزن کو اثر ہوا کرتا ہے اگرچہ شعر ہی مطلوب ہو۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ شعر موزون کی تاثیر دل میں مختلف ہوتی ہے جنکو سُر اور راگ کہتے ہیں اور یہ اثر جن مقصود کو بڑھانے اور گھٹانے اور کاٹنے سے ہوتا ہے ان سے بعض کو تطریب اور بعض کو موصول کہتے ہیں اور یہ تصرفات شعر میں درست ہیں مگر قرآن مجید میں جائز نہیں

کیونکہ اُنہیں تلاوت اُسی طرح چاہیے جیسے خداوند کریم نے نازل فرمایا ہے اگر مقتضاے تلاوت کے خلاف اُسمیں مد کی بجگہ قصر یا اسکا عکس یا وقف یا وصل یا قطع ہوگا تو وہ حرام یا مکروہ ہوگا اور اگر قرآن مجید کو سادہ طور پر جیسے نازل ہوا ہے پڑھا جائیگا تو اسمیں وہ اثر نہوگا جو نغموں کے صرف سے ہوتا ہے حالانکہ تاثیر میں وہ سبب مستقل ہیں گو کہ نہ جاویں جیسے تارون کے باجون اور نفیری اور شاہین اور تمام آوازون میں جو سمجھ میں نہ آویں اثر دیکھا جاتا ہے پانچویں وجہ یہ کہ نغمات موزون کی تاکید اور آوازون موزون سے کبھی ہو جاتی ہے جو حلق سے نہیں نکلتی مثلاً لکڑی سے گت لگانے یا ڈھولکی کی تال سے ... اثر دو بالا ہو جاتا ہے اسلیے کہ وجد ضعیف تب ہی اُبھرتا ہے کہ اُسکا سبب قوی ہو اور سبب ان سب باتون کے یکجا ہونے سے قوی ہو جاتا ہے اور انہیں سے ہر واحد کو تاثیر میں دخل ہے اور واجب ہے کہ قرآن مجید ان جیسے قرائن سے بچایا جاے اسلیے کہ عوام کے نزدیک ان قرائن کی صورت کھیل کی سی ہے اور قرآن تمام خلق کے نزدیک کھیل نہیں پس حق محض میں ایسی چیز ملانی جو عوام کے نزدیک کھیل ہو یا خواص کے نزدیک کھیل کی سی صورت ہو گو وہ اسکو اس نظر سے نہ دیکھتے ہوں کہ کھیل ہے جائز نہوگی بلکہ قرآن کی تعظیم کرنی چاہیے کہ راستون پر نہ پڑھا جاے اور نہ جنابت کے حال میں اور نہ بے وضو ہونے کے وقت میں بلکہ ایسی مجلس میں پڑھا جاے جسمیں سکون اور سکوت ہو اور ظاہر ہے کہ حق حرمت قرآن کا بجز ان لوگون کے اور کسی سے پورا نہیں ہو سکتا جو اپنے احوال کے نگران رہیں اسی لحاظ سے راگ کی طرف میل کیا جاتا ہے جسمیں اتنی نگرانی اور لحاظ کی نہیں اور یہیں وجہ شادی کی شب میں دف بجانا مع قرآن کی تلاوت کے درست نہیں حالانکہ دف بجانے کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نکاح کو ظاہر کرو گو چھلنی ہی بجانے سے ہو یا کسی اور عبارت سے ارشاد کیا جسکے معنی یہی ہیں اور دف بجانا شعر کے ساتھ درست ہے نہ قرآن کے ساتھ اور اسی وجہ سے جب آنحضرت صلعم ربیع بنت معوذ کے گھر میں اُنکی شادی کے روز تشریف لے گئے اور اُنکے پاس کچھ لونڈیاں گا رہی تھیں پس آپ نے ایک کی آواز سنی کہ وہ یہ کہتی ہے ... ہے وہ سید الرسل ہم میں ہیں کہ جو معاملہ کل ہوگا اُسکو یہ معلوم ہے آپ نے فرمایا کہ اسکو ترک کر اور جو پہلے کہتی تھی وہی کہہ اور اسکی وجہ یہی تھی کہ یہ نبوت کی شہادت تھی اور راگ کھیل ہے اور شہادت نبوت کھیل نہیں تو اسکو ایسی چیز سے ملانا نہ چاہیے جو کھیل کی صورت ہے کہ اس صورت میں ان اسباب کی تقویت دشوار ہوگی جن سے سماع دل کی تحریک کرتا ہو تو اسی لیے اسکو اس قول سے منع فرمایا اور راگ کی اجازت دیدی پس جیسے اس لونڈی پر شہادت نبوت سے راگ کی طرف انحراف واجب ہوا اسیطرح حرمت قرآن مجید اسکی مقتضی ہے کہ اُس سے بھی راگ کی طرف منحرف ہونا چاہیے چھٹی وجہ یہ ہے کہ قوال کبھی کوئی شعر ایسا پڑھتا ہے کہ سننے والے کے حال کے موافق نہیں پڑتا اسی لیے وہ اسکو برا جانتا ہے اور قوال کو روک دیتا ہے کہ اسکو مت کہو دوسرا شعر پڑھو کیونکہ ہر کلام ہر حال کے موافق نہیں ہوا کرتا پس اگر دعوتون میں قاری سے کچھ پڑھوایا کرتے تو عجب نہیں کہ وہ ایسی آیت پڑھتا جو حال کے موافق نہوتی اسلیے کہ قرآن ہرچند سب کا سب لوگون کے لیے شفا ہے مگر باعتبار حالات کے ہے مثلاً رحمت کی آیتیں خائف کے حق میں شفا ہیں اور عذاب کی آیتیں بے خوف اور مغالطہ میں پڑے ہوے شخص کی شفا ہیں اسی طرح ہر آیت کو معلوم کرنا چاہیے تفصیل وار لکھنا بہت طول چاہتا ہے تو اب قرآن پڑھنے میں یہ اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہو کہ کوئی آیت حاضر مجلس کے حال کے موافق نہ پڑے اور اُسکا نفس اسکو برا جانے اور کلام الٰہی کے برا جاننے کے خطرہ میں مبتلا ہو جاے کہ پھر اُس سے چھوٹنے کی کوئی سبیل ہی نہ ملے اس خطرہ سے احتراز کرنا نہایت واجب اور بہت ضروری ہے اسلیے کہ اُس سے خلاص ہونے کی تدبیر یہی ہے کہ کلام کو اپنے حال پر ڈھالے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو صرف اسی صورت پر ڈھال سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو مقصود ہے دوسری صورت پر اسکا ڈھالنا جائز نہیں اور شاعر کے شعر کو جائز ہے کہ اسکی مراد کے سوا پر بھی محمول کر لیا جاے غرضکہ قرآن مجید میں یا تو خطرہ اُسکے برا جاننے کا ہے یا تاویل غلط کا جو حال کے موافق ہو تو کلام الٰہی کو ان دونون باتون سے محفوظ رکھنا اور اُسکی توقیر کرنی واجب ہے یہ چھ وجہیں قرآن مجید کے نہ سننے اور راگ کی طرف فرقہ صوفیہ کے میل کرنے کی مجھکو سوجھی ہیں ساتویں وجہ وہ ہے جسکو ابو نصر سراج طوسی نے ذکر کیا ہے اور قرآن سے سماع نہ کرنے کا عذر اسطرح لکھا ہے

کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور ایک صفت ہے اُسکی صفات میں سے اور چونکہ وہ حق ہے اور غیر مخلوق ہے تو بشریت جو مخلوق چیز ہے اُسکو اُسکی تاب نہیں اور اگر ایک ذرہ قرآن مجید کے معانی اور ہیبت کا واضح ہو جاوے تو بشریت کی صفات پھٹ جائیں اور بیہوش و متحیر ہو جائیں مگر نغمات عمدہ کو طبیعتوں سے مناسبت ہے اور انکی نسبت لذتوں کی سی نسبت ہے نہ امور حقہ کی سی اور شعر کی نسبت بھی حظوظ کی سی ہے تو جب اشعار کے اشارات اور لطیفے نغموں اور آوازوں سے ملتے ہیں تو ایک دوسرے کے ہم شکل ہو جاتے ہیں اور لذتوں سے قریب تر اور دلوں پر ہلکے معلوم ہوتے ہیں اسلیے کہ مخلوق کا جوڑ مخلوق سے خوب ہوتا ہے تو جب تک بشریت باقی ہے اور ہم اپنی صفات اور حظوظ میں ہیں تو ہمکو راحت نغمات دلکش اور اصوات خوش سے ملتی ہے اسلیے ان حظوظ کی بقا کے مشاہدہ کے لیے یہی بہتر ہے کہ ہم اشعار کی طرف راغب ہوں اور کلام الٰہی سے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اُسی سے اسکا آغاز اور اُسی پر اُسکا انجام ہے حظوظ کے جویا نہوں یہ خلاصہ ہے ابو نصر کی تقریر اور عذر کا

اور ابو الحسن دراج کہتے ہیں کہ میں نے بغداد سے یوسف بن حسین رازی کی زیارت اور سلام کے لیے سفر کیا جب رے میں داخل ہوا تو جس سے اُنکا حال پوچھا اُسنے یہی کہا کہ اُس زندیق سے تمکو کیا کام ہے میرا دل ایسا تنگ ہوا اور ایسا ان باتوں سے گھبرایا کہ ارادہ واپس آنے کا کیا پھر دل میں سوچا کہ اتنا بڑا سفر میں نے کیا ہے اور کچھ نہو تو انکو دیکھ تو لوں غرضکہ پوچھتا پوچھتا اُنکے پاس گیا دیکھا تو وہ ایک مسجد کی محراب میں بیٹھے ہیں اور اُنکے سامنے ایک شخص ہے اور خود قرآن ہاتھ میں لیے تلاوت کرتے ہیں اور نہایت خوبصورت اور چکنے رنگ کے آدمی ہیں قطع داڑھی والے ہیں میں نے سلام کیا اُنھوں نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم کہاں سے آئے ہو میں نے کہا بغداد سے پوچھا کس لیے آئے ہو میں نے کہا کہ آپ کے سلام کرنے کو آیا ہوں فرمایا کہ اگر بالفرض ان شہروں میں جہاں کو تم آئے ہو کوئی تم سے یوں کہتا کہ تم ہمارے پاس ٹھہر جاؤ ہم تمھارے لیے گھر یا لونڈی مول لیے دیتے ہیں تو یہ امر تمھارے آنے کا مانع ہوتا یا نہیں میں نے کہا کہ ایسا نہ ہوتا اللہ تعالیٰ نے میرا امتحان ایسی بات سے نہیں لیا لیکن اگر اسطرح میرا امتحان لیتا تو نہ معلوم اُسوقت میں کیسا ہوتا پھر اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ تمکو کچھ گانا آتا ہے میں نے کہا ہاں اُنھوں نے کہا کہ تو کچھ کہو میں نے یہ قطعہ پڑھا قطعہ بناسے ہو گرتا ہو دیکھتا ہوں مدام تو جو بیہوش ہوتا تھکے تو یہ سارا پڑا ہو کام تجھ سے اس گھڑی جس دم پڑ کر لفظ کیف سے بہتر نہیں تجھ میں گفتار تو کوش پڑ لگے یا الٰہی ساعت میں وہ بہانہ جوئی سے تکو ہوتا یہ سہرہ کارہ اُنھوں نے قرآن مجید تو بند کر دیا اور اتنا روئے کہ ڈاڑھی اور رومال تر ہو گیا حتی کہ رونے کی کثرت سے مجھے بھی اُنکے حال پر ترس آگیا پھر فرمایا کہ بیٹا رے کے لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یوسف زندیق ہے اور میرا یہ حال ہے کہ صبح کی نماز سے قرآن پڑھتا تھا مگر میری آنکھ سے ایک قطرہ بھی نہیں گرا اور ان شعروں سے مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی حاصل یہ کہ دل ہر چند خدا تعالیٰ کی محبت میں پھونکے ہوئے ہوں تاہم شعر جتنی اُنمیں وہ جوش پیدا کرتا ہے جو قرآن مجید کی تلاوت سے نہیں ہوتا اور یہ بات شعر کے وزن سے اور طبیعتوں کے ساتھ اُسکے ہم شکل ہونے سے ہوتی ہے اور چونکہ اشعار طبیعت بشری کے مناسب ہوتے ہیں آدمی ایسے شعر بنانے پر قادر ہے لیکن قرآن چونکہ کلام بشری کے اسلوب اور طریق سے باہر ہے اسلیے قوت بشری میں نہیں کہ ایسا کلام کرسکے کیونکہ اُنکی طبیعت کے ہم شکل نہیں ۔۔ اور کہتے ہیں کہ ایک شخص ذوالنون مصری کے کے اُستاد اسرافیل کے پاس آیا اور اُنکو دیکھا کہ زمین پر اپنی انگلی سے کریدتے ہیں اور ایک شعر گا رہے ہیں پھر اُس سے پوچھا کہ تمکو کوئی چیز اچھی طرح گانی آتی ہے اُسنے کہا کہ نہیں آپ نے کہا کہ تو بے دل کا آدمی ہے اسمیں یہ اشارہ تھا کہ جو شخص دل والا ہے اور اپنی طبیعت کو جانتا ہے اُسکو معلوم ہے کہ دل کو اشعار اور نغموں سے وہ حرکت ہوتی ہے جو دوسری چیز سے نہیں ہوتی اسیلیے وہ تحریک کا طریق بتکلف پیدا کرتا ہے خواہ اپنی آواز سے یا خواہ غیر کی آواز سے ۔ یہاں تک ہم دو مقاموں کا حکم لکھ چکے یعنی سماع کے سمجھنے اور وجد کا جو دل میں معلوم ہوتا ہے

اب ہم وجد کا اثر ظاہری یعنی چیخنا گریہ کرنا اور کپڑوں کا پھاڑنا وغیرہ بیان کرتے ہیں

تیسرا مقام سماع کے آداب ظاہری اور باطنی کے ذکر میں اور اس بیان میں کہ وجد کے آثار میں سے کون اچھا ہے اور کونسا برا ۔ سماع کے

آداب تو پانچ ہین — اول ادب یہ ہے کہ وقت اور جگہ اور یاران جلسہ کا لحاظ کرنا چنانچہ حضرت جنید بغدادی رح فرماتے ہین کہ سماع تین باتون کی حاجت رکھتا ہے ورنہ سننا نہ چاہیے وقت اور جگہ اور یاران جلسہ وقت کی رعایت سے یہ مراد ہے کہ کھانا موجود ہونے کے وقت یا جھگڑنے کے وقت یا نماز کے وقت یا اور کسی وقت جسمین کوئی مانع پیش ہو اور دل نہ لگنے دے سماع سے کچھ فائدہ نہین اور مکان کی رعایت سے یہ غرض ہے کہ چلتا رستہ یا بُری صورت کا مکان نہو یا اُسمین کوئی ایسا سبب نہو کہ جس سے دل اُسطرف بٹے تو ایسے مکانون سے اجتناب چاہیے اور یاران جلسہ سے یہ غرض ہے کہ کوئی غیر جنس سماع کا منکر زاہد خشک دلون کے لطائف سے بے بہرہ مجلس مین نہو کیونکہ ایسے شخص کا موجود ہونا گران گذریگا اور دل اُسکی طرف مشغول ہوگا - اور یہی صورت ہے اگر کوئی متکبر دنیادار ہوگا کہ اُسکا لحاظ پاس کرنا پڑیگا یا کوئی بنا ہوا صوفی کہ وجد اور ناچنا اور کپڑے پھاڑنا خود کسیلیے کرے تو اسطرح کے لوگ دل کو پریشان کرتے ہین انسے بھی اجتناب کرنا چاہیے حاصل یہ کہ اگر یہ شرطین نہون تو راگ کا نہ سننا بہتر ہے تو سننے والے کو اسکا لحاظ چاہیے - دوسرا ادب یہ ہے کہ شیخ کو حال مریدین کا دیکھ لینا چاہیے یعنی اگر اُسکے مریدون کو سماع سے ضرر ہوتا ہو تو اُنکے سامنے راگ نہ سُنے اور اگر سُنے بھی تو انکو کسی اور شغل مین لگا دے اور جس مرید کو سماع سے ضرر ہوتا ہے وہ تین طرح کے اشخاص مین سے ایک ہوتا ہے اول جو سب مین کم رتبہ ہے وہ مرید ہے جسنے طریق سلوک مین بجز اعمال ظاہری کے اور کچھ نہین معلوم کیا اور اُسکو سماع کا مزہ ہی نہین تو ایسے مرید کا سماع مین مشغول ہونا بے فائدہ ہے اسلیے کہ نہ تو وہ کھیل والون مین ہے تاکہ کھیل ہی کھیلے اور نہ ذوق والون مین ہے کہ سماع کے ذوق سے مزہ پاوے تو ایسے شخص کو ذکر مین یا اور کسی کام مین مشغول ہونا چاہیے ورنہ راگ مین مفت تضییع اوقات ہوگی - دوم وہ کہ اُسکو سماع کا ذوق تو ہے مگر ابھی تک اُسمین کچھ حظ نفس اور شہوات اور صفات بشری کی طرف التفات باقی ہے اور ایسا منکسر ہوا کہ صفات بشری اور شہوات کی آفات سے مامون ہو جاوے تو بعض اوقات عجب نہین کہ سماع اُسکے حق مین مقتضی لہو اور شہوت کا ہو جاوے اور جس طریق مین وہ مصروف ہے اُس سے باز رکھے اور کھیل سے روک دے - سوم وہ مرید ہے کہ اُسکی شہوت بھی ٹوٹ گئی ہے اور اُسکی آفتون سے بھی محفوظ ہے اور بصیرت مفتوح اور دل پر محبت الٰہی غالب ہے مگر اُسنے علم ظاہر کی تحصیل بخوبی نہین کی اور نہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات سے واقفیت بہم پہونچائی اور نہ یہ معلوم کیا کہ خداے تعالیٰ پر کون چیز جائز ہے اور کون محال تو ایسے شخص کے سامنے اگر باب سماع مفتوح ہوگا تو جو کچھ سُنیگا اُسکو خداے تعالیٰ کے حق مین ڈھالیگا خواہ واقع مین جائز ہو یا ناجائز پس اس صورت مین راگ سے جو فائدہ ہوتا اُسکی نسبت کر ضرر زیادہ ہوگا کیونکہ اکثر باتین جو لائق جناب کبریائی نہین اُنکے ڈھالنے سے کافر ہو جائیگا - سہل تستری رح فرماتے ہین کہ جس وجد کا شاہد قرآن اور حدیث نہو وہ باطل ہے پس ایسے شخص سماع کے قابل نہین اور نہ وہ جنکا دل دنیا کی محبت اور لوگون کی تعریف و ثنا کے اشتیاق مین ملوث ہے اور نہ وہ لائق ہین جو صرف لذت اور بالطبع اچھا معلوم ہونے کو سُنتے ہین اسلیے کہ سماع اُنکی عادت ہو جاتی ہے اور عبادات اور دل کی نگرانی سے روک دیتا ہے اور جنہین مراد کے طے کرنے کے درپے تھا وہ متروک ہو جاتا ہے حاصل یہ کہ سماع قدم کی لغزش کرنے کی جگہ ہے ضعیفون کو اُس سے علیحدہ رکھنا واجب ہے - حضرت جنید بغدادی رح فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین شیطان کو دیکھا اور اُس سے پوچھا کہ تجکو ہمارے یارون پر بھی کچھ قابو چلتا ہے اُسنے کہا کہ ہان دو وقتون مین ایک سماع کے وقت دوم نظر کے وقت کہ ان دونون مین مجکو اُنپر دخل ملجاتا ہے آپ نے جو اس خواب کو بیان کیا تو کسی بزرگ نے فرمایا کہ اگر مین اُسکو دیکھتا تو یون کہتا کہ تو بڑا احمق ہے بھلا جو کوئی سُننے کے وقت خداے تعالیٰ ہی سے سُنے اور دیکھنے کے وقت اُسی کی طرف دیکھے تو اُسپر تو کیسے جیتیگا آپ نے فرمایا کہ تمنے درست کہا - تیسرا ادب یہ ہے کہ قوال جو کچھ کہے اُسکو خوب دل لگا کر سُنے اور اِدھر اُدھر التفات کم کرے اور سُننے والون کو نہ تاکے اور جو کچھ اُنپر وجد کی کیفیت ظاہر ہو اُسکو نہ دیکھے بلکہ اپنی طرف دھیان کرے اور دل کی نگرانی کرے اور دیکھے کہ خداے تعالیٰ میرے باطن مین اپنی رحمت سے کیا چیز ڈالتا ہے اور حرکت کو روکے رہے جو یاران جلسہ کے دل کو پریشان کرتی ہو بلکہ ایسی طرح بیٹھے کہ اعضاء ظاہری سے کچھ نہ ہلے کھنکارنے اور جمائی لینے سے احتراز کرے

اور گردن نیچے کو ڈال بیٹھے کوئی بڑی گہری فکر مین ڈوبا ہوا ہو تالی بجانا اور ناچنا اور تمام حرکتین بناوٹ کی اور نمود کی کچھ نہ کرے اور اثناء سماع مین وہ کلام نہ کرے جسکی ضرورت نہو اور اگر وجد غالب ہوا اور بے اختیار ہلادے تو اسمین وہ مجبور ہی کچھ ملامت کے قابل نہین مگر جب افاقہ ہو اسی وقت پھر سکون اور وقار اختیار کرے یہ نہین چاہیے کہ اسی حالت پر باقی رہے اس شرم سے کہ لوگ یہ کہین گے کہ اچھا وجد تھا جو ذرا سی دیر مین جاتا رہا اور نہ یہ چاہیے کہ زبردستی وجد ظاہر کرے تاکہ لوگ یہ نہ کہین کہ بڑا سخت دل ہی اور صفائی اور رقت سے بے بہرہ ہی کہتے ہین کہ ایک جوان حضرت جنید رح کے ساتھ رہتا تھا جب کوئی ذکر سنتا تو چلا پڑتا آپ نے ایک روز اسکو فرمایا کہ اب اگر ایسا پھر کروگے تو میرے ساتھ مت رہنا اسکے بعد وہ اپنے نفس کو تھامنے لگا کہ ہر بال مین سے اسکے پانی کا قطرہ نکلتا مگر چیخ نہ مارتا ایک روز جو اسنے اپنے نفس کو بہت روکا تو گلا گھٹنے لگا آخر ایک ایسا نعرہ مارا کہ اسکا دل پھٹ گیا اور جان نکل گئی - اور مروی ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل مین وعظ کہی انمین سے ایک شخص نے اپنا کپڑا یا کرتا پھاڑ ڈالا اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اسکو کہدو کہ ہمارے لیے اپنے دل کے ٹکڑے کرے کپڑے نہ پھاڑے - ابو القاسم نصیرآبادی نے ابو عمرو بن نجید سے کہا کہ مین یہ کہتا ہون کہ اگر کچھ لوگ جمع ہون اور انکے ساتھ مین کوئی قوال کچھ گا دے تو یہ امر اس سے بہتر ہی کہ وہ لوگون کی غیبت کرین ابو عمرو نے کہا کہ راگ مین نمود کرنی یعنی جو حالت اپنے اندر نہو اسکو ظاہر کرنا تیس برس کی غیبت کرنے سے بھی برا ہی - اب اگر یہ کہو کہ افضل وہ شخص ہی جو ضبط کیے بیٹھا رہے اور سماع اسکے ظاہر مین کچھ اثر نہ کرے یا وہ افضل ہی جسپر اثر ظاہر ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ اثر نہ ظاہر ہونا کئی طرح سے ہوتا ہی کبھی تو اسوجہ سے ہوتا ہی کہ وجد ہی کم ہو تب تو البتہ نقصان مین داخل ہی اور کبھی اسطرح ہوتا ہی کہ وجد تو باطن مین قوی ہوتا ہی مگر چونکہ ضبط اعضا کی قوت سالک مین بدرجۂ کمال ہوتی ہی اسلیے ظاہر نہین ہوتا تو یہ درجہ کمال کا ہی اسمین نقصان نہین اور کبھی اسلیے ظاہر نہین ہوتا کہ حالت وجد کی سالک کو ہر وقت اور ہر حال مین یکسان رہتی ہی تو سماع سے کچھ زیادہ اثر معلوم نہین ہوتا یہ درجہ نہایت اعلی ہی کمال کا کیونکہ وجد والونکا وجد غالبا ہمیشہ نہین رہا کرتا تو جو شخص وجد دائمی مین ہو تو وہ حق سے وابستہ اور عین شہود کا ملازم ہی اسکو احوال عارضی بدل نہین سکتے اور عجب نہین کہ حضرت صدیق اکبر رض نے جو اعراب سے فرمایا تھا کہ ہم بھی کبھی ایسے ہی تھے جیسے تم ہو مگر اب ہمارے دل سخت ہوگئے اس قول سے وجد دائمی کا اشارہ ہی یعنی ہمارے دل قوی اور مضبوط اس درجہ کو پہونچ گئے ہین کہ ہر حال مین وجد کے لازم رہنے کی طاقت رکھتے ہین اسی وجہ سے ہم گویا قرآن کے معنی ہمیشہ سنتے رہتے ہین ہمارے حق مین قرآن کوئی نئی بات اور عارضی نہین کہ اس سے ہم متاثر ہون غرضکہ وجد کی قوت تحریک ظاہر کیا کرتی ہی اور عقل اور روک کی قوت اسکو ضبط کیا کرتی ہی اور بعض اوقات ان دونون مین سے ایک چیز دوسرے پر غالب ہو جاتی ہی یا تو اسوجہ سے کہ خود نہایت درجہ کو قوی ہوتی ہی یا اسوجہ سے کہ طرف مقابل کمزور ہوتی ہی اور نقصان اور کمال اسی کے بموجب ہوا کرتا ہی تو تمکو یہ گمان کرنا نچاہیے کہ جو شخص خود زمین پر تڑپتا ہی وہ قوت وجد مین کامل ہی اور جو اپنے اضطراب کو ضبط کیے ہی وہ ناقص ہی بلکہ بہت سے ضابط بہ نسبت تڑپنے والے کے وجد مین کامل ہوتے ہین چنانچہ حضرت جنید رح شروع سماع مین کچھ حرکت کیا کرتے تھے اور آخر کو بالکل جنبش نہ کرتے تھے کسی نے جو اسکا سبب پوچھا تو آپ نے یہ آیت پڑھی وترى الجبال تحسبها جامدة وهي تمر مر السحاب صنع الله الذي اتقن كل شيء - اسمین یہ اشارہ ہی کہ دل تڑپ رہا ہی اور ملکوت مین جولانیان کرتا ہی اور ظاہر مین اعضا ساکن اور ٹھہرے ہوے ہین اور ابو الحسن محمد بن احمد جو بصرہ مین تھے کہتے ہین کہ مین ساٹھ برس سہل تستری رح کے ساتھ رہا مین نے انکو کبھی نہین دیکھا کہ کبھی کسی ذکر یا قرآن کی آیت سنکر انمین کچھ تغیر ہوا ہو جب وہ آخر عمر مین پہونچے تو ایک شخص نے انکے سامنے یہ آیت پڑھی فاليوم لا يؤخذ منكم فدية الآية - تو مین نے دیکھا کہ کانپ اٹھے اور قریب تھا کہ گر پڑین جب وہ اصلی حالت پر آئے تو مین نے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی آپ نے فرمایا کہ مشفق من اب ہم ضعیف ہوگئے اسی طرح ایکبار یہ آیت سنی الملك يومئذ الحق للرحمن - تو تڑپ گئے ابن سالم جو آپ کے مرید تھے انہون نے اسکی وجہ پوچھی فرمایا کہ مین ضعیف ہوگیا کسی نے

انسے عرض کیا کہ اگر یہ بات ضعف سے ہی تو حال کی قوت کیا ہی آپ نے فرمایا کہ قوی الحال وہ ہی کہ جو وارد اسپر آوے اُسکو اپنے حال کے زور سے نکل جاوے کوئی وارداتکیسی ہی زبردست کیون نہو اُسکو متغیر نکرسکے۔ اور باوجود وجد کے ضبط ظاہر پر قادر ہونے کا سبب یہ ہوتا ہی کہ ہر وقت کے شہود سے سب حالتین یکسان ہوجاتی ہین چنانچہ سہل تستری رح کا قول ہی کہ میری حالت نماز سے پیشتر اور اُسکے بعد ایک ہی اسلیے کہ آپ ہر وقت دل کے نگران اور خداے تعالیٰ کے ساتھ حاضر الذکر تھے تو اسطرح کا شخص سماع سے پہلے اور پیچھے یکسان رہیگا کیونکہ اُسکا وجد اور حال دائمی ہوگا اور اشتیاق برابر اور ذوق متواتر رہیگا اسطرح کہ سماع سے کچھ ترقی نہوگی چنانچہ مروی ہی کہ ممشاد دینوری ایک جماعت پر گذرے کہ اُنمین قوال کچھ کہ رہے تھے وہ آپ کو دیکھکر چپ ہوگئے آپ نے فرمایا کہ تم اپنا کام کرو میرے کان مین تو اگر تمام دنیا کے ملاہی اکٹھے ہونگے تب بھی میری ہمت کو نہ روکین گے اور نہ میری حالت مین کچھ ترقی ہوگی اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ علم کے فضل کے ہوتے ہوے وجد کا نقصان کچھ ضرر نہین کرتا اور علم کا فضل وجد کے فضل سے زیادہ کامل ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ ایسا شخص پھر سماع مین کیون آتا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ ان لوگون مین سے بعض نے تو سماع کو بڑھاپے مین چھوڑ دیا تھا اور بہت کم سماع مین آتے تھے یعنی کسی بھائی کی خاطر اور اُسکے دل خوش کرنے کو کبھی اتفاق ہوجاتا تھا اور بعض اوقات اسلیے شریک ہوتے تھے کہ لوگ اُنکی قوت کے کمال کو دیکھین اور جانین کہ ظاہر کا وجد کچھ کمال کی بات نہین اور ظاہر کا ضبط کرنا اُنسے سیکھین کہ تکلف اور بناوٹ سے اسطرح علیحدہ رہتے ہین گو اُنسے اُنکی پیروی نہوسکے اسوجہ سے کہ یہ امر اُنسے مثل سرشت ہو رہا ہی۔ اور اگر وہ لوگ اتفاق ابناء جنس کے سوا اور کسی سماع مین جاتے ہین تو بدنون سے اُنکے شریک رہتے ہین اور دلون سے اُنسے دور رہتے ہین جیسے بدون سماع کے غیر جنسون مین اگر کسی ضرورت سے بیٹھتے ہین تو وہان بھی یہی حال ہوتا ہی کہ ظاہر اُنمین ہوتا ہی اور باطن ملکوت مین اور کچھ لوگون سے سماع کا ترک منقول ہی اور گمان ہوتا ہی کہ اُنھون نے اسکو برا جانا ہی مگر واقع مین سبب ترک کا یہی ہی کہ اُنکو سماع کی حاجت نہ تھی دائم الوجد تھے اور بعض لوگ اسوجہ سے زاہد تھے کہ اُنکو سماع مین حظ روحانی نہ تھا اور نہ اہل لہو تھے تو اسی لیے ترک کردیا کہ بے فائدہ بات مین کیون مشغول ہون اور بعضون نے اس لیے ترک کیا کہ اُنکو یاران جلسہ میسر نہوے چنانچہ کسی شخص سے پوچھا گیا کہ تم راگ کیون نہین سنتے اُسنے جواب دیا کہ کس سے سنون اور کس کے ساتھ

چوتھا ادب یہ ہی کہ جب اپنے نفس کو روک سکتا ہو تو نہ کھڑا ہو اور نہ رونے مین آواز بلند کرے لیکن اگر ناچے اور رونی صورت بناوے تو مباح ہی بشرطیکہ ریا منظور نہو کیونکہ رونی صورت بنانے سے حزن پیدا ہوتا ہی اور سرور و نشاط کی تحریک کا سبب رقص ہوا کرتا ہی اور سرور مباح کی تحریک جائز ہی اور اگر ناچنا حرام ہوتا تو حضرت عائشہ صدیقہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حبشیون کو ناچتے نہ دیکھتین چنانچہ آپ بعض روایات مین یون ہی فرماتی ہین کہ وہ ناچ رہے تھے اور صحابہ رض مین سے بھی بعض اکابر کا ناچنا سرور کے وقت مروی ہی اور وہی سرور موجب اُنکے رقص کا ہوا ہی چنانچہ حضرت امیر حمزہ رض کی بیٹی کے قصہ مین جب حضرت علی مرتضی رض اور حضرت جعفر آپ کے بھائی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم مین جھگڑا ہوا کہ اس لڑکی کی پرورش کون کرے تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی رض کو فرمایا کہ تو مجھ سے ہی اور مین تجھسے اسکو سنکر حضرت علی رض اُچھلنے لگے اور حضرت جعفر رض سے فرمایا کہ تو میری صورت اور سیرت کے مشابہ ہوگیا تو وہ حضرت علی رض سے بھی زیادہ اُچھلے اور آپ نے حضرت زید رض کو فرمایا کہ تو ہمارا بھائی اور مولا ہی تو وہ حضرت جعفر سے زیادہ اُچھلے پھر آپ نے فرمایا کہ یہ لڑکی جعفر کے پاس رہیگی کیونکہ اسکی خالہ جعفر کی منکوحہ ہی اور خالہ گویا والدہ ہی ہی۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہ رض سے فرمایا کہ تجکو حبشیون کا ناچ پسند ہی۔ غرضکہ ناچ اور اُچھلنا خوشی کے سبب سے ہوتا ہی تو اُسکا حکم بھی خوشی ہی پر مترتب ہوگا یعنی جس صورت مین کہ خوشی اچھی ہو اور ناچ سے اُسکو ترقی ہو اور تاکید ہوتی ہو تو وہ ناچ محمود اور اچھا ہوگا اور اگر خوشی مباح ہوگی تو ناچ بھی مباح ہوگا اور اگر بری ہوگی تو وہ بھی برا ہوگا۔ ہان یہ حرکت اکابر اور مقتداؤن کی شان کے لائق نہین کیونکہ یہ امر اکثر لہو و لعب کے طور پر ہوتا ہی اور جو بات کہ لہو و لعب کی صورت پر لوگون کی نظرون مین ہو تو اُس سے مقتداؤن اور پیشواؤن کو اجتناب کرنا چاہیے تاکہ لوگون کی نظرون مین حقیر نہون اور لوگ اُنکا اقتدا نہ چھوڑ بیٹھین۔ باقی رہا کپڑون کا پھاڑنا تو اُسکی

اجازت نہین مگر اس صورت مین کہ آدمی اپنے اختیار مین نرہے اور یہ کچھ بعید نہین کہ دل پر وجد کا غلبہ اس درجہ کو ہو کہ وہ اپنے کپڑے پھاڑ دے اور وجد کے نشہ مین اسکو معلوم نہو یا معلوم بھی ہو مگر بدون کپڑے پھاڑنے کے نفس کو ضبط نہ کرسکتا ہو تو اس شخص کا حال ایسا ہوگا جیسے زبردستی کسی سے کوئی کام لیا جائے کیونکہ وہ تو شیشہ اور کپڑے پھاڑنے مین بچاؤ کی صورت دیکھکر مجبوری سے اسکو اختیار کرتا ہی جیسے بیمار آہ مجبوری سے کرتا ہی اگر کوئی اسکو بزور ہاتھ سے روکے تو ہرگز اس سے صبر نہو سکیگا باوجودیکہ فعل اختیاری ہی کیونکہ یہ ضرور نہین کہ جن فعلون کا حصول ہونا ارادہ سے ہو انسان اُسکے ترک پر قادر بھی ہو مثلاً سانس لینا بھی ارادہ سے حاصل ہوتا ہی لیکن اگر کسی سے کہا جائے کہ ایک ساعت کو سانس روک لو تو وہ اپنے اندر سے گھبرا کر سانس لینا اختیار کریگا یہی حال چیخنے اور کپڑا پھاڑنے کا ہی کہ یہ بھی کبھی ایسی ہی طرح ہوتے ہین تو انکو حرام نہین کہہ سکتے چنانچہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ذکر تیز وجد اور غالب کا ہوا آپ نے فرمایا کہ ہان وجد غالب وہ ہوتا ہی کہ اگر وجد والے کے منھ پر تلوار لگے تو اسکو خبر نہو لوگون نے دوبارہ پوچھا اور اپنے گمان مین بعید جانا کہ اس حد کو وجد ہو جائے اسلیے بہت سا اصرار کیا مگر آپ نے پھر کچھ نہ کہا اور اسکے معنی یہ ہین کہ بعض اوقات مین بعض شخصون کو ایسا ہی وجد غالب ہوتا ہی کہ کیسی ہی ایذا انکو دیجائے وہ معلوم نہین کرتے۔ اب اگر یہ کہو کہ سماع کے بعد اور وجد سے فارغ ہونے پر جو صوفی نئے کپڑے چیر کر اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے لوگونکو دیتے ہین اور اُسکا نام خرقہ کہتے ہین تو اس باب مین تم کیا کہتے ہو یہ امر کیسا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ امر مباح ہی بشرطیکہ پارچہ پھٹا ہوا مربع قابل پیوند لگانے کپڑون یا جانماز کے ہو اسلیے کہ پھاڑنے مین کچھ ممنوع بات نہین آخر تھان کو پھاڑ کر ہی کپڑا یا کرتہ بناتے ہین اور مال کا ضائع کرنا بھی نہین اسلیے کہ اس پھاڑنے سے ایک غرض متعلق ہی یعنی پیوند لگانا کہ وہ چھوٹے ہی ٹکڑون سے لگایا جاتا ہی اور سب کو بانٹنا اس غرض سے کہ خیر مین سب شریک ہون مباح اور مقصود ہی اسلیے کہ ہر مالک کو اختیار ہی کہ اپنے تھان کے سو ٹکڑے کرکے مثلاً سو فقیرون کو دیدے لیکن ان پر چاہیے کہ وہ ٹکڑے ایسے ہون جو پیوندون مین کام آوین اور سماع مین جو ہمنے کپڑے پھاڑنے کو منع لکھا ہی تو اسی پھاڑنے کو منع کیا ہی جس سے کچھ کپڑا بگڑ جائے اور کسی کام کا نرہے کیونکہ یہ محض ضائع کرنا ہی تو اختیار کے ساتھ جائز نہین بے اختیاری مین مجبوری ہی

پانچوان ادب یہ ہی کہ کھڑا ہونے مین لوگون کی موافقت کرنی چاہیے یعنی اگر کوئی شخص وجد صادق مین اگر بدون نمود اور بناوٹ کے کھڑا ہو جائے یا بدون اظہار وجد کے باختیار خود کھڑا ہو اور لوگ اُسکے لیے کھڑے ہو جاوین تو اُنکے ساتھ آپ بھی کھڑا ہو جائے کہ یاران جلسہ کی موافقت آداب صحبت مین سے ہی اسی طرح اگر لوگون کی عادت یہ ہو گئی ہو کہ اگر وجد والے کی پگڑی گرجائے تو وہ بھی اپنی پگڑیان اُسکی موافقت کو اتار لین یا اُسکی چادر اتر جائے تو اپنی بھی اتار لین تو ایسی باتون مین سب کے موافق کام کرنا خوبی آداب صحبت اور عشرت مین داخل ہی کیونکہ ہمراہیون کی مخالفت کرنی موجب وحشت ہی اور ہر قوم کی رسم جدا گانہ ہی تو جیسا دیس ویسا بھیس کرنا چاہیے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی خالقوا الناس باخلاقہم یعنی لوگون سے اُنکی عادتون کے موافق بالخصوص جب ایسے اخلاق ہون کہ اُنمین حسن عشرت اور دلون کا خوش کرنا موافقت کرنے سے پایا جاتا ہو تو اُنکا استعمال ضروری ہی اور یہ جو معترض کہتا ہی کہ یہ امر بدعت ہی صحابہ رض کے وقت مین نہ تھا تو اسمین صورت یہ صحیح ہو کہ جتنی مباحات ہین وہ سب صحابہ رض سے منقول ہون حالانکہ کچھ ضرور نہین کہ مباحات صحابہ رض سے منقول ہون بلکہ ممنوع وہ بدعت ہی جو مخالف کسی سنت کے ہو جسکے کرنے کا حکم شارع علیہ السلام نے دیا ہو اور امر متنازع فیہ مین کسی طرح کی ممانعت منقول نہین اور آنے والے کے لیے آنے کے وقت کھڑا ہو جانا عرب کی عادت مین نہ تھا یہان تک کہ صحابہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی بعض احوال مین کھڑے نہوتے تھے جیسا کہ حضرت انس رض نے روایت کیا ہی مگر چونکہ اسمین کوئی نہی عام ثابت نہین ہوتی تو جن شہرون مین آنے والے کی تعظیم کی عادت کھڑے ہونے سے ہی اُنمین کسی کے لیے کھڑا ہو جانا کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ مقصود تو اُسکی عزت اور تعظیم اور دل خوش کرنا ہی تو جس بات مین موافقت کرنے سے دوسرے کا دل خوش کرنا مقصود ہو اور لوگون نے اُسکو دل خوش کرنے کی اصطلاح ٹھہرائی ہو تو ایسی چیزین

(یعنی ...) ۱۲

انکی موافقت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں بلکہ بہتر یہی ہے کہ موافقت کرے بجز اُس صورت کے جسمین نہی وارد ہوا ور اُسکی تاویل کچھ نہو۔ اور ایک ادب یہ ہے کہ لوگون کے ساتھ ناچنے کو نہ اُٹھے اگر وہ لوگ اُسکا ناچ بُرا جانتے ہون اور اُنکے احوال مین ابتری نہ ڈالے اسلیے کہ جو ناچ بدون اظہار وجد لینے کے ہو وہ تو مباح ہے اور جو تواجد کے نام سے ہوتا ہے اُسمین سب کو بناوٹ کا اثر معلوم ہوتا ہے اور جو صدق کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اُسکو طبیعتین ثقیل نہین جانتین غرضکہ حاضرین جلسہ اگر اہل باطن ہوتے ہین تو اُنکے دل راستی اور تکلف کی کسوٹی ہوتے ہین چنانچہ کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ وجد صحیح کیا ہے اُنھون نے فرمایا کہ اُسکا صحیح ہونا یہ ہے کہ وجد والے اُسکو قبول کرین بشرطیکہ اُسکے موافق ہون مخالف نہون۔ اب اگر یہ کہو کہ یہ کیا بات ہے کہ طبیعتین رقص سے نفرت کرتی ہین اور ظاہراً یہ گمان ہوتا ہے کہ رقص باطل اور لہو اور دین کے مخالف ہے کہ جب کوئی دین مین کوشش کرنے والا اُسکو دیکھتا ہے تو اُسکا انکار ہی کرتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ کوئی کتنا ہی لہو کا زاہد ہو اُسکی حد آنحضرت صلعم سے زیادہ نہو گی حالانکہ آپنے مسجد مین حبشیون کو ناچتے دیکھا اور انکار نہ فرمایا کیونکہ وہ وقت بھی اُسکے لائق تھا اور وہ لوگ اُسکے لائق تھے یعنی عید کا دن تھا اور حبشی ناچ رہے تھے ان ناچ سے اس لحاظ طبیعتین متنفر ہین کہ اکثر اُسکے ساتھ لہو و لعب ہوتا ہے اور لہو و لعب ہر چند مباح ہے مگر ایسون ہی کے لیے جیسے زنگی اور حبشی ہین اور منصب والون کے لیے مکروہ ہے کہ اُنکی شان کے لائق نہین اور جو چیز اسوجہ سے مکروہ ہو کہ منصب والون کے لائق نہین اُسکو حرام نہین کہ سکتے مثلاً اگر کوئی سائل کسی فقیر سے کچھ مانگے اور وہ اُسکو ایک روٹی دے دے تو یہ دینا عمدہ طاعت ہے اور اگر کوئی بادشاہ سے کچھ سوال کرے اور بادشاہ اُسکو ایک یا دو روٹی دے تو تمام خلق کے نزدیک بُرا ہوگا اور تاریخون مین لکھا جائیگا کہ منجملہ بادشاہ کی بُرائیون کے ایک یہ حرکت تھی اور اُسکی اولاد و احفاد کو اُسکے سبب سے لوگ ننگ دلائینگے مگر باوجود اسکے یون نہین کہ سکتے کہ بادشاہ مذکور نے جو حرکت کی وہ حرام تھی اسلیے کہ اُسنے اس لحاظ کہ فقیر کو دیا اچھا فعل کیا ہے مگر اپنی شان کے اعتبار سے ایک روٹی کا دینا مثل نہ دینے کے ہے اور بُرا ہے اسی طرح ناچ اور دوسرے مباحات کا حال ہے کہ عوام کے حق مین مباح ہین اور نیک بندون کے حق مین بُرائیان ہین اور نیکون کی بھلائیان مقرب بندون کے حق مین بُرائیان ہین لیکن یہ حکم اُسی صورت مین ہے کہ اُسکو بلحاظ منصب کے دیکھین ورنہ اگر بلا لحاظ کسی منصب وغیرہ کے دیکھین تو یہی حکم کرنا واجب ہوگا کہ بذات خود اسمین کچھ حرمت نہین واللہ اعلم۔ تفصیل گذشتہ سے یہ ثابت ہوا کہ سماع چار قسم ہے حرام اور مباح اور مکروہ اور مستحب سماع حرام اُن لوگون کے حق مین ہے جو جوان ہون اور جنپر دنیا کی شہوت غالب ہو کہ سماع اُنمین کسی قسم کی تحریک نہ کریگا بجز اسکے کہ جو بُری صفتین اُنکے دل پر غالب ہین وہ حرکت مین آجائینگی اور مکروہ اُن لوگون کے حق مین ہے جو سماع کو مخلوق کی صورت پر تو نہین ڈھالتے مگر اکثر اوقات اُسکو عادت ٹھہرا لیا ہے لہو کے طور پر اور مباح اُن لوگون کے حق مین ہے کہ جنکو سماع سے کوئی بہرہ سوا خوش آوازی سے مزہ پانے کے نہین اور مستحب اُن لوگون کو ہے جنپر خدا تعالیٰ کی محبت غالب ہے اور سماع بجز صفات محمودہ کے اور کسی چیز کی تحریک اُنمین نہین کرتا۔ والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً وصلی اللہ علیٰ کل عبد مصطفیٰ

نوان باب امر معروف اور نہی منکر کے ذکر مین

رباعی کرام بھلی بات کا مستعد ہو جاہل ۞ لوگون کو بُرے کامون سے روک اے غافل ۞ اللہ کا حکم دیکھ وامُر بالمعروف ۞ پڑھو وانہ عن المنکر اگر ہے عاقل ۞ واضح ہو کہ اچھی بات کو حکم کرنا اور بُری بات سے منع کرنا دین کا بڑا مدار ہے اور اسی کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیا علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اگر اسکا بساط تہ کر دیا جائے اور اُسکے علم اور عمل کو بالکل چھوڑ دیا جائے تو نبوت بیکار اور دیانت مضمحل اور سستی عام اور گمراہی تام اور جہالت شائع اور فساد ذائع اور فتنہ برپا ہو جائے اور بلاد خراب اور عباد تباہ ہو جائین گو اپنی ہلاکی کو بجز قیامت کے اور کبھی نہ جانین اور جس بات کے ہونے کا ہمکو ڈر تھا وہ ہو گئی انا للہ وانا الیہ راجعون یعنی اس مدار اعظم کا علم و عمل جاتا رہا کچھ اُسکی حقیقت اور نشان باقی نہین سب مٹ گیا

دلون پر خلق سے مداہنت چھاگئی اور خالق کا لحاظ بالکل نہ رہا لوگ ہواے نفسانی اور شہوتون مین بہائم کی طرح چھوٹے ہین روے زمین پر سچا
ایمان دار ایسا کمیاب ہی جو اللہ تعالی کے باب مین ملامت گرون کی ملامت سے نہ ڈرے تو جو شخص اس خلل کے دور کرنے اور اس رخنہ کے
بند کرنے مین کوشش کریگا اور آبیاری پیروی سے اس سنت کا آب رفتہ در جو لائیگا وہ تمام لوگون مین احیاء سنت کے باعث امور ہوگا اور
ایسا اجر پائیگا کہ کوئی ثواب اسکے ہم پلہ نہو اور ہم اس باب کے مضمون کو چار فصلون مین لکھتے ہین

پہلی فصل امر بالمعروف اور نہی منکر کے واجب ہونے اور اسکی فضیلت مین اور اسکے ترک کرنے کی مذمت مین قطع نظر اس سے کہ امر معروف اور
نہی منکر پر اجماع امت ہی اور عقلہاے سلیم اسکی خوبی کی شاہد اسکے لیے بہت سی آیات و احادیث و آثار بھی ہین آیات یہ ہین اللہ تعالی فرماتا ہی
ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون - اس آیت مین ایک تو وجوب اس فعل کا پایا جاتا ہی
کیونکہ لفظ ولتکن صیغہ امر ہی اور امر کا ظاہر ایجاب ہی دوم یہ کہ فلاح اسی امر سے وابستہ ہی اسلیے کہ حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ وہی ہین فلاح پانے والے
سوم یہ کہ امر معروف و نہی منکر فرض کفایہ ہی فرض عین نہین اگر امت مین سے کچھ لوگ بھی اسپر کاربند ہونگے تو باقیون کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائیگا
اسلیے کہ یہ تو ارشاد نہین فرمایا کہ تم سب ایسے ہو جاؤ بلکہ یہ فرمایا کہ تم مین سے ایک جماعت اس صفت کی ہو تو اسی لیے جب اسپر عمل ایک شخص یا
زیادہ کرینگے تو دوسرون پر سے حرج ساقط ہو جائیگا اور مخصوص بفلاح وہی ہونگے جو اسکی تعمیل کرینگے اور اگر تمام خلق اس سے پہلو تہی کرینگے تو
وبال سب پر ہوگا خصوص ان لوگون پر جنکو امر معروف و نہی منکر کی قدرت ہوگی اور دوسری جا ارشاد فرمایا ہی لیسوا سواء من اہل الکتاب
امۃ قائمۃ یتلون آیات اللہ آناء اللیل وہم یسجدون یومنون باللہ والیوم الآخر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات
واولئک من الصالحین - اس آیت مین صرف ایمان باللہ اور روز آخرت پر صلاح و نیکبختی کو متعلق نہ فرمایا یہان تک کہ ایمان پر امر معروف
و نہی منکر کو بھی زیادہ کیا اور فرمایا والمومنون والمومنات بعضہم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر ویقیمون الصلوۃ اس آیت
مین ایمانداروں کا وصف یہ ذکر فرمایا کہ اچھی بات کا امر کرتے ہین تو جو کوئی امر معروف کو ترک کریگا وہ ان ایمانداروں کے زمرہ سے خارج
ہوگا جنکا وصف اس آیت مین مذکور ہی - اور فرمایا لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داود وعیسی ابن مریم ذلک بما عصوا وکانوا
یعتدون کانوا لایتناہون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون اس آیت مین نہایت سختی ہی کہ علت انکی مستحق لعنت ہونے کی یہی فرمائی کہ
انہون نے نہی منکر کو ترک کیا تھا - اور یہ فرمایا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر اس آیت سے فضیلت امر معروف
اور نہی منکر کی معلوم ہوتی ہی کیونکہ بیان فرمایا کہ اس صفت کے لوگ خیر امت تھے - اور فرمایا فلما نسوا ما ذکروا بہ انجینا الذین ینہون عن السوء
واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس بما کانوا یفسقون - اسمین بیان فرمایا کہ ان لوگون نے نجات حاصل کی جنہون نے بری بات سے منع کیا اور
نیز یہ آیت اسکے وجوب پر بھی دلالت کرتی ہی - اور فرمایا الذین ان مکناہم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونہوا عن المنکر
اس آیت مین امر معروف و نہی منکر کا ذکر نماز اور زکاۃ کے متصل فرمایا صالحین اور مومنین کے وصف مین - اور فرمایا وتعاونوا علی البر والتقوی
ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان - اسمین تو امر قطعی ہی اور تعاون کے معنی یہ ہین کہ خیر پر ترغیب دینا اور بہتری کے طریقون کو آسان کرنا اور بدی
اور تعدی کی راہین بند کر دینی جہان تک ہو سکے - اور فرمایا لولا ینہاہم الربانیون والاحبار عن قولہم الاثم واکلہم السحت لبئس ما کانوا یصنعون
اسمین بیان فرمایا کہ نہی منکر کے ترک کرنے سے گناہگار ہوے - اور فرمایا فلولا کان من القرون من قبلکم اولوا بقیۃ ینہون عن الفساد فی الارض
اسمین یہ بیان فرمایا کہ سب کو ہلاک کر دیا مگر تھوڑے سے لوگون کو جو فساد سے منع کرتے تھے - اور فرمایا یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط

شہداء لله ولو على انفسكم او الوالدين والاقربين تو والدین اور اقارب کے حق میں امر معروف یہی ہے۔ اور فرمایا لا خیر فی کثیر من نجواہم الا من امر بصدقة او معروف او اصلاح بین الناس ومن یفعل ذلک ابتغاء مرضات الله فسوف نؤتیه اجرا عظیما۔ اور فرمایا وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما الآیة۔ اور اصلاح اسی کا نام ہے کہ سرکشی سے منع کرے اور طاعت پر بدستور ہٹا لاوے اور اگر وہ نہ مانے تو الله تعالیٰ نے اسکے ساتھ لڑنے کا حکم فرمایا چنانچہ ارشاد ہے فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر الله۔ اور اسی کا نام نہی منکر ہے اور احادیث اس باب میں یہ ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے ایک خطبہ پڑھا اور اسمیں یہ ارشاد فرمایا کہ لوگو تم اس آیت کو پڑھتے ہو اور اسکی تفسیر خلاف اسکی مراد کے کرتے ہو یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم۔ اور میں نے آنحضرت صلی الله علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے ما من قوم عملوا بالمعاصی وفیہم من یقدر ان ینکر علیہم فلم یفعل الا یوشک ان یعمہم بعذاب من عندہ۔ اور ابو ثعلبہ خشنی رضہ سے مروی ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی الله علیہ وسلم سے تفسیر لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم کی پوچھی آپ نے فرمایا ائتمروا بالمعروف وانہوا عن المنکر فاذا رایت شحا مطاعا وہوی متبعا ودنیا مؤثرة واعجاب کل ذی رای برایہ فعلیک بنفسک ودع عنک العوام ان من ورائکم فتنا کقطع اللیل المظلم للمتمسک فیہا بمثل الذی انتم علیہ اجر خمسین منکم قیل بل منہم یا رسول الله قال لا بل منکم لانکم تجدون علی الخیر اعوانا ولا یجدون علیہ اعوانا۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا کہ اسکا وقت یہ زمانہ نہیں کیونکہ اس زمانہ میں تو نصیحت کو مانتے ہیں بلکہ عنقریب ایسا وقت آویگا کہ تم امر معروف کروگے تو تم سے ایسا ایسا کیا جائیگا (یعنی لوگ ایذا دینگے) اور تم کچھ کہوگے تو کوئی تمہاری بات نہ مانیگا اسوقت تمکو اس آیت کے بموجب کرنا چاہیے علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم۔ اور آنحضرت صلی الله علیہ وسلم فرماتے ہیں البتہ اچھی بات کا امر کرو اور بری بات سے منع کرو ورنہ خدائے تعالیٰ تم پر تمہارے شریروں کو مسلط کردیگا پھر تمہارے بہتر آدمی دعا مانگینگے تو انکی دعا مقبول نہوگی اسکے یہ معنی ہیں کہ اچھے لوگوں کی ہیبت بروں کی نظروں سے ساقط ہوجائیگی کہ انسے خوف نکرینگے۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو الله تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم امر بالمعروف کرو اور منکر سے منع کرو پیشتر اس سے کہ تم دعا مانگو اور تمہاری دعا مقبول نہو۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اعمال خیر جہاد فی سبیل الله کے سامنے ایسے ہیں جیسے تھوک دریائے عمیق کے سامنے۔ اور سب اعمال خیر اور جہاد فی سبیل الله بلکہ امر معروف اور نہی منکر کے سامنے ایسے ہیں جیسے تھوک دریائے عمیق کے سامنے۔ اور فرمایا کہ الله تعالیٰ بندہ سے سوال کریگا کہ کس چیز نے تجھکو باز رکھا کہ جب تو نے بری بات دیکھی تو منع نہ کیا اسوقت اگر الله تعالیٰ اپنے بندہ کو جواب سکھلادیگا تو عرض کریگا کہ الٰہی میں نے تجھپر بھروسا کیا اور لوگوں سے ڈر گیا۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ایاکم والجلوس علی الطرقات قالوا ما لنا بد انما ہی مجالسنا نتحدث فیہا قال فاذا ابیتم الا ذلک فاعطوا الطریق حقہا قالوا وما حق الطریق قال غض البصر وکف الاذی ورد السلام والامر بالمعروف والنہی عن المنکر۔ اور فرمایا کہ کلام ابن آدم کا سب اسکو مضر ہوتا ہے مفید نہیں ہوتا بجز امر معروف یا نہی منکر یا ذکر خدائے تعالیٰ کے۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ الله تعالیٰ خواص کو عذاب نہیں کرتا عوام کے گناہوں کے باعث یہاں تک کہ کوئی برائی انمیں دیکھے اور وہ باوجودیکہ اسکے روکنے پر قادر ہوں نکریں ہاں جب ایسا کریں تب البتہ انکو عذاب کرتا ہے۔ اور ابو امامہ باہلی رضہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہاری عورتیں سرکش ہوجائیگی

اور جوان بدکار ہو جائینگے اور تم جہاد چھوڑ دوگے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات ضرور ہوگی آپ نے فرمایا کہ ہان قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی اور اس سے بھی سخت تر بات ہوگی لوگون نے عرض کیا کہ اس سے سخت تر کیا ہی آپ نے فرمایا کہ تمھاری کیفیت کیا ہوگی جب تم اچھی بات کا حکم نہ کروگے اور بُری بات سے منع نہ کروگے لوگون نے عرض کیا کہ کیا یہ ہونا ہی آپ نے فرمایا کہ ہان قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی اور اس سے بھی سخت تر بات ہوگی انھون نے عرض کیا کہ اس سے سخت تر کیا ہی آپ نے فرمایا کہ تمھاری کیفیت کیا ہوگی جب تم اچھی بات کو بُری اور بُری کو اچھی دیکھوگے انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ ہونے والا ہی آپ نے فرمایا ہان قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی اور اس سے بھی سخت تر معاملہ ہوگا انھون نے عرض کیا کہ اس سے سخت تر کیا ہوگا آپ نے فرمایا کہ تمھارا کیا حال ہوگا جب تم بُری بات کا امر کروگے اور اچھی بات سے منع کروگے انھون نے عرض کیا کہ آیا یہ امر ہوگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ ہان قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی اور اس سے بھی سخت تر ہوگا اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی کہ مین اپنی قسم کھاتا ہون کہ اُنپر ایسا فتنہ بھیجونگا کہ عقلمند اُسمین حیران رہ جائے۔ اور عکرمہ حضرت ابن عباس رض سے راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ظلم سے قتل کیا جاے اُسکے پاس تو مت کھڑا ہو کہ جو شخص وہان موجود ہو اور اُسکی آفت کو نہ ٹالے اُسپر لعنت برستی ہی اور جو شخص ظلم سے پیٹا جاے تم اُسکے پاس مت کھڑا ہو کہ جو کوئی اُسکے پاس رہے اور اُسپر سے ظلم دفع نہ کرے تو اُسپر لعنت برستی ہی حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مقام مین حاضر ہو تو اُسکو چاہیے کہ بدون حق بات کہے باز نہ رہے اسلیے کہ اجل سے پیشتر تو مرنے کا نہین اور جو رزق اُسکی تقدیر مین ہی اُس سے ہرگز محروم نہوگا (یعنی پھر کس خوف سے امر حق زبان پر نہ لائے) اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ ظالمون اور فاسقون کے گھرون مین جانا درست نہین اور نہ اُن جگھون مین جہان بُری بات دیکھنی پڑے اور اُسکے بدلنے اور دور کرنے پر قادر نہو کیونکہ حدیث موصوف مین فرمایا ہی کہ حاضر شخص پر لعنت برستی ہی تو جو حاضر ہوگا وہ مستحق لعنت ہوگا اور آدمی کو بدون حاجت بُری بات کا مشاہدہ جائز نہین اس عذر سے کہ ہم تو عاجز ہین ہمارے منع کرنے سے کون مانتا ہی اور یہین وجہ اکابر سلف مین سے کچھ لوگون نے عزلت اختیار کی کیونکہ انھون نے دیکھا کہ بازارون اور عیدون اور مجمعون مین سب مین بُری باتین ہوتی ہین اور خود اُنکے دور کرنے سے عاجز ہین اور یہ امر چاہتا ہی کہ خلق سے ہجرت کرنی لازم ہی اور اسی لیے حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے فرمایا کہ سیاحون نے جو اپنے مکانات اور اولاد سے مفارقت کی اُسکی وجہ یہی ہوئی کہ اُنپر وہی بلا اُتری جو ہم بھگتتے ہین یعنی شر کو ظاہر پایا اور نیکی مٹ گئی اور دیکھا کہ نصیحت کرکی بات کوئی نہین مانتا اور فتنے برپا ہین اور یہ خوف کیا کہ کہین ہمکو پیش نہ آئین اور کہین ایسا نہو کہ عذاب اُن لوگون پر نازل ہو اور اُنکے ساتھ ہین ہم بھی اُس سے محفوظ نہ رہین اور خیال کیا کہ درندون کے ساتھ رہنا اور سبزہ کھانا اُن لوگون کے پاس رہنے اور آسایش کے ساتھ بسر کرنے سے بہتر ہی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ففروا الی اللہ انی لکم منہ نذیر مبین۔ اور فرمایا کہ کچھ لوگون نے فرار اختیار کیا اور اگر اللہ تعالی نے نبوت مین کوئی راز نہ رکھا ہوتا تو ہم یہ کہتے کہ نبی اُن لوگون سے افضل نہین ہین اسلیے کہ ہمکو خبر پہونچی ہی کہ فرشتے علیہم السلام اُن لوگون سے ملاقات اور مصافحہ کرتے ہین اور ابر اور درندے اُنکے پاس ہوکر نکلتے ہین اگر کوئی اُنمین سے اُنکو پکارتا ہی تو جواب دیتے ہین اور اگر ابر درندون سے پوچھتے ہین کہ تمکو کس جگہ کا حکم ہوا ہی تو اُنکو بتا دیتے ہین حالانکہ وہ نبی نہین ہین۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص کسی معصیت مین حاضر ہوا اور اُسکو بُرا جانا تو وہ ایسا ہی گویا اُسمین نہ تھا اور جو شخص معصیت مین شریک نہو مگر اُسکو اچھا جانے تو وہ ایسا ہی گویا اُسمین حاضر ہی اور معنی حدیث کے یہ ہین کہ کسی ضرورت سے معصیت کی جگہ مین حاضر ہو یا اتفاق معصیت اُسکے سامنے ہونے لگے ورنہ قصداً معصیت کی جگہ مین حاضر ہونا ممنوع ہی پہلی حدیث کی دلیل سے۔ اور حضرت ابن مسعود رض راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے جس نبی کو بھیجا ہی اُسکے حواری بھی ہوے ہین پھر جبتک خدا سے تعالی کو منظور ہوگا

اُس مدت تک نبی اپنی قوم مین رہ کر اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حکم کے بموجب عمل کرتا رہیگا یہان تک کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اُٹھا لیگا تو حواری اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حکم کے بموجب اور اپنے نبی کے طریق کے بموجب عمل کرتے رہینگے آخر جب وہ بھی چل بسین گے تو اُنکے بعد ایک قوم ایسی ہوگی کہ ممبرون پر چڑھکر وہ باتین کہین گے جنکو جانتے ہین اور کام وہ کرینگے جنکو نہین جانتے تو جب تم ایسا دیکھو تو ہر ایماندار کو اپنے ہاتھ سے اُنپر جہاد کرنا واجب ہے اور اگر ہاتھ سے نہ بن سکے تو زبان سے جہاد کرے اور اگر زبان سے بھی نہ ہو سکے تو دل سے جہاد کرے اور اسکے بعد اسلام نہین۔ اور حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا کہ ایک گانون کے لوگ مرتکب معاصی تھے اور اُنمین چار شخص اُنکے اعمال کو بُرا جانتے تھے اُنمین سے ایک مستعد ہوا اور لوگون سے کہا کہ تم ایسی ایسی حرکتین کرتے ہو اُنسے باز آؤ غرضکہ اُنکو منع کرنا اور اُنکے افعال کی بُرائی کرنی شروع کی وہ لوگ اسکے اقوال کو رد کرتے رہے اور اپنے افعال سے باز نہ آئے اسنے اُنکو بُرا کہا اُنھون نے اسکو بُرا کہا آخر کو اسنے اُنسے قتال کیا وہ لوگ اُسپر غالب رہے پھر یہ اُنسے علحدہ ہو گیا اور جناب الٰہی مین عرض کیا کہ الٰہی مین نے اُنکو منع کیا تو میری اطاعت نہ کی اور مین نے اُنکو بُرا کہا تو اُنھون نے مجکو بُرا کہا اور مین نے جنگ کی تو وہ غالب رہے یہ کہکر چلا گیا پھر دوسرا شخص اُنکے منع کرنے کو مستعد ہوا اُسکی اطاعت بھی نہ کی اور اُسنے اُنکو سخت کہا تو اُنھون نے بھی اُسکو سخت کہا وہ بھی یہ کہکر علحدہ ہو گیا کہ الٰہی مین نے اُنکو منع کیا میرا کہنا نہ مانا اور مین نے اُنکو بُرا کہا تو اُنھون نے مجکو بُرا کہا اور اگر مین اُنسے لڑتا تو بھی غالب رہتے پھر وہ بھی چلا گیا۔ تیسرا اُٹھا اور اُسنے اُنکو منع کیا اُنھون نے نہ مانا وہ اُنسے علحدہ ہوا اور کہا کہ الٰہی مین نے اُنکو منع کیا اُنھون نے نہ مانا اور اگر مین اُنکو گالی دیتا تو وہ مجکو دیتے اور اگر مین لڑتا تو وہ جیت جاتے پھر وہ بھی چلا گیا اور چوتھا قائم ہوا اُسنے یون عرض کیا کہ الٰہی مین اگر اُنکو منع کرتا تو میرا کہنا نہ مانتے اور اگر بُرا کہتا تو مجکو بُرا کہتے اور اگر لڑائی کرتا تو غالب رہتے یہ کہکر وہ بھی چلا گیا حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا کہ چوتھا شخص اُن چارون مین سے رتبہ مین کمتر تھا مگر تم مین اُسکی مثل بھی کم ہی ہین۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ کسی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا گانون تباہ ہوجاتا ہے حالانکہ اُسمین نیک آدمی بھی ہون آپ نے فرمایا ہان سائل نے عرض کیا کہ اسکی وجہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ نیک بندون نے سُستی کی اور اللہ تعالیٰ کی معصیتون پر سکوت اختیار کیا۔ اور جابر بن عبد اللہ رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتے کو حکم بھیجا کہ فلان شہر کو اُسکے باشندون پر اُلٹا کر دو اُس فرشتے نے عرض کیا کہ یا رب اُس بستی مین تیرا فلان بندہ ہے جسنے تیری نافرمانی ایک لمحہ کو نہین کی حکم ہوا کہ اُسپر اور تمام بستی والون پر وہ طبقہ اُلٹ دے کہ اُس شخص کا چہرہ ایک ساعت کو بھی بستی والون کی معصیت پر نہین متغیر ہوا۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ ایک بستی کے لوگون کو عذاب دیا گیا جسمین اٹھارہ ہزار وہ لوگ تھے کہ اُنکے عمل انبیا علیہم السلام کے سے عمل تھے لوگون نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ کیسے ہوا آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے خفا نہین ہوتے تھے اور اچھی بات کا امر اور بُری بات سے نہی نہ کرتے تھے۔

اور عروہ اپنے باپ سے راوی ہین کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدائے تعالیٰ کی جناب مین عرض کیا کہ یا رب تیرے بندون مین سے تیرے نزدیک کونسا محبوب تر ہے فرمایا کہ جو کوئی میری خواہش پر ایسا جھپٹے جیسا کرگس اپنی خواہش پر جھپٹتا ہے اور جو میرے نیک بندون پر ایسا عاشق ہو جیسے بچہ شیر خوار پستان پر ہوتا ہے اور جسوقت کوئی میری حرام کی ہوئی چیز ولون مین داخل ہو تو وہ ایسا غصہ کرے جیسا چیتا اپنے انتقام کے لیے غضب کرتا ہے کہ جب وہ اپنے نفس کے واسطے غضبناک ہوتا ہے تو بیپروا نہین کرتا کہ آدمی کم ہین یا زیادہ۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خوف کی شدت مین امر معروف اور نہی منکر کا بڑا ثواب ہے۔ اور حضرت ابو ذر غفاری رض فرماتے ہین کہ حضرت ابو بکر صدیق رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ سواے مشرکون کے قتال کے کوئی اور بھی جہاد ہے آپ نے فرمایا کہ ہان اے ابو بکر زمین مین اللہ تعالیٰ کے جہاد کرنے والے شہیدون سے افضل ہین زندہ ہین اور رزق دیے جاتے ہین زمین پر چلتے ہین اللہ تعالیٰ اُنسے فرشتون پر فخر کرتا ہے اور اُنکے لیے

جنت ایسی آراستہ ہوتی ہے جیسے ام سلیم رض رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آراستہ ہوئی حضرت صدیق اکبر رض نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
آپ نے فرمایا کہ وہ امر معروف اور نہی منکر کرنے والے اور فی اللہ محبت اور فی اللہ بغض رکھنے والے ہیں پھر فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ میں
میری جان ہے کہ بندہ انہیں سے شہداء کے غرفوں کے اوپر کے غرفہ میں رہیگا ہر غرفہ میں تین لاکھ دروازے ہونگے کہ بعض انمیں سے یاقوت اور
سبز زمرد کے ہونگے اور ہر دروازہ پہ نور ہوگا اور انہیں سے ایک آدمی کا نکاح تین لاکھ حوروں نیچی نگاہ بڑی آنکھوں والی کے ساتھ ہوگا جب
انہیں سے کسی کی طرف التفات کریگا اور دیکھیگا تو وہ کہیگی کہ تجھکو یاد بھی ہے فلاں روز تونے امر معروف اور نہی منکر کیا تھا اور جب انہیں سے
کسی کی طرف توجہ کریگا تو وہ اُسکے سامنے اُن مقاموں کا ذکر کریگی جنمیں اُسنے کسی اچھی بات کا امر کیا یا کسی بُری بات سے منع کیا۔ اور حضرت
ابوعبیدہ بن الجراح رض فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء میں سے خدا تعالی کے نزدیک بزرگ کونسا ہے آپنے
فرمایا کہ وہ شخص ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوا اور اُسکو اچھی بات کا امر کیا اور بُری بات سے منع کیا اور اسی وجہ سے اُسنے اُسکو مار ڈالا
اور اگر ظالم نے اُسکو قتل نہ کیا تو قلم اُسپر اُسکے بعد نہ چلیگا گو وہ کتنا ہی زندہ رہے (یعنی اسکا ثواب اتنا ہے کہ امر معروف اور نہی منکر اگر ظالم کو
کریگا تو اگر مارا گیا تو شہید ہوا ورنہ گناہ نامہ اعمال میں تحریر نہ لکھے جاوینگے) اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کے شہیدوں میں سے افضل وہ شخص ہے کہ ظالم امام کے سامنے کھڑا ہو کر اُسکو اچھی بات کا حکم کرے اور بُری بات
سے منع کرے اور وہ ظالم بہمین وجہ اُسکو مار ڈالے تو اُس شہید کا رتبہ جنت میں حمزہ اور جعفر رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوگا۔ اور حضرت عمر رض
فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ بُری قوم وہ لوگ ہیں جو انصاف کا حکم نہیں کرتے اور بُری قوم وہ ہے
جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتی۔ اور آثار اس باب میں یہ ہیں کہ حضرت ابو درداء رض فرماتے ہیں کہ تم امر معروف اور نہی منکر کرو ورنہ
خدا تعالی تمپر ایسے بادشاہ ظالم مسلط کردیگا کہ وہ تمہارے بڑے کی توقیر کریگا اور نہ چھوٹے پر ترس کھائیگا اور تمہارے نیک بندے اُسکو
بد دعا دینگے تو اُنکی دعا مقبول نہ ہوگی اور تم مدد مانگو گے تو مدد نہ ملیگی اور استغفار کروگے تو تمہاری مغفرت نہ ہوگی اور حضرت حذیفہ رض سے کسی نے
پوچھا کہ زندوں میں مُردہ کون شخص ہے آپنے فرمایا کہ جو بُری بات اپنے ہاتھ سے نہ بگاڑے اور نہ زبان سے اور دل سے بُرا کہے۔ اور مالک بن دینار رح
فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے علماء میں سے ایک عالم تھا کہ اُسکے مکان پر مرد و عورت جمع ہوا کرتے تھے اور وہ اُنکو اللہ تعالی کے واقعات و انتقامات
جو اہل دنیا میں گزرے تھے یاد دلایا کرتا ایک روز اُسکے کسی بیٹے نے کسی عورت پر چشمک ماری تو اُسنے کہا کہ بس کر بیٹا بس کر راوی
کہتا ہے کہ وہ عالم تو تخت پر سے گر گیا اور اُسکی گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا اور اُسکی عورت کا اسقاط ہوگیا اور اُسکے بیٹے لشکر میں مارے گئے اللہ تعالی
نے اُس وقت کے نبی کو وحی بھیجی کہ فلاں عالم سے کہدو کہ میں تیری پشت سے صدیق کبھی نہ پیدا کرونگا کہ تیرا غصہ میری خاطر نہ تھا صرف
اتنا ہی کہا کہ بس کر بیٹا بس کر اور حضرت حذیفہ رض نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا وقت آویگا کہ اگر اُن میں مُردہ گدھا ہو تو تمکو وہ لوگ
اُس ایماندار سے محبوب تر ہونگے جو انکو امر معروف اور نہی منکر کرے۔ اور اللہ تعالی نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ
میں تیری قوم سے چالیس ہزار اچھے اور ساٹھ ہزار بُرے ہلاک کرونگا اُنھوں نے عرض کیا کہ الہی بد لوگ تو بُرے ہیں مگر اچھوں کا کیا قصور ہے
ارشاد ہوا کہ اُنھوں نے میرے غصہ کے لیے غصہ نہ کیا اور بدوں کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رہے۔ اور بلال بن سعد رح نے کہا ہے کہ گناہ
جب پوشیدہ کیجاتی ہے تو سزا معصیت کرنے والوں کے اور کسی کو ضرر نہیں کرتی اور جب اعلان کے ساتھ کیجاتی ہے اور اُسکو کوئی منع نہیں کرتا
تو عوام کو ضرر کرتی ہے۔ اور حضرت کعب احبار رح نے ابو مسلم خولانی سے فرمایا کہ تمہاری قوم میں تمہاری منزلت کیسی ہے آپنے کہا کہ اچھی ہے فرمایا کہ
توریت تو اُسکے خلاف کہتی ہے پوچھا کہ کیا کہتی ہے فرمایا کہ یوں کہتی ہے کہ آدمی جب امر معروف اور نہی منکر کرتا ہے تو اُسکی قوم کے نزدیک اُسکی
منزلت بُری ہوجاتی ہے ابو مسلم نے کہا کہ توریت سچ کہتی ہے اور ابو مسلم جھوٹا کہتا ہے۔ اور حضرت ابن عمر رض عاملوں کے پاس جایا کرتے تھے پھر آپ

بیٹھ رہے کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ اُنکے پاس تشریف لیجائینگے تو شاید اُنکے دل مین رعب رہیگا آپ نے فرمایا کہ مجکو یہ خوف ہی کہ اگر مین کچھ بولون تو وہ یہ جانین گے کہ حال کچھ ہی اور قال کچھ اور اگر خاموش رہون تو یہ ڈر ہی کہ گنہگار نہون تو اسکا مصداق بن رہا ہون کہ گویم مشکل وگر نگویم مشکل ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص امر بالمعروف سے عاجز ہو اُسپر لازم ہی کہ اُس جگہ سے دور رہے اور ایسی جگہ چلا جائے کہ معصیت اُسکے سامنے نہو ۔ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی فرماتے ہین کہ اول جس جہاد پر تمکو دبایا جاتا ہی وہ ہاتھون کا جہاد ہی پھر زبانون کا پھر دلون کا جب دل اچھی بات کو نہین پہچانتا اور بری کا انکار نہین کرتا تو اوندھا کر دیا جاتا ہی کہ اوپر کی طرف نیچے ہو جائے ۔ اور سہل بن عبد اللہ رح فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے نفس کے سوا دوسرے پر قادر نہین اور امر و نہی اپنی ذات کے متعلق بجا لاتا ہی اور دوسرے سے جو برائی ہو اُسکو دل سے برا جانتا ہی تو جسقدر امر معروف اور نہی منکر اُسکو چاہیے اُسقدر بجا لاتا ہی ۔ اور فضیل رح سے کسی نے کہا کہ تم امر معروف اور نہی منکر کیون نہین کرتے فرمایا کہ کچھ لوگون نے امر و نہی کی اور کافر ہو گئے اور اسکی وجہ یہ کہ اسکے عوض انکو جو تکلیف دی گئی تو اُسپر صبر نہ کیا ۔ اور حضرت ثوری رح سے کسی نے کہا کہ آپ امر معروف اور نہی منکر کیون نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ جب سمندر ٹوٹ نکلے تو اسکو بند کون لگا سکتا ہی ان دلیلون سے ظاہر ہوا کہ امر معروف اور نہی منکر واجب ہی اور اگر قدرت اُسکی بجا آوری کی ہو تو اُسکا فرض ساقط نہوگا بجز اسکے کہ کوئی اُسکی بجا آوری پر قائم ہو اب ہم اُسکے شروط اور اُسکے واجب ہونے کی شرطین ذکر کرتے ہین ۔

دوسری فصل امر معروف اور نہی منکر کے ارکان اور شروط کے ذکر مین ۔ جاننا چاہیے کہ امر معروف اور نہی منکر دونون کو ملا کر حسبت کہتے ہین اور حسبت کے ارکان چار ہین اول محتسب دوسرے محتسب علیہ یعنی مجرم تیسرے محتسب فیہ یعنی معصیت چوتھے خود احتساب اور ان چارون مین سے ہر ایک کے لیے جدا جدا شرطین ہین رکن اول محتسب ہی اُسکی شرطین یہ ہین کہ عاقل بالغ مسلمان قدرت رکھنے والا تو ان شرطون سے مجنون اور لڑکا اور کافر اور عاجز نکل گیا اور رعایا مین سے ہر کوئی داخل رہا گو اُسکو بادشاہ کی طرف سے اذن نہو اور فاسق اور غلام اور عورت بھی اس تعریف مین داخل رہی ۔ اب ہم ان شرطون کی وجہ بیان کرتے ہین اور نیز جن قیدون کو ہمنے چھوڑ دیا اُنکے چھوڑنے کا باعث لکھین گے ۔ شرط اول تکلیف یعنی عاقل و بالغ ہونا اسکی وجہ تو ظاہر ہی کہ غیر مکلف پر کوئی حکم لازم نہین اور ہمنے جو شرطین لکھی ہین اُنسے مراد شرط وجوب ہی نہ شرط جواز کیونکہ احتساب کا امکان اور جواز صرف عقل کا ہی مقتضی ہی اُسکو بلوغ بھی نہین چاہیے حتی کہ لڑکا تمیزدار قریب بہ بلوغ ہر چند مکلف نہین مگر اُسکو جائز ہی کہ بری بات کا انکار کرے اور شراب کو بہا دے اور کھیل کی چیزین توڑ ڈالے اور جب وہ یہ افعال کریگا تو ثواب پائیگا اور کسی کو جائز نہین کہ اُسکو ان افعال سے روکے وسے یہ لحاظ کر کے کہ یہ تو مکلف نہین اسلیے کہ یہ افعال ثواب کے ہین اور ایسا لڑکا ثواب کا اہل ہی مثلاً نماز اور اُسکی امامت اور دوسرے ثواب کے کامون کا اہل ہی اور احتساب کا حکم ولایتون کا سا نہین کہ جسمین جواز کے لیے بھی تکلیف شرط ہو اور اسی وجہ سے ہمنے اُسکو غلام اور رعیت کی کسی فرد کے لیے ثابت رکھا ہی یان فعل سے منع کرنے مین اور بری بات کے بگاڑنے مین ایک طرح کی ولایت اور حکومت معلوم ہوتی ہی مگر یہ حکومت صرف ایمان سے حاصل ہوتی ہی جیسے مشرک کا مارنا اور اُسکے اسباب کا باطل کرنا اور ہتھیارون کا چھین لینا کہ لڑکے کو بھی جائز ہی بشرطیکہ اُس سے خود اُس لڑکے کو ضرر نہو تو جب کفر سے منع کرنا درست ہوا تو فسق سے روکنا بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیے ۔ دوسری شرط ایمان کی قید کی وجہ بھی صاف ظاہر ہی اسلیے کہ احتساب دین کی نصرت کا نام ہی تو اسکا اہل وہ شخص کیسے ہو سکتا ہی جو اصل دین کا منکر اور دشمن ہو تیسری شرط عادل ہونا اسکو بعض لوگون نے شرط کیا ہی اور کہا ہی کہ فاسق کو احتساب درست نہین اور اپنی دلیل اس بات مین ایک تو یہ کہتے ہین کہ قرآن مجید مین اُن لوگون پر جو کہتے ہین اور قول کے بموجب خود نہین کرتے وعید وارد ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم اور فرمایا کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون ۔ دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

مروی ہے کہ فرمایا کہ معراج کی شب کو میرا گذر ایسے لوگون پر ہوا جنکے لب آگ کی مقراضون سے کاٹے جاتے تھے مین نے اُنسے پوچھا کہ تم کون ہو
اُنھون نے کہا کہ ہم امر خیر کا حکم کرتے تھے اور خود اُسکو نہین کرتے تھے اور بُری بات سے منع کیا کرتے تھے اور خود اُسکے مرتکب ہوتے تھے ۔
تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ تم اپنے نفس کو نصیحت کرو جب وہ نصیحت مان جائے تب لوگون کو نصیحت
کرو ورنہ مجھ سے حیا کرو ۔ چوتھی دلیل بطور قیاس بیان کرتے ہین اسطرح کہ دوسرے کا ہدایت کرنا اور راہ بتانا اسپر متفرع ہے کہ خود راہ پر ہو اسیطرح
غیر کا سیدھا کرنا اپنے سیدھا ہونے کی فرع ہے اور درست کرنا زکوٰۃ ہے نصاب درستی کی تو جو شخص خود درست اور اچھا نہوگا وہ دوسرے کو کیسے
درست کریگا یہ تو مثل مشہور ہے ع سایہ کی راست بود چون چوب باشد نا رست ۔ اور یہ جتنی دلیلین اُنھون نے لکھی ہین سب خیالات ہین حق
یہی ہے کہ فاسق کو احتساب جائز ہے اور اسکی تبیان یہ ہے کہ ہم یہ کہین کہ احتساب مین کیا یہ شرط ہے کہ محتسب سب گناہون سے معصوم ہو اگر
یہ شرط ہو تو خلاف اجماع ہے اور نیز باب احتساب کا بالکل بند کرنا ہے کیونکہ معصوم تو صحابہ بھی نہ تھے اور دون کا تو کیا ذکر ہے بلکہ انبیا علیہ السلام
کی عصمت مین اختلاف ہے اور قرآن مجید سے منسوب ہونا حضرت آدم علیہ السلام اور بعض دوسرے انبیا کا معصیت کی طرف پایا جاتا ہے
اور اسی لیے سعید بن جبیر رح نے فرمایا تھا کہ اگر امر معروف اور نہی منکر وہی کیا کرے جسمین کوئی گناہ نہو تو کوئی بھی اس امر کی تعمیل نہ کرسکیگا
امام مالک رح کو اُنکا یہ قول پسند آیا اور اگر یہ کہین کہ معصوم ہونا صغیرہ گناہون سے مشروط نہین یہان تک کہ حریر پہننے والے کو جائز ہے کہ زنا
اور شراب خواری سے منع کرے تو ہم یہ پوچھتے ہین کہ آیا شراب خوار کو جائز ہے کہ کفار سے جہاد کرے اور کفر سے منع کرنے کا احتساب انپر کرے
اگر کہین کہ نہین جائز ہے تو خلاف اجماع ہوگا اسلیے کہ مسلمانون کے لشکرون مین ہمیشہ نیک اور بد شراب خوار اور یتیمون پر ظلم کرنے والے
سب قسم کے آدمی رہتے تھے اُنکو جہاد سے ممانعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مبارک مین ہوئی نہ آپ کے بعد اور اگر یہ کہین کہ شرابخوار کو
جہاد کرنا اور کفر کی ممانعت کا احتساب جائز ہے تو ہم یہ سوال کرینگے کہ اُسکو یہ بھی جائز ہے کہ قتل سے منع کرے اگر کہین کہ جائز نہین تو ہم یہ
کہینگے کہ پھر شراب خوار اور حریر پوش مین فرق بتانا چاہیے کہ حریر پوش کو جائز ہے کہ شراب سے منع کرے حالانکہ قتل شراب خواری کی نسبت کے
اتنا ہی بڑا ہے جیسے شرابخواری حریر پوشی کی نسبت ہے تو کسی طرح کا فرق نہین معلوم ہوتا اور اگر کہین کہ قتل سے منع کرنا جائز ہے اور اسکی علت
یہ بیان کرین کہ جو شخص ایک گناہ کا مرتکب ہے تو وہ اُسی جیسے گناہ اور اُس سے کمرتبہ سے منع نہین کرسکتا ہان اُس سے زیادہ گناہ کو منع
کرسکتا ہے تو یہ دعویٰ بے دلیل اور زبردستی ہے کیونکہ جب یہ بعید نہین کہ شراب خوار زنا اور قتل سے منع کرے ویسا ہی یہ بھی بعید نہین کہ زانی
شراب پینے سے منع کرے بلکہ یہ بھی بعید نہین کہ آدمی خود شراب پیے اور اپنے غلامون اور خادمون کو شراب خواری سے منع کرے اور
یہ کہے کہ مجھپر نہی کو ماننا اور دوسرے کو نہی کرنا دو باتین واجب ہین تو یہ کہان سے لازم آیا کہ اگر مین نے ایک بات مین معصیت کی تو دوسری
مین بھی خدا تعالیٰ کا عاصی ہو جاؤن اور جس صورت مین کہ منع کرنا مجھپر واجب ہے تو اسکا وجوب میرے ارتکاب کی جہت سے کیسے ساقط ہوجائیگا
اور واقع مین بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یون کہین کہ منع کرنا شرابخواری سے اُسپر اُسوقت تک واجب ہے کہ خود شراب نہ پیوے اور اگر پی لیگا تو
اُسپر سے منع کرنا ساقط ہوجائیگا ۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ تمھاری تقریر سے یہ لازم آتا ہے کہ کوئی شخص یون کہے کہ مجھپر وضو اور نماز دونون واجب ہین
اگر مین وضو کرتا ہون گو نماز نہ پڑھون اور سحر کھاتا ہون اگرچہ روزہ نہ رکھون مستحب تو میرے لیے دونون مین برابر کا ثواب بھی ہے کہ ان دونون مین سے
ایک چیز دوسرے پر مترتب ہے تو ہم بھی کہتے ہین کہ غیر کا سیدھا کرنا اپنی راستی پر مترتب ہے اسلیے اول اپنے نفس کی درستی چاہیے پھر دوسرے کی یہ جیسے مثل اول
خویش بعدہ درویش تو اسکا جواب یہ ہے کہ سحر کا کھانا روزہ کے لیے ہوتا ہے اگر روزہ نہوتا تو سحر کھانا مستحب نہوتا اور جو چیز کہ غیر کے لیے مطلوب ہوتی ہے وہ اُس غیر سے
جدا نہین ہوا کرتی اور صورت تنازعہ فیہ مین غیر کی اصلاح اپنے نفس کی اصلاح کے لیے مقصود نہین ہوتی نہ اپنے نفس کی اصلاح غیر کی
اصلاح کے لیے تو انمین سے جو ایک کو دوسرے پر مترتب کہتے ہو زبردستی ہے اسکی کوئی دلیل نہین اور وضو اور نماز کے اعتراض سے اتنا ہی

لازم آتا ہی کہ جو شخص وضو کرے اور نماز نہ پڑھے وہ وضو کے امر کو بجا لائیگا اور اُسکا عذاب اُس شخص کی نسبت کم ہوگا جو وضو اور نماز دونوں کا
تارک ہوگا ایسا ہی جو شخص منع کرنا اور خود باز رہنا دونوں باتیں چھوڑ دیگا اُسکو عذاب زیادہ ہوگا بہ نسبت اُسکے جو دوسرے کو منع کرے
اور خود نہی پر کاربند نہو کیونکہ وضو شرط ہی بذات خود تو مقصود نہیں بلکہ نماز کے لیے مقصود ہی تو بدون نماز کے اُسکا کچھ اعتبار نہیں اور امر و نہی پر
کاربند ہونے میں احتساب شرط نہیں تو ان دونوں صورتوں میں کچھ مشابہت نہیں۔ اب اگر یون کہا جاسکے کہ اسپر یہ لازم آتا ہی کہ کوئی
یون کہے کہ جب ایک مرد کسی عورت سے زبردستی زنا کرے اور وہ عورت اپنا مُنھ چھپائے ہو پھر اپنے آپ مُنھ کھول دے اور مرد عین حالت
زنا میں احتساب کرے اور عورت سے کہے کہ تجھپر زنا میں تو زبردستی ہوئی مگر مُنھ کھولنے میں تو تو خود مختار تھی تو نے جو مُنھ غیر محرم کے سامنے
اپنے مُنھ کو کھول دیا بُرا کیا اپنا مُنھ ڈھانک لے تو یہ احتساب نہایت بُرا ہی کہ ہر عاقل اِسکو بُرا جانتا ہی اور ہر طبع سلیم اِس سے نفرت کرتی ہی
تو اسکا جواب یہ ہی کہ امر حق کبھی طبیعتوں کو بُرا معلوم ہوا کرتا ہی اور باطل اچھا معلوم ہوتا ہی اسکا لحاظ ضروری نہیں بلکہ لحاظ دلیل کا
کیا جاتا ہی وہم و خیالات کی پیروی نہیں کیجاتی اب ہم پوچھتے ہیں کہ مرد کا عورت سے یہ کہنا کہ اپنا مُنھ مت کھول واجب ہی یا حرام یا مباح
اگر تم کہو کہ واجب ہی تب تو غرض حاصل ہی اسلیے کہ مُنھ کھولنا غیر محرم کے سامنے معصیت ہی اور اُس سے منع کرنا حق ہی اور اگر کہو کہ مباح ہی
تو مرد کو امر مباح کا کہنا درست ہی پھر جو تم کہتے ہو کہ فاسق کو احتساب درست نہیں اسکے کیا معنی ہونگے اور اگر کہو کہ حرام ہی تو ہم یہ کہینگے کہ احتساب
تو واجب تھا حرام کیسے ہوگیا اگر اُس شخص کے زنا کے مرتکب ہونے سے ہوا تو بڑے تعجب کی بات ہی کہ ایک حرام کرنے سے دوسرا فرض
حرام ہوجاے باقی رہا طبیعتوں کا نفرت کرنا اور اُسکو بُرا جاننا تو اُسکی دو وجہیں ہیں اول تو یہ کہ اُس مرد نے زیادہ تر ضروری چیز کو ترک کر
اُس سے کمتر ضروری کو اختیار کیا اور طبیعتیں جیسے اس بات کو بُرا جانتی ہیں کہ کوئی شخص ضروری بات کو چھوڑ کر بیفایدہ امر اختیار کرے ایسا ہی
اِس سے بھی نفرت کرتی ہیں کہ زیادہ ضروری کو چھوڑ کر کمتر ضروری کو اختیار کرے مثلاً کوئی شخص مغصوب کھانے سے تو احتراز کرے اور ہمیشہ
زنا کرتا رہے تو ایسے شخص سے نفرت کیجاتی ہی یا کوئی غیبت سے بچے اور جھوٹی گواہی دیا کرے تو ایسے سے بھی نفرت کرتے ہیں اسلیے کہ جھوٹی
گواہی دینی غیبت کی نسبت زیادہ خراب اور سخت ہی غیبت میں تو آدمی ایسی بات کہتا ہی جو دوسرے میں ہو یعنی سچ بولتا ہی بخلاف
جھوٹی گواہی کے لیکن طبیعتوں کا نفرت کرنا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ ترک غیبت واجب نہیں اور نہ اُس سے یہ نکلتا ہی کہ اگر آدمی
غیبت کرے یا لقمہ حرام کھائے تو اِس سے اُسکو عذاب زیادہ نہوگا اسی طرح آخرت میں آدمی کو اپنے گناہ سے ضرر زیادہ ہوگا بہ نسبت
دوسرے کے گناہ کے ضرر سے تو اپنے نفس کی فکر نہ کرنی اور دوسرے کے بچاؤ میں مشغول ہونا طبیعتوں میں اسوجہ سے مکروہ ہی کہ اکثر کو
چھوڑ کر کمتر کو اختیار کرتا ہی مثلاً اگر کسی شخص کا گھوڑا اور لگام چھن جائے اور وہ گھوڑے کو چھوڑ کر لگام کی طلب میں مشغول ہو تو طبیعتیں اُس سے
متنفر ہونگی اور اُسکو جانینگی کہ بُرا کرتا ہی حالانکہ اُسنے کوئی بات سوا لگام کی طلب کے نہیں کی اور وہ کچھ بُری بات نہیں کی مگر چونکہ گھوڑے کی طلب کو چھوڑ کر لگام کی طلب
میں مصروف ہوا اسی جہت سے بُرا جانا گیا کہ اہم کو چھوڑا اور اُس سے کم پر توجہ کی اسی طرح فاسق آدمی کا احتساب اسی وجہ سے بعید
معلوم ہوتا ہی اور اِس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ اُسکا احتساب اِس جہت سے بُرا ہی کہ امر معروف یا نہی منکر ہی دوسری وجہ فاسق کے احتساب کے
بُرا معلوم ہونے کی یہ ہی کہ احتساب کبھی تو وعظ سے ہوتا ہی اور کبھی قہر سے اور جو شخص خود اول نصیحت نہیں مانتا اُسکا زبانی وعظ مفید
نہیں ہوتا اور ہم کہتے ہیں کہ جو شخص جانے کہ میرا قول احتساب میں مقبول نہوگا اسوجہ سے کہ لوگ مجھکو فاسق جانتے ہیں تو اُسکو احتساب بوعظ
سے واجب نہیں کیونکہ اُسکے وعظ میں کچھ فائدہ نہیں اسلیے کہ فسق اُسکے وعظ کا فائدہ ساقط کردیتا ہی اور جب وعظ کا فائدہ ساقط ہوجاتا ہی
تو وجوب وعظ بھی ساقط ہوجاتا ہی لیکن جس صورت میں کہ احتساب منع سے ہو تو اُس سے مراد قہر ہی اور قہر کامل یہ ہی کہ غلبہ فعل اور
حجت دونوں میں ہو تو جس صورت میں محتسب فاسق ہوگا تو اگر وہ فعل میں غالب بھی ہوگا تو حجت میں مغلوب ہوگا کیونکہ اُسیم

یہ اعتراض متوجہ ہوگا کہ تم اس فعل کے مرتکب کیون ہوا اور اسی وجہ سے اگر وہ محبت مین رہا ہوا ہو کر فعل مین غالب ہوگا تو طبیعتین اُسکے فعل سے نفرت کرینگی مگر اس سے یہ نہوگا کہ وہ فعل حق نہ رہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو ظالم کے پنجہ سے چھڑا دے اور اُسکا باپ جو مظلومون مین موجود ہے اُسکو نہ چھڑا دے تو طبیعتین اُس سے نفرت کرتی ہین مگر یہ نہین کہ مسلمان کا پنجہ ظالم سے چھوڑانا حق نہو تو اس سے یہ نکلا کہ فاسق پر وعظ سے احتساب اُس شخص کا واجب نہین جسکو اُسکے فسق کا حال معلوم ہو اسلیے کہ وہ ماننے کا نہین اور جبکہ اُسپر وعظ زبانی واجب نہین اور یہ جانے کہ میرے کہنے سے لوگ انکار سے پیش آئینگے اور گالیان سنائینگے تو ہم کہتے ہین کہ اُسکو وعظ زبانی اس صورت مین جائز بھی نہین اب آپ تقریر کا انجام یہ ہوا کہ فسق کے باعث احتساب کی ایک قسم یعنی وعظ زبانی باطل ہوگیا اُسکے لیے عدالت شرط ہی باقی رہی دوسری قسم یعنی احتساب قہری تو اُسمین عادل ہونا شرط نہین تو اس صورت مین اگر فاسق شراب گرا دے اور لہو کے آلات وغیرہ توڑے جب اُسکو ان امور پر قدرت ہو تو اُسپر کچھ وقت نہین اور یہ صورت نہایت انصاف کی اور صاف صاف ہے اور آیتون سے جو اُن لوگون نے استدلال کیا ہے تو اُنمین اس بات کی برائی مذکور ہے کہ اُن لوگون نے اچھی بات کو ترک کیا اس جہت سے نہین کہ اُنھون نے امر کیا اگر اُنکے امر کرنے سے اُنکے علم کا زور پایا گیا اور عالم کا عذاب زیادہ سخت ہوتا ہے اسوجہ سے کہ باوجود قوت علمی کے اُسکو کوئی عذر نہین ہے اور اللہ تعالی کے اس ارشاد مین لم تقولون ما لا تفعلون جھوٹا وعدہ مراد ہے اور اس ارشاد مین وتنسون انفسکم اس بات کو برا فرمایا کہ وہ لوگ اپنی جانون کو بھول گئے نہ اسوجہ سے برائی کی کہ اُنھون نے دوسرون کو اچھی بات کا امر کیا اور دوسرون کا حال اسلیے ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ وہ لوگ عالم تھے اور اُنپر حجت قوی ہوجائے اور اللہ تعالی کا فرمانا حضرت عیسی علیہ السلام کو کہ اول تو اپنے نفس کو نصیحت کر لیجئے تو وہ حال احتساب زبانی کا ہے اور اسکو ہم بھی تسلیم کرتے ہین کہ فاسق کا وعظ زبانی غیر مفید ہے اُن لوگون کے حق مین جو اُسکے فسق سے آگاہ ہین پھر اسکے آخر مین یہ فرمایا کہ مجھسے شرم کر اس سے بھی غیر کو وعظ کرنے کی حرمت نہین پائی جاتی بلکہ اسکے معنی یہ ہین کہ مجھسے حیا کر اور زیادہ ضروری کو چھوڑ کر کم ضروری مین مشغول مت ہو جیسے یون کہا کرتے ہین کہ اول اپنے باپ کا پاس کرو پھر ہمسایہ کا ورنہ شرم کرو۔ اب اگر یون کہو کہ اس صورت مین جائز ہے کہ اگر ذمی کسی مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو وہ بھی اُسکو احتساب کرے کیونکہ ذمی کا مسلمان کو یہ کہنا کہ زنامت کرو واقع مین درست ہے تو اُسپر حرام ہونا تو محال ہے بلکہ یا مباح ہونا چاہیے یا واجب حالانکہ ذمی کا احتساب مسلمان کو ممنوع کہتے ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا تو اب اگر کافر مسلمان کو اپنے فعل سے منع کریگا تو یہ صورت کافر کے غلبہ کی ہے مسلمان پر جو بموجب آیت بالا کے نہونی چاہیے پس اسی غلبہ کی وجہ سے کافر کو منع کیا جاتا ہے اور اگر صرف اُسنے مسلمان کو زبان سے کہا کہ زنامت کر تو یہ کہنا بذات خود اُسپر حرام نہین مگر اس اعتبار سے کہ اُس لفظ سے مسلمان پر حکومت کرنے کی بو پائی جاتی ہے اور مسلمان کی ذلت ہے تو اسوجہ سے البتہ منع کیا جائیگا ہرچند مسلمان بدکار بھی مستحق ذلت ہے لیکن کافر کی نسبت کرتا ہم ذی عزت ہے تو کافر کا ذلیل رہنا بہتر سمجھکر احتساب سے منع کرتے ہین ورنہ ہم یہ تو نہین کہتے کہ کافر جب کہے کہ زنا مت کر تو اُسکو سزا ملنی چاہیے اس لحاظ سے کہ اُسنے زنا کی ممانعت کیون کی بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ اگر کافر نے یہ لفظ نہ کہا ہو اور دین کی فروع کا خطاب ہمارے نزدیک اُسپر بھی ہو تو اُسوقت اس لفظ کے نہ کہنے پر سزا دیجائیگی اور اس مقام مین بحث ہے اُسکو ہمنے فقہ کے مسائل مین لکھا ہے یہان وہ ہمارے مقصود سے متعلق نہین۔ چوتھی شرط احتساب مین بعضون نے یہ لکھی ہے کہ محتسب کو امام اور حاکم کی طرف سے اجازت ہونی چاہیے اُن لوگون نے رعیت مین سے ہر کسی کو احتساب ثابت نہین کیا اور یہ قید لگانی خراب ہے اسلیے کہ ہمنے جو آیتین اور اخبار لکھے ہین اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بری بات کو دیکھکر سکوت کرے وہ گنہگار ہوگا کیونکہ بری بات سے منع کرنا اُسپر واجب ہے جہان دیکھے اور جس کیفیت سے دیکھے اور یہ حکم عام ہے اسمین یہ قید لگانی کہ حاکم نے اُس شخص کو یہ کام سپرد بھی کیا ہو دعوی بے دلیل اور بلا اصل ہے اور طرفہ یہ کہ رافضیون نے اسپر بھی زیادتی کی اور کہا ہے کہ امر معروف کرنا درست ہی نہین جب تک کہ امام معصوم ظاہر نہون جو اُنکے نزدیک امام برحق

اور پوشیدہ ہین تو یہ فرقہ اس قابل نہین کہ انسے گفتگو کیجائے بلکہ اُنکا جواب یہ ہی کہ جب وہ قاضیون سے یہان خون اور مال کے حقوق طلب کرتے
ہئین تو انسے یہ کہا جائے کہ تمہاری طرفداری کرنی امر معروف ہی اور جن لوگون نے تمپر ظلم کیا ہی اُنکے پنجہ سے تمہارے حقوق کا نکالنا نہی عن المنکر
اور تم جو حق طلب کرتے ہو یہ بھی منجملہ حقوق ہی اور یہ زمانہ تمہارے قول کے بموجب ظلم سے منع کرنے اور حقوق کے طلب کرنے کا نہین اسلیے کہ ابھی
امام برحق ظاہر نہین ہوئے جب اُنکا ظہور ہو گا تب طلب کرلینا۔ اب اگر کوئی کہے کہ امر بالمعروف مین ثابت کرنا سلطنت اور حکومت کا ہی محکوم علیہ
اور اسی وجہ سے کافر کے لیے امر بالمعروف مسلمان پر ثابت نہین باوجودیکہ اُسکا قول حق ہوتا ہی تو چاہیے کہ رعیت مین سے بھی ہر کسیکو بدون والی
اور امیر کے اختیار دینے کے ثابت نہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ کافر کو احتساب اسلیے منع ہوا کہ اُسمین دباؤ اور حکومت کی عزت ہی اور کافر ذلیل ہی
اُسکو اس بات کا استحقاق نہین کہ مسلمان پر حکم کرنے کی عزت حاصل کرے لیکن ہر فرد مسلمان دین کی وجہ سے اس عزت کا استحقاق رکھتا ہی
اور جس چیزمین حکومت اور دباؤ کی عزت ہو وہ امام کے اختیار دینے کی محتاج نہین مثلاً تعلیم اور بتلانے کی عزت کہ سب کے نزدیک متحقق ہی کہ
اگر کوئی شخص جاہل ہو اور وہ نادانستگی سے ایک امر منکر کا مرتکب ہو رہا ہو تو اُسکو حرمت اور واجب ہونے کو بتلانے کے لیے حاکم کی اجازت
کی ضرورت نہین حالانکہ عزت استادی اور رہنمائی کی اُسمین موجود ہی اور جسکو بتاتا ہی اُسکو ذلت جاہل ہونے کی ہی لیکن اس قسم کی عزت مین
صرف دینداری کافی ہی امام کا حکم ہو یا نہو اور یہی حال منع کرنے کا ہی اور تفصیل اس تقریر کی یہ ہی کہ احتساب کے پانچ مرتبے ہین چنانچہ مذکور ہونگے
اول تعریف دوم وعظ لطیف باتون سے سوم زبردستی سے منع کرنا اور قہر کا فعل کر دکھانا مثلاً لہو کے آلات کا توڑ ڈالنا اور شراب کو گرا دینا اور
ریشمی کپڑا جو کوئی پہنے اُسکے بدن سے اُتار لینا اور چھینا ہوا مال غاصب سے بزور لیکر مالک کے حوالے کرنا چہارم سخت وسست کہنا اور اس سے
یہ غرض نہین کہ فحش بکے بلکہ یون کہنا کہ ای جاہل ای عقل کے دشمن کیا تو خدا سے تعالی سے نہین ڈرتا یا اور کوئی ایسا ہی لفظ بولنا پانچوین ڈرانا
اور مار سے دھمکانا یا اتنا پیٹنا کہ جس کام کا وہ مرتکب ہی اُس سے باز آوے مثلاً جو شخص غیبت کیا جاتا ہی اور زنا کی تہمت لگائے جاتا ہی یا گالیان
برابر دیتا ہی تو اُسکی زبان کا چھین لینا تو ممکن نہین مگر مارنے سے ساکت کرسکتے ہین اور اس پچھلی صورت مین حاجت استعانت اور مددگارون کی
دونون طرفون کو ہوتی ہی اور نوبت کشت وخون کی پہونچتی ہی اور ظاہر ہی کہ چار پہلی صورتون مین امام کے اذن کی کچھ حاجت نہین لیکن اس
پانچوین مرتبہ مین البتہ بحث ہی جو عنقریب مذکور ہوگی اول مرتبہ بتلانے کا اور دوسرا وعظ کا وہ تو کسی طرح محتاج امام کی اجازت کا نہین اور
چوتھا مرتبہ یعنی کسی فاسق کو جاہل اور احمق اور بدکار اور خدا سے تعالی سے کم خوف رکھنے والا اور جو ایسے الفاظ ہون کہنا ایک سچی بات ہی اور
سچ اسی بات کا مقتضی ہی کہ بلا تامل بولا جائے بلکہ افضل درجات وہ حق بات ہی جو ظالم حاکم کے سامنے بولی جائے جیسے کہ حدیث مین وارد ہی
تو جس صورت مین کہ حاکم کے خلاف سچ بولنے کا حکم ہی تو اُسمین حاکم کے اذن کی کیسے حاجت ہوگی اور تیسرا مرتبہ یعنی لہو کے آلات کو توڑ دینا
وغیرہ تو یہ ایسا فعل ہی کہ بدون اجتہاد کے بھی اُسکے کرنے مین حق ہونا ثابت ہی تو اُسمین امام سے اذن کی کیا حاجت ہی ہان پانچوان مرتبہ یعنی
مددگار جمع کرنے اور ہتھیار کھینچنے تو اس سے نوبت کبھی بلواے عام کی ہو جاتی ہی اسی لیے اُسمین بحث ہی چنانچہ مذکور ہوگی اور اکابر سلف جو
ہمیشہ والیون کو احتساب کرنے کے عادی رہے یہ امر دلیل قاطع ہی اس بات کی کہ اُنکا اجماع تھا کہ اس باب مین حاجت حاکم کے اجازت
دینے کی نہین بلکہ جو شخص کہ امر معروف کریگا تو دو حال سے خالی نہین یا حاکم راضی ہوگا یا ناراض اگر راضی ہوگا تب تو بہتر ہی اور اگر ناراض ہو تو اُسکی
ناراضی ایک امر منکر ہی واجب ہی کہ اُسکے سامنے اُسکی بُرائی بیان کیجائے تو پھر ایسی بات مین اُسکے اذن کی حاجت کیسے ہوگی اور سلف کی عادت
سے معلوم ہوتا ہی کہ اماموں کی منکر بات کو نہ مانتے تھے اور اُسکی بُرائی سامنے ہی بیان کرتے تھے چنانچہ مروی ہی کہ مروان بن حکم نے نماز عید
سے پہلے خطبہ پڑھا اُسکو ایک شخص نے کہا کہ خطبہ تو نماز کے بعد ہوا کرتا ہی مروان نے اُسکو کہا کہ ہم تجکو سمجھ لینگے حضرت ابو سعید خدری رضی نے
فرمایا کہ اسکو جو کچھ حکم تھا اُسکی تعمیل کی ہمکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص تم مین سے کوئی بُری بات دیکھے تو چاہیے کہ اُسکو

اپنے ہاتھ سے دور کرے، اور اگر نہ ہوسکے تو زبان سے کرے اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو دل میں اسکو برا جانے اور یہ ضعیف تر ایمان ہے تو اکابر سلف ان احکام سے یہی سمجھتے تھے کہ سلاطین بھی انہیں داخل ہیں تو پھر انکے اذن کی حاجت کیسے ہوگی۔ اور مروی ہے کہ خلیفہ مہدی جب مکہ معظمہ میں آیا تو کچھ مدت تک ٹھہرا پھر جب طواف کرنے لگا تو لوگوں کو خانہ کعبہ کے پاس سے ہٹا دیا حضرت عبداللہ بن مرزوق نے جست کرکے اسکا گریبان پکڑکر ہلایا اور فرمایا کہ دیکھ کیا کرتا ہے تجکو اس گھر کا مستحق زیادہ کسنے بنایا ہے کہ جو کوئی دور یا نزدیک سے اسکے پاس پہونچے تو تو اسکو خانہ کعبہ تک جانے دے اور بیچ میں روک دے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سواء العاکف فیہ والباد۔ یہ استحقاق تجکو کسنے دیا خلیفہ انکا منھ تکنے لگا اور انکو پہچانتا تھا اسلیے کہ وہ اسکے باپ دادا کے موالی میں سے تھے کہنے لگا کون ہے عبداللہ بن مرزوق آپ نے کہا کہ ہاں خلیفہ انکو گرفتار کرکے بغداد میں لے آیا اور اسکو اچھا نہ جانا کہ انکو سزا ایسی دے جس سے عوام میں انکی ذلت ہو اسلیے انکو گھوڑوں کے طویلہ میں بند کردیا کہ انکی لاتوں اور ٹاپوں میں کچل جائیں اور ایک کاٹنے والا گھوڑا انکے پاس کردیا تاکہ انکو کاٹے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس گھوڑے کو انکا رام کردیا کسی طرح کی تکلیف انکو نہوئی راوی کہتا ہے کہ پھر خلیفہ نے انکو ایک حجرہ میں بند کرکے اسکی کنجی آپ لے لی تین روز کے بعد انہیں سے نکل کر باغ میں داخل ہوے اور وہاں کا سبزہ کھانے لگے مہدی کو جو آپکی اطلاع ہوئی آپ سے پوچھا کہ تمکو کسنے نکالا فرمایا کہ جسنے مجکو بند کیا تھا اسی نے نکال دیا پوچھا بند کسنے کیا تھا فرمایا کہ جس نے نکال دیا خلیفہ بہت چلایا اور پوچھا کہ تمکو خوف نہیں کہ میں تمکو جان سے مار ڈالونگا آپ نے اپنا سر اسکی طرف اٹھا کر فرمایا کہ اگر موت و حیات تمہارے قبضہ میں ہوتی تو البتہ میں ڈرتا غرضکہ آپ محبوس رہے یہاں تک کہ مہدی مرگیا پھر لوگوں نے انکو رہا کردیا تو آپ مکہ معظمہ کو واپس آگئے اور اسی اثنا میں آپ نے نذر کی تھی کہ اگر خدا تعالیٰ مجکو انکے ہاتھ سے رہائی دیگا تو میں سو اونٹ قربان کرونگا پس تدبیر کرکے نذر اپنی پوری کی۔ اور حبان بن عبداللہ سے منقول ہے کہ ہارون رشید ایک محلہ دوینہ میں سیر کو نکلا اسکے ساتھ سلیمان بن ابی جعفر بنی ہاشم میں سے تھا ہارون رشید نے کہا کہ تیرے پاس ایک لونڈی خوب گاتی تھی اسکو بلاؤ وہ آئی اور راگ گایا مگر خلیفہ کے پسند نہ آیا اس سے پوچھا کہ تجکو کیا ہوا اسنے کہا کہ یہ عود میرا نہیں خلیفہ نے خادم سے کہا کہ اسکا عود لے آ وہ لیے آتا تھا اثنا راہ میں ایک بوڑھا خرما کی گٹھلیاں چن رہا تھا خادم نے کہا کہ ہٹ یہاں سے ہٹ اسنے جو سر اٹھایا تو عود دیکھا اسکے ہاتھ میں سے لیکر زمین پر دے مارا کہ وہ ٹوٹ گیا خادم اسکو گرفتار کرکے اس محلہ کے حاکم کے پاس لیگیا اور کہا کہ اسکو حوالات میں رکھو کہ یہ امیر المومنین کا مجرم ہے حاکم محلہ نے کہا کہ بغداد میں اس سے بڑھکر کوئی عابد نہیں یہ امیر المومنین کا مجرم کیسے ہوا اسنے کہا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں اسکو مان لو پھر ہارون کے پاس گیا اور کہا کہ میں عود لیے ایک بوڑھے کے پاس گذرا کہ وہ گٹھلیاں چن رہا تھا میں نے اسکو پکار کر کہا کہ ہٹ اسنے جو میرے ہاتھ میں دیکھا اسکو زمین پر پٹک کر توڑ ڈالا ہارون رشید جل بھن گیا اور مارے غصہ کے آنکھیں سرخ ہوگئیں سلیمان نے کہا کہ اتنا غصہ کیا ضرور ہے حاکم محلہ سے کہلا بھیجو کہ وہ اسکی گردن کاٹ ڈالے اور اسکی لاش دجلہ میں پھینک دے ہارون نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم اسکو بلوا کر اس سے اول بحث کرینگے چنانچہ قاصد اسکے پاس گیا اور کہا کہ امیر المومنین کے پاس چلو بلایا ہے اسنے کہا بہتر ایلچی نے کہا سوار ہولو کہا کہ سوار نہونگا غرضکہ پیادہ اسکے ساتھ گیا اور محل کے دروازہ پر کھڑا ہوا ہارون کو خبر ہوئی کہ بوڑھا حاضر ہے اسنے اپنے ندیموں سے پوچھا کہ تمہاری کیا صلاح ہے یہ منکرات جو ہمارے سامنے ہیں انکو اٹھوا دیں اور اسکو اسی جگہ بلوا دیں یا کسی اور جگہ جہاں منکرات نہوں اٹھ چلیں اور وہاں بلوا دیں سب کی صلاح یہی ہوئی کہ دوسری مجلس میں اٹھ چلو غرضکہ سب اٹھکر ایسے مکان میں جا بیٹھے جہاں امر منکر نہ تھا پھر بوڑھے کے بلانے کا حکم دیا وہ اندر گیا اسکی آستین میں ایک تھیلی تھی جسمیں گٹھلیاں تھیں خادم نے اس سے کہا کہ اسکو اپنی آستین سے نکال ڈال تب امیر المومنین کے سامنے جا اسنے کہا کہ یہ تو میری غذا رات کے لیے ہے اسنے کہا کہ رات کو کھانا ہم کھلا دینگے بوڑھے نے کہا کہ مجکو تمہارے کھانے کی حاجت نہیں ہارون نے خادم سے کہا کہ تو اس سے کیا چاہتا ہے اسنے کہا کہ اسکی آستین میں گٹھلیاں ہیں میں یہ کہتا تھا کہ انکو ڈال کر آپکی خدمت میں حاضر ہو یہ نہیں ڈالتا ہارون نے کہا

کہ چراست ڈالو اُسکو آنے دے غرضکہ وہ گیا اور سلام کرکے بیٹھ گیا ہارون نے اُسکو کہا کہ بڑے میاں جو حرکت تمنے کی اسکا سبب کیا ہے
اُسنے کہا کہ مین نے کیا کیا ہے ہارون شرماتا تھا کہ یہ کیا کہون کہ میرا عود توڑدیا جب کئی بار یہی سوال کیا تو بوڑھے نے جواب دیا کہ مین تمھارے
باپ دادون سے سنتا تھا کہ منبرون پر یہ آیت پڑھا کرتے تھے اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ
وَالْبَغْیِ - اور مین نے ایک امر منکر دیکھا اُسکو بگاڑدیا ہارون نے کہا کہ خیر بگاڑدے اسکے سوا اُور کچھہ نہ کہا جب وہ بوڑھا باہر نکلا تو ہارون نے
ایک تھیلی اپنے آدمی کو دی اور کہا کہ اُسکے پیچھے جا اگر تو دیکھے کہ یہ لوگون سے ذکر کرتا ہے کہ مین نے امیر المومنین سے یہ کہا اور اُسنے مجھسے یہ کہا
تب تو اُسکو تھیلی مت دینا اور اگر دیکھے کہ کسی سے کچھ نہین کہتا تو یہ تھیلی دے دینا وہ بوڑھا جب محل سے باہر ہوا تو دیکھا کہ ایک گٹھلی زمین مین
گڑ گئی ہے وہ اُسکے نکالنے کی تدبیر کرنے لگا اور کسی سے کچھہ نہ کہا اُس آدمی نے اُس سے کہا کہ امیر المومنین تجکو فرماتے ہین کہ اس تھیلی کو لے لو
بوڑھے نے کہا کہ امیر المومنین سے کہدو کہ جہان سے اسکو لیا ہے اُسی جگہ واپس کردے اور ایک روایت مین یہ ہے کہ جب وہ گفتگو کرکے نکلا تو گٹھلی
زمین مین گڑی ہوئی دیکھی اُسے اُٹھانے لگا اور یہ کہتا جاتا تھا قطعہ پاس حرص شخص کے دنیا ہے اُسے دیکھتا ہون ٭ جتنی بڑھتی ہے اُسے ہوتی ہے غم کی کثرت ٭
خوار کرتی ہے اُنھین جو کرے اسکا اکرام ٭ جنکی نظرون مین ہے خوار اُنکی کرے ہے عزت ٭ چھوڑ اُس چیز کو جس سے ہے تجھے ہے تمنا ٭ کر اُن اشیا کو
طلب جنکی ہے تجکو حاجت ٭ اور حضرت سفیان ثوری رح سے مروی ہے کہ خلیفہ مہدی نے سنہ ایکسو چھیاسٹھ ہجری مین حج کیا مین نے اُسکو دیکھا
کہ جمرہ عقبہ پر کنکرین مارتا ہے اور لوگ دہنے بائین کوڑون سے لوگون کو پیٹ رہے ہین مین کھڑا ہوگیا اور کہا کہ اے خوبصورت حدیث
بیان کی ہے ایمن بن وائل نے قدامہ بن عبد اللہ کلابی رض سے کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ شتر پر سوار
ہوئے نحر کے دن جمرہ کو کنکرین مارتے تھے تو لوگون کو مار پیٹ تھی نہ کوئی ہٹاتا تھا نہ یہ کہتا تھا کہ بچو بچو اور ایک تم ہو کہ دہنے بائین لوگون پر
مار پڑرہی ہے مہدی نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہے اُسنے کہا کہ سفیان ثوری ہین پھر مجھ سے کہا کہ اے سفیان اگر خلیفہ منصور ہوتا تو تمکو یہ جرأت نہوتی
مین نے کہا کہ منصور پر جو کچھ گذری اگر وہ تجسے کہدے تو تم بھی جس حال مین ہو اُسمین کوتاہی کرنے پھر کسی نے خلیفہ سے کہدیا کہ اُنھون نے تمکو خطاب
کہا امیر المومنین نہ کہا مہدی نے کہا کہ اُنکو بلاؤ لوگون نے حضرت سفیان کو تلاش کیا مگر وہ آڑ مین ہوگئے اور نہ ملے - اور منقول ہے کہ خلیفہ مامون کو
خبر پہونچی کہ ایک آدمی لوگون مین چل پھر کر احتساب کرتا ہے اور امر معروف اور نہی منکر کرتا ہے حالانکہ خلیفہ کے یہان سے اس بات کا مامور نہین
خلیفہ نے حکم دیا کہ اُسکو ہمارے پاس حاضر کرو جب وہ سامنے آیا تو خلیفہ نے کہا کہ مین نے سنا ہے کہ تم اپنے آپ کو قابل امر معروف اور نہی منکر کے
سمجھتے ہو بدون اسکے کہ ہم تمکو اجازت دین اور مامون اُسوقت کرسی پر بیٹھا ہوا ایک کتاب یا اخبار دیکھ رہا تھا اتفاقاً غفلت سے تھوڑا سا نوشتہ
نیچے گر کر اُسکے پاؤن تلے آگیا اور اُسکو خبر بھی نہوئی محتسب نے اُسکو جواب دیا کہ اول خدا تعالی کے نامون پر سے اپنا پاؤن ہٹالو پھر جو چاہو
سو کہو مامون اُسکا مطلب نہ سمجھا اور کہا کہ کیا کہتے ہو اُسنے تین بار یہی کہا چوتھی بار اُسنے کہا کہ یا تم خود اُٹھا لو نہین مجکو اجازت دو کہ مین اُٹھا دون
خلیفہ نے کہا کہ مین نے اجازت دی اُسنے اُس نوشتہ کی طرف اشارہ کیا مامون نے دیکھا کہ پاؤن تلے کتاب پڑی ہے اُسکو اُٹھا کر بوسہ دیا اور
شرمندہ ہوا پھر محتسب سے وہی سوال کیا کہ تم امر بالمعروف اور نہی منکر کیون کرتے ہو یہ تو اللہ تعالی نے ہمارے خاندان کے لیے مخصوص کیا ہے
اور ہم وہ لوگ ہین کہ اللہ تعالی اُنکی شان مین فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ
محتسب نے کہا کہ آپ نے سچ کہا یا امیر المومنین آپ کو تسلط اور حکومت ایسی ہی ہے جیسی آپ نے فرمائی مگر اس باب مین ہم تمھارے مددگار اور
طرفدار ہین اسکا منکر وہی ہوگا جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاہل ہو اللہ تعالی فرماتا ہے وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ
بَعْضُھُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ یَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ الآیۃ - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا
اور تمکو خدا نے زمین پر حکومت دی ہے اور کتاب اللہ اور سنت نبی کریم دونون موجود ہین اگر تم اُنکے مطابق کام کروگے تو جو شخص اُنکی

حرمت کی وجہ سے تمہاری اعانت کرے تمکو اُسکا شکر گزار ہونا چاہیے اور اگر تم اُس سے تکبر کروگے اور جو بات کہ خاص تمکو اُن دونوں کی رو سے
لازم ہو اُس سے انحراف کروگے تو جس ذات پاک کے سپرد تمہارا معاملہ ہے اور اُسکے قبضہ میں تمہاری عزت اور ذلت ہے اُسنے تو یہی فرمایا ہے کہ لا یضیع
اجر المحسنین - اب آپ جو چاہیں وہ فرمائیں مامون اُسکی تقریر سے بہت خوش ہوا اور کہا کہ تم جیسے آدمی کو امر بالمعروف کرنا درست ہے جاؤ اپنا کام کرو
ہماری اجازت اور تجویز یہی ہے غرضکہ وہ شخص احتساب کرتا رہا اُن حکایتوں کے بیان سے مطلب یہی ہے کہ امام کے اذن کی کچھ حاجت نہیں -
اب اگر یہ کہو کہ احتساب کی ولایت پسر اور غلام اور زوجہ اور شاگرد اور رعیت کو باپ پر اور آقا اور شوہر اور اُستاد اور حاکم پر مطلقاً اسی طرح ہے
جیسے باپ کو بیٹے پر اور آقا کو غلام پر اور شوہر کو بی بی پر اور اُستاد کو شاگرد پر اور حاکم کو رعیت پر ہے یا اُن دونوں میں کچھ فرق ہے تو اسکا جواب
یہ ہے کہ اصل ولایت تو ویسی ہی ہے مگر تفصیل میں فرق ہے اور اسکو ہم پسر اور پدر میں بطور مثال بیان کرتے ہیں دوسرے اشخاص کو بھی اسی پر
قیاس کر لیا جائیگا تو جاننا چاہیے کہ ہمنے حسبت کے پانچ مرتبے ٹھہرائے تھے تو بیٹا باپ پر فقط دو اول کے مرتبوں سے حسبت کر سکتا ہے یعنی
بتلانا اور ملایمت سے نصیحت کرنا اور دوسرے پچھلے مرتبوں سے اُسکو حسبت کرنا درست نہیں یعنی گالی اور دھمکی اور مار پیٹ سے باقی رہا تیسرا مرتبہ
یعنی ایسا کام کرنا جس سے منکرات جاتی رہیں تو چونکہ اسمیں نوبت باپ کی خفگی اور ناراضی کی ہوتی ہے اسی لیے اُس سے حسبت کرنے میں
تامل ہے مثلاً اگر باپ کا عود توڑ ڈالے یا شراب کا برتن پھوڑ دے یا ریشمی کپڑے اُدھیڑ ڈالے یا جو مال حرام باپ نے چوری خواہ غصب خواہ اُس
روزینہ سے جو مسلمانوں پر ڈانڈ پڑنے سے ملا ہو گھر میں رکھا تھا اُسکو لیکر مالکوں کے حوالہ کردے یا دیواروں پر کی تصویریں اور لکڑیوں پر کی
صورتیں بگاڑ دے یا سونے چاندی کے برتن توڑ دے تو گویہ سب افعال باپ کی ذات سے متعلق نہیں بخلاف مارنے اور گالی دینے کے
لیکن باپ کو ان حرکات سے ایذا ہوتی ہے اور اُنکے سبب سے ناراض ہوتا ہے مگر چونکہ فعل پسر کا حق ہے اور باپ کی خفگی کا منشا باطل اور حرام
کی محبت ہے تو اس نظر سے قیاس کھلا ہوا یہی چاہتا ہے کہ پسر کو یہ مرتبہ حسبت کا جائز ہو بلکہ اُسکو لازم ہے کہ ایسا کرے اور بعید نہیں کہ اسمیں
لحاظ امر منکر کی بُرائی اور خفگی اور ایذا کی مقدار کا کیا جائے یعنی اگر امر منکر بہت فحش ہو اور باپ کی خفگی اُسپر کم ہو مثلاً تھوڑی سی شراب کا گرا دینا
جس سے وہ بہت ناراض نہو تو ظاہر ہے کہ اسطرح کی حسبت کر سکتا ہے اور اگر امر منکر بہت بُرا نہو اور ناراضی نہایت درجہ کی ہو جیسے مثلاً بلور کے
برتن کسی جانور کی صورت ہوں اور اُنکے توڑنے میں بہت سے مال کا نقصان ہوتا ہو تو اُنکو توڑنے سے ناراضی تو بہت ہوگی اور تصویر کا
بنا ہونا ایسا نہیں جیسے شراب کا ہے تو اسطرح کی باتیں محل بحث میں ہیں - اب اگر یہ کہو کہ تم نے کہاں سے کہدیا کہ پسر کو حسبت درشتی اور مار
اور امر باطل کو بزور چھوڑا دینے سے نہیں حالانکہ امر بالمعروف کتاب و سنت میں عام بدون تخصیص کے وارد ہوا ہے اور آفت کہنے اور ایذا سے
جو ممانعت وارد ہے وہ خاص اُن امور میں ہے جو متعلق منکرات کے ارتکاب سے نہوں تو اسکا جواب یہ ہے کہ باپ کے حق میں خاص وہ باتیں
وارد ہوئی ہیں جنسے باپ بھی عام سے مستثنی ہو گیا مثلاً اسمیں کسی کا خلاف نہیں کہ جلاد کو اپنے باپ کا قتل کرنا زنا کی حد میں جائز نہیں اور
نہ یہ جائز ہے کہ وہ خود باپ کو حد لگا دے بلکہ اگر باپ کافر ہو تو بیٹے کو اُسکا قتل کرنا خود نہ چاہیے بلکہ اگر باپ اپنے بیٹے کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو
باپ پر قصاص لازم نہوگا اور نہ یہ کہ اُسکے عوض میں باپ کو ایذا دے اور یہ سب باتیں اخبار سے ثابت ہیں اور بعض اجماع سے بھی ثابت ہیں
تو جس صورت میں کہ باپ کو ایذا دینا باوجود قصور سابق کے درست نہیں تو آیندہ کے قصور احتمالی پر سزا سے اُسکو ایذا دینی کب درست
ہوگی بلکہ اس صورت میں تو بطریق اولی ایذا نچاہیے اور یہی حال غلام اور زوجہ کا آقا اور شوہر کے ساتھ ہے کہ لزوم حق میں یہ بھی ایسے ہی ہیں
جیسے اولاد ہے باپ کی نسبت کر اور ہرچند ملک یمین بہ نسبت ملک نکاح کے زیادہ موکد ہے مگر چونکہ حدیث میں ہے کہ اگر کسی مخلوق کو سجدہ
درست ہوتا تو مین عورت کو حکم کرتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق شوہر کا بھی موکد ہے اور رعیت کا حال حاکم کے ساتھ
قدرایسا ہی کچھ یہی باپ کی نسبت کر بھی سخت ہے اسمیں صرف دو اول کے مرتبوں یعنی تعریف اور نصیحت ہی سے کام چل سکتا ہے اور تیسرے مرتبہ

بحث ہی کیونکہ بادشاہی خزانون پر چڑھائی کرکے مال لینا اور مالکون کو حوالہ کرنا اور ریشمی کپڑون کو اُدھیڑنا اور اُسکے گھر مین سے شراب کا گرا دینا گویا اُسکے رُعب کو دُور کرنا اور اُسکی ہیبت وحشمت کو کھونا ہی اور یہ ممنوع ہی چنانچہ اخبار مین وارد ہی جس طرح کہ امر منکر پر سکوت کرنے سے نہی وارد ہی تو اب دو ممنوع ایک دوسرے کے معارض ہوے تو اس صورت مین بجز اسکے اور کیا ہو سکتا ہی کہ دیکھا جاے کہ وہ منکر کس درجہ کا بڑا ہی اور بادشاہ پر چڑھائی کرنے سے اُسکی حشمت کس قدر ساقط ہو جائیگی اور یہ بات ایسی ہی جسکا ضبط ممکن نہین — اور شاگرد اور اُستاد کا معاملہ آپس مین آسان ہی اسلیے کہ عزت اُس اُستاد کی ہوتی ہی جو علم دین سکھائے اور جو عالم کہ علم کے بموجب عمل نہ کرے اُسکی کچھ عزت نہین تو شاگرد کو جائز ہی کہ جو علم اُستاد سے سیکھا ہو اُسی کے بموجب اُس سے معاملہ کرے — اور مروی ہی کہ حضرت حسن بصری سے سوال کیا گیا کہ بیٹا اپنے باپ پر حسبت کیسے کرے آپنے فرمایا کہ جب تک باپ کو غصہ نہ آوے تب تک نصیحت کرے اور جب وہ غصہ ہو جاوے تو وہ خاموش ہو رہے — پانچوین شرط محتسب کا قادر ہونا ہی کہ عاجز آدمی پر بجز دل کی حسبت کے اور واجب نہین اسلیے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہی وہ اُسکی معصیت کو بُرا جانتا ہی اور دل سے متنفر ہوتا ہی اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ کفار سے جہاد کرو اپنے ہاتھون سے اور اگر یہ نہو سکے اور صرف اُنکے سامنے ناک بھون چڑھا سکو تو یہی کرو — اور یاد رکھو کہ وجوب کا ساقط ہونا اسپر منحصر نہین ہی کہ عاجزی محسوس ہو بلکہ اسمین وہ صورت بھی شامل ہی جسمین خوف بُرائی اور ایذا پہونچنے کا ہو کہ وہ بھی عاجزی ہی ہی اسی طرح اگر ایذا کا خوف نہو مگر یہ جانے کہ میرا انکار مفید نہوگا تو ضرور ہی کہ حسبت مین اِن دو باتون کا لحاظ کیا جاے یعنی در صورت منع کرنے کے اُسکا کچھ اثر نہونا اور دوسرے تکلیف اور ایذا سے ڈرنا اور اِن دونون باتون کے اعتبار کرنے سے چار حالتین حسبت کی حاصل ہوتی ہین ایک یہ کہ دونون باتین جمع ہون یعنی اُسکو معلوم ہی کہ میری حسبت مفید نہ پڑیگی اور اگر بولونگا تو پٹونگا تو اس صورت مین اُسپر حسبت واجب نہین بلکہ بعض مواضع مین مستحب نہین کہ حرام ہو ہان اُسپر لازم ہی کہ ایسے مقامات مین نہ جاوے اور اپنے گھر مین بیٹھ رہے تاکہ بُری باتون کے دیکھنے کی نوبت نہ آوے اور بدون سخت ضروری یا واجب کام کے گھر سے باہر نہ نکلے اور اُسپر اُس شہر کو چھوڑنا اور اُس سے ہجرت کرنی لازم نہین مگر جس صورت مین کہ لوگ زبردستی فساد مین شریک کرین یا ظلم مین سلاطین کی موافقت کرائین تب البتہ ہجرت لازم ہی بشرطیکہ ہجرت پر قادر ہو کیونکہ جو شخص زبردستی سے گریز کر سکتا ہی اُسکے حق مین اکراہ اور جبر عذر نہین ہوتا دوسری حالت یہ ہی کہ دونون باتین مفقود ہون اسطرح کہ جانتا ہو کہ منکر میرے قول یا فعل سے جاتا رہیگا اور کوئی مجکو ایذا نہ دے سکیگا تو اس صورت مین اُسپر انکار واجب ہوگا اور قدرت مطلق اسی صورت کا نام ہی تیسری حالت یہ ہی کہ جانتا ہی کہ میرا انکار مفید نہ پڑیگا مگر کسی ایذا کا خوف بھی نہین تو اس صورت مین اُسپر حسبت غیر مفید ہونے کی جہت سے واجب تو نہین مگر مستحب ہی اس نظر سے کہ شعار اسلام کا ظاہر کرنا اور لوگون کو امر دینی پر واقف کرنا ہی — چوتھی حالت اسکے برعکس ہی یعنی جانے کہ مجکو ایذا تو پہونچیگی مگر امر منکر بھی میرے فعل سے جاتا رہیگا مثلاً کسی فاسق کا شیشہ پتھر مار کر توڑ دینا یا عود کو جھپٹ کر زمین پر دے مارنا کہ امر منکر تو فوراً جاتا رہیگا لیکن یہ جانتا ہو کہ ایسا کرنے سے دھولین اور جوتیان بھی لگینگی تو ایسی صورت مین حسبت نہ واجب ہی اور نہ حرام بلکہ مستحب ہی اور اسکے مستحب ہونے پر وہ حدیث دلالت کرتی ہی جسکو ہم امام ظالم کے سامنے کلمۂ حق بولنے کے ثواب مین لکھ آئے ہین اور اسمین شک نہین کہ یہ حسبت مقام خوف ہی اور اسپر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہی جو ابو سلیمان دارانی رحمہ سے مروی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین نے کسی خلیفہ سے ایک کلام سُنا اور چاہا کہ اُسکو رد کرون اور جان لیا کہ جان سے مارا جاؤنگا مگر مجکو قتل ہونے نے نہین روکا بلکہ یہ معاملہ علیٰ رؤس الاشہاد تھا تو مجکو یہ خوف ہوا کہ کہین لوگون کی نمود کے لیے بات کو مین آراستہ نہ کرون اور پھر جان کی جا جائے اور فعل خالص خدا کے لیے بھی نہو اسلیے چپ ہو رہا — اب اگر یہ کہو کہ حالت قتل کے خوف مین بھی اگر حسبت مستحب ہی تو اس آیت کے معنی کیا کہوگے ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ تو اسکا جواب یہ ہی کہ اِس باب مین تو سب کا اتفاق ہی کہ ایک مسلمان کو جائز ہی کہ کفار کی صفون

حملہ کرکے آپسے لڑے گو جانتا ہو کہ مارا جاؤنگا اِس صورت پر بعض اوقات یہ گمان ہوتا ہی کہ آیت موصوفہ کے معنوں کے خلاف ہی حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہی کہ تہلکہ سے یہ مراد نہیں کہ صف کفار پر اکیلا حملہ کرے اور جانتا ہو کہ مارا جاؤنگا بلکہ یہ مراد ہی کہ خدا تعالیٰ کی طاعت میں کھانا پینا چھوڑ دے یعنی جو ایسا کریگا اُسنے گویا اپنی جان اپنے ہاتھ سے ہلاک کی۔ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تہلکہ یہ ہی کہ گناہ کرے پھر کہے کہ میری توبہ قبول نہوگی۔ اور حضرت ابو عبیدہ رضہ نے فرمایا کہ تہلکہ یہ ہی کہ گناہ کرے پھر اُسکے بعد کوئی نیکی نہ کرے یہانتک کہ ہلاک ہو جائے۔ اور جس صورت میں کہ یہ درست ہوا کہ کافروں سے لڑے یہانتک کہ مارا جائے تو یہ بات حسبت میں بھی اُسکو جائز ہونی چاہیے لیکن اگر جانے کہ کفار پر میرے حملہ سے کچھ اثر نہوگا مثلاً اندھا آدمی جو اپنے آپ کو اُنکی صف میں جا ڈالے یا درماندہ جس سے کچھ نہو سکے تو ایسے کا حملہ کرنا حرام ہی اور آیت تہلکہ کے عموم میں داخل ہی بلکہ تنہا حملہ کرنا اُسی وقت درست ہی کہ جانتا ہو کہ میں قتل بھی کرونگا اور مارا جاؤنگا یا یہ یقین ہو کہ میری بہادری دیکھکر کفار کا پتا پانی ہو جائیگا اور جان لینگے کہ مسلمان بہادر کچھ مال نہیں سمجھتے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں اُنکو جان دینا نہایت محبوب ہی اور اِس بہت سے اُنکے چھکے چھوٹ جائینگے تو ایسی ہی صورت میں محتسب کو بھی حسبت جائز ہی بلکہ مستحب ہی کہ اپنے آپ کو ضرب و قتل کا ہدف کرے بشرطیکہ اُسکی حسبت سے امر منکر برطرف ہو یا فاسق کا جاہ زائل ہو یا دینداروں کے دل کو قوت ہو لیکن اگر کسی فاسق زبردست کو دیکھے کہ اُسکے ہاتھ میں پیالہ شراب کا ہی اور پاس تلوار ہی اور جانے کہ اگر میں اِسکو منع کرونگا تو شراب کو پی کر میری گردن اُڑا دیگا اور خود اُسوقت اکیلا ہو تو ہمارے نزدیک ایسے وقت میں حسبت کرنے کا موقع نہیں بلکہ خود اپنے نفس کو ہلاک کرنا ہی کیونکہ مطلوب تو یہ ہی کہ حسبت سے کوئی اثر دین میں ہو اور اُسکے عوض میں اپنے نفس کو فدیہ کر دے یہ نہیں کہ نفس کو بدون کسی اثر کے ہلاک کر دے کہ اسکی وجہ دین میں کچھ معلوم نہیں ہوتی بلکہ ایسی صورت حرام ہونی چاہیے اور اُسکو انکار اُسی صورت میں مستحب ہی جب امر منکر کے بگاڑ دینے پر قادر ہو یا اُسکے فعل سے کوئی فائدہ ظاہر ہو اور ایک شرط اسمیں یہ بھی ہی کہ ایذا کا پہنچنا بھی صرف اُسی شخص پر منحصر ہو پس اگر یہ جانے کہ میرے ساتھ میں میرے یار دوست اور اقارب اور رفیق بھی پٹینگے تو اُسکو حسبت درست نہیں بلکہ حرام ہی اسلیے کہ وہ شخص ایک منکر کو بدون دوسرے منکر کے دفع نہیں کر سکتا اور یہ امر قدرت میں کچھ بھی داخل نہیں بلکہ اگر یہ جانے کہ اگر میں حسبت کرونگا تو وہ امر منکر باطل ہو جائیگا مگر ایک دوسرے منکر کا سبب ہی جسکو محتسب علیہ کے سوا کوئی دوسرا کرنے لگیگا تو اِس صورت میں اُسکو انکار کرنا ظاہر تر مذہب کی رو سے حلال نہیں اسلیے کہ مقصود یہ ہی کہ منکرات شرعی مطلق نہوں نہ زید سے نہ عمرو سے اور اسکی مثال یہ ہی کہ مثلاً کسی شخص کے پاس کوئی شربت حلال ہی کہ اُسمیں نجاست گرنے سے نجس ہو گیا ہی اور محتسب جانتا ہی کہ اگر میں اسکو گرا دونگا تو محتسب علیہ یا اُسکی اولاد شراب پینے لگینگی اسوجہ سے کہ شربت حلال اُنکے پاس سے جاتا رہا تو ایسی صورت میں اُس نجس شربت کا گرا دینا اچھا نہوگا اور یہ بھی بعض کا قول ہی کہ اُسکو گرا دے کیونکہ گرا دینے سے ایک بُرائی نجس پینے کی تو یقیناً جاتی رہیگی باقی رہا شراب کا پینا تو جو اُسکا مرتکب ہوگا ملامت اُسپر رہیگی محتسب کے اختیار میں اُسکا منع کرنا نہیں اِس احتمال کو بھی اکثر نے پسند کیا ہی اور کچھ بعید بھی نہیں اسلیے کہ یہ مسائل فقہی ہیں انمیں حکم گمان غالب ہی سے ہوتا ہی اور اگر حکم تفصیل ہو اسطرح کہ دیکھا جائے کہ جس منکر کو بگاڑتا ہی اور دوسرا منکر اُس سے پیدا ہوتا ہی اُن دونوں میں زیادہ بُرا کونسا ہی اور اُسی کے لحاظ سے حکم ہو تو قرین قیاس ہی مثلاً ایک شخص دوسرے کی بکری اسلیے کھانے کے لیے ذبح کرتا ہی اور محتسب کو معلوم ہی کہ اگر اُسکو منع کرونگا تو وہ کسی انسان کو ذبح کر کے کھا جائیگا تو اِس صورت میں اُسکو حسبت کرنے کی کوئی وجہ نہیں اور اگر کوئی شخص دوسرے کو ذبح کرتا ہو یا اُسکا کوئی عضو جدا کرتا ہو اور محتسب جانے کہ اُسکو منع کرونگا تو اِس حرکت کو چھوڑ کر اُسکا مال چھین لیگا تو ایسی صورت میں حسبت کی وجہ ہی اسطرح کہ دقائق محل اجتہاد میں ہیں اور اِن سب میں محتسب پر لازم ہی کہ اپنے اجتہاد کا اتباع کرے اور انہیں دقائق کی جہت سے ہم کہتے ہیں کہ عامی شخص بجز کھلے کھلے مسائل کے جو سب کو معلوم ہیں اوروں پر حسبت نہ کرے مثلاً

شراب نوشی اور زنا اور نماز کے ترک پر اُسکو حسبت جائز ہی لیکن جو باتین ایسی ہون کہ بعض افعال کے قرینہ سے تو معصیت معلوم ہوتی ہون اور کسی وجہ سے نہین اجتہاد کی ضرورت ہو تو عامی شخص اگر ایسی باتون مین خوض کریگا تو بہ نسبت درستی کے بگاڑ زیادہ کریگا۔ اور جو لوگ کہ حسبت کی ولایت بجز حاکم کی اجازت کے ثابت نہین کرتے اُنکا گمان ایسی ہی صورت سے پختہ ہوتا ہی کیونکہ جب حاکم کی اجازت کی قید نہ رہی تو کیا عجب ہی کہ حسبت کی تعمیل ایسا شخص کرے جو اپنی معرفت یا دیانت کے قاصر ہونے کی جہت سے اُسکا اہل نہو اور انجام کو موجب طرح طرح کے خللون کا ہو اور اسکی توضیح و تحقیق عنقریب مذکور ہوگی انشاء اللہ تعالی اب اگر یہ کہو کہ تمنے تو مطلق علم کو لکھا ہی کہ ایذا پہونچنے اور حسبت کے مفید نہونے کا علم ہو پس اگر علم کے عوض محتسب کو ظن ہو تو اسکا حکم کیا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ ان ابواب مین ظن غالب بمنزلہ علم کے ہی اور فرق صرف اُسی جگہ ہوگا کہ جہان ظن اور علم ایک دوسرے کے متعارض ہون کہ جانب علم یقینی کو ظن پر ترجیح دی جائیگی اور دوسری جگہون مین علم کا حکم جدا ہوتا ہی اور ظن کا جدا یعنی اگر محتسب کو قطعًا معلوم ہو کہ حسبت مفید نہوگی تو وجوب حسبت اس صورت مین اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور اگر ظن غالب غیر مفید ہونے کا ہو مگر احتمال مفید ہونے کا بھی ہو اور اسکے ساتھ یہ بھی ہو کہ ایذا کی توقع نہو تو اس صورت مین اختلاف ہی کہ حسبت واجب ہی یا نہین اور ظاہر تر یہ ہی کہ واجب ہی اسلیے کہ اُسمین ضرر تو کچھ ہی نہین اور فائدہ متوقع ہی اور امر معروف اور نہی منکر کی عام نصین ہر حال مین مقتضی وجوب ہین اور ہم جو انمین سے بطریق تخصیص اُس حسبت کو مستثنی کرتے ہین جسمین علم مفید نہونے کا ہو تو یا اجماع سے کرتے ہین یا قیاس ظاہر سے اور قیاس مذکور یہ ہی کہ امر بذاتہ خود مقصود نہین ہوتا بلکہ اُسمین مامور مقصود ہوتا ہی تو جس صورت مین مامور سے قطعًا یاس ہو تو وجوب سے کیا فائدہ ہوگا ہان جس صورت مین مامور سے یاس نہو تو مناسب یہی ہی کہ وجوب ساقط نہو۔ اب اگر یہ کہو کہ جس ایذا کے پہونچنے کی توقع ہو وہ نہ تو یقینی ہو اور نہ غلبۂ ظن سے معلوم ہو بلکہ اُسمین شک ہو یا غالب ظن اُسکے نہونے کا ہو اور احتمال ہونیکا بھی ہو سکتا ہو تو اس احتمال سے وجوب ساقط ہوگا یا نہین یا حسبت اُسی صورت مین واجب نہین جسمین یقین ایذا پہونچنے کا ہو یا ہر حال مین واجب ہی صرف اُس صورت مین نہین جسمین غلبۂ ظن ایذا کا ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر ظن غالب ایذا کا ہو تو حسبت واجب نہین اور اگر عدم ایذا کا ظن غالب ہو تو حسبت واجب ہی اور احتمال ضعیف ایذا سے وجوب ساقط نہین ہوتا اسلیے کہ امکان ضعیف تو ہر حسبت مین ہو سکتا ہی اور اگر غلبۂ ظن کسی طرف نہو اور شک ہو کہ ایذا ہوگی یا نہین تو یہ صورت محل گفتگو ہی کہ اسمین یہ بھی کہ سکتے ہین کہ موافق عام نصون کے اصل وجوب ہی اور وجوب ایذا پہونچنے سے ساقط ہوتا ہی اور ایذا کا پہونچنا جبھی ہوگا کہ قطعًا یا غلبۂ ظن سے توقع ایذا کی ہو اور چونکہ اس صورت مین ایذا کا نہ علم ہی نہ غلبۂ ظن تو وجوب ساقط نہونا چاہیے یہ احتمال ظاہر تر ہی اور دوسرا احتمال یہ ہی کہ یون کہین کہ حسبت اُسی صورت مین واجب ہی کہ عدم ضرر کا علم محتسب کو ہو یا غلبۂ ظن ہو اور چونکہ یہان دونون نہین تو واجب نہونی چاہیے مگر عمومات جو امر معروف کے وجوب پر دلالت کرتے ہین اُنکی رو سے احتمال اول ہی زیادہ درست ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ توقع ضرر کی بزدلی اور جرأت کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہی نامرد بزدل تو دور کے احتمال کو قریب سمجھتا ہی گویا کہ نظر کے سامنے ہی اور اُس سے ڈرا کرتا ہی اور دلیر بہادر اپنے اوپر ضرر کا پہونچنا اپنی سرشت کی وجہ سے بعید جانتا ہی یہان تک کہ جب تک اُسکو ضرر ہو نہین لیتا تب تک ضرر کی تصدیق نہین کرتا تو اب اعتماد کس پر کرنا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہی کہ اعتماد طبیعت کے اعتدال اور عقل اور مزاج کی سلامتی پر کرنا چاہیے اسلیے کہ نامردی ایک مرض ہی یعنی دل کا ضعیف ہونا اور اُسکا سبب قوت کا ضعف اور کمی ہی اور تہور یعنی بیعقلی کی دلیری بھی اعتدال کے درجہ سے خارج اور افراط کا مرتبہ ہی اور یہ دونون نقصان ہین کمال صرف اعتدال مین ہی جسکو شجاعت کہتے ہین اور نامردی اور تہور مین سے ہر ایک کبھی تو نقصان عقل کے باعث سرزد ہوتی ہی اور کبھی مزاج مین افراط اور تفریط کے غلبہ کی جہت سے کیونکہ جسکا مزاج نامردی اور جرأت کی جانبون مین معتدل ہوتا ہی اُسکو کبھی ایسا ہوتا ہی کہ شر کے مواقع دریافت نہین ہوتے تو جرأت کی وجہ جہالت ہو جاتی ہی اور کبھی دفع شر کے مواقع

نہین سمجھتا تو جہل کے سبب نامردی کا مرتکب ہوتا ہی اور کبھی تجربہ اور روزمرہ کے عادی ہونے سے خرابی کے طریقون اور اُسکے دفع کی تدبیرون سے واقف ہوتا ہی مگر ضعف دل کی وجہ سے شر احتمالی بعید الوقوع اُسمین وہ اثر کرتی ہی جو شجاع معتدل کے حق مین قریب الوقوع شر اثر کرتی ہی اسی وجہ سے دونون طرفون کا کچھ اعتبار نہین اور نامرد کو لازم ہی کہ اپنی نامردی کی علت کو بتکلف دُور کرے اور اُسکی علت یا جہالت ہی یا ضعف اور جہل تجربہ سے دُور ہوتا ہی اور ضعف اُس فعل کو بار بار کرنے سے جس سے ڈر لگتا ہوتا کہ عادت ہو جائے کیونکہ مناظرہ اور وعظ کا مبتدی کبھی ضعف کے باعث دل چورا یا کرتا ہی مگر جب مہارت اور عادت ہو جاتی ہی تو ضعف جاتا رہتا ہی اسی طرح ہر کام مین قیاس کرنا چاہیے پھر اگر محتسب کا ضعف قلب ایسا ہو کہ زوال کے قابل نہو تو اُسکا حکم اُسکے حال کا تابع ہوگا یعنی جیسے کوئی بیمار بعض واجبات سے معذور گنا جاتا ہی اسی طرح حسبت کے وجوب سے ایسے ضعیف دل کو معذور سمجھا جائیگا اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ جس شخص کو سمندر کے سوار ہونے مین بزدلی غالب ہو ایک راستے کے ہوجب اُسپر حج اسلام واجب نہین اور جو زیادہ خوف نہ کرتا ہو اُسپر واجب ہی تو اسی طرح کا حال حسبت کے واجب ہونے کا جاننا چاہیے۔ اب اگر یہ کہو کہ ضرر متوقع کی حد کیا ہی آدمیون کا حال تو اس باب مین مختلف ہوتا ہی کبھی ایک ہی لفظ سے ایذا پاتا ہی کبھی مار سے کبھی اِس بات کو بُرا جانتا ہی کہ محتسب علیہ اُسکے حق مین غیبت وغیرہ سے زبان درازی کرے یا بادشاہ کے یہان اُسکی چغلی کھائے یا کسی مجلس مین اُسپر طعن کرے یہ مین طعن کرنے سے اُسکو ضرر ہو اور جس شخص کو کسی ایسی بات کا امر کیا جاتا ہی اُس سے کسی نہ کسی قسم کی ایذا کی توقع ہوتی ہی تو اُس ایذا اور ضرر کی حد بتلانی چاہیے جس سے حسبت کا وجوب ساقط ہو جاتا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ بحث بھی دقیق ہی اور صورت اسکی کثیر الوقوع اور اسکے ہونے کے مقامات منتشر ہین مگر ہم حتی الوسع اُسکے اقسام کو حصر کے ساتھ لکھتے ہین اور منتشر کو ایک جگہ کرتے ہین اور کہتے ہین کہ مکروہ یعنی بُرائی اور ایذا مطلوب کے مخالف ہی اور دنیا مین مخلوق کے مطالب چار طرح کے ہوتے ہین نفس مین تو علم مطلوب ہی اور بدن مین تندرستی اور سلامتی اور مال مین ثروت اور لوگون کے دلون مین جاہ کا بحال رہنا غرضکہ چار مطلوب ٹھہرے علم اور تندرستی اور ثروت اور جاہ یعنی لوگون کے دلون کا مالک ہونا جیسے ثروت روپیون کے مالک ہونے کا نام ہی اور جس طرح کہ روپیون کا مالک ہونا غرضون کے حاصل ہونے کا وسیلہ ہی ویسے ہی لوگون کے دلون کا مالک ہونا بھی غرضون کا ذریعہ ہی اور جاہ کے معنون کی تحقیق اور طبیعت انسانی کے اُسکی طرف رغبت کرنے کا سبب جلد سوم مین انشاء اللہ مذکور ہوگا اور ان چارون مطالب مین سے ہر ایک کو آدمی اپنے لیے اور اپنے اقارب اور مخصوصون کے لیے طلب کیا کرتا ہی اور انمین دو باتون کا ہونا بُرا جانتا ہی ایک تو موجود چیز کا جاتا رہنا دوسرے متوقع چیز جو اپنے پاس نہو اُسکا نہ ملنا تو ضرر صرف دو ہی طرح ہوتا ہی یا حاصل چیز کے دُور ہونے سے یا متوقع کی تاخیر اور التوا سے اسلیے کہ متوقع اُسی چیز کو کہتے ہین جسکا حاصل ہونا ممکن ہو اور جسکا حصول ممکن ہی وہ گویا حاصل ہی ہی اور اُسکے امکان کا فوت ہونا گویا حصول کا فوت ہونا ہی تو اب ضرر دو قسمون مین آرہا ایک متوقع چیز کے نہ ملنے کا خوف تو اس صورت مین تو مناسب نہین کہ امر بالمعروف کے ترک کرنے کی کسی طرح اجازت دیجائے اور ہم اس خوف کی مثال چارون مطالب مذکورہ مین لکھتے ہین علم مین تو یہ ہی کہ مثلاً کوئی شخص اپنے اُستاد کی کسی مخصوص شخص پر حسبت نہ کرے اِس خوف سے کہ وہ اُستاد سے میری بُرائی بیان کریگا اور پھر اُستاد مجکو تعلیم نہ کرینگے اور صحت کی مثال یہ ہی کہ کوئی شخص طبیب حریر پوش کے پاس جائے اور اُسکو اِس ڈر سے منع نہ کرے کہ آیندہ میرا علاج نکریگا اور اسی وجہ سے تندرستی متوقع ترک جائیگی اور مال کی مثال یہ ہی کہ حسبت بادشاہ اور اُمرا اور اُن لوگون پر نہ کرے جو اُسکے ساتھ سلوک کرتے ہین اِس خوف سے کہ وہ آگے کو روزینہ بند نہ کر دین اور سلوک ترک کرین اور جاہ کی مثال یہ ہی کہ جس شخص سے آیندہ کو نصرت اور ترجیح کرنے کی توقع ہو اُسپر حسبت نہ کرے اِس ڈر سے کہ ہمارا جاہ حاصل نہوگا یا اس خوف سے کہ کہین بادشاہ کے سامنے جس سے توقع حکومت ملنے کی ہی بُرائی نہ کر دے تو اِن خوفون سے جو چارون مثالون مین بیان ہوئے حسبت کا وجوب ساقط نہین ہوتا اسلیے کہ انمین خوف زیادات کے نہ حاصل ہونے کا ہی اور زائد چیزون کے نہ ملنے کو مجازاً ضرر کہتے ہین حقیقی ضرر صرف ہوئی چیز کے جاتے رہنے کا نام ہی اور اِس سے کوئی چیز

مستثنٰی نہین بجز اُس شی کے جسکی طرف حاجت متحقق ہو اور اُسکے فوت ہو جانے مین زیادہ ضرر ہو بہ نسبت منکر پر خاموش رہنے کے مثلاً ایسی صورت مین کہ مرض بالفعل موجود ہو اور اُسکی جہت سے طبیعت کی حاجت ہو اور توقع ہو کہ اُسکی دوا سے تندرست ہو جائیگا اور جانے کہ دیر کرنے سے مرض کی شدت ہو جائیگی یا دیرپا ہو جائیگا اور عجب نہین کہ نوبت ہلاک کی پہونچے اور جاننے سے ہماری غرض ظن غالب ہو جس سے پانی کا استعمال چھوڑ کر تیمم کی طرف رجوع کیا جاتا ہو جب ظن غالب اس درجہ کو ہو تو بعید نہین کہ حسبت نہ کرنے کی اجازت دی جائے اور علم مین حاجت ہونے کی مثال یہ ہو کہ محتسب مہمات دین سے ناواقف ہو اور بجز ایک معلم کے دوسرا اُستاد نہین یا دوسرے کے پاس جانے پر قادر نہین اور جانتا ہو کہ محتسب علیہ اُس معلم تک رسائی نہونے دینے پر قادر ہو اسوجہ سے کہ وہ معلم اُسکا مطیع ہو یا اُسکا کہنا مانتا ہو تو اس صورت مین مہمات دین کا نہ جاننا بھی محذور ہو اور امر منکر پر سکوت کرنا بھی محذور ہو اسلیے یہان قرین قیاس ہو گا کہ ایک جانب کو ترجیح دیجائے یعنی اگر امر منکر نہایت فحش ہو تو حسبت کو ترجیح ہو اور اگر مہمات دینی کی حاجت بہت ہو تو عدم حسبت کو ترجیح ہو اور مال مین حاجت ہونے کی یہ مثال ہو کہ محتسب کسب اور سوال سے عاجز ہو اور توکل مین قوی دل نہین اور ایک شخص ہے سوا اُسپر کوئی خرچ نہین کرتا اور اگر یہ اُسی دینے والے پر حسبت کرتا ہو تو وہ اُسکا روزینہ موقوف کر دیگا پھر محتسب کو روزینہ کے لیے کسی مال حرام کی طلب کرنی پڑیگی یا بھوک سے مر جائیگا تو اس صورت مین بھی بعید نہین کہ مجبوری کی جہت سے اُسکو خاموشی کی اجازت دی جائے۔۔ اور جاہ مین حاجت ہونے کی یہ مثال ہو کہ محتسب کو کوئی شریر ایذا دیتا ہو اور اُسکی شر دفع کرنے کی کوئی تدبیر بجز اسکے نہین کہ بادشاہ کے یہان سے جاہ حاصل ہو اور بادشاہ تک رسائی اور جاہ کے حصول کا وسیلہ ایسا شخص ہو کہ حریر پہنتا ہو یا شراب پیتا ہو تو اگر اُسپر حسبت کرتا ہو تو وہ وسیلہ نہو گا اور اسی وجہ سے جاہ حاصل نہو گا اور شریر کی ایذا سے نجات نہو گی تو یہ سب باتین اگر ظاہر ہو کر قوت پکڑ جائین تو بعید نہین کہ انکو مستثنٰی کر دیا جائے مگر انکا معاملہ محتسب کے اجتہاد سے وابستہ ہو یہان تک کہ وہ اپنے دل سے فتوی لے اور ایک محذور کو دوسرے کے ساتھ تول کر دینی اعتبار سے ایک کو ترجیح دے نہ اپنی خواہش نفس کے لحاظ سے پس اگر دین کے اعتبار سے ان امور کو ترجیح دیکر سکوت کریگا تو اس سکوت کا نام مدارات ہو اور اگر خواہش نفس کی وجہ سے سکوت کریگا تو اُس سکوت کو مداہنت کہتے ہین اور یہ معاملہ باطنی ہو اُسپر اطلاع بدون نظر دقیق کے نہین ہو سکتی مگر پرکھنے والا بڑا دیکھنے والا ہو وہ دل ہے کہ معاملون کو خوب دیکھتا ہو پس ہر دیندار کو اس باب مین ضرور ہو کہ اپنے دل کا نگران رہے اور جانے کہ اللہ تعالی کو رغبت اور عدم رغبت کا حال معلوم ہو کہ دین کی وجہ سے ہو یا خواہش نفس سے اور جو کوئی نیکی یا بدی کریگا اُسکو اللہ تعالی کے پاس موجود پائیگا گو دل کا التفات اور آنکھ کا جھپکنا ہی ہو اور وہان کچھ ظلم و زیادتی نہو گی کہ اللہ تعالی بندون پر ظلم نہین فرماتا۔۔ اور دوسری قسم یعنی سرکی ایسی حاصل ہوئی چیز کا فوت ہونا یہ البتہ ضرر ہو اور حسبت پر سکوت کے جائز ہونے مین سواے علم کے اور مطالب ستہ گانہ مذکورہ بالا مین معتبر ہے اور علم مین اسلیے معتبر نہین کہ علم کے فوت ہونے کا خوف نہین بجز اسکے کہ خود قصور کرے ورنہ اور کوئی اختیار نہین رکھتا کہ عالم سے علم چھین لے مگر تندرستی اور ثروت اور جاہ کے چھین لینے پر قادر ہو سکتا ہو اور یہ بھی شرف علم کا ایک سبب ہو کہ دنیا مین بھی ہمیشہ رہتا ہو اور اُسکا ثواب آخرت مین بھی ہمیشہ کو رہیگا غرض کہ اُسکو ابدالآباد نیستی نہین اور صحت اور سلامتی کا جاتا رہنا مارے سے ہو تو جو کوئی یہ جانے کہ حسبت مین مجھپر ضرب دردناک پڑیگی تو اُسپر حسبت واجب نہین گو مستحب ہو جیسا کہ پہلے گذرا اور جب عدم وجوب ضرب دردناک مین سمجھا گیا تو زخمی کرنے اور عضو کے جدا کرنے اور قتل مین بطریق اولی ہو گا اور ثروت کا جاتا رہنا یہ ہو کہ جانے کہ حسبت کرنے سے مکان لٹ جائیگا اور حویلی کھد جائیگی اور کپڑے چھین جائینگے تو اس سے بھی حسبت کا وجوب ساقط ہو جاتا ہو اور استحباب باقی رہتا ہو اس جہت سے کہ آئین کیا مضائقہ ہو کہ دین کے اوپر دنیا کو فدا کر دے۔۔ اور مار اور لوٹ مین ہر ایک کے کئی مرتبے ہین ایک تو کمی کا جسکی پروا نہ کیجاتی ہو جیسے آہستہ سے تھپڑ لگنا یا ایک کوڑی یا پیسے کا لٹ جانا اور ایک زیادتی کا جسکا اعتبار وجوب کے سقوط مین کیا جاتا ہو اور ایک بیچ کی حالت جو اشتباہ مین ڈالتی ہو کہ اُسکے ہونے سے حسبت کا وجوب ساقط ہوتا ہو یا نہین

اور دیندار کو لازم ہے کہ ایسی مشتبہ صورت مین اجتہاد کرے اور جہان تک ہوسکے دین کی جانب کو ترجیح دے اور جاہ کے فوت ہونے کا
یہ طور ہے کہ مجمع مین پیٹا جائے اور ضرب دردناک ہو جس سے تندرستی جاوے یا علی رؤس الاشہاد گالیان پڑین یا اسکی کاروال گلے مین
ڈال کر شہر مین پھرایا جائے یا کالا منھ کرکے تشہیر کیا جائے اور ضرب دردناک کسی مین نہو تو یہ صورتین جاہ کی مخل اور دل کی درد دینے والی ہین
اور اسکے بھی کئی درجے ہین اور بہتر یہ ہے کہ اسکی تقسیم یون ہو کہ ایک درجہ جاہ کے جانے کا یہ ہے کہ بیعزتی اور تشہیر کہتے ہین مثلاً ننگے سر اور
ننگے پاؤن شہر مین پھرانا تو ایسے درجہ مین حسبت کا خاموشی کی اجازت ہے اسلیے کہ مروت اور عزت کے محفوظ رکھنے کا شرع مین حکم ہے اور اس
بیعزتی کا درد دل مین بہ نسبت بہت سی ضربون اور روپیون کے جاتے رہنے کے زیادہ ہوتا ہے اور دوسرا درجہ جاہ کے جانے کا یہ ہے
مثلاً ایک شخص کی عادت ہے کہ عمدہ پوشاک پہنکر اور گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتا ہے اور جانتا ہے کہ اگر حسبت کرونگا تو مجکو بازار مین پیادہ پا ایسے
لباس مین پھرنا پڑیگا جسکا عادی نہین تو اس صورت مین ان جیسی باتون سے حسبت کا وجوب ساقط نہوگا کیونکہ یہ زیادتی جاہ کی باتین
ہین انکا بچانا کچھ عمدہ بات نہین اور مروت کی نگاہداشت ایک عمدہ چیز ہے اسکے جانے کے ڈر سے وجوب ساقط ہو جاتا ہے اور جاہ کی زیادتی مین
یہ بھی داخل ہے کہ محتسب اس بات سے ڈرے کہ لوگ مجکو سامنے جاہل یا احمق یا ریاکار یا منافق کہین گے یا پیٹھ پیچھے طرح طرح کی غیبتین کرینگے
کہ اس سے بھی وجوب ساقط نہین ہوتا اسلیے کہ ان مین صرف زیادتی جاہ کا زوال ہے جسکی چندان حاجت نہین اور اگر بالفرض ملامت
کرنے والون کی ملامت یا بدکارون کی غیبت خواہ گالی دینے یا برا کہنے سے یا لوگون کے دلون مین سے اپنی منزلت گر جانے کے خوف سے
حسبت نہ کیجائے تو حسبت وجوب ہی نہ رہیگی اسلیے کہ یہ بات تو ہر حسبت مین موجود ہے یا ان جیسی صورت مین کہ امر منکر غیبت ہی ہو اور محتسب
جانے کہ اگر مین غیبت کنندہ کو منع کرونگا تو وہ جسکی غیبت کرتا ہے اس سے بھی خاموش نہوگا اور اسکے ساتھ مجکو بھی ملا لیگا تو اس صورت مین
حسبت حرام ہے اسلیے کہ حسبت معصیت کی زیادتی کا باعث ہوگی اور اگر یہ جانے کہ پہلی غیبت کو وہ چھوڑ دیگا اور صرف میری ہی غیبت
کریگا تب بھی حسبت اسپر واجب نہین کیونکہ غیبت اسکی بھی غیبت کنندہ کے حق مین معصیت ہے مگر یہ حسبت اس نظر سے مستحب ہے کہ اپنی
آبرو کو دوسرے شخص کی آبرو کا فدیہ کرتا ہے اور چونکہ عمومات وجوب حسبت کی تاکید پر دال ہین اور منکر پر خاموش رہنے مین بڑا خطرہ ہے
تو اسی لیے اسکے مقابل ایسی ہی چیز ہوگی جسکا خطرہ دین مین زیادہ ہو اور مال اور نفس اور حرمت کا خطرہ شریعت مین موجود ہے تو اسکے
فوت ہونے کے ڈر سے وجوب حسبت بھی ساقط ہوگا مگر زیادتی جاہ وحشمت اور اقسام تجمل اور لوگون کے اچھا کہنے کے طالب ہونے کا
کچھ درجہ نہین تو اسکے خوف سے وجوب بھی ساقط نہوگا۔ باقی رہا یہ کہ حسبت کا نہ کرنا اس ڈر سے کہ یہی ایذا مین اپنی اولاد و اقارب کو نہون
تو یہ امر خود محتسب کے لحاظ سے اکثر ہے اسلیے کہ خود اپنا ایذا پانا زیادہ سخت ہوتا ہے بہ نسبت دوسرے کی ایذا کے اور دین کے اعتبار سے
زیادہ ہے اسلیے کہ آدمی خود اپنے حقوق سے تو درگذر کر سکتا ہے مگر دوسرے کے حق مین مسامحت اسکو جائز نہین اس سے یہ نکلا کہ اسکو چاہیے
کہ اس صورت مین حسبت نہ کرے کیونکہ خویش و اقارب کے حقوق جو فوت ہونگے تو دو حال سے خالی نہین یا بالطریق معصیت ہونگے جیسے
مارنا اور لوٹنا وغیرہ تو اس صورت مین حسبت درست نہین اسلیے کہ ایک منکر کو دور کرنے سے دوسری برائی پیدا ہوتی ہے یا معصیت کے
طور پر نہونگے تب بھی مسلمان کی ایذا پائی جائیگی اور اسکو درست نہین کہ دوسرے کا ضرر ہون اسکی رضامندی کے کرے غرضکہ اگر حسبت
کی وجہ سے کوئی معصیت ایسی ہوتی ہو جسکا ضرر امر منکر کی نسبت زیادہ ہو تو اسکو چاہیے کہ حسبت کو ترک کرے اور اسکی مثال یہ ہے کہ
ایک شخص تارک دنیا ہے جسکے اقارب مالدار ہین تو اسکو اس بات کا ڈر نہین کہ اگر مین بادشاہ پر حسبت کرونگا تو وہ میرا کچھ نہین لیگا
بلکہ میرے اقارب کا قصد کریگا اور میرا غصہ انپر نکالیگا تو جب اپنی حسبت سے اقارب اور ہمسایون پر ایذا ہوتی جاسے تو حسبت کو
ترک کرے کیونکہ مسلمانون کو ستانا ممنوع ہے جیسے کہ منکر پر سکوت کرنا ممنوع ہے ہان اگر انکو مال اور جان کی ایذا نہو بلکہ گالی اور برا کہنے سے

تو اسمین بحث ہی اور باعتبار منکرات کے فحش ہونے کے اور کلام سخت کے دل مین اثر کرنے اور آبرو مین خلل ڈالنے کے اسکا حکم جداگانہ ہوتا ہی۔
اب اگر یہ کہو کہ کوئی شخص اگر اپنا کوئی عضو کاٹ ڈالتا ہی اور بدون قتال کے اس سے باز نہین آتا اور عجب نہین کہ قتال مین وہ مارا جائے
تو اس صورت مین اس سے قتال چاہیے یا نہین اگر تم کہو کہ چاہیے تب تو محال ہی اسلیے کہ عضو کے تلف کرنے کے خوف سے جان کا تلف کرنا
لازم آتا ہی اور جان جائیگی تو عضو پہلے جائیگا تو اسکا جواب یہ ہی کہ اسکو منع کرنا اور لڑنا چاہیے کیونکہ ہمارا مقصود یہ نہین کہ اسکی جان او عضو محفوظ
رہے بلکہ غرض یہ ہی کہ منکر اور معصیت بالکل مسدود ہو جائے اور حسبت مین اسکا مارا جانا معصیت نہین اور اسکا عضو کو جدا کرنا معصیت ہی
اور اسکی مثال ایسی جانو کہ کوئی شخص مسلمان کے مال پر حملہ کرے اور مالک اسکو ایسی طرح ہٹا دے کہ وہ مارا جائے تو اسطرح کا ہٹانا درست ہی
اور اسکے یہ معنی نہین کہ روپیہ کے بدلہ مین ہم مسلمان کی جان لیا چاہتے ہین کہ یہ تو محال ہی بلکہ اسکو مسلمان کا مال لینا معصیت ہی اور اس
معصیت سے ہٹانے مین اسکا مار ڈالنا گناہ نہین بلکہ مقصود گناہ کا ٹالنا ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ بالفرض اگر ہم جانتے ہون کہ یہ شخص تنہا ہوگا
تو اپنا ہاتھ یا پانون کاٹ ڈالیگا تو یون چاہیے کہ اسکو اسی وقت مار ڈالین تاکہ معصیت کا باب بالکل بند ہی ہو جاوے تو اسکا جواب یہ ہی
کہ ہاتھ یا پانون کے کاٹنے کا علم یقینی نہین اسلیے اسکا خون کر ڈالنا وہمی معصیت پر جائز نہین ہان اگر اسکو اپنا ہاتھ یا پانون کاٹتے دیکھین
تو منع کرینگے اور اگر ہمسے قتال کریگا تو اس سے لڑینگے چاہے اسکی جان رہے یا جاوے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ معصیت کی تین حالتین ہین
ایک تو یہ کہ عاصی اسکو کر چکا ہو تو اس معصیت پر سزا دینی یا حد ہوگی یا تعزیر اور یہ سزا حکام کا کام ہی نہ ہر کسی کا دوسرے یہ کہ عاصی اسکو
سر دست کر رہا ہو جیسے حریر پہنے ہو یا عود خواہ شراب لیے ہو تو ایسی معصیت کا باطل کرنا واجب ہی خواہ کسی طرح سے ہو بشرطیکہ اسکے باطل
کرنے مین کوئی معصیت اس سے زیادہ خواہ اسکے برابر نہوتی ہو تو ایسی معصیت کا دور کرنا ہر کسی کو ثابت ہی تیسرے یہ کہ معصیت متوقع ہو
مثلاً ایک شخص مجلس مین جھاڑو دیکر اور گلدستون سے آراستہ کرکے شراب خواری پر مستعد ہوا اور ابھی تک شراب نہ آئی ہو تو یہ صورت مشکوک ہی
اسلیے کہ ہو سکتا ہی کہ کوئی ایسا مانع پیش آوے جس سے نوبت معصیت کی نہ پہونچے اسی وجہ سے معصیت متوقع سے منع کرنے کا اختیار بجز وعظ کے کسی کو
ثابت نہین بجز اسکے کہ وعظ و نصیحت سے فہمایش ہو اور درشتی اور ضرب سے تو آحاد کو جائز ہی نہ سلطان کو ہان اگر وہ معصیت کرنی
عاصی کی عادت دائمی ہو اور جس سبب سے کہ اس معصیت کی نوبت پہونچے اسکو وہ کر رہا ہو اور حصول معصیت مین کوئی کسر نہو بجز انتظار
کے تو ایسی صورت مین سختی اور مار سے بھی حسبت جائز ہی اور اسکی مثال یہ ہی کہ جوان شخص عورتون کے حامون کے دروازون پر کھڑے
ہوتے ہین کہ انکو اندر جاتے اور باہر نکلتے دیکھین تو یہ لوگ ہرچند راستہ کو تنگ نہین کرتے کہ وہ وسیع ہوتا ہی مگر تاہم درشتی اور ضرب سے
انکو وہان سے اٹھا دینا اور اس جگہ کھڑے ہونے سے منع کرنا درست ہی کیونکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو انکا کھڑا ہونا ہی فی نفسہ معصیت ہی گو
انکا مقصد معصیت نہو جیسے اجنبی عورت سے خلوت کرنی فی نفسہ معصیت ہی اسوجہ سے کہ وہ مظنہ معصیت ہی اور مظنہ معصیت کا حاصل کرنا
بھی معصیت ہی اور مظنہ سے ہماری غرض وہ بات ہی جس سے انسان غالباً معصیت مین پڑجانے کے درپیش ہو جائے اسطرح کہ اس سے
ترک نہ سکے تو اس صورت مین حسبت کرنا معصیت پر موجود ہوگا نہ متوقع پر
دوسرا رکن حسبت کا وہ شی ہی جسمین حسبت ہے یعنی وہ امر منکر جو فی الحال موجود ہو تو یہ چار شرطین ہوئین ہر ایک کا احوال بعد الکھتے ہین۔
اول اس شی کا منکر ہونا اس سے ہماری غرض یہ ہی کہ شرع مین اسکا واقع ہونا ممنوع ہو اور ہمنے اسکو منکر کہا معصیت نہ کہا اسلیے کہ
منکر نسبت معصیت کے عام ہی مثلاً اگر کوئی لڑکے یا مجنون کو شراب پیتے دیکھے تو اسپر واجب ہی کہ شراب کو گرا دے اور انکو منع کرے ایسا ہی
اگر مجنون مرد کو مجنون عورت سے زنا کرتے خواہ چوپایہ سے صحبت کرتے دیکھے تب بھی منع کرنا اس حرکت سے واجب ہی اور یہ منع اسوجہ
نہین کہ فعل کی صورت بہت بری اور علانیہ ہی بلکہ اس منکر کو اگر خلوت مین دیکھے تب بھی منع کرنا واجب ہی حالانکہ مجنون کے حق مین

یہ فعل معصیت نہین اسلیے کہ وہ شرعاً مکلف احکام شرعی کا نہین تو عاصی یعنی نافرمان نہوگا اور بدون عاصی کے معصیت کا ہونا محال ہی اسلیے ہمنے لفظ منکر کہا کہ سب برائیون پر دلالت بھی کرتا ہی اور معصیت سے عام بھی ہی اور اسکے عموم مین ہمنے صغیرہ اور کبیرہ کو درج کر دیا ہی اور حسبت کچھ کبیرہ ہی پر مخصوص نہین بلکہ حمام مین پنڈلی کا کھولنا اور اجنبی عورت سے خلوت کرلی اور اجنبی عورتون کو تاکنا سب صغیرہ ہین اور انسے ممانعت کرنی واجب ہی اور صغیرہ اور کبیرہ کے درمیان فرق مین بحث ہی کہ جلد چہارم باب التوبہ مین مذکور ہوگی ۔ دوم شرط یہ ہی کہ منکر فی الحال موجود ہو یہ قید اس سے احتراز ہی کہ جو شخص شراب خواری سے فارغ ہو چکا تو اسکی حسبت کا ہر کسی کو اختیار نہین کہ منکر ہو چکا اور نیز احتراز ہی اس منکر سے جسکی آیندہ کو توقع ہو مثلاً کسی کے حال کے قرینہ سے معلوم ہو کہ آج رات کو شراب خواری کا قصد رکھتا ہی تو اُسپر حسبت کرنا بجز وعظ کے نہین اور اگر وہ اپنے قصد کا منکر ہو تو وعظ بھی ناجائز ہی اسلیے کہ اسمین مسلمان پر بدگمانی ہی اور کیا عجب ہی کہ وہ سچ ہی کہتا ہو یا کوئی ایسا مانع پیش ہو جس سے وہ اپنا قصد پورا نہ کرسکے اور اسمین وہ دقیقہ یاد رکھنا چاہیے جسکو ہمنے ذکر کیا ہی یعنی خلوت اجنبی عورت کے ساتھ اور کھڑا ہونا حمام زنان کے دروازہ پر اور اسیطرح کی اور باتین فی الحال کی معصیت ہین ۔ سوم شرط یہ ہی کہ منکر محتسب کو بدون تجسس ظاہر ہو پھر اگر کوئی شخص معصیت اپنے گھر مین چھپا کر کرے اور مکان کا دروازہ بند کر لے تو اُسپر جاسوسی کرنی واجب نہین کہ اللہ تعالی نے اس سے منع فرمایا ہی اور قصہ حضرت عمر فاروق رضہ اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضہ کا اس باب مین مشہور ہی جسکو ہم باب آداب الصحبت مین لکھ آئے ہین اور اسی طرح وہ قصہ ہی کہ حضرت عمر رضہ ایک شخص کے مکان کی دیوار پر چڑھ گئے اور اسکو بری حالت مین دیکھکر منع فرمایا اُسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین اگر مین نے خدا تعالی کی معصیت ایک وجہ سے کی تو آپ نے تین وجہون سے کی آپ نے فرمایا کہ وہ کیا ہین اُسنے کہا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی وَلَا تَجَسَّسُوا اور آپ نے جاسوسی کی اور اللہ تعالی نے فرمایا ہی وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ۔ اور آپ دیوار پر چڑھکر آئے اور خدا تعالی فرماتا ہی لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ۔ اور آپنے سلام نہین کیا حضرت عمر رضہ نے اسکو چھوڑ دیا اور شرط کرلی کہ توبہ کرنا ۔ اور اسی طرح حضرت عمر رضہ نے ممبر پر صحابہ رضہ سے سوال کیا کہ امام اگر خود کوئی امر منکر دیکھ لے تو اسکو درست ہی یا نہین کہ حد مجرم پر قائم کرے حضرت علی رضہ نے جواب دیا کہ امر حد کا کم سے کم دو گواہ پر موقوف ہی اسمین ایک کافی نہوگا اور ہمنے ان اخبار کو باب آداب الصحبت مین حق مسلمان کے ذیل مین لکھا ہی اب دوبارہ لکھنے کی حاجت نہین پھر اگر یہ پوچھو کہ تعریف معصیت کے ظاہر ہونے اور در پردہ ہونے کی کیا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اور اسکی دیوارون کی آڑ مین ہو جائے تو اسکے پاس جانا بدون اسکی اجازت کے صرف معصیت کا حال معلوم کرنے کے لیے جائز نہین ہان اگر گھر کے باہر سے آدمی معلوم کر لے کہ اس گھر مین منکر ہی مثلاً بانسری اور تار کے باجے ایسی طرح بجتے ہون کہ باہر آواز خوب آتی ہو تو جو کوئی انکو سنے اسکو جائز ہی کہ گھر مین گھس کر آلات لہو کے توڑ ڈالے اسی طرح اگر شراب خوار جو کلمات انمین رائج ہین انکو آواز سے بکتے ہون کہ سڑک کے لوگ سنین تو یہ اظہار کی موجب حسبت ہی غرضکہ دیوارون کی آڑ ہونے سے منکر کے ظاہر ہونے کی دو صورتین ہین ایک بو کا معلوم ہونا دوسرے آواز کا سننا تو اگر شراب کی بو معلوم ہو اور یہ احتمال ہو کہ رکھی ہوئی کی بو ہی تب تو اسکے گرا دینے کا قصد کرنا درست نہین اور اگر حال کے قرینہ سے معلوم ہو کہ بو کا ظاہر ہونا اس وجہ سے ہی کہ لوگ پی رہے ہین تو اس صورت مین حسبت جائز ہی ۔ اور بعض اوقات شراب کا شیشہ اور آلات لہو آستینون مین یا دامن کے تلے چھپا لیا کرتے ہین تو جب کوئی فاسق نظر پڑے اور اسکے دامن تلے کچھ ہو تو اسکی تفتیش جائز نہین جبتک کہ کسی علامت خاص سے معلوم نہو اسلیے کہ فاسق ہونا اس بات پر نہین دلالت کرتا کہ اسکے پاس شراب ہی کیونکہ سرکہ وغیرہ کی بھی تو اسکو ضرورت ہوتی ہی پس چھپانے سے استدلال نہین ہو سکتا کہ شراب ہی ہی اور اگر سرکہ ہوتا تو نہ چھپاتا اسلیے کہ چھپانے مین بہت سی غرضین متعلق ہین اور اگر بدبو شراب کی معلوم ہوتی ہو تو محل بحث ہی اور ظاہر یہ ہی کہ حسبت جائز ہی اسلیے کہ یہ علا

مفید ظن ہو اور ان جیسے امور میں ظن مثل علم کے ہو اسی طرح اگر اوپر کا کپڑا پتلا ہوتا ہو تو عود وغیرہ کی شکل پہچانی جاتی ہو تو شکل کی دلالت بھی
مثل بو اور آواز کی دلالت کے ہو اور جسکی دلالت ظاہر ہو وہ مستور نہیں بلکہ کھلی ہو اور جسکو شریعت نے حکم فرمایا ہو کہ جسکو خدا تعالیٰ نے
مستور کیا اُسکو ہم بھی مستور رکھیں اور جو ہمارے سامنے ظاہر ہو اُسکو بگاڑیں اور ظاہر ہونے کی کئی طرح ہیں کبھی تو کان کے ذریعہ سے
اور کبھی سونگھنے سے اور کبھی دیکھنے سے اور کبھی چھونے سے ظاہر ہوتا ہو تو اُسکو آنکھ سے دیکھنے پر مخصوص کرنا نہ چاہیے بلکہ مقصود علم ہو اور یہ
حواس بھی علم کو مفید ہیں اس سے یہ نکلا کہ اگر کپڑے کے نیچے کی چیز معلوم ہو جاوے کہ شراب ہو تو اُسکا توڑنا درست ہو مگر یہ جائز نہیں کہ اُس سے
یہ کہے کہ مجھکو دکھا دے تاکہ معلوم کروں کہ اسمیں کیا ہو اسلیے کہ یہ امر تجسس ہو جسکے یہ معنی ہیں کہ ایسی علامتوں کا تلاش کرنا جنسے چیز کا حال معلوم ہو
ہو ضمنا اسی طرح کی علامتیں اگر خود بخود حاصل ہوں اور اُن سے منکر کی شناخت ہو جاوے تب تو اُنکے مقتضا کے موافق عمل کرنا درست ہو مگر ایسی علامتوں
کی تلاش کرنے کی اجازت ہرگز نہیں — چہارم شرط یہ ہو کہ بدون اجتہاد کے اُسکا منکر ہونا معلوم ہو تو جتنی چیزیں کہ محل اجتہاد میں ہیں اُنپر کچھ
احتساب نہیں مثلاً کسی حنفی کو جائز نہیں کہ شافعی مذہب والے پر ضب اور کفتار اور متروک التسمیہ کے کھانے کا انکار کرے اور نہ شافعی کو
درست ہو کہ تم نبیذ جس میں نشہ نہو کیوں پیتے ہو یا ذوی الارحام کو ترکہ کیوں دیتے ہو یا ہمسایگی کے شفعہ سے لیے ہوے مکان میں کیوں بیٹھے ہو
اور اسی طرح اور مسائل ہیں جنمیں اجتہاد جاری ہو ہاں اگر شافعی دوسرے شافعی کو نبیذ پیتے دیکھے یا بدون ولی کے کسی عورت سے نکاح کرکے
اُس سے صحبت کرے تو اسمیں تردد ہو اور ظاہر تر یہی ہو کہ اول کو احتساب اور انکار درست ہو اسلیے کہ کوئی عالم اسطرف نہیں گیا کہ مجتہد کو دوسرے
کے اجتہاد کے بموجب عمل کرنا درست ہو اور نہ یہ کسی کا مذہب ہو کہ اگر کوئی مقلد اپنے اجتہاد میں کسی شخص کو سب علما سے افضل جانے تو اُسکے
مذہب کو چھوڑ کر دوسرے کا مذہب اختیار کرے اور سب مذاہب میں سے اپنے نزدیک عمدہ عمدہ باتیں چھانٹ لے بلکہ ہر مقلد پر اتباع اپنے
امام کا ہر مسئلہ میں تفصیل وار واجب ہو اس سے معلوم ہوا کہ اپنے امام کی مخالفت بالاجماع علما کے نزدیک منکر ہو اور جو کوئی مخالفت کرے
وہ عاصی ہو مگر یہ کہ اس سے ایک اور بات زیادہ باریک لازم آتی ہو وہ یہ ہو کہ حنفی کو جائز ہو اگر کوئی شافعی بدون ولی کے عورت سے نکاح
کرے تو اُس سے یہ کہے کہ ہر چند یہ فعل بذات خود حق ہو مگر تیرے حق میں نہیں کیونکہ تیرا اعتقاد یہ ہو کہ صواب مذہب شافعی میں ہو تو جو امر
تیرے عندیہ میں صواب ہو اُسکی مخالفت کرنی تیرے حق میں معصیت ہو گو خدا تعالیٰ کے نزدیک بہتر نہو اس صورت میں تیرا اُسپر مرتکب ہونا
باطل ہو اسی طرح شافعی حنفی پر اعتراض کرسکتا ہو جس صورت میں کہ حنفی اُسکا شریک ضب اور متروک التسمیہ وغیرہ کے کھانے میں ہو اور
یہ کہسکتا ہو کہ یا تو اس بات کا معتقد ہو کہ امام شافعی پیروی کے زیادہ مستحق ہیں پھر ان اشیا کو کھاؤ یا جو بات تمھارے عقیدے کے
خلاف ہو اُسکے مرتکب نہو پھر اس سے ایک اور بات محسوسات میں جا پڑیگی یعنی فرض کرو کہ ایک بہرا آدمی کسی عورت سے بقصد زنا
صحبت کرے اور محتسب کو یہ معلوم ہو کہ اس شخص کے باپ نے اسکا نکاح اس عورت سے لڑکپن میں کردیا تھا اور یہ عورت اُسکی منکوحہ
مگر اُسکو معلوم نہیں اور نہ اُسکو بتا سکتا ہو اس جہت سے کہ وہ بہرا ہو یا اُسکی زبان کو نہیں سمجھتا تو وہ شخص چونکہ اُس عورت کو اجنبی اعتقاد
کرتا ہو اس نظر سے صحبت کرنے سے عاصی ہو اور آخرت میں عذاب پائیگا تو چاہیے یوں کہ محتسب اُس عورت کو اُس سے منع کرے باوجودیکہ
وہ اُسکی زوجہ ہو حالانکہ یہ منع کرنا اس لحاظ سے تو بعید ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ عورت اُسپر حلال ہو اور اس لحاظ سے قریب ہو کہ اُسکی
غلطی اور جہالت کی وجہ سے اُسپر حرام ہو اور اسمیں شک نہیں کہ اگر کوئی مرد اپنی منکوحہ کی طلاق محتسب کے دل کی کسی صفت پر مشروط
کرے مثلاً ارادہ یا غصہ وغیرہ پر اور وہ صفت اُسکے دل میں پائی جاوے مگر زوجین کے بتانے سے عاجز ہو اور یہ جانتا ہو کہ طلاق پڑگئی
تو جب مرد کو عورت سے مجامعت کرتے دیکھے تو زبان سے اُسکو منع کرے کیونکہ واقع میں یہ زنا ہو مگر زانی کو علم نہیں کہ یہ زنا ہو اور محتسب کو
معلوم ہو کہ تینوں طلاقیں پڑگئیں اور چونکہ زوجین صفت کے موجود ہونے سے جاہل رہے اسکے سبب عاصی نہیں تو اس سے یہ نہیں نکلتا

کہ صحبت منکر نہو کیونکہ یہ صورت مجنون کی زنا سے کہ کسی طرح نہیں اور ہم نے بیان کردیا کہ مجنون بھی زنا سے منع کیا جائے حاصل یہ ہی کہ جب ایسی بات سے منع باز نہوا جو خداے تعالی کے نزدیک منکر ہو گو فاعل کے نزدیک منکر نہوا ورنہ وہ اُس فعل سے بسبب عذر جہالت کے عاصی ہو تو اسکے عکس سے یہ لازم آتا ہی کہ جو بات خداے تعالی کے نزدیک منکر نہیں اور صرف فاعل کے نزدیک جہالت کی وجہ سے منکر ہو تو اُس سے منع نہ کیا جائے اور یہی ظاہر تر ہی واللہ اعلم تو اس سے یہ حاصل ہوتا ہی کہ حنفی شافعی پر بدون ولی کے نکاح کی صورت مین اعتراض نہ کرے اور ایک شافعی دوسرے پر اس باب مین اعتراض کرے اسلیے کہ محتسب اور محتسب علیہ دونون کا اتفاق ہی کہ یہ امر منکر ہی اور یہ مسائل فقہی دقیق ہین اور انہین احتمالات ایک دوسرے کے متعارض ہین ہمنے فتوی انہین اُسی بات پر دیا ہی جو ہمارے نزدیک فی الحال راجح پائی گئی اور ہم یہ بھی یقیناً نہیں کہتے کہ ان امور مین جو دوسرا حکم دے وہ خواہ مخواہ خطا ہی پر ہی یعنی اگر وہ یہ سمجھے کہ احتساب اُسی صورت مین چاہیے جو قطعاً معلوم ہو اور اسطرف بھی بہت لوگ گئے ہین انکا یہی قول ہی کہ حسبت ایسی ہی چیزون مین چاہیے جیسے شراب اور سُور اور دوسری یقینی حرام چیزین ہین لیکن ہمارے نزدیک قریب بصواب یہی ہی کہ مجتہد کے حق مین اجتہاد اثر کرتا ہی کیونکہ یہ نہایت بعید معلوم ہوتا ہی کہ ایک شخص قبلہ مین اجتہاد کرے اور دلالات ظنی کے رو سے اپنے نزدیک قبلہ کا ایک سمت معین ہونے کا اقرار بھی کرے پھر قبلہ کو پشت کرکے نماز پڑھے اور اسکو منع نہ کیا جاے اسوجہ سے کہ دوسرے کے ظن مین غالباً پشت کرنا ہی صواب ہو اور جن لوگون کی یہ راے ہی کہ ہر مقلد کو اختیار ہی کہ مذاہب مین سے جو چاہے پسند کرے اُنکا کچھ اعتبار نہیں اور غالباً کسی کا مذہب سرے سے یہ ہوگا بھی نہیں اور اگر ہو تو وہ معتبر نہیں۔ اب اگر یہ کہو کہ جب حنفی پر شافعی نکاح بلا ولی مین اعتراض نہیں کرسکتا اس نظر سے کہ وہ نکاح حنفی کے نزدیک حق ہی تو چاہیے کہ معتزلی جو یہ کہتے ہین کہ خداے تعالی کا دیدار نہوگا اور خیر اللہ سے ہی اور شر اس سے نہیں اور کلام اللہ مخلوق ہی اُنپر بھی اعتراض نہ کیا جائے اور حشوی پر اعتراض ہو جو کہتے ہین کہ اللہ تعالی جسم وصورت رکھتا ہی اور عرش پر مستقر اور ثابت ہی بلکہ فلسفی پر بھی اعتراض نہ چاہیے جو یہ کہتے ہین کہ اجسام کا بعث نہوگا بلکہ نفوس اُٹھین گے اسلیے کہ اُنکا اجتہاد اسی کا مقتضی ہوا اور وہ اپنے گمان مین اسکو حق خیال کیے ہین اور اگر یہ جواب دو کہ ان فرقون کے مذہب کا بطلان ظاہر ہی تو جو مذہب مخالف نص حدیث کے ہی اُسکا بطلان بھی ظاہر ہی پھر جیسے ظاہر نصوص سے خداے تعالی کا دیدار ثابت ہی اور معتزلی اُسکا انکار تاویل سے کرتے ہین اسی طرح وہ مسائل بھی ظاہر نصوص سے ثابت ہین جنمین حنفی مخالفت کرتے ہین جیسے مسئلہ نکاح بلا ولی اور ہمسایگی کے شفعہ وغیرہ کا ہی تو پھر تخصیص اعتراض نہ کرنے کی حنفی پر کیسے ہوگی تو اسکا جواب یہ ہی کہ مسائل دو طرح کے ہین ایک وہ کہ اُنمین کہہ سکتے ہین کہ ہر مجتہد صواب پر ہی اور وہ احکام افعال کے ہین حلت اور حرمت کے باب مین اور یہ مسائل ایسے ہین کہ مجتہدین پر اُنکے باب مین اعتراض نہیں کیا جاتا اسلیے کہ اُنکی خطا یقیناً معلوم نہیں بلکہ ظنی ہی اور دوسری طرح کے وہ مسائل ہین جنمین ایک مجتہد کے سوا دوسرا حق پر نہیں ہوسکتا جیسے مسئلہ دیدار الہی اور تقدیر کا اور کلام الہی کے قدیم ہونے کا اور اللہ تعالی کی صورت اور جسم سے اور عرش پر مستقر ہونے کی نفی کا یہ مسائل اس قسم کے ہین کہ خطا کرنے والے کی خطا قطعاً معلوم ہو جاتی ہی اور اسکی خطا جو جہالت محض ہی کچھ معتبر نہیں رہتی اس تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ سب بدعتیون کی بالکلیہ جڑ کاٹنی چاہیے اور بدعتیون پر اُنکی بدعت کا انکار کرنا چاہیے گو وہ اُنکے عقیدے سے حق ہی ہو جیسے یہود اور نصاری کا کفر نہین مانا جاتا حالانکہ اُنکے اعتقاد مین وہ حق ہی اسلیے کہ ان لوگون کی خطا قطعاً معلوم ہی بخلاف اُس خطا کے جو مسائل اجتہادی مین ہو کہ وہ ظنی ہی نہ قطعی۔ اب اگر یہ کہو کہ جب تم قدری شخص پر اعتراض کروگے اُسکے اس کہنے پر کہ شر خداے تعالی کی جانب سے نہیں تو وہ بھی تمپر اعتراض کریگا تمھارے اس قول پر کہ شر خداے تعالی کی جانب سے ہی یا اس کہنے پر کہ اللہ تعالی کا دیدار ہوگا یا اور اسی طرح کے مسائل پر کیونکہ بدعتی اپنے عندیہ مین حق پر ہی اور حق والا اُسکے عندیہ مین بدعتی ہی اور ہر کوئی دعوی یہی کرتا ہی کہ مین حق پر ہون اور اپنا بدعتی ہونا نہیں مانتا تو حسبت کیسے تمام ہوگی تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہم

اس تعارض کے سبب سے کہتے ہین کہ جس شہر مین وہ بدعت ہوئی ہو اُسکو دیکھنا چاہیے اگر بدعت کم ہون اور لوگ سب اہل سنت ہون تو انکو اس بدعت پر حسبت واجب ہی بدون سلطان کی اجازت کے اور اگر شہر مین دو فریق ہون اہل بدعت بھی اور اہل سنت بھی اور بدعت پر اعتراض کرنے سے احتمال دونون فریق کے مقابلہ اور بلوہ پردازی کا ہو تو اس صورت مین ہر کسی کو حسبت کرنی سب مذہبون مین درست نہین لیکن بادشاہ کے اذن سے درست ہی یعنی جب بادشاہ مذہب حق رکھتا ہو اور اُسکی تائید کے لیے ایک شخص کو اجازت دے کہ بدعتیون کو اظہار بدعت سے منع کرے تو اُسکو حسبت جائز ہی اُسکے سوا دوسرے کو جائز نہین اسلیے کہ جو حسبت بادشاہ کے حکم سے ہوگی اُسکا مقابلہ کوئی نکریگا اور جو رعیت مین سے کوئی سا شخص کریگا تو اُسمین مقابلہ اور بلوہ ہوگا۔ حاصل یہ کہ اور منکرات کی نسبت بدعتون مین حسبت زیادہ ضروری ہی مگر اُسمین جو تفصیل ہم نے مذکور کی ہی اسکا لحاظ رکھنا چاہیے تاکہ نوبت مقابلہ اور فتنہ کی نہو بلکہ اگر سلطان مطلق اجازت دیدے کہ جو شخص تصریح سے کہے کہ قرآن مجید مخلوق ہی یا اللہ تعالیٰ کا دیدار نہوگا یا وہ عرش سے لگا ہوا ہی یا اُسکے سوا اور بدعت زبان سے نکالے اُسکو منع کرنا چاہیے تو اُس صورت مین ہر کسی کو منع کرنا پہونچتا ہی اور اُسمین مقابلہ کی صورت واقع نہوگی بلکہ مقابلہ صرف اُسی صورت مین ہوتا ہی کہ سلطان کی اجازت نہ ہو۔

تیسرا رکن حسبت کا محتسب علیہ ہی جس پر حسبت کیجائے اُسکی شرط یہ ہی کہ ایسی صفت کا ہو کہ فعل ممنوع اُسکے حق مین منکر ہو جائے اور غالباً یہ کہنا کافی ہی کہ انسان ہو اور مکلّف ہونا شرط نہین چنانچہ ہم بیان کرچکے ہین کہ اگر لڑکا شراب پیے تو اُسکو بھی منع کیا جائے گو بالغ نہوا ہو اور نہ یہ شرط ہی کہ تمیزدار ہو کیونکہ دیوانہ کے باب مین ہمنے بیان کیا ہی کہ اگر وہ مجنون عورت یا چوپایہ سے زنا کرے تو اُسکو منع کرنا چاہیے ہان بعض افعال ایسے ہین جو دیوانہ کے حق مین منکر نہین جیسے نماز نہ پڑھنا اور روزہ نہ رکھنا وغیرہ مگر ہم اختلاف تفاصیل کی طرف التفات نہین کرتے اسلیے کہ اسمین تو مقیم اور مسافر اور بیمار اور تندرست کا حکم بھی جدا جدا ہی ہماری غرض اس صفت کے بتلانے سے ہی جسکی اصل انکار محتسب علیہ پر متوجہ ہوتا ہی نہ یہ کہ تفصیل کے موجب توجہ انکار کو بیان کرین اب اگر یہ کہو کہ انسان کی شرط کیون لگاتے ہو اسی پر اکتفا کرو کہ محتسب علیہ حیوان ہو اسلیے کہ اگر کوئی چوپایہ کسی شخص کی کھیتی خراب کرے تب بھی تو ہم اُسکو منع کرینگے جیسے مجنون کو زنا سے اور چوپایہ کی صحبت سے منع کرتے ہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ چوپایہ کو کھیت سے منع کرنے کا نام حسبت رکھنے کی کوئی وجہ نہین اسلیے کہ حسبت کی تعریف یہ ہی کہ کسی کو حق اللہ کی جہت سے امر منکر سے منع کرنا تاکہ وہ ارتکاب منکر سے محفوظ رہے اب مجنون کو زنا سے منع کرنا اور لڑکے کو شراب خواری سے منع کرنا حق اللہ کی جہت سے ہی اور کوئی آدمی غیر کی زراعت تلف کرے تو دو حقوق کی جہت سے منع کیا جائے ایک تو یہ کہ خود اُسکا فعل معصیت ہی دوسرا جسکا مال تلف کرتا ہی اُسکا حق ہی تو دونون علتین ایک دوسرے سے علیحدہ ہین ان علتون مین سے جونسی علت پائی جائیگی منع ثابت ہوگا مگر حسبت وہی منع کرنا ہی جو حق اللہ کی جہت سے ہو پس اگر فرض کرین کہ کوئی شخص دوسرے کا ہاتھ اُسکی اجازت سے کاٹتا ہی تو یہان معصیت تو پائی گئی مگر دوسرے کا حق اُسکی اجازت کے سبب سے ساقط ہو گیا پھر بھی حسبت ثابت ہی کہ حق اللہ کی جہت سے منع ثابت ہوگا اور چوپایہ اگر کھیت تلف کرے تو یہان معصیت نہین حق غیر ہی اسلیے منع ہوگا حسبت نہوگی اور اسمین ایک اور دقیقہ ہی وہ یہ ہی کہ ہماری غرض کھیت مین سے چوپایہ کے نکالنے سے یہ نہین ہوتی کہ وہ اس حرکت سے باز رہے بلکہ مسلمان کے مال کی حفاظت منظور ہوتی ہی کیونکہ مثلاً چوپایہ اگر مردار کھائے یا اُس برتن سے پانی پیے جسمین شراب ہی تو اُسکو ہم نہین روکتے اگر اُسکا باز رکھنا مقصود ہوتا تو ان صورتون مین بھی منع کرتے بلکہ شکاری کتون کو مردہ جانور کھلانا جائز ہی تو پھر انکا باز رکھنا مقصود کہان رہا البتہ مسلمان کا مال اگر ضائع ہونے کو ہو اور ہم بدون مشقت اُسکو بچا سکتے ہین تو ہم پر اُسکا بچانا واجب ہی بلکہ اگر کسی کا گھڑا اوپر سے گرے اور نیچے کسی کا قرابہ رکھا ہو تو قرابہ کے بچانے کے لیے گھڑے کو دفع کرینگے نہ یہ کہ گھڑے کو گرنے سے منع کرتے ہین کہ قرابہ کو نہ توڑے اور مجنون کو جو چوپایہ کی صحبت سے

اور شراب پینے سے منع کرتے ہین یا لڑکے کو ان حرکات سے منع کرتے ہین تو یہ غرض نہین ہی کہ چوپایہ محفوظ رہے یا شراب نہ ضائع ہو بلکہ منظور
یہ ہی کہ مجنون اور لڑکا ان افعال سے محفوظ رہے اس لحاظ سے کہ انسان ذی حرمت ہین انکو ان افعال شنیعہ سے حتی الوسع بچانا چاہیے
تو یہ باریک لطیفے ہین جنکو اہل تحقیق ہی سمجھتے ہین ایسے غفلت کرنی نہ چاہیے پھر جن افعال مین کہ لڑکے اور مجنون کا بچانا واجب ہی انمین کچھ
یعنی تردد ہوتا ہی کہ حریر پہننے وغیرہ مین بھی انکو منع کرنا چاہیے کہ نہین تو اس بحث کی طرف ہم ثالث مین اشارہ کرینگے انشاء اللہ تعالےٰ ۔
اب اگر یہ کہو کہ جو شخص چوپایون کو کسی کے کھیت مین چھوٹا ہوا دیکھے تو اسپر انکا نکالنا واجب ہی یا نہین یا جو کوئی مسلمان کا مال معرض تلف
مین دیکھے اسپر اسکی حفاظت واجب ہی کہ نہین اگر یہ کہو کہ واجب ہی تو یہ ایک مشقت سخت ہی اسکے یہ معنی ہین کہ آدمی عمر بھر دوسرے کا
مسخر ہو جائے اور اگر یہ کہو کہ واجب نہین تو پھر جو شخص دوسرے کا مال چھینتا ہو اسپر حسبت کیون واجب ہی اسمین بھی تو مال غیر ہی کی
رعایت ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ بحث دقیق اور غامض ہی قول مختصر اس باب مین یہ ہی کہ جب آدمی دوسرے کا مال تلف سے محفوظ رکھنے
ایسی طرح قادر ہو کہ نہ بدن کو کچھ مشقت ہو نہ اسکے مال یا جاہ مین کچھ کمی آتی ہو تو اسپر دوسرے کے مال کی حفاظت واجب ہی اور مسلمان کے
حقوق مین اسقدر وجوب کیا بعید ہی تو یہ رعایت حقوق مین سے کمتر رتبہ ہی حقوق مسلمانون کے جن دلیلون سے واجب ہین وہ بہت سی
ہین اور ادنیٰ مرتبہ یہ ہی کہ جب اپنا کسی طرح کا نقصان نہوتا ہو تو دوسرے کا مال ضائع ہونے سے بچادے اور جواب سلام کے واجب ہونے
کی نسبت اسکا واجب ہونا اولیٰ ہی کیونکہ سلام کے جواب دینے مین اتنی ایذا نہین ہوتی جتنی اس صورت مین ہوتی ہی بلکہ بالاتفاق ثابت ہی
کہ جب کسی آدمی کا مال کسی ظالم کے ظلم سے ضائع ہوتا ہو اور دوسرے کے پاس شہادت ایسی ہو کہ اگر اسکو بیان کردے تو حق اسکا اسکو
ملجاوے تو اسپر شہادت دینی واجب ہوتی ہی شہادت کو چھپائیگا تو عاصی ہوگا اور جیسی شہادت ہی ویسی ہی اور باتین ہین جنسے دوسرے کا
بھلا ہو اور اپنا کچھ نقصان نہو یا ان جس صورت مین کہ مال کی حفاظت مین اسپر کچھ مشقت یا نقصان مال اور جاہ مین ہوتا ہو تب اسکو
ضرور نہین کہ دوسرے کے مال کی حفاظت کرے کیونکہ جیسے دوسرے کے حق کی رعایت اسپر ہی ویسے ہی اپنے بدن اور جاہ و مال کی
منفعت کی رعایت اسکے ذمہ ہو تو کچھ ضرور نہین کہ اپنے نفس کو دوسرے پر فدا کرے ہان ایثار کرے تو مستحب ہی اور مسلمانون کی خاطر
سختیون کا جھیلنا ثواب ہی مگر یہ نہین کہ واجب ہو اس سے یہ نکلا کہ اگر چوپایون کے نکالنے مین کھیت کے اندر سے اسکو مشقت ہوتی ہو
تو اس باب مین سعی لازم نہین لیکن اگر مشقت نہ پڑتی ہو صرف مالک کو خواب سے جگا دینا یا اطلاع کرنا پڑتا ہو تو یہ اسپر لازم ہی کیونکہ آگاہ
نکرنا ایسا ہی ہی جیسا قاضی کے سامنے گواہی کا نہ دینا پس جائز نہین کہ اسکو ترک کرے اور یہ ممکن نہین کہ اس باب مین قلت اور کثرت کا
لحاظ کیا جاوے اور یون کہا جاوے کہ اگر بہائم کے نکالنے مین نکالنے والے کا مثلاً ایک درم کا نقصان ہوتا ہو اور کھیت والے کا زیادہ
تو کھیت والے کی جانب کو ترجیح ہوگی کیونکہ نکالنے والا اپنے ایک ہی درم کی حفاظت کا اتنا مستحق ہی جتنا ہزار والا ہزار کی حفاظت کا
پھر کیسے کہہ سکتے ہین کہ زیادہ نقصان والے کی جانب کو ترجیح ہوگی - اور جس صورت مین کہ مال کا فوت ہونا معصیت کے طریق سے ہو جیسے
غصب یا دوسرے غلام کو مار ڈالنا تو اسمین اگر منع کرنے والے کو کچھ مشقت بھی پڑے تب بھی منع کرنا واجب ہی کیونکہ مقصود حق شرع ہی اور
غرض معصیت کا دور کرنا ہی اور انسان پر لازم ہی کہ معاصی کے دور کرنے مین اپنے نفس کو مشقت مین ڈالے جیسے یہ لازم ہی کہ خود معاصی کو
ترک کرنے سے مشقت اٹھاوے اور کوئی معصیت ایسی نہین جسکے چھوڑنے مین مشقت نہو بلکہ طاعت کا مال نفس کی مخالفت ہی جو نہایت درجہ
کی مشقت ہی پھر اسپر یہ ضرور نہین کہ ہر طرح کی ضرور کو برداشت کرے بلکہ اس باب مین تفصیل وہی ہی جسکو ہم محتسب کے بیان مین لکھ آئے ہین
اور فقہا مین دو مسئلون مین اختلاف ہی جو ہمارے اس مدعا کے مناسب ہین اول یہ کہ پڑی چیز کا اٹھانا واجب ہی یا نہین کیونکہ لقطہ تو مال
ضائع ہونے والا ہی اور اٹھانے والا اسکو تلف سے روکتا ہی اور اسکی حفاظت مین ساعی ہی اور جواب شافی اس مسئلہ کا ہمارے نزدیک

اس تفصیل سے ہی کہ اگر لقطہ ایسی جگہ مین ہو کہ اگر وہان چھوڑ دیگا تو تلف ہوگا یا یہ جسکا ہوگا وہی اُٹھا لیگا یا پڑا رہیگا مثلاً کسی مسجد یا رباط مین پڑا ہی جہان معین آدمی آتے ہین اور سب ایماندار ہین تو اس صورت مین اُسکو اُٹھانا لازم نہین اور اگر اُسکے ضائع ہونے کا احتمال ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اُسکی حفاظت مین مشقت ہوتی ہو مثلاً لقطہ کوئی جانور ہو کہ اُسکا دانہ چارہ اور باندھنے کی جگہ چاہیے تب بھی اُسکو اُسکا لینا لازم نہین اسلیے کہ پائی چیز کا لینا صرف مالک کے حق کی جہت سے ہی کہ وہ انسان ذی حرمت ہی اور لینے والا بھی چونکہ انسان ہی ہی تو وہ اس بات کا مستحق ہی کہ دوسرے کے لیے اپنے آپ وبال مین نہ پڑے جیسے دوسرے کو اپنی خاطر مشقت مین نہ ڈالنا اُسکو لازم ہی اور اگر افتادہ چیز سونا یا کپڑا یا اور کوئی ایسی چیز ہو جسکی حفاظت مین کوئی مشقت اُسکے سوا نہو کہ برس دن تک اُسکا ذکر کیا کرے تاکہ مالک اپنی چیز پہچانے تو اس باب مین دو قول ہین کچھ تو یہ کہتے ہین کہ برس روز تک ذکر کرنا اور اُسکی شرطون کا بجالانا بڑی تکلیف ہی اس صورت مین اُٹھا لینے کو آدمی پر لازم کر دینا تو ہو نہین سکتا ہان اگر تبرعاً اُٹھا لے اور ثواب کے طلب کے لیے ذکر کرنا اپنے اوپر خود لازم کر لے تو ہو سکتا ہی اور کچھ لوگ کہتے ہین کہ اس قدر مشقت حقوق مسلمانون کے لحاظ سے بہت کم ہی اسکو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے گواہ قاضی کی مجلس مین جانے کی مشقت اُٹھاتا ہی کہ اُسکو دوسرے شہر مین گواہی کے لیے سفر کرنا لازم نہین بجز اسکے کہ سلوک کے طریق سے مدعی پر احسان کرے لیکن اگر قاضی کی کچہری اُسکے پاس ہی تو جانا لازم ہی اور یہ چند قدم کی مشقت گواہی دینے اور ادائے امانت کے سامنے کچھ مشقت شمار نہین ہوتی اور اگر کچہری شہر کے دوسرے کنارے ہو اور دوپہر مین شدت گرمی کے وقت جانا پڑے تو ایسی صورت مین البتہ تامل ہی کہ جانا لازم ہی یا نہین کیونکہ نقصان جو غیر کے حق کی حفاظت مین آدمی کو ہوتا ہی اُسکی ایک طرف تو کمی کی ہی کہ بلاشک اُتنے نقصان کی پروا نہین کیا کرتا اور ایک طرف کثرت کی ہی کہ بلاشبہ اُسکو اُسقدر کی برداشت لازم نہین اور ایک وسط ہی جسمین دونون طرف کی کشاکشی ہوتی ہی اور ہمیشہ معرض شبہ اور تامل مین رہتا ہی اور یہ شبہات دیرینہ ہین سے ہی جنکا دور کرنا آدمی کی طاقت مین نہین کیونکہ کوئی وجہ ایسی نہین ہوتی جس سے اُنکے اجزاء مشابہ کو جدا کرسکین مگر متقی آدمی ایسے محل مین اپنے نفس کا خیال رکھتا ہی اور شک کی چیز کو چھوڑ کر یقینی کو اختیار کرتا ہی یہ امر اس قاعدہ مین نہایت تحقیق ہی —

چوتھا رکن خود احتساب ہی اور اُسکے چند درجے اور کچھ آداب ہین درجے تو اس ترتیب سے ہین کہ اول منکر کی علامات کا ڈھونڈھنا پھر آگاہ کرنا پھر منع کرنا پھر وعظ و نصیحت کرنا پھر گالی اور درشتی سے پیش آنا پھر ہاتھ سے منکر کو بگاڑ دینا پھر مار پیٹ سے دھمکانا پھر زد و کوب کرنا پھر ہتھیار کھینچنا پھر مددگار اور طرفدارون سے پشتی لینی اور جتھے اکٹھے کرنے پہلا درجہ تعریف کہلاتا ہی یعنی اس بات کا جویا ہونا کہ منکر ہو رہا ہی اور یہ ممنوع ہی اسلیے کہ یہ تجسس ہی جسکو ہم بیان کر چکے ہین تو یہ نہ چاہیے کہ دوسرے کے مکان مین کان لگاوین تاکہ آواز باجون کی سُنے یا سونگھے تاکہ شراب کی بو معلوم ہو یا دوسرے کے کپڑے ٹٹولے تاکہ مزامیر پہچان پڑے اگر کپڑے کے اندر ہو یا کسی کے ہمسایون سے پوچھے کہ اسکے گھر مین کیا ہو رہا ہی ہان اگر دو مرد عادل بدون اُسکے پوچھنے کے ابتداءً خبر دین کہ فلان شخص اپنے گھر مین شراب پی رہا ہی یا شراب پینے کے واسطے رکھی ہی تو اُسوقت اُسکو جائز ہی کہ اُسکے گھر مین چلا جاوے اذن لینا اُسپر لازم نہین اور رفع منکر کے لیے دوسرے کی ملک مین چلنا ایسا ہوگا جیسا منع کرنے مین زد و کوب سے اُسکا سر توڑنا بشرطیکہ اُسکی ضرورت ہو اور اگر دو غلام ہون یا ایک عادل نے یا ایسے شخصون نے جنکی گواہی مقبول نہین منکر کی خبر دی تو ایسی صورت مین اُسکے گھر پر چڑھ جانے کے جواز مین تامل ہی اور بہتر یہی ہی کہ نہ جاوے اسلیے کہ اُسکا حق ہی کہ کوئی اُسکے مکان مین بدون اُسکی اجازت کے نہ جاوے اور جو حق مسلمان کا کسی چیز مین ثابت ہو جاتا ہی وہ بدون دو گواہون کے ساقط نہین ہو سکتا اور صورت مفروضہ مین چونکہ گواہی پوری نہین تو بہتر یہی ہی کہ اُسکا حق بھی ساقط نہو اور کہتے ہین کہ حضرت لقمان کی انگوٹھی پر یہ کندہ تھا کہ معائنہ کی ہوئی چیز کا چھپانا بہتر ہی گمان کی چیز کے فاش کرنے سے دوسرا درجہ آگاہ کرنا ہی کیونکہ منکر کا مرتکب کبھی ازراہ جہالت اسی وجہ سے کرتا ہی کہ اُسکو یہ نہین معلوم ہوتا کہ یہ امر منکر ہی اور جب جان لیتا ہی کہ منکر ہی تو اُسکو ترک کرتا ہی مثلاً دیہاتی آدمی

نماز پڑھتا ہے اور رکوع سجدہ اچھی طرح نہیں کرتا تو یہی جانا جاتا ہے کہ اسکو معلوم نہیں کہ اس طرح پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی اور اگر وہ نماز کے نہونے پر راضی ہوتا تو صرف سے نہ پڑھتا اتنی محنت وضو وغیرہ کی کیوں اٹھاتا تو اسکو نرمی سے بدون سختی کے آگاہ کر دینا واجب ہے اور نرمی کی وجہ یہ ہے کہ آگاہ کرنے کے ضمن میں دوسرے کو جہل و حماقت کی طرف نسبت کرنا ہے اور اس میں آدمی کو ایذا ہوتی ہے اور ایسے آدمی کم ہوتے ہیں کہ اسوجہ سے جاہل کہلانے پر راضی ہوں خصوص شرع سے جاہل کہلانے پر تو اور بھی راضی نہیں ہوتے اور اسی لیے تم دیکھتے ہو کہ جس شخص پر غصہ غالب ہوتا ہے جب کسی خطا اور جہل پر آگاہ کیا جاتا ہے تو کیسا بگڑتا ہے اور حق کو جان بوجھکر کیسا انکار کرتا ہے اس ڈر سے کہ کہیں جہالت کی قلعی نکھل جاوے اور طبیعتیں جہالت کے عیب چھپانے کی زیادہ حریص ہیں بہ نسبت بول و براز کے مقامات کے چھپانے کے اس لیے کہ جہالت نفس کی بدصورتی اور اسکے چہرہ کی سیاہی ہے اور اسپر لوگ جاہل کو برا کہتے ہیں اور بول و براز کے مقاموں کی برائی بدن کی صورت کی برائی ظاہر کرتی ہے اور چونکہ نفس بدن سے اشرف ہے اور اسکا بدصورت ہونا بھی بدن کی بدصورتی سے برا ہے علاوہ ازیں بدن کی بدصورتی پر کوئی ملامت نہیں کرتا اسوجہ سے کہ بدن کی پیدایش اپنے اختیار میں نہیں اور نہ اسکی بدصورتی کا دور کرنا اور اچھی صورت بنالینا اپنے اختیار میں ہے اور جہالت ایسی بدصورتی ہے کہ اسکا دور کرنا اور علم کے حسن سے اسکو بدل لینا اختیاری بات ہے تو اس لیے جب انسان کا جہل ظاہر ہوتا ہے تو اسکو بڑا رنج ہوتا ہے اور علم کے سبب سے اول تو آپ ہی بہت خوش ہوتا ہے پھر جب اسکے علم کا جمال دوسرے پر ظاہر ہوتا ہے تو زیادہ تر لذت پاتا ہے۔ اور سازا یہ کہ آگاہ کرنا جہل کے عیب کو ظاہر کرتا ہے اور انجام اسکا دل کی ایذا ہے تو اسی لیے اس ایذا کے دور کرنے کی تدبیر یہی ہے کہ آگاہی نرمی سے کیجاوے مثلاً دیہاتی مذکور سے یوں کہا جاوے کہ بھائی آدمی پڑھا پڑھایا پیدا نہیں ہوتا ہم بھی نماز کے مسائل سے جاہل تھے گر علما نے ہمکو بتا دیے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے گانوں میں کوئی عالم نہیں یا اسکا عالم نماز کی شرح اور توضیح سے قاصر ہے ہمکو علما نے یوں سکھایا ہے کہ نماز میں رکوع اور سجدہ کے اندر اطمینان حاصل ہونا شرط ہے بدون اسکے نماز نہیں ہوتی تم بھی اسکو یاد کر لو اور اسی طرح اسکے ساتھ نرمی برتے تاکہ آگاہی بدون ایذا کے حاصل ہو کہ ایذا دینا مسلمان کا حرام ہے اور ممنوع جیسے اسکو منکر پر جاری رکھنا ممنوع ہے اور ایسا غافل کوئی نہیں جو خون کو خون سے یا پیشاب سے دھووے تو جو کوئی منکر پر سکوت کرنے کے خطرے سے اجتناب کر کے آگاہ ایسی طرح کریگا کہ اس سے مسلمانوں کو ایذا ہو باوجودیکہ ایذا کی ضرورت نہو تو وہ خون کو خون سے یا پیشاب سے دھوویگا اور چاہیے یوں کہ پانی سے دھووے کہ کسی طرح کا دھبا یا نجاست نہ رہے۔ اور جب دوسرے کی خطا امر دین کے سوا کسی اور بات میں ظاہر ہو تو اسکو رد کرنا نہ چاہیے اسلیے کہ وہ تم سے بات کی بات سیکھیگا اور دشمن ہو جائیگا ہاں جب یہ جانو کہ وہ شخص علم کو غنیمت جانیگا تو کچھ مضائقہ نہیں اور ایسا شخص نہایت کمیاب ہے تیسرا درجہ وعظ و نصیحت سے منع کرنے کا اور خداے تعالی کا خوف دلانے کا ہے اور یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو منکر کو منکر جانکر اسکے مرتکب ہوں یا اسپر اصرار کریں جیسے کوئی شخص شراب خواری یا ظلم یا مسلمانوں کی غیبت یا اور ایسی ہی بات پر مداومت کرے تو اسکو نصیحت کرنا چاہیے اور خداے تعالی سے ڈرانا چاہیے اور اسکے سامنے وہ حدیثیں پڑھنی چاہییں جنمیں ان افعال کے مرتکب پر وعید آئی ہے اور اکابر سلف کی عادت اور متقیوں کی عبادت کا حال سنانا چاہیے اور یہ سب باتیں شفقت اور نرمی سے ہوں درشتی اور غصہ سے نہوں بلکہ اسپر ترس کی نگاہ سے نظر کرنا اور اسکی معصیت میں مبتلا ہونے کو اپنی مصیبت سمجھنا چاہیے اسلیے کہ سب انسان مثل ایک نفس کے ہیں اور یہاں ایک آفت بہت بڑی ہے اس سے بھی احتراز ضرور ہے کہ وہ مہلک ہے یعنی عالم آگاہ کرنے کے وقت علم کی جہت سے اپنے نفس کو عزت والا اور دوسرے کے نفس کو جہل کے سبب ذلیل سمجھا کرتا ہے تو عجب نہیں کہ آگاہ کرنے سے اسکا مقصود یہی ہو کہ شرف علم سے اپنی شیخی اور امتیاز ظاہر کرے اور دوسرے کو نسبت جہالت کرنے سے ذلیل ٹھہرا دے تو اگر نیت یہی ہو تو یہ برائی اس سے بڑھکر ہے جسکے دور کرنے کے درپے ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی

اپنے آپ کو جلا کر دوسرے کو آگ سے بچائے اور یہ امر نہایت درجہ کی جہالت ہے اور اسی مین لوگون کے قدم لغزش کر جاتے ہین سخت ہولناک آفت ہے اور شیطان کا عجیب حال ہے کہ ہر کوئی اسمین پھنس جاتا ہے مگر جسکو اللہ تعالی اپنے نفس کے عیبون پر مطلع کر دیتا ہے اور نور ہدایت سے اسکی چشم بصیرت کھول دیتا ہے وہ البتہ اس آفت سے محفوظ رہتا ہے ورنہ غیر پر حکومت کرنے مین دو وجہ سے بڑی لذت ہوتی ہے اول تو علم کا فخر دوسرے دوسرے پر حکومت اور غلبہ کا ناز کہ اسکا انجام نمود اور طلب جاہ پر ہے اور یہ خواہش خفی ہے جسکا مقتضا شرک خفی ہوتا ہے لیکن اسکے امتحان کی ایک کسوٹی ہے محتسب کو چاہیے کہ اس سے اپنے نفس کا امتحان کر لے اور اس آفت سے محفوظ رہے وہ یہ ہے کہ اسکے نزدیک دوسرے شخص کا خود بخود منکر کو ترک کر دینا یا کسی دوسرے محتسب کے سمجھانے سے اس برائی سے باز آنا اسکی نسبت بہت اچھا معلوم ہوتا ہو کہ میری ہی حسبت سے رو براہ ہو پس اپنے نفس کو دیکھے اگر حسبت کرنا اسپر شاق اور گران ہو اور یہ چاہتا ہو کہ کسی طرح دوسرا شخص اسکو سمجھاتا تو مین بچ جاتا تب تو حسبت کرنی چاہیے کہ اس صورت مین حسبت کا سبب دین ہے اور اگر نفس مین یہ بات پائے کہ وہ عاصی خاص میرے ہی وعظ سے منکر چھوڑے اور اپنی حسبت دوسرے کی حسبت سے محبوب جانے تو اس صورت مین وہ محتسب اپنی خواہش نفس کا تابع ہے اور حسبت کے ذریعہ سے جاہ کا حاصل کرنا اور ظاہر کرنا چاہتا ہے پس اللہ تعالی سے ڈرے اور پہلے اپنے نفس پر حسبت کرے اور ایسی ہی صورت مین اسکو وہ خطاب ہوگا جو حضرت عیسی کو ہوا تھا کہ ای ابن مریم پہلے اپنے نفس کو نصیحت کر اور جب وہ نصیحت مان لے تو لوگون کو نصیحت کر ورنہ مجھسے حیا کر۔ اور حضرت داؤد طائی رح سے کسی نے کہا کہ یہ فرمائیے کہ اگر کوئی شخص ان امیرون کے پاس جائے اور امر معروف و نہی منکر انکو کرے تو آپ کی کیا راے ہے آپ نے فرمایا کہ مجھکو یہ ڈر ہے کہ کہین اسکے کوڑے نہ لگین سائل نے کہا کہ محتسب اس بات سے قوی ہے آپ نے فرمایا کہ مجھکو اسپر تلوار کا خوف ہے اسنے کہا کہ وہ اس سے بھی زبردست ہے آپ نے فرمایا کہ مجھکو اسپر مرض مخفی شیخی کا ڈر ہے۔ چوتھا درجہ سخت و سست کہنا اور الفاظ درشت بولنے کا ہے اور اسکی ضرورت اسوقت ہے کہ نرمی سے کام نہ چلے ورنہ جب تک نرمی سے کام نکلے سختی کی حاجت نہین بقول سعدی سے چو کارے بر آید بلطف و خوشی ❊ چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی ❊ غرضکہ جب نرمی سے منع کرنا نہ بن پڑے اور علامات اصرار ظاہر ہون اور وعظ و نصیحت سے تمسخر ہونے لگے تب سختی پر کاربند ہونا چاہیے جیسے حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تھا أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ - اور ہماری غرض الفاظ درشت سے یہ نہین کہ فحش بکے جسمین نسبت زنا یا اسکے مقدمات کی ہو اور نہ یہ کہ جھوٹ بولے بلکہ یہ مقصود ہے کہ ایسے الفاظ سے اسکو خطاب کرے جو فحش نہ گنے جاتے ہون جیسے یون کہنا کہ او جاہل او احمق او فاسق کیا تجھکو خوف خدا نہین یا یون کہنا کہ او دیہاتی او مدہوش یا اور جو اسی قسم کا لفظ ہو کیونکہ جو برا کام کریگا وہ احمق اور جاہل ہے اگر بیوقوف نہوتا تو خدا ے تعالی کی نافرمانی کیون کرتا بلکہ جو صاحب کیاست نہین وہ احمق ہے اور صاحب کیاست وہ ہے جسکی کیاست کی شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہین چنانچہ ارشاد ہے الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله - اور اس رتبہ کے دو ادب ہین اول یہ کہ اسکو تبھی اختیار کرے کہ نرمی سے سمجھانے سے عاجز ہو اور درشتی ہی کی حاجت پڑے دوسرے یہ کہ سچ کے سوا کچھ نہ کہے اور زبان کو مطلق العنان نہ کر دے کہ بہت سی باتین کہتا چلا جائے جنکی ضرورت نہو بلکہ مقدار حاجت پر اکتفا کرے اور اگر جانے کہ میرے ان کلمات درشت کے کہنے سے وہ باز نہ آئیگا تب کچھ کہنا ہی نہ چاہیے بلکہ غصہ ظاہر ہے اور اسکو حقیر جاننے اور معصیت کے سبب سے بقدر سمجھنے پر کفایت کرے اور اگر جانے کہ اسکو اگر نصیحت کرونگا تو پٹونگا اور اگر تیوری چڑھاؤنگا اور نفرت ظاہر کرونگا تو نہین پٹونگا تو اس صورت مین فقط دل سے انکار کرنا کافی نہوگا بلکہ لازم ہوگا کہ اس سے منہ بگاڑے اور ترشروئی ظاہر کرے۔ پانچواں درجہ منکر کو ہاتھ سے بگاڑ دینے کا ہے اسطرح کہ مثلاً آلات لہو توڑ دے اور شراب کو بہا دے اور حریر کو اسکے سر یا بدن سے اتار لیگا اور حریر پر بیٹھنے نہ دے اور دوسرے کے مال پر بیٹھنے سے ہٹا دے اور مکان غصوب مین سے پاؤن پکڑکر

نکال دے اور حالت جنابت مین اگر مسجد مین بیٹھا ہو تو کان پکڑ کر نکال دے اور جو ایسی ہی صورتین ہون اور یہ درجہ بعض معصیتون مین تو ممکن ہے
اور بعض مین نہین ہو سکتا مثلاً زبان اور دل کی معصیتون کا ہاتھ سے بگاڑ دینا نہین ہو سکتا اسی طرح جو معصیت کہ عاصی کے نفس پر اور اسکے
اعضاء باطنی پر منحصر ہو سب کا یہی حال ہے۔ اور اس درجہ مین دو ادب ہین اول یہ کہ منکر کو اپنے ہاتھ سے اُسی وقت بدلے جب منکر کے
مرتکب سے اُس معصیت کو بزور ترک نہ کرا سکے مثلاً جو شخص مکان مغصوب مین یا مسجد مین بحالت جنابت ہو تو اگر یہ ممکن ہو کہ دباؤ سے وہ
خود چلا جائے تو اُسکو دھکا دینا اور گھسیٹنا نہ چاہیے اسی طرح جب تک ممکن ہو کہ دباؤ سے مجرم خود شراب گرا دے اور آلات لہو توڑ ڈالے
اور حریر کی سیون اُدھیڑ دے تب تک محتسب کو یہ باتین اپنے ہاتھ سے نہ کرنی چاہیین اسلیے کہ توڑنے کی حد پر مطلع ہونے مین گونہ دشواری
ہے تو جب اپنے آپ سے نہ کریگا تو اس باب مین اجتہاد کرنے سے بچا رہیگا اور مجرم کے خود توڑنے کی اس سے باز پرس نہوگی۔ دوسرا ادب
یہ ہے کہ بگاڑنے مین مقدار حاجت پر کفایت کرے زائد از ضرورت کو روا نہ رکھے مثلاً باہر نکالنے مین مجرم کی ڈاڑھی یا پانون پکڑ کر نہ گھسیٹے
جس صورت مین کہ ہاتھ پکڑ کر نکال سکتا ہو اسلیے کہ اس باب مین زیادتی ایذا کی کچھ ضرورت نہین یا حریر کے کپڑے کو اگر دیکھے تو اُسکو چیر نہ ڈالے
بلکہ اُسکی سیون مین اُدھیڑ دے اور آلات لہو کے جلا دے نہین بلکہ ایسی طرح توڑ دے کہ اُس کام کے نہ رہین اور توڑنے کی حد یہ ہے کہ اُنکی مرمت مین
اُسی قدر مشقت پڑے جسقدر نیا بنانے مین ابتداءً ہوتی ہے اور صلیب جو نصاریٰ ظاہر کرین اُسکو بھی جلانا نہ چاہیے توڑ دینا کافی ہے۔ اور شراب کے
بہانے مین اگر کوئی تدبیر برتنون کے بچاؤ کی ہو تو برتن نہ توڑے اور اگر اسکے سوا اور کچھ نہ بن پڑے کہ پتھر مار کر برتنون کو توڑ ڈالے تو اُسکو پتھر
مارنا درست ہے اور برتنون کی قیمت شراب کے سبب سے ساقط ہو گئی کیونکہ شراب کے بہانے مین وہی حائل تھی اگر شراب خوار بالفرض اپنے
بدن سے شراب چھپاتا تو ہمکو شراب گرانے کے لیے اُسکے بدن کو زخمی کرنا پڑتا تو برتن کچھ اُسکے نفس سے بڑھکر نہین کہ اُنکی قیمت ساقط نہو اور اگر
شراب تنگ منہ کے شیشون مین ہو اور اگر یہ ہر ایک کو بہاتا ہے تو دیر زیادہ لگتی ہے اور اس عرصہ مین بدکار اُسکو پکڑ پائینگے اور پھر بہانے نہ دینگے
تو اُسکو جائز ہے کہ شیشے توڑ ڈالے کیونکہ یہ عذر ہے اور اگر یہ کھٹکا تو نہین کہ بدکار پکڑ پاوین مگر اُنکے بہانے مین دیر کے ہونے سے اپنے کامون مین
حرج ہوتا ہو تو اس صورت مین بھی اُسکو توڑ ڈالنا شیشون کا درست ہے کیونکہ اسپر یہ واجب نہین کہ اپنے بدن کا نفع اور دوسرے کام
شراب کے برتنون کی خاطر تلف کر دے اور جس صورت مین کہ شراب کا بہانا بدون برتن توڑنے کے ممکن تھا مگر اُسنے بلا عذر اُنکو توڑ ڈالا
تو اُسپر تاوان آویگا یعنی صرف برتنون کی قیمت دینی پڑیگی۔ اب اگر یہ کہو کہ برتنون کا توڑنا تنبیہ اور زجر کے لیے درست کیون نہوا اسیطرح
مکان مغصوب مین سے پانون پکڑ کر گھسیٹنا کیون جائز نہین یہ صورت تو زجر مین زیادہ تر مبالغہ کی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ زجر آیندہ کے لیے
ہوتا ہے اور سزا گذشتہ پر ہوا کرتی ہے اور فی الحال کے منکر سے ہٹانا اور دفع کرنا ہوتا ہے تو رعیت کے لوگون کو بجز دفع کے اور کوئی اختیار نہین
یعنی اگر منکر موجود پاوین تو اُسکو معدوم کر دین اور منکر کے معدوم کرنے کے سوا جو بات زائد کرینگے وہ یا تو جرم سابق کی سزا ہوگی یا آیندہ کے
جرم سے زجر ہوگا اور سزا اور زجر حاکمون کا کام ہے نہ رعیت کا اور حاکم اگر مصلحت ان امور مین دیکھے تو اُسکو انکے کرنے کا اختیار ہے اور
ہم بھی کہتے ہین کہ حاکم کو جائز ہے کہ برتنون کو زجر کرنے کے لیے توڑنے کا حکم دیدے اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین
زجر کی تاکید کے لیے کی گئی تھی اور اسکا منسوخ ہونا ثابت نہین ہان یہ البتہ ہے کہ اُسوقت حاجت زجر کی اور عادت بد کو چھوڑانے کی
سخت تھی تو اب بھی اگر حاکم اپنے اجتہاد سے ویسی ہی حاجت دیکھے تو اُسکو بھی ویسا ہی کرنا جائز ہے اور چونکہ اسمین اجتہاد دقیق کا کام پڑتا ہے
اسلیے زجر اور سزا رعیت کے اختیار مین نہین کی گئی۔ اب اگر یہ کہو کہ جس صورت مین رعیت کو ایسا اختیار نہین تو بادشاہ کو جائز ہونا چاہیے
کہ لوگون کو معاصی سے زجر کرنے کے لیے اُنکے مال تلف کر ڈالے اور جن مکانون مین وہ شراب پیتے ہین یا اور معصیت کرتے ہین اُنکو اجاڑ دے
اور جو اموال کہ ذریعہ معاصی ہون اُنکو پھونک دے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر چند زجر کی شریعت مین وارد ہونے کی جہت سے اسطرح کا زجر

خارج از مصلحت ڈالتے نہیں مگر ہم مصلحتون کو اپنی طرف سے ایجاد نہیں کرتے بلکہ انہین اتباع پہلے لوگون کا کرتے ہین اور شدت حاجت کے وقت
شراب کے برتنون کا توڑنا ثابت ہی اور بعد اُسکے شدت حاجت نہونے سے نہ توڑنا پہلے حکم کا ناسخ نہین بلکہ حکم علت کے جاتے رہنے سے
جاتا رہیگا اور جب علت موجود ہوگی حکم بھی پھر آویگا اور ہمنے امام کے لیے جو اُسکو جائز رکھا تو اتباع ہی کے جہت سے ہی اور رعیت کے لوگون کو
اسلیے منع کیا کہ انمین اجتہاد کی وجہ پوشیدہ ہی بلکہ ہم کہتے ہین کہ اگر اول شراب بہادی جاسے تو اُسکے بعد اُسکے برتنون کا توڑنا جائز نہین کیونکہ
اُنکا توڑنا صرف شراب کی نسبت سے ہی اور جب وہ شراب سے خالی ہین تو اُنکا توڑنا مال کا تلف کرنا ہی لیکن اگر شراب مین رہتے ہون کہ
اُسکے سوا اور کسی قابل نہون تب البتہ توڑنے کا مضائقہ نہین کیونکہ فعل توڑنے کا جو قرن اول سے منقول ہی اسکی دو وجہین تھین اول تو
زجر کی حاجت شدید ہونی دوسرے برتنون کا شراب کے تابع ہونا جنمین وہ بھری ہوئی تھی تو توڑنے مین ان دونون باتون کی تاثیر ہی
اور یہ نہین ہوسکتا کہ ایک کو یا دونون کو حذف کردیا جاسے اور دو وجہون کے سوا تیسری وجہ یہ ہی کہ اس فعل کا صدور صاحب امر کی رائے
سے ہو اسلیے کہ اُسکو معلوم رہتا ہی کہ زجر کی حاجت شدید کب ہوتی ہی اور یہ وجہ بھی قابل لحاظ کرنے کے نہین پس ان دقائق فقہیہ کے پہچاننے کی
محتسب کو قطعاً ضرورت پڑتی ہی چھٹا درجہ دھمکانا اور ڈرانا ہی جیسے یون کہے کہ اس کام کو ترک کر ورنہ تیرا سر توڑ دونگا یا دہولین لگاؤنگا
یا کسی سے پٹواؤنگا یا اور اسی طرح کے الفاظ اور چاہیے کہ واقعی زدوکوب سے ان الفاظ سے بشرط امکان پہلے کہدیا کرے اور اس درجہ مین
ادب یہ ہی کہ جس بات کو کر نہ سکے اُس سے دھمکاوے بھی نہین مثلاً یون کہنا کہ تیرا مکان لوٹ لونگا یا تیرے لڑکے کو پٹواؤنگا یا تیری بی بی کو
قید کرلونگا اور جو باتین اسکے مثل ہون بلکہ ایسے الفاظ اگر پختہ ارادہ سے کہیگا تب تو حرام ہین اور بدون پختہ ارادہ کے جھوٹ ہین ہان اگر
عاصی ان دھمکیون کو کچھ نہ سمجھے تو ایسی باتون پر اُس درجہ تک پختہ ارادہ کرنا چاہیے جہان تک کہ مقتضاے حال اور مصلحت وقت ہو اور
محتسب کو جائز ہی کہ جتنا اُسکا قصد باطن مین ہو وعید مین اُس سے کچھ بڑھا کر کہے بشرطیکہ یہ جانے کہ اسطرح کا وعید اُس جُرم کی جڑ کھو دیگا
اور مُجرم کو قرار واقعی روک دیگا اور یہ زیادہ اُس جھوٹ مین نہین جو ممنوع ہی بلکہ ایسی باتون مین مبالغہ کا دستور ہی اور اس مبالغہ کو ایسا سمجھ
جیسا کوئی شخص دو آدمیون مین صلح کرانے کو مبالغہ سے کچھ کہدے یا دوستون سے اُنکی سی بات مبالغہ کے طور پر کہدے اور اسقدر مبالغہ
کی اجازت ہی کیونکہ حاجت پڑتی ہی اور یہ صورت بھی ویسی ہی ہی کیونکہ محتسب کا قصد بھی مجرم کی اصلاح کا ہی اور اسی بات کی طرف اشارہ
کیا ہی بعض لوگون نے کہ کہا ہی کہ اللہ تعالیٰ اگر ایسی چیز کا وعید فرمائے جسکو کرے نہین تو کچھ قباحت نہین اسلیے کہ عذاب کے وعدہ کو پورا
نہ کرنا کرم ہی ہان قباحت اسمین ہی کہ وہ وعدہ کرے ایسی چیز کا جسکو نہ کرے اور یہ قول ہمارے نزدیک پسند نہین اسلیے کہ کلام الٰہی قدیم ہی اُسمین
خلاف کو دخل نہین خواہ وعدہ ہو یا وعید البتہ یہ بات بندون کے حق مین ہوسکتی ہی اور سچ بھی ہی کیونکہ وعید مین خلاف کرنا کچھ حرام نہین ہی
ساتوان درجہ ہاتھ اور پاؤن وغیرہ سے زدوکوب کرنے کا ہی بدون ہتھیار نکالنے کے اور بشرط ضرورت یہ امر رعیت کے لوگون کو
بھی درست ہی اور بقدر حاجت پر اکتفا کیا جاسے یعنی جب منکر دفع ہوجاسے تو مارپیٹ سے ہاتھ روکنا چاہیے اور اُسکی مثال ایسی کچھ جیسے
مدعا علیہ پر حق ثابت ہوجاتا ہی تو قاضی ادا سے حق تک اُسکو قید رکھتا ہی اگر وہ نادہندگی پر اصرار کرتا ہی اور قاضی کو معلوم ہوجاتا ہی کہ وہ
حق کے ادا پر قادر ہی مگر عناد اور ہٹ دھرمی سے نہین دیتا تو اُسکو اختیار ہی کہ بتدریج بقدر حاجت اسکو پٹواکر حق دلوادے اسی طرح محتسب
بھی جتنی مار کی ضرورت جانے اُس سے زیادہ نہ بڑھے اور اگر محتسب کو ضرورت ہتھیار کشی کی پڑے اور ہتھیار کشی اور زخم رسانی سے
منکر کو دفع کرسکتا ہو تو اُسکو جائز ہی کہ ایسا کرے بشرطیکہ کوئی فتنہ برپا نہو مثلاً ایک فاسق کسی عورت کو پکڑے ہوے ہی یا مزا میر بجا رہا ہی اور
اُسکے اور محتسب کے درمیان مین نہر حائل یا کوئی دیوار و خندق مانع ہو تو محتسب اپنی بندوق لیکر کہے کہ اُسکو چھوڑ دے ورنہ گولی مارتا ہون
اگر وہ نہ چھوڑے تو جائز ہی کہ اُسکے گولی مارے مگر چاہیے کہ پنڈلی اور ران پر مارے ایسی جگہ نہ مارے جس سے وہ مر ہی جاسے بلکہ

تدریج کا لحاظ اسمین بھی رہے اسی طرح تلوار کا موقع ہو تو تلوار کو سونت کر اُس سے کہے کہ اِس منکر کو ترک کرو ورنہ ایک ہاتھ لگاتا ہوں تو یہ سب باتین منکر کے دفع ہونے کی ہین اور اُسکا دفع کرنا جس طرح سے ممکن ہو واجب ہے اسمین یہ فرق نہین کہ وہ منکر خاص اللہ تعالی کے حق سے متعلق ہو یا آدمیون کے حق سے اور فرقہ معتزلہ کا قول یہ ہے کہ جو چیز آدمیون سے علاقہ نہ رکھے اسمین حسبت نہین بجز تقریر زبانی یا زد و کوب کے اور یہ بھی امام کو جائز ہے نہ رعیت کے لوگون کو۔ آٹھوان درجہ یہ ہے کہ محتسب خود ہتھیار کھینچنے پر قادر نہو اور اس بات کا محتاج ہو کہ کچھ طرفدار جمع ہو کر ایسا کرین اور عجب نہین کہ فاسق بھی اپنے مددگارون سے کمک مانگے اور انجام یہ ہو کہ دو طرف سے صف کشی ہو کر آپس مین کشت و خون کرین تو اس درجہ مین اختلاف ہے کہ یہ بھی امام کے اذن کا محتاج ہے یا نہین بعض کا قول تو یہ ہے کہ رعیت کے لوگ اسکے لیے مستقل نہین ہو سکتے اسلیے کہ اس سے انجام فتنون کی تحریک اور فساد کا جوش مارنا اور شہرون کا خراب ہونا ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ امام کے اذن کی حاجت نہین اور قرین قیاس یہی قول اخیر ہے کیونکہ جس صورت مین رعیت کے لوگون کو امر بالمعروف کا اول درجہ یعنی تعریف اور دوم درجہ یعنی وعظ و نصیحت جائز ہے تو چونکہ اول درجہ دوم کی طرف کھینچتا ہے اور دوم سوم کی طرف تو آخر کو ضرور نوبت پٹا پٹی کی ہوگی اور آپس مین مارکوٹ اپنے اپنے طرفدارون سے مدد لینے کو چاہتی ہے تو امر بالمعروف سے جو کچھ ہوتا ہو اُسکی پروا نہ کرنی چاہیے کیونکہ غایت اسکی یہ ہے کہ اللہ تعالی کی رضا مین اسکی نافرمانیون کے دور کرنے کے لیے لشکر جمع کرنا ہوگا تو اسمین کیا قباحت ہے جیسے ہم یہ جائز کہتے ہین کہ غازی خود جمع ہو کر کفر کی بیخ کنی کے لیے کفار کے جس فرقہ سے چاہین لڑائی کرین اسی طرح اہل فساد کی بیخ کنی بھی جائز ہے اسواسطے کہ مناسبت ہر طرح سے ہے یعنی کافر کے مارڈالنے کا مضائقہ نہین اور مسلمان اگر مارا جائیگا تو شہید ہے اسی طرح فاسق جو اپنے فسق کی حمایت کے لیے لڑتا ہے اُسکے مارڈالنے کا کچھ مضائقہ نہین اور محتسب جو حق پر ہے مظلوماً مارا جاویگا تو شہید ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ حسبت مین اس درجہ تک نوبت پہونچنی تو نہایت کمتر ہوتا ہے اسلیے اسکے واسطے قیاس کا قانون بدلا نہ جائیگا بلکہ یون کہا جاے کہ جو شخص دفع منکر پر قادر ہو اُسکو چاہیے کہ منکر کو اپنے ہاتھ سے دور کرے خواہ ہتھیار سے اور خواہ خود دور کرے یا مددگارون کے زور سے تو غرض اس مسئلہ مین وہی احتمال ہونگے جو پہلے ذکر کیے یہ حسبت کے درجات تھے جو بیان ہوے اب ہم حسبت کے آداب ذکر کرتے ہین۔ چوتھا باب محتسب کے آداب کا بیان۔ آداب کی تفصیل تو ہم ہر ایک ادب کے ذیل مین لکھتے آئے ہین مگر اب اُنکو ایک جا اور اُنکا منشا لکھتے ہین۔ واضح ہو کہ محتسب کے سب آدابون کا منشا تین صفتین ہین محتسب کے اندر ایک علم دوسرے ورع تیسرے حسن خلق علم اسلیے کہ حسبت کے مقامات اور حدود اور موانع کو جانے تاکہ حد شریعت پر اس باب مین اکتفا کرے۔ اور ورع اسلیے تاکہ جو کچھ اُسکو معلوم ہوا اُسکی مخالفت نکرے کیونکہ ہر ایک عالم اپنے علم کے موجب عمل نہین کیا کرتا بلکہ اکثر جان لیتا ہے کہ مین حسبت مین اُس حد سے بڑھا ہوا ہون جسکی شریعت سے اجازت ہے اور سراسر میری زیادتی ہے مگر پھر کسی غرض کے لیے حسبت کرتا ہے تو ورع کے ہونے سے یہ بات نہوگی محتسب کو ایسا ہونا چاہیے کہ اُسکی تقریر و نصیحت مقبول ہو کیونکہ فاسق اگر حسبت کرتا ہے تو لوگ اُسپر ہنستے ہین اور اسی وجہ سے اُسپر گستاخی بھی کرتے ہین۔ اور حسن خلق اسلیے کہ اسکے باعث سے ملائمت اور نرمی اختیار کرے جو اس باب مین اصل ہے اور علم اور ورع اسمین کافی نہین کیونکہ جب غصہ جوش کرتا ہے تو صرف علم اور ورع اُسکی بیخ کنی مین کافی نہین ہوتے تا وقتیکہ طبیعت مین حسن خلق نہو اور واقعی ورع کامل بھی ہوتا ہے کہ اُسکے ساتھ حسن خلق اور ضبط شہوات و غضب کی قدرت ہو اور محتسب ایسے ہی ضبط سے بیشتر ارادہ حمایت اللہ تعالی کے دین کا ہوگا ورنہ جب کوئی آفت گالی یا مار کی اُسکی آبرو یا جان یا مال کو پہنچیگی حسبت کو بھول اور دین الٰہی سے غافل ہو اپنی جان کی فکر مین مشغول ہوگا بلکہ بعض اوقات ابتدا حسبت اسلیے کرتا ہے کہ نام اور جاہ حاصل ہو۔ غرضکہ ان تین صفتون کے باعث حسبت ثواب ہوتی ہے اور انھی سے منکر بھی دور ہوتا ہے اور اگر یہ صفتین نہین ہوتین تو منکر بھی نہین مٹتا بلکہ بعض اوقات کسی صورت مین خود حسبت ہی منکر ہو کر حد شریعت سے گذر جاتی ہے۔ اور ان آداب پر آنحضرت صلعم کا ارشاد

دلالت کرتا ہی کہ امر معروف اور نہی منکر وہی کرے جو نرمی برتے امر کرنے میں اور نرمی برتے منع کرنے میں بردبار ہو امر کرنے میں بردبار ہو نہی کرنے میں فہیم ہو امر کرنے میں فہیم ہو منع کرنے میں۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ مطلق فہیم ہونا شرط نہیں بلکہ امر و نہی کرنے میں فہیم ہونا شرط ہی اور یہی حال بردباری کا ہی۔ اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہی کہ جب تم ان لوگوں میں سے ہو جو امر بالمعروف کرین تو اول سب سے زیادہ معروف کو تم اختیار کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے چنانچہ کسی نے کہا ہی قطعہ نہ دو مردان کو کرے طعن ایسے کامون پر کہ جنکی شغل میں خود ہووے مبتلا انسان کہ جو کوئی کرے اک چیز کو بُرا کہکر تو تقلیل اسے اس سے بڑھکر نہیں وہ ہو نادان ۔ اور ہماری اس سے یہ مراد نہیں کہ فسق کے سبب سے امر بالمعروف منع ہو جاتا ہی بلکہ یہ غرض ہی کہ فاسق کے کہنے کا اثر اسکے فسق ظاہر ہونے سے لوگون کے دلون پر نہیں ہوتا ورنہ امر بالمعروف میں یہ ضرور نہیں کہ سب معاصی سے اجتناب کرے تو امر بالمعروف کرے اسلیے کہ حضرت انس فرماتے ہین کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا ہم امر بالمعروف نکرین جب تک سب اچھی باتون پر خود عامل نہو لیں اور بُری بات سے منع نہ کرین جب تک سب برائیون سے اجتناب نکر لیں آپ نے فرمایا نہیں بلکہ امر بالمعروف کرو گو سب معروف پر خود عمل نہ کر دو اور منکر سے نہی کرو گو سب منکرات سے خود اجتناب نکرو۔ اور بعض اکابر سلف نے اپنے بیٹون کو وصیت کی کہ جب تم میں سے کوئی امر بالمعروف کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ اپنے دل میں صبر کرنا ٹھان لے اور اللہ تعالی کے ثواب پر وثوق کرے کہ جو کوئی ثواب الٰہی پر وثوق کرتا ہی اسکو ایذا کی تکلیف نہیں معلوم ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ منجملہ آداب حسبت کے صبر کرنا بھی ہی اور اسی وجہ سے اللہ تعالی نے امر بالمعروف کے پاس ہی صبر کو ذکر فرمایا چنانچہ حضرت لقمان کا قول اسطرح نقل فرمایا یا بنی اقم الصلوۃ وامر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علی ما اصابک ۔ اور ایک ادب یہ ہی کہ علاقے دنیاوی کو کم کرے تاکہ حسبت میں بہت خوف نہو اور خلق سے طمع منقطع کردے تاکہ مداہنت کا مضمون باقی نرہے چنانچہ کسی بزرگ کا حال لکھا ہی کہ انکے ہان ایک بلی تھی اور آپ اسکے لیے اپنے ہمسایہ کے قصائی سے ہر روز کچھ چھیچھڑے لیا کرتے تھے ایک روز اُس قصائی پر کوئی منکر دیکھا تو گھر میں جا اول بلی کو نکال آئے پھر اُس قصائی کو اُس بُرائی سے منع کیا اُسنے کہا کہ اب آیندہ کو آپکی بلی کے لیے کچھ ندونگا انھون نے فرمایا کہ میں نے تجھے حسبت جبھی کی ہی کہ بلی کو نکال چکا ہون اور تجھسے طمع قطع کر دی ہی اور حقیقت میں انکا قول ٹھیک ہی کیونکہ جو شخص خلق سے طمع قطع نہ کریگا اُس سے حسبت نہو سکیگی اور جب تک یہ طمع ہو کہ لوگون کے دل میری طرف سے اچھے رہیں اور میری تعریف میں سب رطب اللسان ہوان تو اُس سے کیسے حسبت بن سکیگی حضرت کعب احبار نے ابو مسلم خولانی سے پوچھا کہ تمہاری منزلت تمہاری قوم میں کیسی ہی انہون نے کہا اچھی ہی آپ نے فرمایا کہ توریت تو یون کہتی ہی کہ جب آدمی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہی تو اسکی منزلت اسکی قوم میں بُری ہوتی ہی ابو مسلم نے جواب دیا کہ توریت سچ کہتی ہی اور ابو مسلم جھوٹا کہتا ہی۔ اور حسبت میں نرمی برتنے کی وجوب پر وہ قصہ دلالت کرتا ہی جس سے مامون نے استدلال کیا تھا یعنی جب ایک واعظ نے اسکو نصیحت کی اور کلام درشت کہا تو مامون نے کہا کہ میان ذرا نرمی سے گفتگو کرو دیکھو تو اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو جو تم سے بہتر تھے فرعون کے پاس بھیجا جو مجھ سے بدتر تھا کہ انکو نرمی کے لیے ارشاد کیا اور یہ فرمایا فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشی یعنی مخاطب کو نرمی کے باب میں انبیا علیہم السلام کی پیروی چاہیے چنانچہ حضرت ابو امامہ راوی ہین کہ ایک جوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھکو زنا کی اجازت دیتے ہین لوگون نے اسکو للکارا آپنے فرمایا کہ اسکو چھوڑ دو پھر فرمایا کہ قریب آ وہ قریب ہوا حتی کہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا آپنے فرمایا کہ بھلا زنا کو تو اپنی ماں کے لیے پسند کریگا اسنے عرض کیا کہ نہیں خدا تعالی مجھکو آپ پر قربان کرے آپنے فرمایا کہ مردون کا یہی کام ہی کہ زنا اپنی ماں کے لیے پسند نہیں کرتے بھلا تو اپنی بیٹی کے واسطے اسکو پسند کریگا اسنے کہا نہیں خدا مجھکو آپ پر فدا کرے آپنے فرمایا کہ مرد ایسے ہی ہوتے ہین کہ زنا کو اپنی بیٹیون کے لیے نہیں پسند کرتے بھلا تو اپنی بہن کے واسطے پسند کریگا اور راوی عوف نے اتنا اور زیادہ کیا ہی

کہ آپ نے پھوپھی اور خالہ کا اسی طرح ذکر فرمایا اور وہ ہر بار آپ کے باب مین وہی جواب دیتا تھا جو اوپر گذرا اور آپ ہر بار فرماتے تھے کہ ہر دا ایسے ہی ہوتے ہین کہ زنا کو پسند نہین کرتے اور ابن عوف اور ابی امامہ دونون نے متفق بیان کیا کہ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اُس جوان کے سینہ پر رکھا اور فرمایا کہ الٰہی تو اسکا دل صاف کر اور اسکا گناہ معاف کر اور اسکی شرمگاہ کو محفوظ رکھ راوی کہتا ہی کہ پھر کوئی چیز اُس شخص کے نزدیک زنا سے بُری نہ تھی - اور فضیل بن عیاض رح سے پوچھا گیا کہ سفیان بن عیینہ رح سلطان کے انعام قبول فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے حق سے تو کم ہی لیتے ہین پھر سفیان بن عیینہ کو علیحدہ لے گئے اور زجر و ملامت کی اور ایک روایت مین ہی کہ اُنھون نے یون کہا کہ اے گروہ علما تم شہرون کے چراغ تھے جنسے لوگ نور حاصل کرتے تھے اب تم تاریکی ظلمت بن گئے تم ستارے تھے جنسے لوگون کو ہدایت تھی اب تم باعث حیرت ہوگئے پھر کوئی شرم نہین کرتا کہ ان اُمرا کا مال لیتا ہی اور تمکو معلوم ہی کہ یہ مال اُنکے پاس کہان سے آتا ہی پھر اپنی کمر تکیہ لگا کر کہتا ہی کہ حدثنی فلان عن فلان سفیان رح نے سر اُٹھا کر آہ آہ کہا اور یہ بیان کیا کہ بخدا اے ابو علی اگر ہم نیک بختون مین نہین تو اُنسے محبت ضرور رکھتے ہین - اور حماد بن سلمہ کہتے ہین کہ صلۃ بن اشیم رح کے پاس کوئی شخص گذرا جسکا پاجامہ نیچے لٹکا ہوا تھا اُنکے مریدون نے چاہا کہ اُسکے ساتھ سختی پیش آئین آپ نے فرمایا کہ یہ کام میرے سپرد کرو مین اُسکو اس ترددسے بچا دونگا آپ نے اُسکے قریب جاکر فرمایا کہ بھتیجے مجھکو تم سے کچھ مطلب ہی اُسنے کہا کہ چچا جان وہ کیا ہی فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ تم اپنا پاجامہ ذرا اونچا کرلو اُسنے کہا بہت بہتر اور فوراً اونچا کرلیا پھر آپنے اپنے مریدون سے کہا کہ اگر تم اسکے ساتھ سختی گیری کرتے تو وہ انکار کر دیتا اور تمکو برا بھلا کہتا اور محمد بن زکریا غلابی کہتے ہین کہ مین ایک رات عبد اللہ بن محمد بن عائشہ کے پاس گیا وہ مغرب پڑھکر اپنے مکان کو آتے تھے دیکھا تو اثناء راہ مین ایک قریش کا گبرو متوالا کھڑا ہی ایک عورت کا ہاتھ پکڑکر گھسیٹتا اور اُسنے فریاد چاہی لوگ جمع ہوکر اُس جوان کو مارنے لگے ابن عائشہ نے اُسکو دیکھکر پہچان لیا اور لوگون سے کہا کہ میرے بھتیجے کے پاس سے علیحدہ ہو پھر اُسکو اپنے پاس بلایا وہ شرماکر پاس آیا آپ نے اُسکو چھاتی سے لگایا اور کہا کہ میرے ساتھ چل یہان تک کہ اپنے مکان مین لے گئے اور کسی غلام سے کہا کہ اسکو اپنے پاس سولا جب اسکا نشہ اُترے تو جو حرکت اس سے ہوئی ہی اُسپر اسکو آگاہ کرنا اور جانے مت دینا جب تک کہ میرے پاس نہ لاوے پس جسوقت اُس شخص کا نشہ اُترا تو اُس خادم نے اُسکا حال اُس سے بیان کیا وہ سنکر بہت شرمایا اور رویا اور قصد جانے کا کیا خادم نے کہا کہ انھون نے فرمایا ہی کہ ہمارے پاس لانا غرض اُنکے پاس لیگیا آپ نے اُسکو فرمایا کہ تجکو شرم نہ آئی اپنی شرافت کا ننگ نہ کیا تجھے معلوم نہین کہ تو کسکا لڑکا ہی خدا سے ڈر اور جس حال مین مبتلا ہی اُس سے توبہ کر وہ شخص گردن نیچے ڈالے روتا رہا پھر سر اُٹھا کر کہا مین نے اللہ تعالیٰ سے وہ عہد کیا ہی کہ اُسکی پرسش مجھسے قیامت مین ہوگی کہ اب مین کبھی نبیذ نہ پیونگا اور نہ ان باتون کے گرد پھرونگا جنکا مین مرتکب تھا اور مین نے توبہ کی آپ نے اُسکو پاس بلاکر سر پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ شاباش بیٹا یون ہی چاہیے غرضکہ وہ شخص آپ کے ساتھ رہتا اور حدیث آپ سے لکھا کرتا اور یہ نرمی ہی کی برکت سے ہوا پھر آپ نے فرمایا کہ لوگ امر بالمعروف کرتے ہین مگر انکا معروف منکر ہوتا ہی تو تمکو لازم ہی کہ سب باتون مین نرمی پر کاربند ہو جیسا ہوسکے وہ مطلب حاصل ہوگا - اور فتح بن شخرف کہتے ہین کہ ایک شخص نے ایک عورت کا رستہ روکا اسکو پکڑ لیا اور اُسکے ہاتھ مین چھری تھی جو کوئی اُسکے پاس جاتا تھا اُسکو زخمی کر دیتا تھا اور آدمی زبردست تھا ہر کوئی اُسکے پاس کبھی نہین جاتا تھا اور عورت اُسکے ہاتھ سے واویلا کرتی تھی اور لوگ جمع تھے کہ اتنے مین بشر بن حارث کا گذر وہان ہوا آپ نے اُسکے شانہ سے اپنا شانہ رگڑا وہ شخص زمین پر گر پڑا آپ وہان سے چل دیے اور وہ عورت بھی صحیح سالم چلی گئی لوگون نے جو اُس شخص کو قریب جاکر دیکھا تو معلوم کیا کہ وہ پسینے مین تر ہی اُس سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہی کہا کہ مین اور کچھ نہین جانتا مگر ایک پیر مرد نے مجھسے قریب ہوکر یہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ تجکو اور تیرے اعمال کو دیکھتا ہی اُسکے سننے سے میرے پاؤن ضعیف ہوگئے اور مجکو نہایت اُس شخص کی ہیبت پڑی مجھے یہ خبر نہیں کہ وہ کون تھا لوگون نے کہا کہ وہ بشر بن حارث تھے اُسنے کہا کہ ہائے خرابی اُسکی

مجکو کس نگاہ سے دیکھیں گے اور اُسکو اُسی روز بخار چڑھا اور ساتوین روز مرگیا۔ حاصل یہ کہ حسبت کے باب مین دینداروں کی عادت اسطرح تھی اور باب آداب صحبت کے اندر ذیل مین حب فی اللہ و بغض فی اللہ کے بعضے اخبار و آثار اس باب مین نقل کیے ہین اب دوبارہ خوف طول کلام سے نہین لکھتے پس حسبت کے درجات و آداب مین نظر کامل اسطرح چاہیے۔ واللہ الموفق

تیسری فصل ان منکرات کے ذکر مین جنکی عادت ہو رہی ہے انکو ہم مجملاً بیان کرتے ہین تاکہ انکے بیان سے اُن جیسے اور منکرات کو اُنپر قیاس کر لیا جاسکے کیونکہ انکا حصر اور استقصا ممکن نہین اول یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ منکرات دو قسم ہین ایک مکروہ دوسرے ممنوع تو جب ہم کہین کہ یہ چیز منکر مکروہ ہے تو جان لینا چاہیے کہ اُس سے منع کرنا مستحب ہے اور اُسپر خاموش رہنا مکروہ ہے حرام نہین ہان جب فاعل اُسکا مکروہ ہونا نجانتا ہو تو اُسکے مکروہ ہونے کو اُسکے سامنے ذکر کر دینا واجب ہے اسلیے کہ مکروہ ہونا بھی ایک شریعت کا حکم ہے جو اُسکو نجانتا ہو اُسکو اُس حکم کا پہونچا دینا واجب ہے اور جب ہم یہ کہین کہ فلان منکر محظور ہے یا صرف منکر بولین تو اُس سے ہماری یہی غرض ہوگی کہ وہ ممنوع ہے اور اُسپر خاموش رہنا باوجود قدرت کے ممنوع ہوگا۔ اب اس قسم کی منکرات مساجد مین دیکھی جاتی ہین اور بازارون مین اور راستون مین اور دوسرے مقامات مین جنکو ہم جدا جدا بیان کرتے ہین منکرات مساجد یہ ہین اول رکوع اور سجدہ مین اطمینان نکرنے سے نماز کو خراب کرنا اور یہ منکر ہے بنص حدیث سے نماز کو باطل کرتا ہے تو اس سے منع کرنا واجب ہے مگر حنفی کے نزدیک جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ترک اطمینان صحت نماز کا مانع نہین کیونکہ اس عقیدہ کے ساتھ مین منع کرنا کیا مفید ہوگا اور جو دوسرے کے نماز مین خرابی کرتے دیکھے اور چپ ہو رہے تو وہ بھی اُسکا شریک ہوگا اسمین اثرون ہی وارد ہے اور حدیث سے بھی یہ بات پائی ہے کیونکہ غیبت کے باب مین وارد ہوا ہے کہ سننے والا کہنے والے کا شریک ہوتا ہے اسی طرح جو بات کہ صحت نماز کی مخل ہو مثلاً کپڑے پر نجاست کا ہونا جو نمازی کو معلوم نہین یا تاریکی یا نابینائی کی وجہ سے قبلہ سے انحراف کرنا وغیرہ کہ ان سب مین حسبت واجب ہے دوم قرآن مجید کو غلط پڑھنا کہ اس سے ممانعت واجب ہے اور صحیح کا سکھلا دینا بھی واجب ہے پس اگر کوئی شخص معتکف ہو کر ایسے ہی امور مین اپنی اوقات صرف کرتا ہے اور اُسکے سبب سے ذکر اور نماز نفل نہین پڑھتا تو اُسکو انھین منکرات کے منع کرنے مین مصروف رہنا چاہیے کہ ذکر اور نفل کی نسبت یہ افضل ہین اسلیے کہ یہ ایسی عبادت ہے جسکا فائدہ دوسرے کو پہونچتا ہے اور واجب بھی ہے بخلاف نفل و ذکر کے کہ اُنکا فائدہ خاص اُسی پر منحصر ہے۔ اور اگر ایسے ممانعت کرنے مین مثلاً کتابت یا اور کوئی فکر معیشت نہین کر سکتا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اُسکے پاس بقدر کفایت موجود ہو تب تو اُسکو ممانعت منکر مین مشغول ہونا لازم ہے اور ترک حسبت دنیا کی زوائد چیزون کی طلب کے سبب جائز نہوگی اور اگر اُسکو حاجت اُسی روز کی غذا کی ہو تو یہ البتہ عذر ہے اُسکے ذمہ سے وجوب ساقط ہو جائیگا کیونکہ مجبور ہے اور جو شخص قرآن پڑھنے مین غلطی بہت کرتا ہو تو اگر وہ سیکھنے پر قادر ہو تو چاہیے کہ سیکھنے تک قراءت سے باز رہے کیونکہ غلط پڑھنے سے گناہگار ہوگا کہ سیکھنے پر قادر ہے اور اگر اُسکی زبان یاری نہ دیتی ہو تو پھر اگر اکثر قراءت غلط ہوتی ہو تو تلاوت ترک کرکے صرف الحمد کے سیکھنے اور اُسکے صحیح کرنے مین محنت کرے اسی طرح ایک صورت جب تک صاف نہ کر لے اُسکی تلاوت نہ کرے اور اگر اکثر قراءت صحیح ہو مگر سب کے یکسان پڑھنے پر قادر نہین تو پڑھنے کا کچھ مضائقہ نہین مگر چاہیے کہ پست آواز سے پڑھے تاکہ دوسرا شخص نہ سنے ہرچند اُسکو آہستہ پڑھنے سے روکنے کی وجہ بھی موجود ہے لیکن جس صورت مین کہ پڑھنے والا زیادہ سے زیادہ اُسی قدر صحیح پڑھ سکتا ہے اور اُسکو تلاوت کے ساتھ اُنس اور اُسکی حرص ہے تو اس صورت مین ہمارے نزدیک اُسکے پڑھنے کا کچھ مضائقہ نہین سوم موذنون کا اذان مین مد زیادہ کرنا اور حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح مین تمام سینہ کو قبلہ کی جانب سے پھیرنا یا ہر ایک کا ایک ساتھ اپنی اپنی اذان دینا اور اتنا انتظار نہ کرنا کہ ایک کہہ چکے تو دوسرا دے اور نمازیون کو جواب اذان مین دشواری نہو کیونکہ کثرت آوازون مین جواب دینا دشوار ہوتا ہے تو یہ سب باتین منکرات مکروہہ ہین

انکو اُنسے آگاہ کر دینا واجب ہے اور اگر دانستہ ایسا کرتے ہوں تو منع کرنا اور حسبت کرنی مستحب ہے اسیطرح اگر کسی مسجد کا ایک ہی موذن ہو اور وہ صبح ہونے سے پیشتر اذان کہدیتا ہو تو چاہیے کہ اسکو منع کر دیا جائے اسلیے کہ لوگون کو روزہ اور نماز مین تردد ہوتا ہے ہان اگر وہ شخص مشہور ہو جائے کہ صبح سے پیشتر اذان کہا کرتا ہے اور اسکی آواز سے نماز مین یا سحر ترک کرنے مین لوگون کو دھوکا نہیں پڑتا اور دوسرا موذن اور بھی ہے جو صبح ہونے پر اذان کہتا ہو اور اسکی آواز لوگ پہچانتے ہین تب البتہ مضایقہ نہیں ہے- اور یہ بھی مکروہ ہے کہ فجر ہونے کے بعد ایک ہی مسجد مین فرادا فرادی دیر کے بعد بہت سی اذانین ہون خواہ ایک ہی شخص کہے یا کئی آدمی کیونکہ بہت سی اذانون سے کچھ فائدہ نہیں جس صورت مین کہ مسجد کے اندر کوئی سونے والا باقی نہین اور آواز مسجد کے باہر نہ جاتی ہو کہ دوسرا کوئی سنکر آگاہ ہو تو یہ امر مکروہ اور مخالف طریقہ صحابہ رضی اور اکابر سلف کے ہین- چہارم خطیب کا سیاہ لباس پہننا جسمین ریشم غالب ہو یا تلوار سنہری لیے ہونا کہ اس صورت مین وہ فاسق ہے اور اس حرکت کا انکار ضرور واجب ہے لیکن نرا سیاہ لباس مکروہ نہیں بلکہ اسکا اختیار کرنا اچھا نہیں اسلیے کہ کپڑون مین خدا تعالی کے نزدیک زیادہ پسند سفید ہے اور جسنے یہ کہا ہے کہ سیاہ کپڑا مکروہ ہے اور بدعت ہے اس سے یہ غرض ہے کہ قرن اول مین اسکی عادت نہ تھی مگر چونکہ اسمین ممانعت وارد نہیں تو اسکو بدعت اور مکروہ نہ کہنا چاہیے بلکہ ترک اولی سمجھنا چاہیے- پنجم ایسے واعظون کا وعظ جو اپنی تقریر مین بدعت ملا دیتے ہین واعظ اگر وعظ مین جھوٹے حالات بیان کرے تو وہ فاسق ہے اور اسپر حسبت کرنی واجب ہے ایسا ہی بدعتی واعظ کو منع کرنا چاہیے اور اسکے وعظ مین شریک نہونا چاہیے گر اس نیت سے کہ اگر ہو سکیگا تو سب لوگون کو منع کر دیگا کہ اسکا کہنا کوئی مت مانتا یا جو لوگ اسکے آس پاس ہون انہین مین سے کسی قدر کو باز رکھینگے اور اگر یہ نہو سکے تو اسکا سننا نچاہیے جیسے اللہ تعالی نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ اور جب کہ اسکا وعظ اس قسم کا ہو کہ لوگون کو معاصی پر جرأت دلاتا ہو یعنی سامعین رجا کے اتنے بیان کرے کہ لوگون کو اسکی وعظ سے جرأت ہو اور اللہ تعالی کے معاف کر دینے اور رحمت فرمانے پر زیادہ وثوق ہو جائے اور خوف دل مین کم درجہ پر رہ جائے تو یہ منکر ہے اور وعظ کو اس سے روکنا واجب ہے اسلیے کہ اسکا فساد بہت بڑا ہے بلکہ آج کل خوف کا بیان اگر زیادہ کرے اور رجا کا کم تو خلق کی طبیعتون کے لیے مناسب ہے اسلیے کہ انکو خوف کی ضرورت زیادہ ہے اور اصل تو یہ ہے کہ خوف اور رجا کے پلے دونون برابر ہونے چاہیئین جیسے حضرت عمر فاروق رضی نے فرمایا ہے کہ اگر بالفرض قیامت کو کوئی پکارنے والا پکارے کہ ایک شخص کے سوا سب دوزخ مین داخل ہون تو مین امید کرون کہ وہ شخص مین ہی ہون جسکو مستثنی کیا ہے اور اگر قیامت کو یون پکارے کہ سب آدمی جنت مین چلے جائین بجز ایک کے تو مجکو خوف ہے کہ وہی شخص مین ہی ہون اور جس صورت مین کہ واعظ جوان اور کپڑون اور وضع مین عورتون کے لیے سجا ہوا ہو اور اشعار وعظ مین بہت کہتا ہو اور اشارات اور حرکات بہت کرتا ہو اور اسکی وعظ مین عورتین آتی ہون تو یہ بھی منکر ہے اس سے منع کرنا واجب ہے اسلیے کہ صلاح و بہتری کی نسبت اسمین فساد زیادہ ہے اور یہ بات واعظ کے حالات کے قرینون سے ظاہر ہو جاتی ہے بلکہ جو شخص زہد و تقوی نہ رکھتا ہو اور سکینت و وقار کی وضع اور نیکون کا لباس نہو تو چاہیے کہ اسکو وعظ کا کام ہی نہ سپرد کیا جائے ورنہ ایسے کے وعظ سے لوگ گمراہی مین زیادہ ہونگے اور چاہیے کہ مجلس وعظ مین عورتون اور مردون کے بیچ مین کوئی آڑ کر دی جائے جس سے نظر نہ آئے کیونکہ نظر بھی فساد کا باعث ہے اور ان منکرات پر عادتین شاہد ہین- اور عورتون کو مسجد کے اندر نماز کے لیے آنے سے اور مجالس وعظ مین جانے سے منع کیا جائے بشرطیکہ فتنہ کا خوف ہو چنانچہ حضرت عائشہ رضی نے عورتون کو مسجد مین جانے سے منع فرمایا تھا آپکی خدمت مین کسی نے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو انکو جماعتون سے منع نہیں فرمایا آپ نے فرمایا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان حالات سے واقف ہوتے جو عورتون نے اب ایجاد کیے ہین تو آپ بھی انکو منع فرماتے ہان اگر کوئی عورت کپڑے کے اندر چھپی ہوئی مسجد مین گذرے تو اسکو روکنا نچاہیے

لیکن بہتر یہ ہے کہ مسجد کو صرف راہ مقرر نہ کیا جائے اور واعظون کے سامنے قرآن کا پڑھنا آواز کو لمبا کھینچکر اور گانے کی طرح پر اسطور سے کہ نظم قرآنی کو بدل دے اور تلاوت صحیح کی حد سے تجاوز کر جائے یہ بات منکر اور سخت درجہ کو مکروہ ہے سلف کے بہت لوگون نے اسپر انکار کیا ہے شنبہ جمعہ کے روز دوائیون اور کھانون اور تعویذون کے فروخت کے لیے حلقے ہونے اور سائلون کا کھڑا ہونا اور کچھ اشعار پڑھنے یا قرآن پڑھنا کہ لوگ انکو کچھ دے دین یا اور اسی طرح کا کام کہ انمین بعض چیزین تو حرام ہین کیونکہ وہ دغابازی اور جھوٹ ہوتی ہین جیسے بعض جھوٹے طبیبون کے ڈھکوسلے یا شعبدہ سے اور نظر بندون کے افعال اور یہی حال غالب اوقات مین تعویذ والون کا ہے کہ وہ انکو دیہاتی لوگون کے ہاتھ اور بچون کے ہاتھ فروخت کرکے انکو دھوکا دے دیتے ہین تو یہ امور مسجد مین اور مسجد کے باہر حرام ہین اور انکے مرتکب کو انسے منع کرنا واجب ہے بلکہ جس بیع مین جھوٹ اور دغابازی اور عیب کا چھپانا مشتری سے ہو تو وہ حرام ہے اور بعض امور ایسے ہین کہ مسجد کے باہر مباح ہین جیسے سینا اور دواؤن اور کتابون اور غذاؤن کا بیچنا اور یہ باتین مسجد مین بھی حرام نہین مگر کسی مانع کی جہت سے مثلاً نمازیون پر جگہ کا تنگ ہو جانا یا نماز مین دل کا پریشان ہونا وغیرہ اور اگر ان باتون مین سے کچھ نہو تو حرام نہین اور بہتر یہ ہے کہ نہ کیا جائین اور مباح ہونے کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ کبھی اتفاقاً گنتی کے دنون مین ہو جائین اور اگر مسجد کو دوکان ہی بنا لے ہمیشہ کے لیے تو حرام ہے اور اس سے منع کیا جائے کیونکہ بعض مباح ایسے ہی ہوتے ہین جو بشرط قلت تو مباح رہتے ہین اور اگر کثرت سے ہون تو گناہ ہو جاتے ہین جیسے بعض گناہ اصرار کے نہونے کی صورت مین صغیرہ رہتے ہین اور اصرار سے کبیرہ ہو جاتے ہین اور اگر یہ باتین ایسی ہون کہ قلیل کے ہونے سے خوف ہو کہ نوبت کثیر کی پہونچیگی تو اس قلیل سے بھی منع کرنا چاہیے مگر یہ منع حاکم کو یا مسجد کے متولی کو جو حاکم کی طرف سے انتظام کرتا ہو پہونچتا ہے اسلیے کہ یہ امر اجتہاد سے معلوم ہوتا ہے کہ آیندہ کو ایسا ہوگا اور رعیت کے لوگون کو اس خوف سے کہ آگے کو بہت ہو جائیگا منع کرنے کا اختیار نہین ہے منجملہ مجنونون اور لڑکون اور متوالون کا مسجد مین آنا اور مسجد مین لڑکون کے داخل ہونے کا مضائقہ نہین بشرطیکہ نہ کھیلین ہر چند مسجد مین لڑکون کا کھیلنا حرام نہین اور نہ انکے کھیل پر سکوت کرنا حرام ہے مگر جب مسجد کو کھیل کی جگہ مقرر کرین اور یہ عادت ڈالین کہ مسجد مین ہمیشہ کھیلا کرین تو منع کرنا واجب ہو جاتا ہے تو لڑکون کا کھیل اس قسم مین ہے کہ کم ہو تو مسجد مین حلال ہے اور زیادہ ہو تو حلال نہین اور کم کے حلال ہونے کی دلیل وہ روایت ہے جو صحیحین مین موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رض کے لیے ٹھہرے رہے یہان تک کہ انہون نے حبشیون کا رقص اور سپر تلوار سے کھیلنا عید کے دن مسجد کے اندر دیکھا اور اسمین شک نہین کہ اگر حبشی مسجد کو بازی گاہ ٹھہرا لیتے تو منع کیے جاتے اور قلت کے ساتھ مین انکا کھیلنا آپ نے برا نہین سمجھا یہان تک کہ خود ملاحظہ فرمایا بلکہ حضرت عائشہ رض کے دل خوش کرنے کے لیے انکو بازی کرنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ ای بنی ارفدہ اپنا کھیل کیے جاؤ چنانچہ باب السماع مین ہمنے یہ قصہ نقل کیا ہے۔ اور مجنونون کا مسجد مین آنا اسوقت مضائقہ نہین رکھتا کہ خوف مسجد کے نلیظ کرنے کا یا گالی اور فحش بکنے کا یا افعال منکر کرنے کا مثلاً برہنگی کو کھولنے وغیرہ کا نہو اور مجنون نہ ایسا ہو کہ عادت سے معلوم ہو کہ خاموش اور ساکن رہتا ہے تو اسکا مسجد سے نکالنا واجب نہین۔ اور متوالے کو حکم مجنونون کا سا ہے کہ اگر یہ خوف ہو کہ مسجد مین قی کر دیگا یا لوگون کو زبان سے ایذا دیگا تو اسکا نکالنا واجب ہے اور یہی حال ہے اگر اسکی عقل ٹھکانے نہو کہ اس سے ان افعال کا خوف ضرور رہتا ہے۔ اور اگر اسنے پی ہو اور مست نہوا ہو مگر بدبو آتی ہو تو یہ منکر مکروہ ہے سخت کراہت کے ساتھ کیونکہ جو کوئی لہسن اور پیاز کھائے اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد مین آنے جانے سے منع فرمایا ہے تو ان دونون چیزون کا کھانا تو مکروہ ہی رہیگا اور شراب کا معاملہ سخت ہے اسلیے اسمین سخت کراہت کا حکم چاہیے اب اگر کوئی یہ کہے کہ مناسب یون ہے کہ متوالے کو زد وکوب کرکے مسجد سے نکالا جائے تاکہ اسکو تنبیہ ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ زد وکوب کا اختیار رعیت کے لوگون کو نہین بلکہ حاکمون کو تعزیر کا اختیار ہے اور وہ بھی اس صورت مین ہے کہ یا وہ خود پینے کا اقرار کرے یا دو گواہون کی گواہی

پینا ثابت ہو صرف بو کے آنے سے وہ بھی نہین تو اس نظر سے مناسب ہی کہ ایسے شخص کو مسجد ہی مین ٹھہرایا جاوے اور نہ پینے کے لیے
امر کیا جائے اگر وہ ہوشیار ہو ہان جس صورت مین کہ وہ بہک کر چلتا ہو اسطرح کہ نشہ سمجھا جاوے تو اُسکو مسجد مین اور باہر جہان سے پیٹنا چاہیے
تاکہ پھر اثر نشہ کا ظاہر نہ کرے کیونکہ برائی کے اثر کو ظاہر کرنا بھی برائی ہی اور معاصی کو اول تو ترک کرنا ہی واجب ہی اور اگر کر لیا تو اُسکا چھپانا اور
اُسکے آثار کا ظاہر نکرنا واجب ہی تو اگر وہ شخص اثر کو چھپائے ہو تو اُسپر تجسس کرنا جائز نہین اور شراب کی بدبو دلیل پینے کی نہین ہو سکتی
کیونکہ بدبو بدون پینے کے بھی ہو سکتی ہی کہ شراب کی جگہ مین بیٹھ گیا ہو یا منھ کو لگا کر کلی کر دی ہو نگلی نہو تو بدبو پر اعتماد نہ کرنا چاہیے ۔
بازار کے منکرات ۔ بازار مین جن منکرات کی عادت ہو گئی ہی اُنمین سے ایک یہ ہی کہ نفع پر بیچنے مین جھوٹ بولتے ہین تو جو شخص بیان کرے
کہ مین نے یہ چیز اتنے کو مول لی ہی اور اتنے نفع پر دیتا ہون اور اس قول مین جھوٹا ہو تو وہ فاسق ہی اور جس شخص کو اسکا حال معلوم ہو
اُسپر واجب ہی کہ مشتری کو اُسکے جھوٹ سے مطلع کر دے اگر وہ بائع کی دلداری سے خاموش رہیگا تو خیانت مین اُسکا شریک ہو گا اور
سکوت کے باعث گناہگار ۔ دوم چیز کا عیب مشتری سے پوشیدہ رکھنا تو جو کوئی عیب سے واقف ہو اُسکو لازم ہی کہ مشتری سے کہدے
ورنہ وہ اپنے بھائی مسلمان کے مال تلف ہونے پر راضی ہو گا اور وہ حرام ہی سوم گز گنتے اور ناپ اور تول مین کم دینا تو جس شخص کو فرق
معلوم ہو اُسکو لازم ہی کہ اپنے ہاتھ سے اُس فرق کو نکال دے یا حاکم کے پاس لیجائے کہ وہ فرق کو دور کرے چہارم ایجاب و قبول نہ کرنا اور
صرف تعاطی پر اکتفا کرنا اور چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہی اسلیے ایسے ہی شخص کو اُس سے منع کرنا چاہیے جو ایجاب قبول کے واجب ہونے کا
معتقد ہو پنجم شروط فاسدہ کا معاملہ مین کرنا کہ لوگون کو عادت پڑی ہوئی ہی اُنسے منع کرنا واجب ہی اسوجہ سے کہ وہ معاملات کو فاسد
کرتے ہین اور یہی حال اُن اشیاء کا ہی جنمین ربوا کو دخل ہی اور جتنے تصرفات مفسدہ اور فاسدہ ایسے ہی ہین اُن سے منع کرنا چاہیے
ششم عید کے روز لڑکون کے لیے کھلونون اور جاندار کی تصویر کا بیچ کرنا اُنکا توڑ ڈالنا اور اُنکی بیع سے منع کرنا واجب ہی اور یہی حال
چاندی سونے کے برتنون کا ہی اسی طرح حریر کے کپڑے اور سونے اور ریشم کی ٹوپیان ہین اور کپڑون سے ہماری یہ غرض ہی جو مردون کے
ہون یا شہر کی عادت معلوم ہو کہ اُنکو مرد ہی پہنتے ہین تو یہ سب منکر اور ممنوع ہین اسی طرح جو اس بات کا عادی ہو کہ مستعمل کپڑے دھلا کر
بیچتا ہو اور شوسے کے باعث لوگون کو اُنکا پرانا ہونا معلوم نہو اور وہ یہی کہے کہ یہ نئے ہین تو یہ فعل بھی حرام ہی اور اس سے منع کرنا چاہیے
ایسے ہی پھٹے کپڑون کو رفو کرکے بیچنا غرضکہ جن معاملات مین دھوکا ہوتا ہو اُن سب کا کرنا ایسا ہی ہی اُنکا شمار کرنا طول چاہتا ہی باقی کو
انھین پر قیاس کر لینا چاہیے جنکو ہم نے لکھدیے ہین ۔ راستون کے منکرات جنکی عادت پڑی ہوئی ہی یہ ہین کہ مکانات کے
متصل کھمبے بنا کر چبوترہ بنانا اور پیڑ لگانا اور چھجے برآمدے اور سائبان نکالنے اور لکڑیان گاڑنی اور غلون کی تھیلیان لگانی اور
بوجھ کے گٹھے وغیرہ راستون مین ڈال دینے یہ سب بری باتین منکر ہین اگر انسے رستہ تنگ ہوتا ہو یا گذرنے والون کے ٹکر لگتی ہو اور
اگر راہ اتنی فراخ ہو کہ کسی طرح کا ضرر نہوتا ہو تو منع نہ کرنا چاہیے ہان لکڑیون اور گٹھون کا رستہ مین اسقدر ڈالنا درست ہی کہ گھر مین
اُنکو اٹھا کر لیجائے کیونکہ اس حاجت مین سب لوگ شریک ہین ہر ایک کو اسکی ضرورت پڑتی ہی اس سے منع کرنا ممکن نہین ۔ اسیطرح
جانورون کا راہ مین ایسی طرح باندھنا کہ راہ تنگ ہو جائے اور چلنے والون پر اُنکے بول و براز کی چھینٹین پڑین منکر ہی اس سے منع کرنا واجب
ہی لیکن صرف اُترنے اور سوار ہونے کی مقدار جانورون کا راہ مین رہنا حاجت کے لیے درست ہی اور چونکہ رستون سے منفعت ہر شخص
لے سکتا ہی اور کوئی اُنکو خاص اپنے نفع کے لیے نہین کر سکتا اسی لیے اُنمین مقدار حاجت کا لحاظ رہتا ہی اور حاجت بھی وہ دیکھی جاتی ہی
جسکے لیے عادةً راستے مقصود ہوتے ہین سب حاجتون کا لحاظ نہین کیا جاتا ۔ اور ایک منکر یہ ہی کہ جانور پر کانٹے لاد کر رستہ مین ایسی طرح
ہانکین کہ لوگون کے کپڑے پھاڑین یہ اسوقت مین منکر ہی کہ کانٹون کو دبا کر ایسی طرح بھی باندھ سکتے ہون کہ اس سے کسی کا ضرر نہو یا کسی اور

فراخ راہ سے نکل جانا ہوسکتا ہو اور اگر یہ دونون صورتین نہون تو پھر منع کرنا نہ چاہیے اسلیے کہ شہر والون کو اسکی بھی حاجت ہوتی ہی ہان کانٹون کو راستہ پر پڑا رہنے دینا نچاہیے صرف اتنی ہی دیر پڑے رہین کہ اُنکو اُٹھا کر گھر مین لے جائے - اسی طرح جانورون پر اُنکی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا منکر ہی مالکون کو اُس سے منع کرنا واجب ہی - اور ایک منکر یہ ہی کہ قصائی اپنی دوکان کے سامنے جانور ذبح کرے اور سڑک کو خون سے آلودہ کرے اُسکو اس حرکت سے منع کرنا چاہیے بلکہ اُسکو یون مناسب ہی کہ اپنی دوکان کے اندر ذبح کرنے کا مقام بنالے کیونکہ راہ مین ذبح کرنے سے ایک تو رستہ تنگ ہوگا دوسرے لوگون کو نجاست کی چھینٹون اور رستہ پر پلیدی دیکھنے سے ضرر ہوگا - اور ایک یہ ہی کہ کوڑا راہ مین ڈال دے یا خربوزہ تربوز کے چھلکے راہ مین چھٹکا دے یا پانی اتنا چھڑکے کہ لوگون کے پانون پھسلنے کا ڈر ہو یہ سب منکر ہین - اور ایک یہ ہی کہ تنگ راہ مین پرنالا ڈالنا کہ اس سے کپڑے نجس ہوتے ہین یا رستہ تنگ ہوتا ہی اور اگر رستہ اتنا فراخ ہو کہ اُسمین یہ دونون احتمال نہون تو منع نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ ممکن ہی کہ پرنالا سے بچ کر آدمی نکل جائے لیکن مینھ کا پانی اور کیچڑ اور برف رستہ مین ڈالنا اور اُسکو صاف نکرنا منکر ہی مگر کسی شخص معین سے مخصوص نہین بجز برف کے کہ اُسکو ایک ہی ڈالیگا تو جو پانی رستہ مین ایک موری مین سے نکل کر جمع ہوگیا یا کسی شخص نے برف ڈال دیا ہو تو راستہ کا صاف کرنا اُسی کے ذمہ ہی اور اگر مینھ کا پانی یا سب برف دونون کا ہو تو یہ حسبت حاکمون کے ذمہ ہی کہ لوگون سے کہکر اُسکو صاف کرادین رعیت والون کو صرف وعظ و نصیحت البتہ جائز ہی - اور ایک منکر یہ ہی کہ دروازہ پر کتا ایسا بٹھادے جو لوگون کو کاٹے تو اس سے اُسکو منع کرنا واجب ہی اور اگر کتا اور کچھ ایذا نہ دیتا ہو صرف رستہ پلید رکھتا ہو اور اُسکی پلیدی سے بچ کر نکلنا ممکن ہو تو منع نہ کیا جائے اور اگر کتا پانون پھیلا کر اسی طرح رستہ مین بیٹھتا یا لیٹتا ہو کہ اُس سے رستہ تنگ ہوتا ہو تو اُسکو منع کرنا چاہیے بلکہ وہ خود اگر رستہ مین سو رہے یا اسی طرح بیٹھے کہ رستہ تنگ ہو تو خود اُسکو منع کرسکتے ہین پس کتے کو ہٹلانے سے تو بطریق اولی منع کرنا چاہیے - حمامون کے منکرات یہ ہین کہ حمام کے دروازہ پر یا اندر تصویرین بناتے ہین اُنکا دور کرنا واجب ہی اُس شخص پر جو حمام مین جائے اور دور کرنے پر قادر ہو پس اگر تصویرین اونچی جگہ مین ہون جہان اُسکا ہاتھ نہ پہونچتا ہو تو اُسکو اُس حمام مین بدون ضرورت شدید جانا ہی نہین چاہیے دوسرے حمام مین چلا جائے اسلیے کہ منکر کا دیکھنا جائز نہین اور تصویر کے بگاڑنے مین اتنا کافی ہی کہ اُسکو بدشکل کردے اور چہرہ بگاڑ دے ساری کا بگاڑنا ضرور نہین اور جاندار کی تصویرون کے سوا اگر درختون اور گل بوٹون کے نقوش ہون تو اُنسے منع نکرے اور ایک منکر برہنگی کا کھولنا اور اُسکو دیکھنا ہی ازانجملہ یہ ہی کہ حمامی ران اور زیرناف کو کھول کر میل دور کرتا ہی بلکہ تہمد کے نیچے ہاتھ ڈالتا ہی اور یہ اسوجہ سے منکر ہی کہ دوسرے کی برہنگی کو چھونا حرام ہی جیسے اُسکا دیکھنا حرام ہی اور ازانجملہ ملنے والے کے سامنے پیٹ لیٹنا ہی تاکہ وہ ران اور سرین دابے تو یہ امر مکروہ ہی گو حائل کے ساتھ ہو مگر حرام اُسوقت ہوگا کہ اس حرکت سے خوف شہوت ہو - اور یہی حال ذمی پچھنے لگانے والے کے سامنے برہنگی کھولنے کا ہی کیونکہ مسلمان عورت کو جائز نہین کہ اپنے بدن کو ذمی عورت کے سامنے حمام مین کھولے تو مردون کو کیسے برہنگی کا کھولنا درست ہوگا - اور ایک منکر یہ ہی کہ ناپاک ہاتھ اور برتن تھوڑے سے پانی مین ڈبونے اور لنگی اور ناپاک طشت کو حوض مین دھونا جسکا پانی تھوڑا ہوتا ہو کہ یہ حرکت پانی کو نجس کرتی ہی مگر امام مالک کے مذہب مین پانی ناپاک نہین ہوتا تو اگر حمام مین کوئی مالکی ہو تو اُسکو منع نہ کرنا چاہیے اور حنفی اور شافعی ایسا کرین تو اُنکو منع کرنا چاہیے اور اگر حمام مین شافعی اور مالکی جمع ہون تو شافعی کو مالکی کا منع کرنا اس حرکت سے نہ چاہیے ہان نرمی اور التماس کی طرح یہ اُس سے یہ کہے کہ ہمکو اول ہاتھ دھوکر پانی مین ڈبونا ہوتا ہی اور بغیر اسکی حاجت نہین اور نہ اسکی ضرورت ہی کہ خواہ مخواہ آپ ہمکو ایذا دین اور ہماری طہارت کے مخل ہون اگر آپ اپنے عمدہ سے ہمارے طور پر کاربند ہون تو آپ کا کچھ نقصان نہین اور ہمارا فائدہ ہی یا کوئی اور بات ایسی ہی کہے جسمین مالکی راضی ہو کر پانی کو ناپاک کرنے سے ورنہ مختلف فیہ مسائل مین حسبت دباؤ سے نہین ہوسکتی - اور ایک منکر یہ ہی کہ حمام کے دروازون کی راہ مین یا پانی آنے کے رستہ مین ایک پتھر

پھلنا پھسلانا لگا رہتا ہے کہ نا واقف اُس پر سے پھسلا کرتے ہیں تو اُسکا اُکھاڑنا اور دُور کر دینا واجب ہے اور اگر حمامی اُس سے غفلت کرے تو اُسکو منع کرنا چاہیے کیونکہ اُس سے گرنے کی نوبت ہوتی ہے اور گرنے سے احتمال ہے کہ کوئی عضو ٹوٹ جائے یا اپنے مقام سے سرک جائے اسلیے اُسکا دُور کر دینا ضروری ہے۔ اِسی طرح بیری کے پتّون اور صابن کا زمین حمام پر چھوڑ دینا منکر ہے اور جو کوئی اُسکو چھوڑ کر نکل آئے اور اُسپر کوئی شخص پھسل کر گر پڑے اور اُسکا کوئی عضو ٹوٹ جائے تو اگر وہ پھسلن ایسی جگہ ہو کہ معلوم نہوتی ہو اور اُس سے بچنا دشوار ہو تو تاوان میں اختلاف ہے کہ اُس شخص پر ہوگا جو صابن وغیرہ چھوڑ آیا تھا یا حمامی پر جسکو حمام کا صاف رکھنا لازم ہے اور قیاس اسکا مقتضی ہے کہ پہلے روز تو چھوڑنے والے پر ہو اور دوسرے روز حمامی پر ہو کیونکہ عادت یون ہے کہ حمام کو ہر روز صاف کر دیا کرتے ہیں اور اگر دستور حمام کی صفائی میں اور کچھ ہو تو اُسی کا اعتبار کیا جائیگا اور حمام میں اور امور بھی مکروہ ہیں جنکو ہمنے باب الطہارۃ میں ذکر کیا ہے طول کی جہت سے یہان نہیں لکھتے جسکو منظور ہو وہان دیکھ لے

ضیافت کے منکرات یہ ہیں کہ مردون کے لیے حریر کا فرش حرام ہے اسی طرح بخور سلگانا چاندی اور سونے کی انگیٹھیون میں یا پانی پینا اور گلاب چھڑکنا نقرہ اور طلا کے برتنون میں یا اُنمین جنکے سر زر و سیم کے ہون سب منکر ہیں اور ایک منکر یہ ہے کہ پردے یا تصویرات لٹکائے جاوین اور ایک یہ ہے کہ تار کے باجے بجتے ہون یا رنڈیان گاتی ہون۔ اور ایک یہ ہے کہ عورتین چھتون پر مردون کے دیکھنے کو جمع ہون اور مردون مین وہ جوان بھی ہون جنسے فتنون کا خوف ہو تو یہ سب باتین ممنوع اور منکر ہیں انکا دُور کرنا واجب ہے اور جو کوئی دُور کرنے سے عاجز ہو اُسکو وہان بیٹھنا جائز نہیں باہر نکل آنا لازم ہے اسلیے کہ منکرات دیکھنے کے لیے بیٹھنے کی اجازت نہیں اور جو تصویرین کہ تکیون اور بچھونون پر ہون وہ منکر نہیں اور ایسا ہی جو رکابی پیالون پر ہون اور جو برتن کہ بصورت جانور بنائے گئے ہون جیسے بعض انگیٹھیون کے سر پرندون کی صورت کے ہوتے ہیں تو وہ حرام ہیں بمقدار تصویر کا اُس برتن سے توڑ دینا واجب ہے اور چھوٹی سرمہ دانی جو چاندی کی ہو اُسمین اختلاف ہے امام احمد حنبل رح ضیافت میں سے چاندی کی سرمہ دانی دیکھکر باہر چلے گئے تھے۔ اور جب کھانا حرام ہو یا جگہ مغصوب ہو یا فرش حرام ہو تو یہ امور بہت سخت منکر ہیں۔ اور اگر ضیافت میں ایسا شخص ہو کہ وہ تنہا شراب پیتا ہو تو ایسی ضیافت میں نہ جانا چاہیے اسلیے کہ شراب کی مجلسون میں جانا حلال نہیں گو خود نہ پیوے اور بحالت فسق میں فاسق کے پاس بیٹھنا درست نہیں اختلاف ہے تو اسمین ہے کہ اُسکا مصاحبت کے بعد بھی اُسکے پاس بیٹھنا جائز ہے کہ نہیں یا اُس سے بغض فی اللہ رکھنا اور ترک ملاقات واجب ہے یا نہیں چنانچہ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کے باب میں ہم اِس اختلاف کو ذکر کر چکے ہیں۔ اسی طرح اگر ضیافت کے مجمع میں کوئی شخص حریر پوش یا سونے کی انگوٹھی پہنے ہو تو وہ فاسق ہے بدون ضرورت اُسکے پاس بیٹھنا جائز نہیں اور اگر ریشمی کپڑا کوئی نابالغ لڑکا پہنے ہو تو اسمین اختلاف ہے اور صحیح یہی ہے کہ یہ امر منکر ہے اُسکو اُسکے بدن سے اُتار دینا واجب ہے بشرطیکہ تمیز دار ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہٰذان حرامان علیٰ ذکور امتی۔ عام ہے اسمین کچھ بالغون کی قید نہیں علاوہ ازین لڑکے کو شراب پینے سے منع کرنا واجب ہے تو وہ اِس نظر سے نہیں کہ لڑکا بالغ ہے بلکہ وجہ منع کی یہ ہے کہ شراب کا عادی نہو ورنہ بالغ ہو کر شراب سے صبر کرنا دشوار ہوگا اسی طرح اگر حریر اِس عمر میں پہنیگا تو گویا فساد کا بیج اُسکے سینہ میں بو جائیگا اور اُس سے اشتیاق کا درخت اُسکے سینہ میں جم جائیگا کہ پھر اُسکا قلع و قمع کرنا دشوار ہوگا اسی لیے اسکو عادت ریشمی کی ڈالنی نہ چاہیے تاکہ عادی ہونے سے اشتیاق نہ بڑھے لیکن جو لڑکا تمیز نہ رکھتا ہو وہ اگر ریشمی کپڑا پہنے ہو تو یہ وجہ حرمت کی اُسکے حق میں ضعیف ہے کہ ابھی وہ کچھ اشتیاق سے سمجھتا ہی نہیں مگر احتمال حرمت عموم حدیث کا اسمین بھی ہے واللہ اعلم۔ اور دیوانہ کا حکم بے تمیز لڑکے کا سا ہے ہان سونے اور حریر سے عورتون کو زینت کرنی بدون اسراف کے درست ہے اور ہمارے نزدیک لڑکی کے کان چھیدنے یا بالیان پہننے کے لیے جائز نہیں اسلیے کہ اسمین زخم ایذا دہندہ کرنا ہوتا ہے اور ایسے زخم سے قصاص لازم آتا ہے تو بدون حاجت ضروری کے جائز نہوگا جیسے فصد کھولنا اور پچھنے لگانا اور ختنہ کرنا کہ بدون ضرورت نہیں ہوتے اور بالیون کی زینت کچھ بہت ضروری نہیں بلکہ جو بدن سے اگر باندھ کر کان میں اوپر سے لٹکا دیے جاوین

کان کی زینت کو کافی ہین اور دوسرے زیور شل ہنگنی یا چھل یا کنگن کیا تھوڑے ہین جو بالیون کی حاجت ہو تو بالیون کے لیے کان چھیدنا اگرچہ عادت ہو رہی ہی مگر حرام ہی اور اس سے منع کرنا واجب ہی اور اُسپر اجرت لینی درست نہین بلکہ اُجرت مذکور حرام ہی ہان اگر کان چھیدنے کی اجازت شریعت سے منقول ہو تو مضائقہ نہین اور ہمکو اس باب مین کوئی رخصت اب تک نہین پہونچی - اور ایک منکر ضیافت مین یہ ہی کہ اُس مجمع مین کوئی بدعتی اپنی بدعت کے باب مین تقریر کرتا ہو تو وہان ایسے شخص کو جانا جائز ہی جو اُسکے جواب دینے پر قادر ہو اور اسی ارادہ سے جاوے اور اگر جواب دینے پر قادر نہو اور بدعتی بھی اپنی بدعت کے باب مین گفتگو نہ کرے تو اسطرح جانا جائز ہی کہ بدعتی سے نفرت اور اعراض ظاہر کرے جیسا کہ ہمنے بغض فی اللہ مین لکھا ہی - اور اگر ضیافت مین کوئی مسخرہ ہو کہ کہانیان اور عجائبات کہکر ہنسایا کرتا ہو تو اگر ہنسی کی باتون مین وہ فحش بکتا ہو اور گالیان اور جھوٹ کہتا ہو تو اُس مجلس مین جانا جائز نہین اور اگر جاوے تو اُسکو اس قسم کی باتون سے منع کرے اور اگر اُسکی باتین ہنسی کی ہون مگر اُنمین جھوٹ اور فحش نہو تو اُنکا سننا مباح ہی بشرطیکہ کبھی کبھی کمتر ہو اور اُسکو اپنا پیشہ یا عادت بنا لینا مباح نہین اور جس جھوٹ مین جھوٹ ہونا ظاہر ہو اور اُس سے غرض دغابازی اور دھوکا دینا نہو تو وہ منکرات مین داخل نہین جیسے کوئی یون کہے کہ آج مین نے تمکو سو دفعہ تلاش کیا یا تم سے ہزار دفعہ یون کہدیا ہی یا اور اسطرح کے جملے جنسے حقیقی معنی مقصود نہون تو ایسے جملے آدمی کی عدالت کے مخل نہین ہوتے اور نہ اُنسے شہادت نامقبول ہو اور باب آفات زبان جلد سوم مین تعریف مباح ہنسی اور مباح جھوٹ کی عنقریب مذکور ہوگی - اور ضیافت کا منکر ایک یہ ہی کہ کھانے مین اسراف کیا جاوے اور یہی حال عمارت اور مال مین اسراف کرنے کا ہی بلکہ مال مین اسراف کے سوا مال کا ضائع کرنا بھی ہی کہ ضائع کرنا اُسی کو کہتے ہین کہ مال کو بدون کسی فائدہ معتد بہ کے کھو دے مثلاً کپڑے جلانا یا پھاڑ ڈالنا یا مکان گرا دینا یا مال کو دریا مین پھینک دینا اور یہی حال ہی نوحہ کرنے والے اور مغنی کو دینے کا اور دوسرے منکرات مین صرف کرنے کا اسلیے کہ یہ فوائد شرعاً حرام ہین تو گویا معدوم ہی ہین باقی رہا اسراف تو یہ لفظ عام ہی کبھی تو نوحہ کرنے والے اور مغنی اور دوسری خرابیون مین صرف کرنے کو اسراف کہتے ہین اور کبھی مباحات مین مال لگانے کو اسراف بولتے ہین بشرطیکہ صرف مبالغہ کے ساتھ ہو اور مبالغہ کا حکم لوگون کے حال کی نظر سے جدا جدا ہی بعض صورتون مین منع اسراف سے واجب ہوگا مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص کے پاس سو روپے ہین اور عیال و اطفال رکھتا ہی اور کوئی معیشت ان روپیون کے سوا اُسکے لیے نہین ہی اگر وہ شخص اُن روپیون کو ایک ولیمہ مین اُٹھا ڈالے تو وہ مسرف اور فضول خرچ ہی اُسکو اس حرکت سے منع کرنا واجب ہی اللہ تعالی فرماتا ہی ولا تبسطها کل البسط فتقعد ملوما محسورا یہ آیت مدینہ منورہ مین اُس شخص کے باب مین اُتری جسنے اپنا مال سب تقسیم کردیا اور اپنے عیال کے لیے کچھ نہ چھوڑا اور جب اُنھون نے خرچ مانگا تو کچھ نہ دے سکا اور نیز دوسری آیت مین ارشاد ہی ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین اور اسی طرح فرمایا والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما تو جو شخص ایسا اسراف کرے اُسکو منع کرنا چاہیے اور قاضی پر واجب ہی کہ اُس شخص کو مال مین تصرف کرنے سے روک دے ہان اگر آدمی تنہا ہو اور توکل مین نہایت قوت راسخہ رکھتا ہو تو اُسکو جائز ہی کہ اپنا سب مال امور خیر مین اُٹھا ڈالے اور جو شخص عیال دار ہو یا توکل سے عاجز ہو تو اُسکو جائز نہین کہ اپنا سب مال خرچ کردے اسی طرح اگر کوئی اپنا بالکل مال دیوارون کی گلکاری اور عمارت کی زینت مین خرچ کر دے تو یہ خرچ بھی اسراف حرام ہی لیکن جسکے پاس مال بہت ہی اُسکو گلکاری اور آرایش حرام نہین اسلیے کہ آرایش بھی ایک غرض صحیح ہی اور ہمیشہ سے مسجدون کی چھت اور دروازون پر نقش و نگار ہوتے آئے ہین باوجودیکہ چھت اور دروازہ کے نقش سے کوئی فائدہ بجز زینت کے نہین ہی اسی طرح مکانات کے نقش و نگار کا حکم سمجھنا چاہیے اور کپڑون اور کھانون کے تجمل مین بھی یہی حکم ہی کہ وہ بذات خود مباح ہی مگر کم مایہ آدمی کے حق مین اسراف ہو جاتا ہی اور اہل دولت کے حق مین مباح اور اسطرح کے منکرات بیشمار ہین جنکا حصر ممکن نہین تو انھین پر مضامین

اور قاضیوں کے محکموں اور سلاطین کے درباروں اور علما کے مدارس اور صوفیہ کی خانقاہوں اور بازاروں کی سراؤں کو قیاس کر لو کہ انہیں سے کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں منکر مکروہ یا ممنوع نہو اور چونکہ سب منکرات کی تفصیل اس بات کو چاہتی ہے کہ شرع کی تفصیل تمام اصول و فروع کی کیجائے اسی لیے ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں کہ زیادہ طول نہو ۔ منکرات عامہ واضح ہو کہ اس وقت میں جو شخص اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہے کہیں نہ کہیں اس نواح سے منکر سے خالی نہیں کہ لوگوں کو بتانے اور سکھانے اور معروف کی ترغیب دینے سے پہلو تہی کرتا ہے کیونکہ اکثر لوگ شہروں میں نماز کی شرطوں سے ناواقف ہیں گانوں اور جنگلوں میں تو کیسے ہونگے اور انہیں ناواقفوں میں سے اعراب اور کرد اور ترکمان اور دوسرے لوگ ہیں اور یہ واجب ہے کہ شہر کے ہر محلہ اور مسجد میں ایک عالم ہو کہ لوگوں کو دین کی باتیں سکھائے اور اسی طرح ہر گانوں میں ایک عالم کا ہونا واجب ہے اور جو عالم کہ اپنے فرض عین سے فارغ ہو چکا ہے اور فرض کفایہ کی اسکو فرصت حاصل ہے اسپر واجب ہے کہ جو لوگ اسکے شہر کے گرد و نواح میں رہتے ہوں انکے پاس جائے اور انکو دین کی باتیں اور شریعت کے فرض سکھلائے اور اپنا زاد ساتھ لیجائے انہیں میں سے کھائے ان ناواقفوں کے کھانے نہ کھائے کہ وہ اکثر غصب ہوتے ہیں اور گرد و نواح کے گانوں کو اگر ایک سکھانے والا بھی چلا جائیگا تو باقی علما کے ذمہ سے حرج ساقط ہو جائیگا ورنہ سب کے ذمہ وبال رہیگا عالم کے ذمہ تو اسلیے کہ اسنے باہر نکل کر انکو تعلیم نہ کی اور ناواقفوں پر اسلیے کہ انہوں نے سیکھنے میں قصور کیا اور جو عامی شخص نماز کی شرطیں جان جائے اسپر واجب ہے کہ وہ دوسرے کو سکھلائے ورنہ گناہ میں وہ بھی شریک رہیگا اور یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی شخص ماں کے پیٹ سے شریعت کا عالم نہیں پیدا ہوتا بلکہ علم والوں پر یہی احکام شریعت کا پہونچا دینا واجب ہوتا ہے تو جسکو ایک مسئلہ بھی آجائیگا وہ بھی اسکا عالم کہلائیگا اور اسمیں بھی شک نہیں کہ علما کا گناہ زیادہ ہوگا اسلیے کہ انکو طاقت سکھلانے اور بتلانے کی زیادہ ہے اور بتلانا علما ہی پر پہنچتا ہے کیونکہ اہل حرفہ اگر اپنے حرفوں کو چھوڑ کر اس کام میں مصروف ہوں تو معیشت کا کارخانہ بیکار ہو جائے انہوں نے تو وہ کام اپنے ذمہ رکھا ہے جسکی ضرورت خلق کی بہتری میں ہے اور عالم کی شان اور اسکا پیشہ یہی ہے کہ جو کچھ اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہونچا ہے وہ دوسروں کو پہونچا دے کہ علما ہی وارث انبیا ہیں اور کسی شخص کو اپنے گھر میں اس عذر سے بیٹھ رہنا اور مسجد میں نہ آنا جائز نہیں کہ لوگ نماز اچھی طرح نہیں پڑھتے بلکہ جب اسکو یہ حال معلوم ہو تو اسپر باہر نکلنا سکھانے اور منع کرنے کے لیے واجب ہے۔ اسی طرح جس شخص کو یقین ہو کہ بازار میں کوئی منکر ہمیشہ یا ایک وقت معین میں ہوتا ہے اور وہ اسکے دور کرنے پر قادر ہو تو اسکو جائز نہیں کہ گھر میں بیٹھ رہے اور اس منکر کو دور نہ کرے بلکہ اسکو نکلنا لازم ہے اور اگر سب منکر کو دور نہیں کر سکتا مگر بعض کو دور کر سکتا ہے اور منکر کے دیکھنے سے محترز ہے تب بھی اسکو نکلنا لازم ہے اسلیے کہ جب نکلنا اسوجہ سے ہوگا کہ جتنی برائی کو دور کر سکتا ہے اسقدر کو دور کر دے تو جسکو دور نہیں کر سکتا اسکے دیکھنے سے کچھ ضرر نہیں کیونکہ منع اس صورت میں ہوتا ہے کہ بدوں کسی غرض صحیح کے دیکھے ۔ حاصل یہ ہے مسلمان کو ضرور ہے کہ اول اپنے نفس کی اصلاح فرائض پر مواظبت اور محرمات کو چھوڑنے سے کرے پھر اپنی اصلاح کے بعد گھر والوں کو یہ باتیں تعلیم کرے اور انسے فارغ ہونے کے بعد ہمسایوں کو پھر محلہ والوں کو پھر شہر والوں کو پھر شہر کے گرد نواح والوں کو پھر جنگلیوں کو اور اسیطرح دنیا کی انتہا تک پھر اگر اس کام کو پاس کے لوگ بجا لائینگے تو دور والوں پر سے تعلیم ساقط ہو جائیگی ورنہ جنکو تعلیم پر قدرت ہوگی سب گناہگار ہونگے خواہ قریب کے ہوں یا بعید کے اور جب تک روے زمین پر بالفرض ایک شخص بھی جاہل کسی دینی فرض سے رہیگا اور عالم کو قدرت ہوگی کہ خود جاکر اسکو سکھلا دے یا دوسرے کے ذریعہ سے واقف کرا دے تب تک یہ حرج ساقط نہوگا اور یہ کام نہایت ضروری ہے اس شخص کے حق میں جسکو دین کی فکر ہو اور تمام اپنی اوقات ان تفریعات عجیبہ اور دقائق علوم کے تعلق میں مصروف کر رکھے ہوں جو فرض کفایہ ہیں اور اس کام

بڑھکر یا تو فرض عین ہے یا اور کوئی فرض کفایہ جو اس سے زیادہ اہم ہے ۔

چوتھی فصل امراء و سلاطین کو امر بالمعروف اور نہی منکر کرنے کے بیان میں ۔ ہمنے اول امر بالمعروف کے درجات بیان کر دیے ہیں کہ سب سے اول آگاہ کرنا ہے پھر نصیحت پھر زبان سے سخت کہنا پھر زبردستی منع کرنا اور زد و کوب اور سزا سے حق بات کا پابند کرنا ان مراتب میں سے

بادشاہون کے ساتھ اول کے دو مرتبے جائز ہین یعنی آگاہ کرنا اور نصیحت اور جو تھا مرتبہ یعنی زبردستی منع کرنا رعیت کو بادشاہ کے ساتھ جائز نہین
اسلیے کہ اس سے فساد اور شر برپا ہوگا نیکی برباد گناہ لازم آئیگا باقی رہا تیسرا مرتبہ یعنی درشت کلامی جیسے سلطان کو یون کہنا کہ او ظالم یا او وہ شخص
کہ خدا تعالی سے نہین ڈرتا یا اور اسی قسم کے الفاظ تو اسمے اگر فساد اور خرابی ایسی ہو کہ دوسرے لوگون کو اسکا ضرر پہونچے تب تو ایسا کہنا جائز
نہین اور اگر صرف کہنے والے ہی کی جان کو اسکا ضرر ہو تب جائز بلکہ مستحب ہے کیونکہ اکابر سلف کا دستور تھا کہ اپنی جان خطرہ مین ڈالتے تھے
اور انکار ظاہر طور کرتے تھے اسکی پروا نہین کہ جان جاتی اور طرح طرح کے مصائب اور عذاب احتساب کے لیے سہتے تھے اس لحاظ سے
کہ انکو معلوم تھا کہ اگر احتساب مین مارے جاینگے تو شہید ہونگے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیر الشہداء حمزۃ بن عبد المطلب
ثم رجل قام الی امام فامرہ ونہاہ فی ذات اللہ تعالی فقتلہ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا افضل الجہاد کلمۃ الحق عند سلطان جابر اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی کی تعریف مین ارشاد فرمایا کہ شجاع لوہے کی سری ہے اللہ تعالی کے باب مین اسکو کسی ملامت کرنیوالے
کی ملامت اثر نہین کرتی حق گوئی نے اسکا یہ حال کر دیا ہے کہ اسکا کوئی دوست نہین جیسے ہندی کی مثل ہے (سچی بات کہیں کہنے سے ہر جی سے
اترا رہے) اور جب دین مین پختہ لوگون نے معلوم کیا کہ کلام مین سے بہتر وہ کلمہ حق ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے کہا جاوے اور یہ کہ اگر کہنیوالا
اس حق گوئی کے عوض مین مارا جائیگا تو شہید ہوگا جیسے حدیث مین وارد ہے تو انھون نے اس امر پر جرأت کی اور اپنی موت دل مین ٹھان لی
اور طرح طرح کے عذاب اٹھائے اور رضائے الٰہی کے لیے انپر صبر کیا اور اپنی جان نثاری کے عوض اسکو اللہ تعالی سے طالب ہوئے اور
سلاطین کو نصیحت کرنے اور امر معروف اور نہی منکر کرنے کا طور وہی ہے جو سلف کے علما سے منقول ہے اور باب الحلال و الحرام مین سلاطین کے یہان
جانے کے بیان مین کسی قدر ہم لکھ آئے ہین اب یہان ان حکایات پر اکتفا کرتے ہین جنسے وعظ کی صورت اور سلاطین پر امرا انکار کرنے
کی کیفیت معلوم ہو ان حکایات مین سے ایک حضرت صدیق اکبر رض کا منع فرمانا ہے اکابر قریش کو جب انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی ایذا کا قصد کیا اور اس حکایت کو عروہ رض نے یون بیان کیا ہے کہ مین نے عبد اللہ بن عمرو سے کہا کہ قریش کے لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ کھلی عداوت کرتے تھے اسمین آپکو جو تکلیفین انھون نے دی ہین انمین سب سے زیادہ تمنے کونسی دیکھی ہے انھون نے فرمایا کہ مین
قریش کے پاس ایک روز گیا اور وہ حطیم کعبہ مین جمع تھے انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا اور کہا کہ جتنا صبر ہمنے اس
شخص سے کیا ایسا کبھی نہین دیکھا کہ ہمارے عاقلون کو بیوقوف کہا اور بزرگون کو گالیان دین اور ہمارے دین کو برا کہا اور جماعت کو
ابتر کر دیا اور ہمارے معبودون کو سخت سست سنایا ہمنے بڑی بڑی باتون پر صبر کیا یا اور کچھ انھون نے ذکر کیا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اتنے مین
انکے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور چلے آئے یہان تک کہ حجر اسود کو بوسہ دیا پھر خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے انکے
پاس کو گذرے جب آپ انکے پاس ہوئے تو انھون نے کچھ آوازہ پھینکا کہ اسکا اثر مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر پایا
پھر آپ طواف کرتے رہے جب دوسرے پھیرے مین انپر گذرے تو پھر قریش نے ویسا ہی کلمہ کہا اور مین نے آپکے چہرہ مبارک پر اسکا اثر
پایا پھر آپ چلے گئے اور تیسرے پھیرے مین انکے پاس کو نکلے تو پھر انھون نے ویسا ہی آوازہ پھینکا یہان تک کہ آپ کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ
سنتے ہو اے گروہ قریش قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ مین محمد کی جان ہے مین تمہارے لیے ذبح لایا ہون (یعنی وہ دین کہ تمکو بکری کی طرح کاٹ دیگا)
یہ سنکر سب نے گردنین نیچی کرلین اور ایسے چپ ہوئے گویا ہر شخص کے سر پر کوئی پرند بیٹھا ہے اور اس کلمہ نے وہ اثر کیا کہ جو شخص سب سے زیادہ درشتی سے
آپکی ایذا پر دیتا تھا وہی جو لفظ کہ بہتر سے بہتر اسکو ملا اس سے آپکی تسکین کرنے لگا اور کہنے لگا کہ اے ابو القاسم آپ بخیر تشریف لیجائیے
کہ بخدا آپ نادان نہین غرضکہ آپ تشریف لیگئے جب دوسرا روز ہوا تو پھر حطیم مین جمع ہوئے اور مین انکے ساتھ تھا اور آپس مین کہنے لگے
کہ تمکو یاد ہے جو کچھ تمسے اس شخص کو پہونچا اور جو اس سے تمکو یہان تک کہ جب علانیہ تم سے وہ باتین کین جنکو تم برا جانتے تھے تمنے اسکو چھوڑ دیا

وہ ابھی ذکر ہی میں تھے کہ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمودار ہوئے پس سب کے سب نے آپ پر یکبارگی جست کی اور چاروں طرف سے آپکو گھیر لیا اور کہا کہ تم ہی ایسا کہتے ہو تم ہی ایسا فرماتے ہو وہ باتیں نقل کرتے تھے جنکو اپنے معبودوں اور دین کی برائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سنا تھا آپ انکا جواب ارشاد فرماتے تھے کہ ہاں میں ہی ایسا کہتا ہوں پھر تو میں نے دیکھا کہ قریش کے ایک آدمی نے آپ کی تمام چادر پکڑ کر گھسیٹا اور حضرت صدیق اکبر رض آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر روتے تھے اور کہتے تھے کہ خرابی ہو تمہاری کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پس قریش آپ کو چھوڑ کر چلے گئے اور میں نے نہیں دیکھا کہ قریش نے اس سے زیادہ تکلیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی پہنچائی ہو اور ایک دوسری روایت میں حضرت ابن عمر رض سے اسطرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحن کعبہ میں تھے کہ اتنے میں عقبہ بن ابی معیط آیا اور اسنے شانہ مبارک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا پکڑ کر اپنا کپڑا آپ کے گلے میں ڈالکر زور سے گلا گھونٹا پس حضرت ابو بکر رض تشریف لائے اور انہوں نے اسکا شانہ پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سے ہٹایا اور فرمایا اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینات من ربکم۔ اور مروی ہے کہ حضرت معاویہ رض نے مسلمانوں کی عطا کو روک لیا تھا ایک روز وہ خطبہ پڑھتے تھے کہ ابو مسلم خولانی انکے سامنے کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے معاویہ یہ مال جو تمنے روکا ہے نہ تو تمہاری محنت کا ہے نہ تمہارے باپ کی محنت کا نہ تمہاری ماں کی محنت کا حضرت معاویہ کو غصہ آیا اور منبر پر سے اتر انکی آنکھوں سے غائب ہو گئے اور کہہ گئے کہ ایسے ہی بیٹھے رہو ایک ساعت کے بعد آپ نہا کر نکلے اور فرمایا کہ ابو مسلم نے مجھ سے ایسی بات کی کہ جس سے مجھکو غصہ آگیا اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور آگ پانی ہی سے بجھائی جاتی ہے تو جب تم میں سے کوئی غصہ ہو تو غسل کر ڈالے اور میں اندر جا کر نہا آیا اور اب کہتا ہوں کہ ابو مسلم نے درست کہا کہ وہ مال نہ میری محنت کا ہے نہ میرے باپ کی مشقت کا سو آؤ اور اپنی عطا پا لیجاؤ۔ اور ضبہ بن محصن عنزی کہتے ہیں کہ بصرہ میں ہمارے حاکم حضرت ابو موسی اشعری رض تھے انکا دستور تھا کہ جب خطبہ پڑھتے تو اللہ تعالی کی حمد و ثنا کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے پھر حضرت عمر فاروق رض کے لیے دعا کرتے تھے مجکو انکا یہ فعل برا معلوم ہوا میں کھڑا ہو گیا اور انسے کہا کہ تمکو خلیفہ اول کا خیال نہیں تم حضرت فاروق رض کو انپر فضیلت دیتے ہو انہوں نے چند جمعہ ایسا کیا پھر حضرت عمر رض کی خدمت میں میری شکایت لکھ بھیجی کہ ضبہ بن محصن اثناء خطبہ میں میرا مزاحم ہوتا ہے حضرت فاروق رض نے انکو لکھا کہ اسکو ہمارے پاس بھیجدو انہوں نے مجکو آپکے پاس روانہ کیا جب میں مدینہ منورہ میں پہونچا تو آپکے دروازہ پر دستک دی آپ باہر تشریف لائے اور پوچھا کہ تو کون ہے میں نے کہا کہ ضبہ بن محصن عنزی ہوں آپ نے مجکو فرمایا کہ نہ مرحبا ہے نہ اہل میں نے عرض کیا کہ مرحبا تو خدا کی طرف سے ہے اور اہل کا حال یہ ہے کہ میں اہل اور مال دونوں نہیں رکھتا مگر یہ فرمایئے کہ آپ نے جو مجکو میرے شہر سے بدون کسی خطا یا تقصیر کے بلا لیا یہ کس وجہ سے آپ نے جائز سمجھا آپ نے فرمایا کہ تجھ میں اور ہمارے عامل میں کیا جھگڑا ہے میں نے کہا اسکا حال میں اب آپ سے کہے دیتا ہوں کہ انکا دستور یہ تھا کہ جب خطبہ پڑھتے تو خدا تعالی کی حمد و ثنا کرکے درود پڑھتے پھر آپ کے لیے دعا مانگنے لگتے مجکو انکی اس حرکت پر غصہ آیا میں سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا کہ تمکو صدیق اکبر رض کا دھیان نہیں کہ حضرت عمر رض کو فضیلت دیتے ہو انہوں نے کئی جمعہ ایسا ہی کیا پھر آپ کی خدمت میں میری شکایت لکھ بھیجی حضرت عمر فاروق رض یہ حال سنکر بے اختیار رونے لگے اور کہتے تھے کہ بخدا تو ہمارے عامل کی بہ نسبت زیادہ توفیق یافتہ اور راہ یاب ہے پھر فرمایا کہ بھلا تو میرا قصور معاف کر دیگا خدا سے تعالی تیرا قصور معاف کرے میں نے عرض کیا کہ تمکو خدا سے تعالی معاف کرے یا امیر المومنین پھر آپ بے اختیار رونے لگے اور کہنے لگے کہ بخدا ابو بکر صدیق رض کا ایک روز و شب عمر رض اور آل عمر رض سے بہتر ہے کیا میں تجھ سے اس رات اور دن کو کہدوں میں نے عرض کیا کہ بہتر آپ نے فرمایا کہ صدیق رض کی رات تو وہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے نکلنا اور مشرکوں کی ایذا سے بچنا چاہا تو آپ رات کے وقت نکلے اور حضرت صدیق رض آپ کے ساتھ ہو کے راہ میں کبھی تو آپ کے آگے چلتے تھے اور کبھی پیچھے اور گاہ داہنے اور گاہ بائیں آنحضرت صلعم

انکو فرمایا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا بات ہے میں تو نہیں جانتا کہ تمنے کبھی ایسا کیا ہو آپنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میں یاد کرتا ہون کہ کوئی گھات میں نہ بیٹھا ہو تو آپ کے آگے ہو جاتا ہون اور جو دوڑ کو خیال کرتا ہون تو پیچھے ہو جاتا ہون اور دہنے بائیں بھی آپ کی حفاظت کے لیے ہوتا ہون کہ مجکو آپ کی طرف سے خوف لگا ہوا ہے غرضکہ رات بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاے مبارک کی انگلیون کے بل چلے یہانتک کہ وہ گھس گئین جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی انگلیون کا یہ حال دیکھا تو آپ کو اپنے شانہ پر بٹھلا کر دوڑے یہانتک کہ جبل ثور کے غار پر پہونچکر آپ کو اتارا اور عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا آپ اسمین نہ جائیے جب تک مین نہ گھس لون کیونکہ اگر کوئی چیز اسمین ہے تو اسکا ضرر مجکو ہو آپ کو نہو یہ کہکر حضرت صدیق رض غار کے اندر گئے اور جب انہین کچھ نہ دیکھا تو آنحضرت صلعم کو اٹھا کر اسکے اندر لے گئے اور غار مین کچھ درار تھی جسمین سانپ اور بچھو تھے حضرت صدیق رض نے اسمین اپنا پانون دے دیا اس ڈر سے کہ کہین کوئی چیز اسمین سے نکلکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہ دے انکو ایک سانپ نے کاٹ لیا آپ کے آنسو درد کے مارے دونون رخسارون پر جاری تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو ارشاد فرماتے تھے اے ابوبکر لاتحزن ان اللہ معنا یعنی غم مت کرو کہ اللہ تعالی ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ تعالی نے حضرت صدیق کے لیے تسکین اتاری یہ تو انکی رات کا حال ہے اور انکا دن وہ ہے جس روز کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تو عرب کے لوگ مرتد ہو گئے اور بعضون نے کہا کہ ہم نماز تو پڑھینگے مگر زکوۃ نہ دینگے حضرت صدیق رض نے انپر جہاد کا قصد کیا مین انکی خدمت مین گیا کہ حتی الوسع نصیحت کرونگا مین نے کہا کہ اے نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ لوگون پر جائیے اور انکے ساتھ نرمی کیجیے آپ نے مجکو فرمایا کہ تعجب ہے کہ کفر مین تم اتنے سخت تھے اور اسلام مین اتنے ڈھیلے ہو گئے ہین انکو کس وجہ سے پرچاؤن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماے رفیق اعلی ہو گئے اور وحی اٹھ گئی بخدا کہ اگر لوگ مجکو ایک رسی سے بھی انکار کرینگے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو مین انسے جہاد کرونگا غرضکہ ہمنے انکے ساتھ ہو کر جہاد کیا تو معلوم ہوا کہ بخدا وہ راہ یاب تھے اور اس باب مین انہین کی تجویز ٹھیک تھی یہ حضرت صدیق رض کے دن کا حال ہے پھر حضرت فاروق رض نے حضرت ابوموسی اشعری رض کو ملامت لکھ بھیجی کہ تم ایسا کیون کرتے ہو وغیرہ تمہارا ہی ہے - اور اصمعی کہتے ہین کہ جن دنون عبد الملک بن مروان اپنی حکومت مین حج کو آیا تو مکہ مین تخت پر بیٹھا اور گرد اسکے ہر قبیلہ کے اشراف جمع ہوے اسوقت عطاء بن ابی رباح اسکے پاس تشریف لے گئے عبد الملک دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور انکو اپنے پاس تخت پر بٹھلایا اور آپ انکے سامنے بیٹھکر عرض کیا کہ آپنے کیون قدم رنجہ فرمایا انہون نے فرمایا کہ اے امیر المومنین خداے تعالی کے حرم اور اسکے رسول کے حرم کے باب مین اللہ تعالی سے ڈرتے رہنا اور انکی آبادی کے خبرگیران رہنا اور مہاجرین اور انصار کی اولاد کے باب مین خوف خدا رکھنا کہ تم تخت پر انہین کی بدولت بیٹھے ہو اور جو لوگ مسلمانون مین سے دار الاسلام کی حدود پر کفار کے منع اور روکنے کو متعین ہین انکے باب مین خوف خدا رکھنا اور مسلمانون کے معاملات کا ہوشیار رہنا کہ انکی باز پرس خاص تجھسے ہوگی اور جو لوگ تمہارے دروازہ پر آوین انکے باب مین اللہ تعالی سے ڈرنا کہ انکے حال سے غافل ہونا اور نہ اپنا دروازہ بند کرنا کہ وہ نہ آنے پاوین خلیفہ نے عرض کیا کہ بہتر مین ایسا ہی کرونگا پھر آپ اٹھے خلیفہ نے انکو پکڑ لیا اور کہا کہ اے ابو محمد یہ تو آپنے دوسرون کے مطلب بیان کیے انکو ہم کر چکے کہ پورا کرینگے آپ اپنی حاجت فرمائیے کہ کیا ہے انہون نے فرمایا کہ مجکو مخلوق کی طرف کچھ حاجت نہین یہ کہکر آپ تشریف لے گئے عبد الملک نے کہا کہ شرف اسکو کہتے ہین - اور کہتے ہین کہ ایک روز ولید بن عبد الملک نے اپنے دربان سے کہا کہ دروازہ پر کھڑا ہو جب کوئی شخص گذرے تو اسکو میرے پاس بلا لانا کہ مجھسے باتین کرے دربان دروازہ پر کھڑا ہوا کہ اتنے مین عطاء بن ابی رباح ادھر کو گذرے یہ انسے ناواقف تھا انکی خدمت مین عرض کیا کہ امیر المومنین کے پاس چلو کہ انکا حکم ہے وہ خلیفہ کے پاس تشریف لائے اور اسوقت حضرت عمر بن عبد العزیز بھی وہان موجود تھے جب عطاء رح ولید

قریب ہوئے تو فرمایا السلام علیک یا ولید خلیفہ دربان پر بہت خفا ہوا کہ کمبخت مین نے تجھسے کہا تھا کہ میرے پاس ایسے شخص کو لانا جو مجھے
قصے کہانی کہے تو ایسے شخص کو بلا لایا کہ اسکو یہ بھی خوش نہ آیا کہ جو نام اللہ تعالی نے میرے لیے پسند فرمایا اُس نام سے مجھکو پکارے دربان نے
کہا کہ اُنکے سوا اور کوئی میرے پاس نہین آیا پھر خلیفہ نے اُنکو فرمایا کہ بیٹھیے اور اُنکی طرف متوجہ ہوکر باتین کرنے لگا منجملہ اُنکے عطا رح نے
ایک روایت اُسکے سامنے یہ بیان کی کہ ہمکو خبر پہونچی ہی کہ جہنم مین ایک وادی ہی جسکا نام ہبہب ہی اُسکو اللہ تعالی نے اُس حاکم کے لیے
رکھا ہی جو اپنے حکم مین ظلم کرے اس قول کو سنکر ولید نے ایک چیخ ماری اور یا تو دروازہ کی دہلی کے پاس بیٹھا تھا یا پشت کے بل بیہوش ہو
دیوانخانہ کے بیچ مین گر پڑا حضرت عمر بن عبد العزیز نے عطا رح سے فرمایا کہ تمنے امیر المومنین کو مار ڈالا عطا رح نے آپکا ہاتھ پکڑکر خوب زور سے
دبایا اور کہا کہ اے عمر یہ حال واقعی ہی پھر عطا رح اُٹھکر چلے گئے حضرت عمر بن عبد العزیز سے مروی ہی کہ آنکے ہاتھ دبانے کا اثر مجھکو
کئی برس رہا کہ میرا ہاتھ دکھتا رہا۔ اور ابن ابی شمیلہ جو عقل و ادب مین موصوف و معروف تھے عبد الملک بن مروان کے پاس گئے عبد الملک
نے اُنسے کہا کہ کچھ فرمائیے اُنھون نے فرمایا کہ کیا کہون یہ تو تم جانتے ہو کہ متکلم جو کلام کرتا ہی وہ اُسپر وبال ہوتا ہی بجز اُس کلام کے جو اللہ تعالی کے
واسطے ہو عبد الملک رو پڑا پھر کہا کہ خدا تمپر رحم کرے لوگ تو ہمیشہ ایک دوسرے کو نصیحت اور وصیت کرتے چلے آئے ہین انھون نے
کہا کہ یا امیر المومنین قیامت مین لوگ اُسکی تلخی کے گلے مین پھنسے اور ہلاک کو معائنہ کرنے سے نجات نہ پائینگے مگر وہ لوگ جنھون نے اپنے نفس کو
خفا کرکے اللہ تعالی کو راضی کیا عبد الملک پھر رو پڑا اور کہا کہ مین ان کلمات کو بلا شبہ اپنی زیست تک آنکھون کے سامنے نشان کی طرح
رکھونگا۔ اور ابن عائشہ کہتے ہین کہ حجاج نے بصرہ اور کوفہ کے فقہا کو بلوایا تو ہم سب گئے اور حضرت حسن بصری رح سب سے پیچھے تشریف لائے
حجاج نے اُنکی تعظیم کی اور مرحبا کہا اور ایک کرسی منگاکر اپنے تخت کے پاس بچھائی اور اُسپر آپکو بٹھلایا پھر حجاج ذکر ادھر اُدھر کا کرنے لگا اور
سوال کرتا رہا کہ اتنے مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر کرکے آپکی بدگوئی کرنے لگا اور ہم بھی اُسکی ہان مین ہان ملاتے رہے اور اُسکے
خوف کے مارے بیچ بیچ مین تسلیم کرتے اور کچھ نہ کہتے تھے اور حسن بصری رح انگلی دانت تلے دبائے خاموش بیٹھے تھے حجاج نے اُنسے کہا کہ آپ خاموش
ہین آپنے فرمایا کہ مین کچھ نہین کہسکتا اُسنے کہا کہ آپ اپنی رائے حضرت علی رض کے باب مین مجھسے بیان کیجیے آپنے فرمایا کہ مین نے
سنا ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ وان کانت لکبیرۃ الا علی الذین
ہدی اللہ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم ان اللہ بالناس لرؤف الرحیم۔ اور علی مرتضی رض اُن ایماندار لوگون مین سے ہین جنکو اللہ تعالی نے
ہدایت فرمائی تو میری رائے اُنکے باب مین یہ ہی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر عم زاد اور آپکے داماد اور آپکے نزدیک
سب لوگون سے محبوب تر ہین اور اللہ تعالی نے اُنکے لیے جو سوابق مبارک پہلے سے لکھدیے تھے وہ سب اُنکو حاصل ہین تجھسے یا اور
کسی سے نہین ہوسکتا کہ اُن سوابق سے علی مرتضی رض کو منع کردے یا اُنکے اور آپکے درمیان حائل ہوجاوے اور یہ بھی میری رائے ہی کہ اگر حضرت
علی مرتضی رض سے کوئی بری بات ہوئی بھی تو اللہ تعالی اُنسے حساب لیگا میرے نزدیک اُنکے باب مین اس سے عمدہ اور قول نہین یہ سنکر
حجاج نے ناک بھون چڑھائی اور رنگ متغیر ہوگیا اور غصہ مین آکر تخت پر سے اُٹھکر ایک حجرہ جو تخت کے پیچھے تھا اُسمین چلا گیا اور ہم سب باہر
نکل آئے عامر شعبی کہتے ہین کہ مین نے حضرت حسن بصری رح کا ہاتھ پکڑکر کہا کہ اے ابو سعید تمنے حجاج کو خفا کردیا اور اُسکے سینہ کو کینہ سے بھردیا
آپنے فرمایا کہ اے عامر مجھسے الگ ہٹو آدمی تو کہتے ہین کہ عامر شعبی کوفہ کا عالم ہی تم ایک شیطان سیرت بشر صورت کے پاس آکر اُسکی خواہش
کے بموجب کلام کرتے ہو اور اُسکی رائے کو درست کہتے ہو تمھاری کیا شامت ہی تمنے خوف اور تقوی نہ کیا کہ جب تم سے سوال ہوا تھا یا سچ
کہا ہوتا یا خاموش رہے ہوتے کہ سلامت رہتے عامر نے جواب دیا کہ مین نے کہا تو سہی مگر مین جانتا تھا کہ اسمین خرابی ہی حضرت حسن بصری رح
نے فرمایا کہ یہ بات تمپر اور زیادہ حجت اور سخت گناہ ہونے کی ہی عامر کہتے ہین کہ حجاج نے حضرت حسن بصری رح کو بلوایا جب آپ اُسکے پاس گئے

تو اسنے کہا کہ آپ ہی کہتے ہین کہ خدا تعالی ان امرا کو قتل کرے کہ انھون نے اللہ تعالی کے بندون کو روپیہ پیسے پر مار ڈالا آپ نے فرمایا کہ ہان مین ہی کہتا ہون اسنے کہا اسکا کیا سبب ہی آپ نے فرمایا کہ وجہ یہ ہی کہ اللہ تعالی نے علما سے عہد لیا ہی کہ لوگون سے بیان کر دینا چھپانا نہین چنانچہ ارشاد فرمایا واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ حجاج نے کہا کہ بس زیادہ نہ بولو زبان بند کرو اور خبردار آگے کو ایسا قول تیرے منہ سے نکلے اگر معلوم ہو نہین تو تمہارا سر تن سے جدا کر دونگا اور کہتے ہین کہ حطیط زیات کو حجاج کے سامنے لائے جب وہ روبرو ہوا تو حجاج نے پوچھا کہ حطیط تو ہی ہی اسنے کہا ہان تیرا دل جو چاہے پوچھ لے کہ مین نے خدا تعالی سے مقام ابراہیم پر تین عہد کیے ہین ایک یہ کہ اگر مجھسے سوال ہوگا تو مین سچا جواب دونگا دوم اگر مجھپر مصیبت ہوگی تو صبر کرونگا سوم اگر عافیت سے رہونگا تو شکر کرونگا اسنے کہا کہ تو میرے باب مین کیا کہتا ہی کہا کہ یہ کہتا ہون کہ تو زمین پر خدا تعالی کے دشمنون مین سے ہی لوگون کی ہتک حرمت کرتا ہی اور تہمت پر قتل کرتا ہی حجاج نے کہا کہ امیر المؤمنین عبد الملک بن مروان کے باب مین کیا کہتا ہی اسنے کہا کہ کہتا ہون کہ اسکا جرم تجھسے بھی بڑھکر ہی اسکی ساری خطاؤن مین سے ایک تو ہی ہی حجاج نے حکم دیا کہ اس شخص کو عذاب دو چنانچہ عذاب ہونے لگا آخر کو یہ نوبت ہوئی کہ بانس کو چیر کر اسکی کھال مین اسکے گوشت پر رکھکر رسیون سے باندھ دین پھر ایک ایک پھانک کھینچنی شروع کی یہان تک کہ گوشت سب اوکھڑ گیا مگر اسنے اف نہ کیا حجاج سے کہا گیا کہ اب وہ حالت نزع مین ہی اس نے کہا کہ اسکو اٹھا کر بازار مین پھینکدو جعفر کہتے ہین کہ مین اور اسکا ایک رفیق اسکے پاس گئے اور پوچھا کہ حطیط تیری کوئی حاجت ہی اسنے کہا کہ پانی پینا چاہتا ہون ہمنے پانی لا دیا اسنے اسکو پی کر جان سپرد کی ساتھ ہی پی لیا اسکی عمر اٹھارہ برس کی تھی اللہ تعالی اسپر رحمت کرے اور کہتے ہین کہ عمر بن ہبیرہ نے بصرہ اور کوفہ اور مدینہ منورہ اور شام کے علما کو اور گرد نواح کے فقہا کو بلوایا اور انسے سوال کرنے لگا اور عامر شعبی سے گفتگو کی تو بات پوچھی اس سے انکو خوب واقف پایا پھر حسن بصری رح کی طرف متوجہ ہوا اور انسے سوال کیا پھر کہا کہ کوفہ اور بصرہ کے عالم یہی دونون ہین پھر دربان سے کہا کہ اور علما کو رخصت کرو صرف ان دونون کو رہنے دو جب اور لوگ رخصت ہو گئے پھر ان دونون کو تنہائی مین لیجا کر عامر کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ ای ابو عمرو مین عراق پر امیر المؤمنین کی طرف سے عامل اور امین ہون اور فرمانبرداری پر مامور ہون مجکو رعیت کا کام سپرد ہی اور مجھپر رعیت کا حق لازم ہی اور مین یہ چاہتا ہون کہ رعیت محفوظ رہی اور جس بات مین انکی بہتری اور خیرخواہی ہو اسکا خیال رکھتا ہون پھر ملک والون سے کوئی ایسی بات سنتا ہون جس سے مجکو غصہ آجاتا ہی تو مین کسیقدر انکی عطا ضبط کر کے بیت المال مین رکھ دیتا ہون اور میری نیت یہ ہوتی ہی کہ انکو واپس کر دونگا اتنے مین امیر المؤمنین کو خبر ہو جاتی ہی کہ اسقدر مال اسطرح پر مین نے لیا ہی وہ مجکو لکھتے ہین کہ واپس مت کرنا تو اب مجھسے نہ تو خلیفہ کا حکم ٹالا جا سکتا ہی نہ تعمیل فرمان بن سکتی ہی کیونکہ مین مامور طاعت ہی پر ہون تو آیا مین اور اس قسم امور مین کچھ مجھپر گناہ ہی یا نہین اور اپنی نیت کا حال مین نے تم سے بیان ہی کر دیا شعبی نے جواب دیا کہ خدا تعالی آپ کو نیکی دے سلطان بمنزلہ باپ کے ہوتا ہی خطا بھی کرتا ہی اور صواب بھی کرتا ہی اس سے مواخذہ نہین ابن ہبیرہ یہ سنکر بہت خوش ہوا اور اس جواب کو پسند کیا اور کہا کہ اللہ کا شکر ہی کہ مجھپر مواخذہ نہین پھر حضرت حسن بصری رح کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ ای ابو سعید آپ کیا فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین نے تمہارا یہ قول سنا کہ تم عراق پر امیر المؤمنین کے عامل اور امین ہو اور طاعت پر مامور ہو اور رعیت کے کام مین مبتلا ہو اور تجھپر انکا حق اور خیرخواہی اور بہتری کی جستجو اور خبرگیری لازم جانتے ہو اور واقع مین حق رعیت تمپر لازم ہی اور انکو خیرخواہی کے ساتھ محفوظ رکھنا تمپر واجب ہی کہ مین نے عبد الرحمن بن سمرہ قرشی صحابی سے سنا ہی کہ انھون نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو شخص کسی رعیت کا حاکم ہو اور اسنے انکی حفاظت خیرخواہی سے نہ کی تو اللہ تعالی اسپر جنت کو حرام کریگا اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ مین کبھی رعیت کی عطا ضبط کر لیتا ہون اور نیت انکی بہتری اور طاعت کی ہوتی ہی پھر یزید کو خبر ہو جاتی ہی کہ اتنا مال اسنے لیا ہی تو وہ لکھ بھیجتا ہی کہ اس مال کو واپس مت کرنا تو مجھسے یہ ہو سکتا ہی

کہ اسکی عدول حکمی کرون اور نہ اسکے فرمان کی تعمیل کرسکتا ہون حالانکہ تجہپر خدا تعالی کا حق یزید کے حق کی نسبت کر زیادہ لازم ہی اور اللہ تعالی کا حکم ماننا حق ہی اسکی معصیت مین کسی مخلوق کی اطاعت نہ چاہیے پس یزید کے نوشتہ کو قرآن مجید پر پیش کیا کر اگر اسکو موافق حکم خدا کے پاوے تو اسپر عمل کر وا ور اگر مخالف ہو تو پس پشت پھینک دو اے ابن ہبیرہ خدا تعالی سے ڈر کہ عنقریب پروردگار کا قاصد تیرے پاس آئیگا اور تجھکو تیرے تخت سے اتاریگا اور اس محل وسیع سے نکال کر تنگ و تاریک قبر مین پہونچادیگا یہ سلطنت اور دنیا سب اپنے پیچھے چھوڑ جائیگا اور اپنے پروردگار کے سامنے جا کر جیسی کرنی ویسی بھرنی کا مصداق ہوگا اے ابن ہبیرہ اللہ تعالی تجھکو یزید سے بچاویگا مگر یزید کو یہ طاقت نہین کہ تجھکو خدا تعالی سے بچاوے کہ اللہ تعالی کا حکم سب حکمون سے برتر ہی اسکی معصیت مین کسی کی طاعت نہین اور مین تجھکو اللہ تعالی کے اس عذاب سے ڈراتا ہون جو گنہگارون سے نہین پھرتا ابن ہبیرہ نے کہا کہ اے شیخ چھوڑو بڑی بات مت کہو امیر المومنین کا ذکر نہ کرو کہ وہ علم والا اور حاکم اور اہل فضل ہی اللہ تعالی نے جو اسکو اس امت کا حاکم کیا ہی تو کچھ سمجھ کر اور اسکی فضیلت اور نیت دیکھکر کیا ہی حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ اے ابن ہبیرہ حساب تیرے سر ہی کوڑا عوض کوڑے کے اور غصہ بدلے غصہ کے اور اللہ تعالی گھات مین ہی اور یہان سے کہ اگر کوئی شخص تجھکو ایسا ملے جو دین کے باب مین تجکو نصیحت کرے اور معاملہ آخرت کی ترغیب دلاوے وہ اس شخص سے بہتر ہی کہ تجکو مغالطہ دے اور جھوٹی طمع دلاوے ابن ہبیرہ یہ سنکر اٹھ کھڑا ہوا اور ترش رو اور چہرہ پیلا پیلا ہو وہان سے چلا گیا شعبی کہتے ہین کہ مین نے حضرت حسن بصری سے کہا کہ آپ نے امیر کو گرم کر دیا اور جو کچھ وہ ہم سے سلوک کرتا اس سے محروم رکھا آپ نے فرمایا کہ اے عامر مجھ سے دور رہو ایسی باتین مت کرو شعبی کہتے ہین کہ حضرت حسن بصری رح کے ایسے تحفے اور عمدہ چیزین آئین اور انکی منزلت ہوئی اور ہمکو تھوڑا ملا نہ قدر ہوئی تو واقع مین جو کچھ انکے ساتھ ہوا وہ اسی قابل تھے اور جو ہمارے ساتھ ہوا ہم اسی کے سزاوار تھے غرضکہ مین نے جتنے عالم دیکھے حسن بصری رح جیسے نہین دیکھے آپکو جب پایا ایسا پایا جیسا تازی گھوڑا دو غلامون مین ہو اور جب کسی مجمع مین جمع ہوتے تجہپر غالب ہی رہتے کہ آپ نے تو خدا تعالی کے واسطے کہا اور ہم نے امرا کی پاسداری سے کہا اور مین نے اس روز سے عہد کر لیا کہ کسی حاکم کے پاس نہین جاونگا کہ مجکو اسکی طرفداری کرنی پڑے اور محمد بن واسع رح بلال بن ابی بردہ کے پاس گئے انسے عرض کیا کہ تقدیر مین آپ کیا فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ تمہارے ہمسایہ مین اہل قبور ہین انکی حالت سوچو اس خیال مین تم تقدیر کا حال پوچھنا بھول جاؤگے اور امام شافعی رح فرماتے ہین کہ میرے چچا محمد بن علی نے کہا کہ مین خلیفہ ابوجعفر منصور کی مجلس مین تھا اور اسمین ابن ابی ذئب رح بھی تھے اور حسن بن زید حاکم مدینہ منورہ موجود تھا کہ اس اثنا مین غفاری قوم آئی اور حسن بن زید کی کچھ شکایت خلیفہ سے کی حسن نے کہا کہ اے امیر المومنین انکا حال ابن ابی ذئب سے دریافت فرمائیے کہ یہ کیسے لوگ ہین خلیفہ نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ قوم لوگون کی ہتک عزت کرتی ہی اور انکو بہت ایذا دیتی ہی خلیفہ نے غفاریون سے کہا کہ تمنے سنا کہ یہ کیا کہتے ہین انھون نے کہا کہ آپ ان سے حسن کا حال بھی پوچھیے خلیفہ نے پوچھا کہ اے ابن ابی ذئب حسن کے باب مین تم کیا کہتے ہو آپ نے فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ وہ ناحق حکم کرتا ہی اور اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہی خلیفہ نے حسن سے کہا کہ تمنے سنا کہ تمھارے باب مین کیا کہا گیا ابن ابی ذئب مرد نیک بخت ہی حسن نے کہا کہ یا امیر المومنین انسے اپنا حال تو دریافت فرمائیے خلیفہ نے آپ سے پوچھا کہ میرے باب مین آپ کیا فرماتے ہین فرمایا کہ اس سے مجھے معاف رکھیے خلیفہ نے کہا کہ تمکو قسم ہی خدا کی ضرور کہو آپ نے فرمایا کہ تم قسم خدا دیکر مجھ سے پوچھتے ہو گویا اپنا حال تم خود نہین جانتے خلیفہ نے پھر اصرار کیا تو انھون نے فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تمنے یہ مال حق طور پر نہین لیا ناحق لیا اور ان لوگون مین صرف کیا جو اسکے اہل نہ تھے اور مین گواہ ہون کہ ظلم تمھارے دروازہ پر پھیلا ہوا ہی یہ سنکر منصور اپنی جگہ سے سرکا یہانتک کہ ابن ابی ذئب کی گردن اپنے ہاتھ سے پکڑلی اور کہا کہ یاد رکھو کہ اگر مین یہان نہ بیٹھا ہوتا تو فارس اور روم اور دیلم اور ترک یہ جگہ تمسے چھین لیتے ابن ابی ذئب نے کہا کہ یا امیر المومنین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق بھی تو حاکم تھے اور انھون نے مال کو حق طور پر وصول کیا

اور عرب کو تقسیم کیا اور فارس اور روم گردنین پکڑکر انکی ناکین رگڑین منصور نے آپ کی گردن چھوڑ دی اور رخصت کیا اور کہا کہ خدا اگر مین
یہ نہ جانتا ہوتا کہ تم سچ کہتے ہو تو تمکو مار ڈالتا ابن ابی ذئب رح نے کہا کہ واللہ یا امیر المومنین کہ مین تمہارے فرزند مہدی سے بھی زیادہ
تمہارا خیرخواہ ہون جب ابن ابی ذئب منصور کی مجلس سے نکلے تو سفیان ثوری رح انکو ملے اور کہا کہ جو کچھ تمنے اس ظالم سے گفتگو کی مجکو
خوش معلوم ہوئی لیکن مجھکو یہ کہنا تمہارا برا معلوم ہوا کہ تم نے اسکے لڑکے کو مہدی کہا ابن ابی ذئب نے کہا کہ خدا تعالی تمہاری مغفرت
کرے میری غرض یہ نہین تھی کہ مہدی مشتق ہدایت سے ہو بلکہ اس لفظ سے مہدی کہا کہ سب انسان منسوب بسوے مہد ہین - اور عبد الرحمن بن
عمرو اوزاعی رح کہتے ہین کہ مین ساحل مین تھا کہ مجھکو خلیفہ منصور نے آدمی بھیجکر بلوایا جب مین اسکے پاس پہونچا اور رواج خلافت کے
بموجب سلام کیا خلیفہ نے جواب سلام دیکر مجھسے بیٹھنے کو کہا جب مین بیٹھ گیا تو کہا کہ کیا وجہ کہ اتنے دنون تک تم ہمارے پاس نہ آئے
مین نے کہا کہ آپ کو مجھسے غرض کیا ہی کہا کہ کچھ باتین سیکھین اور فائدہ حاصل کرین مین نے کہا کہ اے امیر المومنین جب یہ بات ہی تو جو کچھ آپکو
کہون اسکا لحاظ رکہنا اور اسکو بھول مت جانا خلیفہ نے کہا کہ مین اسکو کیسے بھولونگا مین خود تو پوچھتا ہون اور اسی کی ضرورت سے
تمہارے پاس آدمی بھیجا اور بلوایا مین نے کہا کہ مجھکو یہ ڈر ہی کہ آپ سن تو لین اور عمل نہ کرین مین نے جو یہ کہا تو ربیع نے مجھکو للکارا اور تلوار کے
قبضہ پر ہاتھ ڈالا خلیفہ نے اسکو ڈانٹا اور کہا کہ یہ مجلس ثواب کی ہی نہ عقاب کی میرا دل خوش ہوگیا اور گفتگو کے لیے کُھل گیا پس مین نے
یہ کہا کہ اے امیر المومنین مجھسے مکحول نے عطیہ بن بشر سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بندہ کے پاس اللہ تعالی
کی طرف سے اسکے دین کے باب مین کوئی نصیحت آتی ہی تو وہ خدا تعالی کی نعمت ہی جو اسکے پاس آئی ہی پس اگر اسکو شکر کے ساتھ قبول
کریگا تو خیر ورنہ وہی اللہ تعالی کی طرف سے اسپر حجت ہوگی تاکہ وہ اسکے سبب سے گناہ مین زیادہ ہو اور اللہ تعالی اسکی وجہ سے اسپر
ناراض زیادہ ہو - یا امیر المومنین مجھسے حدیث بیان کی مکحول نے عطیہ بن بشر سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حاکم اپنی رعیت کا
بدخواہ مریگا اللہ تعالی اسپر جنت حرام فرما دیگا - یا امیر المومنین جس شخص نے حق کو برا جانا کہ اللہ تعالی حق مبین ہی اور چونکہ اللہ تعالی نے تمہاری
رعیت کے دلون کو تمہارے واسطے نرم کر دیا ہی کہ تمکو انکی حکومت دی بوجہ تمہاری قرابت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو امت پر
رؤف اور رحیم اور اپنی جان و مال سے انکے غمخوار اور اللہ تعالی اور لوگون کے نزدیک محمود تھے تو تمکو بھی مناسب ہی کہ اللہ تعالی کے واسطے
امت مین حق بجالاؤ اور عدل کے ساتھ رہو اور انکی عیب پوشی کرو فریادیون کی فریاد سننے کے لیے اپنے پھاٹک بند مت کرو اور نہ پہرہ
بٹھاؤ اگر انکو آسایش ہو تو خوش ہو اور اگر تکلیف ہو تو رنج کرو اے امیر المومنین پہلے تمکو خاص اپنی فکر تھی اور اب اس تمام خلق کا بار تمپر ہی
جسکا عرب و عجم اور کافر و مسلم تمہارے قبضہ مین ہی اور انمین سے ہر ایک کا حصہ تمہارے عدل مین ہی تو جس صورت مین انکے جوق جوق
کھڑے ہوجاتین اور کوئی تمہاری مصیبت ڈالنے کا شکوہ کرے اور کوئی حق دبا لینے کا تو پھر تمہارا کیا حال ہوگا - اے امیر المومنین مجھسے
حدیث بیان کی مکحول نے عروہ بن رویم سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک مین شاخ خرما تھی جس سے آپ مسواک کرتے تھے
اور منافقون کو ڈراتے تھے آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ شاخ کیسی ہی جس سے
آپنے اپنی امت کے دل توڑ دیے اور انکو رعب سے بھر دیا تو جو شخص انکی چادرون کو پھاڑیگا اور انکی خونریزیان کریگا اور انکے شہر
ویران کریگا اور ملکون سے جلاوطن کریگا اور اسکا خوف انکو غائب کر دیگا تو اسکا کیا حال ہوگا - اے امیر المومنین مجھسے حدیث بیان کی
مکحول نے زیاد سے اور انھون نے حارثہ سے اور حارثہ نے حبیب بن مسلمہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات پاک سے
قصاص لینے کو ارشاد فرمایا یعنی آپ کے ہاتھ سے ایک اعرابی کے نادانستگی مین کھرونچا لگ گیا تھا آپ کے پاس حضرت جبرئیل تشریف لائے
اور عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی نے آپکو ظالم اور متکبر کرکے نہین بھیجا آپ نے اس اعرابی کو بلایا اور فرمایا کہ مجھسے قصاص

آپ سے عرض کیا کہ میں نے آپکو معاف کیا آپ پر فدا ہوں میرے والدین میں ایسا نہیں کہ آپ سے قصاص لیتا گو آپ مجھکو جان سے مار ڈالتے آپ نے اسکے حق میں دعاء خیر کی اسے امیر المومنین اپنے نفس کو اسی کے نفع کے لیے ریاضت دو اور اسکے واسطے اپنے پروردگار سے امن حاصل کرو اور اس جنت کی رغبت کرو جسکا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے اور جسکی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو جنت میں سے ایک کمان کی مقدار کا ہونا دنیا اور ما فیہا سے بہتر ہے۔ اے امیر المومنین اگر سلطنت تمسے پہلے لوگوں کی پائدار رہتی تو تمکو نہ پہنچتی اسی طرح تمہارے پاس بھی پائدار نہ رہیگی جیسے اون کے پاس نہ رہی۔ اے امیر المومنین تمکو معلوم ہے کہ تمہارے دادا حضرت ابن عباس سے منقول ہے مالِ ہذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاہا۔ آپ نے فرمایا ہے کہ صغیرہ سے مراد مسکرانا ہے اور کبیرہ سے مراد ہنسنا تو جب مسکرانا اور ہنسنا صغیرہ اور کبیرہ ٹھہرے تو ہاتھوں کے اعمال اور زبانوں کے اقوال کا کیا حال ہوگا۔ اے امیر المومنین میں نے سنا ہے کہ حضرت عمر فاروق رض نے فرمایا کہ اگر کوئی بکری کا بچہ فرات کے کنارہ پر ضائع ہو کر مرجاوے تو مجھکو یہ ڈر ہے کہ کہیں اسکی بوچھ مجھسے نہ ہو تو اب یہ فرمائیے کہ جو لوگ آپکے فرش ہی پر ہوں اور تمہارے عدل سے محروم رہیں انکا مواخذہ تمسے کیسے نہ ہوگا۔ اے امیر المومنین تمکو معلوم ہے کہ تمہارے دادا نے اس آیت کی تفسیر کیا کی ہے یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق و لا تتبع الہوی فیضلک عن سبیل اللہ۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں ارشاد کیا کہ جب مدعی اور مدعا علیہ تیرے سامنے بیٹھیں اور تجھکو انمیں سے ایک کی طرف میل ہو تو ہرگز اپنے دل میں یہ نہ سوچنا کہ حق اسی کو ملے اور دوسرے پر غالب ہو ورنہ میں تجھکو اپنے نبوت کے دفتر سے مٹا دونگا پھر نہ تو میرا خلیفہ رہیگا نہ کچھ بزرگی پائیگا اے داؤد میں نے اپنے رسولوں کو اپنے بندوں میں ایسا کیا ہے جیسے اونٹوں کے چرانے والے کہ وہ طریق حفاظت سے واقف ہوتے ہیں اور سیاست نرمی سے کرتے ہیں ٹوٹے کو باندھتے ہیں اور دبلے کو چارہ اور پانی سامنے کرتے ہیں۔ اے امیر المومنین تم ایسے امر میں مبتلا ہوئے ہو کہ اگر بالفرض آسمانوں اور زمین پر پیش کیا جاتا تو اسکے اٹھانے سے ڈر جاتے اور انکار کر دیتے۔ دیکھو مجھسے حدیث بیان کی یزید بن جابر نے عبد الرحمن بن عمرہ انصاری سے کہ حضرت عمر فاروق رض نے ایک شخص کو انصار میں عامل صدقہ مقرر کیا بعد چند روز کے اسکو دیکھا کہ کام پر نہیں گیا اسی جا مقیم ہے آپ نے پوچھا کہ کیا وجہ ہوئی کہ تم اپنے کام پر نہیں گئے تمکو کیا معلوم نہیں کہ تمکو ایسا ثواب ہوگا جیسا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کو ہوتا ہے اسنے عرض کیا کہ یوں تو نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ اور کیسے ہے اسنے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حاکم کہ لوگوں کے معاملات میں سے کسی چیز کا والی ہوگا وہ قیامت کے روز اس طرح لایا جائیگا کہ اسکے ہاتھ گردن سے بندھے ہونگے اور انکو بجز اسکے عدل کے اور کوئی چیز نہ کھولیگی پھر جہنم کے پل پر کھڑا کیا جائیگا وہ پل اسکو ایک ایسا جھٹکا دیگا جس سے اسکا جوڑ جوڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیگا پھر حالت اصلی پر لایا جائیگا اور حساب لیا جائیگا تو اگر محسن ہوگا تب تو اپنے احسان کے باعث سے بچ جاویگا اور اگر بدکار ہوگا تو پل اس بدکار سے پھٹ جائیگا اور دوزخ میں ستر سال کی راہ کے نیچے جا پڑیگا۔ حضرت عمر فاروق رض نے اس شخص سے پوچھا کہ تمنے کس سے سنا ہے اسنے کہا کہ حضرت ابوذر اور حضرت سلمان فارسی رض سے۔ آپ نے آدمی بھیجکر ان دونوں کو بلوا کر اس حدیث کو دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ بیشک ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو سنا ہے۔ حضرت عمر رض نے فرمایا کہ ہائے عمر جب حکومت میں یہ خرابی ہے تو اب اسکو کون اختیار کریگا حضرت ابوذر رض نے فرمایا کہ وہ اختیار کریگا جسکی ناک اللہ تعالیٰ کٹوا ڈالے اور اسکا رخسار زمین سے ملا دے۔ اوزاعی کہتے ہیں کہ اتنا سنکر منصور نے اپنا رومال منہ پر رکھ لیا پھر اتنا رویا اور دہاڑیں مارین کہ مجھکو بھی رلا دیا پھر میں نے کہا کہ اے امیر المومنین آپکے دادا حضرت عباس بن عبد المطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حکومت مکہ یا طائف یا یمن کی مانگی تھی آپ نے انکو ارشاد فرمایا کہ اے عم بزرگوار آپ اگر اپنے نفس کو شفقت سے زندہ رکھیں تو اس حکومت سے بہتر ہے جسکو آپ پورا نہ کر سکیں یہ آپ نے حضرت عباس کی خیر خواہی سے فرمایا

کہ عم بزرگوار کی خیرخواہی اور شفقت کا مقتضا تھا اور حضرت عباس رض کو آپ نے یہ بھی خبر دی کہ تمھارے لیے اللہ تعالی سے مین کچھ کام نہ آؤنگا
یعنی جب آپ پر وحی ہوئی وانذر عشیرتک الاقربین تو آپ نے حضرت عباس اور حضرت صفیہ رض اور حضرت فاطمہ زہرا رض کو فرمایا کہ ای عباس
اور ای صفیہ چچا پھوپھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ای فاطمہ جگر گوشہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالی سے مین تمھارے کچھ کام نہ آؤنگا مجکو میرا عمل
مفید ہوگا اور تمکو تمھارا عمل ۔ اور حضرت عمر فاروق رض نے فرمایا کہ لوگون کی حکومت کا کام اسی سے بن آئیگا جو عقل کا مضبوط اور تدبیر مین
صائب ہو کوئی برائی اسکی ظاہر نہوا اور نہ یہ خوف ہو کہ اپنی قرابت کی حمایت کریگا اور اللہ تعالی کے باب مین کبھی طعن کرنے والے کی ملامت
اسپر اثر نہ کرے ۔ اور یہ بھی حضرت فاروق رض کا ارشاد ہی کہ حاکم چار ہین ایک وہ ہی کہ خود بھی محنت کرے اور اپنے عاملون سے بھی محنت لے
تو اسکا حال ایسا ہی جیسا اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرنے والا اس شخص پر اللہ تعالی کی رحمت کا ہاتھ پھیلا ہوا ہوتا ہی دوسرا حاکم وہ ہی کہ اسمین
کسی قدر ضعف ہی وہ خود تو مشقت کرتا ہی اور اسکے عامل مزے اڑاتے ہین اسکے ضعف کے سبب سے تو وہ تباہی کے کنارہ پر ہی الا یہ کہ
خدا تعالی اسپر رحم کرے تیسرا حاکم وہ ہی جو عاملون سے مشقت لے اور خود آسایش کرے تو وہ حطمہ ہی جسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہی کہ بدتر حاکمون کا حطمہ ہی تو وہ تنہا ہلاک ہی چوتھا وہ حاکم ہی کہ خود بھی مزے کرے اور اسکے عامل بھی تو وہ سب ہلاک ہونے والے ہین
ای امیر المومنین مین نے سنا ہی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین تشریف لائے اور عرض کیا کہ مین ایسے وقت
آپکے پاس حاضر ہوا ہون کہ دھونکنیان آتش دوزخ پر رکھدی گئی ہین کہ قیامت کے لیے بھڑکائی جاوے آپ نے فرمایا کہ اے جبرئیل
مجھسے دوزخ کا حال بیان کرو انھون نے عرض کیا کہ اللہ تعالی نے حکم فرمایا کہ دوزخ کی آگ بھڑکائی جاوے چنانچہ ہزار برس تک بھڑکائی گئی
کہ وہ سرخ ہوگئی پھر ہزار برس تک بھڑکائی گئی کہ وہ زرد ہوگئی پھر ہزار برس تک بھڑکائی گئی کہ وہ سیاہ ہوگئی تو اب وہ سیاہ تاریک ہی کہ نہ تو
چمک نظر آتا ہی اور نہ شعلہ بجھتا ہی قسم ہی اس ذات کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہی کہ دوزخیون کے کپڑون مین سے اگر ایک کپڑا زمین والون کو
دکھلا دیا جاے تو سب مرجائین اور اگر ایک ڈول اسکے پانی کا زمین کے سب پانیون مین ملا دیا جاوے تو جو کوئی پھر اسمین سے چکھے وہ فوراً
مرجائے اور اسکی زنجیرون مین سے جنکو اللہ تعالی نے ذکر کیا ہی اگر ایک کڑی زمین کے سب پہاڑون پر رکھدی جاوے تو سب گھل جاوین
اور جمے نہ رہین اور اگر کسی شخص کو دوزخ مین داخل کرکے پھر دنیا مین نکالا جائے تو زمین کے باشندے اسکی بدبو اور شکل کی برائی اور
ہیبت سے مرجائین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حال کو سنکر روئے اور آپ کے ساتھ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی روئے پھر حضرت
جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ روتے ہین آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف ہوگئے ہین آپ نے فرمایا
کہ میں اگر یہ شکر کا ہی بھلا مین شکر گزار بندہ نہون اور یہ تو بتاؤ کہ تم تو روح الامین اور اللہ تعالی کی وحی کے امانت دار ہو تم کیون روئے
حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ مین ڈرتا ہون کہ میرا حال کہین ہاروت و ماروت کا سا نہو جائے یہی تو وجہ ہی کہ جس سے اپنے پروردگار کے
نزدیک جو میرا رتبہ ہی اسپر مین بھروسا نہین کرتا ورنہ اسکے داؤ سے امون ہوجاؤنگا غرضکہ دونون روتے رہے یہان تک کہ آسمان سے
دونون کو ندا ہوئی کہ ای جبرئیل اور ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی نے تم دونون کو اس بات سے امون کردیا کہ تم اسکی نافرمانی کرو اور
وہ تمکو عذاب دے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام انبیا پر ایسی ہی جیسی جبرئیل علیہ السلام کی تمام فرشتون پر ای امیر المومنین مین نے
یہ بھی سنا ہی کہ حضرت عمر فاروق رض نے دعا مانگی تھی کہ الہی اگر تو جانتا ہو کہ جب مدعی اور مدعا علیہ میرے سامنے بیٹھتے ہین تو انمین سے جو حق
سے میل کرے خواہ قریب ہو یا بعید اگر مین اسکی رعایت کرون تو مجکو ایک دم کی مہلت نہ دینا ۔ ای امیر المومنین اللہ تعالی کے حقوق کی ادائی اور
اسکی مخلوق مین نہایت سخت کام ہی اور سب سے زیادہ بزرگی اللہ تعالی کے نزدیک تقوی ہی اور جو شخص اللہ تعالی کی طاعت سے عزت کا
خواہان ہوتا ہی اسکو اللہ تعالی بلند کرتا ہی اور عزت دیتا ہی اور جو کوئی اسکو خدا تعالی کی نافرمانی سے طلب کرتا ہی تو اللہ تعالی اسکو پست

اور ذلیل کرتا ہی۔ یہ ہی میری نصیحت والسلام علیک پھر مین اٹھا تو منصور نے پوچھا کہ کہان کا قصد ہی مین نے کہا کہ امیر المومنین اگر اجازت دین
تو وطن و وبال بچون مین جاؤنگا انشاء اللہ تعالی خلیفہ نے کہا کہ مین نے اجازت دی اور آپ نے جو نصیحت فرمائی ہے آپ کا ممنون و مشکور ہوا
اور اس نصیحت کو کما ینبغی مین نے قبول کیا اللہ تعالی خیر کی توفیق دے اور اسپر میری مدد کرے مین اسی سے مدد چاہتا ہون اور اسی پر بھروسا
کرتا ہون وہی میرا کافی اور عمدہ ذمہ دار ہی مجھکو توقع ہی کہ آپ مجھکو ایسی ہی نظر التفات سے محروم نہ فرماوینگے کہ آپ مقبول القول ہین اور نصیحت
آپکی کوئی غرض متعلق نہین ہین نے کہا کہ ایسا ہی کرونگا انشاء اللہ تعالی محمد بن مصعب کہتے ہین کہ منصور نے حکم دیا کہ آپکے زاد راہ کی کچھ ٹھیل
کردی جاوے مگر اوزاعی رح نے اسکو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ مجھکو اسکی حاجت نہین اور نہ یہ منظور ہی کہ اپنی نصیحت کو دنیا کے مال کے عوض فروخت
کرون اور چونکہ منصور کو آپ کا مذہب معلوم ہوگیا تھا اسلیے زیادہ اصرار نہ کیا۔ اور ابن مہاجر کہتے ہین کہ خلیفہ منصور مکہ معظمہ مین حج کو آیا تو دار الندوہ
سے آخر شب مین طواف کو نکلتا اور طواف اور نماز اور اذکار رہتا اور کسی کو معلوم نہوتا جب صبح ہو جاتی تو دار الندوہ مین چلا آتا اسوقت موذن
آکر اسکو سلام کرتے اور نماز کی تکبیر ہوتی تو لوگون کو نماز پڑھاتا ایک رات سحر کے وقت حرم شریف مین گیا اور طواف کر رہا تھا اتنے مین سنا کہ
ایک آدمی ملتزم کے پاس یون کہہ رہا ہی کہ الہی مین تیرے سامنے شکایت کرتا ہون کہ زمین مین سرکشی اور فساد ظاہر ہوگیا اور ظلم اور طمع حقداروں کو انکا
اور انکے حقوق حائل ہوگئے منصور یہ سنکر چلتا ہوا یہان تک کہ اسکا قول سب سنا پھر وہان سے نکل کر مسجد کی ایک طرف مین بیٹھ گیا اور
اس شخص کو بلوا بھیجا قاصد نے اس سے کہا کہ چلو امیر المومنین بلاتے ہین اسنے دو رکعتین پڑھین اور حجر اسود کو بوسہ دیکر قاصد کے ساتھ ہولیا
اور منصور کو سلام کیا منصور نے پوچھا کہ تم جو یہ کہتے تھے کہ زمین مین سرکشی اور فساد ہوگیا اور حق اور حقداروں کے حق مین ظلم اور طمع حائل ہین
یہ کیا بات ہی مین نے جو یہ سنا تو مین بیمار ہوگیا اور مجھکو نہایت قلق ہوا اس شخص نے کہا اے امیر المومنین اگر آپ میری جان امان کر دین تو
مین سب باتین مع انکی جڑون کے آپ سے کہدونگا اور نہین تو مین اپنے ہی نفس پر اکتفا کرونگا کہ مجھکو اسی کے دھندے سے فرصت نہین
منصور نے کہا کہ تو جان سے مامون ہی تو اسنے کہا کہ حقیقت مین وہ شخص جس مین اتنی طمع آگئی ہی کہ وہ انکے اور حق کے درمیان مین حائل اور
سرکشی اور فساد کی درستی کی مانع ہی وہ آپ ہی ہین منصور نے کہا کہ حقیقت مجھ مین طمع کیسے آگئی زر و سیم میرے ہاتھ مین ہی اور تلخ و شیرین
میرے قبضہ مین اسنے کہا کہ اے امیر المومنین جتنی طمع تم مین گھس گئی ہی بھلا اور کسی مین بھی اسقدر ہوئی ہوگی دیکھو تو خدا تعالی نے
تمکو مسلمانون کے معاملات اور اموال کا حاکم انکی حفاظت کے لیے کیا تھا تم انکے معاملات سے غافل ہوکر انکے مال جمع کرنے مین پڑگئے
اور اپنے اور انکے درمیان چونے اور اینٹ کی دیوار کی اور لوہے کے دروازے اور ہتھیار بند دربان مقرر کیے اور اپنے آپ کو ان
مکانات مین محبوس کر لیا کہ مسلمان تمہارے پاس نہ آئین اور اپنے عاملون کو مالون کے اکٹھا کرنے اور خراج تحصیل کرنے کو بھیجا اور اپنے
وزیر اور مددگار ظالم مقرر کیے کہ اگر تم بھول جاتے ہو تو وہ یاد نہین دلاتے اور اگر اچھا کرتے ہو تو تمہاری مدد نہین کرتے اور انکو مال اور سواری
اور ہتھیار دیکر ظلم پر قوی کردیا ہی اور یہ حکم دے دیا ہی کہ تمہارے پاس بجز شخصون معین کے جنکا نام تمنے بتلا دیا ہی اور کوئی نہ آوے اور انکی
اجازت نہین دی کہ کوئی مظلوم یا اندوہناک یا بھوکا یا ننگا یا کمزور یا محتاج تمہارے یہان سے کچھ پاوے حالانکہ انمین سے کوئی ایسا نہین
جسکا حق اس مال مین نہو پس جب تمہارے ان ندیمون نے جنکو تمنے خواص مقرر کیا ہی اور رعیت پر ترجیح دے رکھی ہی کہ انکو کوئی تمہارے
پاس آنے سے نہ روکے یہ دیکھا کہ مال بیت المال سے بعض چیز تم اپنے لیے رکھ لیتے ہو اور اسکو مسلمانون مین تقسیم نہین کرتے تو انھون نے
دل مین کہا کہ خلیفہ تو اللہ تعالی کی خیانت کرتا ہی ہم خلیفہ کی خیانت کیون نہ کرین اسلیے آپس مین اتفاق کرلیا کہ جو لوگ کہ رعیت کی اخبار
خفیہ جانتے ہون انکی رسائی خلیفہ تک نہو لیکن جسکو وہ چاہین تو وہ پہونچ سکے اور ایک یہ کہ تمہارا جو عامل کہین جاوے اور انکے خلاف
کوئی امر کرے تو اسکو رہنے نہین دیتے یہان تک کہ ذلیل و بیقدر ہو جاتا ہی جب تمہارا اور تمہارے خواص کا حال اسطرح کھل گیا تو لوگون نے

آپ کے اراکین کو بٹھا اور انہیں ڈرے اور سب سے پہلے تمہارے عاملوں نے تحفے اور مال اُنکے پاس بھیجکر اُنسے آشتی کی تاکہ تمہاری رعیت پر
خوب ظلم کریں اور کچھ پرواہ نہ ہو پھر جو اور لوگ ذی اختیار اور مالدار تھے انہوں نے آپ کے مصاحبوں کو رشوت دی کہ جو لوگ اُنسے کم ہوں
وہ اُنپر اپنے دل کے حوصلے نکالیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے شہر سرکشی اور فساد کی ظلمت سے بھر گئے اور یہ مصاحب سلطنت میں تمہارے
شریک ہو گئے اور تمکو خبر بھی نہیں اگر کوئی داد خواہ آتا ہے تو اُسکو کوئی تمہارے پاس نہیں جانے دیتا اور اگر وہ یہ چاہتا ہے کہ جب تمہاری سواری
نکلے اُسوقت اپنا حال عرضی میں لکھکر دوں تو معلوم کرتا ہے کہ آپ نے اس امر سے ممانعت کردی ہے اور یہ ٹھہرا ہے کہ ایک شخص کو مظلوموں کے
حق کا ناظر مقرر کیا ہے اگر مظلوم اُسکے پاس جاتا ہے اور تمہارے مصاحبوں کو اُسکی اطلاع ہوتی ہے تو ناظر سے کہدیتے ہیں کہ اسکی عرضی مت پیش کرنا
اور اگر ناظر مذکور ڈرتا ہے اور اُسکا قول مانا جاتا ہے تب بھی وہ آپ کے مقربوں کے ڈر سے جو چاہتا ہے وہ نہیں کہسکتا غرضکہ مظلوم
بیچارہ اُسکے پاس دوا دوش کر کے شکوہ یا فریاد کرتا ہے اور وہ اُسکو نکال دیتا ہے یا بہانہ کرتا ہے جب باوجود کوشش کے وہ نکالا ہی جاتا ہے
تو آپکی سواری نکلنے کے وقت آپ کے سامنے فریاد کرتا ہے تو اُتنا مارا جاتا ہے کہ اعضا بھی کہیں کے کہیں ہو جاتے ہیں تاکہ دوسروں کو عبرت
ہو اور تم تاکتے رہتے ہو نہ تو ہاتھ روکتے ہو نہ زبان سے منع کرتے ہو تو اب ایسی صورت میں مسلمانی اور اہل اسلام کی کیا چیز باقی رہی پہلے بنی امیہ
اور عرب کے لوگ تھے کہ جہاں مظلوم اُنہیں پہونچا فوراً اُسکا مقدمہ پیش کرکے انصاف ہو جاتا تھا اور بعض اوقات آدمی ملکوں کے دوسرے
کنارے سے اُنکے بادشاہی دروازہ پر پہونچکے پکارتا تھا کہ اے اسلام والو تو سب اُسکی طرف دوڑتے تھے اور پوچھتے تھے کہ تجھے کیا ہوا اور
اُسکا مقدمہ دربار شاہی میں پیش کرکے اُسکا انصاف کرادیتے تھے اور میں یا امیر المومنین چین کی زمین میں سفر کیا کرتا تھا اور وہاں ایک
بادشاہ تھا ایکبار وہاں پہونچا تو معلوم ہوا کہ وہ بادشاہ بہرا ہو گیا تھا اسکی قوت سامعہ جاتی رہی تھی وہ رونے لگا وزیروں نے کہا کہ آپ
کیوں روتے ہیں خدا آپکو [illegible] اُسنے کہا کہ میں بہرا ہو گیا اسلیے روتا ہوں ہرچند مجھکو اپنی مصیبت پر رنج نہیں بلکہ رونا اسلیے ہے کہ
مظلوم دروازہ پر کھڑا چلا کر پکاریگا اور میں اُسکی آواز نہ سنونگا پھر اُسنے یہ کہا کہ میرے کان جاتے رہے تو کیا ہوا میری آنکھیں تو موجود ہیں لوگوں میں
منادی کردو کہ کوئی سرخ لباس نہ پہنے صرف وہی پہنے جو مظلوم ہو پھر وہ صبح شام ہاتھی پر سوار ہو کر پھرا کرتا تھا کہ کوئی مظلوم نظر پڑے تو اُسکا
انصاف کرے اے امیر المومنین ملاحظہ کا مقام ہے کہ بادشاہ چین مشرک ہو کر اسطرح کی عنایت اور رحمت مشرکوں کے حال پر رکھتا ہے اور شفقت پر
اپنے نفس کے بخل پر ترس کرتا ہے اور تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی اولاد ہو تمکو مسلمانوں پر مہربانی
غالب نہیں ہوتی اور اپنے نفس کے بخل پر ترس نہیں آتا اور تمہارا اکل یہ کہا ہے اسلیے کہ تم مال کو تین باتوں کے لیے جمع کرتے ہو
اگر یہ کہو کہ میں اپنے لڑکے کے لیے جمع کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے تمکو عبرت کے لیے بہت سی چیزیں دکھلا دی ہیں کہ جب بچہ ماں کے پیٹ سے
نکلتا ہے تو روئے زمین پر اُسکا کوئی مال نہیں ہوتا اور دنیا میں ایسا کوئی مال نہیں جسپر کسی حریص کا ہاتھ کا قبضہ نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ اُسپر بھی
عنایت کرتا ہے یہانتک کہ لوگوں کی رغبت اُسکی طرف بڑھجاتی ہے اور جو کچھ اُسکا حال ہے وہ آدمی نہیں دیتے بلکہ اللہ تعالیٰ اُسکو دیتا ہے
اور یہ بھی نہیں کہ تمکو ہی اُنکا عنایت ہو بلکہ اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے دیتا ہے اور اگر یہ کہو کہ میں مال اسلیے جمع کرتا ہوں کہ اپنی سلطنت کو
مضبوط کروں تو اس باب میں بھی اللہ تعالیٰ نے تمکو گذشتہ لوگوں کی عبرتیں دکھلا دیں کہ جو کچھ زر و سیم اُنھوں نے جمع کیا تھا اُنکے کچھ کام نہ آیا
اور جاہ و حشم اور ہتھیار اور سواری سب بیکار رہ گئے اور جب اللہ تعالیٰ کو تمکو اسطرح مالک کرنا منظور ہوا تو اس سے بکثرت [illegible] تمہارے
پاس اور تمہارے بھائیوں کے پاس مال کم تھا اور اگر یہ کہو کہ مال اسلیے جمع کرتا ہوں کہ جس حال میں اب ہوں اُس سے زیادہ عمدہ
مطلوب ہاتھ آئے تو اُسکو جان رکھو کہ جس مرتبہ پر تم اب ہو اُس سے بڑھکر بجز اُس مرتبہ کے جو بدون اعمال صالحہ کے حاصل نہیں ہوتا اور کوئی نہیں ہے
بھلا تم عاصی کو قتل سے زیادہ بھی کوئی سزا دیتے ہو تو شاید غصہ ہو کہو کہ نہیں اُس شخص نے کہا کہ پھر جو مالک خدا تعالیٰ نے تمکو دیا ہے اور دنیا کا مالک کیا ہے

اُسکو لیکر کیا کروگے خداے تعالیٰ تو اپنے عاصیون کو قتل کی سزا نہین دیتا بلکہ عذاب الیم مین ابدالآباد رہنے کی سزا دیتا ہی اور وہی تمہارے دلون کے عزم اور جوارح کے باطنی امور کو دیکھتا ہی تو بھلا جب شاہنشاہ جل و علا سلطنت دنیا تمہارے ہاتھ سے چھین لیگا اور تمکو حساب کے لیے طلب کریگا تو سلطنت دنیا پر جو تم بخل کررہے ہو یہ اللہ تعالیٰ کے یہان کچھ تمہارے کام آئیگا یہ سنکر منصور بہت رویا یہان تک کہ ڈھاڑین مارنے لگا پھر کہا ہے مرا ای کاشکے مادر نمیزاد و گر میزاد کس شیرم نمیداد پھر پوچھا کہ جو سلطنت مجکو عطا ہوئی اسمین کیا تدبیر کرون آدمی تو مجکو خائن ہی نظر آتے ہین اُسنے جواب دیا کہ ای امیر المومنین تم بڑے اور سچے اماموں مرشدون کو اپنے ساتھ رکھو منصور نے کہا کہ وہ کون ہین اُسنے کہا کہ وہ علما ہین خلیفہ نے کہا کہ وہ تو مجھ سے بھاگے پھرتے ہین اُسنے کہا کہ اُنکے بھاگنے کی وجہ یہ ہی کہ ڈرتے ہین کہ مبادا تم اُنسے بھی زبردستی وہی کام لو جو تمہارا طریقہ اپنے عاملون کے ساتھ جاری ہی بلکہ دروازون کو کھولو اور دربانون کو کم کرو اور مظلوم کا انتقام ظالم سے اور ظالم کو ظلم سے روکو اور چیز کو حلال اور طیب وجہ سے لو اور حق اور عدل کے ساتھ تقسیم کرو پھر مین ضامن ہون کہ جو کوئی تم سے گریز کرتا ہی وہ تمہارے پاس آئیگا اور تمہارے حال اور رعیت کی بہتری مین تمکو مدد دیگا منصور نے کہا کہ الٰہی اس شخص کے قول کے بموجب مجھکو عمل کرنے کی توفیق کرامت کر اتنے مین حرم شریف کے موذنون نے منصور کو آکر سلام کیا اور نماز کی تکبیر ہوئی منصور نے نماز پڑھانے کے بعد محافظ دربار سلطانی کو حکم دیا کہ اُس شخص کو حاضر کر اگر حاضر نہ کریگا تو تیری گردن اُڑادونگا اور اُسپر نہایت غصہ ظاہر کیا محافظ اسکی تلاش مین نکلا پھرتے پھرتے کیا دیکھتا ہی کہ وہی شخص ایک گھاٹی مین نماز پڑھتا ہی یہ بیٹھ گیا جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اُسنے کہا کہ میان صاحب آپ خداے تعالیٰ سے ڈرتے ہین اُسنے کہا ہان محافظ نے کہا خداے تعالیٰ کو پہچانتے ہو کہا ہان محافظ نے کہا کہ تو آپ امیر کے پاس میرے ساتھ چلیں کہ اُسنے قسم کھائی ہی کہ اگر تمکو نہ لیجاؤنگا تو وہ مجکو مار ڈالیگا اُسنے کہا کہ اب جانے کی تو کوئی سبیل نہین محافظ نے کہا کہ وہ مجکو مار ڈالیگا اُسنے کہا کہ قتل نہین کریگا محافظ نے کہا کہ کس طرح اُسنے کہا کہ تجکو کچھ پڑھنا آتا ہی اُسنے کہا نہین اُسنے اپنے توشہ دان سے ایک پرچہ جسمین کچھ لکھا تھا نکالا اور محافظ سے کہا کہ لے اسکو اپنی جیب مین رکھ لے کہ اسمین دعاء کشایش مرقوم ہی محافظ نے کہا کہ دعاء کشایش کیا ہی اُسنے کہا کہ وہ دعا شہیدون کے سوا اللہ تعالیٰ اور کسی کو مرحمت نہین کرتا محافظ کہتا ہی کہ مین نے اس شخص سے کہا کہ آپ نے جہان مجھپر اور احسان کیا ہی ایک یہ بھی کرو کہ اگر مناسب جانو اسکو مجھے بتادو اور اُسکے ثواب سے آگاہ کردو اُسنے کہا کہ جو کوئی صبح و شام اس دعا کو پڑھے اُسکے گناہ نابود ہون اور سرور دائم رہے اور خطائین محو ہون اور دعا مقبول ہو اور رزق مین کشادگی ہو اور اُسکا عمل خالص ہو اور دشمن پر مدد ملے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھا جاے اور بحیثیت شہید ہونے کے اور طرح نہ مرے اور دعا یہ ہی اللھم کما لطفت فی عظمتک دون اللطفاء وعلوت بعظمتک علی العظماء وعلمت ما تحت ارضک کعلمک بما فوق عرشک وکانت وساوس الصدور کالعلانیۃ عندک وعلانیۃ القول کالسر فی علمک وانقاد کل شی لعظمتک وخضع کل ذی سلطان لسلطانک وصار امر الدنیا والآخرۃ کلہ بیدک اجعل لی من کل ہم اصبحت فیہ فرجا ومخرجا اللھم ان عفوک عن ذنوبی وتجاوزک عن خطیئتی وسترک علی قبیح عملی اطمعنی ان اسئلک ما لا استوجبہ لما قصرت فیہ ادعوک امنا واسئلک مستانسا وانک المحسن الی وانا المسی الی نفسی فیما بینی وبینک تتودد الی بالنعم واتبغض الیک بالمعاصی ولکن الثقۃ بک حملتنی علی الجراۃ علیک فعد بفضلک واحسانک علی انک انت التواب الرحیم۔ محافظ کہتا ہی کہ مین نے اُس پرچہ کو لیکر اپنی جیب مین رکھ لیا پھر مین نے اور طرف پھر کر نہین دیکھا سیدھا امیر المومنین کے پاس آیا اور حاضر خدمت ہوکر سلام کیا اُسنے سر اُٹھا کر مجکو دیکھا اور تبسم فرمایا اور کہا کہ شاید تجکو سحر خوب آتا ہی مین نے کہا کہ ای امیر المومنین بخدا مین سحر سے واقف نہین مگر یون ماجرا ہوا خلیفہ نے کہا کہ وہ پرچہ جو تجکو اُس بزرگ نے دیا ہی وہ لا مین نے حوالہ کیا اُسکو دیکھکر رونے لگا اور کہا کہ تو بچ گیا اور حکم دیا کہ اس پرچہ کی نقل کرلی جاے پھر مجکو دس ہزار درم کا حکم کیا اور کہا کہ تو جانتا ہی کہ یہ بزرگ کون ہین مین نے کہا نہین خلیفہ نے کہا یہ خضر علیہ السلام تھے۔ اور ابی عمران جونی کہتے ہین کہ جب ہارون رشید کو خلافت ہوئی تو علما اُسکی ملاقات کو

کرون الٰہی تو اپنا فضل اور احسان مجھپر بدستور سابق فرما کر توبہ میری قبول کرنے والا مہربان ہے ۱۲

گئے اور خلافت کی مبارکباد اُسکو دی اُسنے بیت المال کھولکر بڑے بڑے خلعت اور انعام دینے شروع کیے اور عہد خلافت سے پیشتر علما اور زاہدوں کی پاس بیٹھا کرتا تھا اور ظاہر زہد اور خستہ حالی رکھتا تھا اور حضرت سفیان ثوری سے بھائی چارہ ارادت سے رکھتا تھا حضرت سفیان ثوری رح نے اُس سے خلافت کے بعد ترک ملاقات کی اور مبارکباد کو نہ آسکے ہارون رشید اُنکے ملنے کا مشتاق ہوا کہ تنہائی میں اُنسے کچھ باتیں کرے مگر حضرت سفیان ثوری تشریف نہ لائے اور نہ اُنکی پروا کی کہ اب ہارون کا کیا منصب ہوگیا ہے یہ بات اُسپر شاق ہوئی اسلیے ہارون نے آپکی خدمت میں ایک رقعہ اس مضمون کا لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم بندہ خدا ہارون رشید امیر المومنین کی طرف سے اُسکے بھائی سفیان بن سعید ثوری کو بعد حمد و نعت و سلام کے معلوم ہو کہ برادر من اللہ تعالی نے ایمان والوں کے درمیان میں بھائی چارہ مقررہ فرمایا اور اس بھائی چپارہ کو اپنے لیے اور اپنے باب میں ٹھہرایا اور جان لو کہ میں نے تمسے جو بھائی چارہ کیا ہے اُسکا رشتہ منقطع نہیں کیا اور نہ آپکی دوستی توڑی بلکہ ابتک مجکو آپ سے افضل محبت اور اکمل عقیدت حاصل ہے اور اگر خلافت کا ہار میری گردن میں خدا تعالی نہ ڈالتا تو میں آپ کی خدمت میں گھٹنیوں ہی چلا آتا کیونکہ میرے دل میں آپ کی محبت ہے اور میرے اور آپکے دوستوں میں سے ایسا کوئی نہیں رہا جو مجکو مبارکباد دینے نہ آیا ہو اور میں نے بیت المال کھولکر بڑے بڑے انعام اسقدر روپے کہ میری آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو فرحت ہوئی مگر جب آپ نے تشریف لانے میں دیر کی اور اب تک قدم رنجہ نہ فرمایا تو میں نے یہ خط اپنے سخت اشتیاق سے آپکی خدمت میں روانہ کیا اور اے ابو عبد اللہ تمکو معلوم ہے کہ ایماندار کے ملنے کا ثواب کیا کچھ آیا ہے تو جب یہ اشتیاق نامہ آپکے پاس پہونچے تو زود و از زود آپ قدم رنجہ فرمائیں جب ہارون خط لکھ چکا تو جو لوگ اُسکے پاس موجود تھے اُنکی طرف متوجہ ہوا کہ کوئی خدمت نامہ بری اختیار کرے مگر سب کے سب حضرت سفیان ثوری رح کو جانتے تھے اور آپکی تند مزاجی کو پہچانتے تھے اسلیے جرأت نہ کرسکے خلیفہ نے کہا کہ ایک شخص کو دربانوں میں سے طلب کرو چنانچہ ایک شخص عباد طالقانی نام بلایا گیا خلیفہ نے کہا کہ اے عباد یہ میرا نامہ لے اور کوفہ کو لیجا بستی میں داخل ہو کر بنی ثور کا قبیلہ دریافت کر پھر سفیان ثوری کا حال پوچھنا اور جب اُنسے ملاقات ہو تو یہ میرا خط اُنکو حوالہ کرنا اور خبردار اپنے کان اور دل سے جو حال اُنکا ہو ذرا ذرا یاد رکھنا اور سب کیفیت میں سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا اور من وعن مجھ سے آکر کہنا عباد اُس خط کو لیکر منزل مقصود کو چلا جب کوفہ میں پہونچا اور قبیلہ بنی ثور کو پوچھا لوگوں نے بتا دیا پھر حضرت سفیان کا حال دریافت کیا تو کسی نے کہا کہ مسجد میں تشریف رکھتے ہیں عباد کہتے ہیں کہ میں نے مسجد کا رستہ لیا میں جب آپ نے مجکو دیکھا تو اُٹھ کھڑے ہوے اور فرمایا پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالی سمیع علیم کی شیطان مردود سے اور الہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں اُس آنے والے سے جو ہمارے پاس خیر کے سوا اور کسی طرح آوے آپکے ان الفاظ نے مجھپر ایسی تاثیر کی کہ میں تنگ ہوگیا جب آپ نے مجکو دیکھا کہ مسجد کے دروازہ پر سواری سے اُترا تو آپ نماز پڑھنے لگے حالانکہ کسی نماز کا وقت نہ تھا میں نے اپنا گھوڑا مسجد کے دروازہ سے باندھ اندر قدم رکھا دیکھا کہ آپکے جلیس گردن جھکائے بیٹھے ہیں گویا چور ہیں کہ اُنپر بادشاہ چلا آیا ہے اور اُسکی سزا سے ڈرتے ہیں میں نے سلام کیا تو کسی نے سر اُٹھا کر مجکو نہ دیکھا اور پوروں کے اشارہ سے سلام کا جواب دیا میں جا کر کھڑا ہوگیا کسی نے مجھ سے نہ کہا کہ بیٹھ جاؤ اور اُنکی ہیبت سے مجھپر لرزہ چڑھ گیا میں نے اُن سب کو تاکا اور سوچا کہ سفیان ثوری یہی بزرگ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں پھر میں نے خط کو اُنکے سامنے پھینک دیا آپ خط کو دیکھکر کانپے اور اُس سے ایسا بچے کہ گویا سجدہ گاہ میں سانپ سامنے آگیا پھر رکعتوں کو پورا کر کے سلام پھیرا اور اپنا ہاتھ آستین میں کرکے چغہ میں لپیٹا اور اُسی طرح خط کو لیکر پلٹا دیا پھر اُسکو پشت کی طرف لوگوں میں پھینک دیا اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی اسکو لیکر پڑھے میں تو اللہ تعالی سے مغفرت چاہتا ہوں کہ ایسی چیز کو ہاتھ نہ لگاؤں جسکو ظالم نے چھوا ہے غرضکہ ایک شخص نے اُنمیں سے ڈرتے ڈرتے اُسکو کھولا گویا اُسمیں سانپ تھا کہ اُسکے کاٹنے کا خوف تھا اور اُسکو ابتدا سے انتہا تک پڑھا حضرت سفیان اُسکو تعجب کرنے والوں کی طرح مسکراتے رہے جب مضمون تمام پڑھا گیا تو فرمایا کہ اسکو لوٹو اور ظالم کے خط کی پشت پر جواب لکھو لوگوں نے

کہا کہ ای ابو عبد اللہ وہ شخص خلیفہ ہی مناسب ہی کہ آپ کسی صاف و عمدہ کاغذ پر جواب لکھوائیے آپ نے فرمایا کہ نہین اُسی کے خط کی پشت پر
جواب لکھوا کر اُسنے اِس کاغذ کو وجہ حلال سے حاصل کیا ہوگا تو اُسکا ثواب پائیگا اور اگر حرام سے کمایا ہوا تو عذاب بھگتیگا جس چیز کو ظالم نے
چھوا ہی وہ ہمارے پاس نہ رہنی چاہیے ورنہ ہمارے دین کو خراب کریگی لوگون نے دریافت کیا کہ جواب کیا لکھین فرمایا کہ یون لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم
بندہ مطیع سفیان بن سعید ثوری کی طرف سے اُس بندہ کو جو آمال پر مغالطہ کھائے ہوئے ہی اور ایمان کا مزہ اُس سے چھین گیا ہی یعنی
ہارون رشید کو بعد سلام و حمد خدا منعام او رنعت سید رسل علیہ الصلوٰۃ و السلام کے معلوم ہو کہ مین نے یہ خط تمکو اسی اطلاع کے لیے لکھا ہی
کہ مین نے تمہاری الفت کا رشتہ توڑ دیا اور دوستی کا علاقہ کاٹ ڈالا اور اب مین تمہارا دشمن ہو گیا کیونکہ تمنے خود اپنے خط مین اقرار کیا کہ مین نے
مسلمانون کے بیت المال کو کھول خرچ کر ڈالا اور مجھکو اس بات کا گواہ کیا کہ تمنے مسلمانون کا مال بیجا اور بے موقع اُٹھایا اور یہی نہین کہ جو کچھ تمنے
کیا تھا اُسی پر راضی رہتے بلکہ باوجود مجھ سے کہ مجھکو خط لکھا کہ تم یہان اور میرے ساتھ کے لوگ جنھون نے تمہارا اقراری خط پڑھا گواہ ہو جائین
تو یاد رکھو کہ ہم فردا قیامت مین خدا تعالی کے روبرو تمہاری حرکت بیجا کی گواہی دینگے ای ہارون تمنے جو مسلمانون کا بیت المال اُڑایا آیا ہین
تو بموجب حکم قرآن مجید کے سات فرقون کا حق ہی تمہارے اس فعل سے کونسا فریق راضی ہوا مولفۃ القلوب بھی راضی ہوئے یا صدقات کے
عامل یا اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرنے والے یا مسافر یا حافظان قرآن اور علما یا بیوہ عورتین اور یتیم یا اور لوگ تمہاری رعیت مین سے
اس فعل سے راضی ہوئے پس اب اس سوال کے جواب کے لیے مستعد ہو اور اپنی مصیبت کے دور کرنے کی فکر کرو اور جان لو کہ تم عنقریب
حاکم عادل کے سامنے کھڑے ہوگے اور تمہارے نفس کے باب مین تم سے مواخذہ ہوگا کہ تمنے علم اور زہد اور قرآن مجید اور ابرار کے پاس
بیٹھنے کا مزہ کھو دیا اور اپنے نفس کے لیے ظالم اور ظالمون کا امام ہونا پسند کیا ای ہارون تم سریر پر بیٹھے اور حریر پہنا اور اپنے دروازہ پر پردہ ڈالا
اور ان حجابون سے تمنے رب العالمین کی مشابہت پیدا کی پھر اپنے ظالم سپاہیون کو دروازہ اور پردہ کے پاس بٹھلا دیا کہ لوگون پر ظلم
کرتے ہین اور انصاف نہین کرتے خود تو شراب پیتے ہین اور جو اور کوئی پیئے تو اُسکو مارتے ہین اسی طرح آپ زنا کرتے ہین اور دوسرے
زانیون کو حد لگاتے ہین اور خود چوری کرتے ہین اور دوسرے چورون کا ہاتھ کاٹتے ہین یہ شریعت کے احکام پہلے تم پر اور تمہارے ساتھیون پر کیون نہین
اور لوگون پر جاری ہوتے ہین تمہارے زمرہ پر نہین ہوتے اے ہارون کل کیا ہوگا جب ایک پکارنے والا اللہ تعالی کی طرف سے پکاریگا
۱؎ احشروا الذین ظلموا وازواجہم ۔ ظالم اور اُنکے مددگار کہ ہان ہین تمکو خدا تعالی کے سامنے پیش کیا جائیگا اس صورت سے کہ تمہارے ہاتھ
تمہاری گردن مین بندھے ہونگے اور اُنکو بجز تمہارے عدل کے اور کوئی نہ کھولیگا اور دوسرے ظالم تمہارے گرد ہونگے اور تم اُن سب کے
سردار ہوکر اُنکو دوزخ مین لیجاؤگے اے ہارون گویا تمہارا حال میرے سامنے ہی کہ تمہاری گردن پکڑی گئی اور قیامت مین بیٹھنے کے مقام پر
حاضر کیے گئے اور تم اپنی نیکیان دوسرے کے پلہ حسنات مین دیکھ رہے ہو اور اپنی بُرائیون کے سوا غیرون کی بُرائیان اپنے پلہ مین دیکھتے ہو
کہ مصیبت پر مصیبت اور اندھیرے پر اندھیرا ہی پس ای ہارون میری وصیت یاد رکھو اور جو نصیحت مین نے تمکو کی اُسپر کاربند ہو اور جان لو
کہ مین نے تمہاری خیر خواہی کی اور کوئی دقیقہ نصیحت کا باقی نہین چھوڑا تو اپنی رعیت کے باب مین خدا تعالی سے ڈرو اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ آپ کی اُمت کے باب مین رکھو اور خلافت کو اچھی طرح کرو اور جان لو کہ اگر خلافت خلیفون کے پاس
رہتی تو تمہارے پاس نہ پہونچتی اور یہ تمہارے پاس سے بھی جانے والی ہی اسی طرح دنیا سب لوگون کو ایک ایک کرکے چلی جاتی ہی
تو انمین سے بعضون نے تو ایسا توشہ بہم کر لیا جو اُسکو مفید ہوا اور بعض لوگ دنیا اور آخرت دونون مین خسارہ سے رہے اور میرے گمان
یہی ہی کہ تم بھی انھین لوگون مین ہو جنکو دنیا اور آخرت دونون مین خسارہ ہوا اب خبردار اسکے بعد مجھکو کوئی خط مت لکھنا اور نہ مین اُسکا
جواب تمکو تحریر کرونگا والسلام ۔ عباد کہتا ہی کہ اس خط کو کھلا ہوا کر بدون تہ کیے اور مہر لگائے میری طرف پھینک دیا مین اُسکو لیکر کوفہ کے

[illegible] ۱۲

۱؎ [illegible]

بازار میں آیا اور آپ کی نصیحت مجھ میں اثر کر گئی تھی میں نے بازار میں پکارا کہ ای کوفہ والو حاضرین نے مجھ کو کہا کہ فرمائیے میں نے کہا کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ سے بھاگا ہوا تھا اُسکی طرف اُسنے رجوع کیا کوئی تم میں اُسکا خریدار ہے لوگ میرے پاس روپیے اشرفیاں لائے میں نے کہا کہ مجھ کو مال کی حاجت نہیں بلکہ ایک موٹا جھوٹا صوف کا کرتا اور ایک کملی چاہتا ہوں لوگوں نے مجھ کو دونوں چیزیں لا دیں میں نے اُنکو میں لیا اور وہ لباس کہ خلیفہ کے ساتھ پہنا کرتا تھا اُتار ڈالا اور جو ہتھیار لگائے ہوئے تھا اُنکو گھوڑے پر رکھکر گھوڑے کو باگ ڈور پکڑ کر پیادہ پا روانہ ہوا یہاں تک کہ جب میں خلیفہ ہارون کے دروازہ پر پہونچا اور لوگوں نے مجھ کو برہنہ پا اور پیادہ اُس ہیئت سے دیکھا تو خوب تمسخر کیا پھر اطلاع کے بعد مجھکو اجازت ہوئی جب میں خلیفہ کے سامنے گیا اور مجھ کو اُس کیفیت پر دیکھا تو بیٹھا اور اُٹھا پھر کھڑا ہو کر اپنا سر اور مُنھ پیٹتا تھا اور واویلا اور واحسرتا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ افسوس ایلچی نے فائدہ اُٹھایا اور بھیجنے والا محروم رہا مجھکو دنیا سے کیا سروکار ہے سلطنت میرے کس کام آئیگی ڈھلتے سایہ کی طرح جلد چلی جائیگی پھر حضرت سفیان ثوری نے مجھکو جیسا کہا ہوا خط دیا تھا میں نے ویسا ہی نکال کر ہارون کو دے دیا وہ پڑھتا جاتا تھا اور گریہ وزاری اور فریاد با آواز بلند کرتا جاتا تھا اُسکے بعض ندیموں نے کہا کہ ای امیر المومنین سفیان ثوری نے آپ کی شان میں بڑی گستاخی کی آپ اگر کسی کو اُنکے پاس بھیجیں اور لوہے کی بیڑیاں بھاری ڈالکر مجلس میں رکھیں تو دوسرے لوگوں کو عبرت ہو جائیگی ہارون رشید نے کہا کہ اے دنیا کے بندو ہمکو اس حرکت سے معاف رکھو جو تمہارے مغالطہ میں آ گئے وہ بڑا بدبخت ہے تمکو معلوم نہیں کہ سفیان ثوری ایک ہی شخص یگانہ روزگار ہیں وہ جانیں اُنکا کام اُنسے مزاحم نہو پھر یہ خط سفیان ثوری رح کا ہمیشہ ہارون کے پہلو میں رہتا ہر نماز کے وقت اُسکو پڑھ لیا کرتا یہاں تک کہ انتقال کیا اللہ تعالیٰ اُسپر رحم کرے پس جو شخص اپنے نفس پر ترس کرے اور خدا تعالیٰ سے ڈرے اُس عمل میں جو کل کو اُسکے سامنے کیا جائیگا اور اُسی پر اُسکی بازپرس اور جزا ہوگی اللہ تعالیٰ اُسپر رحمت کرے کہ توفیق کا مالک وہی ہے۔ اور عبد اللہ بن مہران کہتے ہیں کہ ہارون رشید نے حج کیا تو کوفہ میں آکر چند روز قیام کیا پھر کوس رحلت بجایا گیا جب آدمی چلنے لگے تو بہلول مجنون بھی اُنکے ساتھ ہوئے اور کناسہ پر بیٹھ گئے لڑکے اُنکو ستاتے اور چھیڑتے تھے کہ اتنے میں ہارون کی عماریاں نکلیں لڑکے اُنکے چھیڑنے سے باز رہے جب ہارون آیا تو بہلول نے با آواز بلند پکارا یا امیر المومنین ہارون نے پردہ اپنے مُنھ پر سے اُٹھا کر کہا لبیک یا بہلول اُنھوں نے کہا کہ ای امیر المومنین ہمسے حدیث بیان کی ایمن بن نابل نے قدامہ بن عبد اللہ عامری سے کہ اُنھوں نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات سے واپس تشریف لاتے دیکھا کہ آپ اپنے ناقہ پر سوار تھے نہ زدوکوب تھی نہ دھکا دینا نہ بچو بچو کہنا اے امیر المومنین اس سفر میں تمہارا تواضع کرنا بہتر ہے بہ نسبت غرور اور ظلم کے ہارون اسکو سنکر رو دیا یہاں تک کہ اُسکے آنسو زمین پر گرے پھر کہا کہ اے بہلول خدا تعالیٰ تمپر رحم کرے کچھ اَور فرماؤ کہا بہتر یا امیر المومنین جس شخص کو اللہ تعالیٰ مال اور جمال عطا کرے اور وہ اپنا مال خیرات کرے اور اپنے جمال میں پارسا رہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے خالص دفتر میں ابرار کے ساتھ لکھا جاتا ہے ہارون نے کہا کہ تمنے بہت خوب کہا ای بہلول پھر اُنکو کچھ انعام دیا بہلول نے فرمایا کہ اس مال کو جس شخص سے لیا ہو اُسی کو واپس کر دو کہ مجھکو اسکی حاجت نہیں ہارون نے کہا کہ اگر تمہارے ذمہ کچھ قرض ہو تو ہم ادا کر دیں فرمایا کہ علما کوفہ میں بہت ہیں سب کا اسپر اتفاق ہے کہ دین کا ادا کرنا دین سے درست نہیں ہارون نے کہا کہ ہم تمہارے لیے اتنا مقرر کر دیں کہ تمہاری قوت کو کافی ہو بہلول نے اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھا کر فرمایا کہ ای امیر المومنین میں اور تم دونوں خدا تعالیٰ کے عیال میں سے ہیں تو محال ہے کہ وہ تمکو یاد رکھے اور مجھکو بھول جائے پھر ہارون پردہ ڈالکر چلا گیا اور ابو العباس ہاشمی صالح بن مامون کی اولاد میں سے کہتے ہیں کہ میں حارث محاسبی کے پاس گیا اور اُنسے کہا کہ آپ نے اپنے نفس سے محاسبہ کیا ہے فرمایا کہ ایسا کبھی ہوتا تھا میں نے کہا کہ اب کیا حال ہے فرمایا کہ اب تو میں اپنے حال کو چھپاتا ہوں ایک آیت قرآن مجید کی پڑھتا ہوں تو اُسمیں بھی بخل کرتا ہوں کہ میرا نفس نہ سنے اور اگر مجھکو اُسمیں سرور نہ غالب ہو جاتا تو میں اُسکو ظاہر نہ کرتا اور میں ایک رات اپنی محراب میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک جوان خوبصورت عمدہ خوشبو کا آیا اور مجھکو سلام کرکے میرے سامنے بیٹھ گیا میں نے پوچھا

کہ تو کون ہی اُسنے کہا کہ مین ایک سیّاح ہون جو لوگ اپنی محرابون مین عبادت کرتے ہین اُنکے پاس جایا کرتا ہون مین تمکو کچھ محنت کرتے نہین دیکھتا
تمھارا عمل کیا ہی مین نے کہا کہ چھپانا مصیبتون کا اور کشش فوائد کی اُسنے ایک چیخ ماری کہ مشرق اور مغرب کے درمیان مین مجھے کوئی نہین معلوم ہوتا
کہ اُسکی صفت یہ ہو پھر مین نے چاہا کہ اُسکو کچھ اور سناؤن تو مین نے کہا کہ تجھکو معلوم نہین کہ اہل دل اپنے احوال چھپاتے ہین اور اپنے اسرار
ظاہر نہین کرتے اور اللہ تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ وہ حالات خود اُنسے بھی مخفی رہین تو تجھکو اُنکا حال کہان سے معلوم ہوتا اور اُنکو کیسے پہچانتا
اُسنے پھر ایسی چیخ ماری کہ بیہوش ہوگیا اور میرے پاس دو دن تک بیہوش رہا پھر افاقہ ہوا تو کپڑے اُسکے بول و براز سے نجس ہوگئے تھے مین نے
سمجھا کہ اسکی عقل جاتی رہی مین نے اُسکو نیا تھان نکالکر دیا اور کہا کہ یہ میرا کفن ہی مین نے تجھکو اپنے نفس پر ترجیح دی اب تو غسل کر اور نماز کی
قضا کر اُسنے پانی مانگا اور غسل کرکے نماز پڑھی اور اُسی کپڑے مین لپٹا ہوا باہر کو چلا مین نے کہا کہ کہان کا ارادہ ہی اُسنے کہا کہ میرے ساتھ چلو
مین ساتھ ہولیا وہ چلا چلا خلیفہ مامون کے پاس گیا اور اُسکو سلام کیا اور کہا کہ اے ظالم اور اگر تجھکو ظالم نہ کہون تو مین ظالم ہون اور اگر تیرے
باب مین تقصیر کرون تو خدا تعالی سے استغفار کرتا ہون کیا تو اللہ تعالی سے نہین ڈرتا اُس باب مین کہ اُسنے تجھکو اُسکا مالک کیا ہی اور
بہت سی نصیحت کرکے باہر آنا چاہا اور مین دروازہ پر بیٹھا تھا مامون اُسکی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ تو کون ہی اُسنے کہا کہ مین ایک سیّاح ہون
مین نے اپنے پیشتر کے صدیقون کے اعمال مین فکر کیا تو اپنے نفس مین اُن اعمال کا پتہ نہ پایا اسلیے تیری نصیحت کو مستعد ہوا کہ شاید
صدیقون مین مِلجاؤن مامون نے اُسکی گردن اُڑا دینے کا حکم دیا چنانچہ وہ اُسی تھان مین لپٹا ہوا مقتول باہر نکالا گیا اور مین دروازہ پر بیٹھا تھا
اور ایک منادی کہتا تھا کہ جو اُسکا وارث ہو وہ اُسکو لیجائے مین اُس سے مخفی ہوگیا اور اُسکو غربا نے لیکر دفن کردیا دفن مین مین بھی شریک تھا
مین نے اُنسے اُسکا حال نہ کہا بعد دفن کے مین گورستان کی ایک مسجد مین ٹھہر گیا اور اُس جوان کا غم میرے دل مین تھا کہ اتنے مین میری
آنکھ لگ گئی کیا دیکھتا ہون کہ وہ جوان ایسی لونڈیون مین ہی کہ مین نے اُنسے زیادہ خوبصورت نہین دیکھی تھین اور مجھسے کہتا ہی کہ اے حارث
قسم ہی خدا کی تو وہ چھپانے والون مین ہی کہ جو اپنا حال چھپاتے ہین اور اپنے رب کی اطاعت کرتے ہین مین نے کہا کہ وہ لوگ کہان ہین اُسنے
کہا کہ ابھی دم تجھسے ملین گے پھر مین نے کچھ سوارون کا دیکھا اور اُنسے کہا کہ تم کون ہو اُنھون نے کہا کہ ہم اپنے حال کے چھپانے والے ہین
اس جوان کو تیری تقریر نے حرکت دی مگر اُسکے دل مین جو کچھ تو نے بیان کیا تھا اُسمین سے کچھ نہ تھا اسلیے وہ امر و نہی کے واسطے نکلا اور اللہ تعالی
اُسکو ہمارے ساتھ اُتارا اور اُسکی خاطر اُسکے قاتل پر غصہ فرمایا۔ اور احمد بن ابراہیم مقری کہتے ہین کہ ابو الحسن نوری رح امر فضول کم کرتے اور
بے فائدہ بات کا سوال نہ کرتے اور جس چیز کی اُنکو حاجت نہوتی اُسکی تفتیش نہ فرماتے اور جب کسی منکر کو دیکھتے تو اُسکو بگاڑ ڈالتے گو جان ہی
کیون نہ جاتے ایک روز ایک چشمہ پر جو شرعۃ الفحامین کے نام سے مشہور ہی نماز کے لیے وضو کرتے تھے کہ ایک کشتی پر جسمین تیس مٹکے تھے
ہر ایک پر روغنی سے لفظ لطف لکھا ہوا تھا آپ نے اسکو پڑھکر پہچانا کیونکہ تجارات اور خانگی اشیا مین کوئی چیز آپ کو نہ معلوم ہوئی جسکو
لطف کہتے ہین آپ نے ملّاح سے کہا کہ ان مٹکون مین کیا ہی اُسنے کہا کہ آپکو کیا مطلب پڑا ہی آپ اپنا کام کیجیے جب آپ نے
ملّاح سے یہ سنا تو شوق دریافت کا دو بالا ہوا اور فرمایا کہ مین یہی چاہتا ہون کہ تو مجھکو بتادے کہ اِنمین کیا ہی ملّاح نے کہا تمکو اس سے کیا فائدہ
تم تو صوفی آدمی ہو یہ معتضد کے لیے شراب ہی اُسکو منظور ہی کہ اس سے اپنی مجلس کی تکمیل کرے آپ نے فرمایا کہ یہ شراب ہی ملّاح نے کہا ہان
آپ نے فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ وہ موگری مجھکو اُٹھا دے ملّاح آزُردہ ہوا اور اپنے غلام سے کہا کہ اُنکو موگری حوالہ کر دیکھین کیا کرینگے جب
موگری اُنکے ہاتھ مین آگئی وہ کشتی پر سوار ہوے ایک ایک مٹکا توڑنے لگے یہان تک کہ بجز ایک مٹکے کے اور سب توڑ ڈالے اور ملّاح فریاد
کرتا رہا حتی کہ حاکم اس پل کا جو یونس بن افلح تھا چڑھ دوڑا اور نوری کو گرفتار کرکے معتضد کے پاس روانہ کردیا اور چونکہ معتضد کی تلوار پہلے
چلتی تھی اور زبان پیچھے اسلیے لوگون کو یقین ہوا کہ وہ بدون قتل کیے نہ چھوڑیگا ابو الحسن نوری فرماتے ہین کہ جب مجھکو خلیفہ کے سامنے لیگئے

وہ کرسی پر بیٹھا تھا اور اُسکے ہاتھ میں ایک سونٹا تھا کہ اُسکو پلٹے ہوے رہا تھا مجھکو دیکھکر کہا کہ تو کون ہے مین نے کہا کہ محتسب ہون اُسنے کہا کہ تجھکو احتساب کا عہدہ کسنے دیا مین نے کہا جسنے تجھکو امامت کا عہدہ دیا اُسنے تھوڑی دیر گردن جھکالی بعد اسکے سر اُٹھا کر کہا کہ تو نے جو حرکت کی وجہ اسکی کیا تھی مین نے کہا کہ مجھکو تمہارے حال پر ترس آیا کہ جس برائی کو تمسے ٹال سکتا ہون اُسمین کوتاہی کیون کرون پھر خلیفہ سر نیچے کر کے فکر کر کے سوچتا رہا اور بعد اسکے سر اُٹھا کر کہا کہ سب مٹکون میں سے یہ ایک مٹکا کیسے بچ رہا مین نے کہا کہ اسکی ایک وجہ ہے اگر امیر المومنین مجھکو اجازت دین تو مین بیان کرون کہا کہ بیان کر میرے نے کہا کہ ای امیر المومنین جب مین بقصد مٹکون کی طرف متوجہ ہوا تو بہت دل مین اللہ تعالی کا جلال بھرا تھا اور خوف مطالبۂ الٰہی چھایا ہوا تھا اسلیے مین نے انکے توڑنے پر جرأت کی اور مخلوق کی ہیبت مجھکو کچھ خیال نہ تھا سب مٹکون کے توڑنے مین ہوا جب مین اس مٹکے پر پہونچا تو میرے نفس مین اس بات کی شیخی مجھکو معلوم ہوئی کہ مین نے خلیفہ کے مٹکے توڑ دیے جبھی مین نے ہاتھ کھینچ لیا اور اگر اس مٹکے پر پہونچنے مین بھی مجھکو وہی جوش ہوتا جو پہلے تھا تو ایسے کیا اگر روے زمین مٹکون سے پر ہوتی تب بھی مین توڑتا چلا جاتا اور کچھ پروا نہ کرتا معتضد نے کہا کہ جا تجھے تمہارے ہاتھ کو ہمنے روک کر دیا جو تسا منکر چاہو اُسکو بگاڑ دو مین نے کہا کہ ای امیر المومنین اب منکر کے بگاڑنے کو مین بُرا جانتا ہون اسلیے کہ پہلے تو مین خدا تعالی کی طرف سے بگاڑتا تھا اور اب اس خدمت کی بہشت سے بگاڑونگا معتضد نے کہا کہ تمہارا مطلب کیا ہے مین نے کہا یا امیر المومنین آپ حکم کر دین کہ مین سلامت چلا جاؤن خلیفہ نے حکم دیا کہ کوئی اس سے مزاحم نہو غرضکہ بصرہ مین چلے آئے اور اکثر بصرہ ہی مین رہے اس خوف سے کہ مبادا کوئی ضرورت درپیش ہو تو پھر معتضد سے سوال کرنے کی نوبت پہنچے جب معتضد مر گیا تب بغداد مین واپس آئے حاصل یہ کہ علما کی عادت امر بالمعروف اور نہی منکر مین یہ تھی کہ بادشاہ کے دبدبہ کی پروا کم کرتے تھے بلکہ اگر اللہ تعالی انکو محفوظ رکھتا تھا تو اُسکے فضل پر تکیہ کرتے تھے اور اگر شہادت روزی کرتا تھا تو اُسکے حکم پر راضی تھے اور چونکہ اُنھون نے اپنی نیت خالص اللہ تعالی کے لیے کر لی تھی اسلیے اُنکے کلام کی تاثیر سخت دلون مین ہوتی تھی کہ دل نرم ہو جاتے تھے اور سختی دور ہو جاتی تھی اور اب تو طمع نے علما کی زبان روک دی ہے کہ وہ کچھ کہتے ہی نہین اور اگر کہتے ہین تو اس وجہ سے کہ اُنکا قول موافق اُنکے حال کے نہین ہوتا اُس سے کچھ فائدہ مترتب نہین اگر وہ سچے ہوتے اور علم کا حق محفوظ رکھتے تو فلاح پاتے کیونکہ رعیت کی ساری خرابی بادشاہون کے خراب ہونے سے ہے اور بادشاہون کی خرابی علما کی خرابی سے ہے اور علما کی خرابی مال اور جاہ کی محبت سے ہے تو جس شخص پر دنیا کی محبت غالب ہوگی وہ رذیلون اور ذلیلون پر بھی حسبت نہ کر سکیگا بادشاہون اور بڑے آدمیون کا تو کیا ذکر ہے اللہ تعالی ہر حال مین مددگار رہے

والحمد للہ اولا و آخرا و صلی اللہ علی اکمل خلقہ ....

دسوان باب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آداب اور آپکے اخلاق کے ذکر مین

احسن بہار روضۂ احمد ہے	شادابی نخل گلشن سرمد ہے	یعنی شروع ان مین سے ہے اخلاق کا ذکر	جنکا مدار خصائل امجد ہے

واضح ہو کہ ظاہر کے آداب باطن کے آداب کا عنوان ہوتے ہین اور اعضاء ظاہری کی حرکات دلی باتون کے ثمرے اور اعمال نتیجے اخلاق کے ہین اور آداب انجام معرفتون کے اور رازہاے درونی افعال کے منبع اور منبع ہین اور ظاہر پر باطن ہی کا نور پڑجاتا ہے کہ اُسکو زینت اور جلا دیتا ہے اور اُسکی برائیون کو خوبیون سے بدل دیتا ہے اور جس شخص کا دل خشوع نہین کرتا اُسکے اعضاء ظاہری بھی خشوع نہین کرتے اور جسکا سینہ انوار الٰہی کا محل نہین ہوتا اُسکے ظاہر پر بھی جمال آداب نبوی کی نہین پڑتی اور میرا ارادہ تھا کہ اس جلد معاملات کے خاتمہ مین ایک باب متضمن تمامی آداب زندگی کا لکھون تاکہ طالبان کو اُنکا نکالنا سب بابون سے دشوار نہو پھر مین نے دیکھا

کہ جلد اول اور دوم کے ہر باب مین تھوڑے تھوڑے آداب مذکور ہو چکے ہین اسلیے مین نے اُنکا دوبارہ لکھنا ثقیل جانا کہ نفسون کی سرشت مین یہ ہے کہ مکررات سے نفرت رکھتے ہین اور اعادہ کو گران سمجھتے ہین اُس نظر سے مناسب معلوم ہوا کہ اس باب مین صرف آداب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپ کے اخلاق جو اسناد کے ساتھ مروی ہین لکھون اور اُن سب کو جدا جدا اسناد حذف کر کے بیان کرون تاکہ وہ سب ایک جگہ ہو جائین اور یہ فائدہ ہو کہ آپ کے اخلاق کریمہ دیکھکر ایمان کی تجدید اور تاکید ہو جائے کیونکہ آپ کی ایک ایک عادت شریف ایسی ہے جس سے قطعاً معلوم ہوتا ہے کہ آپ اللہ تعالی کی مخلوق سے نہایت بزرگ اور رتبہ مین برتر اور قدر مین بزرگ تر ہین تو جس صورت مین سب آپ کی ذات اقدس مین اکٹھی ہین تو کیسے فضل و اعلی ہونگے پھر اخلاق کے بعد آپ کا سراپا مذکور کرون پھر آن معجزات کو لکھون جو صحیح احادیث مین آئے ہین تاکہ مکارم اخلاق کا بیان کامل ہو اور پنبہ غفلت منکرون کے کانون سے زائل اللہ تعالی توفیق دے کہ عادات اور احوال مین اور تمام امور دینی مین ہم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرین اور آنکے اقتدا کا دم بھرین کہ وہی حیرت والون کا راہ نما اور مضطرون کے لیے مجیب الدعا ہے ہر چند یہ مطلب دریا سے ناپید اکنار ہے مگر ہم تبرکاً یا تو نہین اس مضمون کو لکھتے ہین

پہلا بیان اس ذکر مین کہ اللہ تعالی نے اپنے حبیب اور صفی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تادیب قرآن مجید سے فرمائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تضرع و زاری بدرگاہ باری بہت کرتے اور ہمیشہ سوال کرتے کہ مجکو محاسن آداب اور مکارم اخلاق سے آراستہ کر اور یون دعا مانگتے اللھم احسن خلقی وخلقی اور فرماتے اللھم جنبنی منکرات الاخلاق تو اللہ تعالی نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور اپنے اس وعدہ کو پورا کیا ادعونی استجب لکم یعنی تم مجھ سے دعا مانگو مین قبول کرونگا اور آپ پر قرآن مجید نازل فرمایا اور اس سے آپ کو ادب سکھلایا تو آپ کا خلق قرآن مجید ہے چنانچہ سعد بن ہشام کہتے ہین کہ مین حضرت عائشہ رضہ کی خدمت مین گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا حال اُنسے پوچھا اُنھون نے فرمایا کہ تو قرآن پڑھتا ہے مین نے کہا ہان اُنھون نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن مجید تھا۔ اور قرآن مجید سے آپ کو ادب اسطرح سکھایا کہ ارشاد فرمایا خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین اور فرمایا ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ اور فرمایا واصبر علی ما اصابک ان ذلک من عزم الامور۔ اور فرمایا ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم الامور۔ اور فرمایا فاعف عنھم واصفح ان اللہ یحب المحسنین۔ اور فرمایا ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم۔ اور فرمایا ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم۔ اور فرمایا والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین اور فرمایا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا۔ اور جب جنگ اُحد مین آپ کے دندان مبارک کی چوکڑی ٹوٹ گئی اور سر مبارک مین ضرب آئی تو خون چہرہ مبارک پر بہتا تھا اور آپ خون کو پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کیسے بھلا ہوگا اُس قوم کا جسنے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگین کیا حالانکہ وہ اُنکو اُنکے پروردگار کی طرف بلاتا ہے اُسوقت اللہ تعالی نے آپ کو ادب سکھانے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی لیس لک من الامر شیء او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظالمون۔ اور اسیطرح کی تادیبین قرآن مجید مین بیشمار ہین اور تادیب اور تہذیب سے مقصود اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہین پھر آپ کی ذات پاک سے سب خلق پر پرتو پڑتا ہے اسلیے کہ قرآن مجید سے آپ کو ادب سکھایا گیا اور خلق کو آپ سے ادب تعلیم کیا گیا اور اسی وجہ سے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین اسلیے بھیجا گیا ہون کہ مکارم اخلاق کو پورا کرون پھر آپ نے خلق کو محاسن اخلاق کی اُن باتون کی ترغیب دی جنکا ذکر ہم باب ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق جلد ثالث مین کرینگے یہان مکرر لکھنے کی ضرورت نہین۔ پھر جب اللہ تعالی نے آپ کا خلق کامل کر دیا تو تعریف فرمائی اور یہ ارشاد کیا وانک لعلی خلق عظیم سبحان اللہ اُسکی کیا بڑی شان اور کتنا کامل احسان اور کیسا فضل عظیم اور لطف عمیم ہے کہ آپ ہی اپنے نبی کریم کو خلق سے آراستہ کیا اور آپ ہی تعریف فرماتا ہے اور خلق کو آپ کی طرف منسوب کرتا ہے کہ تو بڑے خلق پر ہے

ترمذی بروایت ابی ہریرہ رضہ ۱۲ اور تو پیدا ہوا ہے بڑے خلق پر ۱۲

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلق سے بیان فرمایا کہ اللہ تعالی مکارم اخلاق کو پسند فرماتا ہے اور انمین سے برے اخلاق سے بغض رکھتا ہے اور حضرت علی رضہ نے فرمایا ہے کہ ہر مسلمان سے تعجب ہے کہ اسکے پاس کوئی اسکا مسلمان بھائی کسی ضرورت سے آوے اور اپنے نفس کو دوسرے کے ساتھ بھلائی کرنے کے قابل نہ سمجھے بھلا اگر اسکو توقع ثواب کی یا خوف عذاب کا نہو تو اسکو یہ تو چاہیے کہ مکارم اخلاق کی طرف مبادرت کرے کہ انسے راہ نجات کا پتا ملتا ہے ایک شخص نے عرض کیا کہ آپ نے اسکو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے حضرت علی رضہ نے فرمایا کہ ہان سچ اور بات کہ جو اس سے بھی بہتر ہے یعنی جب طے کے قیدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر کیے گئے تو انمین ایک لڑکی بھی تھی اسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ اگر آپ مصلحت سمجھیں تو مجھکو رہا فرما دین اور قبائل عرب کو مجھپر نہ ہنسائین کہ اپنی قوم کی سردار کی بیٹی ہون میرا باپ اپنی قوم کی حمایت کرتا تھا اور قیدی کو رہا کرتا تھا بھوکے کا پیٹ بھرتا تھا اور کھانا کھلاتا تھا اور سلام کا افشا کرتا تھا کبھی کسی حاجت کے طالب کو محروم نہین پھیرا مین حاتم طائی کی بیٹی ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لڑکی یہ صفت تو ایماندارون کی ہے اگر تیرا باپ مسلمان تھا تو ہمنے تجھپر رحم کیا اور لوگون سے ارشاد فرمایا کہ اسکو چھوڑ دو کہ اسکا باپ مکارم اخلاق کو اچھا جانتا تھا اور اللہ تعالی مکارم اخلاق کا دوست رکھتا ہے ابو بردہ بن نیار کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کیا مکارم اخلاق کو دوست رکھتا ہے آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ جنت مین بجز خوش اخلاق کے اور کوئی داخل نہوگا — اور حضرت معاذ بن جبل رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اسلام کا مجموعہ مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کو کر دیا ہے اور منجملہ انکے یہ باتین ہین باہم اچھی طرح رہنا عمدہ فعل کرنا پہلو کا ملائم رکھنا خیرات دینا کھانا کھلانا سلام کا افشا کرنا مسلمان بیمارون کو پوچھنا نیک ہو یا بد مسلمان کے جنازہ کے ہمراہ جانا اور جو شخص کہ ہمسایہ مین رہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اسکے ساتھ اچھی طرح رہنا اور بوڑھے مسلمان کی عزت کرنی اور دعوت کا قبول کرنا اور دوسرے کی دعوت کرنی اور معاف کرنا اور لوگون مین صلح کرانی اور جود اور کرم اور سماحت کرنا اور ابتدا بالسلام کرنا اور غصہ کا پی جانا اور لوگون سے درگذر کرنی اور جو چیزین اسلام نے حرام کر دی ہین انسے اجتناب کرنا یعنی کھیل اور باطل اور غنا اور آلات لہو بجانا اور ہر کینہ اور عیب کی بات اور غیبت اور جھوٹ اور بخل اور زیادتی کنجوسی اور جفا اور دغا اور فریب اور چغلی اور آپس مین بگاڑ ڈالنا اور قرابت کو توڑنا اور بدخلقی اور تکبر اور شیخی اور اترانا اور بڑائی مارنی اور فحش کہنا اور فحش سننا اور کینہ اور حسد اور بد فالی اور سرکشی اور حد سے گذرنا اور ظلم حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمدہ نصیحت ایسی نہین چھوڑی جسکی طرف ہمکو نہ بلایا ہو اور نہ کوئی عیب اس قسم کا چھوڑا کہ جس سے ہمکو ڈرایا نہو یا منع نہ کیا ہو — اور ان سب باتون سے یہ آیت کفایت کرتی ہے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الآیہ — اور حضرت معاذ بن جبل رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو اسطرح وصیت فرمائی کہ اے معاذ مین تجھکو وصیت کرتا ہون خدا تعالی سے ڈرنے کی اور سچ بولنے اور عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے اور خیانت نہ کرنے اور ہمسایہ کا لحاظ رکھنے اور یتیم پر رحم کرنے اور نرم گفتگو کرنے اور سلام کے فاش کرنے کی اور حسن عمل اور کوتاہ کرنے امل کی اور ایمان پر جمے رہنے اور قرآن کی سمجھ پیدا کرنے اور آخرت کی محبت اور حساب سے خائف رہنے اور بازو کو پست رکھنے کی اور مین تجھکو منع کرتا ہون کہ کسی حلیم کو گالی مت دینا اور سچے شخص کو جھوٹا مت ٹھہرانا اور کسی گنہگار کی اطاعت نہ کرنا اور امام عادل کی نافرمانی مت کرنا اور زمین مین فساد مت کرنا اور تجھکو وصیت کرتا ہون خدا تعالی سے ڈرنے کی ہر پتھر اور درخت اور ڈھیلے کے پاس اور یہ کہ ہر گناہ کے لیے توبہ نئی کرنا پوشیدہ گناہ کے لیے پوشیدہ توبہ اور ظاہر کے لیے ظاہر غرضکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کے بندون کو اسطرح ادب تعلیم فرمایا اور انکو مکارم اخلاق اور محاسن آداب کی طرف بلایا —

دوسرا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اخلاق مین جنکو بعض علما نے احادیث سے چن کر جمع کیا ہے اور کہا

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون سے زیادہ حلیم تھے سب سے زیادہ شجاع تھے سب سے زیادہ عادل تھے سب سے زیادہ پارسا تھے کبھی آپ کا دست مبارک ایسی عورت کے ہاتھ کو نہ لگا جو آپ کی ملک مین نہو یا آپ کی محرم نہو سب سے زیادہ سخی تھے آپ کے پاس دینار و درم رات کو نہ رہتا تھا اور اگر بچ رہتا اور ایسا شخص نہ ملتا جسکو عطا فرمائین اور یکایک رات ہوجاتی تو اپنے مکان مین تشریف نہ لاتے جب تک اسکو بچے ہوئے کو کسی محتاج کو نہ دے چکتے جو کچھ اللہ تعالی نے آپ کو دیا تھا اُسمین سے بجز سال بھر کی اپنی غذا کے نہ لیتے اور وہ بھی سب سے زیادہ ارزان اور سہل الوصول خرما اور جَو کی ہوتی تھی اور باقی سب کو فی سبیل اللہ خرچ کرتے جس چیز کا سوال کوئی آپ سے کرتا اُسکو مرحمت فرماتے پھر آپ اپنے سال بھر کے قوت مین سے بھی دے ڈالتے اور سائلین کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے حتی کہ بعض اوقات برس گذرنے سے پیشتر قوت کی ضرورت پڑتی بشرطیکہ کوئی چیز آپ کے پاس نہ آجاتی۔ اور اپنا جوتا گانٹھتے اور کپڑے مین پیوند لگاتے اور اپنے گھر کی ٹہل کرتے۔ اور ازواج مطہرات کے ساتھ گوشت کاٹتے سب لوگون سے زیادہ حیادار تھے کہ کسی کے چہرہ پہ آپ کی نگاہ نہ جمتی۔ آزاد اور غلام کی دعوت منظور فرماتے۔ اور ہدیہ قبول فرماتے گو ایک گھونٹ دودھ کا ہو یا ران خرگوش کی اور ہدیہ کی مکافات فرماتے۔ ہدیہ کو تناول فرماتے اور صدقہ کو نہ کھاتے۔ لونڈی اور مسکین کی دعوت قبول فرمانے سے تکبر نہ فرماتے اُنکے ساتھ چلے جاتے۔ اپنے پروردگار کی خاطر غصہ فرماتے اور اپنے نفس کے لیے غصہ نفرماتے۔ حق کو جاری فرماتے گو اسمین آپ کا اور آپ کے اصحاب کا نقصان ہوتا مشرکون نے آپ سے درخواست کی کہ ہم آپ کے طرفدار ہوکر دوسرے مشرکون سے عوض لین اور اُسوقت آپ کے پاس آدمیون کی اتنی قلت تھی کہ اگر ایک شخص بھی آپ کے ساتھیون مین زیادہ ہوتا تو اُسکی بھی ضرورت تھی مگر آپ نے انکار کیا اور فرمایا کہ مین مشرک سے مدد نہین لیتا ہون۔ اور ایک شخص کو اپنے فضلاء صحابہ اور اخیار اصحاب مین سے یہودیون مین مقتول پایا مگر آپ نے اُنپر ظلم نہ کیا اور نہ تلخ حق سے زیادہ بڑھے بلکہ اُس مقتول کی دیت سو اونٹنیان دین حالانکہ اُسوقت صحابہ کو اونٹ کی نہایت ضرورت تھی کہ ایک بھی ملتا تو اُس سے قوت حاصل کرتے اور بھوک کے مارے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھے تھے جو موجود ہوتا وہ تناول فرماتے اور جو پاتے اُسکو نہ ہٹاتے اور حلال کھانے سے ورع نہ فرماتے اور اگر خرما بدون روٹی کے پاتے تو اُسکو ہی نوش جان فرماتے اور اگر بھنا ہوا گوشت ملتا تو وہی کھا لیتے اور اگر روٹی گیہون یا جَو کی ملتی اُسکو کھا لیتے اور اگر میٹھا یا شہد پاتے تو اُسکو ہی کھا لیتے اور اگر دودھ بدون روٹی کے پاتے تو اُسی پر اکتفا فرماتے۔ اور اگر خربزہ یا تر خرما ملتا تو وہی کھا لیتے تکیہ لگا کر نہ کھاتے اور نہ اونچے خوان پر رکھکر کھانا کھاتے۔ آپ کا رومال دونون تلوے پائے مبارک کے تھے۔ گیہون کی روٹی سے تا زیست تین دن پیہم پیٹ نہین بھرا اور یہ امر مفلسی اور بخل کی وجہ سے نتھا بلکہ نفس کو مطیع اور منقاد رکھنے کے لیے۔ ولیمہ کی دعوت قبول فرماتے۔ بیمار کی عیادت فرماتے اور جنازہ کے ہمراہ تشریف لیجاتے۔ دشمنون مین بلا نگاہبان تنہا پھرتے۔ تواضع مین سب سے زیادہ اور وقار مین

[illegible]

ترمذی نے بروایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس مضمون کو نقل کیا ہے اور ترمذی نے شمائل مین بروایت ہند بن ابی ہالہ ۱۲

[illegible]

سب سے بڑھکر تھے بدون تکبر کے۔ کلام میں سب سے زیادہ بلیغ بدون تطویل کے۔ سب سے زیادہ خندہ پیشانی تھے۔ امور دنیا میں سے
آپ کو کوئی چیز تعجب میں نہ ڈالتی۔ جو پہننے کو پاتے وہ پہن لیتے کبھی شملہ یعنی چھوٹا کمل اور کبھی یمن کی چادر اور کبھی صوف کا جبہ جو مباح
مال سے ملتا اسکو پہن لیتے۔ آپ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اسکو دہنے ہاتھ اور بائیں کی چھنگلیا میں پہنا کرتے تھے۔ آپ پیچھے اپنے
غلام کو یا دوسرے شخص کو سوار کر لیتے تھے۔ جو سواری بہم پہونچ جاتی اسپر سوار ہو جاتے کبھی گھوڑے پر گاہے اونٹ پر کبھی سبزہ خچر پر کبھی
دراز گوش پر اور کبھی پیادہ برہنہ پا بدون چادر اور عمامہ اور ٹوپی کے چلتے اور مدینہ منورہ کے پرلے کنارہ پر بیماروں کی عیادت فرماتے۔
خوشبو کو آپ پسند فرماتے اور بدبو کو مکروہ جانتے۔ فقیروں کے ساتھ بیٹھتے مسکینوں کو ساتھ کھلاتے۔ جو لوگ اخلاق میں افضل ہوتے
انکا اکرام کرتے اور اہل شرف کے ساتھ سلوک کر کے انکو پرچاتے۔ صلہ رحم فرماتے نہ اس طرح پر کہ قریبوں کو انسے افضل شخصوں پر ترجیح دیں۔
کسی پر جفا نہ فرماتے۔ جو آپ کے سامنے عذر کرتا اسکا عذر مقبول کر لیتے۔ آپ مزاح فرماتے مگر سچ کے سوا اور کچھ نہ کہتے مسکراتے اور زور سے
نہ ہنستے۔ مباح کھیل کو دیکھتے اور منع نہ فرماتے۔ اپنے اہل کے ساتھ دوڑتے کہ کون آگے نکلے۔ آپ کے سامنے آوازیں بلند ہوتیں اور
آپ صبر فرماتے۔ آپ کے پاس دودھیل اونٹنی اور بکری تھی کہ انکا دودھ آپ اور آپ کے گھر والے پیتے تھے۔ آپ کے پاس لونڈیاں
اور غلام تھے کھانے اور پہننے میں آپ انسے برتری نہ فرماتے۔ کوئی وقت آپ پر ایسا نہ گذرتا جسمیں آپ اللہ تعالی کے لیے کام یا اپنے
نفس کی بہتری کے لیے امر ضروری نہ کرتے ہوتے۔ اپنے اصحاب کے باغوں میں تشریف لیجاتے۔ کسی مسکین کو اسکے مفلس اور اپاہج ہونے
کے سبب سے حقیر نہ جانتے اور نہ کسی بادشاہ سے اسکی بادشاہت کی ہیبت سے ڈرتے بلکہ دونوں کو برابر اللہ تعالی کی طرف بلاتے واللہ تعالی
نے آپ کے لیے سیرت فاضلہ اور سیاست تامہ جمع کر دی تھی آپ امی ہیں کہ نہ پڑھے نہ لکھے جہل کے ملکوں اور جنگلوں کے اندر حالت فقر
اور بکریاں چرانے میں یتیم پیدا ہوئے کہ نہ باپ تھا نہ ماں تھی مگر اللہ تعالی نے آپ کو سب محاسن اخلاق اور اچھے طریقے اور پہلوں اور
پچھلوں کے حالات اور جن باتوں سے آخرت میں فوز و نجات ہو اور دنیا میں لوگ رشک کریں اور واجب امر پر لازم رہنا اور فضول کا
ترک کرنا سب کچھ تعلیم فرما دیا اللہ تعالی ہمکو توفیق دے کہ آپ کے امر کی اطاعت بجا لائیں اور آپ کے افعال کی اقتدا کریں آمین یا رب العالمین

تیسرا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان آداب و اخلاق میں جو منجملہ مرویات ابو البختری ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جس کسی کو ایمانداروں میں سے گالی دی اسکے حق میں اسکو کفارہ اور رحمت ہونے کی دعا کی۔ کسی عورت کو نہ کبھی لعنت کی اور نہ کسی
خادم کو۔ اور آپ سے اثناء قتال میں عرض کیا گیا کہ اگر آپ انکو لعنت کریں تو مناسب ہے آپ نے فرمایا کہ رحمت کے لیے مبعوث
ہوا ہوں نہ لعنت کے لیے۔ اور جب آپ سے التماس کیا جاتا کہ کسی مسلمان یا کافر عام یا خاص کے لیے بد دعا فرمائیے تو آپ بد دعا سے

[illegible]

اعراض کرکے دعاء خیر فرماتے۔ آپ نے دست مبارک کا وار کسی پر نہیں کیا بجز جہاد فی سبیل اللہ کے اور جو برائی آپ کے ساتھ کی گئی اسکا بدلہ
آپ نے کبھی نہیں لیا مگر یہ کہ پردہ دری حرمت الٰہی کی ہو۔ اور جب کبھی دو امروں میں آپ کو اختیار دیا گیا تو دونوں میں سے سہل کو پسند فرمایا
بشرطیکہ اسمیں گناہ یا قطع قرابت نہو کہ ان دونوں سے آپ سب سے زیادہ دور رہتے تھے۔ اور جو کوئی آزاد یا غلام یا لونڈی آپ کی خدمت میں
حاضر ہوتی تو آپ اسکے ساتھ اسکی حاجت میں کھڑے ہو جاتے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ جو چیز آپ کو بری لگی اسمیں مجھ سے آپ نے کبھی نہیں فرمایا کہ یہ تو نے کیوں کی اور جب کسی نے آپ کے گھر والوں میں سے
ملامت کی تو آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ اسکو کچھ مت کہو تقدیر میں یوں ہی ہونا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوابگاہ میں عیب نہیں لگایا
اگر کسی نے بچھونا بچھا دیا تو لیٹ رہے اور اگر بستر نہوا تو زمین پر لیٹ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف آپ کے
نبی کرنے سے پیشتر توریت میں اول سطر اس طرح ارشاد فرمائی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا بندہ برگزیدہ ہے نہ درشت خو ہے سخت گو
نہ بازاروں میں چلاتا ہے نہ بدی کا بدلہ بدی سے دیتا ہے بلکہ معاف اور درگذر کرتا ہے اسکی پیدائش کی جگہ مکہ معظمہ اور ہجرت طابہ یعنی
مدینہ منورہ اور اسکا ملک شام میں ہے وہ اور اسکے ساتھی تہ بند باندھتے ہیں قرآن اور علم کے حافظ ہیں اور ہاتھ پاؤں کو وضو میں دھوتے ہیں
اور اسی طرح کا وصف انجیل میں مذکور ہے۔ اور آپ کی عادت یہ تھی کہ جس سے ملتے اول سلام کرتے۔ اور جو کوئی آپ کو کسی کام
کے لیے کھڑا کر لیتا تو آپ توقف فرماتے جب تک کہ وہ شخص خود چلا نہ جاتا۔ اور جو شخص آپ کا ہاتھ پکڑ لیتا تو آپ اس سے ہاتھ نہ چھڑاتے
یہاں تک کہ وہ آپ سے خود چھوڑ دیتا۔ اور جب اپنے اصحاب میں سے کسی سے ملتے تو اول مصافحہ کرتے پھر اسکی انگلیوں میں انگلیاں ڈالتے
اور خوب مضبوط گرفت فرماتے۔ اور جب کھڑے ہوتے اور بیٹھتے تو ذکر الٰہی کرتے۔ اور اگر آپ کے پاس نماز پڑھنے میں کوئی آ بیٹھتا
تو آپ اپنی نماز مختصر کر دیتے اور اس سے پوچھتے کہ تمکو کچھ کام ہے اور جب اسکے کام سے فارغ ہوتے تو پھر نماز پڑھنے لگتے۔ اور آپ کی اکثر
نشست یہ تھی کہ دونوں ساقوں کو کھڑی کرکے انکے گرد دونوں ہاتھ گوٹ مارنے کی طرح پکڑ لیتے تھے۔ آپ کی نشست آپ کے
اصحاب کی نشست سے متمیز نہ تھی۔ جہاں آپ کو نشست کے لیے جگہ ملتی تھی اسی جگہ بیٹھ جاتے تھے۔ کبھی آپ کو کسی نے نہیں دیکھا کہ
آپ نے پاؤں اصحاب میں پھیلائے ہوں اور اسپر جگہ تنگ ہو گئی ہو ہاں اگر مکان وسیع ہوتا اور پاؤں پھیلانے سے تنگی نہوتی تو کچھ
مضائقہ نہ تھا اور آپ کی اکثر نشست قبلہ رخ ہوتی تھی۔ اور جو آپ کے پاس آتا تو اسکی خاطر اور تعظیم فرماتے حتی کہ جنمیں اور آپ میں
کسی طرح کی قرابت اور دودھ پینے کا علاقہ نہ تھا انکے لیے اپنی چادر بچھا کر اسپر انکو بٹھلاتے۔ اور جو تکیہ آپ کے نیچے رہتا تھا آنے والے
کے لیے اسکو نکال کر ڈال دیتے اور اگر وہ اسکے لینے سے انکار کرتا تو آپ قسم دیتے کہ اسی پر تکیہ لگا کر بیٹھے اور جس کسی نے آپ سے
محبت کی اسکو یہی گمان ہوتا کہ سب سے زیادہ آپ مجھ پر کرم فرماتے ہیں یہاں تک کہ اپنے جلیسوں میں سے ہر ایک کی طرف حصہ رسد توجہ فرماتے
حتی کہ آپ کی نشست اور سننا اور بات کہنا اور بزم لطیفہ اور جلیس کی طرف توجہ اور اسکے ساتھ بیٹھنا حیا اور تواضع اور رازداری کی
مجلس تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک۔ اپنے اصحاب کو انکی خاطر

بخاری و مسلم بروایت عائشہ صدیقہ [illegible]
اخلاق نبوی در فصل [illegible]
بخاری و مسلم بروایت [illegible]
بخاری و مسلم بروایت انس [illegible]
[illegible]
ترمذی [illegible]
[illegible] بروایت ابن مسعود [illegible]
[illegible] ترمذی و ابن ماجہ [illegible]
[illegible] ابوداؤد [illegible]

اور دلداری کے لیے انکی کنیتون سے پکارتے۔ اور جسکی کنیت نہوتی اُسکی کنیت آپ مقرر فرماتے پھر لوگ اُسکو اُسی کنیت سے پکارتے جن عورتون کے اولاد ہوتی انکی کنیت بھی مقرر فرماتے اور بے اولاد والی کی کنیت پہلے سے کر دیتے۔ اور لڑکون کے لیے کنیت مقرر فرماتے تو اِس سے انکا دل نرم ہو جاتا۔ اور سب لوگون سے زیادہ دیر مین آپ کو غصہ آتا اور سب سے جلد راضی ہو جاتے۔ لوگون پر نہایت درجہ کی رافت فرماتے اور انکے حق مین سب سے بہتر اور نافع تر تھے۔ آپ کی مجلس مین آوازین بلند نہوتین۔ اور جب مجلس سے اُٹھتے تو فرماتے سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک اور فرماتے کہ یہ کلمات مجکو جبریل علیہ السلام نے سکھائے ہین

چوتھا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو اور خندہ کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فصیح اور شیرین تقریر تھے۔ اور فرماتے کہ مین عرب مین زیادہ فصیح ہون۔ اور جنت کے لوگ جنت مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بولی مین گفتگو کرینگے۔ آپ کم سخن نرم گفتار تھے جب بولتے تو بہت کلام نہ فرماتے آپ کی تقریر منتظم موتیون کی سی لڑی تھی حضرت عائشہ رضی فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح بہت گفتگو نہ فرماتے تھے آپ کا کلام مختصر ہوتا تھا اور تم کسی قدر اُسکو پھیلاتے ہو سب سے زیادہ مختصر کلام آپ کا تھا اور یہی حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس لائے اور باوجود اختصار کے جو چاہتے وہ جمع فرماتے۔ آپ کلمات جامع سے کلام فرماتے نہ زیادتی اُنمین تھی نہ کمی گویا موتیون کے دانون کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے چلے آتے ہین اور اثنائے کلام مین کو نہ توقف ہوتا تھا کہ سُننے والا اُسکو یاد کر لے۔ آپ کی آواز بلند اور لہجہ سب سے اچھا تھا۔ سکوت بہت فرماتے اور بدون حاجت لب مبارک گفتگو کو نہ ہلاتے۔ لفظ نامعقول زبان پر نہ لاتے اور حالت رضا اور غضب مین بجز سچ کے اور کچھ نہ کہتے۔ جو کوئی بُرا لفظ بولتا اُسکی طرف سے منھ پھیر لیتے۔ اور جو لفظ آپ کو بُرا معلوم ہوتا اور مجبوری کہنا پڑتا تو اُسکو صراحۃً نہ فرماتے اشارۃً ارشاد فرماتے۔ جب آپ خاموش ہو جاتے تو جلیس بولتے آپ کے پاس کوئی دوسرے کی بات نہ کاٹتا۔ خیر خواہی کے ساتھ بدون ہنسی کے پند فرماتے ارشاد فرماتے کہ بعض قرآن کو بعض سے مت ٹکراؤ کہ وہ کئی طرح پر اترا ہے۔ آپ اپنے اصحاب کے روبرو سب سے زیادہ تبسم اور خندہ فرماتے اور انکی باتون سے زیادہ تعجب فرماتے اور انمین اپنے نفس مبارک کو زیادہ مخلوط فرماتے۔ اور بعض اوقات اتنا خندہ فرماتے کہ آپ کی کچلیان کھل جاتین۔ اور آپ کے اصحاب کا خندہ آپ کے سامنے تبسم ہوتا تھا آپ کے اقتدا اور توقیر کی جہت سے۔ اور کہتے ہین کہ ایک روز ایک اعرابی آپ کی خدمت مین حاضر ہوا آپ کا رنگ اُسوقت متغیر تھا اور صحابہ رض اُسکو خلاف عادت شریف دیکھکر پہچان گئے تھے اعرابی آپ سے کچھ پوچھنا چاہا صحابہ نے فرمایا کہ کچھ نہ پوچھو کہ ہم آپ کا رنگ متغیر دیکھتے ہین اُسنے کہا کہ مجھ سے تعرض مت کرو قسم ہے اُس ذات کی جسنے آپ کو نبی برحق کرکے بھیجا ہے مین آپ کو بے ہنسائے نہ چھوڑونگا غرضکہ اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمنے سنا ہے کہ دجال لوگون کے لیے ثرید لائیگا تو فدا ہون آپ پر میرے والدین کیا آپ مجکو یہ اجازت فرماتے ہین کہ مین اُسکے ثرید سے رکا رہون اور نہ مانگون یہان تک کہ لاغری سے ہلاک ہون یا یہ حکم دیتے ہین کہ اُسکے ثرید پر ہاتھ لگاؤن اور جب خوب تن جاؤن تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤن

اور اسکا منکر ہون آپ اسکو سنکر اتنا ہنسے کہ آپ کی کچلیان کھل گئین - پھر فرمایا کہ جس چیز سے اللہ تعالی اور ایماندارون کو اس کا فرسے غنی کردیگا اسی سے مجکو بھی اسکی پروا نہ رکھیگا - اور آپ سب سے زیادہ تبسم فرماتے اور دل خوش رہتے بشرطیکہ آپ پر قرآن مجید نازل ہوتا ہوتا یا قیامت کا ذکر یا خطبہ اور وعظ نہ فرماتے ہوتے - اور جب آپ خوش اور راضی ہوتے تو سب سے بہتر رضا کی حالت مین ہوتے اور اگر وعظ فرماتے تو واقعی طور پر فرماتے نہ ہنسی کے طور رہتے اور اگر آپ غصہ ہوتے اور غصہ بجز خدا کے واسطے ہوا نہ کرتے تھے تو کسی چیز کو آپ کے غصہ کے سامنے ٹھہرنے کی تاب نہ تھی اور آپ اپنے سب کامون مین ایسے ہی تھے - اور جب کوئی واقعہ آپ پر آتا تو اسکو سپرد بخدا فرماتے اور طاقت قوت سے بری ہو جاتے اور اللہ تعالی سے ہدایت کی التجا کرتے اور یون فرماتے کہ الٰہی مجکو حق کو حق دکھلا کہ مین اسکا اتباع کرون اور منکر کو منکر دکھلا اور مجکو اس سے بچنا روزی کر اور مجکو اس بات سے پناہ مین رکھ کہ منکر مجھپر مشتبہ ہو جائے اور بدون تیری ہدایت کے مین اپنی خواہش نفس کا اتباع کرون اور میری خواہش نفس کو اپنی طاعت کا تابع کر اور اپنی ذات پاک کی مرضی کا کام میرے نفس سے تندرستی کی حالت مین لے اور امر حق مین اختلاف پڑنے کے وقت مجکو اپنے حکم سے راستہ دکھلا کہ تو ہی جسکو چاہے سیدھا راستہ ہدایت کرتا ہے -

پانچوان بیان کھانے کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و آداب کے ذکر مین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو موجود پاتے اسکو کھا لیتے - اور جس کھانے پر بہت سے ہاتھ ہوتے وہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھا - اور جب دسترخوان بچھایا جاتا تو آپ یہ فرماتے بسم اللہ اللہم اجعلہا نعمۃ مشکورۃ تصل بہا نعمۃ الجنۃ - اور اکثر جب آپ تناول فرماتے کو بیٹھتے تو اپنے دونون زانو اور دونون قدم ملا لیتے جیسے نمازی بیٹھتا ہے مگر زانو پر زانو اور قدم پر قدم ہوتا تھا اور فرماتے تھے کہ مین بندہ ہون کھاتا ہون جیسے بندہ کھاتا ہے اور بیٹھتا ہون جیسے بندہ بیٹھتا ہے - اور گرم کھانا آپ نہ کھاتے اور فرماتے کہ اسمین برکت نہین ہوتی اور اللہ تعالی نے ہمکو آگ نہین کھلائی سو اسکو ٹھنڈا کر لو - اور اپنے قریب سے آپ کھایا کرتے - اور تین انگلیون سے کھانا تناول فرماتے - اور بعض اوقات چوتھی سے سہارا لیتے - اور دو انگلیون سے نہ کھاتے اور فرماتے کہ یہ طور شیطان کے کھانے کا ہے - اور ایکبار حضرت عثمان بن عفان آپکے پاس فالودہ لائے آپ نے اسمین سے تناول فرمایا اور پوچھا کہ یا ابا عبد اللہ یہ کیا ہے حضرت عثمان رض نے عرض کیا کہ آپ پر میرے والدین فدا ہون ہم شہد اور گھی دیگچی مین کرکے آگ پر پکاتے ہین اور اسمین گیہون کا میدہ ڈال کر گھی اور شہد کو چمچہ سے دیگچی مین پھرائے جاتے ہین یہان تک کہ پک کر ایسا ہو جاتا ہے جیسا آپ ملاحظہ فرماتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ غذا طیب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدون چھنے جو کے آٹے کی روٹی کھایا کرتے تھے - اور ککڑی تر خرما کے ساتھ اور نمک کے ساتھ تناول فرماتے اور تر میوون مین سے آپ کو خربوزہ اور انگور بہت محبوب تھا - اور آپ خربوزہ روٹی کے ساتھ اور مصری کے ساتھ تناول فرماتے اور کبھی خربوزہ خرما تر کے ساتھ کھاتے - اور کھانے مین دونون ہاتھون سے مدد لیتے ایکروز آپ تر خرما داہنے ہاتھ سے کھاتے تھے

[illegible]

اور گٹھلیاں بائین ہاتھ مین جمع فرماتے تھے کہ اتنے مین ایک بکری آئی آپ نے اُسکی طرف گٹھلیون کا اشارہ کیا وہ آپ کے بائین ہاتھ مین کھاتی رہی اور آپ دہنے ہاتھ سے کھاتے رہے یہان تک کہ جب آپ کھا چکے تو بکری بھی چلی گئی۔ اور کبھی آپ انگور دانون کا خوشہ منہ مین رکھ لیتے یعنی کئی کئی ایک دفعہ کھاتے اور آپ انگور آپ کی ریش مبارک پر موتیون کی طرح آتا معلوم ہوتا۔ اور آپ کا اکثر کھانا پانی اور خرما ہوتا۔ اور کبھی آپ ایک گھونٹ دودھ کا لیتے اور اوپر سے ایک خرما کھاتے پھر اسی طرح کرتے اور دودھ اور خرما کو اطیبین فرماتے (یعنی دو عمدہ چیزین)۔ اور سب سے زیادہ محبوب کھانا آپ کے نزدیک گوشت تھا اور فرماتے تھے کہ گوشت شنوائی کی قوت بڑھاتا ہے اور دنیا اور آخرت مین کھانون کا سردار ہے اور اگر مین اپنے پروردگار سے درخواست کرتا کہ مجھکو ہر روز گوشت عطا کرے تو وہ بیشک عطا فرماتا۔ اور آپ ثرید کو گوشت اور کدو کے ساتھ کھاتے۔ اور کدو کو آپ پسند فرماتے ہین اور ارشاد فرماتے کہ یہ پیڑ ہے بھائی یونس علیہ السلام کا۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آپ ارشاد فرماتے کہ جب تم ہنڈیا پکاؤ تو اُسمین کدو بہت ڈالا کرو کہ وہ غمگین دل کو تقویت دیتا ہے۔ اور جس پرند کا شکار ہوتا اُسکو تناول فرماتے۔ اور شکار کا پیچھا خود نہ کرتے اور نہ آپ شکار مارتے مگر کوئی شکار کرکے لا دیتا تو اُسکے کھانے کو پسند فرماتے۔ اور جب گوشت کھاتے تو سر مبارک کو اُسکے لیے نہ جھکاتے بلکہ اُسکو منہ کے پاس لاکر دانت سے کاٹتے۔ اور روٹی اور گھی تناول فرماتے۔ اور بکری مین سے آپ کو دست اور شانہ پسند تھا اور ہنڈیا مین سے کدو اور روٹی لگا کر کھانے کی چیزون مین سے سرکہ اور کھجورون مین سے عجوہ پسند فرماتے۔ اور عجوہ کھجور کے باب مین برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا کہ یہ جنت مین سے ہے اور زہر اور جادو سے شفا ہے۔ اور ساگ کی قسم مین آپ کاسنی اور ریحان اور خرفہ جسکو رجلہ کہتے ہین پسند فرماتے۔ اور گردون کو آپ برا جانتے تھے اسوجہ سے کہ پیشاب کے قریب ہین۔ اور بکری مین سے سات چیزین نہ کھاتے تھے ذکر اور فوطے اور پھکنا اور پتہ اور غدہ اور فرج اور خون اور انکو برا جانتے تھے۔ اور کچا لہسن اور پیاز اور گندنا تناول نہ فرماتے تھے۔ اور کسی کھانے کو کبھی برا نہین فرمایا بلکہ اگر اچھا معلوم ہوا تو کھا لیا ورنہ چھوڑ دیا اور اگر برا جانا تو دوسرے کی نظر مین اُسکو ناپسند نہین کیا۔ اور ضب اور تلی سے آپ نفرت رکھتے تھے مگر انکو حرام نہ فرماتے۔ اور اپنی انگلیون سے رکابی چاٹتے اور فرماتے کہ پچھلے کھانے مین برکت بہت ہوتی ہے۔ اور کھانے کے بعد اپنی انگلیان اتنی چاٹتے کہ سرخ پڑ جاتین۔ اور اپنا دست مبارک رومال سے نہ پونچھتے جب تک کہ ایک ایک انگلی چاٹ نہ لیتے اور فرماتے کہ معلوم نہین کہ کون سے کھانے مین برکت ہے۔ اور جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے الحمد للہ اللہم لک الحمد اطعمت فاشبعت وسقیت فارویت لک الحمد غیر مکفور ولا مودع ولا مستغنی عنہ۔ اور جب آپ گوشت روٹی خاصکر کھاتے تو ہاتھون کو خوب دھوتے پھر بقیہ پانی کو منہ پر پونچھ لیتے۔ اور آپ پانی تین دفعہ مین پیتے اور ان تین مین بسم اللہ اور آخر مین تین الحمد للہ کہتے (یعنی ہر بار کی ابتدا مین ایک بار بسم اللہ اور انتہا مین الحمد للہ ہوتی) اور پانی کو چوس چوس کر پیتے بڑے گھونٹ سے نہ پیتے۔ اور کبھی ایک ہی سانس مین پانی پینے سے فراغت پاتے۔ اور برتن مین اثناء شرب مین سانس نہ لیتے بلکہ اُس سے

علیحدہ ہو کر سانس لیتے۔ اور اپنا اُلش اُسکو مرحمت فرماتے جو آپ کے داہنی طرف ہوتا اور کبھی بائین طرف والا رتبہ مین بڑا ہوتا تو داہنی طرف والے سے اجازت لیتے کہ طریق سنت تو یہی ہے کہ تجھکو دے لیکن اگر تجھکو پسند ہو تو بائین طرف والے کو اپنے نفس پر ترجیح دیدے اور ایک بار آپ کی خدمت مین ایک برتن آیا جسمین شہد اور دودھ تھا آپ نے اُسکو پینے سے انکار کیا اور فرمایا کہ دو پینے کی چیزین ایک دفعہ مین اور دو سالن ایک برتن مین ہین پھر فرمایا کہ مین اُنکو حرام نہین کرتا ہون مگر فخر کو اور دنیا کی فضول کا قیامت مین حساب ہونے کو برا جانتا ہون اور تواضع کو پسند کرتا ہون کہ جو کوئی اللہ تعالی کے واسطے تواضع کرتا ہے اللہ تعالی اُسکو بلند کرتا ہے۔ اور آپ اپنے مکان کے اندر باکرہ عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ کھانا گھر والون سے نہ مانگتے اور نہ اُنپر کسی کھانے کی فرمایش کرتے اگر گھر والون نے کھلا دیا تو کھا لیا اور جو سامنے لا رکھا قبول فرمایا اور جو پلایا وہ پی لیا۔ اور بعض اوقات اپنے کھانے یا پینے کی چیز خود کھڑے ہو کر لے لیتے

صلی اللہ علیہ وسلم

چھٹا بیان لباس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اخلاق وآداب کے ذکر مین۔ کپڑون مین جو آپ کو ملتا تہمد یا چادر یا کرتہ یا جبہ یا اور کچھ وہی پہن لیتے۔ اور آپ کو سبز کپڑے اچھے معلوم ہوتے تھے۔ اور آپ کی اکثر پوشاک سفید ہوتی اور فرماتے کہ اُسکو اپنے زندون کو پہناؤ اور اموات کو اسی مین کفناؤ۔ اور لڑائی کے وقت قبا سے پنبہ دار پہنتے اور بدون لڑائی کے بھی پہنتے۔ اور ایک قبا دیبا کی آپ کے پاس تھی کہ اُسکو آپ پہنتے تو اُسکی سبزی آپ کے رنگ کی سفیدی مین اچھی معلوم ہوتی۔ اور آپ کے سب کپڑے ٹخنون سے اوپر چڑھے رہتے اور تہمد اُنسے بھی اوپر نصف ساق تک ہوتا۔ اور آپ کے قمیص کے بند بندھے رہتے اور کبھی نماز مین اور غیر نماز مین بند کھول دیتے۔ اور آپ کے پاس ایک بڑی چادر تھی زعفران سے رنگی ہوئی کبھی صرف اُسی کو پہن کر لوگون کو نماز پڑھا دیتے۔ اور کبھی آپ صرف چادر پہنتے کہ اور کوئی کپڑا بدن پر نہوتا۔ اور آپ کے پاس ایک چادر پیوند لگی تھی اُسکو پہنتے اور فرماتے کہ مین بندہ ہون پہنتا ہون جیسے بندہ پہنتا ہے۔ اور جمعہ کا جوڑا آپ کا خاص تھا سوا اور دونون کپڑون کے۔ اور کبھی آپ ایک چادر تہمد کی پہنتے دوسری چیز بدن پر نہوتی اور اُسکے دونون کنارون کو دونون شانون کے درمیان گرہ لگاتے۔ اور کبھی جنازون پر اُسی سے امامت کرتے۔ اور کبھی مکان کے اندر ایک ہی تہمد مین لپٹ کر اور دونون کنارون کو شانون پر ادھر کا اُدھر ڈال کر نماز پڑھتے اور یہ وہی تہمد ہوتا جسمین رات کو صحبت کی ہوتی۔ اور کبھی نماز تہجد تہمد کے ایک کنارہ کو اپنے بدن مبارک پر پہن کر اور باقی کو بعض ازواج مطہرات پر ڈال کر پڑھتے۔ اور آپ کے پاس ایک چادر سیاہ تھی اُسکو آپ نے کسی کو دے ڈالا حضرت ام سلمہ رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ سیاہ چادر کیا ہوئی آپ نے فرمایا کہ مین نے اُسکو ہبہ کر دیا اُنھون نے کہا کہ جیسی آپ کی سفیدی اُسکی سیاہی پر بھلی معلوم ہوتی تھی مین نے ایسی چیز کبھی نہین دیکھی۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض اوقات دیکھا کہ ہمکو نماز ظہر ایک چادر مین پڑھائی جسکے کنارون کو آپ نے گرہ دے لیا تھا۔ اور آپ انگوٹھی پہنتے۔ اور کبھی باہر تشریف لاتے اور آپ کی انگوٹھی مین کسی چیز کی یاد داشت کے لیے دھاگا بندھا ہوتا۔ اُسی انگوٹھی سے آپ خطون پر مہر لگاتے اور فرماتے کہ خط پر مہر کر دینی تہمت سے بہتر ہے۔ اور ٹوپیان آپ عمامون کے تلے اور بدون عمامون کے پہنتے۔ اور کبھی ٹوپی کو سر مبارک سے اتار کر اُسکا سترہ کرتے اور اُسکی طرف

[illegible]

نماز پڑھتے ۔ اور کبھی عمامہ نہوتا تو سر اور پیشانی پر پٹی باندھ لیتے ۔ اور آپ کے ایک عمامہ کا نام سحاب تھا اُسکو آپ نے حضرت علی مرتضیٰ کو ہبہ کر دیا تھا حضرت علی رض کبھی اُسکو پہنکر تشریف لاتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ علی تمھارے پاس سحاب میں آئے اور جب آپ کپڑا پہننے تو دہنی طرف سے شروع کرتے اور فرماتے الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی واتجمل بہ فی الناس ۔ اور جب کپڑا اُتارتے تو بائین طرف سے ابتدا کرتے ۔ اور جب نیا کپڑا پہنتے تو پرانا کسی مسکین کو عنایت فرماتے اور ارشاد کرتے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو اپنے پرانے کپڑے پہنائے اور پہنانا صرف خدا تعالیٰ کے واسطے ہو تو وہ حالت حیات و موت میں خدا تعالیٰ کی زبان اور پناہ اور برکت میں رہیگا جب تک کہ مسلمان کو پہنائیگا ۔ اور آپ کا ایک چمڑے کا گدا تھا جسمین خرما کی چھال بھری تھی اُسکا طول دو گز کے قریب اور عرض ایک گز ایک بالشت کے قریب تھا ۔ اور آپ کا ایک کمل تھا کہ اُسکو ہرجگہ اُٹھا کر آپ کے تلے دوتہ کرکے بچھا دیتے تھے ۔ اور آپ بوریے پر سوتے کہ اُسکے سوا اور بستر نہوتا ۔ اور آپ کی عادت شریف تھی کہ اپنے جانوروں اور ہتھیاروں اور چیزون کا نام رکھتے تھے چنانچہ آپ کے نیزہ کا نام عقاب تھا اور آپ کی تلوار کا نام جسکو لڑائی میں ساتھ رکھتے تھے ذو الفقار تھا اور ایک تلوار کا نام مخذم تھا اور ایک اور کو رسوب کہتے تھے ۔ اور ایک اور قضیب کے نام سے معروف تھی ۔ اور آپ کی تلوار کا قبضہ چاندی سے بھرا ہوا تھا ۔ اور آپ چمڑے کی پٹی پہنتے جسمین تین کڑیان چاندی کی تھین ۔ اور آپ کی کمان کا نام کتوم تھا اور ترکش کا نام فور ۔ اور آپ کے ناقہ کا نام قصوی تھا جسکو عضبا بھی کہتے تھے ۔ اور آپ کے خچر کا نام دلدل تھا ۔ اور آپ کے دراز گوش کا نام یعفور ۔ اور آپ کی بکری کا نام عینہ تھا اُسکا آپ دودھ پیتے تھے ۔ اور آپ کے پاس مٹی کا ایک لوٹا تھا جس سے آپ وضو کیا کرتے اور پانی پیتے پس آدمی اپنے چھوٹے بچون تمیزدار کو بھیجتے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے اور اگر وہ لوٹے مین پانی پاتے تو اُسکو پیتے اور اپنے چہرون اور بدن پر حصول برکت کے لیے ملتے

سانوان بیان اس ذکر مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود قدرت کے مجرم کا قصور معاف فرماتے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون سے زیادہ حلیم اور باوجود قدرت کے عفو قصور مین سب سے زیادہ راغب تھے یہان تک کہ آپ کی خدمت میں سونے اور چاندی کے ہار آئے اور آپ نے اُنکو اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم مین تقسیم فرمایا اُسوقت ایک بدوی شخص اُٹھا اور اُسنے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم البتہ خدا سے تعالیٰ نے آپ کو عدل کرنے کا حکم فرمایا ہے مگر مین آپ کو عدل کرتے نہین دیکھتا آپ نے فرمایا کہ کم بخت میرے سوا پھر تجھپر کون عدل کریگا جب وہ پشت پھیر کر چلا تو آپ نے فرمایا کہ اُسکو نرمی کے ساتھ میرے پاس واپس لے آؤ ۔ اور حضرت جابر رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حنین کے روز لوگون کے لیے حضرت بلال رض کے کپڑے مین چاندی جمع کرتے تھے آپ کی خدمت مین ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عدل فرمایئے آپ نے اُسکو فرمایا کہ کم بخت اگر مین عدل نہ کرونگا تو اور کون کریگا تو محروم اور خسارہ مین رہیگا اگر مین عدل نہ کرون حضرت عمر فاروق رض کھڑے ہوے اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو اسکی گردن اُڑا دون کہ یہ منافق ہے آپ نے فرمایا معاذ اللہ لوگ یہ کہینگے کہ مین اپنے یارون کو قتل کرتا ہون ۔ اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک لڑائی مین تھے کہ کفار نے مسلمانون کی کچھ غفلت دیکھی اتنے مین ایک کافر شمشیر برہنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر آگیا اور کہا کہ اب آپ کو مجھسے کون بچائیگا آپ نے فرمایا اللہ جل شانہ راوی کہتا

کہ اُس کافر کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو اُٹھا کر فرمایا کہ مجھ سے تجکو کون بچائیگا اُسنے عرض کیا کہ آپ نے مجکو اسیر کر لیا آپ بہتر گرفتار کرنے والون مین سے ہو جیسے آپ نے فرمایا کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اُسنے کہا یہ تو نہین مگر مین آپسے نہ قتال کرونگا نہ آپکا ساتھ دونگا نہ اُن لوگون کے ساتھ ہونگا جو آپ سے لڑتے ہین آپ نے اُسکو رہا فرما دیا وہ اپنے ساتھیون مین آیا اور کہا کہ مین تمہارے پاس بہترین مردم کے پاس سے آتا ہون - اور حضرت انس رض روایت کرتے ہین کہ ایک یہودیہ عورت آپکی خدمت مین ایک بکری زہر ملی ہوئی لائی تاکہ آپ اُسمین سے تناول فرماوین اُس عورت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لائے آپنے اُس سے زہر کا حال پوچھا اُسنے عرض کیا کہ مجکو منظور تھا کہ آپ کو مار ڈالون آپ نے فرمایا کہ خدا تعالی کو منظور نہین کہ تجکو اس امر پر قادر کرے - لوگون نے عرض کیا کہ ارشاد ہو تو اُسکو قتل کرین آپ نے فرمایا کہ نہین - اور ایک یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو اس حال کی اطلاع دی تھی یہان تک کہ آپ نے اُس جادو کو نکلوا کر گرہ کھولی تو آپکو افاقہ ہوگیا اور اُس یہودی سے کبھی اسکا تذکرہ نہ فرمایا اور نہ اُسپر یہ حال ظاہر کیا - اور حضرت علی رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو اور زبیر اور مقداد کو فرمایا کہ روضہ خاخ کو جاؤ اور اُسمین ایک عورت مسافر ہے اُسکے پاس ایک خط ہے اُس سے وہ خط لے آؤ ہم بموجب ارشاد کے روضہ خاخ مین (کہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو جاتے ہوے راہ مین پڑتا ہے) گئے اور اُس عورت سے کہا کہ تیرے پاس خط ہے وہ حوالہ کر اُسنے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہین ہمنے کہا کہ یا خط نکال ورنہ اپنے کپڑے نکال ڈال آخر اُسنے خط اپنی چوٹی مین سے نکالا وہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے دیکھا تو حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام تھا اور اُسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال لکھا تھا (کہ آپ مدینہ منورہ سے باہر ہو چکے ہین خواہ تمپر آئینگے یا کسی اور پر) آپنے حاطب سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت کی اُسنے عرض کیا کہ آپ جلدی نہ فرمائین اصل یہ ہے کہ مین اپنی قوم مین مل گیا ہون (یعنی قریش مین مقیم ہون نسب مین شریک نہین) اور آپکے ساتھ اور مہاجرون کے رشتہ دار مکہ مین بہت ہین وہ اُنکے گھر والون کو بچا لینگے تو مین نے یہ چاہا کہ مجکو اگر قرابت نسبی حاصل نہین تو قریش پر کچھ احسان کرون جس سے میرے قریبون کو بچائین اور یہ امر مین نے کفر کی راہ سے نہین کیا اور نہ اسلام کے بعد کفر سے راضی ہوکر اور نہ اپنے دین سے مرتد ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے تمسے سچ کہا حضرت عمر فاروق رض نے عرض کیا کہ مجکو اجازت فرمایئے کہ اس منافق کی گردن اُڑا دون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص بدر کی لڑائی مین شریک تھا اور تمکو کیا معلوم ہے شاید اللہ تعالی نے بدر والون کے حال پر مطلع ہوکر یہی فرما دیا ہو کہ جو چاہو وہ عمل کرو کہ مین نے تمہاری مغفرت کی - اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم فرمایا ایک شخص نے انصار مین سے کہا کہ یہ وہ قسمت ہے جس سے رضاء الہی ارادہ نہین کی گئی یہ بات کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ذکر کی آپکا چہرہ سرخ ہوگیا اور فرمایا کہ رحم کرے اللہ میرے بھائی موسی علیہ السلام پر کہ اُنکو اس سے بھی زیادہ ایذا دیگئی مگر اُنھون نے صبر فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے کہ تم مین سے کوئی میرے اصحاب رض کی طرف سے کوئی بات مجھ سے نہ کہا کرے کہ مین یہ چاہتا ہون کہ تمہارے پاس سینہ صاف ہوکر آؤن

آٹھوان بیان

اس ذکر مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو باتین بُری معلوم ہوتی تھین اُنکو دیکھکر چشم پوشی فرماتے تھے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلد پتلی اور آپ کا ظاہر و باطن صاف تھا آپ کی خفگی اور رضامندی آپ کے چہرہ سے معلوم ہو جاتی تھی - اور جب آپ کو غصہ بہت ہوتا تو آپ اپنی ریش مبارک کو بہت ہاتھ لگاتے کسی کے سامنے وہ بات نہ فرماتے جو اُسکو بُری معلوم ہو - ایک شخص آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور زرد خوشبو لگائے تھا آپ کو بُری معلوم ہوئی مگر اُس سے کچھ نہین فرمایا جب وہ چلا گیا ۱۰۲

ح مسلم روایت انس و بخاری بروایت ابی ہریرہ ۱۲ ح نسائی از روایت ... اور الفاظ سے منقول ہے ۱۲ ح بخاری و مسلم روایت علی مرتضی رضی اللہ عنہ ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ح ابو داؤد ... ح ابن حبان ... ح ابو داؤد ... ح ترمذی ...

تو لوگون سے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اِس سے کہدو کہ اسکا استعمال نہ کرے تو اچھا ہو۔ اور ایک اعرابی نے مسجد مین پیشاب کرنا شروع کیا صحابہ رضہ
اُسپر چڑھ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسکا پیشاب مت روکو پھر اُس سے ارشاد فرمایا کہ یہ مسجدین اِس قابل نہین کہ کوئی کڑا
یا پیشاب یا پاخانہ نہین ہو۔ اور ایک روایت مین ہی کہ آپ نے صحابہ رضہ سے فرمایا کہ لوگون کو پاس بلاؤ بد کاؤ نہین۔ اور ایک اعرابی
آپ کی خدمت مین ایک روز کچھ سوال کرنے آیا آپ نے اُسکو کچھ دیا پھر فرمایا کہ مین نے تجھپر احسان کیا اُسنے عرض کیا کہ نہ آپ نے احسان کیا
نہ نیکی کی راوی کہتا ہی کہ مسلمان اِس بات سے غصہ ہوئے اور اُسکی طرف چلے آپ نے اُنکو ارشاد فرمایا کہ باز رہو پھر آپ اُٹھکر اپنے مکان میں
تشریف لے گئے اور اُس اعرابی کو بلوا کر کچھ اَور دیا پھر پوچھا کہ مین نے تجھپر احسان کیا اُسنے عرض کیا ہان اللہ تعالیٰ آپ کے اہل و عشیرہ کو
جزاے خیر دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو فرمایا کہ تو جو لفظ اول کہہ چکا ہی میرے اصحاب کے دل مین وہ کھٹکتا ہی اگر تیرا دل چاہے
تو جو میرے سامنے کہتا ہی وہی اُنکے سامنے کہدینا تا کہ اُنکے دلون سے جو تجھپر غبار ہی وہ نکل جائے اعرابی نے عرض کیا کہ بہت بہتر دوسرے
روز صبح کو یا شام کو وہ اعرابی آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِس اعرابی نے کہا تھا جو کہا تھا مگر ہمنے اُسکو زیادہ دیا تو اُسنے کہا کہ
مین راضی ہو گیا پھر اعرابی سے پوچھا کہ کیون بھلا یون ہی ہی اُسنے کہا ہان آپ کے اہل و عشیرہ کو خدا تعالیٰ جزاے خیر دے پھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور اِس اعرابی کی مثل ایسی ہی جیسے کسی شخص کی اونٹنی بدک گئی اور لوگ اُسکے پیچھے ہوئے
تو اور زیادہ بھاگی پھر اونٹنی کے مالک نے اُنکو آواز دی کہ تم سب علیحدہ ہو جاؤ مین جانون اور میری اونٹنی مین اُسپر زیادہ شفیق اور
اُسکے حال سے زیادہ واقف ہون پھر وہ سامنے کی طرف سے اُسی کی طرف چلا اور زمین کا خشک چارہ لیکر اُسکو کھلایا اور آہستہ آہستہ
اُسکو پاس بلا لیا یہان تک کہ جب وہ آئی تو اُسکو بٹھلایا اور اُسپر کاٹھی باندھکر سوار ہو گیا جب اِس شخص نے وہ لفظ کہا تھا اور مین اُنکو
منع نہ کرتا اور تم اُسکو مار ڈالتے تو وہ دوزخ مین جاتا

نوان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جود و سخاوت کے ذکر مین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون سے زیادہ سخی اور
جواد تھے اور ماہ رمضان المبارک مین آندھی کی طرح ہوتے کہ کوئی چیز بدون دیئے نہ چھوڑتے۔ اور حضرت علی رضہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا وصف کرتے تو فرماتے کہ کف مبارک سب سے جواد اور سینہ سب سے زیادہ وسیع اور گفتگو سب سے زیادہ راست اور عہد کے زیادہ
پورا کرنے والے نرم تر عادت مین بزرگ ترین خاندان مین تھے جو کوئی آپ کو دفعۃً دیکھتا تو آپ سے ڈر جاتا اور اگر شناسائی کے طور پر آپ سے
اختلاط رکھتا تو عاشق ہو جاتا آپ کا وصف کرنے والا کہتا کہ مین نے نہ ایسا آپ کے پیشتر دیکھا نہ آپ کے بعد آپ جیسا نظر آیا اور مسلمان ہونے پر
جو چیز کسی نے کبھی مانگی وہی اُسکو عطا فرمائی چنانچہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے اتنی بھیڑ بکریان دین کہ دو پہاڑون کے درمیان مین
بھر جائین وہ شخص اپنی قوم کو لوٹ گیا اور اُنسے کہا کہ مسلمان ہو جاؤ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص کی طرح عطا عنایت فرماتے ہین جو فاقہ
سے نہ ڈرتا ہو۔ اور کبھی کسی چیز کا سوال آپ سے نہین ہوا کہ آپ نے اُسکو نہین فرمایا ہو۔ اور آپ کی خدمت مین نوّے ہزار درم آئے
آپ نے اُنکو بوریے پر رکھدیا پھر اُنکو تقسیم کرنا شروع کیا اور کسی سائل کو نہ پھیرا یہان تک کہ اُنسے فراغت پائی۔ اور ایک شخص نے آپ کی خدمت
مین حاضر ہو کر سوال کیا آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہین مگر تجکو جو ضرورت ہی وہ کسی شخص سے میرے نام پر قرض لے لے جب ہمارے پاس
کچھ آئیگا ہم اُسکو ادا کر دینگے حضرت عمر فاروق رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز پر آپ کو قدرت نہین اُسکی تکلیف خدا تعالیٰ
نے آپ کو نہین دی آپ کو یہ بات بُری معلوم ہوئی اُس شخص نے عرض کیا کہ آپ خرچ کیے جائیے اور مالک عرش بریں سے خوف مفلسی کا نہ کیجئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور آپ کے چہرۂ مبارک پر سرور معلوم ہوا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین سے
مراجعت فرمائی تو اعراب نے حاضر خدمت ہو کر مانگنا شروع کیا یہان تک کہ ایک ببول کے درخت کی طرف مجبوری جانا پڑا اُس درخت مین

روایت متفق علیہ ۱۲
ع مسلم بروایت انس رضہ ۱۲ ع بخاری و مسلم بروایت جابر رضہ ۱۲
ع ابو اسحق ابن الضحاک در شمائل بروایت حسن مرسلاً اور بخاری مین بروایت انس تعلیقاً بلا ذکر عدد وارد ہی ۱۲
ع ترمذی در شمائل بروایت عمر فاروق رضہ ۱۲
ع بخاری بروایت جبیر بن مطعم ۱۲

آپ کی ردائے مبارک رہ گئی پس آپ نے توقف فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مجکو میری چادر دو اگر میرے پاس ان درختوں خاردار کی مقدار اونٹ ہوں تو میں تم میں انکو تقسیم کردوں پھر تم مجکو بخیل اور جھوٹا اور نامرد بنا ؤ گے۔

دسواں بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کے ذکر میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ قوی اور بہادر تھے۔ حضرت علی مرتضی رضہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں ہمنے اپنے آپ کو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ پکڑتے تھے اور آپ ہم سب کی نسبت کر دشمن سے قریب تر تھے اور اُس روز سب لوگوں سے زیادہ سخت لڑنے والے تھے۔ اور یہ بھی حضرت علی مرتضی رضہ کا قول ہے کہ جب ہنگامہ کارزار گرم ہوتا تھا اور دونوں صفیں ملجاتی تھیں تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں ہو جاتے تھے پس آپ کی نسبت کسی دشمن سے زیادہ قریب کوئی نہوتا تھا۔ اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کم سخن اور قلیل الکلام تھے اور جب لوگوں کو قتال کا حکم فرماتے تو آپ بنفس نفیس مستعد ہوتے اور سب لوگوں سے زیادہ لڑاک تھے۔ اور بہادر وہی ہوتا تھا جو لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوتا کیونکہ آپ دشمن سے قریب رہتے تھے۔ اور عمران بن حصین رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس ٹولی سے آپ بھڑتے ہیں تو اول وار آپ ہی نے فرمایا ہے۔ اور آپ قتال میں نہایت قوی تھے۔ اور جب آپ کو مشرکوں نے گھیر لیا تو آپ اپنے خچر سے اُتر پڑے اور فرمانے لگے انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب۔ تو اُس روز کوئی ایسا نہیں نظر آیا کہ آپ سے زیادہ قوی دل ہو

گیارھواں بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کے ذکر میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علو منصب میں سب لوگوں سے زیادہ تواضع اور انکسار فرماتے۔ ابن عامر رضہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ اونٹنی پر سوار جمرہ پر کنکریاں مارتے دیکھا کہ کوئی کسی کو نہ مارتا تھا نہ دھکے دیتا تھا نہ ہٹو بچو کہتا تھا۔ اور آپ دراز گوش پر چادر کا زین ڈال کر سوار ہوتے باوجود اسکے دوسرے کو اپنا ردیف کر لیتے۔ اور آپ بیمار کی عیادت فرماتے اور جنازہ کے ساتھ جاتے اور غلام کی دعوت منظور فرماتے اور پاپوش مبارک کی درست کر لیتے اور کپڑے میں پیوند لگاتے اور اپنے مکان میں گھر والوں کی حاجت میں اُنکے شریک ہوکر کام کرتے۔ اور آپکے اصحاب آپ کا کام نہ کرتے اسلیے کہ انکو معلوم تھا کہ اس بات کو آپ برا جانتے ہیں۔ اور آپ کا گذر جب لڑکوں پر ہوتا تو انکو سلام کرتے۔ اور ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تو وہ آپ کی ہیبت سے کانپ گیا آپ نے فرمایا کہ خوف مت کرو میں بادشاہ نہیں ہوں میں تو قریش میں کی ایک عورت کا فرزند ہوں جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔ اور آپ اپنے اصحاب میں ایسے مل جل کر بیٹھتے کہ گویا انھیں میں سے ایک آپ بھی ہیں اجنبی شخص آتا تو بدون پوچھے نہ معلوم کرتا کہ آپ کون سے ہیں یہاں تک کہ صحابہ نے التماس کیا کہ آپ ایسی جگہ بیٹھا کریں کہ اجنبی آپ کو پہچان لیا کرے چنانچہ آپ کے لیے مٹی کا ایک چبوترہ بنا دیا کہ اُس پر آپ نشست فرماتے۔ اور حضرت عائشہ رضہ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ خدا ے تعالی مجکو آپ پر قربان کرے آپ تکیہ لگا کر تناول فرمایا کیجیے کہ یہ آپ کو آسان پڑیگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اتنا جھکایا کہ قریب تھا کہ پیشانی زمین سے لگ جائے فرمایا کہ میں ایسے کھاؤنگا جیسے بندہ کھاتا ہے اور ایسے بیٹھونگا جیسے بندہ بیٹھتا ہے۔ اور آپ کھانا خوان اور کشتی میں نہ کھاتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالی سے ملے۔ اور جو کوئی آپ کے اصحاب میں سے یا دوسرے لوگوں میں آپ کو پکارتا تو آپ جواب میں لبیک ارشاد فرماتے اور جب آپ لوگوں کے ساتھ بیٹھتے تو اگر وہ آخرت کے باب میں گفتگو کرتے تو اُنکے ساتھ وہی تقریر فرماتے اور اگر وہ

---

۱ دارمی بروایت ابن عمر اور صحیحین میں بروایت انس ۱۲
۲ رکان احسن الناس و[illegible]
۳ ع ابن حبان در اخلاق النبی صلعم ۱۲
۴ [illegible] بروایت علی مرتضی رضہ
۵ [illegible] بروایت براء بن عازب ۱۲
۶ ع ابن حبان بروایت سعید بن [illegible]
۷ [illegible] بروایت براء بن عازب ۱۲ ع ابن حبان [illegible]
۸ [illegible] اور اسکی سند میں [illegible]
۹ [illegible] ابن ماجہ [illegible]
۱۰ بروایت ابن عمر رضہ [illegible]
۱۱ ضعیف ۱۲ ع بخاری و مسلم [illegible]
۱۲ براء بن عازب [illegible]
۱۳ نہیں [illegible] اس روز [illegible]
۱۴ اس [illegible] ساتھ ابن حبان نے
۱۵ بروایت براء اور [illegible] بروایت علی مرتضی
۱۶ نقل کیا ہے ۱۲ [illegible] میں نبی ہوں
۱۷ جھوٹا نہیں میں بیٹا ہوں عبد المطلب کا ۱۲

کھانے یا پینے کی بات کرتے تو ویساہی ذکر فرماتے اور اگر وہ دنیا کے باب مین کلام کرتے تو آپ بھی وہی کرتے کہ آپکو اُنکے ساتھ نرمی اور تواضع کرنی منظور تھی۔ اور کبھی اصحاب آپ کے سامنے شعر پڑھتے اور کچھ باتین عہد جاہلیت کی ذکر کرتے اور ہنستے تو اُنکے ہنسنے کے وقت آپ بھی تبسم فرماتے اور بجز حرام کے اُنکو اور چیز سے زجر نہ فرماتے

بارھوان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا کے ذکر مین ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک نہ بہت سا طویل اور نہ کوتاہ تھا بلکہ جب تنہا چلتے تو لوگ میانہ قد کہتے اور باوجود اسکے اگر کوئی شخص طویل القامت آپ کے ساتھ چلتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا قد مبارک اُس سے نکلتا معلوم ہوتا اور کبھی دو لمبے قد والے آپ کے ادھر اُدھر ہوتے تو طول قامت مین آپ اُنپر غالب ہوتے اور جب وہ آپ سے علاحدہ ہوتے تو اُنکو لوگ طویل کہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میانہ بتاتے اور آپ فرمایا کرتے کہ بالکل خیر میانہ پن مین کر دی گئی ہے۔ اور آپ کا رنگ مبارک ازہر یعنی گوراچٹا تھا نہ آپ گندم گون تھے اور نہ سخت سفید اور ازہر وہ سفید خالص ہے جسمین آمیزش زردی اور سرخی اور دوسرے کسی رنگ کی نہو اور آپ کے وصف مین آپ کے چچا ابو طالب نے اس مضمون کا شعر کہا ہے ؎ وہ نورانی بدن جسکے سبب مانگے ہے باران ٭ یتیمون اور بیوون کا وہ ملجا اور ماوا ہے ٭ اور بعضون نے آپ کا وصف یہ بیان کیا ہے کہ آپ سرخی مائل تھے تو اُسکی تطبیق مین یہ کہا ہے کہ جو اعضاء مبارک دھوپ اور ہوا مین کھلے رہتے تھے جیسے چہرہ اور گردن ہین وہ تو سرخی آمیز تھے اور جو اعضا کپڑے کے تلے رہتے تھے وہ ازہر بے سرخی کے تھے۔ اور عرق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک پر موتی کی طرح مشک خالص سے بھی زیادہ خوشبودار اور آپ کے موے مبارک عمدہ مڑے ہوے تھے نہ بالکل لٹکے ہوے نہ بہت گھونگر یالے جب آپ اُنمین کنگھی کر چکتے تو جیسے ریت مین ہوا سے لہرین پڑجاتی ہین ویسی ہی اُنمین معلوم ہوتین اور مروی ہے کہ آپ کے بال شانون سے لگتے ہوے تھے اور اکثر روایت یہ ہے کہ کانون کی لو تک تھے اور کبھی آپ اُنکو چار حصے کر دیتے اور ہر گوش مبارک دو حصون کے بیچ مین نکلا رہتا اور کبھی آپ بالون کو کانون کے اوپر کر دیتے تو آپ کی گردن کا کنارہ چمکتا اور جھلکتا معلوم ہوتا اور آپ کے سر مبارک اور داڑھی شریف مین سترہ بال سفید تھے اس سے زیادہ نہین ہوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک سب سے زیادہ خوبصورت اور روشن تر تھا جسنے آپ کے چہرہ کا وصف بیان کیا اُسنے اُسکو چودھوین رات کے چاند ہی سے تشبیہ دی اور چونکہ آپ کی جلد صاف تھی تو آپ کی رضا اور خفگی چہرہ سے معلوم ہو جاتی تھی اور لوگ یون کہا کرتے تھے کہ آپ ایسے ہی ہین جیسے آپ کے یارغار حضرت صدیق اکبر رض نے آپ کی مدح کی ہے اور اس مضمون کا شعر کہا ہے ؎ امین مصطفےٰ داعی بخیر است ٭ چو نور بدر کز ظلمت برآید ٭ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی وسیع اور بھوین باریک پوری اور دونون بھوون کے درمیان نور تابان گویا خالص چاندی ہے اُنکے درمیان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دونون آنکھین کشادہ اور حسین اور اُنکی سیاہی خوب گہری تھی اور آپکی آنکھون مین گونہ سرخی کا اختلاط تھا مژہ طویل اور اس کثرت سے تھین کہ قریب ملنے کے ہوگئین تھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک پتلی اور لمبی برابر تھی اور آپ کے دندان مبارک کچھ چھدرے تھے جب آپ خندۂ شیرین فرماتے تو اُنکی چمک بجلی کی دمک معلوم پڑتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک سب اللہ کے بندون سے حسین اور لطیف تر تھے اور آپ کے رخسار مبارک غیر مرتفع اور سخت تھے آپ کا چہرۂ مبارک نہ لمبا تھا نہ نہایت مدور بلکہ کسی قدر گولائی تھی ریش مبارک گھنی تھی اور اُسکو آپ نہ کترواتے تھے چھوٹی رکھتے اور مونچھین کترواتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن سب لوگون سے زیادہ خوبصورت تھی نہ لمبی نہ چھوٹی جسقدر پر دھوپ اور ہوا لگتی تھی وہ گویا چاندی کی صراحی جسمین سونا ملا ہو معلوم ہو پڑتی اور اُسکی چمک مین چاندی کی جھلک اور سونے کی دمک نظر آتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ بے کینہ چوڑا تھا کسی جگہ کا گوشت دوسری جگہ سے اُبھرا ہوا نہ تھا برابر آئینہ کی طرح اور سفید چاندی کی طرح تھا سر سینہ سے ناف مبارک تک ایک بالون کا خط باریک دھار کی طرح تھا اور اُسکے سوا پیٹ اور سینہ پر اور بال نہ تھا آپ کے شکم مبارک مین تین شکن تھے

ایک تہمد کے تلے چھپ جاتا اور دو کھلے رہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونون شانے بڑے تھے اور اُنپر بال کثرت سے تھے اور آپکے شانون اور کہنیون اور تہی گاہ کے جوڑپر گوشت تھے اور پشت مبارک وسیع اور دونون شانون کے درمیان شانہ راست کے متصل مہر نبوت تھی جسمین ایک سیاہ داغ مائل بہ زردی تھا اور اُسکے گرد کچھ بال پیہم گھوڑے کے بال کی طرح کے تھے اور آپکے دونون بازو اور ہاتھ پُر گوشت تھے اور دونون بند دست لمبے اور کف دست وسیع اور ہاتھ پاؤن کشیدہ اور آپ کی اُنگلیان گویا چاندی کی شاخین تھیں ہتھیلی آپ کی خز سے بھی زیادہ نرم گویا کہ خوشبو مین عطر فروش کی ہتھیلی تھی خواہ آپ اُسپر خوشبو لگائین یا نہ لگائین مصافحہ کرنے والا جو آپسے مصافحہ کرتا تو دن بھر اُسکی خوشبو سے معطر رہتا اگر کسی لڑکے کے سر پر بنا دست شفقت پھیرتے تو ہاتھ کی خوشبو کے باعث وہ اُسکے سر مین ہوتی وہ دوسرے لڑکون سے پہچان پڑتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تہمد کے نیچے کا بدن یعنی رانین اور پنڈلیان پُر گوشت تھین اور آپ کا بدن فربہی مین معتدل تھا آخر عمر مین کچھ فربہ ہو گئے تھے مگر گوشت ایسا چست تھا کہ گویا اول ہی خلقت پر تھے فربہی سے آپ کو کچھ ضرر نہین ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار ایسی تھی کہ گویا پاؤن کو جا کر اُٹھاتے ہین اور اونچان سے نیچے کو تشریف لاتے ہین قدم آگے کو جھکا کر رکھتے اور پاؤن پاس پاس رکھکر چلتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ مین اَوروں کی نسبت آدم علیہ السلام سے زیادہ مشابہ ہون اور میرے باپ ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم خلقت اور اخلاق مین مجھسے زیادہ مشابہ تھے۔ اور فرماتے کہ میرے پروردگار کے یہان میرے دس نام ہین مین محمد ہون مین احمد ہون مین ماحی ہون کہ میرے سبب سے اللہ تعالیٰ کفر کو محو فرمائیگا مین عاقب ہون یعنی پیچھے آنے والا کہ میرے بعد اور کوئی نبی نہین اور مین حاشر ہون کہ اللہ تعالیٰ بندون کو میرے آنے کے بعد حشر فرمائیگا اور مین رسول رحمت اور رسول توبہ اور رسول ملاحم اور مقفی ہون کہ سب لوگون کے بعد آیا یعنی انبیا علیہم السلام کے خاتمہ پر آیا ہون اور مین قثم ہون۔ ابو البختری نے کہا کہ قثم کے معنی کامل اور جامع جمیع اوصاف کے ہین -

تیرھوان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور ان نشانیون کے ذکر مین جنسے آپ کا صدق معلوم ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کا مشاہدہ کرے اور آپ کے اخلاق اور افعال اور احوال اور عادات اور خصال اور اقسام خلق کی سیاست اور اُنکے انتظام کی کیفیت اور تمام مخلوق کو پرچانے اور اپنی طاعت پر کھینچ لانے کے اخبار سنے اور نیز جو عجائب جوابات آپ نے دقیق مسائل مین ارشاد فرمائے اور خلق کی بہتری مین تدبیرات عجیب نکالین اور ظاہر شرع کی تفصیل مین عمدہ اشارات فرمائے جنکی ادنیٰ باریکیون کے دریافت مین فقہا اور علما عمر بھر حیران اور عاجز رہتے ہین اُن سب پر غور کرے تو اُسکو اس بات مین کچھ شک وشبہہ باقی نہ رہیگا کہ یہ امور ایسے نہین کہ قوت بشری کی تدبیر سے حاصل ہون بلکہ بدون تائید غیبی اور قوت الٰہی کے ممکن نہین اور کسی جھوٹے یا فریبی سے ایسی باتین ہونی محال ہین آپ کی علامات ظاہری اور احوال ہی آپکے صدق کی قطعی دلیلین ہین یہان تک کہ خالص عرب آپ کو دیکھکر کہتا کہ یہ صورت جھوٹون کی نہین یعنی مجرد علامات ظاہری کے نظر کرنے سے آپ کے صدق کی شہادت دیتا تھا تو جس شخص نے آپ کی عادات کا مشاہدہ کیا ہو اور سب حالات نشست و برخاست مین برتے ہون وہ کیسے شہادت نہ دیگا اور ہم نے کسی قدر آپ کے اخلاق اسلیے بیان کیے تاکہ محاسن اخلاق معلوم ہون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق اور علو منصب اور خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا درجہ ہونا مفہوم ہو کہ خداوند کریم نے آپ کو یہ سب باتین عنایت کین حالانکہ آپ اُمّی محض تھے نہ علم کی مزاولت کی نہ کتابون کا مطالعہ کیا نہ علم کی طلب مین کبھی سفر کیا ہمیشہ جہال عرب مین رہے اور ہمیشہ یتیم اور بیکس اور لوگون کی نظرون مین بےبس تھے تو ایسی بے سروسامانی مین آپ کو محاسن اخلاق اور آداب اور مصالح فقہیہ کی شناخت کہان سے حاصل ہوئی دوسرے علوم اور معرفت الٰہی اور فرشتون اور کتابون آسمانی کے جاننے کو جانے دو

اگر صریح وحی نہ ہوتی تو یہ سب چیزیں کیسے آتیں اور قوت بشری ان امور کو کیسے جان سکتی ہے بس اگر بجز ان امور ظاہری کے اور باتیں آپ میں نہ ہوتیں تو بھی کافی تھیں مگر آپ کے ہاتھوں معجزے اور نشانیاں بھی اتنی ظاہر ہوئی ہیں کہ انکے بعد پھر کسی طرح کا شبہہ عاقل کو نہیں رہتا اور ہم آپ کے معجزات میں سے وہ ذکر کرتے ہیں جو احادیث میں شائع ہیں اور صحاح میں ثابت اور انکو بطور اجمال بدون سب قصے کے نقل کیے لکھتے ہیں منجملہ انکے چاند کا پھٹ جانا مکہ میں جبکہ آپ سے قریش نے معجزہ طلب کیا اور حضرت جابر رض کے مکان پر روز خندق میں بہت سے لوگوں کو سیر بھر جو میں کھانا کھلایا اور اسی طرح حضرت ابوطلحہ رض کے مکان پر تھوڑی غذا سے بہت کو شکم سیر کر دیا۔ اور ایکبار ایک صاع جو اور ایک بکری کے بچے سے اسّی آدمیوں کو کھانا کھلایا۔ اور ایکبار حضرت انس رض جو کی چند روٹیاں اپنے ہاتھ میں لے گئے انکو اسّی آدمیوں سے زیادہ کو کھلایا۔ اور ایکبار تھوڑے سے خرمے بشیر کی بیٹی اپنے ہاتھوں میں لائی انسے آپ نے سب لشکر والوں کا پیٹ بھر دیا اور پھر بھی بچ رہے۔ اور ایک چھوٹا پیالہ تھا کہ جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پھیل نہ سکتا تھا اسمیں اپنا دست مبارک رکھا تو آپ کی انگلیوں میں سے پانی پھوٹ نکلا جس سے تمام لشکر نے وضو کیا اور پانی پیا اور سب پیاسے تھے۔ اور آپ نے ایک بار وضو کا پانی تبوک کے چشمہ میں ڈال دیا اور اسمیں پانی نہ تھا تو اسمیں اتنا پانی چڑھ آیا کہ لشکر والوں نے جو ہزاروں تھے پانی پیا اور چھک گئے۔ اور ایکبار حدیبیہ کے کنوئیں میں بقیۂ وضو ڈالا تو اسمیں باوجودیکہ پانی نہ تھا مگر ایسا پانی جوش آیا کہ پندرہ سو آدمیوں نے پیا۔ اور حضرت عمر فاروق رض کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تھوڑے سے خرمے جو سب ملکر مشت کے برابر تھے چارسو سواروں کو زاد راہ کرو فاروق رض نے سب کو زاد بھی دے دیا اور اسی قدر بچ رہے۔ اور آپ نے ایک مٹھی مٹی کی لشکر کی طرف پھینکی اور سب کی آنکھوں میں پڑی اور بیکار کر دیا چنانچہ اسکا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اور اللہ تعالی نے کہانت کو آپ کے مبعوث ہونے سے باطل کر دیا کہ بالکل نیست ہوگئی حالانکہ پیشتر علانیہ موجود تھی۔ اور جب آپ کے لیے منبر تیار ہوا تو جس ستون کے سہارے آپ خطبہ پڑھا کرتے تھے اسنے نالہ کیا یہانتک کہ اسکی آواز مثل آواز شتر کے سب اصحاب رض نے سنی آپ نے اسکو اپنے سینہ سے لگایا وہ خاموش ہوگیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو ارشاد فرمایا کہ موت کی تمنا کرو اور انکو آگاہ کر دیا کہ تمنا نہ کرسکینگے تو ایسا ہی ہوا کہ بول ہی نسکے اور اظہار تمنا سے عاجز ہوگئے اور یہ قصہ سورۂ جمعہ میں مذکور ہے جو جامع مسجدوں میں مشرق سے مغرب تک جمعہ کے روز پکار کر اسی آیت کی عظمت کے لیے پڑھی جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی باتوں کی خبر دی مثلاً حضرت عثمان غنی رض کو خبر دی کہ تمکو بلا پہونچیگا جسکے بعد جنت ہے۔ اور حضرت عمار کو فرمایا کہ انکو باغی گروہ قتل کریگا۔ اور حضرت امام حسن رض کے باب میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی انکے سبب سے مسلمانوں کی دو بھاری جماعتوں میں صلح کریگا۔ اور ایک شخص کو جسنے اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کیا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ دوزخی ہوگا تو ایسا ہی ہوا یعنی اس شخص نے خود اپنے آپ کو ہلاک کیا۔ اور یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ جن وجہوں سے معرفت پیشتر ہو جاتی ہے انسے کسی طرح نہیں معلوم ہو سکتیں نہ نجوم سے نہ کہانت سے نہ رمل سے نہ فال سے بلکہ صرف اللہ تعالی کے آگاہ کرنے اور وحی سے آپ کو معلوم ہوئی تھیں۔ اور سفر ہجرت میں سراقہ بن جعشم نے آپ کا تعاقب کیا تو اسکے گھوڑے کے پاؤں زمین میں اتر گئے اور ایک دہوان اسکے پیچھے آیا یہانتک کہ اسنے آپ سے فریاد کی آپ نے اسکے لیے دعا فرمائی تو گھوڑا چھوٹ گیا اور آپ نے اسکو خبر دی کہ تیرے ہاتھوں کسری بادشاہ کے کنگن پہنائے جائینگے اور ایسا ہی ہوا کہ آپ نے اسود عنسی کے قتل کی خبر جسنے نبوت کا دعوی جھوٹا کیا تھا اسی شب

بیان کی جس رات وہ مارا گیا حالانکہ وہ صنعا یمن میں قتل ہوا تھا اور قاتل کا نام بھی ارشاد فرما دیا۔ اور قریش کے سو آدمی جو آپ کی گھات میں بیٹھے تھے آپ اُنکے پاس تشریف لے گئے اور سب کے سر پر خاک ڈال آئے مگر انھوں نے آپ کو نہ دیکھا۔ اور اصحاب رضہ کے روبرو اونٹ نے آپ کی خدمت میں شکایت کی اور آپ کا منقاد ہو گیا۔ اور چند اصحاب آپ کی خدمت میں مجتمع تھے آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص دوزخ میں جائیگا اُسکی ڈاڑھ کوہ احد جیسی ہوگی تو ایسا ہی ہوا کہ اور لوگ اسلام پر مرے اور ایک مرتد ہو گیا اور اسی بے دینی کی حالت میں مارا گیا۔ اور چند اور اصحاب سے فرمایا کہ تم میں سے جو سب کے بعد مریگا آگ میں ہوگا اور ایسا ہی ہوا کہ جو سب سے پیچھے مرا وہ آگ میں گر کر جل گیا اور مر گیا۔ اور آپ نے قضاء حاجت کے لیے دو درختوں کو بلایا وہ دونوں آپ کے پاس حاضر ہوے اور ملکر پھر آپ نے حکم فرمایا تو وہ جدا ہو کر جہاں کے تہاں ہو گئے۔ اور آنحضرت صلعم میانہ قد تھے مگر جب لمبوں کے ساتھ چلتے تو طول قامت میں اُنپر غالب رہتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ کو مباہلہ کے واسطے بلایا وہ نہ آئے اور اُنسے فرما دیا تھا کہ اگر مباہلہ کروگے تو سب ہلاک ہو جاؤگے انھوں نے جان لیا کہ آپ درست فرماتے ہیں اسلیے نہ آئے۔ اور عامر بن طفیل اور اربد بن قیس جو عرب کے شہسوار اور شجاع تھے آنحضرت صلعم کے قتل کے عزم سے آئے مگر اُنسے بن نہ پڑا اور آپ نے اُنکے حق میں دعا بد فرمائی تو عامر تو طاعون میں ہلاک ہوا اور اربد پر بجلی گری اُسنے اُسکو پھونک دیا۔ اور آپ نے فرمایا تھا کہ ابی بن خلف کو میں قتل کرونگا پس جنگ احد میں آپ نے اُسکے ایک لطیف کو چا دیا کہ اُسمیں اُسکی موت ہوئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر کھلایا گیا تو جس شخص نے آپ کے ساتھ کھایا تھا وہ تو مر گیا اور آپ چار برس تک اُسکے بعد زندہ رہے اور بکری کے دست میں جو زہر ملا ہوا تھا اُسنے خود آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ مجھمیں زہر ہے۔ اور جنگ بدر کے روز آنحضرت صلعم نے سرداران قریش کے پچھڑنے کی جگہ بیان فرمائی اور ایک ایک کا نام لیکر فرما دیا کہ فلانا یہان گریگا اور فلان یہان تو جو جگہ جسکے لیے فرمائی تھی اُس سے اُسنے تجاوز نہ کیا۔ اور آپ نے آگاہ کر دیا تھا کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جہاد کرینگے اور ویسا ہی ہوا۔ اور آپ کے لیے زمین یکجا کر دی گئی اور آپکے مشارق اور مغارب دکھلائے گئے اور آپ نے فرما دیا کہ میری امت کا ملک عنقریب وہان تک پہونچیگا جہان تک میرے لیے زمین یکجا کی گئی ہے اور ایسا ہی ہوا کہ مسلمانوں کی سلطنت ابتداے مشرق یعنی بلاد ترک سے آخر مغرب یعنی بحر اندلس اور بلاد بربر تک پھیلی اور دکن اور شمال میں نہ پھیلی جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ اور اپنی لخت جگر فاطمہ زہرا علیہا السلام کو ارشاد فرمایا کہ میرے خاندان میں سے اول تم مجھ سے ملوگی اور ایسا ہی ہوا۔ اور آپ نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ جو تم میں خیرات زیادہ کرتی ہوگی وہ مجھسے جلد ترملیگی تو حضرت زینب بنت جحش جو دستکاری کرکے خیرات کیا کرتی تھین سب سے اول واصل بحق ہوئین۔ اور آپ نے ایک بہلا بکری کے تھن کو ہاتھ لگا دیا جسنے کبھی دودھ نہ دیا تھا پس وہ دودھ دینے لگی اور یہی ام حضرت عبد اللہ بن مسعود رضہ کے مسلمان ہونے کا سبب ہوا۔ اور ایکبار ام معبد خزاعیہ کے خیمہ میں آپ نے ایسا ہی کیا تھا۔ اور کسی صحابی کی آنکھ نکلکر گر پڑی تھی آپ نے اُسکو اپنے دست مبارک سے اُسی جگہ رکھدیا تو وہ آنکھ دونوں میں صحیح اور خوبصورت زیادہ ہو گئی۔ اور خیبر میں حضرت علی مرتضیٰ رضہ کی آنکھیں دکھتی تھین آپ نے اپنا لب مبارک لگا دیا اُسی وقت اچھی ہو گئین اور آپ نے انکو جھنڈا دیکر روانہ فرمایا۔ اور آنحضرت صلعم کے سامنے اصحاب رضہ کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔ اور ایک صحابی کی ٹانگ میں ضرب آئی تھی آپ نے اسپر اپنا دست مبارک پھیر دیا وہ فوراً اچھی ہو گئی۔ اور ایکبار جو لشکر ہمراہ رکاب تھا اُسمین زاد کی کمی ہوئی آپ نے جسقدر زاد لوگوں کے پاس رہگیا تھا اُسکو ''

منگایا تو وہ بہت ہی تھا آپ نے اُسمین برکت کی دعا مانگی پھر اہل لشکر کو اجازت دے دی کہ لیجاؤ اُنھون نے اتنا لیا کہ کوئی برتن نہ رہا کہ اُس سے بھرو۔ اور حکم بن العاص خبیث نے آپ کی رفتار کی نقل تمسخر کے طور پر کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو ایسا ہی رہیو پس وہ لڑکھڑاتا چلتا یہان تک کہ مرگیا۔ اور آخر ایک عورت سے آنحضرت صلعم نے پیام نسبت کیا اُسکے باپ نے بہانہ کر دیا کہ اُسکو برص ہی اور وہ یہ نہ تھا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ایسی ہی ہوگی تو اُس عورت کو برص ہوگیا وہ شبیب بن برصا شاعر کی والدہ تھی۔ اور اسکے سوا کے معجزات اور آیات بہت ہین ہمنے صرف مشہور پر اکتفا کیا اور جو شخص آپ کے ہاتھون خرق عادت ہونے مین شک کرے ایسے کہ اِن وقائع مین سے ہر ایک منقول متواتر مروی نہین اور متواتر صرف قرآن مجید ہی تو وہ ایسا ہی کہ حضرت علی مرتضیٰ کی شجاعت اور طائی کی سخاوت مین شک کرے اور یہ تو ظاہر ہی کہ اِن دونون کے حالات غیر متواتر ہین مگر مجموع واقعات مل کر بیشک علم پر شجاعت وسخاوت کا پیدا کرتے ہین۔ پھر قرآن کے متواتر ہونے مین کسی طرح کا شک نہین اور یہ بڑا معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ کا خلق مین باقی ہی اور آپ کے سوا کسی نبی کا معجزہ باقی نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلق کے بلیغون اور عرب کے فصیحون کو خاموش کیا اور اُسوقت جزیرۂ عرب مین اس قسم کے لوگ ہزارون تھے اور فصاحت انکا پیشہ تھا اور اُسی سے آپس مین فخر کرتے تھے سب سے آپ نے علانیہ فرمایا کہ اگر تمکو قرآن مجید مین شک ہی تو اُسکا مثل لے آؤ یا دس سورتین یا ایک سورت اِس جیسی بنا لاؤ اور انکے سامنے فرمایا لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔ اور یہ آپ اُن لوگون کے عاجز کرنے کو ثابت فرمایا تھا چنانچہ اِس سے عاجز ہوے اور اپنی جانون کو قتل کرایا اور عورتون اور بچون کو قید مین اٹکر یہ نہوسکا کہ قرآن مجید کا معارضہ کرین یا اُسکی خوبی اور فصاحت مین اعتراض وطعن کرین پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن مجید اطراف عالم مین شرقاً غرباً پھیلا اور قرن بہ قرن اور زمانہ بزمانہ گذرتا چلا گیا یہان تک کہ آج قریب پانسو برس کے گذرے کہ کوئی اِسکا معارضہ پر قادر نہوا اِس صورت مین بڑا غبی ہی وہ شخص کہ آپ کے احوال اور اقوال اور افعال اور اخلاق اور معجزات کو دیکھے اور معلوم کرے کہ آپ کی شریعت اب تک قائم ودائم ہی اور اطراف عالم مین شائع وذائع اور باوجود آپکی یتیمی اور ضعف کے تمام روے زمین کے بادشاہ آپ کے عہد مبارک مین اور اُسکے بعد آپ کے حلقہ بگوش ہوے اور ان سب باتون کے معلوم ہونے کے بعد پھر کسی طرح کا شک آپ کے صدق مین کرے اور بڑا توفیق یافتہ وہ شخص ہی جو آپ پر ایمان لاے اور تصدیق آپکی صدق دل سے کرے اور ہر فعل مین آپ کے قدم بقدم چلے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہین کہ وہ ہمکو توفیق آپکے اقتدا کی اخلاق اور افعال اور احوال اور اقوال مین اپنی عنایت وکرم سے مرحمت کرے کہ وہی سننے والا اور دعا کا قبول کرنے والا ہی دسوان باب خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام ہوا اسکے بعد جلد ثالث کا اول باب شرح عجائب قلب کا مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ والحمد للہ اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً وصلی اللہ علی کل عبد مصطفیٰ

قطعۂ تاریخ اختتام ترجمہ از مترجم

ہوئی ختم جب یہ کتاب نفیس
تو احسن سے ہاتف نے تاریخ کو
جو ہر اک کو مرغوب و مطلوب ہی
لکھا کیسے یہ ترجمہ خوب ہی
۱۲۸۷ھ

خاتمۃ الطبع۔ بعون الٰہی مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین جلد دوم بار سوم ماہ دسمبر ۱۸۸۹ء مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین طبع ہوا

حاشیہ: ... اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حال مین لکھا ... قرآن ... ایسا ...

تقریظ واقف غوامض علوم دینی و دنیوی جناب مولوی امیر علی صاحب مدظلہ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد دانشمندون کا قول مشہور ہے کہ جو شخص دوسرون کا خیر خواہ ہوتا ہے وہ جیسا کچھ ہر دل عزیز ہوتا اور زندگی مین نیکنام رہتا ہے ویسا ہی اسکو خود بخود بھلائی بھی پہونچتی رہتی ہے اور کیون نہین کہ نیکی کا بدلا نیکی ہے۔ اس مطبع اودھ اخبار نے اس قول حکمت کو مضبوط گرہ مین باندھا اور اسکا تجربہ کرکے خود تو جانچ لیا اور جو لوگ عقل رکھتے ہین انکو بھی معلوم ہے لیکن اپنا تجربہ کرنا ضرور ہے تاکہ آئینہ کی طرح ہر ایک پر ہویدا ہو جاوے دیکھو زمانہ کے مسلمان بے علم ہو کر ہر قسم و ہر قوم کے ایسے خواب غفلت مین پڑے کہ اپنے دین و ملت تک سے بھی غافل ہوے۔ انکو یہ بھی نہین معلوم کہ ہمارے دانشمندون نے کیا کیا حکمت کی باتین بیان کی ہین اور بزرگون نے کس کس بات کی ہدایت کی ہے۔ پھر یہ معلومات کیونکر حاصل ہو کہ وہ لوگ اس زبان ہی سے واقف نہین جسمین یہ باتین اور ایسے مضامین بیان ہوے ہین۔ اسمین شک نہین کہ اچھا طور جس زبان مین چاہو ادا کرو وہی مضمون ہے بنا برین خیر خواہی عام کی نظر سے اس مطبع نے عربی و فارسی و سنسکرت و بھاشا اور انگریزی کی بہت سی کتابین اپنے کارخانون کے لیے انکی زبان سے ترجمہ کرا دین کہ وہ بھلی باتین اور اچھے مضامین انکو اپنی زبان مین ملین اور کار آمد ہون۔ یہ تدبیر بہت مفید ہوئی اور اس سے بہت کچھ فائدہ ظہور ہوا۔ ایک یہی کتاب مذاق العارفین ہے کہ کارخانہ کی فرمایش سے اسکا ترجمہ ہوا اور کارخانہ نے اپنی عالی ہمتی اور دریا دلی سے بہت کچھ زر خطیر صرف کیا اور چھپوا دیا حالانکہ اسوقت تک یہ نہین معلوم تھا کہ اسکا انجام کیا ہوگا مگر ہم تو دانشمندون کا مقولہ پہلے ہی نقل کر چکے ہین کہ بھلائی چاہنے والے کو بھلائی ہی ملتی ہے اللہ تعالی کے فضل سے یہ کتاب پہلی بار جب چھپی تھی تو لوگون کو اسکی قدر معلوم ہونے کے بعد خواہش از حد ہوئی اور ہاتھون ہاتھ ہدیۂ طالبین ہوگئی اور برابر خواہش جاری رہی لہذا اہتمام ساتھ دوبارہ چھپکر سہ بارہ اسکے چھپنے کی نوبت پہونچی اور امید ہے کہ یون ہی خواہش روز افزون ترقی ہوگی۔ اور کیون نہو درحقیقت کتاب ہی ایسی نایاب ہے یہ امام ہمام محمد غزالی حجۃ الاسلام کی اس مشہور کتاب کا ترجمہ ہے جو بنام احیاء علوم الدین مشہور و معروف ہے۔ سبحان اللہ عجب کتاب ہے اتنے سے حجم و ضخامت مین اسمین کتنے دین کے علوم بھر دیے ہین۔ بہت لوگون کو تو یہی غرہ ہے کہ یہی فقہ کی دو ایک کتابین اور اصول و عقائد کی ایک آدھ کتاب پڑھ لی پھر علوم دین کے ماہر ہوگئے یہ نہین جانتے ہین کہ یہ تو الف بے تھی علوم دین کا تو ابھی نام بھی کم ہی آیا اور راز علوم دین کا تو ابھی کہان مزہ پایا۔ اگر چاہتے ہو کہ دین کے علوم سے خبر دار ہو اور اس باغ کی خوشبو دار کلیان چنو تو اس کتاب کو دیکھو۔ اسمین جھگڑے بکھیڑون سے کچھ کام نہین۔ پریشانی خاطر کا کہین نام نہین ہر ہر بیان مین طمانیت اور تسکین ہوتی ہے اور یہی تو دین کی خوبی ہے اسی کتاب سے تمکو معلوم ہوگا یہ علم کیا ہے اور اسکی کیا فضیلت اور کتنے اقسام اور کون بہتر اور کون بدتر اور کیا برتاؤ وغیرہ امور ہین۔ فقہ اسمین حدیث اسمین مدار تفسیر اسمین ہے اور ان سبکا برتاؤ کے قواعد و آداب انکو بھی پیر سب سے بڑھکر افعال قلبی کا بیان ہے اگر انکو دیکھوگے تو معلوم ہوگا کہ واقعی علم یہی اور دین اسی کا نام ہے۔ ہر شخص کو یہ مضمون حدیث معلوم ہے کہ قلب ہی کی صلاحیت و سلامتی سے سب کام ہے اور جسنے اسکو درست نہ کیا اگر ہزار علم پڑھ لیا وہ سخت جاہل بلکہ بڑا شیطان ہے نعوذ باللہ منہ۔ مولوی عبد الحی صاحب مرحوم نے جو لکھا کہ ہم کو اس کتاب سے بہت فیض ہوا ہے سچ کہا اللہ تعالی انپر رحمت و مغفرت کرے اہل اسلام کی کتابون مین یہ کتاب بھی بہت عمدہ کتاب ہے اور مولوی محمد حسن صاحب نانوتوی عالم با عمل جو اس کتاب کے مترجم ہین انھون نے دلی شوق و نیک نیتی سے اسکا اچھا ترجمہ کیا اور اپنے واسطے ذخیرہ توشۂ آخرت ساتھ لیا ہے جزاہ اللہ تعالی خیر الجزاء ترجمہ سلیس با محاورہ اردو ہے چنانچہ خود مترجم صاحب نے کہا کہ ایسا با محاورہ اردو ترجمہ ہے کہ اول نظر مین یہ گمان نہین ہوتا کہ کسی دوسری کتاب کا ترجمہ ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہی یہل اردو ہی مین یہ کتاب تالیف ہوئی ہے سچ فرمایا کہ عربی عبارت پڑھانی مقصود نہین بلکہ مضامین سمجھانا مراد ہے اور مترجم صاحب نے یہ بھی خوب کیا کہ اصل احیاء العلوم کی لفظ کتاب باب و فصل سے بدل دیا ہے اور یہ تنبیہ ضروری ہے جو مترجم صاحب نے خود بھی لکھدی کہ امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ شافعی المذہب تھے فقہی مسائل عبادات و معاملات کو انھون نے اپنے مذہب کے موافق بیان کیا ہے اور مترجم صاحب نے ویسا ہی ترجمہ کر دیا اور حنفی مذہب کا موافق اسپر تنبیہ و توضیح نہین فرمائی ہے لہذا ان مسائل کو حنفی فقہ کی کتابون مثل فتاوے عالمگیری وغیرہ سے معلوم کرلین باقی افعال قلوب و تہذیب اخلاق و تہذیب نفس و اصلاح قلب کے جو امور مذکور ہین وہ یکسان ہین اور یہ جان رکھین کہ نیت خالص کے ساتھ طلب رضا ے الہی مقصود ہے اسمین حنفیت و شافعیت کچھ مضر نہین ہے اور ہرگز کسی قسم کے تعصب کو راہ نہ دین کہ وہ ہلاکت و گمراہی کا پہلا زینہ ہے اور اسکی نہانی و ویرانی کو اسی کتاب سے دیکھ لین۔ اس کتاب مین ہر مضمون خوب تفصیل کے ساتھ اسطرح مذکور ہے کہ دل کو اچھی طرح تسکین ہو جاتی ہے مترجم صاحب کو فائدہ پڑھانے کی کوئی حاجت

نہ تھی بلکہ بعض بھی انھوں نے کہیں کہیں پڑھا یا ہو اور اس کتاب کی اخیر دونوں جلدیں بہت ہی نادر مضامین سے بھری ہوئی ہیں جس سے پڑھے لکھے لوگ جو عالم کہلاتے ہیں
اور انکو جاننا واجب تھا وہ بھی غافل ہیں یہ عبارت ترجمہ کی سادہ چال پر مطلب خیز ہو قافیہ بندی و عبارت آرائی ایسے مضامین میں نازیبا و بیکار ہے۔ آیات کتاب مجید کے
ساتھ انکا ترجمہ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی کے ترجمہ سے لکھا ہے اور تخریج احادیث جو حاشیہ پر مذکور ہے اس کتاب کے واسطے عمدہ زیور ہے کیونکہ بعض اہل علم اس کتاب کی
احادیث کو قابل اعتبار نہیں جانتے تھے مصنف رح نے اگرچہ ایسا کیا ہے کہ دیگر الفاظ سے معنی حدیث کو ادا کر دیا ہے لیکن یہ امر اسکا باعث نہیں کہ اعتبار چھوڑ دیا جاوے یہ تو
پہلے ہی معلوم ہو چکا کہ مقصود مضمون ہی ہے نہ عبارت چنانچہ حافظ الحدیث عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی احادیث کی تخریج میں اچھی کوشش کی اور علامہ زیلعی رح اور یہ دونوں
تخریج احادیث میں شریک تھے عراقی رح تو تخریج احادیث احیاء العلوم میں اور زیلعی رح تخریج احادیث ہدایہ میں ایک دوسرے کے موید رہے مترجم سلمہ اللہ نے تصریح
کر دی کہ میں نے تخریج عراقی سے احادیث کے مخرج کا حوالہ حاشیہ پر لکھدیا ہے اور عراقی نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھا کہ میں نے اس بات کا التزام نہیں کیا کہ حدیث کو
مخرج نے بھی انھیں الفاظ سے نقل کیا ہے جو الفاظ احیاء العلوم میں ہیں بلکہ اگر روایت بالمعنی ہوئی تب بھی میں نے لکھدیا کہ فلان مخرج نے اسکو اخراج کیا ہے اور مترجم صاحب نے
یہ التزام رکھا ہے کہ جن احادیث کی نسبت عراقی رح نے کہا ہے کہ اسکی اسناد صحیح ہے تو مترجم نے وہاں کچھ نہیں لکھا اور جن احادیث کو عراقی رحمہ اللہ نے کسی وجہ سے
معلول کہا انکے ساتھ ضعف وغیرہ کو ہر جگہ حاشیہ پر بیان کر دیا ہے لہذا ناظرین کے لیے تنبیہ کر دی کہ حاشیہ پر جن احادیث کے ساتھ کوئی جرح نہو انکو تصور فرماویں اور
بعض جگہ کسی خاص مصلحت سے بسند صحیح یا بسند جید کا لفظ بھی لکھدیا ہے جو لوگ اس سے استفادہ حاصل کریں یہ بات یاد رکھیں عراقی رح کی کوشش اسکی احادیث کی
تخریج میں قابل تحسین ہے کہ اچھی تفصیل و توضیح سے انھوں نے تخریج لکھی جزاہ اللہ تعالی جزاء کاملا۔ مطبع اودھ اخبار کی کوشش جو اس نے اس کتاب کے ترجمہ میں صرف
کی عام اہل اسلام کے نزدیک قابل سپاس داری ہونی چاہیے ہے کہ اس نے اصل کتاب سے بھی زیادہ اس ترجمہ سے لوگوں کو فائدہ پہونچایا۔ اور ایسے ہی اہل ہنود کے
مذہب و اخلاق و تصوف و وید وغیرہ کو بھی ایسے ہی مزید اہتمام سے ترجمہ کرایا بلکہ بہت سی سنسکرت کو مع شرح ترجمہ کیا اور اسکا علمی نفع بہت کچھ ظاہر ہے اعلی ہذا القیاس
بہت سے انگریزی علوم و فنون جن سے اہل ہند گویا بالکل بیخبر تھے اردو میں ترجمہ کر کے طبع کیے اور اسکے مدار [illegible] اور ہر جس فن کے کامل نے اپنے فن کے
کمال سے جو عام مفید یا عام پسند ہو تصنیف و تالیف کی راہ سے مطبع کو مطلع کیا اسکی حیثیت سے موافق اسکی قدردانی عمل میں آئی۔ یہ سلسلہ اب بھی برابر جاری ہے اور
روز بروز اسمیں ترقی ہے اسوقت بھی عربی فارسی سنسکرت انگریزی کے مترجم صاحبان و دیگر اہل فن کا تعلق و ربط اس کارخانہ سے حسن اسلوب کے ساتھ قائم ہے اور یہ
طب یونانی کی بہت سی کتابیں ترجمہ ہو کر عام شائع ہوئیں۔ کارخانہ کو تہ دل سے اسکے اہتمام میں سرگرمی ہے اور نصف ہزار سے زائد ماہواری انھیں مصارف میں خرچ کیا جاتا ہے یہی حال
میں کارخانہ کو کسی خاص قوم و ملت سے نہیں بلکہ عام طلاب کے ساتھ گزارش ہے کہ اپنی خاص استعداد کے وسیلوں سے جو کسی نہج و طرز کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں اس حالت میں
کہ کارخانہ انکی بہبودی و خیرخواہی میں سرگرم ہے بہرہ مند فرمائیں اور نہیں تو یہی سہی کہ اپنے اہل آشنا و قوم کو تہذیب و تعلیم پر مستعد کریں اور عمدہ عمدہ تصانیف سے انکو رغبت
دلاویں اور اگر خود ایسی تصنیف رکھتے ہیں یا تیار کر سکتے ہیں تو تمام کر کے کارخانہ کو دے دیں کہ آنکے علمی صرف اور یہاں کے مالی خرچ سے عام کی بہبودی حاصل ہو و ہل جزاء الاحسان
الا الاحسان مثل مشہور ہے کہ نیکی کا بدلا نیکی ہے اور وہ اعلان جو عام مترجم و مصنف صاحبان کو دیا گیا ہے کارخانہ کی فہرست کتب کے آخر میں درج ہے۔ کارخانہ جن عمدہ کتابوں کے
حقوق تالیف کا مالک ہے اگر انکو ذکر کیا جاوے تو فہرست دراز ہوگی آٹھ سو سے بہت چھپ گئیں اور بہت چھپنے کو باقی ہیں ہاں چند کتابیں ناظرین کی تفریح کے لیے بطور نمونہ
ذکر ہوتی ہیں چنانچہ علم اخلاق و تصوف میں تو یہی مذاق العارفین کافی ہے اور مدارک التفسیر میں ترجمہ تفسیر حسینی مسمی بہ تفسیر قادری کئی مرتبہ چھپا اور عنقریب انشاء اللہ تعالی ایک کتاب
جامع تفسیر ظاہر و حقائق تصوف جسمیں مضامین بیضاوی و کشاف و مشہور تفسیر ابن کثیر وغیرہ کے عمدہ مضامین و حقائق قرآن حضرت ابو محمد روزبہان قدس سرہ مسمی بعرائس البیان
تمام و کمال موجود ہیں چھپکر ہدیہ ناظرین ہوگی اور فقہ میں ترجمہ در مختار مختصر مشہور فتاوی کئی بار چھپا اور عنقریب انشاء اللہ تعالی حاوی و محیط فتاوی عالمگیری جو اپنے ذاتی صفات میں
بلند پایہ ہے ترجمہ اسکا بہت آسان عبارت کے ساتھ مع حل طلب وغیرہ جو حاشیہ پر کیا گیا ہے طبع ہوکر ہدیہ ناظرین ہوگا اسوقت خود اسکی خوبی ظاہر ہو جائیگی اسلیے بیان کرنا کچھ ضرور نہیں اور کارخانہ کی یہ
قابل شکر ہے کہ اور بہت سی کتب طب از انجملہ قانون شیخ ابو علی سینا اور کامل الصناعۃ جسکو سہل سمجھیں کہ وہ بھی مشہور حکیم ہے ترجمہ ہوکر چھپ گیا اور عموماً فارسی کتابیں مثل مخزن الادویہ
و جامع کبیر وغیرہ ترجمہ ہوکر طبع ہوئی ہیں اب علی العموم ان فنون کا حاصل کرنا شائقین کو کچھ مشکل نہیں اور انسانی لیاقت میں کمال حاصل کرنا کتنا آسان ہے۔

جامع الاحکام

یعنی مجموعہ مسائل شرع محمدی فریقین

شائقین شرع محمدی کو عموماً اور وکلا و عدالت کو خصوصاً مژدہ ہو کہ یہ ایسی نایاب کتاب ہے جس سے بہتر اور جامع تر کوئی کتاب شرع محمدی میں زبان اردو اسوقت تک تالیف اور طبع نہیں ہوئی ہے اور جسمین جملہ احکام ضروری اور مسائل شرعی کو جو معاملات دنیوی سے متعلق ہین کتب معتبرہ فریقین یعنی سنی و شیعہ سے بکمال صحت و دقت نظر اور نہایت تحقیق و تدقیق جمع کیا ہے اور فریقین مین جو اختلافات فروع مین ہوئے ہین بلکہ اہل سنت کے چارون فرقون مین جو اختلافات ہوئے ہین انکو بھی تفصیلاً بیان کیا ہے اور جہان وکلا و عدالت کے فائدہ کے لیے صدہا نظائر فیصلجات صدر دیوانی عدالت و ہائی کورٹ و پریوی کونسل مع حوالہ جلد و صفحہ وغیرہ لکھ دیے ہین - یہ کتاب عالم المعی فاضل لوذعی واقف علوم مشرقی و مغربی کاشف اسرار خفی و جلی آنریبل مولوی سید امیر علی بارسٹر ایٹ لا ممبر سابق کونسل واضع آئین و قوانین گورنمنٹ ہند نے زبان انگریزی مین تالیف کی ہے اور دو جلدون پر منقسم ہے -

جلد اول مین مسائل و احکام میراث - نکاح - اور طلاق مع انکے جملہ اقسام اور شقوق کے بیان کیے ہین اور اس جلد کا نام اصل انگریزی مین پرسنل لا آف دی محمڈنس یعنی مسلمانون کا قانون شخصی ہے - میراث کے مسئلہ مین عصبات وغیرہ کی تفصیل موافق مذاہب اربعہ اہل سنت و جماعت ایسے مسلسل اور واضح طور سے بیان کی ہے کہ عربی کا تو ذکر نہین فارسی اور اردو مین کسی نے اس اہم و ادق مسئلہ کو اس طور سے نہین لکھا ہے - نکاح کی بحث مین جملہ شرائط صحت نکاح - ولایت صغار - باپ کا حق الجبر - مان کا حق الحضانت وغیرہ مشرح بیان کیے ہین اور طلاق کی دونون قسمین یعنی بائن اور راجع اور خلع و مبارات اور لعان و ظہار یہ سب مسائل نہایت وضوح لکھ دیے ہین -

جلد دوم جلد اول سے زیادہ مبسوط اور ضخامت مین تقریباً اسکی ڈیوڑھی ہے - اس جلد مین بھی تین مسئلے جو نہایت مفید اور کارآمد ہین بیان کیے ہین یعنی ہبہ - وقف - اور وصیت - دراصل یہ جلد مجموعہ ٹیگور لا لکچرس کا ہے جو جناب مولف نے ۱۸۸۴ع مین دیے تھے جب وہ ٹیگور لا لکچرر یعنی معلم قانون کلکتہ یونیورسٹی مین تھے - ان مضمون [illegible] کو مع جملہ [illegible] مسائل سے فرقہ [illegible] اسلام [illegible] انگریزی [illegible] وبسط سے بیان کیا ہے کہ کوئی بات فروگذاشت نہین ہوئی ہے -

صدہا علماے متقدمین و متاخرین کے اقوال کتب معتبرہ فریقین سے عربی مین بعینہ نقل کر کے انکا ترجمہ انگریزی مین کر دیا ہے کتب حنفی مین ہدایہ اور اسکی شروح - شرح وقایہ - رد المحتار فی شرح در المختار - سراجیہ - ملتقی الابحر اور اسکی شرح مجمع الانہر فتاوی عالمگیری - فتاوی قاضیخان وغیرہ - کتب شافعیہ مین منہاج الطالبین المحرر وغیرہ - کتب مالکیہ مین خلیل بن اسحق مالکی کی تصنیفات کتب شیعہ اثنا عشریہ مین شرائع الاسلام - شرح لمعہ دمشقیہ - جواہر الکلام - ارشاد الاذہان جامع الشتات - جامع عباسی - مفاتیح وغیرہ سے مسائل اخذ کیے ہین اور عبارتین نقل کر دی ہین -

گرچہ ہیملٹن صاحب کا ترجمہ ہدایہ - بیلی صاحب کی شرح حنفی و امامیہ میگناٹن صاحب کی اصول شرع محمدی - شاہان سرکار کی لکھی شرع محمدی پر انگریزی بالفاظ موجود ہین اور عربی زبان مین تو اتنی کتابین فقہ کی ہین کہ انکی تعداد خدا ہی خوب جانتا ہے - مگر جو لوگ ان زبانون سے واقف نہین ہین وہ ایسی کتابون سے کیونکر مستفید ہو سکتے ہین اور اگرچہ ہیملٹن صاحب و بیلی صاحب وغیرہ کے ترجمہ تو فی الحقیقت [illegible] نہین ہین مگر چونکہ وہ انگریز تھے اور ائمہ اسلام سے خارج تھے انھون نے مسائل اکثر [illegible] باتین بیان کر گئے ہین - شرع محمدی کے رموز و نکات اور مصالح و حکم کو جیسا کچھ وہ شخص سمجھ سکتا اور بیان کر سکتا ہے جو مسلمان پیدا ہوا [illegible] مسلمانون کی سوسائٹی مین پرورش پائی ہو [illegible] مولوی [illegible] نہین [illegible] عام [illegible] اگر مسلمان [illegible] عدالت مین پوری کامیابی حاصل کرنا چاہین تو اپنے قانونی کورس مین اس کتاب کو ضرور داخل [illegible] جامع الاحکام [illegible]

دونون جلدین مطبع [illegible] مین چھپ کر تیار ہو گئی ہین - اور قیمت حسب ذیل ہے -

قیمت		
جلد اول - ۶۹۲ صفحہ	[illegible]	[illegible]
جلد دوم -	[illegible]	[illegible]

اسرار الفاتحہ

یہ نادر و نایاب تفسیر اس ہندوستان میں [illegible] سے
دیکھی گئی ہے۔ جسکی قدر [illegible] ہے جسکا اندازہ
علماے کاملین و قدردان و اولو الالباب ہی [illegible] سکتے ہیں۔ حقیقت
یہ تفسیر ان مدارک کا التقاط ہے جو علامہ بحر العلوم نسفی رحمۃ اللہ علیہ
کی غیر معروف تفسیر اسرار میں مکنون تھی اور ان جواہر کا انتخاب ہے
جو علماے کبار و اولیاے عظام کے فیوض غیبی و الہامات سے ان
کو امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے پیرایہ عبارت میں بیان کیا تھا۔ کسی ذی علم نے
آج تک اقرار نہ کیا کہ ہم اس پاک وحی قرآن کے جملہ علوم سے ماہر
ہوسکتے ہیں۔ بلکہ بحسب بیان صاحب لقمان و دیگر ائمہ کے سب کا
اعتراف ہے کہ اس بحر ناپیدا کنار کے علوم و اسرار جسقدر زیادہ تر
کھلتے جاتے ہیں جسقدر آدمی کو تقوی زیادہ بڑھتا جاتا ہے اور جسقدر
زیادہ اپنی جہالت کی قدر جانتا ہے جسقدر بحر ناپیدا کنار کا جلوہ نظر
آتا ہے بیشک یہ عجیب تفسیر تصوف و حکمت کے ساتھ جواہر کا
تفسیر ہے۔ مطبع کو ایک نسخہ بعد تلاش کے ملا۔ یا یوں
کہیے کہ جناب مولانا [illegible] پشاوری نے مرحمت فرمایا۔ یہ
ایک ہی نسخہ ہم پہونچا۔ اور سنا جاتا ہے کہ بعض کتب خانجات امراء
میں دوسرا نسخہ بھی موجود ہے۔ کیا خوب ہوتا کہ اہل ریاست بذات خود
ان علوم نایاب کی اشاعت پر توجہ فرماتے۔ خوب ہوتا کہ اہل دولت
ایسے جواہر بے بہا کو خرید فرماتے تاکہ انکا نام نامی بھی تا قیام
صفحہ ہستی پر ایک یادگار قائم رہتا۔ اور آخرت کی بیشمار نعمت سے
خود سرفراز ہوتے۔ الغرض یہ گوہر گرانمایہ تمام کوشش کے ساتھ
کاتب جواہر رقم سے لکھوایا گیا۔ اور پوری حفاظت سے بار اول
پیمانہ ۱۱+۹ پر طبع ہوا۔ ۳۰۷ صفحہ یعنی [illegible] جز

سواطع الالہام یعنی بے نقطہ تفسیر قرآن

اس نادر تفسیر کا ذکر حلقہ طلبہ و مجمع علما میں عجیب طرز سے
مشہور ہورہا تھا۔ اور اس کے دستیاب ہونے سے ہر شخص ہمہ تن
مشتاق ہوگیا تھا۔ اگر کسی عالم کے پاس کسی سورہ کی تفسیر بے نقط
ہوتی تھی تو اسکو ایک گوہر نایاب کی طرح رکھتے گویا ایک عجیب ہدیہ
تھا کہ اسکو کبھی کبھی نکالکر زیارت کرتے۔ درواقع ایک کان علم
اور صنعت اسلئے ہے۔ شہنشاہ اکبر ہندوستان نے اسکے مولف
علامہ ابو الفیض فیضی کو اگر تاج کرامت و اعزاز سے سرفراز کیا
تو بہت بجا تھا۔ اور بقول مشہور [illegible] ہر عالم
ادیب کا اسکے جوہر پر فریفتہ ہونا لائق تھا۔ بحمد اللہ کہ مطبع
اودھ اخبار کو اسکا نہایت خوشخط صحیح نسخہ دستیاب ہوا۔
اور نہایت اہتمام سے جواہر رقم کتابت اور نفیس کاغذ پر اسکو
طبع کیا حجم پیمانہ ۱۲ × ۲۰ (۳۸۴) صفحات یعنی [illegible] جزو
کلان ہیں۔ اور قیمت مقررہ اسکے مقابلہ میں گویا [illegible]

جواہر غیبی

یہ اسم بامسمی کتاب مذاق تصوف میں آیا ہے مولفہ
حضرت سید مظفر علی شاہ اکبرآبادی قدس سرہ ہے۔ عجیب مفید
کی کتاب ہے جسمیں ابتدا سے انتہا تک کا طریق سلوک و
عجائب تحقیقات مذکور ہیں جنھوں نے اسکو دیکھا ہے والہ و
شیدا ہیں۔ اور جو محروم ہیں افسوس کرینگے۔ یہ کتاب
نہایت اہتمام سے چھپی ہے۔ پیمانہ ۱۴ + ۹ پر ۱۰ [illegible] صفحے
یعنی [illegible] جزو کلان ۔